مذاق العارفین

ترجمہ جلد چہارم

احیاء علوم الدین

[illegible] تصنیف عالیشان فخر کبرای اہل اسلام محی مراسم دین متین حضرت [illegible] امام [illegible] الامام **محمد غزالی** علیہ رحمۃ اللہ العلی زبان عربی [illegible] پہلے مقام مصر میں طبع ہوا [illegible] طبع ہوئی جب اہل اسلام [illegible] چنانچہ اکمل الفضلا [illegible] مولوی **محمد احسن** صاحب صدیقی نانوتوی [illegible] احادیث [illegible] تخریجات عراقی سے ہر حدیث کے [illegible] بڑی کوشش [illegible] قدردانی کا حضرات اسلام پر [illegible]

بنام نامی

جناب نواب [illegible] اسلام [illegible] معلی القاب نواب

سید غلام بابا خان صاحب بہادر [illegible] دام اقبالہ

[illegible] میاں داود خان صاحب [illegible] رفیق نواب سبوق الالقاب

ماہ جولائی [illegible]

مطبع نامی منشی نولکشور میں مقام لکھنؤ طبع ہوا

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد چہارم

احیاء جلد چہارم [illegible] روز سہ شنبہ تاریخ ۱۸ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ [illegible]

قل هو للذین آمنوا هدی وشفاء

یا محقق اشیا فی مطلق کیا احسان کہ نسخہ واقع ازل صوری کی رفع علل قدسی تا نفع مومنین

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

اکمل زمان افضل دوران عالم المتقی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی دام فیوضہ ادامہ اللہ العلی القوی

مطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہوا

M.A.LIBRARY, A.M.U.
11939

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

خداوندا کرم سے اپنے تو عاجز نوازی کر / نہیں ہے آسرا تیرے سوا احسان مردم کا
پلا دے بادۂ ادراک سے اک جام تو اپنا / تا آسانی ہو جس سے ترجمہ جلد چہارم کا

باب اول توبہ کا بیان

رباعی

یارب میں ہوں شیطان کی شرارت سے تباہ / اور نفس کی شامت سے ہے ہر گھڑی گناہ
توفیق یہ دے تو اپنے اصحاب کے طفیل / میں توبہ کروں تجھ سے بصدق دل یا اللہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ گناہوں سے توبہ کرنے خدا تعالیٰ کی جناب میں رجوع کرنا سالکوں کے راستے کی ابتدا ہے اور طالبین کی شاہراہ کا ... مریدوں کی راہ پر قدم ... اور حق سے پھرے ہوؤں کے لیے مفتاح استقامت اسی کو تقریب ... مقربین کے لیے یہی مطلع اصطفا ہے اور انبیا کے واسطے خصوصًا ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے لیے یہی منبع اجتبا اور چونکہ مثل مشہور ہے کہ باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا اگر کسی آدمی سے قصور اور گناہ ہو تو بعید نہیں اسلیے کہ آدم زاد ہے لیکن اگر باپ نے جس نقصان کا کیا ہوا اور تلافی مافات میں دل دیا ہو تو بیٹے کو بھی مناسب ہے کہ دونوں باتوں میں باپ کا مشابہ ہو اب حضرت آدم علیہ السلام کا حال کتابوں میں جو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی خطا کے بعد سالہا ندامت اٹھایا اور برسوں تک اشک ندامت بہایا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ذرا بھی ...

صرف خطا کرنے میں اپنا مقتدا سمجھے اور توبہ نہ کرے کیونکہ وہ خطاوار ہے اور ناخلف نا سمجھ بلکہ اصل یہ ہے کہ صرف خیر ہی کا ہونا تو طریقہ ملائکہ مقربین کا ہے اور محض شر کرنا یہ شیوہ ابلیس کا اور شر میں پڑکر پھر خیر کی طرف پھرنا انسان کا کام ہے اسلیے کہ انسان کی سرشت میں دونوں خصلتوں کی آمیزش پائی جاتی ہے محض خیر کرنے والا فرشتہ کہلاتا ہے اور صرف شر کرنے والا شیطان اور رجوع الی الخیر سے شر کی تلافی کرنے والا واقع میں انسان ہے اسکو دو باتیں تو حاصل ہوتی ہیں یعنی اپنا نسب شیطان سے صحیح کرے خواہ انسان سے مثلاً اگر گناہ کے بعد توبہ کرے تو آدم سے نسب صحیح ہونے کی حجت قوی ہے کہ جو تعریف انسان کی تھی وہ اسپر صادق آئی اور جو شخص شر ہی پر مصر رہے وہ اپنے نفس پر شیطان کا نسب ثابت کرتا ہے باقی رہا محض خیر کرنے سے فرشتے کی طرف نسب ہونا سو یہ انسان سے ممکن نہیں ہے اسلیے کہ اوسکے خمیر میں شر خیر کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اسکا جدا ہونا دو ہی طرح ممکن ہے یا ندامت کی حرارت سے یا دوزخ کی آگ سے تو حاصل یہ کہ جوہر انسانی کو خباثت شیطانی سے علیحدہ کرنے کے لیے دونوں آگوں میں سے ایک میں جلنا ضروری ہے پس جب تک انسان کا قابو چل سکتا ہے اسکو چاہیے کہ دونوں آگوں میں سے ہلکی کی برداشت کرے یعنی اوسکو اختیار کرے اور جو ہلکی ہے اوسکی طرف جلدی کرے ورنہ بعد موت کے یہ مہلت کہاں جو اسکو اختیار کیا جائے یا دوزخ میں ڈالا جانا ہو جائے اور جب توبہ کی دین میں یہ شان ہے تو مہمات کے شروع میں اسکا لانا اور اسکی حقیقت اور شروط اور سبب اور ثمرہ و آفت مانع توبہ اور علاج جس سے کہ توبہ آسان ہو جاوے اوسکا بیان کرنا واجب ہوا اور یہ سب باتیں چار فصلوں میں بیان ہونگی —

فصل اول

بیان میں توبہ کی تعریف اور حقیقت کے اور سب لوگوں پر ہر حال میں اوسکے علی الفور واجب ہونے کے اور توبہ صحیح کے مقبول ہونے کے مشتمل پانچ بیانوں پر —

بیان اول توبہ کی حقیقت اور تعریف میں جاننا چاہیے کہ توبہ تین چیزوں کا نام ہے جو بترتیب پائی جاتی ہیں اونمیں سے اول علم ہے دوسرا حال تیسرا فعل اور اول دوسرے کا موجب ہے اور دوسرا تیسرے کا اور یہ انتظام خدا کی عادت کے باعث سے ہے جو اوسنے عالم ملک و ملکوت میں جاری کر رکھی ہے اب انمیں سے ہر ایک کو سمجھنا چاہیے کہ علم سے یہ غرض ہے کہ اس بات کو جانے کہ گناہوں کا ضرر بہت بڑا ہے اور یہی گناہ آدمی میں اور اوسکے محبوب کے درمیان میں حجاب ہوتے ہیں جب یہ بات یقین غالب سے دل پر چھا جاتی ہے تو اسکے جاننے سے دل کو محبوب کے

فوت ہو جانے کا رنج ہوتا ہے اسلیے کہ دل کو جب یہ خبر ہوتی کہ محبوب نہ ملیگا تو بیشک رنج کریگا
پھر اگر محبوب کے نہ ملنے کا باعث کوئی اوسیکا فعل ہوگا تو اوس فعل پر افسوس کریگا اور اس فعل کا
نام ندامت ہے اور اسکو دوسری چیز توبہ کی یعنی حال سمجھنا چاہیے پھر جب یہ رنج دل پر غالب ہوتا ہے
تو اوس سے ایک اور حالت دل میں پیدا ہوتی ہے جسکو ارادہ و قصد کہتے ہیں اور یہ ارادہ اپنے فعل کا
چاہیے جسکو تعلق تینوں زمانوں سے ہے زمانہ حال سے تو اسطرح تعلق ہے کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا
اوسکو چھوڑ دے اور زمانہ مستقبل سے اسطرح کہ جس گناہ سے محبوب نہ ملا اوسکو عمر بھر کو ترک کر دے اور زمانہ
ماضی سے اسطرح کہ اگر کوئی چیز قابل قضا اور تلافی کے فوت ہوئی ہو تو اوسکا جبر نقصان کرے غرضکہ
ان سب باتوں کا منشاء اول علم ہوتا ہے یعنی ایمان اور یقین کیونکہ ایمان اس بات کے
سچ جاننے کا نام ہے کہ گناہ زہر مہلک ہیں اور یقین اس تصدیق کی مضبوطی کا نام ہے کہ دل پر
ایسی طرح غالب ہو کہ اوسمیں مجال شک نہ رہے پس اس ایمان کا نور دل پر جب پڑ جاتا ہے
تو اوسکا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ دل میں ندامت کی آگ بھڑک اوٹھتی ہے اور دل پر صدمہ گذرتا ہے
اسلیے کہ نور ایمان کی چمک سے اوسکو سوجھتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے محجوب ہو گیا جیسے کوئی
اندھیرے میں ہو اور اوسکا کچھ ابر میں سے خواہ پردے میں سے آفتاب نکل جاوے اور اوس کی
چمک میں اپنے محبوب کو دیکھ لے کہ مرا جاتا ہے اوسیوقت اوسکے دل میں آتش محبت شعلہ زن ہوگی
بھڑکی اور یہ حرارت اسکو اس بات پر آمادہ کریگی کہ کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور چاہیے اسیطرح سے ہوتا ان کی
ندامت کے وقت نور ایمان سے اپنے محبوب کے نہ ملنے کا رنج اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ جو کچھ
تدارک اسکا عمل میں لانا چاہیے اسیوجہ سے آدمی قصد تدارک مافات کرتا ہے خلاصہ یہ کہ توبہ ان
تین چیزوں مرتب کا نام ہے جو ایک دوسرے کے بعد بتدریج ہوتی ہیں اول علم دوم ندامت
سوم قصد ترک گناہ زمانہ حال و استقبال میں اور تلافی ایام ماضی ان سب کے مجموعے کو توبہ کہتے ہیں
اور اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ توبہ صرف معنی ندامت پر بولتے ہیں اور علم کو اوسکا مقدمہ اور ترک گناہ کو
اوسکا ثمرہ قرار دیتے ہیں اسی اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الندم توبۃ
اسلیے کہ ندامت کے واسطے ضرور ہے کہ کسی علم سے پیدا ہوئی ہوگی اور بعد کو اوس سے ثمرہ بھی
مرتب ہوگا تو گویا ندامت جو درمیان کی شے ٹھیری قائم مقام اپنے سبب اور مسبب کے ہو گئی اور
ضمناً علم اور قصد ترک اسکے دونوں طرفین اسمیں شامل ہو گئیں اور اسی اعتبار سے کسی نے
توبہ کی تعریف یہ کی ہے کہ توبہ یہی کہ خطا سابق پر دل کا گداز ہونا اس تعریف میں صرف رنج دل کا

اشارہ پایا جاتا ہے اور بعضون نے اسکی تصریح بھی کردی ہو اور کہا ہے کہ توبہ ایک آگ ہے کہ
دل مین بھڑکتی ہے اور ایک درد ہے کہ جگر سے جدا نہین ہوتا اور بعضون نے بلحاظ ترک گناہ
تعریف یون لکھی ہے کہ توبہ اسکو کہتے ہین کہ جفا کا لباس دور کرکے بساط وفا بچھاوے اور سہل
بن عبداللہ تستری رحمہ یون فرماتے ہین کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمودہ سے بدل دینے کا نام
توبہ ہے اور یہ بات بدون عزلت اور خاموشی اور اکل حلال کے میسر نہین ہوتی غالباً اس تعریف مین
تیسری بات کیطرف اشارہ ہے اور توبہ کی تعریفین اور بہت سے اقوال ہین اور جب کہ
تینون باتین جنکا ہمنے ذکر کیا ہے آدمی کو معلوم ہوجاوین اور انکا [illegible] تو تم سمجھ جاؤگے کہ ان
تعریفون [illegible] لوگون نے جو کچھ اسکی تعریف بیان کیا ہے [illegible] سب باتون کا احاطہ [illegible]
[illegible]
دوسرا بیان توبہ کے واجب ہونے اور اسکی فضیلت کے [illegible] توبہ کا واجب ہونا
آیات اور احادیث سے ثابت ہے اور [illegible] دل کھلی ہوئی ہو اور خدا تعالی [illegible]
نور ایمان سے منور کردیا ہو [illegible] توبہ واجب ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
کہ یون کہی ہے کہ آگے پیچھے قدم نہین بڑھاتے اور بعضے آنکھون [illegible]
پڑے ہے تو اپنے آپ چلے جاتے ہین اسیطرح طریق دین کے چلنے مین آدمیون کی دو قسمین ہین
ایک لوگ تو ایسے قاصر ہین کہ تقلید سے ایک قدم بھی نہین نکل سکتے اور ہر قدم پر نص کتاب
خدا اور حدیث کے سننے کے محتاج رہتے ہین اور ایسے لوگون کا بعض اوقات یہ حال ہوتا ہے
کہ اگر نص صریح کے ملنے مین دشواری ہوتی ہے تو حیران رہجاتے ہین پس اس قسم کے لوگون کی
سیر باوجود [illegible] طول عمر کے مختصر رہتی ہے اور [illegible] قدم [illegible] ہین اور ایک
لوگ سعید ہین جنکے سینے خدا تعالی نے اسلام کے لیے کھول دیے ہین وہ اپنے رب کے طرف
نور کے سہارے ادنی اشارے سے مشکل مشکل سلوک کی راہ کے چلنے کے لیے خبردار ہوجاتے ہین
اور بڑی سخت گھاٹیان طے کرڈالتے ہین اونکے دل مین نور قرآن اور نور ایمان کی چمک
رہتی ہے اور شدت نور کے باعث ادنی تبلانا اونکے حق مین کافی ہوجاتا ہے اونکی مثال ایسی ہے کہ
یکاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار [illegible] نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء

ایسے لوگون کے لیے حاجت نص منقول کی ہے انصاف مین بیان اس طرح کا
شخص اگر توبہ کا واجب ہونا جاننا چاہتا ہے تو اول نور بصیرت سے توبہ کو دیکھتا ہے کہ وہ کیا
چیز ہے پھر وجوب کے معنی سمجھتا ہے پھر دونون کو ملا کر دیکھتا ہے تو معلوم کر لیتا ہے کہ
بیشک توبہ کے لیے واجب ہونا ثابت ہے مثلاً اول یہ جانا کہ واجب وہ ضروری وہی چیز ہے
جو سعادت ابدی تک پہونچنے اور ہلاک ابدی سے بچنے کے لیے ضروری ہو اسلیے کہ اگر کسی چیز
کے کرنے یا نہ کرنے سے سعادت خواہ شقاوت کا تعلق نہو تو اوسکے واجب ہونے کے کچھ
معنی نہین اور یہ جو کہتے ہین کہ فلان فعل واجب کرنے سے واجب ہو گیا یہ صرف ایک بات ہی بات ہے
کیونکہ جن چیزون سے ہماری غرض حال مین یا استقبال مین متعلق نہین اونکے کرنے خواہ نکرنے
مین ہمکو مشغول ہونے سے کیا فائدہ خواہ کوئی ہم پر اونکو واجب کرے یا نکرے اس سے
معلوم ہوا کہ واجب وہی چیز مراد ہے جو ذریعہ وصول سعادت ابدی کا ہو یہ تو واجب کے
معنی واجب کے سمجھے اور یہ بھی جان لے کہ قیامت مین سعادت دیدار الٰہی سے اوپر کوئی سعادت
نہین اور جو اوس سے محجوب ہا وہ بدبخت ہے اوسکے درمیان اور اوسکی آرزو کے درمیان
آڑ ہوگی آتش فراق اور نار دوزخ سے جلیگا اور یہ بھی جان لے کہ سوائے اتباع شہوات اور
اس دنیا کی الفت اور ان لذات فانی قطعاً جاتے رہنے والی کی محبت کے اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ
سے دور نہین کرتی اور سوائے کاٹ ڈالنے علاقہ قلبی کے اس دنیا کی زیب و زینت سے اور
بتمامہ متوجہ ہونے کے اللہ کیطرف تاکہ اوسکے ذکر سے ہمیشہ انس ہو اور اوسکے جلال و جمال کو
اپنی طاقت کے موافق جانکر اوس سے محبت حاصل ہو اور کوئی چیز اوس سے نزدیک کرنیوالی
نہین اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لے کہ جن گناہون سے خدا سے منہ پھیرنا اور اوسکے دشمن یعنی شیطان
لعین کے اتباع کرنی ہوتی ہے اونھین کے باعث مین بھی محجوب اور راندہ درگاہ ہو جانا گنہگاری
باتون کے جاننے کے بعد وہ شخص ہرگز اس بات مین شک نکریگا کہ قرب الٰہی کے پہونچنے کیواسطے
دوری کی راہ سے پھرنا واجب ہے اور طریق بعد سے پھرنا انھین تین باتون سے حاصل ہوگا
یعنی علم اور ندامت اور عزم سے اسلیے کہ جب تک یہ نہین جانیگا کہ گناہ محبوب سے دور ہونے کے
اسباب ہین ندامت نہین آنے کی اور نہ اپنی دوری کی راہ چلنے سے کچھ درد ہوگا اور
جب تک درد نہوگا تب تک اوس سے رجوع کرنا معلوم اور رجوع کرنے کے معنی ترک اور عزم
ہین اس سے معلوم ہوا کہ محبوب تک پہونچنے کے لیے یہ تینون باتین ضروری ہین اور نیز

ایمان

ایمان و نورِ بصیرت سے حاصل ہوتا ہے وہ تو ایسا ہی ہوتا ہے مگر جو شخص اس نتیجے سے کہ قابل
چنانچہ اکثروں کا یہی حال ہے تو اوسکے لیے تقلید و اتباع میں بہت گنجایش ہے اور یہی سبکے
ذریعہ سے ورطہ ہلاکت سے ساحل نجات پر پہنچ سکتا ہے پس اس توبہ کے باب میں قول الٰہی یا کہ
اور رسول کریم علیہ السلام کا دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اسمیں سب اہل ایمان کو توبہ کا حکم عام ہوا اور دوسری جگہ ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا
إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا معنی نصوح کے یہ ہیں کہ خالص اللہ کے واسطے ہو اور آمیزش کسی طرح کی نہ ہو مشتق ہو
نصح بمعنی خلوص سے اور فضیلت توبہ پر یہ آیت شریف دال ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَلتَّائِبُ حَبِيبُ اللّٰهِ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ
اور ایک حدیث میں یہ بات آئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سفر میں ناموافق اور مہلک جنگل میں ہو اور
اوسکے ساتھ اوسکی سواری ہو جسپر اوسکا کھانا پینا وغیرہ لدا ہو پھر وہ اپنا سر رکھکر سو رہے اور جب
جاگے تو سواری نہ پاوے اور اوسکو ڈھونڈھنے لگے یہاں تک کہ جب دھوپ اور پیاس کی تپش زیادہ ہو
شدید ہو اور اوسکی شدت اور غلبہ ہو تو کہے کہ میں جہاں تھا وہاں ہی لوٹ جاؤں اور وہیں مرجاؤں
اور وہاں پہنچکر مرنے کے لیے اپنے ہاتھ کو سر تلے رکھکر سو رہے پھر جو آنکھ کھلے تو دیکھے کہ
جس سواری پر توشہ وغیرہ تھا وہ پاس کھڑی ہے تو جتنی خوشی کہ اس شخص کو اپنی سواری ملنے کی
اوس سے زیادہ خدائے تعالیٰ بندۂ مومن کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔ اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں
کہ یہ شخص شدتِ خوشی میں جو شکر خداوندی بجا لاوے تو مارے خوشی کے زبان سے یوں نکلا کہ
الٰہی تو میرا بندہ ہے میں تیرا پروردگار ہوں اپنی خوشی میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی تمیز نہ رہے
اور حضرت حسن رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول
کی تو اونکو فرشتوں نے تہنیت دی اور حضرت جبرائیل و میکائیل علیہما السلام اوسکے پاس تشریف
لائے اور فرمایا کہ اے آدم خدائے تعالیٰ نے جو آپکی توبہ قبول فرمائی تو آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا حضرت
آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے جبرائیل اگر بعد قبول توبہ کے مجھسے سوال ہو تو پھر میرا ٹھکانا
کہاں ہے اوسیوقت اونپر وحی ہوئی کہ اے آدم تو نے اپنی اولاد کے لیے رنج و مشقت کی
میراث چھوڑی اور توبہ بھی تو جو کوئی اونمیں سے مجھکو پکاریگا میں اوسکی سنونگا جیسے تیری سنی اور
جو کوئی مجھسے مغفرت کا سوال کریگا اوسپر بخل نہ کرونگا کیونکہ میں نزدیک و قریب ہوں اے آدم
توبہ کرنیوالوں کو قبروں سے اٹھتے ہوئے اور بشارت سنتے ہوئے اوٹھاؤنگا جو دعا کریگا

قبول ہوگی۔ اور اخبار و آثار اس باب میں بیشمار ہیں اور امت کا اتفاق ہے کہ توبہ واجب ہے اسلیے
کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ اس بات کا علم ہو کہ گناہ و معاصی ہلاک کرنیوالے ہیں اور خدای تعالے سے دور
کرنے والے ہیں یہ بات وجوب ایمان میں داخل ہے مگر کبھی اس سے غفلت ہوجاتی ہے تو توبہ کی
تعریف میں جو علم مذکور ہے اوس علم سے یہی غرض ہے کہ غفلت مذکور دور ہوجاوے اور اسکے
واجب ہونے میں کچھہ خلاف نہیں اور منجملہ تعریف توبہ کے چھوڑنا معاصی کا زمانہ حال میں اور
عزم اونکے ترک کا استقبال میں اور تدارک تقصیرات زمانہ گذشتہ کا ہے اسکے وجوب ہونے میں
بھی کسی طرح کا شک نہیں باقی رہا ندامت اور حزن افعال گذشتہ پر سو وہ بھی واجب ہے کیونکہ حزن
وندامت تو توبہ کی جان ہے تلافی اسی سے پوری ہوتی ہے وہ کیسے واجب نہوگی اسلیے
کہ وہ تو ایک طرح کا رنج ہے کہ جب آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی عمر خدای تعالی کی مرضی کے خلاف
میں ضائع ہوئی اوسکے بعد ضروری ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ دل کا حزن کرنا امر ضروری
قبضہ اختیار میں نہیں تو اوسکو واجب کہنا کسطرح متصور ہو اوسکا جواب یہ ہے کہ سبب اس
رنج کا یہی ہوتا ہے کہ محبوب کے فوت ہونے کا علم قطعی ہوجاتا ہے اور آدمی اس علم کے سبب حاصل
کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسی جہت سے علم واجب میں داخل ہوا نہ اس جہت سے کہ بندہ خود
نفس علم کو پیدا اور حادث کرسکتا ہے کیونکہ یہ امر محال ہے بلکہ علم اور ندامت اور فعل اور ارادہ
اور قدرت اور قادر یہ سب چیزیں خدای تعالی کی مخلوق ہیں اور اسیکے فعل سے
موجود چنانچہ ارشاد ہے واللہ خلقکم وما تعملون ۔ ارباب بصیرت کے نزدیک یہی حق ہے
باقی سب گمراہی ہے پھر یہاں سوال ہوتا ہے کہ بندے کو کیا اختیار کرنے اور نکرنے کا بھی
اسکا جواب یہ ہے کہ وہاں اختیار ہے مگر اس اختیار ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کل چیزیں
خدا کی مخلوق نہیں بلکہ اس اختیار کو بھی مخلوق خدا کا سمجھنا چاہیے جو اختیار کہ بندے کو دیا گیا
ہوا ہے اوسمیں وہ مجبور ہے مثلاً خدای تعالی نے آدمی کا ہاتھ صحیح و سالم پیدا کیا اور لذیذ
کھانے کو پیدا کیا اور معدے میں خواہش کھانے کی پیدا کی اور دل میں یہ دانش
پیدا کی کہ اس کھانے سے خواہش کو تسکین ہوگی اور یہ تردد پیدا کیا کہ باوجود تسکین خواہش کے
اس کھانے میں کچھہ ضرر ہے یا نہیں اور اسکے مقابل یہ تردد پیدا کیا کہ اس کھانے کے کھانے سے
کوئی ایسا امر مانع ہے یا نہیں جس سے غذا کا کھانا متعذر ہو پھر یہ علم پیدا کیا کہ کوئی مانع نہیں
پس جب اتنے اسباب جمع ہوچکے تب ارادہ کھانیکا ہوتا ہے تو یہی ارادہ ہاتھ کا بعد تردد

اور

اور بعد غلبۂ خواہش غذا کے اختیار کرتا ہے اور جب اسکے سبب پورے ہو جاتے ہیں تو وہ بھی ضرور
موجود ہوتا ہے مثلاً جب خداے تعالیٰ اوسکے پیدا کرنے سے ارادے میں پختگی آتی ہے اور موافقت پاتا
ہے اسکی طرف ضرور بڑھتا ہے کیونکہ بعد تمام ہونے ارادہ و قدرت کے فعل کا بروے کار آنا
ضروری ہے اسی لیے ہاتھ کو حرکت ہوتی ہے تو جب حصول قدرت اور پختگی ارادہ خدا کے پیدا
کرنے سے تھیں تو حرکت ہاتھ کی بھی اوسکی مخلوق ہوئی اور پختگی ارادہ جب ہوتی ہے جب اول
خواہش صحیح اور موانع کے نہونے کا علم ہو چکے اور یہ دونوں بھی خدا کی مخلوق ہیں لیکن ان
مخلوقات میں ایک ترتیب خاص خداوند کریم نے رکھدی کہ خلق میں اوسی ترتیب عادت سے موافق
ہمیشہ انتظام رہتا ہے مثلاً ہاتھ میں حرکت لکھنے کے لیے نہیں پیدا کرتا جب تک کہ اوسمیں قدرت
اور حیات اور ارادہ نہیں پیدا کرتا اور ارادہ نہیں پیدا کرتا جب تک کہ خواہش و رغبت نفس میں
نہیں پیدا کرتا اور یہ رغبت جب تک خوب نہیں اوٹھتی جب تک کہ اس بات کا علم نہیں پیدا کرتا کہ
لکھنا نفس کے موافق ہے خواہ حال میں یا مآل میں اور علم کو بھی جو پیدا کرتا ہے تو اوسے بھی پیدا
کرتا ہے جنکا مآل حرکت و ارادہ اور علم پر آپڑتا ہے غرض کہ علم اور خواہش طبع کے بعد کا ارادہ
ہوتا ہے اور قدرت و ارادے کے بعد حرکت واقع ہوتی ہے اور ہر فعل میں ایسی ہی ترتیب ہے
اور یہ سب چیزیں خدا کی پیدایش سے ہیں لیکن چونکہ بعض مخلوقات بعض کے واسطے شرط ہیں اسی لیے
بعض کا مقدم ہونا اور بعض کا موخر ہونا واجب ہے مثلاً ارادہ بعد علم ہی کے پیدا کرتا ہے اور علم
بعد حیات کے اور حیات بعد جسم کے تو جسم کی پیدایش شرط ہے حدوث حیات کی نہ یہ کہ حیات
جسم میں سے پیدا ہوتی ہے اور حیات کی پیدایش شرط ہے علم کی پیدایش کی نہ یہ کہ علم حیات سے
نکلتا ہے بلکہ محل میں قبول استعداد جب ہوتی ہے جب وہ زندہ ہو اسیطرح علم کی پیدایش شرط ہے
پختگی ارادہ کی نہ یہ کہ علم سے پختگی ارادہ نکلتی ہے بلکہ ارادے کو وہی جسم قبول کرتا ہے جو زندہ
اور عالم ہو غرض کہ ممکن کے سوا کوئی چیز وجود دنیاوی میں داخل نہیں ہوتی اور امکان میں ایسی ترتیب ہے
جسمیں تبدیل نہیں ہوتی اسواسطے کہ اوسکی تبدیل محال ہے پس جب کسی وصف کی شرط پائی جاتی ہے
اوس شرط کے سبب سے محل میں لیاقت وصف کے قبول کرنے کی ہو جاتی ہے پھر وہ وصف خدا کی
عنایت اور قدرت ازلی سے لیاقت پانے کے بعد موجود ہو جاتا ہے اور چونکہ شرطوں کے سبب سے
لیاقت میں ترتیب ہوتی ہے تو خداے تعالیٰ کے کرنے سے ممکنات کے موجود ہونے میں بھی ترتیب
ہوتی اور بندہ ان ترتیب ممکنات و حوادث کے لیے محل ہے اور یہ حوادث قضاے الٰہی میں جو

پیدا ہونیکے ماتند ایک امر کی بات ہے ترتیب کلی سے مرتب ہین جن مین تبدیل نہین ہوتی اور انکا ظہور تفصیل وار متعلق حکم و اندازہ الٰہی ہے کہ اوس سے تجاوز نہین کرسکتے چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے انا کل شیء خلقناہ بقدر اور قضای کلی ازلی کو اس آیت مین ارشاد فرمایا وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر اور بندے اس قضاء و قدر کے جاری ہونیکے لیے مسخر ہین اور منجملہ قدر کے پیدا کرنا حرکت کا ہے کاتب کے ہاتھ مین بعد پیدا کرنے ایک صفت مخصوص کے اوسکے ہاتھ مین جسکو قدرت کہتے ہین اور بعد پیدا کرنے میل قوی اور جزم کے اوسکے نفس مین جسکا نام قصد ہے اور بعد پیدا کرنے واقفیت مقصود چیز کے جو ادراک کہلاتا ہے جیسا باطن ملکوت سے پیدا ہوتی ہین باطن کسی بندے کے جسم پر ظاہر ہوتی ہین جو زیر فرمان تقدیر ہے تو جونکہ عالم ظاہری کے لوگ عالم غیب اسرار سے محجوب ہین یون کہنے لگتے ہین کہ اے شخص تو نے حرکت کی اور تو نے پیدا کیا اور تو نے لکھا وغیرہ مگر پردۂ ملکوت اور پردہ غیب سے ندا ہوتی ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ اور قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم اور یہان ان لوگون کی عقل حیران ہوتی ہے جو عالم ظاہری ہین اسی بابت سے بعضے یون کہتے ہین کہ بندہ محض مجبور ہے اور بعضے اس بات کے قائل ہین کہ وہ اپنے افعال کا مخترع ہے کچھ علاقہ تقدیر سے نہین اور بعض متوسط اس بات پر جھکے ہین کہ بندے کے افعال کسب کے طور پر ہین اور اگر ان لوگون کے واسطے آسمان کے دروازے کھول دیے جاوین اور عالم غیب و ملکوت انکو دکھائی تو جانلین کہ انمین سے ایک فرقہ مین وجہ سچا ہے مگر قصور سب کو شامل ہے کہ اس امر کی کسیکو خبر نہین ہوئی اور نہ تمام پہنچ کسیکا علم محیط ہوا اور اسکا پورا علم جب حاصل ہو جب اس روزن سے جو عالم غیب کی طرف کھلا ہوا ہے نور کی چمک آوے اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہے اپنی غیب کی بات پر کسیکو واقف نہین کرتا سوا اوس رسول کے جسکو اوسنے پسند کیا ہو اور ظاہر پر بھی مطلع کردیتا ہے جو زمرۂ پسندیدگان مین داخل ہوا اور جو شخص سلسلۂ اسباب و مسببات کو حرکت دے اور اونکے تسلسل کی کیفیت اور ارتباط کی وجہ معلوم کرے اور یہ کہ انتہا اس سلسلے کی مسبب الاسباب پر کسطرح ہے تو اوسپر راز تقدیر آشکارا ہو جاوے اور یقینا جان لے کہ سوا خدا کے اور کوئی خالق اور موجد نہین ــــ اب چونکہ ہمارے بیان مین ایک طرح کا تناقض ظاہر معلوم ہوتا ہے یعنی جب یہ مسئلہ جبر اور اختراع اور اختیار کی مین وجہ سے بتلایا اور پھر ایک مین قصور بھی ثابت کیا تو بظاہر صدق اور قصور مین منافات ہے اسلیے ہم اسکو بطور مثال سمجھاتے ہین

اسکے لیے مثال سے سمجھاتے ہیں فرض کرو کہ چند اندھوں نے یہ سنا کہ فلان شہر میں ایک عجیب
جانور جسکا نام ہاتھی ہے آیا ہے اور اون اندھون نے کبھی پہلے نہ ہاتھی کا نام سنا نہ اوسکو دیکھا اسلیے
اون اندھون نے آپس میں کہا کہ اوسکو پہچاننا اور ٹٹولکر دیکھ لینا ضرور ہے غرض اونمیں سے چند اندھے تلاش
کرکے اوسکے پاس پہونچے اور اوسکو ٹٹولنا شروع کیا بعضون کا ہاتھ تو اوسکے پانون پر پڑا اور
بعضون کا دانت پر اور بعضون کا کان پر اور جان لیا کہ ہمنے ہاتھی کو دیکھ لیا جب وہ پھر کر باقی
اندھون کے پاس آئے تو اونھون نے کیفیت ہاتھی کی اونسے پوچھی ہر ایک نے مختلف جواب دیا جسنے
پانون ٹٹولا تھا اوسنے تو یہ کہا کہ ہاتھی ایک کھردرے ستون کے مانند ہوتا ہے مگر اوس [illegible] نرم
ہوتا ہے جسنے دانت کو چھوا تھا اوسنے یہ کہا کہ جیسا [illegible] ستون ہوتا ہے ہاتھی ویسا نہیں بلکہ وہ سخت
چکنا ہوتا ہے نرمی اوسمیں نام کو نہیں اور چکنا ہوتا ہے کھردرا نہیں اور ستون کی مانند موٹا بھی نہیں بلکہ گول
جیسا ہوتا ہے جسنے کان ٹٹولا تھا اوسنے کہا کہ وہ تو نرم اور کھردرا ہوتا ہے ستون یا دانت کی طرح
نہیں ہوتا اور چمڑے کی طرح پھیلا ہوا ہوتا ہے تو یہ تینون اور [illegible] ہر ایک نے
سچا کہا اور پھر اپنے دریافت کے موجب بتلایا کہ وہ ایسا ہوتا ہے اب اگر ان سب کے بیان کو
دیکھو تو سب وجہ صحیح ہے کیونکہ جسقدر جسکو معلوم تھا اوسنے بیان کیا اور جسقدر ہاتھی اوسکے ہاتھ
کو نہ آیا اوسکے بیان میں قصور ہے کہ کنہ صورت کی کسیکو معلوم نہوئی اس مثال کو خوب سمجھ لینا چاہیے
اسلیے کہ اکثر اختلافات کی مثال یہی ہے اور چونکہ یہ بیان علوم مکاشفہ میں جا پہونچا ہے اور
اوسکے امواج کو جنبش دیتا ہے اور ہماری غرض اوسکے بیان سے نہیں لہذا مناسب ہے کہ جس
بیان کے درپے تھے اوسکو لکھیں یعنی توبہ واجب ہے اور اوسکے تینون اجزا یعنی علم اور ندامت اور
ترک سے بھی واجب ہیں اور ندامت ایسی چیز ہے وجوب میں داخل ہے کہ وہ افعال الہی میں واقع
جو بندے کے علم اور ارادے اور قدرت کے گھیرے ہوئے ہیں یعنی ندامت کی ایک طرف بندے کا علم ہے
اور دوسری طرف ارادہ ترک اور جس فعل کی یہ صفت ہو تو وجوب اوسکو شامل ہوتا ہے

تیسرا بیان اس بات میں کہ توبہ فوراً واجب ہے

توبہ کے فوراً واجب ہونے میں کسیطرح کا شک نہیں اسلیے کہ معاصی کو مہلک سمجھنا اصل ایمان میں
داخل ہے اور یہ اوسیوقت واجب ہے اور اس واجب کا ادا بھی ہوگا جو اس بات کو
ایسی طرح جانے کہ اوسکے سبب معاصی سے باز رہے کیونکہ یہ معرفت متعلق علوم مکاشفہ سے نہیں جنمیں
انکا عمل [illegible] نہیں ہوتا بلکہ علم معاملہ سے متعلق ہے اور جو علم اس غرض سے مقصود ہوتا ہے کہ

اوس سے عجب ثقل پہونچتا ہے تب ترک اوسکی علت غائی ظہور میں آویگی اور اوس سے علیحدہ ہو جائے بھی ہو نگی اب بیان کرتا ہوں کہ ہنر کا علم اسی غرض سے مقصود ہوتا ہے کہ اوس سے ترغیب گناہوں کے ترک کی ہو پس جو شخص گناہوں کو نہ چھوڑیگا اوسمیں جیسا ایمان کا ہوگا اور حدیث اس حدیث شریف میں لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن اسمیں ایمان سے یہ مراد ہے کہ زنا جو سبب ناراضمندی خدا کا ہے اور اوس سے دور کرنا ہے اس بات کا ایمان زنا کا ہین نہیں ہے غرض نہیں کہ اوس سے وہ ایمان جاتا رہا ہے جو متعلق بعلوم مکاشفہ ہے مثلاً خدا کو جاننا اور اوسکی وحدانیت اور صفات اور کتب اور رسولوں پر جو ایمان ہے وہ منافی زنا نہیں ہے جو اوس سے یہ ایمان زنا سے نہ جائیگا اور اسکی مثال یہ ہے کہ کسی طبیب نے مریض کو کہا کہ یہ زہر ہے اسکو مت کھانا پس اگر وہ شخص کھا گیا تو اوسکو یوں کہینگے کہ طبیب کا معتقد نہیں اس سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ وہ شخص طبیب کے وجود پر یا اوسکے معالج ہونے پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ طبیب نے جو کہا کہ یہ زہر مہلک ہے اس قول کو نہیں مانتا کیونکہ اگر اوسکو مہلک جانتا تو کبھی نہ کھاتا اس سے معلوم ہوا کہ گناہگار ناقص الایمان ہوتا ہے اور ایمان ایک ہی چیز کا نام نہیں بلکہ اوسکی کچھ اوپر ستر قسمیں ہیں جنمیں کی اعلیٰ قسم گواہی کلمہ طیب کی ہے اور ادنیٰ قسم راہ میں سے ایذا کو دور کرنا ہے جیسے کوئی یوں کہے کہ انسان ایک ہی طرح کے موجود نہیں بلکہ کچھ اوپر ستر طرح کے ہیں اونمیں سے اعلیٰ قسم قلب اور روح ہے اور ادنیٰ قسم دور کرنا ایذا کا جلد سے یا یں طور کہ مونچھین کتری ہوں ناخن کٹے ہوے ہوں چرک و میل سے جلد صاف ہو تاکہ بہائم سے متمیز اور علیحدہ ہو جاوے جو چھوٹے ہوے اور لٹے پاخانے میں آلودہ بری صورت سے رہتے ہیں ناخن اور کھر بڑھے ہوتے ہیں اور یہ مثال بہت ٹھیک ہے کیونکہ ایمان مثل انسان کے ہے اور اوسمیں شہادت توحید اگر نہ ہو تو بالکل باطل ہو جاتا ہے جیسا انسان روح کے نہ ہونے سے بیکار ہے اور جو شخص صرف شہادت توحید اور رسالت رکھتا ہو وہ ایسا ہے جیسا انسان میں روح تو ہو مگر ہاتھ پاؤں آنکھ اور دوسرے اعضا ظاہری و باطنی کچھ نہ رکھتا ہو اور جیسا کہ اسطرح کا شخص جسکا یہ حال ہو قریب المرگ ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکی روح ضعیف جو اعضا سے علیحدہ رکھی ہے اوسیطرح کی مدد اور قوت اعضا سے اوسکو نہیں پہونچتی وہ جلد پرواز کر جائیگی اسیطرح جسکو صرف کلمہ طیب اور رسالت ہی کی شہادت ہوگی اعمال میں قاصر وہ بھی اس حال کے نزدیک ہے کہ ذرا سی تندہوا سے اوسکے ایمان کا درخت جڑ سے اوکھڑ جاوے یعنی ملک الموت کے آنیکے وقت جو اہوال پیش آتے ہین

ترجمہ: نہیں زنا کرتا زنا کرنے والا جب بھی کرے اوس حال میں کہ وہ مومن ہے۔ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ

اوشتیا

اور اوسکے صدمے کے باعث ایمان بجھ جاتا ہے ایسا ایمان اوسکی برداشت نہیں کر سکتا پس جس ایمان کی جڑیں یقین میں جمی ہونگی اور اعمال میں اوسکی شاخیں پھیلی ہونگی وہ ملک الموت کے ظاہر ہونے کے وقت خوف سے جھونکوں میں نہ ٹھہر سکیگا کیا ڈر ہے کہ اوسکا خاتمہ اچھا نہو خاتمے کے وقت ایسا ہی ایمان باقی رہتا ہے جسکی بنا طاعات پر ہمیشہ رہی ہو اور آبیاری اعمال سے مضبوطی پکڑ گیا ہو — اور گناہگار ہو اور اطاعت کرنے والا کو کہا کرتے ہیں کہ ہم میں تم میں فرق کیا ہے تم بھی ایماندار ہو ہم بھی ایماندار اونکی مثال ایسی ہے جیسے کہ درخت کدو پیڑ صنوبر سے کہا تھا کہ تو بھی پیڑ ہے اور میں بھی پیڑ اوسنے بھی خوب جواب دیا کہ نام کی شرکت کا حال ابھی تجھکو معلوم ہوگا جب ہوائیں آندھی چلیگی کیونکہ جڑ اکھڑ جائیگی اور پتے بکھر جاوینگے اور معلوم ہو جاویگا کہ شرکت نام سے [illegible] کیا ہوا اور یہ جب ہے کہ وقت بار رہتا ہے اور جب تک [illegible]

ہوئے قسمت سے ہیں مردان جو لا و نشانہ	ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں [illegible]

اور اسکا حال ظاہر ہو جاتا ہے جو اسطرح کی مصیبت اور اوسکے مقدمات [illegible] خاتمے کے [illegible] ہوتے ہیں اسلیئے کہ وہ وقت ہی ایسا ہے کہ [illegible] اور فرشتے [illegible] اگر گناہگار اپنے گناہوں کے باعث آگ میں [illegible] حال مثل تندرست شخص کے ہے کہ اپنی صحت کے سبب اثر [illegible] مضر چیزوں میں [illegible] اور صحت سے نڈر ہے تو اوس سے کہا جاویگا کہ تندرست آدمی کو مرض کا خوف ہوتا ہے اور جب مریض ہو جاتا ہے تو موت کا خوف ہوتا ہے اسیطرح گناہگار کو خوف خاتمے کے برا ہونے کا لگا ہوا ہے اور اگرچہ اخیر میں خاتمہ برا ہوا تو آگ میں ہمیشہ رہنا [illegible] کیونکہ ایمان کے حق میں گناہ ایسے ہیں جیسے بدن کے حق میں مضر غذائیں کہ معدے میں جمع ہو کر اخلاط کے مزاج کو بدلتی رہتی ہیں اور آدمی کو خبر نہیں ہوتی ایک دفعہ ہی مزاج بگڑ کر بیمار ہو جاتا ہے اور یکایک مر جاتا ہے یہی تاثیر گناہوں کی ایمان میں ہوتی ہے پس جو بیماری فانی [illegible] سے ڈرتے ہیں زہر کا کھانا اور ماکولات مضر کا استعمال کرنا ہر حال میں اوسوقت آدمی [illegible] سمجھتا [illegible] تو ہلاک ابدی کے ڈر سے مہلکات کا استعمال بطریق اولی ضرور [illegible] ہوگا اور جسطرح کہ زہر کھانے والا جب اپنے فعل پر پشیمان ہوتا ہے تو ضروری سمجھتا ہے کہ فوراً اوسکو قے کرے یا کسی حیلے سے نکال ڈالنا چاہیے اور یہ احتیاط کرتا ہے کہ [illegible] تاثیر [illegible] یہ بدن کہ خواہی نخواہی چندروز بعد فنا ہوگا ضائع نہونے پاوے اسیطرح جو شخص دین کے زہر کھاتا ہو

یعنی گناہ کرتا ہے اوسپر بطریق اولی واجب ہے کہ اوس سے رجوع کرے اور اوسکا تدارک جبتک کہ اوس سے بن سکے یعنی ایام حیات تک عمل مین لاوے اسلیے کہ اس امر سے یہ خوف ہے کہ کہین آخرت نہ جاتی رہے حالانکہ وہ ایک شے باقی ہے اور اوسمین دولت پایدار اور سلطنت و نازو نعیم ہے اور اوسکے نہ ملنے مین آگ دوزخ کی اور عذاب جحیم ہے تو دونون بھگتنا پڑیگا کہ دنیا کی زندگی کے ایام کو اوس سے کچھہ بھی نسبت نہین اسلیے کہ اوسکی مدت کی انتہا ہی نہین جب یہ حال ہے تو گناہگار کو چاہیے کہ توبہ کیطرف بہت جلد مبادرت کرے ایسا نہو کہ گناہ ہونیکا زہر ایمان کی روح میں تاثیر کر جاوے اور پھر طبیبون کے ہاتھہ سے اوسکا علاج نکلجاوے اور اوسکے بعد کوئی پرہیز اثر کرے نہ وعظ و نصیحت کام آوے اور تباہ کارون مین لکھا جاوے اور اس آیت کا مصداق ہے اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور ایسا نہو کہ لفظ ایمان سے مغالطہ کھا جاوے اور کہنے لگے کہ اس آیت سے مراد کافر ہین کیونکہ یہ تو بیان کر دیا گیا کہ ایمان کچھہ اوپر ستر طرح پر ہے اور یہ کہ زانی حالت ایمان مین زنا نہین کرتا اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایسے ایمان سے محجوب ہوگا جو شاخ اور فرع کے مثل ہے وہ خاتمے کے وقت اصل ایمان سے بھی محجوب ہوگا جسطرح وہ شخص کہ جسکے اعضا نہون باوجودیکہ اعضا فرع روح ہین مگر اونکے نہونے سے آدمی مرجاتا ہے اور اصل روح بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ اصل بدون شاخون کے قائم نہین رہتی اور بدون اصل کے شاخون کا وجود بھی نہین ہوتا اور اصل اور فرع مین سوای ایک فرق کے اور کچھہ فرق نہین وہ یہ ہے کہ وجود اور بقای فرع دونون وجود اصل کو چاہتے ہین مگر وجود اصل وجود فرع پر منحصر نہین لیکن بقای اصل کے واسطے فرع کا ہونا ضرور ہے اور وجود فرع کیواسطے اصل کا ہونا لازم اور علوم مکاشفہ اور علوم معاملہ آپسمین لازم ملزوم ہین ایسا نہین کہ ایک دوسرے کی حاجت نہو اگرچہ علوم مکاشفہ رتبہ اصل کا رکھتے ہین اور علوم معاملہ بجای فرع کے ہین اور علوم معاملہ اگر آدمی کو عمل پر آمادہ نکرین تو اونکے ہونے سے نہونا ہی اچھا ہے اسلیے کہ جو تاثیر اونسے چاہیے تھی اگر وہ نکرینگے تو ناحق وبال جان ہونگے اور حجت ہونگے اور اسی بنا پر اگر عالم شخص مجبور کرے تو اوسکا عذاب بہ نسبت جاہل کے ستر گنا زیادہ ہوگا چنانچہ اس باب مین جو اخبار وارد ہین وہ ہم باب العلم مین لکھہ چکے ہین

چوتھا بیان اس امر مین کہ توبہ کا واجب ہونا ہر شخص پر ہر حال مین تمام ہے کوئی آدمی

قولہ تعالیٰ میں جاننا چاہیے کہ عموم وجوب توبہ اس آیت سے ثابت ہے جس میں کہ خطاب عام ہے
وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے اسواسطے
کہ توبہ کے معنی یہ ہیں کہ جو طریق خدا سے دور کرے اور شیطان سے نزدیک اوس سے رجوع کرنا
چاہیے اور یہ رجوع شخص عاقل ہی سے ہو سکتا ہے اور اصل عقل کی جب کمال کو پہونچتی ہے جب
شہوت اور غضب اور تمام صفات مذمومہ جو انسان کے بہکانے کے لیے شیطان کے وسیلے ہیں
اونکی اصل کامل ہو چکتی ہے کیونکہ کمال عقل آدمی چالیس برس پر پہونچنے سے ہوتا ہے اور بنیاد
عقل سن بلوغ ہی پر پہونچنے سے پوری ہو جاتی ہے اور اوسکا آغاز سات برس کی عمر سے
ظاہر ہونے لگتا ہے کہ شہوت اور غضب وغیرہ پہلے سے ہوتے ہیں اور یہ سب لشکر شیطان کے ہیں
اور عقل لشکر ملائکہ ہے جب دونوں اکٹھے ہوتے ہیں تو انمیں باہم لڑائی قائم ہوتی ہے کیونکہ
دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کے ہوتے دوسرا قائم نہیں رہ سکتا جیسے رات اور دن اور
نور و تاریکی جمع نہیں ہوتے پس جو نسا انمیں سے غالب ہو جاتا ہے دوسرے کی بیخ کنی کر دیتا ہے
اور چونکہ شہوت صغر سن ہی میں کامل ہو جاتی ہے تو شیطان کا مورچہ عقل سے پہلے ہی جما ہوا
اسی لیے دل کو عادۃً مقتضیات شہوت سے انس و الفت غالب ہو جاتی ہے اور اوسکی طرف لگاؤ
ہوتا ہے پھر جب عقل ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے گروہ و جماعت میں سے ہے اور اوسکے
اولیا کو اوسکے دشمنوں سے بتدریج بچاتی ہے پس اگر اوسمیں قوت و کمال نہوا تو سلطنت شیطان کی
ہاتھ رہا اور اوسنے اپنا وعدہ پورا کیا جو قرآن مجید میں مذکور ہے لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا اور اگر
عقل کامل اور قوی ہوئے تو اول کام اوسکا یہ ہوتا ہے کہ لشکر شیطانی کی بیخ کنی شروع کرتی ہے
اسطرح کہ شہوات کو توڑتی ہے اور عادات کو چھڑاتی ہے طبیعت کو زبردستی عبادات پر لاتی ہے
اور یہی غرض توبہ سے ہے یعنی توبہ میں جو رجوع پایا جاتا ہے وہ یہاں بھی متحقق ہوا کہ جس راہ کا
رہنما شہوت اور رفیق شیطان ہے اوس راہ سے عقل نے آدمی کو پھیر کر خدا کی راہ پر لا ڈالا اور یہ
امر ہر انسان میں ضروری ہے کہ اوسکی شہوت عقل پر مقدم ہوتی ہے یعنی لشکر شیطان کا
ہر انسان میں عقل کے لشکر سے پہلے جا بیٹھتا ہے تو جو کام شہوات کی موافقت سے اوس سے
ہوئے ہیں اونسے رجوع کرنا ہر ایک انسان کے حق میں ضروری ہے خواہ وہ نبی ہو یا غبی اس لحاظ سے
یہ گمان نکرنا چاہیے کہ ضرورت رجوع حضرت آدم علیہ السلام ہی کو خصوص تھی بلکہ یہ تو حکم ازلی ہے
جس انسان پر لکھدیا گیا ہے اوسکے خلاف ہونا ممکن نہیں جب تک کہ سلسلہ عادت الٰہی کا

فائدہ
البتہ اوسکی اولاد کو
...

اسطرح جاری ہے اور اب تو قطع نہین کیونکہ جو شخص بالغ ہوا اگر وہ کفر و جہالت پیدا ہے تو ان باتون سے توبہ اوسپر واجب ہے اور اگر ان باپ کی تبعیت سے مسلمان ہے مگر حقیقت اسلام سے غافل اور نادان تو اوسپر اس غفلت سے توبہ لازم ہے اسطرح کہ معنی اسلام کے سمجھے اسلیے کہ اسکے مان باپ کا اسلام اسکو کچھ فائدہ نکریگا جب تک کہ خود مسلمان نہوگا پھر اسلام کو سمجھنے کے بعد اپنی عادات سے اور شہوات کے لیے بلاوجہ مطلق العنان ہونے کی الفت سے رجوع کرنا لازم ہے یعنی رعایت اللہ تعالی کے حدود کی ہر ایک حال مین خواہ دینا ہو یا روکنا اور کسی کام سے باز رہنا ہو خواہ اوسمین لگا رہنا سب مین ملحوظ رکھے کہ ایک قدم حدود سے باہر نپڑے اور یہ قسم توبہ کی سب اقسام سے دشوار تر ہے اسمین اکثر لوگ عاجز ہوکر بیٹھ رہے غرض یہ سب اقسام رجوع اور توبہ کے ہین پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ توبہ ہر شخص کے حق مین فرض عین ہے ایسا کوئی شخص خیال مین نہین آتا کہ جسکو توبہ کی پروا نہو جسطرح حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام اس سے بے پروا نہوے اسطرح اونکی اولاد بھی اس سے بے پروا نہین۔ اور بیان توبہ کے وجوب کا ہمیشہ اور ہر حال مین یہ ہے کہ ہر ایک شخص اعضا کے گناہ سے خالی نہین اسلیے کہ اوس سے انبیا تک خالی نہین جیسا کہ قرآن و حدیث مین انبیا کی خطا اور اونکی توبہ اور خطاؤن پر رونے کا ذکر موجود ہے اور اگر بعض اوقات مین آدمی اعضا کے گناہ سے علحدہ رہیگا تو دل سے قصد گناہ کرنے سے نبچیگا اور اگر دل مین کبھی قصد نہوگا تو وسوسہ شیطان سے نبچیگا کہ وہ خیالات پریشان دل مین ڈالتا رہتا ہے جنسے یاد الہی سے غفلت ہوتی ہے اور اگر وسوسہ سے بھی خالی رہیگا تو اس بات مین نہ بچیگا کہ خدای تعالی اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت مین غفلت اور قصور ہوا اور یہ سب باتین نقصان کی ہین اور ہر نقصان کا کوئی سبب ہے اوس سبب کو چھوڑنا اور اوسکی ضد اختیار کرنی اوس نقصان سے بہتری کیطرف رجوع کرنا ہے اور یہی غرض توبہ سے ہے اور آدمی کے حق مین تصور نہین ہوسکتا کہ اس نقصان سے خالی ہو البتہ مقدار نقصان مین لوگ متفاوت ہین اصل نقصان تھوڑا بہت ہر ایک مین موجود ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی الیوم واللیلة سبعین مرة اور پھر خدای تعالی نے اونکو بزرگی عنایت فرمائی کہ ارشاد فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس جب آپ کا یہ حال ہو تو دوسرون کا کیا حال ہوگا یہان ایک اعتراض وہ یہ ہے کہ قلب پر جو خیالات خطرے طاری ہوتے ہین وہ ایک نقصان کی بات ہے اور کمال یہین ہے کہ قلب اونسے خالی رہے

حدیث ۱ ہمارے نبی صلعم فرماتے ہین کہ دل پر ایک زنگ آ جاتا ہے یہانتک کہ مین دن رات مین ستر بار استغفار پڑھتا ہون مسلم روایت ۱۲

اسطرح

اسیطرح کنہ جلال الہی کی معرفت مین قصور ہونا نقصان ہے مگر جسقدر معرفت زیادہ ہو اوسیقدر
کمال ہے ایسا ہی ہر ایک اسباب نقصان سے کمال کیطرف ترقی کرنی ظاہر ہے کہ رجوع کہلاویگی
اور ہر ایک رجوع کو توبہ کہسکتے ہین اور مطابق مذکورۂ بالا کے توبہ واجب ہونی چاہیے حالانکہ یہ
چیزین فضائل مین داخل ہین فرض نہین کیونکہ کمال کا حاصل کرنا واجب نہین تو پھر ان امور سے ہر حالمین
توبہ واجب ہونے کے کیا معنی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے گذر چکا کہ انسان ابتدا سے
پیدایش مین اتباع شہوات سے ہرگز نہین بچا اور اوس سے توبہ کرنے سے یہ غرض نہین کہ اتباع
شہوات صرف آگے کو چھوڑ دے بلکہ کمال توبہ اسمین ہے کہ زمانہ ماضی کا بھی تدارک ہو اور آدمی
جو کوئی شہوت کا اتباع کرتا ہے اوس سے دل پر ایک تاریکی آجاتی ہے جیسے آئینہ پر مونہہ کی بھاپ
سے تیرگی آتی ہے پس اگر یہ اتباع شہوات پے درپے ہوتا ہے تو سیاہی دل پر پختہ زنگ ہو جاتی ہے کہ
جیسے مونہہ کی بھاپ اگر پیاپے آئینہ پر پڑتی ہے تو زنگ لگجاتا ہے اور شہوات سے زنگ لگنا
دل پر قرآن مجید مین مذکور ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون
اور زنگ اگر بہت ہوگا تو پھر دل پر مہر ہو جاتی ہے جیسے آئینہ پر زنگ بہت دنون چھوڑ دینے
جانے سے مہر ہو جاتا ہے اور اوسکو بگاڑ دیتا ہے کہ پھر قابل صیقل اور جلا نہین رہتا ایسا ہی معلوم
ہوتا ہے کہ دل ہی کا بنا ہوا ہے اسیطرح کہ آئینہ کی صفائی کے واسطے یہ کافی نہین کہ اوس پر
آگے کو بھاپ پڑے اور سیاہی نہ ڈالین بلکہ پہلے بھاپ اور زنگ کا مٹانا اوسمین صورت نظر آنیکے لیے
ضرور ہے اسیطرح جلای دل کے لیے بھی اسیقدر کافی نہین کہ اتباع شہوات آگے کو چھوڑ دے
بلکہ ضرور ہے کہ جو تاریکی پہلے گناہون کی دل پر لگی ہے اوسکو بھی مٹا دے اور جسطرح کہ دلپر
گناہ کے باعث تاریکی آتی ہے اسیطرح طاعت اور ترک شہوت سے نور پیدا ہوتا ہے جس سے
وہ تاریکی دور ہوتی ہے اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین اتبع السيئة الحسنة تمحها
اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو ہر حال مین اپنے دل سے آثار گناہون کے مٹانے کی حاجت ہے
کہ نیکیان کرکے اونکو دور کرے کیونکہ نیکیون کے آثار گناہون کے آثار کی ضد ہین اول ہو سکتے تو
نکلے جاتے رہینگے یہ اوس دل کا حال ہے جسمین دل صفائی اور جلا ہو مگر پھر اسباب عارضی سے
تاریک ہو جاوے لیکن جو دل کہ اول ہی سے جلا کرنا ہو تو محنت چاہتا ہے جیسے آئینہ پر سے زنگ اوٹھانا
زنگ کا کام نہین الا اول ہی اوسکا آئینہ بنانا بہت بڑا محنت چاہتا ہے غرض کہ یہ شغل طول
طویل ہے کبھی آدمی اسسے علیحدہ نہین ہوسکتا اور اسکا حاصل توبہ ہی ہے اسکے ایک حق جلد کی

برائی کے پیچھے بھلائی کر بھلائی اوسکو مٹا دیگی ۱۲ ترمذی نے روایت کیا ابوذر اور معاذ کی روایت سے ۱۲

معلوم ہوئی کہ ہر حال میں آدمی توبہ کا محتاج ہے اب دوسری شق کو لکھتے ہیں کہ ہر حال میں وجوب
توبہ کے کیا معنی ہیں تو جاننا چاہیے کہ واجب کے دو معنی ہیں ایک واجب تو وہ ہے جو شرع کے حکم فقہی
سے مشہور ہے اور اوسمیں سب لوگ شریک ہیں اور وہ اتنا ہوتا ہے کہ اگر تمام خلائق اوسکو ادا کرے
تو عالم خراب نہو مثلاً نماز و روزہ وغیرہ اور درجہ کمال اس قسم کے واجب میں حاصل نہیں ہوسکتے کیونکہ
اگر بالفرض سب لوگوں پر یہ امر واجب ہو کہ اللہ سے حق ڈرنے کا ڈریں تو سب اپنی معیشت اور دنیا کو
ترک کر دینگے اور پھر سرے سے تقوی ہی نہ رہیگا کیونکہ معیشت کے جاتے رہنے سے تقوی کی اصل
کٹ جائیگی ہر ایک شخص اپنی ضروریات کے شغل سے مہلت نہ پاویگا بلکہ ہر پیشہ کے کسب میں
مصروف رہیگا غرض کہ شرع میں واجب وہ مقدار ہے کہ سب لوگ اگر اوسکو ادا کریں تو نظام
عالم میں خلل نہو اور دوسرا واجب وہ ہے کہ مقام محمود حاصل ہونے میں اور قرب بارگاہ میں کامیاب ہونے
کے لیے ضروری ہو اور جن چیزوں سے ہمنے توبہ کرنے کو لکھا ہے وہ سب اسی دوسرے واجب کے
لیے واجب ہیں اور اسکی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسا کہتے ہیں کہ نماز نفل میں طہارت واجب ہے
اسکے یہ معنی ہیں کہ جو نفل پڑھنی چاہے اوسکے لیے طہارت ضروری ہے کیونکہ بدون اوسکے اوس
نفل کا ثواب نہیں ملتا مگر جو شخص کہ نماز نفل ہی سے محروم رہنے اور اس عبادت سے بہرہ اندوز نہ ہونے پر راضی ہو
نفل کی جہت سے طہارت واجب نہیں یا اس طرح کہتے ہیں کہ آنکھ اور کان اور ہاتھ اور پاؤں انسان کے
وجود میں شرط اور ضروری ہیں یعنی اگر کوئی پورا انسان ہونا چاہے تو اوسکے واسطے یہ اعضا بہت
ضروری ہیں کہ اپنی انسانیت سے متمتع ہو اور اعضا کی بدولت فائدہ حیات عالیہ کو پہنچ سکے پھر اگر
کوئی شخص صرف زندگی پر قانع ہو کر گوشت کے لوتھڑے یا کپڑے کے تھیلے کی طرح پڑا رہنا
منظور کرے تو ایسی زندگی کے واسطے یہ اعضا ضروری نہیں پس اول واجبات جو سب لوگوں پر فرض
ہیں اونسے صرف نجات ملجاتی ہے اور محض نجات کو مثل زندگی محض کے اللہ پر لانا چاہیے اور
نجات محض کے سوا جو اور سعادات ہیں اونکو بجا لانے کے اعضا ڈھونڈھنا چاہیے کہ زیبائش اور آرایش
نجات کی اونھیں سے ہے اور اونھیں کے واسطے انبیا اور اولیا اور علما اونکا تتبع کرتے رہے اور
اونھیں کے حصول کے لیے لذائذ دنیاوی کو یکلخت چھوڑ دیا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے
ایکبار لیٹنے کے وقت اپنے سر کے نیچے پتھر رکھ لیا تھا آپکے پاس شیطان حاضر ہوا اور عرض کیا
کہ آپنے تو دنیا ترک کی تھی آپنے فرمایا کہ پھر تو نے کیا دیکھا جو ایسا شک کیا اوسنے عرض کیا
کہ پتھر کو تکیہ بنانا دنیا کی لذت ہے زمین پر سر کیوں نہیں رکھتے آپنے پتھر سر کے نیچے سے نکالکر

پھینک دیا اور زمین پر سر رکھ لیا آپ کا پتھر کو پھینک دینا اوس لذت سے توبہ کرنا تھا اب ہم توبہ
کرتے ہیں کہ کیا حضرت عیسی علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ زمین پر سر رکھنا حکم عام شریعت میں واجب نہیں اسیطرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر منقش کو نماز میں مخل ٹھہرا کر اوتار ڈالا اور جوتے کے نئے تسمے کو بسبب
شغل جانکے پرانا تسمہ پھر ڈال لیا پھر کیا آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ باتیں اوس شریعت میں جو آپ نے عام
لوگوں پر مقرر کی ہیں واجب نہیں اور اگر معلوم تھا تو اونسے رجوع کیوں کیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ
ترک اسی جہت سے واقع ہوا کہ آپ نے ان باتوں کو اپنے دل میں ایسا موثر پایا کہ اونکی تاثیر مقام محمود
سے جو آپکے پہنچنے کی مانع تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو دودھ پیا تھا جب معلوم کیا کہ وہ
ناجائز سے آیا تھا حلق میں انگلی ڈالکر اوسکو قے کر دیا اور اوسکے ساتھ قریب تھا کہ روح نکل جائے کیا اونکو
فقہ کا یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ بھولکر پی لینے میں گناہ نہیں اور پی ہوئی چیز کا نکالنا واجب نہیں پھر اونھوں
نے کیوں رجوع کیا اور حتی الامکان معدہ کو اوس سے خالی کرنا کیوں چاہا اوسکا سبب یہی تھا
کہ اونکے دل میں یہ بھید تھا کہ عوام کا حکم اور ہے اور طریق آخرت کا خطرہ اور چیز اس خطرے کو بجز
صدیقوں کے اور کوئی نہیں جانتا پس ان لوگوں کے حالات پر تامل کرنا چاہیے جو سب لوگوں سے
زیادہ خدای تعالی کو اور راہ خدا اور عذاب خدا اور فریفتہ بنا اللعین کو خوب جانتے تھے اور ان احوال
سے ہرگز دنیا کے علما کے مقابلے سے تو ایک فریب سمجھنا چاہیے اور خدای تعالی پر بغایت العلم کھلا ہوا ہے
ہزار بار غور کیجیے وہ اسرار ہیں کہ اگر کسی شخص کے دماغ میں انکی بو پہنچ جاتی ہے اوسکو معلوم ہو جاتا ہے
کہ سالک راہ خدا کے واسطے ہر شخص پر توبہ نصوح ہر دم واجب ہے اگرچہ عمر نوح اوسکو ملے اور توبہ بھی
فورا بدون مہلت کرے سچ فرمایا ہے ابوسلیمان دارانی نے کہ اگر عاقل آدمی بقیہ ایام حیات میں
صرف اسوجہ سے رویا کرے کہ زمانہ ماضی بدون طاعت ضائع ہو گیا تب بھی شایان ہے کہ اوسکو
رنج موت تک رہے تو جو لوگ کہ بقیہ عمر میں بھی جہل کے باعث انھیں باتوں کے مرتکب ہوں جنکو زمانہ
گذشتہ میں کرتے تھے اونکا کیا حال ہوگا۔ اور یہ اونھوں نے اسواسطے فرمایا کہ اگر آدمی عاقل کے
ملک میں کوئی عمدہ جوہر آ جاتا ہے اور بیفائدہ ضائع ہو جاتا ہے تو اوسپر ضروری روتا ہے اور اگر
اوسکے جانے کے ساتھ خود مالک کی بربادی بھی ہو تو ظاہر ہے کہ گریہ بہت زیادہ ہوگا اب اگر غور
کرو تو ہر ایک ساعت عمر کی بلکہ ہر ایک سانس ایک جوہر نفیس ہے کہ اوسکا کچھ عوض اور بدل نہیں
اسواسطے کہ اوسمیں یہ صلاحیت و لیاقت ہے کہ آدمی کو سعادت ابدی پر پہنچا دیوے اور شقاوت
دائمی سے بچا لیوے اس سے بڑھکر اور کونسا جوہر نفیس ہوگا پھر جب آدمی ایسے جوہر کو غفلت میں کھو

رائگان کر دے تو ظاہر ہے کہ بڑا ہی خسارہ ہے اور اگر اوسکو معصیت الٰہی مین ضائع کرے تو سراسر
اپنی بربادی کرے پھر بھی اگر آدمی اس مصیبت پر نہ روے تو جہالت ہے اور جہالت کی مصیبت
سب مصائب سے بڑھکر ہے کہ یہ مصیبت جہل مصیبت والے کو معلوم نہیں ہوتی کیونکہ خواب غفلت
اوسمین اور اوسکی معرفت مین حائل ہوتی ہے اور افسوس کہ سب آدمی اس دنیا مین سرشار ہین
جب موت آویگی تب جاگینگے اوسوقت مفلس کو اپنے افلاس کی خبر ہوگی اور مصیبت والے کو
اپنی مصیبت کی مگر اوسوقت تدارک کہان میسر ہوسکتا ہے بجز واویلا حسرت و ناامیدی کے
اور کچھ ہاتھہ مین نہوگا بعض عارفین فرماتے ہین کہ ملک الموت علیہ السلام جب کسی بندے پر
ظاہر ہوکر بتلاتے ہین کہ تیری زندگی کی ایک ساعت ہی رہی ہے اور موت ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہوگی تو بندہ
کو اسقدر حسرت و ندامت ہوتی ہے کہ اگر بالفرض اوسکے پاس تمام دنیا ہو تو وہ اسکو دینا منظور کرے اور اسکا
قبول کرے بشرطیکہ عمر مین ایک ساعت کا اضافہ ہوجاوے جسمین تدارک اپنی تقصیر کا کرلے
مگر اوسوقت مہلت کہان اور آیت وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ سے اول ہی معنی ظاہر ہوتے ہین
اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي
إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا اجل قریب مین علما کہتے ہین
کہ جب بندہ پر ظہور ملک الموت کا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اے ملک الموت مجھکو ایک دن کی مہلت دو
کہ اوسمین اپنے پروردگار کے سامنے عذر تقصیر اور توبہ کرون اور اپنے نفس کے واسطے توشہ لے
لون ملک الموت جواب دیتا ہے کہ تو نے اتنے دن مفت برباد کیے اور کچھ نہ کیا اب دن کہان
ملسکتا ہے پھر کہتا ہے کہ اچھا ایک ساعت ہی کی مہلت دے فرشتہ کہتا ہے بہت سی ساعتین ضائع
کر چکے اب ساعت کی بھی مہلت نہین ملیگی اسکے بعد اوسپر دروازۂ توبہ بند کردیا جاتا ہے اور جان حلق تک
آجاتی ہے سانس سینے مین پھنسنے لگتا ہے اور تدارک کا فوت ہونا ناامیدی اور حسرت و ندامت کو
گھونٹ پیتا ہے کہ مین نے ناحق عمر کھوئی ان دونون کے صدمات مین اصل ایمان مین اضطراب
واقع ہوتا ہے پس جب جان نکلنے لگتی ہے تو اگر خدا نے اسکے لیے تقدیر مین اچھا لکھہ رکھا ہے
تو روح توحید پر نکلتی ہے اسیکا نام حسن خاتمہ ہے اور اگر معاذ اللہ سابقۂ ازلی مین شقاوت کا
قلم اسکے نام جاری ہے تو شک و شبہ اور اضطراب پر روح پرواز کرتی ہے اور یہ خاتمہ سوء ہے انہی کی
شان مین یہ ارشاد الٰہی ہے وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ اور یہ ارشاد إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ

کہ زمانہ توبہ کا گناہ سے نزدیک ہے یعنی اگر گناہ سرزد ہو تو فوراً اوس پر ندامت کرے اور اوسکے
متصل ہی عمل نیک بجا لاوے ایسا نہو کہ زیادہ مدت گذرنے سے دل پر اوس گناہ کا زنگ اثر
کر جاوے اور پھر قابل مٹنے کے نرہے اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا اور یہ واسطے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ارشاد کیا کہ جان پدر توبہ مین
تاخیر مت کرنا کیونکہ موت ناگہان آجاتی ہے جو شخص توبہ کیطرف سبقت نہین کرتا اور آج کل پر ٹالتا
رہتا ہے وہ دو بڑے خطرون مین مبتلا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ گناہون کی تاریکی اگر پے درپے دل پر آویگی
تو زنگ اور مہر ہوکر پھر قابل محو کے نرہیگی دوسرے یہ کہ اگر اس عرصہ مین مرض یا موت کے پنجہ مین
اسیر ہو جاویگا تو مہلت تدارک کی نہ ملیگی اور اسی جہت سے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اَکْثَرَ
صِیَاحِ اَھْلِ النَّارِ مِنَ التَّسْوِیْفِ یعنی جو شخص ہلاک ہوتے ہین وہ تاخیر ہی کے سبب سے ہوتے ہین غرضکہ دل کا سیاہ ہونا تو
سردست اور نقد اوسکو موجود ہے اور طاعت سے اوسکی جلا کرلی اور دوسرا یہ ہے کہ یہان تک کہ
موت آوے اور خدا کے پاس روگی دل لیکر جانا پڑے حالانکہ نجات اوسی شخص کو ہوگی جسکا دل بے
روگ ہو علاوہ ازین بندے کے پاس دل خداے تعالی کی امانت ہے اور زندگی بھی اوسکی امانت
ایسطرح ہے باطاعت امانت خداوندی ہین پس جو شخص امانت مین خیانت کریگا اور اس خیانت کا
تدارک نکریگا تو اوسکا انجام خطرناک ہے بعض عارفین ارشاد فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اپنے بندے کو
دو بھید بطریق الہام سنا دیتا ہے ایک تو یہ کہ جب ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اوس سے ارشاد
فرماتا ہے کہ اے بندے تجکو مین نے دنیا مین پاک و صاف بھیجا ہے اور تیری عمر تیرے پاس
امانت رکھی ہے اور تجکو اوسکا امین مقرر کیا ہے اب مین دیکھونگا کہ تو کسطرح امانت کی حفاظت کریگا اور
مجھسے کس حال مین ملیگا اور دوسرا بھید روح نکلنے کے وقت ہوتا ہے کہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے
بندے جو امانت مین نے تیرے پاس رکھی تھی تو نے اوسمین کیا کیا آیا اوسکی اوسوقت تک حفاظت کی
اور عہد پر جما رہا ہے تو مین بھی اپنا قول پورا کرون یا اوسکو ضائع کر دیا تو مین مطالبہ اور عتاب کرون
اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین اَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ اور اس آیت مین وَالَّذِیْنَ
ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ

پانچوان بیان اس باب مین کہ توبہ مین جب سب شرطین اکٹھی ہوتی ہین تو وہ ضرور ہی مقبول ہوتی ہے
جاننا چاہیے کہ جب آدمی قبول کے معنی سمجھ لے تو پھر اس بات مین شک نرہیگا کہ ہر ایک توبہ صحیح
مقبول ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ نور بصیرت سے دیکھتے ہین اور انوار قرآنی سے فیضیاب ہین جانتے ہین

کہ قلب سلیم یعنی جسمین مرض نہو وہ حق تعالی کے نزدیک مقبول ہوتا ہے اور آخرت میں اوسیکا
قرب مین مزہ اوٹھاویگا اور دیدار الٰہی کو اپنی چشم سر فانی سے دیکھنے کی لیاقت اوسی میں ہے اونہیں اور
لوگون کو معلوم ہے کہ باعتبار اصل فطرت کے دل بے روگ پیدا ہوتا ہے اور اوسکی سلامتی صرف
گناہون کی تاریکی اور حجاب کے چھا جانے سے جاتی رہتی ہے اور اونکو یہی معلوم ہے کہ
آتش ندامت اوس کدورت کو جلا دیتی ہے اور نیکی کا نور چہرۂ دل سے بدی کی تاریکی کو دور کردیتا ہے
اور اوس نور کے سامنے تاریکی معاصی کی کچھہ تاب نہیں جیسے کہ رات کا اندھیرا دن کے اوجالے کے
سامنے کچھہ حقیقت نہیں رکھتا یا جیسے میل کی کدورت صابون کی سفیدی کے سامنے باقی نہیں
رہتی اور جسطرح کہ میلا کپڑا بادشاہ اپنے پہننے کے لیے پسند نہیں کرتا اسیطرح بادشاہ حقیقی بھی قلب
کدورت آگین کو اپنے قرب میں رہنے کے لیے نہیں پسند کرتا اور جسطرح کہ ادنی کامون میں کپڑے کا
استعمال کرنے سے میل وہ بہت جلد آجاتا ہے اور پھر گرم پانی اور صابون سے دھونے سے صاف
ہوجاتا ہے اسیطرح دل کا استعمال اگر شہوات میں کیا جاتا ہے تو اوسپر میل آجاتا ہے اور حرارت ندامت
اور آب سرشک سے طاہر و نظیف ہوجاتا ہے اور جو دل کہ پاک و صاف ہو وہ مقبول ہوتا ہے
جیسے صاف و شستہ کپڑا مقبول ہوا کرتا ہے تو اب آدمی پر صرف دل کا پاک و صاف اور
لائق قبول رکھنا چاہیے تاکہ بموجب حکم ازلی مقبول ہوجاوے اسی قبول کا نام فلاح ہے جو اس
آیت میں مذکور ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا اور جس شخص سے بدل تحقیق انکے دیکھنے سے بھی
زیادہ اس بات کو نہیں جانتا کہ قلب پر تاثیر معاصی اور طاعات کی ایک دوسرے کی ضد ہوا
کرتی ہے کہ ایک کو اگر مجازا اندھیرا کہیں جیسے جہالت کو کہا کرتے ہیں تو دوسرے کو لفظ
نور سے تعبیر کرینگے جیسے علم کو کہا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نور اور ظلمت میں ضد ہے اتفاق
ہرگز نہیں ہوسکتے تو ایسا شخص ناواقف دین ہے گویا صرف پوست پر قانع ہے اور فقط نام
دین کا سن لیا ہے حقیقت دین سے دل پر بڑا گاڑھا پردہ پڑا ہوا ہے بلکہ ایسا شخص اپنے نفس
کی حقیقت اور اوسکی صفات سے بھی جاہل ہے اور جو اپنے نفس یعنی قلب ہی کو نجانے وہ
دوسرے کو بطریق اولی نجانیگا کیونکہ قلب سے دوسری چیز کو پہچانتا ہے پس جو اپنے قلب ہی کو
نجانیگا وہ دوسرے کو کیسے پہچانیگا پس جسکو یہ وہم ہے کہ توبہ درست نہیں ہوتی کیونکہ دل اسکی
وہ ایسا ہے جیسا کوئی یہ وہم کرے کہ آفتاب کے نکلنے سے اندھیرا نہیں جاتا یا صابون سے
کپڑا دھونے سے میل نہیں دور ہوتا الا اگر میل کی تہہ کپڑے کے جگر میں گھس جاوے تو

تو پھر چھاون سے اوسکو دور نہین کر سکتے اسیطرح اگر گناہون کے پے در پے ہونے سے دل زنگ آلود ہو جاویگا تو ایسا دل رجوع کرتا ہے نہ توبہ بلکہ کبھی زبان سے صرف توبہ توبہ کہتا ہے اور یہ کیا ہو سکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیسا دھوبی زبان سے کہے کہ مین نے کپڑا دھویا اوسکے کہنے سے کپڑا صاف ہو جاویگا جب تک کہ پانی مین صابن لگا کر اوسکے چھڑانیکی تدبیر استعمال مین نہ لاویگا مگر یہ حال اہل توبہ سے باز رہنے والے کا ہے اور کچھ بہت ہی تھوڑے نہین بلکہ اکثر خلق پر چونکہ دنیا پرست ہوتے ہین اور خدای تعالی سے بالکل پھرے ہوتے ہین یہی حالت غالب ہے اب اگرچہ اسقدر بیان قبول توبہ کیلیے کافی ہے مگر چونکہ جس بات پر کتاب اللہ اور حدیث کی دلیل نہین ہوتی اوسکا چندان اعتماد نہین ہوتا اسلیے ہم بیان ذکر کرتے ہین آیات و اخبار و آثار سے قبول توبہ کی تحقیق مین اللہ تعالی فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ اور فرمایا غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ اور سوا اسکے بہت سے آیات قبول توبہ مین وارد ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ خدای تعالی بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ظاہر ہے کہ خوشی کا مرتبہ قبول سے بڑھکر ہے تو یہ حدیث قبول پر زیادتی کے ساتھ دلیل ہوئی اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص رات مین صبح تک گناہ کرے اور جو دن مین رات تک گناہ کرے ایسے گنہگارون کی توبہ قبول کرنیکے واسطے خدای تعالی اپنا ہاتھ پھیلایا کرتا ہے یہانتک کہ آفتاب مغرب سے نکلے اب ظاہر ہے کہ ہاتھ کے پھیلانے سے کنایۃً توبہ کی طلب معلوم ہوتی ہے اور طالب شے کا قبول کرنے والے سے بڑھکر ہے کیونکہ بعض قبول کرنے والے طالب نہین ہوتے مگر طالب کو قبول کرنیوالا ہونا لازم ہے اور ایک حدیث مین ارشاد ہے لَوْ عَمِلْتُمُ الْخَطَايَا حَتَّى تَبْلُغَ السَّمَاءَ ثُمَّ نَدِمْتُمْ لَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور فرمایا کہ بندہ کوئی گناہ کرتا ہے اور اوسکے سبب جنت مین داخل ہوتا ہے لوگون نے عرض کیا کہ یہ بات کسطرح ہے آپنے فرمایا کہ گناہ سے تائب ہو کر اوس سے گریز کرتا رہتا ہے یہانتک کہ جنت مین داخل ہوتا ہے اور فرمایا کہ كَفَّارَةُ الذَّنْبِ النَّدَامَةُ اور فرمایا اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ اور روایت ہے کہ ایک حبشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین گناہ کیا کرتا تھا فرمایئے کہ میری توبہ بھی قبول ہوگی آپنے فرمایا کہ بیشک توبہ قبول ہوگی وہ چلا گیا اور پھر لوٹ کر عرض کیا یا رسول اللہ جس وقت مین گناہ کرتا تھا تو خدای تعالی دیکھتا تھا یا نہین آپنے فرمایا کہ ہان دیکھتا تھا حبشی نے ایک نعرہ مارا اور اوسکے ساتھ اوسکی روح پرواز کر گئی اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے جب شیطان کو

اپنی درگاہ عزت سے نکالا تو وہ خواستگار مہلت ہوا اور اسکو قیامت تک کی مہلت ملی پھر اوسنے عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جب تک آدمی کے بدن میں جان ہوگی جب تک میں اونکے دل سے نہیں نکلونگا ارشاد ہوا کہ مجھکو بھی اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ جب تک اونمیں جان رہیگی تب تک اونکی توبہ منظور کرونگا اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ كَمَا يُذْهِبُ الْمَاءُ الْوَسَخَ (١) اسیطرح اخبار بیشمار قبول توبہ میں وارد ہیں۔ اور آثار بھی بہت ہیں چنانچہ حضرت سعید بن المسیب رضی فرماتے ہیں کہ شان نزول اس آیت کی فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے اور حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث قدسی کو روایت کرتے ہیں کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ گناہگاروں کو خوشخبری سنا دو کہ اگر وہ توبہ کرینگے تو میں قبول کرونگا اور صدیقین کو ڈرا دو کہ اگر اونپر میں اپنا عدل کرونگا تو عذاب دونگا اور طلق بن حبیب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے حق اتنے بڑے ہیں کہ بندہ ان سے ادا نہیں ہو سکتے لیکن صبح کو توبہ کرتے ہیں شام کو توبہ کرتے ہیں اسوجہ سے امید مغفرت ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی فرماتے ہیں کہ جسنے کوئی قصور کیا ہو اگر اوسکو یاد کرکے دل میں خائف ہو تو وہ قصور اوسکے نامہ اعمال سے محو ہو جاتا ہے اور روایت ہے کہ انبیای بنی اسرائیل میں سے کسی نبی سے کوئی قصور سرزد ہوا اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ قسم ہے اپنی عزت کی اگر تونے پھر ایسا کیا تو عذاب دونگا اونھوں نے عرض کیا کہ الہی تو تو ہے اور میں میں ہوں قسم ہے تیری عزت کی کہ اگر تو مجھکو نہ بچاویگا تو مجھسے دوبارہ قصور بیشک ہوگا اللہ تعالی نے اونکو دوبارہ قصور کرنے سے محفوظ کر دیا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ بندہ بعض اوقات گناہ کرتا ہے اور ہمیشہ نادم رہتا ہے یہانتک کہ جنت میں داخل ہوتا ہے اوسوقت شیطان کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو میں اسکو گناہ میں مبتلا نہ کرتا اور حبیب بن ثابت رح فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز آدمی پر اوسکے گناہ پیش کیے جاوینگے جب اوسکے سامنے آوینگے تو کہیگا کہ میں انہی سے ڈرا کرتا تھا اوسکا قصور اسی سے معاف ہو جاویگا اور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی سے سوال کیا کہ میں نے ایک گناہ کیا ہے میری توبہ بھی قبول ہوگی کہ نہیں آپنے اول اوسکی طرف سے مونہہ پھیر لیا پھر متوجہ ہو کر [illegible] فرمانے لگے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں سب کھلتے ہیں اور بند ہوتے ہیں مگر دروازہ توبہ پر ایک فرشتہ معین (٢) وہ بند نہیں ہوتا تجھکو چاہیے کہ عمل کیے جا اور نا امید مت ہو رباعی

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ	این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(١) نیکیاں برائیوں کو ایسا دور کرتی ہیں جیسا پانی میل کو ۱۲ یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں ملی مگر اس مضمون کی بہت حدیثیں ہیں چنانچہ حدیث ترمذی کی اتبع السیئة الحسنة تمحها پہلے بیان ہو چکی ہے ۱۲

(٢) وہ روح کا [illegible] ۱۲

اور عبد الرحمن بن ابی القاسم سے روایت ہے کہ ایکبار لوگوں کی مجلس میں ذکر توبہ کا اور کافر کا اور اس آیت کا
قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف ہوا اونھوں نے فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ مسلمان کا حال اوسکے
نزدیک اچھا ہو اور مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہے جیسا اسلام کے بعد
پھر اسلام لانا اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں تمسے جو حدیث کہتا ہوں وہ
یا نبی مرسل سے سنی ہوئی کہتا ہوں یا کتاب آسمانی سے دیکھی ہوئی بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے
کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد اگر ایک لمحہ ندامت کرتا ہے تو پلک مارنے سے بھی جلد تر وہ گناہ اوس سے
دور ہو جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھو اسواسطے کہ اونکے
دل زیادہ نرم ہوتے ہیں۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ خدای تعالی
میری مغفرت کب کریگا لوگوں نے پوچھا کہ کب کریگا اونھوں نے کہا کہ جب میری توبہ قبول کریگا
اور بعضوں کا قول ہے کہ اگر میں توبہ سے محروم رہوں تو زیادہ خوف کرتا ہوں نسبت اسکے
کہ مغفرت سے محروم رہوں اور یہ اسلیے کہا کہ مغفرت توبہ کو لازم ہے توبہ قبول ہوگی تو مغفرت بھی ہو جاویگی
اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جسنے خدای تعالی کی عبادت بیس برس کی تھی
پھر اوسکی نافرمانی بھی بیس برس تک کی پھر آئینے میں جو دیکھا تو داڑھی میں سفیدی نظر آئی اور برا
معلوم ہوا جناب الہی میں عرض کیا کہ خدایا میں نے بیس برس تک تیری طاعت کی اور بیس برس تک
نافرمان رہا اب اگر اپنی حرکات سے باز آکر تیری طرف رجوع کروں تو تو قبول فرماویگا اوسنے ایک
آواز سنی کہ کہنے والا نظر نہ آیا مطلب اوسکا یہ تھا کہ تو نے ہم سے دوستی کی تو ہم نے بھی تجھے دوست
رکھا اور جب تو نے ہمکو چھوڑ دیا تو ہم نے تجھکو چھوڑ دیا اور تو نے نافرمانی کی تو ہم نے مہلت دی اب
اگر رجوع کریگا تو پذیرا فرماوینگے۔ اور حضرت ذو النون مصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے کچھہ
بندے ایسے ہیں جنھوں نے گناہوں کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلوں میں جان ہے اور اونکو توبہ کا
پانی دیتے ہیں یہاں تک کہ ندامت اور حزن کا پھل اوپر لگا پس بغیر جنون کے دیوانہ ہو گئے
اور بدون عاجزی اور گونگے پن کے غبی بنگئے حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدا و رسول کے
عارف وہی ہیں پھر جام صفا نوش کیا تو با وجود زیادتی مصیبت کے صبر ہی کرتے رہے پھر اونکے
دل جو سیر عالم ملکوت کے مشتاق ہوئے اور پردہای جبروت کے خفیہ امور میں فکر دوڑانے لگے
اور ندامت کے چھپر کے نیچے بیٹھکے اپنے گناہوں کا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
اونکے نفسوں پر خوف چھا گیا یہاں تک کہ ورع کی سیڑھی لگا کر زہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترک کیا

دنیا کی تلخی شیرین اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی حتی کہ نجات اور سلامتی کی کمند ہاتھ لگی
اور اونکی روحین چرتی چگتی بستان نعیم مین پہونچ گئین اور دریاے حیات مین جو غوطے کھائے اور
نا امیدی و واویلا کے خندقون کو پاٹا اور ہواے نفسانی کے ٹیلون کو پار اوترے تو میدان علم تک
جا پہونچے اور چشمہ حکمت سے سیراب ہوئے پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہو کر نجات کا بادبان
چڑھایا اور بحر سلامتی مین لنگر ڈالا کر ساحل رحمت اور مغفرت اور کرامت پر پہونچ گئے اسقدر بیان
کافی ہے اسباب مین کہ توبہ صحیح بیشک مقبول ہوتی ہے اب اگر کوئی شخص کہے کہ یہ تو وہ بات ہے
جو معتزلہ کہتے ہین کہ خدا ہی تعالی پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ہم
جو توبہ کا قبول ہونا واجب کہتے ہین تو اس طرحکا وجوب ہے جیسا کوئی کہے کہ کپڑا اگر صابون سے
دھویا جاوے تو میل کا چھٹنا واجب ہے یا پیاسا اگر پانی پیے تو پیاس کا جانا واجب ہے یا پانی اگر
مدت تک کسی سے روک لیا جاوے تو پیاس لگنی واجب ہے اور اگر ہمیشہ پیاسا رہے تو مرجانا
واجب ہے غرضکہ اس واجب کے معنی ضروری کے ہین معتزلہ کی مراد کے موافق ان باتون مین سے کسی چیز
ایسا وجوب نہین جیسا وہ خدا ہی تعالی پر ثابت کرتے ہین ہماری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے
طاعت کو کفارہ گناہ بنایا ہے اور نیکی کو مٹانے والی بدی کی پیدا کیا اسطرح کہ پانی کو پیاس
بجھانے کے لیے بنایا ہے اور اوسکی قدرت سے اسکے خلاف کی گنجایش ہے بشرطیکہ
اوسکی مشیت سابقہ ازلی مین یہی رہی ہو حاصل یہ کہ کوئی چیز خدا پر واجب نہین الا جس چیز پر اوسکا
ارادہ ازل مین ہو چکا ہے اوسکا ہونا بیشک واجب ہے ہان یہ سوال ہو سکتا ہے کہ توبہ
کرنے والون مین سے تو ہر ایک کو قبول توبہ مین شک ہوتا ہے اور پانی پینے والے کو پیاس بجھنے مین
شک نہین ہوتا تو توبہ والا کیون شک کرتا ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ وجہ شک کی یہ ہے کہ
شرائط صحت توبہ کے لیے ضروری ہین اونکے وجود مین شک ہوتا ہے کہ توبہ کے ارکان اور
شرائط دقیق جنکا بیان عنقریب آویگا سب موجود ہوے یا نہین اور ایسے شرطین اکثر موجود نہیں
ہوتین اسلیے قبول مین بھی شک رہتا ہے جیسا کہ جلاب پینے والا دستون کے آنے مین شک کیا کرتا ہے
کہ آوینگے یا نہین اوسکا شک اسی جہت سے ہوتا ہے کہ شرائط اسہال کے باعتبار حال اور وقت کے
پائے گئے یا نہین کیفیت ترکیب دوا اور اوسکے جوش دینے کی اچھی پڑی یا نہین اور اسہال کی قوت
دوا مین سب اچھی ہین یا نہین اسطرح کی باتین توبہ مین بھی شک کی موجب ہین اور قبول
ہونے مین شک ڈالتی ہین چنانچہ اوسکی شرطون مین آگے ذکر ہوگا

فصل دوم اوس چیز کے بیان میں جس سے توبہ ہوتی ہے اور وہ گناہ صغیرہ و کبیرہ ہیں
واضح ہو کہ توبہ کے معنی گناہ چھوڑ دینے کے ہیں اور کسی چیز کا چھوڑنا جب ممکن ہے جب اوسکو
جان لیا جاوے اور چونکہ توبہ واجب ہے تو جس چیز سے کہ توبہ ہے اوسکے دریافت کو پہونچتے ہیں وہ بھی واجب
اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں کا پہچاننا واجب ہے۔ گناہ اوس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کام کے کرنے
یا نہ کرنے میں مخالفت امر الٰہی کی پائی جاوے اور اوسکی تفصیل اس بات کی مقتضی ہے کہ تمام احکام الٰہی کو
ابتدا سے انتہا تک بیان کیا جاوے حالانکہ ہماری غرض یہ نہیں ہے اسی لیے بطریق اجمال
گناہ کے اقسام اور روابط تین بیانوں میں لکھتے ہیں

بیان اول گناہوں کے اقسام کا ذکر باعتبار بندوں کی صفات کے۔ [illegible] باب
عجائب قلب میں لکھا گیا کہ انسان کے اوصاف اور اخلاق بہت سے ہیں لیکن جتنے کہ گناہ
وجود میں آتے ہیں وہ صفات منحصر چار صفتوں میں ہیں ربوبیت اور شیطانیت اور بہیمی اور سبعی
اور اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ خمیر انسانی مختلف اخلاط سے ہوا ہے اسلیے ہر ایک خلط انسان میں
اپنا اثر جدا کرنا چاہتی ہے مثلاً سکنجبین اگر شکر اور سرکہ اور زعفران سے تیار کیا جاوے تو اوس
ہر ایک کا اثر جدا جدا ہوگا اسیطرح ان چاروں صفتوں کا اثر جدا جدا ہوتا ہے صفت ربوبیت
مقتضی ایسے امور کی ہوتی ہے جیسے کبر اور فخر اور جابر ہونا اور محبت مدح و ثنا اور عزت و تونگری
اور محبت ہمیشہ باقی رہنے کی اور سب خلق پر بلندی چاہنا یہانتک کہ گویا یہ کہنا چاہتا ہے انا ربکم
الاعلیٰ اور اس صفت سے ایسے گناہ کبیرہ پیدا ہوتے ہیں کہ لوگوں کو اونکی خبر بھی نہیں ہوتی اور اونکو
گناہوں میں شمار نہیں کرتے حالانکہ وہ بڑے مہلک اور اکثر گناہوں کی جڑ ہوتے ہیں چنانچہ اونکو
بالاستیعاب جلد ثالث میں ہم لکھ چکے ہیں دوسری صفت شیطانی ہے یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں حسد
اور سرکشی اور حیلہ اور مکر اور جھگڑے اور بری بات کا حکم کرنا اور اسیمیں داخل ہے کھوٹاپن اور
نفاق اور بدعت کیطرف بلانا اور گمراہی تیسری صفت بہیمی ہے اوس سے یہ قباحتیں متفرع ہوتی ہیں
شدت حرص اور طمع و شہوت شکم و شرمگاہ کے پورا کرنے کی خواہش اور اسکی شاخ ہیں زنا اور اغلام اور
چوری اور مال یتیم کا کھا جانا اور شہوت کیواسطے مال حرام کا اکٹھا کرنا چوتھی صفت سبعی ہے اوس سے
یہ برائیاں نکلتی ہیں غضب اور کینہ اور لوگوں پر مار پیٹ اور گالی سے پیش آنا اور قتل کرنا اور کسیکا
مال ضائع کرنا۔ اور اسمیں سے بھی کئی گناہ متفرع ہوتے ہیں۔ اور اصل پیدایش میں یہ چاروں صفتیں
بتدریج آتی ہیں سب سے پہلا صفت بہیمی غالب ہوتی ہے اوسکے بعد صفت سبعی ظاہر ہوتی ہے

اور یہ دونوں جمع ہو کر عقل کو مکر اور فریب اور حیلے میں لگاتے ہیں اور انہی سے صفت شیطانی کا ظہور ہوتا ہے پھر سب سے آخر میں صفات ربوبیت یعنی فخر و تعلی اور عزت و کبریائی کی خواہش اور سب لوگوں پر حاوی ہو جانے کا قصد ابھرتا ہے غرضکہ مبدا گناہوں کا اور منبع عصیان تو یہی چار باتیں ہیں پھر انہیں سے اعضاء پر گناہ پھیل پڑتے ہیں تو بعضے گناہ خاص متعلق بدل ہیں مثلا کفر اور بدعت اور نفاق اور لوگوں کی برائی دل میں رکھنی وغیرہ اور بعضے متعلق بآنکھ و کان ہیں اور بعضے متعلق بہ شکم و شرمگاہ اور بعضے ہاتھ پاؤں سے متعلق ہیں اور بعضے تمام بدن سے اور چونکہ یہ سب واضح ہیں اسلیے انکی تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں

دوسری تقسیم گناہوں کی یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو خدای تعالی کے اور بندہ کے درمیان ہیں اور ایک وہ کہ بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں پس جو گناہ حقوق خدای تعالی کے متعلق ہیں وہ تو ایسے ہیں جیسے نماز روزہ اور دوسرے واجبات خاص کا چھوڑ دینا اور جو حقوق عباد سے بھی متعلق ہیں وہ ایسے ہیں جیسے زکوۃ نہ دینا اور کسی کو مار ڈالنا اور مال چھین لینا اور گالی دینی حاصل یہ کہ جو شخص کسی غیر کا حق لیتا ہے یا اوسکے نفس کو یا غیر کو یا مال کو یا آبرو کو یا دین کو یا جاہ کو لیا چاہتا ہے اور دین کا لینا اسطرح ہے کہ بہکا کر بدعت کیطرف راغب کرے اور گناہوں کیطرف مائل کرے اور ایسے اسباب کا باعث ہو کہ جنسے اللہ پر جرأت کرنے لگے جیسے بعضے واعظوں کا دستور ہے کہ رجا کی جانب کو خوف کی جانب پر اتنا غلبہ دیتے ہیں کہ آدمی گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے غرضکہ جو گناہ متعلق بندوں سے ہیں اونمیں بہت دشواری ہے اور جو خدا کے اور بندے کے درمیان ہیں بشرطیکہ شرک نہوں اونمیں عفو کی توقع زیادہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد ہے الدواوین ثلاثۃ دیوان یغفر و دیوان لا یغفر و دیوان لا یترک دیوان اول سے غرض وہی گناہ ہیں جو بندہ اور خدا کے درمیان ہیں اور دیوان ثانی سے مراد شرک ہے اور دیوان سوم سے حقوق عباد مقصود ہیں کہ انکی بازپرس ضروری ہوگی تا آنکہ معاف کیے جاویں

تیسری تقسیم گناہوں کی یہ ہے کہ گناہ یا صغیرہ ہیں یا کبیرہ اور انکی تعریف میں لوگوں کے قول بہت مختلف ہیں بعضے کہتے ہیں کہ صغیرہ کوئی گناہ نہیں بلکہ جتنے مخالفت امر الہی کی ہوگی وہ کبیرہ ہی ہے اور یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ وجود گناہ صغیرہ کا کلام اللہ اور حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا اور فرمایا يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اور حدیث شریف میں فرمایا الصلوات الخمس

ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم اور دوسری آیت یہ ہے الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ الکبائر الاشراک باللہ وعقوق
الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس اور صحابہ اور تابعین گنتی میں کبائر کی چار سے لیکر ستر تک اور
اس سے زیادہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود چار بتلاتے ہیں اور حضرت ابن عمر سات کہتے ہیں اور عبداللہ
بن عمرو نو فرماتے ہیں اور حضرت ابن عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر گناہ کبیرہ کو شمار
سات فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ انکو شمار کرنا بہ نسبت سات کے ستر کے قریب ہے اور یہ بھی
حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جو چیز اللہ تعالی نے منع فرمائی ہے وہ کبیرہ ہے اور بعضوں کا یہ قول ہے
کہ جس گناہ پر خدای تعالی نے دوزخ کا ذکر کیا ہے وہ کبیرہ ہے اور بعض سلف کا یہ قول ہے کہ
جس گناہ پر دنیا میں حد واجب ہوتی ہے وہ کبیرہ ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ اسکی شمار معلوم
نہیں جیسے لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مبہم ہے ایسے ہی اسکا عدد بھی معین نہیں اور
حضرت ابن مسعود سے جب سوال شمار کا کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سورہ نساء کے شروع سے
اوس آیت تک پڑھ جاؤ یہاں تک کہ یہ آیت آجاوے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ جس چیز سے گناہ کے
خدای تعالی نے اس سورہ میں شروع سے اس آیت تک منع فرمایا ہے وہ کبیرہ ہے اور ابو طالب
مکی رحمہ نے فرمایا ہے کہ کبیرہ گناہ سترہ ہیں کہ انکو میں نے احادیث سے جمع کیا ہے اور اقوال حضرت
ابن عباس اور ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے لئے ہیں چار تو انمیں سے دل میں ہیں یعنی اللہ کا شریک کرنا
اور گناہوں پر اصرار کرنا اور خدا کی رحمت سے ناامید ہونا اور اوسکے عذاب سے بے خوف ہونا اور
چار متعلق زبان ہیں یعنی جھوٹی گواہی دینی دوسرے پارسا مرد کو گالی یعنی تہمت زنا لگانی تیسرے
جھوٹی قسم کھانی جسکو یمین غموس کہتے ہیں اور اسکی تعریف یہ ہے کہ اوس سے ناحق کو حق کیا جاوے
یا حق کو ناحق کرنا منظور ہو اور بعضوں نے یہ تعریف لکھی ہے کہ جس سے کسی مسلمان کا مال ناحق علیحدہ
کرنا منظور ہو خواہ مال کی مسواک ہی کیوں نہو اور اسکو غموس اسلیے کہتے ہیں کہ غموس کے معنی
غوطہ دینے والے کے ہیں گویا یہ قسم اپنے مرتکب کو دوزخ میں غوطہ دیتی ہے چوتھے جادو اور اوسکی
تعریف یہ ہے کہ جو کلام کسی انسان خواہ کسی جسم کو اصلی خلقت سے بدل دے اور تین پیٹ سے
متعلق ہیں اول شراب پینا اور شراب میں ہر ایک نشہ کی چیز داخل ہے دوم مال یتیم کا ظلم سے کھانا
سوم دانستہ سود کھانا اور دو متعلق شرمگاہ سے ہیں اور وہ دونوں زنا اور اغلام ہیں اور دو
متعلق ہاتھوں سے ہیں یعنی قتل اور چوری اور ایک متعلق پاؤں سے ہے یعنی لشکر سے بھاگنا

اسطرح کہ ایک مقابل دو کے بھاگ جاوے اور دس مقابل بیس کے اور ایک متعلق تمام بدن کو
یعنی نافرمانی والدین کی اسطرح اگر وہ کسی حق بات پر قسم کھاویں تو بیٹا اونکی قسم پوری نہ کرے
اور اگر کچھ حاجت چاہیں تو پوری نہ کرے اور اگر گالی دیں تو اونکو مارے اور بھوکے ہوں تو کھانا
نہ دے انتہی یہ قول اگرچہ قریب ہے مگر تشفی اس سے کبھی نہیں ہوتی اسلیے کہ اس سے کمی اور
بیشی بھی ہو سکتی ہے مثلاً اس قول کی رو سے سود کھانا اور مال یتیم کا کھانا گناہ کبیرہ ہے اور یہ
گناہ متعلق بمال ہے اور گناہ متعلق بجان میں سے صرف قتل کو کبیرہ لکھا ہے آنکھ پھوڑنے اور ہاتھ
کاٹنے وغیرہ اقسام عذاب اہل اسلام کو نہیں لکھا اسیطرح یتیم کا مارنا اور اوسکو عذاب دینا اور اوسکا
ہاتھ یا کوئی عضو کاٹ ڈالنا بلا شک بڑا گناہ کبیرہ ہے بہ نسبت اوسکا مال کھانے کے علاوہ
ازیں حدیث شریف میں گناہ کبیرہ اسکو بھی لکھا ہے کہ ایک گالی کے عوض دو گالی دے اور آدمی مسلمان
کی آبرو میں دست درازی کرے اور یہ تہمت زنا سے علاوہ بات ہے اور بعض [illegible]
وغیرہ صحابہ کا قول ہے کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے زیادہ باریک
ہوں مگر ہم لوگ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گناہ کبیرہ گنتے تھے اور
بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ جو گناہ آدمی عمداً کرے وہ کبیرہ ہے اور جو خدا تعالی نے منع
فرمایا ہے وہ کبیرہ ہے یہ اقوال ہیں لیکن اگر کوئی شخص مثلاً چوری کو دریافت کیا چاہے کہ
کبیرہ ہے یا نہیں اوسکو اسکا حال نہ معلوم ہوگا جبتک کہ کبیرہ کے معنی اونکا
سمجھ جاوے کہ اس سے کیا مراد ہوتی ہے جیسے کوئی کہے کہ چوری حرام ہے یا نہیں تو جبتک
حرام کے معنی مقرر نہ ہونگے تب تک اوسپر حکم نہیں کر سکتا یا یہ دریافت کرے کہ جو گناہ [illegible]
وہ چوری میں بھی [illegible] ہے تو اس صورت میں البتہ اوسپر حکم [illegible] ہو سکتا ہے سو اصل [illegible]
لفظ کبیرہ لفظ مبہم ہے لغت میں اور شرع میں اسکے واسطے کوئی معنی خاص مقرر نہیں اسواسطے کہ
کبیرہ اور صغیرہ امور اضافی ہیں جتنے گناہ ہیں وہ بعض کی نسبت بڑا ہو سکتا ہے اور
بعض کی نسبت چھوٹا یعنی اگر اوس سے اوپر کی بات دیکھے گا تو چھوٹا معلوم ہوگا اور جس سے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ابو منصور سلمی ... فردوس ... احمد ... عقوبہ ...

احمد و بزار ... ابو سعید و بخاری بروایت انس

سزا بہت بڑی ہے اسلیے وہ گناہ کہ جس سے یہ سزا ملے وہ بھی بڑا ہوا یا یون کہے کہ جو گناہ
موجب حد ہین وہ کبیرہ ہین اسوجہ سے کہ یہ سزا دنیا مین اونپر ملتی ہے وہ واجبی اور بڑی سزا
ہے یا یون کہے کہ جو گناہ قرآن مین مذکور ہین وہ کبیرہ ہین اسلیے کہ اونکے ذکر کی تخصیص
قرآن مین ہونی اونکی عظمت کی دلیل ہے پھر انکی عظمت اور بڑائی مین بھی فرق مراتب ہوگا
کیونکہ کلام مجید کی منصوص چیزون مین تفاوت درجات موجود ہے اور کبیرہ کی تعریف مین جو
اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہین وہ بھی کچھ ایسے ہی ہین جیسے یہ اقوال بیان ہوے ان احتمالات
سے اوسکا مطابق کرنا بعید نہین ہے اور [illegible] قرآن مجید [illegible]
[illegible] معلوم کرے
[illegible] اس بیان مین یہ ہے کہ باعتبار شرع
کے گناہون کی تین قسمین ہین اول وہ جنکا بڑا ہونا معلوم ہے دوسرے وہ جنکا صغیرہ ہونا معلوم ہے
تیسرے وہ کہ [illegible] گناہ [illegible] دریافت کرنیکی
[illegible]
[illegible] شارع علیہ السلام [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] بتایا [illegible]
شارع ہی نے اوسکی شمار نہین مقرر کی تو دوسرے شخص کو گنتی کی طرح کیسے ہوسکتی ہے اور
شاید شارع نے اوسکی گنتی اسواسطے مبہم رکھی ہو کہ بندے کبیرہ سے ڈرتے رہین اور اوسکے خوف سے
صغیرہ پر بھی مبادرت نکرین جیسے شب قدر کو مبہم اسلیے کر دیا ہے کہ لوگ اوسکے ڈھونڈھنے مین کوشش کرین
ہان اتنا ہوسکتا ہے کہ اجناس اور اقسام کبائر کے ٹھیک ٹھیک بتلا دین اور اوسکے جزئیات
کو غلبہ ظن اور تخمین سے بتلا دین اور جو سب سے بڑا گناہ کبیرہ ہے اوسکی بھی تعریف کر دین
لیکن جو سب سے چھوٹا گناہ ہے اوسکی تعریف اور اوسکو بتلانا نہین ہوسکتا اور تقریر اس
مطلب کی یہ ہے کہ ہم کو دلائل شرعی اور انوار بصیرت سے دونون سے معلوم ہے کہ مقصود سب
شریعتون کا یہ ہے کہ خلق کو خدای تعالی کا قرب میسر ہو اور سعادت دیدار الہی حاصل لیکن جبتک

وہ لوگ خدای تعالی کو اور اوسکی صفات اور کتابون اور رسولون کو نہ پہچانینگے تو ہمیشہ کی
سعادت اونکو نہین مل سکتی اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا
لِيَعْبُدُوْنِ یعنی پیدا کیا مین نے جن اور انس کو مگر اس غرض سے کہ وہ میرے بندے ہو جاوین اور بندہ اوسوقت
بندہ ہوتا ہے جب اپنے مالک کی ربوبیت اور اپنے آپ کی بندگی پہچانے اور اپنے رب کو اور
اپنے نفس کو بھی ضرور ہی جانے پس رسولون کو بھیجنے سے مقصود اصلی اور یہ واصلی یہی ہے لیکن
یہ مقصود بدون حیات دنیاوی کے پورا نہین ہوتا اور یہی مراد ہے اس حدیث سے اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ
الْاٰخِرَةِ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حفاظت بھی دین کی تبعیت مین مقصود ہے اسلیے کہ دنیا
وسیلہ ہے دین کا اور جو چیز دنیا مین سے متعلق با آخرت ہے وہ دو چیزین ہین ایک جان دوسرے
مال تو مقصود اصلی کے پہونچنے کے لیے تین چیزونکا محفوظ رہنا ضرور ہوا اول معرفت الہی کی
حفاظت دلون پر دوسرے جان کی حفاظت بدن پر تیسرے مال کی حفاظت لوگون کے پاس تو ان تینون چیزون کے تلف کرنیوالے
بھی ہین یعنی سب سے بڑا کبیرہ وہ ہے جو معرفت الہی کا مانع ہو اور اوس سے اوتر کر وہ ہے جو
جانون مین لوگون کے خلل انداز ہو اور اوس سے کمتر وہ ہے جس سے باب معیشت کا اوسی پر مدار
حیات ہے بند ہو جاوے اور یہ تینون باتین ایسی ہین کہ کسی ملت مین انمین اختلاف نہین ہو سکتا
اسلیے کہ یہ نہین ہو سکتا کہ خدای تعالی کسی پیغمبر کو بھیجے اور اوسکے بھیجنے سے دنیا و دین مین
اصلاح خلق کا ارادہ کرے اور پھر اونکو ایسی بات کا حکم کرے جو مانع اوسکی معرفت اور اوسکے
رسولون کی معرفت کا ہو یا جانون خواہ مالون کے تلف ناحق کا حکم فرماوے اس سے معلوم ہوا کہ
مراتب کبائر تین قسم ہین اول وہ جو مانع معرفت الہی اور معرفت رسول ہو وہ کفر ہے اور اوس سے
بڑھکر کوئی کبیرہ نہین کیونکہ حجاب جو اللہ کے اور بندے کے درمیان ہے وہ جہالت ہے اور
جس ذریعہ سے کہ تقرب الہی ہوتا ہے وہ علم و معرفت ہے اور جسقدر معرفت ہوتی ہے اوسیقدر
قرب ہوتا ہے اور جتنی جہالت ہوتی ہے اوتنا ہی بعد ہوتا ہے اور قریب جہالت کے کہ کفر بھی
کہتے ہین مامون ہونا عذاب خداوندی سے اور نا امید ہونا اوسکی رحمت سے کیونکہ یہ باتین بھی
عین جہل ہین اسلیے کہ جو خدای تعالی کو جانتا ہے اوس سے نہین ہو سکتا کہ اوسکے عذاب سے
مامون ہو یا اوسکی رحمت سے نا امید ہو اور اسی رتبے کے قریب بدعتین ہین جو خدای تعالی
کی ذات و صفات و افعال سے متعلق ہین انمین سے بعض بعض سے اشد ہین
اور انکا تفاوت اوسیقدر ہے جسقدر کہ اونمین جہالت کا فرق ہے اور جسقدر کہ اونکا

جہل

۱ اور یہی مقصود ہے پیدا کرنے جن اور آدمی سے اپنی بندگی کا ۱۲

۲ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہ حدیث انہین لفظون کے ساتھ مرفوعاً بھی نہین ملی ۱۲

تعلق خدا ہی تعالی کی ذات اور اوسکی شریعتوں اور اوامر اور نواہی سے ہو اور انکو مراتب بعضیاں مراتب اعضیا
قرآن میں مذکور ہونے کے تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ قطعًا معلوم ہے کہ جو کبائر قرآن شریف میں
مذکور ہیں او منہیں داخل ہیں اور ایک وہ کہ معلوم ہے کہ کبائر مذکورہ قرآنی کے ذکر میں داخل نہیں
تیسری قسم وہ ہے جسکے کبائر قرآنی میں داخل ہونے میں شک ہے اور اس قسم میں سے شک کا
دور کرنا ایک طمع لاحاصل ہے دوسرا مرتبہ کبائر کا تعلق جانوں سے ہے کیونکہ جان کے باقی
رہنے سے زندگی کا قیام ہے اور زندگی سے معرفت حاصل ہوتی ہے تو بالضرور قتل کرنا انسان کا
کبیرہ ٹھہرا مگر کفر کی نسبت کم ہے اسلیے کہ کفر سے اصل مقصود فوت ہوتا ہے اور قتل سے وسیلہ
مقصود جاتا رہتا ہے یعنی بلحاظ حیات دنیاوی وسیلہ معرفت الہی ہے اور قتل سے اوسکا معدوم
کرنا ہوتا ہے اور قریب بقتل ہاتھ پاؤن کا کاٹ ڈالنا اور کسی فعل کا جو ہلاک کو مستلزم ہو
حتی کہ زدوکوب اگر دوسرے کو ہلاک کریگا تو کبیرہ ہوگا مگر قتل سے شدید ہے اور باقی افعال
جو ہلاک کا سبب ہو جاوین متفاوت ہیں کسی میں شدت زیادہ ہے کسی میں کم اور آتش
حرمت زنا اور اغلام بھی داخل ہے اغلام تو اسوجہ سے کہ اگر بالفرض تمام آدمی صرف
مردوں ہی سے کرنے لگیں تو نسل انسانی منقطع ہو جاوے تو بطریق اولیٰ انسان کا ابطال
کبیرہ ہے پس یہی نسل کا منقطع کرنا بھی کبیرہ ہوگا باقی رہا زنا اوس سے اگرچہ اصل وجود باطل
نہیں ہوتا مگر نسب پریشان ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے سے وراثت باقی نہیں رہتی اور
آپس میں مددگار ہونا وغیرہ امور کہ انہیں سے انتظام زندگی وابستہ ہے سب مفقود ہو جاتے ہیں
بلکہ زنا کے مباح ہونے کی صورت میں انتظام ہونے کی کون صورت ہے جانوروں میں تو جب تک
نہیں جب تک کہ اونکے نر ایک خاص مادہ کے ساتھ علیحدہ ہوں اس سے معلوم ہوا کہ
سے اصلاح مقصود ہو اوسمیں اصلا زنا مباح نہیں ہو سکتا پھر زنا قتل سے اولیٰ کم ہونا چاہیے
کیونکہ اوس سے نہ دوام وجود میں خلل ہے نہ اصل وجود کا مانع الا اتنی نسبت کو ضائع کرتا ہے
اور ایسے اسباب کا باعث ہوتا ہے جو موجب اسکے کشت وخون کے ہوں اور اغلام کی نسبت
اسکا رتبہ سخت ہونا چاہیے کیونکہ داعیہ شہوت اسمیں دونوں طرف سے ہوتا ہے اسلیے اسکا وقوع
کثرت کے ساتھ ہے اور ضرر بھی زیادہ تیسرا مرتبہ اموال کا ہے کہ باعث معیشت خلق ہیں
تو جائز نہیں کہ آدمی دوسرے کا مال جس طرح چاہے چرا کر یا چھینکر چرا کر لے یا اور طرح سے لے
بلکہ اونکی حفاظت بھی ضرور ہے کہ نفوس کا باقی رہنا اونکے رہنے سے مگر اتنی بات ہے کہ مال

اگر کوئی سے لیتا ہے تو اوسکا واپس کرنا ممکن ہے اور اگر کھا لیوے تو بھی مالک کا تاوان
دے سکتا ہے تو اس لحاظ سے مال کے لینے میں کچھ خصلت نہیں پائی جاتی ہاں اگر ایسی طرح
لیا جاوے کہ تدارک مشکل پڑے اوسوقت کبیرہ ہونا چاہیے اور اس طرح کے لینے کی چار صورتیں
ہیں اول یہ کہ چھپا لیوے اوسکو چوری کہتے ہیں اسمیں عدم اطلاع کی وجہ سے تدارک نہیں
ہوسکتا دوسرے مال یتیم کا کھانا یعنی اگر ولی یا اور کوئی سرپرست یتیم کا مال امانت
کھا جاوے تو یہ بھی پوشیدہ صورتوں میں داخل ہے اور اسکا کبیرہ ہی ہونا چاہیے کیونکہ اس مال کا
حقدار سوا یتیم کے اور کوئی نہیں اور وہ صغیر سن ہے [illegible] نہیں ہوسکتا اور نہ [illegible] اسکو
اطلاع ہے بخلاف غصب کے اور خیانت کے کیونکہ غصب تو علانیہ ہوتا ہے اور خیانت میں
مالک [illegible] ہوکر اپنا حق امانت دار سے [illegible] سکتا ہے اسلیے انکو کبیرہ نہیں کہہ سکتے تیسری
جھوٹی گواہی سے کسی کا مال تلف کرنا چوتھی ودیعت وغیرہ کو جھوٹی قسم سے اپنا [illegible]
سو یہ چاروں [illegible] ایسی ہیں کہ انمیں تدارک ممکن نہیں اور نہ انکی [illegible] میں اختلاف [illegible]
انمیں سے بعض [illegible] بعض سے بڑھکر ہیں مگر سب کی سب [illegible]
[illegible] ہیں اور اگرچہ انمیں سے بعض ایسی [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] کیا ہے اور تمام دنیا میں ان چاروں کی [illegible]
انکا کبیرہ ہونا شایان ہے اور سود کے کھانے میں صرف یہی بات ہے کہ دوسرے کا مال
اوسکی رضامندی سے کھایا جاتا ہے مگر [illegible] شرط کے شریعت نے مقرر کی ہے اوسمیں خلل
واقع ہوتا ہے اور ایسی [illegible] ہیں کہ شرائع [illegible] ہوں اور چونکہ غصب [illegible] مال کا
[illegible] لینا [illegible] کے پاس [illegible] کو کبیرہ نہیں کہا گیا [illegible] اوسکی رضا سے
کھاتا ہے اور [illegible] کھانے میں رضا ہی شرع بھی نہیں تو سود کھانا [illegible] مالک کی رضا موجود
اور [illegible] رضا شرع مفقود کیسے کبیرہ ہوگا۔ اور اگر یہ کہو کہ شرع نے سود کے باب میں
[illegible] کی ہے اس سے کبیرہ ہوا تو غصب وغیرہ ظلم کے بابوں اور خیانت کے باب میں
بھی ایسی ہی زجر واقع ہے وہ بھی کبیرہ ہونے چاہییں۔ اور یہ کہنا کہ خیانت اور غصب کی [illegible]
[illegible] کبیرہ ہے اسمیں [illegible] شک ہے غالب ظن اسطرف میل کرتا ہے کہ کبائر کے حصے میں
[illegible] بلکہ یوں چاہیے کہ کبیرہ خاص اوسکو کہیں جسمیں شرائع کا اختلاف نہو سکے تاکہ دین کے
امور ضروریہ میں سے ہو۔ ابو طالب مکی کے بیان کیے ہوئے کبائر سے قالی [illegible]

اور سحر اور صف جہاد سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی باقی رہے۔ اور ان میں سے شراب خوری کا
کبیرہ ہونا شایان ہے دو وجہ سے اول تو یہ کہ شرع نے اس بارہ میں بہت سخت تشدید کی ہے دوسرے
دلائل عقلی سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے دلیل عقلی یہ ہے کہ جیسے [illegible] نفس کی
حفاظت ضروری ہے اسی طرح عقل کی بھی حفاظت چاہیے بالکل ایسی ہی جیسی قتل کے حکم سے
اس سے معلوم ہوا کہ عقل کا دور کرنا بھی کبیرہ ہے مگر یہ دلیل ایک قطرہ شراب میں جاری نہیں ہو سکتی
کیونکہ اس سے زوال عقل نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص پانی پیے اور اس میں ایک قطرہ شراب کا ہو
تو یہ کبیرہ نہ ہونا چاہیے بلکہ [illegible] البتہ صرف قطرہ شراب کا [illegible]
شرع نے اس پر بھی حد واجب کی [illegible]
کبیرہ کہا جاتا ہے [illegible]
کبیرہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کبیرہ شمار کیا گیا [illegible]
اور اس کا [illegible]
نہ ہو لیکن چونکہ کبیرہ میں [illegible] ہے تو اس لحاظ سے اور ان میں [illegible] کیا اور تفاوت کا علم
نہیں ہوا بلکہ ہو سکتا تھا کہ شریعت کا حکم یوں ہوتا کہ جب ایک شخص دوسرے شخص کو زنا کرتے
دیکھ لیتا تو اوس پر اوسکی گواہی دینی درست ہوتی اور زانی کو صرف اسی کی شہادت پر سزا
دیجاتی اور اگر اوسکی شہادت مقبول نہ ہوتی تو معاملات دنیاوی میں [illegible] ضروری ہوتی کہ
مراتب حاجات سے [illegible] نہ ہوتے تو ایسی صورت میں [illegible] حکم شرع
معلوم ہوتا تو حد قذف بھی [illegible] کبیرہ شمار ہوتا کیونکہ جو شخص صرف یہی گمان رکھتا کہ شاید بعض لوگ ایسی ہی
جانتے یا یہ گمان کرتا کہ گواہی پر میرا ساتھ کوئی دوسرا بھی دیگا تو اسکے حق میں اوسکا کبیرہ
قرار دینا نہیں چاہیے تھا۔ اور جادو کا حال یہ ہے کہ اگر اوس میں کفر کی باتیں نہ ہوں تو گناہ کبیرہ ہے
ورنہ اوسکی عظمت اوسیقدر ہوگی جسقدر ضرر اوس سے پیدا ہوگا جان سے جانا یا بیماری وغیرہ کا
اور صف قتال سے بھاگنا اور ماں باپ کی نافرمانی بھی قیاس کی رو سے محل توقف میں رہتی

مناسب ہین اور اتنا کہ قطعاً معلوم ہے کہ سواے زنا کے لوگون کو اور کسی قسم کی گالی
دینی اور مارنا اور ظلم کرنا یعنی مال چھین لینا اور گھرون سے نکال دینا اور وطن اور شہر چھڑوا دینا
داخل کبیرہ نہین کیونکہ زیادہ سے زیادہ تعداد کبیرہ گناہون کی سترہ منقول ہین اور یہ چیزین ان
سترہ مین مذکور نہین تو پھر بھاگنے اور عقوق والدین کو بھی اگر کبیرہ کہنے مین توقف کیا جاے
تو کچھ بعید نہین لیکن البتہ حدیثون مین انکو کبیرہ کے ساتھ مسمے کیا پایا جاتا ہے اس لحاظ سے کبیرہ
شمار مین داخل کرنا چاہیے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ کبیرہ سے ہماری غرض یہ ہے کہ جسکا
کفارہ پنجگانہ نماز نہو سکے اور اوسکی تین قسمین ہین ایک تو وہ کہ قطعاً معلوم ہے کہ نماز پنجگانہ اوسکا
تدارک نہین کر سکتی اور ایک وہ کہ کفارہ ہو جانا چاہیے اور ایک وہ کہ اوسمین توقف کیا جاے
اور جنکے بابت مین توقف ہے وہ بھی دو قسم ہین ایک تو ایسے ہین کہ جنکے کبیرہ ہونے یا نہونے
کیطرف گمان غالب ہے اور ایک یہ کہ شک کی ہے اور یہ شک ایسا ہے کہ بدون نص کے رفع کیا
جا نہین سکتا اور چونکہ اب نص جدید کے آنے کی توقع نہین اسلیے اوسکا شک نکلنا محال ہے
اب اگر یون کہو کہ تمھاری دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کبیرہ کی معلوم کرنی محال ہے تو پھر شریعت کا
حکم ایسی چیز سے متعلق کسطرح ہوا جسکی تعریف جاننی محال ہو تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جتنے احکام
کہ اور پھر دنیا مین کوئی حکم متعلق ہے ابہام تو اونمین بھی آسکتا ہے اسلیے کہ احکام شرعی کی
تو دنیا ہی ہے اور کبیرہ گناہ پر کبیرہ ہونے کی بابت سے کوئی خاص حکم دنیا مین نہین بلکہ جتنے
حد کے قابل ہین اونکے نام جدا جدا ہین جیسے چوری اور زنا وغیرہ یہ نہین کہ صرف کبیرہ ہونے کی
کوئی سزا خاص ہو اور حکم کبیرہ کا یہی ہے کہ نماز پنجگانہ سے اوسکا کفارہ نہو اور یہ امر متعلق
آخرت سے ہے اسلیے اوسکا مبہم رکھنا لائق تر ہے تاکہ لوگ ڈرتے رہین اور خطرہ مین رہ کر نماز پنجگانہ
کر کے صغیرہ گناہون پر بھی جرأت نکرین اور آیت ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم
سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ کے اجتناب سے صغیرہ کا کفارہ ہو جاتا ہے سو یہ بات ہر صورت مین
نہین بلکہ اس شرط سے مشروط ہے کہ باوجود قدرت و ارادہ کے اجتناب کرے مثلاً اگر کوئی
شخص کسی عورت پر قادر ہو اور اوس سے مباشرت بھی کر سکتا ہو مگر اپنے نفس کو روکے اور صرف
دیکھنے اور ہاتھ لگانے پر قناعت کرے تو جو تاریکی کہ اسکے دل مین اثر کرنے سے حاصل ہو
سے ہوگی اوسکی نسبت نفس کو زنا سے مجاہدہ کے ساتھ منور ہونے کی زیادہ ہوگا اور
یہی معنی کفارہ یعنی عوض ہونے کے ہین لیکن اگر وہ شخص نامرد ہوگا یا کسی اور ضرورت سے

عاجز ہوگا یا کسی خوف کی جہت سے باز رہا ہوگا تو ایسے حال میں کفارہ نہیں ہوسکتا۔ اسیطرح جو شخص شراب کی خواہش نہیں رکھتا تھا کہ اگر اوسکو مباح بھی ہوجاوے تو نہ پیوے تو ایسے شخص کا شراب سے محترز ہونا اون چھوٹے گناہوں کا کفارہ نہوگا جو شراب خواری کی ابتدا میں ہوتی ہیں جیسے مزامیر وغیرہ کا سننا ہاں جو شخص کہ شراب کی خواہش رکھتا ہے اور مزامیر کو بھی سننا چاہتا تھا مگر اپنے سے تو باز نہیں آتا اور شراب کو نفس پر زور دیکے نہیں پیتا تو البتہ شراب خواری سے بچنا کرنا ممکن ہے کہ اوسکے دل سے اون تاریکی کو دفع کردے جو راگ سننے سے دل پر آتی ہے اور یہ سب احکام اخروی ہیں اور ہوسکتا ہے کہ انہیں سے بعض محل شک میں باقی رہیں اور متشابہات کی قسم میں داخل ہوں کہ جنکی تفصیل معلوم نہوں مگر بعض اوقات نص میں گنتی اور تعیین پائی جاتی ہے کسی چیز کی نہیں بلکہ الفاظ مختلف مذکور ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز تک کا کفارہ ہوتی ہے اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کا کفارہ ہوتا ہے سوا تین گناہوں کے یعنی شرک اور ترک سنت اور نقض عہد لوگوں نے پوچھا کہ ترک سنت و نقض عہد سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ جماعت سے نکل جانا تو ترک سنت اور نقض عہد یہ ہے کہ کسی سے بیعت کرے اور پھر تلوار لیکر اوس سے لڑنے کو نکلے غرض اسیطرح الفاظ وارد ہیں کہ شمار کو پورا بیان نہیں کیا جاوے اور مختلف ہے تو ظاہر ہے کہ ابہام ہی رہیگا اب اگر کوئی یہ کہے کہ شہادت اوسکی قبول ہوتی ہے جو کبائر سے بچتا ہو اور قبول شہادت میں صغیرہ گناہوں سے بچنا شرط نہیں اور قبول شہادت ایک حکم دنیوی ہے اور تمنے کہا تھا کہ کبیرہ پر کوئی حکم دنیوی متعلق نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ شہادت کا قبول ہونا خاص کبیرہ کے ساتھ نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ صغیرہ گناہ سے بھی آدمی کی شہادت معتبر نہو مثلاً وہ شخص جو مزامیر سنے اور حریر پہنے اور سونے کی انگوٹھی ہاتھ میں رکھے اور چاندی سونے کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہو تو سب لوگوں کے نزدیک اوسکی گواہی مقبول نہوگی حالانکہ ان چیزوں میں کوئی بھی کسیکے نزدیک کبیرہ نہیں۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حنفی نبیذ پیوے تو میں اوسکو حد ماروں گا مگر اوسکی شہادت کو رد نکرونگا اس مسئلے میں حد لگانے کے اعتبار سے تو نبیذ پینے کو کبیرہ ٹھہرایا مگر اوسکو باعث شہادت کو رد نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ شہادت کا قبول کرنا یا نکرنا منحصر صغیرہ خواہ کبیرہ پر نہیں بلکہ گناہ ہر قسم کے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے عدالت کے ناقض ہیں جبکہ ایسی باتوں کے گرد نہ آدمی بچے عادت اگرچہ نہیں ہے مثلاً

غیبت کرنی اور دوسرے کی برائی کی تلاش کرنی اور بدگمان ہونا اور بعض باتوں میں جھوٹ بولنا
اور غیبت سننا اور امر معروف اور نہی منکر کو چھوڑنا اور شبہات کی چیزوں کا کھانا اور لڑکے اور
غلام کو گالی دینا اور تعلیم کے وقت ضرورت مصلحت سے زیادہ انکو مارنا اور ظالم بادشاہ کی
تعظیم کرنی اور بدکاروں سے دوستی کرنی اور زن و فرزند کو امور دینی ضروریہ کی تعلیم سے سستی کرنی
وغیرہ کہ یہ سب اس قسم کے گناہ ہیں کہ ہر ایک گواہ میں انمیں سے تھوڑی بابت ضرور پائی
جاتی ہیں بلکہ البتہ اگر کوئی شخص صرف آخرت کو مد نظر کرکے لوگوں سے علیحدہ ہو جائے اور تاکید
نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے یہاں تک کہ اگر پھر لوگوں میں آ ملے تب بھی ویسا ہی رہے جیسا خلوت
میں تھا تو ایسا شخص اس قسم کے گناہوں سے خالی ہو سکتا ہے اور اگر گواہی میں ایسے ہی لوگوں کے قول کا
اعتبار ہوا کرے تو اول تو ملنا مشکل دوسرے احکام اور شہادتیں سب جاتے رہیں۔ حاصل یہ کہ
حریر پہننا اور مزامیر کا سننا اور نرد کھیلنا اور شراب خواروں کے پاس وقت خواری بیٹھنا اور
اجنبی عورتوں کے ساتھ علیحدہ رہنا اور سوا لواطت کے جو نیک ہے اس قسم میں داخل نہیں اور یہاں
لحاظ چاہیے کہ قبول شہادت اور رد شہادت میں نہ کبیرہ پر نظر کیجائے نہ صغیرہ پر بلکہ اتنی بات
ہے کہ ان صغائر میں سے بھی اگر کوئی شخص کسی پر مداومت اور اصرار کریگا تو رد شہادت میں
اسکی تاثیر ہو جاوے گی مثلاً اگر کوئی لوگوں کی غیبت اور عیب جوئی کو اپنی عادت بنالے
یا بدکاروں کی صحبت کے اختیار پر اصرار کرے تو شہادت اسکی نہ قبول ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ صغیرہ گناہ ترک
و اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے اسیلئے امر مباح اصرار سے گناہ صغیرہ ہو جاتا ہے جیسے کوئی شطرنج
کھیلنے یا راگ گانے پر اصرار اور مداومت کرے تو صغیرہ ہو نگے۔

ف مترجم کہتا ہے کہ شطرنج کھیلنا مذہب امام شافعی رحمہ میں گناہ مباح ہے اور چونکہ مصنف رحمہ
مذہب شافعی رکھتے ہیں اسواسطے مثال میں شطرنج کو لکھا اور حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رحمہ کے نزدیک
اس قسم کے سب کھیل حرام ہیں جیسے کتب فقہیہ میں تصریح موجود ہے۔

دوسرا بیان اس باب میں کہ آخرت میں درجات جنت اور طبقات دوزخ کی تقسیم دنیا کی حسنات اور
سیئات کے اوپر کس طرح ہوگی۔ واضح ہو کہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہے اور آخرت عالم اسرار
اور غیب کا نام ہے اور ہماری مراد دنیا سے آدمی کی حالت قبل موت ہے اور آخرت سے مراد وہ
حالت ہے جو بعد موت ہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت آدمی کی دو نسبتوں اور حالتوں کا نام
جنمیں سے قریب کو دنیا کہتے ہیں اور اوس سے بعد والی کو آخرت اور اب ہم دنیا کے ذکر سے

آخرت میں ذکر کیے گئے ہیں یعنی اب اگرچہ ہم کلام دنیا میں کرینگے لیکن غرض ہماری یہ ہے کہ بیان
آخرت یعنی عالم اسرار کا کرین اسلیے کہ بیان عالم باطن کا عالم ظاہر میں بدون مثال بیان کرنے کے
ہو نہیں سکتا اور اسیواسطے خداے تعالی ارشاد فرماتا ہے وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا
إِلَّا الْعَالِمُونَ اور اسکی وجہ یہ ہے جیسا کہ قول شاعر کے ہے دنیا خواب است زندگانی ورد خواب است یعنی
دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل میں ایسی ہے جیسے آدمی کا خواب مقابل جاگنے کے اور یہی مضمون
حدیث شریف سے بھی ثابت ہے جیسا کہ فرمایا اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا اور جو بات کہ
بیداری میں ہوتی ہے وہ خواب میں جیسا معلوم ہوتی ہے تو مثال کیطرح معلوم ہوتی ہے یہانتک کہ
اوسکی تعبیر کی حاجت ہوتی ہے اسیطرح آخرت کی بیداری میں جو حالات ہونگے وہ دنیا کے خواب میں
بطور مثال ہی کے ظاہر ہو سکتے ہیں یعنی خواب کیطرح اونکی بیان ہی ہے اسکی تعبیر میں ہم تجھ کو
تعبیر خواب کی ایسی چند باتیں بطور نمونہ ہم بیان کیے دیتے ہیں کہ اصل بات خواب میں کیطرح معلوم ہوا
کرتی ہے۔ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن سیرین رحمہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ
میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں مہر ہے اور اوس سے میں لوگوں کے منہ اور شرمگاہ پر
مہر کرتا ہوں آپ نے یہ تعبیر فرمائی کہ تو موذن ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں صبح صادق کے قبل
سے پہلے اذان دیتا ہے اوسنے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اور ایک دوسرا شخص آیا
اوسنے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ تیل کو زیتون میں ڈال رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرے اگر کوئی
لونڈی خریدی ہو تو اوسکا حال دریافت کر وہ تیری ماں معلوم ہوتی ہے کیونکہ تیل کی اصل زیتون ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی اصل یعنی ماں کے پاس جاتا ہے اوس شخص نے جو تحقیق کیا تو معلوم
ہوا کہ اوسکی لونڈی واقع میں اوسکی ماں ہی تھی کہ اوسکے صغر سن میں پکڑی گئی تھی۔ اور ایک اور
شخص نے پوچھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں موتیوں کے گلوبند سوروں کی گردن میں پہناتا ہوں آپ نے
فرمایا کہ تو حکمت کی باتیں نااہلوں کو سکھلاتا ہے اور واقع میں بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ آپ نے
ارشاد فرمایا تھا ان تعبیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مثل کو کسطرح بیان کرتے ہیں اور مثل سے
ہماری یہ مراد ہے کہ اگر اوسکو باعتبار مصداق اور مفہوم کے دیکھا جاوے تو صحیح اور درست ہو
اور اگر اوسکی صورت ظاہری پر خیال کریں تو جھوٹی ہو مثلاً پہلی تعبیر میں اگر موذن صرف ظاہر پر
انگوٹھی کو دیکھتا اور اوس سے مہر کرنا سمجھتا تو اس خواب کو جھوٹا سمجھتا کیونکہ ایسا فعل اوس سے
کبھی نہیں صادر ہوا تھا لیکن اوسکے مفہوم اور مصداق کو جو دیکھا تو صحیح تھا کیونکہ مہر کرنیکا اصل

مقصود روک دینا ہے اور اسکا مرتکب یہ شخص ہوا تھا۔ اور چونکہ انبیا علیہم السلام کو حکم ہے کہ
لوگون سے اونکی عقل کی مقدار پر کلام کرو اور لوگون کا اندازہ عقل یہ ہے کہ وہ سوتے ہوتے
ہین اور سوتے آدمی کو کسی چیز کا کشف اوس شے کی مثال سے ہوتا ہے اسلیے انبیا علیہم السلام
بھی لوگون سے مثال کے طور پر گفتگو کرتے ہین جس سے اصل معنی تو سمجھ جاوین گے اور تاویل اون کی
کچھ اور نکلتا ہو اگر لوگون کو مرنے کے بعد جب جاگینگے تو معلوم ہوگا کہ اونکا فرمانا سچا تھا اور
اوس سے غرض صحیح فلان چیز تھی مثلاً حدیث شریف مین وارد ہے قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن
ایسی ہی مثال ہے کہ جسکو عالمون کے سوا اور کوئی نہین سمجھتا جاہل کی سمجھ اوسی مقدار پر پہنچی ہے
جو ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے اسلیے کہ وہ اس تفسیر سے کہ تاویل کہتے ہین بیخبر ہے جیسے کہ
خواب کی تفسیر کو تعبیر کہتے ہین اور حدیث و قرآن کی تفسیر اشکال کا نام تاویل ہے تاویل کی ناواقفی
کا ثمرہ جاہل پر یہ ہوتا ہے کہ الفاظ حدیث کے موجب خدا ہی تعالی کے ہاتھ اور انگلیان قرار
دیتا ہے معاذ اللہ من ذلک اسیطرح دوسری حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ مین جاہل صورت ظاہری
کی شکل و صورت و رنگ سمجھکر خدا ہی تعالی کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے حالانکہ وہ ان سب باتون
سے منزہ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صفات الہی مین اتنے بہک گئے یہان تک کہ کلام الہی کو
از قبیل حرف و آواز سمجھ گئے اسیطرح دوسری صفات کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔ اور امر آخرت
مین جو مثالین حدیث مین وارد ہین تو منکر اونکی تکذیب کرتے ہین اسوجہ سے کہ ظاہر الفاظ اونکے
نزدیک مقصود ہے اور اوسمین تناقض پایا جاتا ہے مثلاً حدیث شریف مین وارد ہے یؤتی
بالموت یوم القیامۃ فی صورۃ کبش املح فیذبح تو ملحد احمق اوسکو نہین مانتا اور انبیا کی تکذیب کرتا ہے
اس دلیل سے کہ موت ایک عرض یعنی قائم بالغیر چیز ہے اور مینڈھا جسم ہے تو عرض کا جسم
بنجانا بالکل محال ہے اور کیا بات ہے مگر خداوند کریم نے ان بیوقوفون کو اپنے اسرار کی شناخت
سے بمراحل دور رکھا ہے اور فرمایا وما یعقلہا الا العالمون۔ بیچارہ جاہل یہ بھی نہین جانتا کہ اگر
کوئی کسی سے کہے کہ مین نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے کہ لوگ اوسکو وبا کہتے ہین
اور وہ ذبح ہوگیا ہے اور معبر سنکر جواب دیوے کہ تو نے خواب اچھا دیکھا معلوم ہوتا ہے کہ
وبا علیحدہ ہوجاویگی اور پھر کبھی نہ آویگی کیونکہ ذبح کی ہوئی چیز کے واپس آنے سے ناامیدی
ہوجاتی ہے تو اس مثال مین تعبیر دینے والا بھی سچا ہے اور خواب دیکھنے والا بھی سچا اور اسکی
اصل یہ ہے کہ جو فرشتہ خواب پر موکل ہے اور سونے کے وقت روحون کو لوح محفوظ کی باتون پر

مطلع کرتا ہے اوسنے جو بات لوح محفوظ مین تھی اوس شخص کو مثال کیطرح سمجھا دی اس لیے کہ
سونیوالے کو وہ مثال سمجھنا ممکن نہ تھا پس اوسکا مثال بنانا صحیح تھا اور یعنی بھی صحیح اسیطرح انبیاء علیہم السلام
بھی دنیا کے لوگون سے باتین مثال کے طور کی فرماتے ہین کیونکہ دنیا بھی آخرت کی نسبت گویا
حالت خواب کی سی ہے اگر مثال کے طور پر نفرما دین تو آسانی سے معانی کہان سمجھ مین آوین
اسیطرح سے سمجھانے مین اگر غور کرو تو کمال حکمت خداوندی اور لطف و عنایت ہے کہ جو طریق
سمجھنے کا آسان تھا اوسیطرح پر انبیاء نے سمجھایا پس جو شخص نبی یا ملکوت مین مثال اور بات کی
کرے [illegible] مین ہوجاویگی جیسے کہ [illegible] ہوتی ہے اسیطرح قرآن شریف مین کمال
قدرت کو ان الفاظ سے فرمایا [illegible] کو حدیث شریف مین
ان الفاظ سے ارشاد فرمایا [illegible] اصابع الرحمن اسلیے کہ ان مین [illegible]
مثالون ہی سے خبر ہوجاتی ہے [illegible] دلون کی [illegible]
کے باب قواعد کے بیان مین [illegible] سے ہم [illegible] طرف [illegible]
بھی [illegible] ہے کہ تقسیم درجات جنت و [illegible] دوزخ کے بیان [illegible]
مثال کے [illegible] مثال ہم بیان کرین اور [illegible]
اور الفاظ سے غرض [illegible] ہم کہتے ہین کہ آخرت مین لوگون [illegible]
ہونگے اور سعادت و شقاوت مین اونکے درجات اور درکات مین ایسا تفاوت ہوگا جسکا [illegible]
ہوسکتا جیسے کہ دنیا کی سعادت و شقاوت مین مختلف ہین - اور اس بات مین دنیا و آخرت مین
کچھہ فرق نہین کیونکہ مدبر عالم ظاہری اور ملکوت کا واحد لاشریک ہے اور اوسکا طریق جو ازل
ازلی سے ہوتا چلا آیا ہے وہ بھی یکسان ہے مگر چونکہ ہم درجات کے افراد کے [illegible]
ہین اسلیے اجناس کی حصر کیے دیتے ہین کہ آدمی قیامت مین خواہ مخواہ چار قسم [illegible]
اول تباہ کار و ہالک دوسرے معذب تیسرے ناجی چوتھے فائز اور مثال اسکی دنیا مین یہ
کہ ایک بادشاہ کسی ولایت کو مسخر کرے تو بعضون کو تو قتل کرے وہ اول فرقہ ہے اور بعضو
مدت تک ایذا دے وہ دوسرا فرقہ ہے اور بعضون کو چھوڑ دے وہ تیسرا فرقہ ہے اور بعضون کو
خلعت عنایت کرے وہ چوتھا فرقہ ہے پھر اگر بادشاہ عادل ہے تو یہ باتین اسکی
بموجب ہونگی قتل اوسیکو کریگا جو اوسکی سلطنت کے استحقاق کا منکر اور اوسکے دوست کا
دشمن ہوگا اور ایذا اوسیکو دیگا جسنے اوسکی سلطنت کا اقرار تو تھا مگر خدمت مین قصور کرتا تھا او

رہا اوسکو کریگا جسکو اوسکے رتبہ شاہی کا اقرار ہوگا کہ خدمت نکی نسبت سے مستحق خلعت کے
اور نہ قصور خدمت سے مستحق عذاب اور خلعت ایسوں کو دیگا جنھوں نے عمر بھر اوسکی خدمت
و نصرت میں بسر کی ہو - پھر یہ بھی ضرور ہے کہ خلعت پانیوالے جیسی خدمت کی ہوگی ویسا ہی اونکو
حسب مراتب ہے اور قتل کے بھی درجات متفاوت ہونگے کہ بعضوں کی گردن ماری جاوے
اور بعضوں کو ناک کان ہاتھ پیر کاٹ کر ہلاک کیا جاوے یعنی اونکے گناہ و انکار کے
کے موجب انکا قتل بھی ہوگا اسیطرح جنکو عذاب دیا جاویگا اونکے درجات بھی متفاوت ہونگے
کسیکو کم کسیکو زیادہ بعضوں کو تھوڑی مدت بعضوں کو بہت زمانے تک کسیکو کسیطرح کا اور کسیکو
کسی طور کا غرضکہ تقسیم عذاب کی بھی تفریق ہوگی اس صورت میں ظاہر ہے کہ ہر ایک
کے درجات بے حد و شمار ہو سکتے ہیں اسیطرح قیامت میں لوگ چار فرقے ہونگے درجات انکے
ہونگے مثلاً فرقہ چہارم جو فائز یعنی فلاح پانیوالے ہونگے کوئی جنت عدن میں کوئی جنت ماوی میں
کوئی جنت فردوس میں ہونگے اور فرقہ معذب میں کسیکو تھوڑے دنوں عذاب ہوگا کسیکو ہزار
برس کسیکو سات ہزار برس اور شخص سب سے پیچھے دوزخ سے نکلیگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے
اسیطرح فرقہ ہالکین یعنی جو خدای تعالی کی رحمت سے ناامید ہیں انکے درکات
غرضیکہ جسطرح کی طاعات و عصیان ہر ایک سے ہوئی ہوگی اوسی طرح کے درجات و درکات
ہونگے اب ہم کیفیت تقسیم درجات کہ ان فرقوں میں ذکر کرتے ہیں اول رتبہ ہالکین کا سنیے اور
اونکے چاروں غرض یہی لوگ ہیں جو خدای تعالی کی رحمت سے ناامید ہیں کیونکہ مثال مذکور
بالا میں بادشاہ نے جسکو قتل کیا وہ وہی تھا جو بادشاہ کی خوشنودی و اکرام و انعام سے
ناامید ہوا ایسی مثال کے معنی یہ مقصود ہیں کہ غافل نہ رہنا چاہیے آخرت میں ہالکین وہی ہونگے
جو خدای تعالی کی رحمت سے ناامید ہیں اور یہ فرقہ منکروں کا ہے جو خدا سے منہ پھیر کر
صرف دنیا کے ہو رہتے ہیں اور اللہ کو اور اوسکے رسولوں اور اوسکی کتابوں کو جھٹلاتے ہیں
اسلیے کہ مدار سعادت اخروی کا خدای تعالی سے قریب ہونے اور اوسکے دیدار سے شاد
ہونے پر ہے جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہیں ... بیت ... دیدار
اور حصول اس نعمت عظمی کا جو ہم بیان کرتے ہیں ... بغیر ایمان و تصدیق کے نہیں
اور چونکہ منکر اوسکی تکذیب و انکار کرتے ہیں اسلیے ... ناامید ہونے

اور یہ ہوگا عالم اور انبیاء کرام کی تکذیب کی باعث ... اپنے محبوب کے منصب
پہنچینگا اور ظاہر ہے کہ جو اپنے محبوب سے جدا رہتا ہے تو وہ ہمیں اور اسکی دل کی آرزو میں جدا رہتا ہے
اسی لیے جیسا کہ لوگ کبھی آتش فراق الٰہی میں ہمیشہ مدام جلتے رہینگے اور اسی جہت سے
ہمارے شیخوں کا قول ہے کہ تکلیف آتش فراق دوزخ سے زیادہ ہے جو ان دوزخی کا حجاب ... مطلب ہمارا
دیدار الٰہی سے ہے اور کچھ صرف حجاب ہے اور انکا یہی قول ہے کہ جو شخص خدای تعالیٰ کی
عبادت کسی عوض کی توقع پر کرے وہ کمینہ ہے یعنی اگر عبادت طلب جنت یا خوف دوزخ
کرے تو کمینہ ہے بلکہ عابد خدا کی عبادت اسکی ذات کے واسطے کرے تو بہتر ہے ... خدا کی
ذات کے اور کسی چیز کے طالب نہ ہو ... کیا خوب فرمایا ...
رضا کی خیر خواہش ہے ۔ نہ میں بیزار دوزخ سے نہ میں مشتاق جنت کا ... اور مشتاقوں کی
تمنا عارفوں کو نہیں ہوتی نہ آتش دوزخ سے ڈر ہے کیونکہ آتش فراق سب کا ...
مشتعل ہوتی ہے تو پھر ان کو کیا ترس ہے کہ بدن جلتے ہیں غالب ... ہے آتش فراق کی
صفت میں ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اور آتش دوزخ کا اثر صرف اجسام پر ہوگا اور
یہ ظاہر ہے کہ دل کو ... ہوتے بدن کا ... معلوم ہوتا ہے تو دل کی آگ کے سامنے
آتش دوزخ کی کیا تماشا ہے کہ کوئی شیخ ... لکھا ہے کہ میں عاشق ... کی
گرمی سے کہ ہم آتش دوزخ سے جنکی سر ... اور آخرت میں اس حال کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے یہ تو
دنیا میں بھی دیکھی جاتی ہے اور اسکی نظیر پائی جاتی ہے دیکھو غلبۂ عشق میں آدمی آگ میں
اور کانٹوں میں چلتا ہے اور بسبب دل کی جہت سے ... کچھ نہیں ... غصے والا
حالت غضب میں کہیں گھس جاتا ہے اور زخم لگ جاتے ہیں ... تکلیف
نہیں معلوم ہوتی کیونکہ غصہ بھی دل میں ایک آگ ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے
کہ اَلْغَضَبُ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ اور دل کی سوزش بدن کی سوزش کی نسبت بہت سخت ہوتی ہے کہ
سخت دردوں کے ہوتے ہوئے کسی کا دھیان نہیں رہتا علاوہ اسکے آدمی جو آگ یا ... اور
رنج پاتا ہے تو صرف اسی جہت سے ہے کہ ان دونوں سے آدمی کے بدن کے دو ٹکڑے
جو ملے ہوئے تھے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو بس یہ ہے کہ وصال ... کا جو تعلق ہو چکا
جنکو اجسام کی ... کی نسبت زیادہ اتصال ہوتا ہے اوس سے جدائی میں رنج زیادہ ہو
بشرطیکہ آدمی ذی شعور و اہل بصیرت ہو اور جو دل ہی رکھتا ہو اوس سے پوشیدہ نہیں کہ ...

رنج کی شدت کو کچھ بھی نہ سمجھے اور جسم کی تکلیف کی نسبت حقیر جانے مثلاً اگر کسی لڑکے کو
اختیار دیا جاوے کہ تو بادشاہت چھوڑ دے یا گیند بلا چھوڑ دے تو اوسکو بادشاہت کے
چھوڑنے کا کچھ رنج نہوگا بلکہ یہ کہیگا کہ گیند لیکر میدان میں دوڑنا مجکو ہزار تخت شاہی سے بہتر ہے
اسیطرح جس شخص پر شہوت شکم غالب ہوا اوسکو کہا جاوے کہ تو یا ہریسہ یا حلوا کھا یا کوئی ایسا
کام کر جس سے دشمن مغلوب اور دوست راضی ہوں تو وہ ہریسہ و حلوا ہی کو ترجیح دیگا اسکی وجہ
یہی ہے کہ اس شخص میں وہ بات نہیں ہے جس سے کہ جاہ و شوکت کی لذت معلوم ہوتی ہے اور اسمیں
وہ بات صرف موجود ہے جس سے لذت کھانے کی معلوم ہوتی ہے اور یہی ان لوگوں کا حال
ہوتا ہے جنکو صفات بہیمی اور سبعی اپنا بندہ کر لیتے ہیں اور صفات ملائکہ جو اونکی ضد ہیں اون میں
ظاہر نہیں ہوتیں اور صفات ملکی انسان میں ہوتی ہیں تو بدون قرب الٰہی کے لذت نہیں پاتا اور
نہ کوئی چیز سوا بعد و حجاب کے اوسکو باعث رنج و ایذا ہو۔ اور جسطرح کہ ہر ایک عضو ایک خاص بات
کے لیے ہے مثلاً زبان نطق کے لیے ہے اور کان سننے کے لیے اسیطرح یہ صفت قلب کے لیے ہے
اور جسکو قلب نہوگا اوسکو قرب کی لذت اور بعد کی کلفت کا ادراک بھی نہوگا جیسے کہ اگر کسی کے
کان اور آنکھ نہو تو اوسکو لذت آواز اور حسن صورت و رنگ معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ صرف قلب ہی
ہر ایک انسان بے قلب رکھتا ہو اگر یہ ہر ایک کے یہ دل ہوتا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا یہ قول
کیسے ثابت ہوتا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اسمیں یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن سے
نفع نہ اٹھائے وہ قلب کا نادار ہے اور ہماری غرض قلب سے وہ گوشت کا ٹکڑا نہیں جو سینے کی
پسلیوں میں ہے بلکہ اوس سے وہ لطیفہ مراد ہے جو عالم امر سے ہے اور یہ گوشت کا ٹکڑا عالم خلق
سے ہے اور اس لطیفے کا عرش ہے اور سینہ اوسکی کرسی ہے اور تمام اعضا اوسکے عالم اور
مملکت میں اور یہ ہر چند خلق و امر دونوں خدا ہی کے ہیں لیکن لطیفہ کو جسکی شان میں
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ہے وہ امیر اور سلطان ہے اسواسطے کہ عالم امر عالم خلق پر ترجیح ہے
اور اول دوسرے پر امیر ہے۔ اور قلب وہ لطیفہ ہے کہ اگر وہ اچھا ہو تو تمام بدن اچھا ہو
اور جو اوسکو پہچان لے وہ اپنے نفس کو جان لے اور جو نفس کو جان لے وہ رب کو پہچان لے
اور اوس وقت بندے کے دماغ جان میں اون معانی کی ادنی لپیٹ پہونچیگی جو اس حدیث
میں مراد ہیں اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ اور جو لوگ کہ اس حدیث کے ظاہر الفاظ ہی کو اونکے
ہوتے ہیں یا جو کہ تاویل کے طریقوں میں پھنسے ہوتے ہیں دونوں کے حال پر رحم کرنے کو

دونون میں فرق حقیقت امر سے محروم ہے مگر الفاظ ظاہری والون پر زیادہ رحم کریگا اسلیے کہ رحم
بقدر معصیت ہوا کرتا ہے اور جو لوگ کہ پابند الفاظ ظاہری ہین اونپر زیادہ تر معصیت ہے
اور حقیقت امر اللہ کا فضل اور حکمت ہے جسکو چاہے دیوے اوسمین کسیکا اختیار نہین
اب چونکہ ہم ایسے مطالب مین آپڑے کہ علم معاملات کی نسبت کہ اعلی ہین اور ہمکو بیان علم
معاملات کا منظور ہے اسلیے اصل مقصود کیطرف عنان التفات پھیر کر کہتے ہین کہ اس بیان سے
معلوم ہوا کہ وجہ ہلاک کا اونھین لوگون کو ہوگا جو جاہل ہین خدا ے تعالی سے کہ جیسا فرمایا
اور اسکی دلیلین کتاب اللہ اور حدیث مین زائد از شمار ہین
دوسرے ایسے ہی اون لوگون کا ہے جنکو عذاب ہوگا یہ درجہ فرق ہے کہ اصل ایمان تو
کا ایمان ہے مقتضا کے موافق خدا کے سامنے اصل ایمان تو یہ ہے یعنی سوا خدا
اور کسی کی عبادت نہ کرنی اب اگر کوئی شخص اپنی خواہش نفس کا اتباع کرے تو اوسکا معبود یہی خواہش
ہوگی اور وہ شخص صرف زبان سے توحید کہتا ہے اصل توحید اور کمال اوسمین اصل توحید
جب کلمہ لا الہ الا اللہ اور اوس قول خداوندی قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون کے معنی
ایک سمجھنا چاہیے کہ غیر اللہ کو بالکل چھوڑ دے اور اس آیت کے معنی بھی یہی ہین ان الذین
قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا
اور شاید کہ صراط مستقیم جسپر قائم ہونے سے توحید کامل ہوتی ہے
زیادہ باریک جیسا کہ پل صراط آخرت کا ہوگا اسواسطے ہر ایک آدمی ہین
ضرور ہے کہ ہر ایک بشر کسیقدر اتباع خواہش نفس کا ضروری کرتا ہے کو کسی درجے کی
کام مین ہو اور اتباع خواہش نفس سے توحید کے کمال مین فرق آتا ہے جسقدر کہ آدمی کا میل
راہ راست سے ہوا اوسیقدر یہ بات مقتضی اس امر کی ہے کہ درجات قرب مین بھی نقصان بیشک واقع
اور یہ نقصان کے ساتھ دو آگ لگی ہوئی ہین ایک آگ اس نقصان کی باعث کمال کے جدا
ہوجاویگی اور ایک آگ دوزخ کی جسکا وصف قرآن مجید مین موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو
راہ راست سے مائل ہوگا اوسکا دوہرا عذاب دوطرح سے ہوگا کہ ایک شدت اور ہلکا پن
اور زیادہ دنون تک رہنا خواہ کم رہنا دو باتون پر منحصر ہے اول تو ایمان کی قوت و
ضعف پر دوسرے اتباع خواہش نفس کی کثرت و قلت پر کیونکہ کوئی آدمی اکثر کے اعتبار سے ان
دونون باتون مین سے ایک ضروری رکھتا ہے اور اسی جہت سے آتش کا گذر بھی ضروری ہے

چنانچہ خدای تعالی فرماتا ہے فَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا اور یہی الفاظ اکابر سلف خوف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ورود آتش تو موجب وعدہ الٰہی یقینا ہے اور اوس سے نجات مشتبہ ہے جب حضرت حسن رحمۃ اللہ نے وہ حدیث بیان کی جسمین اوس شخص کا حال ہے کہ دوزخ سے ہزار برس بعد نکلیگا اور یا حنان یا منان کہتا ہوگا تو فرمایا کہ کیا خوب ہو جو وہ شخص مین ہی ہون یعنی اوسکا نکلنا تو قطعا ہوگا گو مدت ہی کے بعد ہو۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب آخر مین جو دوزخ سے نکلیگا وہ سات ہزار برس کے بعد نکلیگا اور بعضے ایک لحظہ ہی مین دوزخ کے پار ہو جاوینگے چنانچہ روایتون سے ثابت ہوتا ہے کہ بعضے لوگ بجلی کیطرح گذر جاوینگے اور اونکو ذرہ بھی توقف دوزخ مین نہوگا اور ایک لحظہ اور سات ہزار برس کے درمیان بہت سے درجات مختلف ہین مثلا لحظہ سے زیادہ پہر اور اوس سے زیادہ دن اور پھر ہفتہ اور پھر مہینا اور سال وغیرہ تو مدت عذاب کا تفاوت اس حساب سے ہے جیسا معلوم ہوتا ہے اور یہی زیادتی کا حال ہے کہ عذاب کی شدت کی کوئی انتہا نہین اور ادنی عذاب یہ ہے کہ حساب مین اوجھاڑ دیا جاوے جیسے بادشاہان دنیا بعض کارندون اہل تقصیر کو حساب مین تنگ گیری کیا کرتے ہین اور پھر معاف کردیتے ہین یا کوڑے لگوا کر یا اور کسیطرح کا عذاب کیکر چھوڑ دیتے ہین اور سوا ان دو اختلاف کے عذاب مین ایک اور اختلاف ہے کہ وہ نہ مدت کا اختلاف ہے نہ شدت کا بلکہ قسم عذاب کا اختلاف ہے کہ کسیکا مثلا صرف مال ہی گیا اور کسیکا مال بھی گیا اور اولاد قتل ہوئی اور اوسکے گھر کی عورتین لونڈی بنائی گئین اور رشتہ دارون کو بھی ستایا زبان اور ہاتھ اور ناک کان کاٹ ڈالے گئے وغیرہ اسیطرح آخرت کے عذاب مین بھی اختلاف ہوگا جیسا کہ دلائل شرعی سے واضح ہوتا ہے مگر اختلاف عذاب بسبب اختلاف قوت وضعف ایمان اور کثرت و قلت طاعات اور کمی بیشی گناہون کے ہوگا پھر جسقدر گناہون کی برائی شدید اور کثیر ہوگی اوسیقدر عذاب بھی شدید اور کثیر ہوگا اور جس قسم کی خطا ہوگی ویسی قسم کا عذاب مختلف ہوگا۔ ارباب کشف کو با وجود دلائل قرآنی یہ امر نور ایمان سے بھی منکشف ہے اور یہی مراد ہے اس آیت سے وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور اس سے اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ اور اس سے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى اور اس سے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور سوا اسکے اور بہت سی آیات و احادیث مین جنسے معلوم ہوتا ہے

کہ اعمال کی جزا میں ثواب و عقاب عدل کے ساتھ ہونگے جسمین ظلم نہوگا اور عفو و رحمت کو غلبہ ہیگی جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ سبقت رحمتی غضبی اور کلام مجید میں فرمایا وان تک حسنۃ یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما اس سے معلوم ہوا کہ ارتباط درجات اور درکات کا حسنات اور سیئات سے دلائل شرعی اور نور معرفت دونون سے کما ینبغی ثابت ہے مگر تفصیل اوسکے صرف ظن غالب ہے اور اوسکی دلیل یہی ظاہر اور ایک طرح کا الہام ہے جو چشم عبرت دیکھنے کے نور سے دل میں پیدا ہوتا ہے اب ہم کہتے ہین کہ جو شخص اصل ایمان کو مضبوط کرکے تمام کبائر سے اجتناب کرے اور سب فرائض کو یعنی ارکان خمسہ اسلام کو اچھی طرح ادا کرے اور اوسکے ذمہ صرف چند صغیرہ ہی ہون جنپر اوسنے اصرار نہ کیا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوسسے صرف مناقشہ حساب ہی کا ہوگا اور کسی قسم کا عذاب نہوگا اسلیے کہ بعد حساب حسنات کا پلہ سیئات سے بھاری ہوجاویگا کیونکہ اخبار میں وارد ہے کہ نمازین پنجگانہ اور جمعہ اور رمضان مبارک کے روزے بیچ کی خطاؤن کو کفارہ ہوجاتے ہین اور کبیرہ سے بچنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ صغیرون کا کفارہ ہوتا ہے اور ادنی درجہ کفارہ ہونے کا یہ ہے کہ اگر عذاب کو دفع نکرے تو عذاب کو توقع کرے ایسے شخص کا حال اگر مثل مردہ بالا ہوگا اوسکا پلہ بھاری ہوگا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ بعد پلہ بھاری ٹھہرنے کے اور حساب سے فارغ ہونے کے اوسی جگہ پہونچ جاوے ہان زمرہ مقربین یا اصحاب یمین میں لاحق ہونا اور جنت عدن یا فردوس میں داخل ہونا منحصر اقسام ایمان پر ہے اسلیے کہ ایمان کی دو قسمین ہین ایک تقلیدی جیسے ایمان عوام کا ہے کہ جو کچھ سنتے ہین اوسکو سچ جانتے ہین اور ہمیشہ اوسی پر رہتے ہین دوسرا ایمان کشفی کہ نور الٰہی سے سینہ کھل جانے پر حاصل ہوتا ہے اور اوسمین سب موجودات جیسے کہ اصل میں ہین منکشف ہوتے ہین اور واضح ہوجاتا ہے کہ سب کا مرجع خدا ہی تعالی کیطرف ہے اسلیے کہ وجود سوا خدا ہی تعالی اور اوسکے صفات و افعال کے اور چیز نہین تو اس قسم کے ایمان والے مقرب ہونگے اور ملاء اعلی سے قرب بہت بڑا رکھتے ہونگے اور فردوس اعلی انکا مقام ہوگا پھر انکے بہت سے صناف ہونگے بعض آگے بڑھے ہوئے ہونگے بعض نہین غرض کہ جتنا تفاوت اونکی معرفت مین ہوگا اوتنا ہی اونکے قرب مین ہوگا معرفت مین درجات عارفین کے بیحد ہین اسلیے کہ جلال خداوندی کی کنہ کو معلوم کرنا ناممکن ہے اوسکی معرفت دریا ہے ناپیدا کنار ہے جسکا نہ ساحل ہے نہ تھاہ پھر اوسمین جو لوگ غوطے لگاتے ہین وہ

اپنی طاقت کے موافق یا حصہ پاؤں یا رتبے میں یا جیسا کہ ازل میں اونکے نام لکھا ہے
اوسقدر بہرہ یاب ہوتے ہیں پس چونکہ طریق الی اللہ کے منازل بے نہایت ہیں تو سالکین
کے درجات بھی بے نہایت ہونگے۔ اسیطرح جو شخص ایمان تقلیدی رکھتا ہوگا وہ اصحاب یمین کے
زمرے میں تو ہوگا مگر اوسکا درجہ مقربین کے درجے سے کم ہوگا پھر اصحاب یمین کی بھی بہت
مدارج ہونگے اونمیں کا اعلیٰ رتبہ والا مقربین کے ادنیٰ درجے والے کے قریب ہوگا یہ حال
اوس شخص کا بیان ہوا جسنے تمام کبیروں سے اجتناب کیا اور سب فرائض کو یعنی پانچوں ارکان
اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ کلمہ شہادت زبان سے ادا کیا اب اوس شخص کا حال بیان کرنا چاہیے
جسنے ایک یا زیادہ کبیرہ گناہ کیا ہو اور بعض ارکان اسلام کو چھوڑ دیا ہو ایسا شخص اگر موت
کے وقت سے پہلے توبہ خالص کرلیگا تب تو ایسا ہوگا جیسا وہ شخص جسنے کبیرہ نہیں
کیا تھا اسلیے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ وارد ہے اور کپڑا دھونیکے بعد میلا ہونے
گویا پہلے سے میل اوسپر لگا ہی نہ تھا اور اگر توبہ سے پیشتر مریگا تب البتہ موت کے وقت اوس
حال کا خوف ہے کیونکہ موت اگر اوس گناہ کے اصرار پر ہوگی تو کیا عجب ہے کہ ایمان اوسکا سلب
کیا جاوے اور بد انجام ہو خصوصاً جبکہ ایمان تقلیدی ہو کہ تقلید اگرچہ پختہ ہو تب بھی ادنیٰ
ادنیٰ شبہ و خیال سے ڈھیلی ہو جاتی ہے اور عارف اہل بصیرت پر بد انجامی کا خطرہ کم
ہوتا ہے اور یہ دونوں اگر ایمان پر مرینگے تو اگر معاف نہ ہونگے حساب کی بابت انپر
عذاب ہوگا اور اس عذاب سابق کی کثرت یا قدر زیادتی مدت اصرار کے ہوگی اور شدت
بحسب کبائر کے برائی کی اور قسم عذاب کا اختلاف موافق اختلاف اقسام اعمال و اخلاق کے ہوگا
اور مدت عذاب کی پوری ہونے کے بعد بھولے مقلد تو اصحاب یمین کے درجات میں
ملجاوینگے اور عارف اہل بصیرت اعلیٰ علیین میں جا ملینگے حدیث شریف میں ہے جو شخص
آخر کو دوزخ میں سے نکلیگا اوسکو ساری دنیا کے دس گنے کی برابر ملیگا اس سے غرض یہ نہیں
اجسام ہی سمجھنی چاہیے کہ اگر دنیا مثلاً ایک ہزار کوس کی ہو تو اوسکو دس ہزار کوس ملینگے
اسمیں مثال بیان کرنے کے طریق سے نا واقفیت پائی جاتی ہے بلکہ اسکو یوں سمجھنا چاہیے
مثلاً کوئی کہے کہ اوسنے اونٹ لیا اور اوسکا دس گنا اوسکو دیا یعنی اگر اونٹ دس روپیہ کا تھا
تو اوسکو سو روپیہ دیے اور اگر اسسے مثل ہی سمجھے تو ظاہر ہے کہ سو روپیہ اونٹ کے
حصے کے بھی وزن میں برابر نہیں ہوسکتے بلکہ مثال میں مقابلہ معانی اور ارواح اجسام کا ہے

گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا جسنے گناہ ہی نہ کیا ہو اسکا ترجمہ

حدیث جو شخص آخر کو دوزخ میں سے نکلیگا اوسکو ساری دنیا سے دس گنا ملیگا

کہ اونکے وجود اور شکل کا مثلاً اونٹ سے غرض اوسکا وزن اور طول و عرض نہیں بلکہ مقصود اوسکی
مالیت ہے پس اوسکی روح مالیت ہے اور گوشت و پوست اوسکا جسم ہے تو سو روپیہ اوسکے
دس گنے باعتبار وزن اوسکے دوچند ہی سکے ہیں نہ باعتبار روح و معانی کے اور جو شخص کہ مالیت نقدی اور
اونٹ کی جانتا ہے اوسکے نزدیک سو روپیہ کو دس گنا اونٹ کا کہنا صحیح ہے یہاں تک کہ اگر اوسکو
سو روپیہ کی عوض ایک ایسا جوہر جسکا وزن چند ماشہ اور جو مول سو روپیہ ہوتا ہے دیوے اور کہتا کہ میں نے
اوسکو دس گنا دیا تو درست تھا مگر اس قول کی راستی سوا سے جوہری کے اور کوئی نہیں
سمجھ سکتا کیونکہ جوہر کی روح صرف اونکے نزدیک جو اوسکو معلوم ہوتی اور اوسکے لیے سوائے نظر ظاہری کے
ایک اور دانائی کی بھی حاجت ہے اسی وجہ سے اس قول کو لڑکا اور گنوار سچا نہ جانیگا وہ یہی سمجھینگے
کہ جوہر کا وزن تو چند ماشہ ہے اور اونٹ کا وزن اوس سے ہزاروں گنا زیادہ تو یہ شخص جو کہتا ہے کہ
میں نے دس گنا دیا جھوٹ بولتا ہے حالانکہ حقیقت میں یہی دونو جھوٹے ہیں مگر اونکے نزدیک
یہ بات جب تک سچی ہو جب لڑکا دونوں کو وزن و طول میں آنا وے جس سے کہ روح جوہر اور مال کی معلوم
ہوتی ہے اور یہ بات لڑکے کو بعد بلوغ کے اور گنوار کو بعد تعلیم کے آتی ہے اوس وقت اونکو اوس
قول کی راستی معلوم ہوتی ہے اسیطرح غیر عارف اوس مقالہ کی راستی اس حدیث شریف کی نہیں سمجھ سکتا
کہ دنیا کی دس گنی جنت کسطرح ملیگی مقلد یہ تقریر کرتا ہے کہ جسمیں نہ جاوے جنت آسمانوں
میں ہے اور آسمان دنیا میں شمار ہوتے ہیں تو پھر جنت اوسکی دس گنی کسطرح ملیگی یہی حال
اوس بالغ کا ہے جو لڑکے کو سمجھانے لگا کہ جوہر کسطرح بڑا ہے یا جوہری گنوار کو تھا اوسے
کہ جوہر میں یہ قیمت ہوتی ہے + اسیطرح کہ جوہری کسی گنوار یا ناواقف کو قدر جوہر سمجھانے میں
قابل رحم ہے اسیطرح جو عارف کسی غبی جاہل کو یہ تقریر حدیث کی سمجھاوے تو وہ بھی قابل رحم
اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارحموا ثلاثة عالما بین الجہال
وغنی قوم افتقر وعزیز قوم ذل اور اسی سبب سے انبیا بھی اپنی امت میں قابل رحم ہیں کہ نقصان
عقل امت کی نسبت سے جو کچھ اونکو صدمے ہوتے وہ اونکے حق میں اللہ
کی طرف سے امتحان اور آزمائش تھی کہ بحکم تقدیر ازلی اونپر آپڑی تھی اور یہی
مراد ہے اس حدیث شریف میں کہ البلاء موکل بالانبیاء ثم الاولیاء ثم
الامثل فالامثل پس بلا کو اس حدیث میں مثل مصیبت حضرت ایوب علیہ السلام
کے نہ سمجھنا چاہیے جو بدن پر نازل ہوتی ہے بلکہ بلا سے یہ بھی مصیبت و ایذا

[illegible]

[illegible]

۳ بلا میں سب سے زیادہ انبیاء اور اولیاء پھر جو ان کے مشابہ ہوں علی ہذا جن کے مشابہ ہوں ترمذی و ابن ماجہ روایت سعد بن ابی وقاص سے اسمیں اولیاء کا ذکر نہیں ۱۲

مراد یہ ہے جو انہون کے ساتھ معاملہ پڑنے سے ہوتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسے
لوگون سے کام پڑا تھا کہ جتنا اونکو خدا کی طرف بلایا اتنا ہی اونکو نفرت و کراہت
زیادہ ہوتی یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض لوگون کے کلام سے ایذا ہوئی تو فرمایا
کہ خدای تعالی رحم کرے میرے بھائی موسی پر کہ لوگون نے اونکو اس سے زیادہ ستایا تھا پھر انہون نے
صبر کیا۔ پھر جسطرح کہ انبیا کو منکرین سے کام پڑتا ہے اور اسی سے اونکی آزمایش ہوتی ہے اسیطرح
اولیا اور علما کو بھی جاہلون سے کام پڑتا ہے اور اونکے امتحان کا باعث ہوتا ہے یہی وجہ ہے
کہ اولیا کسی نہ کسی طرح کی ایذا سے خالی نہین ہوتے اونکا کبھی امتحان لیا جاتا ہے یا شہر سے
نکالدیے جاتے ہین سلاطین وقت کے سامنے اونکی چغلی کھاتے ہین کچھ لوگ اونکے کفر کی
گواہی دیتے ہین اور کچھ بددین کہتے ہین - اور یہ تو ضروری ہی ہے کہ جو لوگ اہل معرفت ہین
وہ جاہلون کے نزدیک کافر ہین جیسے کہ اگر کوئی اپنا اونٹ جوہر کے بدلے دے ڈالے تو جاہل
اوسکو بیوقوف اور مال اڑانے والا کہینگے جب تمکو یہ تحقیق معلوم ہو چکی اسکا یقین لانا چاہیے کہ واقع مین
جو مضمون حدیث شریف مین مذکور ہے کہ دوزخ سے جو شخص پچھلا نکالا جائیگا اوسکو دس حصے دنیا کے
برابر ملیگا بیشک درست و سچا ہے اور خبردار کہین ایسا نہو کہ تصدیق کو منحصر ایسی چیزون پر کرو جو
حواس سے اور آنکھ سے معلوم ہوتی ہین ایسا کروگے تو جانورون کے تابع ہوگے اسلیے کہ
حواس خمسہ سے جاننے مین تو گدھا بھی تمہارا شریک ہے تمکو جو گدھے سے تمیز ہے تو الہی لطیفہ
کی جہت سے ہے جو آسمانون و زمینون اور پہاڑون پر پیش ہوا اور سب نے اوسکے اوٹھانے سے
انکار کیا اور جو چیز عالم حواس سے خارج ہے وہ اسی لطیفے سے معلوم ہوتی ہے جس سے آدمی
گدھے اور تمام حیوانون سے ممتاز ہے پس جو شخص اوسکو بیکار کر دے اور اوس سے کام نہ لے
اور محسوسات تک اپنی معلومات کو منحصر کرے آگے نہ بڑھے صرف بہائم کے درجے پر قانع ہو
وہ اپنے نفس کو خرابی مین ڈالتا ہے۔ اے برادران دینی تم ایسے نہو اسلیے کہ جو شخص صرف
محسوسات ہی کو ادراک کریگا تو خدا کو بھول جاویگا کیونکہ خدا کی ذات تو حواس سے قابل ادراک
نہین اور جو خدا کو بھولیگا خدای تعالی اوسکو اوسکا نفس بھلا دیگا یعنی بغیر ترقی اوپر کو جو سبب
نہوگی بہائم ہی مین رہجاویگا اسوجہ سے کہ جو امانت خداوندی تھی اوسمین اسنے خیانت کی
اور اوسکی نعمت کا منکر ہوا اور اپنے آپ کو اوسکے انتقام کے لیے پیش کیا بلکہ ایسے شخص کا حال
تو بہیمہ سے بھی برا ہوگا اسواسطے کہ بہیمہ کو مرنے پر خلاصی تو ہو جاویگی اور اس شخص کا یہ حال ہوگا

۱ بخاری روایت ابن مسعود ۱۲

۲ [illegible]

کہ امانت مالک کو سپرد کرنی پڑیگی کیونکہ امانت کا ٹھکانا اور رجوع اوسیکی طرف ہے اور یہ امانت
آفتاب ایمان کی طرح تھی اس بدن فانی میں آکر غروب ہو گئی تھی جب یہ قالب پھٹیگا تو پھر یہ امانت
پھر غروب ہونے کی جگہ سے نکلیگی اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلی جائیگی یا تو دھندلی
کسوف لگی نکلیگی یا چمکتی دمکتی ہوئی جیسے کہ دربار کی حضوری سے کچھ حجاب نہوگا اور
دھندلی بھی وہان ہی پہنچیگی کیونکہ وہ دربار تو سب کی جگہ ہے مگر اوندھے منہ پہنچیگی اوسکا رخ
اعلی علیین کی طرف سے اسفل السافلین کی طرف کو پھرا ہوگا اور اسی واسطے اللہ تعالی فرماتا ہے
وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی اگر تو دیکھے جس وقت کہ مجرم لوگ پروردگار کے پاس
پہنچینگے کہ اوندھے منہ ہونگے کہ اونکے چہرے پشت کی طرف بدل گئے ہونگے اور اونکی طرف
پھیر دیئے گئے ہونگے اور ہمیں تو اپنا یہ نہیں ... جس شخص کو توفیق سے ... بتایا ہے اور خدا کا
حکم اسی طرح سے ہے خدا ہی تعالی اپنے فضل و کرم سے جسکو چاہے اس مقام پر پہنچاتا ہے اور بالکل
بچا دے یہ بیان تفریق اون لوگون کا جو دوزخ سے نکالے جاوینگے کس قدر کتنا یا زیادہ پاوینگے
اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ دوزخ سے کون نکلیگا اور کون نہیں نکلیگا اور ہماری غرض اتنی ہے
یہ نہیں کہ زبان سے کہہ لیا لا الٰہ الا اللہ کیونکہ زبان عالم ظاہری سے ہے اسکا فائدہ ظاہری
دنیا ہی تک ہوتا ہے مثلا جو صرف زبان سے کلمہ کہتا ہے اوسکی گردن نہین ماری جاتی اور اوسکا مال
لوٹ سے محفوظ رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ گردن اور مال کی مدت زندگی تک ہے تو جس جگہ کہ
نہ گردن ہوگی نہ مال وہان زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہنا کیا فائدہ دیگا وہان توحید کا کمال اور
سچا ہونا کام آویگا اسطرح کہ تمام امور کو خدا کی طرف سے جانے اور اوسکی پہچان یہ ہے کہ خلق
میں سے کسی پر غصہ نہو کہ اوسکے ساتھ کوئی برا سلوک کرے کیونکہ جب سب چیزیں خدا کیطرف سے
ہین تو خلق خدا صرف ذریعہ ہین مسبب الاسباب سبکا تو وہی ایک ذات ہے چنانچہ اوسکی تحقیق باب
توکل میں آویگی اس توحید میں بھی لوگ مختلف درجے کے ہین بعضون کی توحید پہاڑ کے برابر ہے
اور بعضون کی مثقال کے برابر اور بعضون کی رائی کے برابر جسکی توحید رائی کے برابر ہوگی وہ دوزخ سے اول نکلیگا
حدیث شریف میں ہے کہ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ دِیْنَارٍ مِّنْ اِیْمَانٍ اور سب سے پیچھے دوزخ سے
نکالا جاویگا وہ ہوگا کہ اوسکے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا اور مثقال اور ذرے کے درمیان بہت
تفاوت اور درجے ہین کہ اونکے موجب نکالے جاوینگے یعنی اول مثقال کے طبقے کے لوگ پھر اوس
کے کم والے پھر کم حتی کہ آخر کو ذرہ برابر ایمان والے نکالے جاوینگے اور وزن مثقال اور ذرہ کو بطور ضرب المثل

حدیث ۲ نکالا جاوے گا دوزخ میں سے اوس شخص کو جسکے دل میں دینار برابر ایمان ہو اوسکی سند اور ... جلد سوم

سمجھنا چاہیے جیسا کہ ہم جنس نقد کے عوض کے باب میں لکھ چکے ہیں۔ اور جو موحدین جو دوزخ میں
جاوینگے تو اوسکی غالبا وجہ یہی ہوگی کہ لوگوں کے حق اونکے ذمے رہینگے اور یہ حقوق جو حدیث
شریف سے کچھ پوشیدہ نہیں باقی اقسام گناہوں کے قابل عفو و تکفیر ہیں چنانچہ روایت ہے کہ
بندہ خدا تعالی کے سامنے کھڑا کیا جاویگا اور اوسکی نیکیاں اتنی ہونگی کہ اگر اوسکے پاس رہتیں تو
جنتی ہوتا مگر اوسوقت اہل حقوق جنپر اوسنے ظلم کیا ہوگا کھڑے ہونگے بعضوں کو تو گالی دی ہوگی
بعضوں کو مارا ہوگا بعضوں کا مال لے لیا ہوگا پس اسکی نیکیوں میں سے اون لوگوں کو دیا جاویگا
یہاں تک کہ اوسکے پاس ایک نیکی بھی نہ بچیگی فرشتے عرض کرینگے کہ خداوندا اس شخص کی نیکیاں تو
ہوچکیں اور ابھی طالب بہت باقی ہیں اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ اون لوگوں کی بدیوں میں
اسکی بدیوں پر اضافہ کردو اور دوزخ کے نام ایک قبالہ اسکے لیے لکھدو۔ اور جسطرح کہ آدمی دوسرے
کے پیچھے اوسکی بدیوں کے سبب ہلاک ہوتا ہے اسیطرح مظلوم آدمی کے پاس جب ظالم کی نیکیاں ظالم کے بدلے
میں آتی ہیں تو اوسکو نجات ہوجاتی ہے۔ ابن جلا بغوی کے حال میں لکھا ہے کہ اونکو کسی
بھائی نے اونکی غیبت کی بعد اوسکے معاف کرانے کے لیے آدمی بھیجا اونہوں نے فرمایا
کہ میں ہرگز معاف نہیں کرونگا میرے نامہ اعمال میں اس سے بڑھکر کوئی نیکی نہیں ہے کہ اسکا ثواب دو
اور یہی کہا کہ غیبت اور چغلی اور بھائیوں نے مجھکو کہا تو اونکے حق میں گناہ ہیں مگر میرے لیے
حسنات ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اپنے نامہ اعمال کو اونسے زینت دوں۔ [illegible] آخر [illegible]
سعادت و شقاوت میں لوگ مختلف ہونگے مگر یہ ہے جو ذکر ہر ایک درجے کا لکھا تو باعتبار
اسباب کے لکھا ہے جیسے طبیب ایک بیمار کو کہدیتا ہے کہ بیشک مرجاویگا اسکا مرض قابل علاج
نہیں اور دوسرے بیمار کو کہتا ہے کہ اوسکی بیماری بہت خفیف ہے اور علاج بھی آسان تو یہ
قول طبیب کا ان دونوں کے حق میں باعتبار اکثر احوال کے ہے ورنہ بعض اوقات قریب المرگ
زندہ ہوجاتا ہے اور خفیف مرض میں اجل آجاتی ہے طبیب کو خبر نہیں ہوتی غرضکہ یہ امر اللہ تعالی
کے [illegible] بھیدوں میں سے ہے جو زندہ آدمیوں کی روحوں میں [illegible] ہیں [illegible] ایسے [illegible] اسباب
[illegible] اسباب نے ایک وقت و اندازہ مقرر پر اونکو مرتب کر رکھا ہے آدمی کی [illegible]
اونکو [illegible] سکے اسیطرح آخرت کی نجات و فلاح کے بھی اسباب مخفیہ ہیں کہ اونکی اطلاع سے
آدمی کی طاقت سے باہر ہے جس سبب خفی سے نجات ہوتی ہے اوسکو [illegible] اور [illegible]
اور جو موجب ہلاک ہے اوسکو غضب اور انتقام سے تعبیر کرتے ہیں اور اونکے سوا ایک اور

ان میں شیطان ہی الوہی کا بھید ہے جسکی اطلاع خلق کو نہیں ہوتی اسلیے ہم پر واجب ہے کہ گناہ کبیرہ
تعلق رکھنا چاہتا ہے کہ اوسکی خطائین ظاہری بہت ہون او غضب کا تعلق پر رہو ہمین اگرچہ
ملاحظات ظاہری زیادہ ہون اسلیے کہ اعتبار تقوی کا ہے اور تقوی ایسی چیز ہے جسکا محل دل ہے
کہ خود متقی کو اوسپر اطلاع نہیں ہوتی دوسرے کو کسطرح ہو مگر ارباب قلوب پر یہ بات منکشف
ہو جاتی ہے کہ سبب ظاہر میں کوئی سبب خفی غضب کا مقتضی ہوتا ہے جو بھی عفو ہوا کرتا ہے اور
غضب کبھی ہوتا ہے جب کوئی سبب باطنی مقتضی اوسکا خدا کے نزدیک ہو اور اگر یہ بات نہ ہو تو
عفو و غضب افعال و اعمال کی جزا ہون اور اگر ایسا ہوتا تو [illegible]
[illegible] ان اللہ لا [illegible] [illegible]
کہ انسان کو وہی بدلا ملیگا جو اوسنے کیا ہوگا اور اپنی کمائی کو وہ دیکھیگا [illegible]
اگر انسان کچھ بھی کریگا تو خدا تعالیٰ اوسکے دل کو کچھ کر دیتا ہے [illegible]
تو خدا تعالیٰ کبھی [illegible] چنانچہ ارشاد فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم
حتی یغیروا ما بانفسہم [illegible]
کیونکہ [illegible] دیکھنے میں [illegible]
اور دل کے مشاہدے [illegible]
ہوتی ہے اور اوسکے بعد بھی دیکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible]
نہیں ہو سکتا اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں ما کنا [illegible]
تیسرا رتبہ نجات والون کا ہے اور نجات سے ہماری غرض صرف سلامتی ہے بدون سعادت
و فلاح کے یہ لوگ ایسے ہونگے کہ نہ اونھون نے خدمت کی جو خلعت ملے اور نہ قصور کیا جو عذاب
ملے اور غالب ہے کہ یہ حال کفار میں سے مجنونون اور لڑکون کا اور جو شہر والون کو کا ہوگا
جنکو دعوت اسلام نہ پہونچی ہو اور شہرون سے علیحدہ رہتے ہون اور جہالت و عدم معرفت
پر اونکی عمر کٹ گئی ہو ایسے لوگون کو نہ معرفت ہے نہ انکار نہ طاعت ہے نہ معصیت کوئی
وسیلہ ہے کہ قرب الٰہی حاصل ہو نہ کوئی خطا ہے جو خدا سے دور کرے اسلیے اس قسم کے لوگ
نہ اہل جنت میں نہ دوزخی بلکہ ایک ایسی جگہ میں رہینگے جو جنت و دوزخ کے درمیان ہے
اور اسکو شرع میں اعراف کہتے ہیں اس مقام میں کچھ فرقون کا خلق میں سے ہونا تو آیات
احادیث سے یقیناً ثابت ہے اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہے مگر کسی

فرقہ کو یہ کہنا کہ یہ بھی اعراف میں قطعاً رہینگے یہ امر ظنی ہے مثلاً لڑکون کو کفار کے اولاد
مین رہنے کا حکم مظنون ہے یقینی نہین اور اسکی اطلاع ٹھیک ٹھیک عالم نبوت مین ہے اولیا
و علما کے رتبے کی ترقی اسقدر ہے تک بعید ہے۔ علاوہ ازین لڑکون کے باب مین اخبار بھی
مختلف ہین یہان تک کہ جب ایک لڑکا مر گیا حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ یہ جنت کی چڑیون
مین سے ایک چڑیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے پوچھا کہ تمہین کیسے معلوم ہوا۔
اس صورت مین اشتباہ اس مقام مین غالب تر ہے

چوتھا رتبہ فلاح والون کا ہے یہ لوگ بدون تقلید کے عارف ہونگے اور وہی مقرب اور
سابق ہین اسلیے کہ مقلد کو اگرچہ فی الجملہ کسی مقام مین جنت کے فوز ہوگا بھی تو اصحاب یمین
ہی سے رہیگا اور یہ لوگ مقرب ہونگے او جو کچھ انکو ملیگا حد بیان سے باہر ہے اور جتنا بیان
ہو سکتا ہے وہ وہی جو قرآن شریف مین مذکور ہے خدای تعالی کے بیان سے زیادہ کیا
کوئی کہیگا اور جس بات کی تعبیر اس عالم مین نہین ہو سکتی اوسکو خدای تعالی نے بطور اجمال ارشاد
فرما دیا ہے چنانچہ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ اور حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا
اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ اور عارفون کا مقصود وہی ہے
جو کسی بشر کے دل پر اس عالم مین نہین گذر سکتی اور حور و قصور اور میوہ جات اور دودھ اور شہد اور
شراب اور کنگن و زیور جو جنت کی اشیا ہین وہ نیز عارفون کو حرص نہین ہوتی اور اگر انکو یہ چیزین
دیجاوینگی تو اونہین پر قناعت نکرینگے بلکہ طالب لذت دیدار الہی ہونگے کہ نہایت سعادت اور
انتہائی لذت وہی ہے اور اسواسطے جب حضرت رابعہ عدویہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی رغبت
جنت مین کیا ہوگی اونھون نے فرمایا کہ اول صاحب خانہ پیچھے خانہ حاصل یہ کہ ان لوگون کے دل مین
صاحب خانہ یعنی خداوند کریم کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ اونکو خانہ یعنی جنت اور اسکی آرائش
کی کچھ پروا نہین بلکہ سوای محبوب کے کسی چیز کی تمنا نہین یہان تک کہ اپنے نفس سے بھی اوسکے
عشق مین بیخبر ہوتے ہین اور انکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عاشق کہ اپنے معشوق کے دیکھنے
کی فکر مین ڈوبا ہو اس حال مین اوسکو اپنے نفس کی خبر نہین ہوتی اور جو صدمہ اوسکو پہنچتا ہے
ذرا نہین معلوم ہوتا اس حالت کو فنا فی المحبوب کہتے ہین یعنی اوسکی نوبت اس درجے کو
پہونچ گئی کہ سوائے محبوب کے اور کوئی چیز اوسکے پیش نظر نہین نہ دل مین غیر محبوب کی گنجائش باقی
تا کہ اوسکی طرف التفات کرے وہ غیر خواہ اوسکا نفس ہو یا دوسری کوئی چیز ہو۔ اس حالت

آخرت مین وہ چیز عنایت ہوگی جو اس دنیا مین کسی بشر کے دل مین نہین آسکتی ہے جیسے کہ صورت رنگ آواز کی بہرے اندھے آدمی کے دل پر مفہوم نہین ہوتی لیکن اگر اوسکے کان اور آنکھہ کا حجاب دور ہو جاوے تو ان چیزون کا حال معلوم کرنے لگیگا اور جان لیگا کہ واقع مین پیشتر سے دل مین انکا آنا متصور نہ تھا اسیطرح دنیا بھی درحقیقت ایک حجاب ہے اسکے اوٹھنے سے اوسکو لذت عبادات طیبہ کی معلوم ہوتی ہے اور اس مضمون کا ادراک ہوتا ہے کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ بس مقدر بیان تقسیم درجات کا حسنات پر کافی ہے اور اللہ ہی کی توفیق

تیسرا بیان اس باب مین کہ کنسی بات سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے

جاننا چاہیے کہ صغیرہ چند اسباب سے کبیرہ ہو جاتا ہے اونمین سے ایک اصرار و مواظبت ہے اور اسی بناپر کہا گیا ہے کہ اصرار کے ساتھہ کوئی سا گناہ صغیرہ نہین اور نہ استغفار کے ساتھہ کوئی کبیرہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ اگر آدمی ایک کبیرہ کرکے باز رہے اور پھر دوسرا کبیرہ نہ کرے اگرچہ پھر ممکن ہو تو توقع عفو کی اس صورت مین زیادہ ہے بہ نسبت گناہ صغیرہ کے جسپر مداومت کی جاوے اور اسکی مثال یہ ہے کہ اگر پتھر پر پانی کا ایک ایک قطرہ پے درپے گرا کرے تو اوسپر نشان پڑجاویگا اور اگر سارا پانی اوسی قدر جتنا قطرون مین گرا ہے ایک دفعہ پتھر پر ڈالا جاوے تو کچھہ نشان نہوگا اسی تاثیر کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خَيْرُ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ اور چونکہ چیزین اپنی ضدون سے معلوم ہوا کرتی ہین تو جیسا اس حدیث سے پایا گیا وہ عمل دائم گو قلیل ہو نافع ہوتا ہے اسلیے معلوم ہوا کہ بہت سا عمل جو آدمی ایکہی بار کرے اور پھر دل کی جلا و تطہیر مین نفع کم ہوتا ہے اسیطرح گناہ صغیرہ پر اگر آدمی دوام کرے تو اوسکی تاثیر دل کو میلا اور تاریک کرنے مین زیادہ ہوگی۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ آدمی کا گناہ کبیرہ پر اکبارگی دفعتہ ہو جانا بدون اسکے کہ اوس سے پہلے اور پیچھے گناہ صغیرہ نہ کرے کمتر پایا جاتا ہے مثلا زانی جب زنا کرتا ہے تو بہت کم ہوتا ہے کہ پہلے سے ارادہ اور مقدمات زنا نہ کرے اسیطرح قاتل یکایک قتل نہین کر بیٹھتا جبتک کہ پہلے سے دشمنی اور عداوت نہو اسیطرح ہر ایک کبیرہ کے ارتکاب مین ضمنا ابتدا و انتہا مین صغیرہ بھی پائے جاتے ہین اور اگر بالفرض کوئی ایسا کبیرہ سرزد ہو کہ اوسکے ارتکاب مین صغیرہ نکرنا پڑے یکایک کبیرہ ہی ہو جاوے اور دوبارہ اوسکے کرنے کی نوبت نہ آوے تو غالبا اوسکے معاف ہونے کی توقع زیادہ ہے بہ نسبت اوس صغیرہ کے جسپر انسان عمر بھر مواظبت کرے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہو جانے کا

پنہے کہ گناہ کو چھوٹا جانے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جتنا آدمی اپنے گناہ کو زیادہ سمجھیگا وہ
خدا تعالی کے نزدیک چھوٹا ہوگا اور جتنا گناہ کو صغیر جانیگا وہ خدا کے نزدیک کبیرہ ہوگا
اسواسطے کہ گناہ کو بڑا جاننا اس بات کی دلیل ہے کہ دل میں کراہت نفرت اوس گناہ کی موجود ہے
اسلیے اوسکی تاثیر بھی دل میں خوب نہیں ہوتی اور گناہ کو چھوٹا جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ دلکو اوسکے ساتھ الفت ہے اور اسی وجہ سے دل میں اوسکا اثر بہت ہوتا ہے اور دلکا
مطلوب یہی ہے کہ دل میں روشنی ہوجائے اور ظلمانی سے جو خوف ہے کہ دل پر سیاہی نہ آوے
اور یہی وجہ ہے کہ جب آدمی سے کوئی بات غفلت میں ہوجاتی ہے تو اوسپر اوسکا اثر نہیں پڑتا کیونکہ
غفلت کا دل پر اثر نہیں ہوتی اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا جانتا ہے
کہ گویا ایک پہاڑ اوپر آگیا اب سر پر گر پڑیگا اور منافق اپنی خطا کو ایسا سمجھتا ہے جیسے ناک پر
مکھی بیٹھی اور اوسکو اڑا دیا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جس گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی وہ وہ
گناہ ہے کہ جسکے بعد آدمی یہ کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو تمام گناہ جو میں نے کیے ہیں سب ایسے ہی
ہوتے اور ایماندار کے دل میں گناہ کی عظمت کی یہ وجہ ہے کہ اوسکو خدا تعالی کے جلال کا
علم ہوتا ہے جب اوسکو یہ معلوم ہوتا کہ میں نے اس گناہ سے کسکی نافرمانی کی تو صغیرہ کو بھی نظر
میں کبیرہ سمجھتا ہے۔ روایت ہے کہ اللہ تعالی نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی کا خیال
مت کر بلکہ یہ دیکھ کہ کسنے بھیجا ہے وہ کتنا بڑا ہے اور اپنی خطا کے چھوٹا ہونے کو مت دیکھ
بلکہ اس بات کا لحاظ کر کہ کس جناب سے تونے کسکا مقابلہ کیا ہے۔ اور اسی اعتبار سے بعض
عارفوں کا مقولہ ہے کہ صغیرہ گناہ کا وجود ہی نہیں جس امر میں مخالفت الہی ہو وہ کبیرہ ہی ہے
اسیطرح بعض صحابہ رض سے منقول ہے کہ انہوں نے تابعین کو ارشاد فرمایا کہ تم ایسے عمل
کرتے ہو کہ تمہاری نظروں میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہیں حالانکہ ہم انکو زمانہ رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم میں مہلکات سے سمجھتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ صحابہ رض کو جلال کبریائی بہ
کامل معلوم تھا اسلیے چھوٹے گناہ بھی اونکے نزدیک باعتبار جلال خداوندی کے کبیرہ سمجھے جاتے
اور اسیوجہ سے عالم شخص سے بعض باتیں بڑی معلوم ہوتی ہیں بنسبت جاہل کے اور عامی شخص
سے بعض باتیں درگذر کردی جاتی ہیں نہ عارف سے کیونکہ گناہ اور مخالفت اسیقدر بڑے
ہوتے ہیں جسقدر کہ کرنیوالے کی معرفت زیادہ ہوتی ہے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ
ہونیکا یہ ہے کہ گناہ کرکے خوش ہو اور فخر کرے اور جانے کہ مجھ سے ہوگیا مدعا ہوا تو خدا کی (۲)

نعمت کے سبب سے ہوا اور اس بات سے غافل ہو کہ یہ قصور جسقدر حقارت سے ہیں جسقدر کہ صغیرہ کا
آدمی کو مزہ معلوم ہوگا اتنا ہی وہ بڑا ہوگا اور دل کی تاریکی میں اوسکی تاثیر بھی قوی ہوگی یہانتک
کہ بعض گناہگار ایسے ہوتے ہین کہ اپنی خطا کی داد چاہتے ہین اور اوسکے ارتکاب سے نہایت
شیخی بگھارتے ہین مثلاً مناظرہ والا کہتا ہے کہ کیون تمنے دیکھا ہم نے فلان شخص کو کیسا فضیحت کیا
اور کیسے عیب بیان کیے کہ خجالت زدہ کر دیا اور کیسا بنایا اور خفیف کیا اور تاجر کہتا ہے کہ دیکھو
ہمنے کیسی کھوٹی چیز کیسی بڑھکر ڈالی اور اوسکو فریب دیا اور اوسکے مال مین کیسا اوسکو دھوکا دیا اور کیسا
بنایا وغیرہ اس قسم کی باتین ایسی ہین کہ افسوس صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے ایسے گناہ ہلاک کرنیوالے
ہین جب آدمی اونمین مبتلا ہو جاتے اور شیطان کی اونپر پہنچ [illegible] اپنی مرضی
کے موافق کام لے تو اس امر مین مقام افسوس اور مصیبت کا ہے کہ دشمن اوپر غالب ہوا اور
اپنے آپ کو دوری خدا تعالیٰ سے حاصل ہوئی دیکھو اگر بیمار کسی برتن مین دوا پیتا ہے اور وہ
اتفاق سے ٹوٹ جائے اور اوسکے ٹوٹنے سے بیمار کو اس وجہ سے خوشی ہو کہ اس کا تلخ دوا پینا
جاتا رہا تو اوسکے اچھا ہونے کی توقع نہ رہے گی اور ایک وجہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی یہ بھی ہے
کہ خدا کی پردہ پوشی اور مہلت دینے اور حلم کرنے کو اوسکی عنایت کا باعث سمجھے اور یہ نہ جانے کہ
گناہ کے ترک کرنے مین کاہلی کرے اور یہ نہ جانے کہ مہلت دینے سے خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہے
کہ اور زیادہ گناہ کرلے تو یہ مہلت دلیل خفگی کی ہے جسکو یہ شخص محض عنایت سمجھا ہے معاذ اللہ
کہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہے اور خدا پر مغالطہ کھاتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ اور ایک سبب
صغیرہ گناہ کو کبیرہ بنا دینے کا یہ ہے کہ گناہ کرکے اوسکو کہتا پھرے یا دوسرے کے سامنے کرے اسلئے کہ
اسمین اول تو خدا کی پردہ پوشی کو دور کرتا ہے اور دوسرے غیر شخص کو اوس گناہ کی رغبت
دیتی تو گویا ایک گناہ کے ضمن مین دو خطائین ہوئین اسی جہت سے وہ قصور زیادہ ہوگیا
اور اگر اس دوسرے کے کہنے پر اتنی بات اور کرے کہ اوسکے لیے سامان اس قصور کا جمع
کرے تو چوتھا قصور ہوگا اور نہایت خراب بات ہوگی اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ
سب آدمیوں کے قصور معاف ہونگے مگر اون لوگوں کے جو افشا کرتے ہین کہ رات کو کوئی قصور
کیا جسکو خدا نے پوشیدہ رکھا مگر اونہون نے صبح کو اوسکو خدا کے پردہ کو توڑ ڈالا اور اپنے
گناہ کو کہدیا اور ایسے شخص کے قصور معاف نہ ہونگے یہ وجہ ہے کہ صفات و انعامات خداوندی مین

ایک یہی ہے کہ اچھی بات کو ظاہر کرتا ہے اور عیوب کو چھپاتا ہے اور پردہ فاش نہیں فرماتا تو اپنے عیب کو ظاہر کرنا اس نعمت کی ناشکری کرنی ہے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اول تو آدمی کو گناہ ہی نکرنا چاہیے اور اگر کرے ہی تو دوسرے کو خبر نہ دے ورنہ دو گناہ کا مرتکب ہوگا اور یہیں بلحاظ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ[1] اور بعض سلف کا قول ہے کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان کی پردہ دری اس سے بڑھکر نہیں کرتا کہ اوسکی روبرو گناہ میں کرے اور پھر اوس وقت اوسپر آسان کردے اور ایک وجہ کبیرہ ہوجانے کی یہ ہے کہ گناہ کرنے والا عالم مقتدا ہو تو عالم شخص جب کوئی صغیرہ گناہ کرے اسطرح کہ اوسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کرنے لگیں تو یہ گناہ اوسکے حق میں کبیرہ ہوجاویگا مثلاً اگر حریری کپڑا پہنے یا سونے کی سواری میں سوار ہو یا شبہ کا مال لے یا بادشاہوں کے پاس آمد و رفت رکھے اور اونکے حال کو برا نجانے بلکہ اونکی موافقت کرے یا مسلمانوں کی عزت میں زبان درازی کرے یا مناظرے میں سخت سست بکے یا کسیکو خفیف کرنیکا ارادہ ہو یا علوم میں سے ایسے علوم سیکھے جنسے صرف جاہ حاصل ہوتا ہے جیسے علم مناظرہ اور مجادلہ وغیرہ سو اس اسطرح کے قصور عالم کے ایسے ہیں کہ لوگ اونکی سند کیا کرتے ہیں عالم تو مر جاتا ہے مگر اوسکی برائی باقی رہتی ہے اور مدتوں تک جہان میں پھیلتی ہے تو کیا خوب آدمی ہے وہ شخص کہ جسکے گناہ بھی اوسکے ساتھ ہی مر جاویں۔ اور حدیث شریف میں ہے[2] کہ جو شخص ایک طریق برا نکالے تو اوپر خود اوسکے کرنے کا گناہ ہوگا اور اون لوگوں کا گناہ جو اوس فعل کے مرتکب ہوں حالانکہ اونکے وبال سے بھی کچھ کم نہ کیا جاویگا یعنی مجرم کو جدا گناہ ہوگا اور بانی کو جدا اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ[3] آثار وہ ہیں اعمال کو کہتے ہیں کہ بعد گذرجانے عمل اور عامل کے عامل کو پہنچتے رہیں اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ عالم کی خرابی دوسروں کے اتباع سے ہوتی ہے اوس سے اگر لغزش ہوجاتی ہے تو توبہ کرلیتا ہے مگر لوگ اوس بات کو کرنے لگتے ہیں اور جہان میں منتشر کردیتے ہیں اور بعضوں کا قول ہے کہ عالم کا قصور مثل کشتی کے ٹوٹنے کے ہے کہ وہ خود بھی ڈوبتی ہے اور جو لوگ اوسپر سوار ہوں اونکو بھی ڈبوتی ہے۔ اور بنی اسرائیل کی حکایتوں میں مذکور ہے کہ ایک عالم لوگوں کو بدعت سکھا کر گمراہ کیا کرتا تھا پھر اوسکو توبہ نصیب ہوئی تو ایک مدت تک خلق کی اصلاح کی خدا تعالی نے اوس وقت کے پیغمبر پر وحی نازل کی کہ اوس سے کہدو کہ اگر تیرا قصور صرف میرا ہی قصہ کیا ہوتا تو

[1] منافق مرد اور عورتیں سب کی ایک چال ہے سکھاویں بری بات اور چھڑاویں بھلی ۱۲

[2] مسلم بروایت جریر بن عبداللہ ۱۲

[3] [illegible]

البتہ مین معاف کر دیتا لیکن اسکا کیا علاج ہے کہ تو نے میرے بندون کو گمراہ کیا اور انکو گمراہی کے باعث مین نے دوزخ مین ڈالدیا۔ اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ علما کے لیے بڑا خطرہ ہے اسلیے انکو دو باتین کرنی چاہیین اول تو یہ کہ گناہ کو سرے سے ترک کرین اور دوسرے یہ کہ اگر سرزد ہو جاوے تو مخفی ہو ظاہر نہونے پاوے اور جسطرح کہ علما کے حق مین گناہون کے باعث وبال زیادہ ہوتا ہے اسیطرح انکی نیکیون کا ثواب بھی دوسرونکے اتباع کے باعث زیادہ ہوتا ہے مثلاً اگر عالم زینت ظاہری اور دنیا کی رغبت چھوڑ دے اور دنیا سے تھوڑی شی پر قناعت کرے اور کھانا بقدر میسر اوقات کھاوے اور کپڑا بقدر ستر پوشی اور یہ باتین اسکا اتباع سے اور لوگ عالم خواہ عوام اختیار کرین تو جتنا ثواب اونکو ملیگا وہ سب اسکو بھی ملیگا اور اگر خود عالم زینت کا راغب ہوگا تو اورون کو بھی رغبت ہوگی اور اونکی حرص دنیا اور دھر کو بڑھیگی اور سامان ظاہری بدون خدمت حکام ظالم اور مال حرام کے ہاتھ آنا ممکن نہین ہو سکتا تو گویا یہی عالم ان امور کا باعث ہوگا غرضکہ عالم کے ہر کام کا جیسے نفع زیادہ ہوتا ہے ویسا ہی نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفصیل گناہون کی جنسے توبہ کرنی چاہیے اسیقدر کافی ہے جو یہان تک مذکور ہوئی

تیسری فصل اس باب مین کہ توبہ کامل کیا ہے اور اوسکے شرائط اور آخر عمر تک انکے ہمیشہ کرنے کا ذکر مین حصول ہونا توبہ

بیان اول توبہ کامل کا حال یہ بات ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ توبہ ندامت کو کہتے ہین جو موجب عزم و قصد کا ہوتا ہے اور یہ ندامت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ علم گناہون کے حائل ہونے کا اپنے آپ مین اور اپنے محبوب مین ہو جاتا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ ان تینون اجزا توبہ یعنی علم اور ندامت اور عزم مین سے ہر ایک کے لیے دوام اور کمال ہے اور کمال کی پہچان ہے اور دوام کے لیے شرطین ہین تو ضرور ہوا کہ سب کو مذکور کیا جاوے علم کا بیان تو سبب توبہ کا بیان کی جو عنقریب آویگا اول ندامت کو سمجھنا چاہیے کہ ندامت دل کے درد کا نام ہے جو محبوب کے فوت ہونے کی اطلاع سے اوسکو ہوتا ہے اور اوسکی پہچان یہ ہے کہ حسرت و اندوہ بے پایان ہونا اور آنسوؤن کا بہانا اور بہت رونا اور فکر مین رہنا جیسے کوئی اپنی اولاد یا کسی دوسرے عزیز قریب کی مصیبت سے واقف ہو کر اسپر بلا نازل ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسپر بھی بڑا صدمہ گذریگا اور مصیبت ہوگی اب ہم پوچھتے ہین کہ نفس سے زیادہ آدمی کا کونسا عزیز ہے اور آتش دوزخ سے بڑھکر کونسی بلا ہے اور گناہون سے زیادہ کونسی دلیل عذاب کے نازل ہونے کی ہے

اور خدا اور رسول سے بڑھکر کونسا مخبر صادق ہے بلکہ ایک انسان جسکو طبیب سمجھتے ہین اگر
کسی شخص سے کہدے کہ تیرے بیٹے کو ایسا مرض ہے کہ اوس سے جانبر نہوگا اور عنقریب مرجاویگا
تو اوسیوقت اوسپر رنج ٹوٹ پڑیگا اب یہ دیکھو کہ نہ تو بیٹا اپنے نفس سے زیادہ عزیز ہے اور
نہ طبیب خدا اور رسول کی نسبت زیادہ جانتا ہے اور نہ زیادہ سچا ہے اور
نہ موت دوزخ کی آنچ سے زیادہ سخت ہے اور نہ مرض زیادہ تر دلالت موت پر رکھتا ہے بہ نسبت
گناہون کی دلالت کے خدا کے غضب پر اور دوزخ مین پہنچانے پر اس سے معلوم ہوا
کہ آدمی کو اپنے حال پر زیادہ حسرت والم وہ کرنا چاہیے جسقدر رنج وندامت زیادہ ہوگا اوتنی ہی قدر
گناہون کے دور ہونے کی توقع زیادہ ہوگی بہرحال ندامت صحیح کی پہچان یہی ہے کہ دل نرم ہو اور
آنسو کثرت سے نکلین اور حدیث[ح۱] شریف مین وارد ہے کہ توبہ کرنے والون کے پاس بیٹھا کرو کہ
اونکے قلب نرم ہوتے ہین اور ایک پہچان یہ ہے کہ گناہون کی حلاوت کے بدلے تلخی جی مین
جم جاوے کہ میل کے عوض کراہت اور رغبت کی عوض نفرت کرنے لگے اور بنی اسرائیل کے
حالات مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے بہت برسون تک عبادت مین کوشش کی پر اوسکی توبہ کے
قبول کا ظاہر نہوا اسلیے وہ پیغمبر وقت سے خواہان سفارش ہوا اونھون نے جناب باری مین
اوسکے لیے دعا کی خداتعالی نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی کہ اگر تمام آسمان
وزمین کے رہنے والے اوسکی سفارش کرینگے تب بھی اوسکی توبہ قبول نکرونگا جب تک اس گناہ
توبہ کی ہے اوسکا مزہ اوسکے دل مین رہیگا - اب یہان اگر کوئی کہے کہ گناہ تو لبعا آدمی کو
مرغوب ہوتے ہین انکی تلخی دل مین کسطرح جاگزین ہوگی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ فرض کرو کہ کسی شخص نے
شہد کھایا جسمین زہر ملا ہوا تھا اور مزے کیوقت معلوم نہوا بلکہ لذیذ معلوم ہوا لیکن پھر بیمار پڑا
اور مرض بڑھگیا بال بکھر گئے اعضا اینٹھ گئے - اب اگر بیمار اوسکے سامنے شہد لاوے جسمین
ویسا ہی زہر ملا ہوا اور اوسکو نہایت درجے کی بھوک ہو اور خواہش شیرینی ہو تو بتاؤ کہ اوسکا نفس
اس شہد سے نفرت کریگا یا نہین اگر وہ کہ نہ کریگا تو یہ تجربہ اور امتحان کے خلاف ہے بلکہ تعجب نہین
کہ بعد اسقدر تکلیف کے اگر پھر شہد خالص بھی آویگا تو رنگ کے یکسان ہونے سے اوس سے بھی
نفرت کریگا چنانچہ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک کے پیتا ہے پس توبہ کرنے والا
جو گناہون کی تلخی دلمین پاتا ہے اوسکو بھی اسیطرح سمجھنا چاہیے کہ اول وہ سکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ
ہر ایک گناہ کا مزا تو شہد کیطرح لذیذ ہے مگر اوسکی تاثیر زہر کی سی ہے اور جب تک اعتقاد نہو

تب

ح۱ یہ حدیث مرفوعا بنین ملی اور یہ قول عون بن عبداللہ کا ہے ابن ابی الدنیا نے اسکو روایت کیا ہے ۱۲

تب تک توبہ صحیح اور سچی نہیں ہوتی اور چونکہ اس جیسا ایمان بہت کمیاب ہے اسلیے توبہ کا
وجود اور توبہ کرنے والے بھی کمیاب ہیں سب کا یہی حال ہے کہ اکثر لوگ طرف سے روگردان
اور گناہوں پر مصر اور کسل کرنے والے ہیں غرضکہ شرط کمال ندامت کی وہی ہے جو اوپر مذکور
ہوئی اور اسکی مداومت موت تک چاہیے اور تلخی مذکورہ کو جمیع گناہوں میں یکساں جاننا چاہیے
گو پہلے اوسکا مرتکب نہوا ہو مثلاً اگر شہد کے ساتھ زہر کھانے والا ٹھنڈے پانی میں بھی
ویسا ہی زہر جان لے تو پھر کر اوسکو بھی نہ پیئیگا اسلیے کہ اوسکو ضرر شہد سے نہیں ہوا تھا
بلکہ زہر کی چیز جو شہد میں تھی وہ پانی میں بھی موجود ہے اسیطرح تائب آدمی کا نقصان کسی خاص
گناہ سے مثلاً چوری یا زنا سے اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ اس خاص سے سرزد ہوا بلکہ اس وجہ سے تھا
کہ حکم الٰہی کی ہوئی اور یہ بات ہر ایک گناہ میں موجود ہے باقی رہا قصد جو ندامت سے
پیدا ہوتا ہے یعنی ارادہ تدارک تو اوسکو تینوں زمانوں سے تعلق ہے ارادہ تدارک کا زمانہ حال میں
اس بات کا موجب ہے کہ جو ممنوع بات کر رہا ہو اوسکو چھوڑ دے اور جس فرض کے ادا کرنے پر متوجہ ہو
اوسوقت ادا کرے اور زمانہ گذشتہ سے تعلق اس بات کا خواہاں ہے کہ جو کچھ قصور ہو گیا اوسکا
تدارک کرے اور زمانہ مستقبل سے اس بات کا متقاضی ہے کہ موت کے وقت تک دوام طاعت اور ترک
اور گناہ کا تارک رہے اور شرط صحت توبہ کی زمانہ گذشتہ کے تعلق کے اعتبار سے یہ ہے کہ فکر
کرکے یہ بات معلوم کرے کہ میں کس دن بالغ ہوا تھا خواہ عمر کی رو سے یا احتلام کی رو سے جب
یہ بات معلوم ہو جائے تو روز بلوغ سے اوسوقت تک جتنی عمر اسکی ہوئی اوسکا ایک ایک سال اور مہینا
اور دن اور سانس تلاش کرے کہ ان میں کون کونسی طاعات میں مجھسے قصور ہوا یا کتنے گناہ
مجھسے سرزد ہوئے پس جب معلوم ہو کہ کوئی نماز نہیں پڑھی یا ناپاک کپڑے میں پڑھی تھی یا شرط
نیت کی ناواقفیت سے بدون نیت صحیح ادا کی تھی تو اوس نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر نمازیں جو
فوت ہو گئی ہوں اونکی شمار معلوم نہو تو مدت بلوغ سے حساب کرے اور جسقدر یقینی ادا کی ہوں
اونکی تعداد چھوڑ کر باقی کو قضا پڑھے اور تعداد باقی کی غالب ظن اور اٹکل سے مقرر کر لینی جائز ہے
اور اگر روزہ حالت سفر میں افطار کیا ہو اور پھر اوسکے عوض کا نہ رکھا یا قصداً افطار کیا ہو یا رات کو
نیت نہ کی ہو اور ایسے روزوں کی قضا نہ کی ہو تو اسطرح کے جتنے ہوں اونکا شمار تحقیق اور
اٹکل سے معلوم کرکے اونکو قضا رکھے۔ اور زکوۃ اگر نہ دی ہو تو اپنے سارے مال کو دیکھے کہ کب سے
میری ملک میں آیا کیونکہ زکوۃ تو لڑکے کے مال پر بھی واجب ہے اسمیں بلوغ کی قید نہیں پھر

حساب سے جسقدر گمان غالب کی رو سے اپنے ذمے نکلا اوسکو ادا کیجئے اور اوسکے ادا
کرنے کے لیے اپنے مذہب کی مطابقت پر خیال نکیا مثلاً کوئی شخص شافعی مذہب تھا
اوسنے زکوۃ کا مال آٹھوں مصرف میں صرف نکیا یا مال زکوۃ کا عوض دیدیا تو اوسکو چاہیے
کہ زکوۃ از سر نو دے کیونکہ اوسکے امام کے نزدیک اوسکی ادا درست نہیں ہوئی اور چونکہ مسائل
زکوۃ کے طویل ہیں اور اونکے حساب معلوم کرنے میں غور تامل چاہیے اسلیے تائب کو لازم ہے
کہ اوسکو جاننے والے سے پوچھ لے کہ ایسی ایسی صورت میں عہدہ برائی کا کیا طور ہے۔ اور حج کا حال
یہ ہے کہ اگر کسی برس میں اوسکو قدرت حج کی تھی مگر نہ کیا اور اب مفلس ہو گیا تو اوسپر جانا واجب ہے
اگر افلاس کے باعث قدرت جانے کی نہیں رکھتا تو چاہیے کہ مال حلال سے بقدر زاد کے کمالے
اور اگر نہ مال ہو نہ کوئی کمانے کی تدبیر جانتا ہو تو چاہیے کہ لوگوں سے کہے کہ مجھکو اپنی زکوۃ و
صدقات میں سے اتنا دو کہ حج ہو سکے اسلیے کہ اگر شخص بدون حج کیے مر جاویگا تو گناہگار
مریگا حدیث شریف میں ہے من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیا وان شاء نصرانیا اور بعد قدرت حج
جو عاجز ہو گیا اوس سے فرضیت حج کی ساقط نہیں ہوتی یہ طور ہے طاعات کی تفتیش اور انکے
تدارک کا۔ اور معاصی کی صورت یہ ہے کہ شروع بلوغ سے توبہ کے دن تک اپنے سب اعضا
کان و آنکھ اور زبان و پیٹ اور ہاتھ پاؤں اور شرمگاہ وغیرہ کے گناہ پھر سے تمام
دنوں اور گھنٹوں میں سوچے اور دفتر معاصی کو یوں لکھے جیسے کہ گناہ پر واقف ہو پھر یہ
دیکھے کہ ان گناہوں میں سے صرف خدا کے حقوق کے متعلق کون سے ہیں جو اطلاع سے پاک
مثلاً غیر محرم کیطرف دیکھنا اور ناپاکی کی حالت میں مسجد میں بیٹھنا اور بے وضو کلام اللہ کو چھونا
اور کسی بدعت کا معتقد ہونا اور شراب پینا اور مزامیر سننا وغیرہ جنکو تعلق اور لوگوں کے
حقوق سے نہیں تو ایسے گناہوں سے توبہ کی صورت یہ ہے کہ اونپر ندامت اور حسرت کرے
اور پھر ہر گناہ کے لیے ایک مقدار بڑی ہونے کی مقرر کرے اور مدت بھی ہر ایک کی
ٹھہرالے اب ہر ایک کی عوض ایسی نیکی کرے جو مقدار اور وقت میں اوس گناہ کے مقدار
و وقت کے برابر پڑے اس حساب سے جتنی برائیاں کی ہونگی اوتنی ہی نیکیاں کرنی چاہیے
اور اسکی وجہ یہ حدیث شریف ہے کہ اتق اللہ حیث کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا اور یہ آیت بھی
ان الحسنات یذہبن السیئات اب تدارک کی شکلیں ... مثلاً اگر راگ سنے
ہوں تو اونکی عوض اوتنی ہی دیر قرآن یا وعظ یاد کرے اور اگر مسجد میں ناپاکی کی حالت میں بیٹھا

بیٹھا ہو تو اعتکاف کی نیت سے بیٹھکر مشغول عبادت ہوا اور اگر بے وضو کلام مجید کو ہاتھ
لگایا ہو تو اوسکی تعظیم زیادہ کرے اور کثرت سے اوسمین تلاوت کرے اور کثرت سے اوسکو
بوسہ دیا کرے اور ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھے اور وقف کرے اور شراب پی ہو
تو شربت شدہ حلال کمائی کا جو شراب سے بھی زیادہ محبوب ہو صدقہ کرے سب گناہون کا
شمار غیر ممکن ہے مقصود یہی ہے کہ جو طریق گناہون کے خلاف ہوا اوسکا سلوک کرے [illegible]
سمجھنا چاہیے کہ ضد کا علاج اوسکی ضد سے ہوتا ہے تو جو تاریکی دل پر کسی گناہ سے لگی ہو وہ نور اسی نیکی سے کہ جو
[illegible] گناہ [illegible] مناسبت ہوا کرتی ہے اسلیے یون [illegible]
[illegible] گناہ [illegible] نیکی [illegible]
باقی [illegible] گناہ [illegible]
[illegible] گناہون [illegible] زیادہ [illegible]
کرے گو یہ بھی گناہون کے محو کرنے مین خالی تاثیر سے نہین اب رہی یہ بات کہ گناہ اپنی
ضد سے کیون دور ہوجاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہون کی جڑ ہے اور
دنیا کے اتباع کا اثر دل مین یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے خوش ہوا اور اوسکی طرف اشتیاق کرے
تو ضرور ہوا کہ اگر کوئی ایذا ایسی مسلمان پر پڑے کہ جس سے دل اوسکا دنیا سے علیحدہ ہو تو
وہ بھی اوسکے حق مین کفارہ ہوگا کیونکہ رنج و غم سے دل کو دنیا سے علیحدگی ضرور ہوتی ہے
چنانچہ یہ مضمون احادیث شریف مین موجود ہے کہ بعضے گناہ ایسے ہین کہ اونکا کفارہ صرف
رنج ہی ہوتا ہے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ فکر طلب معیشت اوسکا کفارہ ہوتا ہے اور
حضرت عائشہ رض سے جو حدیث مروی ہے اوسمین یون ارشاد ہے کہ جب بندے کے
گناہ زیادہ ہوتے ہین اور اعمال اونکے کفارے کے لیے نہین ہوتے تو اللہ تعالی اوسپر
بہت سے رنج ڈالدیتا ہے وہی اوسکے گناہونکا کفارہ ہوجاتے ہین اور کسیکا قول ہے
کہ جو رنج کہ بندے کے دل پر آتا ہے اور وہ اوسکو نہین پہچانتا وہ گناہون کی تاریکی ہے اور
اوسے رنج کرنا یون ہوتا ہے کہ دل حساب کے لیے توقف کرے اور حشر کی ہیبت سے خوف ہو
یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ انسان کا رنج اکثر مال اور اولاد اور جاہ کے لیے ہوتا ہے اور
یہ گناہ ہے پس گناہ کا کفارہ گناہ کیونکر ہوگا تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ان چیزون کی محبت
گناہ ہے اور اسسے محروم رہنا اوسکا عوض ہے اگر محبت کی اقتضا کے موجب متمتع ہوتا

تو پورا قصور ہوتا۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانہ میں گئے آپ نے اونسے پوچھا کہ اوس دردمند بوڑھے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس حال میں چھوڑا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ تمپر اتنا رنج کیا جتنا سو عورتون کو ہو جنکے بچے مر گئے ہون آپنے پوچھا کہ پھر اسکا ثواب خدا کے یہان اونکو کتنا ہوگا اونھون نے فرمایا کہ سو شہیدون کا ثواب ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ رنج بھی بندہ کے حقوق کا کفارہ ہو جاتے ہین یہان تک حال اونہی گناہون کا ہوا جو بندہ مین اور خدا تعالی مین ہون اب حقوق عباد کو سننا چاہیے کہ اونمین بھی خدا تعالی کا حق ہوتا ہے اسلیے کہ خدا تعالی نے بندون پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے پس جو شخص کہ دوسرے پر ظلم کریگا وہ خدا تعالی کی مخالفت پہلے کریگا غرض جو قصور اس قسم کے ہون اونمین سے حقوق الہی کا تدارک تو یہ ہے کہ ندامت اور حسرت کرے اور آیندہ کو ویسا کام نکرے اور جو نیکیان اون قصورون کی ضد ہون اونکو بجا لاوے مثلاً اگر لوگون کو ستایا ہو تو اونپر احسان کرے اور مال چھین لیا ہو تو اپنی ملک حلال اوسکے کفارہ میں خیرات کرے اور اگر کسیکی غیبت یا طعن و تشنیع کی ہو تو اوسکی ثنا کرے دینداری [illegible] اور اپنے ہمسرون کی خوبیات اچھی ہو اوسکو ظاہر کرے اور اگر کسیکو قتل کیا ہو تو بردہ آزاد کرے اسمین بھی گویا ایک طرح کا زندہ کرنا پایا جاتا ہے اسلیے کہ غلام اپنے نفس کے اعتبار سے نابود اور مالک کے اعتبار سے موجود آزاد کرنے مین وہ حیات اوسکو حاصل ہوتی ہے جو فنا سے اوسکے نفس کے لیے ہو اسلیے آزاد کرنا ایک طرح کا ایجاد ہے کہ قابل ہونیجے [illegible] اور انسان اس سے بڑھکر اور کوئی ایجاد نہین کر سکتا اور کفارہ اور [illegible] طریق مخالف کا چلنا لکھا ہے شریعت مین اوسکی نظیر موجود ہے مثلاً کفارہ قتل النفس مین آزاد کرنا غلام کا اسیوجہ سے ہے کہ ایجاد مقابل فنا کرنے کے ہو بہرحال حقوق عباد مین صرف یہی کافی اور موجب نجات نہوگا کہ ندامت و حسرت کرے یا اوسکے مقابل نیکی کرے بلکہ اسکے لیے حقوق عباد کا ادا کرنا بھی ضرور ہے اور حقوق عباد یا تعلق جان سے ہین یا مال سے یا عزت سے یا دل سے اور تعلق بدل سے ہماری غرض ایذای محض ہے۔ اب ہر ایک کی تفصیل سننی چاہیے کہ اگر ظلم جان پر ہوا ہے بایں طور کہ قتل خطا کا مرتکب ہوا تھا تو اوسکی توبہ یہ ہے کہ خونبہا مستحق شخصون کو دے خواہ اپنے پاس سے دے یا اپنے رشتہ دارون سے دلاوے جب تک مستحق کو خونبہا نہ پہونچے تب تک اس خطا سے بری نہوگا۔ اور اگر قتل عمد بتقریب

مرتکب

تو اوسکی توبہ قصاص سے مقبول ہوگی اور اگر کسیکو قتل کا حال معلوم نہو تو قاتل پر واجب ہے کہ
مقتول کے ولی سے جا کر قتل کا حال کہدے اور اپنی جان اوسکے اختیار مین کر دے
چاہے وہ معاف کرے چاہے مار ڈالے اور بدون سیاست کے اوسطرح بری الذمہ
نہوگا اور اسکا چھپانا ہرگز درست نہین اور اسکی صورت ایسی نہین جیسے زنا اور چوری اور
شرابخواری اور راہزنی یا اور کسی فعل کی جسپر خدا تعالی کی مقرر کی ہوئی سزا واجب ہوتی ہے
ان صورتون مین توبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو فضیحت کرے اور پردے کو فاش
کردے اور ولی سے سوال کرے کہ خدا تعالی کا حکم مجھپر جاری کر بلکہ یہ واجب ہے
کہ جیسا خدا تعالی نے اسکا پردہ رکھا ہے ویسا ہی رہنے دے اور اپنے نفس پر اعمال
کی سزا قائم کرے جسطرح کہ چاہے اور عذاب نفس کے لیے تجویز کرے اسلیے کہ محض
حقوق خداوندی کا عفو توبہ اور ندامت سے ہوسکتا ہے اور اگر ان صورتون مین بھی حاکم تک
نوبت پہونچاویگا اور اپنے اوپر حد جاری کراویگا تب بھی توبہ صحیح اور اپنے موقع پر ہوگی اور
خدا تعالی کے نزدیک مقبول ٹھہرے گی چنانچہ مروی ہے کہ ماعز بن مالک رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مین نے ظلم اپنے نفس پر کیا کہ
مجھسے زنا ہوگیا اور مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجکو اس قصور سے پاک کر دین آپ نے اونکا کہنا
پھیر دیا دوسرے روز پھر آکر اوسیطرح عرض کیا اور تب بھی آپ نے ٹال دیا جب تیسرے روز
پھر عرض کیا تو آپ نے اونکے لیے گڑھا کہدوایا اور سنگسار کرا دیا اونکے باب مین لوگون کے
دو فریق ہوگئے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ انکی موت ایسے حال مین ہوئی کہ گناہون نے چار طرف سے
گھیر لیا تھا اور ایک فرقہ کا قول یہ تھا کہ اسکی توبہ سے سچی توبہ اور کوئی نہین پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرقہ دوم کی تصدیق کے لیے فرمایا کہ اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام
امت مین اسکی توبہ تقسیم کیجاوے تو منقسم ہوسکتی ہے اسیطرح غامدیہ کا حال مشہور ہے کہ اوسنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین عرض کیا کہ مجھسے زنا صادر ہوا آپ مجھکو پاک کر دیجے
آپ نے اوسکو پھیر دیا دوسرے روز اوسنے پھر عرض کیا کہ آپ مجھکو کیون نہین پاک
فرماتے کیا مجھکو ماعز کیطرح آپ سمجھتے ہین مجکو تو زنا کا حمل موجود ہے آپ نے فرمایا کہ جبتک تیرے
بچہ نہوگا تب تک حد جاری نہوگی جب بچہ پیدا ہوا اوسکو ایک کپڑے مین لپیٹ کر لائی اور عرض کیا کہ یہ بچہ ہوا
آپ نے فرمایا کہ جا اوسکو دودھ پلا جب اوسکا دودھ چھٹ جائیگا تب دیکھا جائیگا جب بچہ کا دودھ چھوٹا تو وہ بچہ کو لیکر آئی

ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکا دودھ چھڑا دیا اب یہ کھانا کھانے لگا
آپ نے اوس لڑکے کو ایک مسلمان کے حوالہ کر دیا اور اوسکے لیے سینے تک گڑھا کھدوا دیا اور
لوگونکو حکم سنگسار کرنے کا دیا جب خالد ابن ولید نے آکر ایک پتھر اوسکے سر میں مارا تو خون کی
چھینٹیں اونکے چہرے پر پڑیں انہوں نے اوسکو گالی دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی
گالی سنکر فرمایا کہ ای خالد گالی مت دے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے کہ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ صاحب مکس کرے تو اوسکی بھی مغفرت
ہو جاوے پھر آپ نے حکم دیا تو اوسکی نماز پڑھی گئی اور دفن کی گئی فائدہ مکس اوس مال کو کہتے ہیں
جو عشر لینے والا لوگوں سے لیا کرتا ہے اور حدیث شریف میں مذکور ہے کہ مکس لینے والا جنتی
نہوگا اس حدیث میں مذکور فرمایا کہ اگر مکس والا بھی ایسی توبہ کرے تو ہر چند قابل دخول جنت
نہیں مگر اوسکی بھی مغفرت ہو جاوے فقط غرضکہ حقوق الٰہی کی توبہ بدون معاف کرانے کے
بھی ہو سکتی ہے مگر قصاص اور حد قذف میں مستحق شخص کو اپنے اوپر اختیار دے دینا ضرور ہے
اور مال کا حال یہ ہے کہ اگر کسیکا مال غصب یا خیانت یا معاملہ میں غبن کرنے سے لیا ہو یا ایسا ہو کہ
کسیکو فریب دیا ہو یا اپنی چیز کا عیب خریدار سے نہ کہا ہو یا کھوٹا دام چلا دیا ہو یا مزدور کی مزدوری
کم دی ہو یا نہ دی ہو تو ایسی قسم کی سب باتوں کی تلاش واجب ہے اور اسمیں کچھ قید بلوغ کی
نہیں بلکہ روز پیدائش سے توبہ کے دن تک جو مال اسطرح آیا ہو سب کی تلاش کرے اسلیے
کہ لڑکے کے مال میں اگر اس قسم کا مال آ جاوے تو بعد بلوغ کا اوسکا تلافی کرنا واجب ہے
بشرطیکہ اوسکے ولی نے اوسمیں کوتاہی کی ہو اور اگر بعد بلوغ ایسا نکریگا تو ظالم ٹھہریگا اور
اوسکا مواخذہ گردن پر رہیگا حقوق مالی میں لڑکا اور جوان یکساں ہیں اسلیے شروع پیدائش
سے توبہ کے دن تک کوڑی کوڑی کا حساب کر لے ایسا نہو کہ اوسکا حساب قیامت پر جا پڑے
اور مواخذے میں پھنس جاوے اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب دنیا میں نہیں کرتا اوسکا حساب
قیامت میں بہت لمبا ہوتا ہے جب اسطرح حساب کر چکے تو گمان غالب اور قدر طاقت سے جو
معلوم ہو جاوے کہ میرے ذمے لوگوں کا اتنا مال ہے تو چاہیے کہ وہ مال جس جس کا ہے
اسامی وار لکھ لے اور پھر شہر و دیار میں گھومتا پھرے اور ہر ایک کی تلاش کرے اور پھر
یا معاف کرا لے یا اوسکا حق جتنا ہے حوالہ کرے اور یہ توبہ ظالموں اور تاجروں پر دشوار ہے
اسلیے کہ اونسے سب اہل معاملہ کا تلاش کرنا نہیں ہو سکتا نہ اونکے وارثوں کی تلاش کر سکتے ہیں

لیکن

لیکن اوسپر بھی واجب ہے کہ حتی الامکان اس باب مین سعی کرین اور اگر اس سے عاجز ہو
تو اسکا اور کوئی علاج نہین بجز اسکے کہ حسنات اس کثرت سے کرے کہ قیامت کے روز
حقدار کا حق اوسنے ادا ہو سکے اور اوسکے نامۂ اعمال مین سے حقدارون کے پلے مین
رکھدیے جاوین تو ضرور ہوا کہ جتنے حق لوگون کے اپنے ذمے ہون اونھین کے موافق حسنات
بھی ہون ورنہ اگر حسنات حقوق کو وفا نکرینگے تو حقدارونکے گناہ اسکے ذمے کردیے جاوینگے
اور دوسرون کے گناہون کے بدلے مارا پڑیگا پس جو شخص حقدارون کے حقوق ادا کرنے
چاہے اوسکی توبہ کا یہ طریق ہے اور اس سے نکلتا ہے کہ تمام عمر حسنات ہی مین کاٹے لیکن
بقیہ عمر اتنی ہو کہ جتنی حق تلفی مین گذری مگر چونکہ عمر کا حال معلوم نہین شاید بہت تھوڑا زمانہ
ایام ظلم کے مقابل ہو اسلئے ضرور ہوا کہ جسقدر سیئات کیواسطے مستعد تھا اوس سے زیادہ حسنات
کیواسطے مستعد ہے کیونکہ گناہون کے لیے وقت بہت تھا اور حسنات کے لیے معلوم نہین
شاید تھوڑا ہی وقت ہو اور جو مال کہ پاس موجود ہو اور اوسکا مالک بھی معلوم ہو تو اوسکے
حوالہ کردینا چاہیے اور جسکا مالک معلوم نہو تو اوسکو خیرات کردینا چاہیے اور اگر مال حلال اور
حرام مل گیا ہو تو اسمین سے جسقدر مال حرام ہو اوسکو نکالکر خیرات کردینا چاہیے چنانچہ اوسکی تفصیل
باب حلال اور حرام مین گذر چکی ہے باقی رہا دلونکا ایذا دینا کہ لوگون کے سامنے ایسی باتین کرے
جنسے اونکو ایذا ہو یا غیبت کسیکی کرے تو اوسکا تدارک یہ ہے کہ جسکی زبان درازی کی ہو یا
دل دکھایا ہو تو ایک ایک کو ڈھونڈھکر معاف کرائے اور اگر کوئی اونمین سے مرگیا ہو
یا مفقود الخبر ہو گیا ہو تو اوسکا تدارک کچھ نہین بجز اسکے کہ حسنات بہت سی کرے تا کہ قیامت کو
عوض کے وقت حسنات سے دے سکے اور جو کوئی ملجاوے اور بخوشی خاطر معاف کردے تو
اوسکی نسبت جو قصور کیا ہوگا اوسکا کفارہ ہوجاویگا مگر اوسپر واجب ہے کہ جتنا قصور کیا ہو اور
جو کچھ زبان سے اوسے کہا ہو وہ بیان کردے مبہم معاف کرانا کافی نہوگا کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے
کہ جب کسی دوسرے شخص کی زیادتی اپنے اوپر معلوم ہوتی ہے تو اوسکا دل معاف کرنے کو
نہین چاہتا ہے اور قیامت پر چھوڑتا ہے کہ اوس روز اوسکی حسنات مین سے عوض لے لونگا
یا میرے قصور اوسکے ذمے چلے جاوینگے پس اگر منجملہ قصور کوئی ایسا ہو کہ اوسکے بیان کرنے
سے دوسرے کو ایذا ہوگی مثلاً کسیکی لونڈی سے زنا کیا ہو یا کسیکی منکوحہ سے یا زبان سے
اوسکو ایسا عیب لگایا ہو جو اوسکے مخفیہ عیبون مین سے ہو تو ظاہر ہے کہ ان باتون کو اگر اوسکے

ساتھ بیان کریگا تو اوسکو بہت بڑی ایذا ہوگی ایسی صورت میں راہ معافی کرانے کی مسدود ہے
مگر یہ ہوسکتا ہے کہ مبہم معاف کرا لے پھر جو کسر رہ جاویگی اوسکو حسنات سے پورا کرے جیسا کہ
مردہ اور مفقود و غائب کے حق کے لیے بیان ہوا لیکن ذکر کرنا اور شمار کرنا ایک نیا قصور ہے
اوسکو بھی معاف کرانا واجب ہے اور اگر جسکا قصور کیا ہے اوسکے ساتھ قصور کا ذکر کیا
اور وہ معاف کرنے پر راضی نہوا تو اوسکا مطالبہ مجرم کے ذمہ رہیگا اسلیے کہ وہ دوسرے کا حق ہے اوسکی
باقی ہے اس صورت میں مجرم کو چاہیے کہ اوسکے ساتھ بہتری سے پیش آوے اور اوسکے کام
خدمت اور حاجات میں کام آوے اور اوسکے ساتھ اپنی محبت اور شفقت ظاہر کرے جس سے
اوسکا دل اسکی طرف مائل ہوجاوے کیونکہ انسان بندۂ احسان ہے جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں

شعر

ببخش ای پسر کادمی زادہ صید ، باحسان توان کرد وحشی بقید

تو جب کوئی شخص خیال کے سبب اچھٹ جاتا ہے وہ اوسکی نیکی سے راضی ہوجاتا ہے نتیجہ یہ ہے
اوس شخص کا دل مجرم کی طرف سے نرمی اور دوستی دیکھیگا تو معاف کرنے کے لیے راضی
ہوجاویگا اور اگر اسپر بھی اصرار معاف نکرنے پر کیے جاویگا تو مجرم کی نرمی اور خدمتگذاری
اون حسنات سے ہوگی جنسے قیامت میں قصور کا عوض ہوسکیگا اور اوسکی خوشی اور
رضامندی اور دوستی اور نرمی میں اوسیقدر سعی کرے جتنی کہ اوسکی ایذا میں کی تھی یا کرتا تھا
کے وقت اگر برابر خواہ زیادہ ٹھہرے تو قیامت میں عوض ہوسکیگا مثلاً اگر دنیا میں کوئی
کسیکا مال ضائع کرے اور اوتنا ہی مال لاکر مالک کو دے اور وہ لینے اور اپنا مال معاف نہ
کرے تو حاکم اوس مال کے لیے مالک کو اجازت لینے کی دیگا خواہ اوسکی مرضی ہو یا نہو
اسیطرح میدان قیامت میں جب احکم الحاکمین اور اعدل المنصفین کا حکم جاری ہوگا تو وہان
بھی ایسا ہی حکم ہوگا۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے امتوں میں ایک شخص تھا جسنے ننانوے ۹۹ آدمیون کو
قتل کیا تھا اوسنے پوچھا کہ جہان میں سب سے بڑا عالم کون شخص ہے لوگون نے کہا کہ فلان
راہب ہے وہ اوسکے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ننانوے آدمی جان سے مار ڈالے ہیں میری توبہ بھی
مقبول ہوگی راہب نے جواب دیا کہ نہیں اوسنے راہب کو بھی مار ڈالا اور سو قتل پورے کیے
پھر لوگون سے پوچھا کہ اب زیادہ عالم کون ہے لوگون نے بتلا دیا کہ فلانا عالم ہے وہ اوسکے
پاس گیا اور کہا کہ میں نے سو آدمی قتل کیے ہیں میری توبہ قبول ہوگی یا نہیں عالم نے فرمایا

کہ توبہ قبول ہونے کے واسطے کون چیز مانع ہے جب توبہ کریگا قبول ہوگی تو فلانی سرزمین
مین جا وہان کچھ لوگ خدا کی عبادت کیا کرتے ہین تو بھی اونکے ساتھ عبادت کرنا اور اپنے
وطن مین نہ آنا کہ وہ زمین اچھی نہین وہ شخص جب نصف راستہ طے کر چکا اوسکو موت نے آلیا اور
رحمت اور عذاب کے فرشتون مین بحث ہوئی رحمت کے فرشتون نے کہا کہ یہ شخص تائب ہو کر دل سے
متوجہ الی اللہ ہو کر آیا ہے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اور عذاب کے فرشتون نے کہا کہ اسنے کبھی
کوئی کام اچھا نہین کیا اسلیے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اس اثنا مین ایک اور فرشتہ بصورت انسان
وہان پہونچا دونون فریق نے اوسکو اپنے معاملے کا پنچ کر دیا اوسنے کہا کہ دونون زمینونکا
فاصلہ معلوم کرنا چاہیے جس طرف کا فاصلہ کم ہو اوسیطرف شمار کرنا چاہیے جب فاصلہ دیکھا
تو جس زمین مین اوسکو جانا منظور تھا اوسکا فاصلہ کم تھا اسی وجہ سے رحمت کے فرشتون نے
اوسکی روح لے لی اور ایک روایت مین یون ہے کہ اوس موضع صالح تک ایک بالشت کم نکلا تو
اوسی کے لوگون مین محسوب ہوا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ خدا تعالی نے اوس زمین کو دور
ہو جانے کا اور اوسکو قریب ہو جانے کا حکم کیا اور پھر فرشتون کو حکم فرمایا کہ دونون کا فاصلہ
دیکھو تو جس سرزمین کو جاتا تھا وہ ایک بالشت کم فاصلے پر تھی اسلیے معاف کر دیا گیا الحاصل
معلوم ہوتا ہے کہ نجات کی صورت یہی ہے کہ حسنات کا پلہ جھکا رہے گو ذرہ ہی ہو اسی
تائب کے واسطے کثرت سے حسنات کرنی ضرور ہین یہان تک بیان اوس قصد کا تھا جو زمانہ
گذشتہ سے متعلق ہو اب جو قصد کہ زمانہ آیندہ سے متعلق ہے اوسکو سننا چاہیے کہ تائب کو
چاہیے کہ اللہ تعالی کے ساتھ عہد مستحکم کرے کہ اون گناہون کی طرف کبھی رجوع نہ کریگا
اور نہ اون جیسے گناہون کا کبھی مرتکب ہوگا جیسے بیمار آدمی اپنے مرض مین یہ جانے کہ فلان میوہ ضرر
کرتا ہے اور پکا ارادہ کرلے کہ جب تک بیماری سے اچھا نہوگا کبھی میوہ نہ کھاویگا یہ ارادہ
اوسوقت تو پکا ہی ہوتا ہے گو ممکن ہے کہ دوسرے وقت اوسپر غلبہ شہوت ہو جاوے مگر
تائب جبھی کامل ہوگا جب توبہ کے وقت ارادہ پکا کریگا اور تائب کو یہ بات ابتدا مین پوری
جبھی ہوگی جب گوشہ نشینی اور سکوت اور قلت غذا اور کم خوابی اور قوت حلال اختیار کریگا
پس اگر اوسکے پاس مال موروثی حلال موجود ہو یا کوئی پیشہ ایسا کرتا ہو جس سے بسر اوقات
کے موافق حاصل کرلیتا ہے تو اوسی پر اکتفا کرنی چاہیے اسلیے کہ حرام کھانا تمام گناہون کی
جڑ ہے اگر حرام خواری پر اصرار کیے جاویگا تو تائب کیسے ہوگا اور جو شخص غذا اور لباس مین

اپنی ہمین پانچ چیزین نہین چھوڑ سکتا اور سے بال حلال پر کفایت نہین ہوسکتی اور مال [illegible]
اور سے چھوٹ سکے بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص خواہش کے چالیس برس [illegible]
کیواسطے سات دفعہ اپنے نفس پر جہاد کرے تو پہلے زمین پر [illegible]
فرماتے ہین کہ جو شخص گناہ سے توبہ کرکے سات برس تک بچا رہے تو پھر کبھی اوس [illegible]
نہوگا اور تائب کیواسطے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر عالم نہو تو جو چیزین اوسکو زنا تک [illegible]
یا او حرام ہے اوسکو سیکھ لے تاکہ راہ راست پر چل سکے اور اگر [illegible] اختیار نکریگا تو [illegible]
جسکا نام ہے وہ بھی کامل نہوگی صرف یہ ہوگا کہ کچھ گناہون سے توبہ کر لیگا مثلاً شراب [illegible] زنا اور
غصب سے توبہ کرلی لیکن بطلاق توبہ نہین بلکہ ایسی توبہ کو بعض لوگ کہتے ہین کہ درست نہین
اور بعض کہتے ہین کہ درست ہے اور درست کا اطلاق اس طرح کہ بعض سے توبہ کی [illegible]
فرقے سے پوچھتے ہین کہ تم جو نادرست کہتے ہو اس سے اگر تمہاری یہ غرض ہے کہ آدمی اگر بعض
گناہون کو چھوڑ دے تو اوسکے لیے مفید نہین بلکہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا دونون یکسان ہین تو
تمہاری صریح غلطی ہے اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ گناہون کی کثرت عذاب کی کثرت کا [illegible] اور [illegible]
کمی عذاب کا سبب ہے اور یہ دوست بتلاتے ہین اوسے ہم پوچھتے ہین اگر تمہاری یہ غرض ہے
کہ بعض گناہون سے توبہ کرنا موجب اوسکے قبول کا ہے جس سے آدمی نجات اور فوز کے درجہ کو
پہونچ جاوے تو یہ بھی غلطی ہے کیونکہ نجات اور فوز سب گناہون کے چھوڑنے سے
حاصل ہوتی ہے اور خفیہ اسرار خدا کے ہین ہم کلام نہین کرتے مگر ظاہر کے اقتضا سے تو فریق ثانی
یہی ہے اب اگر فریق اول یون کہے کہ ہماری غرض نادرستی سے یہ ہے کہ توبہ ندامت کا نام ہے
اور گناہ پر جو آدمی ندامت کرتا ہے اسی جہت سے کرتا ہے کہ اوسمین نافرمانی خدا تعالی کی
ہے مثلاً چوری پر چوری ہونے کی جہت سے ندامت نہین کرتا بلکہ اسوجہ سے کہ معصیت
الٰہی کا سبب ہے جب علت ندامت خدا کی نافرمانی ٹھہری تو پھر یہ نہین ہوسکتا کہ چوری پر
ندامت کرے اور زنا پر نہ کرے کیونکہ دونون مین خدا کی نافرمانی موجود ہے تو ندامت جیسا
ایک پر چاہیے ویسا ہی دوسرے پر چاہیے مثلاً جو شخص اپنے بیٹے کی تلوار سے قتل ہونے [illegible]
درد کریگا چھری سے قتل ہونے پر بھی اوسکو ضرور درد ہوگا اسلیے کہ درد [illegible] محبوب کے
جانے کا ہے وہ تلوار سے ضائع ہو جب گیا اور چھری سے ضائع ہو جب گیا [illegible]
اپنے محبوب کے جاتے رہنے کا درد ہوتا ہے اور نافرمانی سے محبوب جاتا رہتا ہے تو [illegible]

نافرمانی ہو سب پر رنج کیا اور چاہیے ایک پر ہو اور ایک پر نہو اسکے کیا معنی اسلیے کہ ندامت
اوسی حالت کا نام ہے جو اس علم کے بعد آتی ہے کہ نافرمانی سے محبوب ہاتھ سے نکل جاتا ہے
خواہ سب گناہوں میں یا بعض گناہوں میں تو یہ ندامت ہو اور بعض پر نہو اور اگر یہ ممکن ہو تو اسکا بھی
قائل ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص یون توبہ کرے کہ دو مشکوں میں سے ایک مشک کی شراب سے توبہ
کرتا ہوں نہ دوسرے کی تو یہ توبہ درست ہو اور اگر یہ بات محال ہے اس وجہ سے کہ نافرمانی دونوں
مشکوں کی شرابوں میں ایک ہی ہے اور مشکیں صرف ظرف ہیں اور انکے جدا ہونے سے حکم جدا
نہیں ہوتا ہے تو اسیطرح چوری زنا وغیرہ گناہ اسباب نافرمانی خدا کے ہیں اور مخالفت اسکی
[illegible] کرتے ہیں تو ہم جو توبہ کو نادرست کہتے ہیں اوسکے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالی نے گناہوں کے
چھوڑنے کا وعدہ کیا ہے وہ توبہ ندامت نہوگا اور ایک ہی [illegible] گناہ
کرا ایک پر ندامت ہو اور ایک پر نہو تو توبہ کا حاصل ہونا ندامت کے بعد ایسا ہے جیسا ایجاب و قبول
کے بعد ملک حاصل ہوتی ہے اور جب تک ایجاب و قبول تام نہیں ہوتا تو معاملہ بھی نادرست
[illegible] ملک کا جو مرتب ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا اسیطرح جب تک [illegible]
[illegible] گناہ باعث نافرمانی ہیں ترک اوسکا ثمرہ بھی نادرست ہوگی اور گناہ ہونیکا نافرمانی
الٰہی ہونا سب معاصی کو شامل ہے کسی کی تخصیص نہیں اور اسکی تحقیق یہ ہے کہ ترک اور ندامت میں
فرق ہے صرف چھوڑنے کا ثمرہ تو یہ ہے کہ جس چیز کو چھوڑیگا اوسکا عذاب منقطع ہو جاویگا
اور ندامت کا ثمرہ یہ ہے کہ پہلے گناہ کا کفارہ ہوتا ہے مثلاً اگر چوری چھوڑ دیگا تو جس چوری کو
چھوڑیگا اوسکا عذاب بھی اوسکو نہوگا یہ نہیں ہوگا کہ پہلے جو چوری کی تھی اس چھوڑنے سے
وہ بھی محو ہو جاوے بلکہ اوسکے محو ہونے کیواسطے ندامت ضرور ہے توبہ تقریر [illegible]
اور اس بات کو چاہیے ہے کہ منصف آدمی اسکی تفصیل بیان کرے جس سے صاف مطلب کھل جاوے
اسلیے ہم کہتے ہیں کہ بعض گناہوں سے توبہ کرنے کی تین صورتیں ہیں یا تو صرف گناہ کبیرہ سے ہو
صغیرہ سے نہو یا صغیرہ سے ہو اور کبیرہ سے نہو یا بعض کبیرہ سے ہو اور بعض سے نہو صورت اول
ممکن ہے اسطرح کہ توبہ کرنے والا جانے کہ گناہ کبیرہ خدا کے نزدیک بڑے ہیں
اور اونپر اوسکا غصہ جلد ہوتا ہے اور صغیروں پر عفو جلد راہ پاتا ہے تو اب ممکن ہے کہ وہ شخص
بڑے گناہوں سے توبہ کرے اور اونپر نادم ہو جیسے کوئی بادشاہ کے حرم کے ساتھ
[illegible] قصور کرے اور اوسکے جانور کو بھی مثلاً مارے تو اسکو حرم سے گستاخی کا خوف زیادہ ہوگا

جانور سے کم مارنے کو حقیر جانیگا اور جتنا بڑا گناہ ہوتا ہے اوسیقدر اوسکے بارے میں خدای تعالی سے
دور کرنے کا اعتقاد زیادہ ہوتا ہے اوسیقدر ندامت زیادہ ہوتی ہے اور شرع میں ایسا ہو ہو لیکن بعض
پچھلے زمانون میں تائب بہت گذرے ہین حالانکہ کوئی اونمین معصوم نتھا اس سے معلوم ہوا کہ توبہ
کے لیے عصمت ضرور نہین اور اوسکی مثال یہ ہے کہ کوئی طبیب بیمار کو شہد سے تو زیادہ ڈراوے
اور شکر سے کم ڈراوے اور اسی طرح شکر کا بیان کرے جس سے مریض کو معلوم ہو کہ بعض تپ
کچھ بھی ضرر نہین کرتی تو بیمار کو طبیب کے کہنے سے شہد سے تو توبہ کریگا یا شکر سے نہین کریگا اور
اگر شہوت کے غلبہ میں دونون کو کھا لیگا تو نادم شہد کھانے پر ہوگا شکر پر نہین ہوگا غرض
کہ اس صورت کا پایا جانا محال نہین دوسری صورت یہ ہے کہ بعض کبیرون سے توبہ کرے اور
بعض سے نکرے یہ بھی ممکن ہے کیونکہ آدمی کے اعتقاد میں یہ بات ہوتی ہے کہ بعض کبیرے بہ نسبت
بعض کے شدید اور سخت ہین مثلاً کوئی شخص قتل و غارت اور ظلم اور لوگون کے حق دبانے
سے توبہ کرے اس خیال سے کہ حقوق عباد ہرگز فرو گذاشت نہونگے اور جو حقوق صرف اللہ تعالی
کے ہین اونپر عفو ہوسکتا ہے غرضکہ جیسا کبیرہ اور صغیرہ مین فرق تھا اور اوس لحاظ سے صورت
اول ممکن ہوئی تھی ویسا ہی گناہ کبیرہ بھی ایک دوسرے سے شدت میں کم و بیش ہین اور
اونمین کو بھی تفاوت متحقق ہے اور مرتکب کے اعتقاد کی رو سے بھی تفاوت ممکن ہے اور
اسی لحاظ سے آدمی کبھی ایسے گناہون سے بھی توبہ کرلیتا ہے جنکو تعلق بندہ و نفس مثلاً شراب
پینے سے تائب ہوتا ہو زنا سے نہوتا کیونکہ اوسکو اس بات کا اعتقاد ہوتا ہے کہ شراب سب برائیون کی
کنجی ہے اور اگر اوسکے پینے سے عقل بالغرض کھا جاتی رہیگی تو نادانستہ سب گناہون کا مرتکب
ہوجاویگا تو جسقدر شراب خواری کی برائی اسکے ذہن میں بیٹھیگی اوسیقدر اوسکو خوف پیدا ہوگا
جس سے آگے کو نہ پیئے اور گذشتہ پر ندامت کرے تیسری صورت یہ ہے کہ ایک کبیرہ یا چند
صغائر سے تو توبہ کرے مگر کبیرہ پر باوجود جاننے کے کہ گناہ کبیرہ ہے اصرار کئے جاوے
مثلاً کوئی شخص غیبت سے یا غیر محرم کیطرف دیکھنے سے یا اور کسی ایسے ہی گناہ سے توبہ
کرے مگر شراب خواری پر مصر ہو تو یہ صورت بھی ممکن ہے اور اوسکے امکان کی وجہ یہ ہے
کہ کوئی ایماندار ایسا نہین جو اپنے گناہون سے نہ ڈرتا ہو اور اپنے افعال پر ندامت نہ کرتا ہو
کسیکو تھوڑی ہوتی ہے کسیکو زیادہ لیکن جسقدر گناہ میں اوسکو لذت ہوتی ہے اوسقدر خوف
کے باعث دل میں رنج نہین ہوتا بلکہ لذت قوی ہوتی ہے اور خوف ضعیف اور وجہ خوف کے

مگر زور ہونے کی بحالت خواہ غفلت یا اور کوئی سبب ہوتا ہے اور غلبہ شہوت اسباب سے
لذت قوی رہتی ہے اسواسطے گو ندامت ہوتی ہے مگر ایسی نہیں ہوتی کہ اوس سے آدمی
متحرک یا عزم پر قادر ہو پس اگر شہوت قوی سے سیج ہے اور بمقابلہ خوف شہوت ضعیف ہے
تو خوف غالب ہو کر شہوت کو دبا لیگا اور اسکا انجام ہوگا کہ آدمی معصیت کو چھوڑ دے
اور کبھی فاسق کو شراب کی ایسی رغبت ہوتی ہے کہ اوس سے صبر نہیں کر سکتا مگر غیبت اور چوری
اور غیر محرم کے دیکھنے کی خواہش چندان نہیں ہوتی ہے اور خوف خدا اس درجے کا رکھتا ہے کہ غیبت
غیبت کا استیصال و ترک ہو سکتا ہے قوی کا نہیں ہو سکتا تو اوس خوف کے باعث عزم
ترک ایسے افعال کا البتہ ہو سکتا ہے جنکی رغبت کم ہوتی ہے اور اپنے دل میں کہتا ہے کہ اگر شیطان بعض
گناہوں میں غالب ہو تو یہ مناسب نہیں … ہو گیا تو کیا … بچنا ہے کہ اوسکے قابو کا ہو رہوں
اور یا کہ وہ بالکل چھوڑ دوں بلکہ بعض گناہوں میں تو اوس سے مجاہدہ کروں کہ اوس پر غالب آؤں تا کہ شاید
اوس میں غالب آنا کفارہ بعض گناہ کا ہو اور اگر فاسق کو یہ خیال ہو تو کیوں نماز پڑھتا اور
روزہ رکھتا اوسکا سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اگر اوس سے یہ کہا جاوے کہ تو جو نماز پڑھتا ہے اگر
غیر خدا کے لیے ہے تو نا جائز ہے اور اگر خدا کے واسطے ہے تو فسق کو بھی خدا کے واسطے چھوڑ دے
کیونکہ خدا کا حکم دونوں چیزوں کی ایک سا ہے پس نماز سے تقرب الی اللہ کا قصد کرنا اور ترک فسق
کا نہ کرنا غیر ممکن ہے تو اس بات کا جواب وہ دیگا کہ خدای تعالی نے میرے اوپر دو حکم کیے اور میں
اگر دونوں کو بجا لاؤں تو دو عذاب سے بچوں لیکن ایک امر کی بجا آوری میں تو میں قدرت شیطان
کے دبانے کی رکھتا ہوں اور دوسرے کی بجا آوری میں عاجز ہوں تو جس میں قادر ہوں
اوس میں شیطان کو مغلوب کرتا ہوں اور اپنے مجاہدے سے مجھے توقع ہے کہ خدای تعالی اس
مجاہدے کو کفارہ اوس تقصیر کا کرے جس میں عاجز ہوں غرضکہ اس بات کے امکان میں کچھ
شک نہیں بلکہ ہر مسلمان کا یہی حال ہے کونسا مسلمان ہے جو جامع طاعت اور معصیت کا نہ ہو اور
اوسکی وجہ سوائے تقریر مذکورہ بالا کے کچھ اور نہیں اور جب یہ بات سمجھ چکے تو یہ بھی معلوم ہو گیا
کہ خوف کا غالب آنا شہوت پر بعض گناہوں میں ممکن ہے اور یہ کہ خوف اگر فعل گذشتہ سے ہوگا
تو موجب ندامت ہوگا اور ندامت موجب عزم ہوتی ہے علاوہ ازین حدیث شریف جو مذکور ہے
النَّدَمُ تَوْبَةٌ اسمیں یہ شرط نہیں کہ سب گناہوں پر ندامت ہو اسیطرح دوسری حدیث
اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ میں سب گناہوں سے تائب نہیں فرمایا

اس تحقیق سے وہ قول مذکورہ بالا جاتا رہا کہ دو مشکوں میں سے ایک مشک کی شراب سے توبہ
کرنی غیر ممکن ہے اس وجہ سے کہ ان دونوں کا حال شہوت کے باب میں اور خدا تعالی کے
غضب میں گرفتار کرنے کے باب میں یکساں ہے - ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی شراب خواری سے
توبہ کرے اور نبیذ سے نہ کرے اسلیے کہ غضب الٰہی کے تقاضا کے اعتبار سے ان دونوں میں
فرق ہے اسی طرح بہت گناہوں سے توبہ کرے اور تھوڑے سے نہ کرے تو ہو سکتا ہے اسلیے کہ
کثرت گناہوں کو کثرت عقوبت میں تاثیر ہوتی ہے تو خوف ادنی عقوبت سے بعض شہوتیں خدا
کیواسطے چھوڑ دیتا ہے اور جس خواہش میں اس خوف کا کچھ اثر نہیں ہوتا اوسکو نہیں چھوڑتا
جیسے کسی بیمار کو طبیب میوے کی ممانعت کرے تو وہ تھوڑا سا میوہ کھانے کی جرأت کر لیتا ہے
اور زیادہ کی جرأت نہیں کرتا زیادتی طبیب کے کہنے کے بموجب چھوڑ دیتا ہے اور کم کو سمجھتا ہے کہ
مضر نہیں ہوتا اسواسطے اوسکو نہیں چھوڑتا - حاصل اس سے یہ ہوا کہ یہ بات ممکن ہے کہ آدمی ایک
چیز سے تو توبہ کرے اور اوسکے مثل سے توبہ نہ کرے بلکہ ضرور ہے کہ جس سے توبہ کی ہو وہ مخالف
اوسکے ہو جس سے توبہ نہیں کی خواہ مخالفت باعتبار شدت کے ہو یا باعتبار غلبہ شہوت کے اور جب
یہ فرق توبہ کرنے والے کے اعتقاد میں موجود ہو جاتا ہے تو اوسکے بموجب اوسکا حال بھی دونوں
امروں میں مختلف ہوتا ہے اور اسی سے ترک آئندہ کا حال بھی مختلف ہوتا ہے پس توبہ کرنے والا
اگر گناہ گذشتہ پر نادم ہو اور عزم ترک گناہ نہ کرے تو اون لوگوں میں شمار ہوگا جنہوں نے گناہ ملا دیا
کو اونہوں نے طاعت الٰہی سے اور امر و نواہی میں نیکی کی ہو - اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اگر کوئی نامرد پہلے
نامردی سے زنا کر بیٹھے اور حالت نامردی میں اوس سے توبہ کرے تو اوسکی توبہ درست ہوگی یا نہیں
تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جائز نہ ہوگی اسلیے کہ توبہ اوس ندامت کا نام ہے جس سے عزم ترک ان
افعال کا پیدا ہو جنکے کرنے کی آدمی کو قدرت ہے اور جس پر قدرت ہی نہیں وہ خود ہی چھوٹ
جاتے ہیں کچھ اسکے چھوڑنے سے نہیں چھٹتے لیکن ایک بات ہے کہ اگر بعد نامردی کے اوسکو
اپنے زنا کے ضرر کی کیفیت اچھی طرح ہو گئی اور اس سبب سے ایسی حسرت و ندامت لاحق
ہوئی کہ اگر بالفرض اوسکی شہوت باقی بھی ہوتی تو اس ندامت سے جاتی رہتی یا مغلوب ہو جاتی تو
ایسی صورتوں میں بعید نہیں کہ اوسکا قصور معاف ہو جائے اور یہ ندامت اوسکا کفارہ ہو جاوے کیونکہ
اسمیں تو کچھ خلاف نہیں کہ اگر پہلے نامردی کے توبہ کر لیتا اور توبہ کے بعد مر جاتا تو تائبوں میں
ہوتا گو اوسپر کوئی ایسی حالت طاری نہیں ہوئی جسمیں ہیجان شہوت ہوتا اور قضاء شہوت کو

سامان مہیا ہو سکتا ہے مگر اوسکو تائب اسی نظر سے کہتے ہیں کہ اوسکی ندامت ایسے درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ اگر بالفرض قصد زنا ظاہر بھی ہوتا تو ندامت کے سبب اوس سے باز رہتا اس سے معلوم ہوا کہ نامرد کے حق میں ندامت کا اس درجے کو پہونچنا محال تو نہیں مگر یہ کہ اوسکو اپنے نفس کا حال معلوم نہیں اسلیے کہ جو شخص کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا وہ اپنے نفس کو اوسکے خوف سے اوسکے ترک پر قادر فرض کر لیتا ہے حالانکہ خدا ہی تعالیٰ اوسکے دل کا حال اور مقدار ندامت کو خوب جانتا ہے شاید اوسکی توبہ قبول کرے اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبول فرمالے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ گناہ کی تاریکی دل سے دور ہونے کو لیے دو باتیں چاہیے اول سوزش ندامت دوم ترک شہوت کیلیے اپنے کو مجاہدے کی شدت اور خصوصیت نفس میں زوال شہوت کی بابت سے مجاہدہ نہیں ہو سکتا لیکن اگر ندامت اتنی قوی ہو کہ بدون مجاہدے کے گناہ کی ظلمت دور کردے تو کچھ محال نہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قائل ہونا پڑیگا کہ تائب کی توبہ جب قبول ہوتی ہے جب بعد توبہ کے کچھ دنوں زندہ رہے اور اون دنوں میں چند بار ہمیں اس قصور کی تمنا میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرے الا ظاہر شرع کی تنبیہ سے یہ شرط مفہوم نہیں ہوتی۔ اب اگر دو تائب فرض کیے جاویں جن میں ایک کو تو میل گناہ کیطرف نہیں رہا اور ایک کو خواہش ہے مگر وہ نفس سے مجاہدہ کرکے اوسکو روکتا ہی تو انکے ایک دوسرے کی فضیلت میں علما کا اختلاف ہے احمد بن ابی الحواری اور ابو سلیمان دارانی کے ہمراہی تو مجاہد کو افضل بتلاتے ہیں سو یہ ہے کہ اوسکو توبہ کے ساتھ مجاہدے کی زیادتی ہے اور علمای بصرہ اول شخص کو افضل بتلاتے ہیں بایں اشارت کہ وہ اگر توبہ میں سستی بھی کرے تو سلامتی کیطرف قریب ہے بہ نسبت مجاہدے کے کہ اوس میں مجاہد کی ایک پیچ لگی ہوئی ہے اور ان دونوں فریق کے قول میں کچھ ایک حق ہے مگر نفس الامر اچھی طرح کسی میں بھی نہیں اور اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کا میل گناہ کیطرف نہیں رہا اوسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ نفس شہوت کے قصور سے میل نہ رہا ہو تب تو ایسے شخص سے مجاہد ہی افضل ہے کیونکہ گناہ کو مجاہدے سے چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص بڑا زبردست ہے اور اسکا دین شہوت پر غالب ہے تو ظاہر ہے کہ اوسکا یقین بھی قوی ہوگا اور دین بھی اور دین کے قوی ہونے سے ہماری غرض ارادہ کا قوی ہونا ہے جو یقین کے اشارے سے پیدا ہوتا ہے اور اوس شہوت کی بیخ کنی کر دیتا ہے

جو شیاطین کے اشارے سے پیدا ہوتی ہے غرضکہ مجاہدے سے دین و یقین کی قوت
یقیناً معلوم ہوتی ہو باقی رہی یہ بات کہ بے خواہش والا سلامتی کیطرف زیادہ قریب ہے
اسلیئے کہ اگر توبہ میں سستی کرے تو گناہ نہ کریگا تو یہ درست ہے مگر افضل کا لفظ استعمال کرنا
اس مقام میں صحیح نہیں بلکہ ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ نامرد افضل ہے مرد سے اسلیئے کہ نامرد
شہوت کے خطرے سے مامون ہے اور لڑکا افضل ہے بالغ سے اسوجہ سے کہ وہ اسلم ہے اور
مفلس آدمی اوس بادشاہ سے افضل ہے جو اپنے دشمنوں کی استیصال کرتا ہے اسلیئے کہ مفلس کا
کوئی دشمن ہی نہیں اور بادشاہ کو یہ خطرہ موجود ہے کہ اگر آپ چند بار غالب ہوگا تو ایک بار نہ
مغلوب بھی ہوگا اسطرح کی باتیں ایسے شخص کیا کرتے ہیں جو سیدھے سادے ہوں اور ظاہر
پر اپنی نظر رکھتے ہوں اور یہ نہ جانتے ہوں کہ عزت اور برتری خطرے کی جگہوں میں
حاصل ہوتی ہے یہانتک کہ کل مت انجا خارست خود مشہور ہے بلکہ ان لوگوں کا قول ایسا ہے
جیسا کوئی کہے کہ جس شکاری کے پاس گھوڑا اور کتا نہ ہو وہ فن شکار میں افضل ہے اوس
شخص کی نسبت جسکے پاس ہیں دونوں ہوں اسلیئے کہ گھوڑے اور کتے والے کو یہ خطرہ موجود ہے
کہ گھوڑا شرارت کرے کہ کہیں پٹک دے اور ہاتھ پاؤں توڑ دے اور کتا شرارت کرے
کہ کہیں کاٹ کھائے حالانکہ یہ بات غلط ہے صحیح یہی ہے کہ گھوڑے اور کتے والا جب مرد
ہوگا اور دونوں کو سدھانا جانتا ہوگا وہ شکار میں دوسرے سے اعلی ہوگا اور شکار ملنا
اسیکو زیبا ہوگا۔ دوسری حالت یہ ہے کہ توبہ ناقص کرنا اسوجہ سے کہ یقین قوی ہوگیا ہو
اور اول مجاہدہ سچا کرکے شہوت کا استیصال کردیا ہو یہاں تک شریعت کے ادب کے
محکوم ہوگئی ہو اور بدون اشارہ دین کے ہیجان میں نہ آتی ہو اور غلبۂ دین کے باعث
ساکن ہوگئی ہو تو ایسا شخص البتہ اوسکی نسبت اچھا ہے جسکو ہیجان شہوت کا رنج کھینچنا پڑتا
اور یہ جو کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو مجاہدے کی زیادتی ہے تو اونکو مقصود مجاہدہ کی خبر نہیں
ورنہ ایسا نہ کہتے اصل یہ ہے کہ مجاہدہ خود تو مقصود نہیں بلکہ اوس سے دشمن کا اپنے آپ سے
علیحدہ کرنا منظور ہے تاکہ وہ اپنی شہوات کیطرف نہ کھینچ لیجاوے اور اگر کھینچ نہ سکے تو راہ
دین کے چلنے سے نہ روکے پس اگر دشمن کو دبا پایا اور مقصود حاصل ہوگیا تو تمہاری جیت ہے
اور اگر اوس سے لڑائی جھگڑا قائم ہے تو فتح نہیں ہوئی ابھی ڈھیلی دوڑ ہے مثلاً اگر ایک شخص
دشمن کو پکڑ کر غلام بنالے اور ایک ابھی اپنے دشمن سے لڑتا ہے اور طریق نجات میں جانتا

توبہ کا ہے یہ ہے کہ اول شخص تو بہت اعلیٰ ہوگا اسیطرح اگر ایک شخص کتے اور گھوڑے کو اتنا سدھا دے
کہ وہ دونوں اپنی اپنی حرکات ناشایستہ چھوڑ کر اوسکے پاس سو رہیں اور دوسرا شخص اونکی تادیب ہی
میں ابھی مشغول ہو تو پہلے میں اول ہی شخص بڑھکر ہوگا - اور اس باب میں بعض لوگوں نے غلطی کی اور
انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ مقصود اعلیٰ صرف مجاہدہ کرنا ہے اور یہ سمجھا کہ مجاہدہ صرف اسلیے ہے کہ دل
کے علائق سے نجات ہو جاوے اور بعض لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ مقصود یہ ہے کہ شہوات کی
بیخ کنی ہو اور بالکل اونکو نابود کر دیا جاوے اور اسی گمان پر انہوں نے اپنے نفس کا امتحان لیا
اور جب یہ بات نہ حاصل ہوئی تو اس بات کے قائل ہوئے کہ یہ امر محال ہے اور شریعت کو جھوٹا
جانا اور اباحت کا مذہب اختیار کیا اور شہوات کی اتباع میں بالکل بیباک کر دی حالانکہ یہ سب باتیں
جہالت اور گمراہی کی ہیں اور انکی تقریر ہمنے جلد ثالث کے باب ریاضت نفس میں لکھی ہے
اب اگر یہ کہو کہ اگر تائب تو اپنے گناہ کو بھول گیا اور اوسکا ذکر نہیں کرتا اور دوسرا گناہ کو
پیش نظر کرتا ہے اور ہمیشہ اوسکو سوچ کر دوزخ کی آگ میں جلتا رہتا ہے تو ان دونوں میں
افضل کونسا شخص ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس باب میں بھی لوگ مختلف قول کہتے ہیں بعضونکا
قول تو یہ ہے کہ توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو پیش نظر رکھے اور بعض یہ کہتے ہیں
کہ توبہ اسکا نام ہے کہ گناہ کو نسیاً منسیاً کر دے اور یہ دونوں قول ہمارے نزدیک درست ہیں
مگر دو حالوں سے متعلق ہیں اور صوفیوں کے کلام میں ہمیشہ قصور رہتا ہے اسواسطے کہ اونمیں
ہر ایک کی یہ عادت ہے کہ صرف اپنے نفس کا حال بیان کیا کرتے ہیں دوسرے کے حال سے
اونکو غرض نہیں ہوتی حالانکہ احوال کے اختلاف سے جواب بھی مختلف ہوا کرتے ہیں اور علم کے
اعتبار سے یہ بات صوفیوں کی ایک نقصان ہے کیونکہ اشیا کی اصل حقیقت کو جاننا افضل و اعلیٰ اور
لیکن اگر ہمت و ارادہ کی نظر سے اونکے قول کو دیکھو تو کامل ہے بایں وجہ کہ جب آدمی اپنی ہی
نفس کو دیکھتا رہیگا تو اوسکو دوسرے کے حال سے غرض نہو گی کیونکہ طریق الی اللہ اوسکے
حق میں اوسکا نفس ہے اور منازل وہی اسکے نفس کے حالات ہیں تو اس نظر سے دوسرے کے
حالات جاننے کی کچھ ضرورت نہیں اور کبھی بندے کا رستہ خدا کی طرف سیکھنے سکھانے سے
ہوتا ہے اسلیے کہ اوسکی طرف رستے بہت ہیں گو بعضے نزدیک ہیں اور بعضے دور اور اصل ہدایت
میں سب شریک ہیں مگر خدا کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ ہدایت پر کون ہے اب ہم کہتے ہیں
کہ گناہ کا سامنے رکھنا اور اوسپر رو رو کرنا مبتدی کے حق میں کمال ہے اسلیے کہ اگر مبتدی گناہ کو

بھول جاویگا تو اوسکو خوب سوزش ہوگی اور اسی وجہ سے اوسکا ارادہ بھی قوی ہوگا او شوق زیادہ
ہو جاویگا اور اگر گناہ کو یاد رکھیگا تو اوسکا خوف واندوہ اس بات کا مقتضی ہوگا کہ پھر ویسی حرکت
نہ کرے غرضکہ یاد رکھنا گناہ کا مبتدی غافل کی نسبت سے اوسکے حق میں کمال ہے اور سالک طریق کے لیے
نقصان ہے اسلیے کہ یاد کرنا بھی ایک شغل مانع راہ چلنے کا ہے سالک طریق کو سوا راہ چلنے کے
اور طرف دھیان ہی نہ چاہیے مثل مشہور ہے کہ راہ سے لے کا شے نہیں کٹتی اگر سالک کی ابتداؤں میں
پہونچنے کے آثار معلوم ہوں اور انوار معرفت اور غیب کی چمک منکشف ہو جاوے تو اوسمین مستغرق
ہو جاویگا اور پھر اوسکو گنجایش نہ ہوگی کہ اپنے پچھلے حالات پر التفات کرے یہ درجہ کمال کا ہے
بلکہ اگر کوئی مسافر اپنے راستے میں نہر پاوے کہ جسکا پل پہلے سے توڑ ڈالا اور پھر پار اوترنے کیواسطے
مدت تک حیران پریشان رہے اور کسیوجہ سے پار اوترکر نہر کے کنارے بیٹھکر رونا شروع کرے
کہ ہائے افسوس میں نے اسکا پل کیوں توڑا تھا تو اس رونے سے اور زیادہ دیر ہوگا اوترنے میں
جو وقت ہوئی اوس سے یہ حرج علاوہ ہے ہاں اگر پار اوترنے کے وقت سفر کا وقت نہ ہو
مثلاً رات کا وقت ہو کہ اوسمین نہیں چل سکتا یا راستے میں اور بہت سی نہریں ہوں جنکے پار
ہونے میں رات کو خطرہ ہو تو اوسوقت اگر رات کو نہر کے کنارے بیٹھکر خوب سا اندوہ و ملال
و گریہ وزاری پل توڑنے کے لیے کرے تاکہ پھر ویسی حرکت کبھی عمل میں نہ لاوے تو کیا مضائقہ ہے
لیکن اگر اوسکو ایک ہی خرابی میں اسقدر تنبہ ہو گیا ہو جس سے اوسکو اعتماد ہو کہ پھر ایسی حرکت
نکریگا تو ایسے شخص کے حق میں راہ کا چلنا ہی بہتر ہے اس بات سے کہ پل کے توڑنے کو یاد کرکے
روتا رہے اور وہاں ہی کا ہو رہے اور یہ بات وہی شخص جانتا ہے جو طریق اور مقصد اور عائق اور
چلنے کے طور کو جانتا ہو اور ان امور کو ہم نے اشارۃً باب علم میں اور جلد ثالث میں بیان کیا ہے
بلکہ ہمارے عندیے میں تو دوام توبہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی آخرت کی دولت کو بہت سمجھتا
رہے تاکہ رغبت آخرت اور زیادہ ہو لیکن اگر جوان آدمی ہو تو ایسی چیزوں میں جنکا نظیر دنیا
میں موجود ہو مثلاً حور و قصور میں بہت فکر نہ کیا کرے کیونکہ اس فکر سے کبھی رغبت مجازی
حور و قصور کی پیدا ہو جاتی ہے حقیقی کیطرف نہیں رہتی مناسب یہ ہے کہ صرف فکر لذت دیدار
الٰہی کیا کرے جسکا نظیر دنیا میں نہیں اسیطرح گناہ کا یاد کرنا بھی کبھی محرک شہوت ہوتا ہے
اور مبتدی کو اوس سے نقصان ہوتا ہے اسیوجہ سے بھول جانا گناہ کا مبتدی کے حق میں افضل
معلوم ہوتا ہے اور ایسا نہو کہ اس تحقیق کی تصدیق میں تمکو اس وجہ تامل ہو کہ حضرت داود

علیہ السلام نے اپنے گناہ پر گریہ و نوحہ کیا تھا اسلیے کہ اپنے نفس کو انبیاء کے نفس پر قیاس کرنا نہیں چاہیئے تھی ہے کیونکہ انبیاء اپنے اقوال و افعال میں کبھی اس سبب سے کمی کرتے ہیں جو اونکی امت کے حال کے لائق ہو اس نظر سے کہ اونکی بعثت صرف امت کے ارشاد کے لیے ہے تو کسی فعل و قول سے کدورت دیکھکر منتفع ہو وہ اونکو کرنا پڑتا ہے گو اونکے درجے سے وہ اوتر کر ہو دیکھو بعض شیوخ ایسے تھے کہ اپنے مرید کو جو ریاضت بتاتے تھے اوسکو آپ بھی اوسکے تقسم کرتے تھے گو اونکو اوسکی حاجت نہ تھی وہ مجاہدہ اور ریاضت سے فارغ تھے مگر اونکا یہ فعل اس وجہ سے تھا کہ مرید کو ریاضت سہل ہو جاوے اسی بنا پر حدیث شریف میں وارد ہے اما انی لا انسی ولکنی انسی لاسن ع اور ایک روایت میں ہے کہ انما اسھو لاسن اور اس امر کا تعجب نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ امت انبیاء کے ساتھ دنیا میں ایسی ہوتی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کے ظل عاطفت میں ہوتا ہے یا جیسے مواشی اپنے چرواہے کے ساتھ جاتے ہیں دیکھتے ہیں باپ اپنے بیٹے کو جب بولنا سکھاتا ہے تو جانتے ہی ہو کہ کیسی توتلی آواز تتلاتا ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن کو جبکہ اونھون نے چھوہارا صدقے کا اوٹھا کر لڑکپن میں اپنے مونہہ میں رکھ لیا ارشاد فرمایا کخ کخ یعنی تھو تھو حالانکہ آپ کی فصاحت اس بات سے قاصر تھی کہ کوئی اور لفظ فصیح چھوہارے کے پھینکنے کے لیے فرماتے مگر چونکہ آپکو جان لیا تھا کہ ہماری گفتگو نہ سمجھینگے تو فصاحت کو ترک فرما کر انکی ہی توتلی زبان کرکے ارشاد فرمایا۔ اسیطرح جو شخص بکری یا کسی پرند کو تعلیم کرتا ہے تو اونکے لیے سیٹی یا اور آواز مثل جانور و پرند کے استعمال کرتا ہے تاکہ اونکے سکھلانے میں سہولت ہو۔ اسیطرح کے دقائق سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ مقام ایسا ہے کہ اوسمیں عارفوں کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں غافلوں کا تو کیا ذکر ہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور لطف سے حسن توفیق عنایت فرماوے

دوسرا بیان دوام توبہ میں لوگوں کے اقسام کا

جاننا چاہیے کہ توبہ کرنے والے توبہ کے باب میں چار طبقہ ہیں اول طبقہ تو یہ ہے کہ گناہگار گناہ سے توبہ کرکے آخر عمر تک اوسی پر جا رہے جو کچھ پہلے قصور کیا ہے اوسکا تدارک کرے اور گناہوں کے دوبارہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاوے سوا اون لغزشوں کے جنسے آدمی بمقتضائے بشریت عادتاً خالی نہیں ہوتا اور کبھی گناہ کا خطرہ نہ گذرے پس توبہ پر جا رہنا اسیکا نام اور ایسے ہی تائب کو کہتے ہیں کہ خیرات میں آگے نکل گیا اور اپنی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل لیا

اسی توبہ کو توبہ نصوح کہتے ہیں اور ایسے ہی نفس کو نفس مطمئنہ بولتے ہیں جو اپنے پروردگار کے سامنے ایسی طرح جاویگا کہ یہ اوس سے راضی اور وہ اس سے خوش اور ایسے ہی لوگوں کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں کہ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَهْتَرُوْنَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَضَعَ الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَوْزَارَهُمْ فَوَرَدُوا الْقِيَامَةَ خِفَافًا کیونکہ اسمیں یہ اشارہ ہے کہ اونپر بوجھ تھا مگر ذکر نے اوسکا بوجھ اوتار دیا پھر اس طبقہ کے کئی مراتب ہو سکتے ہیں مثلاً بعض تو ایسے ہونگے کہ جنکی توبہ کی اوسوقت اوسکے شہوات معرفت کے قہر میں دب گئیں اب نہ اونکو اوسکے نفس سے چنداں نزاع ہے نہ سلوک کی راہ سے کجی لیا اور سے فراغت ہے اور بعض ایسے ہونگے کہ شہوات کا نزاع اونکے نفس سے رہیگا مگر وہ مجاہدہ نفس اور رد شہوات میں تاخیر نہ کرتے ہونگے کہ درجات بھی باعتبار کثرت اور قلت اور اختلاف مدت اور اختلاف نوع کے متفاوت ہیں اسیطرح عمر کی کمی بیشی سے بھی تفاوت ہوجاتا ہے مثلاً بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں توبہ کرکے مرجاتے ہیں ایسوں کے حال پر غبطہ ہوتا ہے کہ سلامت چلے گئے اور کچھ فتور توبہ میں نہ ہوا اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ توبہ کے بعد مدتوں جیتے ہیں اور نفس پر مجاہدہ و جبر کرتے ہیں اور توبہ پر ثابت رہتے ہیں اور بہت سے حسنات بجا لاتے ہیں ایسے لوگوں کا حال اعلی اور افضل ہے ہر واسطے کہ ہر ایک خطا کے مٹانے کے لیے ایک نیکی ہوتی ہے بلکہ اوس نیکی کا تو یہ قول ہے کہ گناہ ہوگا جس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ جب تک محو نہیں ہوتا جب تک عاصی دس بار اوس گناہ پر قدرت پاکر خدا کے خوف سے اپنی شہوت نہ توڑ لے یہ جو شرط شرط لگانی دور از قیاس ہے الا اگر ایسی صورت ہو تو اسمیں شک نہیں کہ اسکی تاثیر بہت ہوگی پھر بھی مرید کم زور کو چاہیے کہ اس چال چلے یعنی اول شہوات کو ہیجان میں لاوے اور سب اسباب موجود کرلے یہانتک کہ قدرت گناہ کرنے کی بخوبی ہوجاوے پھر طمع کرے کہ میں اس سے محفوظ رہوں تو ایسا کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ ایسی صورت میں غالب یہی ہے کہ شہوت کی باگ اپنے اختیار سے باہر ہوجاوے اور توبہ کو توڑ کر گناہ میں مبتلا ہو بلکہ ایسے شخص کے حق میں توبہ کا طریق یوں مناسب ہے کہ معصیت کی ابتدا ہی سے احتیاط کرے جسمیں گناہ آسان ہوجاتا ہے یہانتک کہ راہ شہوت اوسکے نفس پر بالکل بند ہوجاوے اور اسکے ساتھ ہی جتنا ہو سکے شہوت کے توڑنے میں کوشش کرتا رہے تاکہ اوسکی توبہ سلامت رہے دوسرا طبقہ ایسا تائب ہے کہ راہ استقامت اصول طاعات کی بجا لاوے اور کل کبیرہ گناہوں کو ترک کرے

ح سبقت لے گئے مفرد لوگ یعنی اللہ تعالی کا ذکر کرنے والے جنکو ذکر نے ہلکا و سبک کر دیا ہے ان کے بوجھ اتار دیے کہ قیامت میں ہلکے پھلکے ہونگے ۱۲ ترمذی بروایت ابو ہریرہ

استقامت کرے مگر تاہم ایسے گناہوں سے خالی نہیں جو اوس سے بے قصد و ارادہ صادر ہو جاتے ہیں
یعنی اپنے کام کاج میں اون گناہوں میں پھنس جاتا ہے یہ نہیں کہ پہلے سے اوسکا ارادہ پختہ کیا ہو
اور جب کبھی اوس سے اسطرح کا گناہ سرزد ہوتا ہے تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور شرمندہ
ہوتا ہے اور افسوس کرتا ہے اور نئے سرے سے ارادہ مصمم کرتا ہے کہ اب اون اسباب سے بچتا رہونگا
جو مجھے گناہوں میں مبتلا کردیں ایسے نفس کو نفس لوامہ کہنا زیبا ہے اسلیے کہ جو احوال مذمومہ
آدمی پر بے قصد و ارادہ آجاتے ہیں اونپر اوسکو ملامت کرتا ہے ہرچند طبقۂ اول اعلی تھا
اس طبقے کے عالی رتبہ ہونے میں بھی تامل نہیں اور اکثر تائبوں کا حال ایسا ہی ہوتا ہے اسلیے
کہ بدی انسان کی سرشت میں خمیر ہے اوس سے جدا ہونا قریب محال ہے الا انسان سے اتنا
ہو سکتا ہے کہ کوشش کرے کہ اپنی خیر بنسبت شر کے زیادہ کرے یہاں تک کہ پلہ حسنات بھاری
ہو جاوے اور پلہ بدیوں کا بالکل خالی رہنا نہایت مشکل ہے بہرحال ایسے لوگوں کیلیے خدا تعالی
نے وعدہ نیکی فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ
اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ پس جو خیرہ کہ آدمی سے بے دل چاہے سرزد ہوجاوے
چاہیے کہ وہ لمم میں داخل ہو جو معاف ہے اور فرمایا وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ
ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَہُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِہِمْ یعنی جو لوگ کہ ظلم کرتے اپنی
جانوں پر خدا اونکی ثنا فرماتا ہے اسی وجہ سے ہے کہ اون لوگون نے بعد کو ندامت کی اور اپنے
نفس کو ملامت اور اسی جیسے رتبہ کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں جو حضرت علی
کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں خِیَارُکُمْ کُلُّ مُفْتَنٍ تَوَّابٍ
اور دوسری حدیث میں ہے اَلْمُؤْمِنُ کَالسُّنْبُلَۃِ یَفِیْئُ اَحْیَانًا وَیَمِیْلُ اَحْیَانًا
اور ایک حدیث میں ہے کہ ایماندار کے لیے ضروری ہے کہ کبھی کبھی گناہ کا مرتکب ہوجاوے
ان سب روایات سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ اس مقدار قصور سے توبہ نہیں ٹوٹتی اور نہ ایسے
قصور والا زمرے میں اصرار کرنے والوں کے داخل ہے۔ اور جو شخص ایسے لوگوں کو درجہ
تائبین سے مایوس کرے وہ ایسا ہے جیسا کوئی طبیب کسی ایسے شخص تندرست کو کہ جو میوے
اور گرم غذا بھی کبھی کھا لیتا ہوا اور عادت اونپر نہ کرتا ہو کہ تو ہمیشہ اچھا نہ رہیگا یا کوئی فقیہ
کسی طالب فقہ کو مایوس کردے کہ تجھکو فقہا کا درجہ نہ ملیگا اسوجہ سے کہ تو کبھی کبھی سبق کو
دہراتا نہیں نہ یاد کرتا ہے حالانکہ اوس سے یہ امر بہت کم اور شاذ ہے ہی وقت کے لیے

انتقال ہوجاتا ہے پس ایسے کو مایوس کرنا نہ چاہیے ورنہ ظاہر ہوگا کہ فقیہ اور طبیب جیسے ناقص ہوتا
دین کا فقیہ ایسے کہتے ہیں جو خلق کو اسوجہ سے کہ اونسے لغزشیں ہوتی ہیں اور گناہ کرتے
رہتے ہیں ورنہ سعادت پر پہونچنے سے مایوس کرے دیکھو حدیث شریف میں ہے اور سب
کل بنی آدم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون المستغفرون اور فرمایا المؤمن مثل الزرع
تفیئہ موجات علی رفعۃ یعنی گناہ ہونے کے سبب ایمان کبھی گھٹ جاتا ہے اور پھر
توبہ اور ندامت سے بڑھنے لگتا ہے اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اولئک الذین یؤتون اجرہم
مرتین بما صبروا ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ اسمیں وصف بیان کیا کہ خطا کے
بعد نیکی کرتے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ بالکل خطا نہیں کرتے

تیسرا طبقہ یہ ہے کہ توبہ کرکے ایک مدت تک ویسے رہتا ہے پھر کسی گناہ کی خواہش اوس پر
غالب ہوجاتی ہے اور اوسکو قصداً اور ارادۃً کر بیٹھتا ہے اسوجہ سے کہ اوس خواہش کے دبانے سے
عاجز ہے مگر باوجود اسکے طاعات کو بجا اور ہمیشہ کرتا رہتا ہے اور گناہوں کا بھی باوجود قدرت
وخواہش کے تارک ہے صرف ایک خواہش یا دو خواہشوں سے مجبور ہے کہ وہ اوسپر غالب آجاتی ہیں
تاہم یہ چاہتا ہے کہ اگر خدای تعالی مجکو اس شہوت کے روکنے پر قادر کرے تو کیا خوب
ہو آرزو تو قبل معصیت ہوا اور بعد صدور ہونے خطا کے پشیمان ہوا اور کہے کہ کیا اچھا ہوتا
جو میں اس کام کو نہ کرتا اور اب میں مجاہدہ نفس پر کرکے اوسکو اس شہوت سے روکونگا اور
اس خطا سے توبہ کرونگا مگر اوسکا نفس ٹالتا رہتا ہے اور آج کل کیا کرتا ہے اسطرح کے نفس کو
وہ نفس سمجھنا چاہیے جسکا نام مسولہ ہے اور ایسے لوگ وہ ہیں جنکی شان میں خدای تعالی
ارشاد فرماتا ہے وآخرون اعترفوا بذنوبہم خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا
تو ایسا شخص چونکہ اپنی طاعات پر مداومت رکھتا ہے اور پیشتر کردار کو برا جانتا ہے اس
نظر سے توقع ہے کہ خدای تعالی اوسکی توبہ قبول فرمائے مگر بدیں لحاظ کہ توبہ میں تاخیر اور پس پشت
کرتا ہے اوسکا انجام پر خطر ہے کیا معلوم ہے جو موت پہلے ہی توبہ سے آ دبائے اور پھر
خدا کو منظور تھا ویسا ظہور میں آوے یعنی اگر خدای تعالی نے اپنے فضل سے اوسکا تدارک کیا
اور اوسکے جبر نقصان کے لیے قبول توبہ سے سرفراز فرمایا تو وہ شخص بھی سابقین میں
لاحق ہوگا اور اگر خدا نخواستہ بدبختی غالب ہوگی اور شہوت دبالیگی تو یہ خوف ہے کہ دین
اوسپر خاتمے کے وقت قول ازلی صادق نہ آجاے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اگر کسی طالب علم

ایسی باتوں سے نہ بچا جاوے جو مانع تحصیل ہیں تو اس سے یہی سمجھا جاویگا کہ اوسکی قسمت میں علم نہیں اور اگر اوسکے لیے سامان تحصیل کا سب طرح خواہ میسر ہو تو دلالت اسپر ہوگی کہ ازل میں اسکا نام عالموں میں لکھا ہوگا۔ یہ حال آخرت کی سعادت حسنات سے اور وہاں کا عذاب سیئات سے متعلق ہیں جیسے مرض اور صحت غذا اور دوا سے مرتبط ہیں یا حاصل ہونا فقہ کا جس سے دنیا کے مراتب اعلیٰ ملتے ہیں کاہلی کے ترک کرنے اور نفس کو ہمیشہ فقہ کا عادی رکھنے سے متعلق ہو یعنی جسطرح کہ منصب یا ریاست و قضا اور علم میں بڑھنا اوسی نفس کو حاصل ہوتا ہے جو مدت تک فقہ سیکھنے میں لگا رہا ہو اور تعب ہوگیا ہو اسیطرح ملک آخرت اور اوسکی دولت اور خدا تعالیٰ کی نزدیکی سے وہی دل مشرف ہوتا ہے جو مدت تک محنت کر کے پاک و صاف ہوا ہو خدا تعالیٰ کو سے یونہی تدبیر ازل سے اسیطرح مقرر فرمائی ہے اور ہوا اسیلئے ارشاد فرمایا ونفس وما سوّٰها فالهمها فجورها وتقوٰها قد افلح من زكّٰها وقد خاب من دسّٰها یعنی جب بندہ کسی گناہ میں مبتلا ہوا اور گناہ نقد اور توبہ ادھار ہو تو یہ علامت رسوائی کی ہے۔ اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ بندہ ستر برس تک عمل اہل جنت کا سا کیا کرتا ہے یہانتک کہ لوگ اوسکو جنتی کہنے لگتے ہیں اور اوسمیں اور جنت میں صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہجاتا ہے لیکن نوشتہ ازلی غالب ہوتا ہے پھر وہ شخص دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے اور دوزخ میں جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خوف خاتمہ کا توبہ سے پیشتر ہے اور ظاہر ہے کہ ہر ایک سانس آدمی کی عمر گذشتہ کا خاتمہ ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اوسی سانس سے موت ملی ہوئی ہو اسیلئے ضرور ہوا کہ انفاس کی بھی نگہبانی کرے ورنہ ممنوع چیز میں مبتلا ہوجاویگا اور حسرت دائمی ایسے وقت میں کریگا جبکہ کچھ فائدہ نہو

شعر کرلے غافل زندگی میں نیکی جتنی ہوسکے	ورنہ وقت نزع تو ارمان ہی لیجائیگا

چوتھا طبقہ وہ ہے کہ توبہ کر کے کچھ روز چار سے پھر گناہ کا یا گناہوں کا مرتکب ہو بدون اسکے کہ دل میں توبہ کرنے کا خیال ہو یا گناہ کرنے پر افسوس ہو بلکہ غافل آدمی کیطرح اتباع شہوات میں ڈوبا ہے تو ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنے والوں کے زمرے میں ہے اور اوسکا نفس امارہ بالسوء یعنی بدی کا حکم کرنے والا ہے اور خیرات سے بھاگنے والا ایسے شخص پر خوف انجام کے برا ہونے کا ہے خدا جانے کیا ہو اگر معاذ اللہ برائی پر خاتمہ ہوا تو ایسا بدبخت ہوگا جسکی بدبختی کی کچھ انتہا نہیں اور اگر بھلائی پر انجام ہوا یہانتک کہ توحید پر مرا تو اوسکو توقع دوزخ کی آگ سے رہائی کی ہوگی گو کچھ مدت کے بعد ہو اور یہ بھی محال نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی سبب

خفیہ کے باعث جسکی اوس شخص کو اطلاع نہوا اوسکو معاف فرماوے جیسے کوئی شخص کسی کی وجاہت کیلیے
جاوے اس نیت سے کہ خزانہ پاوے تو محال نہین کہ اتفاق سے اوسکو ملجاوے یا مثلاً کوئی
شخص گھر مین بیٹھا ہے اس قصد سے کہ علوم بدون تحصیل کے آجاوین جیسے انبیا علیہم السلام کو
حاصل تھے تو یہ بھی محال نہین خدای تعالی کی قدرت سے ممکن ہے مگر طاعات کے عوض مین
خدا کی مغفرت کا خواہان ہونا تو ایسا ہے جیسا کوئی محنت اور کسب سے علم کا خواہان ہو یا تجارت
کی مشقتین خشکی و تری کی اوٹھانے سے مال کا طالب ہو اور باوجود اعمال کی خرابی کے
مغفرت کا طالب ہونا اور اوسکا متوقع ہونا ایسا ہے جیسے ویرانون مین خزانہ کا ڈھونڈھنا
اور فقیہون کی تعلیم سے علم کا سیکھنا کہ ہرچند محال نہین الا بعید از عقل ہے اور کوشش کرکے
بعد ہی اگر علم آجاوے اور تاجر غنی ہوجاوے اور جو نماز روزہ ادا کرتا ہو اوسکی مغفرت ہوجاوے
تب بھی غنیمت ہے کسی بزرگ کا قول ہے کہ آدمی سب محروم ہین سوای عالمون کے اور عالم
محروم ہین سواے عاملون کے اور عامل سب محروم ہین سوا مخلصون کے اور مخلص لوگ
بڑے خطر مین ہین۔ اور جسطرح کہ ارباب دانش کے نزدیک ویسا شخص خارج از عقل گنا جاتا ہے جسنے ایسا کیا
جو اپنا گھر اوجاڑ کر مال ضائع کرے اور اپنے نفس و خاندان کو بھوکا چھوڑے اس توقع پر
بیٹھے کہ خدای تعالی اپنے فضل سے اس کھنڈر مین ہی کے تلے سے خزانہ عنایت فرماویگا
گو اس شخص کی یہ توقع خدای تعالی کی قدرت سے محال نہین ہے اسیطرح جو شخص اللہ تعالی کے
فضل سے مغفرت کی توقع رکھے اور بجا آوری طاعت مین قصور اور گناہون پر اصرار کرتا ہے
مغفرت کی راہ نہ چلتا ہو تو وہ ارباب دل کے نزدیک بیوقوف اور بیعقل مین بڑا ہوا ہے اوسکا
اور بڑا تعجب اس ناقص العقل کی عقل سے ہے کہ اپنی حماقت کی بات کو خوبی سے پیرایہ مین
رواج دیتا ہے یعنی کہتا ہے کہ خدای تعالی کریم ہے اور مجھ ایسے آدمی سے اوسکی جنت کچھ
تنگ نہین ہوگی اور میرے گناہ سے اوسکا کچھہ ضرر نہین لیکن باوجود اس قول کے روپیہ
کی تلاش مین خشکی اور تری کی سخت مشکل سفر اختیار کرتا ہے اور اگر اوس سے کہا جاتا ہے کہ
خدای تعالی کریم ہے اور اوسکے خزانے کے روپے تمہاری حاجت سے قاصر نہین اور تم بھی
اگر تجارت مین سستی کروگے تو تمہارا کیا ضرر ہے اسلیے تم گھر مین بیٹھے رہو خدای تعالی تمکو ایسی
جگہ سے روزی دیگا جہان سے تم نجانتے ہو پس کہنے والے کو احمق بتاویگا اور اس سے تمسخر
کریگا اور کہیگا کہ آسمان سے سونا اور چاندی تو نہین برستا یہ چیزین ہاتھ پاؤن ہلانے سے

خیال ہو تو یہ سمجھے کہ خدای تعالی کی عادت اسی طرح جاری ہے جو راہ مقرر کر دی اوسمین کچھ تبدیل
نہین ہوتی اسبات سے احمق سے کہنا چاہیے کہ دنیا و آخرت کا خدا ایک ہی ہے اور جو طریق تو
اون دونون مین مقرر رکھا ہے اوسمین کچھ تبدیل نہوگی اور اوسنے یہ ارشاد فرمایا ہے
وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی تو پھر تجھے یہ اعتقاد کیسے کر لیا کہ خدای تعالی آخرت مین
کریم ہے اور دنیا مین نہین اور اس بات کے کیسے قائل ہو سکے کہ اوسکے کرم کے بھروسے پر
حصول مال کے لیے قصور نہین کرنا چاہیے مگر آخرت کی سلطنت یا دیدار اور دولت پایدار کے ملنے
کے لیے کرنا چاہیے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدای تعالی اپنے کرم سے اتنی دولت پایدار تو
آخرت مین بے محنت دیدیگا اور دنیا کا مال فانی جسمین اکثر ... بے محنت نہین
دیگا تم اس ارشاد خداوندی کو بھول گئے ...
خدا اس حالت سے بچاوے یہ اعتقاد کرنا تو سمجھ کا بھول جانا اور ... کی حالت مین گرنا
اسی طرح کے لوگ اگر اس آیت کے مصداق ہون تو زیبا ہے وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ
نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا ہم نے معلوم کر لیا کہ ...
وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ٹھیک ہے کہ دنیا مین جیسے کہ ہم ... کرتے ہین
اوس وقت پھرنا کہان بلکہ عذاب ہوگا اور اوسکی دہان خدای تعالی ہم لوگونکو اس حالت سے بچاوے
جسکے سبب ضرور یہی انجام خراب ہوتا ہے

تیسرا بیان اس بات کا کہ اگر تائب سے اتفاقا یا قصدا کوئی گناہ ہو جاوے تو اوسکو کیا کرنا چاہیے
واضح ہو کہ جب تائب شخص کسی گناہ کا مرتکب ہو جاوے تو اوسپر دو باتین واجب ہین اول یہ کہ توبہ
اور ندامت کرے دوسرے یہ کہ اوس گناہ کے محو کرنے کے لیے کوئی نیکی اوسکی ضد مین کرے
جیسا کہ ہم اوپر اسکا طریق لکھ چکے ہین پس اگر نفس نے عزم آیندہ کے چھوڑنے کا بسبب غلبہ
شہوت کے نکیا تو گویا ایک واجب کی بجا آوری سے عاجز ہے اس صورت مین نہین چاہیے کہ
دوسرے واجب کو بھی ترک کرے بلکہ نیکی کرکے بدی کے محو کرنے کی تدبیر کرے اور حسنات سے
اون سیئات کا کفارہ کرے تاکہ اور کچھ ہو تو یہ ہو کہ عمل صالح اور عمل بد دونون کا عامل ٹھیرے
اور حسنات جن سے کہ سیئات محو ہوتے ہین وہ یا دل سے ہوتے ہین یا زبان سے یا اعضا سے
پس جس جگہ سے کہ بدی کا مرتکب ہوا ہو یا بدی کا سبب جہان سے پیدا ہوا ہو نیکی بھی اوسی جگہ کی
کرنی چاہیے مثلا اگر بدی کا ظہور دل سے ہوا ہو تو اوسکا علاج یہ ہے کہ خدای تعالی کی جناب مین

گریہ وزاری کرے اور مغفرت اور عفو کا خواہان ہو اور جیسے غلام بھاگا ہوا ذلیل ہوتا ہے
ویسا ہی اپنے آپ ذلیل بنے حتی کہ سب لوگوں پر ذلت ظاہر ہو جاوے اور اوسکا طور
یہ ہے کہ جسقدر برائی اوس نے کی ہو اوسکو کم کردے اسواسطے کہ بھاگے ہوئے غلام کو دوسرے
غلاموں پر تکبر کرنے کی کیا وجہ ہے اوسکو تو ہردم یہ خیال چاہیے ؎ بردر آمد بندۂ بگریختہ
آبروی خود ز عصیان ریختہ + اور نیز دل سے عزم طاعات کا اور اہل اسلام پر خیرات کا رکھے
اور زبان سے کفارہ کا طور یہ ہے کہ اپنے ظلم کا اقرار کرے اور یوں کہے رب ظلمت نفسی و
عملت سوءً فاغفر لی ذنوبی ۔ اور مضمون ان اشعار میں یہ ہے شعر الٰہی بادشاہا جرم بارا + گنہگاریم و تو آمرزگار
تو نکوکاری و ما بدکردہ ایم + جرم بیحد بے اندازہ کردہ ایم + مغفرت دارم امید از لطف تو + زانکہ خود فرمودہ لا تقنطوا
اور اقسام استغفار کے جو ہم نے باب دعا و ذکر میں لکھے ہیں اونکو بہت کہتا رہے۔ اور تن سے
کفارہ کرنے کا طور یہ ہے کہ طاعات اونسے بجالاوے اور صدقات اور قسم قسم عبادات ادا کرے
اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی گناہ کے پیچھے آٹھ کام کرے تو توقع ہے کہ وہ گناہ
معاف ہو جاوے چار کام تو دل کے اعمال میں سے ہیں اول توبہ کرنا یا قصد توبہ کرنا دوم
گناہ سے احتراز کرنے کا اچھا معلوم ہونا سوم گناہ پر عذاب سے ڈرتے رہنا چہارم اوسکے
بخشے جانے کی توقع کرنی اور چار کام اعضا کے اعمال میں سے ہیں اول یہ کہ گناہ کے بعد
دو رکعت نماز پڑھے دوم اس دوگانہ کے بعد ستر بار استغفار اور سو مرتبہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ
پڑھے سوم کچھ صدقہ دے چہارم ایک روزہ رکھے اور بعض روایات میں ہے کہ وضو کامل کرکے
مسجد میں جاوے اور دوگانہ نماز پڑھے اور بعض میں چار رکعتوں کا مذکور ہے اور ایک حدیث
شریف میں ہے کہ جب کوئی برائی کرے اوسکو چاہیے کہ اوسکے بعد بھلائی کرے تاکہ اوسکی
مکافات ہو جاوے پوشیدہ برائی کے عوض پوشیدہ بھلائی کرے اور ظاہر کے عوض ظاہر اور
اسی بنا پر یہ قول ہے کہ پوشیدہ صدقہ دینے سے رات کے گناہ محو ہوتے ہیں اور ظاہر صدقہ
دینے سے دن کے اور ایک حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ایک عورت سے سب کچھ کیا مگر زنا نہیں کیا جو خدای تعالی کا
حکم ہو وہ آپ میرے اوپر جاری فرماویں آپ نے اوس سے پوچھا کہ تو نے ہمارے ساتھ کیا
صبح کی نماز نہیں پڑھی اوس نے عرض کیا کہ پڑھی ہے آپ نے فرمایا کہ نیکیاں برائیوں کو
کھو دیتی ہیں اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زنا سے کم مباشرت عورتوں کی گناہ صغیرہ ہے

اصحاب سنن نے بروایت ابوبکر صدیق ۱۲

بیہقی در شعب ... ابن عباس ۱۲

اسلیے کہ نماز کے باعث سے جاتا رہتا ہے اور کبیرہ گناہ نماز سے نہیں محو ہوتا چنانچہ حدیث
شریف میں ہے کہ اَلصَّلَوٰاتُ الْخَمْسُ کَفَّارَاتٌ لِّمَا بَیْنَهُنَّ اِلَّا الْکَبَائِرُ غرض ہر حال
آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس کا حساب ہر روز کیا کرے اور اپنی خطاؤں کو جمع کیا کرے اور
انکے دور کرنے میں محنت کرے اور نیز ہی حسنات کیا کرے - اب اگر یہ کہو کہ حدیث
شریف میں مذکور ہے کہ جو شخص گناہ سے استغفار کرے اور اوس پر اصرار کرتا جاتا ہے وہ گویا
خدا ہی تعالی کے ساتھ مسخری کرتا ہے یعنی جب تک کہ اصرار کا عقدہ حل نہوگا تب تک استغفار
کیسے مفید ہوگا اور بعض اکابر فرماتے تھے کہ میں اپنی زبانی استغفار سے بھی استغفار کرتا ہوں
اور بعض کا قول ہے کہ صرف زبان سے استغفار پڑھنا جھوٹوں کی توبہ ہے اور حضرت رابعہ
عدویہ رحم فرماتی ہیں کہ ہمارے استغفار کے لیے بہت سا استغفار چاہیے ان روایات میں کونسا
استغفار مراد ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ استغفار کی فضیلت میں اخبار بیشمار وارد ہیں چنانچہ اونکو
ذکر باب وجیہ اوراد اذکار میں لکھا گیا اور اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہوگی کہ خداوند کریم نے
استغفار کا اثر وہی ارشاد فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے سے فرمایا چنانچہ
ارشاد ہوا وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ
اسی جہت سے بعض صحابہ رضی فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لیے دو پناہیں تھیں ایک پناہ تو چلی گئی
یعنی موجود باجود جناب سرور کائنات کا ہم میں نرہا اور ایک ابھی باقی ہے یعنی استغفار موجود ہے
اگر وہ بھی نرہیگا تو ہم ہلاک ہو جاوینگے - اب ہم کہتے ہیں کہ جو استغفار کہ جھوٹوں کی توبہ ہے
وہ صرف زبانی استغفار ہے اسطرح کہ دل کی شرکت اوسمیں کچھہ نہو جیسے عادۃً براہ غفلت کہہ دیا
کرتے ہیں کہ استغفر اللہ یا جب آگ دوزخ کا بیان سنا تو کہہ دیا کہ نعوذ باللہ منہا بدون اسکے کہ
دلمیں کچھہ اسکی تاثیر ہو اسمیں صرف زبان کی حرکت ہوتی ہے اوس سے کچھہ فائدہ نہیں ہاں
اگر اوسکے ساتھہ دل سے خدا کیطرف تضرع اور انکسار کرے اور ارادہ صادق اور نیت خالص
اور رغبت کامل سے مغفرت کا سائل ہو تو یہ البتہ ایک حسنہ ہے اور اسمیں لیاقت اس بات کی ہے
کہ برائی کو دور کرسکے اور اخبار جو فضائل استغفار میں وارد ہیں اونمیں اسی استغفار سے غرض ہے
یہانتک کہ ارشاد فرمایا مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً اس حدیث میں
استغفار سے استغفار قلبی مراد ہے - اور توبہ اور استغفار کے بہت سے درجات ہیں اور اول
درجات بھی خالی از فائدہ نہیں گو آخر تک نوبت نہ پہونچی ہو اسی بنا پر حضرت سہیل تستری فرماتے ہیں

ترمذی بروایت ابو موسیٰ ۱۲

جو استغفار کرتا ہو وہ گناہ کا مصر نہیں کہلاتا گو دن میں ستر بار دوہراوے ۱۲ جلد اول باب الاذکار ترمذی ۱۲

کہ بندے کو ہر حال میں ضرورت اپنے مالک کی ہوتی ہے تو اوسکے حق میں بہتر یہی ہے کہ
سب چیزوں میں مالک ہی کی طرف رجوع کرے مثلاً گناہ میں مبتلا ہو تو التجا کرے کہ الٰہی میرا
پردہ فاش نہ کر اور گناہ کر چکے تو دعا مانگے کہ الٰہی میری توبہ قبول فرما اور توبہ کے بعد عرض کرے
کہ مجھے عصمت نصیب کر اور جب کوئی عمدہ کام کرے تو التماس کرے کہ خداوندا اس عمل کو
قبول کر۔ اور کسی شخص نے اونسے پوچھا کہ وہ استغفار کونسا ہے جو گناہوں کو مٹاتا ہے آپنے
جواب دیا کہ استغفار کا شروع توبہ ہے پھر انابت پھر توبہ انابت سے اعمال اعضا کے
مراد ہیں مثل دوگانہ و دعا اور انابت سے اعمال قلوب یعنی صدق ارادت اور قلوب کی تطہیر
مراد ہیں اور توبہ سے یہ غرض ہے کہ خلق کو چھوڑ کر مالک کی طرف متوجہ ہو اور نعمت الٰہی کی
ناواقفیت اور اوسکے شکرگزار نہونے کا قصور جو اوس میں ہے اور سے مغفرت کا خواہاں ہو تاکہ
وہ قصور معاف ہو اور مالک کے پاس اوسکا ٹھکانا بنے پھر توبہ کے بعد تنہائی اختیار کرنی پھر
توبہ پر ثابت رہنا پھر بیان اوسکے بعد فکر اوسکے بعد معرفت اوسکے بعد مناجات اوسکے بعد
مصافات اوسکے بعد موالات اوسکے بعد راز کی گفتگو جسکو خلت کہتے ہیں یہ سب تابع استغفار
پر مرتب بتدریج ہوتے ہیں اور یہ بات اوسی بندے کے دل میں ٹھہرتی ہے جسکی غذا علم ہو
اور قوام ذکر الٰہی اور توشہ رضا اور اوسکا رفیق توکل ہو بلکہ دل کی طرف خدای تعالیٰ نظر
عنایت سے دیکھکر اوسکو عرش پر اوٹھا لیتا ہے اور اوسکا مقام اور عرش کے اوٹھانیوالوں کا
مقام ایک ہو جاتا ہے اور نیز اونسے کسی نے اس حدیث کا حال پوچھا کہ التائب حبیب اللہ
آپنے فرمایا کہ حبیب جب ہوتا ہے جب وہ باتیں اوس میں پائی جاویں جو اس آیت پاک کو
میں التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف
والناہون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ اور فرمایا کہ حبیب اوسکو کہتے ہیں کہ جو چیز اپنے
حبیب کو بری معلوم ہو اوسکے گرد نہ پھٹکے۔ حاصل یہ ہے کہ توبہ کے ثمرے دو ہیں اول
گناہوں کو مٹانا یہانتک کہ ایسا ہو جاوے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں اور دوسرا ثمرہ
درجات کا ملنا ہے تاکہ حبیب ہو جاوے اور گناہ کے مٹانے کے درجات متفاوت ہیں بعض میں تو
اصل گناہ بالکل زائل ہو جاتا ہے اور بعض میں صرف گناہ کی تخفیف ہوتی ہے ان درجات کا
اختلاف بحسب اختلاف مراتب توبہ کے ہوتا ہے حاصل یہ کہ دل سے استغفار کرنا اور چند باتوں سے تدارک
کرنا اگرچہ ابتدائی درجات میں اسراف کے عقاب کو حل کرنے میں نافع ہے لیکن اسکا فائدہ بالکل مٹانا نہیں ہے

یقین رکھنا چاہیے کہ ایسے استغفار و حسنات کا وجود و عدم برابر ہے بلکہ ارباب مشاہدہ اور
اہل دل کو قطعا معلوم ہو گیا ہے کہ قول خداوندی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ
بیشک درست ہے ہر ذرہ خیر میں کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے جیسے کانٹے میں ایک طرف ایک
چانول ڈالدو تو کچھ نہ کچھ جھک جاویگا اور اگر اسکی کچھ تاثیر نہو تو چاہیے کہ دوسرا چانول اگر
ڈالدیں تب بھی کچھ اثر نہو اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ چانول اگر زیادہ بھی اوسمیں ڈالے جاویں
تب بھی پلہ نہ جھکے حالانکہ یہ قطعا محال ہے یہی حال حسنات و ذرات خیر کا ہے کہ اونسے بھی میزان
اعمال میں پلہ حسنات پر ضرور ہی اثر ہوتا ہے اور بہت سی ہو کر سیئات کا پلہ اونکے مقابل میں
اوٹھ جاتا ہے پس آدمی کو چاہیے کہ کسی حال میں تھوڑی سی خیر کو اور ذرہ بھر طاعت کو حقیر جانکر
فروگذاشت نہ کرے اور نہ کسی ادنی گناہ کو قلیل سمجھکر اوسکا مرتکب ہو جیسے کوئی بوڑھی
عورت کاتنے کے لیے بہانہ کرے کہ میں ایک گھڑی میں صرف ایک تار کات سکتی ہوں اس
ایک تاگے سے کونسا مال جمع ہو جاویگا یا کیا کپڑا تیار ہوگا اور یہ احمق کو یہ معلوم نہیں کہ دنیا
میں جتنے کپڑے ہیں سب ایک ایک تاگے سے بنے ہیں اور تمام دنیا خود کیسی باوجود اپنی وسعت کے
ذرات ہی سے بنی ہے غرضکہ تضرع اور استغفار دل سے کرنا ایک ایسی نیکی ہے جو ضائع کبھی
نہیں ہوتی بلکہ میرا تو یہ قول ہے کہ صرف زبان ہی سے استغفار کرنا بھی حسنہ ہے اسلئے
کیونکہ زبان کو غفلت کے ساتھ استغفار کے لیے ہلانا اس سے تو بہتر ہے کہ وہ وقت میں کسی
مسلمان کی غیبت یا کلام فضول کے لیے حرکت دے اور چپ رہنے کی نسبت بھی بہتر ہے گو
عمل قلبی کی نسبت ناقص ہے مگر زبان کے سکوت اور لغویات سے بہر صورت افضل ہے چنانچہ
بعض مریدین نے اپنے مرشد ابو عثمان مغربی سے عرض کیا کہ میری زبان بعض اوقات ذکر و قرآن پر
جاری ہو جاتی ہے حالانکہ میرا دل غافل ہوتا ہے اونھوں نے فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ
اوسنے تمھارے ایک عضو کو خیر میں لگایا اور ذکر کا عادی بنایا اور شر میں نہ لگایا نہ فضول کا
عادی فرمایا۔ اور بیشک ان حضرت کا قول درست ہے اسلیے کہ اعضا کو اگر خیر کی عادت
مثل امر طبعی ہو جاتی ہے تو موجب بہت سے گناہوں کے دفع کی ہوا کرتی ہے مثلا ایک شخص
استغفار کا عادی ہے وہ جب کسی سے کوئی جھوٹ بات سنیگا فورا کہہ اٹھیگا استغفر اللہ
اور جسکی عادت لغو گوئی کی ہوگی وہ جلدی سے یہی کہیگا کہ تم بڑے بیوقوف ہو کیسا
جھوٹ تمہارا ہے یا ایک شخص عادی نعوذ باللہ کہنے کا ہے وہ جب کسی شریر کی شرارت سے

افعال ہنسنے کا عادت کے طور پر کہدیگا کہ نعوذ باللہ منہ الا اگر فضول لغو کا عادی ہوگا تو کبھی کا
خدا او پر لعنت کرے انھین ایک کلمہ کہنے مین گناہگار ہوگا اور دوسرے کہنے مین بچا رہیگا
اور بچاو کی صورت زبان کے عادی خیر ہونے کا اثر ہے اور یہی معانی اس آیت کے ہے
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ اور اس آیت کے وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا
وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا تو دیکھنا چاہیے کہ صورت مذکورہ بالا مین کس طرح پر حسنہ کو دو چند کیا
یعنی غفلت مین استغفار پڑھنا زبان کی عادت کرنے سے یہان تک کہ اس عادت کے باعث
گناہ کے شر کو دفع کیا کہ غیبت و لعن و فضول سے روک دیا یہ زیادتی تو دنیا مین ہوئی
طاعت کی ہے اور آخرت کی بڑھوتری کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہین یہ حال اون کو جنھون نے
کہ طاعات مین صرف اوقات کا لحاظ کر کے اونکی رغبت کم کر دینے کا ایک داؤ کیا
کہ شیطان اوس سے مقابلہ کرنے والون کو دفع دیا کرتا ہے اور کوئی نہیں سمجھتا ہے کہ تم ریا ...
کہ خفیہ اسرار و رازون کو جانتے ہو زبان سے ذکر کرنا اور دل کا غافل ہونا عین ...
اس مکر کے باعث خلق کی تین قسمین ہوگئین ایک تو وہ جنھون نے اپنی جان پر ظلم کیا اور ایک
خیرات مین آگے بڑھنے والی اور ایک میانہ رو جو سبقت خیرات مین کرتے ہین وہ تو شیطان کے
جواب مین یہ کہتے ہین کہ تو بہت درست کہتا ہے مگر اس کلمہ حق سے مطلب تیرا باطل ہے
ہم تکو دوبارہ ستادینگے اور دو طرح سے تجھے ذلیل بنا دینگے ایک بعد حرکت زبان کے ساتھ حرکت
دل بھی شامل کر لیتے ہین اور اونکی مثال اس باب مین ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی شیطان کے
زخم کا علاج کرے اور اوپر نمک چھڑک دے اور ظالم اپنے نفس کے وہ لوگ ہین جو اپنے آپ کو
واقف دقیقہ سمجھکر چونکہ اخلاص قلبی سے عاجز ہوتے ہین تو زبان کی عادت بھی ترک کر کے ساتھ
چھوڑ دیتے ہین ان لوگون پر شیطان کی بن پڑتی ہے اور کمال درجے کی موافقت ہو جاتی ہے
بلکہ سگ رو براد شغال دونون ایک سے ہو جاتے ہین اور میانہ رو وہ ہے جو شیطان کے
برخلاف اپنے دل کو عمل مین شریک تو نہین کر سکتا الا یہ جانتا ہے کہ صرف ذکر لسانی بہ نسبت
قلبی کے ناقص ہوتا ہے مگر پھر بھی سکوت و لغو گوئی کی نسبت کہ افضل ہے اس خیال سے حرکت
زبانی نہ چھوڑے اور خدا سے دعا کرے کہ جیسی میری زبان کو عادت خیر دالی ہے ایسا ہی دل کو
بھی شریک اوسکا فرماوے اور انھین سے اول شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جولاہا
اپنے کام کو برا سمجھکر سحر مین جاوے اور دوسرے کی مثال ایسی ہے کہ جولاہا اپنا پیشہ برا جانکر

حلال خور کا کام کرنے لگے اور حیا نہ ہو کی مثال یہ ہے کہ پیشہ ور پانی والا جو کہ اپنے [illegible]
پیشے کو میں اس پیشہ کی مذمت کا منکر نہیں ہوں الا پیشہ کتابت کہ پیشہ اسکا بہت شریف
پاخانہ اوٹھانے کے برابر نہیں اور چونکہ میں کتابت سے عاجز ہوں اسلیے اپنا پیشہ کیوں
چھوڑوں۔ اسیطرح کہتے ہیں کہ قول حضرت رابعہ عدویہ کا یعنی ہماری استغفار کے لیے بھی
بہت سا استغفار چاہیے اس سے یہ غرض ہے کہ ان کا یہ تھا کہ ہمارے استغفار میں دل غافل رہتا ہے
اور صرف زبان حرکت کرتی ہے اس جہت سے یا غفلت دل کے اس استغفار سے بھی
استغفار چاہیے یہ معنی نہیں کہ زبان کی حرکت کی مذمت اس قول سے پائی جاتی ہے بلکہ
دل ہی کی قباحت مراد ہے جس سے حاجت استغفار کی ہوتی ہے [illegible]
کرنے کی نہیں ہیں [illegible] استغفار زبانی [illegible]
حاجت ہوگی ایک تو استغفار سے غفلت کے باعث اور پھر استغفار میں غفلت [illegible]
غرض کہ مذمت [illegible]
معنی سمجھیں [illegible] حسنات الابرار سیئات المقربین کیونکہ یہ باتیں [illegible]
پائی جاتی ہیں اونکو بدون اضافت نہ لینا چاہیے بلکہ کسی قدر کچھ طاعت اور گناہ کو
فنا چیز سمجھنا چاہیے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے
تین چیزیں تین چیزوں میں مخفی رکھی ہیں اول اپنی رضامندی کو اپنی طاعت میں پس
کسی طاعت کو حقیر مت جانو شاید خدای تعالی کی رضامندی اوسی میں ہو دوم اپنے غضب کو
معاصی میں تو کسی گناہ کو چھوٹا مت سمجھو شاید اوسکا غضب اوسی میں ہو سوم اپنی ولایت کو
بندوں میں مخفی رکھا ہے تو بندوں میں سے کسیکو حقیر مت سمجھو شاید اللہ کا ولی وہی ہو

خاکساران جہان را بحقارت منگر	توچہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

پھر ان تین باتوں پر آپ نے یہ اور زیادہ فرمایا کہ اجابت کو بھی خدای تعالی نے دعا میں
پوشیدہ رکھا ہے پس دعا مانگنی ترک نکرو شاید قبولیت اوسی میں ہو

چوتھی فصل

توبہ کی دوا کے بیان میں اور اوس علاج کے طریق میں جس سے کہ گناہ پر اصرار نہ رہے
واضح ہو کہ آدمی دو قسم کے ہیں ایک تو وہ کہ جنکو [illegible] بڑی بات کا [illegible] اونکا [illegible]
احتراز کرنے اور خبر ہی نہ ہو ایسے ہی لوگوں کی شان میں یہ حدیث شریف وارد ہے
لعجب ربک من شاب لیس لہ صبوۃ مگر ایسے لوگ نادر ہیں اور دوسری قسم [illegible]

کہ ارتکاب گناہ سے نہیں بچتے پھر اس قسم کے دو فریق ہیں ایک اصرار کرنے والے دوسرے سست اور ہماری غرض یہ ہے کہ اصرار کے دور کرنیکا علاج بیان کریں اور اوسکی دوا بنا دیں اب ہم کہتے ہیں کہ شفاء توبہ بدون علاج میسر نہیں ہوتی اور اوسکا اسباب مرض کے خلاف کرنیکا نام علاج کہلاتا ہے تو جو شخص مرض سے واقف نہ ہوگا وہ علاج سے بھی جاہل ہوگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو مرض کسی سبب سے پیدا ہوا اوسکی دوا یہی ہے کہ اوس سبب کو دور اور بیکار کیا جاوے اور ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز اپنی ضد سے بیکار ہوتی ہے اب اگر مرض اصرار کو لحاظ کرو تو دریافت ہوگا کہ اوسکا سبب غفلت اور شہوت ہے جس میں غفلت سب برائیوں کی جڑ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ؎۱ بہرحال جو چیز غفلت اور شہوت کی ضد ہوگی اوسی سے اوسکا علاج ہوسکیگا اور چونکہ غفلت کی ضد علم ہے اور شہوت کی ضد محرکات شہوت سے چھوڑنے پر صبر کرنا ہے تو توبہ کا علاج بھی اوس معجون سے ہوگا جسمیں حلاوت علم کی اور تلخی صبر کی موجود ہو اور جسطرح سکنجبین میں شیرینی شکر کی اور ترشی سرکہ کی اکٹھی رہتی ہے مگر اوس سے علاج کرنے میں مقصود اور فائدہ دونوں چیزوں کا ملحوظ رہتا ہے اور اسباب صفرا کے ہیجان میں دونوں مستعمل ہوجاتے ہیں اسیطرح جب دل میں مرض اصرار ہو اوسکے علاج میں بھی فائدہ معجون کے دونوں اجزا کا یعنی علم اور صبر کا جدا جدا سمجھنا چاہیے علم میں تو یہ بات قابل تحقیق کرنے کے ہے کہ اصرار کے دور کرنے میں ہر ایک علم کارآمد ہے یا کوئی علم مخصوص اسکے لیے ضروری ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ علوم سب کے سب امراض دلی کے علاج ہیں الا ہر ایک مرض کے لیے ایک علم مخصوص ہے جیسا کہ علم طب سب مرضوں کے علاج میں فی الجملہ نافع ہے مگر ہر علت کے لیے ایک خاص علم چاہیے اسیطرح اصرار کے علاج کو سمجھنا چاہیے پس ہم خاص وہی علم لکھتے ہیں جو اس علاج میں کام آوے اور اوسکو بدن کے امراض کی مثال پر لکھتے ہیں تاکہ سمجھ میں جلد آوے اب ہم کہتے ہیں کہ مریض آدمی کو کئی باتیں تصدیق کرنی پڑتی ہیں اول یہ کہ اس بات کو مانے کہ مرض اور صحت دونوں کے لیے کچھ سبب ہیں اور وہ سبب خداوند کریم نے ہمارے اختیار میں رکھدیے ہیں اس سے اصل طب کا یقین ہوتا ہے جسکو یقین نہیں ہوتا وہ علاج بھی نہیں کراتا اور مستحق موت کا ہوتا ہے اسیطرح اصرار میں اول ایمان اصل شرع پر ہونا چاہیے یعنی اس بات کو جانے کہ سعادت اخروی کا بھی ایک سبب ہے جسکو طاعت کہتے ہیں اور شقاوت کا

؎۱ یہی لوگ ہیں غافل بیشک یہی لوگ آخرت میں وہی خسارہ پانے والے ہیں

بھی ایک سبب ہے جسکو ایمان بولتے ہین اس ایمان کا ہونا ضرور ہے خواہ بطور تحقیق ہو یا بطور
تقلید دوسرے یہ کہ مریض کو کسی طبیب خاص کا اعتقاد چاہیے کہ وہ طب کا عالم اور حاذق ہے
جو دوا بتلاتا ہے ٹھیک ہوتی ہے جھوٹ نہین کہتا نہ دھوکا دیتا ہے اسلیے کہ صرف علم
طب پر یقین کرنے سے کیا ہوتا ہے اسیطرح اصرار والے کو ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے صادق ہونے پر چاہیے کہ جو کچھ آپنے فرمایا بیشک ویسا ہی ہوگا اوسکے خلاف ممکن نہوگا
تیسرے یہ کہ مریض کو طبیب کا قول سننا چاہیے کہ کس کس میوے کے کھانے اور کون سے اسباب
مضر کو منع کرتا ہے تاکہ پرہیز کا خوف دل مین سما جاوے اور اسکے باعث پرہیز پر آمادہ ہو
اسیطرح اصرار والے کو ان آیات و اخبار کا سننا اور یاد رکھنا چاہیے جو ترغیب تقوی کی اور
ڈرانا گناہوں سے کہ مرتکب ہونے اور خواہش نفس کی پیروی [illegible] جو کچھ اس باب مین
اوسکو یاد رکھنا چاہیے تاکہ اس سے خوف پیدا ہو جس سے کہ صبر کو قوت ہو [illegible]
علاج مین [illegible] چوتھے یہ کہ مریض کو چاہیے کہ طبیب جو کچھ اسکے مرض خاص کے لیے بتاتا ہو
اور جس پرہیز کو خود اوسکے لیے لازم کرتا ہو اوسکو غور سے سنے یعنی اول اپنے
احوال و افعال اور اکل و شرب کی معلوم کرے کہ انمین سے مرض خاص کے لیے
کون سی چیز مضر ہے اسواسطے کہ ہر ایک مریض کو ہر چیز سے پرہیز ضروری نہین نہ ہر ایک شے خراب
بلکہ ہر ایک مرض خاص کے لیے علاج بھی خاص ہے اور علاج بھی خاص ہے اسیطرح ہر ایک انسان تمام
شہوات کا اور کل معاصی کا مرتکب نہین ہوتا بلکہ ہر مومن کے لیے ایک گناہ یا چند گناہ خاص
ہوتے ہین اسکو درست اعتقاد رکھنا ضرور ہے کہ یہ گناہ ہین پھر یہ جاننا چاہیے کہ ان گناہ کی
آفات کیا ہین اور انسے دین مین کسقدر نقصان ہوتا ہے پھر علم اس بات کا چاہیے کہ انسے
صبر کسطرح ہو سکتا ہے پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ پہلے جو گناہ ہوے اونکا تدارک کیسے ہو تو وہ
معلوم وہ ہین جنکو خاص علما ہی جو وارث مرسلین ہین جانتے ہین۔ پس گنہگار کو جب اپنا
گناہ معلوم ہو اوسکو چاہیے کہ اپنے روگ کا علاج کسی طبیب یعنی عالم دین سے شروع کرے
اور اگر اوسکو نہ معلوم ہو کہ جس فعل کا مین مرتکب ہوں وہ گناہ ہے تو عالم کو چاہیے کہ اوسکو
یہ بات سمجھاوے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ہر ایک عالم ایک ولایت یا شہر یا محلہ یا مسجد
یا مجمع کا کفیل ہو جاوے کہ وہان کے لوگون کو دین بتلادے اور جو بات انکے حق مین مفید ہو
اور جو مضر ہو سب جدا جدا سمجھادے اسباب سعادت اور شقاوت کو [illegible]

اور اس بات کا منتظر رہے کہ کوئی پوچھے تو بتاؤن بلکہ خود لوگون کو اپنے پاس بلا کر ہدایت کا
کفیل ہو اسلیے کہ علما وارث انبیا ہین انبیا علیہم السلام نے لوگون کو انکی جہالت پر نہ چھوڑا
بلکہ مجمعون مین انکو پکارتے اور شروع مین اونکے گھر گھر پھرتے اور ایک ایک کو تلاش
کر کے ہدایت کرتے کیونکہ دل کے مریضون کو اپنے مرض کا حال معلوم نہین ہوتا مثلاً اگر
کسیکے مونہہ پر برص کے داغ ہون اور آئینہ اوسکے پاس نہو تو اوسکو اپنے مرض کا حال معلوم
نہوگا جبتک کہ کوئی دوسرا شخص نہ بتلادے۔ اور یہ بات سب علما پر فرض عین ہے اور تمام
سلاطین پر فرض ہے کہ ہر ایک گانو اور محلے مین ایک فقیہ متدین مقرر کر دین جو لوگون کو
دین سکھلایا کرے کیونکہ آدمی سب جاہل ہی پیدا ہوتے ہین تو دعوت اسلام اصل اور فرع
کے لیے بھیجنی ضروری ہے اور دنیا ایک بیمارخانہ ہے اسلیے کہ جو اوسکے اندر ہے وہ تو
مردہ ہے اور جو اوسپر موجود ہے وہ بیمار ہے اور دل کے بیمار بنسبت بدن کے بیمارون کے
زیادہ ہین اور علما طبیب ہین اور سلاطین اس بیمارخانہ کے منتظم پس جو بیمار کہ علاج علما نے
اور عالم کی بتائی ہوئی دوا کو پذیرا نکرے وہ سلطان کے سپرد ہونا چاہیے تاکہ اوسکے
شر سے لوگون کو بچاوے جیسے کوئی مریض پرہیز نہین کرتا یا دیوانہ ہوجاتا ہے تو طبیب
اوسکو پاگل خانے کے داروغہ کے سپرد کر دیتا ہے تاکہ اوسکے بیڑیان اور ہتکڑیان ڈالکر
اپنے آپکو اور تمام خلق کو اوسکے شر سے بچاوے۔ اور دل کے مرض جو بدن کی نسبت
زیادہ ہو گئے ہین اوسکی تین وجہین ہین اول تو یہ کہ دل کے مریض کو یہ معلوم نہین ہوتا کہ
مین مریض ہون دوسرے یہ کہ انجام اس مرض کا دنیا مین مشاہدہ نہین ہوتا بدن کے مرض کا
انجام تو سب دیکھتے ہین کہ موت ہوتی ہے جس سے طبیعت کو نفرت ہے اور موت کے بعد کا
احوال کسیکو نہین سوجھتا اور گناہون کا انجام دل کی موت ہے جو دنیا مین معلوم نہین
ہوتی اسیواسطے نفرت گناہون سے کم ہوتی ہے گو مرتکب کو معلوم بھی ہو کہ مین گناہ کرتا ہون
اور یہی وجہ ہے کہ دل کے مرض کے لیے تو خدا کے فضل پر توکل سوجھتا ہے اور بدن کے
مرض کے لیے علاج مین خوب کوشش کرتے ہین کبھی دوا پرہیز نہین کرتے اور تیسری وجہ
جو مرض لاعلاج ہے وہ یہ ہے کہ طبیب نایاب ہے اسلیے کہ اس مرض کے طبیب علما ہین اور
اور وہ اس زمانے مین مرض سخت مین مبتلا ہین کہ جسکے علاج سے تھک گئے ہین اور یہ بات کہ
مرض سب مین موجود ہے اسلیے اوسکا نقصان ظاہر نہین ہوتا تو خواہ مخواہ خلق کو بتانا

اور ایسی باتیں اونکو بتاتے ہیں جس سے اونکا مرض اور زیادہ ہو کیونکہ مرض مہلک تو محبت دنیا
اور یہی مرض طبیبوں پر غالب ہے پس یہ طبیب مریضوں کے لیے ہو رہے ہیں فردا یا وا مرگ عیسی آید کہ
بیمار بود یہ لوگ خلق کو محبت دنیا سے نہیں ڈراتے اس خیال سے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اوروں کو تو
علاج بتاتے ہو اپنے آپ کو اس سے کچھ اسوجہ سے یہ مرض پھیل گیا اور بڑی وبا چھا گئی لوگ
تباہ ہو گئے دوا کا نام نہ رہا نہ طبیب کا نشان بلکہ طبیب دوا کانے میں طرح طرح سے مشغول ہو گئے
کیا خوب ہوتا جو یہ لوگ نصیحت کرتے تو خیانت ہی چھوڑ دیتے اگر اصلاح نہ کرتے تو بیکار ہی ترک
کرتے بلکہ اگر چپ رہتے اور کچھ نہ بولتے جب بھی بہت خوب تھا کیونکہ جب کچھ کہتے ہیں تو
تمام وعظ میں زیادہ تر غرض یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح لوگوں کے دل ہماری طرف رجوع ہوں
اور اس بات کا حاصل ہونا بدون اسکے نہیں ہو سکتا کہ اونکا توقع مغفرت کی بیان ہو اور امید کے اسباب
بیان کو ترجیح دیں اور رحمت کے دلائل ذکر کریں اسلئے کہ یہ باتیں کانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور
طبیعت پر ہلکی گذرتی ہیں ایسے وعظ سنکر جو لوگ گھروں کو لوٹتے ہیں تو اور زیادہ جرأت گناہ
کی ہو جاتی ہے اور اللہ کے فضل پر تکیہ بڑھ جاتا ہے اور اوسکا حال ہے کہ جب علاج ہی ... ہو
تو ظاہر ہے کہ جو طبیب جاہل یا خائن ہوگا تو اوسکا نسخہ سم قاتل ہوگا کیونکہ جہاں موقع کسی دوا کا
وہاں اور کچھ لکھ دیگا پھر رجا اور خوف دونوں دوائیں ہیں مگر دو شخصوں کے لیے ہیں جنکے
جدا جدا مرض ہو پس جس شخص پر خوف اتنا غالب ہو کہ دنیا کو ترک کر دے اور اپنے نفس کو جو بات
نہو سکے اوسکی تکلیف دے اور بالکل عیش زندگی کو نفس پر تنگ کر دے تو ایسے شخص کی کثرت
خوف کو اسباب رجا بیان کرنے سے کم کرنا چاہیے تاکہ حد اعتدال پر آجاوے اسیطرح جو شخص
گناہوں پر مصر ہو اور توبہ کا تمنی مگر نا امیدی اور یاس کے سبب توبہ نکرتا ہو اور گناہان گذشتہ کو
بڑا جانتا ہو تو ایسے شخص کے علاج میں بھی اسباب رجا کا ذکر کرنا مضائقہ نہیں تاکہ اوسکو طمع توبہ کے
قبول کی ہو اور توبہ کرے لیکن جو شخص کہ گناہوں میں خوب ڈوبا ہوا ہو اور باوجود اسکے خدا کے
فضل پر مغرور ہو اوسکا علاج اسباب رجا کے ذکر کرنے سے ایسا ہے جیسا حرارت والے کا علاج
شہد سے کرنا کہ شفا حاصل ہو یہ طریق جاہلوں اور غبی لوگوں کا ہے غرضکہ طبیبوں کا فساد مرض
لا علاج کیطرح ہو رہا ہے کہ اوسکی کچھ تدبیر نہیں اب ہم وعظ کا وہ طریق بتلاتے ہیں کہ جس
مرض عام میں لوگوں کو نفع ہو ہرچند وہ بہت طویل ہے کہ اوسکا بیان کامل ممکن نہیں تاہم
اوسکی وہ اقسام جن سے لوگوں کو گناہوں کے ترک کرنے پر آمادگی ہو اور اصرار کے چھوڑنے میں

لکھتے ہین ہین جاننا چاہیے کہ واعظ کو چار قسمین بیان کرنی وعظ مین ضرور ہین اول یہ کہ قرآن مجید
مین جو آیات کہ عاصیون اور گناہگارون کے خوف دلانے کے لیے مذکور ہین اونکو ذکر کرے
اسیطرح احادیث مین جو روایات اسطرح کی ہین اونکو بیان کرے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ہر روز جب فجر ہوتی ہے اور ہر شب جب شفق ڈوبتی ہے دو فرشتے چار آوازون سے پکارتے
دوسرے کا جواب دیتے ہین اول ایک کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا اگر یہ خلق پیدا نہ ہوتی پھر دوسرا
کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو اہل خلق اگر پیدا ہوئے تو جان لیتے کہ کسواسطے پیدا ہوئے ہین
پھر پہلا کہتا ہے کہ کاش ان لوگون کو جب یہ معلوم ہوا کہ کسواسطے پیدا ہوئے ہین تو اپنے
علم کے بموجب ہی عمل کرتے اور ایک روایت مین یہ قول یون آیا ہے کہ کیا اچھا ہوتا جو
لوگ آپسمین بیٹھکر جو کچھ جانا کرتا اوسکا چرچا کرتے پھر دوسرا کہتا ہے کہ خوب ہوتا اگر یہ لوگ
اپنے علم کے بموجب عمل نہ کرتے تو اپنے عملون سے توبہ ہی کر لیتے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ
جب بندہ گناہ کرتا ہے تو داہنا فرشتہ بائین سے کہتا ہے یا بین وجہ کہ وہ اوسپر حاکم ہے
کہ چھہ ساعت تک اس عمل کو مت لکھنا اگر اس عرصہ مین اگر اوسنے توبہ و استغفار کیا تو نہین
لکھتا ہے ورنہ لکھ لیتا ہے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو زمین
جس جگہ ہوتا ہے وہ خدا سے اجازت چاہتی ہے کہ مجھکو حکم ہو تو اوسکو دھنسا دون اور اوسکے
سر پر کا آسمان اجازت چاہتا ہے کہ مجھکو حکم ہو تو اوسپر لوٹ پڑون اون دونون کو اللہ تعالی
فرماتا ہے کہ میرے بندے سے باز رہو اور اوسکو چھوڑ دو تمنے اوسکو نہین پیدا کیا اگر تم اوسکو پیدا
کرتے تو تمکو اوسپر رحم آتا شاید وہ توبہ کرے اور مین اوسکو معاف کر دون یا اس گناہ کے عوض
کوئی عمل صالح کرے اور مین اس گناہ کو بھی اوسکے پاداش مین نیکی سے بدل دون پس اس قول
شریف مین یہی معنی مراد ہین اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ
اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے کہ مہر کرنے والا عرش کے پایہ سے
لٹکا ہوا ہے جب بہت سی بیحرمتیان ہوتی ہین اور حرام چیزین حلال سمجھی جاتی ہین اللہ تعالی
مہر کرنے والے کو بھیج دیتا ہے وہ دلون پر مہر لگا جاتا ہے جو چیزین دلون کے اندر ہوتی ہین
وہ اوسمین رہ جاتی ہین اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہین کہ دل کی مثال ایسی ہے
جیسے ہتھیلی کھلی ہوئی جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک انگلی بند ہو جاتی ہے یہانتک کہ سب
اونگلیان بند ہو جاوین جب دل بند ہو جاتا ہے تو وہی اوسکا قفل ہے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا

قول ہے کہ بندے کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان گناہوں کی ایک حد معلوم ہے
جب بندہ اوس پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اوسکے دل پر مہر کر دیتا ہے اور پھر کبھی توفیق
نیک کام کی نہیں دیتا اسیطرح اخبار و آثار گناہوں کے مذمت اور تائبین کی مدح میں بیشمار
ہیں واعظ کو چاہیے کہ اسطرح کی روایات کثرت سے بیان کرے اگر دعوی وراثت
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ آپنے روپیہ اشرفی تو چھوڑا ہی نہیں تھا صرف علم
و حکمت کو چھوڑا ہے اور ہر ایک عالم کو اوس میں سے اوسیقدر ملا ہے جسقدر کو اوسنے قبول کیا
اور بقدر حوصلہ پایا دوسری قسم قابل بیان حکایات انبیا علیہم السلام اور سلف صالحین کی
ہیں کہ گناہوں کے سبب اونپر کیسے مصائب گذرے اسطرح کی حکایات دل پر بہت تاثیر کرتی ہیں
اور نفع محسوس ہوتا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا حال کہ گناہ کی بدولت کیا کیا تکلیفیں
اوٹھائیں جنت سے نکالے گئے یہانتک کہ روایت ہے کہ جب آپنے درخت میں سے کچھ کھایا
تو لباس بہشتی بدن پر سے اوڑ گیا اور شرمگاہ ننگی ہو گئی لیکن تاج اور سہرے کو شرم آئی کہ آپکے
سر سے مفارقت کریں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تشریف لا کر تاج سر سے اوتارا اور سہرے کو
پیشانی پر سے کھولا پھر عرش کے اوپر سے آواز ہوئی کہ تم دونوں میرے پاس سے اوتر جاؤ
جو میرا نافرمان ہے اوسکا میرے پاس ٹھکانا کہاں حضرت آدم علیہ السلام نے رو کر حضرت حوا
علیہا السلام کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ گناہ کی اول شامت یہ ہے کہ حبیب کے پاس سے نکالے گئے
اور روایت ہے کہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام پر جب خطا کے باعث عتاب ہوا یعنی اوس
تصویر کی پوجا اونکے گھر میں چالیس روز پوجی گئی اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ وہ خطا یہ تھی کہ ایک
عورت نے آپسے درخواست کی تھی کہ میرے باپ کی مرضی کے موافق حکم فرمانا اور آپنے
وعدہ کیا تھا کہ اچھا مگر پھر ویسا نکیا اور بعض فرماتے ہیں کہ قصہ یہ تھا کہ اوس عورت کی خاطر
دلمیں یہ آیا تھا کہ فیصلہ میں اوسکے باپ کو جتاویں بہرحال خطا کی عوض چالیس روز کے لیے
آپکی سلطنت چھن گئی اور آپ برے حال سے بھاگے پھر تو یہ حال تھا کہ اگر کھانے کے لیے
ہاتھ پھیلاتے تو ٹکڑا نملتا تھا اگر لوگوں سے کہتے کہ مجھکو کھانا دو میں داؤد کا بیٹا
سلیمان ہوں تو لوگ مار کر اور گالیاں دیکر نکال دیتے روایت ہے کہ ایک بڑھیا کے گھر سے
آپنے کھانا مانگا اوسنے جھڑک دیا اور منہ پر تھوک دیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک بڑھیا نے
ایک پیشاب کا کوزہ آپکے سر پر اولٹ دیا سچ ہے شعر عزیزیکہ ہر کز درش سر بتافت + بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

پھر جب حکم الٰہی سے آپ کی انگوٹھی مچھلی کے پیٹ مین سے نکلی اور چالیس روز یعنی مدت عقوبت
کے بعد آپ نے اوسکو پہنا تب تو پرند آپکے سر پر سایہ کر کے گرد جمع ہوئے اور جن اور شیطان و
وحوش جدا پاس آئے انمین سے بعض نے جو آپ کی خدمت مین کسیطرح کا قصور یا گستاخی کی تھی
معذرت کی آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے نہ تمھارے افعال گذشتہ پر ملامت ہے نہ اس معذرت پر
تحسین یہ بات ایک آسمانی تھی جسکا ہونا ضرور تھا۔ اور بنی اسرائیل کے قصون مین مذکور ہے
کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شہر مین نکاح کیا تھا اپنے غلام کو اوس عورت کے لانے کے لیے
بھیجا اثنای راہ مین اوسکے نفس نے براہ نفسانیت اوس عورت سے اپنا مقصود چاہا مگر اوس غلام نے
اپنے نفس پر مجاہدہ کر کے روک رکھا اور اوسکی خواہش کا مغلوب ہوا اللہ تعالی نے اوسے اوس تقوی
کی بدولت اوسکو بنی اسرائیل کا پیغامبر کر دیا۔ اور حضرت موسی علیہ السلام کے قصون مین لکھا ہے کہ
آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ خدای تعالی نے آپ کو علم غیب کیلیے کس بات سے پایا
اونھون نے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ مین نے خدا کیواسطے گناہ چھوڑ دئیے اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان
علیہ السلام کے ساتھ ہوا چلتی تھی آپ نے اپنے قمیص کیطرف دیکھا اور دیکھا کہ اوسکا اچھا ہونا
ہوا نے اوسکو گرا دیا آپ نے پوچھا کہ تو نے یہ کیون کیا مین نے تجھکو نہین حکم کیا تھا اوس نے عرض کیا
کہ ہم آپ کی اطاعت جبھی کرتے ہین جب آپ خدا کی اطاعت کرتے ہین۔ اور روایت ہے کہ
خدای تعالی نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی کی تمکو معلوم ہے کہ مین نے تمھارے بیٹے
یوسف کو تم سے کیون جدا کیا اونھون نے عرض کیا کہ نہین ارشاد ہوا کہ اسوجہ سے کہ
تمنے اوسکے بھائیون سے کہا تھا اَخَافُ اَنْ یَّاکُلَہُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْہُ غَافِلُوْنَ تمنے
بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھ سے توقع کیون کی اور بھائیون کی غفلت کو کیون دھیان کیا میری حفاظت کیطرف
کیون نہ دیکھا پھر ارشاد ہوا کہ تمکو معلوم ہے کہ مین نے یوسف کو تم سے کیون واپس کیا عرض کیا کہ نہین
فرمایا کہ تمنے جب مجھ سے توقع کی اور یہ کہا عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِہِمْ جَمِیْعًا اور نیز یہ کہا کہ
اِذْھَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْہِ وَلَا تَیْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ مین نے اوسکو تم سے ملا دیا
اسیطرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہی صاحب سے حبس مین ارشاد فرمایا تھا کہ میرا
ذکر اپنے آقا سے کرنا تو اللہ تعالی اوس قصہ کو اسیطرح ارشاد فرماتا ہے فَاَنْسٰہُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّہٖ
فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ اور اسیطرح کے حکایات بیشمار ہین قرآن و احادیث مین جو کچھ
وارد ہین تو کچھ کہانی اور قصہ خوانی کے طور پر نہین بلکہ اوس سے عبرت اولی الابصار کا ارادہ ہے

مردان ہوشیار نصیحت پکڑتے ہین کہ انکو دیکھنا چاہیے کہ جب انبیاء علیہم السلام سے چھوٹے گناہ فروگذاشت نہین ہوے تو اور لوگون سے کبیرہ کس طرح درگذر کیے جاوینگے البتہ انکی سزا دنیا ہی مین ہو گئی آخرت پر کچھ نہ چھوڑا یہ بات انکی سعادت کے باعث ہوئی اور بدبختون کو مہلت دیجاتی ہے تاکہ خوب گناہ کرلین اور یہ بھی وجہ انکی مہلت کی ہے کہ دنیا کی سزا اور آخرت کا عذاب شدید اور بڑا ہے انکے عمل کی پاداش اسیوجہ سے عذاب کو چاہتی ہو اسلیے مہلت دیجاتی ہے اس قسم کی باتین مصر لوگون کے سامنے زیادہ کہنی چاہیین

کہ توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے اکثر مفید پڑتی ہین

تیسری قسم یہ کہ لوگون کے سامنے یہ بیان کرے کہ گناہون پر دنیا مین عقوبت پہونچنے کی توقع ہوتی ہے اور جسقدر کہ بندے پر مصائب پہونچتے ہین وہ گناہون کی شامت سے ہوتے ہین اسلیے اکثر آدمی امر آخرت مین سہل انگاری کرتے ہین اور خدای تعالی کے عذاب دنیاوی سے جہالت کے باعث زیادہ ڈرتے ہین تو ضرور ہوا کہ ایسے لوگون کو اسی قسم کی باتون سے راہ راست پر لایا جاوے کیونکہ اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گناہون کی نحوست دنیا ہی مین آدمی پر آتی ہے جیسا کہ قصہ حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام مین گذرا بیان کیا کہ بعض اوقات شامت گناہون مین روزی تنگ ہوجاتی ہے کبھی لوگون کے دلون مین اپنی منزلت اوٹھ جاتی ہے دشمن غالب ہوجاتے ہین اور حدیث شریف مین ہے کہ بندہ گناہ کرنیکے باعث رزق سے محروم ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہین کہ میری دانست مین گناہ کے باعث آدمی علم بھی بھول جاتا ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث مین کہ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اوسکی عقل اوس سے علیحدہ ہوجاتی ہے اور پھر کبھی پاس نہین آتی اور بعض اکابر کا قول ہے کہ لعنت منہ کے سیاہ ہونے اور مال کے ناقص ہونے کا نام نہین بلکہ لعنت یہ کہ آدمی ایک گناہ سے نکلکر دوسرے اوسی جیسے یا اوس سے زیادہ مین مبتلا ہوا اور واقع مین بھی انھون نے درست فرمایا اسواسطے کہ لعنت کے معنی محروم کردینا اور رحمت سے دور کرنا ہین پس جب آدمی کو توفیق خیر نملے اور بدی کے لوازم مہیا ہو تو ظاہر ہے کہ رحمت سے دور ہوا اور توفیق کا عنایت نہونا کیسا بڑا حرمان ہے علاوہ اسکے ہر ایک گناہ دوسرے گناہ کیطرف بلاتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ آدمی اوسکے باعث اوس رزق سے محروم رہتا ہے جو اوسکی غذای روحانی ہوتی اور کارآمد ہوتا یعنی

بیٹھنا علما کا جو سنگ گناہوں کے ہیں اور ہمنشینی صلحا کی میسر نہیں ہوتی بلکہ اپنے نفس سے خدا اوسکو ناخوش رہتا ہے تاکہ صلحا بھی وس سے ناراض ہیں۔ بعض عارفین کے حال میں لکھا ہے کہ وہ اپنے کپڑے اوٹھائے ہوئے کیچڑ میں جاتے تھے اور پاؤں کو ادا کرتے تھے کہ پھسل نجاوے الا اونکا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑے پھر اوٹھکر کیچڑ میں وسطے ہوئے جاتے تھے اور روتے تھے کہ یہی حال بندے کا ہے کہ ہمیشہ گناہوں سے بچتا جاتا ہے اور گناہ کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ ایک یا دو گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے پھر تو بالکل گناہوں میں دھنس جاتا ہے اس قول سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ گناہ کی عقوبت ہی میں یہ بھی داخل ہے کہ دوسرے گناہ کا مرتکب ہو اور حال دنیا کے مصائب عارفین کے نزدیک افضل عقوبت گناہ ہیں چنانچہ حضرت فضیل رحمہ نے فرمایا کہ آدمی پر جو گردش زمانہ یا ستم ابنای جنس ہو تو جانے کہ سب میرے گناہوں کی بدولت ہے اور بعض اکابر رحمہ کا قول ہے کہ اگر میرے گدھے کی عادت بھی بگڑ جاتی ہے تو میں یہی جانتا ہوں کہ میرے ہی قصور کی جہت سے ہے اور ایک عارف فرماتے ہیں کہ میں اپنے گناہ کی عقوبت اپنے گھر کے چوہے میں بھی جانتا ہوں اور بعض صوفی راوی ہیں کہ میں نے شام کے ملک میں ایک غلام نصرانی خوبصورت کو دیکھا اور کھڑا ہوکر اوسکے جمال کو تاکنے لگا اتنے میں میرے پاس ابن جلاء دمشقی آگئے اور میرا ہاتھ پکڑا مجھکو شرم آئی اور بات بناکر اونسے عرض کیا کہ اس کی صورت دیکھکر تعجب تھا کہ سبحان خدا کی کیا حکمت ہے کہ ایسی صورت بھی آگ میں جاویگی انہوں نے میرا ہاتھ دبایا اور فرمایا کہ چند روز بعد اسکی سزا تمکو ملیگی راوی کہتے ہیں کہ تیس برس بعد مجھکو اوسکی سزا ملی کسی مصیبت میں گرفتار ہوا۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ فرماتے ہیں کہ احتلام ہونا بھی ایک عقوبت ہے اور فرمایا کہ کسی آدمی کو جو نماز جماعت نہیں ملتی تو کسی گناہ کے مرتکب ہونے سے یہ امر ظہور میں آتا ہے اور حدیث شریف میں ہے ما انکرتم من زمانکم فبما غیرتم من اعمالکم سچ کہا ہے جس نے کہا ہے شامت اعمال ما صورت نادر گرفت اور ایک حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ اپنی شہوت کو میری طاعت پر مقدم سمجھتا ہے تو اوسکو ادنیٰ سزا یہ ہے کہ اوسکو اپنی مزہ دار مناجات سے محروم کر دیتا ہوں۔ اور ابو عمرو بن علوان سے ایک قصہ منقول ہے سب قصہ تو بہت طویل ہے الا اوسمیں اوتنا مذکور ہے کہ میں ایک روز نماز پڑھتا تھا اثنای نماز میں میرے دل میں خواہش اوبھری اوسکی سوچ بہت دیر تک رہا یہاں تک کہ اوس سے خواہش لونڈے بازی کی پیدا ہوئی فوراً میں زمین پر گر پڑا اور تمام بدن

سیاہ ہو گیا لوگوں کی شرم سے میں تین دن گھر میں چھپا رہا اور بدن کو صابون سے حمام میں
ملا کرتا تھا مگر سیاہی بڑھتی گئی تین دن کے بعد رنگ صاف ہوا پھر میں حسب الطلب حضرت
جنید بغدادی کے موضع رقہ سے بغداد کو گیا جب انکی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ تجھے شرم
نہ آئی کہ خدا کے سامنے کھڑا ہو کر تیرا نفس ایسی شہوت میں ڈوبا کہ تجھکو مغلوب کر کے حضوری الٰہی سے
نکال دیا اگر میں تیرے لیے دعا نہ کرتا اور تیری طرف سے خدا کے سامنے تائب نہ ہوتا تو تو خدا کے
سامنے اوسی کالے رنگ سے جاتا - مجھے بڑا تعجب ہوا کہ حضرت جنید رحمہ نے میرا حال کس طرح معلوم
کیا میں تو رقہ میں تھا اور آپ بغداد میں تشریف رکھتے تھے - اب جاننا چاہیے کہ آدمی جو گناہ
کرتا ہے تو اوسکا چہرہ و دل سیاہ ہو جاتا ہے پس اگر نیکبخت ہوتا ہے تو سیاہی ظاہر بدن پر بھی
معلوم ہونے لگتی ہے تاکہ وہ اپنی حرکت سے باز رہے اور اگر بدبخت ہوتا ہے تو سیاہی اندر ہی اندر
بڑھتی ہے یہاں تک کہ تمام باطن سیاہ ہو کر مستحق آتش ہو جاتا ہے - اور دنیا میں گناہوں کی آفات
فقر و مرض وغیرہ آنے کے باب میں بہت اخبار وارد ہوئیں بلکہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے گناہ کی شومی و
شامت ہے کہ گناہ کے بعد اوسیکی صفت حاصل کرے یعنی اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو
گناہ کی عقوبت میں ہو اور اوسپر طرح طرح کے گناہ کرنے میں مصروف رہے تاکہ بدبختی دوبالا ہو جاوے
اور اگر کوئی نعمت ملے تو اوسکے حق میں وہ لعنت ہو اور اوسپر شکر کے عوض کفر کیا جاوے تاکہ ناشکری
پر عقوبت کیجاوے مگر مطیع کا حال اوسکے خلاف ہے اوسکے حق میں طاعت کی برکت سے جو نعمت
ہوتی ہے وہ جزائے طاعت ہوتی ہے اور اوسکے شکر کی توفیق اوسکو مرحمت ہوتی ہے اور جو
مصیبت اوسپر آتی ہے تو اوسکے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اوسپر صبر کرنے سے درجات زیادہ ہوتے ہیں
چوتھی قسم وہ وعظ میں بیان کرنے کی ہے یہ ہے کہ جو جو عقوبتیں خاص خاص گناہوں پر
وارد ہیں اونکو بیان کرے مثلاً شراب خواری کی برائی اور زنا اور چوری اور قتل اور غیبت اور
کبر اور حسد کی برائی جدا جدا کہ ہر ایک میں بیشمار روایتیں وارد ہیں الا اتنا خیال چاہیے کہ جو
شخص جس چیز کا اہل ہو اوس سے اوسی چیز کا حال بیان کرے بے موقع بیان کرنا ایسا ہے کہ
بیماری ہو کچھ اور دوا کرے کچھ بلکہ عالم کا حال مثل طبیب حاذق کے ہونا چاہیے کہ اول نبض اور
رنگ اور حرکات اور سکنات سے علت باطنی پر واقف ہو کر علاج کیا کرتا ہے عالم بھی اوسی طرح
قرائن احوال سے صفات پوشیدہ آدمی کے معلوم کرے اور انہیں کا حال بیان کرے تاکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کامل ہو چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں

عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو کچھ وصیت فرمائیے مگر بہت مختصر ہو تو آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کر اور ایک
اور شخص نے جو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو وصیت کیجیے تو آپ نے فرمایا
عَلَیْکَ بِالْیَاسِ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ فَاِنَّ فِیْ ذٰلِکَ ھُوَ الْغِنٰی وَاِیَّاکَ وَالطَّمَعَ فَاِنَّہُ الْفَقْرُ الْحَاضِرُ
وَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَاِیَّاکَ وَمَا تَعْتَذِرُ مِنْہُ اور ایک اور شخص نے آپ سے وصیت کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ غصہ
مت ہوا کر اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع رح سے کہا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ
میں وصیت کرتا ہوں کہ تو دنیا اور آخرت میں بادشاہ رہیو اوسنے عرض کیا کہ یہ بات مجھکو کیسے
میسر ہوگی آپ نے فرمایا کہ دنیا میں تو اپنے اوپر لازم کرنا ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
گویا کہ سائل اول میں علامات غضب معلوم فرماتے تھے اسلیے اوسکو غصہ کرنے سے منع فرمایا اور
دوسرے سائل میں علامات لوگوں سے طمع کی اور طول امل کی ملاحظہ فرمائیں اوسکو ویسا ہی
حکم فرمایا تیسرے میں علامات کلام کے بدل اللہ کی باتیں اوسکو اوسی کے مناسب چپ رہنے
کا حکم فرمایا ۔ اور حضرت محمد بن واسع رح نے بھی اپنے سائل میں علامات حرص بفراست معلوم
کرکے اوسیکے موافق وصیت فرمائی ۔ اور ایک شخص نے حضرت معاذ رح سے عرض کیا کہ مجھکو وصیت
فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اگر تو رحم کیا کرے تو میں تیرے لیے جنت کا کفیل ہوں گویا آپ کو بفراست
اوسکا سخت دل ہونا معلوم ہوگیا تھا اسلیے رحم کی وصیت کی ۔ اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم
بن ادہم رح سے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ آدمیوں سے علاحدہ رہا کر اور آدمیوں کے ساتھ
رہا کر اور اچھے آدمیوں کی ضرورت اسلیے ہے کہ بھول چوک آدمی کا کام ہے اور سب آدمی آدمی
نہیں ہوتے آدمی گذر گئے اور بھوت رہ گئے انکو آدمی کیسے جانیں کہ آدمیوں کی ہتک سے بے رنج ہیں

شعر اینچہ بینی جملہ کم دیدیم و بسیار ست و نیست	نیست جز انسان دریں عالم کہ بسیار ست و نیست

تو گویا حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنی فراست سے اوس شخص میں علامت آفت ملاقات معلوم کی
اور جو حال اوسپر اوسوقت غالب تھا اوسکو سنا دیا اور غالب حال وہی تھا کہ لوگوں کو ایذا
دیتا تھا ۔ غرضکہ گفتگو مناسب حال سائل کے ہونی چاہیے نہ لائق شان قائل کے ۔ اور حضرت معاویہ رح
نے حضرت عائشہ رض کو لکھا کہ میرے واسطے ایک نوشتہ آپ لکھ بھیجیں جسمیں کوئی نصیحت مختصر ہو
حضرت عائشہ رض نے جواب میں لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم ہو کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص کہ خدا ہی تعالی کی رضامندی لوگوں کی ناراضی میں
چاہے اللہ تعالی لوگوں کی مشقت سے اوسکو بچا دیتا ہے اور جو شخص کہ خدا کی ناراضی

اسکا سبز طبی حسد لالچی میں گذری ۱۲ تجکو چاہیے کہ لوگوں سے کنارہ کش ناامید ہو کہ کسی کا نام و نشان کچھ پاس اور طمع سے دور رہیو کہ وہ سرور کی مفلسی ہے اور نماز رخصت ہونے والی کی طرح پڑھنا اور ایسی بات سے بچنا جس سے عذر کرنا ہووے ۱۲ ابن ماجہ و حاکم اور یہ حدیث ہوکر کذی

لوگون کی رضامندی مین چاہتا ہو اللہ تعالی اوسکو لوگون ہی کے حوالہ کر دیتا ہے والسلام
اس خط سے فہم و فراست حضرت عایشہ رضی کی دیکھنی چاہیے کہ کس طرح پر اوسی آفت کو لکھا
جسکے درپے حکام و امرا ہوتے ہین یعنی لوگون کی طرفداری اور اونکی رضاجوئی اکثر لوگونکو ملحوظ
رہتی ہے اور ایک دفعہ اور آپنے حضرت امیر رضی کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم ہو کہ
خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ جب خدا سے ڈروگے تو اللہ تعالی تمکو لوگون سے بچاویگا اور جب
لوگون سے ڈروگے تو اللہ کے سامنے تمہارے لیے اونکی کچھ پیش نجائیگی والسلام۔ ان روایات سے
معلوم ہوتا ہے کہ ہر ناصح و واعظ پر ضرور ہے کہ اوسکی توجہ اس بات کیطرف مصروف ہو کہ جو مرض
پوشیدہ کو فراست سے جانے اور احوال مناسب بطور شفقت کو سمجھائے تاکہ جو امر ضروری
ہے اوسیکا بیان کرے ورنہ ساری نصیحتون کو ہر ایک شخص سے کہنا غیر ممکن ہے علاوہ اوسکے
جس چیز کی حاجت بیان کرنے کی نہو اوسمین مشغول ہونا تضییع اوقات ہے یہان سوال ہو سکتا ہے
کہ اگر واعظ مجمع مین وعظ کہتا ہو یا اوس سے کوئی ایسا شخص سوال وعظ کرے جسکے باطن کا حال
معلوم نہین تو واعظ کو کیا کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ دونون صورتون مین واعظ ایسا
بیان کرے جسمین تمام خلق شریک ہو یعنی ایسی ضروری باتین کہے جنکی طرف سب کو حاجت
ہوتی ہے خواہ ہر وقت بکار آمد ہون یا اکثر اوقات ضروری ہوتی ہو اور علوم شرع مین یہ بات
ممکن ہے اسلیے کہ وہ علوم غذا اور دوا دونون مین غذا تو سب لوگون کے لیے ہین اور دوا
اونکے لیے ہین جو روگی ہین اور ایسے وعظ کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو سعید خدری رضی
سے عرض کیا کہ مجکو وصیت فرمایے آپنے ارشاد فرمایا کہ خدا کا خوف اپنے اوپر لازم کر کہ ہر ایک
بہتری کی جڑ یہی ہے اور جہاد کرنا اپنے اوپر لازم کر کہ اسلام مین رہبانیت اسیکو کہتے ہین
اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر کہ وہ تیرے لیے زمین والون مین نور ہوگا اور آسمان کے لوگون مین
تیری یاد رہیگی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اسکے باعث شیطان پر غالب ہو جاویگا
اور ایک شخص نے حضرت حسن رضی سے پوچھا کہ مجکو وصیت فرمایے آپنے فرمایا کہ خدا کی بات کی
بڑائی کر خدا ہی تعالی تیری عزت کریگا۔ اور لقمان رح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ علما سے اپنے
زانو ملا کر اونسے مجادلت نکر ورنہ تجکو برا سمجھینگے اور دنیا مین بمقدار قوت بشری رکھنے
اور باقی جو کمائی تیری اوسکو آخرت کے لیے خرچ کر اور دنیا کو بالکل ترک مت کر کہ اپنا بوجھ
لوگون کے ذمہ ڈالے اور اونکی گردن کا وبال بنے اور روزہ ایسا رکھ جس سے شہوت ناقص ہو

ایسا مت رکھ جس سے تنہائی میں خلل ہو اسلئے کہ تنہا رہنا دوسرے سے افضل ہے ۔ اور بیوقوفوں کو
پاس مت بیٹھ اور نہ دو رخی آدمی سے مل ۔ اور یہ بھی اونھیں کی نصیحت اپنے فرزند کو ہے کہ
بدون تعجب کے مت ہنسنا اور بدون حاجت کے مت پھرنا اور جس چیز سے تجھے کچھ فائدہ نہو اوسکا
حال مت پوچھنا اور اپنا مال کھو کر دوسرے کا مال مت سنوارنا اس سے مراد یہ ہے کہ تیرا مال
وہ ہے جو مرنے سے پہلے لوگوں کو دیجائے اور دوسرے کا مال وہ ہے جو چھوڑ جاوے اور فرزند
جو رحم کرتا ہے اوسپر رحم ہوتا ہے اور جو چپ رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھی بات
کہتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے اور جو بری بات کہتا ہے گناہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان نہیں
روکتا وہ ندامت اوٹھاتا ہے شعر زبان بریدہ بکنجے نشستہ صم و بکم ۔ بہ از کسیکہ نباشد زبانش اندر حکم
اور کسی شخص نے ابو حازم رح سے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے اونھوں نے فرمایا کہ جو کام ایسا ہو کہ
اگر بالفرض اوسمیں تجکو موت آجاوے تو اوسپر مرنا اچھا معلوم ہو ایسے کام کو ضرور کیا کر اور جو
فعل اسطرح کا ہو کہ شاید اگر اوسکے ارتکاب کیوقت موت آجاوے تو مرنے کو معیوب جانے
ایسے کام سے اجتناب کیا کر ۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا
کہ مجکو وصیت فرمایئے اونھوں نے فرمایا کہ ہنستی صورت رہا کرو غصہ ور مت بنا کرو اور نفع رسان
رہو کہ دوسروں کو تم سے فائدہ ہو کسیکو ضرر نہ پہونچے اور خصومت سے کنارہ کرو اور بیفائدہ
مت چلو پھرو اور بدون اچنبھے کی چیز کے مت ہنسو اور اہل قصور کو اونکی خطاؤں کا عیب نہ لگاؤ
طعنہ مت کرو بلکہ اے ابن عمران اپنی خطا پر رونا چاہیے ۔ اور ایک شخص نے محمد بن کرام رح سے
وصیت چاہی تو اونھوں نے فرمایا کہ اپنے خالق کی رضامندی میں اتنی کوشش کرنی چاہیے
جتنی اپنے نفس کی رضامندی میں کوشش کرتے ہو ۔ اور ایک شخص نے حامد لفاف سے
وصیت کے لیے عرض کیا تو اونھوں نے فرمایا کہ اپنے دین کا غلاف ایسا بنا جیسا کلام مجید
کے لیے بناتے ہو کہ کسیطرح کی گرد اوسپر نہ پڑنے پاوے سائل نے پوچھا کہ دین کا غلاف
کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ طلب دنیا کو چھوڑ دینا الا بقدر ضرورت اور کثرت کلام نا بضرورت
کا بھی تارک ہونا اور بے ضرورت لوگوں سے ملاقات ترک کرنی اور حضرت حسن بصری رح نے
حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو نامہ لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز سے
اللہ تعالی خوف دلاتا ہے اور ڈراتا ہے اوس سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہیے اور جو تمہارے
پاس ابتک موجود ہے اوس میں سے آگے کیواسطے لیلو اور موت کے وقت حال کھلیگا تجکو معلوم ہوگا والسلام

اور ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز رحم نے حضرت حسن بصری رحم کو لکھا کہ آپ مجھکو کچھ وعظ و
نصیحت کیجیے اونکو جواب دیا [illegible] اونہوں نے لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ سب سے بڑی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اور اگر کوئی بات [illegible]
اوسکے روکو [illegible] اور حضرت [illegible] بن عبد اللہ رحم نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحم کی خدمت میں لکھا
کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے [illegible] دنیا [illegible] اوسکو [illegible]
[illegible] امیر المومنین [illegible]
جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہے کہ خوف انجام کے [illegible] دوا پر صبر کیا کیجیے اور
حضرت عمر بن عبد العزیز رحم نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا خدا
اولیا کی اور اوسکے اعدا کی دونوں کی دشمن ہے اوسکے اولیا کو رنج پہونچاتی ہے اور اعدا کو
دغا دیتی ہے اور نیز اپنے بعض عاملوں کو آپ نے لکھا کہ تمکو قدرت بندوں پر ظلم کرنے کی
حاصل ہے تو جب کبھی کسی پر ظلم کا ارادہ کرو تو یاد کرنا کہ تمہارے اوپر بھی خدا قادر ہے اور یہ بات بھی
خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگون پر تم جور و ستم کروگے وہ اونپر گذر جائیگا مگر تمپر باقی رہیگا اور یہ بھی
جان لو کہ خدا ہی تعالی مظلوموں کے انتقام میں ظالموں کو پکڑیگا والسلام حاصل یہ کہ وعظ
عام اسطرح کا ہونا چاہیے اور جسکا حال معلوم ہو اوسکو بھی اسیطرح نصیحت کرنی چاہیے اسلیے
کہ نصیحتیں مثل غذاؤن کے ہیں جن سے ہر ایک کو فائدہ پہونچ سکتا ہو اور ازبسکہ اسطرح کے وعظ
نایاب ہیں اسلیے باب وعظ بالکل مسدود ہوگیا اور معاصی فساد غالب ہوگئے لوگون کو اپنے
واعظون سے کام پڑا جو سجع اور قافیے سے باتین چکناتے ہیں اور اشعار سناتے ہیں اور
جو بات کہ اونکے حوصلہ علمی کے موافق نہیں اونکو بھی تکلف ذکر کرتے ہیں اور دوسرے لوگون کی

مشابہ ہونے پر مشتمل ہیں اسی وجہ سے عوام کے دلون سے اونکا وقار جاتا رہا اونکا کلام وعظ پر
اثر نہیں کرتا اسلیے کہ وہ خود دل سے نہیں کہتے اسیطرح اونکا دل خیر و برکت سے عاری ہیں
کہنے والا خالی از لاف نہیں تو سننے والا تکلف سے صاف دونون کے دونون دین سے
ردگردان اور مخالف ہیں اور چونکہ اول علاج مریض کا لازم ہے بیمار تو گناہگارون کے لیے بھی
اول تدبیر علما کا طلب کرنا ہے ایک کو تو علاج کا اور اوسکی اصل ہے جو نہ کرے تو
دوسری اصل اصرار کے علاج کی یہ ہے اور پھر کی طرف حاجت کی وجہ ہے کہ مرض کا
مرض جو بڑھتا ہے تو صرف مضر چیزون کے استعمال سے بڑھتا ہے اور استعمال مضر چیز کا
دو سبب سے ہوتا ہے یا تو اس سبب سے کہ اوسکے ضرر سے غافل ہو یا اس سبب سے کہ غلبۂ شہوت
ضرر کا خیال نہ کرے اور جو سبب کہ پہلا ہو وہ تو علاج ضعفا کا ہے اسیطرح شہوت کا علاج باقی
رہا اور اوسکے علاج کا طریق ہم باب ریاضت نفس میں لکھ چکے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ مریض کو
جب اشتیاق کسی مضر غذا کا درست ہو تو اوسکی تدبیر یہ ہے کہ اول اوسکے ضرر کی بابت
واقف ہو پھر وہ چیز اوسکی آنکھ سے پوشیدہ کر دی جاوے اور بعد اوسکے بجاے
اوسکے بدلے میں کوئی اور چیز اوسکے قریب جو صورت میں مشابہ اور ضرر میں کم ہو استعمال
کرے پھر وہ تکلیف جو اوسکے استعمال سے ہو اوسکے خوف کی قوت سے
اور اوسکے چھوڑنے پر صبر کرے پس مریض کو ہر حال میں یہ ضرور ہے کہ اپنے علاج
علاج ہونا چاہیے مثلاً اگر کسی جوان آدمی کو شہوت کا جوش ہوا اور وہ اپنی آنکھ اور دل اور
اعضا کو مقتضاے شہوت سے نہ روک سکے تو اوسکو چاہیے کہ اول اپنے گناہ سے خبردار
واقف ہو یعنی وہ وعید جو کتاب اللہ اور احادیث میں اس باب میں وارد ہیں اونکو
خواہ کسی سے پڑھوا کر سنے پس جب خوف زیادہ ہوگا تو اون اسباب سے دور ہوگا کہ جو شہوت کو
جوش میں لاوین اور جوش شہوت کا سبب یا تو خارج سے ہوتا ہے یعنی جسکی خواہش ہو اوسکو
دیکھنے اور سامنے ہونے سے اس سبب کا علاج تو یہ ہے کہ اوسکے پاس نہ جاوے اور بھاگنے کو اپنی
اختیار کرے اور یا سبب شہوت داخل سے ہوتا ہے یعنی لذیذ اور مقوی غذاؤن سے تو اوسکا
علاج بھوکا رہنا اور ہمیشہ کو روزہ دار رہنا اور یہ دونون علاج صبر کے محتاج ہیں اور صبر
بدون خوف کے اور خوف بدون علم کے اور علم بدون بصیرت و تامل کے حاصل نہیں ہوتا
یا سننے اور تقلید سے بھی علم حاصل ہو سکتا ہے پس اول سبب یا تو ان سے ذکر کیا جاتا ہون

یعنی وعظ کے مجمع میں حاضر ہونا چاہیے پھر دل کو سب شغلوں سے خالی کر کے سننے کی
طرف متوجہ ہو اور جو سنے اوسکو خوب سمجھنے کے لیے غور کرے اس سے بہت بیشک خوف
پیدا ہوگا اور جب خوف قوی ہو جاویگا تو اوسکی اعانت سے صبر میسر ہوگا اور یہ باعث طلب علاج
کے پیدا ہونگے اسکے بعد خدای تعالی کی توفیق اور اس امر کو اوسپر آسان کر دینا اضافہ ہوگا
پس جو شخص اپنا دل اوکی طرف لگاویگا اور خوف سے واقف ہو کر خدای تعالی سے ڈریگا اور منتظر
ثواب ہوگا اور نیکی بات کو سچ جانیگا تو خدای تعالی اوسکو رفتہ رفتہ آسانی پر پہنچا دیگا
اور جو شخص اس بات میں بخل کریگا اور اپنا کان نہ دیگا اور بے پروائی برتیگا اور نیک بات کو
جھٹلا دیگا اوسکو خدای تعالی آہستہ آہستہ سختی میں پہنچا دیگا پھر دنیا کی لذت پر حرص
اوسکے کچھ کام نہ آویگی جب ہلاک ہو کر گڑھے میں جا پڑیگا انبیا کا کام یہی تھا کہ ہدایت کے
طریق بیان کریں باقی دنیا و آخرت دونوں خدای کے ہیں۔ اب اگر کوئی یون کہے کہ اس
تقریر کا حاصل یہ ہوا کہ ترک گناہ بدون صبر کے نہیں ہوتا اور صبر بدون
واقفیت خوف کے ممکن نہیں اور خوف بدون علم کے نہیں ہوتا اور علم [illegible] حاصل ہوتا ہے
جب کہ [illegible] ضرر گناہوں کی تصدیق ہو اور نیز [illegible] کی تصدیق ہے اللہ و رسول کی
تصدیق ہے جسکا نام ایمان ہے تو گویا خلاصہ تقریر یہ ہوا کہ جو کوئی گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ
اسلیے کرتا ہے کہ اوسکو ایمان نہیں رہا لاکن یہ بات قیاس کے خلاف ہے کہ جو اصرار والے کو
ایماندار نہ کہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصرار میں ایمان مفقود تو نہیں ہوتا بلکہ ضعف ایمان
پر حرکت ظاہر ہوتی ہے اسلیے کہ یہ بات تو ہر ایک ایماندار مانتا ہے کہ گناہ کرنا سبب خدا کی
دوری کا اور عذاب اخروی کا ہوتا ہے پھر جو گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو اوسکی کئی وجہیں ہیں
وجہ اول تو یہ کہ جس عذاب کا وعید ہے وہ موجود نہیں نظر سے غائب ہے اور نفس انسانی
کی سرشت اسطور پر ہے کہ اوسکو جتنا اثر حاضر سے ہوتا ہے وتنا غائب سے نہیں ہوتا اسلیے
موعود چیز کی تاثیر اوسپر بہ نسبت حاضر چیز کے ضعیف ہوتی ہے دوسری وجہ یہ کہ شہوات جو
گناہوں کی باعث ہوتی ہیں انکی لذتیں نقد ہیں جو آدمی کے گلے کا ہار ہوتی ہیں اور انکی
عادت والفت ہونے سے قوت و غلبہ پا جاتی ہیں اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت
ہوتی ہے اور حال کی لذت آیندہ کے خوف سے چھوڑنی نفس پر دشوار ہے چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ اور فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

اور اس امر کی سختی حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ انتہی اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کر کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم کیا کہ جا کر اسکو دیکھو انہوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جو کوئی اوسکا حال سنے گا کبھی اوس میں نہ جاوے گا پھر اوسکو شہوات سے ڈھانک دیا اور حضرت جبرئیل کو ارشاد ہوا کہ اب جا کر دیکھو انہوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی اب مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی بھی اوس میں داخل ہونے سے نہ بچے گا اور جنت کو پیدا کر کے حضرت جبرئیل کو حکم کیا کہ جا کر دیکھو انہوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جو کوئی اسکا حال سنے گا اوس میں داخل ہوگا پھر جنت کو خدا تعالیٰ نے مکارہ سے ڈھانک دیا اور حضرت جبرئیل ع کو ارشاد فرمایا کہ اب جا کر دیکھو انہوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ اب مجھے یہ خوف ہے کہ اوس میں کوئی داخل نہ ہوگا انتہی — اس سے معلوم ہوا کہ شہوت کا سردست موجود ہونا اور تکلیف کا انجام کو دیر کر کے ہونا اسکے لیے دو سبب کھلے ہوئے ہیں باوجودیکہ اصل ایمان موجود ہے دیکھو ہر ایک شخص جو اپنے مرض میں برف کا پانی شدت پیاس کے باعث پیتا ہے وہ اہل طب کا منکر نہیں ہوتا نہ اس بات کا منکر کہ یہ پانی اسکے حق میں ضرر پہنچانے والا ہے اور اوس پر صبر کرنے کا نتیجہ افضل ہے اسلیے جو تکلیفیں بتدریج آئندہ کو ہونگی وہ آسان معلوم ہوتی ہیں تیسری وجہ یہ کہ گنہگار مومن اکثر توبہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنی برائیوں کو حسنات سے مٹانا چاہتا ہے اور وعدہ بھی شرع میں موجود ہے کہ حسنات سیئات کو دور کرتی ہیں مگر چونکہ طول امل طبیعتوں پر غالب رہتی ہے اسواسطے وہ توبہ کو تاخیر کیا کرتا ہے خلاصہ یہ کہ باوجود ایمان کے توفیق توبہ کی امید میں گناہ کا مرتکب ہوتا ہے چوتھی وجہ یہ کہ کوئی مسلمان بالایمان ایسا نہیں جسکو یہ اعتقاد ہو کہ گناہ موجب عقوبت کے نہیں ہوتے جنکا معاف ہونا ممکن نہو پس گناہ کرتے ہیں اور خدا کے فضل پر بھروسا کر کے اوسکے معاف ہو جانے کی توقع رکھتے ہیں چنانچہ کسی کا شعر ہے شعر

ہم تبھی کہینگے داور محشر سے روز حشر	کیا کیا نہ کیے تیری رحمت کے بھروسے

یہ چار وجہیں ہیں کہ باوجود باقی رہنے اصل ایمان کے موجب اصرار گناہوں کی ہوتی ہیں ہاں بعض اوقات مجرم ایک پانچویں سبب سے مرتکب گناہ ہوتا ہے جس سے اصل ایمان ہی میں خلل واقع ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ... مجرم کو رسول کے صادق ہونے میں

شک ہوتا ہے اسکا نام کفر ہے جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو بتاوے کہ فلانی چیز تمہارے
حق مین مضر ہے اور مریض اوس طبیب کا معتقد ہو کہ اسکو طب آتی ہے تو وہ بالضرور اوسکے
قول کو جھوٹ جانیگا یا شک کریگا بہرحال اوسکے کہنے کی پروا نکریگا اور نہ اوسکی بات مانیگا
اسیکا نام کفر ہے اب ان پانچون اسباب کا علاج معلوم کرنا چاہیے سبب اول یعنی عقاب کے
غائب ہونے مین تو یہ سوچے کہ جو چیز شدنی ہے وہ ہو کر رہیگی آنے والی چیز چلی آتی ہے
اگر تامل سے دیکھو تو فردا نزدیک ہے اور موت ہر ایک کی جوتی کے تسمہ سے نزدیکتر تو کیا
معلوم ہے شاید قیامت بھی نزدیک ہو جسوقت آگئی تو جو کچھ موجود ہو جاویگی اور یہ بھی اوسکے
دل مین سوچے کہ دنیا مین آیندہ کے خوف سے لوگ فی الحال تعب و مشقت اوٹھاتے ہین
مثلاً اس خوف سے کہ شاید کبھی محتاج ہوجاوینگے دریا کا سفر کرکے نفع حاصل کرتے ہین کہ
اوسوقت کام آوے بلکہ اگر کوئی طبیب نصرانی کسی مریض سے کہدے کہ ٹھنڈا پانی تیرے
حق مین مضر ہے اس سے تو مر جاویگا تو مریض کے نزدیک ٹھنڈا پانی سب چیزون سے لذیذ تر
کیون نہو مگر موت کے خوف سے اوسکو چھوڑ دیگا باوجودیکہ موت کا رنج صرف ایک گھڑی کا
ہوتا ہے بشرطیکہ اوسکے بعد کا خوف نہو اور دنیا کی مفارقت بھی ضروری ہے اور دنیا کے
وجود کو ازل و ابد کے عدم کے ساتھ کچھ نسبت نہین پس مقام غور ہے کہ ایک نصرانی کے
قول سے کسطرح اپنی لذت کی چیز چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اوسکی طبابت پر کوئی معجزہ قائم نہین ہوا
تو دل مین یہ کہے کہ میری عقل کے شایان نہین کہ میرے نزدیک قول انبیا علیہم السلام کا جنکو
معجزات سے تائید تھی ایک نصرانی کے قول سے بھی کم ہو جو صرف اپنے آپ کو طبیب بتلاتا ہے
اور اوسکی طب پر کوئی معجزہ قائم نہین عوام کے سوا کوئی اوسکا گواہ اور یہ کہ میرے
نزدیک دوزخ کا عذاب بہ نسبت مرض کی تکلیف کے ہلکا ہو جاوے حالانکہ قیامت کا ہر ایک روز
دنیا کے دنون کی نسبت پچاس ہزار برس کا ہوگا اور اسیطرح کی فکر سے سبب ثانی کا علاج ہو سکتا ہے
یعنی اگر وجہ گناہ کی غلبہ لذت ہو تو بزور اوسکو نفس سے چھڑاوے اور یون کہے کہ جب مین اس
لذت کو زندگی بھر نہین چھوڑ سکتا حالانکہ زندگی کے دن بہت تھوڑے ہین تو ابدالآباد کی لذت
کیسے چھوڑ سکونگا اور یہ ذرا سا رنج صبر کا اگر نہین اوٹھا سکتا تو دوزخ کی تکلیفون کی برداشت کیسے
ہوگی اور جب دنیا کی زیبایش کی چیزون مین کدورت اور تغیر ہوتا ہے اور کوئی خالی از رنج
نہین تو جسسے صبر نہین ہو سکتا تو آخرت کے فرسے کیسے صبر ہوگا اور یہ جو معلوم کیسے

کرنے کے لیے آج کل کرنے کا علاج یہ ہے کہ یون سوچے کہ دوزخیون کی اکثر فریاد اسی سے ہوگی
کہ ہم نے توبہ کے وقت کو کیون ٹالا علاوہ ازین ٹالنے والا اپنے کام کی بنا ایسی چیز پر کرتا ہے
جو اسکے اختیار مین نہین یعنی فرض کر لیتا ہے کہ مین آگے کو موجود رہونگا اور توبہ کرلونگا یہ کیسے
معلوم ہوا کہ زندہ ہی رہیگا شاید جب تک مر جائے اور اگر زندہ بھی رہے تو گناہ نہ چھوڑ سکے
جیسا اب نہین چھوڑ سکتا اسلیے کہ وجہ گناہ نہ چھوڑنے کی جو اسوقت ہے یعنی غلبہ شہوت وہ
آگے کو بھی رہیگی بلکہ عجب نہین کہ اتنے دنون عادی ہو جانے سے اور زیادہ مضبوط ہو جاوے
کیونکہ جس شہوت کا آدمی عادی ہوتا ہے وہ زیادہ قوی ہوتی ہے بہ نسبت اوسکے کہ جسکی عادت
نہین ہوتی اور اسی وجہ سے ٹالنے والے تباہ ہو جاتے ہین کیونکہ وہ ایک سی صورت کی دو چیزون
مین فرق سمجھتے ہین یہ نہین جانتے کہ دن ایک دوسرے سے مشابہ ہین ترک شہوات انہین ہمیشہ
دشوار ہے اور ٹالنے والون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک پیڑ کو جڑ سے اوکھاڑنا چاہے
اور جب اوسکو دیکھے کہ یہ تو مضبوط ہے اور سخت شدید ہے کہ نہین اوکھڑیگا تو یون کہے کہ ایک
برس اوسکو اور چھوڑ دون پھر اوکھاڑونگا اور یہ جانتا ہے کہ درخت جتنے دنون زمین مین رہیگا
مضبوط ہوتا جاویگا اور مین جتنا بڑا ہوتا جاونگا مجھ مین کمزوری آتی جاویگی۔ تو اس دنیا مین
اسکی برابر کوئی احمق نہوگا کہ جب اپنے بدن مین جان تھی اور درخت کم زور تھا جب تو اوسکو
نہ اوکھاڑا ایسے وقت پر چھوڑا کہ وہ تو مضبوط ہو جائے اور آپ کمزور پس ایسے وقت مین کیسے
عہدہ برا ہوگا اور چوتھی وجہ یعنی توقع خدا کے عفو کی اسکا علاج پہلے گذر چکا اسکی وہی شکل ہے
کہ کوئی شخص اپنا سب مال خرچ کر ڈالے اور اپنے آپ کو اور عیال کو فقیر بنا دے اور توقع کرے
کہ خدا ہی تعالی اپنے فضل سے کسی ویرانے مین خزانہ دلاویگا یا کوئی شخص ایسے شہر مین ہو کہ
وہان کے لوگ زبردستی مال لوٹ لیتے ہون تو یہ شخص اپنا مال گھر کے صحن مین ڈالے اور
باوجود قدرت دفن اور پوشیدہ کرنے کے کچھ نہ کرے اور کہے کہ مجھے خدا کے فضل سے توقع
ہے کہ غارتگرون کو غافل کر دے یا اونپر کوئی ایسی مصیبت ڈالے کہ میرے گھر مین نہ آوین اور اگر
آوین تو دروازے ہی پر مر جاوین پس ان مثالون مین خزانے کا ملنا اور غارتگرون کا غافل ہونا
خواہ مرجانا ممکن ہے اور بعض اوقات ایسا ہو بھی گیا ہے مگر جو کوئی اسپر تکیہ کر کے اپنا مال
ضائع کرے وہ نہایت احمق ہے اسیطرح گناہ کا معاف ہونا ممکن ہے الا اوسپر بھروسہ اور
تکیہ کرنا داخل جہالت ہے رہی پانچوین وجہ یعنی شک کرنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق

ہوتے ہیں پس اسکا علاج وہ اسباب ہیں جنسے صدق رسول کا جانا جاتا ہے اور وہ اگرچہ
طول طویل ہیں مگر جو ایسے شخص کی عقل کے قریب ہوں اونسے اوسکا علاج ہو سکتا ہے مثلاً
اوس سے یوں کہا جائے کہ جس امر کو انبیا علیہم السلام نے کہ معجزات اونسے صادر ہوئے ہیں
سچا کہا ہے وہ بات یعنی امر آخرت تیرے نزدیک ممکن ہے یا اوسکو تو ایسا محال جانتا ہے
جیسا دو جگہ میں ایک ہی وقت ایک شخص کا ہونا محال ہے پس اگر وہ جواب دے کہ میں ایسا ہی
محال جانتا ہوں تو اوسکو خارج از عقل سمجھنا چاہیے اور غالبا ایسا عقلا میں کوئی نہو گا اور
اگر جواب دے کہ مجھے اوس امر میں شک ہے تو اوس سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے گھر میں کھانا
چھوڑ جاوے اور کوئی آدمی تجھ سے کہے کہ تیرے پیچھے اس کھانے میں سانپ نے
اپنا منہ ڈالکر زہر اوگلدیا ہے اور تجکو اوسکی بات میں شک ہو کہ وہ سچ کہتا ہے یا جھوٹا
تو ایسی صورت میں اوس کھانے کو تو کھاویگا یا باوجود اوسکے بھوکے ہونیکے چھوڑ دیگا پس وہ
یہی جواب دیگا کہ میں اوس کھانے کو نہ کھاؤنگا اسواسطے کہ میں یہ سوچونگا کہ اگر اوس شخص
اوسنے جھوٹ کہا ہے تو صرف اسیقدر نقصان ہے کہ وہ کھانا جاتا رہا اور اوس سے صبر کرنا
اگرچہ مشکل ہے مگر ہو سکتا ہے اور اگر اوسنے سچ کہا ہے تو میری زندگی جاتی رہیگی اور
موت طلا ہے کہ بہ نسبت کھانے سے صبر کرنے اور اوسکے تلف ہو جانے کے بہت
سخت ہے تو اوس سے کہنا چاہیے کہ سبحان اللہ ایک مجہول آدمی کا کہنا تو تو مانتا ہے کہ
اوسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ شاید کسی لالچ سے کہدیا ہو اور تمام انبیاء علیہم السلام کا قول
باوجود معجزات کے اور سب اولیا اور علما اور حکما بلکہ تمام فہما عقلا کا قول نہیں مانتا حالانکہ
تو یہ جانتا ہے کہ عاقلوں میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جسکو قیامت کا یقین نہو اور ثواب عذاب کو درست
سمجھتا ہو گو کیفیت میں ان اشیا کی اونمیں اختلاف ہو مگر انکے وجود کے سب قائل ہیں اب اگر
یہ لوگ سچے ہیں تو بیشک تجہپر ایسا عذاب ہو گا جو ہمیشہ ابدالآباد تک رہیگا اور اگر جھوٹے ہیں
تو تیرا کچھہ حرج نہیں صرف اتنا ہو گا کہ بعض شہوات اس دار فانی پر کدورت کے تجھسے فوت
ہو جاوینگے پس اگر وہ شخص عاقل ہو گا تو اس تقریر کے بعد اوسکو کچھہ گنجایش توقف نہ رہیگی
اسواسطے کہ مدت زندگی ابدالآباد کے ساتھہ کچھہ نسبت نہیں بلکہ اگر تمام دنیا میں چنا بھر دیا جاوے
اور فرض کرو کہ ایک پرندہ دس لاکھہ برس کے بعد اوسمیں سے ایک دانہ اوٹھاوے تب بھی انجام کو
فنا ہو جاویگی بخلاف ابدالآباد کے کہ وہ کبھی فنا نہو گا پس عاقل آدمی دنیا کے تھوڑے سے دن

شہوات سے صبر کرکے سعادت ابد الآباد کی حاصل کرنے میں کیسے سستی کریگا۔ اور تقریر اور
بحث مذکورہ بالا ویسے ہی ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا تھا جسکی
عقل امور واقعی کے سمجھنے سے قاصر تھی اور اوسکو امر آخرت میں شک تھا آپ نے اوس سے ارشاد
فرمایا کہ اگر تیرا کہنا ٹھیک ہے تو ہم اور تو دونوں بچینگے اور اگر ہمارا کہنا درست ہے تو ہم بچینگے اور تو تباہ ہوگا اسکا
حاصل یہ ہے کہ عاقل آدمی مستقبل احوال وحشت کے مقامات میں وہ راہ اختیار کرے جسمیں امن ہو اب اگر یہ پوچھیں
کہ یہ باتیں تو بدیہی ہیں مگر بدون تامل کے حاصل نہیں ہوتیں تو دلوں پر کیا آفت ہے کہ اس
باب میں فکر چھوڑ دیا ہے اور اوسکو گراں جانتے ہیں اور دلوں کے پھیرنے کا علاج اس فکر کی
طرف کیا ہے خصوصاً ایسے شخص کا جو ایمان اصل شرع اور اوسکی تفصیل پر رکھتا ہو تو اسکا جواب
یہ ہے کہ فکر کی مانع دو باتیں ہیں ایک یہ کہ فکر نافع آدمی کے لیے وہ ہے جو عذاب اخروی
اور اوسکے اہوال وشدائد اور گنہگاروں کی حسرت اپنے اوپر جنت سے محروم رہنے کی بابت میں
کرے مگر یہ فکر آدمی کے دل میں کانٹا ہے اسی وجہ سے دل کو اوس سے نفرت ہوتی ہے اور
دنیاوی امور میں فکر کرنے سے لذت پاتا ہے اور فرحت وراحت اوٹھاتا ہے۔ دوسرے یہ
کہ فکر بھی ایک ایسا شغل ہے کہ جس وقت آدمی پر مسلط ہوتا ہے تو لذائذ دنیاوی اور مقتضای شہوات سے
روک دیتا ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں جسکو ہر ایک حال اور ہر ایک امر میں شہوت کسی چیز کی نہ ہوتی
ہو اور شہوت کبھی اوس پر مسلط ہو کر عقل کو مغلوب کر لیتی ہے اسی وجہ سے اوس شہوت کے حیلہ کی
تدبیر میں لگا رہتا ہے اور یہی اوسکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یا کوئی تدبیر اسکا لیے یا اوس شہوت کو
اور فکر میں یہ بات کہاں ہو سکتی ہے بہرحال ان دونوں مانع کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے
کہے کہ تو کتنا سخت اور غبی ہے کہ موت اور اوسکے مابعد کی فکر سے بچتا ہے اور اوسکی یاد سے رنج
اوٹھاتا ہے اور اوسکے آنے کی جو جلدی ہے جب آپڑیگی تو کیسے سہیگا سختی موت اور باری تعالی
ملنے کی بھی برداشت نہیں ہوتی اسی سے رنج پاتا ہے اور فکر کے باعث جو لذات دنیا کی فوت
ہو جانے کا خوف ہوتا ہے اوسکا علاج یہ ہے کہ یہ بات یقیناً جانے کہ آخرت کی لذات کا جاتا رہنا
بہت سخت اور گراں ہوگا اسلیے کہ اول تو اون لذات کی کچھ پایان نہیں دوسرے [illegible]
مشقت یا کدورت نہیں اور لذات دنیاوی ناپائدار ہیں اور نہ خالی از کدورت تو انمیں لذت کہاں
[illegible] کدورت کبھی نہیں ہو سکتی البتہ گنہگار جو اوس سے توبہ کرکے طاعت الہی پر متوجہ ہو [illegible] لذت
مناجات الہی اور اوسکی معرفت وطاعت سے آرام پانا اور زیادہ انس پانا بڑی عمدہ لذت ہے

کہ اگر مطیع کو عمل کی جزا سوا اس حلاوت کے اور کچھ نہ ملتی تب بھی کافی تھی پھر جب اسپر اور جنت کی نعمتیں بھی ہونگی تو اس لذت کا کیا کہنا ہے اتنا ہو کہ یہ لذت توبہ کے بعد ہی نہیں میسر آتی لیکن توبہ کے بعد اگر مدت تک اوسپر صابر رہیگا اور خیر کا اتنا عادی ہو جاویگا جتنا شر کا عادی پہلے تھا تو البتہ یہ مقصود سے ہم آغوش ہو سکتا ہے کیونکہ نفس اوسی چیز کو قبول کرتا ہے جسکا عادی ہو خیر کا بھی عادی ہو سکتا ہے اور شر کا بھی ۔ حاصل یہ کہ فکر اسطرح کی ہیں جنسے غور واونکا بہتر ہوتا ہے جو باعث جوش قوت صبر ہے اور یہ فکر جاہلون کی وعظ سے اور ایسی تنبیہات سے جو کبھی اتفاقاً اسباب بے شمار سے دل پر آجاتی ہیں ابھرتی ہیں اور پھر موافق طبع ہو جاتی ہیں اور دل کو اونکی طرف رغبت ہوتی ہے اور جو سبب کہ طبیعت اور ان فکرون میں موافقت کا ڈالتا ہے اوسکو توفیق کہتے ہیں اسلیے کہ توفیق اسیکا نام ہے کہ ارادہ میں اور مطلوب یعنی اوس طاعت میں جو آخرت میں نافع ہو موافقت ہو جاے چنانچہ [illegible] دلیل میں مذکور ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے کوفہ سے ہوتے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں عرض کیا کہ کفر کی بنا کس چیز پر ہے ارشاد فرمایئے آپنے فرمایا کہ چار ارکان پر اوسکی بنا ہے اول جفا دوم نابینائی سوم غفلت چہارم شک ہے جو جفا کریگا وہ حق کو حقیر جانیگا اور باطل کو کھلا کھلی کریگا اور علما کو برا جانیگا اور جو اندھا ہوگا وہ ذکر کو بھول جاویگا اور جو غفلت کریگا وہ راہ راست سے پھریگا اور جو شک کریگا وہ آرزوؤن سے دغا میں پڑیگا تو حسرت اور ندامت اوسکو آدبائیگی اور جس چیز میں اوسکو شک تھا وہ خدا کیطرف سے اوسپر ظاہر ہو جاویگی یہ بیان ہے بعض آفات کا جو فکر کی غفلت سے ہوتی ہیں اور اسقدر توبہ کے باب میں کافی ہے اور انجاکہ صبر ایسا رکن ہے جسپر دوام توبہ منحصر ہے اسلیے اوسکا بیان علیحدہ باب میں ضروری ہوا اب توبہ خدا کی حسن توفیق سے تمام ہوا والحمد لله اولاً و آخراً و صلى الله على سيدنا محمد النبي و آله واصحابه و سلم

باب دوم صبر اور شکر کے بیان میں

رباعی کہ دولت سرمدی تجھے ہو منظور ۔ کر صبر اور شکر دل سے حق المقدور
ہوتا ہے خدای پاک صابر کا شفیق ۔ نعمت اور سے دیتا ہے جو ہوتا ہے شکور

جو باتیں احادیث و آثار سے ثابت ہیں کہ ایمان کے دو حصے ہیں ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا شکر اور یہ بات بھی کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں صبور اور شکور دونون نام ہیں تو صبر و شکر کا اوصاف الٰہی اور اسماء حسنی میں داخل ہونا بھی متحقق ہے اور ان دونون سے جاہل رہنا

گویا ایمان کے دونوں جزو ہیں جاہل ہونا یا خدا کے دونوں صفتوں سے غافل ہونا اور بدون ایمان کے قریب ہوا کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں اور طریق ایمان پر چلنا بدون اس بات کے پہچانے کہ کس چیز اور کس شخص پر ایمان چاہیے غیر ممکن ہے جو اس بات کے پہچانے میں سستی کریگا وہ صبر اور شکر کی معرفت سے بھی بے بہرہ رہیگا اس سے معلوم ہوا کہ بیان ہو چکا ایمان کے دونوں جزوں کا بہت ضروری ہے اسلیے ہم اس باب میں صبر اور شکر کو اکٹھا لکھتے ہیں یا بین خیال کہ دونوں میں ارتباط و مناسبت زیادہ ہے اس باب میں دو فصلیں ہیں

فصل اول صبر کے ذکر میں اسمیں سات بیان ہیں

بیان اول صبر کی فضیلت میں اللہ تعالی نے صابرین کو بہت سے اوصاف سے ذکر فرمایا ہے اور صبر کا ذکر قرآن مجید میں کچھ اوپر ستر جگہ کیا ہے اور بہت سے درجات اور خیرات کو صبر کیطرف منسوب کیا ہے اور اوسکا ثمرہ ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا اور فرمایا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا اور فرمایا وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور فرمایا أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا اور فرمایا إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اور نیکیوں کا ثواب سوای صبر کے کسی مقدار خاص اور حساب کے موافق ہوگا اور صبر کا ثواب بے حساب ہوگا اور روزہ بھی صبر ہی میں داخل ہے کیونکہ وہ نصف صبر ہے اسوجہ سے اللہ تعالی نے فرمایا کہ الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ اس حدیث قدسی میں روزہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور کسی عبادت کو اپنے لیے مخصوص نہیں فرمایا اور ثواب صبر میں ارشاد فرمایا کہ میں ان کے ساتھ ہوں جیسا کہ ارشاد ہوا وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ اور دوسری جا اپنی نصرت کو صبر پر مشروط فرمایا کہ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ اور تیسری جا صابرین کیلیے ایسی باتیں اکٹھی فرمائیں جو اوروں کیلیے نہیں چنانچہ ارشاد ہے أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ اس آیت میں ہدایت اور رحمت اور صلوۃ صابروں کے لیے ایک جا ہیں غرضکہ صبر کی فضیلت میں جتنی آیات وارد ہیں سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اخبار بھی اس باب میں بہت وارد ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ اور اسکے نصف ہونے کی وجہ عنقریب مذکور ہوگی اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چیزیں کہ تمکو کم عنایت ہوئی ہیں انمیں میں سے یقین اور صبر ہیں اور جسکو ان دونوں میں سے بہرہ ملا

ملا ہے اوسکو اگر تہجد اور روزہ نفل چھوٹ جائے تو کچھ پروا نہ کریگا اور جس حال پر تم اب ہو اگر اسپر صبر کرو
تو مجھکو اس بات کی نسبت زیادہ محبوب ہے کہ تم میں سے ہر ایک میرے پاس ایک ایک آدمی اتنے عمل لاوے
جتنے تم سب کرتے ہو لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ میرے بعد تم پر دنیا مفتوح ہو گی اور تم ایک دوسرے کو
برا جانو گے اور اوس وقت آسمان کے لوگ تمکو برا جانینگے اور جو شخص اوس حال میں صبر کریگا اور ثواب کی
نیت کریگا اوسکو ثواب پورا ملیگا بعد اسکے آپ نے یہ آیت پڑھی مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ
بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ کسی نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کو پوچھا کہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ صبر کرنا اور سخاوت کرنا
اور ایک حدیث میں ہے فرمایا الصبر کنز من کنوز الجنة اور ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ ایمان
کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صبر ہے اور ایمان کو صبر فرمانا آپکا ایسا ہے جیسا ایکبار آپ نے حج
کی بابت میں فرمایا تھا کہ حج عرفہ ہی ہے یعنی بڑا رکن حج کا عرفہ ہے اسی طرح بڑا رکن ایمان کا صبر ہے
اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب عملوں میں بہتر وہ ہیں جن پر
نفسوں کو جبر ہو اور ایک روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ
میرے اخلاق کی طرح تم بھی اخلاق اپنے درست کرو اور ایک میرا اخلاق یہ ہے کہ میں صبور ہوں
اور عطا رحمہ ابن عباسؓ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انصار پر داخل ہوئے تو اونسے پوچھا کہ تم ایماندار ہو سب چپ ہو رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
عرض کیا کہ ہم ایماندار ہیں آپ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی پہچان کیا ہے تو انصار نے عرض کیا
کہ ارزانی پر شکر کرتے ہیں اور مصیبت پر صابر اور حکم الہی پر راضی آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدائے کعبہ کی
ایماندار ہو اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فِي الصَّبْرِ عَلَى مَا تَكْرَهُ خَيْرٌ كَثِيرٌ
اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس چیز کو تم محبوب جانتے ہو وہ تمکو جبھی ملیگی جب اوس
چیز پر صبر کرو کہ جو بری جانتے ہو اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا لو کان الصبر رجلا لکان کریما واللہ یحب الصابرین اس باب میں احادیث بہت
ہیں اور آثار سے بھی اسکی فضیلت ثابت ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے جو خط حضرت ابو موسی اشعری
کو لکھا تھا اوسمیں یہ بھی تھا کہ اپنے اوپر صبر کو لازم کرو اور جان لو کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ایک دوسری سے
بہتر ہے صبر کرنا مصیبتوں پر اچھا ہے مگر اوس سے افضل یہ ہے کہ جو چیز خدا نے حرام کی ہے
اوسپر صبر ہو اور جان لو کہ صبر ایمان کی اصل ہے کیونکہ نیکیوں میں سے عمدہ تقوی ہے اور وہ

صبر ہی سے حاصل ہوتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایمان کی بنا چار ارکان پر ہے یقین اور صبر اور جہاد اور عدل اور نیز فرمایا کہ صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہے یعنی جسطرح کہ بدون سر کے بدن نہیں ہوتا اسیطرح جسکا صبر نہو اوسکا ایمان نہیں ہوتا اور حضرت عمر فرمایا کرتے تھے صابروں کے لیے دونوں گٹھریاں کیا خوب ہیں اور اوپر کا اضافہ کیا اچھا ہے گٹھریوں سے مراد صلوٰۃ اور رحمت ہے اور اضافہ سے ہدایت یعنی یہ تینوں اچھے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور ہے اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ اسکی طرف آپ نے اشارہ فرمایا تھا کہ صابروں کو گویا صلوٰۃ اور رحمت ایسی ہیں جیسے سواری کے دونوں طرف کا بوجھ اور ہدایت بمنزلہ ایک چھوٹی گٹھری کے ہے جو اوپر رکھدیتے ہیں اور حضرت حبیب بن ابی حبیب جب اس آیت کو پڑھتے اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ تو روتے اور کہتے کہ سبحان اللہ عنایت بھی کیا اور تعریف بھی کی یعنی خود ہی خداوند کریم نے صبر عطا فرمایا اور آپ ہی تعریف فرماتا ہے اور حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ ایمان کا کنگورہ حکم پر صبر کرنا اور تقدیر پر راضی رہنا ہے یہانتک بیان فضیلت صبر کا نقلی تھا اب اگر یہ چاہتا ہے کہ صبر کی اوسکی فضیلت معلوم کرنی ہو تو بدون حقیقت اور معنی صبر کے معلوم کیے سمجھ میں نہ آئیگی اسلیے کہ فضیلت اور رتبہ کسی چیز کا اوسکی صفت ہوتی ہے اوسکا جاننا بدون اوسکے موصوف کے جاننے کے نہیں ہو سکتا اسیواسطے صبر کی حقیقت اور معنی کو ذکر کیا جاتا ہے

بیان دوم صبر کی حقیقت اور معنی کے ذکر میں

واضح ہو کہ صبر دین کے ایک مقام اور سلوک کی ایک منزل کا نام ہے اور دین کے مقام تین چیزوں سے منتظم ہوتے ہیں اول معارف دوم احوال سوم اعمال معارف سب کی اصل ہیں اور انکی جہت سے احوال پیدا ہوتے ہیں اور احوال سے اعمال برآمد ہوتے ہیں پس معارف کو مثل درخت کے اور احوال کو مثل شاخوں کے اور اعمال کو مثل پھلوں کے سمجھنا چاہیے اور یہ سالکین کی سب منزلوں میں پائی جاتی ہے اور لفظ ایمان کبھی تو معارف ہی پر بولا جاتا ہے اور کبھی ان تینوں چیزوں کے مجموعے پر چنانچہ اختلاف لفظ ایمان اور اسلام کے بیان میں جو باب قواعد عقائد جلد اول میں مذکور ہے ہم اسکو بھی لکھ چکے ہیں اور ایسے ہی صبر کامل نہیں ہوتا جب تک اول معرفت ہو اور اوسکے بعد ایک حالت وہی پیدا ہو اور ... چیزوں کا نام ... عمل کو مثل ثمرہ کے ... [illegible]

دریافت ترتیب فرشتون اور انسانون اور بہائم سے معلوم نہین ہو سکتا سوا اسکے کہ جو صبر خاص
انسان ہے ملائک اور بہائم مین نہین ہو سکتا ملائکہ مین اونکے کمال کی جہت سے اور بہائم مین
اونکے نقصان کے سبب سے اوسکی تفصیل یہ ہے کہ بہائم پر شہوات مسلط کر دیے گئے ہین سو وہ انہین
مغلوب ہین اونکی حرکت و سکون کا باعث سواے شہوت کے اور کچھ نہین اور اونمین کوئی
ایسی قوت نہین جو شہوت کی مزاحم ہو کر اوسکو اوسکے مقتضی سے روکے اور شہوت کے مقابلہ مین
اوس قوت کا ثابت رہنا صبر کہا جاتا ہے اور ملائکہ علیہم السلام صرف اسلیے پیدا ہوے ہین کہ
شوق حضرت ربوبیت کا اونکو ہے اور درجہ قرب سے خوش ہین اونکا اندر شہوت نہین کہ کوئی
جو اس درجہ اور شوق سے اونکو روکے اور نہ اونکو کوئی ایسے اشغال کی احتیاج کہ اونکی مدد اون
موانعات پر غالب ہون جو اونکو حضوری سے باز رکھتے ہون اسلیے کہ مقتضا اسکے شہوات ہی نہین
جو صبر سے وجود نہین اور انسان کا حال یہ ہے کہ ابتداے لڑکپن مین ناقص مثل بہیمہ کے پیدا ہوا
اوسوقت سوا خواہش غذا کے جسکی اوسکو احتیاج ہوتی ہے اور کسی چیز کی خواہش پیدا نہین ہوتی
پھر بعد چندے اوسمین خواہش کھیل اور آرایش کی پیدا ہوتی ہے پھر نکاح کی شہوت ظاہر ہوتی ہے
اور یہ شہوات ترتیب ظاہر ہوتی ہین اور شروع مین قوت صبر نہین ہوتی اسلیے کہ صبر اسکا نام
کہ جن دو لشکرون مین اختلاف ہو طالب اور ضدیت مقصود کے باعث لڑائی ہو تو ایک لشکر
اونمین سے دوسرے کے مقابل جما رہے اسی جمنے کا نام صبر ہے مگر لڑکپن مین صرف ایک لشکر
شہوات کا ہوتا ہے جیسے بہائم مین لیکن اللہ تعالی نے اپنے کرم اور جود کے باعث انسان کو
اشرف بنایا ہے اور اوسکا درجہ بہائم سے اعلی رکھا ہے اسلیے جب اوسکا وجود کامل ہو جاتا ہے
اور بلوغ کے قریب پہونچتا ہے اوسپر دو فرشتے معین کرتا ہے کہ ایک اوسکو ہدایت کرے
اور دوسرا اوسکی کمک کرتا ہے انہین دو فرشتون کی مدد سے انسان بہائم سے متمیز ہوتا ہے
علاوہ اسکے انسان مین دو وصف خاص ہین جو انہین دو فرشتون کی جہت سے حاصل ہوتے ہین
اول صفت تو معرفت خدا اور رسول کی دوم شناخت انجام کی مصلحتون کے یہ باتین اوس
فرشتے سے حاصل ہوتی ہین جسکو کام ہدایت اور شناخت کرانے کا ہے بہیمہ کو نہ تو پہچان خدا
اور رسول کی ہے نہ شناخت انجام کی بہتری کی بلکہ اوسکو اوسی چیز کی راہ سوجھتی ہے
جو بالفعل اوسکی خواہش کے موافق ہو اور اسی وجہ سے سواے لذیذ چیز کے اور کسی کی تلاش اوسکو
نہین ہوتی یہان تک کہ اگر کوئی دوا نافع اوسکے لیے ہو مگر حال مین مضر ہو تو اوسکی طلب

ظاہر کرنیوالی اور نہ اوسکو سمجھانیکی اور انسان نور ہدایت سے پہچانتا ہے کہ اتباع شہوات کا نتیجہ
حق میں انجام کو برا ہے لیکن صرف یہ ہدایت کافی نہیں جب تک کہ اوسکو قدرت ضرر کے
چھوڑنیکی نہو بہت سی مضر چیزیں ایسی ہیں کہ انسان انکو جانتا ہے مگر دفع نہیں کر سکتا
جیسے مرض ہو جانا مثلاً تو ایسے حال میں اوسکو ایک ایسی قدرت و قوت کی حاجت پڑے
جس سے شہوات کو دہکاوے اور اوسنے اسقدر مجاہدہ کرے کہ اونکی دشمنی کو اپنے نفس سے
علیحدہ کرے اس غرض کے لیے اللہ تعالی نے ایک اور فرشتہ مقرر کیا جو انسان کو بہتری پر
رکھے اور اوسکی تائید و تقویت ایسے لشکروں سے کرے جو نظر نہ آتے ہوں اور یہ لشکر اس بات پر
مامور ہے کہ لشکر شہوت سے لڑے پس کبھی تو دب جاتا ہے اور کبھی قوت پکڑتا ہے اور اسکا
کم زور اور زور آور ہونا اوسیقدر ہے جسقدر کہ بندے کو اللہ کیطرف سے تائید غیبی کی کمک
ہوتی ہے جسطرح کہ نور ہدایت خلق میں اتنا مختلف ہے کہ جسکی کچھ انتہا نہیں اب ہم اس صفت
انسانی کا جس سے کہ اوسکو شہوات کی بیخ کنی اور مغلوب کرنے میں بہائم پر امتیاز ہے باعث
دینی نام رکھتے ہیں اور شہوات کے مطالبہ مقتضیات کو باعث ہوے کہتے ہیں اور اتنا اور
کہنا چاہیے کہ ان دونوں چیزوں یعنی باعث دینی اور باعث ہوے یا شہوت میں لڑائی رہتی ہے
اور کبھی وہ غالب ہوتا ہے اور کبھی یہ اور اس جنگ کا میدان بندے کا دل ہے اور باعث
دینی کو کمک فرشتوں سے پہونچتی ہے جو اللہ تعالی کی جماعت کے مددگار ہیں اور باعث
شہوت کو مدد شیاطین سے ملتی ہے جو اللہ تعالی کے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں پس صبر کی حقیقت
یہ ہے کہ باعث شہوت کے مقابلہ میں باعث دینی ثابت قدم رہے پھر اگر ثابت رہکر حریف کو
مغلوب کرے اور شہوت کی مخالفت پر مدام آمادہ رہے تو اللہ کی جماعت کی نصرت کریگا
اور زمرہ صابرین میں لاحق ہوگا اور اگر ضعیف و نحیف ہوا اور شہوت نے دبا لیا اور اوسکو
دفع نہ کرسکا تو شیطان کے تابعین میں داخل ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ افعال شہوت کا
چھوڑنا وہ عمل ہے جو حالت صبر سے پیدا ہوتا ہے یعنی حالت صبر کا ثمرہ یہ ہے کہ آدمی شہوت کے
مقتضیات کو چھوڑ دے اور صبر باعث دینی کے ثابت رہنے کا نام ہے باعث شہوت کے
مقابلے میں اور اسکا ثابت رہنا ایک ایسا حال ہے جو شہوات کی عداوت اور منافات کے
جاننے سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس معرفت سے کہ شہوات اسباب سعادت کے لیے دنیا و
آخرت میں دشمن اور طریق خدا کے راہزن ہیں پس جب اس معرفت کا یقین ہو تب ایمان کی تقویت

قوی ہوتا ہے تو باعث دینی بھی قوی ہوتا ہے اور جب اس باعث کا استقلال اور ثبات خوب
ہوتا ہے تو افعال انسانی خواہش شہوت کے خلاف سرزد ہوتے ہیں یہانتک کہ ترک شہوت کمال کو
جبھی پہونچیگا جب باعث دینی جو باعث شہوت کا مقابل و حریف ہے قوی ہوگا اور انجام
شہوت کی برائی کا یقین بھی قوی ہوگا ۔ اور یہ دونوں فرشتے جنکا اوپر ذکر ہوا خدا کے
فضل سے ان دونوں لشکروں کے کفیل ہیں اللہ تعالی نے ان دونوں کو اسیلیے پیدا
کیا ہے اور ہر ہر شخص پر آدمیوں میں سے دو فرشتے اسیطرح مقرر ہیں اور انکو کرام کاتبین
کہتے ہیں اور چونکہ ہادی فرشتے کا التفات ... فرشتے کی نسبت زیادہ ہے تو ظاہر
کہ دہنی طرف ہوگا اور بائیں طرف ... اسلیے ہادی دہنی طرف ہے اور تغافل
بائیں طرف ہے غفلت کرنے اور فکر کرنے میں اور کتابوں میں مطابق انسان ہے اور مجاہدہ
کرنے میں جبکہ دو حال ہیں جب غفلت کرتا ہے تو اپنے فرشتے سے گویا منہ پھیر لیتا ہے
اور اوسکے ساتھ بدی کرتا ہے اسلیے وہ اسکا منہ پھیرنے کو بدی لکھ لیتا ہے اور جب فکر
کرتا ہے تو اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ اوس سے ہدایت کا مستفید ہو تو اس طور سے
گویا اوس فرشتے کے ساتھ سلوک کرتا ہے اسلیے وہ اسکے متوجہ ہونے کو نیکی لکھتا ہے اور
جبتک ہوا میں مطلق انسان رہتا ہے تو بائیں فرشتے سے اعراض کرتا ہے اور اوسکی مدد کا
خواہان نہیں ہوتا اور اپنی اس حرکت سے اوسکے ساتھ بدی کرتا ہے پس اس لحاظ سے وہ اسکی
برائی لکھدیتا ہے اور اگر نفس پر مجاہدہ کرتا ہے تو گویا اوس فرشتے سے مدد کا خواہان ہے
اسی نظر سے وہ اوسکے لیے نیکی لکھدیتا ہے اور چونکہ نیکیوں اور بدیوں کا وجود انہیں دو
فرشتوں کے لکھنے سے ہوتا ہے اسیواسطے اونکو کراماً کاتبین کہتے ہیں کرام تو اس وجہ سے
کہ بندے کو انکے کرم سے نفع ہوتا ہے اور نیز فرشتے سب کے سب بزرگ اور پاک ہیں اور کاتب
اس لحاظ سے کہ حسنات اور سیئات کو لکھتے اور جن صحیفوں پر کہ یہ لکھتے ہیں وہ سر قلب میں لپٹے ہوئے
الاسرار قلب سے مخفی ہیں یہانتک کہ اس عالم میں اونپر اطلاع نہوگی اسلیے کہ وہ دونوں فرشتے اور
اونکے خط اور نوشتے اور جو کچھ اونسے متعلق ہے عالم غیب و ملکوت سے ہیں عالم ظاہری
نہیں اور کوئی چیز عالم ملکوت کی قابل ... نہیں کہ چشم ظاہری سے اس عالم میں دیکھی جاوے پھر
نامہ اعمال مخفی دو دفعہ کھولے جاوینگے ایکبار قیامت صغری میں اور ایکبار قیامت کبری میں اور
قیامت صغری سے ہماری غرض حالت موت ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے

مَن مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُه اس قیامت مین بندہ اکیلا مبتلا ہوتا ہے اور اسی مین اوس سے کہا جاتا ہے
وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ اور ارشاد ہوتا ہے كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا
اور قیامت کبری جو تمام خلق کی جامع ہوگی وہان آدمی تنہا نہوگا بلکہ غالبا حساب مجمع کے
سامنے لیا جاویگا اور اس قیامت مین متقی جنت مین اور مجرم دوزخ مین پرے کے پرے
جاوینگے ایک ایک نہین بھیجا جاویگا اور سب سے پہلے وحشت چھوٹی قیامت کی ہے اور جتنی
وحشتین اور حالات کہ بڑی قیامت مین ہونگے اونکی سب کی مثال و نظیر چھوٹی قیامت مین
موجود ہے مثلا زمین کا ہلنا جو قیامت کبری مین ہوگا اوسکی نظیر موت انسانی مین یہ ہے
کہ جو زمین خاص اوسکے لیے ہے یعنی اوسکا بدن وہ مرض سے ہلکا جاتا ہے تو اوسکے حق مین
زلزلہ زمین کا موجود ہوگیا اسلیے کہ اگر کسی ملک مین زلزلہ آوے تو یہی کہینگے کہ فلان جا بھونچال
آیا گو اوسکے پاس پڑوس والون کو اوسکا صدمہ نہوا ہو غرضکہ زلزلے کا ہونا اونہین لوگون کے
حق مین شمار ہوگا جنکو اوس سے صدمہ پہونچا ہو اس اعتبار سے کہ گھر تباہ اور کسی چیز کو اوس
صدمہ ہوا ہوگا اوسکے حق مین زلزلہ پکا ہوا کیونکہ تمام زمین کے زلزلے سے اوسکو نقصان
جبھی ہے جب اوسکا گھر ہلجاوے دوسرے کے مکان وغیرہ کے زلزلے سے اوسکا کیا نقصان
ہے اب اگر موت کو دیکھو تو بدن پر اسکا صدمہ کسیطرح کم نہین زلزلے سے بڑھکر ہے اور بدن کا
زمین پر قرار دینا اسوجہ سے ہے کہ آدمی خاکی ہے اور مٹی ہی سے بنا ہے اوسکے حصے مین
جسقدر مٹی خاص ہے وہ اوسکا بدن ہے غیر کا بدن اوسکے حصے مین نہین اور جس مین یہ بھی
بیٹھا ہوا ہے وہ بدن کا ظرف اور مکان ہے اور ساری زمین کے ہلنے سے جو آدمی کو ڈر لگتا ہے
اوسکی یہی وجہ ہے کہ مبادا بدن اوسکے سبب سے نہ لغزش کرجاوے ورنہ ہوا تو ہمیشہ چلتی اور
ہلتی رہتی ہے اوس سے کبھی خوف نہین لگتا اسلیے کہ اوس سے بدن مین کچھ اضطراب نہین ہوتا
بہرحال تمام زمین کی جنبش سے آدمی کا حصہ اسیقدر ہے کہ اوسکے بدن کو جنبش ہوتی ہو جو
اوسکی مٹی اور زمین خاص ہے اب جسطرح زمین کیواسطے اور سامان ہوتے ہین اسیطرح زمین بدن مین
او نہین چیزون کی نظیرین موجود ہین ہڈیان مثل پہاڑون کے ہین اور سر بمنزلہ آسمان کے اور دل
آفتاب ہے اور آنکھ اور کان اور ناک اور دوسرے حواس اس مین کے ستارے ہین اور پسینے کا
بہنا دریا ہے اور بال روئیدگی اور ہاتھ پاؤن درخت اس زمین کے ہین اسیطرح سب چیزون کو
قیاس کرنا چاہیے پس جب موت کے باعث ارکان بدن منہدم ہوجاتے ہین تو یہ قول صادق

اٹھا ہوں گویا حرکت پیدا ہو اذا الکواکب انتثرت اور جب تارے گر پڑیں کا وقت سے علاحدہ ہونے سے تو بھی وقت قیامت کا
یہی ہے سو کہ اور شکلیت کا ہو ونوں وانشقت الارض ہو گا اور جب پہاڑوں کا وقت ہوتا ہے
اذا الجبال سیرت کا اور جب پہاڑ چلائے جائیں اور بول اذا السماء انشقت کا
وقت سانس ہے ہوگا اور جب صور پھونکا جاوے تو تمام لوگ بیہوش ہو جاویں گے اور پھر اذا الشمس
کورت کا وقت ہوگا اور جب اوس کا ذکر ہوتا ہے تو مضمون اذا النجوم انکدرت
کا مضمون ہو سکے گا اور پیشانی پر عرق آوے تو مضمون اذا السماء انفطرت کا اور ایک مثال
دوسری ہے مضمون اذا البحار فجرت اور جب سے ہوش کی حالت فوت ہو اور
مضمون اذا القبور بعثرت ہو اور جب قیامت کا ہونا ہے اور ہوگا اور ہونا ہے اس کا کلام
اور اسی احوال کا بیان کیا ہے جو کچھ ہے
دکھلایا جاتا ہے یہ حالات اور احوال کا بیان اول ہے کہ فرق ہو کہ بعض میں کچھ ہو
ساتھ ہی آدمی پر چھوٹی قیامت قائم ہوتی ہے اور اس وقت سے قیامت کبریٰ کا ہونا ہے
جو بھی اوسکے لیے ہوگی وہ اوس فرشتہ ہوگی کہ جو کچھ ہے وہ اپنے حواس کو اللہ اور
فرشتہ ہو جاویگی مثلاً دوسرے کی خلق ہو پھر اوس کا باقی رہنا وہ شخص کو گویا قیامت ہے
جب اوسکے حواس پیدا ہوں تو بھی ہو کوئی جیسے آدمی کے سامنے پانی اور اوس کی
ہوتی ہے جس میں آفتاب کی روشنی اور اوسکا کوئی اثر نہ ہو کہ یہاں ہے کیونکہ اوسکے حق میں
ایک ہی بار آفتاب کو گویا گہن لگ گیا اور اسکو اسقدر اور جب ہوتا ہے اسے آفتاب بجا ہوا ہو
ہوگا تو وہ دوسرے کے حق میں ہوگا اور جب کا سر پھٹ جاتا ہے اوسکا گویا آسمان پھٹ گیا کیونکہ
آسمان اوسکو کہتے ہیں جو جانب سر ہو پس جب کسی کا سر ہی نہ ہو تو دوسرے کے لیے آسمان کا ہونا اوس
کے کس کام آویگا یہ حال ہے چھوٹی قیامت کا اور ہنوز بڑی وہ ہے جو ہونا اور دہشت تو سب کو ہوگی
یعنی جب بڑی قیامت کی ہل چل پڑے گی اور جو جیسا کہ ہے کہ آسمان و زمین بیکار
ہو جاوینگے پہاڑ جاتے رہینگے اور خوفناک حال کا رہے گا اور واضح ہو کہ قیامت صغریٰ کا
حال اگرچہ بہت سا لکھا ہے الا ہنوز عشر عشیر بھی اوسکا اور جو ان میں سے شمہ لکھا اور قیامت
بڑی قیامت کے سامنے ایسی ہے جیسے ولادت صغریٰ ولادت کبریٰ کے سامنے یعنی آدمی کی
دو پیدائشیں ہیں اول تو نکلنا پشت پدر سے رحم مادر میں کہ یہاں پہونچکر ایک مدت مقرری تک
ٹھہرا ہوا ہے رہتا ہے اور پورا ہو کے تک کئی حالتیں بدلتا ہے گویا یہ حالتیں اوسکے حق میں

کمال کی منازل میں پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر خون جما ہوا پھر لوتھڑا وغیرہ ہو کر ماں کی رحم سے وسعت عالم میں قدم رکھتا ہے اسکا نام ولادت دوم ہے اب قیامت کبریٰ کو قیامت صغریٰ کے خصوصیات کے ساتھ وہ نسبت تصور کرنی چاہیے جیسے وسعت عالم کو رحم سے اور جس عالم میں کہ بندہ موت کو پہونچتا ہے اسکی وسعت کو دنیا کی وسعت سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو رحم کی وسعت سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اسی آخرت کو دنیا کی نسبت کر قیاس کرنا چاہیے اسلیے قرآن مجید میں ارشاد ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ یعنی دوسری دفعہ کا پیدا کرنا بھی مثل اول بار کے پیدا کرنے کے ہے بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو شمار پیدایشوں کی منحصر دو میں نہیں ہے اور اسکی طرف اشارہ ہے اس قول میں وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ غرضکہ جو شخص دونوں قیامتوں کا مقر ہے وہ دونوں عالم ظاہری اور باطنی کا معتقد ہے اور ملک و ملکوت دونوں کا یقین رکھتا ہے اور جو شخص صرف قیامت صغریٰ کا مقر ہے اور کبریٰ کو نہیں مانتا اوسکی ایک آنکھ پھوٹی ہے کہ ایک ہی جہان دیکھتا ہے اسکا نام جہل و گمراہی ہے اور یک چشم دجال کی پیروی ہے غرض بیچارہ کتنا غافل ہے اور اس غفلت میں ہم سب برابر ہیں لوگو جب سامنے تمہارے خطرے خوف کے مقامات درپیش ہیں تو پھر غفلت کے کیا معنی اگر بالفرض جہالت و گمراہی کی باعث قیامت کبریٰ کا اعتقاد نہیں تو قیامت صغریٰ کیا تھوڑی سی ہے کیا تمنے یہ حدیث شریف نہیں سنی کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا کیا یہ نہیں سنا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کیوقت کیا کرب تھا کہ فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَى مُحَمَّدٍ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ کیا اس بات کی شرم نہیں آتی کہ موت کے آنے میں توقف سمجھکر بیوقوفوں اور غافلوں کی پیروی کرتے ہو جنکی شان میں یہ آیت ہے مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ان غافلوں کا یہ حال ہے کہ اگر مرض انکو خوف دلانے کو اونپر آتا ہے تو اوس سے نہیں ڈرتے اور اگر بڑھاپا موت کا پیام سناتا ہے تو اوس سے عبرت نہیں پکڑتے اسی لحاظ سے خداتعالی فرماتا ہے يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ پھر اگر اونکو یہ گمان ہو کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہینگے تو اونکو یوں ارشاد ہوا أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ اور اگر یہ سمجھے ہوں کہ مرتے ہی بالکل نیست ہوجائینگے تو معدوم ہی رہینگے اونکا وجود کہیں نہیں تو اس خیال کے دفع کے لیے فرمایا وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ پھر آیات خداوندی سے اونکے اعراض اور روگردانی کی وجہ ارشاد فرمائی کہ کس وجہ سے

اس سبکی بنا اوسپر ہے ... جیسا کہ بچہ ... اور دائی کا ... جہاں تم نہیں جانتے ... بس ہے موت نصیحت کو طبرانی بروایت عمار بن یاسر ... الہی آسان کر محمد پر موت کی سختیاں ترمذی ...

بلکہ یکبارگی ہوا اعراض کرتے ہین جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا
فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
اسبات کو یہین کی کہین چلی گئی یہ تقریر ایسے امر کیطرف اشارہ کرتی ہے جو علوم معاملہ سے اعلی ہین
اسلیے غرض اصلی کیطرف رجوع کرکے ہم کہتے ہین کہ یہ معلوم ہوگیا کہ صبر باعث دینی کے مقتضیٰ کا
نام ہے مقابلہ مین باعث ہوا کے اور یہ مقابلہ خاصہ آدمیون کا ہے اسوجہ سے کہ اونپر کرام کاتبین
مقرر ہین اور وہ فرشتے لڑکون اور دیوانون پر کچھہ نہین لکھتے کیونکہ پہلے ہم لکھہ چکے ہین کہ اگر اونکی
طرف استفادہ کے لیے توجہ کیجاوے تو شرح سینہ لکھتے ہین اور اگر اوس سے روگردانی کیجاوے تو ظلمت
لکھتے ہین اور چونکہ لڑکون اور دیوانون مین استفادہ کی استعداد نہین ہوتی تو اونسے ظہور متوجہ
ہونے کا خواہ روگردانی کا بھی متصور نہین ہوسکتا اور کرام کاتبین سوا توجہ اور روگردانی کے
اور کچھہ نہین لکھتے اور یہ بھی ایسے لوگون کے لیے لکھتے ہین جنکو قدرت متوجہ ہونے اور روگردانی
کرنے کی ہو ہان بعض اوقات نور ہدایت کا آغاز سن تمیزی سے شروع ہوتا ہے اور بتدریج جوانی
بلوغ تک بڑھتا جاتا ہے جیسے صبح کی روشنی کہ آفتاب کے نکلنے تک آنا فانا زیادہ ہوتی جاتی ہے مگر
یہ ہدایت ناقص ہے اسلیے کہ جب تک انسان پر آخرت کے ضرر سے خبردار نہیں کرتی ہے دنیا کے
ضرر سے نہین بچتا مثلا اگر ایسے وقت مین نماز نہ پڑھے تو اوسپر زد و کوب کیجاویگی مگر آخرت مین
کچھہ عقاب اوسپر نہوگا اور نہ اوسکے لیے کوئی نامہ اعمال لکھا جاتا ہے جو آخرت مین کھولا جاویگا
بلکہ جو شخص کسی لڑکے کا کفیل خواہ مربی خواہ ولی شفیق ہو اور کرام کاتبین کیطرح نہایت محنت ہو تو
اوسکو چاہیے کہ لڑکے کی بھلائی اور برائی اوسکے دل کے صحیفے پر لکھہ دیا کرے یعنی اوسکو اول
خوب یاد کرادے کہ دل پر نقش حجر ہوجاوے پھر اوس صحیفے کا پھیلانا یہ ہے کہ اگر کام قابل تعریف ہے
تو اوسکی تعریف کرے ورنہ زد و کوب سے سزا دے جب مربی کا لڑکے کے حق مین یہ طور ہوگا تو وہ
شخص فرشتون کی عادت کا وارث ہے اور اونکو لڑکے کے حق مین استعمال کرکے درجہ
قرب الہی کا فرشتون کیطرح حاصل کریگا اور انبیا اور صدیقین اور مقربین کی جماعت مین ہوگا اور
اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ یعنی مین اور یتیم کا متکفل ان دونون کی طرح ہین
اشارہ آپنے اپنی دو انگشت مبارک کیطرف فرمایا

تیسرا بیان صبر کے نصف ایمان ہونے کی وجہ۔ واضح ہو کہ ایمان کبھی تو اصول دین کی
تصدیقات پر بولتے ہین اور کبھی اون اعمال پر بولتے ہین جو اون تصدیقات کے باعث

میسر ہوتے ہیں اور کبھی دونوں کے مجموعے پر بولے جاتے ہیں اور چونکہ معارف کے بھی بہت اقسام ہیں
اور اعمال کے بھی اور لفظ ایمان سب پر بولا جاتا ہے اسلیے ایمان کچھ اوپر ستر قسم کا ہوا چنانچہ
اسکی تقریر باب قواعد العقائد جلد اول میں لکھی گئی ہے مگر صبر کو جو نصف ایمان کہتے ہیں صرف دو
اعتبار سے کہتے ہیں اور ایمان کے دو ہی معنی اس بات کے مقتضی ہیں کہ صبر نصف ایمان ہو
اول معنی تو یہ کہ ایمان کو تصدیقات یعنی معارف اور اعمال پر دونوں پر بولا جاوے اس صورت میں
ایمان کے دو رکن ہونگے ایک یقین اور دوسرا صبر یقین سے مراد وہ معارف قطعی ہیں جو اصول دین کے ہیں
جو بندے کو خدای تعالی کی ہدایت سے حاصل ہوتے ہیں اور صبر سے مقصود عمل بنا بر یقین ہے
اسلیے کہ یقین آدمی کو یہ بات بتلا دیتا ہے کہ گناہ مضر ہے اور طاعت مفید ہے اور گناہ کا ترک
اور بجا آوری طاعت کی بدون صبر کے نہیں ہو سکتی یعنی اسکے کہ باعث دینی کو باعث ہوا و
کسل پر غالب کرنے کیلیے کام میں لانا پڑتا ہے اور اسی کا نام صبر ہے پس ان دونوں اعتبار سے صبر
نصف ایمان ٹھیرا اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین اور صبر کو ایک جا ارشاد فرمایا
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مِنْ اَقَلِّ مَا اُوتِیتُمُ الْیَقِینُ وَعَزِیمَةُ الصَّبْرِ دوسرے معنی یہ ہیں کہ
ایمان ان احوال پر بولا جاوے جو موجب اعمال ہیں نہ معارف پر اسی صورت میں حالات بندہ کی دو قسم
ہیں ایک وہ کہ دنیا و آخرت میں اسکو نافع ہو دوسری وہ کہ مضر ہوں اور بندے کی بابت
مضر چیزوں کے لحاظ سے حالت صبر ہے اور نافع چیزوں کی نسبت کو دیکھیے تو حالت شکر ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اس معنی کی رو سے شکر ایک نصف ایمان کا ہے جیسے کہ پہلے معنی کے
اعتبار سے یقین نصف ایمان تھا اور اسی بنا پر حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ ایمان کے
دو نصف ہیں ایک نصف صبر ہے اور ایک شکر اور یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی مرفوعاً روایت کی گئی ہے اور از انجا کہ صبر کنایہ ہے باعث دین کے باعث ہوا کے
ثابت رہنے کا باعث اور باعث ہوا کی دو قسمیں ہیں ایک باعث شہوت کیطرف سے
اور ایک غضب کیطرف سے کیونکہ اگر لذیذ چیز کی طلب کیلیے ہوگا تو شہوت کیطرف سے ہوگا اور
اگر درد دینے والی چیز سے گریز کےلیے ہوگا تو غضب کیطرف سے ہوگا اور روزہ میں صرف صبر کرنا
رکنا مقتضاے شہوت یعنی فرج و شکم کی خواہش سے پایا جاتا ہے مقتضاے غضب سے صبر
اوسمیں دخل نہیں اسیلیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَلصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ کیونکہ کمال صبر
اوس صورت میں ہے کہ دواعی شہوت و مقتضیات غضب دونوں سے صبر کیا جاوے

۵ جن چیزوں کو یقین ... وہ یقین اور قصد صبر ہے اوپر گذر چکا ۱۲

۶ ...

۷ روزہ آدھا صبر کا ہے ۱۲ باب العلوم جلد اول میں گذر چکا ۱۲

اور روزہ میں صرف ایک شق سے صبر ہے اسلیے روزہ نصف صبر ہوا اور چونکہ صبر نصف ایمان
تھا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک چوتھائی ایمان کی ہے - حاصل یہ کہ شریعت میں جو اعمال
اور احوال کے حدود مقرر ہیں اور انکی نسبت ایمان کیطرف آدھی یا چوتھائی وغیرہ بیان
ہوتی ہے اونکو اسیطرح سمجھنا چاہیے اور اس بات میں اصل یہ ہے کہ اول ایمان کے اقسام معلوم
ہونے چاہییں تاکہ معلوم ہو کہ ایمان کے کونسے معنی کی رو سے یہ نسبت بیان کی گئی ہے ورنہ
سمجھنا دشوار ہے اسلیے کہ لفظ ایمان بہت سے معانی مختلفہ پر بولا جاتا ہے

چوتھا بیان اون چیزوں کا جن پر سے صبر کیے جانے کے لحاظ سے صبر کا اور اور نام ہوتے ہیں
جاننا چاہیے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں اول تو صبر بدنی ہے کہ مثلا بدن پر مشقتوں کا متحمل ہونا
اور اوس پر مستقل رہنا وغیرہ پھر اسکی بھی دو صورتیں ہیں یا تو خود کوئی فعل کرنا یا دوسرے
فعل کی برداشت کرنی اول کی مثال جیسے کوئی مشکل کام یا عبادت بجالانا اور دوسرے کی
مثال جیسے سخت مار کو پی جانا یا بڑے مرض کو اور زخم مہلک کو سہنا وغیرہ یہ قسم بھی کبھی محمود
ہوا کرتی ہے بشرطیکہ موافق شرع ہو مگر کمال محمودگی دوسری قسم صبر میں ہے یعنی صبر نفسانی یا
کرنا کہ نفس کو طبیعت کے مقتضیات اور باعث ہوا سے روکے ہے - پھر اس قسم میں اگر
صبر شہوت شکم اور شرمگاہ سے ہوگا تو اوسکا نام عفت ہے اور اگر کسی اور بات سے ہو تو
ہر ایک کا مرہ چیز سے صبر کے لیے جدا نام ہے مثلا اگر کسی مصیبت پر ہو تو اوسکو صبر ہی کہتے ہیں
اور اوسکی ضد ایک حالت ہے جسکو جزع و فزع کہتے ہیں یعنی مقتضائے ہوا کو مطلق العنان
کر دینا کہ خوب چیخے اور پیٹے اور گریبان پھاڑے وغیرہ اور اگر تونگری کی برداشت کرنے میں
صبر ہو تو اوسکو ضبط نفس کہتے ہیں اور اوسکی ضد اترانا ہے اور اگر صبر مقام جنگ اور
قتال میں ہو تو اوسکو شجاعت کہتے ہیں جسکا مقابل نامردی و بزدلی ہے اور اگر غصے کے
پینے میں ہو تو اوسکا نام حلم ہے جسکی ضد غضبناکی ہے اور اگر زمانے کی کسی آفت پر صبر ہو
تو اوسکا نام فراخی حوصلہ ہے اور اسکی ضد کم حوصلگی ہے اور اگر کلام کے خفیہ رکھنے میں ہو تو اوسکو
رازداری اور جس شخص میں یہ صفت ہو اوسکو رازدار کہتے ہیں اور اگر صبر عیش میں اندازہ حاجت سے زیادہ ہو
تو اوسکا نام زہد ہے جسکی ضد حرص ہے اور اگر ہر ایک حظ نفسانی سے قدر قلیل پر صبر ہو تو اوسکو
قناعت کہتے ہیں اسکا مقابل شرہ ہے حاصل یہ کہ ایمان کے اکثر اخلاق صبر میں داخل ہیں
اسی جہت سے جب ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ایمان سے سوال کیا کہ وہ کیا ہے

آپنے فرمایا کہ صبر ہے اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے اعمال مین سب مین بڑا
اور گران صبر ہی ہے جسطرح کہ حج کو آپنے اسی لحاظ سے عرفہ فرمایا کہ وہ بھی حج کے ارکان مین
سب سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اقسام کو اکٹھا کر فرمایا اور سب کا نام صبر ہی رکھا ہے جیسا کہ
ارشاد ہے وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ
اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ باسا سے غرض وقت مصیبت اور ضرا سے وقت افلاس اور حین الباس سے وقت مقاتلہ
ہے یہ اقسام صبر کے کہ اختلاف متعلقات کے باعث جدا نام سے مسمیٰ ہوتے ہین اور جو شخص کہ
الفاظ سے معانی سمجھا کرتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ مختلف ہین اسلیے ضرور ہے کہ
انکے معانی مین بھی فی الحقیقت اختلاف ہوگا یعنی وہ جانتے ہین کہ ان الفاظ سے بھی جاتی ہین انکی ذات
و ماہیت جلیحدہ غلطی وہ ہوگئی چاہیے اور جو شخص کہ راہ مستقیم پر چلتا ہے اور نور الٰہی سے دیکھتا ہے
اوسکی نظر اول معانی پر پڑتی ہے پھر اونکی حقیقت سے ماہر ہوکر الفاظ کی طرف متوجہ ہوتا ہے
اسلیے کہ الفاظ معانی کے لیے وضع ہوے ہین تو اصل معانی ہی ہین اور الفاظ تابع ہین اور جو
شخص فرع سے اصل کا طالب ہے وہ بیشک لغزش کھائیگا اور ان دونون فریق کی طرف اشارہ
کلام مجید مین مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْہِہٖٓ اَھْدٰٓی اَمَّنْ یَّمْشِیْ
سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور اگر غور سے دیکھو تو کفار کو جو پہلے غلطی ہوئی تو اسی طرح سے انکا نقصان
ہوا اللہ تعالیٰ اپنے کرم و لطف سے حسن توفیق عنایت فرماوے۔

پانچوان بیان صبر کے اقسام کا قوت و ضعف کے مختلف ہونے کی جہت سے

واضح ہو کہ اگر باعث دینی کو باعث ہوے کی نسبت کر دیکھین تو اوسکے تین احوال ہوتے ہین
ایک حال تو یہ ہے کہ داعیہ ہوے کو بالکل زیر کردے اوسمین کچھ قوت نزاع کی باقی نرہے اور یہ
بات دوام صبر سے حاصل ہوتی ہے ایسی ہی صورت مین یہ مقولہ کہا جاتا ہے مَنْ صَبَرَ ظَفَرَ
اور اس رتبے کے پہونچنے والے بہت کم ہین اور اگر ہین تو وہ لوگ صدیق و مقرب ہین کہ خداوند
کریم کو اپنا رب جانکر اسی عقیدے پر جمے رہتے ہین اور راہ راست کو کبھی نچھوڑا اور نہ اوس طرف سے
منہ موڑا اور اونکے نفسون کو باعث دینی کے تقاضا سے اطمینان ہے انہین لوگون کو پکارنے والا
پکاریگا یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً دوسری حالت یہ ہے
کہ ہوے کی دواعی غالب ہو جاوین اور باعث دینی کی منازعت اونکے ساتھ بالکل نرہے سبب
آدمی اپنے نفس کو لشکر شیطانی کے حوالہ کرے اور مجاہدے سے مایوس ہو کر کوشش سے

بادشاہ ہے لوگ زمرہ غافلین مین ہین اور کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہین یہی لوگ ہین او
بندہ شہوات ہو گئے ہین اور بدبختی کا جو دورا اونپر ہوا تو اپنے دلون پر جو اسرار الٰہی اور امر ربانی
مین سے تھے اعداء الٰہی کو مسلط کر دیا انہین کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین ولو شئنا
لآتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملان جہنم من الجنۃ والناس اجمعین
انہین لوگون نے آخرت کو بدلے اپنی زندگی کی دنیا کو مول لیا اور گھٹی کھائی اور جب کوئی شخص ایسون کو ہدایت
کرنا چاہے تو اوسکو یہ حکم ہے فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا
ذلک مبلغہم من العلم اور اس حالت کی پہچان یا سرع زبانا ایسی ہی سمجھا چاہیے اور آرزون سے معلوم
ہوتا ہے اور یہ نہایت درجے کی بیوقوفی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع ھواہ وتمنی علی اللہ اور اس
حالت والے کو اگر کوئی نصیحت کرے تو یہ جواب دیتا ہے کہ مین توبہ کرنی تو بہت چاہتا ہون
مگر مجھسے ہو نہین سکتی اسواسطے اوسکی طمع بھی نہین کرتا یا اشتیاق توبہ نہو تو یہ کہتا ہے کہ خدا بڑا
غفور اور رحیم اور کریم ہے پھر توبہ کی کیا حاجت ہے اوس بیچارے کی عقل شہوت کی غلام ہو گئی
اوسکو صرف ایسے ہی باریک حیلے نکالنے مین لگاتا ہے جنسے اپنی شہوت پوری کرسکے اوسکی
عقل شہوات کے ہاتھ مین ایسی گرفتار ہوتی ہے جیسے کوئی مسلمان کافرون کی قید مین پڑا ہو
اور وہ اوس سے سور چراوین اور شراب کی حفاظت اور اوسکا اوٹھانا اوسکے ذمہ کر دین ایسے
شخص کا حال خدا کے نزدیک ایسا ہی ہوگا جیسا اوس شخص کا جو کسی مسلمان کو زبردستی پکڑ کر کافر کے
حوالہ کرے اور اوسکا مقید کر دے اسواسطے کہ اس شخص کی بڑی خطا یہی ہے کہ جس شخص کا غالب
رہنا چاہیے تھا اوسکو ایسے کا مسخر کر دیا جسکو مسخر اور مغلوب رہنا زیبا تھا یعنی مسلمان کا حاکمی
اور غالب رہنا اسواسطے شایان ہے کہ اوسمین معرفت دین اور باعث دینی موجود ہے اور کافر کو
مغلوب رہنا بہتر ہے کہ اوسمین دین کی جہالت اور باعث شیاطین پایا جاتا ہے۔ اور مسلمان کا حق
اپنے نفس پر بہ نسبت دوسرون کے زیادہ تر واجب ہے پس جب اوس شریف بات کو جو اللہ کی جماعت
اور لشکر ملائک مین سے ہے یعنی عقل کو ایک ایسی رذیل چیز کا مسخر کر دیگا جو گروہ شیاطین مین سے ہو
اور خدای تعالی سے دور کرتی ہو تو یہ شخص بعینہ ویسا ہی ہوگا جیسا کوئی مسلمان کو کافرون کے
حوالہ کرے بلکہ ایسے کوئی بادشاہ محسن اور منعم پر چڑھائی کرکے اوسکے سب سے عزیز لڑکے کو
پکڑ کے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن کے حوالہ کر دے اتنا ال کیا چاہیے کہ اس بات مین

کیسی ناشکری پائی جاتی ہو کتنی بڑے انتقام شاہی کا یہ شخص سزاوار ہے اور یہ مثال اسلیے مناسب ہو
کہ ہوای نفسانی سب سے بڑا معبود ہے جو زمین پر پرستش کیا جاتا ہے اور تمام روی زمین میں عمدہ چیز
اللہ کی مخلوق میں سے عقل ہے تو ایسی عمدہ چیز کو ایسی بری چیز کے حوالہ کرنا نہایت ناشکری ہے
تیسری حالت یہ ہے کہ لڑائی برابر کی ہو کبھی فتح باعث دینی کو ہو اور کبھی باعث ہوی کو ایسا شخص
مجاہدین ہی میں ہے فتح پانے والوں میں نہیں اور اس قسم کے لوگوں کا حال اس آیت میں مذکور ہے
خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ یہ تینوں حالتیں باعتبار قوت و ضعف کے ہیں
اور آدمی پر تین حالتیں اور بھی باعتبار شمار صبر کی چیزوں کے ہو سکتی ہیں اول یہ کہ تمام شہوات پر
غالب ہو جاوے دوم یہ کہ کسی پر غالب نہ ہو سوم یہ کہ بعض پر غالب ہوا اور بعض پر نہ ہوا اور آیت
خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا کو اس تیسری حالت والوں کی شان میں کہنا بہتر ہے اور
جو لوگ شہوات کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتے وہ چوپاوں کے مانند بلکہ اونسے بھی گمراہ ہیں اسلیے کہ
بہیمہ کیواسطے معرفت اور قدرت نہیں پیدا ہوئی جس سے کہ مقتضاے شہوات کا مجاہدہ
کرے اور انسان کے لیے قدرت پیدا ہوئی مگر اوسکو بیکار رکھا پس واقع میں ناقص و بدبخت
بلاشک ایسا ہی شخص ہے جو قدرت پاکر درجۂ کمال کو حاصل نہ کرے۔ اور آسانی اور دشواری
کی راہ سے بھی صبر کی دو قسمیں ہوجاتی ہیں ایک وہ کہ نفس پر شاق گذرنے اور بدون انتہائی
محنت اور سخت مشقت کے اوسپر مداومت ممکن نہوا سکا نام تصبر یعنی صبر کرنا ہے دوسری وہ کہ
بدون شدت اور محنت کے حاصل ہوجاوے یعنی نفس پر ادنی زور دینے سے تحمل صبر کا ہوجاے
کچھ مشقت نہ معلوم ہو اس صورت کا نام صبر ہے۔ اور جب آدمی ہمیشہ تقوی کرتا ہے اور
انجام کی بہتری کا یقین قوی ہوتا ہے تو صبر آسان ہوجاتا ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد
فرماتا ہے فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى اور اس تقسیم کو
ایسی جاننی چاہیے جیسے پہلوان کی قدرت دوسرے شخص پر کہ اگر آدمی قوی اور کشتی گیر ہوگا
تو کم زور کو ذرا سے حملے اور ادنی قوت سے پچھاڑ دیگا اسطرح کہ پچھاڑنے میں کچھ تکان ہوگی نہ
ماندگی نہ سانس چڑھیگا نہ اوسیطرح کا اضطرار پیش آویگا لیکن اگر طرف مقابل بھی سخت اور قوی
ہوگا تو اوسکے پچھاڑنے کیلیے بہت محنت چاہیے اسیطرح باعث دینی اور باعث ہوی کی
کشتی کو خیال کرنا چاہیے کہ درحقیقت وہ بھی لشکر ملائکہ اور لشکر شیاطین کا مقابلہ ہے۔ غرضکہ
جب شہوات بالکل دفع ہوجاتے ہیں اور باعث دینی مسلط ہوکر حاوی ہوجاتا ہے اور طول

ت ملایا ایک کام نیک اور دوسرا برا قریب ہے کہ اللہ معاف کرے ان کو ۱۲

وہ اذیت سے صبر کرنا آسان پڑجاتا ہے تو اسکے باعث مقام رضا ملتا ہے چنانچہ باب رضا مین
عنقریب ہم ذکر کرینگے یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کا رتبہ صبر سے بڑھکر ہے اسلیے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعبد اللہ علی الرضاء فان لم تستطع ففی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر
اور بعض عارفین کا قول ہے کہ صبر والون کے تین درجے ہین اول چھوڑنا شہوت کا یہ درجہ
توبہ کرنے والون کا ہے دوسرا راضی ہونا تقدیر پر یہ درجہ زاہدین کا ہے تیسرا درجہ محبت کرنا
اوس کام سے جو خدای تعالی اوسکے ساتھ کرے اور یہ درجہ صدیقین کا ہے۔ اور باب محبت مین
ہم عنقریب بیان کرینگے کہ مرتبہ محبت رضا کے مرتبہ سے بڑھکر ہے جسطرح کہ مقام رضا مقام صبر
سے اشرف ہے اور یہ مراتب ایک صبر خاص مین ہوتے ہین یعنی مصائب اور بلایا پر صبر کرنے مین
اب معلوم کرنا چاہیے کہ صبر باعتبار حکم کے کئی قسم ہے بعض فرض ہے اور بعض نفل اور بعض
مکروہ اور بعض حرام پس ممنوعات شرعی سے صبر کرنا فرض ہے اور مکروہات سے صبر کرنا نفل ہے
اور جو ایذا کہ شرعا ممنوع ہو اوس پر صبر کرنا حرام ہے مثلا کوئی شخص اسکا ناحق ہاتھ کاٹے یا
بیٹے کا ہاتھ کاٹے اور یہ اوس پر چپ چاپ صبر کرے یا کوئی شخص اسکی جورو سے قصد برائی
کرے اور اسکو جوش غیرت ہو مگر اظہار غیرت پر صبر کرے اور چپکا دیکھا کرے تو یہ بھی صبر حرام ہے
اور اگر وہ ایذا شرعا مکروہ ہو حرام نہو تو اوس پر صبر کرنا مکروہ ہے حاصل یہ کہ شریعت کو صبر کی
کسوٹی جاننی چاہیے فقط اسی صبر کو نصف ایمان جاننا نہ چاہیے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ تمام صبر اوسطرح کے نہین ہین
بلکہ اچھے صبر کے اقسام مخصوص ہین۔

چھٹا بیان صبر کیطرف حاجت ہونے کا اور یہ کہ بندہ کو کسی حال مین صبر سے گریز نہین ہر حالمین اوسکی حاجت ہے
جاننا چاہیے کہ جو حالات بندے کو اس زندگی مین پیش آتے ہین وہ دو حال سے خالی نہین ہوتے
یا تو اوسکی خواہش کے موافق ہوتے ہین یا ناموافق اور اوسکو حاجت صبر کی دونون حالونمین ہے
اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو ہر حال مین صبر کی حاجت ہے اب اسکو مفصل بیان کرتے ہین قسم اول
یعنی وہ احوال جو خواہش کے موافق ہون وہ صحت اور تندرستی اور مال و جاہ کا ہونا اور بہت سا
جتھا ہونا اور کثرت سے اسباب کا ہونا اور یار و مددگار و خدمت گزار بہت سے ہونے اور تمام
لذائذ کا موجود ہونا ہے ان احوال مین بندے کو صبر کی بڑی حاجت ہے اسواسطے کہ آدمی اگر
لذات دنیاوی مین پڑکر اپنے نفس کو نہ روکے گا اور اونمین مطلق العنان اور ڈوبا رہیگا تو گو وہ
لذات مباح ہی ہون مگر آخر کو سرکشی اور اترانے پر پہونچا دینگے اسواسطے کہ انسان کا قاعدہ ہے

[illegible]

اگر جب اپنے آپ کو غنی جانتا ہے تو طغیان کرتا ہے چنانچہ کلام مجید مین ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَیَطْغٰی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی یہان تک کہ بعض عارفین ارشاد فرماتے ہین کہ بلا پر تو ہر ایک صبر کرتا ہے
مگر عافیت پر صبر کرنا صرف صدیق کا کام ہے - اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ صبر
کرنا عافیت پر بنسبت بلا پر صبر کرنے کے بہت سخت ہے اور جب اموال دنیا صحابہ رض کے پاس
آئے تو اونھون نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا امتحان مصیبت اور فقر مین مبتلا ہونے سے جو لیا گیا تو
ہمنے صبر کیا مگر جب فتنۂ عافیت و توانگری مین مبتلا ہوے تو ہمنے صبر نہ کیا - اور یہی وجہ ہے کہ
خداوند کریم نے مال اور اولاد اور زوجہ کے فتنہ سے اپنی کتاب پاک مین خوف دلایا ہے [illegible]
ارشاد فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اور فرمایا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ
وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْوَلَدُ مَبْخَلَۃٌ
مَجْبَنَۃٌ مَحْزَنَۃٌ اور جب آپ نے اپنے لخت جگر حضرت امام حسن رض کو دیکھا کہ [illegible]
تو منبر سے اوتر کر گود مین اوٹھا لیا اور فرمایا کہ خدای تعالی نے سچ فرمایا ہے اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ
فِتْنَۃٌ مجھکو جب اپنے فرزند کو لڑکھڑاتے دیکھا تو [illegible]
اسکا نتیجہ ارباب بینش سے چھپا نہین کیا ہے معلوم ہوا کہ مرد وہی ہے جو عافیت پر صبر کرے اور
عافیت پر صبر کرنے کے یہ معنی ہین کہ اوسکی طرف رغبت نکرے اور جانے کہ یہ چیزین
جلد مجھسے جاتی رہینگی اور اوس سے زیادہ خوش نہو اور تنعم اور لذت اور لہو و لعب
بلکہ جو انعام اللہ کے اسپر ہین اونکے حقوق اللہ تعالے کے ادا کرے مثلا مال کو خدا کی راہ مین
دینے سے اوسکا حق ادا کرے اور بدن سے دوسرون کو اعانت کرکے اوسکا حق اور زبان
سے سچ بولکر اوسکا حق ادا کرے اور اسطرح کا صبر شکر کے متصل ہے جبتک آدمی شکر پر قائم نہو
تب تک یہ صبر کامل نہوگا چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور عافیت پر صبر کرنا اسلیے سخت تر ہے
کہ اسمین قدرت موجود ہے ورنہ عصمت بی بی بے چادری مشہور ہے جسکو قدرت ہی نہو
اگر صبر نکرے تو کیا کرے اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ اگر ایک شخص کسیکی فصد کھولنا یا پچھنے
لگائے تو مریض کو صبر کرنا آسان ہوگا بنسبت اسکے کہ خود یہ کام اپنے اوپر کرے اور بھوکا
آدمی اگر کھانا اوسکے سامنے نہو تو صبر آسانی سے کرسکتا ہے بنسبت اوس صورت کے کہ
عمدہ کھانا لذیذ اوسکے سامنے ہو اور اوسکو قدرت بھی کھانے کی ہو اسی لحاظ سے فتنۂ
عافیت کا سخت تر ہے دوسری قسم جو خواہش اور طبیعت کے ناموافق ہو اوسکی تین قسمین ہین

اول تو وہ جو بندے کے اختیار سے مربوط ہوں جیسے طاعات اور معاصی دوم وہ کہ اوسکے
اختیار میں نہوں جیسے مصائب اور حوادث سوم یہ کہ شروع میں تو اختیار کو کچھ دخل نہو مگر
اوسکا دور کرنا اختیار میں ہو جیسے موذی سے بدلا لینا صورت اول یعنی وہ افعال کہ بندہ کے
اختیار سے وابستہ ہوں اور اسمیں بندے کے تمام افعال جو طاعت و معصیت ہو سکتی ہیں
داخل ہیں اونکی دو نوع ہیں نوع اول طاعت اور دوسری نوع معصیت اور ہر ایک میں صبر کی
حاجت ہے طاعت پر صبر کرنا دشوار ہے اسواسطے کہ نفس کی جبلت عبودیت سے نفرت [illegible]
اور ربوبیت کو چاہتا ہے اسی واسطے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ کوئی نفس ایسا نہیں کہ اوس میں
وہ بات چھپی نہو جسکو فرعون نے ظاہر کیا تھا [illegible] انا ربکم الاعلی [illegible] فرعون کو اوسکے اظہار
کا موقع ملگیا تھا کہ اپنی قوم کو حقیر جانا تو اونہوں نے اوسکی اطاعت کرلی اور جو
کچھ کہا مان لیا اور اوسکو ظاہر کر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اور سستی کسل اور بخل دونوں کے باعث جیسے حج اور جہاد پس طاعت پر صبر کرنا [illegible]
[illegible] پر صبر کرنا ہوتا ہے اور مطیع کو اپنی طاعت پر صبر کرنے میں تین وقتوں کی احتیاج
ہوتی ہے اول طاعت سے پیشتر اسوقت تو درستی نیت اور اخلاص پر اور شائبۂ ریا اور
لوازم آفات سے صبر کرنا اور عزم اخلاص و وفا پر جمنا ضرور ہے اور جو شخص کہ حقیقت نیت اور
اخلاص کو اور آفات ریا اور مکائد نفس کو سمجھتا ہے اوسکو خوب معلوم ہے کہ یہ قسم صبر کی
بڑی سخت ہے اور نیت کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمادی کہ انما
الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوی اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین
اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے صبر کو عمل پر مقدم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے کہ الا الذین صبروا
وعملوا الصالحات دوسرے عین عمل کے وقت پر صبر کرنا کہ اثنا عمل میں خدا سے غافل نہو
اور اوسکے سنن و آداب کی بجا آوری میں کسل کو دخل نہ دے اور شرط ادب کو عمل کے آخر تک
ملحوظ رکھے یعنی عمل سے فارغ ہونے تک جن لوازم سے کہ خلل عمل میں ہوتا ہو اونسے صبر کرنا ہوگا

اور یہ صبر بھی سخت ہے اور غالبا اس آیت مین بھی صبر مراد ہے نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا یعنی جنہون نے عمل کے پورا ہونے تک صبر کیا تیسرے بعد عمل سے فارغ ہونے کے یعنی اب صبر کی حاجت یہ ہے کہ عمل کا افشا نہ کرے اور شہرت اور ریا کا خواہان نہو اور اپنی طرف عجب کی نظر سے نہ دیکھے غرض جو چیزین مبطل عمل بعد عمل کے ہوتی ہین اون سے صبر کرے ورنہ عمل باطل ہوگا اور اوسکا اثر نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ اور فرمایا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی پس جو شخص کہ صدقہ دینے کے بعد احسان جتانے اور ایذا دینے پر صبر نکریگا اوسکا عمل باطل ہوگا۔ اطاعت کی دو قسمین ہین فرض اور نفل اور ہر ایک کو دونون مین صبر کی حاجت ہے اور اللہ تعالی نے انکو اس آیت مین جمع فرما دیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی عدل کرنا فرض ہے اور احسان نفل ہے اور اقارب کو دینا مروت اور صلہ رحم ہے اور ہر ایک مین صبر کی حاجت ہے۔ اور نوع دوم یعنی معصیت پر بھی صبر کرنا بڑا ضروری ہے اور اللہ تعالی نے جمیع اقسام معاصی کو اس آیت مین جمع کر دیا ہے وَیَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْمُہَاجِرُ مَنْ ہَاجَرَ السُّوْءَ وَالْمُجَاہِدُ مَنْ جَاہَدَ ہَوَاہُ اور معاصی بتقاضائے ہوا ہوتے ہیں اور صبر کے اقسام مین زیادہ شدید اون معاصی پر صبر کرنا ہے جو عادت کے باعث مالوف ہوگئے ہون اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت ہوتی ہے جب خواہش نفس پر عادت زیادہ ہو جاتی ہے تو گویا شیطان کے دو لشکر ایسے ملکر ایک دوسرے کی کمک کرتے ہین اور باعث دینی کا مقابلہ کرتے ہین اسلیے وہ اونکے قلع وقمع پر قادر نہین ہوتا پھر اگر وہ گناہ اون افعال مین سے ہون جنکے کرنے مین کچھ دقت نہین ہوتی بآسانی ہو سکتے ہین تو اون سے صبر کرنا نہایت دشوار ہے مثلا زبان کو گناہون مثل غیبت اور جھوٹ اور خصومت اور اشارۃ یا صراحۃ اپنے نفس کی تعریف کرنی وغیرہ سے صبر کرنا یا اقسام مزاح سے جو دلون کو ایذا دین اور اون کلمات سے جو بقصد تحقیر وتذلیل کہے جاوین اور مردون کا ذکر کرنا اور اونپر خواہ اونکے علوم اور سیرت ومنصب پر اعتراض کرنا ان سب سے صبر کرنا بہت دشوار ہے اسلیے کہ ظاہر مین تو یہ غیبت ہین مگر باطن مین اپنے نفس کی ثنا پائی جاتی ہے ایسے گناہ مین نفس کو دو چاٹ ہوتی ہین ایک تو دوسرے کا نفی دوسرے اپنا ہونا انھین دونون باتون سے ربوبیت پوری ہوتی ہے جو نفس کی سرشت مین ہے اور ربوبیت عبودیت کی ضد ہے جسکا آدمی کو حکم ہے انھین دونون شہوتون کے اجتماع اور

اور زبان ہلانے میں دقت ہوتی اور محاورات میں عادی ہو جانے سے صبر ایسی باتوں
مشکل ہے بلکہ لوگ انکو برا نہیں جانتے نہ دلوں میں ان امور کی کچھ قباحت ہے کیونکہ اکثروں کا
روزمرہ ہی ہو گیا ہے اور سب لوگوں میں یہ بلا پھیلی ہوئی ہے ۔ اگر کوئی مسلمان آدمی ریشم کا
کپڑا پہنے تو لوگ نہایت برا جانیں لیکن اگر تمام دن اپنی زبان سے لوگوں کو برا کہے جاوے
تو اوسکی شکایت کوئی نہ کرے حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے اور جو شخص
گفتگو میں اپنی زبان نہ روک سکے اور اوسکے معاصی سے صبر نہ کر سکے تو اوسے گوشہ نشینی اور تنہائی
واجب ہے اسکے سوا اوسکے لیے اور کوئی صورت نجات کی نہیں اسلیے کہ اکیلا رہنے پر صبر کرنا
اس سے آسان ہے کہ لوگوں میں رہکر سکوت پر صبر کرے ۔ اور جیسا جس شخص کا سبب قوی
یا ضعیف ہو گا ویسا ہی صبر کرنا بھی سخت یا آسان ہو گا ۔ اور زبان ہلانے کی نسبت خیالوں سے
خیالات دل کی حرکت اور بھی زیادہ سہل ہے یہ آفت تنہائی میں بھی باقی رہتی ہے اس واسطے
صبر ہو نہیں سکتا مگر اس صورت میں کہ دل پر کوئی اور فکر دینی غالب ہو جاوے اور آدمی
طرف سے خالی الذہن ہو کر ایک ہی فکر کا ہو رہے ۔ اور جب تک کوئی خاص شغل میں اپنی فکر کو
نہ لگاویگا وسواس کا دور ہونا اوس سے ممکن نہوگا ۔ صورت دوم وہ افعال جنکا آنا اختیار
وابستہ ہو مگر انکے دفع کرنے کا اختیار ہو مثلاً اگر کسیکو کسی نے فعل سے یا قول سے ایذا دی یا
اوسکے نفس یا مال میں کوئی قصور کیا تو اوسپر صبر کرنا اور مکافات کا چھوڑنا کبھی تو واجب ہوتا ہے
اور کبھی صرف فضیلت کا موجب بعض صحابہ رضوان اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم آدمی کے ایمان کو ایمان نہ سمجھا کرتے
جبتک کہ ایذا پر صبر نہ کرتا تھا اور کلام مجید میں انبیا کیطرف سے خدا نے انکے جواب میں ارشاد کیا ہے
ولنصبرن علی ما آذیتمونا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایکبار کچھ مال تقسیم فرمایا تو بعض مسلمان اعرابی نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم نہیں جس سے خدا کی رضا منظور
ہو یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپکے رخسار مبارک سرخ ہو گئے پھر فرمایا کہ اللہ رحم کرے
میرے بھائی موسی علیہ السلام پر کہ اونکو لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا مگر اونہوں نے صبر کیا
اور کلام مجید میں جابجا آپکو صبر کا ارشاد ہے چنانچہ فرمایا ودع اذاهم وتوکل علی اللہ
اور فرمایا واصبر علی ما یقولون واهجرهم هجرا جمیلا اور فرمایا ولقد نعلم انک یضیق صدرک
بما یقولون فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین اور فرمایا لتسمعن من الذین اوتوا الکتاب
من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور

اور ہم صبر کرینگے اوس ایذا پر جو تم ہمیں دیتے ہو اور اللہ پر بھروسہ چاہیے بھروسہ والوں کو

اور البتہ سنو گے تم کتاب والوں سے اور شرک کرنے والوں سے بہت بدگوئی اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کاموں میں ہے

اس تقریر سے غرض یہی ہے کہ مکافات سے صبر ہوا اور سمجھے کہ مکافات سے صبر کرنے کا بڑا رتبہ ہے اللہ تعالی نے
قصاص وغیرہ میں حقوق کے معاف کرنے والوں کی مدح فرمائی چنانچہ ارشاد ہے وان عاقبتم
فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
صِلْ من قطعك واعطِ من حرمك واعفُ عمن ظلمك ۔ اور ہم نے انجیل میں دیکھا ہے کہ حضرت
عیسی بن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمکو پہلے سے یہ حکم ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور ناک کے
بدلے ناک یعنی جتنی برائی کوئی تم سے کرے اوسیقدر تم اوس سے کرو لیکن میں یہ کہتا ہون کہ تم برائی کا
بدلا شرارت سے دو بلکہ جو کوئی تمہارے دہنے رخسار پر مارے تو اوسکے سامنے بایان کردو اور جو کوئی تمہاری
چادر لے لے تو اوسکو تہہ بند بھی دیدو اور جو تمکو ایک میل بیگار لیجاوے تو تم دو میل اوسکے ساتھ جاؤ
ان سب روایتوں میں ایذا پر صبر کرنا پایا جاتا ہے حاصل یہ کہ لوگوں کی ایذا پر صبر کرنا مراتب صبر میں
اعلی ہے اسلیے اس صورت میں باعث دینی کے مقابلے میں غضب اور باعث شہوت دونوں جمع ہوتے
تو دونوں کو مغلوب کرنا تھوڑا کام نہیں صورت سوم ایسے امور جنکی ابتدا و انتہا کچھ بھی بندہ کے
اختیار میں نہیں جیسے عزیزوں کا مرنا اور مال تلف ہونا اور مرض سے تندرستی کا جاتا رہنا اور عضو کا
بگڑ جانا اور تمام اقسام کے مصائب کہ اونپر صبر کرنا مقامات صبر میں سے اعلی مقام ہے حضرت ابن
عباس رضہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں صبر تین صورت پر ہے اول اداء فرائض پر اور اوسکا ثواب
تین سو درجے ہیں دوم صبر خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اور اوسکے لیے چھ سو درجے ہیں تیسرا
صبر مصیبت پر پہلے صدمہ کے وقت اور اوسکے لیے نو سو درجے ہیں اور یہ رتبہ باوجودیکہ فضائل
میں سے ہے دوم کی نسبت کیا جو ویکہ وہ فرائض میں سے ہے اسوجہ سے افضل ہے کہ ترک محرمات
میں سے ہے تو ہر ایک ایماندار صبر کرسکتا ہے مگر مصیبت پر وہی صبر کریگا جسکو سرمایہ صدیقوں کا
حاصل ہوگا اسلیے کہ نفس پر بہت سخت ہوتا ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون
دعا مانگتے کہ اسألك من اليقين ما تهون علي به مصائب الدنيا اس سے معلوم ہوا کہ
اس صبر کا منشا حسن یقین ہوتا ہے اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہیں کہ قسم بخدا جس چیز کو ہم
محبوب جانتے ہیں اوسپر صبر نہیں کرسکتے تو جو ہمکو بری معلوم ہوتی ہے اوسپر کیسے صبر کرینگے
اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کے بدن یا
خواہ مال میں یا اولاد میں مصیبت بھیجتا ہون اور وہ اوسکو صبر جمیل سے برداشت کرتا ہے تو
قیامت کو مجھے شرم آتی ہے کہ اوسکے لیے ترازو کھڑی کرون یا نامہ اعمال پھیلاؤن و ایک

ف ۱ کہ بدلا دو تو بدلا دو اوسیقدر جتنی تمکو تکلیف ہوئی ہو اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر والوں کو ۱۲

ح ۲ یعنی دہنی طرف کے گال پر مارے تو دوسرا بھی اوسکے آگے کردو اور معاف کرو اوسکو اور ظلم کا بدلا نہ لو ۱۲ جلد دوم میں گذر چکی ۱۲

ح ۳ یعنی مجھکو ایسا یقین عطا کر کہ جسکی وجہ سے مصیبتیں دنیا کی آسان کردے ۱۲ ترمذی و نسائی و حاکم بروایت ابن عمر ۱۲

ح ۴ ابن عدی کی روایت انس سے سند ضعیف ۱۲

حدیث شریف میں ہے کہ انتظار الفرج بالصبر عبادۃ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب
کسی بندے کو مصیبت پہنچے اور وہ بموجب حکم الٰہی انا للہ وانا الیہ راجعون کہے
اور یہ کہے اللھم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیرا منہا تو خدای تعالی ویسا ہی کرتا ہے اور
حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ مجھکو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ خدای تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام
فرمایا اے جبرئیل جسکی میں دونوں آنکھیں لے لوں اوسکا بدلہ کیا ہے اونھوں نے عرض کیا سبحانک
لا علم لنا الا ما علمتنا ارشاد ہوا کہ اوسکا بدلہ یہ ہے کہ ہمیشہ میرے گھر میں رہے اور میرے
دیدار سے مشرف ہو اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ جب میں اپنے
بندہ کو کسی بلا میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے اور اپنے عیادت کرنے والوں سے
میری کچھ شکایت نہیں کرتا تو میں اوسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دیتا ہوں اور خون کو عوض
عمدہ خون عنایت کرتا ہوں اور جب اوسکو شفا دیتا ہوں تو کوئی گناہ اوسکے ذمہ نہیں ہوتا
اور اگر اوسکو وفات دیتا ہوں تو اپنی رحمت میں لے لیتا ہوں اور حضرت داؤد علیہ السلام نے
جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی اوس غمزدہ کا بدلہ کیا ہے کہ جو تیری رضامندی کے واسطے
مصائب پر صبر کرے ارشاد ہوا کہ اوسکا بدلہ یہ ہے کہ اوسکو لباس ایمان پہنا کر کبھی اوسکے
بدن سے نہ نکالوں اور ایکبار حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ جب کبھی
اللہ تعالی کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور پھر وہ نعمت اوس سے لے لیتا ہے اور بندہ اوسکی
عوض میں صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی اوس نعمت کے عوض میں جو کچھ عنایت فرماتا ہے وہ
اوس پہلی نعمت سے افضل ہوتی ہے بعد اوسکے یہ آیت پڑھی انما یوفی الصابرون اجرھم
بغیر حساب اور حضرت فضیل رح سے صبر کی حقیقت پوچھی تو فرمایا کہ وہ راضی ہونا ہے قضا و
حکم پر لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ جو شخص راضی ہوتا ہے وہ اپنے رتبہ سے
زیادہ کی تمنا نہیں کرتا ۔ اور روایت ہے کہ حضرت شبلی رح شفاخانے میں محبوس تھے تو اونکے
پاس کچھ لوگ گئے آپنے پوچھا کہ تم کون ہو اونھوں نے عرض کیا کہ آپ کے دوست ہیں زیارت کو
آئے ہیں آپنے اونکو ڈھیلوں سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھاگنے لگے پھر آپنے فرمایا
کہ اگر تم میرے آشنا ہوتے تو میری مصیبت پر صبر کرتے اور بعض عارفین کی جیب میں ایک رقعہ
تھا کہ ہر گھڑی اوسکو نکالکر دیکھ لیا کرتے اوسمیں یہ لکھا تھا واصبر لحکم ربک فانک باعیننا
اور روایت ہے کہ فتح موصلی رح کی بی بی ایکبار پھسل پڑیں اور اونکا ناخن ٹوٹ گیا وہ

ہنس پڑیں لوگوں نے پوچھا کہ تمکو تکلیف نہیں معلوم ہوتی اونھوں نے کہا کہ اوسکے ثواب کے
مزے میں میرے دل سے تلخی درد کی جاتی رہی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان
علیہ السلام سے فرمایا کہ مومن کے تقوی پر تین باتوں سے استدلال کیا جاتا ہے اول جو چیز
نہیں ملی اوس میں اچھی طرح توکل کرنا دوسرے جو چیز اوسکو پہونچی اوس پر اچھی طرح راضی رہنا
تیسرے جو چیز ملکر جاتی رہی اوس پر اچھی طرح صبر کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ وَمَعْرِفَۃِ حَقِّہٖ اَنْ لَّا تَشْکُوَ وَجَعَکَ وَلَا تَذْکُرَ مُصِیْبَتَکَ اور کہتے ہیں ایک شیخ
ایک روز آستین میں کچھ لیکر نکلے پھر جو تلاش کیا تو پایا نہ پایا معلوم ہوا کہ وہ چوری ہو گئی
آپ نے فرمایا کہ جسنے لی ہے خدا تعالی اوسکو اوس میں برکت دے شاید اوسکو مجھ سے زیادہ اوسکی
ضرورت ہوگی۔ اور ایک شخص بزرگ راوی ہیں کہ میں سالم مولی ابی حذیفہ کے پاس اوس
حال میں گیا کہ اونمیں کچھ جان باقی تھی میں نے پوچھا کہ تمہیں پانی پلاؤں اونھوں نے کہا کہ
مجھکو تھوڑا سا دشمن کی طرف سرکا دو اور پانی میری ڈھال میں رکھدو کیونکہ میں روزے سے ہوں
اگر شام تک جیتا رہونگا تو پی لونگا۔ سالکین طریق آخرت کا صبر ایسا ہوتا تھا جیسا اوپر گذرا
اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت میں درجہ صبر کسطرح ملے کہ امر اختیاری نہیں اضطراری ہوتا ہے
اسلیے کہ اگر صبر سے یہ مراد ہے کہ دل میں مصیبت کی کراہت نہو تو یہ بات آدمی کے اختیار میں
داخل نہیں پس اسکا جواب یہ ہے کہ صابرون کے درجے سے آدمی جبھی خارج ہوتا ہے جب جزع و فزع
کرے اور منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور شکایت بہت کرے اور رنج کو ظاہر کرے اور لباس
اور فرش اور غذا میں عادت کے خلاف کرے اور یہ سب باتیں آدمی کے اختیار میں ہیں ان سب سے
احتراز واجب ہے اور بجز حکم خدا پر راضی ہونے کے اور کچھ بیان نکرے اور جسطرح عادت کھانے
پینے وغیرہ کی تھی ویسی ہی بدستور رہنے دے کسیطرح کا فرق نکرے اور یہ جانے کہ وہ شئے میرے
پاس ودیعت تھی اب مالک نے واپس لے لی چنانچہ رمیصاء ام سلیم سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں
کہ میرا ایک لڑکا گذر گیا اور میرے شوہر حضرت ابو طلحہ رض موجود نہ تھے میں نے اوسکو گھر کے ایک
گوشے میں کو کرکے اوسپر کپڑا ڈالدیا بعد اسکے حضرت ابو طلحہ رض تشریف لائے میں اوٹھی اور اونکا
کھانا تیار کیا وہ کھانے لگے پھر پوچھا کہ لڑکا کسطرح ہے میں نے کہا کہ الحمد للہ اچھے حال میں ہے
اور یہ اسلیے کہا کہ جب سے وہ بیمار ہوا تھا کسی رات ایسی چین نہ لی تھی جیسے اوس شب وفات کو تھی
پھر میں نے اپنے آپ کو اور روزوں کی نسبت کر زیادہ بنایا سنوارا یہانتک کہ وہ مجھسے ہم بستر ہوئے

ح ۱ خدا تعالی کا اجلال اور اوسکے حق کی شناخت میں سے یہ بات ہے کہ تو اپنے درد کی شکایت نکرے اور مصیبت کا ذکر نکرے ۱۲ یہ حدیث مرفوع نہیں ملی ابن ابی الدنیا نے بروایت سفیان بعض فقہا کا قول نقل کیا ہے ۱۲

ح ۲ بخاری مسلم اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ۱۲

بعض بیبیوں نے اونسے کہا کہ دیکھو تمہارے ہمسایہ کی بات کہ اوسکو ایک چیز مانگے ملی تھی جب مالک نے مانگی اور واپس لی تو غل مچایا۔ تب حضرت ابو طلحہ رض نے فرمایا کہ ہمسایہ نے بہت برا کیا اگر ایسا کیا۔ تب بیبی نے کہا کہ تمہارا فرزند خدا کیطرف سے عاریت تھا اللہ تعالی نے اوسکو لے لیا اونہوں نے اللہ کا شکر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ الہی انکو اس رات کے معاملہ میں برکت دے راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کے مسجد میں سات لڑکے دیکھے کہ سب قاری قرآن تھے اور جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں خواب میں جنت میں گیا [illegible] دیکھا۔ اور [illegible] کا یہ فرمانا ہے کہ [illegible] آنسو بہانا [illegible] انسان [illegible] جب حضرت ابراہیم [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اس سے ہمکو منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ ان ہذا رحمۃ وانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء یعنی مقام رضا سے بھی خارج نہیں کرتا مثلا جو شخص پچھنے لگواتا ہے یا فصد کھلواتا ہے وہ دوا سے اور پیشاب سے درد بھی معلوم ہوتا ہے اور کبھی شدت درد میں آنسو بھی نکل پڑتے ہیں انشاء اللہ اسکا بیان باب رضا میں آویگا۔ اور ابن ابی نجیح نے بعض خلفا کی تعزیت میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص خدا تعالی کا حق اوس چیز میں پہچانتا ہے جو خدا تعالی نے اوس سے لی ہے وہ اوس بات کا مستحق زیادہ ہے کہ جو چیز خدا تعالی نے اوسکے لیے باقی رکھی ہے اوسمیں اوس حق کی حفاظت جانے اور جان لو کہ جو تم سے پہلے گذر گیا وہ تمہارے لیے باقی ہے اور جو تمہارے بعد رہیگا اوسکو تمہارے بابمیں ثواب ملیگا اور جان لو کہ صابروں کا ثواب بہت بہتر اوس نعمت کی نسبت کہ جو مصائب پہنچنے سے اونپر ہوتی ہے۔ غرض کہ ثواب کی نعمت کو سوچنے سے اگر نفس کی کراہت ٹالیگا تو صابروں کا درجہ پاویگا ہاں صبر کا کمال یہی ہے کہ مرض اور افلاس اور تمام مصیبتوں کو چھپاتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ احسان کے خزانوں میں سے ہے مصائب اور دردوں اور صدقات کا پوشیدہ رکھنا۔ ان تقریرات سے ظاہر ہوا کہ احوال و اعمال میں صبر واجب ہے اسلیے کہ جو شخص سب شہوات سے تنہا فراغت نشین ہو وہ بھی

یہ آنسو رحمت ہیں اور سوا اسکے نہیں کہ اللہ اپنے بندوں میں رحم کرنے والوں ہی پر رحم کیا کرتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم روایت انس مع اذکری ۱۲

صبر سے بے پروا انہو نگا ظاہر میں تو عزلت اور تنہائی پر صبر کرنا پڑیگا اور باطن میں وساوس شیطانی سے صبر
کیونکہ وساوس کا خلجان چین نہیں لینا اور اکثر باتیں جو دل میں آتی ہیں وہ یا ایسی چیزوں کے
باب میں ہوتی ہیں جو گذر چکیں اور اونکا تدارک ممکن نہیں یا آئندہ چیزوں کے باب میں کہ اگر مقدر
میں ہونگی تو ضرور ملینگی بہر حال ان دونوں صورتوں میں وقت کا تلف کرنا ہے اور آدمی کا اوزار
اور سرمایہ اوسکا قلب ہے پس اگر ایک سانس بھی دل ذکر اور فکر سے غافل رہیگا تو خسارہ
ہوگا اور ذکر سے وہ مراد ہے جس سے اللہ تعالی کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے اور فکر سے ایسا
فکر غرض ہے جس سے خدای تعالی کی معرفت ہو اور معرفت سے محبت الٰہی حاصل ہو یہ صورت
جب ہے کہ جب فکر اور وسواس مباحات ہی میں منحصر ہو اور ایسا اکثر وقوع میں نہیں آتا بلکہ
شہوات کے پورا کرنے کے لیے حیلوں کی صورتیں سوچا کرتا ہے کیونکہ ہمیشہ ایسے شخصوں سے
نزاع کرتا ہے جو تمام عمر میں ایک دفعہ بھی اوسکے خلاف مرضی ہوئے ہوں یا جسکی طرف وہم
بھی نزاع کا ہو یہ مجھسے میرے مقصود میں مخالفت کریگا اور اوس سے کوئی علامت بھی اس
باب میں ظاہر ہوئی ہو بلکہ جو آدمی سب لوگوں سے زیادہ اپنا مخلص ہو گو اپنے اہل اور اولاد ہی
کیوں نہو اوسکو مخالف فرض کر لیتا ہے پھر یہ سوچتا ہے کہ اونکو کسطرح زجر اور قہر کیجیے اور
اونکے مخالفت کے حیلوں کا جواب دیجیے اسیطرح ایک شغل دائمی میں رہتا ہے اسواسطے کہ شیطان کے
دو لشکر ہیں ایک طائر اور ایک سائر لشکر طائر کی حرکت کا نام وسواس ہے اور سائر کی حرکت کا
نام شہوت اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان آگ سے مخلوق ہوا ہے اور انسان کھنکھناتی مٹی
ٹھیکری جیسی سے اور ٹھیکری میں آگ کے ساتھ مٹی اکٹھی ہے اور مٹی کی طبیعت سکون ہے اور
آگ کی سرشت حرکت پس کوئی آگ ایسی نہیں ہو سکتی کہ بھڑکے اور نہ ہلے بلکہ ہمیشہ اپنی طبیعت کے
مقتضا سے حرکت کرتی رہتی ہے اور شیطان لعین کو جو آگ سے مخلوق ہے اس بات کا حکم
ہوا تھا کہ جس چیز کو خدای تعالے نے مٹی سے پیدا کیا اوسکو سجدہ کرکے مطیع ہو اور ٹھہرے
مگر اوس نے انکار کیا اور نافرمانی کی اور اپنی نافرمانی کی وجہ یوں بیان کیا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ
من طین پس جب اوس ملعون نے ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو پھر
اونکی اولاد کو کیسے سجدہ کریگا اونکو سجدہ کرنے سے مقصود یہی ہے کہ دل پر جو وسواس اور
طیران اور جولانی کرتا رہتا ہے اس سے باز رہے اسلیے کہ ان حرکات سے اوسکا باز رہنا گویا
منقاد و مطیع انسان کا بننا ہے کہ انسان سے وہ یہ حرکتیں چھوڑ دیں اور واقع میں سجدے کی جان

انقیاد و اطاعت ہی ہے پیشانی کا زمین پر رکھنا سجدہ کا جسم ہے اور اصطلاحی پہچان
سجدہ کی زمین پر رکھنے کو مقرر کیا ہے ہو سکتا تھا کہ اصطلاح مین اسی سر رکھنے کو حقارت کی
علامت ٹھہرا لیتے جیسے مونہہ کے بل گر پڑنا کسی امیر کبیر کے سامنے عادۃً گستاخی متصور ہوتا ہے
غرضکہ آدمی کو چاہیے کہ قلب اور روح اور صدف اور مروارید اور پوست اور مغز مین تمیز کرے
ایسا نہو کہ صرف عالم ظاہری کا مقید ہو کر عالم غیب سے غافل ہو جاوے۔ اور اس تقریر سے یہ بھی
ثابت ہوا کہ شیطان کو مہلت ملگئی ہے تو قیامت تک ایسا نہوگا کہ آدمی کو وسواس ڈالنے سے
باز رہے اور اسکا منقاد ہو جاوے اگر سوا خدا کے اور فکر آدمی کو نہو تب البتہ اوس ملعون کی
گنجایش آدمی مین نہین رہتی بلکہ ایسا شخص اللہ کے مخلص بندون مین داخل ہوتا ہے جو بموجب
نص قرآنی کے شیطان لعین کے تسلط سے خارج ہین اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ دل مین ذکر
الہی بھی نہو اور شیطان بھی اوسمین نہو اسواسطے کہ شیطان انسان مین خون کیطرح پھرتا ہے
ایک سیال چیز ہے اور اوسکا سیلان ایسا ہے جیسے پیالے مین ہوا اس اگر کوئی یہ چاہے کہ
پیالے مین سے ہوا بھی نکل جاوے اور پانی وغیرہ اوسمین کچھ نہ بھرا جاوے تو ظاہر ہے کہ یہ امر
ناممکن ہے بلکہ جسقدر پانی پیالے مین بھریگا اوسیقدر ہوا اوسمین سے نکلجاویگی اسیطرح جو دل کسی
عمدہ فکر دینی سے پر ہوگا وہ تو البتہ شیطان کی جولانی سے خالی ہوگا ورنہ جو شخص ایک لحظہ
بھی خدا سے غافل ہوگا اوسکا جلیس سوا شیطان کے کوئی نہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُبْغِضُ الشَّابَّ الْفَارِغَ اور یہ اسلیے فرمایا کہ جب جوان آدمی کوئی ایسا کام نکریگا
جس سے اوسکا دل امر مباح مین مشغول ہو اور دین پر اعانت ملے تو گو ظاہر مین وہ بیکار رہیگا
الا دل اوسکا خالی نہوگا اوسمین شیطان گھونسلا بنا کر انڈے بچے دیگا پھر اوسکے بچے بچے بھی
کہا کر دوبارہ انڈے بچے نکالینگے اسیطرح اوسکی نسل سب حیوانات کی نسل سے زیادہ بڑھتی
جاویگی اسلیے کہ اوسکی سرشت آگ سے ہے اور آگ کے سامنے اگر سوکھا گھاس آجاوے تو کیسے
پھیلتی ہے اور آگ سے آگ نکلتی چلی جاتی ہے اور کہین نہین ٹھہرتی بلکہ تھوڑی تھوڑی
بڑھتی ہی جاتی ہے تو جوان آدمی کے نفس مین شہوت کا ہونا شیطان کے لیے ایسا ہے جیسا
سوکھا گھاس آگ کیواسطے اور جسطرح کہ آگ کی غذا نرہنے سے وہ بجھ جاتی ہے یعنی لکڑی وغیرہ
نرہنے سے جاتی رہتی ہے اسیطرح شہوت کے نرہنے سے شیطان کی مجال بھی معدوم ہو جاتی ہے

اب اگر غور سے دیکھو تو معلوم ہو جاوے کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اوسکی شہوت ہے اور وہ نفس کی ایک صفت ہے اور اسیواسطے جب کسی نے منصور حلاج سے دار پر چڑھنے کیوقت تصوف سے سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ آدمی کا نفس ہے کہ اگر اوسکو مشغول نرکھے تو وہ آدمی کو مشغول کر دیتا ہے یعنی نفس سے اگر کچھ کام آخرت نلے تو وہ اوسے دنیا کے دھندے میں پھنسا دیتا ہے حاصل اس سب کا یہ ہوا کہ صبر کی حقیقت اور کمال یہی ہے کہ ہر ایک حرکت بد سے صبر کیا جاوے اور حرکت باطن سے صبر کرنا بطریق اولی چاہیے اور یہ صبر دائمی ہو کہ بجز موت کے منقطع نہیں ہوتا اللہ تعالی ہمکو اپنی لطف کی توفیق سے اپنے کرم سے ...

ساتواں بیان صبر کی دوا اور اس چیز میں جس سے کہ صبر پر مدد ملے

واضح ہو کہ جس خدا نے بیماری پیدا کی ہے اوسی نے اوسکی دوا بھی اوتاری ہے اور شفا کا وعدہ فرمایا ہے اس نظر سے گو صبر بہت مشکل اور امر دشوار ہے مگر اوسکا حاصل ہونا بجز علم و عمل کے ممکن ہے اور علم و عمل ایسے مفردات ہیں کہ امراض قلوب کی سب دوائیں انھیں سے بنتی ہیں مگر ہر مرض کے لیے علم و عمل جدا جدا چاہیے اور از آنجا کہ اقسام صبر کے مختلف ہیں تو جو علتیں کہ مانع صبر ہیں وہ بھی مختلف ہیں اسیواسطے علاج بھی مختلف ہے کیونکہ علاج نام ہے ضد بیماری اور جو علت ہو اوسکی بیخ کنی علاج سے مقصود ہوتی ہے اور اسکا بیان بالاستیعاب کرنا تو طوالت چاہتا ہے مگر بطریق علاج ہم بعض مثالوں میں بتلاتے ہیں مثلا آدمی شہوت زنا سے صبر کرنے کا محتاج ہے اور یہ شہوت اوسپر اتنی غالب ہے کہ اوس سے اپنی شرمگاہ نہیں روک سکتا یا شرمگاہ کو روکتا ہے آنکھ کے روکنے پر قادر نہیں یا اوسپر تو قادر ہے لیکن دل پر نہیں کہ وہ ہمیشہ مقتضیات شہوات میں پھنسا رکھتا ہے اور ذکر اور فکر اور اعمال صالحہ کی مواظبت جسمیں وجہ نہیں ہو سکتی تو اسکا علاج یہ ہے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ باعث دینی اور باعث ہوی میں کشتی ہوتی رہتی ہے اب اگر ہمکو یہ منظور ہو کہ دونوں کشتی والوں سے ایک جیت جاوے اور دوسرا ہار جاوے تو جسکو جتانا منظور ہو اوسکی تقویت کرنی چاہیے اور دوسرے کو دبانا چاہیے اور چونکہ مثال مفروض میں صبر کا حاصل کرنا منظور ہے اور صبر جبھی حاصل ہوتا ہے جب باعث دینی کو اپنے حریف پر غلبہ ہو اسلیے ضرور ہوا کہ باعث دینی کو تقویت دیجاوے اور دوسرے کو کمزور کیا جاوے تاکہ یہ حال ہو باعث شہوت کے کمزور کرنے کے تین طریق ہیں اول تو یہ کہ اوسکی قوت کی اصل دیکھیں کہ کہاں سے اوسکو زور پہونچتا ہے

تو معلوم ہوگا کہ شہوت کی حرکت اور قوت کی اصل عمدہ غذائین ہین باعتبار اقسام اور کثرت کے
پس اصل ہی کو لینا چاہیے یعنی غذا کو منقطع کرنا چاہیے اسطرح کہ ہمیشہ روزہ رکھین اور فقط افطار کے
وقت کچھ تھوڑی سی غذا کم زور جنس کی کھالین مثلاً گوشت وغیرہ غذائین جنسے شہوت ہو ترک
کردین دوسرے یہ کہ جو اسباب شہوت کا فی الحال موجود ہون اونکو دور کرنا چاہیے یعنی ہیجان شہوت کا
باعث نظر ہوتی ہے اسلیے کہ نظر سے دل کو حرکت ہوتی ہے اور دل سے شہوت کو تو اس سے
احتراز ضرور ہے بایں طور کہ عزلت اختیار کرین اور جہان شہوت خیز یعنی اچھی صورتون کے نکلنے کا
وہان سے کوسون بھاگین حدیث شریف مین ہے کہ اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ
اور یہ تیر وہ ملعون ایسا پھینکتا ہے کہ جسکے لیے کوئی ڈھال نہین بجز اسکے کہ آنکھین بند کیجاوین
یا جس سمت سے وہ پھینکتا ہے وہان سے نکل جاوین اور یہ تیر وہ ملعون شہوت ہی کی کمان سے
مارتا ہے جب آدمی خوب صورتون کی سمت سے نکل جاویگا تو تیر شیطانی اوسکو نہ لگیگا تیسرے
یہ کہ نفس کو مباح چیز اوسی جنس کی جسکو خواہش ہے دیکر تسلی دیجاوے مثلاً ضرورتمند کو
نکاح سے نفس کو تسلی دیجاوے اسواسطے کہ جس چیز کو طبیعت چاہتی ہے وہ مباح مین موجود ہے
پھر ممنوع کی کیا ضرورت ہے یہ علاج اکثر لوگون کے حق مین مفید ہے پہلی دونو اکثر مردون کی
شہوت کا استیصال اس سے نہین ہوتا اسواسطے حدیث شریف مین وارد ہے عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ
فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاءٌ غرض کہ غذا موقوف کرنی سے کا ہو کر
آدمی کو کم زور کر دیتی ہے اور غذا کا موقوف کرنا ان تینون علاجون مین سے ایسا ہے جیسا
سرکش جانور یا ایذا دہندہ کتے کو کھانا نہ دین تاکہ ضعیف ہو کر اوسکی قوت جاتی رہے اور دوسرا
علاج ایسا ہے جیسا کتے سے گوشت کو چھپا دین اور جانور سے دانہ تاکہ نہ دیکھے نہ خواہش
کرے اور تیسرا علاج ایسا ہے جیسا جانور و کتے کی مرغوب چیزون سے تھوڑی سی اوسکو دین
تاکہ اتنی قوت اوسمین رہے کہ تادیب پر صبر کر سکے ۔ اور باعث دینی کی تقویت دو طرح سے
ہوتی ہے اول تو نفس کو فوائد مجاہدہ دین و دنیا مین اوسکے ثمرات کی طمع دلانی اسطرح کہ جو اخبار
کہ صبر کی فضیلت مین اور دین و دنیا مین اوسکے انجام کے بہتر ہونے مین لکھے گئے ہین
اونمین کثرت سے تامل کرے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ ثواب مصیبت کا فوت ہونے والی
چیز سے زیادہ ہوتا ہے اور اسیوجہ سے ایسی مصیبت پر اوسکی غبطہ کیجاتی ہے اسواسطے کہ اوسکے
پاس سے ایسی ہی چیز گئی ہے جو صرف زندگی بھر اوسکے پاس رہتی اور اوسکو حاصل ایسی چیز ہوئی

لازم پکڑو اے جوانو نکاح کو اور جس کو طاقت نہو تو وہ روزے کو لازم کرے روزہ رکھنا اوسکے حق مین خصی ہونا ہے جلد دوم باب النکاح مین (ازدی)

جو بعد موت اوسکے ساتھ ابد الآباد تک رہیگی اسکی مثال ایسی ہی ہوئی کہ کوئی شخص بیع سلم
اصلاح کرے کہ نکمی چیز دیوے اور آیندہ کو عمدہ چیز لینی کرے تو ظاہر ہے کہ اوسکو اوس
ادنی شے پر غم کرنا نچاہیے مگر یہ امر متعلق معرفت سے ہے اور از قبیل ایمان ہے اور کبھی
معرفت قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف اسکی قوت سے باعث دینی کو بڑی قوت ہو جاتی ہے
اور ہیبت جوش و ہیجان پیدا ہوتا ہے اور اوسکے ضعف سے اوسمین ضعف آجاتا ہے اور
اس معرفت یعنی قوت ایمانی کو یقین کہا کرتے ہین جو عزیمت صبر کا محرک ہے مگر بفحوای حدیث
مذکورہ سابق آدمیون کو یقین اور عزیمت صبر کمتر عنایت ہوے ہین - دوسرا طریق یہ ہے
کہ باعث دینی کو باعث ہوی کے پچھاڑنے کا آہستہ آہستہ ربط ڈالے یہان تک کہ فتح کا
مزہ اسکو معلوم ہو اور ایکبارگی اوسپر دلیر ہو جاوے اور اوسکا پچھاڑنا کچھ بڑی بات نہ سمجھے کیونکہ
عادت اور مہارت محنت کے کامون کی اون قوی کو مضبوط کر دیتی ہین جنسے وہ اعمال صادر
ہوتے ہین اور اسی وجہ سے طاقت پلہ دارون اور کسانون اور سپاہیون کی زیادہ ہوتی ہے
اور جو محنت کا کام کرتے ہین وہ درزیون اور عطارون اور فقہا اور صلحا سے زور آور ہوتے ہین
اسلیے کہ ان لوگون کے قوی مہارت سے مضبوط نہین ہوتے - ان دو علاجون مین سے پہلا علاج
تو ایسا ہے جیسا کشتی گیر کو وعدہ کیا جاوے کہ اگر تو پچھاڑ دیگا تو تجکو خلعت ملیگا اور انواع و اقسام
کے انعام دیے جاوینگے جیسے فرعون نے ساحرون سے حضرت موسی علیہ السلام کے مقابل
کو کہا تھا کہ اگر تم جیتو گے تو تمکو مقرب کرونگا اور دوسرا علاج ایسا ہے کہ اگر کسی لڑکے کو کشتی
اور سپہ گیری سکھانی منظور ہو تو لڑکپن ہی سے اوسکو ان فنون کے لوازم کا عادی کر دیتے ہین
تاکہ اوسے الفت ہو اور جرات و قوت بڑھے - پس جو شخص سرے سے صبر کے ساتھ مجاہدہ
ہی چھوڑ دے اوسمین باعث دینی کمزور ہو جاویگا اور ایسا دب جاویگا کہ شہوت کو ضعیف
اور قابل ہی ہو اوسپر بھی غالب آویگا اور جو شخص اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے خلاف پر
عادی کریگا وہ جسوقت چاہیگا شہوت پر غالب ہو سکتا ہے - یہ ہے طریق علاج کا صبر کی
تمام اقسام مین اور ہر چند سب کا بیان کرنا دشوار ہے مگر سب مین سخت باطن کا روکنا ہے
حدیث نفس سے خصوص ایسے شخص پر جو اسکا ہو رہے یعنی شہوات ظاہری کا استیصال کرکے
عزلت نشینی اختیار کرے اور مراقبہ اور ذکر و فکر کے لیے بیٹھ رہے کیونکہ ایسے شخص کو وسواس
ادھر سے اودھر لیے پھرتا ہے اور اسکا کوئی علاج بجز اسکے نہین کہ ظاہری و باطنی علاقون کو

قوت کریز ن و فرزند و مال و جاہ و دوست آشنا سے یکسو ہو اور بقدر قلیل قوت لیکر کسی کوٹھری مین
بیٹھ رہے اور اسی پر قانع بھی ہو اور یہ سب امور جب کافی ہونگے جب ہمہ تن ہمت ایک ہی
طرف کرلیگا یعنی درمیان بجز خدای تعالے کے اور کسی چیز کا نہ رہیگا اور جب دل پر یہ خیال
غالب ہوگا تو یہ بھی کارآمد نہین جب تک کہ فکر کی جولانی سے ملکوت آسمان و زمین اور
عجائب صنع خالق اور تمام اقسام معرفت آلہی کی سیر باطنی نکرے جب یہ معاملہ نصیب ہوگا
تب البتہ شیطان کے وسواس کی کشاکشی مین مشغول ہونا دور ہوگا اور اگر سیر باطنی میسر نہو
تو نجات کی صورت یہ ہے کہ اوراد و وظائف ہر لحظہ مین برابر پڑھتا رہے مثلاً تلاوت اور
ذکر اور نماز سے کوئی دم خالی نرہے اور اسکے ساتھ ہی تکلف دل کو حاضر رکھے کیونکہ ظاہر
کے ورد و وظیفہ سے مشغولی دل نہین ہوتی باطن کی فکر ہی سے ہوتی ہے جب یہ سب باتین
کریگا تو صرف بعض اوقات کا فکر رہجاویگا اسلیے کہ تمام اوقات مین کوئی نہ کوئی حادثہ ایسا
بھی پیدا ہو جاتا ہے جو مانع فکر و ذکر ہے مثلاً مرض اور خوف اور کسیکی ایذا رسانی اپنے آپ کو
اور ملنے والی کی نافرمانی وغیرہ کہ عزلت مین خواہ مخواہ ایسے شخص سے ملنے کی ضرورت
پڑتی ہی ہے جو اسباب معیشت مین اعانت کرے غرض یہ سب باتین مانع ذکر و فکر ہین اور
چند امور ضروری اور بھی ہین کہ انکی نسبت کر زیادہ ضروری ہین مثلاً کھانے اور لباس کے
اسباب معاش مین مشغول ہونا کہ انکے لیے بھی ایک وقت چاہیے بشرطیکہ خود کفیل انکی تہیہ کا
ہو اور اگر کوئی دوسرا شخص کفیل ہو تو یہ امور اوسکے دل کے مانع ہونگے مگر بعد کل علاقون کے
قطع کر ڈالنے کے اکثر اوقات صاف ہی رہینگے اگر کوئی مصیبت نہ آجاوے اور ان اوقات مین
دل صاف ہو جاتا ہے اور فکر آسان ہوتا ہے اور اسرار آلہی ملکوت آسمان و زمین کے
ایسے منکشف ہوتے ہین کہ باوجود علائق کے مدت دراز مین اونکا سوان حصہ بھی نہین
منکشف ہوتا اور اس رتبے پر عارف کا پہونچنا اقصای مراتب مین سے ہے جسپر کہ انسان
اپنی کوشش سے پہونچ سکتا ہے لیکن مقدار منکشف ہونے کی اور الطاف آلہی کے وارد ہونے کی
احوال و اعمال مین معاملہ نہین اوسکا حال شکار اور رزق کا سا تصور کرنا چاہیے کہ بعض اوقات
تھوڑی سی محنت مین بڑا شکار ہاتھ لگجاتا ہے اور بعض اوقات بہت سی محنت مین تھوڑا ہی
ملتا ہے اور اسمین اپنی کوشش کو کچھ دخل نہین صرف کشش آلہی پر اعتماد ہے جو ثقلین کے
اعمال کے مقابل ہے اور بندے کا اختیار اوسپر کچھ نہین ہان بندے کا اختیار اتنا ہے کہ

اپنے آپ کو مستعد اوس کشش کا کر دے بایں طور کہ اپنے دل سے جو باتیں کہ دنیا کی طرف کھینچتی ہیں
اونکو قطع کر دے اسلیے کہ کشش اوپر کو جبھی ہوگی جب نیچے کے تناو کاٹ ڈالے جاوینگے چنانچہ
حدیث شریف میں انہیں علائق دنیاوی کے قطع کا اشارہ ہے کہ فرمایا ان لربکم فی ایام
دهرکم نفحات الا فتعرضوا لها اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان نفحات اور جذبات الٰہی کے لیے
اسباب آسمانی ہیں کیونکہ خدا ہی تعالی فرماتا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اور
کشش الٰہی اور معرفت سے بڑھکر کونسا رزق ہوگا اور امور آسمانی ہماری نظر سے غائب ہیں
ہمکو معلوم نہیں کہ کسوقت اللہ تعالی رزق کے اسباب ہم پر آسان کریگا تو صرف ہمکو امیدوار رہنا ہے
کہ جگہ کو خالی کرکے منتظر نزول رحمت اور وقت معین کے رہیں جیسے کوئی زمین کو درست کر
اور گھاس کوڑے سے صاف کرکے بیج ڈالدے تو اوسکو مفید نہوگا جب تک کہ مینہ نہ برسے
اور اوسکو معلوم بھی نہیں کہ سامان باران رحمت کب ہوگا مگر چونکہ خدا کے فضل پر اعتماد ہے اور
کہ کوئی برس مینہ سے خالی نہیں رہتا اسلیے یہ سب محنت گوارا کرتا ہے اسیطرح کوئی سال
اور مہینا اور دن جاذبہ یزدانی اور کشش و نفحہ رحمانی سے بھی خالی نہیں گذرتا پس بندہ کو
چاہیے کہ اپنے دل کو شہوات کے کوڑے سے صاف کرے اور اوسمیں تخم ارادت بوئے
اور پھر اسے باد رحمت کے سامنے کر دے اور جسطرح کہ بادل دیکھکر خواہ اوقات برسات میں مینہ
برسنے کی زیادہ توقع ہوتی ہے اسیطرح ان نفحات کے نزول کی توقع اوقات شریفہ اور اجتماع
ہمت اور قلوب کی مساعدت کے وقت زیادہ تر ہے مثلاً عرفہ کے روز یا جمعہ کے روز یا
رمضان وغیرہ ساعات اجابت میں اسلیے کہ ہمتیں اور انفاس بھی خدا کے حکم سے اسباب نزول
رحمت الٰہی ہیں کہ اونکے طفیل سے قحط سالی میں مینہ برس جاتا ہے جب پہاڑوں کے اطراف
اور سمندروں کی جوانب سے اونکے طفیل پانی کے قطرات کی درخواست ہوتی ہے تو خزائن
ملکوت سے بارش مکاشفات اور معارف لطیفہ کی استدعا کرنی زیادہ تر مناسب ہے بلکہ احوال
و معارف آدمی کے ساتھ دل میں موجود ہیں مگر اسوجہ سے کہ علائق اور شہوات اوسمیں اور
اون معارف میں حجاب ہوتے ہیں اسلیے اونکی طرف پروا نہیں کرتا اس صورت میں آدمی کو
اتنی ہی حاجت ہے کہ اوس حجاب کو دور کر دے تاکہ انوار معارف دل کے اندر سے چمکنے لگیں
اور ظاہر ہے کہ زمین کے پانی کا نکالنا اسطرح سہل اور قریب تر ہے کہ کھود کر پانی نکالا ہے
کر دیا جاوے اور دور دراز جگہ سے پانی کا اوسمیں لانا دقت رکھتا ہے خصوصاً ایسی جگہ سے

یہاں تک سبب کو تماشا نہ بناؤ کہ دنوں میں نفحات آتیں ہیں کوشش کرو کہ تم اونکے سامنے ہو جاؤ جلد اول کے بیان میں گذری

ہو اوس سرزمین کی نسبت پست ہوا اور چونکہ معارف ایمانی دل مین حاضر ہین اور انسان اونکی طرف سے بے پروا ہوکر اونکو بھولا ہوا ہے اسلیے خدا ہی تعالی نے تمام معارف ایمانی کو لفظ تذکیر سے بیان فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور فرمایا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس وسواس اور شواغل کا یہ علاج ہے اور یہ درجات صبر مین سے سب سے بعید ہے اور تمام علائق سے صبر کرنا خواطر اور وسواس پر صبر کرنے سے مقدم ہے حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ دنیا سے آخرت کیطرف چلنا سہل ہے مگر حق کے مقابل مین خلق کا چھوڑنا سخت ہے اور نفس سے گریز کرکے اللہ تعالی کیطرف جانا اور بھی سخت ہے اور اللہ کے ساتھ صبر کرنا سب سے زیادہ سخت ہے اس قول مین اول آپنے شدت اور سختی صبر کی شواغل دلی سے بیان فرمایا ہے اور اسکے بعد خلق کے چھوڑنے کی سختی کا ذکر کیا۔ اور نفس پر سب علائق سے زیادہ شدید خلق کا علاقہ اور محبت جاہ ہے اسواسطے کہ ریاست اور غلبہ اور تفوق اور حاکم ہونے کا مزہ دنیا کی سب لذات سے عاقلون کے نفس پر غالب ہے اور یہ جیسا کسطرح غالب نہو حالانکہ مقصود اس سے ایک ایسی صفت ہے جو قلب انسانی کو بالطبع محبوب اور مطلوب ہے اور وہ صفات و صفات الہی مین سے ہے جسکو ربوبیت کہتے ہین اور وجہ ربوبیت کے محبوب ہونے کی قلب کو یہ ہے کہ اوسمین مناسبت امور ربوبیت سے پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ اور قلب کو محبت ربوبیت کی ہونی بری نہین بلکہ اوسکی مذمت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ شیطان لعین جو عالم امر سے دور کرنے والا ہے اوسکو بہکاکر دھوکے مین ڈالدیتا ہے یعنی وہ مردود قلب پر اس وجہ سے حاسد ہے کہ یہ عالم امر سے کیون ہے اسی وجہ سے اوسکو بہکاکر گمراہ کرتا ہے ورنہ طلب ربوبیت مین دل کے لیے کچھ برائی نہین بلکہ وہ تو عین سعادت اخروی ہے کیونکہ اگر واقع مین ربوبیت کا طالب ہے تو گویا ایسی بقا چاہتا ہے جسکو فنا نہو اور ایسی عزت کا طالب ہے جسمین ذلت نہو اور ایسا امن چاہتا ہے جسمین خوف نہو اور ایسی توانگری کا خواہان ہے جسمین افلاس نہو اور اوس کمال کا متمنی ہے جسمین نقصان نہو یہ سب باتین ربوبیت کی ہین اگر انسان انکا طالب ہو تو کسیطرح قابل مذمت نہین بلکہ بندہ پر فرض ہے کہ ایسے ہی ملک یعنی سلطنت کا طالب ہو جسکا اور چھوڑ نہ ملے اور جو شخص طالب ملک ہوتا ہے وہ برتری اور عزت اور کمال کا خواہان ضرور ہوتا ہے لیکن ملک دو ہین ایک ملک تو وہ ہے جسمین اقسام کے رنج ملے ہوئے ہین

اور باہمدیگر کاب مگر جلد و مشتاب ہے یہ ملک تو دنیا میں ہے اور ایک ملک وہ ہے جسمیں دوام اور بقا ہے اور کدورت والم نام و نشان کو اوسمیں نہیں نہ کسیکے روکنے سے موقوف ہو مگر وہ دیر کو ملیگا اوسکا نام ملک آخرت ہے اور ازانجاکہ انسان جلد باز پیدا ہوا ہے اور حال کی چیز کو مآل پر ترجیح دیتا ہے تو شیطان نے اسکی طبیعت جلدی کیطرف رغبت کیکر اسی ملک موجود دنیاوی کو اوسکی نظروں میں آراستہ کیا اور اوسکے فراج میں حمق معلوم کرکے آخرت کے باب میں اوسکو مغالطہ دیدیا اور ملک دنیا کے ہوتے ہوئے ملک آخرت کی توقع اوسکے دل میں ڈالدی چنانچہ حدیث شریف میں ہے وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى پس جسکو توفیق رفیق نہوئی وہ تو اوسکے مغالطے میں آکر حمق الوسع دنیا کی عزت و سلطنت کی طلب میں مشغول ہوا اور جو شخص توفیق سے بہرہ یاب ہوا وہ اوسکے جال میں آیا کیونکہ اوسکے مکر و فریب کی گھاتیں خوب معلوم تھیں اسلیے اوسنے اس سلطنت حال سے روگردانی اختیار کی خداوند کریم نے اول قسم کے لوگوں کا حال کلام مجید میں یوں ارشاد فرمایا کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور فرمایا اِنَّ هٰؤُلَاۤءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اور جبکہ شیطان کا تمام خلق میں یہ مکر چل گیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے رسولوں کے پاس بھیجا اور انکو زرق اور دشمن کے ہلاک کرنے اور سب کا دھوکا بتلادیا اسلیے تمام انبیاء علیہم السلام خلق کو ملک و سلطنت حقیقی کیطرف بلانے میں مشغول ہوے کہ اگر بالفرض دل بھی جاوے تو دنیا سے زوال اور مرنا تو فانی ہے حقیقی ملک کیطرف بلانے میں مشغول ہوے چنانچہ اونھیں کا ارشاد خلق کو کلام مجید میں مذکور ہے کہ اونھوں نے یہ فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ غرضکہ توریت و انجیل اور زبور اور قرآن اور صحیفے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے اور ہر ایک آسمانی کتاب اسلیے اوتری ہیں کہ خلق کو سلطنت ابدی کیطرف بلاویں منظور یہی ہے کہ سب لوگ دنیا میں بھی شاہ ہوں اور آخرت میں بھی بادشاہ دنیا کی شاہی سے یہ غرض ہے کہ اوسمیں زہد اختیار کریں اور تھوڑی چیز پر قناعت کریں اور آخرت کی بادشاہی سے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرکے وہ بقا حاصل کریں جسکو فنا نہو اور وہ عزت پاویں جسمیں ذلت نہو اور مستحق ایسی چیزوں کے ہوں جو اس عالم میں مخفی ہے اور کوئی نفس اوسکو نہیں جانتا۔ اور شیطان خلق کو سلطنت دنیا کیطرف بلاتا ہے

احمق وہ ہے کہ اپنے نفس کو اوسکی خواہش کا تابع کرے اور اللہ تعالیٰ پر تمنا کرے
کوئی نہیں ہے جانتے ہو
جو لوگ جلد ملنے والی چیز کو

اسلیے کہ جانتا ہے کہ اسکی وجہ سے سلطنت اخروی اوس سے فوت ہو جاویگی کیونکہ دنیا اور آخرت
دو سوتین ہین ایک کے ہوتے دوسری نہین رہتی اور یہ بھی اوسکو معلوم ہے کہ دنیا کسی کے
پاس نہین رہتی اسیوجہ سے اوسکی طرف رغبت کرتا ہے اور اگر کسیکے پاس رہتی تو اوسپر بھی حسد
کرتا مگر اوسمین طرح طرح کے جھگڑے اور کدورتین اور بڑی بڑی مشقتین اور تدبیرات کرنی پڑتی ہین
اور تمام اسباب جاہ کے لیے ایسا ہی کچھ سامان ہوتا ہے پھر اگر اسباب درست ہوے اور دنیا
مل بھی گئی تو عمر فنا ہو جاتی ہے گویا یہ صورت پیش آتی ہے حَتّٰی اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا
وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَا اَتٰهَا اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا
كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ اور اسکی مثل دوسری جگہ خدا تعالی فرماتا ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا
كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ
اور زہد دنیا مین چونکہ سرحد سلطنت کی ہے اسلیے شیطان نے اوسپر حسد کی اور آدمی کو اوس
روکدیا۔ اور زہد کو سلطنت اسیوجہ سے کہتے ہین کہ زہد کے معنی یہ ہین کہ آدمی اپنی شہوت اور
غضب کا مالک ہو جاوے اور یہ دونون چیزین باعث دینی اور اشارہ ایمان کے مطیع ہو جاوین
تو واقع مین سلطنت اسیکو کہنا چاہیے اسلیے کہ اسکے باعث آدمی آزاد ہوجاتا ہے ورنہ اگر شہوت
غالب ہوے تو انسان بندہ شکم خواہ بندہ شرمگاہ خواہ اور کسی غرض کا ہوجاتا ہے اور چوپایہ
کیطرح اوسکی قید مین پڑجاتا ہے شہوت کی رسی گردن مین ہوتی ہے جدھر چاہتی ہے اودھر
لیے پھرتی ہے۔ مقام غور ہے کہ انسان کو کیسا بڑا دھوکا ہے کہ شہوت کے غلام ہونے کو تو
سلطنت کا ملنا خیال کرتا ہے اور دوسری چیز کا بندہ ہوکر گمان کرتا ہے کہ بہشت کو پہونچ
جاویگا پس ایسا شخص بجز اسکے کہ دنیا مین بھی معکوس ہے اور آخرت مین منکوس اور کیا تعبیر
ہوسکتا ہے اسیوجہ سے جب کسی بادشاہ نے ایک زاہد سے کہا کہ تمکو کچھ حاجت ہے او نہون
جواب دیا کہ مین تم سے کیا حاجت مانگون میری سلطنت تمھاری سلطنت سے بڑی ہے اوسنے
پوچھا کہ کسطرح اونہون نے کہا کہ جسکے تم غلام ہو وہ میرا غلام ہے اوسنے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے
اونہون نے کہا کہ تم اپنی شہوت اور غضب اور فرج وشکم کے بندے ہو اور مین ان سب کا مالک ہون
وہ میرے غلام ہین پس معلوم ہوا کہ واقع مین دنیا مین سلطنت زہد ہی ہے اور اسیکے باعث
سلطنت اخروی ملتی ہے پس جو شخص کہ شیطان کے مغالطہ مین آگیے اونکو دنیا و آخرت
دونون مین خسارہ ہوا اور جنکو راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق ملی وہ دونون چیزون کو پا گئے

فصل
اور مثال اونکی کہ اوت دنیا کی زندگی کی جیسے پانی اوتارا ہم نے آسمان سے پھر ملا نکلا اوسی زمین کا سبزہ پھر کل کو ہو رہا چورا باو میں اڑتا

اب جس وقت کہ معنی سلطنت اور ربوبیت اور تسخیر اور عبودیت کے معلوم ہوئے اور شیطان
کے دھوکا دینے کا طریق اور اوسکا تغلبیہ اور تلبیس بھی معلوم ہوا تو آدمی پر ملک و جاہ دنیاوی سے
اعراض کرنا اور اوسکی فوت ہونے پر رضا مند ہونا آسان ہوگیا اسواسطے کہ اوسکے فوت ہونے کے
سرور سلطنت پاویگا اور سلطنت آخروی کی توقع ہوگی اور جو شخص کہ ان باتون کو جاہ
ساتھ مالوف مانوس ہونے کے بعد جانے اور اوسکے اسباب کا مباشر ہونا عادت کی وجہ سے
اوسکے دل مین جما ہوا ہو تو ایسے شخص کے لیے فقط ان باتون کا جاننا ہی علاج کیواسطے کافی نہوگا
جب تک کہ اس علاج پر کچھ عمل نہ بڑھاوے اور عمل کیواسطے تین باتین ہین اول یہ کہ جاہ کی جگہ
سے بھاگ جاوے جیسا کہ غلبہ شہوت مین اون عورتون کے دیکھنے سے بھاگنا ضروری ہے
جو محرک شہوت ہون اور جو شخص ایسا نکریگا وہ وسعت زمین کی نعمت مین جو خدا ہی تعالی نے
دی ہے اوسکا ناشکر ہوگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا
دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو ایسے اعمال کا تکلیف پابند کرے جو خلاف عادت سابقہ ہون مثلاً
اگر بناو سنگار کا عادی ہو تو اوسکو یک سخت موقوف کرے اور ذلیلون کی سی طرح ہو جاوے
اور لباس پر تکلف کو چھوڑ کر تواضع اور مسکنت کا جامہ پہنے بدن پر پہنا کرے اسیطرح
ہر ایک صورت اور حالت اور فعل کو مکان اور لباس اور اکل و شرب اور نشست و برخاست مین
بدل ڈالے صرف مقتضاے حاجت کے موافق ہر ایک سے کچھ اور عادت گذشتہ کی ضد کیطرف جھکتا
رہے یہان تک کہ یہ نئے افعال و احوال بھی طبیعت مین جم جاوین اور انہین کا عادی ہو جاوے
اسواسطے کہ علاج سے غرض یہی ہے کہ جن عادات سے کوئی خرابی ہوتی ہو اونکی ضد اختیار کرے
تیسرے یہ کہ علاج کرنے مین تلطف و تدریج کا لحاظ رہے ایسا نکرے کہ ایکبارگی پہلے سرے کی
حقارت و ذلت اختیار کرے اسلیے کہ طبیعت انسانی مین وحشت بھی ہوتی ہے اور اسکے
اخلاق کا چھوڑنا بدون آہستگی ممکن نہین پس بہتر ہے کہ اول بعض افعال کو ترک کرے اور جب
نفس بقیہ پر قانع ہو جاوے تو اونمین سے کچھ اور چھوڑ دے اسیطرح تھوڑے تھوڑے چھوڑ کر بالکل
استعمال کرے یہان تک کہ جو صفات کہ اوسمین جمے ہوے ہون وہ سب جاتی رہین اور رفق اور تدریج
اور آہستگی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ اِنَّ هٰذَا الدِّيْنَ مَتِيْنٌ فَاَوْغِلْ فِيْهِ بِرِفْقٍ
وَلَا تُبَغِّضْ اِلٰى نَفْسِكَ عِبَادَةَ اللّٰهِ اور اس حدیث مین بھی اسکی طرف ایما ہے لَا تُشَادُّوْا هٰذَا الدِّيْنَ
فَاِنَّ مَنْ يُشَادُّهُ يَغْلِبُهُ اب اس بیان کے جتنے سوا اور شہوت اور جاہ سے صبر کرنے مین

ذکر کیا ہے اوس بیان پر اضافہ کر لو جو ہم جلد ثالث کے باب ریاضت نفس مین طریق مجاہدہ کے قوانین کے حال مین لکھ آئے ہین اور یہ سب کو دستور العمل کر لو تاکہ سب اقسام صبر مفصلہ سابق کا علاج معلوم ہو جاوے کیونکہ تفصیل ہر ہر فرد کی جداگانہ طویل ہے۔ اور جو شخص کہ تدریج کی مراعات مد نظر رکھیگا صبر اوسکو ایسے حال پر پہنچا دیگا کہ بدون اوسکے اسکو چین نہ پڑے گا جیسا پہلے صبر کی چیز کے بدون چین نہ تھا غرض معاملہ بالکل برعکس ہو جاویگا کہ جو چیز پہلے محبوب تھی وہ مبغوض ہو جاویگی اور جو ناپسند تھی اوسکے بدون صبر نہ کر سکیگا اور یہ بات ایسی عیان ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ سے بھی ثابت ہو سکتی ہے دیکھو لڑکے کو اول پڑھنے بٹھلاتے ہین اور صبر قہراً کر سکتا ہے اور کھیلنے سے صبر کرنا اوسکو نہایت شاق ہوتا ہے اور علم مین مشغول رہنے پر صبر نہین کر سکتا مگر جب اوسکی عقل آتی ہے اور تعلیم کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو معاملہ الٹا ہوتا ہے کہ کھیلنے پر صبر کر سکتا ہے مگر علم سے صبر نہین کر سکتا اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس روایت مین جو بعض عارفین سے منقول ہے کہ اونہون نے حضرت شبلی رحمۃ سے سوال کیا کہ کونسا صبر سخت تر ہے اونہون نے فرمایا کہ خدا کے باب مین صبر کرنا عارف نے کہا کہ نہین اونہون نے فرمایا کہ خدا واسطے صبر کرنا اونسے جواب دیا کہ یہ بھی نہین آپنے فرمایا کہ خدا کے ساتھ صبر کرنا یعنی مشغول بخدا رہنا عارف نے کہا کہ یہ بھی نہین تب آپ نے پوچھا کہ پھر کونسا صبر سخت تر ہے آپ ہی بتلائیے عارف نے فرمایا کہ خدا سے صبر کرنا یہ سنکر حضرت شبلی نے ایک ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا کہ روح فنا ہو جاوے سچ ہے شعر عشق شور انگیز باید مرد را + تا حلالے درد پاید مرد را اور ارشاد خداوندی اِصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا کے معنی مین بعضون نے یہ فرمایا ہے کہ صبر کرو خدا کے باب مین اور مصابرت کرو بخدا اور لگے رہو اللہ تعالی کے ساتھ اور بعض لوگون کا قول ہے کہ خدا کیواسطے صبر کرنا غنا ہے اور بخدا دوام وبقا اور صبر ہمراہ خدا وفا ہے اور صبر از خدا جفا شعر صبر کرنا جملہ چیزون مین گنا جاتا ہے خوب + لیک تجھ سے صبر کرنا کتنا ہو امر عجب

علوم و اسرار صبر کی شرح ہو چکی اب بیان شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہین

فصل دوم شکر کے ذکر مین اسمین تین ارکان ہین اول مین خود شکر کا بیان ہے دوسرے مین نعمت کی تعریف اور اوسکے اقسام خاص و عام کا ذکر تیسرے مین اس بات کی کیفیت کہ شکر اور صبر مین سے افضل کونسی چیز ہے

رکن اول خود شکر کا ذکر اور اسمیں چار بیان ہیں — اول بیان شکر کی فضیلت میں

جاننا چاہیے کہ خداوند کریم نے اپنی کتاب میں شکر کو ذکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے
باوجودیکہ یہ بھی ارشاد فرمایا ولذکر اللہ اکبر یعنی ذکر خدا بہت بڑا ہے پس ارشاد ہے کہ
فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون پس اسی بڑی چیز کے ساتھ اسکا ذکر کرنا
کمال فضیلت پر دال ہے اور فرمایا ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم اور فرمایا
وسنجزی الشاکرین اور ابلیس لعین کے قول کو جو نقل فرمایا ہے یعنی لاقعدن لہم
صراطک المستقیم میں صراط مستقیم کے معنی بعض مفسرین نے طریق شاکرین لکھے ہیں اور چونکہ شکر
رتبہ عالی رکھتا ہے اسلیے اس ملعون نے خلق کو بلعن کیا ولا تجد اکثرھم شاکرین
اور خدای تعالی نے ارشاد فرمایا وقلیل من عبادی الشکور اور شکر کے ساتھ اپنی
نعمت کو قطعا ارشاد فرمایا اور اسمیں استثنا نہیں کیا جیسا کہ ارشاد ہے لئن شکرتم لازیدنکم
حالانکہ پانچ اور نعمتوں میں یعنی غنی کرنے اور دعا قبول فرمانے اور روزی دینے اور مغفرت کرنے
اور توبہ قبول کرنے میں استثنا کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ
ان شاء اور فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء اور یرزق من یشاء بغیر حساب
اور یغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور یتوب اللہ علی من یشاء اور شکر علاوہ
شکر خدا بیشک وہ چیز ہے کہ اسمیں فرمایا بہشت کی نعمتوں کی تعلیق ہے
اور یہ بھی کہ شکر ایک خلق ہے اخلاق ربوبیت میں سے اسلیے کہ خدای تعالی اپنے آپکو
فرماتا ہے واللہ شکور حلیم یعنی خدای تعالی قدردان ہے
کلام اہل جنت کا شکر ہی ہے چنانچہ خدای تعالی فرماتا ہے وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا
وعدہ اور وآخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین اور احادیث بھی شکر میں
بہت ہیں چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر
اور حضرت عطار سے روایت ہے کہ میں ایکبار حضرت عایشہ رضہ کی خدمت میں گیا اور
عرض کیا کہ بہت زیادہ عجیب حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپنے دیکھا ہو وہ مجھسے
بیان فرمایے وہ رونے لگیں اور فرمانے لگیں کہ کونسی حالت آپکی عجیب نہ تھی سب ہی
عجیب تھیں ایک رات وہ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر یا لحاف میں میرے ساتھ
لیٹے یہاں تک کہ انکا بدن مبارک میرے بدن کو لگا پھر فرمایا کہ اے ابوبکر کی بیٹی چھوڑ

کہ عبادت اپنے پروردگار کی کروں میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کا پاس [illegible] چاہتی ہوں
الا آپ کی مرضی کی تابع ہوں میں نے اجازت دے دی آپ اٹھے اور ایک مشک پانی کے
پاس تشریف لے گئے اور اس سے وضو کیا اور پانی بہت نہیں ڈالا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے
پھر اتنا روئے کہ آنسو چھاتی مبارک پر بہنے لگے پھر رکوع میں روئے پھر سجدے میں روئے
پھر دونوں سجدوں کے درمیان میں روئے اسی طرح آپ روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال نے
آپ کی خدمت میں نماز کی اطلاع کی میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ خدا تعالیٰ نے تو
آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں پھر آپ کس لیے روتے ہیں [illegible] آپ نے
ارشاد فرمایا کہ کیا میں بندہ شکرگزار نہ ہوں اور کیسے نہ روؤں [illegible] اللہ تعالیٰ نے مجھ پر
یہ آیت نازل کی ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [illegible] لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ [illegible]
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رونا کبھی موقوف نہ ہونا چاہیے اور اسی راز کی طرف اشارہ ہے جو کہ
روایت ہے کہ کوئی نبی علیہ السلام کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا کہ اس میں سے بہت پانی نکلتا [illegible]
آپکو اس پر تعجب ہوا خدا نے اس پتھر کو گویا کیا [illegible] اس نے عرض کیا کہ جب سے میں نے
خدا تعالیٰ سے سنا ہے کہ آتش دوزخ کی ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے [illegible]
روتا ہوں [illegible] خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کو [illegible] سے بچا لے [illegible]
مقبول ہوئی پھر مدت کے بعد آپ نے اس پتھر کو وہی حال دیکھا [illegible]
اور اس نے عرض کیا کہ پہلا رونا خوف کا تھا اور یہ شکر اور سرور کا [illegible]
یعنی دل [illegible] پتھر کے مانند بلکہ اس سے زیادہ سخت ہے [illegible]
خوف اور شکر دونوں میں رونا چاہیے اور ایک حدیث میں آیا ہے [illegible]
نے فرمایا کہ قیامت کے روز پکارا جاوے گا کہ حمد کرنے والے کھڑے ہوں [illegible]
ہوں گے [illegible] ان کے لیے ایک نشان کھڑا کیا جاوے گا اور وہ [illegible] جنت میں [illegible]
لوگوں نے عرض کیا کہ حمد کرنے والے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا کہ جو ہر حال میں
خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو خوشی اور تکلیف میں شکر الٰہی
کرتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے اَلْحَمْدُ رِدَاءُ الرَّحْمٰنِ یعنی شکر خدا کی چادر ہے
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی [illegible]
یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں اپنے اولیاء [illegible] شکر سے راضی ہوتا ہوں اور یہ بھی وحی

صابرون کے وصف مین اونکین پہونچی ہے کہ اونکا گھر دار السلام ہے جب انسمین داخل
ہونگے مین اونکو شکر کا الہام کریگا جو سب کلامون سے بہتر ہے اونکو شکر کرنے کے وقت اور
زیادہ کی طلب کریگا اور اپنی طرف نظر کرنے سے اونکو زیادتی رتبہ عنایت کریگا۔ اور
جب دفینون کے باب مین آیت الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اوتری تو حضرت عمر نے
عرض کیا کہ کونسا مال ہم رکھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لِيَتَّخِذْ أَحَدُكُمْ لِسَانًا
ذَاكِرًا وَقَلْبًا شَاكِرًا یعنی مال کے عوض مین قلب شاکر کا ذخیرہ کرنا ارشاد فرمایا اور حضرت
ابن مسعود رضی فرماتے ہین کہ شکر نصف ایمان ہے

دوسرا بیان شکر کی تعریف و ماہیت مین۔ واضح ہو کہ شکر سالکین کی منازل مین سے
ایک منزل کا نام ہے اور وہ بھی تین باتون سے مرکب ہے علم اور حال اور عمل تینون
سے اصل علم ہے اوس سے حال پیدا ہوتا ہے اور حال سے عمل۔ علم سے
یہ غرض ہے کہ نعمت کا منعم کیطرف سے جانے اور حال اسکا نام ہے کہ منعم کے انعام سے خوش ہو
اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جو مقصود اور محبوب منعم کو ہو اوسپر قائم رہے پھر عمل کا تعلق قلب سے بھی ہے
اور اعضا اور زبان سے بھی پس اون سبکا بیان ضروری ہے تاکہ سب سے شکر کی ماہیت پوری
معلوم ہو کیونکہ جتنے اقوال شکر کی تعریف مین منقول ہین کمی ہین پورے معنی شکر کے نہین
آتے امر اول علم ہے وہ تین باتون کا علم چاہیے ایک تو خود نعمت دوسرے اوس نعمت کا
حق مین نعمت ہونا تیسرے ذات منعم کا اور اوسکے صفات کا جن سے کہ صدور اس انعام کا اوسپر
ہوا اسلیے کہ انعام کے لیے یہی چیزین ضروری ہین ایک نعمت اور ایک نعمت کا دینے والا اور
ایک وہ جسپر منعم کے قصد و ارادے سے نعمت پہونچتی ہے ان سب کا جاننا ضروری ہے لیکن
یہ امر سوای خدا کے اورونکے لیے ہے خدا کے باب مین علم ایسی بات کا چاہیے کہ تمام نعمتین
خدا کیطرف سے ہین اصل نعمت دینے والا وہی ہے درمیانی لوگ سب اوسکی طرف سے مسخر ہین
اور یہ معرفت تقدیس اور توحید سے بڑھکر ہے اسلیے کہ وہ دونون اسمین داخل ہین کیونکہ ایمان کی
معرفتون مین شروع کا رتبہ تقدیس یعنی خدا کو پاک جاننے کا ہے اور جب پاک ذات کو پاک جان لیا
تو پھر یہ معرفت ہوتی ہے کہ ذات مقدس ایک ہی ہے اوسکے سوا جتنی ہین وہ اس صفت کی
نہین اسکا نام توحید یعنی خدا کو ایک جاننا ہے پھر اسکے بعد یہ علم ہوتا ہے کہ جتنی چیزین عالم مین
موجود ہین وہ اسی ذات سے موجود ہین اپنی ہستی اوسیکی طرف سے نعمت ہے تو یہ معرفت اون

حدیث کا ترجمہ کہ کوئی زبان ذاکر اور دل شاکر حاصل کر لے ۱۲ جلد دوم باب الاذکار مین گذری ۱۲

دونون معرفتون کے بعد ہوتی ہے اسیلیے اسکا رتبہ ادن دونون سے بڑھکر ہوا کیونکہ تسبیح تقدیس اور توحید کے سوا کمال قدرت اور افعال مین یکتا ہونا بھی پایا جاتا ہے اور اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین بیان فرمایا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ کہے اوسکو دس نیکیان ہین اور جو لا الہ الا اللہ کہے اوسکو بیس اور جو الحمد للہ کہے اوسکو تیس اور ایک حدیث مین فرمایا ہے کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ اور فرمایا لیس شیء من الاذکار … ما یضاعف اعف الحمد للہ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ یہ نیکیان صرف ان کلمات کو زبان پر ہی جاری کرنے سے ہین بدون اسکے کہ انکے معانی دل مین آوین بلکہ اصل یہ ہے کہ سبحان اللہ کلمہ تقدیس ہے اور لا الہ الا اللہ کلمہ توحید اور الحمد للہ وہ کلمہ ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ تمام نعمتین خدای واحد برحق کیطرف سے ہین پس نیکیان ان تین باتون کی معرفت کے عوض ہوتی ہین جو ایمان و یقین کے اقسام مین ہین نہ صرف زبان کے ہلانے کی عوض مین ہے اسیلیے معلوم کرنا چاہیے کہ یہ معرفت پوری جب ہوتی ہے جب افعال مین شرک نہو مثلاً اگر کسی شخص کو کسی بادشاہ نے کچھ انعام دیا اب یہ شخص اگر اس انعام کے ملنے اور اپنے پاس آ پہنچنے مین بادشاہ کے وزیر یا وکیل کا بھی دخل جانیگا تو اوسکی نعمت مین دوسرے کو شریک جانیگا اور اس وجہ سے اوس نعمت کو بادشاہ کیطرف سے نہین سمجھیگا بلکہ کچھ اوسکی طرف سے اور کچھ دوسرے امیر خواہ وزیر کیطرف سے اور اسی وجہ سے اوسکی خوشی بھی دونون پر بٹ جاویگی نرے بادشاہ کے حق مین موحد نہو سکیگا ہان اگر یہ جانیگا کہ یہ نعمت کچھ بھی وہ بادشاہ کے فرمان کی جہت سے ہے جسکو اوسنے اپنے قلم سے کاغذ پر لکھا تو اس سے بادشاہ کے حق مین توحید کو کچھ خلل نہ آویگا نہ کمال شکر مین نقصان ہوگا اسیلیے کہ اوسکو قلم اور کاغذ کے باعث تو خوشی نہوگی اور نہ اونکا شکر کیونکہ اونکا خود کوئی دخل اس انعام مین کچھ نہین اگر ہے تو اسی جہت سے ہے کہ یہ دونون چیزین بادشاہ کے زیر حکم مین اسیطرح اگر آدمی وکیل بادشاہی یا خزانچی کو جانے کہ انکو بادشاہی دینے مین کچھ اختیار نہین اگر خود اختیار ہوتا اور بادشاہ کا زور نہوتا یا عدول حکمی کا انکو خوف نہوتا تو کچھ بھی ندیتے تو اسیطرح کا جاننے سے توحید مین شرک لازم نہ آویگا یعنی وہ نعمت صرف بادشاہ کیطرف منسوب رہیگی وکیل و خزانچی مثل کاغذ و قلم مقصود ہونگے اسیطرح جو شخص خدای تعالی کو جانے اور اوسکے افعال کو سمجھے اوسکو معلوم ہو جاوے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے اوسکے امر کے تابع مین

کوئی ذکر اتنا نہین بڑھتا جتنا الحمد للہ بڑھتا ہے ۱۲ … اسکو بیان کیا ہے ۱۲

جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں اور یہ حیوانات کو اختیار ہے وہ اپنے نفس اختیار کے زیر حکم ہیں اسلئے
کہ خدای تعالی نے ان پر ارادہ اعمال کی دواعی کو مسلط کر دیا ہے کہ کام کرتے ہیں خواہ چاہیں یا نہ چاہیں
جیسا خزانچی کہ بادشاہ کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اور اگر خود اوسکا اختیار ہو تو کبھی خزانہ کو
نہ چھوڑے اسیطرح اگر کسی شخص کو خدای تعالی کی نعمت دوسرے شخص کے ہاتھوں پہونچے تو جاننا
چاہیے کہ وہ اوسکے پہونچانے کے لیے مضطر تھا اسلیے کہ خدای تعالی نے اوسپر ارادے کو مسلط
کر دیا اور اوسکے اسباب کا ہجوم ہوا اور اوسکے دل میں یہ بات ڈالی کہ میری بھلائی دارین میں
اسی میں ہے کہ یہ چیز فلان شخص کو دوں بدون اسکے میسر نہو وہ مال کا پورا انہو کا جیسا خدای تعالی نے
چاہتا تھا اوسکے دل میں پیدا کیا تو اب اوسکو فعل کرنے کی کیا وجہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ
جو تمہی کو کچھ دیتا ہے تو صرف اپنے فائدے کے لیے دیتا ہے دوسرے کے فائدے کے واسطے نہیں
نہیں اگر انمیں نفع نہ سمجھتا اوسکو کچھ مطلب نہ نکلتا تو کبھی نہ دیتا وہ اپنا فائدہ نکالتا دیکھ کر دوسرے کو کچھ
دیتا ہے تو وہ دوسرے پر انعام نہیں کرتا بلکہ اوسکو وسیلہ کسی دوسری نعمت کا جسکی اوسکو
توقع ہے کرتا ہے معلوم ہوا کہ منعم اصل میں وہی ہے جسنے اوسکو انعام کے لیے مسخر کیا اور
اوسکے دل میں اعتقاد و ارادہ خیر ڈالا جو انکا باعث اوسنے دوسرے کو کچھ پہونچایا ہے الغرض
ان باتوں کو آدمی اسیطرح پہچان لیگا تو خدا کو اور اوسکے افعال کو پہچان لیگا اور موحد ہو کر اوسکی
شکرگزاری پر قادر ہوگا بلکہ صرف اسی معرفت سے شاکر ہو جاویگا چنانچہ روایت ہے کہ حضرت
موسی علیہ السلام نے اپنی مناجات میں جناب باری سے عرض کیا کہ الٰہی تو نے آدم کو اپنے
ہاتھ سے پیدا کیا اور ایسے ایسے حالات کیے اونسے تیرا شکر کسطرح ادا کیا اللہ جل شانہ نے
ارشاد فرمایا کہ اونہوں نے ان تمام باتوں کو میری ہی طرف سے جانا یہی جاننا اونکی شکرگزاری تھی
اس سے ظاہر ہوا کہ شکرگزاری میں ضرور ہے کہ سب نعمتوں کو خدای تعالی کیطرف سے جانے
اور اگر اسمیں کچھ شک کریگا تو نعمت کا عارف ہوگا نہ منعم کا اسلیے انسان کو چاہیے کہ صرف
منعم ظاہری ہی پر نہ ٹھہرے اسکے سوا کا بھی دھیان رکھے ورنہ نقصان علم سے نقصان حال
فرح ہوگا اور فرح کی حالت کے ناقص ہونے سے عمل ناقص ہو جاویگا۔ امر دوم وہ حال ہے
جو اصل معرفت سے حاصل ہوتا ہے یعنی منعم سے خوش ہونا اور صورت خضوع اور تواضع کی
اوسکے ساتھ اختیار کرنی اور یہ بھی بذات خود شکر ہے جیسا کہ معرفت اکیلی شکر تھی مگر یہ حالت
شکر اوس وقت میں ہوتی ہے کہ جامع اپنی شروط کی ہو اور شرط اوسکی یہ ہے کہ خوشی منعم

منعم سے ہو نہ نعمت سے ہو نہ انعام سے اور شاید یہ بات کسیکی سمجھ میں نہ آوے اسلیے اوسکے لیے ہم ایک مثال لکھتے ہیں کہ مثلاً کوئی بادشاہ سفر کو نکلا چاہتا ہے اور کسی شخص کو گھوڑا انعام میں دیا تو وہ شخص اس گھوڑے کے ملنے سے تین وجہ سے خوش ہو سکتا ہے صورت اول تو یہ ہے کہ صرف گھوڑے ہی سے خوش ہو کہ یہ مال فائدہ مند ہے اور سواری کے قابل اور اپنی غرض کے موافق اور نفیس اور اصیل ہے پس اس قسم کی خوشی تو وہ شخص کریگا جسکو بادشاہ سے کچھ غرض نہو صرف گھوڑے ہی سے غرض ہو یہانتک کہ اگر گھوڑا اوسکو جنگل میں ملجاتا تب بھی اتنا ہی خوش ہوتا جتنا اب ہوا دوسری صورت یہ ہے کہ اوس وجہ سے خوش ہو کہ گھوڑا پا کر اوس نے معلوم کیا کہ بادشاہ کا عنایت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہ کو اوس پر شفقت ہے اور دل میں منزلت شاہی میں اوسکی جگہ ہے چنانچہ اگر یہی گھوڑا بادشاہ کے سوا کوئی اور اوسکو دیتا یا جنگل میں پڑا ملجاتا تو پھر گھوڑے سے خوش نہوتا کیونکہ اوسکا مطلب صرف گھوڑا لینا نہ تھا بلکہ بادشاہ کے دل میں جگہ کا ہونا مقصود تھا وہ حاصل نہیں ہوا اور گھوڑے کی اوسکو چنداں غرض نہ تھی یا مطلب اصلی کے سامنے اسکا ملنا ایک حقیر چیز تھا تیسری صورت یہ ہے کہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ اب میں سوار ہو کر مشقت سفر کو برداشت کرونگا اور بادشاہ کی خدمت کرونگا تاکہ قرب اور تقرب حاصل ہو اور کیا عجب ہے کہ رتبہ وزارت پر ترقی ہو جاے یعنی وہ صرف اسی بات پر قناعت نکرے کہ بادشاہ کے دل میں میری اتنی جگہ ہے کہ گھوڑا عنایت فرمایا اسیقدر تو جتنا بھی کافی ہو بلکہ یہ چاہتا ہے کہ بادشاہ جو کچھ اپنا مال کسیکو مرحمت کرے وہ میرے ہی ذریعہ سے کرے پھر وزارت کا جو خواہاں ہے تو وزارت بھی مقصود بالذات نہیں بلکہ اوسمیں بھی اسکا مقصود یہ ہے کہ بادشاہ کا دیدار اور قرب منزلت میسر ہو یہانتک کہ اگر اوسکو کہہ دیا جاوے کہ خواہ وزیر ہو کر پاس رہو خواہ پاس رہو اور وزارت کے مستدعی نہو تو وہ دوسری شق کو اختیار کریگا یہ تین درجے ہوے جنمیں سے اول میں تو معنی شکر بالکل ہی نہیں پائے جاتے اسواسطے کہ اوس درجے والے کی نظر صرف گھوڑے ہی پر ہے اور اوسکی خوشی بھی گھوڑے ہی تک ہے دینے والے سے نہیں اور یہ حال ایسے لوگوں کا ہے جو نعمت پر اسوجہ سے خوش ہوتے ہیں کہ وہ لذیذ اور غرض کے موافق ہے ایسے لوگ شکر سے بالکل دور ہیں اور درجہ دوم اگرچہ معنی شکر میں داخل ہے اور اوسکی خوشی منعم کے ساتھ پائی جاتی ہے مگر منعم کی ذات کے اعتبار سے یہ خوشی نہیں بلکہ اس جہت سے ہے کہ عنایت سلطانی کا یقین ہوا جو آیندہ کو

انعام کا باعث ہوگی اور یہ حال اون عملون کا ہے جو اللہ تعالی کا شکر وعبادت بجا لاتے ہین
اسوجہ سے کہ اوسکے عقاب سے خائف اور ثواب کے متوقع ہین جب بیان ان دونون وجہون کا ہوچکا
تو معلوم ہوا کہ شکر کامل کے معنی تینون چیزون مین پائے جاتے ہین یعنی بندے کی خوشی
نعمت الٰہی پر اس نظر سے ہو کہ اون نعمت کے باعث خدا کا قرب حاصل کرسکتا ہے اور اوسکے
جوارح نعمتون مین خرچ ہون کہ مدام دیدار سے مشرف ہوسکتا ہے چونکہ شکر اوس نعمت پر اوسکی
پہچان یہ ہے کہ آدمی دنیا کی کسی چیز پر خوش نہو سواے اوس شے کے جو آخرت کی کھیتی اور اوسکی
معین ہون اور جو چیز خدا کی یاد سے غافل کرے اور اوسکی راہ سے روکے اوس چیزون سے رنج کرے
اسواسطے کہ اوسکی غرض نعمت سے کچھ یہی نہین کہ نعمت نامکو لذیذ ہے خواہ عمدہ نفیس ہے
تیسرے بھی والے کو کچھ شے سے غرض نہی بلکہ اوسکی خوشی اسوجہ سے تھی کہ اب ہوا جو کہ بادشاہ
کے ساتھ رہنا اور ہمیشہ مشاہدہ و قرب سے بہرہ ور ہونا ہوگا یہی حال یہان بھی سمجھنا چاہیے
چنانچہ حضرت شبلی رحمۃ فرماتے ہین کہ شکر سے غرض دیدار منعم ہے نہ دیدار نعمت اور حضرت ابراہیم
خواص رحمۃ فرماتے ہین کہ عوام کا شکر کھانے پینے پوشاک وغیرہ پر کرتے ہین اور خواص اون کے
احوال پر اور یہ رتبہ ایسے شخص کو نہین معلوم ہوسکتا جو لذات کو منحصر شکم اور شرمگاہ اور دنیا کے
محسوسات رنگ اور آواز وغیرہ مین جانتا ہے اور دل کی فرحت سے خالی ہے اسلیے کہ دل تندرستی
کے وقت سواے ذکر خدا اور اوسکے دیدار و معرفت کے اور کسی چیز سے لذت نہین پاتا اور
غیر چیز سے بھی اوسکو مزہ ملتا ہے جب بیمار ہوا اور بری عادتون کا روگ رکھتا ہو جیسے بعض
لوگون کو مٹی کھانے سے مزہ ملتا ہے بعض بیمار شیرین چیز سے منہ بناتے ہین اور تلخ کو شیرین
جانتے ہین اسیطرح دل کے مرض کو اچھی بات سے مزہ نہین ملتا۔ غرض شکر نعمت خداوندی
ایسا چاہیے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسیکو یہ رتبہ میسر نہو تو دوسرا درجہ بھی ہے کہ ہم اگرچہ بہت
جانتے ہین [illegible] کو اختیار کیا ہے اور پہلا کسی کو خوشی ہی یاد نہین دوسرے
اور تیسرے [illegible] اوسکا مطلب بادشاہ سے پایا انعام
کہ کچھ انعام ہے اور تیسرے والے کی غرض گھوڑے کا پانا ہے تا کہ خدمت سلطان کرے
دونون مقصود ہون ان مین بڑا فرق نہین ہے اور ایسے ہی جو شخص اللہ کا طالب اسلیے ہے کہ
اوسپر انعام کرے اور دوسرا خدا کی نعمتون کا طالب اس لحاظ سے ہے کہ اونکے ذریعہ سے
مدارج قرب الٰہی حاصل ہون ان دونون مین بہت فرق ہے تیسرا امر یہ ہے کہ جو خوشی

معرفت منعم سے حاصل ہوتی ہے اوسکے موافق عمل کرنا اور یہ عمل قلب اور زبان اور اعضا کے
سے متعلق ہے دل سے تو یہ چاہیے کہ خیر کا قصد کرے اور تمام خلق کے حق میں نیت خیر
اور سلوک کرنے کا ارادہ مضمر رکھے اور زبان سے اظہار شکر خدا ایسے الفاظ حمد سے جو شکر پر
دال ہوں چاہیے اور دوسرے اعضا سے اسطرح کہ انکو نعمت الٰہی جانکر اوسکی طاعت میں
لگانے اور اونسے اوسکی نافرمانی پر مدد نہ لے مثلاً آنکھوں سے ادائے شکر یہ ہے کہ
اگر کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اوسکو چھپاوے اور کانوں کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کانوں میں
سنے اوسکو افشا نہ کرے اور زبان کا شکر یہ ہے کہ ایسے الفاظ سے شکر کرے جن سے اظہار
خدا سے راضی ہونے کا پایا جاوے اسطرح کہ حمد الٰہی بجا لاوے اور اظہار شکر
اور ایسا کرنے کا حکم بھی ہے چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک شخص سے پوچھا کہ آج کیسے ہو اوسنے جواب میں عرض کیا کہ خیریت سے ہوں پھر آپنے
دوبارہ یہی پوچھا اور اوس شخص نے وہی جواب عرض کیا تیسری دفعہ جو آپنے پوچھا تو اوسنے
عرض کیا کہ بخیر خدا کی حمد کرتا ہوں اور اوسکا شکر کرتا ہوں آپنے فرمایا کہ تجھسے یہی
منظور تھا کہ تم یہ کہو اور اکابر سلف آپس میں مزاج پرسی کرتے تھے اونکا مدعا بھی یہی ہوتا تھا
کہ ہر ایک کی زبان سے شکر الٰہی نکلے اور دونو مطیع ہوتے تھے اول تو شاکر کا مطیع ہونا اور دوسرا
جسکے باعث ہو کر شکر کہلایا اوسکا مطیع ہونا اونکی غرض پرسش حال سے اظہار شوق
نہ تھا کیونکہ جس شخص کا حال کوئی پوچھے تو تین حال سے خالی نہیں یا شکر کریگا یا شکایت
یا سکوت اول صورت میں مطیع ہوگا اور دوسری صورت میں اہل دین سے نہایت بیجا ہے
اسلیے کہ شکایت شاہنشاہ کی کہ جسکے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے ایسے کے سامنے کسی بیچارہ
جسکو کچھ بھی قابو نہیں نہایت قبیح ہے بندے کے حال کے شایان یہی ہے کہ اگر مصیبت
اور حکم الٰہی پر اچھی طرح صبر نہ کرسکے اور کمزوری کے باعث شکایت ہی کی نوبت پہونچے
تو خدا ہی تعالیٰ ہی سے شکایت کرے کیونکہ بلا کا بھیجنے والا اور اوسکے ٹالنے پر قدرت
رکھنے والا وہی ہے بندہ اگر اپنے مالک کے سامنے ذلیل ہے تو اوسکی عزت ہے اور
دوسرے سے اوسکی شکایت کرنے میں ذلت مخصوص ایسی صورت میں کہ جب دوسرا بھی
اوسی جیسا ہو اور کچھ نہ کرسکتا ہو اوس سے شکایت مالک کی نہایت بیجا ہے اسلیے
ضرور ہوا کہ ہر حال میں اوسی کیطرف رجوع کرے چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۔ اور دوسری جگہ فرمایا إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ حاصل یہ کہ زبان سے شکر کا کہنا بھی شکرگزاری میں داخل ہے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اونمین سے ایک جوان آدمی کچھ عرض کرنے کو اوٹھا آپ نے فرمایا کہ اول جو عمر رسیدہ ہو وہ کلام کرے اور پھر اوس سے چھوٹا اسیطرح بترتیب گفتگو کرنی چاہیے اوسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر ہر ایک بات عمر ہی پر منحصر ہوتی تو مسلمانوں کا حاکم کوئی ایسا شخص ہوتا جو آپ سے بڑا ہوتا آپ نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ کہنا ہو کہو اوسنے عرض کیا کہ ہم نہ آپ سے مانگنے آئے ہیں نہ آپکے خوف کے باعث آئے ہیں اسلیے کہ آپکی سخاوت ہمکو گھر بیٹھے پہنچ گئی تو مانگنے کی کیا حاجت اور آپکی عدالت کے سامنے ڈرنے کی کیا ضرورت ہم جو آئے ہیں تو صرف آپ کا شکر ادا کرنے کے لیے آئے ہیں زبان سے ادائے شکر کرکے چلے جاوینگے غرضکہ یہ تینوں امور مذکورہ بالا شکر کے معنی کے اصول ہیں اور انہیں سب سے حقیقت شکر کی محقق ہو جاتی ہے اب بعض لوگوں نے جو شکر کی یہ تعریف کی ہے کہ شکر اسکا نام ہے کہ منعم کی نعمت کا خشوع کے طور پر اقرار کرے اس تعریف میں قول زبانی اور بعض احوال قلب کا لحاظ ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ محسن کا احسان ذکر کرکے اوسکی ثنا کرے اسمین صرف عمل زبانی ہی ملحوظ ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ بساط شہود پر معتکف ہو اور حرمت منعم کی ہمیشہ یاد رکھے یہ تعریف اکثر باتوں کو شکر کے شامل ہے اسمین سے صرف عمل زبان کا نکل جاتا ہے اور حمدون پارچہ شو کا قول اس باب میں یہ ہے کہ شکر نعمت اسکو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے نفس کو شکر کرنے میں طفیلی جانے اسمین صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ معانی شکر میں معرفت بھی داخل ہے اور حضرت جنید رح نے تعریف شکر کی ارشاد فرمائی ہے کہ شاکر اپنے آپ کو نعمت کا قابل نہ سمجھے اسمین صرف ایک خاص حال دل کا پایا جاتا ہے ان سب لوگوں کے اقوال سے اونکے احوال معلوم ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حالات لا بد مختلف ہیں اسواسطے اقوال بھی مختلف ہیں بلکہ ایک ہی شخص کا قول و حالت مختلف دو طرح کا ہوگا اسلیے کہ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جو حالت اونپر غالب ہوتی ہے یا جو اونکے جواب ارشاد کیا کرتے ہیں تا کہ اپنی کار آمد باتوں میں مصروف رہیں اور نکمی باتوں میں مشغول نہ ہوں

۱ بیشک جنکو پوجتے ہو اللہ کے سوا مالک نہیں تمھاری روزی کے سو تم ڈھونڈھو اللہ کے یہاں روزی اور اوسکی بندگی کرو اور اوسکا حق مانو ۱۲

۲ جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا بندے ہیں تم جیسے ۱۲

خواہ ایسا کلام فرماتے ہین جو سائل کے حال کے لائق ہو تو جسقدر کی حاجت اوسکو دیکھتے ہین اوسیقدر
کہدیتے ہین غیر حاجت بیان نہین فرماتے اسوجہ سے ناظرین کو یہ وہم نہو کہ ہم یہ باتین اونھین کی طرف کی
ودیعت لگاتے ہین یا یہ کہ شکر مین جو تحقیق ہمنے لکھی ہے اوسمین اونکو انکار تھا بلکہ اوسکا انکار تو کوئی
عاقل بھی نہ کریگا ہان غایت مافی الباب یہ ہے کہ لغت کی راہ سے کوئی نزاع کرے کہ لفظ شکر اصل
زبان مین ان سب امور پر حاوی ہے یا نہین یا بعض معانی انمین سے مقصود بالذات ہین اور باقی
اوسکے لوازم اور توابع مین سے ہین اور چونکہ تحقیق لغت کا کام طریق آخرت مین کچھہ نہین آتا اسلیے
ہمکو بیان لغت بھی کچھہ ضروری نہین معلوم ہوتا جسکو اوس سے کچھہ دلالت ہوتا

تیسرا بیان اس امر کی توضیح مین کہ خدا تعالی کے بارہ مین شکر کے کیا معنی ہین

شاید کبھو کو یہ شبہہ ہو کہ شکر ایسی جگہ متصور ہو سکتا ہے جہان نفع ہوا اور اوسکو شکر سے کچھہ فائدہ ہو
مثلاً بادشاہون کا شکر جو ہم کرتے ہین تو کئی طرح سے ہو سکتا ہے اور ہر ایک طرح مین اونکا کچھہ نہ کچھہ
مطلب ہے اول تعریف کرنے سے شکر ہوتا ہے تو اوسمین بادشاہون کا یہ فائدہ ہے کہ لوگون کے
دلون مین اونکی جگہ زیادہ ہو جاتی ہے اور خلق مین اونکا کرم مشہور ہوتا ہے اس شہرت سے
آوازہ اور جاہ بڑھتا ہے دوسرے یہ کہ خدمت سے شکر کرتے ہین تو اوسمین اونکی بعض غرضون کی
اعانت ہو جاتی ہے تیسرے نوکرون کی صورت سے اونکے سامنے کھڑا ہونے سے جو شکر
کرتے ہین تو اس صورت سے اونکے حشم کو کثرت ہوتی ہے اور جاہ بھی بڑھتا ہے غرضکہ شکر کے
سبب کوئی نہ کوئی بات اسی قسم کی منعم کے لیے ہوتی ہے اور خدا تعالی کے بارے مین اس امر کا
ہونا دو وجہ سے محال ہے اول تو یہ کہ خدا ہی تعالی سب غرضون اور مطلبون سے پاک ہے اوسکو
حاجت خدمت اور اعانت اور زیادتی جاہ و حشمت اور کثرت نوکر چاکر کی نہین اوسکے سامنے
رکوع سجدہ کرتے رہین تو اس صورت مین ہمارا شکر کرنا خدا کیواسطے ایسی طرح کہ اوسکو کچھہ بہرہ
اوسمین نہو ایسا ہے جیسا کسی بادشاہ منعم کے شکر کرنے کے لیے ہم اپنے گھرون مین اکر سو رہین
یا رکوع اور سجدہ کرین کیونکہ یہ اشیا ایسی ہی ہین جنمین اوس بادشاہ کو کچھہ بہرہ نہین اسلیے کہ اوسکو
کچھہ علم غیب نہین کہ ہمارا احوال جان لے اور خداوند کریم کو بندے کے کسی فعل مین سے کچھہ بہرہ اور
حظ نہین اسلیے شکر بھی اوسکے حق مین چاہیے کہ نہو دوسری وجہ یہ کہ جتنے افعال ہم اپنے اختیار سے
کرتے ہین وہ اللہ تعالی کی نعمتون مین سے دوسری نعمت ہین کیونکہ ہمارے اعضا اور قدرت
اور ارادہ و خواہش اور جتنے اسباب ہماری حرکت کے ہین اور خود حرکت سب اللہ تعالی کی

پیدا کیئے ہوتے اور اوسیکی نعمت ہین پس اوسکی نعمت کا شکر اوسیکی نعمت سے کیسے ہو سکتا ہے فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے تمکو ایک گھوڑا دیا اور تمنے ایک دوسری سواری اوسیکی لیکر سواری کی یا خود بادشاہ نے دوسرا گھوڑا بھی تمہین دیا تو ظاہر ہے کہ دوسرا گھوڑا پہلی عطا کا شکر ہو گا بلکہ تمکو اول و دوم دونون عطاؤن کے شکر کی حاجت ہو گی۔ پھر اس نعمت ثانی کیواسطے اور شکر اگر ہو گا وہ بھی نعمت ہی ہو گی اور اسیطرح سلسلہ ہر کار خانہ ہو گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حق مین ان دونون وجہون سے شکر محال ہے شعر از دست و زبان کہ بر آید کہ عہدہ شکرش بدر آید اور ان دونون باتون مین تمکو کچھ شک نہین کیونکہ شرع سے ان دونون کا ثبوت پایا جاتا ہے پس کوئی ایسی دلیل چاہیئے جسمین یہ خرابی بھی لازم نہ آئے اور ادائے شکر بھی ہو اس شبہ کے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت داؤد اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو بھی یہی شبہ ہوا تھا اور اونہون نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی ہم تیری نعمت کا شکر کس طرح ادا کرین کیونکہ شکر کرینگے تو تیری نعمتون مین سے ایک نعمت ہی سے کرینگے یعنی ہمارا شکر کرنا تیری دوسری نعمت ہو گی جسپر شکر واجب ہو خدای تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب تمنے یہ جان لیا تو گویا شکر کر چکے اور ایک روایت مین ہے کہ جب تمکو معلوم ہو گیا کہ نعمت میری ہی طرف سے ہے تو مین تمسے شکر کی عوض اسی بات سے خوش ہون۔ اب اگر یہ کہو کہ سوال حضرات انبیا علیہم السلام کا تو ہم سمجھ گئے مگر مضمون وحی کی سمجھ نہ آئی کیونکہ ہماری سمجھ مین تو یہ آتا ہے یعنی تو ہم سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کا شکر کرنا محال ہے اور یہ نہین سمجھے کہ اس محال کے جان لینا شکر کیسے ہو گا کیونکہ جان لینا بھی ایک نعمت الٰہی ہے وہ شکر کیسے ہو جاویگی ورنہ اسکا حاصل یہ ہو گا کہ جو شکر نہ کرے وہ شاکر کہلاوے یا جیسے کوئی بادشاہ وقت سے دوسری نعمت قبول کرے وہ نعمت اول کا شکر ہوا کرے یہ بات سمجھ مین نہین آتی اگر اسمین کوئی راز ہے تو اوسکو کسی مثال سے سمجھانا چاہیئے کہ یہ بات ہم خوب سمجھ جاوین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس بھید کے بیان کرنے سے معارف مین بات جا پڑتی ہے اور علوم معاملہ وہ جدا ہین اونکا بیان ان علوم کے مناسب نہین تاہم اشارات کے طور پر ہم کچھ مختصر بیان کیئے دیتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اس باب مین دو اعتبار ہین ایک اعتبار تو صرف توحید و وحدت وجود کا ہے جس سے تمکو معلوم ہو جاتا ہے کہ شاکر و مشکور اور محب و محبوب ایک ہی چیز ہے اور یہ نظر ایسے لوگون کی ہے جو جانتے ہین کہ سوای خدا تعالیٰ کے اور کوئی موجود نہین كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ انکے دل مین نقش ہے اور اس بات کو ہر حال اور ہر زمانہ مین

ازلًا اور ابدًا سچ جانتے ہیں اور در حقیقت یہی ہونا چاہیے اسلیے کہ غیر وہ ہو سکتا ہے
جسکا بذات خود قیام ہو اوس طرح کا غیر کوئی موجود نہیں بلکہ اوسکا پایا جانا محال ہے کیونکہ
موجود حقیقی وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور جسکو کہ بذات خود قیام نہ ہو وہ بذات خود
معدوم ہی ہوگا اور اگر اوسکا قیام غیر سے ہے تو اوسکا وجود بھی غیر سے ہوگا سوا اوسکے
کہ اگر صرف اوسکی ذات پر نظر کریں اور غیر کا دھیان نہ کریں تو اوسکو وجود یقینًا نہوگا کیونکہ
موجود تو وہ ہے جسکا اپنی ذات سے قیام ہے اور قائم بالذات اوسکو کہتے ہیں کہ اگر اوسکے
غیر کو معدوم فرض کیا جاوے تو اوسکے وجود میں کسی طرح کا خلل نہ آوے وہ موجود قائم ہی ہے پھر اگر
اس طرح کا موجود قائم بالذات اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم کرتا ہے تو اوسکا نام قیوم
کہتے ہیں اور قیوم سوا ایک ذات پاک کے اور کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سوا
حی قیوم کے اور کوئی موجود حقیقی نہیں اور وہ ذات واحد پاک کی ہے جب یہ بیان ہو چکا تو
دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا مصدر اور مرجع وہی ذات واحد ہے اسلیے وہی شاکر ہے اور وہی
مشکور اور وہی محب ہے اور وہی محبوب یہی وجہ تھی کہ جب یہ بیان ہو جیسے اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا
نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ پڑھا تو فرمایا کہ عجب بات ہے کہ آپ ہی نے صبر دیا اور آپ ہی تعریف کی گویا
یہ اشارہ ہے کہ جب اپنی دی ہوئی چیز پر تعریف اونکی کی تو گویا اپنی ذات پاک کی تعریف کی
اسلیے صفت ثنا کی اور جسکی ثنا کی وہ ایک ہی ہوے اسی طرح شیخ ابو سعید مہنی نے جب یہ
آیت یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ پڑھی تو فرمایا کہ بیشک اونکو چاہتا ہے اور چاہے بھی وہ ویسا ہی برحق
چاہتا ہے کیونکہ اپنے نفس ہی کو چاہتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی محب ہے وہی محبوب ہے
اور یہ مقام نہایت اونچا ہے جب تک اوسکی کوئی مثال عام فہم نہ کہی جاوے جب تک کہ سمجھ میں
نہ آویگا اوسکا بیان یہ سمجھنا چاہیے کہ مصنف کو جب اپنی تصنیف پسند ہو تو وہ واقع میں اپنا نفس محبوب
اور صانع جب اپنی صنعت سے محبت کرتا ہے تو اپنے آپ سے محبت کرتا ہے اور والد جب اپنے بیٹے سے
اس نظر سے محبت کرتا ہے کہ میرا لڑکا ہے تو واقع میں اپنی ذات سے محبت کرتا ہے اب تامل کرو تو جتنی چیزیں
سوا اللہ تعالیٰ کے موجود ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی تصنیف اور صنعت ہیں پس اگر کسی کا عاشق ہو اور
محبوب جانے تو یہ محبت صرف اپنی ذات پاک سے ہوگی اور جب اوسکو اپنی ہی ذات سے [illegible]
محبت ہوئی تو ظاہر ہے کہ یہ محبت حق ہے مگر چونکہ یہ بالاشتراک توحید سے [illegible] کی
صورت میں ہیں اور صوفیہ کرام اس حال کو فناء نفس کہتے ہیں یعنی سالک اپنے نفس اور غیر اللہ سے

فنا ہو کہ سوا خدا تعالیٰ کے اور کچھ نہیں دیکھتا - اور جس شخص کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی
وہ اس حالت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلا اس شخص کا سایہ چار ہاتھ لنبا ہو اور دن بھر
سیروں روٹیاں چٹ کرجاتا ہو وہ فنا کیسے ہو جاتا ہے اور ایسی باتیں جہالت کی کہکر اون پر
ہنستے ہیں اور اونکی تقریر کے معانی نہیں سمجھتے - عارفوں کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ جاہلوں
کے لیے باعث خندہ ہوں اور اوسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت میں اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا
كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ وَاِذَا انْقَلَبُوْا
اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَضَاۗلُّوْنَ
وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ پھر فرمایا کہ عارفوں کا ہنسنا کل کو اونکے خندہ سے
بڑھکر ہے چنانچہ ارشاد ہے فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ
عَلَى الْاَرَاۗىِٕكِ يَنْظُرُوْنَ اسیطرح جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے تو اونکی
امت اون سے تمسخر کرتی تھی آپنے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو
ہم بھی اسکی عوض تم سے تمسخر کرینگے دوسرا اعتبار یہ ہے کہ وجود کیطرف نظر کو دہ بالا
نہ دیکھا جاوے یعنی دیکھنے والے کو مقام فنائی نفس حاصل ہوا ہو پس جو لوگ اس رتبے پر نہیں
پہونچے اونکی دو قسمیں ہیں - ایک قسم تو وہ ہے کہ اپنے وجود کے سوا اور کسی کو موجود نہیں
جانتے اور اس بات کو برا جانتے ہیں کہ اونکا کوئی معبود ہو ایسے لوگ بالکل اندھے اور دونوں
آنکھوں سے اندھے ہیں اندھے اور اوسلئے اس جہت سے ہیں کہ جو چیز کہ تحقیقا ثابت تھی
یعنی ذات قیوم کہ قائم بالذات ہے اور ہر ایک شخص کے اعمال کو قائم رکھنے والا ہے اور
جتنی چیزیں موجود ہیں وہ سب اوسیکے باعث موجود ہیں اوسکو نہ مانا اور ان نامعقولوں نے اوسی
اقتصار نکیا بلکہ اوسکے مقابل میں اپنے نفسوں کو قائم بالذات ٹھہرایا اور اگر سوچتے تو معلوم ہوتا
کہ اونکو کچھ قیام نہیں نہ وجود اونکا وجود ایسا ہے کہ دوسرے نے اونکو ایجاد فرمایا ہے اپنے
آپ سے موجود نہیں ہوے اور ظاہر ہے کہ موجود اور ایجاد کی ہوئی چیزیں بہت فرق ہے
اور موجود وہی چیزیں ہیں یا موجود کیا یا ایجاد کی اشیا جنمیں سے موجود حق ہے اور ایجاد
کی ہوئی چیزیں بذات خود باطل اور موجود حقیقی قائم اور قیوم ہے اور ایجاد کی چیز ہلاک
اور فانی یہاں تک کہ جب کوئی بھی نرہیگا تب ذات پاک ہی رہے گی دوسری قسم کے
لوگ اندھے تو نہیں مگر کانے ہیں یعنی ایک آنکھ سے وجود موجود حقیقی کا دیکھتے ہیں اور اوسکی

ف وہ جو گنہگار ہیں ایمان والوں سے ہنستے اور جب ... نکلتے اون پاس آنکھیں ... کرتے اور جب پھر کر جاتے ... باتیں بناتے اور ... اونکو دیکھتے کہتے یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں اور ان کو بھیجا نہیں اون پر نگہبان ۱۲

ف سو آج ایمان والے منکروں سے ہنستے ہیں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ...

منا نہیں مگر دوسری آنکھ اگر بالکل چوپٹ ہوتی تو یہ نہیں سوجھتا کہ سوا موجود برحق کے اور
بھی خدا نہیں اسلیے اللہ تعالی کے ساتھ دوسرے کو بھی موجود ثابت کرتے ہیں یہ لوگ مشرک
ہیں جیسے کہ احول شخص ہوتا ہے اور اگر دوسری آنکھ میں کچھ بینائی ہوتی اور چوپٹ ہوتے تو اسکی
بینائی کے باعث دونوں وجودوں میں فرق ثابت کرتے ہیں ایک کو رب اور ایک کو بندہ
کرتے ہیں اور اسقدر تفاوت ثابت کرینگے اور دوسرے موجود کو ناقص سمجھنے سے حد توحید
میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ موحد نہیں ہوتے پھر اگر آنکھ میں سرمہ لگایا جاوے جس سے
اور دیکھنا ہے کم ہو تو جتنا آنکھ کا اندھا پن جاتا رہیگا اتنا ہی وجود ما سوا اللہ کا کم ہوتا جاویگا
اور چلنے کی راہ میں بھی حرکت ہی کا حال ہے اگر راہ تو کم ہوتی ہوئی دوسرا وجود کم ہو جاویگا اور
خدا کے سوا اگر کسی چیز کا اعتقاد ہے ایسی توحید کا رتبہ کامل ہوگا اور دوسرا جہان ہوگا کہ دوسرے
موجود کو ناقص سمجھا تھا وہ ابتدائے توحید ہی اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان میں درجات
بیشمار ہیں اور اسی سے درجات موحدین کے مختلف ہوتے ہیں اور جس طرح سرمہ سے
کہ نور بصر زیادہ ہوتا ہے وہ خدا کی کتابیں ہیں جو اپنے رسولوں پر نازل کی ہیں اور پیغمبر
انکا لانے والے ہیں کہ سب کو توحید محض کی طرف بلاتے ہیں جنکا مضمون لا الہ الا اللہ میں
مسجود ہے یعنی اس کلمہ طیبہ کے معنی یہ ہیں کہ سوائے خدائے تعالی واحد برحق کے اور کچھ نہیں
اور جو لوگ کمال توحید پر پہونچے ہوئے ہیں وہ بھی کم ہیں اور منکر اور مشرک بھی کم اور یہ دونوں
توحید کی طرف مقابل کے پرلے سرے پر ہیں کیونکہ بت پرستوں کا قول تو یہ تھا کہ مَا
نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُونَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى پس اول توحید میں جو حقیقت طور پر داخل ہیں
اور وہ دونوں فرقے کسیطرح داخل توحید نہیں ہوسکتے اور متوسط درجے کے لوگ بہت ہیں
جو نہ موحد کامل ہیں نہ مشرک منکر پھر ان میں بعض ایسے ہیں کہ کسی حال میں انکی بصیرت
کھلجاتی ہے تو بجلی کیطرح حقائق توحید انپر ظاہر ہوتے ہیں مگر انکو قیام نہیں ہوتا اور بعض
ایسے ہیں کہ انپر یہ حقائق ظاہر ہو کر کچھ ٹھہرتی ہیں الا ہمیشہ نہیں رہتیں اور دوام اسکا بہت کم
سے عالی رتبہ کیواسطے ہوتی ہیں سب کو نہیں + لیکن کمتر ہیں جنھیں ہووے دوام اور ثبات
اور جب خداوند کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب کے لیے حکم فرمایا کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
تو آپ نے سجدے میں یہ دعا پڑھی اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ
سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِىْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اول

مسلم نے بروایت عائشہ یوں روایت کی ہے اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک ۱۲

اس مقام کا یعنی أعوذ بعفوك من عقابك پایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خدای تعالی کے فعل کو
مشاہدہ فرمایا کہ عرض کیا گویا کہ اس وقت بجز خدا تعالی اور اوسکے افعال کے اور کچھ ملاحظہ نہیں
فرمایا تھا اسلیے اوسکے فعل کی مدد سے اوسکے فعل سے پناہ مانگی پھر اس سے ترقی کی اور
مشاہدہ افعال سے فنا ہوکر اون افعال کے مصادر کو مشاہدہ فرمایا یعنی صفات کو تو یہ عرض کیا
کہ أعوذ برضاك من سخطك رضا اور غضب دونوں صفات ہیں پھر اسمیں بھی نقصان توحید
ملاحظہ فرمایا تو اونسے بھی ترقی کی اور مشاہدہ صفات سے مشاہدہ ذات پر ترقی فرما کر فرمایا أعوذ بك
منك اسمیں ذات الٰہی کی طرف گریز ہے کسی فعل و صفت کا کچھ نام نہیں مگر چونکہ اسمیں بھی
اتنی بات تھی کہ اپنے نفس کو گریز کرنے والا اور پناہ چاہنے والا اور ثنا کا دیکھا تو اسکو بھی
خلل انداز توحید سمجھکر اوس سے بھی ترقی کی اور عرض کیا لا أحصي ثناء عليك أنت كما
أثنيت على نفسك پس لا احصی سے تو یہ نکلتا ہے کہ آپ اپنے نفس سے فنا ہوکر اوسکے
مشاہدہ سے منقطع ہوگئے اور أنت كما أثنيت على نفسك سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ثنا کرنے والا اور جسکی ثنا کیجاتی ہے وہ ذات واحد ہے یعنی سب کچھ ایک ہی ہیں اور سب کا
ابتدا اوسی سے نکلا اور اوسیکی طرف رجوع رکھتے ہیں اور سوا اوسکی ذات کے اور سب فانی ہیں چونکہ
جو مقام کہ پہلے مقام ہیں اونکے انجام کو شامل ہوتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی میں
حاصل ہوا یعنی اول ہی اول بجز اللہ تعالی اور اوسکے افعال کے اور کچھ نہ دیکھا اور آپ کا قاعدہ تھا
کہ جب آپ ایک رتبہ سے دوسرے رتبہ پر ترقی فرماتے تھے تو رتبہ اول کو بنسبت دوسرے کے ابعد اور دوری
خدای تعالی سے سمجھتے تھے اسی لحاظ سے پہلے رتبے سے استغفار فرماتے اور اوسکو اپنے سلوک کے
مقام میں نقصان تصور فرماتے اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں إنه ليغان على قلبي
حتى أستغفر الله في اليوم والليلة سبعين مرة اور ستر دفعہ کی تخصیص اسلیے ہے
کہ ہر روز آپ ستر مقام پر ترقی فرماتے تھے جو ایک دوسرے سے اوپر تھے اور اون میں جو پہلا
مقام تھا وہ اگرچہ خلق کی طاقت سے باہر تھا مگر چونکہ پچھلے مدارج کی نسبت اوسمیں نقصان تھا
اسلیے آپ استغفار کیا کرتے تھے اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ
خدا نے تعالی نے کیا آپکے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں فرمائے پھر آپ ایسے میں کیوں ماندہ ہوتے ہیں
اور اتنی محنت فرماتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں بندہ شاکر نہوں اسکے یہ معنی ہیں
کہ کیا میں طالب زیادہ مقامات کا نہوں کیونکہ شکر سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالی

نے فرمایا

یعنی اسکے بعد والی منزل ... میں اور رتبہ ... سے مقصود ... کی ہوتی ہے ۱۲

مسلم ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ ... ہے ۱۲

یہ حدیث بتغیر لفظ ... میں پیشتر گزر چکی ۱۲

فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم اب چونکہ ہم دریاے ناپیدا کنار مکاشفہ مین جا پہنچے
اسلیے وہان سے باگ روک کر جو بات علوم معاملہ کے شایان ہے اوسکی طرف رجوع کرتے ہین
اور کہتے ہین کہ انبیا علیہم السلام اس غرض سے بھیجے گئے ہین کہ خلق کو توحید کامل کی طرف
جسکا بیان اوپر گذرا بلاوین مگر لوگون سے اوس تک پہونچنے مین بہت سی مسافت اور سخت
گھاٹیان ہین اور شریعت تمام و کمال طریق اوس مسافت کے چلنے اور اون گھاٹیون کے
طے کرنے کا بتلاتی ہے تو یہ نظر اور ہی مشاہدہ اور مقام کی ہے اس مشاہدے کا [illegible]
البتہ شکر اور شاکر اور شکور [illegible] ہوتے ہین - اور یہ بات بدون مثال سمجھ مین آوے گی
اسلیے ہم ایک مثال [illegible] اس طرح کہتے ہین کہ فرض کرو کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی غلام کے پاس
جو اوس سے دور تھا سواری اور لباس اور نقد زاد راہ کیواسطے بھیجا کہ قطع مسافت کر کے [illegible]
سلطانی سے قریب ہو جاوے اور اس قرب کی دو صورتین ہین یا تو بادشاہ کو یہ منظور ہے
کہ اگر دربار مین آجاویگا تو کچھ کام کریگا اور بعض خدمات سے [illegible] ہوجاویگی اور دوسری
صورت یہ ہے کہ قرب سے بادشاہ کو کچھ فائدہ نہین ہے اور غلام کی ضرورت دربار مین ہے
نہ اوسکے آنے سے سلطنت بڑہے کیونکہ اوس سے کوئی ایسی خدمت نہین ہو سکتی جس سے
بادشاہ کو بہتری ہو جاوے اور نہ اوسکے غائب رہنے سے سلطنت ناقص ہو بلکہ اوسکو سواری
اور زاد راہ جو عنایت ہوا تو صرف یہی منظور ہے کہ وہ قرب پاوے کہ سعادت حضوری سے مشرف ہو
اور خود اوسکا فائدہ ہو یہ غرض نہین کہ بادشاہ کو کچھ نفع ہو تو بندونکو خدای تعالی کی نسبت
صورت دوم سمجھتے ہین تصور کرلینا چاہیے اول صورت تو خدای تعالی پر محال ہے اسلیے
کہ خدای تعالی کو کسیکی طرف کچھ حاجت نہین اور دوسری صورت محال نہین - پھر یہ جاننا چاہیے
کہ پہلی صورت مین بندہ صرف سوار ہو کر بادشاہ کے پاس چلے آنے سے شاکر نہوگا جب تک
کہ وہ خدمت جو بادشاہ کو اوس سے لینی منظور ہے بجا نہ لاوے اور دوسری صورت مین تو بادشاہ کو
خدمت کی مطلق پرواہی نہین مگر پھر بھی شاکر اور کافر ہو سکتا ہے شکر تو اسطرح ہوگا کہ جو چیز
بادشاہ نے دی ہے اوسکو ایسے مصارف مین لگاوے جو اوسکو محبوب ہون نہ اپنی حرص بانفسی
چیزون مین اور کفر اسطرح ہے کہ جو بات مالک کو منظور تھا اوسمین استعمال اوسکے انعام کا نہ کیا یعنی
یا تو اوسکی عطا کو بیکار محض چھوڑ دیا یا ایسے مصارف مین لگایا جنسے اوسکا بعد زیادہ ہو جاوے
پس اگر بادشاہی خلعت پہنا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور زاد راہ کو راہ ہی مین خرج کیا تو آقا کا

شاکر ہوگا کیونکہ اوسکی نعمت کو اوسکی چاہتی بات میں صرف کیا یعنی جسطرح پر کہ غلام کا نفع اوسکو
محبوب تھا اسیطرح اون اشیا کا استعمال کیا اور اگر غلام نے گھوڑا اوسکی سواری پر سوار ہو کر بادشاہ
کی سمت سے پشت پھیر کر چلپڑے اور زیادہ دور ہو جاوے تو کافر ہوگا اسلیے کہ اسنے اوسکے
انعام کو ایسے امور میں خرچ کیا جو اوسکے آقا کو اسکے حق میں برے معلوم ہوتے تھے نہ اپنے حق میں
اور اگر بیٹھا رہا اور سوار ہو اور نہ طلب قرب کی نہ تلاش بعد تب بھی کافر نعمت ہوگا کیونکہ آقا کے
انعام کو معطل و بیکار رکھا گو بعید ہونے والے کی نسبت اسکا کفر کم ہے اسیطرح خداوند کریم نے
خلق کو پیدا کیا اور وہ ابتدا ہی پیدایش میں شہوات کے استعمال کے محتاج ہیں تاکہ اونکے بدن
پورے ہو جاویں اور شہوات کے سبب دربار اعلی سے بعید ہو جاتے ہیں اور اونکی سعادت
اسمیں ہے کہ اوس سے قریب ہوں پس انکے لیے ایسی نعمتیں بھی مہیا فرمائیں کہ درجہ قرب کے
ملنے کے لیے اونکے استعمال پر قادر ہیں اور اسی بعد و قرب کو خداے تعالی نے اسطرح ارشاد
فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ اس سے معلوم ہوا کہ خداے تعالی کی
نعمتیں ایسے آلات ہیں جنسے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کرکے درجہ سعادت قرب الہی
حاصل کرے اور اس سے نفع بندے ہی کو ہے خداے تعالی کو کچھ نفع نہیں چاہیے بندہ ہی کو پہنچنا
چاہیے جیسا کہا ہے ؏ من نکردم خلق تا سودے کنم ؞ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم
اب بندے کو اختیار ہے اگر اوسکی نعمتوں کا استعمال طاعت میں کریگا تو شاکر ہوگا کہ اوسکی
مرضی کے موافق کام کیا اور اگر اوسکی نافرمانی میں استعمال کریگا تو کافر ہوگا کہ جو بات اوسکو
اسکے لیے منظور نہ تھی اور اسکے حق میں جو اسکے نزدیک بہتر تھی وہ اسنے اختیار کی ولا یرضی
لعبادہ الکفر خود فرماتا ہے اور اگر اون نعمتوں کو بیکار رکھے نہ اطاعت میں لگاوے نہ معصیت میں
تو بھی کفران نعمت ہے کہ نعمت کو تلف کرتا ہے - اور جو چیز دنیا میں مخلوق ہوئی ہے وہ
اسلیے ہے کہ بندہ اوسکے سبب سعادت اخروی تک پہونچے اور قرب الہی حاصل کرے اس سے
معلوم ہوا کہ ہر ایک طاعت کرنیوالا اپنی طاعت کے بموجب شاکر اون نعمتوں الہی کا ہوتا ہے
جنکو طاعت میں استعمال کیا ہے اور جو شخص کہ کسی نعمت کا استعمال ہی نہیں کرتا یا نافرمانی
کرکے اونکو طریق بعید میں صرف کرتا ہے وہ ناشکر ہے اور اوسکی مرضی کے موافق کام نہ کرنے میں
زیادتی کرتا ہے غرضکہ طاعت اور معصیت دونوں کو مشیت ایزدی شامل ہے مگر اچھا معلوم ہوتا

(۱۳۰) [illegible]

اور جب یہ معلوم ہوا کہ مشیت کے علاوہ محبت بھی خواہش کی چیز محبوب ہوتی ہے بعضی مکروہ
اور اس حقیقت کے بیان کی آنکھیں تقدیر کا راز ہے جسکا افشا کا حکم نہیں
اس تقریر سے اعتراض اول جاتا رہا یعنی یہ کہ اگر شاکر کو بہرہ شکر سے نہیں تو شکر
کیسے ہوگا اوسکا جواب یہ ہوا کہ نعمت الٰہی کو اوسکی مرضی کے موافق استعمال کرنا بھی
شکر ہے اور دوسرے اعتراض کا جواب بھی ہو گیا اس لیے کہ شکر سے تو ہماری
مراد وہی ہے کہ نعمت الٰہی کو جس طرح اوسکو محبوب ہوا اوس طرح صرف کرے
پس جب نعمت الٰہی اوسی کے فضل سے ایسی جگہہ صرف ہوئی ہوا جسکو محبوب تھی
تو مراد حاصل ہے اور آدمی کا فعل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے لیکن چونکہ محل اوس فعل کا انسان ہے
اسیواسطے انسان کی ثنا کیجاتی ہے اور ثنا کا ہونا دوسری نعمت خدا کی ہے انسان پر
کیونکہ وہی دیتا ہے اور وہی وصف کرتا ہے اور اوسکے دو کاموں میں سے ایک کام اس
بات کا باعث ہوا کہ دوسرا فعل وجہ محبت میں صرف کیا جاتا ہے تو ہر حال میں اوسیکو شکر چاہیے
اور انسان کو جو ثنا کرتے ہیں تو اسی غرض سے کرتے ہیں کہ وہ محل شکر ہے نہ اسی وجہ سے کہ وہ
موجب شکر ہے مثلاً کہا کرتے ہیں کہ انسان عارف یا عالم ہے اوسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ
عرفان و علم کا موجب ہے بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ عرفان اور علم کا محل ہے حالانکہ اوسکا وجود
آدمی میں قدرت ازلیہ سے ہے وہ خود ایجاد نہیں کرسکتا پھر اوسکو ثنا کرنے سے یہی مطلب
کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور کچھ شے اسلیے ہے کہ خالق اشیا نے شے بنا دیا اور اگر خود اپنے
میں یہ گمان کرے کہ میں اپنی ذات کے باعث سے چیز ہوا ہوں تو محض نا چیز ہے لیکن اگر
اوس ذات کے اعتبار سے دیکھیں جسنے کہ شے ہونا عنایت فرمایا ہے تب تو البتہ
شے ہے اسلیے کہ آدمی نے شے بنایا ہے اور اوسکے بنانے کا لحاظ اوٹھا دیا جائے تو وہ
میں لاشے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ رضی نے پوچھا کہ جب سب
چیزیں پہلے ہی فراغت ہو چکی ہے تو عمل سے کیا فائدہ ہے آپ نے فرمایا کہ اعملوا
فکل میسر لما خلق له اس حدیث سے یہی اشارہ مطلب کو روا لا کی طرف ہے
پس مطلب یہ ہوا کہ خلق اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جاری ہونے کی جگہہ اور اوسکے افعال کا محل ہے
گو خلق خود بھی اوسکے افعال ہی میں سے ہے لیکن خدا تعالیٰ کا بعض فعل بعض کا محل
ہوتا ہے مثلاً حدیث شریف میں اعملوا جو بزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

افعال الٰہی میں سے وہ بھی ایک فعل ہے اور اس بات کا سبب ہے کہ خلق کو معلوم ہو جاوے کہ
عمل کرنا مفید ہے اب لوگوں کا جاننا بھی ایک خدا کا فعل ہے اور وہ بھی ایک اور بات کا سبب ہے
یعنی علم ہی سے کہ باعث ارادہ پختہ حرکت وطاعت کا پیدا ہوتا ہے پھر ارادہ وشوق بھی
فعل الٰہی ہے اور حرکت اعضا کا سبب ہے اور حرکت اعضا بھی خدا کے افعال میں ہے اسی طرح سب باتیں اوسکے افعال
میں سے مگر ایک دوسرے کا سبب ہوتی ہیں یعنی فعل اول شرط ہوتا ہے دوسرے کی جیسے جسم کا
پیدا ہونا حیات کے لیے شرط ہے یعنی عرض پہلے جسم کو زمین پیدا ہوتا اور زندگی کا پیدا ہونا علم کی
پیدائش کے لیے شرط ہے اور علم کا پیدا ہونا ارادے کی پیدائش کے لیے شرط ہے یہ سب افعال
خداے تعالیٰ کے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے اسی اعتبار سے سبب ہیں انکو سبب ہونے سے
مقصود یہ نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے موجب ہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ غیر کے حاصل ہونے کے لیے
شرط ہیں کہ اول ہو چکے تو دوسرا ہو جیسے زندگی جب ہو جب اول جوہر ہو چکے اور علم کے
قبول کی استعداد جب ہو جب پہلے حیات ہو لے اور ارادہ اوس وقت ہو جس وقت علم پیشتر آچکے
اسی طرح اگر آدمی تحقیق کریگا تو جو ترتیب توحید ہم اوپر لکھ آئے اوس تک ترقی کر جائیگا۔ اب یہاں
یہ اعتراض ہے کہ جب ہمارے اختیار میں کچھ نہیں سب کچھ خداے تعالیٰ ہی کو اختیار ہے تو
ہم میں کیوں حکم ہوا ہے کہ عمل کرو ورنہ نافرمانی پر عتاب عقاب ہوگا ہم پر عتاب کی وجہ کیا
شعر ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی ❁ چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہمیں عبث بدنام کیا
تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حکم الٰہی ہم میں ایک اعتقاد کے آنے کا سبب ہوتا ہے اور اعتقاد سبب ہے
ہیجان خوف کا اور ہیجان خوف باعث ہے ترک شہوات اور دنیا سے احتراز کا جس سے خداے تعالیٰ
مسبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہے یہی ترتیب اسباب میں خداے تعالیٰ نے مقرر فرما دی
پس جو شخص کہ ازل میں سعید لکھا گیا ہے اوسکے لیے یہ اسباب اسی ترتیب سے میسر ہوتے ہیں
یہاں تک کہ سلسلہ وار اوسکو جنت میں پہونچا دیتے ہیں اور اسی سے اشارہ ہے حدیث نبوی
بالا میں کہ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اور جسکے نام نیکی کا قلم ازل میں جاری نہیں ہوا
وہ کلام خدا اور حدیث مصطفیٰ اور نصائح علما سے دور بھاگتا ہے اور کان نہیں دھرتا اور نہ سننے
کی جہت سے جانتا نہیں اور نجاننے کے باعث خوف نہیں کرتا اور جب خوف نہیں کرتا تو میل دنیا
کیسے چھوڑیگا اور جب تک خوب دنیا چھوڑیگا تب تک شرم شیطانوں میں سے گا جنکا قرار گاہ
دوزخ ہے اس تقریر گذشتہ کو اگر تامل سے دیکھو تو عجیب بات معلوم ہو کہ ایک قوم جنت میں

[illegible] تعالیٰ ہوا اور ایک گروہ [illegible] کسی شخص کو جنت ملنے کی [illegible]
[illegible] اسباب [illegible] اور جو وہ [illegible]
[illegible] مستحق [illegible] جنت میں [illegible]
[illegible] اور [illegible] فرمایا [illegible]
[illegible] پس وہ اون کی [illegible]
اور [illegible] کی [illegible] اور اوس وقت [illegible] جلال [illegible] لمن الملک الیوم للہ
الواحد القہار [illegible] کے لیے ہے [illegible] شخص [illegible]
[illegible] کی [illegible] اور [illegible]
[illegible] خدا تعالیٰ [illegible]

[illegible] اسباب ہلاک [illegible]

جب تو یہ بیان اس بات کی ہو چکی کہ خدا تعالیٰ کی محبوب چیزیں کون سی ہیں اور کون سی مکروہ [illegible]
معلوم ہو چکا تو اب یہ جاننا ضروری ہے کہ شکر اور ناشکری بدون جاننے خدا تعالیٰ کی محبوب چیزوں کے
پیدا نہیں ہوتا اس لیے کہ شکر کے معنی یہ ہیں کہ نعمائے الٰہی کو انہی چیزوں میں استعمال کرے جو
اوس کو محبوب ہوں اور کفران نعمت یا ناشکری کے معنی یہ ہیں کہ اون نعمتوں کو یا تو بالکل استعمال نہ
کرے یا ایسی چیزوں میں کرے جو اوسکو بری معلوم ہوتی ہوں پھر خدا تعالیٰ کی محبوب
اور مکروہ چیزوں کے دریافت کے لیے دو مدرک ہیں ایک سننا جس کا مستند آیات و احادیث ہیں
اور دوسرے دل کی بصیرت یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اور یہ پچھلا امر دشوار ہے اور یہی سبب ہے کہ
نادر و کمتر پایا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور اونکے باعث
خلق پر طریق کو آسان کر دیا اور اس طریق کی پہچان تمام احکام شرع کے متعلق با فعال عباد
جاننے پر موقوف ہے پس جو شخص اپنے سب افعال میں احکام شرع سے واقف نہ ہوگا وہ پورا شکر کر
ہی نہیں سکے گا [illegible] دوسری بات یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اوسکے یہ معنی
ہیں کہ جو چیز خدا کی مخلوق ہے اوس میں حکمت معلوم کرے کیونکہ دنیا میں کوئی ایسی شے
نہیں جس میں کچھ حکمت نہ ہو اور اوس حکمت سے کچھ مقصود نہ ہو تو وہ مقصود ہر شے سے وہی
خدا تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اب اس حکمت کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ حکمت ظاہر
جیسے یہ جاننا کہ آفتاب کی پیدائش میں یہ حکمت ہے کہ اوس سے دن و رات پیدا ہوتے ہیں

[illegible]

یعنی دن سے مقصود تحصیل معاش ہے اور رات سے آرام وچین کا حاصل ہونا کیونکہ دن میں شغل کی
وقت حرکت ہوسکتی ہے اور اندھیری کے وقت سکون پیدا ہوتا ہے غرض شکر آفتاب کی
حکمتوں میں سے ایک یہ ہے جو مذکور ہوئی اور اوسکے سوا اور بھی بہت سی حکمتیں وہ دقیق
ہیں اسیطرح بادل اور مینہ کی حکمت کو معلوم کرنا ہے کہ اوسنے زمین میں طرح طرح کا سبزہ اوگتا ہے
جو حیوانوں اور انسانوں کی غذا بنتا ہے اور ظاہری حکمتیں جو خلق کی سمجھ میں آوین انکو
نے بھی ابر و مینہ کی قرآن مجید میں ارشاد فرما دی ہیں وہ حکمتیں جنسے کہ عقل کی فہم قاصر
ارشاد نہیں فرمائیں چنانچہ ارشاد ہے فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا
الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا
وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ
اور ستاروں یعنی ثوابت اور سیاروں کی حکمت پوشیدہ ہے کہ اوسکو عام لوگ نہیں جانتے
اور جسقدر کہ اونکی سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اوسنے آسمان کی زینت ہے تاکہ آنکھیں اونکو
دیکھکر لذت یاب ہوں اور اسکی طرف خدای تعالے نے بھی اشارہ فرمایا ہے اس آیت میں إِنَّا زَيَّنَّا
السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ حاصل یہ کہ تمام اجزاء عالم کے خواہ آسمان ہو یا ستارے
یا ہوا یا سمندر یا پہاڑ یا کھان یا روئیدگی یا حیوانات یا اعضاء حیوانات سب کے ہر ایک ذرہ میں
بہت سی حکمتیں موجود ہیں ایک سے لیکر ہزار اور دس ہزار تک حکمتیں ہر ذرے میں پائی جاتی ہیں
اعضاے حیوانات کی حکمتیں بھی بعضی ایسی ہیں کہ معروف ہیں جیسے معلوم ہے کہ آنکھ دیکھنے
کے لیے ہے پکڑنے کو نہیں ہاتھ گرفت کو ہے چلنے کو نہیں پاؤں رفتار کیواسطے ہیں پکڑنے کو
نہیں اور علی ہذا القیاس لیکن اعضاے باطنی مثلاً انتیں اور پتہ اور جگر اور گردہ اور رگیں اور
پٹھے اور پسلیاں وغیرہ اور جو باتیں کہ ان اعضا میں ہیں مثلاً بعضوں میں خلو ہے اور بعضوں میں
پیچ ہیں بعضے ایک دوسرے میں جال کیطرح ہیں بعضوں کا رخ اور طرف کو ہے بعضے پتلے ہیں
بعضے گاڑھے یا اور اسیطرح کے صفات تو انکی حکمتیں سب لوگوں کو معلوم نہیں اور جو لوگ
جانتے ہیں وہ بھی خدا کے علم کی نسبت کچھ تھوڑا ہی جانتے ہیں چنانچہ خود فرماتا ہے
وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی چیز کو
ایسی وجہ سے استعمال نہ کریگا جسکے لیے وہ مخلوق ہوئی ہے اور نہ اوس طرح پر جو اوس سے
مقصود ہے تو وہ اوس چیز میں نعمت الٰہی کی ناشکری کریگا مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کو

ترجمہ اب نگاہ کرے آدمی اپنے کھانے کو کہ ہمنے ڈالا پانی اوپر سے پھر چیرا زمین کو پھاڑ کر پھر اوگایا اوس میں اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور باغ گھنے اور میوہ اور دوب کام چلانے کو تمہارا اور تمہارے چوپایوں کا ۱۲

ترجمہ ہمنے رونق دی ورلے آسمان کو ایک رونق جو تارے ہیں ۱۲

ترجمہ اور تمکو خبر دی ہے سو تھوڑی سی ۱۲

اپنے ہاتھ سے مارا تو اوس شخص نے ہاتھ کی نعمت کی ناشکری کی اسواسطے کہ ہاتھ اوسکو اسی لیے
دیئے گئے ہین کہ مضر چیز کو اپنے پاس سے دفع کرے اور مفید چیز کو لیوے اسواسطے مخلوق نہین
ہوے کہ دوسرے کو اوس سے ہلاک کرے اور جو شخص کسی غیر محرم کیطرف دیکھے گا وہ آنکھ کی
نعمت مین ناشکر ہوگا اور نعمت آفتاب کا بھی ناشکر ہوگا کیونکہ دیکھنا انھین دونون چیزون سے
ہوتا ہے اور یہ دونون اسواسطے پیدا ہوئی ہین کہ اون سے ایسی چیزین دیکھے جو دین و دنیا مین
اسکو مفید ہون اور جو چیزین مضر دین و دنیا کی ہون اون سے بچے پس اس شخص نے اون
دونون کو اپنی جگہ سے بے محل استعمال کیا جو اون سے مقصود نہ تھا اسوجہ سے کہ مقصود پیدایش خلق اور
دنیا اور اوسکے اسباب سے یہ ہے کہ تمام لوگ اون اسباب کی اعانت سے خدا تک پہونچین
اور بدون محبت الہی اور انس خداوندی کے دنیا مین اور دنیا کے فاصلہ سے علیحدہ ہوکے
خدا تک پہونچ نہین سکتے اور انس بدون ہمیشگی ذکر الہی کے اور محبت بدون اوسی معرفت کے
جو دوام فکر سے حاصل ہوتی ہو حاصل نہین ہوتی اور دوام ذکر اور فکر بے دوام بدن کی پائداری کے
ممکن نہین اور بدن بے غذا کے باقی نہین رہتا اور غذا زمین اور پانی اور ہوا کے سوا
تیار نہین ہوسکتی اور یہ بدون پیدایش آسمانون اور زمین اور پیدایش تمام خلق کے اعضا
ظاہری اور باطنی کے تمام نہین ہوسکتی یہ سب چیزین بدن کے لیے ہین اور بدن نفس کی
سواری ہے اور خدا کی طرف رجوع کرنیوالا وہی نفس ہے جسنے مدت تک عبادت اور
معرفت کر کے اطمینان حاصل کیا ہو اور اسیواسطے اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ غرضکہ جو شخص کسی ان اشیا مین سے سوائے طاعت الہی کے
اور کسی چیز مین استعمال کریگا تو وہ خداے تعالی کی نعمت کا اون لوازم جو اسباب مین ہین
ناشکر ہوگا جو ارتکاب معصیت کے لیے ضروری تھے۔ اسی قسم کی حکمتون کی ہم ایک مثال
لکھتے ہین جسمین بہت خفا نہین تاکہ آدمی اوسکے اور باقیون پر قیاس کرکے طریق
شکر اور ناشکری نعمتون کا معلوم کر لیوے پس ہم کہتے ہین کہ خداے تعالی کی نعمتون مین سے
ایک یہ ہے کہ روپیہ اور اشرفی کو پیدا کیا کہ اونسے انتظام دنیا قائم ہے اور ہر چند وہ دونون
پتھر ہین کہ خود اونسے کوئی نفع نہین ہوتا نہ کہانے مین آتے ہین نہ پینے مین اور پہننے مین لیکن
خلق کو اون کی بہت ضرورت اور احتیاج ہے اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو کھانے اور پہننے
اور اپنی اور دوسری حاجات مین بہت سی چیزون کی ضرورت رہتی ہے اور کبھی حاجت کی

ترجمہ اور مین نے نہ بنایا جن اور آدمی کو مگر اپنی بندگی کے واسطے ۱۲

چیز سے خود عاجز ہوتا ہے اور بعض حاجت کی چیز اوسکے پاس کم ہوتی ہے مثلاً کسی کے پاس
زعفران ہے اور اوسکو ضرورت سواری کے اونٹ کی ہے اور جسکے پاس اونٹ ہے
شاید اوسکو اوسکی ضرورت نہو اور زعفران کی حاجت ہو تو ان دونوں میں مبادلہ کی
ہونا چاہیے اور مقدار عوض کی ان میں ہونی ضرور ہے کیونکہ یہ تو ہوگا نہیں کہ اونٹ کا مالک
ہر ایک مقدار زعفران سے بدلے اونٹ سوا اسکے اونٹ اور زعفران میں مناسبت
بھی نہیں ہے کہ یہ کہہ سکیں کہ اونٹ کی برابر زعفران ہو یا صورت میں دی جاسکے اسی طرح
جو شخص کپڑے کی عوض میں گھر مول لیا چاہتا ہے یا گھوڑے کی عوض آٹا یا [illegible] کی
عوض غلام لیا چاہتا ہے تو ان چیزوں میں کچھ مناسبت نہیں اسی لیے یہ نہیں معلوم ہو سکتا
کہ مبادلہ کے حساب میں مساوات کس طرح ہوگی اور معاملات بہت بند ہونگے اس وقت سکے دور
کرنے کے لیے حاجت ایک متوسط چیز کی ہوگی جو ایسی اشیا غیر متناسب میں حکم مساوات
کرسکے کہ اگر اوسکی نسبت کر دونوں چیزوں کو دیکھا جاوے تو مساوی غیر مساوی معلوم ہو جاوے
تو اسی میں خداوند کریم نے روپیہ اشرفی کو پیدا فرمایا تاکہ یہ دونوں سب مالوں میں متوسط ہوں
اور ان سے مال کا اندازہ ہو سکے مثلاً کہہ سکیں کہ یہ اونٹ سو روپیہ کا ہے اور اتنی زعفران
سو روپیہ کی ہے اور دونوں چونکہ مساوی ایک ہی چیز معین کی ہیں اسلیے آپس میں مساوی
ہیں اور روپیہ اشرفی سے اسلیے مساوات ممکن ہوئی کہ انسے خود سے کوئی غرض متعلق نہیں
اور اگر یہ بھی کسی کام جوہر نفیس وغیرہ میں آتے تو جس مطلب کے ہوتے اوسی مطلب والے کے
حق میں اونکو ترجیح ہوتی دوسرے کے حق میں نہوتی اور انتظام نہوتا پس حق تعالیٰ نے
انکو اسواسطے پیدا کیا کہ یہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاویں اور اموال غیر متناسبہ کے
درمیان مساوات پیدا کریں اور یہ حکمت بھی انمیں رکھی کہ ان سے تمام اشیا حاصل ہو سکیں
کیونکہ یہ دونوں محبوب ہیں اور اونکی ذات سے کوئی غرض نہیں نکلتی اور انکی نسبت سب
مالوں کیطرف ایک ہی ہے تو ان دونوں کا مالک ہونا گویا تمام چیزوں کا مالک ہونا ہے
ایسا نہیں جیسا کوئی کپڑے کا مالک ہو کیونکہ اوسکے پاس صرف کپڑا ہی ہے اگر مثلاً اوسکو
حاجت کھانے کی ہو تو شاید کوئی کپڑے کی عوض نہ دے اسلیے کہ جس سے کھانا لیا چاہتا ہے
شاید اوسکو حاجت کپڑے کی نہو بلکہ سواری کی ضرورت ہو تو ایسی چیز کی حاجت ہوئی
کہ ظاہر میں تو کچھ نہو اور باطن میں سب کچھ ہو اور جب کوئی ایسی چیز ہوتی ہے کہ ظاہر میں

اوسکی صورت خاص نہیں ہوتی تو اوسکی نسبت مختلف چیزوں کی طرف یکسان ہوتی ہے مثلاً آئینہ ہر
کوئی خاص رنگ نہیں رکھتا مگر ہر ایک رنگ اوسمین آسکتا ہے اسیطرح نقد روپیہ اشرفی بھی فی نفسہ کوئی
مطلب کا نہیں ہاں اونکے ذریعہ سے ہر ایک مطلب حاصل ہو سکتا ہے جیسے حروف کہ بذات خود اونکے
معنی مستقل نہیں ہوتے مگر اونکے توسط سے اور کلمات میں معنی ظاہر ہوتے ہیں غرض کہ
روپیہ اشرفی کا ذریعہ حصول اغراض ہونا دوسری حکمت ہے اور ان دونوں میں اور بھی بہت سی
حکمتیں ہیں جنکا ذکر طول چاہتا ہے اب جو کوئی روپیہ اشرفی میں وہ کام کرے جو اونکے
لائق نہ ہو بلکہ ان مقاصد کے برخلاف ہو جو اونمیں ہیں اوس نے بھی خدای تعالی کی نعمت کا
ان معنوں میں ناشکر ہوگا مثلاً جو کوئی انکو جمع کرے وہ اونکی ناشکری کریگا اور انپر ظلم کریگا
کیونکہ جن مقاصد کے لیے پیدا ہوے ہیں اونکو بیکار کریگا اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسلمانوں کے حاکم کو
قید کر لے کہ قیدی کے باعث سے وہ حکم نہ کر سکے اسیطرح روپیہ اشرفی [illegible] اعمال سے بیکار
حاکم ہیں انکو کار [illegible] کریگا وہ اونکا حکومت کریگا اور جو غرض و مقصود ان سے متعلق ہے وہ فوت ہوگا اور
روپیہ اشرفی کسی خاص فرد بشر کے واسطے پیدا نہیں ہوے بلکہ [illegible]
غرض کا [illegible]
داموں اور لوگوں کے معاملات میں مساوات کے حاکم ہیں [illegible]
[illegible] آواز نہیں [illegible]
جس سے یہ نقش معلوم ہوتی ہیں سو جبکہ [illegible]
اور جو لوگ ان نقوش کے پڑھنے سے عاجز ہیں تو انکو [illegible] کے ذریعہ سے اپنے
رسول مقبول کی زبان سے وہ بات خدای تعالی نے سنادی جو اونکی فہم میں آتی تھی چنانچہ ارشاد
فرمایا وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ اور جو شخص چاندی سونے کے برتن بناوے وہ بھی کافر نعمت ہوگا اور [illegible]
اسکا برا حال ہے اسلیے کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حاکم شہر سے جولاہی یا جاروب کشی
یا کوئی اور ذات کا کام لیوے کہ اسکی نسبت قیدی اوسکے حق میں مفید ہے اور چاندی سونے کے
برتن بنوانے اسلیے برے ہیں کہ برتن صرف چیزوں کی حفاظت کے لیے ہوتے ہیں اور سیال
چیزیں [illegible] مستقل [illegible] لکڑی اور لوہا [illegible] کا کام [illegible]
اور چاندی سونے کے قائم مقام ہو سکتے ہیں مگر جس مقصود کے لیے چاندی سونا بنا ہے [illegible]

ترجمہ: اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں سونا اور روپا اور خرچ نہیں کرتے اوسکو اللہ کی راہ میں سو اونکو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی ۱۲

لوہا اور جست وغیرہ کافی نہین اور جسکو یہ حکمت یون نہین معلوم ہوتی اوسکو زبان نبوت رسالت مآب سے سنو ارشاد ہوا ہے من شرب فی انیة من ذهب وفضة فکانما یجرجر فی بطنه نار جہنم ۔ اسیطرح جو شخص کہ روپیہ اشرفی مین معاملہ سود بیاج کا کرے وہ بھی کافر نعمت اور ظالم ہے اسواسطے کہ یہ دونون چیزین وسیلہ دوسری چیزون کا بنی ہین اپنی ذات خاص سے فائدہ کے لیئے نہین بنی تو جو کوئی انھین مین خود انھین مین تجارت کریگا تو انکو خلاف وضع حکمت مقصود بنادیگا کیونکہ نقد کو ایسی چیز کیواسطے لینا جسکے واسطے وہ بنی نہ ہو ظلم ہے اور جس شخص کے پاس کپڑا ہے اور نقد نہین تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اوسکی عوض غذا اور سواری نہین لے سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ غذا اور سواری کپڑے کی عوض نہ بکتی ہو تو خواہ مخواہ وہ کپڑے کو نقد کی عوض بیچیگا تاکہ نقد کے باعث اپنے مقصود پر پہونچ سکے اسلیئے کہ نقد حصول اغراض کا ذریعہ ہوتا ہے اوسکی ذات سے کچھ غرض نہین ہوتی اوسکا حال آلہ مین ایسا ہے جیسا حروف کلام مین جسکی تعریف نحو والے کہتے ہین کہ حرف وہ ہے جو اپنے معنے کے لیئے آوے جو غیر مین ہون یا نقد کو اموال مین مثل آئینے کے رنگون کے لیئے سمجھنا چاہیئے ۔ لیکن جسکے پاس نقد ہے اور اوسکو اوسکا بیچ ڈالنا دوسرے نقد کی عوض درست ہوا اور اپنا کاروبار اسی پر منحصر کرے تو نقد اوسکی قید مین رہیگا اور گویا ایسے کے برابر ہو جاویگا اور حاکم کا قید کرنا یا قاصد کا محبوس کرنا ظلم ہے اور نقد کو بیچنا نقد کے بیچنے کے یہی معنی ہین کہ اوسکے بیچ کرنے کو اپنا مقصود ٹھیرا لے اور یہ صاف نا انصافی ہے ۔ اب اگر یہ کہو کہ پھر اشرفی بیچنا اور روپیہ اشرفی کے بدلے لینا اور روپیہ کی عوض بیچنا اور لینا کیون درست ہوئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک اون مین سے جدا جدا مطلب نکلتا ہے ایک کا کام دوسرے سے نہین نکلتا مثلاً اشرفی کہ اگر وہ توڑی جاوے تو بہت سے اغراض کا وسیلہ ہو سکتے ہین اور تھوڑا تھوڑا کرکے سب حاجات اوس سے ہو سکتی ہین ورنہ ایک ہی حاجت مین اشرفی ترک جاویگی غرض جو کام اشرفی سے نکلتا ہو وہ روپیہ سے نہین اور جو روپیہ سے مقصود ہے وہ اشرفی سے نہین ہوتا اگر اسکے مبادلے سے منع کیا جاوے تو مقصود خاص مین خلل ہوگا یعنی آسانی ذریعہ دوسری چیز کے حاصل ہونے کا نرہیگا اور ایک روپیہ کی بیع اوسکے جیسے روپیہ سے اسلیئے درست ہے کہ اسمین کسی عاقل کو رغبت نہین ہوتی نہ کوئی تاجر اسمین مشغول ہو اسلیئے کہ یہ حرکت لغو ہے اور ایسی ہے جیسے کوئی روپیہ زمین پر رکھکر پھیر اوٹھا لے اب ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اپنی اوقات اسمین ضائع نہ کریگا

۱ جو شخص چاندی کے برتنون مین پیتا ہے گویا وہ اپنے پیٹ مین جہنم کی آگ غٹ غٹ اتارتا ہے بخاری و مسلم بروایت ام سلمہ ۱۲

کہ روپیہ پیسہ میں چھپ کر چھوٹوں کا نون اوٹھا لیا کرے پس جس شے کیطرف نفسوں کو اشتیاق
نہیں اوس سے ہم منع بھی نہیں کرتے مگر اوس صورت میں کہ ایک کھرا ہو اور ایک کھوٹا
کہ یہ بات بھی چلتی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ کھوٹے روپیہ والا اپنے اچھے روپے کو دے کر برا لیکر
کیوں راضی ہوگا اور اون میں معاملہ بننے کی کیا صورت ہے اور اگر وہ کچھ بتا مانگیگا تو یہ مقصود
چیز ہے اسمیں بیشک ہم منع کرینگے اور کہینگے کہ روپیہ پیسہ میں کھرا کھوٹا برابر ہو کیونکہ کھرا اور کھوٹا اوس شے میں دیکھنا چاہئے
جو بذات خود مقصود ہوتی ہیں اور جنمیں ذات سے کچھ غرض ہو اور جن میں ایسی باریک باتوں
کا لحاظ کرنا چاہئے اس بنا پر اوس شخص کا بھی جسنے روپیوں کو [illegible] بنایا کہ اسکو [illegible]
یہاں تک کہ وہ بذات خود مقصود ہوگئے وبال [illegible] کیا ہے کہ مقصود خود نہیں ہے اور
روپیہ کی بیع روپیہ کی تعجیل ہے اسواسطے یہ حرام ہے کہ اوس پر ہی شخص [illegible] کر سکیگا جسکو
کچھ [illegible] احسان کرنے میں [illegible] قرض دینے کی صورت میں اس [illegible] کی [illegible]
نہیں [illegible] اور قرض کی فضیلت بھی زیادہ ہے تو ایسی ہی بات [illegible] مقصود [illegible]
[illegible] نکلے اور ثواب بھی ہو اور بیع کی صورت میں [illegible] اس واسطے وہ [illegible] ظالم ہے
کیونکہ [illegible] خاص کا [illegible] تعالی اسلیے [illegible]
کہ [illegible] خزانہ میں اور روانہ ہوسکیں تو اونکو اونکی جہت مقصود سے پھیرنا [illegible] اگر
اونمیں باب تجارت مفتوح کیا جاوے تو اونکا ہاتھوں میں قید کر دینا لازم آویگا اور کھانا جو
اوس مقصود ہے وہ [illegible] ہو جاویگا اور چونکہ غلے کھانے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور
غذا کی طرف حاجت سخت ہے اسلیے ضرور ہوا کہ جسکو غلے کی احتیاج نہو اوسکے قبضہ سے غلہ
نکال لیا جاوے اور غلے کا کاروبار وہی کرے جسکو اوسکی حاجت ہو اسواسطے کہ جسکے پاس
غلہ ہے وہ اوسکو کھا کیوں نہیں لیتا اگر حاجتمند ہے اور سرمایہ تجارت کیوں کرتا ہے اور اگر
اوسے سرمایہ تجارت کرتا ہے تو جو شخص سوائے غلے کے کسی اور چیز کے بدلے میں جسکی
ضرورت اوسکو ہو بیچ ڈالنا چاہیے لیکن جو شخص غلہ کا طالب ہے ہی غلے کے عوض میں
تو وہ غلے کا محتاج نہیں بلکہ صرف رکھنا غلہ کا چاہتا ہے اسواسطے شرع میں جنکو بیچنے
غلے کی بیع کرنے والے پر لعنت وارد ہے [illegible]
جسکو [illegible]
کیونکہ [illegible]

اوسی کے پیمانہ کی عوض بیچے تو وہ شخص معذور نہیں بلکہ حرکت لغو کرنیوالا ہے اسلیے اسکی منع کی ضرورت نہیں کہ نفس ایسی باتوں کو خود گوارا نہیں کرتا جبتک کہ اچھے برے میں فرق نہو اور اگر اچھے اور برے کا اشتباہ ہوگا تو اچھے والا دستبرداری نہ کریگا لیکن اتنی بات ہو سکتا لیکن اچھے کا ایک پیمانہ دیکر برے کے دو پیمانے لیگا تو مقصود یا لذات ہو سکتے ہیں لیکن انچاکر غذا ضروری چیز ہے اور اصل فائدے میں اچھا برا غلہ برابر ہے صرف لذت کی راہ سے عمدہ ہے اسلیے شارع نے غرض لذت کو ادنی چیزوں سے جو باعث قوام انسان ہے اڑا دیا اور حکمت شرعی سود کے حرام ہونے کی یہ اور یہ حکمت ہمکو فن فقہ سے اعراض کرنے کے بعد سوجھی تو اسکو بھی فقہیات میں شامل کیے دیتے ہیں کیونکہ جتنی باتیں ہمنے خلافیات میں لکھی اون سب میں یہ قوی تر ہے اور اسی سے مذہب امام شافعی رحمہ کا تمام ابواب سود کے ابواب میں پایا جاتا ہے کہ اونکے نزدیک تخصیص مطعومات کی کیجاتی ہے یہ نہیں کہ جو چیز کیلی ہو اوسی میں بیاج ہو ورنہ اگر چونہ مثلاً ربا کی چیزوں میں داخل ہوتا تو کپڑے اور جانور بدرجہ اولی داخل ہوتے اور اگر حدیث شریف میں نمک کا ذکر نہوتا تو مذہب امام مالک کا سب اقوال میں درست ہوتا کہ اونہوں نے ربا کی تخصیص قوت کی لگائی ہے لیکن ان چیزوں کی شرح روا ہے جو قوت میں اونکا کسی طرح ایک دوسرے سے تبادلہ باعث ضرر ہے اور اس صورت سے بھی حد مقرر کرنی ممکن ہے اور یہ ملام سے بھی تو شرع نے جنس مطعومات کی ایسی اشیا جنکے لیے ایک ضروری ہے مناسب سمجھی اور شرع کا حد مقرر کرنا بھی اچھے اشارات کی تحیط ہوتا ہے جو اون اصل معنی جو باعث حکم ہوتے ہیں قوی ہوں لیکن حد مقرر نہ کیا جائے تو اسمین ظلم و زیادتی کیجاتی ہے ورنہ درست حد مقرر ہونے کے خلاف کو اصل معنی کے اثبات میں بڑی دشواری پڑتی کہ ایک ہی حکم احوال و اشخاص کے مختلف ہونے سے متعدد ہو جاتا ہے گو کیسا ہی قوی ہو اسلیے حد مقرر کرنی ضروری ہے اسی جہت سے خدا تعالی فرماتا ہے وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ اور یہی وجہ ہے کہ اصل حکم میں تو اختلاف شریعتوں کا ہوتا نہیں بلکہ اختلاف حد مقرر کرنے کی صورتوں میں ہوتا ہے مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت میں شراب کی حرمت کی ابتدا یہ ہے کہ جسقدر سے نشہ نہ ہو وہ حرمت میں داخل نہیں اور ہماری شریعت نے اوسکی حرمت کی وجہ جنس مسکر ٹھہرائی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ تھوڑی سی بہت کی رغبت ہوتی ہے پس قطع مادہ فساد کے لیے تھوڑی بھی حرمت میں داخل ہوگی

ہیں داخل ہے یعنی جنس نشہ آور ہے جسطرح کہ اصل ہر مست علت اوسکی یہی ہے کہ باعث نشہ ہے
حکمت خفیہ کی جو نقدین میں ہے ایک مثال ہے اسی سے شکر نعمت اور ناشکری کو سمجھ لینا چاہیے
یعنی جو چیز کسی حکمت کے لیے بنی ہے اوسکو اوس حکمت سے پھیرنا ہے اور یہ بات بھی
جانے گا جو حکمت کو جانیگا جسکی شان میں یہ آیت ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ
خَيْرًا كَثِيرًا اور جن دلوں میں کہ شہوات کے گوہ میلے لگے اور شیطان کے کھیلنے کی جگہ ہیں
وہ ان حکمتوں کے معلوم ہونے کے لیے ہرگز نہیں ہیں اِلَّا اُولُو الْاَلْبَاب
ہوتے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اگر نہ آدمی کے دلوں پر شیاطین گھومتے ہوتے
تو وہ آسمان کے ملکوت یعنی اسرار غیب دیکھ لیتے اور جیسے مثال علم سے تو آدمی کی
حرکت اور سکون اور کلام و سکوت اور ہر فعل میں اوسکو خیال رکھنا چاہیے کہ وہ فعل شکر ہے
یا ناشکری ان دونوں سے سوا کوئی تیسری چیز ہوگی اور ناشکری جن میں اعمال ہیں
عوام کی فہمائش کے لیے ہے کہ وہ اوسی کو حرام کہتی ہے حالانکہ اوس
مثلاً اگر کوئی شخص بائیں ہاتھ سے استنجا کرے تو دونوں ہاتھوں کی نعمت کا ناشکر ہوا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ
نے انسان کے دو ہاتھ پیدا کیے اور ایک دوسرے سے زیادہ قوی ہے کو ترجیح دینا
قوی ہے وہ زیادہ شرف پاتا اور شرف کا مستحق ہوا اور کمتر کو فضیلت دینا عدل ہے
اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ واقع ہے پھر جب دو ہاتھ دیے تو انسان کو ایسے اعمال کا
محتاج کیا جنمیں سے بعض شریف ہیں مثلاً کلام مجید کا لینا اور بعض کمتر ہیں مثلاً نجاست کا دور
کرنا پس اگر آدمی قرآن مجید بائیں ہاتھ سے لے اور نجاست داہنے ہاتھ سے دھووے تو جو
شریف چیز تھی اوس سے خسیس کام لیا اور جس بات کا وہ مستحق تھا اوس سے اوسکو کم کیا
اور اسے شریف پر ظلم اور عدل سے عدول پایا جاتا ہے اسیطرح اگر کوئی قبلہ کی طرف پیٹھ کے
یا پاخانہ پھرتے وقت اوسکی طرف کو منہ کرے تو جو نعمت کہ اللہ تعالیٰ نے اطراف اور وسعت
عالم میں پیدا کی ہے اوسکا ناشکر ہوگا اسلیے کہ اوسنے سمتیں جو بنائیں تو اسلیے کہ آدمی اپنی حرکات
میں تنگ نہو جدھر چاہے حرکت کرے اور جہات کو اوسی طرح تقسیم کیا کہ بعض طرف میں ترجیح شرف
نہیں رکھا اور بعض میں یہ شرف رکھا کہ اوس طرف ایک مکان بنایا جسکی نسبت اپنی طرف
فرمایا تاکہ آدمی کا دل اوس طرف مائل ہو اور جب اپنے پروردگار کی عبادت کرے تو قبلہ اوسیکا
متعین ہے اور ثابت کے سبب تمام حالتوں حرکات و سکون کے ساتھ اوسیطرف منسوب ہے اسطرح

اور حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا

افعال کو بھی تقسیم فرمایا کہ بعض افعال خیر محض ہیں جیسے عبادات اور بعض کفر ہیں جیسے قضائے حاجت
اور تھوکنا پس جب آپ [illegible] تھوکیگا تو قبلہ [illegible] اور خدای تعالیٰ نے جو نعمت [illegible]
عبادت کے لیے [illegible] انسانی ہے اوسکا [illegible] سب [illegible] تو شرع
بائیں ہاتھ سے کرے [illegible] دونوں ہاتھوں سے [illegible] ہاتھوں کو [illegible]
کچھ [illegible] اور [illegible] خدا کی [illegible] اگر [illegible]
وہ موافق عدل و حکمت کے ہو گا اور [illegible] خلاف [illegible] ہاتھوں کی
ہوگی یا ناقص [illegible] اگر [illegible]
کہ کوئی عارف [illegible] کیا [illegible]
اور [illegible] تو فرمایا کہ ایک بار [illegible] جو پائخانہ میں [illegible] سے شروع کیا [illegible]
میں چاہتا ہوں کہ اوسکا تدارک خیرات سے کروں [illegible] ہیں کہ وہ [illegible]
کبھی [illegible] اسواسطے کہ اوس [illegible] صلاح عوام کی ہے [illegible] درجہ پایا ہو ان [illegible]
اور عوام ایسے گناہوں میں مبتلا ہیں کہ اوسکے سامنے ان ادنیٰ باتوں کی کچھ حقیقت نہیں [illegible]
مثلاً جو شخص بائیں ہاتھ میں پیالہ لیکر شراب پیے اوسکو یہ [illegible] کہ اوسنے دو [illegible]
تجاوز کیا اول تو شراب پی دوسرے پیالہ بائیں ہاتھ میں لیا یا کسی شخص نے اذان جمعہ کے وقت
ایک آزاد کی بیع کی تو اوسکو یہ کہنا اچھا نہیں [illegible] خلاف شرع دو [illegible] کی اول آزاد کی بیع دوسرے
اذان کے وقت فروخت کرنا یا جس شخص نے مسجد کی محراب میں قبلہ کی طرف پشت دیکر پاخانہ پھرا
تو اوسکو یہ کہنا نہیں ہے کہ اسنے پاخانہ پھرنے میں ادب کا لحاظ نہ کیا قبلہ کو دہنی طرف کیوں نہ لیا
غرض کہ گناہ سب اندھیرے ہیں بعضے زیادہ ہیں بعضے کم بڑے کے اندھیرے میں چھوٹا اندھیرا
چھپ جاتا ہے مثلاً اگر کوئی غلام اپنے آقا کی چھری بدون اجازت استعمال کرے تو آقا اوسکو
توبیخ کریگا لیکن اگر غلام نے اوسی چھری سے اوسکے نہایت پیارے لڑکے کو ذبح کرڈالا تو
اس صورت میں آقا کو چھری کے بدون اذن لینے کا کچھ بھی خیال نہوگا نہ اوسکی عوض کوئی
حکم جداگانہ اور عذاب فرمائیگا بلکہ اوسی بڑے گناہ قتل کی پاداش اوسکو پہونچاویگا۔
حاصل یہ کہ جو آداب و مستحبات کہ اولیا اور انبیا نے اونکی مراعات کی ہے اور ہم نے فقہ میں
عوام کے حق میں اونسے درگذر کی ہے تو اوسکی وجہ یہی ہے جو اوپر ذکر ہوئی ورنہ حقیقت
مکروہات میں کونسا ایسا ہے جس میں عدل سے عدول اور ناشکری نعمت کی اور نقصان درجہ

قرب الٰہی کا نہیں ہے۔ اتنی بات ہے کہ بعض باتیں تو صرف نقصان درجہ اور انحطاط منزلت کی
کرتی ہیں اور بعضے بالکل حدود قرب سے نکال کر عالم بعد میں جو مسکن و ماوای شیاطین ہے پہنچا دیتی ہیں
اسیطرح اگر کوئی شخص کسی درخت کی شاخ بدون حاجت کامل اور غرض صحیح کے توڑ ڈالے تو وہ
ہاتھ کی نعمت اور پیدائش اشجار کی نعمت کا ناشکر ہوگا ہاتھ کا تو اسوجہ سے کہ ہاتھ انہی کے لیے
نہیں بنایا بلکہ طاعت کے لیے اور ایسے افعال کے لیے جو طاعت پر مددگار ہوں بنایا ہے اور
درخت کا اسطرح کہ خدای تعالی نے اوسکو پیدا کیا اور اوسکی رگیں بنائیں اور اوسکو پانی پہنچایا
اور اوس میں قوت غذا لینے اور بڑھنے کی پیدا کی تاکہ جتنا نشو و نما اوسکو چاہیے انتہا تک
اوسے پہنچا اور اوس سے لوگ نفع پاویں پس نشو و نما کامل ہونے سے پہلے توڑ ڈالنا اور
لوگوں کا اوس سے نفع نہ ہونا صحیح خلاف مقصود حکمت ہے اور عدل سے بعید ہے ہاں البتہ اگر کوئی
غرض صحیح ہو تو البتہ شاخ کا توڑنا جائز ہے اسلیے کہ درخت اور حیوان آدمی کی اغراض کے
فدا ہیں کیونکہ وہ دونوں فانی اور ہلاک ہونے والے ہیں پس کسی کا فنا کرنا کہ دوسرا اشرف باقی رہے
عدل کے قریب ہے اور اس سے بہتر ہے کہ دونوں فنا ہو جاویں
اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ
ہاں اگر باوجود حاجت کے غیر کی ملک سے توڑیگا تب بھی ظالم ہوگا اسواسطے کہ اگر ایک
درخت تو سب بندوں کی حاجات کو کافی نہیں ہو سکتا بلکہ ایک درخت سے ایک ہی شخص کی
حاجت پوری ہوگی اور اگر بے کسی ترجیح کے کسی شخص کی خصوصیت کسی خاص درخت پر کیجاوے
تو ظلم ہوگا پس صاحب اختصاص وہ ہے جسنے تخم پیدا کرکے زمین میں بویا اور پانی دیا اور اوسکی
پرورش کی تو غیر کی نسبت شخص ان افعال کے بجا لانے سے زیادہ مستحق اوس درخت سے
فائدہ لینے کا ہے پھر اگر وہ درخت زمین مجہول میں جما ہوا اور کسی کے بونے سے نہوا ہو بلکہ
خودرو ہو گیا ہو تو اب کسی اور خصوصیت کی حاجت ہے یعنی جسنے اوسکو اول لیا ہو وہ اوسکا
مستحق ہے کہ اول ہونا بھی خصوصیت ایک طرح کی ہے تو قرین عدل یہی ہے کہ وہی اوسکا
مستحق ہو اور اس ترجیح کو فقہا ملک سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ ملک کہنا صرف مجازی ہے اسلیے
کہ شایان ملک وہ شاہنشاہ ہے جو مالک آسمان و زمین کا ہے بندہ کسطرح مالک ہو سکتا ہے
وہ اپنے نفس کا تو مالک ہی نہیں بلکہ خود ملک غیر ہے۔ ہاں خلق اللہ کے بندے ہیں اور زمین اوسکا دستر خوان ہے
ع ادیم زمین سفرہ عام اوست + اوسنے اونکو اجازت دی ہے کہ اس دستر خوان سے

یعنی اور کام میں لگا دیا تمہارے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں سب اپنی طرف سے ۱۲

بقدر حاجت کہانا جیسے کوئی بادشاہ اپنے غلاموں کی دعوت کرے پس اگر ایک شخص لقمہ
اپنے ہاتھ میں لے اور انگلیوں میں چبا لے اتنے میں آ گیا اور غلام آ پہنچے اور اسکا چھینا چاہے
تو نہ ہو سکیگا نہ اسلیے کہ لقمہ کے سبب لقمہ غلام اول کی ملک ہو گیا ہے کیونکہ قبضہ اور قصد
دونوں ہو گئے ہیں بلکہ اسوجہ سے کہ ایک لقمہ بھی سب غلاموں کی حاجت کو کافی نہیں تو
عدل اسکا مقتضی ہو کہ جب کوئی ترجیح اور خصوصیت پیدا ہو جاوے تو وہ لقمہ اوسکے لیے
خاص ہوا اور قابض ہونا ایسی خصوصیت ہے کہ اول غلام سے تعلق ہو گئی اسلیے جس غلام میں
یہ خصوصیت نہو گی اوس لقمہ سے منع کیا جاویگا اور پہلے شخص کی مزاحمت کرنے پاویگا
اسیطور پر خدا کا امر بندوں میں سمجھنا چاہیے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جو شخص مال دنیا
زائد از حاجت اپنے گھر کا گھرے اور جن اللہ کے بندوں کو اوسکی حاجت ہو اونکو نہ دیوے تو وہ
شخص ظالم ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جنکی شان میں یہ آیت ہے قال تعالی الذین یکنزون
الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم
اور اللہ کا راستہ اوسکی طاعت ہے اور خدا کی طاعت میں خلق کا توشہ مال دنیا ہی ہے
کیونکہ اونکے سبب اونکی ضرورات مندفع اور حاجات مرتفع ہوتی ہیں ہاں یہ بات علم فقہ کی
حد میں داخل نہیں اسواسطے حاجات کی مقادیر پوشیدہ ہیں اور بیان آئندہ میں انکا اس پر
مطلع ہونے میں نفوس مختلف ہیں اور عمروں کی انتہا معلوم نہیں اس لحاظ سے عوام کو اس
امر کی تکلیف دینی ایسی ہے جیسے لڑکوں سے کہیں کہ وقار کے ساتھ رہو اور سوائے کلام
ضروری کے اور کچھ مت بولو حالانکہ وہ اپنے نقصان عقل کے باعث اس حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے
اسلیے ہمنے اونکو کھیل کود کا اعتراض بھی چھوڑ دیا اور لڑکوں کے لیے جو ہمنے کھیل کود کو
مباح کیا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ کھیل کود جائز اور حق ہے اسیطرح عوام کو مال کی حفاظت اور خرچ میں
میانہ روی اور دینے میں بقدر زکوٰۃ جو مباح کیا ہے یا اس لحاظ کہ اونکی سرشت میں بخل ہے تو
اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ امر نہایت حق ہے اس بخل سرشتی پر خدا تعالی بھی اشارہ
فرماتا ہے ان یسئلکموہا فیحفکم تبخلوا ۲۱ بالجملہ یہ بات ہے کہ دور حق ہوا اور اوسمیں
نام کو ظلم نہیں عدل ہی عدل ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے بندوں میں مال خرچ میں
اوسیقدر رکھے جسقدر کہ توشہ سوار کا ہو یعنی ہر ایک بندہ خدا اپنے بدن کی سواری کا سوار
تاکہ حضور میں بادشاہ حقیقی کے پہونچے پس جو شخص حاجت سے سوا مال لے لے اور دوسر

اور ہو گیا کاروبار کسی کا ہونا اور ہوا اور رنج نہیں کرسکتے اور راہ میں سوا ... [illegible]

سوا محتاج کے دیے وہ ظالم ہوگا اور عدل کا تارک اور مقصود حکمت سے علیحدہ اور اللہ کی نعمت کا
ناشکرا اور یہ امر قرآن اور حدیث اور عقل کی رو سے ثابت ہے کہ توشہ کے سوا جسقدر آدمی کے پاس
ہوگا وہ دنیا و آخرت میں اوسپر وبال ہوگا۔ پس جو شخص تمام اقسام موجودات میں خدا تعالی کی
حکمتونکو سمجھتا ہے وہ وظیفۂ شکر کے ادا پر قدرت رکھتا ہے اور اسکا پورا بیان اگر کیا جاوے تو
بہت سے دفتر چاہئیں اور پھر بھی تھوڑا ہی بیان ہوگا یہاں اسقدر ہم نے اسواسطے لکھدیا تاکہ
وجہ صادق ہونے اس آیت کی معلوم ہوجاوے وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ اور
سبب ابلیس کی خوشی کا اس اپنے قول سے معلوم ہو وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ تو جو شخص
ان سببوں مذکورہ بالا کو سمجھ لیگا اوسکو معنی اس آیت کے معلوم ہونگے اور ان سب کے سوا
یہاں اور بھی امور ہیں کہ اونکی انتہا کا تو کیا ذکر ہے مبادی ہی بیان کرنے کے لیے عمر نوح چاہیے
اور تفسیر آیتوں کی اور معنی الفاظ کی تو ہر ایک شخص جو لغت سے واقف ہے جانتا ہے اور اس تقریر سے
ظاہر ہوتا ہے کہ معنی الفاظ اور تفسیر میں کیا فرق ہے ایسا کہ یہ کہ مجمل قدر اسی تقریر کا یہ ہوا
کہ خدا تعالی نے ہر شیء میں ایک حکمت رکھی ہے اور اوسکا تمام ہونا کسی کا باعث بندوں کے
بعض افعال کو بنایا کہ غایت ہو اوسکے تمام ہونے اور بعض افعال کو مانع [illegible] کا
بنایا تو جو فعل مقتضا حکمت کے موافق ہوگا اوس حکمت اپنی مراد و حکمت تعالی کی طرف کو موضع چاہیے
وہ تو شکر ہے اور جو فعل کہ خلاف ہو اور اسباب کو حکمت تعالی تک پہونچنے سے روکے وہ ناشکری ہے
یہ تو سمجھ میں آیا مگر اعتراض اسکا باقی رہا ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا فعل جو وہ شکر لاتا ہے ایک حکمت کا
پورا کرنے والا اور دوسرا اوسکا مخالف ہے یہ بھی خدا تعالی کا فعل ہے تو بندہ بیچ میں کہاں آگیا جو
کبھی شاکر کہلاتا ہے اور کبھی کافر اسکا جواب بتانا چاہیے اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اسکی
تحقیق پوری کمال کے لیے ایک [illegible] علاوہ مکاشفہ کی چاہیے اور ہم کچھ رموز و
اشارات سے بطور اوسکے مبادی لکھ چکے ہیں ایسا ہی ایک عبارت مختصر میں اوسکا سا حال
اور غایت لکھے دیتے ہیں جو شخص کہ پرندوں کی گفتگو سمجھتا ہے وہ اسکو بھی سمجھیگا اور جو تیز
نہیں چل سکتا وہ اسکا منکر ہوگا اور یہ ممکن ہی نہیں کہ ملکوت کی جو میں پرندوں کیطرح اوڑا کیے
پس ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالی کے جلال و کبریا میں ایک صفت ہے جس سے خلق اور اختراع
ہوسکتا ہے اور یہ صفت ایسی نہیں کہ واضع لغت کی آنکھ اوسکو دیکھ سکے اور کسی الہام الفاظ سے
اوسکو بیان کرنے جس سے کنہ اور حقیقت خاص اوسکے جلال کی سمجھی جاسکے اور چونکہ اوصفت کی

شان عالی ہے اور واضعین لغت کا رتبہ اس سے کمتر ہے کہ اونکی آنکھ اوسکے مبادی اشراق پر پہنچ سکے اسلیے عالم میں اوسکے لیے کوئی لفظ مشہور نہیں جس سے وہ بیان ہو سکے بلکہ واضعین لغت کی آنکھ اوس سے نیچے پڑ گئی جیسے شپرہ کی آنکھ سورج کے نور سے پست ہو جاتی ہے کچھ اس سبب سے نہیں کہ کوئی قصور نور میں ہوتا ہے بلکہ اس جہت سے کہ خود شپرون کی بینائی میں ضعف ہوتا ہے تو جن لوگون نے کہ اوس صفت کے جلال کے دیکھنے کے لیے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ اس بات کے مضطر ہوے کہ ہر چند لفظ حقیقی اسکے واسطے نا معلوم کہ جو زبان کا اہل لغت میں ہر وجہ سے اوسمیں سے کوئی لفظ مجازاً ادا اور استعارہ ہی ایسا مقرر کرنا چاہیے جس سے کچھ دستیاب ہو مبادی حال اوس حقیقت کے مبادی کا سمجھ میں آوے اسلیے اوسکے واسطے لفظ قدرت استعارہ کرنے کے باعث ہمکو بھی جرأت گفتگو ہوئی اور یہ کہنے لگے کہ خدا تعالی کی ایک صفت خاص ہے جس سے کہ پیدا کرنا اور اختراع صادر ہوتا ہے پھر خلقت وجود میں آکر بہت سے اقسام اور صفات خاص میں منقسم ہوتی ہے اور جس صفت سے کہ خلقت میں یہ انقسام اور اختصاص ہوتا ہے وہ دوسری صفت خدا تعالی کی ہے اور اسکا حال بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلی صفت کا گذرا اسکے لیے بھی حسب ضرورت مذکورہ بالا استعارہ کی حاجت ہوئی اور اوسکے لیے لفظ مشیت مقرر کیا اس لفظ میں اوس صفت الہی کا حال اون لوگون کو جو زبان یعنی حروف و اصوات سے گفتگو کرتے ہیں جملاً مفہوم ہوتا ہے اور لفظ مشیت اوس صفت کی اصل حقیقت سے ایسا ہی قاصر ہے جیسا کہ لفظ قدرت صفت خلق و اختراع کی کنہ ماہیت سے قاصر تھا۔ پھر جو افعال کہ قدرت سے صادر ہوتے ہیں وہ بھی دو قسمون میں منقسم ہوتے ہیں ایک وہ کہ منتہی تک جو غایت حکمت ہے اوس تک پہونچ جاوین اور ایک وہ کہ غایت کے اسطرف رہ جاوین اور انمیں سے ہر ایک کو صفت مشیت کے ساتھ علاقہ ہے کیونکہ انجام تو انکا یہی ہے کہ اختصاصون کے باعث قسمت اور اختلافات کامل ہو جاوین پس جو فعل کہ غایت کو پہونچنے والا ہے اوسکے علاقے کے لیے لفظ محبت کو استعارہ کیا اور جو غایت کے اسطرف توقف کرنے والا ہے اوسکی نسبت کیواسطے لفظ کراہت ٹھہرا لیا اور بعضون کا یہ قول ہے کہ یہ دونون وصف مشیت میں داخل ہیں مگر نسبت کی رو سے ہر ایک میں وہ خاصیت ہے جو مجملاً لفظ محبت اور کراہت سے ارباب لغت و الفاظ کی سمجھ میں آتی ہے پھر بندگان خدا جو اوسکی خلق و اختراع میں سے ہیں اونکی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ مشیت ازلی اونکے حق میں اسطور ہوئی ہے کہ وہ کام کرین جسسے حکمت اپنی غایت پر پہونچے اور

یہ امر اونکے حق مین ٹھہرایا ہوتا ہے کہ دواعی اور باعث ویسے ہی اونپر مسلط کر دیے جاتے ہین
اور ایک شخص وہ کہ مشیت ازلی اونکے باب مین یون ہوئی ہے کہ اونسے ایسے کام سرزد ہون جو حکمت کے باعث
امور مین غایت تک پہونچا دین غرض دونون فریقون کو مشیت کیطرف ایک نسبت خاص ہے
جو نسبت کہ فریق ثانی کو ہے اوسکا نام رضا ٹھہرالیا ہے اور پہلے فریق کی نسبت کے لیے
لفظ غضب استعارہ کیا ہے تو جس شخص پر کہ ازل مین غضب ہوا تھا اوس سے وہ فعل ظاہر ہوا
کہ اوسکے باعث حکمت مفقود ہوئی اور اپنی غایت کو نہ پہونچی اور اوسکو کفران کہنے لگے اور اوسکے ساتھ
لعن اور مذمت اضافہ کی گئی اور جس شخص پر کہ ازل مین رضا تھی اوس سے وہ فعل سرزد ہوا کہ اوس سے
حکمت اپنے کمال غایت کو پہونچ گئی اوسکو شکر کہنے لگے اور زیادتی رضا کیلیے اوسپر خلعت
مدح و ثنا کا عنایت ہوا۔ حاصل یہ ہوا کہ جمال ہی خداے تعالی نے دیا اور اوسپر ثنا کی اور منع بھی
اوسی نے دی اور اوسکو برا کہا اسکی مثال یہ ہوئی کہ کوئی بادشاہ اپنے غلام کے بال اور کپڑے
صاف کرے اور خلعت فاخرہ اوسکو پہنا دے اور فرماوے اور جب سب طرح کی زینت کر چکے
تو اوس سے ارشاد کرے کہ او خوبصورت تو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے اور تیری صورت کیسی
صاف ہے تو حقیقت وہ آپ ہی زیبایش دینے والا ہے اور آپ ہی تعریف کرنے والا اور اگر
واقع مین غور کرو تو وہ اپنی ہی تعریف کرتا ہے غلام صرف سبب ظاہر مدح و ثنا ہے
اسیطرح ازل مین سب امور کا حال ہے اور اسباب و مسببات کا تسلسل یونہی چلا آیا ہے
جسطرح کہ رب الارباب و مسبب الاسباب نے مقرر کر دیا ہے اور یہ امور کچھ اتفاقی نہین بلکہ ارادہ
اور حکمت اور حکم محکم اور امر یقینی سے ظہور مین آئے ہین جسکے لیے استعارہ لفظ قضا کا کیا ہے
اور کہتے ہین کہ قضا کا حکم مثل پلک جھپکنے کے یا اوس سے بھی کمتر مین ہوتا ہے اور اوسکے
باعث سب کارخانہ اور انتظام جیسے تقدیر مین ہو چکا ہے ہوتا جاتا ہے اور اس تعیین قضا
کے لیے لفظ قدر ٹھہرالیا ہے پس گویا کہ قضا ایک امر واحد کلی کا نام ہے اور قدر اوس تفصیل
کے لیے ہوا ہی جو بے نہایت ہوتی چلی جاتی ہے اور بعض فرماتے ہین کہ ان امور مین سے
کوئی سی چیز خارج قضا و قدر سے نہین اسی بنا پر بعض عابدین کو یہ وسوسہ ہوا کہ قسمت مقتضی
اس تفصیل کی کیون ہوئی اور باوجود اسقدر تفاوت کے تفصیل عدل کیسے بنا رہا۔ اور بعض
اشخاص اپنے قصور کی جہت سے اس امر کی اصل ماہیت کے ملاحظہ کی تاب نہ رکھتے تھے
نہ اوسکو باتفصیل حیطہ خیال مین لا سکتے تھے تو جس کچھ مین کہنے کی اونکو طاقت تھی اوسکی

اونکو روک دیا گیا اور مہر خاموشی اونکے منہ پر لگ گئی اور حکم ہوا کہ چپ رہو تم اسواسطے نہیں پیدا ہوئے ہو
اوس دربار کی شان یہ ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُونَ اور بعضون کے دلون پر جو ایک
لمعہ انوار الٰہی سے پڑا اور پہلے سے اونکی سرشت صاف تھی پھر اس پر تو خورشید حقیقت سے
تجلی پائی تو اونکا نور دوبالا ہوگیا اور اس نور کبریائی سے اطراف عالم ملکوت کے اونکی نظر میں
چمکنے لگے اور سب چیزون کو اونھون نے ویسا ہی جانا جیسے وہ واقع میں ہیں اونکے لیے
حکم ہوا کہ خدای تعالی کے آداب سے متادب ہو اور چپ رہو اور جب کہ تقدیر کا ذکر ہو تو زبان بند
کرو کیونکہ دیوار کے بھی کان ہیں اور تمہارے پیچھے وہ لوگ ہیں جنکو ضعف بصر ہے تم ضعیفون
کی سی چال چلو اور آفتاب کے اوپر سے شپرچشمون کے لیے پردہ مت اٹھاؤ ورنہ وہ ہلاک ہو جاوینگے
پس اللہ تعالی کے سے اخلاق اختیار کرو اور اپنے منتہا کے اوج سے آسمان دنیا پر اترو تاکہ
تم سے ضعفاء انس کرین اور تمہارا نور جو پردے کی آڑ میں ہے اوسکی چمک سے بہرہ یاب ہون
جیسے شپرین بقیہ نور آفتاب اور ستارون کے نور سے شب میں مقتبس ہوتی ہیں اور جیسے زندگی کو
اونکے وجود اور احوال برداشت کر سکتے ہیں اوس سے زیست کرتے ہیں گو ویسی زیست اونکو
میسر نہیں جو بہرہ ور نور آفتاب میں آمد و رفت کرنے والون کی ہوتی ہے اور ایسے لوگون کے
مانند ہو جاؤ جنکی شان میں یہ شعر ہے شراب پاک پیتے ہیں تو گرا دیتے ہیں اوسمین سے + تھی کہ جام سے بچی ہوئی پیتے ہین کو
خاک کا بہرہ ہوا اور منتہا اس خلق و اختراع کی یون ہوتی ہے اور پردہ کے بعد ہوا اور اسکو وہی
سمجھیگا جو اوسکا اہل ہوگا اور جب کوئی اسکا اہل ہوگا تو آنکھ کھولکر خود دیکھ لیگا اوسکو حاجت
کسی لے چلنے والے کی نہیں اور اندھا شخص بھی دوسرے کے پیچھے جا سکتا ہے مگر اوسکی لیے
ایک حد معین ہے جب راستہ ایسا تنگ ہو کہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہو تو پرند اوسپر
اوڑ سکتا ہے مگر اندھے کو اپنے پیچھے نہیں کھینچ سکتا اور جب گذرگاہ کم ہوا اور پانی موج زن
ہو جاوے کہ بدون شناوری کے اوس سے گذرنا دشوار ہو تو ظاہر ہے کہ جو شخص فن شناوری
میں یکتا ہوگا وہ اپنے آپ پار ہو سکتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ ہمیشہ اندھے کو پار اوتار سکے
کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اندیشہ ہوگا کہ اوتارنے کی قدرت نہ رکھتا ہو یہ ایسی باتین ہین کہ جو کوئی
ان پر سیر کرتا ہے اوسکی سیر کو عامہ خلائق کی سیر کی طرف وہ نسبت ہے جو پانی پر چلنے کو
زمین پر چلنے سے ہے اور پیرنا تو آدمی سیکھ بھی سکتا ہے مگر پانی پر چلنا سیکھنے سے نہیں آتا بلکہ
بزور یقین حاصل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

وہ نہ پوچھا جاوے اوس سے جو کرے اور انسے پوچھا جاوے ۱۲

یہ قول بطور اثر ابن مسعود سے روایت ہے اس مضمون کو مفصل کیا ہے ۱۲

بیان

عرض کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مشہور کرتے ہیں کہ پانی پر چلتے تھے آپ نے فرمایا کہ
اگر یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ یہ رموز و اشارات ہیں محبت اور کراہت اور رضا اور
غضب اور شکر اور کفران کے معنوں میں علم معاملہ میں اس سے زیادہ لکھنا شایان نہیں۔ خداوند
کریم نے لوگوں کے سمجھانے کے لیے ایک مثال کے طور پر ارشاد فرمایا کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ
الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی لوگوں کا عبادت کرنا ہی اونکے حق میں غایت حکمت ہے پھر
بتلایا کہ [illegible] ہیں ایک ہے مقرب [illegible] ہیں اوسکا نام جبرائیل اور روح القدس اور
امین ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور مطاع اور امین و مکین ہے اور دوسرا
[illegible] جسکا نام ابلیس ہے وہ راندہ درگاہ ہے اور قیامت تک کی مہلت پا چکا ہے
[illegible] دیکھا کہ جبرئیل پر حوالہ کرتا ہے قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
[illegible] يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ اور یہ کہا کہ گمراہی کو ابلیس کی طرف منسوب فرما کر ارشاد
فرمایا ہے لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ اور یہ کہا کہ بندوں کو [illegible]
[illegible] تو دیکھو کہ اس [illegible] اور [illegible]
اور [illegible] کے معنی ہیں کہ بندوں کو غایت حکمت تک پہنچانا [illegible] مقام محبوب ہے
کہ اوسکی [illegible] کیا جاوے اوسکا محبوب تھا۔ اور عادۃً بھی اسکی مثال ہو سکتی ہے
[illegible] کہ کسی بادشاہ کو دو آدمیوں کی ضرورت ہے ایک پانی پلانے والا اور ایک پچھنے لگانے والا
اور [illegible] والا اور [illegible] پاس دو غلام ہیں تو وہ چاہے گا [illegible] پچھنے کا کام ایسے کو دیگا جو اون
دونوں میں برا اور کم قدر ہو گا اور پانی پلانے کا کام اوسکو دیگا جو اون میں اچھا اور کامل اور اوسکے
نزدیک محبوب تر ہو گا۔ اب کوئی یہ کہے کہ میں جو فعل کرتا ہوں وہ برا ہی ہے اور فعل [illegible]
تو میں [illegible] ہوں پھر خدا کا فعل کیسے ہو سکتا ہے اسلیے کسی فعل کو اپنی طرف منسوب کرنا خطا ہے
بلکہ خدا ہی تعالیٰ ہی آدمی کا ارادہ پھیر دیتا ہے کہ برے فعل کو مخصوص شخص سے کرنے لگتا ہے
اور اچھے فعل کو اچھے شخص سے یہ بھی تمام اوسکے عدل کا ہے اسلیے کہ اوسکا عدل کبھی تو ایسی باتوں
پورا ہوتا ہے جنمیں انسان کو کچھ دخل نہیں اور کبھی انسان ہی [illegible] کامل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بھی
منجملہ اوسکے افعال کے ہے یعنی اوسکا ارادہ اور قدرت اور علم و عمل اور تمام اسباب کہ [illegible]
سب اوسکے فعل ہیں جنکو اوسنے عدل کے ساتھ ایسی ترتیب پر رکھا ہے کہ اون سے افعال عدلیہ
سرزد ہوتے ہیں مگر چونکہ آدمی کو اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہیں سوجھتا اسلیے اوسکو یہی گمان ہوا

کہ جو کچھ بھی دنیا میں ظاہر ہوتا ہے اوسکا کوئی سبب عالم غیب اور ملکوت سے ضرور ہوتا ہے اور نادان
اوسکو اپنے نفس کی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ اوسکی مثال ایسی ہے جیسے لڑکا رات کو کٹھپتلیوں کا
ناچ دیکھتا ہے کہ وہ پردے کے پیچھے سے نکل کر ناچتی اور اچھلتی ہیں اور طرح طرح کی حرکات
کرتی ہیں حالانکہ وہ کپڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہیں اپنے آپ سے اونکو کچھ حرکت نہیں ہوتی بلکہ وہ دیکھنا
حرکت تاروں خواہ بالوں سے ہوتی ہے جو رات کی تاریکی میں نہیں سوجھتے اور اونکے سرے بازیگر
کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور وہ لڑکوں کی آنکھ سے چھپا ہوا پردے کے پیچھے رہتا ہے لڑکے
خوش ہوتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ پتلیاں خود ناچتی ہیں اور کھیلتی ہیں
مگر عقلمند جانتے ہیں کہ یہ خود متحرک نہیں انکو کوئی اور حرکت دیتا ہے لیکن اونکو مفصل معلوم نہیں
کہ کس طرح حرکت دیتا ہے اور اگر کسیکو تفصیل کچھ معلوم بھی ہوتی ہے تو جیسے بازیگر کو معلوم ہوتی ہے
ویسی نہیں جانتا - اسی طرح دنیا کے لوگوں کو قیاس کرنا چاہیے یعنی سوائے علماء کے سب لڑکے
ہیں جو ستاروں کو اور اشخاص کو دیکھتے ہیں تو گمان کرتے ہیں کہ یہی اشخاص حرکت کرتے ہیں
اور اونمیں حرکت کو منسوب ستاروں کی طرف کرتے ہیں اور علماء جانتے ہیں کہ انکو کوئی حرکت دینے والا ہے
خود متحرک نہیں یا کیفیت تفصیل کی نہیں جانتا اسیلئے اکثر علماء عارفین کی ہیں
اور علماء راسخ کو اس حرکت کی کیفیت پر اطلاع ہوتی ہے یعنی وہ لوگ ایسی
دیکھتے ہیں کہ تاریں کہاں سے نکلا اور کس طرح نہایت باریک تاریں لگی ہوئی ہیں
اور زمین والوں کے اشخاص میں انکے سرے لگے ہوئے ہیں اور باریکی کے سبب یہ تار ظاہر نظر
نہیں ہوتے پھر دیکھتے ہیں کہ اون تاروں کے سرے میخوں سے
لٹک رہے ہیں اور اون میخوں کے سرے اون فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں جو آسمانوں کو حرکت دیتے
ہیں اور یہ فرشتے حاملان عرش کی طرف متوجہ ہیں کہ حضرت ربوبیت سے کیا حکم ہوتا ہے
تاکہ حسب بارگاہ کا حکم ہو اوسکی نافرمانی نہ کرنے پائیں اور جیسا ارشاد ہو ویسا ہی لاتے ہیں اور انہیں
اشارات کو قرآن مجید میں بھی خدائے تعالی نے بیان فرمایا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ
اس سے اور کیفیت قضا و قدر بالا کی طرف اشارہ ہے اور آسمانوں کے فرشتوں کا قضا اور امر کے
منتظر رہنا بھی مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ
يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا
اور یہ وہ باتیں ہیں کہ اونکی تاویل سوائے خدا اور راسخین علماء کے اور کوئی نہیں جانتا حضرت

اپنے جو باس سے فرشتہ نے علم میں ان سے یہ مراد فرمائی ہے کہ ایسے علوم جانتا ہوں جنکی خلق کی فہم
پہونچ نہ سکے اور جب آپکے سامنے [illegible] پڑھا گیا تو فرمایا کہ جو کچھ اس
آیت سے کو [illegible] علوم میں اگر میں بیان کروں تو تم مجھکو رجم یعنی سنگسار کرو اور ایک روایت میں
ہے کہ تم [illegible] کا فر کہو [illegible] کہا ہو [illegible] کہا تا ختم + غرضکہ کلام فرشتہ انبیا سے نکلتی
ہے [illegible] علم اور [illegible] ہیں وہ بات نکلی جو ادمیوں میں شمار نہیں ہوتی اسلیے اس بیان کو
[illegible] بیان کیا ہے [illegible]
کہ [illegible] اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہوجاوے
تو [illegible] اللہ کا محبوب [illegible] زیادہ [illegible]
[illegible] اور اسکے [illegible] ہوا ایک کا [illegible]
[illegible] اسرافیل علیہ السلام ہیں اور فرشتوں [illegible]
[illegible] اور [illegible] اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام
[illegible] زیادہ [illegible]
انبیا علیہم السلام [illegible] اپنی ذات [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible]
[illegible] اپنی حکمت پوری کی اور انبیا علیہم السلام میں سے اعلیٰ رتبہ ہمارے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جنکی ذات پاک سے اللہ تعالیٰ نے دین کو پورا کیا اور انبیا کو ختم
فرمایا اور انبیا کے درجے کے متصل رتبہ علما کا ہے جو وارث انبیا ہیں وہ بھی بذات خود اہل صلاح
ہیں اور اونکے ذریعے سے بھی خداے تعالیٰ ساری خلق کی اصلاح کرتا ہے اور علماؤں میں
ہر ایک کا درجہ اوسقدر ہوگا جسقدر کہ اوسنے اپنے نفس اور غیر کی اصلاح کی ہوگی اور علما کے
متصل درجہ سلاطین عادل کا ہے اسلیے کہ جیسے علما نے لوگوں کے دین کی اصلاح کی
سلاطین نے لوگوں کے دنیا کی اصلاح کی ۔ اور چونکہ دین اور سلطنت دونوں ہمارے حضرت
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھیں اسلیے تمام انبیا سے آپ کا رتبہ زیادہ ہوا
کیونکہ خداوند کریم نے آپکے باعث دین و دنیا کی اصلاح کی حالانکہ تلوار اور سلطنت پہلے کسی نبی
کے لیے نہیں ہوئی تھی اور نبیوں کو تمنا آپکے امتی ہونے کی تھی جیسا مولانا روم حضرت موسی
علیہ السلام کی مناجات نقل فرماتے ہیں ؎ مثنوی ۔ گفت موسی خود را و بہار + درمیان دور احمد
پھر علما اور سلاطین کے رتبے کے متصل وہ نیکبخت ہیں جنھوں نے اپنے ہی دین اور نفس کی اصلاح کی

اور اسیلئے آپ نے دعا میں سلطنت [illegible] کو دور کیا اور جو اسکے سوا ہیں وہ کس قدر بہتر ہیں
سبب یہ واضح ہو کہ سلطان سے دین کی تقویت اور بقا ہوتی ہے اور انکو حقیر سمجھنا نہ چاہئے
گو ظالم و فاسق ہی ہو حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ امام ظالم فتنہ و فساد دائم سے بہتر ہے
اور حدیث شریف میں ہے سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُوْنَ فَيُفْسِدُوْنَ
وَمَا يُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِمْ اَكْثَرُ فَاِنْ اَحْسَنُوْا فَلَهُمُ الْاَجْرُ وَعَلَيْكُمُ الشُّكْرُ وَاِنْ اَسَاؤُوْا فَعَلَيْهِمُ
الْوِزْرُ وَعَلَيْكُمُ الصَّبْرُ اور حضرت سہل فرماتے ہیں کہ جو شخص سلطان کی امامت کا منکر ہو
وہ کافر ہے اور جسکو بادشاہ بلاوے اور وہ نہ جاوے وہ بدعتی ہے اور جو اسکے پاس بن بلائے جاوے وہ جاہل ہے
اور جب ان سے کسی نے پوچھا کہ آدمیوں میں کون شخص بہتر ہے تو انہوں نے فرمایا کہ سلطان
لوگوں نے عرض کیا کہ ہم تو سلطان کو سب لوگوں سے برا جانتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ٹھہرو
اللہ تعالیٰ ہر روز دو باتیں اوسکی دیکھتا ہے ایک تو یہ کہ اوسکے باعث مسلمانوں کا مال
سلامت رہے دوسرے یہ کہ اوسکی [illegible] دونوں باتیں اوسکے [illegible]
[illegible] ہے اور اوسکے سب گناہ بخش دیتا ہے اور فرمایا کہ سیاہ لکڑیاں [illegible]
[illegible] بہتر ہیں [illegible] یعنی حاکموں کی سیاست [illegible]

دوسرا رکن ارکان شکر میں سے اوس چیز کے بیان میں جس پر شکر ہوتا ہے یعنی
نعمت کے ذکر میں اور اس رکن میں نعمت کی حقیقت اور اوسکے اقسام و درجات کا ذکر ہے
اور کہ کونسی چیزیں نعمت خاص ہے اور کس میں عام اسلئے کہ شمار کرنا خدا کی نعمتوں کا [illegible]
انسان کی طاقت سے خارج ہے جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اسلئے ہم اول چند امور کلی ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ قائم مقام قوانین معرفت [illegible] کے ہوں
پھر جدا جدا ہر ایک نعمت کا ذکر کرینگے وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ اور اس رکن میں تین بیان ہیں

بیان اول نعمت کی حقیقت اور اوسکے اقسام کے ذکر میں

واضح ہو کہ ہر ایک خیر
اور لذت اور سعادت بلکہ ہر ایک مطلوب اور مؤثر کا نام نعمت کہہ سکتے ہیں مگر واقع میں نعمت
حقیقت سعادت اخروی ہی کا نام ہے اور اوسکے سوا اوروں کو نعمت کہنا یا تو غلط ہے یا بطور مجاز
کے ہے مثلاً سعادت دنیا جو سعادت آخرت پر [illegible] ہو اوسکو نعمت کہنا [illegible]
محض غلط ہے اور کبھی کسی چیز کو نعمت کہنا درست ہوتا ہے مگر نعمت کا اطلاق اوسپر
[illegible] درست و صادق ہے تو بسبب کہ سعادت اخروی تک پہونچاتی ہے اور اگر [illegible]

ترمذی و بزار بروایت

اجابت کرے ہوا وہ ایک واسطہ سے باقی وہ واسطون سے اوسکا نام نعمت کہنا صحیح اور درست ہے
اسلیے کہ اوسکے باعث نعمت حقیقی ملتی ہے اور جو اسباب کہ لذات کو سعادت اخروی کی معین
ہوتی ہین اور جنکا نام نعمت ہے اونکی شرح ہم کئی تقسیمون سے کرتے ہین پہلی تقسیم جتنے امور ہین
اونکو ہم اگر اپنی طرف خیال کرکے دیکھین تو چار طرح کے ہین اول وہ کہ دنیا و آخرت مین دونون مین
نافع ہون جیسے علم اور حسن خلق دوم وہ کہ دونون مین مضر ہون جیسے جہل اور بد خلقی سوم وہ کہ دنیا مین
مفید ہون اور آخرت مین مضر ہون جیسے اتباع شہوت کے لذت پانا چہارم وہ کہ دنیا مین مضر ہون
اور آخرت مین مفید جیسے شہوات کا استیصال اور نفس کی مخالفت انمین سے اول جو حال و مآل
مین نافع ہے وہ تو نعمت حقیقی ہے مثلا علم اور حسن خلق اور جو دونون مین مضر ہے وہ اوسکی ضد ہے
اور مصیبت حقیقی ہے اور جو حال کی نافع اور مآل کی مضر ہے وہ ارباب بصیرت اور ذکا کے
نزدیک بڑی مصیبت ہے گو جہال اوسکو نعمت گمان کرتے ہین اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی بھوکا شخص شہد پاوے جسمین زہر ملا ہو تو وہ اگر زہر سے ناواقف ہوگا تو اوس شہد کو
نعمت جانیگا اور جب واقف ہو جاویگا تو جانیگا کہ یہ حق مین بلا ہے اور جو چیز حال مین
مضر اور مآل مین نافع ہو وہ ارباب عقل کے نزدیک نعمت ہے اور جہال کے نزدیک بلا ہے اور اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کڑوی دوا کہ حال مین اوسکا ذائقہ برا ہوتا ہے مگر انجام کو مرض سے
کہ دوا روی علت کو دفع مرض کا مضمون ہوتا ہے اور صحت اور تندرستی کا سبب ہوتی ہے پس لڑکا
ناواقف اگر ایسی دوا پلایا جاتا ہے تو اوسکو وبال جانتا ہے اور عاقل اوسکو نعمت تصور کرتا ہے
اور جو شخص اوسکو وہ دوا پلاتا ہے یا اوسکا سامان مہیا کر دیتا ہے اوسکا ممنون و مشکور ہوتا ہے
اور یہی وجہ ہے کہ مادر مشفقہ اپنے بچے کا خون نہین نکلوانے دیتی اور باپ اوسکا خواہان
ہوتا ہے کیونکہ باپ اپنی عقل کے کمال سے انجام کو دیکھتا ہے اور مادر کو فرط محبت اور نقصان
عقل کے باعث حال ہی پر نظر ہوتی ہے اور لڑکا ناواقفیت کے باعث مان کا ممنون ہوتا ہے
اور اوسی سے مانوس ہوتا ہے اوسکو اپنا شفیق سمجھتا ہے اور باپ کو دشمن تصور کرتا ہے
لیکن اگر اوسکو عقل ہو تو معلوم کرے کہ مان باطن مین دشمن ہے اور ظاہر مین دوست اسلیے
کہ خون نکلوانے سے روک لینا انجام کو ایسے امراض پیدا کریگا جنکی تکلیف خون نکلوانے
کی نسبت بہت زیادہ ہوگی علاوہ ازین جاہل دوست عاقل دشمن سے برا ہوتا ہے اور
ہر ایک انسان اپنے نفس کا دوست ہے مگر دوست جاہل یہی وجہ ہے کہ اوسکے ساتھ

ایسا کام کرتا ہے جو دشمن بھی نکرے یعنی نفس کی خواہشون کو پورا کرتا ہے جو انجام کو نہایت وبال ہوگا دوسری تقسیم واضح ہو کہ دنیا کے جتنے اسباب ہین وہ سب ایک وجہ سے ملے جلے ہین بھلائی کے ساتھ برائی ہر ایک مین ملی ہوئی ہے ایسا کم ہے کہ جو اسباب بہتر ہین وہ صاف نیک ہون مثلاً مال و اہل اور اولاد اور اقارب و جاہ اور دوسرے سب اسباب اسیطرح کے ہین مگر اونکے تین نوع ہین اول وہ کہ جنکا نفع ضرر کی نسبت زیادہ ہے مثلاً مال اور جاہ اور دوسرے اسباب ہین سے بقدر حاجت اور کفایت ہونا دوسرے یہ کہ اکثر لوگون کے حق مین اونکا ضرر نفع کی نسبت زیادہ ہو مثلاً مال کثیر اور بہت سا جاہ تیسرے یہ کہ ضرر و نفع دونون برابر ہون اور یہ وہ باتین ہین کہ لوگون کے اعتبار سے متفاوت ہوتی ہین بعض آدمی نیکبخت اسطرح کے ہین کہ اچھے مال سے کہ بہت سا ہو فائدہ اوٹھاتے ہین یعنی اللہ کے راستے مین اور خیرات مین اوسکو خرچ کرتے ہین تو ایسا مال اگر اس توفیق کے ساتھ آدمی کے پاس ہو تو اوسکے حق مین نعمت ہے اور بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہین کہ تھوڑے مال سے ضرر پاتے ہین یعنی ہمیشہ اوسکو کم جانتے ہین اور خدا سے شکوہ اور طلب زیادتی کی کیا کرتے ہین تو ایسے شخص کا مال اس عدم توفیق کے ساتھ اوسکے حق مین مصیبت ہے تیسری تقسیم جاننی چاہیے کہ خیرات یعنی نیک باتین جو ہین وہ ایک اور اعتبار سے تین قسم کی ہین اول وہ جو بذاتہ مقصود ہو اور کسی دوسرے کے لیے مطلوب نہون دوسری وہ جو غیر چیز کے لیے مطلوب ہون تیسری وہ کہ بذاتہ خود بھی محبوب ہون اور غیر کے حاصل کرنے کی جہت سے بھی مقصود ہون اول کی مثال جیسے دیدار الہی کی لذت اور اوسکے وصال کی سعادت یعنی سعادت اخروی کہ کبھی منقطع ہی نہوگی اس سعادت کی طلب اسلیے نہین ہوتی کہ یہ ذریعہ کسی دوسرے سعادت کے حاصل ہونے کا ہو بلکہ اسکی طلب بقا و بالذات ہونے کی جہت سے ہے دوسری وہ کہ اوسکو دوسری چیز کے پیدا کرنے کے لیے چاہتے ہین خود اوس سے کچھہ سروکار نہین جیسے روپیہ اشرفی کہ اگر حاجات اس سے پوری نہوا کرتین تو یہ دونون اور کنکر برابر تھے مگر چونکہ لذات کا ذریعہ ہین اور اونکی طرف جلد آدمی کو پہونچا دیتی ہین اسی لیے جہال کے نزدیک روپیہ اشرفی خود ہی محبوب ہوگئے ہین یہان تک کہ اونکو جمع کرکے گاڑتے ہین اور ریا کے ساتھہ خرچ کرتے ہین اور گمان کرتے ہین کہ مقصود بالذات یہی دونون ہین اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو چاہتا ہے اور اوسکی نسبت سے کہ باعث اوسکے قاصد کو بھی چاہتا ہے جسکے باعث پیام آپس کے ایک دوسرے کو پہونچتے ہین یہانتک

ہوتے ہوئے قاصد کے ساتھ اتنی محبت کرے کہ اصل محبوب کو بھول جائے اور عمر بھر اوس کے ساتھ
رہ کر وہاں نہ جائے اور ہمیشہ قاصد کی خبر گیری اور رعایت و شفقت کیا کرے حالانکہ یہ
نہایت جہالت اور گمراہی ہے تیسرے وہ کہ بذاتہ اور بغیرہ دونوں ہو مثلاً صحت و سلامتی
کہ انسان اسلئے چاہتا ہے کہ اوسکے باعث مشغول بذکر و فکر ہو سکے جس سے دیدار الٰہی ملتا ہے
یا لذات و نیاوی تمام و کمال کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہوتی ہے اسلیے چاہتا ہے لیکن
بعض اوقات صحت فی نفسہ ہی مطلوب ہوتی ہے اس سے غرض نہیں کہ وہ دوسری چیز کے
حاصل ہونے کا ذریعہ ہو یا نہو مثلاً جس شخص کو پیادہ چلنے کی حاجت نہو وہ بھی اپنے پاؤں کی
سلامتی چاہا کرتا ہے حالانکہ پاؤن کی سلامتی اسلئے ہوتی ہے کہ چلنے کے لیے ذریعہ ہے
مگر چونکہ سلامتی خود بھی ایک محبوب چیز ہے اسلیے بذاتہ بھی مقصود ہے اب ان تینوں اقسام میں
خیر و نعمت حقیقی صورت اول ہے جو بذاتہ محبوب ہے اور جو چیز کہ لذاتہ اور لغیرہ مقصود ہے وہ بھی
نعمت ہے مگر اول سے کمتر ہے لیکن جو چیز کہ مطلوب لغیرہ ہی کیواسطے ہوتی ہے جیسے سونا
چاندی تو انکو بذات خود مقصود ہونے کی جہت سے نعمت نہیں کہتے بلکہ اس جہت سے نعمت
کہلاتے ہیں کہ وہ وسیلے اور اغراض کے ہیں تو اس صورت میں یہ ایسے ہی شخص کے حق میں
نعمت ہونگے جو اپنی مراد کو بدون انکے ذریعہ کے نہ پہنچ سکے پس اگر اوسکی مراد علم اور عبادت ہو
اور اوسکے پاس مقدار ضرورت بسر اوقات کے لیے موجود ہے تو اوسکے نزدیک سونے اور
ڈھیلے میں کچھ فرق نہوگا اور اوسکا وجود و عدم یکسان معلوم ہوگا اور اگر سونے چاندی کے
ہونے سے یہ نوبت پیش ہوتی ہو کہ فکر و عبادت نہونے دیتی ہو تو ایسے شخص کے حق میں یہ
مال نعمت نہیں نقمت ہے چوتھی تقسیم ایک دوسرے اعتبار سے خیرات کی تین قسمیں ہیں
اول لذیذ جنکا نفع اوسیوقت معلوم ہو دوسرے نافع جو آخر کو مفید ہو تیسرے جمیل جو
احوال میں اچھی معلوم ہو اور برائی بھی تین قسم کی ہیں ضار اور قبیح اور ایذا رسان پھر خیر و شر
کی دو قسمیں ہیں مطلق اور مقید خیر مطلق اوسکو کہتے ہیں جسمیں تینوں اوصاف خیر کے جمع ہوں
جو اوپر بیان کیے ہوئے مثلاً علم و حکمت کہ ارباب علم و حکمت کے نزدیک نافع بھی ہیں اور جمیل اور
لذیذ بھی اور شر مطلق جیسے جہل کہ وہ مضر اور قبیح اور ایذا رسان سب کچھ ہے مگر جاہل کو اپنی
جہل سے ایذا کی جب خبر ہو جب اوسکو یہ معلوم ہو کہ میں جاہل ہوں اسطرح کہ دوسرے شخص اپنی
ہم عمر ہمسر کو عالم دیکھے اور اپنے نفس کو جاہل پس فوراً اسیح نقصان کا پاویگا کہ میں کیوں

کم ہوں اور اس رنج سے شوق علم کا ادھر بھی گا کیونکہ وہ طرفدار ہوتا ہے۔ پھر بعد شوق کے
کبھی باعث تحصیل علم سے حسد اور کبر اور شہوات ہوتے ہیں اسبات چیزوں کی کشاکشی میں
شخص پڑگیا اگر سبکا مقتضا ترک کرتا ہے تو جہالت کا الم رہیگا اور اپنے آپ کو ناقص جاننے کا
اور اگر انکے جھگڑے میں مشغول ہوگا تو شہوات کے چھوڑنے یا کبر کے چھوڑنے اور تعلیم کی ذلت اٹھانے
کا رنج سہیگا غرض کہ یہ شخص ہمیشہ بیشک عذاب الیم میں رہیگا اور دوسری قسم صفت ہے کہ جس میں
کچھ اوصاف خیر کے اور کچھ بد اور وہ باہم شریک ہوں مثلاً بعض اوقات ایک نافع چیز سے اذیت پہونچتی ہے
جیسے کوئی انگلی بیکار یا سڑ جاوے یا دشمن کھا جاوے اور کبھی نافع چیز قبیح ہوتی ہے جیسے حمق کہ بعض
احوال کے اعتبار سے نافع ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ اِسْتَرَاحَ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ
یعنی بے عقل آدمی چین سے رہتا ہے کیونکہ اوسکو انجام کا اہتمام ذہن میں نہیں ہوتا ہے اسلئے سر دست
راحت میں رہتا ہے یہاں تک کہ وقت وفات پہونچے اور کبھی جو چیز کسی وجہ سے مضر ہوتی ہے
کسی وجہ سے نافع ہوتی ہے جیسے ڈوبنے کے خوف کیوقت مال کو دریا میں پھینک دینا کہ یہ اس
مال کو مضر ہوتا ہے مگر نفس کو نفع ہے کہ اوسکی نجات ہو جاتی ہے یعنی بوجھ کے اوتار ڈالنے کی
کشتی بچ جاتی ہے۔ پھر نافع چیز دو قسم پر ہے ایک ضروری جیسے ایمان اور حسن خلق سعادت
اخروی تک پہونچانے میں اور ان سے ہماری غرض علم و عمل ہے اور انکا ضروری ہونا اسوجہ سے ہے
کہ کوئی دوسری چیز انکی قائم مقام نہیں اور دوسری غیر ضروری جیسے سکنجبین صفرا کی تسکین کے
لیے کہ کبھی دوسری چیزیں بھی اوسکو ساکن کر سکتی ہیں پانچویں تقسیم یہ ہے کہ یہ بات معلوم ہو چکی کہ
نعمت نام لذت کا ہے اور لذتیں اس اعتبار سے کہ انسان سے مخصوص ہیں یا غیر میں شریک ہیں
تین طرح کی ہیں اول عقلی دوم بدنی کہ بعض حیوانات کے ساتھ مشترک ہیں سوم بدنی کہ سب
حیوانات اونمیں مشترک ہیں عقلی لذتوں کی مثال جیسے علم اور حکمت کی لذت کہ صرف قلب کو
اوس سے لذت ہوتی ہے کان اور آنکھ اور باقی حواس خمسہ کو اور پیٹ اور شرمگاہ کو کچھ بہرہ
اوس سے نہیں اور قلب کو جو لذت علم و حکمت سے ہوتی ہے اسوجہ سے کہ وہ صفت جسکا نام
عقل ہے قلب کے ساتھ خاص ہے اور اس لذت کا وجود باوجودیکہ سب لذتوں میں اشرف ہے
نہایت کمتر ہے اوسکے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ علم و حکمت سے سوائے عالم اور حکیم کے اور
کوئی لذت نہیں پاتا اور اہل علم اور ارباب حکمت بہت ہی کم ہیں گو نام کو بہتیرے عالم و حکیم بنتے ہیں
اور اوسکے اشرف ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ لذت آدمی کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے نہ دنیا میں

اوسکو زوال نہ آخرت مین اور اوس سے طبیعت پر ملال نہین ہوتا کھانا اگر خوب تر کر کھاؤ تو
سستی لاتا ہے اور صحبت سے فارغ ہونے کے بعد ثقالت و تھکن پیدا ہوتی ہے مگر علم
و حکمت سے تھکن و سستی کبھی نہین ہوتی اور جو شخص ایسی دائمی بہتر اور باقی چیز کے حاصل کرنے پر
قادر ہو کر ادنی چیز چند روز کے بعد فنا ہونے والی پر راضی ہو جاوے تو وہ مجنون ہے اور اپنی
بدبختی کے باعث محروم ۔ ادنی بات علم کی یہ ہے کہ علم و عقل کے لیے یا [illegible] مددگار [illegible] اور
چوکیدارون کی نہین بخلاف مال کے کہ علم آدمی کی حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت آدمی کو
کرنی پڑتی ہے علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال کم ہوتا ہے مال [illegible] چوری اور
معزولی سے جاتا رہتا ہے مگر علم پر چورون کا داؤ [illegible] نہین [illegible]
کسیکو [illegible] اسیلیے اہل علم ہمیشہ چین مین رہتا ہے اور مالدار کو مدام خوف و [illegible] علم [illegible] مال
لذیذ اور نافع اور جمیل ہے اور مال کبھی تو نوبت ہلاک کی پہونچاتا ہے اور کبھی نجات [illegible]
ہرچند خدا تعالیٰ نے مال کو لفظ خیر سے چند جا ذکر فرمایا مگر اوسکی [illegible]
رہی یہ بات کہ اکثر لوگ لذت علم سے کیون قاصر ہین تو اوسکا قصور یا تو اسوجہ سے ہے کہ اونکو
ذوق نہین اور جسکو ذوق نہوگا وہ کسطرح جانیگا اور کیسے مشتاق ہوگا کیونکہ اشتیاق بعد ذوق
کے ہوا کرتا ہے یا اسوجہ سے کہ اونکے مزاج خراب ہین اور دل باعث اتباع شہوات کے
روگی ہوئے ہین تو جیسے بیمار کو شہد کا مزہ نہین معلوم ہوتا اور اوسکو کڑوا لگتا ہے ایسے ہی
لوگ بھی علم کو اچھا نہین سمجھتے یا یہ کہ اونکی طبیعت دانائی مین قاصر ہے کہ ابھی تک وہ صفت
جس سے کہ علم کی لذت معلوم ہوتی ہے اونمین پیدا نہین ہوئی جیسے شیرخوار لڑکا شہد اور
پرندون کا مزہ نہین جانتا اوسکو سوائے دودھ کے اور کوئی چیز اچھی نہین معلوم ہوتی سب
چیزون سے منہ بناتا ہے اور اوسکو اچھا نہ معلوم ہونے سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ چیزین مزہ دار
نہین اور نہ اوسکے دودھ کو اچھا جاننے سے یہ معلوم ہوا کہ سب سے لذیذ تر وہی ہے غرض
جو لوگ لذت علم کے ادراک سے قاصر ہین وہ تین طرح کے ہین ایک وہ کہ ابھی تک اونکا باطن
زندہ ہی نہین ہوا جیسے لڑکے کا باطن ہوتا ہے دوم وہ کہ اتباع شہوات کے بعد زندگی
کے بعد اونکا دل مردہ ہوگیا ہو سوم وہ کہ اتباع شہوات کے سبب دل [illegible] بیمار ہوا ہو
ارشاد الٰہی فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مین اشارہ ہے عقلون کی بیماری کی طرف اور یہ قول لِّيُنذِرَ
مَن كَانَ حَيًّا اشارہ ہے اوس شخص کیطرف جو زندگی باطنی سے زندہ ہوا اور جو شخص کہ باطن کا

نسخہ: اونکے دل بیمار ہوگئے ہون
نسخہ: تا ور سنا شدہ اوسکو جیسے بدن بیمار ہوتا

زندہ اور دل کا مردہ ہو وہ خدا کے نزدیک مردہ ہے گو جاہلون کے نزدیک زندہ ہو اور اسی
بنا پر شہدا خدا ہی تعالی کے نزدیک زندہ ہین اور کہاتے ہین خوش ہوتے ہین اگرچہ بدن سے
مردہ ہین دوسری لذت جسمین انسان بعض حیوانات کے شریک ہین جیسے ریاست اور غلبہ کی
لذت کہ شیر اور چیتے او بعض حیوانات مین بھی پائی جاتی ہے تیسری لذت جسمین انسان سب
حیوانات کا شریک ہے جیسے پیٹ اور شرمگاہ کی لذت یہ لذت سب لذتون سے ادنی اور خسیس ہے
مگر وجود اسکا بہت ہے اور اسی وجہ سے جتنی حیوانات زمین پر ہین سب اسمین شریک ہین یہانتک
کہ کیڑے اور حشرات الارض بھی اسمین شریک ہین اور جو اس سے تجاوز کرتا ہے وہ
لذت غلبہ مین گرفتار ہوتا ہے اور یہ لذت غافلون سے بہت ہی چسپان ہے جب اس سے تجاوز
کرتا ہے تو اول لذت پر پہونچتا ہے اوسوقت آدمی پر سب لذتون سے زیادہ لذت علم و حکمت
غالب ہوتی ہے خصوصا معرفت الٰہی اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت کی لذت اکثر غالب
ہوتی ہے اور یہ رتبہ صدیقین کا ہے اور یہ رتبہ بوجہ کمال جب ملتا ہے جب دل مین سے
غلبہ حب ریاست نکلجاتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ جو چیز صدیقین کے سرون سے سب مین
آخر کو نکلتی ہے وہ محبت ریاست ہے اور پیٹ اور شکم کی حرص کے توڑنے پر تو اوسط لوگ بھی
قدرت رکھتے ہین مگر خواہش ریاست کو دبا دینا صدیقون ہی کا کام ہے پھر بالکل اوس شہوت کا
بالکل استیصال کر دینا کہ کبھی معلوم ہی نہو اور کسی حال مین اوسکا احساس نہونے پاوے
غالب ہے کہ انسان کے مقدور سے خارج ہے ہان یہ صورت ہو جاتی ہے کہ معرفت الٰہی کی
لذت اکثر حالات مین ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ اوسکے باعث لذت ریاست کچھ نہین
سوجھتی لیکن یہ حالت دائمی نہین کہ عمر بھر ایسی ہی رہے بلکہ اوسمین کچھ کمی بیشی ہوتی ہے
اور ایسی صورت مین انسان کیطرف صفات بشریہ رجوع کر آتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ محبت
غلبہ و ریاست یعنی ضرور رہتی ہے مگر دبی ہوئی رہتی ہے ایسی نہین ہوتی کہ نفس کو و غلبان کر
عدل سے منحرف کر دے اہل اعتبار سے دل کی چار قسمین ہین ایک دل وہ ہے کہ سوا
خدا ہی تعالی کے اور کسی سے محبت نہین کرتا اور نہ بدون یاد تی معرفت الٰہی اور اوسکی فکر کے
آرام پاوے دوسرا وہ دل کہ اوسکو خبر ہی نہین کہ لذت معرفت کسکو کہتے ہین اور خدا تعالی
سے انس ہونے کے کیا معنی ہین اوسکی لذت صرف جاہ و ریاست و مال اور تمامی شہوات
بدنیہ سے ہے تیسرا وہ دل کہ اکثر تو خدا تعالی سے مانوس ہی رہتا ہے اور اوسکی معرفت

اور فکر سے لذت پاتا ہے مگر کبھی بعض اوقات اوسکو اوصاف بشری پیش ہو جاتے ہین
چوتھا وہ دل کہ اکثر حالات مین تو اوصاف بشریہ سے لذت پاتا رہتا ہے الا کبھی کبھی علم اور
معرفت سے بھی لذت پاتا ہے انمین سے اول قسم کا دل تو غیر ممکن سا ہے اگر اوسکا وجود
ممکن ہو تو بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے بشر کی طاقت سے باہر ہے کہ اس صفت سے متصف ہو
اور دوسرے دل سے دنیا بھری ہے اور تیسرا اور چوتھا دل بھی موجود ہین مگر کم ہین اور ہمیشہ
شاذ و نادر ہی رہینگے اور باوجود ندرت کے قلت و کثرت مین فرق ہر زمانہ مین ہوتا جاویگا
یہان تک کہ اس قسم کے دل اون زمانون مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد بابرکت کے
قریب تھے بہت پائے جاتے تھے اب جتنا وہ زمانہ دور ہوتا جاتا ہے اتنا ہی یہ دل کم ہوتے
جاتے ہین یہان تک کہ قیامت آجائے اور اللہ تعالیٰ کو جو امر کرنا ہے وہ کر گذرے اور وجہ
اس قسم کے دلون کے کم ہونے کی یہ ہے کہ ایسا دل ہونا آثار سلطنت آخرت سے ہے اور ظاہر ہے
کہ بادشاہ بہت نہین ہوا کرتے گو ملک سب کو اچھا معلوم ہوتا ہے تو جیسا دنیا مین ملک
اور جمال مین فائق ایک ہی دو ہوتے ہین اور باقی لوگ اونسے کم ہوتے ہین اسیطرح
ملک آخرت کے فائق بھی کم ہی ہوتے ہین اسلیے کہ دنیا آخرت کا آئینہ ہے کیونکہ دنیا
عالم ظاہری کا نام ہے اور آخرت عالم غیب کا اور جسطرح کہ آئینے کے اندر کا عکس دیکھنے والے کی
صورت کے مطابق ہوتا ہے اسیطرح دنیا بھی آخرت کے مطابق ہی ہوتی ہے اور آئینے کے
اندر کی تصویر اگرچہ وجود مین مرتبہ ثانی رکھتی ہے کہ پہلے دیکھنے والا ہوتا ہے تب اوسکی صورت
بنتی ہے مگر دیکھنے کے اعتبار سے وہی اول ہے کیونکہ دیکھنے والا اپنے نفس کو تو دیکھ ہی نہین
سکتا بلکہ اپنی صورت کو جو آئینے مین ہے اول دیکھتا ہے اور اوس عکس سے اپنا چہرہ جو درحقیقت قائم بذاتہ ہے
اوسکو سمجھتا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ جو چیز وجود مین تابع تھی یعنی عکس وہ
جاننے کے باب مین متبوع اور اول ہوگئی اور جو چیز وجود مین پیچھے تھی وہ شناخت مین مقدم
ہوگئی لیکن اسطرح کا اختلاف اور تغیر ایسی دنیا مین ہو سکتا ہے اور دنیا کے لیے یہ ضروری بھی ہے
اسیطرح عالم دنیا مشابہ عالم غیب کا ہے پس بعض لوگ جنکو چشم عبرت سے دیکھنا نصیب ہوا
تو اس ملک کی کسی چیز کو نہین دیکھتے جس سے عالم ملکوت پر عبور نہ کر جاتے ہون اسی گذر کا نام
عبرت ہے جسکا خدا ہی تعالیٰ نے خلق کو ارشاد فرمایا ہے فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (۱) اور بعضے
ایسے ہین کہ اونکی بینائی کی پھوٹی ہے اس جہت سے عبرت نہ کی اور دنیا ہی مین محبوس ہو رہے

(۱) سورۂ حشر ۱۲

اوسکے قیدخانے کی طرف کو عنقریب دروازے جہنم کے کھل جاوینگے اور یہ قیدخانہ ایسی
آگ سے لبریز ہے جو دلون ہی پر چھا جاتی ہے مگر آدمی کو جو اوسکی تکلیف نہین معلوم ہوتی اوسکی
وجہ یہ ہے کہ اوسکے اور اوس آگ کے درمیان مین حجاب ہے جب وہ حجاب اوٹھ جاویگا
تو وہ اوسکو معلوم ہوگی اور یہی بات خدای تعالی نے اون لوگون کی زبان
سے ادا کی جنکو امر حق سے گویا کھلا ہوا ہے وہ فرماتے ہین کہ جنت اور دوزخ دونون مخلوق ہین
مگر دوزخ کبھی تو ایسے ادراک سے معلوم ہوتی ہے جسکو علم الیقین کہتے ہین اور کبھی ایسے ادراک سے
جسکو عین الیقین کہتے ہین اور عین الیقین سواے آخرت کے اور کہین نہوگا اور علم الیقین دنیا
مین کبھی کبھی ہوتا ہے مگر اونہین لوگون کو جو نور یقین سے بہرہ کامل رکھتے ہین اسیواسطے اللہ تعالی
فرماتا ہے کَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ یعنی دنیا مین ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ یعنی
آخرت مین اس بیان سے اب معلوم ہوا کہ جو قلب صلاحیت سلطنت آخرت کی رکھتا ہے وہ
کمتر ہی ہوگا جیسا کہ ملک دنیا کے قابل کمتر ہوا کرتا ہے تقسیم چہارم جو سب نعمتون کو حاوی ہے
یہ ہے کہ نعمتین دو قسم کی ہین یا تو غایت مطلوب بالذات یا وسیلے اوس غایت مقصود بالذات تک
غایت سے سعادت آخرت مراد ہے جو چار باتون کو شامل ہے اول وہ بقا جسکو فنا نہو دوم
سرور جسمین غم نہو سوم علم جسمین جہل نہو چہارم تونگری جسکے بعد افلاس نہو یہی چارون باتین حقیقت مین
نعمت حقیقی جاننا چاہیے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عیش الا عیش
الآخرۃ یہ الفاظ ایک بار سختی کے وقت ارشاد فرمائے تاکہ نفس کو سختی ناگوار نہ گذرے یعنی جس وقت
غزوہ خندق مین خندق کی تیاری کے وقت شدت سے تکلیف تھی اوسوقت آپنے فرمایا
تاکہ نفس کو تسلی ہو اور ایکبار یہی الفاظ وقت سرور بھی فرمائے تاکہ نفس مائل سرور دنیا نہو اور وہ
فرماتے تھے جب حجۃ الوداع مین لوگ حالی کیطرح اوس ماہ پیغمبر خوبی کے گرد کھڑے ہوے تھے
اور ایک شخص نے دعا مانگی کہ الٰہی مین تجھسے کمال نعمت کی درخواست کرتا ہون آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اوس سے دریافت فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ کمال نعمت کیا ہے اوسنے عرض کیا
کہ نہین آپنے فرمایا کہ کمال نعمت جنت مین داخل ہونا ہے اور وسائل کی چار قسمین ہین اول
وہ جو سب سے زیادہ خاص ہون جیسے نفس کے فضائل دوسرے جو قریب مین ان فضائل نفس کے
قریب ہون جیسے بدن کے فضائل تیسرے وہ جو اسکے قریب ہون مگر بدن مین نہون جیسے
اسباب بدن کے قریب مثل مال اور اہل اور اقربا کے چوتھے وہ کہ ان اسباب خارج از نفس اور

ہو اور نفس کے جامع ہوں جیسے توفیق اور ہدایت پس ان چاروں کو مفصل بیان کیا جاتا ہے
اول قسم اخص مسائل یعنی فضائل نفسی ہیں اور اگرچہ اوسکے فروع بہت ہیں مگر حاصل اونکا
دو میں آجاتا ہے اول ایمان دوم حسن خلق پھر ایمان کی قسمیں ہیں اول علم مکاشفہ یعنی اللہ تعالی
اور اوسکی صفات و ملائکہ اور انبیا کا علم دوسرے علم معاملہ اور حسن خلق کی بھی دو قسمیں ہیں ایک
چھوڑنا مقتضائے شہوات و غضب کا جسکو عفت کہتے ہیں دوسرے مقتضائے شہوت کے
ارتکاب اور ترک کرنے میں عدل کا لحاظ رکھنا یعنی ایسا نہو کہ جہاں [illegible] چاہیے وہاں اقدام کرے
اور جہاں نہ چاہیے وہاں باز رہے بلکہ جرأت کرنی اور تارک ہونا میزان عدل کے ساتھ ہو
جسکو خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کی زبان پر اسطرح اوتارا ہے الا تطغوا فی المیزان واقیموا
الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان اس صورت میں اگر کوئی شہوت کے دور کرنے کے لیے
اپنے آپ کو خصی کرلے یا باوجود قدرت نکاح کے سبب آفتوں سے محفوظ رہنے کے نکاح نکرے
یا غذا چھوڑدے یہاں تک کہ عبادت اور ذکر و فکر میں ضعف آجاوے تو ایسا شخص میزان
عدل کے خلاف کمی کرنیوالا اور جو شہوت پیٹ اور شرمگاہ میں ڈوبا رہے وہ زیادتی پر کہلاویگا اور
صورت عدل یہ ہے کہ وزن کا خالی ہونا اور بڑھنا زیادتی اور کمی کے ساتھ نہو بلکہ دونوں پلے
میزان کے برابر رہیں کوئی نہ نیچے جھکے نہ اوپر چڑھے اس سے معلوم ہوا کہ فضائل نفسی جو
خدای تعالی سے قریب کرتے ہیں وہ چار چیزیں ہیں علم مکاشفہ اور علم معاملہ اور عفت اور عدل
اور یہ چاروں باتیں اکثر بدون فضائل بدنی یعنی دوسرے قسم فضائل کے کامل نہیں ہوتیں
اور فضائل بدنی بھی چار ہیں اول تندرستی دوسری قوت تیسرے جمال چوتھی عمر کا زیادہ ہونا
اور یہ فضائل بدنی تیسری قسم فضائل یعنی فضائل خارج از بدن اور محیط بدن سے حاصل
ہوتی ہیں اور وہ بھی چار چیزیں ہیں اول مال دوم اہل سوم جاہ چہارم عمدہ ہونا نسب کا اور ان
فضائل میں سے کسی سے آدمی منتفع نہیں ہوسکتا جب تک کہ چوتھی قسم کے فضائل یعنے
وہ اسباب جو جامع فضائل بدنی اور خارجی اور فضائل نفسی کے ہوں حاصل نہوں اور وہ بھی
چار ہیں اول خدای تعالی کی ہدایت دوم اوسکا ارشاد سوم اوسکی تسدید چہارم تائید جبکہ
نعمتوں کی ہمنے چار قسمیں لکھی ہیں اور پھر ایک ایک میں سے چار چار چیزیں ہوئیں تو معلوم ہوا
کہ نعمتیں سب سولہ ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انمیں سے بعض نعمتیں بعض کیطرف محتاج ہیں
خواہ حاجت ضروری ہو خواہ بطور نافع ہونے کے ہو حاجت ضروری کی مثال [illegible]

سعادت اخروی ایک نعمت ہے اور اوسکو ایمان و حسن خلق کی حاجت ہے تو یہ حاجت
ضروری ہے کیونکہ اون تک سوائی انسان کی بدون ان دو باتون کے نہین پہونچ سکتی اسلیے کہ
انسان کو وہی ملیگا جو کماویگا اور جو دنیا مین زاد کریگا آخرت مین وہی کام آویگا اسیطرح
فضائل نفسی کو حاجت سب علوم کی ضروری ہے اور تہذیب اخلاق کے لیے صحت بدن ضروری
درکار ہے اور جسم کی صحت مین کوئی اجملہ فائدہ ہوتا ہے ضروری نہین اوسکی مثال یہ ہے کہ تینی
نعمتین نفسی ہین خواہ بدنی اونکو خارجی نعمتون کی طرف حاجت ہوتی ہے مگر یہ حاجت ضروری
نہین بلکہ نافع ہے اور کام بہت نکلتا ہے مثلاً مال و جاہ و اہل جو خارجی نعمتین ہین اگر یہ نعمتیں
آدمی کو حاصل نہون تو کیا عجب ہے بعض فضائل نفسی مین خلل واقع ہوجاوے اور طریق آخرت کے
لیے جو ان خارجی نعمتون کی حاجت پڑتی ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ یہ اسباب قائم مقام بازو کے
سمجھنے چاہییں کہ جنسے مقصود تک پہونچنا سہل ہوجاتا ہے آلہ کے تقاضہ کرنا چاہیے مثلاً مال ہی کو
غور سے دیکھو تو کتنا بڑا فائدہ اوسکا ہے کہ کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے بیفکر رہتا ہے ورنہ
محتاج آدمی اگر تحصیل علم یا کسب کمال کیا چاہے اور اوسکے پاس قوت بشری کی صورت کچھ نہو تو
اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدون ہتھیارون کے لڑائی کے لیے کوشش کرے یا کوئی
باز شکار پکڑنا چاہے اور اوسکے پر ٹوٹے اوڑ نہ جاتا ہو ایسے ہی کے لیے یہ شعر ہے شعر
شب چو عقد نماز می بندم * چہ خورد بامداد فرزندم * غرض ایسے ہی کہ مفلسی مین
کوئی کام آدمی سے نہین بن پڑتا ہر وقت تلاش معاش اور فکر لباس اور دوسری ضروریات مین
مبتلا رہتا ہے ذکر و فکر نہین کرنے پاتا فضیلت حج و زکوٰۃ اور دوسری خیرات و صدقات سے
محروم رہتا ہے اور اگر مال اپنے پاس ہو تو یہ سب قباحتین دور ہو جاتی ہین اور مقصود تک
پہونچنا نہایت آسان ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح
اور فرمایا نعم العون علی تقوی اللہ المال اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ نعمت کیا شی ہے
اونھون نے فرمایا کہ تونگری کیونکہ میرے نزدیک فقیر کی کچھ زندگی نہین سائل نے پوچھا کہ
اور کچھ حکیم نے جواب دیا کہ دوسری نعمت امن ہے خوف والے کو کچھ عیش نہین پھر سائل نے
پوچھا کہ اور بیان کرو حکیم نے کہا کہ تیسری نعمت تندرستی ہے اسلیے کہ بیمار کو زندگی کا کچھ مزا نہین
اوسنے پوچھا کہ اور فرمائیے کہا کہ اور نعمت جوانی ہے کہ بڈھے کی زندگی بھی بے مزہ ہے
پس اس قول مین حکیم کے دنیا کی نعمتون کیطرف اشارہ ہے مگر اسی اعتبار سے کہ آخرت پر

معین ہوں لیکن نعمت اہل و اولاد کی ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے من اصبح معافی فی بدنہ آمنا فی
سربہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا ۔ اسباب اہل و اولاد صالح کی
بیکار تو انکی حاجت ہونا کچھ مخفی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
نعم العون علی الدین المرأة الصالحة اور ایک باب میں یوں ہے اذا مات العبد انقطع عملہ الا
من ثلاث ولد صالح یدعو لہ الحدیث اور اہل و اولاد کے فوائد ہم باب النکاح میں لکھ آئے ہیں یہاں
دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں حاصل یہ کہ جب آدمی کی اہل و اولاد اور اقارب زیادہ ہوتے ہیں
تو ان سب کا بار اور انکی خبرگیری کی جگہ ہوتے ہیں انکے سبب اوسکو وہ امور دنیاوی جو دین میں
ضروری ہوتے ہیں حاصل ہوتے ہیں اور اگر وہ اکیلا اون امور کے کرنے کا اگر وہی مشغول ہو تو دل کو
مشغول بھی رہا جائیگا اور بہت ضروریات دنیا سے دل کو فراغت ہوگی جب اقارب اہل میں بہت
دوسروں کی خدمت سے تو انکے افضل ہونے میں کیا شک ہے۔ اور عزت و جاہ کہ آدمی اپنے نفس سے
ذلت اور ظلم دفع کرتا ہے اور اوسکی حاجت سب اہل اسلام کو بھی ہے کوئی اہل ایمان ایسا نہیں ہوتا
جسکا کوئی دشمن بھی نہو یا ظالم کہ اوسکو ظلم کرنے سے اور فراغبالی میں تشویش اور پریشانی ڈالے
حالانکہ دل اطمینان کا اس حال میں جب بھی تشویش اور تردد میں ہوگا تو پھر کیا کر سکتا ہے
عزت و جاہ سے دفع ہو جاتی ہے اسیواسطے اکابر کا قول ہے کہ دین اور سلطان دونوں توام ہیں
یعنی ایک دوسرے کو لازم ہیں اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضہم
ببعض لفسدت الارض اور دولت کے مالک ہونیکو جاہ کہتے ہیں جیسے کہ روپیوں کے مالک ہونیکو
تونگری کہتے ہیں اور جو شخص اون کا مالک ہو جاتا ہے تو ارباب قلوب اوسکے ایذا دور کرنے
کے لیے خدمت متوجہ ہو جاتے ہیں اور جسطرح کہ انسان کو ضرورت چھت کی ہے کہ دفع کرے ہوا
ہوتی ہے اور کپڑے کی ضرورت جاڑے کے دور کرنے کے لیے اور شکاری کتے کی ضرورت اپنے مال کی
حفاظت کے لیے ایسے ہی اوس شخص کی بھی احتیاج ہے جو شر کو اوسکے اوپر سے دفع کرے۔ اور یہی وجہ تھی
جو انبیا علیہم السلام مالک سلطنت ہوتے تھے وہ سلاطین کی رعایت کرتے تھے اور انکے دلوں میں اپنی
جگہ کرلیتے تھے ایسے ہی علماء دین بھی بادشاہوں کے خزانوں کے طامع نہیں ہوتے نہ کچھ سلاطین کی
سے عطا اپنی ترجیح یا دولت دنیا کے ہوتے ہیں بلکہ انکی غرض یہی ہوتی ہے کہ کوئی شخص
خلل انداز انکے شغل میں نہو۔ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ اللہ تعالی کی نعمت رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم پر اوسیوقت زیادہ تھی کہ انکو فتح دی اور انکے دین کو کامل کیا اور تمام

نعمت پر اونکو غلبہ عنایت فرمایا اور لوگون کے دلون مین اونکی محبت ڈالی یہانتک کہ اونکی عزت و جاہ پھیل گئی اور اوسوقت نعمت کم تھی جب لوگ اونکو ایذا دیتے تھے اور یہانتک یہان تک کہ نوبت ہجرت کی پہونچی بلکہ نعمت دونون وقتون مین یکسان تھی مگر ان احوال مین کچھ حکمتین اور بڑے نقصان۔ اب باقی رہا عمدہ ہونا نسب کا اور شرف خاندان سو یہ بھی نعمت ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ الائمۃ من قریش یعنی سردار قریش مین سے ہین اور اسی لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی آدم کے اشرف خاندانون مین سے ہوے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی جگہ پسند کیا کرو اور فرمایا کہ ایاکم وخضراء الدمن یعنی اپنے آپکو گھورے کے سبزے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ نجاست کے سبزے سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جسکا نسب اچھا نہو اس سے معلوم ہوا کہ شرف خاندان بھی ایک نعمت ہے اور ہماری غرض خاندانی ہونے سے یہ نہین کہ ایسے شخصون سے اوسکا نسب ہو جو ظالم اور دنیا دار ہون بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ مین ملتا ہو یا ائمہ علما اور صلحا جو علم و عمل مین معروف تھے اونسے ملتا ہو۔ اب اگر یہ کہو کہ فضائل بدنی کی کیا حاجت پڑتی ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اونکی بھی بہت حاجت ہے مثلاً صحت اور قوت اور طول عمر کی نہایت ضرورت ہے کیونکہ علم و عمل انہین سے تمام ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حدیث شریف مین ہے کہ افضل سعادات یہ ہے کہ آدمی طاعت الٰہی مین بہت زندہ رہے لیکن جمال مین البتہ ذرا دقت ہے کہ وہ بھی نعمت ہے یا نہین کیونکہ اوسمین یہ کہہ سکتے ہین کہ بدن کا سالم ہونا امراض سے کافی ہے کہ مرض کے باعث خیرات نہین کرنے پاتا الا جمال معلوم ہوتا ہے کہ ہر چند جمال کیطرف حاجت چندان نہین مگر اوسکے بہتر ہونے مین کچھ شک نہین دنیا مین تو اوسکا نفع ظاہر ہے چنانچہ شیخ سعدی بھی فرماتے ہین شعر

گفت خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد	ہر کجا پاے نہد دست بدارندش پیش

اور آخرت مین بھی دو وجہ سے نافع ہے اول تو یہ کہ بدصورت کو لوگ برا کہتے ہین اور طبیعتون کو اوس سے نفرت ہوتی ہے بخلاف خوبصورت کے کہ اوسکی حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے اور دلون مین اوسکی جگہ بھی زیادہ ہوتی ہے اس نظر سے گویا جمال بھی مال و جاہ کے مانند ایک آلہ اور ذریعہ مقصود تک پہونچنے کا ہے اسلیے کہ اوسمین ایک طرح کی قدرت پائی جاتی ہے کہ خوبصورت اپنی حاجات پوری کرنے مین بہ نسبت بدصورت کے

ح نسائی و حاکم بروایت انس ۱۲

ح مسلم بروایت واثلہ بن اسقع و ترمذی بروایت عباس و ابن عباس ۱۲

ح ابن ماجہ بروایت عائشہ ۱۲

ح جلد دوم باب النکاح مین گزر چکی

ح یہ حدیث ابن عباس کے الفاظ سے ترمذی نے روایت کی اور نقل کیا ہے کہ کسی ذکر ہے

زیادہ قادر ہے اور یہ چیز کہ حاجات دنیاوی کے لیے معین ہوتی ہے وہ آخرت کے لیے بھی معین ہوتی ہے کیونکہ
بذریعہ حاجات دنیاوی آخرت پر بھی مددگاری ممکن ہے دوسرے یہ کہ خوبصورتی سے اکثر نفس کی فضیلت
پائی جاتی ہے کیونکہ جب نفس کا نور خوب چمکتا ہے تو اوسکا اثر بدن پر آجاتا ہے اکثر ظاہر و باطن ایک دوسرے کے
موافق ہی ہوتے ہیں اسواسطے اصحاب فراست نفس کی بزرگیاں معلوم کرنے کے لیے بدن کی
ہیئت کا اعتبار کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چہرہ اور آنکھ آدمی کے باطن کا آئینہ ہے کہ اوس سے
حال باطن کا کھل جاتا ہے اسیلیے جو حال آدمی کے اندر ہوتا ہے اوسکا اثر چہرے اور آنکھ پر آجاتا ہے
مثلاً غصہ اور سرور اور غم اگر دل میں ہوتا ہے تو اوسکا اثر آنکھ اور چہرے پر معلوم ہوتا ہے اور یہی
وجہ ہے کہ طلاقت وجہ یعنی کشادہ پیشانی ہونے کو عنوان نفس کے اچھے ہونے کا کہا کرتے ہیں
اور بعضوں کا قول ہے کہ دنیا میں جتنے بدصورت ہیں اونکے لیے یہی کافی ہے کہ صورتیں اونکی بری
ہیں۔ روایت ہے کہ ایک بار خلیفہ مامون نے کچھ سپاہ اور فوج میں بھرتی کی ایک شخص کو سامنے بلایا
ایک بدصورت آدمی اون میں تھا اوس سے جو خلیفہ نے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ زبان میں لکنت ہے تو
اوسکا نام فہرست سے خارج کیا اور کہا کہ روح کی چمک جب آدمی کے ظاہر پر ہوتی ہے تو خوبصورتی
حاصل ہوتی ہے اور اگر باطن پر ہوتی ہے تو فصاحت کا موجب ہوتی ہے اس شخص کا نہ ظاہر
اچھا ہے نہ باطن اور حدیث شریف میں ہے کہ اُطْلُبُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْهِ اور حضرت عمرؓ
فرماتے ہیں کہ جب تم قاصد بھیجو تو خوبصورت اور اچھے نام کا تلاش کیا کرو۔ اور فقہا کہتے
فقیہ میں لکھتے ہیں کہ جب نمازی برابر ہوں سب درجات میں ایک چیز میں سادی ہوں تو امامت کے واسطے
بہتر وہ ہے جو زیادہ خوبصورت ہو اور اللہ تعالیٰ نے خوبصورتی پر احسان جتا کر ارشاد فرمایا ہے
کہ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور یہ روایت مشہور ہے اَللّٰهُ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ
یعنی اللہ تعالیٰ خود بھی اچھا ہے اور خوبی ہی اوسکو محبوب ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری غرض
جمال سے وہ جمال نہیں جو محرک شہوت ہو اور عورتوں کا جمال ہوتا ہے بلکہ جمال سے یہ غرض ہے
کہ آدمی میانہ قد درست قامت گوشت میں معتدل اعضا متناسب چہرہ کا اچھا ہو کہ لوگوں کو
اوسکی طرف دیکھنے سے نفرت نہ ہو۔ اب یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تقریر مذکورہ بالا سے مال
اور جاہ اور قبیلہ اور اہل اور اولاد سب نعمتیں داخل معلوم ہوتی ہیں حالانکہ خدا ہی تعالیٰ نے خود
مال و جاہ کی مذمت کی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ
اور فرمایا اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دونوں کی

(۱) خیر کو تلاش کرو خوبصورتوں کے پاس
(۲) زیادہ کی اسکو کشادگی علم میں اور بدن میں
(۳) اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے
(۴) بعض تمہاری بیبیاں اور اولاد دشمن ہیں تمہاری سو ان سے بچتے رہو
(۵) تمہارے مال اور اولاد بھی ایک جانچ ہیں

ترمذی بروایت کعب بن مالک ۱۲

مذمت فرمائی ہے اور علما بھی انکو برا کہتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نسب کی
مذمت میں فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے اعمال نیک کی اولاد ہیں اور ہر ایک انسان کی قیمت وہی چیز ہو
جو اوسکو اچھا کر دے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ آدمی اپنی ذات سے ہوتا ہے نہ اپنے باپ سے
جب مال و جاہ و نسب کا یہ حال ہے تو یہ چیزیں نعمت کیسے ہوئیں اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص
علوم کو الفاظ منقول اور مؤول سے اور روایات عامہ مخصوص البعض سے حاصل کرتا ہے اوسپر
گمراہی غالب ہوتی ہے جب تک کہ نور الٰہی سے ہدایت پا کر اون علوم کو اول یا ہیئت پر حمل
نہ کرے اور جب اونکی حقیقت معلوم ہو جاوے تو نقل کو اوسکے مطابق خواہ تاویل سے کرلے
یا تخصیص سے اب یہاں جو ہم لکھتے ہیں تو ان چیزوں کو نعمت ہونے اور آخرت پر مضر ہونے میں
کچھ انکار نہیں ہو سکتا لیکن انمیں فتنے اور خوف بہت ہیں مثلاً مال کو ایک سانپ تصور کرنا
چاہیے جسمین تریاق نافع اور زہر ہلاہل دونوں ہیں اب اگر اوسکو کوئی منتر والا پکڑے جو زہر سے
بچنے کی ترکیب اور تریاق نکالنے کی تدبیر سے ماہر ہے تو اوسکے لیے سانپ پکڑنا نعمت ہے
لیکن اگر گنوار مغرور اوسکو پکڑ لیگا تو اوسکے حق میں مصیبت ہے یا مال کو ایک سمندر فرض کرو
جسکی تہ میں اقسام جواہر اور موتی ہیں تو جو شخص فن شناوری اور غوطہ زنی میں یکتا ہوگا اور
سمندر کی اور آفات بچنے کی گھاتیں جانتا ہوگا اوسکو سمندر کی نعمتیں ملینگی اور اگر ہر ایک
امر سے ناواقف ہے تو بیشک ہلاک ہو جاویگا جب یہ معلوم ہوا کہ ان نعمتوں کا وجود یقینا ہی تو اوسکے
اللہ تعالی نے مال کی تعریف کی اور اوسکو خیر کے لفظ سے تعبیر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی اسکی تعریف کی چنانچہ حدیث مذکورہ بالا میں کہ اگر اللہ تعالی کے خوف کیواسطے مال
بہت عمدہ مددگار ہے اسی طرح جاہ و عزت کی بھی خداوند تعالی نے مدح کی کہ اوسکے باعث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا یعنی اوسکو سب دینوں پر غالب کر دیا اور خلق کے دلوں میں
اونکو محبوب فرمایا اور کبھی غرض جاہ سے بھی ہوتی ہے ہاں اتنی بات ہے کہ ان دونوں کی مدح
تھوڑی سی ہے اور مذمت بہت سی اور جہاں برائی ریا کی ہے وہ بھی جاہ کی برائی ہی ہے اسلیے
کہ ریا کا مقصود دلوں کا اپنی طرف کھینچنا ہے اور جاہ کا مقصود دلوں کا مالک ہونا دونوں یکساں ہی
ہیں۔ اور مدح کی کمی اور ذم کی کثرت کی یہ وجہ ہے کہ اکثر آدمی مال کے سانپ کا منتر نہیں جانتے
اور جاہ کے سمندر میں غوطہ لگانے سے ناواقف ہیں اسلیے اونکو انسے ڈرانا ضرور ہوا کیونکہ
اونکو تریاق ملنے سے پہلے ہی زہر مال کا پہنچتا ہے اور جاہ کے مروارید پر اطلاع بھی نہیں

ہونے پاتی کہ اوسکی صحبت برباد کردیتی ہے۔ اور اگر مال و جاہ بذات خود ہر ایک شخص کے حق مین
برے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ جاہ عنایت ہوتا نہ حضرت سلیمان
علیہ السلام کو سلطنت ملتی بلکہ بات وہی ہے کہ اور لوگ مثل لڑکون کے ہین اور انبیا علیہم السلام
اور عارفین منتر والے ہین جس چیز سے لڑکون کو ضرر ہوتا ہے منتر والون کو نہین ہوتا فرض کرو
کہ ایک منتر والے کا ایک محبوب لڑکا ہے جسکی صلاح اور زندگی اوسکو منظور ہے اوسنے ایک سانپ
دیکھا اور جانا کہ اگر مین اوس سانپ کو تریاق کے لیے پکڑونگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور
جہان سانپ دیکھیگا اوسکو کھیل کیواسطے پکڑ لیگا اور ہلاک ہوجاویگا تو یہان اوسکو دو غرضین پیش
ہوتی ہین ایک سانپ مین سے تریاق نکالنا دوسرے لڑکے کی حفاظت تو اوسکو چاہیے کہ ان
دونون غرضون کو مقابلہ کرے اگر یہ سمجھے کہ تریاق نہ ملنے سے مجھے چندان ضرر نہوگا لیکن اگر
سانپ کو پکڑونگا تو یہ لڑکا ضرور میری دیکھا دیکھی پکڑیگا اور اسکے ہلاک ہونے سے میرا نقصان بہت
ہوگا تو اس صورت مین اوسکو واجب ہے کہ جب سانپ نظر آوے اوسکے پاس سے بھاگے اور
لڑکے کو بھی اوسکے پاس سے بھگاوے اور اوسکی برائی اوسکے سامنے بیان کرے کہ خبردار اسکے
گرد نہ پھرنا اسمین ایسا زہر ہوتا ہے کہ اوس سے کوئی نہین بچتا اور اوس سے ہرگز تریاق کا ذکر
نہ کرے کہ اسمین تریاق نافع بھی نکلتا ہے کیونکہ مبادا وہ بدون قضیت کامل اوسپر جرات کر بیٹھے اور
تباہ ہوجاوے۔ اسیطرح غوطہ خور اگر سمندر مین غوطہ لگانا چاہے اور اوسکا لڑکا موجود ہو اور تصور
کرے کہ اگر مین غوطہ لگاونگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور ڈوب جاویگا تو اوسکو چاہیے
کہ لڑکے کو سمندر اور دریا کے کنارے سے ڈراوے کہ انکے پاس آنا اچھا نہین یہان آدمی کا
پتہ نہین لگتا اور اگر صرف کہنے سے لڑکا باز نہ رہے بلکہ اپنے باپ کو کنارے پر دیکھکر خود بھی اوسی کی
سیر کرے تو باپ پر واجب ہے کہ جب لڑکا ساتھ ہو کبھی کنارے پر نجاوے اوس سے دور دور
رہے۔ اور چونکہ امت بھی انبیا علیہم السلام کی کنار شفقت مین مثل ناواقف لڑکون کے ہوتی ہے
چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اسلیے جوش شفقت پدری
اسی بات کا مقتضی ہے کہ ہلاک ہونے کی جگہ سے ان ناواقفون کو بچاتے جیسا کہ حدیث شریف
مین وارد ہے انکم تتہافتون علی النار تہافت الفراش وانا اخذ بحجزکم یعنی تم آگ پر
پروانون کیطرح گرتے ہو اور مین تمہاری کمرین پکڑتا ہون سو چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان
اور انتہا کہ انبیا علیہم السلام کا بڑا مقصد اپنی اولاد یعنی امت کا بچانا ہی تھا اور اسلیے مبعوث

ح مین تو تمہارا ایسا ہون جیسا باپ بیٹے کے لیے ۱۲ مسلم بروایت ابو ہریرہ
ح بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

بھی ہوتے تھے اور مال مین انکو بجز قوت کے اور کوئی غرض نہ تھی اسلیے صرف بقدر قوت
مال پر کفایت کی اور جو بچا اوسکو اپنے پاس نہ رکھا بلکہ دے ڈالا کیونکہ دے ڈالنا ہی اوسکا تریاق ہے
اور روکنا اوسکا زہر قاتل ہے اگر لوگون کیواسطے کسب مال کی اجازت دیجاتی اور اوسکے
باعث کیے جاتے تو وہ اوسکے زہر کیطرف متوجہ ہوتے اور خرچ کرنیکے زہر مہرے سے دھیان
نہ دہرتے اسلیے مال کی مذمت کی گئی اور اوس مذمت سے مقصود یہی ہے کہ اوسکا روکنا
اور اوسکے زیادہ ہونیکی حرص کرنی بری بات ہے کہ اوس سے دنیا کی رغبت اور اوسکے
لذات کا حصول پایا جاتا ہے اور بقدر کفایت مال کا لینا اور باقی کو خیرات مین خرچ کرنا جائز ہے
ہر مسافر پر ضروری ہے کہ سفر مین بقدر زاد ہی اپنے ساتھ لے بشرطیکہ اس امر کا ارادہ پختہ ہو
کہ اسمین سے اوسیقدر صرف مین آوے مگر جس صورت مین کہ اوسکو دوسرون کا کھلانا اور رفقا پر
صرف کرنا منظور ہے تو زیادہ زاد سے لینا بھی کچھ مضائقہ نہین اور یہ جو حدیث شریف مین
مذکور ہے کہ لیکن بلاغ احدکم من الدنیا کزاد الراکب ۱۲ اوسکے یہی معنی ہین کہ صرف اپنے نفسون کے
لیے اسقدر چاہیے ورنہ ہی حدیث کے راویون مین سے بعض ایسے بھی تھے کہ حدیث مذکور پر
عمل بھی کرتے تھے اور ایک جگہ مین لاکھ درم لیتے اور دوسری جگہ دے ڈالتے اور ایک شی بھی نہ رکھتے
اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقرا اغنیا سے آدھے دن پہلے جنت مین داخل ہونگے
تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے اجازت چاہی کہ جو کچھ میرے پاس ہے سب
دے ڈالتا ہون آپ نے انکو اجازت دیدی اوس وقت حضرت جبریل علیہ السلام اوترے
اور فرمایا کہ انکو حکم فرمائیے کہ کھانا کھلاوین اور ننگون کو کپڑا دین اور مہمان کی خدمت کرین
حاصل یہ کہ دنیا کی نعمتون مین دوا کے ساتھ زہر ملا ہوا ہے پس جس شخص کو
اپنی بصیرت اور کمال معرفت پر اعتماد ہو اوسکو چاہیے کہ دنیا کے پاس اسی طرح جاوے کہ دوا
حاصل کرے اور اوسکے مرض سے بچا رہے اور جسکو اعتماد نہو اوسکو دنیا سے علحدہ رہنا اور کنارہ
کرنا ہی لازم ہے کہ نہایت محل خوف ہے سلامت رہنا بہت عمدہ بات ہے چنانچہ مثل
مشہور ہے سلامتی بہتر از غنیمت ہے ایسے لوگون کے حق مین سلامتی کے برابر کوئی چیز نہین اور تمام
لوگ ایسے ہی ہین صرف وہ لوگ جنکو خدا ہی تعالی بچاوے اور اپنے طریق کی راہ بتادے
وہ البتہ ارباب بصیرت ہین اب چوتھی قسم کی نعمتون یعنی توفیقی نعمتون کا حال بیان کیا جاتا ہے
کہ اونکی طرف حاجت کسطرح ہے یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی شخص ایسا نہین جسکو توفیق کی

نہ ہو

۵ چاہیے کہ دنیا مین ... اتنا ہو جتنا سوار کا ... ابن ماجہ وحاکم ... ۱۲

حاجت ہو اور توفیق کے معنی یہ ہیں کہ بندے کے ارادہ و قضا و قدر الٰہی میں تالیف اور
ربط کا ہونا اور اسمیں خیر و شر دونوں شامل ہیں اور سعادت و شقاوت دونوں داخل مگر عادت
یہی ہو گئی ہے کہ توفیق خاص اوسیکو کہتے ہیں جو قضا و قدر میں سے سعادت کے موافق ہو جسطرح
کہ الحاد کو لغت میں میل کو کہتے ہیں مگر اصطلاح میں خاص اوس میلان کا نام ہے جو حق کیطرف سے
باطل کیطرف ہو اور اسیطرح ارتداد کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اوسکے معنی بھی لغۃً پھرنے کے ہیں مگر
عادۃً امر حق سے پھر جانے کو کہتے ہیں بہرحال توفیق کی حاجت ہونے میں کچھ شک نہیں جیسا کہ
شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر گر از حق نہ توفیق خیری رسد ٭ کی از بندہ خیری بغیری رسد
اور ہدایت کا مال یہ ہے کہ اوسکے بدون کوئی شخص سعادت کا طالب نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ انسان
کا ارادہ کبھی ایسی چیز کی طرف ہوا کرتا ہے جسمیں اوسکی آخرت کی بہتری ہو لیکن جب یہی نہ جانا ہو
کہ میری صلاح و بہتری کس چیز میں ہے یہانتک کہ فساد کی شے کو بہتری کی چیز جانا
تو صرف ارادہ سے کیا نفع ہوگا غرضکہ ارادہ اور قدرت اور اسباب سے بدون ہدایت کے
کچھ فائدہ نہیں اوسیواسطے اللہ جل شانہ نے فرمایا رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى اور
فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَى مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ اور
حدیث شریف میں ہے کہ مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا بِرَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى یعنی کوئی شخص جنت میں
بدون خدا ہی تعالیٰ کی رحمت کے داخل نہوگا اسمیں رحمت سے مراد ہدایت ہے اس حدیث کو
سنکر لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بھی بدون رحمت داخل جنت نہونگے آپ نے فرمایا کہ میں بھی بدون رحمت
نجات نہ پاؤنگا اب یہ جاننا چاہیے کہ ہدایت کے تین درجے ہیں پہلا درجہ طریق خیر و شر کا بتانا ہے
جو اس آیت میں مراد ہے وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ یعنی ہمنے سوجھادی اوسکو دو گھاٹیاں اور یہ انعام
خداوندی اوسکے سب بندوں پر ہے بعضوں کو اونکے عقل ہی سے طریق خیر و شر بتا دیا
اور بعضوں کو انبیا علیہم السلام کی زبان سے چنانچہ فرمایا وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى
غرضکہ اسباب اس ہدایت کے کتب الٰہی اور انبیا علیہم السلام اور بینائی عقول ہیں اور اسنے
کسیکو روک نہیں البتہ وہی شخص رکتا ہے جسکو حسد اور کبر اور دنیا کی محبت اور ایسے لوازم جنسے دل
اندھے ہو جاویں گو آنکھیں نہ پھوٹیں موجود ہوں انمیں سے عادتًا اور کسی چیز سے مانوس ہونا اور
اوسکو اچھا جاننا ہے جو اس آیت میں مراد ہے إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ
اور کبر و حسد کو ان آیات میں ارشاد فرمایا وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ

ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم انہیں کے قدموں پر چلتے ہیں ۱۲

اور کہتے ہیں کیوں نہ اوترا یہ قرآن کسی بڑے سردار پر ان دو بستیوں سے ۱۲

اور کہنے لگے ابشرا منا واحدا نتبعه یہ باتیں دل کو اندھا کر دیتی ہیں اور اسی وجہ سے راہ ہدایت نہیں پاتی ہیں
دوسرا درجہ ہدایت کا جو اس ہدایت عام کے بعد ہے یہ ہے کہ خداوند کریم اوسکو ہمیشہ بندہ کی
مدد میں ہر حال میں کرتا رہتا ہے اور نتیجہ مجاہدہ کا یہ ہدایت ہوتی ہے جو اس آیت میں مذکور ہے
والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہے والذین اهتدوا زادهم هدى
تیسرا مرتبہ ہدایت کا دوسرے کے بعد ہے اور وہ ایک نور ہے جو کمال ہدایت کے بعد عالم نبوت
اور ولایت میں چمکتا ہے اور اوسکے باعث آدمی کو وہ باتیں سوجھتی ہیں جو عقل سے نہیں معلوم ہوتیں
جنکو مدار اوامر و نواہی الٰہی اور امکان تحصیل علوم کا ہے اس ہدایت کا نام ہدایت مطلق ہے
اور اسکے سوا اور ہدایتیں اسکے مقدمات اور حجاب میں ہیں اور یہ وہ ہے جسکو خدا تعالیٰ نے
اپنی طرف منسوب فرمایا اگرچہ سب اوسیکی طرف سے ہیں چنانچہ فرمایا قل ان هدى الله هو الهدى
اور اسیکا نام حیات ہے جو اس آیت میں مذکور ہے او من کان میتا فاحییناه وجعلنا له نورا
یمشی به فی الناس اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہے افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور
من ربه اور رشد سے ہماری غرض وہ عنایت الٰہی ہے جو انسان کو اپنے مقصد کیطرف متوجہ ہونے کے
وقت مدد کرتی ہے یعنی اگر مقصد نیکو میں اوسکی بہتری ہوتی ہے تو اوسکو قوت دیتی ہے اور
اگر اوسکے حق میں برائی ہوتی ہے تو اوسکو سست کر دیتی ہے اور یہ بات باطن سے ہوتی ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد آتینا ابراهیم رشده من قبل وکنا به عالمین پس رشد اوسی
ہدایت کو کہتے ہیں جو سعادت کیطرف کو باعث اور محرک ہو مثلا کوئی لڑکا اگر اپنے مال میں بالغ ہو
کر مال کی حفاظت اور تجارت کے طریقے اور مال کے زیادہ کرنے کی تدبیر جان لیتا ہو
مگر باوجود اسکے اسراف کرے اور قصد مال کے بڑھانے کا نکرے تو اوسکو رشید نہ کہینگے البتہ
وہ طریق خیر و شر جانتا ہے مگر چونکہ اوسکی ہدایت ناقص ہے کہ اوسکا ارادہ کو محرک نہ ہوئی
اس وجہ سے رشید نہوا اسیطرح جو شخص کسی مضر چیز پر عمدا جرأت کرے تو اوسکو ہدایت تو
عنایت ہوئی اور جاہل سے تمیز بھی حاصل ہوئی جو مطلق اوسکے ضرر کو نجانتا ہو لیکن رشد
عنایت نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ صرف اعمال کے طرق پر ہدایت ہونے کی نسبت رشد نہایت
زیادہ کمال ہے اور یہ نعمت بھی بڑی ہے اور تسدید سے یہ غرض ہے کہ بندے کی حرکات کو
مطلوب کی طرف متوجہ کرنا اور اون حرکات کا اوس پر آسان کر دینا تاکہ درستی سے جلد صواب کی
راہ پر پہنچ جاوے پس فقط اکیلے ہدایت سے کام نہیں چلتا اور حاجت ہے رشد کی جو محرک ارادہ ہو

ف ۔ کیا ایک آدمی ہم میں کا اکیلا ہم اوسکے ساتھ پیچھے چلیں ۱۲
ف ۔ اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھاوینگے اونکو اپنی راہیں ۱۲
ف ۔ اور جو لوگ راہ پر آئے اونکو اور بڑھی اونکی سوجھ ۱۲
ف ۔ تو کہ جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے ۱۲

باقی رہتی ہے اسیطرح رشد بھی کافی نہین اسمین ضرور ہے کہ حرکات کی آسانی بذریعہ ہاتھ اعضا اور آلات کے ہوتی ہے یہان تک کہ مراد پوری ہو غرضکہ صرف بتلا دینا اور شوق دلا کر آمادہ کر دینا تو ہدایت ہے اور ارادے کو حرکت کیواسطے متنبہ اور بیدار کرنا رشد ہے اور درستی کیطرف اعضا کی حرکت کو بڑھا دینا تسدید ہے - اور تائید اون سب کو جامع سمجھنا چاہیے یعنی اوسکے معنی یہ ہین کہ بندے کے کام مین اندر سے تو بصیرت کے باعث قوت دی اور باہر سے بباعث موافقت اسباب دلیری کی اعانت کرنی اور اس آیت مین بھی وہ مراد ہے إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ اور تائید کے قریب عصمت ہے جسکے یہ معنی ہین کہ آدمی کے دل مین وہ عنایت پیدا ہو کہ اسکے باعث آدمی خیر کیطرف اور شر سے احتراز کرنے پر قادر ہو گویا کوئی اندر روکنے والا موجود ہے کہ معلوم نہین ہوتا اور اسیکو برہان کے لفظ سے خدا تعالی نے ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ یہ ہین نعمتین کلی طور پر اور یہ سب انسان مین جب ہی ہوتی ہین جبکہ اللہ تعالی فہم صاف اور تیز اور گوش حق نیوش اور دل بصیرت منزل عطا فرما کر ان میں اعانت کرے اور اوستاد خیرخواہ اور مال بقدر کفایت کہ کمی کے باعث مہمات ضروریات سے قاصر نہ ہو کثرت کی بہت سے مانع اشغال دینی ہو اور وہ عزت جس سے کہ احمقون کی جہالت اور اعدا کے ظلم سے بچا رہے عنایت فرماتا ہے اور ان مین سے ہر ایک چیز بہت سے اسباب چاہتی ہے پھر اون اسباب کے اور اسباب چاہئین یہانتک کہ یہ سلسلہ مسبب الاسباب پر ختم ہو اور ان سب کا یہ حال ہے کہ وہ اسباب بہت طول طویل ہین کہ اس جیسی کتاب مین اوسکا پورا بیان کرنا ممکن نہین اسلیے ہم نمونہ کے طور پر کچھ لکھے دیتے ہین تاکہ اس سے اس آیت کے معنی سمجھ مین آجاوین

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

دوسرا بیان اس بات کے نمونہ مین کہ خدا تعالی کی نعمتین بہت اور مسلسل خارج حد شمار سے ہین واضح ہو کہ ہمنے تمام نعمتون کو سولہ قسمون مین جمع کیا ہے اور تندرستی منجملہ اونکے ایک نعمت ہے جو پچھلے مرتبہ مین واقع ہے اگر اسکے اسباب جنسے یہ نعمت پوری ہوتی ہے ہم بالکل لکھنا چاہین تو یہ ممکن نہین مگر اسباب صحت مین سے ایک کھانا بھی ہے اور اسکے وہ لوازم ہین جنسے کھانے کی نعمت پوری ہوتی ہے تو کچھ تھوڑے سے لکھے دیتے ہین تاکہ نمونہ ہو پس تو معلوم ہی ہے کہ کھانا ایک فعل ہے اور جو فعل اس قسم کا ہے وہ حرکت ہے اور ہر ایک

اور اگر تم خدا کی نعمتون کو گنو تو پورا شمار نہ کر سکو گے

حرکت کے لیے ایک جسم بھی ضرور ہے جو آلہ حرکت ہے اور اوسکو حرکت پر قدرت اور ارادہ
بھی شرط ہے اور اپنی مراد کا علم و ادراک بھی چاہیے پھر کھانے کے لیے غذا ضروری ہے
اور غذا کے لیے کوئی چیز ایسی چاہیے جس سے غذا حاصل ہو اور اوسکا کوئی بنانے والا چاہیے
جو غذا کو درست کردے ہمین لحاظ اول ہم اسباب ادراک بیان کرینگے پھر اسباب ارادہ پھر
اسباب قدرت پھر اسباب غذا اور ان چاروں کو اشارۃً اور مجملاً بیان کرتے ہیں نہ مفصل
طور پر اور چونکہ اس بیان میں چند چیزوں کا ذکر ہے لہذا اسکے آٹھ نکتے مقرر کیے گئے

نکتۂ اول اون نعمتوں کا ذکر جو اسباب ادراک کے پیدا کرنے میں خدای تعالی نے رکھی ہیں
جاننا چاہیے کہ خدای تعالی نے نباتات کو پتھر اور ڈھیلا اور لوہے اور تانبے اور تمام جواہر
جو بڑھتے اور کھاتے نہیں وجود میں کامل تر بنایا ہے بایں طور کہ نباتات میں ایک ایسی قوت رکھی ہے
جس سے وہ غذا اپنی طرف کھینچتے ہیں اور یہ قوت اونکی رگوں اور جڑ میں ہوتی ہے جو زمین میں
رہتی ہیں اور اونکے لیے یہ رگ و ریشہ آلات ہیں کہ انھیں کے ذریعے سے غذا کو جذب
کرتی ہیں اور یہ رگیں اول باریک ہوتی ہیں جو پتوں پر سوجھتی ہیں پھر اونکی جڑیں موٹی ہوکر
پھیلنے لگتی ہیں کہ موٹیوں میں سے اور پتلی رگیں متفرع ہوتی ہیں اور اون میں سے اور پتلی
یہاں تک کہ پتلی ہوتے ہوتے پتے کے اجزا میں نظر سے غائب ہو جاتی ہیں اور باوجودیکہ
نباتات کو یہ کمال ہے مگر پھر بھی وہ ناقص ہے اسلیے کہ اوسکی غذا اگر اوسکی جڑ میں نہ پہونچے گی
اور اون کی رگوں سے متصل نہوگی تو سوکھ جاویگا اوسکو یہ قدرت نہیں کہ غذا دوسری جگہ تو
تلاش کرے کیونکہ تلاش کے لیے دو چیزیں چاہییں ایک مطلوب چیز کا جاننا دوسرے اوس تک جانا
اور نبات ان دونوں باتوں سے عاجز ہے تو یہ بھی ایک خدای تعالی کی نعمت ہے جو انسان
کے لیے ذریعہ معلوم کرنے کا اور آلات حرکت واسطے تلاش غذا کے پیدا کیے پھر ترتیب حواس
خمسہ میں بھی حکمت لطیفہ نظر آتی ہے یہ سب حواس آلہ ادراک ہیں پہلا حاسہ لمس یعنی چھونے کا
ہے اسواسطے پیدا کیا گیا ہے کہ جب گرمی پر آتش سوزاں یا تیغ براں گرے تو اوسکے لگتے ہی معلوم
کرلے اور علحدہ ہو جاوے اور یہ حس حیوان میں اول پیدا ہوتی ہے بدون اوسکے حیوان نہوگا
اور سب سے کمتر درجہ حس کا یہ ہے کہ جو چیز بدن سے ملی جاوے اوسکو معلوم کرلے کیونکہ دور کی چیز کا
معلوم کرنا حس کامل میں داخل ہے اور یہ حس ناقص ہر ایک حیوان میں ہوتی ہے یہاں تک کہ کیڑے
میں بھی ہے کہ جب سوئی اوسکے بدن پر لگاؤ تو فوراً سمٹنے کے واسطے سکڑ جاویگا اور

نباتات میں یہ بات نہیں ہے اوسکو اگر کاٹنے لگو تب بھی نہیں سرکتا اسواسطے کہ اوسکو کاٹنے
کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر اگر آدمی میں یہی قوت لامسہ ہوتی تو یہ بھی کیڑے کیطرح ناقص ہوتا
کہ درخت غذا کی تلاش نہ کرسکتا بلکہ جو چیزیں بدن کو لگتیں اونہیں کو اپنی طرف کھینچ لیتا اسلیے
حاجت ایسی حس کی پڑی ہوئی جس سے دور کی چیز معلوم ہو اوسکے لیے خداے تعالیٰ نے قوت شامہ
پیدا کی کہ اوسکے ذریعے سے آدمی کو بو معلوم ہوتی ہے مگر یہ نہیں معلوم ہوسکتا
کہ کس طرف سے آتی اگر انسان یہی پر رہتا تو چاروں طرف پھرا کرتا جب تک کہ بو والی چیز کے
پاس نہ پہونچ جاتا سب بھی ناقص ہی رہتا اسکے واسطے بینائی پیدا کی کہ دور کی چیز کی جہت بھی
معلوم ہو جاوے تاکہ اوسی طرف کو حرکت کرے اور اگر صرف آنکھ ہی ہوتی جب بھی
نقصان تھا کیونکہ دیواروں اور پردوں کے پیچھے کی چیز معلوم نہوتی وہ غذا کہ جسمیں کوئی آڑ
حائل نہوتی وہی سوجھا کرتی ایسے ہی دشمن جو آنکھوں کے سامنے ہوتا نزدیک آیا کرتا لیکن اگر
اوجھل ہوتا تو سوجھتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ دشمن کے نزدیک پہونچنے تک اطلاع نہوتی اور
اوسوقت بھاگ نہ سکتا اسکے لیے کان پیدا کیے اور قوت شنوائی عنایت کی جس سے
دیواروں اور پردوں کے پیچھے کی آواز سنے کیونکہ آنکھ سے تو سامنے کی چیز معلوم ہوتی اور
غائب کا حال بدون کلام و آواز حرکت کے جو قوت سامعہ سے معلوم ہوتی ہے اور اگر
نہیں ہوسکتا اسلیے قوت سامعہ پیدا ہوئی اور کلام کے سمجھنے کی قوت بھی دی کیونکہ
باعث اور حیوانات سے تمیز ہوگئی اور یہ سب حواس بھی کافی نہوتے اگر قوت ذائقہ نہوتی
کیونکہ غذا کے ملنے کے بعد آدمی کو کیا معلوم ہوتا کہ یہ موافق ہے یا ناموافق کہ کھاتے ہی جاتا
جیسے درخت کا حال ہوتا ہے کہ جو چیز سیال اوسکی جڑ میں پہونچتی ہے اوسکو کھینچ لیتا ہے
حالانکہ بعض اشیا مضر ہوتی ہیں اور اونکے باعث سے سوکھ جاتا ہے پھر اگر یہی حواس ہوتے
تب بھی نقصان رہتا اگر ایک اور ادراک دماغ کے اگلے حصہ میں پیدا نہوتا جسکو حس مشترک
کہتے ہیں جسکے وسیلے سے ان حواس کے محسوسات جمع رہتے ہیں اگر حس مشترک نہوتی تو آدمی
بڑی دقت میں پڑتا مثلاً جب کوئی چیز زرد رنگ کی کڑوی کھاتا اور اوسکو ناموافق پاکر
چھوڑ دیتا تو جب دوبارہ اوس چیز کو دیکھتا تو نہ پہچانتا کہ یہ مضر ہے جب تک کہ دوبارہ نہ چکھتا
کیونکہ آنکھ سے زردی سوجھتی ہے تلخی نہیں معلوم ہوتی اور ذائقہ سے تلخی معلوم ہوتی ہے
زردی نہیں سوجھتی تو ضرور ہوا کہ ایک ایسی قوت بھی ہو جس سے زردی اور تلخی دونوں جمع ہوں

یہانتک کہ جب پیٹ بھر چیز نفرت آوے تو وہ قوت حکم کرے کہ یہ کڑوی ہے اور وہ مکروہ
کہانے کی نوبت نہ آوے اور یہ سب حواس مع حس مشترک انسان میں جیسے پائے جاتے ہیں ویسا
حیوانات میں بھی ہیں مثلاً بکری میں سب چیزیں موجود ہیں جو انسان کے لیے ہیں اگر یہی
ہوتے تب بھی ناقص رہتا جیسے حیوانات ہیں کہ حیلے سے گرفتار ہو سکتے ہیں پھر اونکو اپنے بچاؤ
دفع کی قوت نہیں کہ کسی تدبیر سے قید سے آزاد ہو جاویں اور بعض اوقات کنوئیں میں گر پڑتے
ہیں اور اونکو یہ نہیں معلوم کہ انہیں گرنے سے مر جاویں گے اور یہی جو چوپایہ کبھی ایسی چیز کھا لیتا
ہے اوسکو بالفعل مزہ دار معلوم ہوا اور آئندہ کو ضرر پہونچے تو کہاتے ہی بیمار ہو کر مر جاتا ہے کیونکہ اوسمیں
اور یہ قوت کا ادراک ہے انجام کا سوچنا اوسکو حاصل نہیں اور انسان کو خدای تعالیٰ نے ایک اور
صفت سے ممتاز کیا جو سب باتوں سے اشرف ہے وہ عقل ہے اور جسکو عقل کہتے ہیں اوس سے انسان اپنا
نفع اور ضرر پہچانتا ہے اور انجام کو جو مضر ہے وہ معلوم کرتا ہے غذا کا پکانا اور اوسکو تیار کرنا
اور اوسکے سامان مہیا کرنے یہ سب باتیں عقل سے ہوتی ہیں تو صرف غذا کے باب میں جو سبب
آدمی کی تندرستی کا ہے عقل اتنی نافع ہے حالانکہ یہ فائدہ عقل کا نہایت ادنیٰ ہے اور ایک بڑی اوسکی
حکمت سے بڑی حکمت عقل میں خدای تعالیٰ کی معرفت اور اوسکے افعال کا جاننا اور عالم میں
اوسکی حکمت کو پہچاننا ہے اس صورت میں فائدہ حواس کا اور کا اور ہو جاتا ہے یعنی حواس خمسہ
آدمی کے حق میں مثل جاسوسوں اور مخبروں کے ہو جاتے ہیں جو سلطنت کے اطراف میں
بادشاہوں کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں اور انمیں سے ہر ایک کو ایک خاص کام سپرد ہوتا ہے
مثلاً آنکھ کو رنگوں کی خبر اور کان کو آوازوں کی خبر اور ناک کو خوشبو کی خبر اور ذائقہ کو غذا کی
خبر اور لامسہ کو سردی گرمی اور سختی نرمی اور ہمواری ناہمواری کی خبر معلوم ہو جاتی ہے اور یہ
جاسوس تمام ممالک میں سے خبریں لیکر حس مشترک کو حوالے کرتے ہیں جو دماغ کے اگلے حصہ میں
ہوتی ہے جیسے مرقع لیکر اور عرض بیگی بادشاہوں کی ڈیوڑھی پر رہتے ہیں کہ جو کچھ
اطراف سلطنت میں سے کاغذات یا اخبار آتے ہیں وہ اونکو جمع کر کے بادشاہ کے حضور میں پہونچا دیتے
ہیں زیادہ اونکا اختیار نہیں فقط اتنے ہی واسطے ہیں کہ جو ہر طرف سے اون اخباروں کا غذات
سر بمہر جمع کریں اور حفاظت سے بادشاہ کے پاس پہونچا دیں مگر اونکے اندر کی حقیقت اونکو
کچھ نہیں معلوم ہوتی اسیطرح حس مشترک کی تمام محسوسات حواس خمسہ کے دل کے پاس جو بمنزلۂ امیر
و بادشاہ کے ہے پہونچا دیتی ہے اور وہ اگر عاقل ہوتا ہے تو اون اخبارات کی تفتیش کرتا ہے

اور انہین چیزون سے اسرار مملکت پر واقفیت ہو کر احکام عجیبہ نافذ کرتا ہے جنکا بیان کامل بیان نہین ہو سکتا اور جس حکم کو چاہتا ہے کہ وہ مناسب جانتا ہے اوسکے موافق اپنے لشکر یعنی اعضا کو جنبش دیتا ہے کبھی تلاش کے لیے اور کبھی گریز کے لیے اور کبھی اتمام تدبیرات کے لیے جو اوسکو پیش آتی رہتی ہین غرض کہ ادراک کی چیزون مین خدای تعالی کی نعمتون کا اسطرح انتظام ہے اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ہمنے اسکا بیان پورا لکھا ہے اسلیے کہ اگر کامل بیان کیا جاوے تو دفتر کے دفتر چاہیین مثلاً حواس ظاہری انسان کے تھوڑے سے حواس ہین یعنی بالکل [illegible] ہین انکے سوا اور بھی ہین جیسے حواس باطنی مثلاً اور ان حواس مین ایک حس بینائی ہے اور وہ آلہ انکھ ایک آلہ ہے اور اوسمین اگر تامل کیا جاوے تو دس طبقات مختلف سے بنی ہوئی ہے کہ بعضے اونمین سے رطوبات ہین اور بعض پردے ہین اور ان پردون مین بعضے مکڑی کے جالا ہین اور بعضے رحم کی جھلی کیطرح کے ہین اور رطوبتون مین سے بعضے انڈے کی سفیدی کے مشابہ ہین اور بعض برف کے مانند اور ان دسون طبقات مین سے ہر ایک کے لیے ایک صفت اور صورت اور عرض اور گولائی اور بناوٹ خاص ہے کہ اگر دس مین سے ایک مین بھی خلل آجاوے یا کسی صفت ہی مین قصور ہو جاوے تو بینائی مین ایسا فتور ہو جاوے کہ اطبا اور کحال سب اوسکے علاج سے عاجز ہو جاوین جب ایک حس مین یہ حال ہے تو قوت شنوائی یا دوسرے حواس کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے بلکہ کل جہان کہ اللہ تعالی نے جو حکمتین اور نعمتین انکھ مین اور اوسکے طبقات مین رکھی ہین اونکا بیان بہت کتابون مین بھی نہین ہو سکتا حالانکہ سب کے سب بلکہ بدن کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے پھر سارے بدن اور اعضا مین جو باتین ہین وہ کسطرح بیان ہو سکتی ہین حاصل یہ کہ ادراکات کی پیدایش مین جو خدای تعالی نے نعمتین رکھی ہین اونکے رموز یہ ہین جو بیان ہوے —

نکتہ دوم اون نعمتون کے اقسام مین جو ارادون کی پیدایش مین خدای تعالی نے رکھی ہین واضح ہو کہ اگر آدمی مین بینائی ہوتی جس سے کہ دور کی غذا دیکھ لیا کرتا اور طبیعت مین میل اور رغبت اوسکی طرف پیدا نہوتی جس سے کہ حرکت اوس طرف کو ہوتی ہے تو بینائی بیکار ہوتی دیکھو بہت مریض ایسے ہوتے ہین کہ غذا کو دیکھتے ہین اور سب سے زیادہ نافع چیز بھی ہے مگر چونکہ رغبت اونکے دل مین نہین رہتی تو نہین کھاتے اونکی بینائی اس باب مین بیکار ہے اسلیے انسان کو اسکے ضرور ہوا کہ موافق چیز کیطرف رغبت ہو

جسکا نام شہوت ہے اور مخالف چیز سے نفرت ہو جسکو کراہت کہتے ہین تاکہ شہوت کیوجہ سے
سرگرم طلب ہو اور کراہت کے سبب سے متنفر کہ پس اللہ تعالیٰ نے اوسمین خواہش غذا پیدا کی سکے
اوسکو اوسپر مسلط کر دیا کہ اشتہا کے تقاضے سے خواہ مخواہ کھانے کیطرف متوجہ ہوا اور غذا
کھا کر زندہ رہے اور اس بات مین حیوانات کو بھی انسان سے شرکت ہے مگر نباتات کو نہین پھر
بقدر ضرورت کے کھانے کے بعد اگر شہوت نہ ٹھہرا کرتی اور بہت زیادتی کی ہوتی تو آدمی
مر جاتا جیسے کھیتی کہ جب پانی ڈالے کھینچتی چلی جاتی ہے یہانتک کہ بگڑ جاتا ہے اوسکے واسطے
آدمی کی ضرورت سے جو پانی کا اندازہ مقرر کیا ہے اور حاجت کیوقت دیتے ہین ورنہ روک دیتے
اس وقت کے دور کرنے کیلئے خدا تعالیٰ نے آدمی مین نفرت پیدا کی کہ پیٹ بھرنے کے
بعد دل پھر جاتا ہے اور غذا ترک کرتا ہے اور جسطرح کہ انسان کے لیے کھانے کی شہوت پیدا ہوئی
کہ اوسکے باعث کھاتا اور بدن سلامت رہتا ہے اسیطرح شہوت جماع بھی پیدا کی کہ اوسکے باعث نسل
قائم رہے اور اگر ہم خدا تعالیٰ کی صنعت بیان کرین کہ رحم کو کیسے بنایا اور پیدائش حیض کی
اور ترکیب ہونا بچہ کا منی اور خون حیض سے اور کیفیت پیدائش خصیتین کی اور رگون کی جو اونمین
پشت کی اور پاؤن سے گئی ہین جنمین نطفہ رہتا ہے اور کیفیت عورت کی منی کی گردن کی سیدھی کی
رگون سے اور کیفیت رحم کے اندر کے ساتھ خون کی جنمین سے بعض مین جا کر نطفہ مرد ٹھہرتا ہے
اور بعض مین عورت کا اور کیفیت نطفہ کے تبدیل کی پہلے لوتھڑا اور لوتھڑے سے اور ہڈی اور گوشت اور
خون مین اور کیفیت اوسکے اجزا کی تقسیم کی یعنی سر اور ہاتھ اور پاؤن اور پیٹ اور پیٹھ اور تمام اعضا کی
بیان کیجاوے تو ناظرین کو اپنی ابتدا سے پیدائش مین انواع و اقسام کی نعمتہائے الٰہی دیکھکر
نہایت تعجب ہوگا نہ کہ تعجب کہتا ہے بلکہ بھی تعجب کرین لیکن چونکہ ہمکو صرف نعمتین کھانے کی بیان
کرنی منظور ہین اسیلئے طول کلام کو ترک کر کے اوسی پر اکتفا کرتے ہین ۔ خلاصہ یہ کہ خواہش
طعام انسان مین پیدا ہوا اور صرف اوسی کا فی نہین اسلئے کہ اوسکے گرد چارون طرف سے
مہلکات بھی تو لگے ہین پس اگر اوسمین غضب پیدا کیا جاوے جس سے کہ مخالف اور ناموافق کو
اپنے اوپر سے دفع کر سکے تو بیسیون آفات کا ہدف بنیگا اور جو غذا کو ہین سے پیدا کرے گا
چھین جاویگی کیونکہ ہر ایک اوسکا خواہشمند ہے اسیلئے ضرور ہوا کہ ارادہ دفع اور مقابلہ بھی آدمی
مین ہو جسکا نام غضب ہے ۔ پھر شہوت و غضب سے بھی کام نہین نکلتا اسلیئے کہ ان دونون کا فائدہ
و نقصان حال مین ہی ہے مآل مین کچھ کام نہین آتے اس لحاظ سے خدا تعالیٰ نے

آدمی میں ایک اور ارادہ پیدا کیا جو عقل کے اشارے پر چلتا ہے جس سے کہ انجام سوچا جاتا ہے
اور شہوت و غضب کو جس سے ادراک کا مقام حاصل ہوتا ہے حالت موجودہ معلوم ہوتی ہے غرضکہ
اس ارادے کے باعث آدمی کو عقل سے نفع کامل ہوا اسلیے کہ صرف یہ جان لینا کہ شہوت مثلاً
مضر ہے اوس سے بچنے کے لیے کافی نہیں جب تک کہ اس معرفت کے موافق رغبت عمل نہو اور
یہ ارادہ مرتبہ انسان کے لائق ہے جانوروں کو نہیں ملا ہے کہ انجام کا سوچنا بھی انسانوں ہی کو
عنایت ہوا ہے جس میں انسان کی شرافت منظور تھی اسی ارادے کا نام کبھی باعث دینی رکھا ہے

اور اس کا بیان [illegible] میں زیادہ اوسکی تفصیل کی ہے

تیسرا [illegible] قدرت اور آلات حرکت کی پیدائش میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان

جاننا چاہیے کہ صرف ادراک ہو جاتا ہے اور ارادہ سے خواہش طلب یا گریز کی ہوتی ہے
تو جب تک آلہ طلب یا گریز نہو تو ادراک و خواہش کو کیا کرے دیکھو مریض یا اندھا دور کی چیز دیکھ کر ادراک کا
مشتاق ہوتا ہے لیکن پاؤں میں قوت نہیں ہے اوس تک نہیں جا سکتا یا بعض اوقات فالج وغیرہ
مارا ہوتا ہے تو لاچار ہو جاتا ہے اگر چیز ملی بھی تو نہیں کھا سکتا اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی کو ایسے
آلات حرکت بھی ہوں اور حرکت میں قدرت بھی ہو تاکہ مقتضائے شہوت کے بموجب حرکت
کرنے طلب کو لا سکے اور کراہت کے باعث گریز اسی حکمت کے لیے خدا تعالیٰ نے
انسان و حیوان کو اعضا عنایت فرمائے کہ بعض ظاہر ہیں [illegible] اور ایسے اسرار سے معلوم نہیں
انہیں سے بعض اعضا ایسے ہیں جو طلب اور گریز دونوں کے لیے ہیں جیسے انسان و چوپایوں
کے لیے پاؤں اور پرندوں کے لیے پر اور بعض دفع کے لیے ہیں جیسے انسان کے ہتھیار
اور حیوان کے سینگ [illegible] اس باب میں حیوانات بہت مختلف ہیں بعض جاندار ایسے ہیں کہ اونکو
دشمن بہت ہیں اور غذا اونکی دور ہوتی ہے اسلیے اونکو تیز حرکت کی حاجت ہوتی ہے
تو اوسکے لیے پر عنایت ہوئے کہ اوڑ سکیں اور بعض کو چار پاؤں عنایت ہوئے بعض
ایسے ہیں کہ اونکے دو پاؤں ہیں [illegible] بعض رینگتے ہیں اس اختلاف کا ذکر طول چاہتا
اسلیے ہم صرف اون اعضا کا ذکر کرتے ہیں جن سے کھانا لیا جاتا ہے تاکہ اور اعضا کو بھی
اونپر قیاس کر لیا جائے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر آدمی دور سے کھانا دیکھے اور اوسکی شہوت
حرکت کرے تو [illegible] کافی نہوگی جب تک کہ اوسکو لے نہ لے اسلیے حاجت ہوئی ایک
ہاتھ لینے کی غرض کی [illegible] ہوئی اسکے لیے خدا تعالیٰ نے دو ہاتھ عنایت کیے جو لمبے اور چیزوں

کہ ہاتھ پھیلتی ہوتی ہیں اور انہیں ہوست سے جوڑ ہیں تاکہ ہر طرف حرکت کرسکیں اور پھیلا
سکیں اور سکیڑ سکیں گرسے ہوئے لکڑی کی طرح نہوں پھر ہاتھ کے سر پر ہتھیلی لگا کر اوسکو چوڑا کر دیا
اور ہتھیلی کا سر پانچ جگہ انگلیوں میں پھانٹ کر دیا اور انگلیوں کی دو طرف کیں ایک طرف کو
انگوٹھا باقی سکے چاروں پر گھومتا ہوا بنایا اگر سب انگلیاں ایک جانب کو پاس پاس ہوتی تو نہیں
تو پورا مطلب نکلتا اسلیے اونکو اسی طرح پر رکھا کہ اگر آدمی پھیلا دے تو بیلچے کا کام دے اور اگر ملا کر
ضم کرے تو چمچہ ہوجاتا ہے اور اگر خوب بند کرے تو مارنے کا آلہ یعنی گھونسا بنجاتا ہے اور
کسی چیز پر ملاکر بند کرے تو پکڑنے کا آلہ ہے پھر ان انگلیوں کے سروں پر ناخن پیدا کیے
تاکہ انکے سرے [illegible] ہوں اور چھوٹی چیز [illegible] انگلیوں سے [illegible] وہ ناخنوں سے اٹھا سکیں اور خارش
کرنے کو [illegible] آجاتے ہیں [illegible] کہ اس سے [illegible] اور
[illegible] کی کوئی راہ ہونی چاہیے تاکہ [illegible]
راہ [illegible] اسکے واسطے خدا تعالی نے منہ بنایا جس سے [illegible]
[illegible] فائدہ نہیں کہ کھانے کو ہونٹ تک پہونچا دیتا ہے
اسکا [illegible] اگر غذا [illegible] رکھ لیا [illegible] نکالنا
[illegible] پس خدا تعالی نے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ہیں تو [illegible]
[illegible]
کی بنائی ہوئی [illegible] کی [illegible] پر نظر کرتا ہے [illegible] خدا کی
بنائی ہوئی [illegible] اسکی شان اور برہان [illegible]

لطف و احسان کا کیا کہنا ہے۔ پھر اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ آدمی غذا کو منہ میں بھی رکھ لے
تو کھانا دانتوں سے تلے کیسے جا سکتا ہے دانت اوسکو کھینچ نہیں سکتے اونگلی سے ادھر ادھر
ہٹانے میں نہایت دقت ہے اسکے لیے دیکھو اللہ تعالی نے کیا عمدہ نعمت زبان کی پیدا کی
کہ منہ میں سب طرف گھومتی ہے اور غذا کو بیچ میں سے حاجت کے موافق دانتوں میں پہونچاتی
رہتی ہے جیسا آٹا پیسنے میں تھوڑا تھوڑا اٹھی سے ڈالتے جاتے ہیں اور یہ فائدہ زبان کا ایک
ادنی فائدہ ہے اور دوسرے فوائد مثلاً ذائقہ اور حیات طاقت کلام اور دوسری حکمتیں اتنی ہیں
کہ اونکا ذکر کیا جا سکے [illegible] فرض کرو کہ آدمی نے غذا کو کتر کر پیس لیا اور
وہ [illegible] کہ غذا حلق میں
[illegible]
[illegible] حاجت [illegible] غذا [illegible] اور بڑی
قابل [illegible] زبان [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
غذا کو [illegible] تعالی [illegible] اور [illegible]
کسی [illegible] یہاں تک
کہ [illegible] جب [illegible]
پہونچتی ہے تو کبھی [illegible] روٹی یا [illegible]
اور [illegible] یہ لیاقت نہیں ہوتی کہ بدن کا گوشت یا ہڈی [illegible] بنا دیں بلکہ [illegible]
غذا کے اجزا [illegible] وجہ خدا تعالی نے معدہ کو [illegible] کی
صورت بنا [illegible] کھانا اوس میں [illegible] تو چار طرف سے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور
یہاں تک معدہ میں ٹھہرتا ہے کہ [illegible] پختگی اوسمیں اچھی طرح ہو جاتی ہے اور یہ پختگی کھانے
کی اوس گرمی سے ہوتی ہے جو معدہ کے چار طرف کے اعضا سے [illegible] اوسکو
پہونچتی ہے کیونکہ داہنی طرف اوسکے جگر ہے اور بائیں طرف تلی اور آگے کی طرف چربی کی
چادر اور پیچھے پیٹھ کا گوشت ان اعضا کی گرمی سے چار طرف سے معدہ [illegible] پہونچتی ہے

یہان تک کہ غذا ایک کیفیت پیدا کرتی ہے جس سے وہ آنتوں میں ہضم ہو جاتی ہے اور اس قابل ہوتی ہے کہ رگون کے
اندر جا سکے گو ابھی اس قابل نہیں کہ غذائے بدن ہو اب معدہ سے جگر تک چند رستے
گویا ہیں کہ خدا تعالی نے بنائے ہیں اور انہیں رستے سے وہ کہتے ہیں کہ غذا اونمیں کو
ہو کر جگر تک پہونچ جاتی ہے جگر کا خمیر خون سے بنا ہے گویا کہ خون ہی ہے اور اوسمیں بہت سی
باریک رگیں ہیں کہ اوسکے تمام اجزا میں پھیلی ہوئی ہیں پس غذا جو جگر میں آتی ہے اون
رگوں ہی کے ذریعے سے تمام جگر میں پھیل جاتی ہے یہان تک کہ جگر کی قوت اوس پر غالب
آکر خون کا رنگ کر دیتی ہے اور یہ غذا جگر میں اتنی دیر ٹھہرتی ہے کہ اوسکو ایک پختگی اور
ہو جاتی ہے اور صاف خون کی صورت ہو جاتی ہے جسکو لیاقت غذا سے اعضا کی ہے پھر
حرارت جگر اسکو پکاتی ہے تو اس خون میں سے دو میل نکلتے ہیں جیسا اور پکتی چیزوں میں
نکلا کرتے ہیں ایک تو تیل کی گاد کی صورت ہوتا ہے جسکو خلط سوداوی کہتے ہیں اور ایک
مسکہ کی صورت جسکو صفرا کہتے ہیں اور اگر یہ دونوں فضلے غذا میں سے علیحدہ نہون تو [illegible] اعضا کا
مزاج بگڑ جاوے اسلیے خدا تعالی نے پتا اور تلی بنائی اور ہر ایک کی ان دونوں میں
ایک گردن جگر تک لمبی کر اوسکے اندر گھسی ہوئی ہے بنائی پتے کا کام یہ ہے کہ فضلہ صفراوی کو
کھینچ لیتا ہے اور تلی سوداوی فضلہ کو جذب کرتی ہے اب یہ دونوں فضلے نکلکر خون صاف
رہجاتا ہے صرف اوسمیں رقت اور رطوبت رہتی ہے اگر یہ رقت اور رطوبت نہو تو خون پتلی
رگوں میں جا سکے اور اعضا میں چڑھ سکے اور زیادتی رطوبت بھی ٹھیک نہیں اسکے دور کرنے
کیلیے خداوند تعالی نے دو گردے پیدا کیے اور اونمیں سے بھی ایک ایک گردن جگر تک
رکھدی اور عجیب حکمت یہ بھی کہ اونکی گردنوں کو جگر کے اندر نہیں کیا بلکہ اون رگوں کے پاس رکھا
جو جگر سے اوپر کو نکلی ہوئی ہیں اسمیں حکمت یہ ہے کہ یہ رطوبت خون اوس وقت جذب کریں جب
خون جگر کی باریک رگوں میں سے نکل آئے کیونکہ اگر اس سے پہلے جذب کریں تو خون گاڑھا
ہو جاوے اور رگوں سے نہ نکل سکے [illegible] بہرحال جب خون میں سے رطوبت بھی جدا ہو جاتی ہے
تو تینوں فضلوں سے خون صاف ہو کر اون [illegible] جو غذا کی [illegible] میں پاک و [illegible] ہو جاتا ہے
پھر اللہ تعالی نے جو جگر سے رگیں نکالی ہیں اونکی بہت سی قسمیں کی ہیں اور پھر ہر قسم میں
[illegible] سے شعبے پیدا کیے کہ تمام بدن میں سر سے پاؤں تک اندر اور باہر پھیلا دیے ہیں اور
وہ خون صاف اونمیں کو ہو کر تمام اعضا میں پہنچتا ہے اور ان رگوں کے شعبے [illegible]

ایسے جاتے ہیں کہ آنکھ سے نہیں سوجھتے جیسے درخت اور پتوں کی رگیں آخر کو ہو جاتی ہیں
غرضکہ انہیں کے ذریعہ سے تمام اعضا میں غذا پہونچتی ہے اور اگر پتہ پر کوئی آفت
آتی ہے اور فضلہ صفراوی کو نہیں کھینچتا تو خون فاسد ہو جاتا ہے اور اوس سے امراض
صفراوی مثل یرقان اور پھنسیوں اور سرخ بادہ کے پیدا ہوتے ہیں اور اگر تلی پر کوئی آفت
ہوتی ہے اور خلط سوداوی کو جذب نہیں کرتی تب سوداوی مرض مثل بہق اور جذام اور
مالیخولیا وغیرہ کے پیدا ہوتے ہیں اور اگر گردوں کی طرف رطوبت نہیں جاتی تو اوس سے استسقا
کے امراض مثل جلندھر وغیرہ کے ظاہر ہوتے ہیں اب [illegible] کی حکمت کو دیکھ [illegible]
کر ان ادنیٰ چیزوں سے کیسے فائدے رکھے ہیں [illegible] ایک [illegible] اور
دوسری راہ سے اوس فضلہ کو آنتوں میں ڈالدیتا ہے تاکہ [illegible]
لیے ایک [illegible] ہے اور آنتوں میں خلش پیدا ہو جس سے [illegible] حاجت [illegible]
اور پاخانہ کے وقت چکنائی کے باعث فضلہ جلد نکلے اور [illegible]
کہ انہیں خلط صفراوی کا میل ہوتا ہے اور تلی اپنے فضلہ کو [illegible]
اور ترشی آ جاتی ہے اور [illegible] معدہ [illegible]
اشتہا [illegible] میں آتی ہے اور [illegible] غذا [illegible] باقی فضلہ کو [illegible]
باہر نکال دیتی ہے اور گردہ اوس رطوبت میں سے [illegible] ہوتا ہے اور [illegible] اپنی
غذا لیتا ہے اور باقی کو مثانہ میں دفع کرتا ہے اب چاہیے کہ اسباب غذا کی [illegible]
بیان ہی تک چھوڑ دیں ورنہ اگر ذکر کریں [illegible] حاجت [illegible]
تقسیم میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی حاجت ہوتی ہے اور [illegible] اچھا [illegible] رگیں تمام
بدن میں کیسے پھیلی ہیں جنکے ذریعہ سے [illegible] اعضا میں ہوتی ہے اور دوسری [illegible]
ہے کہ غذا تمام بدن میں پہونچتی [illegible] متفرق ہوتی ہیں پھر اوس سے اعضا [illegible]
اور ہڈیاں اور پٹھے اور رگیں اور ناخن اور بال اور کرّی ہڈیاں بدن میں [illegible] ہیں تو کلام
بہت بڑھ جاویگا حالانکہ کھانے کیواسطے ہر ایک کی احتیاج ہے اور دوسری [illegible]
بھی ہیں بلکہ آدمی میں ہزاروں پٹھے اور رگیں اور ہڈیاں چھوٹی اور بڑی اور پتلی اور موٹی کہ
بعضی بہت پھیلاو رکھتی ہیں اور بعضی کم [illegible]
جنمیں ایک یا دو یا تین یا چار یا دس یا اس سے زیادہ [illegible] اور [illegible]

اوسنے کی ہین اگر ان سب مین سے کوئی چلتی رگ ٹھہر جاوے یا ساکن رگ حرکت کرے تو بیچارہ
آدمی ہلاک ہو جاوے پس آدمی کو چاہیے کہ اول ان نعماے الٰہی کو اپنے اوپر دیکھے تاکہ اونکا
شکر کر سکے - آدمی کو خداے تعالیٰ کی نعمتون مین سے بجز ایک ادنی نعمت کھانے کے
اور کیا معلوم ہے اور اوسمین بھی یہی معلوم ہے کہ بھوک لگی تو کھا لیا اور اتنی بات کہ یہ بھی جانتا
کہ بھوک کاہے سے لگی تو کھا لیا اور کھاکر کیا تو سیر ہوا اور قوت ہوئی دفع شہوت کرلی اور آرام سے رہا تو
ناچنے اور لات مارنے لگا جب آدمی اپنے نفس مین یہ سمجھ رہا ہو جیسا کہ گدھا جانتا ہے تو اوسکے
شکر الٰہی اوس سے کسطرح ہو - یہ مقدار جو ہمنے مختصر بطور اشارہ نعماے الٰہی کے بیان کی ایک
قطرہ بحر نعماے سے ہے اسی پر جملا اون باتون کو بھی قیاس کر لینا چاہیے جنکو بطول کلام کے
خوف سے ہمنے چھوڑ دیا ہے اور نعمتون مین سے جس قدر ہمنے بیان کی ہین اور تمام خلق کو
معلوم ہین اگر اس مقدار کو اون نعمتون کی نسبت کر دیکھیں جنکو لوگ نہین جانتے تو سمندر سے
ایک قطرے سے بھی کم نظر آوین مگر اتنی بات ہے کہ جو شخص انمین سے کچھ جانتا ہے اوسکو کچھ
معنی اس آیت کا معلوم ہو جاتا ہے وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا پہر یہ دیکھنا چاہیے کہ (اور اگر گنو نعمتین اللہ کی تو پورا نکر سکو اونکو)
خداے تعالیٰ نے قیام ان اعضا کا اور اونکے منافع کا کیسے ایک بخار لطیف سے متعلق کر رکھا ہے
جو اخلاط اربعہ سے نکلتا ہے اور دل مین اوسکا قرارگاہ ہے وہان سے تمام بدن مین بذریعہ
اچھلتی رگون کے پھیلتا ہے اسطرح کہ جس جزو بدن مین پہنچتا ہے اوسکے پہونچتے ہی اوس
جز مین قوت حس و ادراک اور قوت حرکت اور سب حاجت کی چیزین پیدا ہو جاتی ہین
جیسے چراغ کو گھر مین پھراؤ تو جس کونے مین جاویگا وہی اوسکی روشنی سے بحکم خدا اور اوسکے
اختراع سے روشن ہو جاویگا کہ اوسنے اپنی حکمت سے چراغ کو سبب روشنی کا بنایا ہے
اور یہ بخار لطیف اصطلاح اطبا مین روح کہلاتا ہے اوسکا محل دل ہے مثال مفروض مین
جرم شعلہ کو بخار سمجھنا چاہیے اور قلب مثل ظرف چراغ کے ہے اور خون سیاہ جو دل کے
اندر ہے وہ مثل بتی کے ہے اور غذا اوسکے لیے مثل روغن کے ہے اور حیات ظاہری
جو سب اعضا مین اوسکے باعث ہے اوسکو بمنزلہ روشنی چراغ کے تمام گھر مین تصور کرنا چاہیے
اور جسطرح کہ چراغ روغن نہ ہونے سے گل ہو جاتا ہے اسیطرح چراغ روح بھی غذا نہ ملنے سے ٹھنڈا
ہو جاتا ہے اور جسطرح کہ بتی کبھی جلکر خاک ہو جاتی ہے اور تیل نہین پیتی اور یا بوجہ کثرت
روغن کے چراغ سرد ہو جاتا ہے اسیطرح وہ خون جو دل مین ہے کبھی زیادتی حرارت دل سے

جل جاتا ہے اور باوجود غذا روح تحلیل ہو جاتی ہے اسلیے کہ خون دل غذا کو قبول نہین کرتا جس سے کہ روح باقی رہے جیسے کہ راکھ تیل کو اسی طرح نہین کھینچتی جس سے شعلہ پیدا ہوا ور جیسے چراغ کبھی تو بسبب اندرونی خلل کے باعث بجھ جاتا ہے جیسا اوپر گذرا اور کبھی سبب خارجی سے گل ہو جاتا ہے مثلاً آندھی چلنے کے باعث اسیطرح روح بھی کبھی اسباب اندرونی مذکورہ بالا سے فنا ہوتی ہے اور کبھی سبب خارجی مثل قتل وغیرہ کے باعث اوسکی فنا کا ہوتا ہے اور جیسے کہ تیل کے نہ رہنے یا بتی کے بگڑنے یا آندھی چلنے یا کسی آدمی کے گل کرنے سے چراغ کے گل ہونے کے لیے اسباب خدا تعالی کے علم مین مقدر اور مرتب ہین اور یہ سب باتین بموجب تقدیر الہی کے سرزد ہوتی ہین اسیطرح روح کا فنا ہونا کسی علت سے ہو بموجب حکم خدا کے ہوتا ہے اور اسیطرح کہ چراغ کا گل ہونا اوسکے وجود کی انتہا ہے جو کہ اوسکی مدت ام الکتاب مین مقرر ہوتی ہو گی اسیطرح روح کی فنا کو تصور کرنا چاہیے اور جسطرح کہ چراغ کے گل ہونے سے تمام گھر مین اندھیرا ہو جاتا ہے ایسے ہی روح کی رخصت ہونے سے بھی بدن مین تاریکی ہو جاتی ہے یعنی وہ نور کہ بدن کو روح کے پہونچتا تھا اور اوسکے باعث حس اور قدرت اور ارادہ اور دوسرے لوازم حیات اوسکو میسر تھے وہ کچھ نہین رہتا۔ یہ بھی ایک مختصر خدا تعالی کی نعمتون اور اوسکی عجائب صنعت و حکمت کے اقسام مین سے ایک قسم کی طرف ہے اس سے مضمون اس آیت کا معلوم ہوتا ہے کہ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي[1] پس جو شخص اپنے ہی خداوند کریم کا منکر ہوا اور اوسکی نعمت کا ناشکر وہ خدا تعالی کی رحمت سے دور ہوا اور اوسکے عذاب و لعنت مین مشہور۔ اب اگر کوئی کہے کہ تمنے روح کو بتلایا اور اوسکی مثال بیان کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب روح کا حال پوچھا گیا تو اتنا ہی فرمایا کہ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي[2] یعنی یہ ایک امر ربانی ہے آپ نے اسکی تعریف کیون نہ فرمائی اور لوگون کو اسطرح کیون نہ ارشاد کیا جیسے تمنے تقریر کی تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ روح جو بہت سے معنون مین مشترک بولا جاتا ہے اوسکے اشتراک پر دھیان نکیا جاوے روح کے سب معنون کو ہم نہین ذکر کرتے یہان جو ہمنے معنی روح کے بیان کیے ہین تو اون سب معنون مین سے ایک معنی یہ بھی ہین کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جسکو اطبا روح کہتے ہین اور اونھون نے اوسکی صفت اور وجود اور اعضا مین جاری ہونے کی کیفیت اور اوس سے حس اور قوت اعضا مین آنے کا حال سب بیان کیا ہے یہان تک کہ اگر کوئی عضو بے حس

[1] اگر دریا سیاہی ہو کر میرے رب کی باتین لکھی جاوین تو دریا ختم ہو جاوے اور میرے رب کی باتین ختم نہ ہون ۱۲

[2] بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲

ہو جاتا ہے تو جان لیتے ہیں کہ کوئی سدہ روح کے جانے کی جگہ میں پڑ گیا ہے اور طبیب
جگہ کا علاج نہیں کرتے بلکہ پٹھوں کے نکلنے کی جگہ کا علاج کرتے ہیں جہاں سدہ پڑا کرتا ہے
اور علاج بھی ایسا کرتے ہیں جس سے سدہ کھل جاوے اسلیے کہ یہ روح اپنی لطافت کی باعث
پٹھوں کے جال میں گھسکر اوسکے ذریعے سے دل میں سے تمام بدن میں پھیلتی ہے بس
یعنی روح کے جو اطبا سمجھے ہیں یہ مشکل نہیں بلکہ وہ روح اعلی کہ جسکے فساد سے تمام
بدن فاسد ہو جاتا ہے وہ ایک سر ہے اسرار الہی میں سے اور اوسکی تعریف بیان نہیں کی
اور نہ اوسکے بتلانے کی اجازت ہے اوسکے لیے اتنا ہی کہہ سکتے ہیں جتنا خدا تعالی نے
فرمایا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي یعنی روح امر ربانی ہے اور سب امور ربانی ہیں عقل کو
تاب اونکے وصف کی نہیں اکثر خلق کی عقل اونمیں حیران ہے اور وہم و خیال تو کسی طرح
اونکو دریافت نہیں کر سکتے اونمیں لیاقت ہی اونکے ادراک کی نہیں جیسے آنکھ سے
آواز کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ غرض کہ مبادی وصف امور ربانی کا عقل کی مجال سے باہر
اسلیے کہ عقل کے پاؤں میں جوہر و عرض کی بیڑیاں پڑی ہیں وہ انھیں میں بند ہو رہتی ہے
اس سے امور ربانی کسطرح دریافت ہوں ہاں اونکو دریافت کرنے کیلیے ایک اور نور
ہے جو عقل سے اعلی اور اشرف ہے اور عالم نبوت اور ولایت میں چمکا کرتا ہے اوس
نور کو عقل کیطرف وہ نسبت ہے جو عقل کو ہے وہم و خیال کیطرف اور اللہ تعالی نے
خلق کو اسیطرح کا بنایا ہے تو جسطرح کہ لڑکا محسوسات سے معقولات کو نہیں جانتا
اسلیے کہ اونکے جاننے کے طور پر ابھی اوسکی عقل نہیں پہونچی اسیطرح بالغ بھی سوائے معقولات کے
اور کچھ نہیں جانتا کیونکہ ماوراے معقولات کے جاننے کا وہ ڈھنگ ہے جو ابھی اوسکو
حاصل نہیں ہوا اور وہ مقام بیشک شریف اور رتبہ عالی ہے وہاں سے نور ایمان و یقین کے
باعث بارگاہ حق سے ملتی ہے یہ رتبہ ایسا نہیں کہ ہر کسی کو ملا کرے بلکہ ایک کے بعد ایک کو
ملتا ہے ع این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند۔ اس بارگاہ حق کا ایک مقام صدر ہے اور صدر مقام
کے اوپر ایک نہایت وسیع میدان ہے جسکے شروع پر ایک آستانہ ہے اور وہ امر ربانی اوس
آستان کا پاسبان تو جو شخص اوس آستانہ تک نہ پہونچے اور نہ اوسکے پاسبان کو دیکھے اوسکا
میدان ہی میں پہونچنا محال ہے اوسکے بعد کو مشاہدات عالیہ تو کہاں دیکھ سکتا ہے
اسلیے آنکا یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جسنے اپنے نفس کو نہیں پہچانا اوسنے خدا کو نہیں پہچانا

کہ

بھلا طبیعیوں کی کتابوں میں یہ بات کہاں اور طبیب کا لحاظ ان معانی کیطرف کہاں بلکہ جن معنی کو طبیب روح کہتے ہیں اوسکو اس امر ربانی کیطرف ایسی نسبت ہے جیسے بادشاہ کے گیند کو بادشاہ کیطرف یعنی اگر بادشاہ ڈنڈے سے گیند کو حرکت دے اور کوئی شخص گیند کو دیکھکر خیال کرے کہ میں نے بادشاہ کو دیکھ لیا تو یہ اوسکی خام خیالی اور غلطی فاش گنی جاویگی اسیطرح اگر کوئی روح طبی کو معلوم کرکے جانے کہ اس نے امر ربانی کو جان لیا وہ بھی بڑی غلطی میں پڑا بلکہ شخص اول کی نسبت اسکی غلطی فاحش تر ہوگی اور ساتھ اسکے عقول انسانی کہ جنکے باعث احکام ربانی صادر ہوتے ہیں اور مصالح دنیاوی معلوم ہوتے ہیں ایسے نہیں ہیں جو امر ربانی کو دیکھ سکیں اسیلئے خدا تعالی نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہیں دی کہ اوسکا حال کچھ بھی ارشاد فرمائیں بلکہ اونکو فرمایا کہ لوگوں سے اونکی عقل کے موافق گفتگو کرو شعر [illegible] اور اپنی کتاب مجید میں بھی خدا تعالی نے اوسکی حقیقت بیان نہ فرمائی مگر صرف نسبت اور فعل کا ذکر فرمایا یا ذات کو ذکر نہ کیا نسبت تو یوں بیان فرمائی کہ ارشاد فرمایا کہ الروح من امر ربی اور اوسکا فعل صراحۃ ذکر کر فرمایا یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی [illegible] بیان غرض کیطرف رجوع کرتے ہیں [illegible] اور آلات غذائی [illegible]

چوتھا نکتہ اون پھلوں کی قسموں کے بیان میں جنسے غذا پیدا ہو کر اسقدر قابل ہوتی ہے کہ آدمی اوسکو اپنے فعل سے درست کرے واضح ہو کہ غذائیں بہت ہیں اور خلق خدا میں عجائب لاتعد ولاتحصی اور اسباب بیشمار و بے انتہا ہیں اور ہر ایک غذا کی [illegible] اور سبب کا ذکر کرنا نہایت طول چاہتا ہے اسلئے کہ کھانے کی بہت قسمیں ہیں دوائیں ہیں یا میوے یا غذا اور سبکے اجناس بے انتہا ہیں یہانتک کوئی لکھیگا ایک غذا جو کہ اصل ہے اوسکو ہم اختیار کرتے ہیں اور مجملا اوسکی اجناس کے دانہ گندم کو لیکر باقی غلات اور حبوب کو چھوڑ دیتے ہیں اب ہم کہتے ہیں کہ اگر آدمی کے پاس ایک یا چند دانہ گیہوں کے ہوں اور اونکو کھالے تو وہ ہو چکینگے اور بھوکا رہیگا تو ضرور ہوا کہ دانہ گندم میں یہ خاصیت ہو کہ وہ بڑھ سکے اور کثرت سے ہوا کرے تاکہ حاجات انسانی کو بھی کافی و وافی ہو اسلئے خدا تعالی نے دانہ گندم میں وہ قوت پیدا کی جس سے وہ بھی

انسان کیطرح غذا حاصل کرے کیونکہ انسان اور درخت میں فرق صرف حس اور حرکت کا ہے
غذا میں دونوں مساوی ہیں نبات بھی بذریعہ رگوں باطنی کے اپنے اندر غذا کو پہنچاتا ہے جس
طرح انسان کھینچتا ہے اور ہم نبات کی غذا کے جذب کرنے کے آلات بدل کلام کے
ذریعہ سے ترک کیے دیتے ہیں بلکہ اسکی غذا کیطرف اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جسطرح
آدمی لکڑی اور مٹی سے پیٹ نہیں بھرتا اور ایک غذائے خاص کا محتاج ہے اسیطرح
غلہ کا دانہ بھی ہر چیز سے غذا نہیں پاتا اسکے لیے بھی غذا خاص ہے اسوجہ سے کہ اگر اوسکو
گھر میں رکھ چھوڑو تو نہیں بڑھیگا کیونکہ اس صورت میں اوسکے گرد صرف ہوا ہے اور تنہا ہوا
اوسکی غذا کو کافی نہیں اور اگر پانی میں ڈالو تب بھی نہیں بڑھیگا یعنی اوسکی غذا نہیں
اور اگر زمین میں بوؤ جسمیں پانی نہو تب بھی نہ زیادہ ہوگا بلکہ اوسکے لیے ایسی زمین چاہیے
جسمیں پانی پہونچا ہو اور پانی مٹی میں ملکر گارا ہوگیا ہو اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں
فلینظر الانسان الی طعامہ انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا اور پھر پانی اور مٹی بھی
کافی نہیں کیونکہ اگر بالفرض گیہوں کی زمین سخت اور ٹھوس میں بو تو ہوا کے نفوذ سے
نہ جمیگا پس ضرور ہوا کہ اوسکو نرم اور پلپلی زمین میں بویا جاوے جسمیں ہوا گذر ہوسکے
پھر ہوا اپنے آپ نہیں اندر جاتی اسکے لیے ضرور ہوا کہ تیز آندھی سے اوسکو حرکت دیجاوے
اور آندھی اوس ہوا کو ایسے زور سے زمین پر مارے کہ ہوا اوسکو زبردستی اندر چلی جاوے
اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس آیت میں وارسلنا الریاح لواقح کہ ابردار کرنے
سے مراد یہی ہے کہ ہوا اور پانی اور زمین میں خلط ملط کر دیتی ہے۔ پھر یہ سب باتیں کافی
نہیں اگر شدت جاڑے میں واقع ہوں اسلیے حاجت حرارت بہار اور گرمی کی ہوئی
اس سے معلوم ہوا کہ گیہوں کی غذا کے لیے چار چیزیں ہوا اور پانی اور زمین اور گرمی چاہیئیں
اور انمیں سے ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ کس کس چیز کی حاجت رکھتے ہیں مثلا پانی
کے لیے ضرور ہے کہ دریاؤں اور چشموں اور نہروں اور نالیوں سے کھیت میں جاوے
اسکے لیے دیکھنا چاہیے کہ خداوند کریم نے کیسے دریا اور چشمے بنائے اور ان سے نہریں
نکالیں پھر قطعات زمین جو اونچے ہیں اور اونمیں پانی نہیں پہونچ سکتا اونکے لیے
دیکھو کہ کسطرح بادل پیدا کیے اور کیسے اونپر ہواؤں کو مسلط کر دیا کہ خدا کے حکم سے تمام
روی زمین پر اونکو لیے پھرتی ہیں حالانکہ بادل پانی میں بھرے ہوئے بھاری ہوتے ہیں

اب نگاہ کرے آدمی اپنے کھانے کو ہم نے ڈالا پانی اوپر سے پھر چیرا زمین کو پھاڑ کر ۱۲

اور چلادیں ہم نے ہوائیں رس بھری ۱۲

پھر دیکھو کہ زمین پر ربیع اور خریف ہی کے دنوں میں حاجت کے موافق برستے ہیں اور پہاڑوں کو دیکھو کہ پانی کے محافظ بنائے کہ ان میں سے بتدریج پانی بہتا ہے اگر یکبارگی نکل پڑے تو تمام شہر غرقاب ہو جاویں اور زراعت اور مواشی اتلاف سے باطل ہوں اور پہاڑوں اور ابر اور مینہ اور باران میں خدای تعالی کی اتنی نعمتیں ہیں کہ اونکا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ پانی اور زمین دونوں سرد ہیں اونمیں حرارت نہیں ہو سکتی تھی اسلئے خدای تعالی نے آفتاب کو مسخر کیا اور اوسکو باوجود بہت فاصلہ کے زمین سے ایسا بنایا کہ جاڑے کے وقت جاڑا اور گرمی کے وقت گرمی پہنچی جیسی حاجت ہوا اوسکے موجب سردی اور گرمی ہو سکے اور یہ آفتاب کی پیدائش ایک حکمت ہے اور اوسکی حکمتیں بہت ہیں لا انتہا ہیں۔ پھر جب نبات زمین سے اونچا ہوتا ہے تو میووں میں ایک طرح کی بستگی اور سختی ہوتی ہے اور پکنے کے واسطے حاجت ایک رطوبت کی ہے جس سے وہ پکا ہو ویں اسلئے خدای تعالی نے چاند کو پیدا فرمایا اور رطوبت دینا اوسکا خاصہ کر دیا جیسے کہ حرارت پہونچانا آفتاب کی خاصیت تھی پس چاند کے باعث میووں کی شگفتگی اور رنگ حاصل ہوتا ہے اور نہیں کھاتا اگر درخت سایہ کے اندر ہو کہ سورج کی دھوپ اور چاند اور ستاروں کی روشنی نہ آسکے تو وہ بگڑ جاتا ہے جیسے کہ چھوٹا پیڑ اگر بڑے پیڑ کے سایہ میں ہو تو خراب اور ناقص ہوگا اور چاند کی رطوبت پہنچانی اسطرح معلوم ہو سکتی ہے کہ رات کو چاند کی روشنی میں سر کھول کر بیٹھو تو سر میں رطوبت زیادہ ہو جاویگی جسکو زکام کہتے ہیں پس جیسے آدمی کے سر میں رطوبت پہنچتی ہے ویسے ہی میووں کو بھی رطوبت دیتا ہے اور زیادہ گفتگو ایسے امور کی جو ہمکو بھی تمام سنوں کیا ضرور ہے صرف اسقدر کافی ہے کہ آسمان میں کوئی ستارہ ایسا نہیں جس میں کوئی فائدہ نہو جیسے آفتاب میں حرارت اور چاند میں رطوبت ہے کیونکہ ہر ایک ستارے میں حکمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ طاقت بشری اونکے شمار سے عاجز ہے اور اگر ایسا نہو تو اونکا پیدا کرنا عبث اور بیکار ہوا اور ان آیتوں کے معنی درست نہوں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اور وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ اسیطرح کہ آدمی کے بدن میں کوئی جزو خالی از فائدہ نہیں اسیطرح عالم کے جسم میں کوئی جزو خالی فائدہ سے نہیں اور تمام عالم مثل ایک شخص کے اور اوسکے اجسام بمنزلہ اوسکے اعضا کے ہیں جسطرح آدمی کے بدن میں ایک عضو دوسرے کو مدد پہنچتی ہے اسیطرح عالم کے اجسام میں ایک دوسرے کو مدد پہنچتی ہے اور ...

ای ہمارے رب تو نے یہ عبث نہیں بنایا ۱۲

اور ہم نے جو بنایا آسمان زمین اور جو ان کے بیچ ہے کھیل نہیں بنایا ۱۲

نہایت طویل ہے — اسلیے قدر یہ ہے کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ آفتاب اور چاند اور ستارون کو
جن آثار کے لیے خدا تعالی نے اپنی حکمت سے مسخر کیا ہے انکے مسخر ہونے پر ایمان لانا
مخالف شریعت ہے اور جو شرع میں نجومیون اور علم نجوم کی تصدیق سے ممانعت ہی
کیونکہ شرع میں جو علم نجوم کی تصدیق کی ممانعت ہے تو وہ دو باتین ممنوع ہین اول تو یہ
کہ آدمی یہ جانے کہ نجوم اپنے آثار کی خود فاعل مستقل ہین اپنے خالق اور مدبر کی تدبیر اور قہر کے
مسخر نہین ہین اسطرح جاننا کفر ہے دوسری صورت یہ ہے کہ نجومی جو باتین مفصل ستارونکی اپنے
آثار مین سے بیان کرین جو سب خلق کو معلوم نہین ہوتے اونکو سچ جانے تو یہ بھی ممنوع ہے
اسلیے کہ وہ لوگ یہ سب خبرین جانتے نہین اور کہتے ہین اور وجہ اونکے سچا نہونے کی یہ ہے
کہ علم نجوم کے احکام کا بعض انبیا علیہم السلام کو اسطرح معجزہ تھا پھر وہ جاتا رہا اور تھوڑا سا
سچا ہے وہ مختلط ہے جسمین صواب و خطا کی تمیز نہین ہو سکتی — حاصل یہ کہ کواکب کو ایسے
آثار کا سبب اعتقاد کرنا جو خدا تعالی کے پیدا کرنے سے باعث زمین مین اور نباتات اور
حیوانات مین ہوتے ہین دین کا مخل نہین بلکہ یہ بات درست ہے باوجودیکہ سچا نہونے کے
دعوی کرنا کہ ہم سب آثار کو مفصل جانتے ہین یہ اسکا مخل ہے اور جہل ہے اور اسکی تصدیق کی ممانعت
ورنہ اگر کوئی شخص اپنا کپڑا دھوئے اور وہ [illegible] اور دوسرا شخص اوسکو کہے
[illegible]
[illegible]
کہ دھوپ [illegible] اور [illegible] حق کی
[illegible] آفتاب کا اثر ہے
بیان کرتا ہے اسطرح [illegible] قیاس کرو [illegible] اور بعضے نامعلوم
ہوا کرتے ہین [illegible]
وہ کسی سبب لوگون کو معلوم ہون جیسے دھوپ سے روئی اور کپڑے کا سوکھنا آفتاب سے اور وہ صورت وہ
کہ بعض لوگون کو معلوم ہون جیسے چاندنی سے زکام کا ہونا — غرضکہ ستارے بے فائدہ نہین
پیدا ہوئے بلکہ اونمین بہت حکمتین ہین اور اسی وجہ سے منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھتے اور یہ آیت پڑھتے ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک
فقنا عذاب النار اور ایکبار اسکے پیچھے فرمایا کہ ہلاکی ہے اوس شخص کو جو اس آیت کو پڑھے

اور پھر موچھون پر تاؤ دے اور اس سے غرض یہ ہے کہ آیت کو پڑھکر اوسمین تامل نکرے اور اسرار سماوی کے سمجھنے کی عوض صرف آسمان کا رنگ اور ستارون کی روشنی ہی جان لے حالانکہ اتنی بات تو بہائم بھی سمجھتے ہین پس جو کوئی کہ آیت مذکور سے فقط ظاہری رنگ وروشنی پر اکتفا کرے اور اسرار وعجائب کو نہ سوچے وہ ایسا ہی ہے کہ موچھون پر تاؤ دیلیا مگر خاک نہین سمجھا - خداوند تعالی کے عجائب آسمانون کے ملکوت مین اور آفاق ونفوس وحیوانات ونباتات مین بہت سے ہین اونکے طالب وہی لوگ ہوتے ہین جو اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہین اسلیے کہ دنیا مین جس شخص کو کسی عالم کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہ ہمیشہ اوسکی تصنیفات کا طالب رہتا ہے تاکہ اوسکی تصنیفات سے اوسکے عجائب علمی پر زیادہ وقوف ہو اور یہ باعث محبت اور زیادہ ہو اسیطرح عجائب صنع الہی کو خیال کرنا چاہیے کہ تمام عالم اوسکی تصنیف ہے بلکہ مصنفون کی تصنیف بھی اوسکی تصنیف ہے کہ بذریعہ اپنے بندون کے دلون کے بنائی ہے پس اگر آدمی کو کسی تصنیف پر تعجب آوے اور اچھی معلوم ہو تو اوسکے مصنف پر تعجب نکرنا چاہیے بلکہ اوس ذات پر تعجب کرنا چاہیے جسنے مصنف کو ایسی تصنیف کے لیے آمادہ اور مسخر کیا اور اپنے انعام وکرم سے اوسکو ایسی تصنیف کی ہدایت کی اور انجام کو پہونچا دیا مثلاً جو کوئی کبھی کٹھ پتلیون کو دیکھین کہ ناچتی ہین اور بہت عمدہ حرکات موزون کرتی ہین تو اون کھلونون پر تعجب نکرنا چاہیے وہ تو کپڑے کی گڑیان ہین کہ اپنے آپ نہین ہلتین بلکہ تعجب بازیگر کی دستکاری پر چاہیے جو اونمین پتلے پتلے تار جو آنکھ سے بھی نہین سوجھتے باندھکر ہلا رہا ہے - اسیطرح محبان خدا ہر ایک چیز دنیاوی کو دیکھکر صنعت خدا کو اوسمین تامل کرتے ہین مطلب یہ کہ نبات کی غذا پانی اور ہوا اور سورج اور چاند اور ستارون سے تمام ہوتی ہے اور ان اجرام کے لیے آسمان ہین جنمین کہ یہ گڑے ہوے ہین اور افلاک کے لیے حرکتین ہین اور حرکتون کی تمامی آسمان کے فرشتون سے ہے جو اونکو حرکت دیتے ہین اور اسیطرح ایک دوسرے کا سبب ہوتا چلا گیا ہے

پانچوان نکتہ اون اسباب کی نعمتون مین جنسے غذا آدمی تک پہونچتی ہے

مخفی نرہے کہ سب غذائین ہر جگہہ نہین ملتین بلکہ اونکے لیے کچھ خاص شرطین ہین کہ بعض جگہون مین جہان وہ شرطین پائی جاتی ہین وہان وہ غذا بھی ملتی ہے جہان نہین وہان نہین اور آدمی تمام روی زمین پر پھیلے ہوے ہین کہ بعضون سے غذا دور پڑگئی اور اونکا اونتک

دریا اور جنگل او رسمندر حائل ہوتے ہیں مگر دیکھنا چاہیئے کہ خدا تعالی نے اس غرض کے لیے تو
کیسا تاجروں کو مسخر کر دیا اور ان پر مال کی حرص غالب کر دی اور نفع کی توقع بڑھا دی کہ
جسکے سبب سے تری و خشکی کے سفر کے شدائد اٹھاتے ہیں اور جان پر کھیلتے ہیں اور غذا
اور دوسرے حوائج انسانی مشرق سے مغرب کے لوگوں کے پاس اور مغرب سے مشرق والوں کے
پاس پہنچاتے ہیں اور انکو یہی شہوات و جہالت تھا تو تعالی نے [illegible] سے [illegible] اگر [illegible]
[illegible] کیا جاتا [illegible] لوگوں کی ہمت رائگان سے کیونکہ جو کچھ [illegible]
[illegible]
[illegible] تاکہ [illegible] مال [illegible]
مال وارثوں کے ہاتھ [illegible] لیکن اگر وہ [illegible] تو وارث ہی [illegible]
کبھی ہلاکت [illegible] اور [illegible] چاہیئے کہ خدا تعالی نے [illegible]
کشتی بنانا اور دریا کی تری کا کام [illegible] سکھایا اور حیوانات [illegible] سواری اور بار برداری کو
کسطرح مسخر کیا ہم [illegible] ایک [illegible] عنایت فرمایا [illegible]
[illegible] اونٹ کو کم خواری اور کثرت بار برداری [illegible] کی [illegible]
[illegible] اور [illegible] ہیں اور حیوانات کسطرح پہنچاتا ہے تاکہ غذا اور [illegible]
انسان کے پاس پہنچاتا ہیں اور [illegible] حیوانات کے لیے بھی اسباب و سامان [illegible]
واسطے [illegible] اور [illegible] ہیں کیا [illegible] ان کو ان لوازم کی حاجت
پڑتی ہے [illegible] خدا تعالی نے [illegible] حاجت اور [illegible] حاجت پیدا کیا [illegible]
اور انکا شمار کرنا [illegible] اور [illegible] شمار کی نوبت ہو پہنچتی ہے جسکا چھوڑ دینا

[illegible] کے لیے [illegible]

چھٹا کام خدا تعالی کی اصلاح میں جاننا چاہیے کہ جو چیزیں زمین پر از قسم نباتات پیدا ہوتی ہیں یا جو حیوانات
پیدا ہوتے ہیں انکا اسی طرح پر کھانا ممکن نہیں بلکہ ہر ایک میں کچھ اصلاح اور پکانے کی ضرورت ہوتی ہے
کہ بعض کو پکانا پڑتا ہے اور بعض کو باقی رکھنا اور اسی طرح کی بہت سی باتیں کرنی
پڑتی ہیں اور پھر غذا [illegible] ان [illegible] کا مفصل لکھنا دشوار ہے اسلیے ہم صرف ایک روٹی کو خاص
کر کے دیکھتے ہیں کہ گیہوں [illegible] کے بعد اور [illegible] گول ہونے اور غذا کے قابل ہونے کے
کیا کیا کرنا پڑتا ہے پہلے اول ہی حاجت ہوتی ہے وہ زمین کی درستی ہے جسکے لیے کسان

حاجت ہے پھر سانپون اور بیل کی ضرورت ہے مع جمیع لوازم کے پھر بعد اسکے مدت تک پانی
دینا پھر کھیت کو اونا نا پھر کاٹنا پھر کاہنا اور اناج علیحدہ کرنا پھر پیسنا پھر گوندھنا پھر پکانا
تو سوچنا چاہیئے کہ یہ کتنے کام ہوئے اور جو شخص انہیں لگے وہ تعداد ہے اور کتنے لوگ ان
کاموں کو کرتے ہیں اور کتنے اوزار ایسے کرتے ہین انکو بھی تامل کرنا چاہیئے اور یہ آلات
لوہے اور لکڑی اور پتھر کے ہوتے ہیں کچھ تو یہی ہے کہ آلات بنانے والون کو شمار کرو اور تیشہ
اور سان دھرنے والون کو دیکھو پھر ان کاریگرون سے کہ ان ہتھیارون کو دیکھو کہ لوہے اور تانبے اور
سیسے کی حاجت پڑتی ہے پھر دیکھو کہ خدا تعالی نے پہاڑون اور پتھرون اور کانون کو
کیسا پیدا کیا ہے [illegible] اگر تلاش کرو تو جان لو کہ ایک ہی گول [illegible] کہ [illegible]
ہوتی ہے [illegible] سے زیادہ کاریگرون نے کام کیا ہے [illegible] اور [illegible] شروع سے
[illegible] اور آخر تک [illegible] جہان [illegible] کہ [illegible]
کام ختم ہو کر نوبت انسان کے منہ کی پہنچی اور لوگ ہوئے [illegible] اسکی [illegible] کا
ہوتے ہین جنہون نے ہر ایک کاریگر الہی [illegible] اصل چیز بنا [illegible] خلق [illegible] اور
ہوتی ہے پھر انسان کی کثرت [illegible] کو لحاظ کرنا چاہیئے کہ ان آلات میں کتنا کام کیا ہے مثلاً
ایک [illegible] آلہ ہی ہے کہ اوسکا فائدہ لباس کا سینا ہے جو باقی سردی کا انسان
[illegible] اوسکو اگر دیکھو تو اوسکی شکل ایسی ہے جیسی [illegible] سوئی بنانے [illegible] کے
ہاتھ میں پچیس دفعہ گذرتی ہے اور ہر دفعہ وہ ایک ایک کام اوسمین کرتا جاتا ہے پس
اگر خدا تعالی شہرون کو جمع نکرتا اور بندون کو مسخر نکرتا اور آدمی کو مثلاً گیہون کاٹنے
کے لیے درانتی کی حاجت پڑتی تو تمام عمر اسمین کٹ جاتی اور عمر تھک جاتی مگر خدا تعالی کی
شان ہے کہ آدم خاکی کو نطفہ ناپاک سے پیدا کر کے ایسے ایسے عجیب و غریب آلات بنانے
کی ہدایت کی مقراض ہی کو دیکھو کہ دو پھل ایک دوسرے پر منطبق رہتے ہیں مگر چیز کو ایسی
جلد جلد کاٹتی چلی جاتی ہے اگر خدا تعالی اوسکے بنانے کا طریق پہلے لوگون پر واضح
نہ فرماتا اور پیچھے اوسکا طریق نکالنے کی حاجت اپنی فکر سے ہوتی اور طریق لوہے کے
نکالنے کا پتھر سے اور پیدا کرنا اون آلات کا جنسے مقراض بنائی جاتی ہے سوچنا پڑتا او
ہماری عمر بھی مثل حضرت نوح علیہ السلام کے ہوتی اور عقل بھی نہایت کامل دیجاتی تو تمام
عمر اسی [illegible] کے آخر تک [illegible] دینے ہی سے قاصر رہتے دوسرون کا تو کیا ذکر ہے مگر خداوند کریم نے

بڑا انعام و احسان ہے کہ اوسنے سب کچھ اپنے کرم سے بتلادیا اب اگر فرض کرو کہ کسی شہر مین پیدا
نہ ہو یا لوہار یا حجام یا جولاہا یا کوئی اور ادنی پیشہ ور نہ ہو تو لوگون کو کیسی ایذا پہونچے اور کیسی
ابتری کاروبار مین پڑے خدا کی شان ہے کہ اوسنے بعض بندون کو بعض کا مسخر کر رکھا ہے تاکہ
اوسکی مشیت پوری ہو اور حکمت کامل۔ اب اس قول کو ہم مختصر کرتے ہین اس نظر سے کہ مقصود
نعمتون پر تنبیہ کرنی ہے نہ اونکو نام بنام لکھنا۔

ساتوین نعمت خدا کے درست کرنے والون کی اصلاح کی نعمت ہین — واضح ہو کہ یہ پیشہ ور جو
اصلاح خدا کرتے ہین اگر اونکی رائین مختلف ہوتین اور طبیعتین وحشیون کی سی نفرت ہوتی
تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہوکر دور رہتے اور کوئی کسی سے منتفع نہ ہوتا بلکہ جیسے وحشی ایک
جگہ مین نہین رہتے نہ ایک غرض پر متفق ہون ایسے ہی یہ لوگ بھی ہوتے لیکن لحاظ کرنا چاہیے
کہ اللہ تعالی نے کسطرح اونکے دلون مین الفت و انس و محبت پیدا کی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے
لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ پس الفت و محبت کا
دلانا اوسیکا کام ہے الفت اور ارواح کی شناسائی کے باعث لوگ اکٹھے ہوے اور ایک کو دوسرے
کے ساتھ انس ہوا اور شہر و قصبات بنائے اپنے مکانون کو پاس پاس تعمیر کیا اور اونکو آرایشون سے
مزین کیا بازار اور دکانین مرتب کین اور تمام اقسام کے کارخانے بنائے جنکا حصر طویل ہے
پھر چونکہ انسان کی سرشت مین غصہ اور حسد اور حرص داخل بھی ہے اس جہت سے یہ محبت جاتی
بھی رہتی ہے اور جہان دو آدمیون کی غرض ایک ہی مطلب پر جمع ہوئی وہان آپس کی نقیض
و نفرت بلکہ نوبت کشت و خون بھی پہونچتی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالی نے کیسے زبردست
سلاطین کو مسلط کردیا اور قوت اور سامان سے اونکی اعانت کی اور اونکا رعب رعایا کے
دلون مین ڈالا یا کہ جبراً قہراً فرمانبرداری کرتے ہین خواہ طبیعت چاہے یا نچاہے پھر سلاطین پر
بھی لحاظ کرنا چاہیے کہ اونکو اصلاح شہرون کا انتظام کیسے ہدایت کردیا یہانتک کہ اونھون نے
شہرون کو ایسی وضع پر بنایا اور اوسکے حصے ایسے کیے جیسے ایک شخص کے اجزا ہوتے ہین کہ
بعض کو بعض سے نفع ہوتا ہے اسیلیے اونھون نے ہر ایک شہر مین حاکم اور قاضی اور کوتوال
اور چودھری مقرر کیے اور خلق کو بزور قاعدہ عدل کا پابند کیا اور آپس کی موافقت اور معاونت
سب پر ضروری کردی یہانتک کہ لوہار مثلاً قصاب و نان پز اور تمام اہل شہر سے منتفع ہوتا ہے
جیسے اون سب کو لوہار سے فائدہ پہونچتا ہے حجام کسان سے اور کسان حجام سے اور ہر ایک

ترجمہ اگر تو خرچ کرتا جو کچھ کہ ملک مین ہے سارا نہ الفت دے سکتا اونکے دلین لیکن اللہ نے الفت ڈالی اون مین ۱۲

شخص ایک دوسرے سے منتفع ہوتے ہیں اسی جہت سے کہ سلطان کی ترتیب جمع کے موافق
سب متفق اور مجتمع ہوتے ہیں جس طرح کہ تمام اعضاے بدن ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں
اور باہم منتفع ہوتے ہیں پھر دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے سلاطین کی اصلاح کے لیے
انبیا کو مبعوث فرمایا جنھوں نے اونکو علاوہ اصلاح دین کے ارشادات کی یہ قوانین شریعت
بھی سکھلائے کہ مراعات عدل کی خلق میں یہی چاہیے اور انتظام کے لیے آئین سیاست جاری
ہے جس طرح احکام سلطنت اور امامت اور احکام فقہ متعلق باصلاح دنیا سب بتلادیے پھر یہ
دیکھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی اصلاح خداے تعالی نے فرشتوں سے کی اور فرشتوں میں
ایک کی اصلاح دوسرے سے ہوئی یہان تک کہ انتہا اس سلسلے کی اوس فرشتہ مقرب پر ہوئی کہ
کہ اوسمین اور خداے تعالی میں کوئی واسطہ نہیں ہے تو مثلاً نان پز آٹے کی اصلاح پکانے سے
کرتا ہے اور پیسنے والا آٹے کی اصلاح پیسنے سے اور کسان غلے کی اصلاح کاشت سے اور آلات
زراعت کی اصلاح لوہار کرتا ہے اور اوسکے اوزار کی اصلاح بڑھئی کرتا ہے [illegible]
جو آلات غذا کے درست کرتے ہیں جاننا چاہیے اور یہ سب [illegible] سلاطین
کرتا ہے اور سلطان کی اصلاح علما کرتے ہیں جو وارث انبیا علیہم السلام ہیں اور علما کی اصلاح
انبیا کرتے ہیں اور اونکی اصلاح عالم قدس سے ترتیب ہوتی ہے یہان تک کہ سلسلہ بارگاہ احدیت
پہ پہنچتا ہے جو اصل ہر ایک انتظام کی اور منشا تمام ترتیب تالیف کا ہے اور سبب الاسباب
اور رب الارباب اور مسبب الاسباب کی نعمتوں میں سے ہیں اگر وہ اپنے کرم و فضل سے
یہ نہ فرماتا [illegible] تو ہم کو یہ قدرت نہیں تھی معلوم
اور اگر سمجھ و قدرت اس بات کے باعث وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا جاری کرکے
اپنی نعمتوں کے شمار سے معزول نہ فرماتا تو ہم بھی شوق اونکی کنہ کے دریافت کا اور ان کے
شمار کرنے کا کرتے مگر کیا کریں اپنا بس کچھ نہیں جو کچھ بولے وہ بھی اوسی کے حکم سے بولے
اور جو چپ ہوے تب بھی اوسی کے روکنے سے کیونکہ جو چیز وہ عنایت کرتا ہے اوسکا
کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو وہ نہیں دیتا اوسکا کوئی دینے والا نہیں اس لیے کہ
زندگی بھر ہر لحظے میں گوش دل میں یہ آواز اوس بادشاہ زبردست کی سنتے رہیں لِمَنِ الْمُلْكُ
الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ پس خدا کا شکر ہے کہ اوسنے ہمکو کافروں سے تمیز کیا اور [illegible]
آٹھواں نکتہ فرشتوں کی پیدایش میں خداے تعالے کی نعمت کے بیان میں

اور جنھوں نے نعمتوں کی [illegible] کار سے [illegible] سمجھا [illegible] ہیں ۱۲

اگر گنو نعمتیں اللہ کی [illegible] ۱۲

[illegible] دنیا [illegible] ۱۲

پہلے مذکور ہو چکا کہ فرشتون کی پیدایش مین خدای تعالی نے کیا قدرت رکھی ہے کہ اونکو
انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی فرماتا ہے اور ہدایت اور حق کا پہونچانا اونہیں فرشتون کے ذریعہ
ہوتا ہے مگر اب ہم یہ کہنا چاہتے ہین کہ فرشتون کے افعال ہم پر نہ مقتصر ہین بلکہ فرشتون کے
طبقات بہت ہین کثرت اور ترتیب مراتب کے باعث انکی تعداد ہین منحصر ہین اول ملائکہ زمین کے
دوم آسمان کے سوم عرش کے اور تمام اہل ارض کا ان طبقات مین سے اونکو دیکھنا چاہیے
جنکو خدای تعالی نے غذاے انسانی پر موکل کیا ہے اور ان سے ہمکو غرض ہین فرشتے
ہدایت وارشاد وغیرہ متعلق ہے پس مخفی نہیں کہ ہر ایک جزو انسان کے بدن کا بلکہ نباتات کے
جسم کا غذا نہیں پاتا جب تک کہ اوسپر سات فرشتے بلکہ اقل مرتبہ ہے خواہ دس خواہ سو یا زیادہ
موکل نہون توضیح اسکی یہ ہے کہ غذا کے معنی یہ ہین کہ ایک جزو غذا کا دوسرے جزو کا قائم مقام
ہو جاتا رہا ہو مثلاً غذا انجام کو خون ہو کر گوشت اور ہڈی ہو جاتی ہے اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے
تو غذا کامل ہو جاتی ہے اور خون اور گوشت اجسام ہین کہ انکو کچھ قدرت اور معرفت اور اختیار
نہین ہے اسلئے آپ حرکت کر سکتے ہین نہ اپنے آپ تغیر پا سکتے ہین اور نری طبیعت اس بات کو کافی
نہین کہ کبھی کوئی چیز مل جاوے کبھی کوئی جسطرح گیہون کہ خود بخود نہ اپنتا ہے نہ گندھتا ہے
نہ روٹی ہوتا ہے جب تک کہ کوئی کاریگر نہو اسیطرح خون بھی خود بخود نہ گوشت ہوتا ہے
نہ ہڈی بنتا ہے نہ رگ پٹھے ہوتا ہے جب تک کہ کوئی بنانے والا نہو اور باطن مین بنانے والے
فرشتے ہین جیسے ظاہر کے پیشہ ور اہل شہر ہین اور چونکہ خداوند کریم نے اپنی نعمتین ظاہر باطن
دونون مین عنایت کی ہین تو باطن کی نعمتون سے غافل نہونا چاہیے پس ہم کہتے ہین
کہ ایک فرشتہ تو ایسا چاہیے جو غذا کو گوشت اور ہڈی کے پاس تک پہونچاوے اسلیے کہ غذا تو خود
حرکت کرتی نہین اور دوسرا وہ ہو جو غذا کو وہان ٹھہرا دے اور نہین سکے پاس ٹھہرے
اور تیسرا وہ جو غذا پر سے خون کی صورت دور کرے اور چوتھا وہ جو اوسکو گوشت خواہ ہڈی
یا رگ کی صورت بناوے اور پانچوان وہ جو زیادتی باقی رہجاوے اوسکو دفع کرے اور چھٹا
وہ جو ان چیزون کو جہان کی تہان ملاوے یعنی جس جزو غذا مین صفت گوشت کی آتی ہے
اوسکو گوشت مین ملا دے اور جسمین ہڈی کی ہے اوسکو ہڈی مین ملادے تاکہ غلطی نہ ہوجاوے
اور ساتوان وہ کہ اس اتصال مین رعایت اہل مقدار کی رکھے کہ جو چیز گول ہے اوسکی گولائی
نہ جاتی رہے اور جو چوڑی ہے اوسکی چوڑائی قائم رہے اور مجوف کی گہرائی بنی رہے

اور ہر عضو پر مقدار حاجت بھی ملحوظ رکھے مثلاً اگر لڑکے کی ناک پر غذا اوسقدر جمع کر دے
جسقدر ران پر چاہیے تو ناک بہت بڑی ہو جاوے اور نتھنے دب جاویں اور صورت ڈراؤنی
ہو جاوے بلکہ مناسب یہ ہے کہ جو چیز جسکے لائق ہو وہی پہونچاوے مثلاً پلکوں میں پتلا پن
اور ڈھیلے میں صفائی اور رانوں میں موٹاپن اور ہڈی میں سختی تو ہر ایک کیواسطے ایسی ہی
غذا پہونچانی چاہیے جو مقدار و شکل میں انکے مناسب ہو ورنہ صورت بگڑ جاویگی اور بعض
جگہ پر بڑھ جاویگی اور بعض کم رہیگی بلکہ یہ فرشتہ اگر عدل کا لحاظ قسمت اور تفریق میں نکرے
اور لڑکے کے سر اور تمام بدن میں غذا پہونچاوے اور ایک پاؤں مثلاً چھوڑ دے تو سارا بدن
تو بڑھیگا مگر ایک پاؤں ویسا ہی رہیگا جیسا لڑکپن میں تھا ایسا شخص اپنے چلنے سے
نا منتفع ہوگا جو سب اعضا بڑے آدمی کے سے ہونگے اور ایک پاؤں لڑکے کا سا ہو
غرض نہایت عدالت کی اس قسمت میں ایک فرشتے کو سپرد رہتا ہے اور یہ خیال نکرنا
کہ خون اپنی سرشت کے باعث اپنی شکل بدل لیتا ہے اسلیے کہ جو شخص ایسے امور کا حوالہ
طبیعت پر کرتا ہے وہ جاہل ہے اپنے قول کو نہیں جانتا بلکہ یہ کام زمین کے فرشتوں کے
سپرد ہے کہ وہ آدمی کے اندر ہیں اپنے کام میں مصروف ہیں خواہ آدمی خواب استراحت
میں ہو یا کسی غفلت میں مستغرق ہو وہ اپنا کام کیے جاتے ہیں اور ادراک کی کچھ خبر نہیں
اور یہ بات اجزاے بدن کی ہر ایک چیز میں موجود ہے کیسا ہی چھوٹا یا بڑا ہو یہانتک کہ بعض
اجزا مثل آنکھ اور دل میں حاجت سو سے زیادہ فرشتوں کی ضرورت ہے جنکی تفصیل بقصد
اختصار ہم ترک کیے دیتے ہیں۔ اب ان زمین کے فرشتوں کو آسمان کے فرشتوں سے مدد
پہونچتی ہے اور انمیں وہ ترتیب ہے جسکی کنہ سواے خداے تعالی کے اور کوئی نہیں
جانتا اور آسمان کے فرشتوں کو عرش کے اوٹھانے والوں سے مدد پہونچتی ہے اور ان
سب پر انعام تائید اور ہدایت اور تسدید کا بارگاہ رفیع الشان قدوس پاک ملکوت جبروت
شاہنشہ جلال عزت و لاہوت سے ہوتا رہتا ہے اور فرشتے جو آسمانوں اور زمین میں
مقرر ہیں اور اجزاے نبات و حیوانات پر موکل ہیں یہانتک کہ ہر ایک قطرہ باران اور ہر بادل کے
قطعات پر جو ادھر اودھر پھرتے ہیں مامور ہیں اونکے باب میں احادیث بیشمار ہیں اسلیے
کچھہ حاجت دلیل لانیکی نہیں لیکن یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جب کام آدمی کے
اندر کے ایک ہی فرشتے کو کیوں نہ سپرد ہوے سات فرشتوں کی ضرورت کیوں ہوئی

بھی تو بہت سے افعال کیے جاتے ہیں اول بیج جاتے ہیں پھر آٹا چھانا جاتا ہے پھر پانی کو ڈالا
جاتا ہے پھر گوندھا جاتا ہے پھر چیرے بنا جاتی ہیں پھر روٹی بنائی جاتی ہے پھر تو سے یا تنور میں
پکائی جاتی ہے مگر بعض اوقات ایک ہی آدمی یہ سب باتیں کرلیتا ہے اسیطرح اعمال باطنی انسان کے
اعمال ظاہری کیطرح کیوں نہوئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کی پیدایش آدمی کی پیدایش
کی مثال ہے جو فرشتہ ہے اوسکی صفت بھی ایک ہی ہے اوسمیں کسیطرح کا خلط یا ترکیب نہیں
ہے یہ بات ہے تو ایک فرشتہ سے ایک ہی فعل ہوگا اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں
وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ اسی لئے فرشتوں کی مثال یہ ہے کہ ہر ایک اپنے ایک وصف سے الگ ہو نہیں جاتا
بلکہ وہ اپنے کاموں پر ایسے مامور ہیں جیسے حواس خمسہ کہ بینائی مثلاً شنوائی کی راہ میں
ادراک حواس میں وسعت پیدا کر سکے نہ قوت شامہ اور زبان کی دوسرے کام
اسکے مانع حواس خمسہ کا حال اور اعضا کا سا نہیں جو بعض اوقات آدمی پاؤں کو ہاتھ کیطرح سے
گرفت کرلیتا ہے جو ہاتھ کا کام ہے اگرچہ اوسکی گرفت ضعیف ہوتی ہے بلکہ ہاتھ کا قصد کرتا ہے
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہاتھ کیطرح کسی کے پاؤں سے آدمی کو دھکیل دیتا ہے اور جو کام ہاتھ کا ہے وہ پاؤں سے لیتا ہے
اور نہ حواس خمسہ کا حال انسان کا سا ہے کہ ایک ہی آدمی بہت سے کام کر لیتا ہے۔ اور یہ بات
انسان میں اسطرح کی ہے اور میلان عدل کی ہے اور وجہ اسکی یہی ہے کہ انسان کے صفات
اور ارادات میں اختلاف ہے ایک ہی وصف نہیں رکھتا اسی جہت سے ایک ہی فعل کا پابند
بھی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی کبھی خدا تعالی کی اطاعت کرتا ہے اور کبھی نافرمانی
کرتا ہے کیونکہ اسکی صفات وارادات میں اختلاف ہے اور یہ بات فرشتوں کی طبیعت میں
ناممکن ہے اونکی سرشت طاعت ہی پر ہے اونکو معصیت کی مجال نہیں تو بالضرور اونکا بھی حال
جو خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ اور یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ
وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ جو اونمیں رکوع کرنے والا ہے وہ ہمیشہ رکوع ہی کرتا ہے اور جو سجدہ کرنیوالا ہے
وہ ہمیشہ سجدے ہی میں ہے جو کھڑا ہے وہ ہمیشہ کھڑا ہے کچھ اختلاف اونکے افعال میں نہیں
نہ کسیطرح کا قصور بجا آوری امور میں اور ہر ایک کیلیے ایک مقام اور رتبہ ہے کہ اوس سے تجاوز
نہیں کرتا۔ اونکا طاعت بجا لانا اسطرح کا ہے کہ اونمیں مجال عدول حکمی کی نہو ایسا ہو سکتا ہے جیسے
آدمی کے ہاتھ پاؤں وغیرہ آدمی کی اطاعت کرتے ہیں اور مخالفت کی مجال مطلق نہیں مثلاً جب
آدمی پلکیں کھولنی چاہتا ہے تو اگر وہ صحیح و سالم ہونگی تو اونکو تردد کھلنے میں نہوگا نہ یہ ہوگا کہ

کہ کبھی کھلتے ہیں یا طاعت کریں اور کبھی کہنا نہ مانیں بلکہ وہ گویا منتظر امر و نہی انسان کے ہیں
کہ اشارے کے ساتھ ہی کھل جاتی ہیں اور اشارے کے ساتھ ہی بند ہو جاتی ہیں پس یہ
تشبیہ اگرچہ عدول حکمی کے نہونے میں ہو سکتی ہے مگر بن وجہ درست نہیں وہ یہ ہے کہ
پلکوں کو علم اپنے کھلنے اور بند ہونے کا اور بجا آوری حکم انسان کا نہیں اور فرشتے زندہ ہیں
جو کرتے ہیں اوسکو جانتے ہیں اسوجہ سے تشبیہ اونکی اعضا سے ناتمام ہے حاصل اس سب
بیان کا یہ ہے کہ زمین اور آسمان کے فرشتوں میں جو خدا سے تعالی نے انسان پر صرف کھانے
بارے میں نعمت رکھی ہے اوسکا بیان یہانتک ہوا اور حرکات و حاجات کا ذکر نہیں کیونکہ
اونکے بیان کو طول چاہیے پس فرشتوں کی نعمت ایک وجہ سے گانہ ہے نعمت کے درجات
میں ہے اور مجموع طبقات نعمت کا بھی شمار کرنا غیر ممکن ہے اونکا افراد کا تو کیا ذکر ہے
پس ثابت ہوا کہ انسان پر خدای تعالی نے نعمت ظاہری اور باطنی دونوں پوری کی ہیں
اور پھر فرمایا فَاذْکُرُوا وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ تو باطن گناہ کا چھپانا اوسکو لوگوں سے جیسے
حسد اور بدگمانی اور لوگوں کی بدی دل میں رکھنی وغیرہ گناہان قلبی سے ہیں یا باطنی
نعمتوں کا شکر ہوگا اور ظاہری گناہوں کا ترک کرنا نعمت ظاہری کا شکر ہوگا اگر کوئی شخص
ایک لحظہ بھی خدای تعالی کی نافرمانی کرے اگر پلک جھپکنے ہی میں ہو مثلاً آنکھ کھولے
جہاں بند کرنا واجب ہے تو ایسا شخص سب اللہ تعالی کی نعمتوں کا جو آسمان و زمین اور اونکے
درمیان میں ہیں منکر ہوگا کیونکہ جو چیز اللہ تعالی نے پیدا کی ہے یہانتک کہ فرشتے اور آسمان
اور زمین اور حیوانات اور نباتات سب کے سب ہر بندہ کے حق میں نعمت ہیں کہ اوسکا نفع
اوسے پورا ہوتا ہے گو غیروں کا بھی فائدہ ہوتا ہو اور مثال مذکور میں ہر پلک جھپکنے میں خدای تعالی
کی دو نعمتیں خود پلک میں ہیں اسلیے کہ ہر پلک کے نیچے عضلات پیدا کیے ہیں اور اونمیں اوتار
اور رباط ہیں جو دماغ کے پٹھوں میں ملے ہیں جنکے ذریعے سے اوپر کا پلک نیچے کو ہٹتی ہو
اور نیچے کی اوپر کو اوٹھتی ہے اور ہر پلک میں سیاہ بال ہیں اور اونکے سیاہ ہونے میں یہہ
نعمت ہے کہ آنکھ کی روشنی کو اکٹھا رکھیں سفید چیز روشنی کو متفرق کرتی ہے اور سیاہ مجتمع
رکھتی ہے اور اونکو ایک صف میں جو رکھا ہے اسمیں یہ نعمت ہے کہ چھوٹے کیڑے آنکھ کے
اندر نہ جا سکیں اور جو تنکے ہوا میں اوڑتے ہیں وہ آنکھ میں نہ پڑیں بالوں میں اٹک رہیں
اور خدای تعالی کی نعمتیں ہر ہر بال میں وہ ہیں کہ جڑ بالوں کی نرم بنائی اور باوجود جڑ کی نرمی

پھر کھڑا رکھا اور دونوں پلکوں کے بال اوپر نیچے سے ملکر جال کی صورت ہو جاتے ہیں
انہیں سے بڑی نعمت ہے وہ یہ ہے کہ ہوا کا غبار بھی آنکھ کے کھلنے کا مانع ہوتا ہے اور
اگر آنکھ بند کر لی جاوے تو کچھ سوجھتا نہیں اسلئے ایسے وقت میں آدمی اسی طرح آنکھ بند کر سکتا ہے
کہ اوپر نیچے کی پلک کے بال بشکل جال ہو جاویں اور وہ غبار ہوا کو آنکھ میں نہ جانے دے اور بالوں کی
آڑ میں سے دیکھ بھی سکے پھر اگر آنکھ کے ڈھیلے پر کچھ غبار پہونچ جاوے تو دونوں پلکیں
نیچے اوپر کی ایسی ڈھیلے سے ملی پیدا ہوئی ہیں اور کنارے اونکے تیکھے ہیں کہ وہ
ڈھیلے پر وہ اثر کرتے ہیں جیسے صیقل آئینے پر کرتی ہے یعنی ہر آن ایک دو دفعہ پلکیں کھلتیں
بند ہوتیں فوراً ڈھیلا غبار سے صاف ہو جاتا ہے اور میل کچیل کو کونوں اور پلکوں کی طرف نکال دیتا ہے
اور مکھی کے ڈھیلے میں چونکہ پلکیں مخلوق نہیں ہوئیں اسلئے اوسکے دو پاؤں اونکے عوض زیادہ
ہیں جنسے وہ ہمیشہ اپنی آنکھوں کو ملتی رہتی ہے تاکہ ڈھیلے صاف رہیں۔ اور چونکہ
مفصل بیان کرنا لطائف الٰہی کا مشکل ہے [illegible] اسلئے کہ [illegible] اور کتاب
بڑھ جاوے گی اور شاید اگر زمانہ نے وفا کی اور توفیق یاور ہوئی تو ہم ایک کتاب
[illegible]
[illegible]
[illegible] آنکھ [illegible] پلکوں [illegible] نعمت الٰہی کی ناشکری کی
اور چونکہ پلکیں بدون آنکھ کے نہیں ہو سکتیں اور نہ آنکھ بدون سر کے اور نہ سر بدون دھڑ کے
اور نہ دھڑ بدون غذا کے اور نہ غذا بدون پانی اور زمین اور ہوا اور ابر اور آفتاب
و ماہتاب کے اور نہ یہ چیزیں بدون آسمانوں کے اور نہ آسمان بدون فرشتوں کے کیونکہ یہ سب
چیزیں مثل ایک شے کے ہیں جیسے خود انسان ایک شے ہے [illegible] سے بھی زیادہ
اشیاء بھی ایک [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] ایک نعمت الٰہی کی ناشکری
کی [illegible] سے ملک تک موجود ہیں [illegible] کوئی آسمان یا فرشتہ یا حیوان یا نبات
یا پتھر ایسا نہیں رہتا جو اوس شخص کو لعنت نہ کرے اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے
کہ جس میں پر آدمی [illegible] ہوتے ہیں اور پھر علیحدہ ہوتے ہیں تو وہ اونکو یا لعنت کرتے ہیں
یا اونکے واسطے مغفرت کرتے ہیں اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ عالم کیلئے
تمام چیزیں طلب مغفرت کرتی ہیں یہاں تک کہ سمندر میں مچھلی بھی اور اوسکے [illegible]

[illegible]

کرتی ہے اور فرشتے نافرمانوں کو لعنت کرتے ہیں اسیطرح بہت سی روایتیں اس باب میں
ہیں کہ اون سب کا لکھنا دشوار ہے اور اون روایات سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص
ایک نوالہ کے پلک مارنے سے بھی گناہگار ہوگا وہ تمام ملک و ملکوت کا قصوروار ٹھہریگا
اور اگر اوس ہی کے پیچھے تدارک کے لیے نیکی نہ کریگا تو اپنے آپ کو ورطہ ہلاکت میں ڈالیگا
اور نیکی کرنے کی صورت میں سب چیزیں لعنت کی عوض اوسکے لیے طلب مغفرت کرینگی
تو کیا عجب ہے کہ خدای تعالی اوسکی توبہ قبول فرماکر اوسکی خطا سے درگذر فرماتے ہے اور
اللہ تعالی نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ آدمیوں میں سے میرے بندہ کے
ساتھ دو فرشتے ہیں جب وہ میرا شکر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ الہی اوسکو نعمت پر نعمت
زیادہ کر اسواسطے کہ تو لائق حمد و شکر کے ہے تو اے ایوب تو بھی جلدی شاکرین میں ہو جا کیونکہ
اونکو اتنا ہی علو مرتبہ میرے نزدیک کافی ہے کہ میں خود اونکے شکر کا شکرگذار ہوتا ہوں اور
میرے فرشتے اونکے لیے دعا مانگتے اور تمام جگہیں اونکے لیے بخشش مانگتی ہیں اور آثار اونکے
دوست ہیں — اور جسطرح کہ یہ معلوم کیا کہ ہر پلک مارنے میں بہت سی نعمتیں ہیں اسیطرح یہ بھی جانو
کہ جو سانس نیچے اور اوپر آتا جاتا ہے اوسمیں دو نعمتیں ہیں یعنی سانس کے اوپر آنے سے
دھواں جلا ہوا دل میں سے نکل جاتا ہے اگر وہ نہ نکلے تو آدمی ہلاک ہو جاوے اور سانس
نیچے جانے سے باہر کی تازہ ہوا دل کو پہنچتی ہے کہ اگر یہ نہ پہونچے تب بھی دل جل جاوے
اسلیے کہ ہوا کی روح اور سردی سانس کے ساتھ جب نجاویگی تو حرارت کے باعث دل تباہ و
ہلاک ہو جاویگا — اب اگر رات دن کا حساب کرو تو دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں
اور ہر گھنٹہ میں قریب ہزار سانس کے ہوتے ہیں اور ہر سانس میں دس سیکنڈ کے قریب
ہوتے ہیں اس حساب سے ہر لحظہ میں آدمی کے ایک ایک جزو بدن پر ہزارہا نعمتیں ہوتی ہیں
بلکہ ہر جزو عالم میں ہزاروں لاکھوں کروڑوں نعمتیں ہر لحظہ میں ہوتی ہیں بھلا کہیں ان
نعمتوں کا شمار ہو سکتا ہے اور جب حضرت موسی علیہ السلام پر حقیقت اس قول خداوندی کی
کھلی وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا تو اونھوں نے عرض کیا کہ الہی میں تیرا شکر کیسے کروں
ہر ایک بال میں میرے جسم کے تیری دو نعمتیں موجود ہیں کہ اوسکی جڑ تو نے ملائم بنائی اور
اوسکا سر اونچا بنایا — اسیواسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص خدای تعالی کی
نعمت کو سوا اپنے کھانے اور پینے کے نجانے تو اوسکا علم کم ہے اور اوسکو سخت

عذاب الہی سے ڈر کا اور یہ سبب جو ہم نے ذکر کیا کھانے اور پینے ہی کی نعمتون کا حال ہے اس سے
اور نعمتون کو قیاس کر لینا چاہیے کیونکہ ہوشیار و دانا شخص کی آنکھ عالم مین جس چیز پر پڑتی ہے
یا جو خطرہ اوسکے دل مین گذرتی ہے وہ اوسمین سے اپنے اوپر کوئی نعمت متحقق کر لیتا ہے
اس تفصیل کو ہم موقوف کرتے ہین کہ محال چیز کی طمع سے کچھ فائدہ نہین

تیسرا بیان اوس سبب کا جس سے خلق شکر نہین کرتی۔ جاننا چاہیے کہ خلق شکر نعمت
جہالت اور غفلت کے باعث نہین کرتی اس وجہ سے جہالت اور غفلت کے مارے نعمتون کو
نہین جانتے اور جب تک نعمت معلوم نہو تب تک اوسکا شکر کیسے ادا ہو علاوہ ازین بہت لوگ
نعمت کو جانتے ہی ہین مگر انکو یہ گمان ہے کہ شکر نعمت یہی ہے کہ زبان سے الحمد للہ اور خدا کا شکر ہی کہنا ہے اور
یہ نہین جانتے کہ شکر کے معنی یہ ہین کہ جو نعمت جس حکمت کے لیے پیدا ہوئی ہے اوسکو اوسی حکمت کی کمال کے لیے
مستعمل کرے اور حکمت جو نعمت سے مطلوب ہے وہ طاعت خدای عزوجل ہے اگر یہ دونون
باتین لوگ جانتے ہون تو پھر شکر کا مانع سوا اسکے کہ شہوت غالب ہو اور شیطان مسلط ہو اور کچھ
نہین رہتا۔ اب معرفت نعمت سے غافل رہنے کے کئی سبب ہین منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ
آدمی جہالت کے باعث جن باتون کو سب لوگون کو ملی ہوئی اور ہر حال مین اونکے
پاس ہے اوسکو نعمت نہین جانتا [illegible] اور اسی لیے اوسکا شکر ادا نہین ہوتا [illegible]
اور یہ گمان کرتا ہے [illegible] کہ [illegible] اور پھر کوئی شکر
نہین کرتا اسلیے کہ یہ نعمتین عام ہین سب کو ہر وقت حاصل ہین سو اپنے ساتھ انکی خصوصیت
معلوم نہین ہوتی [illegible] نعمت جانتے نہین شکر ادا کرین مثلاً روح ہوا پر شکر نہین کرتے
حالانکہ اگر ایک لمحہ گلا پکڑ لیا جائے کہ ہوا باہر کی اندر نہ جا سکے تو مر جاوینگے یا کسی ایسے حمام مین
بند کیے جاوین جسمین ہوا گرم ہو یا کسی کنوئین مین جسکی ہوا پانی کی تری سے بھاری پڑ گئی ہو تو
گھٹ کر مر جاوینگے ہان اگر کوئی ایسی طرح بند ہو کر پھر نکالا جائے تو البتہ روح ہوا کو نعمت
جانیگا اور پھر اوسپر شکر کریگا اسلیے مثل مشہور ہے ع قدر نعمت بعد زوال ۔ اور یہ بڑی
جہالت ہے کیونکہ اس صورت مین شکر اس بات پر موقوف ہوا کہ نعمت اونسے چھین جاوے اور پھر
کسیوقت دیجاوے جب یہ قدر اوسکی جانکر شکر گذاری کرین حالانکہ نعمت کا ہر وقت شکر گذار ہی
رہنا چاہیے مثلاً بینا آدمی کو ہم نہین دیکھتے کہ وہ اپنی آنکھون کی سلامتی کا شکر کرتا ہو یہان تک
کہ اندھا ہو جاوے اندھا ہونے پر قدر آنکھون کی معلوم ہوتی ہے اور پھر اگر بینائی دوبارہ

آتی ہے تو اوسکو نعمت جانکر شکر کرتا ہے مگر چونکہ نعمت الٰہی سب پر عام ہے اور ہر حال میں
ہر ایک پر مبذول تو اوسکو یہ جاہل آدمی نعمت نہیں جانتا اس جاہل کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی بدذات غلام کہ ہمیشہ سزاوار زدوکوب ہو یہانتک کہ اگر ایک گھڑی اوسکی مارپیٹ
موقوف کیجائے تو بڑا احسان مانے اور اگر ہمیشہ کو موقوف کردیجائے تو اکڑنے لگے اور
شکرگزاری ترک کرے۔ لوگوں کا یہ حال ہو رہا ہے کہ شکر صرف مال ہی کا کرتے ہیں جسمیں
کچھ خصوصیت کا ہوجاتا ہے خواہ بہت مال ہو یا تھوڑا اوسکے سوا اور تمام نعمتوں کو بھول
جاتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے بدن میں کیا کیا نعمتیں دی ہیں۔ روایت ہے کہ بعض فقرا نے
کسی اہل دل سے شکایت اپنی مفلسی کی کی اور اوسکے باعث اپنا شدت سے غمگین ہونا بیان کیا
اونھوں نے فرمایا کہ تمھیں یہ منظور ہے کہ تم اندھے ہو جاؤ اور دس ہزار درہم لو اوسنے انکار کیا
پھر اونھوں نے فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درہم لو اور گونگے ہو جاؤ اوسنے عرض کیا
کہ نہیں اونھوں نے فرمایا کہ دس ہزار درہم کے عوض تمکو لنجا اور لولا ہونا منظور ہے اوسنے
کہا کہ نہیں اونھوں نے فرمایا کہ دس ہزار درہم کے بدلے تم دیوانہ بننا پسند کرتے ہو اوسنے
کہا نہیں اونھوں نے فرمایا کہ تمھیں اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہیں آتی کہ باوجودیکہ
پچاس ہزار درہم کی مالیت اوسنے تمکو دی ہے پھر شکایت کرتے ہو اور حکایت ہے کہ کوئی قاری
مفلسی کے باعث نہایت تنگدل اور مضطرب ہوا خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ
تم چاہو تو ہزار دینار لے لو ہم سورۂ انعام تمکو بھلا دینگے اوسنے کہا کہ یہ مجھے منظور نہیں پھر
منادی نے پکارا کہا سورۂ ہود کو بھلا دیں اوسنے کہا نہیں کہا سورہ یوسف کو کہا نہیں اسیطرح دس
سورتوں کے نام لیے اور یہ سب پر انکار کرتا گیا تب اوسنے کہا کہ تیرے پاس ایک لاکھ دینار کی
چیز ہے اور تو شکایت کرتا ہے صبح کو اوسکا افلاس جاتا رہا اور حضرت ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ کسی
خلیفہ کے پاس تشریف لیگئے وہ اوسوقت پانی کا پیالہ لیے پی رہا تھا اوسنے عرض کیا کہ مجھکو
کچھ نصیحت کیجیے آپنے فرمایا کہ فرض کرو یہ پیالہ پانی کا تمکو تمھارے تمام نقدی کے عوض
ملتا نہیں تو پیاسے رہتے تو تم نقدی سے دست بردار ہوتے یا نہیں اوسنے عرض کیا کہ
بیشک سب نقدی دیے ڈالتا پھر آپنے فرمایا کہ اگر اسکی عوض تمام ملک تمکو دینا پڑتا تو بھی
دیتے اوسنے کہا بیشک آپنے فرمایا کہ پھر ایسے ملک پر کچھ خوشی مت کرو جسکی قیمت ایک گھونٹ
پانی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندہ پر پیاس کیوقت گھونٹ بھر پانی میں بھی

ساری زمین کی سلطنت سے زیادہ ہے۔ اور چونکہ طبیعتین اسی بات کی طرف مائل ہین کہ
نعمت خاص ہی کو نعمت جانتے ہین نہ عام کو اوسی واسطے نعمت عام ہی کا ذکر کیا ہے
اسلیے کچھ مختصر اشارہ نعمت خاص کیطرف بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کوئی بشر ایسا نہین کہ
اگر اپنے احوال کو بغور دیکھے تو اپنے آپ مین ایک نعمت یا چند نعمتین ایسی نہ پائے جو اسی مین خاص
ہون سب لوگ اوسمین اسکے شریک نہون بلکہ یا تھوڑے سے شریک ہون یا کوئی بھی شریک
نہو اور تین باتون مین ہر کوئی اسکا مقر ہے اول عقل دوم خلق سوم علم۔ عقل کا حال تو خود
اس مثل مشہور سے واضح ہے کہ ہر کس را عقل خود بکمال نماید کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہین
جو اپنی عقل سے خوش نہو اور اپنے آپ کو عقیل تر نہ سمجھتا ہو اور یہی وجہ ہے کہ خدای تعالی سے
عقل کا سوال کم کرتا ہے اور اوسکے لیے دعا نہین کرتا۔ اور یہ بات بھی شرف عقل ہی مین داخل ہے
کہ جو اوس سے خالی ہے وہ بھی اوس سے خوش ہے اور جو اوس سے متصف ہے وہ بھی
پس جب ہر کوئی اپنے اعتقاد کے موافق سب لوگون سے زیادہ عقل رکھتا ہے تو واقع مین
اگر ایسا ہی ہے تو اوسپر شکر اس نعمت کا واجب ہے اور اگر ایسا نہین صرف اوسکا اعتقاد
عقیل تر ہونیکا ہے جب بھی شکر واجب ہے کہ اوسکے حق مین تو نعمت موجود ہے جیسے کوئی
شخص زمین مین خزانہ گاڑے اور اوسپر خوشی کا اظہار کرے اور شکر کرے پس اگر اوس خزانہ کو
کوئی نکال لیجاوے اور اوسکو معلوم نہو تو اپنے اعتقاد کے موافق خوشی اوسکی باقی رہیگی
اور شکر بھی باقی رہیگا کیونکہ اوسکے حق مین تو خزانہ گویا موجود ہے۔ اور خلق کا حال یہ ہے کہ
کوئی بشر ایسا نہین جو دوسرے شخص مین کچھ عیب ناپسند نہ پاتا ہو اور بعض اخلاق دوسرون کے
برے سمجھتا ہو اور دوسرے کی مذمت اسلیے کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اون اخلاق سے بری
جانتا ہے تو جب دوسرے کی برائی مین مشغول ہو تو چاہیے کہ خدا کا شکر کیا کرے کہ میری
عادت اچھی بنائی اور بری عادت مین دوسرے کو مبتلا کیا۔ اور علم کا حال یہ ہے کہ کوئی بشر ایسا
نہین جو اپنے نفس کے امور باطن اور افکار خفیہ ایسے نہ رکھتا ہو جو خاص اوسیمین ہون اور
اگر اون پر ایک شخص بھی مطلع ہو جاوے تو وہ فضیحت ہو جاوے اور اگر سب لوگ اوسکی دلی
باتون پر واقف ہو جاوین تو کیا صورت ہو غرضکہ ہر ایک بشر کو علم ایک امر خاص کا ہوتا ہے
کہ اوسمین کوئی بندہ خدا اوسکا شریک نہین ہوتا پس ایسی صورت مین وہ شخص خدای تعالی
کی پردہ پوشی کا شکر گزار کیون نہین ہوتا کہ اللہ تعالی نے اوسکے عیوب پوشیدہ رکھے اور

لوگون کی نظر مین سے غائب اور اچھی بات کو ظاہر کیا اور یہی بات کا علم سوا اوسکے اور
کسیکو نہ ہو یہ تین نعمتین خاص ایسی ہین جنکا اقرار ہر ایک شخص کرتا ہے خواہ سب باتون مین
یا بعض مین اب ہم اس طبقے سے اوتر کر اور طبقہ اختیار کرتے ہین جو کچھ اس طبقے کی نسبت عام ہو
اور کہتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکو خدائے تعالی نے صورت یا وجود یا اخلاق یا صفات
یا اہل یا اولاد یا مسکن یا شہر یا رفیق یا قریب و عزیز یا جاہ و عزت یا دوسری محبوب چیزون مین
سے ایسے امور نہ دیے ہون کہ اگر بالفرض اوس سے وہ چھین جاوین اور جو دوسرون کو دیا گیا ہو
وہ اوسکو دیے جاوین تو ہرگز راضی نہو مثلاً کسی شخص کو خدائے تعالی نے بینا اور دانا بنایا کافر نہین بنایا
یا زندہ بنایا پتھر نہ بنایا اور انسان پیدا کیا چوپایہ پیدا نہ کیا اور مرد بنایا عورت نہ بنایا اور تندرست پیدا کیا اندھا نہ کیا
اور بھلا چنگا بنایا دیوانہ نہین تو یہ سب خواص اگرچہ اوسمین کئی طرح کی ہین لیکن اگر انکے مقابل سے
بدلے جاوین تو ہرگز کوئی راضی نہوگا بلکہ بندے کے لیے ادنی امور ایسے ہین جو خاص اوسکو ہین کہ اونکو
آدمیون کے احوال سے بھی نہین بدلتا اور یہ دو طرح کے ہوتے ہین یا تو ایسے کہ کسیکا حال
بدلنا منظور نہ کرے یا یہ کہ اکثر کے احوال سے بدلنا منظور نہو بہر حال جب اپنا حال دوسرے کے
حال سے نہین بدلتا تو معلوم ہوا کہ اوسکا حال نسبت غیرون کے بہتر ہے اور جبکہ یہ حال ہے کہ
کوئی شخص اپنے حال کو غیر کے حال سے فی الجملہ بدلنے پر راضی نہین یا کسی خاص بات مین بدلنا
نہین چاہتا تو ضرور ہوا کہ خدائے تعالی کی اوسپر ایسی نعمت ہے جو اوسکے سوا دوسرے
بندون پر نہین اور اگر اپنا حال بعض اشخاص کے حال سے بدلنا چاہتا ہو اور بعض سے نہین
تو جنکے احوال سے بدلنا چاہتا ہے اونکے شمار کو دیکھنا چاہیے شمار کی رو سے ایسے لوگ
بیشک کم نکلینگے جنکے حال سے یہ شخص اپنا حال بدلنا چاہتا ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ
جو لوگ اسکی بہ نسبت کم ہین وہ بہت زیادہ ہین اون لوگون کی نسبت جو اس سے بہتر ہین
پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ آدمی خدائے تعالی کی نعمت حقیر جانے کہ اپنے سے
بہتر کیطرف دیکھے اور کمتر کیطرف نہ دیکھے اور دین کا معاملہ دنیا کی برابر بھی نکرے یعنی
اگر کوئی خطا اوس سے سرزد ہوتی ہے تو یہی عذر کرتا ہے کہ ایسے خطاوار بہت سے ہین اگر
مجھسے بھی قصور ہوا تو کیا ہوا تو وجہ کہ معاملات مین ہمیشہ نظر کمتر کیطرف کرتا ہو دنیا مین
ایسا کیون نہین کرتا کہ جب اپنے پاس مال کم ہو تو کہے کچھ مضائقہ نہین بہت سے لوگ ایسے ہین
حاصل یہ کہ جب حال اکثر خلق کا دین مین اوس سے بہتر ہو اور اوسکا حال دنیا مین اکثر سے بہتر

تو اوسکو شاکر کہینگے نہ صابر ہوگا اور اسی حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا مین اپنے سے کمتر کو دیکھے اور دین کے بابمین اپنے آپسے بہتر کو تو اللہ تعالے اوسکو صابر اور شاکر لکہتا ہے اور جو شخص دنیا کے بابمین اپنے آپسے زیادہ کو دیکھے اور دین کے بابمین اپنے سے کمتر کو تو اللہ تعالی اوسکو نہ صابر لکہتا ہے نہ شاکر اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے دین کے بابمین اپنے حال کو بنظر عبرت دیکھے اور جو اوصاف کہ خدا تعالی نے اوسکے لیے خاص کیے ہین اونکی تلاش کرے تو اللہ تعالی کی بہت سی نعمتین اپنے نفس مین معلوم کر سکیگا خصوصا جس شخص کو حدیث اور ایمان اور علم قرآن اور فراغ بالی اور تندرستی اور امن وغیرہ حصہ ہوئی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ لَمْ يَسْتَغْنِ بِآيَاتِ اللهِ فَلَا أَغْنَاهُ اللهُ اسمین اشارہ نعمت علم کا ہے اور فرمایا اَلْقُرْاٰنُ هُوَ الْغِنَى الَّذِي لَا غِنَى بَعْدَهٗ وَلَا فَقْرَ مَعَهٗ اور فرمایا مَنْ اٰتَاهُ اللهُ الْقُرْاٰنَ فَظَنَّ اَنَّ اَحَدًا اَغْنٰى مِنْهُ فَقَدِ اسْتَهْزَاَ بِاٰيَاتِ اللهِ اور فرمایا لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ اور فرمایا اَلْغِنٰى بِالْيَقِيْنِ غِنًى اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ بعض کتب آسمانی مین مذکور ہے کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ اگر مین کسی بندے کو تین باتون سے بہرہ ور کر دون تو اوسپر میری نعمت کامل ہو جاتی ہے اول کسی سلطان کی اوسکو حاجت نہو دوم کسی طبیب کی سوم کسی کے مال کی اور یہی مضمون اس شعر سے مراد ہے

شعر

جبکہ حاصل ہو تمہین صحت امن اور غذا ⁂ رنج کیسا کرو تو رنج سنبھالے کا بھی

اور ان معانی کو اوضح الصبح جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح پر ارشاد فرمایا کہ مَنْ اَصْبَحَ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ بَدَنِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا اور اگر لوگون کے حال کو سوچو تو دیکھو گے کہ ان تینون باتون کے سوا اور ہی شکوہ کرتے ہونگے حالانکہ وہ امور اونکے اوپر وبال ہین اور ان تینون باتون کا شکر نکرتے ہونگے اور نہ نعمت ایمان کا شکر کرتے ہین جسکے باعث نعمت دائم اور ملک باقی تک پہونچینگے اب ہوشیار صاحب بصیرت کو ضرور ہوا کہ سوائے نعمت معرفت و یقین اور ایمان کے اور کسی چیز پر خوش نہو بلکہ ہم بعض علما کو جانتے ہین کہ اگر بالفرض تمام روے زمین کے بادشاہون کا مال مع ملک پورب پچھم تک اور اتباع اور انصار اونکو دیے جاوین اور اونسے کہا جاوے کہ یہ سب مال و دولت وغیرہ اپنے علم کے بدلے مین بلکہ سوین حصہ علم کی عوض مین لے لو تو وہ کبھی نلیوین اسلیے کہ اونکو توقع ہے کہ نعمت علم آخرت مین قرب الہی پر پہونچاویگی

ترمذی بروایت عبداللہ بن عمرو اور کہا ہے کہ غریب ہے اور ایک راوی ضعیف ہے ۱۲

جو شخص خداے تعالی کی آیتون سے غنا نچاہے اوسکو خدا تعالے غنا نہ نصیب کرے ۱۲ یہ حدیث ان لفظون سے مجھے نہین ملی ۱۲

قرآن وہ تونگری ہے جسکے بعد کوئی تونگری نہو اور اوسکے ہوتے کوئی مفلسی نہو ۔ طبرانی روایت انس سند ضعیف ۱۲

بلکہ اگر یون کہا جاوے کہ تمکو آخرت مین تمھاری توقع کے موافق بلا کم و کاست ملیگا تو ان
لذات دنیاوی کو اور خفیف لذات کے بدلے مین لے لو جو تم علم سے دنیا مین پاتے ہو
تب بھی وہ مالک مال کو لذات علمی کے عوض ان اختیار نکرینگے اسواسطے کہ اونکو معلوم ہے کہ
لذت علم دائمی ہے کبھی منقطع نہوگی اور اپنے ساتھ رہیگی نہ چوری جاویگی نہ غصب ہوگی نہ اوسمین
کوئی حصہ کر سکیگا علاوہ ازین یہ لذت صاف ہے کسیطرح کی کدورت اوسمین نہین اور دنیا کی
لذات سب ناقص اور مکدر اور تشویش مین ملی ہوئی ہین نہ انکی توقع ختم ہونے کے ہم پلہ ہو
نہ لذت مساوی رنج کے نہ خوشی مقابل غم کے اب تک ایسی ہی ہی اور آیندہ کو بھی ایسی ہی
رہیگی اسلیے کہ لذات دنیا اسیواسطے پیدا ہوئی ہین کہ ناقص عقلین اونکے جال مین پھنس جاوین
اور دم مین آجاوین جب وہ اونکے فریب مین مقید و مبتلا ہو جاتے ہین تو پھر وہ لذتین اونسے
انکار کرتی ہین اور پاس نہین پھٹکتی جیسے کوئی خوبصورت عورت زاہدہ بنکر اپنے آپکو کسی جوان
رعنا مالدار کیلیے بناتی ہے اور جب وہ اوسی سے دوچار ہو کر دل سے فریفتہ اور شیفتہ ہو
تو پھر پردہ مین چھپی جاتی ہے اور اوسکے پاس کی نہین پھٹکتی تو ظاہر ہے کہ وہ شخص جو اوسکے عشق مین
رنج و مصیبت اور درد و حسرت سہیگا اور کیا کیا سہیگا دنیا کی بیوفائی پر بھی بار بار خوش و ناخوش
اور یہ مصیبت اوسپر صرف اس جہت سے ہوئی کہ نظر کے فریب مین آگیا اگر عقل کو کام فرمائے
آنکھ بند کر لیتا اور اس لحظہ بھر کی لذت کو حقیر جانتا تو تمام عمر سکھ پاتا یہی حال دنیا کے حال مین
ارباب دنیا کا ہے - اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ جو لوگ دنیا سے اعراض کرتے ہین اونکو اوسپر
صبر کرنے سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ ایذا تو امیرونکو بھی ہوتی ہے جو اوسپر متوجہ ہین کہ فقیرون کو حاجت کا
دکھ ہے انکو تحصیل کا رنج کہین چورون کا خوف وغیرہ تکلیفات عائد حال رہتی ہین اور اگر دنیا کے
تارکون کو یہان تکلیف ہے تو آخرت مین تو لذت و راحت ہوگی بخلاف دنیا دارون کے
کہ یہان کا تردد جدا اور آخرت کا رنج جدا ہوگا پس جو لوگ اوسکی طرف متوجہ نہین اونکو اپنے
نفس پر یہ آیت پڑھنی چاہیے وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ
كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ حاصل تقریر یہ ہے کہ خلق پر جو شکر مسدود ہوا تو اسی جہت سے
ہوا کہ اونکو نعمتون ظاہری اور باطنی اور خاص و عام سے واقفیت نہوئی - اسکا علاج غافل لوگونکا
لکھا جاتا ہے اس توقع پر کہ شاید خواب غفلت سے بیدار ہون اور شکر بجا لاوین پس ہم کہتے ہین
کہ جو دل فہم والا اور ہوشیار ہین اونکا علاج تو یہ ہے کہ جو قسمین ہمنے عام نعمتون کی اشارة

قولہ اور درست ہار وا دنیا کے کرنے سے اگر ... بلا کی ہو تو وہ بھی ذرا کم ہے یہان جیسے تم ہو اور تکلیف اللہ سے امید ہے اونکو نہین ۱۲

بیان کی ہین اونکو تامل کرنا اور سوچ دل مین لانا ہے کہ جب تک کوئی نعمت خاص اوسپر ہوتی تو نعمت
[illegible] کہ بعد اوسکو نعمت جانا ہے مین قرار دینگا علاج یہ ہے کہ [illegible] اپنے سے
کمتر کو دیکھا کرین اور وقتا بعد کرین جیسا بعض صوفی کیا کرتے تھے اونکا دستور تھا کہ ہر روز شفاخانے
اور گورستان اور ایسی جگہون جہان مجرمون کو سزا دیجاتی جایا کرتے تھے شفاخانون مین اسلیے
جاتے تھے کہ بیمارون کو انواع و اقسام کے امراض مین مبتلا دیکھکر اپنی صحت و سلامتی کا دھیان
کرین اور دلکو یہ لوگون کے مصائب دیکھکر شعور اپنی سلامتی کی نعمت ہونیکا ہو جاوے اور شکر نعمت
بجا لاوے اور مجرمون کو اسلیے دیکھتے تھے کہ اونکو باعث قتل و چوری وغیرہ کے طرح طرح کے
عذاب پہنچے جاتے تھے کوئی جان سے مارا جاتا تھا کسیکا ہاتھ کٹتا تھا کسیکا پانون تو اونکو
دیکھکر خدا کا شکر کرتے کہ اوسنے گناہون سے محفوظ رکھا اور اون سزاؤن کی نوبت نہ آنے دی
اور گورستان مین جانیکی وجہ یہ تھی کہ اونکو دیکھکر یہ تصور آتا ہے کہ مردون کو سب سے زیادہ
محبوب یہ ہے کہ دنیا مین پھر آوین گو ایک ہی روز کے لیے آوین عاصی تو اسلیے رجوع پیدا
کرتا ہے کہ تدارک ایام گذشتہ کرے اور مطیع اسلیے کہ طاعت زیادہ کرے اسلیے کہ قیامت کا
روز خسارہ کا دن کہلاتا ہے مطیع کو خسارہ کی صورت یہ ہے کہ جب اپنی طاعات کا بدلہ دیکھیگا
تو کہیگا کہ مین تو اس سے زیادہ طاعات کرسکتا تھا مجھکو بڑا خسارہ رہا کہ اپنی عمر کے بعض اوقات
مین صرف مباحات مین کھو بیٹھا اور عاصی کا خسارہ صاف ظاہر ہے پس جب آدمی مقابر کو دیکھے
اور تصور مذکورہ بالا بھی کرے تو جانلے کہ جس بات کیواسطے یہ لوگ آرزو کرتے ہین [illegible]
وہ مجھکو حاصل ہے یعنی تدارک ایام گذشتہ خواہ زیادتی طاعت مین اب کرسکتا ہون باقی ایام
حیات کو اسمین صرف کرون کہ جہانتک ہی دنون خدای تعالی کی نعمت کو جانتا ہون بلکہ
ایک ایک سانس کی مہلت اور زندگی نعمت ہے پس جب اس نعمت کو جانیگا تو اوسکا شکر بھی
کریگا یعنی عمر کو ایسے کام مین صرف کریگا جسکے واسطے وہ بنائی گئی ہے یعنی دنیا سے آخرت
کیواسطے توشہ لینے کیواسطے زندگی دی گئی ہے اوسمین صرف کرے یہی علاج ان غافلون کا ہے
اس علاج سے توقع پڑتی ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتون سے واقف ہوکر اوسکا شکر کرین
حضرت ربیع ابن خثیم رحمۃ اللہ علیہ باوجود کمال بصیرت کے اسی طریق سے مدد لیا کرتے تھے تاکہ معرفت
نعمای الٰہی پختہ ہوجاوے اونھون نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی اپنے گلے مین
ایک طوق ڈال کر اسمین لیٹتے اور کہتے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا پھر کھڑے ہو جاتے

اور کہتے کہ ای شیخ تیرا سوال پورا ہوا تو اس وقت سے پہلے کچھ کر سکے جس وقت درخواست
رجوع کرنے کی کریگا اور واپس پہنچا جاویگا اور جو دل شکر سے دور رہتے ہین انکا علاج بھی اگر
کہ اس بات کو بیان کرین کہ نعمت کا شکر جب نہین ہوتا تو وہ نعمت جاتی رہتی ہے اور پھر دوبارہ
نہین آتی اسیواسطے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ فرماتے ہین کہ لوگو نعمتون کا شکر ضرور کیا کرو ایسا
کم ہوا ہے کہ نعمت کسی قوم کے پاس سے جا کر پھر آئی ہو اور بعض اکابر کا قول ہے کہ نعمتین
وحشی ہین انکو شکر سے قید کرو اور حدیث مین ہے کہ جب کسی بندے پر خدا تعالی کی نعمت
زیادہ ہوتی ہے تو اوسکی طرف لوگون کی حاجتین بھی زیادہ ہوتی ہین اگر وہ اونکے سبب سے
ہٹتا ہے تو اوس نعمت کے کھونے کا درپے ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

تیسرا رکن باب صبر و شکر کا ایسے اشیا کے بیان مین جنمین صبر و شکر شریک ہین اور ایک دوسرے سے ارتباط رکھتے ہین اسمین تین بیان ہین

اول بیان ایک چیز پر صبر اور شکر کے جمع ہونے کی وجہ کے ذکر مین

شاید کوئی یہ کہے کہ تمہاری تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود چیز مین خدا تعالی کی
نعمت پائی جاتی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مصیبت کا وجود ہی سرے سے نہو
اور جب مصیبت نہ ہے تو صبر کس چیز پر ہوگا اور اگر مصیبت ہے تو اوسپر شکر کیسے ہوگا اور
یہ جو بعض مدعی کہتے ہین کہ ہم مصیبت پر شکر کرتے ہین نعمت کا تو کیا ذکر ہے اور مصیبت پر
شکر کیسے خیال مین آوے یعنی جس چیز پر صبر کیا جاتا ہے اوسپر شکر کیونکر ہوگا اسواسطے کہ
مصیبت پر صبر کرنے مین تو درد پایا جاتا ہے اور شکر خوشی کا مقتضی ہے اور یہ دونون ایک
دوسرے کی ضد ہین اور یہ جو تمنے بیان کیا کہ اللہ تعالی نے جو چیز ایجاد کی ہے سب مین
بندون پر نعمت ہے اسکے کیا معنی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جسطرح نعمت موجود ہے اوسیطرح
مصیبت بھی موجود ہے جب نعمت کے وجود کے قائل ہوگے تو بلا کے وجود کا بھی قائل
ہونا پڑیگا اسلیے کہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین مصیبت کا نہونا نعمت کہلاتا ہے
اور نعمت کا جاتا رہنا مصیبت تو دونون کا وجود ضروری ہے لیکن یہ پہلے گذر چکا ہے
کہ نعمت کی دو قسم ہین ایک مطلق کہ ہر وجہ سے نعمت ہو خواہ آخرت مین جیسے سعادت
قرب الہی سے بندے کا مشرف ہونا خواہ دنیا مین جیسے ایمان اور حسن خلق اور جو انکی ترقی

معین و مددگار ہوں دوسرے مقید کہ ایک طرح سے نعمت ہو اور دوسری طرح سے مصیبت جیسے
مال کہ اوس سے من وجہ دین کی بہتری ہوتی ہے اس نظر سے نعمت ہے اور چونکہ اوس سے فساد بھی
دین میں ہو سکتا ہے اس اعتبار سے مصیبت ہے اسیطرح بلا بھی دو طرح پر ہے ایک مطلق
دوسری مقید جو مصیبت کہ ہر طرح سے بلا ہے اوسکی مثال آخرت میں خدا سے کچھ مدت یا ہمیشہ کو
دور رہنا ہے اور دنیا میں کفر اور معصیت اور بد خلقی ہے کہ انکا انجام ہر طرح سے مصیبت ہی ہے
اور بلائے مقید کی مثال جیسے فقر اور مرض اور خوف اور تمام انواع کے مصائب جو صرف
دنیا میں ہوں اور دین میں نہوں وہ سب مقید ہیں اور نعمت پر شکر کی تفریع اسطرح ہے کہ
جو نعمت مطلق ہے اوس پر شکر مطلق چاہیے اور جو مصیبت مطلق دنیاوی ہے اوس پر صبر کرنے کا
حکم نہیں مثلاً کفر مصیبت مطلق دنیاوی ہے اوس پر صبر کرنے کے کچھ معنی نہیں اسیطرح کسی
معصیت پر صبر کرنے کو جاننا چاہیے بلکہ کافر کو لازم ہے کہ اپنا کفر چھوڑ دے اور عاصی کو
ضرور ہے کہ معصیان سے باز آوے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ کافر کو کبھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں
کافر ہوں جیسے کوئی شخص غشی اور بیہوشی کے عالم میں اپنا مرض نہیں جانتا اور نہ اوسکی
تکلیف سے ایذا پاوے تو اوسکے ذمے صبر نہیں اور گنہگار جانتا ہے کہ میں گناہ کرتا ہوں
اسلیے اوس پر معصیت کا چھوڑنا واجب ہے بلکہ جو مصیبت کہ آدمی اوسکے دور کرنے پر قدرت
نرکھتا ہو اوس پر صبر کرنے کا مامور نہوگا مثلاً ایک آدمی نے پانی پینا باوجود شدت پیاس کے
چھوڑ دیا یہاں تک کہ دم نکلنے کو آگیا تو اوسکو صبر کی اجازت نہ دیجاویگی بلکہ پیاس کی تکلیف
دور کرنے کا حکم ہوگا صبر کا موقع وہ رنج ہوتا ہے جسکا دور کرنا بندے کے قابو میں نہو۔ اس سے
معلوم ہوا کہ دنیا میں صبر کا موقع مصیبت مطلق نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ مصیبت جس پر صبر
کیا جاوے کسی وجہ سے نعمت بھی ہو جب یہ بات ہوئی تو خیال میں آسکتا ہے کہ ایک ہی
موقع پر صبر اور شکر دونوں جمع ہو سکتے ہیں مثلاً تونگری اگرچہ نعمت ہے مگر مال کے باعث
کبھی مالدار اور اوسکی اولاد کی جان جاتی ہے اسیطرح تندرستی نعمت ہے مگر اوس پر بھی کوئی
حسد کرے اور مار ڈالے تو وبال ہو سکتی ہے تو جتنی نعمتیں دنیاوی ہیں وہ نعمت والے کے
حق میں مصیبت ہو سکتی ہیں اور علی ہذا القیاس جتنے مصائب دنیا میں ہیں وہ بھی اہل مصیبت کے
حال کے اعتبار سے نعمت ہو سکتی ہیں مثلاً اکثر آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ فقر و مرض ہی انکو
محجوب ہو جاتا ہے تو یہ دونوں چیزیں اگرچہ مصیبت ہیں مگر انکے حق میں نعمت ہیں اسوجہ سے

کہ اگر مال بہت ہوتا اور بدن درست رہتا تو اترا کر سرکشی اختیار کرتے چنانچہ خداے تعالی
فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ اور فرمایا کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی اَنْ
رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی اور حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خداے تعالی اپنے بندہ
ایماندار کو دنیا سے بچاتا ہے باوجودیکہ دنیا کو اچھا جانتا ہے جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے اور یہی
حال ہے وجاہت اور اولاد اور قریب اور تمام ان اشیا کا ہے جو سوا نعمت کے سولہ اقسام میں بیان کیا ہے سوا
ایمان اور حسن خلق کے کہ بعض لوگوں میں یہ دونوں صفتیں بھی ہیں اسلیے ضرر ہوا اور انکو مقابل کی اشیا سے ضرور
انکے حق میں نعمت ہوں مثلاً پہلے گذر چکا ہے کہ معرفت سب چیزوں کی ایک کمال اور نعمت ہے
کیونکہ ایک صفت خدا کی صفات میں سے ہے مگر بعض صورتوں میں یہی نعمت بلا ہوجاتی ہے
اور وقت نہ جاننا ہی نعمت ہوتا ہے مثلاً آدمی اپنی موت کو نہیں جانتا کہ کب ہوگی تو ہر چند جاننا
ہر ایک شی کا داخل نعمت کمال ہے مگر موت کا نہ جاننا ہی نعمت ہے اسلیے کہ اگر وقت موت
کو معلوم کر لے تو زندگی تلخ ہوجاتی ہے اور بڑا تردد ہو کوئی کام نکرسکے اسیطرح لوگوں کے دلونکا
اعتقاد اپنی نسبت اور اپنے اقارب کی نسبت نہ معلوم ہونا نعمت ہے کیونکہ اگر وہ ظاہر
ہوجایا کرتا تو انسان کو بہت رنج اور کینہ اور حسد لوگوں سے پیدا ہوتا اور غصہ میں انکے لینے کو
آمادہ ہونا پڑتا اسیطرح دوسرے شخص کی بری صفات کا نہ جاننا بھی نعمت ہے کیونکہ اگر انکو
جان لیا کرتے تو اوس شخص سے بغض رکھتے اور اوسکو ایذا دیتے اور یہی ایذا باعث خرابی
دین و دنیا کی ہوتی بلکہ دوسرے شخص کی صفات حمیدہ بھی نہ جاننی کبھی داخل نعمت ہیں
کیونکہ بعض اوقات ایک شخص خواہ دوسرے کو ایذا دیتا اور اوسکی اہانت کرنی چاہتا
اور فرض کرو کہ وہ شخص ولی ہے تو نادانستگی میں اگر اوسکو ایذا دیگا تو اتنا گناہ نہوگا جتنا
جاننے کے بعد ایذا دینے سے ہوگا اسلیے کہ جو شخص نبی اور ولی کو جان کر ستاتے وہ کچھہ
اور ہی ہیں اور جو انکو نہ ستاتے وہ اور ہیں علی ہذا القیاس خداے تعالی نے جو قیامت
کا امر اور لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مقبول کو مخفی رکھا اور بعض کبائر گناہ کو مبہم رکھا
تو یہ بھی نعمت ہے اسلیے کہ انکے مخفی رہنے سے تلاش میں کوشش اور ارادہ زیادہ کرنا پڑتا ہے
جب نہ جاننے کی صورت میں انعام الہی کا یہ حال ہو تو ہم کل اشیا میں کیسے نعمت ہوگی اور ہم تو
یہ بھی کہا ہے کہ ہر ایک موجود چیز میں خداے تعالی کی ایک نعمت ہے تو یہ اور درست ہے
اور ہر شخص کے حق میں ظاہر ہے اور اس سے کوئی بات خارج بھی نہیں ہے مگر ایسی تکلیفات

اس سے خارج ہین جنکو خدا تعالی نے بعض لوگون مین پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بھی کسی کسی کے
حق مین نعمت ہوتی ہین اگر وہ کفر نہین تو معصیت ہین اسلئے کہ مصیبت باعث تکلیف ہو تو بھی اپنا ہاتھ آپ ہی
کاٹ ڈالے اور اپنے پیر کو آپ ہی کو برے فعل سے مرتکب گناہ نہین ہوگا اور درد کی
پاویگا اور اسکا فرق یہی ہے کہ آتش دوزخ مین بھی نعمت ہے مگر اونکے حق مین نعمت نہین بلکہ اونکو
غیرون کے حق مین ہے کیونکہ ایک قوم کی مصیبت سے دوسری قوم کے بہت فائدے ہوتے ہین
اگر بالفرض خدا تعالی عذاب کو پیدا نہ کرتا اور اوس سے کسی فرقہ کو عذاب نہ کرتا تو جنکو
نعمت عنایت ہوتی ہے وہ قدر نعمت نہ پہچانتے اور نہ اوسکی جنت سے خوش ہوتے
اسلیے کہ اونکی بہت سی خوشی اسیطرح بڑھیگی کہ دوزخ والون کا رنج سوچینگے دیکھو دنیا مین
آفتاب کی روشنی دیکھکر باوجود شدت حاجت کے اوس سے لوگ زیادہ خوش نہین ہوتے کیونکہ
یہ نعمتین سب پر عام ہین اور کسی سے روکی نہین اسیطرح آسمان کے ستارون کو دیکھکر خوش
نہین ہوتے حالانکہ کوئی باغ زمین کا اونکی نسبت اچھا نہین جسکی تعمیر مین جان و مال
کھپاتے ہین لیکن چونکہ آسمان کی آرایش عام ہے اسلیے اس سے واقف نہین اور اوسکے
باعث خوش نہین ہوتے جب یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالی نے کوئی چیز ایسی نہین پیدا
کی جسمین کچھ حکمت نہو اور نہ ایسی جسمین کچھ نعمت نہو خواہ سب بندون پر یا بعض پر تو اس سے
ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نے جو مصیبت کو پیدا کیا ہے اوسمین بھی نعمت ہے خواہ اوس مصیبت زدہ پر
ہو یا اون لوگون پر جو اوس مصیبت مین مبتلا نہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس
حالت کو نہ بلا سے مطلق کرسکتے ہین نہ نعمت مطلق اسطرح کی حالت مین بندے کو صبر اور
شکر دونون کرنے پڑینگے۔ اب اگر یہ کہو کہ صبر اور شکر اکٹھے کیسے ہونگے وہ دونون تو ایک
دوسرے کی ضد ہین اسلیے کہ صبر غم پر ہوتا ہے اور شکر خوشی پر تو اجتماع کی صورت کس طرح
ہو سکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ آدمی ایک ہی چیز سے بعض اوقات غم بھی کرتا ہے اور
خوش بھی ہوتا ہے تو غم کے لیے صبر ہوگا اور خوشی کے لیے شکر مثلاً فقر اور مرض اور خوف
اور مصیبت دنیاوی ہین اگرچہ رنج ہوتا ہے جو مقتضی صبر ہے مگر پانچ باتین ایسی بھی ہین
کہ عاقل کو اونپر خوش ہونا چاہیے اور اونپر شکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ ہر مصیبت اور
مرض ہے اوس سے بڑھکر بھی کوئی دوسرا مرض اور مصیبت ممکن ہے اور اللہ تعالی کی
کی مقدورات غیر متناہی ہین کسیکو دخل نہین تو اگر بالفرض اوس مرض یا مصیبت کو دو چند کر دیتے تو کون

کیا کر سکتا ہے اور کون مانع ہو سکتا ہے تو ہر مرض و مصیبت پر آدمی کو شکر کرنا چاہیے
کہ اوس مقدار پر خداے تعالیٰ نے اکتفا کی اوس سے زیادہ مصیبت نہ بھیجی۔ وجہ سوم یہ ہے کہ
مصیبت دنیاوی ہوتی دین کی نہیں ہوتی یہ بات بھی سزاوار شکر ہے چنانچہ کسی شخص نے
حضرت سہل تستری رحمہ سے عرض کیا کہ میرے گھر میں ایک چور گھسکر تمام اسباب لیگیا آپ نے
اوسکو فرمایا کہ خدا کا شکر کر اگر شیطان تیرے دلمیں گھسکر توحید کو بگاڑ دیتا تو تو کیا کرتا
اسی پر خیریت گذری۔ اور اسواسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا کہ الٰہی
مصیبت میرے اوپر میرے دین میں مت ڈالنا اور حضرت عمر ابن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ
کوئی مصیبت ایسی نہیں آئی جسمیں خداے تعالیٰ کے چار انعام مجھپر نہوے ہوں ایک تو یہ کہ
وہ مصیبت میرے دین پر نہ تھی دوم اوس مقدار ہوئی زیادہ نہوئی سوم یہ کہ اوس سے راضی
نہونے سے محروم نہ فرمایا۔ چہارم یہ کہ اوسپر توقع ثواب کی ہوئی۔ اور روایت ہے کہ کسی
اہل دل کا کوئی دوست تھا اوسکو بادشاہ نے قید کیا اوسنے یہ خبر اون بزرگ کو کہلا بھیجی
اور شکوہ اپنے قید ہونے کا کیا اونھون نے جواب میں فرمایا کہ خدا کا شکر کر پھر بادشاہ نے
اوس شخص قیدی کو بہت ستایا اوسنے پھر شکایت اون بزرگ کے پاس کہلا بھیجی اونھون نے
پھر فرمایا کہ شکر خدا کر اتنے میں ایک مجوسی قید ہوا جسکو دستون کی بیماری تھی سلطان کے
حکم سے ایک ہی بیڑی میں دونون کو رکھا ایک کڑا اوس شخص کے پاؤن میں ڈالا اور دوسرا
مجوسی کے پاؤن میں اوسنے یہ ماجرا بھی کہلا بھیجا اونھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر پھر وہ مجوسی
پاخانہ کیواسطے بہت دفعہ اوٹھتا اور اس شخص کو بھی اوسکے ساتھ اوٹھنا پڑتا اور وقت
فراغت تک اوسکے سر پر کھڑا رہنا پڑتا غرض اس شکایت کو بھی اوسنے بزرگ کی خدمت میں
لکھا اونھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر تب اوسنے دلتنگ ہوکر لکھا کہ کہان تک شکر کیے جاؤن
اس مصیبت سے بڑھکر کونسی مصیبت ہے اونھون نے جواب دیا کہ جو زنار مجوسی کی کمر میں ہے
اگر تیری کمر میں ڈالدیا جاتا تو کیا کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو فرد بشر کہ مبتلاے مصیبت
ہوتا ہے اگر وہ خوب غور سے جیسا چاہیے ویسا تامل کرے کہ میں نے ظاہر و باطن میں
اپنے آقا کے حق میں کتنی بے ادبی کی ہے تو اوسکو معلوم ہوگا کہ جسقدر اوسکو مصیبت پہونچا
وہ کم ہے اور میں سزاوار اوس سے زیادہ کا تھا یعنی جسقدر جرم تھا اوسقدر سزا نہین
دی مثلاً اوسکو سولی لگنے کے قابل گستاخی تھی تو دس ہی لگے یا دونون ہاتھ کاٹ جانے کو

لائق ہے بے ادبی تھی بار ایک ہی گنا تو ظاہر ہے کہ مقام شکر ہے چنانچہ حضرت شیخ
کے حال میں لکھا ہے کہ کسی کوچہ میں تشریف لیے جاتے تھے اوپر سے کسی نے راکھ کا طشت
آپ کے اوپر ڈالدیا آپ نے جناب الٰہی میں سجدہ شکر کیا لوگوں نے پوچھا کہ یہ سجدہ کیسا ہے آپنے
فرمایا کہ مجھے انتظار اپنے اوپر آگ گرنے کا تھا تو صرف راکھ کا گرنا میرے حق میں نعمت ہے
اور بعض اکابر سے کسی نے درخواست کی کہ آپ دعاء استسقا کے لیے باہر نہیں نکلیے بہت
مدت سے مینہ بند ہے اونھوں نے فرمایا کہ تم مینہ کی بارش میں تاخیر جانتے ہو اور میں پتھر کی
بارش میں تاخیر سمجھتا ہوں یعنی اعمال خلق قابل پتھر برسنے کے ہیں پس ہمیں کو تاخیر کا ہونا
داخل انعام ہے اسلیے میں طلب باران کو نہیں نکلتا کہ مقام شکر میں اظہار مصیبت کرنا ٹھیک
نہیں اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت میں ہم خوشی کیسے ہوں کیونکہ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں
نے ہم سے زیادہ گناہ کیے ہیں اور ہماری سی مصیبت ان پر نہ آئی یہاں تک کہ کفار بڑا
کفر کرتے ہیں مگر ہماری طرح مبتلائے مصیبت نہیں ہوتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ کافر کے لیے
تو بہت زیادہ مصائب ہونگے گو آج نہ سہی بعد موت اوسپر آوینگے اور دنیا میں اوسکو مہلت
اسلیے ہے کہ گناہ بہت سے کرے اور عذاب بہت طویل دیا جاوے چنانچہ اللہ تعالی
خود ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا اِثْمًا باقی رہا گنہگاروں کا حال سو یہ کہاں سے معلوم ہوا
کہ جہان میں کوئی ہم سے بھی زیادہ خطاوار ہے ظاہر کی شراب خواری اور زنا سے کچھ نہیں ہوتا
بہت سے دل کے وسواس گستاخی کے خدا تعالی کی اور اوسکی صفات کے باب میں
ایسے برے ہوتے ہیں کہ شراب خواری اور زنا کی کچھ اصل اونکے سامنے نہیں ہوتی نہ اور کسی
گناہ اعضا کی حقیقت اور ایسے گناہوں کے باب میں اللہ تعالی فرماتا ہے وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا
وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہم سے زیادہ خطاوار ہے
پھر اگر بالفرض واقع میں تقصیر کسی دوسرے کی زیادہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ اوسکی سزا آخرت میں
ہو اور اوسکی دنیا میں تو یہ بات بھی قابل شکر ہے کہ مواخذہ اخروی سے نجات دی اور یہ
تیسری وجہ ہے شکر کی یعنی جو سزا جرم کی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ آخرت تک ملتوی رہے
اور دنیا کی مصیبت کے تو چند اسباب ایسے بھی ہو سکتے ہیں جنسے وہ سہل اور خفیف ہو جاوے
مگر آخرت کی مصیبت اول تو دائمی ہوتی ہے اور دائمی نہو تو اتنی بات ضرور ہے کہ اوسمین
کچھ تخفیف نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ اسباب تسلی کے عذاب والوں سے آخرت میں بالکل جدا

ہوجاتے ہیں تو تخفیف کہاں سے آوے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جسکو عذاب دنیا میں
ہو لیگا اوسکو دوبارہ عذاب ہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب بندہ
گناہ کرتا ہے اور اوسپر کوئی شدت یا مصیبت دنیا میں پہونچ جاتی ہے تو خدای تعالے
اس بات سے غنی ہے کہ اوسکو دوبارہ عذاب دے چوتھی وجہ یہ کہ یہ مصیبت لوح محفوظ
میں لکھی ہوئی تھی کہ فلاں شخص پر آویگی اور اوسکا پہونچنا ضروری تھا اور جب وہ پہونچ گئی تو خدا
تھوڑی ہو یا بہت جسقدر ہو فراغت و راحت ہوگئی وہی نعمت ہے پانچوین بات یہ ہے
کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑا ہے اسلیے کہ دنیا کے مصائب دو وجہ سے آخرت کی
راہ ہیں اول وجہ تو وہ ہے جیسے بے مزہ اور تلخ دوائیں مریض کے حق میں نعمت ہیں
اور لوازم کھیل و کود سے روکنا لڑکے کے حق میں نعمت ہے کیونکہ مثلاً اگر لڑکے کو اوسکی
طبیعت پر چھوڑ دیا جاوے اور کھیل میں مصروف رہنے دین تو علم و ادب سے محروم رہیگا تمام عمر
تلف ہوجاویگی اسیطرح مال اور اہل و اقارب اور اعضا یہانتک کہ آنکھ بھی کہ سب شئی سے
عزیز ہے کبھی سبب ہلاک بعض احوال میں ہوجاتی ہے بلکہ عقل جو سب سے زیادہ عزیز ہے
کبھی سبب ہلاک ہوتی ہے ملحد لوگ عقل ہی سے تباہ ہوتے ہیں اسلیے قیامت کو تمنا کرینگے
کہ مجنون اور لڑکے ہوتے تو خوب ہوتا کہ اپنی عقلوں سے کیوں کام کیا خدای تعالی کے
دین میں اگر عقل سے بموجب شرع کے عمل کرتے تو اچھا تھا غرض کہ ان اسباب میں ہر ایک چیز
میں آدمی کے لیے دینی بہتری بھی ہوسکتی ہے تو خدای تعالی کے ساتھ حسن ظن کرے
ان اشیا میں دینی بہتری مان لے اور اوسپر شکر بجا لاوے اسلیے کہ اوسکی حکمت بہت وسیع
ہے اور بندوں کی مصلحت کو وہ اونکی نسبت زیادہ جانتا ہے اور قیامت کے روز
بندے جب دیکھینگے کہ مصیبت پر ثواب ملتا ہے تب شکر نعمت کرینگے جیسے لڑکا عاقل کے
بعد اپنے باپ اور استاد کا شکر مارنے اور ادب دینے پر کیا کرتا ہے کیونکہ ثمرہ تادیب و تکلیف کا
اوسوقت پاتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے مصیبت کا آنا بھی تادیب اور عنایت بندوں
کے حال پر ہے اور یہ عنایت الہی باپ کی عنایت سے زیادہ اور کامل ہے اوسکو محض خیر و
برکت جاننا چاہیے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ مجھکو کچھ وصیت فرمایے آپ نے فرمایا [illegible]
اور جو اوسمیں خدای تعالی پر بدگمانی مت کر [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

طرف بیٹھا کرتے تھے لوگوں نے سبب بیٹھنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات سے تعجب ہوتا
کہ ایماندار کے لیے خدا تعالیٰ کا حکم اگر اسکی آسائش کا ہو تو بھی راضی رہتا ہے اور اسکے
حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسکی تکلیف کا ہو تب بھی راضی رہتا اور اسکے حق میں بہتر ہوتا ہے

شعر آنچہ رود بر سر ما خوش بپسندیم رضاست + بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست

دوسری وجہ یہ ہے کہ سب خطاؤں و مہلک کی جڑ محبت دنیا ہے اور سب اسباب نجات کی
اصل ترک اسکی ہے تو دل سے علاقہ دنیا اور ظاہر ہے کہ اکثر نعمتیں دنیاوی مراد ہے کہ موافق ہوتا
مصیبت بلا کہیں تو اسکے دلکو دنیا کیطرف میل ہوا اور اسکے اسباب کے ساتھ انس ہو جاتا ہے
یہان تک کہ آدمی کے حق میں دنیا مثل جنت ہو جاتی ہے پھر موت اسکے وقت اسکی اسباب
کی مفارقت بھی مصیبت ہو جاتی ہے اور اگر مصیبتین آتی ہیں تو دل اسکی طرف سے
کھٹا ہو جاتا ہے نہ اسمیں الفت ہوتی ہے نہ رغبت بلکہ دنیا مثل زندان اسکے حق میں
ہو جاتی ہے کہ یہان سے چھٹنا گویا قید سے چھوٹنا تصور کرتا ہے اور رہنا اسکا دنیا
سے نکالنا ہی ہوتا ہے اور یہی بات ہے جو حدیث شریف میں ہے الدنیا سجن المؤمن
وجنة الکافرین اور کافر اسکو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے رو گردان ہو کر صرف دنیا کی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
نعمت بھی ہوتی ہے اسلیے اوس پر خوش ہونا ضرور ہے اور رنج کرنا تو ظاہر ہے کہ [illegible]
اور رنج میں خوش ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی [illegible]
دوسرا شخص [illegible] کسی مرض میں [illegible] کڑوی پلاتا ہے تو ظاہر ہے کہ [illegible]
اور کڑوی دوا سے تکلیف ہوتی ہے مگر وہ بیمار آدمی صبر کرکے دوسرے شخص یعنی معالج کا
شکر کرتا ہے اسلیے کہ جانتا ہے کہ اس علاج میں بیماری کی صحت ہوتی ہے اسیطرح جو مصیبت امور
دنیاوی میں ہوتی ہے اسکا آدمی اسیطرح جاننا چاہیے [illegible]
اور [illegible] بادشاہ کے [illegible]
جاتے اور وہاں سے [illegible] اور وہاں کوئی اچھی صورت دیکھے

اور اوسکے ساتھ انس کرے کہ شغل میں سے نہ نکلے تو یہ بات اوسپر وبال ومصیبت کی ہے
کہ ایسی جگہ انس کرتا ہے جہاں ٹھہرنے کا مقام نہیں اور اگر اپنے دل میں یہ خطرہ رکھیگا
کہ ایسا ہو کہ بادشاہ کو اطلاع ہو تو وہ سزا دے اور اس خطرے کی جہت سے اوس مقام سے
نفرت کریگا تو اوسکے حق میں نعمت ہوگی اسیطرح دنیا بھی ایک مکان ہے جسمیں لوگ رحم
کے دروازہ سے [illegible] نکلتے ہیں تو جسقدر کہ اونکا انس
اس [illegible] سے ثابت ہوگا اوسیقدر اونکے حق میں وبال ومصیبت ہے اور جسقدر دل اسکی
طرف [illegible] ہوگی اوسیقدر نعمت ہے پس جو شخص اس امر کو جانتا ہے
[illegible] اوسکا شکر [illegible]
[illegible] اس [illegible] کا اعتقاد نہیں [illegible] مصیبت کا
ثواب [illegible] کا تھا اور روایت ہے کہ
ایک اعرابی نے حضرت عبد اللہ بن عباس کو اونکے والد ماجد کی وفات میں ایک قطعہ

[illegible] قطعہ

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]
[illegible] آکی [illegible] اور ایک
حدیث [illegible] اور ایک حدیث قدسی میں روایت ہے
کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے [illegible] مصیبت [illegible] بدن یا مال کی یا اولاد
کی [illegible] قیامت کے روز [illegible] شرم
آتی ہے کہ ایسے شخص کے لیے عمل کی ترازو کھڑی کروں یا اوسکا نامۂ اعمال کھولوں اور ایک
حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی بندے کو کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ حکم الہی کے
بموجب اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہکر اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَعْقِبْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا کہتا ہے
تو حق تعالی [illegible] کرتا ہے اور فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ جس شخص کی میں
[illegible]
طرف [illegible] اور روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ

[illegible] مصیبت کا [illegible] بہتر عنایت کرے [illegible]

یا رسول اللہ میرا مال جاتا رہا اور جسم بیمار ہے آپ نے فرمایا کہ جس بندے کا مال نہ جاتا رہے اور مریض نہ ہوا ویسے مین کچھ بہتری نہین اللہ تعالی جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اوسکو مبتلا کرتا ہے اور جب مبتلا کرتا ہے تو صبر عنایت فرماتا ہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کے واسطے خدا تعالی کے نزدیک ایک درجہ ہوا کرتا ہے جسپر کہ وہ عمل کے باعث نہین پہونچ سکتا اسلیے خدا تعالے اوسکے جسم پر کوئی مصیبت بھیج دیتا ہے کہ اوسکے باعث وہ درجہ اوسکو ملجاتا ہے اور خباب بن ارت سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم حاضر ہوے آپ اوسوقت اپنی چادر مبارک کا تکیہ لگائے خانہ کعبہ کے سایہ مین تشریف رکھتے تو ہمنے آپ سے شکایت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا سے ہمارے لیے دعا نہین کرتے کہ وہ ہماری نصرت کرے آپکے رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگون مین بعض لوگ ایسے تھے کہ زمین کھود کر اونکو گاڑ دیتے تھے اور آرہ لاکر سر پر رکھکر چیر ڈالتے تھے مگر باوجود اوسکے وہ لوگ اپنے دین سے نہین پھرتے تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو بادشاہ ظلم کی راہ سے قید کرے اور وہ مر جاوے تو شہید مریگا اور اگر اوسکو اتنا مارے کہ مر جاوے تب بھی شہید ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ وَمَعْرِفَۃِ حَقِّہٖ اَنْ لَّا تَشْکُوَ وَلَا تَذْکُرَ مُصِیْبَتَکَ۔ اور حضرت ابو درداء رضی فرماتے ہین کہ تم موت کے لیے پیدا ہوتے ہو اور اجاڑ ہونے کے لیے عمارت بناتے ہو۔ فانی چیز کے حریص ہو اور باقی کے تارک ہو آگاہ ہو کہ تینون مکروہات بہت عمدہ اشیا ہین یعنی فقر اور مرض اور موت اور حضرت انس رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا تعالی کو کسی بندے کی بہتری منظور ہوتی ہے اور اوس سے دوستی کیا چاہتا ہے تو اوسپر مصیبتون کو ڈالدیتا ہے اور حوادث کی بوچھار اوسپر گراتا ہے جب وہ بندہ خدا تعالی کو پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ یہ آواز تو جانی بوجھی ہے اور اگر دوبارہ پکارتا ہے اور یا رب کہتا ہے تو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ اے بندے کہہ کیا کہتا ہے مین حاضر ہون جو کچھ تو مجھ سے مانگیگا مین دونگا اگر یہان تجھکو کوئی چیز نہ دونگا تو تیرے لیے اوس سے بہتر اپنے پاس رکھ چھوڑونگا جب قیامت کا دن ہوگا تو عمل والے حاضر ہونگے اور اونکے اعمال نماز اور روزہ اور صدقہ اور حج سب ترازو مین تولے جاوینگے

ابن ابی الدنیا بروایت ابو سعید خدری [illegible] احمد و طبرانی و ابو یعلی بروایت محمد بن خالد [illegible] بخاری

اور پورا پورا ثواب عنایت ہوگا کہ جب مصیبت والے آوینگے تو اونکے لیے ترازو کھڑی
ہوگی نہ نامہ اعمال کھولا جاویگا اور ثواب اونپر ایسے ہی ڈالا جاویگا جیسے بلا ڈالی گئی تھی اسوقت
میں لوگوں کو دنیا میں عافیت رہی تھی یہ تمنا کرینگے کہ کیا خوب ہوتا جو ہمارے جسم مقراضوں سے
کاٹے جاتے اور ایسا ہی ثواب ہمکو عنایت ہوتا جیسا اہل مصائب کو ملا اسی بنا پر یہ آیت
قرآن مجید میں ہے إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور حضرت ابن عباس رض سے
روایت ہے کہ کسی پیغمبر نے جناب باری میں شکایت کی کہ الٰہی بندہ مومن تیری اطاعت
کرتا ہے اور گناہوں سے اجتناب کرتا ہے مگر تو اوس سے دنیا کو جدا رکھتا ہے اور مصیبت
پیش آتا ہے اور بندہ کافر تیری اطاعت نہیں کرتا اور گناہوں پر جرأت کرتا ہے اوس سے
تو بلا جدا رکھتا ہے اور دنیا اوسکو دیتا ہے یہ کیا بات ہے خداوند کریم نے اوسپر
وحی بھیجی کہ بندے بھی میرے ہیں اور بلا بھی میری اور ہر ایک میری حمد میں تر زبان ہے
وجہ یہ ہے کہ بندہ مومن پر گناہ ہوتے ہیں اسواسطے میں اوس سے دنیا کو جدا رکھتا ہوں
اور بلا بھیجتا ہوں کہ اون گناہوں کا کفارہ ہو جاوے یہانتک کہ جب میرے پاس آوے
تو اوسکی نیکیوں کا عوض اوسکو عنایت کروں اور کافر کی کچھ نیکیاں ہوتی ہیں اسلیے
میں اوسکو رزق زیادہ دیتا ہوں اور بلا کو اوس سے جدا رکھتا ہوں کہ اپنی حسنات کا بدلا
دنیا میں حاصل کرلے اور جب میرے پاس آوے تو اوسکو سزا اوسکے گناہوں کی دوں —
اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ پ ۵ تو حضرت ابو بکر
صدیق رض نے عرض کیا کہ اس آیت کے بعد خوشی کیسطرح ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے ابوبکر خدا تمھارا معاف کرے کیا تم بیمار نہیں ہوتے یا تمکو کچھ ایذا نہیں پہونچتی
کہ جس سے غم ہوتا ہو یہی بدلہ ہے تمھارے اعمال کا یعنی جس مصائب کفارہ تمھارے گناہ کا
ہوتے ہیں — اور عقبہ بن عامر رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالی اوسکی مراد دیے جاتا ہے اور وہ اپنی خطاء پر مصر ہے
تو جان لو کہ یہ امہال اوسکے ہلاک کرنے کے لیے ہے بعد اسکے یہ آیت پڑھی فَلَمَّا نَسُوا
مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ
یعنی جب اون لوگوں نے امر کے بجا لانے کا کام کرنا چھوڑ دیا تو ہمنے اونپر ہر طرح کی بہتری کے
دروازے کھول دیے یہانتک کہ جب وہ اس بہتری سے خوش ہوئے تو ایک دفعہ ہی

رواہ احمد و طبرانی و بیہقی در شعب ۱۲

اونکو یا خوش کرلیا۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ فرماتے ہین کہ ایک شخص نے صحابہ رضی سے ایک
عورت کو دیکھا جسکو جاہلیت مین جانتے تھے اوس سے کچھ گفتگو کرکے چھوڑ دیا اور چلتے جاتے تھے
اور اوسکی طرف پھر پھر کر دیکھتے جاتے تھے اسی اثنا مین ہوتے ایک دیوار کا دہکا جو اونکو لگا تو منہ پر نشان
ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ
جب اللہ تعالی کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکی سزا دنیا ہی مین دیدیتا ہے۔ اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین تمکو ایک آیت قرآن مجید کی ایسی بتلائے دیتا ہون
جو سب آیات سے زیادہ توقع کی ہو لوگون نے عرض کیا کہ فرمائیے آپ نے یہ آیت پڑھی
وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ غرضکہ دنیا کے مصائب
گناہون کے باعث ہوا کرتے ہین جب اللہ تعالی بندے کو دنیا مین سزا دے لیتا ہے
تو پھر دوبارہ عذاب دینے سے غنی ہے اور اگر دنیا مین معاف کردیا تو پھر اوسکا کرم ہرگز اسکا
مقتضی نہین کہ قیامت مین سزا دے اور حضرت انس رحمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک دو گھونٹون سے زیادہ بندے کا کوئی گھونٹ
محبوب تر نہین اول غصے کا گھونٹ کہ حلم کے باعث پی جاوے دوم مصیبت کا گھونٹ جو صبر کے
سبب پی جاوے اور نہ کوئی قطرہ محبوب تر خدا تعالی کے نزدیک دو قطرون سے ٹپکتا ہے
ایک قطرہ خون جو اوسکی راہ مین گرے دوم قطرہ اشک جو شب تاریک مین بندے کی آنکھ سے
سجدے کی حالت مین گرے اور اوسکو سوا خدا کے اور کوئی نہ دیکھتا ہو اور نہ کوئی قدم
بندے کا خدا تعالی کے نزدیک دو قدمون سے محبوب تر ہے ایک قدم فرض نماز کے لیے
دوم قدم قرابتیون سے میل کرنے کے لیے۔ اور حضرت ابو درداء رضی سے روایت ہے کہ
حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام کے لڑکے نے وفات پائی آپ کو نہایت قلق ہوا آپکے
پاس دو فرشتے آئے اور سامنے دوزانو بیٹھ گئے جیسے دو مدعی مدعا علیہ ہون ایک نے
اونمین سے عرض کیا کہ مین نے کھیت بویا تھا جب وہ تیار ہوا تو اس شخص نے اوسکو پامال
کردیا آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تو کیا جواب دیتا ہے اوسنے عرض کیا کہ مین راستہ چلا جاتا تھا
ایک کھیت پر گذر ہوا اوسکے دائین بائین سب طرف دیکھکر معلوم کیا تو راہ کھیت ہی مین کو تھا
وہان ہی کو گذرا آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے راستے مین بیج کیون ڈالا تھا تجھے معلوم نہین
کہ لوگون کے لیے راستہ ضرور ہے اوسنے عرض کیا کہ پھر آپ اپنے لڑکے پر کیون غم کرتے ہین

ح احمد و طبرانی بروایت حسن علی عبداللہ بن مغفل ۱۲

ترجمہ اور پڑی تمکو کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہارے ہاتھون نے اور معاف کرتا ہے بہت ۱۲

ح ابن ماجہ بروایت ابن عمر بالفاظ جداگانہ ۱۲

آپکو معلوم نہین کہ موت آخرت کی شرط ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پھر کبھی
لڑکے پر رنج نکیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح ایک اپنے بیمار لڑکے کے پاس گئے اور فرمایا
کہ جان پدر اگر تو میری ترازو مین ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ مین تیری ترازو مین
ہون اوسنے عرض کیا کہ آپکی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میری
مرضی کے موافق ہو۔ خلاصہ حضرت عمر رح کے قول کا یہ ہے کہ اگر تو وفات پاے اور مین صبر
کرون تو اس سے اچھا سمجھتا ہون کہ مین وفات پاؤن اور تو صبر کرے یعنی جزاء صبر میرے نامہ
اعمال مین رہے۔ اور حال لڑکے کے جواب کا ظاہر ہے کہ جو بات والد کو محبوب تھی اوسکو
محبوب جانا۔ اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جب انکو ایک لڑکی کی وفات کی
خبر سنائی آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور فرمایا کہ خدا تعالے نے ایک
عیب کو چھپایا اور مشقت کو ٹالا اور ثواب پہونچایا پھر اوتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا
کہ جو کچھ خدا تعالی کا حکم ہمکو تھا وہ ہم کر چکے یعنی خدا تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاسْتَعِیْنُوْا
بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ تو ہمنے دونون باتین ادا کین۔ اور حضرت ابن مبارک رح کا ایک لڑکا گذر گیا
ایک مجوسی نے بطور تعزیت یہ جملہ اونکی خدمت مین عرض کیا کہ عاقل کو چاہیے کہ آج وہ
کام کرے جو جاہل چند روز کے بعد کرتا ہے مراد اس سے صبر ہے آپ نے فرمایا کہ یہ جملہ اسکا
لکھ لو۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ اللہ تعالی بندے پر مصیبت پر مصیبت ڈالتا ہے
حتی کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور ایک گناہ بھی اوسکے ذمہ نہین رہتا اور حضرت فضیل رح
فرماتے ہین کہ جیسے آدمی اپنے گھر والون کے لیے خیر کا کفیل ہوتا ہے اللہ عز وجل اپنے
بندہ مومن کیواسطے بلا کا عہد کر لیتا ہے اور حاتم اصم سے مروی ہے کہ اللہ تعالی خلق کے
چار طرح کے لوگون پر قیامت کے دن چار شخصون مین حجت فرماویگا۔ تو نگرون پر حضرت
سلیمان علیہ السلام سے۔ اور فقیرون پر عیسی علیہ السلام سے۔ اور غلامون پر یوسف علیہ السلام
اور مریضون پر ایوب علیہ السلام سے کہ تم لوگ ایسے کیون نہوے۔ اور روایت ہے کہ
حضرت زکریا علیہ السلام جب کفار بنی اسرائیل سے بھاگ کر درخت کے اندر چھپ گئے اور
شیطان مردود نے اونکا حال اون سے کہدیا تو وہ ایک آرہ لاے اور درخت کو چیرنا
شروع کیا جب آپکے سر مبارک پر آرہ پہونچا تو آپنے ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی وحی
الٰہی ہوئی کہ اے زکریا اگر دوبارہ آواز نکلی تو دفتر نبوت سے نام مٹا دونگا حضرت زکریا علیہ السلام نے

دانتوں تلے زبان دبا لی اور صبر کیا یہان تک کہ دو ٹکڑے ہو گئے شعر

گر کشی ور جرم بخشی روی و سر بر آستانم		بندہ را فرمان نباشد ہر چہ فرمائی برانم

اور حضرت ابن مسعود بلخی فرماتے ہین کہ جس شخص کو کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ اوسمین کپڑے پھاڑے یا چھاتی کوٹے تو ایسا ہے کہ نیزہ لیکر خدائے تعالی سے لڑنے کو تیار ہوا اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ سونا آگ سے امتحان کیا جاتا ہے اور ایماندار بندہ کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہے پس جب اللہ تعالی کسی قوم کو محبوب جانتا ہے تو اونکو مبتلاء مصیبت کرکے امتحان لیتا ہے اس صورت مین جو شخص اوس سے راضی رہتا ہے وہ بھی اوس سے راضی ہے اور جو ناراض ہے اوس سے وہ ناراض ہے ۔ اور حضرت احنف بن قیس رح کہتے ہین کہ ایک روز میری ڈاڑھ مین بہت درد تھا مین نے اپنے چچا سے کہا کہ ڈاڑھ کے درد کے مارے مجھے رات بھر نیند نہین آئی اسیطرح تین بار مین نے کہا اونھون نے فرمایا کہ تو ایک ہی رات مین ڈاڑھ کی اتنی شکایت کرتا ہے میری آنکھ تیس برس سے جاتی رہی ہے مگر کسیکو معلوم بھی نہین ہوا اور حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ جب تجھ پر بلا نازل ہو تو میری شکایت میری مخلوق سے مت کر جو کہنا ہو مجھی سے کہہ جیسے مین تیری شکایت اپنے فرشتون سے نہین کرتا جس وقت کہ تیرے عیوب خطائین میرے پاس آتی ہین سچ ہے شعر

درون پردہ ببیند عملہای بد		ہم او بپردہ بپوشد بآلای خود

دوسرا بیان نعمت کی فضیلت مصیبت پر شاید کوئی فضل مصائب سنکر یہ کہے کہ ان اخبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین نعمت کی نسبت مصیبت کا آنا بہتر ہے تو اب سب انسانون کو چاہیے کہ مصیبت کا سوال کرنا خدا سے جائز ہوا اوسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ درخواست مصیبت ناجائز ہے اوسکی کوئی وجہ نہین جس سے درست ہو بلکہ مصائب سے پناہ مانگنا البتہ مشروع ہے چنانچہ احادیث مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت دونون کی مصیبت سے پناہ مانگا کرتے تھے اور آپ کا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا یہی قول تھا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اور شماتت اعدا وغیرہ سے پناہ مانگتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ اونھون نے اپنی دعا مین فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے صبر کی درخواست کرتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مصیبت کا سوال کرتے ہو خدائے تعالی سے عافیت کی درخواست کرو ۔ اور حضرت

احمد بروایت بشر بن ابی ارطاۃ ۱۲ بخاری و مسلم بروایت انس ۱۲

یعنی اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا مین خوبی اور آخرت مین خوبی ۱۲

جلد اول باب الدعا مین گذرا ۱۲

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا کہ خدای تعالی سے عافیت مانگا کرو کیونکہ
ایسا کوئی شخص نہین جسکو عافیت سے عمدہ تر چیز سواے یقین کے ملی ہو اور یقین سے
دل کی عافیت و صحت مراد ہے جسمین شبہہ کا روگ اور مرض جہل نہو اسلیے کہ دل کا اچھا رہنا
بدن کی تندرستی سے اعلی تر ہے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جس چیز کے جسمین شر ہی نہین وہ
تندرستی ہے شکر کے ساتھ کیونکہ بعض لوگ نعمت پاتے ہین مگر اوسکا شکر نہین کرتے اور مطرف
بن عبداللہ رح فرماتے ہین کہ مجھکو تندرستی ملی اور اوسپر مین شکر گذار ہون تو اس سے بہتر ہے
کہ مجھپر مصیبت آوے اور اوسپر صبر کرون اور ایک دعا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وَعَافِيَتُكَ اَحَبُّ اِلَیَّ اور یہ امر ظاہر ہے اسمین کچھ دلیل کی حاجت نہین کیونکہ مصیبت
دو واسطے سے نعمت ہو جاتی ہے اول تو اوس مصیبت کی نسبت جو اوس سے بڑی ہو خواہ
دنیا مین یا دین مین اور دوسرے اوس توقع ثواب کے اعتبار سے جو خدای تعالی سے ہو اور
اسی لحاظ سے آدمی کو چاہیے کہ خدای تعالی سے دنیا مین نعمت کامل کی درخواست کرے
اور اپنے اوپر سے بلا کے دور ہونے کی دعا کرتا رہے اور نیز اوسکی نعمت کی شکرگذاری کے
ثواب اخروی کی استدعا کرے کیونکہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ شکر ہی کے عوض مین وہ چیز
دیوے جو صبر مین دینا ہو اب اگر کوئی کہے کہ بعض لوگون نے اپنے مضمون مین
استدعاے مصیبت کی لپٹی ہوئی پائی جاتی ہے مثلا لکھا ہے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ دوزخ کا
پل بنجاؤن کہ تمام خلق مجھپر سے اوتر جاوے اور نجات پاوے اور صرف مین دوزخ مین رہجاؤن
یا سمنون محب کا قول جسکا ترجمہ یہ ہے شعر نیست سوا اوسکے کیا ہو مطلب جانچ لے جسطرح تو چاہے مجھے
تو یہ انکے اقوال دلالت سوال مصیبت پر کرتے ہین یہ کیا بات ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ
سمنون محب کا تو حال یہ ہوا کہ بعد اس شعر کے وہ قبض کی بیماری مین مبتلا ہوا اور پیشاب بند
دروازے پر تکلیف کے مارے پھرتے اور لڑکون سے کہتے کہ اب تم اپنے چچا سمنون کو
لیا گیا کہا کرو یعنی امتحان مین پورا نہین نکلا باقی رہی انسان کی محبت کہ وہ فقط اکیلا دوزخ مین رہے
اور تمام خلق بچ جاوے سو یہ ناممکن ہے لیکن آدمی کے دل پر غلبہ محبت کبھی اسقدر ہوتا ہے
کہ اوس جوش محبت مین اپنے نفس کو ایسی ہی باتون کے لائق سمجھ لیتا ہے کیونکہ شراب عشق
مین نشہ ہوتا ہے جو شخص اوسکو پیتا ہے مست ہو جاتا ہے اور عالم مستی مین بہت کچھ باتین
اس قسم کی سرزد ہو جاتی ہین کہ اگر بالفرض اوسکا نشہ جاتا رہے تو خود اوسکو معلوم ہو کہ یہ کلام

واقعی نہیں بلکہ ایک حالت تھی تو جو شخص اس قسم کے سمجھے اونکو کلام عاشقانہ پر عمل کرنا چاہیے
جنکو افراط محبت ہوتی ہے اور عاشقوں کا کلام سننے میں اچھا ہوتا ہے مگر اونکی بات قابل
اعتبار نہیں ہوتی چنانچہ حکایت ہے کہ ایک فاختہ کا نر اوس سے جفتی چاہتا تھا وہ مانع
ہوتی تھی اوسنے کہا کہ تو مجھسے کیوں رکتی ہے اگر میں چاہوں تو تیرے واسطے سلیمان کی
سلطنت زیروزبر کردوں یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنی اور اوسکو بلاکر عتاب فرمایا
اوسنے عرض کیا کہ اے نبی اللہ عاشقوں کا کلام قابل گرفت نہیں ہوتا اور حقیقت میں ایسا ہی ہے اور ایک شاعر کا
شعر میں تو ہوں طالب وصل اور وہ طالب ہجر — اوس کی خواہش کے لیے اپنی میں نے خواہش چھوڑ دی
تو یہ مضمون بھی محال ہے اسلیے اوس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو شخص محبوب نہیں ہے اوسکا میں طالب ہوں
کہ ہجر یعنی وصل محبوب کے خلاف ہے جسکا اپنے آپکو طالب قرار دیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اوسکی
خواہش کے لیے میں نے اپنی خواہش چھوڑ دی اور ہجر کو چاہنے لگا تو جو شخص وصل کا خواہاں ہے
وہ ہجر کا خواہاں کیسے ہوگا ان دونوں میں تو ضد ہے لیکن اگر تاویل کیجاوے تو دو طرح سے
اسکے معنی بن سکتے ہیں اول تو یہ کہ یہ صورت بعض اوقات میں پیش آتی ہو تا کہ رضای محبوب
حاصل ہو جو وسیلہ وصال زمان مستقبل میں ہو تو اب یہ معنی ہوے کہ ہجر وسیلہ رضا ہے اور رضا وسیلہ
وصال محبوب اور وسیلہ محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اسلیے ہجر کو پسند کرتا ہے جسطرح کہ مال کا چاہنے والا
ایک درم دیدے اور بعد چند روز دو درم لے تو وہ دو درم کو چاہتا ہے مگر بسر دست ایک درم کا تارک ہے
اسیطرح عاشق بھی خواہان وصال ہے مگر بسر دست اسکو ترک کرتا ہے تا کہ آیندہ کو اچھی طرح حاصل ہو
دوسرے معنی یہ ہیں کہ عاشق کو صرف رضای دوست مطلوب ہے اگر اوسکو علم ہو کہ دوست مجھسے
راضی ہے تو اتنی لذت پاوے کہ اگر مشاہدہ اوسکا میسر ہوا اور وہ راضی نہو تو اوس مشاہدہ میں ویسی
لذت نہو ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اسکی خواہش وہی ہو جسمیں رضا ہو اسواسطے بعض عاشقان
کا حال اس درجہ پر پہونچ گیا ہے کہ جب معلوم کرلیا کہ خدای تعالی ہمسے اس مصیبت میں راضی رہتا ہے
اور عافیت میں رضا کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ راضی ہے یا نہیں تو مصیبت میں عافیت کی نسبت
زیادہ مزہ پاتے ہیں اور بلا ہی کو زیادہ محبوب جانتے ہیں اور غلبۂ عشق میں اس حال کا واقع ہونا
کچھ بعید نہیں مگر یہ حال قائم نہیں رہتی اور اگر قیام کرتی ہے تو یہ معلوم کرنا کہ صحیح حالت ہی یا دوسری
کسی حالت کے باعث دل پر وارد ہوگئی ہے اور اوسکے باعث دل طریقۂ اعتدال سے
مائل ہوگیا اسمیں شک ہے اور اسکی تحقیق مناسب اس مقام کے نہیں غرضکہ تقریر سابق سے معلوم ہوا

کہ عافیت بلا کی نسبت بہتر ہو اللّٰہم انا نسئلک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ

تیسرا بیان صبر اور شکر میں سے افضل کون سا ہے — اس باب میں لوگوں کے اقوال مختلف
ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ صبر شکر سے افضل ہے اور کچھ یہ فرماتے ہیں کہ شکر افضل ہے اور
بعضوں کا قول ہے کہ دونوں برابر ہیں اور چند لوگوں کی یہ رائے ہے کہ فضیلت باعتبار احوال کے
مختلف ہوتی ہے یعنی بعض احوال میں صبر کو فضل ہے اور بعض میں شکر کو اور ان لوگوں نے
اپنے اپنے قول کی دلیل بھی بہت سی غیر منتظم سی بیان کی ہے جس سے مطلب کا حاصل ہونا ابعد ہے
اسلئے اوسکی نقل سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ اظہار حق بہتر ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اس باب میں دو تقریریں
ہیں تقریر اول بطور مساہلت کے طور پر ہے یعنی صرف ظاہر امر کا لحاظ کرنا اور تفتیش اور تحقیق کے
درپے نہ ہونا اس طرح کا بیان عام لوگوں کے سمجھانے کے لائق ہے کیونکہ انکا فہم باریک باتوں کے
سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے واعظوں کو بھی عوام کے مناسب ایسا ہی کلام چاہیے اسلئے کہ اونکا مقصود
عوام سے گفتگو کرنے کا یہی ہے کہ اونکی اصلاح ہو جاوے جیسے دایہ شیرخوار لڑکے کی تربیت اور نگہبانی کرتی ہے
اور اقسام و انواع شیرینی کی نہیں کھلاتی بلکہ لطیف دودھ سے اوسکی پرورش کرتی ہے اور بہتری
اوسکو چاہتے ہیں کہ نفیس غذائیں لڑکے کے پاس نہ لاوے جب تک کہ وہ طاقت و قوت اسکے
ہضم کی نہ آوے اور قوت معدہ بہم نہ پہنچے اسطرح یہ بیان بھی بحث و تفصیل کے لائق نہیں بلکہ
صرف شرعی اور آیتوں کے ظاہر مفہوم سے عوام کے شایان ہے کمال لیتا ہے اور باعتبار ظاہر ہوکر
کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صبر افضل ہے ہرچند فضائل شکر میں بھی بہت سے اخبار وارد ہیں
لیکن فضائل صبر کی نسبت اونکو دیکھیے تو فضائل صبر کے زیادہ پائے جاتے ہیں بلکہ خود الفاظ میں تصریح
فضل صبر کی موجود ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے من افضل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر اور ایک حدیث
میں ہے کہ قیامت کو ایک شخص جو زمین میں زیادہ شاکر ہو بلایا جاویگا اور اوسکو شاکرین کا ثواب
عطا ہوگا پھر حکم ہوگا تمام لوگوں سے زیادہ صابر ہوگا وہ حاضر کیا جاویگا اور اوس سے ارشاد ہوگا
کہ اگر ہم تجھکو اتنا ثواب دیں جتنا اس شاکر کو دیا ہے تو تو راضی ہوگا وہ عرض کریگا کہ ہاں بیشک
راضی ہونگا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ایسا نہ ہوگا میں نے تجھپر نعمت بھیجی تو تونے شکر کیا اور تجھکو
مبتلائے مصائب کیا تو تونے صبر کیا ہم تجھکو دونا ثواب عنایت فرماوینگے پھر اوسکو شاکرین کے
دونا ثواب مرحمت کیا جاویگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب
اور یہ جو حدیث شریف میں وارد ہے الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر یعنی غذا

اسکی اصل مجھکو نہیں ملی

کھانے والا جو شکر کرے وہ ایسا ہے جیسا روزہ دار صبر کرے تو اس سے بھی فضیلت صبر کی
پائی جاتی ہے اسلیے کہ درجہ شکر کے بڑھانے کو اسکو صبر سے تشبیہ دی اور تشبیہ میں
اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ مشبہ بہ رتبہ میں اعلی ہوتا ہے تو اگر صبر کو فضل نہ ہوتا تو شکر کو اسکے ساتھ
شریعت میں تشبیہ نہ دیجاتی اور یہ تشبیہ ایسی ہے جیسے ان حدیثوں میں ارشاد ہے کہ الجمعۃ حج
المساکین وجہاد المرأۃ حسن التبعل اور شارب الخمر کعابد الوثن اسی طرح یہ حدیث الصبر نصف
الایمان سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ شکر اوسکے برابر ہے اور یہ فرمانا ایسا ہے جیسا یہ فرمایا ہے
الصوم نصف الصبر بایں وجہ کہ جس چیز کی دو قسمیں ہوتی ہیں اونمیں سے ایک کو اوس
شے کا نصف کہدیا کرتے ہیں گو دونوں میں فرق ہو مثلا کہتے ہیں کہ ایمان علم و عمل کا نام ہے
اس سے معلوم ہوا کہ عمل نصف ایمان ہے اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ عمل برابر علم کے ہے علاوہ ازیں
ایک حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں میں سے جنت میں
حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت کے باعث سب سے پیچھے داخل ہونگے اور میرے اصحاب میں
عبدالرحمن بن عوف اپنے غنا کے سبب سب سے پیچھے جنت میں جاوینگے اور ایک روایت میں ہے
کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس برس پیچھے نبیوں سے جنت میں داخل ہونگے یہ حال اغنیا کا
فرمایا اور فقرا اور اہل مصائب کے باب میں ارشاد ہے کہ جنت کے سب دروازوں کے دو کواڑ ہیں مگر
باب صبر کا ایک ہی کواڑ ہے اول جو شخص اوسمیں گھسینگے وہ اہل مصائب ہونگے اونکے پیشوا حضرت
ایوب علیہ السلام ہونگے تو فضائل فقر سے بھی صبر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے سو اسواسطے کہ صبر
فقیر کے حال کا نام ہے اور شکر غنی کے حال کا غرض یہ وہ تقریر ہے کہ عوام اوس پر قانع ہوتے ہیں
اور جو وعظ کہ اونکے شایان حال ہو اوسمیں اسقدر بتلا دینا کافی ہے کہ اسمیں اونکے دین کی
مصلحت ہے - دوسری تقریر وہ ہے جس سے کہ اہل علم و بصیرت کو حقائق امور پر بطریق کشف
اطلاع دینا مقصود ہے اسکے لیے ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک قسم کے دو مبہم امروں میں باوجود
اجمال کے مقابلہ نہیں ہوسکتا جبتک کہ ہر ایک کی حقیقت نہ واضح ہو اور جن چیزونکی حقیقت
کا اجمال ہو اور وہ متعدد اقسام پر مشتمل ہوں اونمیں کبھی بحیثیت اجمالی برابری نہیں ہوسکتی بلکہ
ضرور ہے کہ ہر ایک چیز کی ایک ایک فرد کا مقابلہ کیا جاوے تاکہ زیادتی معلوم ہو اب صبر اور
شکر کو جو دیکھتے ہیں تو اونکے اقسام اور فروع بہت ہیں اسلیے کمی زیادتی مجملاً نہیں بیان ہوسکتی
بلکہ دونوں کے ہر ہر فرد کو مقابلہ کرنا چاہیے پہلے یہ امر گذر چکا ہے کہ اسطرح کے مقامات

فوائد معہ پر شکر ہوں اور کوئی تین افراد سے مرکب ہوتے ہیں علوم اور احوال اور اعمال
اور ان تینوں چیزوں میں سے اگر ایک دوسرے کی مساوات پر غور کرتے ہیں تو ظاہر کے
دیکھنے والوں کو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ علوم سے مراد احوال ہیں اور احوال کی طلب اعمال
کے لیے ہوتی ہے تو اس اعتبار سے اعمال افضل ٹھہرے مگر ارباب بصائر کے نزدیک معاملہ برعکس ہے
اونکو اعمال سے غرض حصول احوال ہے اور احوال کی طلب علوم معرفت کے لیے کرتے ہیں
تو اونکے نزدیک علوم افضل ہیں اور پھر احوال ہیں پھر اعمال کیونکہ جو چیز ذریعہ کسی دوسری
چیز کا پڑتی ہے تو دوسری چیز اوس سے عمدہ ہوتی ہے اور ان تینوں چیزوں کو جدا جدا افراد کو
اگر دیکھتے ہیں تو اعمال کے افراد اگر ایک دوسرے کی نسبت کر کے دیکھا جاوے تو بعضے مساوی ہیں
اور بعضے کم و بیش اسی طرح احوال کے افراد کا حال ہے کہ اگر اونکو بھی ایک دوسرے کی طرف
ملا کر کے دیکھیں تو پایا جاتا ہے کہ کم و بیش ایسا ہی افراد علوم و معاملات کا بھی ہونا چاہیے
اور سب معارف میں سے افضل علوم مکاشفہ ہیں اور یہ علوم معاملہ کے علوم سے اعلیٰ اور
اشرف ہیں اور علوم معاملہ خود معاملہ کی نسبت کم رتبہ ہیں اسلیے کہ انکی طلب معاملہ کے
لیے ہوتی ہے یعنی اونکا فائدہ صلاح عمل ہے اور حدیث میں جو فضیلت عالم کی عابد پر آئی ہے
اوس سے یہ مراد ہے کہ علم اوسکا ایسا ہو جسکا نفع عام ہو یعنی ایسا عالم الا یہ کسی خاص عمل
کرنے والے کی نسبت افضل ہوگا ورنہ اگر علم اسکا عمل سے خاص ہے تو یہ علم بے عمل سے
افضل نہیں ہو سکتا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ صلاح عمل سے یہ فائدہ ہے کہ حال قلب کی صلاح ہو
اور حال قلب کی صلاح کا یہ فائدہ ہے کہ اہل دل پر جلال ذات و صفات و افعال الٰہی
منکشف ہوں اس سے معلوم ہوا کہ علوم مکاشفہ میں بڑا رتبہ معرفت الٰہی کا ہے اور یہی انتہا
مقصود ہے کہ نفس نفیس مطلوب ہے اسلیے کہ سعادت اخروی اسی سے ملتی ہے بلکہ عین
سعادت یہی ہے مگر دل کو کبھی اس بات کا علم دنیا میں نہیں بھی ہوتا کہ عین سعادت معرفت الٰہی ہے
بلکہ آخرت میں اوس سے واقف ہوتا ہے غرض کہ معرفت الٰہی سب میں عمدہ چیز ہے اس پر کچھ
روک نہیں تو غیر کے مقید بھی نہیں اور اسکے سوا جتنی معرفتیں ہیں سب اوسکی تابع اور خادم
ہیں کیونکہ اور معارف اسلیے مطلوب ہوتے ہیں کہ معرفت الٰہی حاصل ہو اور جب یہ بات ٹھہری
کہ سب معرفتیں معرفت الٰہی کے حاصل ہونے کے لیے مطلوب ہوتی ہیں تو جسقدر جو معرفت
اس مطلب میں بکار آمد ہوگی اوسیقدر اوسکا تفاوت بھی ایک دوسرے سے ہوگا مثلاً بعض

معارف ایک ہی واسطے سے معرفت الٰہی تک پہونچاتے ہیں اور بعض کو بہت سے وسائل چاہئیں تو جس معرفت میں اور معرفت الٰہی میں واسطہ کم ہوگا وہ دوسرے کی نسبت کے افضل ہوگی۔ اور احوال قلب سے ہماری غرض اوسکا صاف و پاک ہونا ہے دنیا کی آلودگی اور خلق کے اشغال سے یہانتک کہ پاک و صاف ہوکر اوسپر حقیقت حق واضح ہو جاوے اس سے معلوم ہوا کہ احوال میں فضیلت اوسیقدر ہوگی جسقدر کہ اونکو تاثیر قلب کی اصلاح اور صفائی میں ہوگی اور جسقدر کہ اوسمیں لیاقت علوم مکاشفہ کے حاصل ہونے کی پیدا کرینگے اور جسطرح کہ آئینہ کی جلا کے کامل ہونے میں ایسے احوال کے مقدم کرنے کی حاجت ہوتی ہے جنمیں سے بعض جلا دینے میں قریب تر ہوتے ہیں بعض سے اسیطرح احوال قلب کا حال ہے پس جو حالت کہ صفائی قلب کے قریب ہوگی وہ دوسری حالتوں سے افضل ہوگی اسلیے کہ وہ اورونکی نسبت اصل مقصود کے قریب ہوگی۔ اور یہی ترتیب کو اعمال میں بھی تصور کرنا چاہیے اسواسطے کہ اعمال کی تاثیر ہی سے قلب کی صفائی تاکید ہوتی ہے اور انہیں کے باعث دل پر حالات آتے ہیں اور جو عمل ہے وہ دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو دل پر ایسے حالات لاتا ہے جو مانع مکاشفہ کے ہو اور موجب تاریکی دل اور باعث کشش مکروہات دنیاوی کی طرف ہو یا ایسی حالت دل لاوے جس سے دل مکاشفہ کے لایق ہو اور صفائی پیدا کرے اور علائق دنیاوی برطرف ہو جاویں حالت اول کا نام معصیت ہے اور دوسری کا نام طاعت اور معاصی باعتبار قلب کے تاریک و سخت کرنیکے متفاوت ہیں اسیطرح طاعات بھی دل کے روشن و صاف کرنے میں مختلف ہیں یعنی معاصی اور طاعت کے درجات اونکی تاثیر پر منحصر ہیں اور یہ امر احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے مثلاً ہم مطلقاً کہہ سکتے ہیں کہ نماز نفل سب نفل عبادتوں سے افضل ہے اور حج کرنا صدقہ سے بہتر ہے اور تہجد پڑھنا اور نوافل سے بہتر ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ جو مالدار کہ اوسپر بخل غالب ہو اور محبت مال کی زیادہ رکھتا ہو تو اوسکے لیے ایک درم خیرات کرنا بہت سی شب بیداریوں اور روزوں سے افضل ہے اسلیے کہ روزہ اوس شخص کے شایان ہے جسپر شہوت شکم غالب ہو اور وہ اوسکو توڑنا چاہے یا شکم سیری اوسکو مانع فکر و ذکر سے ہوتی ہو اوسکو دور کرنے کی تدبیر بھوک سے کرتا ہو بلکہ سخت بخیل کا تو حال یہ نہیں کہ پیٹ کی شہوت سے اوسکو ضرر تھا یا شکم سیری سے فکر علوم مکاشفہ نہیں کرسکتا تھا پھر اسکا روزہ رکھنا اپنی حالت چھوڑکر دوسرے کی اختیار کرنا ہے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی بیمار کے پیٹ میں درد ہو اور وہ علاج دردسر کا کرے تو

بھلا اس علاج سے اوسکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اوسکو تو یہ مناسب ہے کہ جو بلا ہی مہلکات اپنے اوپر
مسلط ہے اوسکو دور کرے اور بخل ان مہلکات مین سے ہے کہ اگر سو برس تک روزے
رکھا کرے اور ہزار رات جاگے تو اوس مین سے ایک ذرہ بھی کم نہوگا اوسکو دور کرنے کی تدبیر
یہ ہے مال کی خیرات کرنے کی راہ کوئی نہین اوسکے اوپر واجب یہی ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو
اوسکو خیرات کر دے اور اسکی تفصیل جلد سوم مین اس کتاب کی موجود ہے وہان دیکھ لینی چاہئے
غرضکہ تاثیر طاعت حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے اسلئے دیکھنا کہ معلوم ہوا ہوگا
کہ باب مین مطلق جواب کا دینا غلط ہے مثلاً اگر کوئی یہ پوچھے کہ روٹی افضل ہے یا پانی تو اسکا جواب
ٹھیک یہی ہوگا کہ جب بھوک ہو تو روٹی افضل ہے اور پیاس ہو تو پانی اور اگر یہ دونو
چیزین موجود ہون تو ان دونون مین سے جو غالب ہوگی اوسکا اعتبار ہے کہ قضا اسکا دیا جاوے
یعنی پیاس غالب ہوگی تو پانی کو افضل کہینگے اور بھوک غالب ہوگی تو روٹی کو اور اگر دونو برابر
مساوی ہونگے تو یہ دونون بھی مساوی ہونگے اسیطرح اگر یہ پوچھا جاوے کہ سکنجبین اچھی
یا شربت نیلوفر تو مطلق جواب ہرگز درست نہوگا ہان اگر کوئی یہ پوچھے کہ سکنجبین افضل ہے
یا صفرا کا نہونا تب ہم صفرا کے نہونے کو عمدہ بتاوینگے کہ اسی واسطے تو
سکنجبین کی ضرورت اور اسکی طلب ہوتی ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیز کسی اور کے واسطے مطلوب
ہوتی ہو تو وہ چیز اوس سے اچھی ہوتی ہے حاصل یہ کہ شخص بخل کو دور کرنے کیلئے مال کا دینا چاہتا ہے
کہ مال کا دیدالنا ایک عمل ہے جس سے ایک حالت یعنی زوال بخل اور محبت دنیا کا دل سے نکلنا حاصل ہوتی ہے
اور جب دل مین سے محبت دنیا نکل جاتی ہے تو اوسکو لیاقت معرفت الٰہی کی حاصل ہوتی ہے پس افضل
معرفت ہے اور اوس سے کمتر حال اور اوس سے کمتر عمل اب یہان کوئی اگر اعتراض کرے کہ تم
عمل کو افضل نہین بتلاتے حالانکہ شرع مین ترغیب اعمال کی موجود ہے اور انکی فضیلت مین بہت
مبالغہ پایا جاتا ہے یہانتک کہ شارع نے خود صدقات کو طلب فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا من
ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا اور فرمایا ویاخذ الصدقات
پس کیا وجہ ہے کہ عمل افضل نہین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ طبیب اگر کسی دوا کی تعریف کرے تو اوسکی
تعریف کرنے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہی دوا بذات خود مقصود ہے اور صحت و شفا سے بڑھکر ہے
جو اوس سے حاصل ہوتی ہے بلکہ اوسکی تعریف مین ایک حکمت ہوتی ہے کہ اگر مریض اسکا استعمال کریگا
تو شفا مطلوب حاصل ہوجاویگی اسیطرح اعمال بھی دل کے امراض کی دوا ہیں اور بیماری دل کی

معلوم نہوتی ہو اگر کوئی جیسے کسیکے منہ پر برص کے داغ ہوں اور اوسکے پاس آئینہ نہو تو اوسکو
کبھی خبر نہوگی کہ مجھ میں عیب ہے اور اگر کوئی اوس سے کہیگا تو اوسکی بات نہ مانیگا تو ایسے
شخص کا علاج یہی ہے کہ اوسکے سامنے بہت مبالغہ سے تعریف مثلاً گلاب سے منہ دہونیکی
کیجاوے اگر گلاب سے داغ برص دور ہوتے ہوں یا دوسری کسی ایسی ہی چیز سے جو برص کو زائل
کرتی ہو اور اوس سے منہ دہونیکا مبالغہ کیا جاوے تاکہ بہت سی تعریف سے شخص مذکور اوس
شی کی کرے اور برص اوسکا دور ہوجاوے کیونکہ اگر اوس سے اول ہی کہدیگا کہ مقصود یہ ہے
کہ تیرے منہ پر سے برص زائل ہوجاوے تو وہ علاج چھوڑ دیگا اور کہیگا کہ میرے منہ کو کوئی عیب نہیں
ایک اور مثال اس سے بھی قریب تر سننی چاہیے کہ ایک شخص کے ایک لڑکا ہے جسکو اوسنے قرآن
پڑھایا اور علم سکھایا اور اوسکو منظور ہے کہ یہ دونوں چیزیں اوسکو یاد رہیں اور کبھی فراموش نہوں
اور یہ جانتا ہے کہ اگر میں اوسکو مکرر پڑہنے کی اور مطالعہ کی تاکید کرونگا تو وہ جواب میں کہیگا
کہ مجھے یاد ہیں کچھ حاجت دور و تکرار کی نہیں کیونکہ اوسکو یہ گمان ہے کہ جو چیز اب یاد ہے
وہ ہمیشہ کو ایسی ہی رہیگی اور فرض کرو کہ اوس شخص کے یہاں کچھ غلام بھی ہیں اور اوسنے اپنے
لڑکے کو حکم کیا کہ تو ان غلاموں کو پڑھایا کر ہم تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آوینگے اور اوسکو تھوڑا
اوسکو سناتے تاکہ اوسکا ارادہ تعلیم کے لیے خوب مستحکم ہوجاوے تو ایسی صورت میں لڑکا اسبات کو
یہی گمان کرتا ہے کہ مقصود صرف غلاموں کی تعلیم ہے کہ انکو قرآن آجاوے اور اس خیال سے بڑا
پریشان ہوتا ہے کہ عجب طرح کا حال ہے کہ باوجودیکہ باپ کے نزدیک میرا رتبہ ان غلاموں سے بڑھکر
ہے مگر پھر بھی مجھسے انکی خدمت کرائی جاتی ہے کہاں میں کہاں یہ لوگ اور مجھے معلوم ہے کہ اگر
میرا باپ انکو پڑھانا چاہتا اور مجھکو تکلیف نہ دیتا تب بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر یہ
سب غلام میرے باپ کے یہاں نرہیں تو اوسکا کچھ نقصان نہیں تو اگر جاہل قرآن نہوئینگے تو کوئی
خرابی پیش آویگی ایسے ایسے خیالات سے وہ بیچارہ کبھی کسل کرنے لگتا ہے کہ انکو پڑھا کر
کیا ہوگا ہمارے باپ کو انکی کیا پرواہ ہے اور اگر یہ کام میں نہ کرونگا تو وہ مجھے انکی عوض میں
کچھ برا بھی کچھ کہیگا بلکہ معاف کریگا پس علم و قرآن کے دور دست نرہنے سے دونوں بھول جاتا ہے
اور یہ بدبخت و محروم رہتا ہے اور اوسکو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ ایسی طرح کے خیال خام میں
دہوکا کہا گئے اور طریق اباحت کو اختیار کرلیا اونکی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت
کی کیا حاجت ہے ہمسے قرض لینے کی ضرورت پھر اسکے کیا معنی ہیں مَنْ ذَا الَّذِی یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا

اور اگر خدای تعالی کو مسکین کا کھلانا منظور ہو تو کھلا سکتا ہے اسکی کیا حاجت ہے کہ ہم ہی
اپنا روپیہ اونکو دین تو اونکو غذا ملے چنانچہ کفار کا اسیطرح کا قول خداوند کریم بھی نقل فرماتا ہے
قال الله تعالی وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ
يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اور دوسری جگہ یہ قول لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا تو اب دیکھنا چاہیے
کہ اون کفار کا قول کیسا سچا تھا مگر اپنی سمجھ ہی سے کیسے تباہ ہو گئے سبحان اللہ کیا شان ہے
جسکو چاہے سمجھ سے ہلاک کر دے اور جسکو چاہے جہل سے سعادت کو پہونچا دے
قال الله تعالی يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا خود فرماتا ہے۔ ان لوگون نے جب یہ خیال کیا کہ ہم سے
مساکین کی خدمت کرائی جاتی ہے کہ خدا کیواسطے انکو خیرات دو اور ہمکو نہ مساکین سے کچھ
ملتا ہے نہ خدای تعالی کو ہم سے اور ہمارے مال سے کچھ فائدہ ہے پھر دینا اور نہ دینا
برابر ہے تو یہ لوگ بھی ہلاک ہو گئے جیسا اوپر کی مثال میں وہ لڑکا ہلاک ہوا تھا جسنے یہ
خیال کر لیا کہ باپ نے مجھکو انکی خدمت کرنے پر مقرر کردیا اوسنے یہ نہ سمجھا کہ باپ کا مقصود
یہ تھا کہ صفت علم بیٹے کے نفس مین خوب پختہ اور مستحکم ہو جاوے اور دل پر نقش اچھی طرح جم جاوے
تاکہ موجب سعادت دنیاوی ہو اور یہ بات والد کیطرف سے کمال شفقت کی تھی کہ اسنے
درمیان مین لگایا تھا جسمین سعادت بیٹے کی تھی اس مثال سے اون لوگون کی گمراہی جنہون نے
اس طریق کو چھوڑ دیا ناظرین پر واضح ہے۔ اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ جو مسکین کسی سے
کچھ لیتا ہے وہ بواسطہ اوس ادنی مال کے بخل کی خباثت اور دنیا کی محبت دینے والے کے
دل مین سے نکالتا ہے اور یہ دونون مہلک چیزین ہین تو سائل کی مثال ایسی ہے جیسے
پچھنے لگانے والا کہ وہ آدمی کا خون ایسلیے نکالتا ہے کہ خون کے ساتھ مرض مہلک بھی
جاتا ہے پس واقع مین پچھنے لگانے والا مریض کا خادم ہے نہ مریض اوسکا خادم اور
اگر بالفرض حجام کو بھی کوئی غرض خون نکالنے سے مثلاً خون مین کپڑا رنگنا ہو تب بھی وہ
خادم ہونے سے نہ نکل جاویگا اور چونکہ صدقات باطن کو پاک کرتے ہین اور اندر سے بری
صفات کو دور کرتے ہین اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کو نہ لیا اور
اپنے لیے ناجائز سمجھا اور اپنے اہلبیت کو بھی اوسنے شرف صیانت عنایت فرمایا اور
پچھنے لگانے والیکی مزدوری کو بھی انہین وجہ منع فرمایا اور اوسکا نام لوگون کا میل کہا
حاصل یہ کہ اعمال دلون پر اثر کرتے ہین جیسا کہ جلد سوم مین گذرا اور جسقدر عمل سے تاثیر

مسلم بروایت عبدالمطلب بن ربیعہ ... جلد دوم مین گذری ۱۲

دل میں ہوتی ہے اور جس قدر دل کو استعداد قبول ہدایت اور نور معرفت کی حاصل ہوتی ہے
بس یہی قول کلی اور قاعدہ اصلی جسکی طرف فضائل اعمال اور احوال اور معارف کی پہچان میں
رجوع کرنا چاہیے ۔ اب ہم خاص ان دونوں اشیا یعنی صبر اور شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں معرفت اور حال اور عمل ہے اور یہ ہو نہیں سکتا
کہ ایک کی معرفت کو دوسرے کے حال اور عمل سے مقابلہ کیا جاوے بلکہ مقابلہ نظیر کا نظیر کے ساتھ
چاہیے تاکہ تناسب ظاہر ہو اور تناسب کے باعث ایک کا فضل دوسرے پر ثابت ہو ۔ اب معرفت
شاکر اور معرفت صابر کو جو مقابلہ کیا جاتا ہے تو دونوں کا مآل ایک ہی معرفت پر آ رہتا ہے
مثلاً معرفت شاکر کی یہ ہے کہ آنکھوں کی نعمت کو خدای تعالی کیطرف سے جانے
اور معرفت صابر کی اور نہیں یہی ہے کہ نابینائی کو خدا کیطرف سے جانے اور یہ دونوں معرفتیں
ایک دوسرے کی لازم اور مساوی ہیں اور یہ اوس صورت میں ہے کہ صبر کو بلا اور مصائب میں
لیا جاوے اور اگر انتہا کے موافق بیان گذشتہ کے صبر کبھی طاعت پر بھی ہوتا ہے اور کبھی صبر
معصیت سے ہوتا ہے تو ایسے مقامات میں صبر اور شکر ایک ہی ہونگے بایں وجہ کہ طاعت پر
صبر کرنا عین شکر گذاری طاعت کی ہوگی کیونکہ شکر کے معنی ہیں کہ اللہ تعالی کی نعمت کو
اوس حکمت کیطرف پھیرنا جو اوس سے مقصود ہے اور صبر کے یہ معنی ہیں کہ باعث ہوی
کے مقابلے میں باعث دینی کا قائم اور مستقل رہنا تو یہاں صبر اور شکر دو الفاظ مختلف
ایک معنی خاص کے ہیں دونوں میں فرق اعتباری ہے دیکھو اگر باعث دین کا ثابت رہنا
مقابلہ میں باعث ہوی کے باعتبار باعث ہوی کے لحاظ کرو تو اوسکا نام صبر ہوگا اور اگر
باعث دین کی نسبت کرو دیکھو تو شکر کہلاویگا کیونکہ باعث دین ایسی حکمت کے لیے پیدا ہوا ہے
کہ اوس سے باعث ہوی کو پچھاڑا جاوے تو صبر کی صورت میں باعث دین اپنی حکمت مقصودہ تک
پہونچ جاتا ہے غرض جب دونوں کا مدلول ایک ہی ہوا تو ایک ہی چیز اپنے نفس سے کیسے کم
زیادہ ہوگی اور اگر انتہا کہ صبر تین جگہ میں ہوا کرتا ہے طاعت اور معصیت اور بلا اور طاعات
اور معصیت میں حکم معلوم ہو چکا تو اب بلا کا حکم سننا چاہیے کہ بلا نعمت کے مقابلے کو کہتے ہیں
اور نعمت یا تو ضروری ہے جیسے آنکھیں ہیں اور یا حاجت کے محل میں واقع ہو یعنی اوسکی طرف
حاجت بڑی ہو جیسے مال مقدار کفایت سے زیادہ ہی بس آنکھوں کے باب میں اندھے کے
صبر سے یہ غرض ہے کہ شکایت ظاہر نہ کرے اور حکم خدا پر رضا مندی ظاہر کرے اور اپنی

نابینائی کے بعض گناہون کی اجازت نہ مانگے اور بینا آدمی کا شکر اون عمل کے انجام سے
دو طرح پر ہے اول تو اونکو معصیت مین استعمال نکرے دوسرے یہ کہ طاعت مین استعمال کرے
اور یہ دونو باتین صبر سے خالی نہین مثلاً اسیطرح کیونکہ جو امور تو اون سے صبر کرنے کی ضرورت بھی ہوتی
اسواسطے کہ وہ اونکو دیکھنا چاہیگا جنکو دیکھنا آدمی کو [illegible] اور صبر کرے گا تو
آنکھون کی نعمت کا شکر ادا ہوگا اور اگر وہ [illegible] تو اس نعمت چشم کا ناشکر ہوگا اس
معلوم ہوا کہ شکر کی حالت [illegible] اسیطرح [illegible] آنکھون سے طاعت [illegible] کا
[illegible] طاعت [illegible] آدمی آنکھون کی نعمت کا شکر اسیطرح ادا کرتا ہے [illegible]
[illegible]
تو [illegible] کا شکر [illegible] ہون کہ [illegible] حضرت شعیب علیہ السلام
کا جو انبیا علیہم السلام مین [illegible] حضرت [illegible] علیہ السلام اور دوسرے انبیا کی ترتیب
[illegible] نابینائی [illegible] صبر کیا اور حضرت [illegible] اور دوسرے
انبیا نے [illegible] کیا اور اس سے یہی لازم آتا ہے کہ کمال [illegible] ہے کہ آدمی کے سب اعضا
باقی رہین اور ایک [illegible] گزشتہ ہوکر [illegible] ہے حالانکہ یہ بات نہین اسلیے کہ اعضا مین ہر ایک
عضو ایک آلہ دین کا ہے جب وہ عضو جاتا رہیگا تو وہی کن دین کا جسکا یہ عضو آلہ تھا جاتا رہیگا او
شکر ہر ایک عضو کا یہ ہے کہ جس بات دینی کیواسطے وہ بنا ہے اوسکو اوسی مین خرچ کرے اور یہہ
استعمال بھی بدون صبر نہوگا۔ اور جو نعمت کہ محل حاجت مین واقع ہوتی ہے مثلاً مال مین سے
قدر کفایت سے زیادہ ہونا اسکا یہ حال ہے کہ اگر آدمی کو قدر ضرورت ہی مال ملا ہے اور اوسکو
حاجت زیادہ کی بھی ہے اور اوس زیادتی سے صبر کرنا مجاہدہ ہے اور یہ جہاد فقرا کا ہے [illegible]
اور اگر قدر ضرورت سے زیادہ ملا تو زیادتی نعمت کہلاتی ہے اور اوسکا شکر یہ ہے کہ خیرات مین
صرف کیجائے معصیت مین صرف نہو اگر صبر کو اوس شکر کی نسبت کرین جس سے غرض
صرف کرنا مال کا طاعت مین ہے تو شکر درجے مین افضل ہے کیونکہ ایسا شکر ضمن صبر کو بھی ہے
اسلیے کہ اوسکے معنی یہ ہین کہ اللہ کی نعمت پر خوش ہوکر فقرا پر صرف کرنے کی تکلیف گوارا کی
اور عیش مباح مین صرف نکیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے شکر مین دو باتین موجود ہین جنمین سے
ایک صبر ہے اس صورت مین شکر کل ہوا اور صبر جزو اور ظاہر ہے کہ کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہے
اور اس دلیل مین اتنا خدشہ ہے کہ مقابلہ کل کا جز سے درست نہین لیکن جس صورت مین کہ شکر

اسطور پر ہوگا کہ اوس نعمت کو معصیت مین صرف نہ کرے بلکہ عیش مباح مین صرف کرے تو یہان
صبر شکر کی نسبت افضل ہوگا اور فقیر صابر اوس مالدار کی نسبت افضل ہوگا جو اپنا مال روک کر مباحات
مین صرف کرتا ہو مگر اوس مالدار کی نسبت افضل نہوگا جو اپنے مال کو خیرات مین صرف کرتا ہو اسواسطے
کہ فقیر نے اپنے نفس پر مجاہدہ کیا اور اوسکے حرص کو توڑا اور خدا تعالے کے امتحان پر
اچھی طرح راضی رہا اور اسکے لیے ایک قوت چاہیے بخلاف اول قسم کے غنی کے کہ اوسنے
اپنی حرص کا اتباع کیا اور شہوت کی اطاعت کی مگر صرف مباح ہی پر اکتفا کیا اور مباح مین حرام سے
بچاؤ ہے ہر چند حرام سے بچنے کے لیے بھی صبر مین قوت چاہیے مگر جو قوت کہ اوس سے
فقیر کا صبر صادر ہوتا ہے وہ اس غنی کی قوت سے بہت اعلی اور کامل ہے جو صرف مباحات پر
اکتفا کرتا ہے علاوہ ازین شرف اوسی قوت کو ہوتا ہے جسپر عمل دلالت کرے اسلیے کہ اعمال
صرف اسی لیے مطلوب ہوتے ہین کہ اونسے قلب کے حالات حاصل ہون اور یہ قوت فقیر کی
قلب کی ایک حالت ہے کہ جسقدر قوت یقین و ایمان مین ہوگی اوسیقدر اسمین بھی ہوگی
پس جو چیز کہ قوت ایمان کی زیادتی پر دلالت کرے وہ بیشک اورون سے افضل ہوگی اس سے
ثابت ہوا کہ قوت صبر فقیر کی افضل ہے غنی کی قوت سے اور جسقدر کہ آیات و اخبار مین فضیلت
صبر کے ثواب کی شکر کے ثواب پر وارد ہے اوس سے یہی خاص مرتبہ مراد ہے کیونکہ لوگ
نعمت سے ابتداءً یہی معنی سمجھتے ہین کہ اموال اور اونسے متمتع ہونے کا نام ہے اور شکر سے
بھی یہی سمجھتے ہین کہ آدمی اپنی زبان سے الحمد للہ کہے اور نعمت سے مدد معصیت پر نہ لے
یہ کوئی نہین سمجھتا کہ نعمت کو طاعت ہی مین صرف کرے پس اسی لحاظ سے صبر شکر کی نسبت
افضل ہے خلاصہ یہ ہوا کہ صبر جسکو عام لوگ سمجھتے ہین وہ اوس شکر سے افضل ہے جسکو عوام
جانتے ہین اور اسی بات کیطرف حضرت جنید رحمہ نے اشارہ کیا تھا جب اون سے کسی نے پوچھا
کہ صبر اور شکر مین سے کونسا افضل ہے تو اونھون نے ارشاد فرمایا کہ غنی کی مدح مال کے ہونے سے
نہین ہے اور فقیر کی تعریف مال کے نہونے سے بلکہ دونون کی مدح اوس صورت مین ہے کہ جس
حالت مین وہ دونون ہین اوسکے شرائط ملحوظ رکھین مگر حالت غنا کے شروط ایسے ہین کہ
نفس کے مناسب پڑتے ہین اور تمتع اور لذت پانا نفس کا اوسمین موجود ہے اور فقیر کی
حالت کی شرطون مین ایسی چیزین ہین جو نفس کو ایذا دین اور اوسکو برا لگا ہوا اور منکسر رکھین اب
ظاہر ہے کہ جب دونون خدا کیواسطے اپنی اپنی حالت کی شرطین ادا کرتے ہون تو جو شخص ۲۰

اپنے نفس پر شفقت ڈالیگا اور پینکر رکھیگا وہ اوس سے اچھا ہوگا جو اوسکو متنع اور عیش مین
رکھیگا انتہی اور واقع مین بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اونھون نے فرمایا مگر یہ بات صبر و شکر کے
اقسام مین سے صرف قسم اخیر مین صادق آتی ہے جو ابھی اوپر گذری اور حضرت جنید رحمہ کا بھی
مقصود اس قول سے یہی قسم ہے اور مشہور یون ہے کہ ابو العباس بن عطا اس مسئلہ مین اونکے
خلاف کہتے تھے اونکا قول یہ تھا کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے اونکے حق مین حضرت
جنید رحمہ نے بد دعا کی اور اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی خرابیون مین مبتلا ہوے مال جاتا رہا
اولاد جان قتل ہوئی چودہ برس تک عقل جاتی رہی خود کہا کرتے کہ جنید رحمہ کی بد دعا مجکو لگ گئی
پھر اپنے قول سے باز آئے اور فقیر صابر کو غنی شاکر پر ترجیح دینے لگے۔ اور جو باتین ہم نے
لکھی ہین اگر اونکو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جاوے کہ ان دونون قول کے لیے بعض احوال مین
ایک وجہ ہے یعنی بہت سے فقیر صابر غنی شاکر کی نسبت افضل ہوتے ہین جیسا اوپر گذرا اور
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غنی شاکر فقیر صابر کی نسبت افضل ہوتا ہے اور یہ وہ غنی ہے جو اپنے
نفس کو فقیر کے مانند جانتا ہے اور مال اپنے نفس کے لیے قدر ضرورت کے سوا نہین رکھتا
باقی کو یا خیرات مین خرچ کر دیتا ہے یا اسلیے رکھتا ہے کہ محتاجون اور مساکین کے کام آوے
اور اونکی حاجت کو تاکتا رہتا ہے کہ جب موقع ملے تبھی صرف کرے پھر صرف کرنے مین اوسکی
طلب جاہ و شہرت یا استدعا قبول منت نہین ہوتی بلکہ صرف اداے حقوق خدا اور بندگی بندون
اور رحم کرنے مین ملحوظ رکھتا ہے تو ایسا غنی بیشک فقیر صابر کی نسبت کہ افضل ہے۔ اب اگر
کوئی یہ کہے کہ دنیا تو نفس پر گران نہین معلوم ہوتا اور فقیر پر فقر بھاری پڑتا ہے اسلیے کہ غنی
لذت قدرت سے واقف ہے اور فقیر صبر کی تکلیف کو جانتا ہے اگر غنی کو مال کے جانے کا
کچھ الم پہونچتا بھی ہے تو ویسا ہی جو لذت قدرت ہے اوس سے پہنچ مٹ جاتا ہے پس
غنی کس طرح افضل ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری دانست مین وہی غنی افضل ہے جو اپنا مال
رغبت اور خوشی خاطر سے دیوے ایسا شخص جو مال کا بخل رکھتا ہو اور نفس سے اوسکو تکلف
پیدا کرتا ہو اوسکا حال خوب نہین چنانچہ اسکی تفصیل باب ... مین ہم لکھ چکے ہین مال کے دینے سے
صرف نفس کا الم پہونچانا مطلوب نہین بلکہ زیادہ مطلوب یہ ہے کہ تکلیف دور ہوتی ہے اور یہ بات
ایسی ہے جیسے شکاری کتے کو مارین تو بہ کہ ادب سکھا ہوا ہے وہ اوس سے اچھا ہے
جسکو مار کی حاجت ہو گو مار پر صبر کرتا ہو اور اسی جہت سے اول اول حاجت پہنچ دینے اور

سمجھا ہے کی ہوا کرتی ہے اور آخر کو ضرورت نہیں ہوتی بلکہ انتہا میں یہ حال ہوتا ہے کہ جو چیز اول میں ناگوار گذرتی تھی وہی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسے ہوشیار لڑکے کو پڑھنا لذیذ معلوم ہوتا ہے بلکہ ابتدا میں ناگوار تھا اور انتہا کا درجہ سب سے کم ہے الا ماشاء اللہ ابتدا میں بلکہ اوس سے بھی بہت پہلے لڑکوں کی طرح ہیں اسلیے حضرت جنید رحمہ اللہ سے مطلق بیان فرمایا کہ وہ شخص کہ اپنے نفس کو تکلیف دے افضل ہے اور عوام میں اپنا فرمانا بہت درست اس صورت میں اگر کسی کو چاہیے افضل کہنا منظور ہو اور باعتبار اکثر خلق کے مطلق بیان کرنا منظور ہو تو یہی کہنا چاہیے کہ صبر افضل ہے شکر سے اسلیے کہ جو معنی صبر و شکر کے عوام سمجھتے ہیں اونکے اعتبار سے یہ قول ٹھیک ہے لیکن اگر تحقیق منظور ہو تو جواب ایسا دینا چاہیے کہ کوئی نہ ہو کہ افضل کہے کہ چاہیے اسلیے کہ صبر کے بھی بہت سے درجے ہیں کمتر یہ ہے کہ مصیبت کو برا جانے شکایت نہ کرے اور ان درجات کے بعد مقام رضا ہے جو صبر سے اوپر ہے اور رضا کے اوپر شکر کرنا ہی مصیبت سے ہے اور وجہ اس شکر کی اوپر ہونے کی رضا سے یہ ہے کہ صبر کا درجہ سب سے نیچا ہے اور رضا ایسی چیز میں بھی ہو سکتی ہے جسمیں نہ رنج ہو نہ خوشی اور شکر ایسی ہی چیز پر ہو سکتا ہے جو محبوب اور خوشی کی چیز ہو تو ظاہر ہے کہ بلا پر راضی ہونا اور بات ہے اور اوسکو خوشی کی چیز اور محبوب سمجھ کر اوس پر شکر گذار ہونا اور بات ہے اور اسیطرح شکر کے بھی بہت درجات ہیں جنمیں سے نیچے سے اعلی تک بہت ہیں حالانکہ اونمیں بھی باتیں اچھی بھی ہیں جو صبر کی باتوں کی نسبت کم کم ہیں مثلاً اپنے اوپر خدای تعالی کی نعمتوں سے کہ وہ پوری طرح سے ہیں سب کا شمار نا اور اپنے آپ کو شکر سے قاصر جاننا اور قلت شکر کا عذر کرنا اور خدای تعالی کے حلم اور اوسکی پردہ پوشی کو سمجھنا اور اس بات کا اقرار کرنا کہ نعمتیں خدای تعالی کی جانب سے بدون استحقاق آپ ہی آرہی ہیں اور یہ جاننا کہ ادای شکر بھی ایک نعمت خدا کیطرف سے ہے اور اوسکا کرم ہے اور نعمتوں میں اچھی طرح تواضع اور انکسار کرنا اور اونکے لیے خشوع کے ساتھ رہنا یہ سب باتیں جداگانہ شکر ہیں اور جو شخص واسطہ نعمت ہو اوسکا شکرگذار ہونا بھی شکر ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے مَن لَم یَشکُرِ النّاسَ لَم یَشکُرِ اللہَ اور اوسکی حقیقت ہمنے باب اسرار زکوۃ میں لکھی ہے اور اعتراض کم کرنا اور منعم کے سامنے مودب رہنا بھی شکر ہے اور نعمتوں کو اچھی طرح قبول کرنا اور چھوٹی سی نعمت کو بڑا جاننا بھی داخل شکر ہے غرضکہ جتنے اعمال و احوال کہ لفظ شکر اور صبر کے اندر داخل ہیں وہ بیحد و شمار ہیں اور ہر ایک کا درجہ مختلف ہے تو

کہے کوئی مجملاً ایک دوسرے پر ترجیح دے سکتا ہے جب تک کہ لفظ عام سے کوئی خاص قسم کا صبر اور شکر مراد نہ لیجے جیسا کہ اخبار و آثار میں وارد ہے - اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے ایک شہر میں ایک بڑھا نہایت سالخوردہ دیکھا میں نے اوسکا حال پوچھا اوس نے کہا کہ ابتدائے جوانی میں میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور وہ بھی ایسا ہی چاہتی تھی اور اتفاق سے اوسکا نکاح بھی مجھ سے ہی ہوا شب زفاف کو میں نے اوس سے کہا کہ آؤ اس رات کو نوافل شکریہ میں کاٹیں کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم کو ملا دیا غرض وہ رات ہم دونوں نے نماز میں کاٹی اور کسیکو فرصت ایک دوسرے کے پاس پہنچنے کی نہوئی پھر ایک کی زبان حال گویا کہتی تھی کہ جلوہ میں پہنچکا ملنا نہ ہم خیالی نہ تم خیالی ۰ جب دوسری رات ہوئی تب بھی ہم دونوں نے وہی گفتگو کی اور رات بھر شکرگذاری میں کاٹی اسی طرح ستر یا اسی برس سے اسی حال پر ہم دونوں ہیں پھر اوس نے بڑھیا سے پوچھا کہ یونہی ہے اوس نے کہا کہ واقعی یونہی ہے جیسا کہتا ہے دیکھا چاہیئے - اب یہ کیا چاہتے ہیں کہ اگر یہ غرض خدا تعالی ان دونوں کو نہ ملاتا اور انکو فراق میں صبر کرنا پڑتا تو اوس صبر کو اس شکر وصال کے بدلے جیسا اونہوں نے ادا کیا نسبت دیجیے تو واضح ہوگا کہ یہ شکر اوس صبر سے افضل ہے غرضکہ اس قسم کا اتفاق باقی ہے بقول علوم میں

تیسرا باب خوف و رجا کے بیان میں اس میں دو فصلیں ہیں

رباعی

ہیں جو کہ معارف سے خدا کی آگاہ	رکھتے ہیں سدا خوف و رجا کے ہمراہ
آسودہ ہی عالم میں جو رکھتے ہیں خوف	قرآن میں دیکھ انما یخشی اللہ

واضح ہو کہ خوف و رجا دو بازو ہیں جنسے مقربان الٰہی بلند مقامات تک اڑ سکتے ہیں یا دو گھوڑے سواری رکھنا چاہیے کہ جن پر سوار ہونے سے راہ آخرت کی ہر ایک گھاٹی طے ہو جاتی ہے غرضکہ قرب رحمن اور راحت جاودان روضہ رضوان جو بہت دور دراز فاصلے پر ہے اور مکروہات قلبی اور اعضا کی محنتوں سے چھپی ہوئی ہے ممکن نہیں کہ بدون ذریعہ شدید رجا کے اوس تک کوئی پہنچ سکے یا نار جحیم اور عذاب الیم جو شہوات لطیفہ اور لذات عجیبہ سے گھری ہے اوس سے بدون تازیانہ خوف کے کوئی بچ سکے تو معلوم ہوا کہ انکی حقیقت اور خوبی اور باوجود ایک دوسرے کی ضد ہونے کے تفصیل انکے جمع کی بیان کرنا بہت ضروری ہے لہذا اس باب کو دو فصلوں میں منقسم کرتے ہیں پہلی فصل میں رجا کا حال اور دوسری میں خوف کا حال لکھتے ہیں

فصل اول رجا کے ذکر مین اور اسمین تین بیان ہین بیان اول رجا کی حقیقت مین

واضح ہو کہ رجا منجملہ مقامات سالکین اور احوال طالبین کے ہے اور فرق مقام اور حال مین یہ ہے کہ جب کوئی وصف سالک مین ثابت اور قائم ہو جاتا ہے اوسکو مقام کہتے ہین اور اگر عارض اور جلد زائل ہونیوالا ہو تو اوسکو حال کہتے ہین اور جیسے زردی تین طرح کی ہوتی ہے ایک پایدار جیسے سونے کی اور ایک جلد جانے والی جیسے زردی خوف اور ایک بین بین کہ نہ بہت جلد جاوے نہ ہمیشہ رہے جیسے زردی بیمار کے رنگ کی اسیطرح صفات قلبی کی بھی یہی قسمین ہین او نمین سے جو صفت کہ ثابت نہین رہتی اوسکو حال کہتے ہین باین وجہ کہ جلد متغیر ہو جاتی ہے اور یہ بات اوصاف قلب مین سے ہر ایک مین جاری ہے اور ہماری غرض اب رجا کی حقیقت سے تو اوسکو بیان کرتے ہین کہ رجا مین ہرچند علم اور حال اور عمل تینون باتین ہوتی ہین اور علم باعث حال ہوتا ہے اور حال موجب عمل مگر گویا کہ ان مین سے رجا صرف حال ہی کا نام ہے اور اوسکی توضیح یہ ہے کہ جو چیز آدمی کو محبوب یا مکروہ معلوم ہوتی ہے تو تین حال سے خالی نہین یا وہ زمانہ ماضی مین موجود ہے یا حال مین یا استقبال مین پس جب اوسکا دھیان دل مین آتا ہے اور اوسکا وجود زمانہ ماضی مین ہو چکا تو اس دھیان کو ذکر اور تذکر کہتے ہین اور اگر وہ چیز جو دل مین آئی ہے اوسوقت موجود ہے تو اوسکا نام وجد اور ذوق ہے اور یہین وجہ وجد کہتے ہین کہ ایک حالت ہے جسکو آدمی اپنے نفس کیطرف سے پاتا ہے اور اگر دل مین کسی چیز کے وجود کا خطرہ زمانہ آیندہ مین ہوا اور وہی خطرہ دل پر چھا گیا ہو تو اسکا نام انتظار اور توقع ہے پھر اگر جس چیز کا انتظار ہے وہ بری ہو کہ اوس سے دل پر صدمہ ہو تو اوس انتظار کو خوف کہتے ہین اور اگر وہ چیز محبوب ہو کہ اوسکے ساتھ دل کے لگا رہنے اور اوسکو سوچنے سے دل کو راحت اور لذت معلوم ہوتی ہو تو اس راحت حاصل کرنے کا نام رجا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رجا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز دلکو محبوب ہو اوسکی انتظار مین دل کا خوش ہونا اور ظاہر ہے کہ جو چیز محبوب ہو اوسکی اوسکے توقع کرنے کا کچھ سبب بھی ہوگا پس اگر اس سبب سے اوسکا متوقع ہے کہ اوسکا اکثر سامان اپنے پاس موجود ہے تو ایسی توقع پر رجا کا کہنا درست ہے اور اگر اسباب بالکل نہون یا ابتر اور بے ڈھنگے ہون تو اوس صورت کی توقع کا غرور اور بیوقوفی نام رکھنا چاہیے رجا کی نسبت اسپر بھی خوب پھبتا ہے اور اگر اسباب کا وجود معلوم نہوا اور نہ یہ معلوم ہو کہ کوئی سبب نہین ہے تو ایسے انتظار کو تمنی کہتے ہین اسوجہ سے کہ انتظار بے سبب ہے۔ بہرحال رجا اور خوف

ایسے اشیا پر بولتے ہین جنکے ہونے مین تردد ہو اور جنکا وجود یقینی ہو وہان یا نہین بولتے مثلاً
طلوع کے وقت یون نہین کہتے کہ ہمکو آفتاب نکلنے کی رجا ہے اور غروب کے وقت یون نہین
بولتے کہ مجھے خوف آفتاب کے چھپ جانے کا ہے کیونکہ طلوع و غروب یقینی چیزین ہین ہان یہ
کہا کرتے ہین کہ مینہ برسنے کی رجا ہے اور خشکی کا خوف ہے اور ارباب دل پر یہ واضح ہو گیا ہے
کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دل مثل زمین کے ہے اور ایمان گویا تخم ہے اور طاعات
ہین جیسے زمین جوتنا اور صاف کرنا اور نہرین کھودنی اور ان تدبیرون سے پانی پہونچانا ہے اور
جو دل کہ دنیا کا حریص اور اوسمین ڈوبا ہوا ہے وہ ایسا ہے جیسے زمین شور کہ جسمین بیج نہین اوگتا
چونکہ آخرت کا روز کھیت کاٹنے کا ہے تو جو کوئی بوئیگا وہی کاٹیگا اور وہان کی کھیتی
بدون تخم ایمان کے نہین ہوتی اور ایمان بھی خباثت اخلاق کے ساتھ تھوڑا ہی فائدہ
کم کرتا ہے جیسے شور زمین مین بیج کچھ فائدہ نہین دیتا پس بندہ کی توقع مغفرت کی ایسی ہے
اور ویسا ہی حال کھیت والے کا سمجھنا چاہیے یعنی اگر کسی کسان نے زمین عمدہ تلاش کرلی اور اوسمین
بیج بھی قسم اول ڈالا جو نہ بگڑا تھا نہ بودا تھا اور جتنی ضرورتین ہوتی ہین سب مہیا کین مثلاً اوسکی
کے وقت پر پانی دیا اور کانٹون اور گھاس سے اوسکو صاف کیا اور جو چیزین پانی بیج کے جمنے اور بڑہنے
کی مانع آتی اوسکو دفع کیا پھر اللہ کے فضل سے توقع کی کہ کھیتی کے تیار ہونے تک وہ آفات
ارضی و سماوی سے اسکو محفوظ رکھکر ہمکو غلہ عنایت فرماویگا تو اسکی توقع کو رجا کہینگے
اور اگر تخم کسی اونچی زمین مین ڈالا کہ جہان پانی نہین پہونچ سکتا اور بیج کی خبر لی نہ منتظر
کھیت کاٹنے کا ہو تو اسکے انتظار کو رجا نہ کہینگے بلکہ بیوقوفی اور حمق بولینگے اور اگر تخم اچھی زمین
مین بویا لیکن اوسمین پانی نہ تھا اور منتظر مینہ کا ایسے وقت مین ہوا کہ جسمین اکثر پانی نہین برستا
تو ایسے انتظار کا نام بھی رجا نہین اوسکو تمنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ رجا صرف ایسے موقع مین
ہوتی ہے کہ محبوب چیز کا انتظار ہو اور جتنے اسباب کہ بندے کے اختیار مین ہون وہ سب ہو چکے ہون
فقط وہی باقی رہ جاوین جو اوسکے اختیار مین نہون اور وہ فضل الٰہی شامل حال ہونا ہے کہ جس سے
موانع اور آفات دور رہین — اسیطرح بندہ اگر تخم ایمان عمدہ دل مین بوئے اور اوسکو طاعات کے
پانی سے سینچے اور اخلاق بد کے کانٹون سے زمین دل کو صاف کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا
منتظر ثبوت ایمان کا وقت موت تک اور متوقع حسن خاتمہ کا جو موجب مغفرت ہی ہے تو اوسکا انتظار
رجا حقیقی اور بذات خود عمدہ کہلاویگا اور یہ رجا اس بات کے باعث ہوگی کہ جن اسباب کا اپنے

اور لوازم مغفرت کامل ہونے میں انکے مرتے دم تک مواظبت کرے اور اگر تخم ایمان کی خبرگیری
اور طاعات کا پانی بھی نہ دیا یا دل کو اخلاق رذیلہ سے بھر رکھا اور لذات دنیا کی طلب میں ڈوب رہا
اور پھر منتظر مغفرت ہوا تو یہ انتظار حمق اور غرور ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
الاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فخلف
من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا اور فرمایا
فخلف من بعدهم خلف ورثوا الكتاب ياخذون عرض هذا الادنى ويقولون
سيغفر لنا اور باغ والے کی بابت فرمایا کہ جب باغ میں گیا تو یوں کہا ما اظن ان تبيد هذه ابدا وما
اظن الساعة قائمة ولئن رددت الى ربي لاجدن خيرا منها منقلبا غرضکہ جو بندہ
طاعات میں کوشش کرے اور گناہوں سے بچا رہے وہ سزاوار اسکا ہے کہ خدا کے فضل سے
توقع نعمت کے پورا ہونے کی کرے اور کمال نعمت بجز دخول جنت کے نہ ہوگی مگر گنہگار جب
توبہ کرے اور جو کچھ خطا ہوئی ہو اوسکا تدارک کرے تو توبہ کے قبول ہونے کی رجا اوسکو چاہیے
اور اگر توبہ سے پہلے گناہ کو برا جانتا ہو اور نیکی سے خوش ہوتا ہو اور اپنے نفس کو برا بھلا کہتا ہو
اور توبہ کا خواہشمند و مشتاق ہو تو ایسے شخص کو رجا توبہ کی توفیق کی کرنی لائق ہے کیونکہ گناہ کا
برا جاننا اور توبہ کی حرص کرنی قائم مقام اوس سبب کے ہے جو توبہ تک پہونچا دیتا ہے اور رجا
جبھی ہوتی ہے جب اسباب پختہ ہو جاتے ہیں اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ان الذين امنوا والذين هاجروا وجاهدوا في سبيل الله اولئك يرجون رحمة الله اسکے
معنی ہیں کہ یہی لوگ مستحق رجاء رحمت الہی ہیں یہ معنی نہیں کہ رجا کا وجود صرف انہی کو پہونچ
کیونکہ رجا تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہیں جنہیں یہ صفات نہ ہوں مگر اونکو استحقاق رجا نہیں استحقاق
انہیں کو ہے جو اوصاف مذکورہ رکھتے ہوں اور جو شخص کہ ایسی چیزوں میں ڈوبا ہوا ہو جو خدا کو
ناپسند ہوں اور اپنے نفس کی مذمت بھی نہ کرتا ہو نہ قصد توبہ اور رجوع کا رکھتا ہو تو ایسے
شخص کو رجاء مغفرت کرنی بیوقوفی ہے جیسے کہ اوس شخص کو رجاء غلہ تھی جسنے زمین شور میں
تخم ڈالا اور اوسکی خبرگیری پانی دینے اور نلانے سے نہ کی حضرت یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہیں
کہ بڑی غلطی میرے نزدیک یہ ہے کہ معاف ہونے کی توقع بدون ندامت گناہ کے کیجاوے
اور بدون طاعت توقع قرب الہی کی رکھے اور آگ کا بیج بوکر منتظر جنت کا رہے اور گناہوں کی
عوض طالب مطیعوں کے مقام کا ہو اور بدون عمل انتظار ثواب کی کرے اور باوجود زیادتی کے خدا پر [illegible]

(۱) احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو اوسکی خواہش کا مطیع کرے اور اللہ تعالیٰ پر [illegible] کرے ۱۲

(۲) پھر اونکی جگہ آئے ناخلف کہ کھو دی نماز اور پیچھے پڑے مزوں کے سو آگے ملیگی گمراہی ۱۲

(۳) پھر اونکے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لیتے ہیں اسباب اس ادنی زندگی کا اور کہتے ہیں کہ ہمکو معاف ہوگا ۱۲

[illegible]

کسی امر کا متمنی ہو ہیچ ہو۔ شعر۔ ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت + دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست
پس جب حقیقت رجا کی معلوم ہوئی تو جان لیا ہوگا کہ وہ ایک حالت ہے جو علم سے بسبب
واقع ہونے اکثر اسباب کے پیدا ہوتی ہے اور یہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ جو اسباب باقی
رہگئے ہوں اونکی بجاآوری میں بقدر امکان کوشش کیجاوے مثلاً امثال مذکور مین جس شخص کا بیج
اچھا ہوگا اور زمین عمدہ ہوگی پانی بھی بہت ہوگا اوس شخص کی رجا اچھی ہوگی اور یہ رجا اوس
شخص کو اس بات پر آمادہ کریگی کہ زمین کا خبرگیران رہے جو گھاس وغیرہ جمے اوسکو صاف کرے
اور خبرگیری مین کچھ کاہلی نہ کرے کاٹنے کے وقت تک دیکھتا بھالتا رہے اور اسکی وجہ یہ ہے
کہ رجا کی ضد یاس یعنی ناامیدی ہے ناامیدی مین خبرگیری نہیں ہوسکتی مثلاً جو شخص یہ جانتا ہے
کہ زمین شور ہے اور پانی بھی پہونچنا دشوار اور بیج خراب تو وہ ہرگز زمین کے تردد مین اور اسکی
اور خبرگیری کی مشقت کا متحمل نہوگا اور رجا عمدہ چیز ہے کیونکہ اس سے رغبت پیدا ہوتی ہے اور
ناامیدی بری ہے اور رجا کی ضد کیونکہ عمل سے باز رکھتی ہے اور خوف ضد رجا نہیں بلکہ اوسکا
رفیق ہے چنانچہ اوسکا بیان عنقریب آویگا بلکہ وہ ایک جداگانہ باعث عمل بطریق ترہیب کے ہے
جیسے کہ رجا باعث عمل ترغیب کے طور پر ہے غرضکہ رجا کی حالت موجب اس امر کی ہے کہ اعمال مین
خوب مجاہدہ کیا جاوے اور احوال کیسے ہی ہوں سب طاعتوں پر مواظبت ہو سکے اور
اور اوسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ خدای تعالی کیطرف متوجہ ہونے مین لذت ملے اور مناجات الٰہی
مین چین آوے اور اوسکی خوشامد نرمی سے کرتا رہے اور یہ امور تو اوس شخص مین بھی ظاہر ہوتے ہیں جو
کسی بادشاہ وغیرہ سے رجا رکھتا ہو تو بادشاہ حقیقی سے جا سکتے ہیں کیسے نہ ظاہر ہوں گے
اور اگر ظاہر نہوں تو دلیل اس بات کی ہے کہ وہ شخص مقام رجا سے الگ محروم ہے اور پستی غرور
و تمنا مین گرا ہوا ہے یہ ہے بیان حالت رجا کا اور جس سے یہ پیدا ہوتی ہے یعنی علم اور جو عمل
اس سے پیدا ہوتے ہیں اور رجا سے ان اعمال کا پیدا ہونا اوس حدیث سے پایا جاتا ہے جو
زید خیل سے مروی ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوکر عرض
کیا کہ مین اسواسطے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے یہ پوچھوں کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی بہتری
چاہتا ہے اوسمین کیا پہچان کی علامت ہے اور جو شخص ایسا نہیں اوسمین کیا علامت ہے آپ نے فرمایا
کہ تیرا کیا حال ہے اوسنے عرض کیا کہ میرا حال یہ ہے کہ خیر اور اہل خیر کو دوست رکھتا ہوں اور
جب کبھی خیر کی بات پر قادر ہوتا ہوں تو اوسکی بجاآوری مین جلدی کرتا ہوں اور اگر

طبرانی در کبیر و ابن مسعود در ...

ثواب کا یقین کرتا ہون اور اگر کوئی چیز مجھسے باقی رہی ہے تو اوسپر رحم کرتا ہون اور اوسکا مشتاق کرتا ہون آپنے فرمایا کہ یہی پہچان ہے اوس شخص کی جسکے ساتھ خداے تعالی بہتری چاہتا ہے اور اگر تمہارے لیے کوئی اور چیز چاہتا تو اوسکے لیے تمکو آمادہ کر دیتا اور پھر پروا نہ کرتا کہ اوسکے کونسے جنگل مین تم کھو گئے - اس حدیث مین آپنے پہچان اہل خیر کی مذکور فرمائی ہیں جو شخص چاہے کہ اہل خیر مین سے ہون اور یہ علامات نہون تو وہ مغرور ہے

دوسرا بیان رجا کی فضیلت اور اوسمین رغبت دلانیکے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ رجا کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے اعلی اور عمدہ ہے اسلیے کہ خداے تعالی سے زیادہ قریب وہی بندہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ محبت الہی رکھتا ہو اور محبت رجا سے زیادہ ہوا کرتی ہے اور اسکو ایسا سمجھو کہ دو بادشاہون مین سے ایک کی خدمت تو لوگ اوسکے ڈر کے مارے کرین اور دوسرے کی خدمت اوسکے احسان کی امید مین کرین تو ظاہر ہے کہ محبت دوسرے ہی کے ساتھ زیادہ ہوگی اور اسی بنا پر رجا اور حسن ظن کے باب مین خصوصا ایسے وقت بہت سی ترغیبین شرع مین وارد ہین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ اس آیت مین سرے سے ناامیدی کو ممنوع وحرام فرمایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حالات مین ہے کہ خداے تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہے کہ مین نے تم مین اور یوسف مین کیون جدائی کر دی اسکی وجہ یہ ہے کہ تمنے کہا تھا اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُوْنَ تمنے بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھسے رجا کیون نہ کی اور یوسف کے بھائیون کی غفلت کا لحاظ کیون کیا میری حفاظت کا کیون نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ تعالی اور ایک حدیث قدسی مین فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ فَلْيَظُنَّ بِيْ مَا شَاءَ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس حالت نزع مین تشریف لیگئے اور فرمایا کیا حال ہے اوسنے عرض کیا کہ اپنے گناہون سے ڈرتا ہون اور رحمت الہی کا متوقع ہون آپنے فرمایا کہ اسوقت مین جس بندہ کے دل مین یہ دونون چیزین اکٹھی ہوتی ہین اوسکو خداے تعالی اوسکی توقع عنایت فرماتا ہے اور جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اوس سے مامون کر دیتا ہے اور حضرت علی رضی نے اوس شخص سے ارشاد فرمایا جو اپنے گناہون کی کثرت کے خوف سے ناامید ہو گیا تھا کہ اے شخص تیرے سبب گناہون کے جو ناامیدی ہے وہ بڑا گناہ ہے کہ خداے تعالی کی رحمت سے ناامید ہوتا ہے اور حضرت سفیان ثوری رح

فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور یہ سمجھے کہ خداے تعالی نے مجھکو اوسپر قدرت دی اور
بخشش کی رجا رکھے تو اللہ تعالی اوسکو بخشدیتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک
قوم کا عیب یون ارشاد فرمایا وَذٰلِکُمْ ظَنُّکُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّکُمْ اَرْدٰکُمْ اور فرمایا وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ
السَّوْءِ وَکُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا اور حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز بندہ کو ارشاد
فرماویگا کہ اسکی کیا وجہ تھی کہ جب تو نے برائی دیکھی منع کیون نہ کیا پس اگر خداے تعالی اوسوقت جواب
سوجھا دیگا تو وہ عرض کریگا کہ الہی مین نے تجھسے رجا کی اور لوگون سے خوف خداوند کریم ارشاد
فرماویگا کہ تمنے تیرا قصور معاف کیا اور ایک حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایک شخص لوگون کو
قرض دیا کرتا تھا پھر تو انگر دین سہولت برتتا اور مفلس کو معاف کر دیتا جب خداے تعالی
کے یہان حاضر ہوا تو کوئی عمل خیر کبھی نہ کیا تھا یعنی کوئی طاعت نہ کی تھی مگر خدا کے ساتھ
حسن ظن اور رجا رکھتا تھا کہ گو مین طاعات سے مفلس ہون الا وہ معاف کر دیگا اوسکو حکم ہوا
کہ اسکے لیے ہم سے زیادہ کون مستحق ہوگا اور معاف کر دیا گیا اور قرآن مجید مین ارشاد ہے
اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً
یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی سے ارشاد
فرمایا کہ اگر تمکو اوس بات کا علم ہو جسکو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا گریہ کرو
اور جنگلون مین چھاتی پیٹتے اور اپنے رب کیطرف چلاتے پھرو تو حضرت جبریل علیہ السلام
آپکے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندون کو نا امید کیون کرتے ہو
آپ لوگون کے پاس تشریف لائے اور اونکو رجا اور شوق کے کلمات تعلیم فرمائے اور حدیث
مین وارد ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ مجھسے دوستی کر
اور جو مجھسے محبت کرے اوس سے بھی محبت کر اور مجھکو خلق کے دلون مین محبوب کر اونھون نے
عرض کیا کہ خلق کے نزدیک تجھکو کیسے محبوب کرون ارشاد ہوا کہ میرا ذکر نہایت خوبی سے کیا کر
اور میری نعمتین اور احسان بیان کر اور اونکو یاد دلایا کر کہ سواے احسان کے وہ اور کچھ
نہین جانتے۔ اور ابان بن ابی عیاش جو اکثر رجا کے کلمات لوگون سے کہا کرتے تھے اونکو
مرنے کے بعد لوگون نے خواب مین دیکھا کہ کہتے ہین کہ خداے تعالی نے مجھکو اپنے سامنے
کھڑا کرکے پوچھا کہ اسطرح تو کیون کہا کرتا تھا مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا تھا کہ تجھکو خلق
کے نزدیک محبوب کر دون حکم ہوا کہ ہم نے تجھکو بخشدیا۔ اور یحیی بن اکثم رح کو بعد موت کے

یہ تمہارا گمان ہے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اسنے تمکو ہلاک کیا ۱۲

اور تم نے برا گمان کیا اور تم لوگ تھے برباد ہونے والے ۱۲

صح [illegible] ۱۲

صح جو لوگ پڑھتے ہین کتاب اللہ کی اور سیدھی کرتے ہین نماز اور خرچ کرتے ہین کچھ ہمارا دیا ہوا چھپے اور کھلے امیدوار ہین ایک بیوپار کے جو کبھی نہ ٹوٹیگا ۱۲

صح ابن حبان بروایت ابی ہریرہ ۱۲

صح اسکی اصل صحیح نہین ملی ۱۲

خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے تم سے کیا معاملہ کیا اونھون نے کہا کہ مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا کہ او پیر مرد تو نے یہ یہ کام کیے ہین جسکو سنکر مجھپر اسقدر خوف غالب ہوا کہ خدا ہی جانتا ہے پھر مین نے عرض کیا کہ الہی حدیث مین تو مجھکو تیرا اسطرح حال نہین پہونچا حکم ہوا کہ پھر کیا حال پہونچا ہے مین نے عرض کیا کہ مجھکو حدیث پہونچی عبد الرزاق سے اور اوسکو معمر سے اور اوسکو زہری سے اور اوسکو انس سے اور اوسکو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اونکو جبریل علیہ السلام سے کہ تو نے ارشاد فرمایا کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَآءَ ع۵ مجھکو تیری طرف یہ گمان تھا کہ تو مجھکو عذاب نہ دیگا اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہا جبریل نے اور سچ کہا میرے نبی نے اور سچ کہا انس نے اور سچ کہا زہری نے اور ٹھیک بیان کیا معمر نے اور سچ بیان کیا عبد الرزاق نے اور ویسا ہی بیان کیا تو نے پھر مجھپر خلعت ہوا اور جنت تک غلام میرے آگے آگے چلے اوسوقت مین نے کہا کہ خوشی اسکو کہتے ہین۔ اور ایک خبر مین ہے ع۶ کہ ایک آدمی بنی اسرائیل مین سے لوگون کو نا امید کیا کرتا تھا اور اونپر سختی کرتا تھا قیامت کے روز خدا تعالی اوسکو فرماویگا کہ جیسا تو نے میرے بندون کو نا امید کیا مین آج تجھکو اپنی رحمت سے نا امید کرونگا۔ اور ایک حدیث مین ہے ع۷ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص دوزخ مین داخل ہوگا اور اوسمین ہزار برس رہیگا اور یاحنان یامنان پکاریگا اللہ تعالی جبریل علیہ السلام کو ارشاد فرماویگا کہ جا اور میرے بندے کو وہان سے لے آ حضرت جبریل تعمیل حکم فرماوینگے اور اوسکو پاس لاکر کھڑا کر دینگے اللہ تعالی پوچھیگا کہ اپنی جگہ کا حال بیان کر کیسی ہے وہ عرض کریگا کہ نہایت بری ہے حکم ہوگا کہ اسکو اوسی جگہ لیجاؤ وہ اوسطرف جاویگا اور پھر پھر کر پیچھے کو دیکھتا جاویگا حکم ہوگا کہ کیا پھیر پھیر کر دیکھتا جاتا ہے عرض کریگا کہ مین نے یہ توقع کی تھی کہ اوس مکان سے نکالنے کے بعد پھر تو اوسمین مجھے نہین ڈالیگا حکم ہوگا کہ اسکو جنت مین لیجاؤ اس سے معلوم ہوا کہ اوسکی نجات کا سبب صرف رجا ہی ہوگئی

تیسرا بیان رجا کی تدبیر اور جس سے حالت رجا حاصل ہو کر غالب ہو جاوے —

جاننا چاہیے کہ رجا کی ضرورت دو آدمیون کو ہوتی ہے یا تو وہ شخص جسپر نا امیدی غالب ہو اور عبادت ترک کرے یا وہ شخص جسپر خوف غالب ہو اور مواظبت عبادت مین اتنی زیادتی کرے کہ اپنے نفس اور اپنے گھر والون کو ضرر پہونچاوے ایسے شخص دونون اعتدال سے تجاوز کر کے افراط و تفریط کیطرف مائل ہوتے ہین اور ایسے علاج کے محتاج ہین جس سے وہ اعتدال پر

ع۵ مین اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہون پس جو چاہے سو مجھ پر گمان کرے ۱۲

ع۶ بیہقی در شعب عن زہری بن الحکم مقطوعاً ۱۲

ع۷ ابن ابی الدنیا و بیہقی در شعب بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

آجاوین لیکن جو آدمی کہ گناہ پر مغرور ہو کر خدا تعالی پر تمنا کرے اور عبادت سے روگردان ہو
اور گناہوں میں گھسا رہے تو اوسکے حق میں رجا کی دوا زہر مہلک ہو جاتی ہے جیسے شہد کہ
جسپر غلبہ برودت ہو اوسکے حق میں شفا ہے مگر جسپر غلبہ حرارت ہو اوسکے حق میں زہر ہے اسلیے
مغرور کے لیے بجز دوائ خوف اور اون اسباب کے جنسے خوف پیدا ہوا اور کچھہ بکار آمد نہیں نظر بریں
جو شخص لوگوں میں وعظ کہتا ہو اوسکو واجب ہے کہ موقع علت کو دیکھتا رہے اور ہر علت کا
اوسکی ضد سے علاج کرے ایسی چیز سے علاج نکرے جس سے بیماری زیادہ ہو جاوے اسلیے کہ
مطلوب یہی ہے کہ ہر ایک صفت اور خلق میں اعتدال اور درجہ اوسط جو سب سے عمدہ ہوتا ہے
حاصل ہو جاوے اور جب اوس سے تجاوز ہو جاوے تبھی علاج اوسکی درجہ اوسط پر آنے کا
کرنا چاہیے نہ ایسی طرح کہ وسط سے اور زیادہ دوری ہو جاوے اور یہ وقت ایسا ہے کہ اوس میں
اسباب رجا کے لوگوں میں بیان نہیں کرنے چاہیئں بلکہ خوف دلانے میں بھی اگر مبالغہ کیا جاوے
تب بھی راہ راست پر آنا دشوار ہے اور اسباب رجا کا ذکر کرنا بالکل ہی تباہ و برباد کر دیتا ہے
مگر چونکہ ذکر رجا دلوں پر ہلکا معلوم ہوتا ہے اور نفسوں کو لذیذ تر اور واعظوں کی غرض بھی
دلوں کا پھیرنا اور ہر حال میں اپنے لیے اونکا ثنا خوان رہنا ہوتی ہے اسلیے وہ رجا کے میلان
پر جھک پڑے یہاں تک کہ خرابی بڑھگئی اور سرکشوں کی دونی سرکشی بڑھگئی حضرت علی
کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عالم وہ شخص ہے جو لوگوں کو نہ خدا کی رحمت سے نا امید کرے
نہ اوسکے عذاب سے بیخوف۔ اور ہم اسباب رجا کو جو ذکر کرتے ہیں تو نا امید کے باب میں علاج
کرنیکے لیے ذکر کرتے ہیں یا اوس شخص کے حق میں جسپر خوف غالب ہو کتاب اللہ اور
حدیث شریف کا مقتضا یہی ہے کیونکہ دونوں میں خوف و رجا ساتھہ ہی پائے جاتے ہیں
یعنی قرآن شریف اور حدیث میں سب اقسام کے مریضوں کے اسباب شفا مذکور ہیں تاکہ
علما جو وارث انبیا ہیں حاجت کے بموجب اونکو استعمال کریں جیسے کوئی طبیب حاذق علاج
کیا کرتا ہے بیوقوف کا سا علاج نکریں جنکو یہ وہم ہوتا ہے کہ ہر ایک دوا ہر مریض کے لیے
مناسب ہے کیسا ہی مرض کیوں نہ رکھتا ہو۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حالت رجا کے غالب ہونیکی
دو صورتیں ہیں ۔ اول صورت یہ ہے کہ جو کچھ ہم اقسام نعمتوں میں لکھہ چکے ہیں شکر کے باب میں
اوسکو خوب تامل سے دیکھے یہاں تک کہ اوسکو اللہ تعالی کی نعمتوں کے لطیفے دنیا میں بندوں پر
معلوم ہو جاویں اور جو حکمتیں عجیب کہ اوسنے انسان کی پیدایش میں ملحوظ رکھی ہیں اونکا

ظاہر ہو جاوے کہ دنیا مین جو چیز انسان کی ہمیشہ موجود رہنے مین ضروری تھی وہ سب اوسکے لیے
مہیا کر دی جیسے غذا کے آلات اور جو چیز کام کرنے مین کام کی تھی وہ بھی مثلاً اونگلیان اور
ناخن اور اشیاے زینت بھی عنایت فرمائین جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور آنکھ مین کسی طرح کا
رنگ ہونا اور لبون کا سرخ ہونا وغیرہ کہ اگر یہ چیزین مثلاً نہوتین تو کسی غرض انسانی مین خلل
نہوتا صرف خوبصورتی جاتی رہتی عنایت الٰہی سے وہ بھی موجود رہی پس مقام غور ہے کہ جب
اوسنے اپنے بندون سے ان جیسے دقائق مین قصور و کوتاہی نہین کی اور زیادتی زینت اور
حاجت اور بقا کی چیزین بندون سے جانے نہین دین تو وہ کیسے راضی ہوگا کہ اپنے بندونکو
ہلاک ابدی مین پہونچاوے علاوہ ازین اگر دنیا ہی مین خوب تامل کرو تو معلوم ہو کہ اکثر لوگونکے
لیے دنیا مین اسباب سعادت موجود ہین یہان تک کہ اونکو دنیا سے جدا ہونا برا معلوم ہوتا ہے
اگرچہ اونسے یہ کہدیا جاوے کہ بعد موت کے تمکو نہ کبھی عذاب ہوگا نہ کچھ حساب کتاب پس وہ لوگ
جو نیست ہونے کو برا جانتے ہین یہی وجہ ہے کہ اسباب نعمت کے اکثر زیادہ رہتے ہین موت کے
تمنا کرنے والے بہت کم ہین اور اگر تمنا بھی کرتے ہین تو کسی حالت شاذ و نادر اور حادثہ
عجیب غریب مین کرتے ہین تو جب اکثر خلق پر دنیا مین غالب حال خیر و سلامتی ہی ہے تو خدا تعالیٰ کا
طریق بدلتا نہین ایک سا رہتا ہے اس سے ظن غالب ہوتا ہے کہ آخرت کا امر بھی ایسا ہی ہو
کیونکہ مدبر دنیا و آخرت کا ایک ہے جسکا نام غفور و رحیم و لطیف ہے جیسے یہان بندون پر لطف و کرم
نگاہ رکھتا ہے وہان بھی ایسا ہی سلوک کریگا جب آدمی اسطرح سوچیگا تو اوسپر اسباب رجا غالب
ہو جاوینگے اور کہیگا شعر تو مگو ما را بدان شہ بار نیست — بر کریمان کارہا دشوار نیست
اور اسی صورت مین یہ بھی ہے کہ شریعت کی حکمت مین تامل کرے اور دنیا مین جو مصالح اوسکے
بر روے کار آتے ہین اونکو دیکھے کہ بندون کے لیے کیسی کیسی رحمت کی ہے بعض عارفین سورۂ
بقر کی آیت مداینت کو اسباب رجا مین سے زیادہ قوی سمجھتے ہین لوگون نے پوچھا کہ اسمین رجا کیا ہے
فرمایا کہ دنیا سب کی سب تھوڑی ہے اور آدمی کا رزق اوسمین سے تھوڑا ہے اور رزق کی
نسبت قرض تھوڑا ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے اوسکے باب مین سب سے بڑی آیت اوتاری تاکہ
بندے دین کی یادداشت مین احتیاط کرین جب ایسی قلیل چیز کی احتیاط کا اتنا پاس کیا تو
دین کی احتیاط کیسے نہین فرماویگا یہ تو ایسی چیز ہے کہ اوسکا کوئی عوض ہی نہین —
دوسری صورت تلاش کرنا آیات و اخبار و آثار کا جو رجا کے باب مین وارد ہین اور وہ بشمار

میں آیات یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ
اور قراءت نبوی میں وَلَا یُبَالِیْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ہے اور فرمایا وَالْمَلٰٓئِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ اور یہ ارشاد فرمایا کہ دوزخ کو دشمنوں کے لیے تیار کیا اور
اور اوس سے اپنے دوستوں کو ڈرایا چنانچہ فرمایا لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ
یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ اور فرمایا وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ اور فرمایا فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا
تَلَظّٰی لَا یَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَی الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی اور فرمایا وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ
روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے باب میں سوال کیا کرتے تھے یہاں تک
کہ آپ سے یہ آیت قال ان ربک الخ اوتری اور حکم ہوا کہ اب بھی تو راضی نہیں ہے اور
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی کی تفسیر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک بھی امت محمد میں
دوزخ میں رہیگا تو محمد راضی نہوگا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء اور حضرت
امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ عراق والے کہتے ہیں کہ کلام مجید میں سب سے زیادہ توقع کی
آیت یہ ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ الآیہ اور ہم
کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ توقع کی آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ہے اور اخبار رجا کے
یہ ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت
مرحومہ ہے اسپر آخرت میں عذاب نہوگا اوسکی سزا خدا تعالیٰ دنیا ہی میں لیلیتا ہے اور آفات سے
دیدیتا ہے قیامت کے روز ہر ایک شخص کو میری امت میں سے ایک شخص اہل کتاب سے دیا جائیگا
اور کہا جاویگا کہ دوزخ کی آگ کا فدیہ تیرے لیے یہ شخص ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ
ہر ایک آدمی اس امت کا ایک یہودی یا نصرانی لاویگا اور یہ کہیگا کہ میرا عوض آگ دوزخ کے لیے
یہ ہے اور اسکو دوزخ میں ڈالدیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحُمّٰی مِنْ
فَیْحِ جَهَنَّمَ وَهِیَ حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ اور خداوند کریم کے اس قول یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی
کہ میں حساب تمہاری امت کا تمہارے سپرد کیے دیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ الٰہی ایسا نہ کر میری نسبت
اونکے لیے تو بہتر ہے حکم ہوا کہ اب ہم اونکے باب میں تمکو رسوا نہ کرینگے اور حضرت انس سے
اس طرح مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں استدعا کی کہ میری امت

گناہ ہونگے حساب میرے سپرد فرما دے تاکہ اونکی خطاؤن پر میرے سوا اور کوئی مطلع نہو حکم ہوا کہ یہ لوگ تمھاری تو صرف امت ہیں اور میرے بندے ہیں تمھاری نسبت میں انپر زیادہ رحیم ہوں انکا حساب اپنے سوا اور کسیکو نہ دونگا تاکہ انکی خطائیں نہ تمکو معلوم ہوں نہ کسی دوسرے کو سبحان اللہ کیسی پیاری عبارت ہے

شاہا اگر بجای رسول تو کریم ‖ صد شکر پس ایم میان دو کریم
با رادہ ہم از جرم خجل شرمسار ‖ سالار ان جمع گنہ ۔۔۔ کرم

اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری زندگی اور موت دونوں تمھارے حق میں بہتر ہیں زندگی میں تو تمھارے لیے طریق شرع بیان کرتا ہوں اور شرع بیان کرتا ہوں اور مرنے پر تمھارے عمل مجھپر پیش ہونگے جو اون میں سے عمدہ ہونگے انپر خدا کا شکر کرونگا اور اگر کوئی برا ہوگا تو تمھارے لیے مغفرت کی دعا کرونگا

جانم فدای تو کہ ترا ہست بے گمان ‖ از مہر تا بجد بہیں بہست کی اتنا ان

اور ایک روز آپ نے یا کریم العفو فرمایا حضرت جبرئیل نے پوچھا کہ آپ کو اس لفظ کی تفسیر معلوم ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ اول سیأت کو اپنی رحمت سے معاف کیا پھر اپنے کرم سے اونکو نیکیوں سے بدل دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے کہ الٰہی میں تجھسے تمام نعمت کی التجا کرتا ہوں آپنے پوچھا کہ تجھکو معلوم ہے کہ نعمت کا تمام ہونا کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ نعمت کا کمال جنت میں داخل ہونا ہے علما فرماتے ہیں کہ اللہ نے ہمارے اوپر اپنی نعمت پوری کی کہ ہمارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا اور حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرکے طلب آمرزش اور عفو کی کرتا ہے تو اللہ تعالی اپنے فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے کو اوسنے گناہ کیا پھر جانا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہوں کی عوض پکڑتا بھی ہے میں تمکو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اوسکو معاف کردیا۔ اور ایک حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ اگر بندہ اتنے گناہ کرے کہ اوسکے گناہ بلندی آسمان تک پہونچ جاویں تو جب تک مجھسے بخشوانا رہیگا اور مجھسے امید رکھیگا میں بخشدونگا۔ اور ایک اور حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ اگر بندہ زمین کی مقدار میرے پاس گناہ لیکر آویگا میں بھی اوسیکے اوسیقدر مغفرت سے ملاقات کرونگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو چھ گھڑی تک فرشتہ نامہ اعمال میں نہیں لکھتا۔ اس اثنا میں اگر توبہ اور استغفار کرلیتا ہے تو تو اوس گناہ کو نہیں لکھتا ورنہ ایک برائی لکھتا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جب

ع بزار نے روایت کیا عبداللہ بن مسعود اور اسکی سند میں عبدالعزیز بن ابی داؤد ہے جسکو اکثروں نے ضعیف کہا ہے اور ابن معین نے ثقہ کہا ۱۲

ع یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تجھے نہیں ملا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال ہے اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے ۱۲

ع اسکی سند پہلے گذری

برائی لکھ لیتا ہے اور وہ کچھ عمل خیر پھر کرلیتا ہے تو دہنی طرف کا فرشتہ جو حاکم ہے بائین طرف
والے اپنے تابع سے کہتا ہے کہ تو یہ برائی جو ابھی لکھی ہے اپنے یہان سے دور کر دے مین اپنے
یہان سے ایک نیکی اوسکی دور کر دونگا یعنی جو عمل نیک اوسنے اب کیا ہے اوسکو وہین کی جگہ
نہ لکھونگا اسطرح وہ برائی بندہ کی دور کر دی جاتی ہے - اور حضرت انس روایت کرتے ہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اوسکے ذمہ لکھا جاتا ہے
ایک اعرابی نے پوچھا کہ اگر وہ توبہ کرے آپنے فرمایا کہ مٹا دیا جاتا ہے اوسنے پوچھا کہ اگر وہ
پھر خطا کرے آپنے فرمایا کہ اوسکے اوپر لکھی جاویگی اوسنے عرض کیا کہ اگر توبہ کرے آپنے
فرمایا کہ نامہ اعمال سے محو کر دی جاویگی اوسنے عرض کیا کہ کب تک ایسا ہوتا رہیگا آپنے فرمایا
کہ جبتک کہ شخص توبہ و استغفار کرتا رہیگا خداے تعالی مغفرت سے نہین گھبراتا یہان تک
کہ بندہ استغفار سے گھبرا جاوے پھر جب کوئی بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو داہنا فرشتہ
عمل سے پہلے ہی ایک نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر وہ شخص قصد کے بعد اوس کام کو کرتا بھی ہے
تو فرشتہ نیکی کو دس نیکیان لکھتا ہے پھر اوسکو خداے تعالی سات سو گنی تک بڑھا دیتا ہے اور جب
آدمی قصد خطا کرتا ہے تو اوسپر لکھی نہین جاتی اور جب کہ کر لیتا ہے تو ایک ہی قصور ذمہ
لکھا جاتا ہے اور بعد عفو الہی اسکے رہتے ہین یعنی توبہ نہین کرتا تب بھی معاف ہی ہو جاتے ہین - اور ایک
شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مین ایک مہینہ سے
زیادہ کے تو روزے نہین رکھتا اور پانچ نمازون سے زیادہ نماز نہین پڑھتا اور میرے
مال مین صدقہ اور حج اور زکوۃ اور خیرات کچھ نہین تو ایسے حال مین اگر مین مرونگا تو کہان
رہونگا آپنے فرمایا کہ جنت مین اوسنے عرض کیا کہ آپکے ساتھ یا رسول اللہ آپنے تبسم فرما کر کہا
کہ ہان میرے ساتھ بشرطیکہ تو دل کو دو باتون سے محفوظ رکھے یعنی کینہ اور حسد سے اور زبان کو
دو چیزون غیبت اور جھوٹ سے بچاوے اور اپنی آنکھون کو بھی دو ہی چیزون سے روکے
ایک تو دیکھنا خداے تعالی کی حرام کی ہوئی چیزون کو دوسرے حقارت کرنی اور چشمک مارنی
کسی مسلمان پر اگر ان سب باتون سے اپنے آپ کو بچاویگا تو میرے ساتھ کیا میری ان دونون
کف دست پر تو جنت مین جاویگا - اور ایک بڑی حدیث مین حضرت انس سے مروی ہے
کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خلق کے حساب کا متکفل کون ہوگا
آپنے فرمایا کہ خداے تعالی جل شانہ ہوگا اوسنے عرض کیا کہ آیا وہ خود حساب لیگا آپنے فرمایا

کہ ہاں اعرابی نے تبسم کیا آپ نے پوچھا کہ کس بات سے تبسم کرتے ہو اوسنے عرض کیا کہ اسوجہ سے خوشی ہے کہ کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیا کرتا ہے اور اگر حساب لیتا ہے تو چشم پوشی کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اعرابی سچ کہتا ہے جان لو کہ کوئی کریم خدای تعالی سے زیادہ کریم والا نہیں ہے سب اکرم وہی ہے پھر فرمایا کہ اعرابی بات سمجھ گیا اور اوسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ خداوند تعالی نے کعبے کو شرف اور عظمت عنایت فرمائی ہے اور اگر بالفرض اسکو کوئی بندہ ایک ایک پتھر کرکے گرا دے اور پھر پھونک دے تو اتنا گناہ نہو گا جتنا کہ کسی ولی اللہ کی حقارت کرنے سے ہوتا ہے اعرابی نے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ ایماندار سب کے سب اولیاء اللہ ہیں کیا تو نے قول خدای تعالی کا نہیں سنا اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اور بعض احادیث میں ہے اَلْمُؤْمِنُ اَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ وَالْمُؤْمِنُ طَيِّبٌ طَاهِرٌ وَالْمُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت کے بقیہ سے دوزخ کو ایک کوڑا بنایا کہ جس سے بندوں کو جنت کیطرف ہنکاتا ہے اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے خلق کو اسلیے پیدا کیا کہ وہ مجھسے کچھ نفع لیں اس لیے کہ میں اون سے کچھ نفع لوں اسی مضمون کے قریب مولانا روم فرماتے ہیں شعر

من نکردم امر تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اور حضرت ابو سعید خدری سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ خدای تعالی نے کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی جس سے بڑھکر دوسری چیز نہ بنائی ہو اور اپنی رحمت کو غضب سے غالب پیدا کیا ہے۔ اور حدیث مشہور میں مروی ہے کہ خدای تعالی نے قبل پیدائش خلق کے اپنے نفس پر یہ حال لکھ لیا ہے کہ اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ اور معاذ بن جبل اور انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اور فَمَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ وَمَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا حَرُمَتْ عَلَيْهِ النَّارُ وَلَا يَدْخُلُهَا مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ اِيْمَانٍ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کافر کو وسعت رحمت الٰہی معلوم ہو جاوے تو خدای تعالی کی بہشت سے ناامید نہو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ تو صحابہ سے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے یہ وہ دن ہے

کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ کھڑے ہو کر اپنی اولاد مین سے دوزخ کی رسد نکالو وہ عرض
کرینگے کہ کتنے حکم ہوگا کہ ہزار مین سے نوسو ننانوے دوزخ کے لیے رکھو اور ایک شخص جنت
کے لیے بیٹھے وہ یہ سنکر سب لوگ حیران ہوگئے اور رونا شروع کیا اور اوس روز کچھ شغل اور
کام نہ کیا اس اثنا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکے پاس آئے اور فرمایا کہ تم لوگ کام کیون
نہین کرتے اونھون نے عرض کیا کہ آپ نے وہ حدیث سنا کر اب کسکو تاب ہے کہ کام مین
مشغول ہو آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بھی معلوم ہے کہ اور قومون کی نسبت کہ تم گنتی مین کتنے ہو
تاویل و تاریس اور منسک اور یاجوج اور ماجوج کی قومین کہان گنتی مین اتنی قومین ہین کہ اونکی
شمار خدای تعالی کے سوا اور کوئی نہین جانتا تمھاری اونکے سامنے کچھ بھی شمار نہین تم تو
سب کی نسبت ایسے ہو جیسے سیاہ بیل کے چمڑے مین ایک سفید بال ہوتا ہے یا گدھے
کے پانون مین اور رنگ کا داغ ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو خوف کے تازیانے سے کیسا ہانکتے تھے اور پھر رجا کی باگ
کیسے اللہ تعالی کیطرف کھینچتے تھے چنانچہ اول خوف کے تازیانے سے سب کو ہنکایا اور
جب معلوم کیا کہ شدت خوف نے اونکو حد اعتدال سے باہر کر دیا اور نا امیدی مین جا پڑے
تو اوسیوقت دوا رجا سے اونکا علاج کیا اور اونکو پھر اعتدال کی صورت پر کر دیا اور دوسرا
قول مخالف اول قول کے نہ تھا بلکہ اول جس چیز کو سبب شفا جانا اوسکو بیان کر دیا اور اوسی پر
اکتفا فرمائی مگر جب حاجت معالجے کی رجا سے دیکھی تو اصل بات پوری ذکر فرمادی پس
واعظین کو بھی چاہیے کہ پیروی اوس جناب مقدس کی وعظ کے باب مین ہاتھ سے ندین اور
استعمال اخبار خوف و رجا مین حاجت کے موافق رعایت کرین یعنی جیسی علت باطنی دیکھین
ویسی ہی تدبیر اوسکے دور کرنے کی کرین اور اگر کوئی واعظ اس بات کا لحاظ نکریگا تو جسقدر
اوسکی وعظ سے درستی اور صلاح کی توقع ہے اوس سے زیادہ بگاڑ ہوجائیگا اور ایک حدیث[۱ح]
شریف مین ہے کہ اگر تم گناہ نکرو تو خدای تعالی اور خلقت پیدا کرے کہ وہ گناہ کرین اور اونکے
قصور بخشدیے جاوین اور ایک روایت[۲ح] مین یون ہے کہ خدا تمکو لیجاوے اور دوسری خلقت
لاوے جو گناہ کرین اور بخشے جاوین کیونکہ اوسکی ذات غفور و رحیم ہے اور ایک حدیث[۳ح] مین ہے
کہ اگر تم گناہ نکرو تو مجھکو تم پر ایسی چیز کا خوف ہے کہ وہ گناہ سے بھی بری ہے لوگون نے
عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عجب ہے اور ایک حدیث[۴ح] شریف مین آپنے ارشاد فرمایا

۱ح مسلم بروایت ابو ایوب ۱۲
۲ح مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲
۳ح بزار و ابن حبان ضعفا و بیہقی در شعب بروایت انس ۱۲
۴ح بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق ۱۲

کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے مین محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندہ مومن پر زیادہ رحم کرتا ہے بہ نسبت مادر شفقہ کے رحم کے اپنی اولاد پر۔ اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز ایسی مغفرت کریگا کہ کبھی کسی کے دل پر نہ گذری ہو یہان تک کہ ابلیس بھی اوسکا منتظر ہوگا کہ شاید مجھکو بھی یہ مغفرت پہونچ جاوے اسی مضمون کو سعدی رح نے نظم کیا ہے شعر

اگر ور دہد یک صلاے کرم	عزازیل گوید نصیبے برم

اور ایک حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی کی سو رحمتین ہین جنمین سے ننانوے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہین اور ایک دنیا مین ظاہر کی ہے اوسی ایک کے باعث تمام خلق ایک دوسرے پر رحم کرتے ہین اور والدہ اپنے لڑکے پر اور جانور اپنے بچون پر شفقت کرتے ہین جب قیامت کا روز ہوگا تو خداوند کریم اس ایک رحمت کو اون ننانوے مین ملا کر خلق پر پھیلاویگا انمین سے ہر ایک رحمت بمقدار سب طبقات آسمان و زمین کے ہوگی بھلا ایسی رحمت کے ہوتے اوس روز بجز تباہ کار کے اور کون ہلاک ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ تم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو اوسکا عمل جنت مین پہونچا دیوے یا دوزخ سے بچاوے (یعنی بدون رحمت الہی عمل بکار آمد نہین) لوگون نے عرض کیا کہ آپ بھی ایسے نہین آپنے فرمایا کہ مین بھی ایسا نہین الا اوس صورت مین کہ مجھکو رحمت میرے پروردگار کی ڈھانپ لے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اِعْمَلُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاعْلَمُوْا اِنَّ اَحَدًا لَنْ یُّنْجِیَهٗ عَمَلُهٗ اور فرمایا کہ مین نے اپنی شفاعت اپنی امت کے بڑے گناہ کرنے والون کے لیے چھپا رکھی ہے کیا تم یہ جانتے ہو کہ شفاعت اہل تقوے طاعت گزارون کے لیے نہین بلکہ آلودگان عصیان کے لیے ہے شعر

دلا خوش باش کان محبوب جان را	بدرویشان و مسکینان سرے ہست

اور فرمایا بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّةِ السَّمْحَةِ السَّهْلَةِ اور فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دونون اہل کتاب یعنی یہود و نصاری جان لین کہ ہمارے دین مین وسعت ہے اور اسی معنی کی طرف یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالی نے مومنین کی دعا قبول فرمائی کہ اونکی اس استدعا کے جواب مین لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا ارشاد فرمایا وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ اور محمد بن حنیفہ حضرت علی رض سے روایت کرتے ہین کہ جب یہ قول الہی نازل ہوا فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ صفح جمیل کسکو کہتے ہین حضرت جبریل نے فرمایا کہ جس شخص نے تمپر ظلم کیا ہو اگر تم اوسکو معاف کر دو تو

ابن ابی الدنیا بروایت حذیفہ بسند ضعیف

بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ

بخاری و مسلم

یہ حدیث اوپر گذری

یہ حدیث اوپر گذری

پھر عتاب نکرو آپ نے فرمایا کہ ای جبریل اس سے معلوم ہوا کہ اگر خدای تعالی کسیکو معاف فرماویگا تو اوسپر بھی عتاب کریگا پس حضرت جبریل علیہ السلام روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے خداوند کریم نے اون دونون کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا اونھون نے آکر کہا کہ تمھارا پروردگار تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تمکو مین معاف کردونگا اوسپر کیسے عتاب کرونگا یہ امر میرے کرم کے لائق نہین غرضکہ اخبار اس باب مین بے شمار ہین آپ آثار کو سننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور دنیا مین اوسکو خدای تعالی پوشیدہ رکھے اوسکا کرم اس بات کو نہین چاہتا کہ اوسکا پردہ آخرت مین کھولے اور جو کوئی گناہ کرے اور اوسکو دنیا ہی مین سزا ملجاوے تو عدل الٰہی اس بات کا مقتضی نہین کہ اپنے بندہ کو دوبارہ آخرت مین سزا دے۔ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ میرا حساب اگر میرے ماں باپ ہی کے حوالہ کیا جاوے تب بھی مین اچھا نہین جانتا کیونکہ کہ مجھکو یقین ہے کہ خدای تعالی میرے اوپر ماں باپ کی نسبت کہیں زیادہ رحیم ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ ایماندار جب نافرمانی کرتا ہے تو خدای تعالی اوسکی تقصیر فرشتون کی آنکھ سے چھپا دیتا ہے کہ ایسا نہو کہ خطا دیکھکر گواہ بنجاوین اور محمد بن سعید نے اپنے ہاتھ سے اسود بن سالم کو لکھا کہ جب بندہ اپنے نفس پر زیادتی کرتا ہے اور پھر ہاتھ اوٹھا کر یا رب کہتا ہے تو فرشتے اوسکی آواز روک دیتے ہین اسیطرح دوسری بار اور تیسری بار اتفاق ہوتا ہے یہان تک کہ چوتھی دفعہ جب یا رب کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم میرے بندے کی آواز کب تک چھپاؤگے میرے بندے نے جان لیا ہے کہ اوسکے لیے سوا میرے اور کوئی پروردگار ایسا نہین جو گناہ بخشدے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اوسکو بخشدیا۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ ایک رات خانہ کعبہ کا طواف مجھکو تنہا نصیب ہوا اور وہ رات بہت اندھیری تھی مین نے ملتزم مین دروازہ کعبہ کے پاس کھڑے ہوکر التجا کی کہ الٰہی مجھکو گناہ سے محفوظ رکھ کہ کبھی تیری نافرمانی نکرون اوسوقت ہاتف غیبی نے خانہ کعبہ کے اندر سے آواز دی کہ ای ابراہیم تو ہم سے سوال عصمت کرتا ہے اور سب ایماندار ایسا ہی چاہتے ہین پس اگر مین سب کو معصوم کردون تو اپنا فضل و مغفرت کس پر کرون اسی کے قریب نظامی گنجوی رح فرماتے ہین شعر

گناہ من ار نامدے در شمار	ترا نام کے بودے آمرزگار

اور حضرت حسن بصری رحمہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایماندار گناہ نکرے تو عالم غیب اسرار آسمانی مین اوڑتا پھرے مگر خداے تعالیٰ نے گناہون کو باعث اوسکو مقید کر دیا ہے اور حضرت جعفر بن محمد فرماتے ہین کہ اگر کرم کی نظر ہوگی تو بدون کو نیکون مین ملا دیگی۔ اور حضرت مالک بن دینار ابان سے ملے اور اونسے فرمایا کہ کب تک لوگون کو تم رخصتون کی حدیثین سناؤ گے اونھون نے جواب دیا کہ میان صاحب مجھکو توقع ہے کہ قیامت کے روز خداے تعالیٰ کا عفو تمکو اتنا نظر آویگا کہ خوشی کے مارے جامے مین نسماؤ گے۔ اور ربعی بن حراش تابعی اپنے بھائی کا حال جو عمدہ تابعین مین سے تھے اور موت کے بعد گفتگو اونھون نے ہی کی تھی اسطرح بیان کرتے ہین کہ جب میرے بھائی کی وفات ہوئی تو اونکو کفن دیکر جنازہ تیار کیا اونھون نے کفن اپنے منہ پر سے ہٹایا اور سیدھے بیٹھکر کہا کہ مین نے اپنے رب سے ملاقات کی اوسنے میری خاطرداری رحمت اور روزی سے فرمائی اور خداوند کریم مجھسے ناراض نہ تھا اور جتنا گمان ہے اوس سے مین نے یہ امر آسان پایا اب سستی نکرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض سب میری راہ دیکھ رہے ہین کہ مین انکے پاس پھر کر جاؤن یہ کہکر پھر گر پڑے جیسے کنکر کسی طشت مین گرتی ہے ہمنے اونکو اوٹھا کر دفن کیا۔ اور حدیث مین یہ قصہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل مین دو شخصون نے آپس مین خدا کیواسطے بھائی چارہ کیا تھا ایک اون دونون مین سے اپنے نفس پر زیادتی کرتا تھا اور دوسرا عابد تھا اور ہمیشہ اول کو وعظ و ملامت کیا کرتا وہ اوسکے جواب مین کہدیتا کہ مین جانون اور میرا پروردگار تم میرے اوپر ناظر مقرر نہین یہان تک کہ ایک روز اوس عابد نے اوس دوسرے شخص کو گناہ کبیرہ کرتے دیکھ لیا اور غصے مین آکر کہا کہ خدا تجھکو نہ بخشیگا خداے تعالیٰ اوس عاصی سے قیامت کے روز فرماویگا کہ کیا کسیکو یہ بات طاقت ہے کہ میری رحمت میرے بندون سے روک لے جا مین نے تجھکو بخشدیا اور عابد سے ارشاد فرماویگا کہ تجھپر مین نے دوزخ کو لازم کر دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عابد نے ایسی ایک بات کہی جس سے اپنی دنیا و دین خراب کر دی۔ اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک چور چالیس برس تک راہزنی کیا کرتا تھا اوسکے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ہوا اور آپکے پیچھے ایک عابد حوارئین مین سے بھی تھا چور نے اپنے دلمین کہا کہ یہ پیغمبر خدا یہان کو گذرتے ہین اور اونکے پہلو مین ایک حواری بھی ہے اگر مین بھی اوتر کر انکے ساتھ ہولون تو بہتر ہے یہ ارادہ کرکے اوترا اور چاہتا تھا کہ عابد کے قریب جاوے مگر اوسکی تعظیم اور اپنے نفس کی تحقیر کرکے کہتا تھا کہ مجھ جیسے

شخص کو اس عابد کے برابر چلنا نہیں چاہیے اور جب عابد نے جو معلوم کیا کہ میرے ساتھ
چور آتا ہے تو اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص میری برابری کرتا ہے اس خیال سے اوس سے کنارہ
کر کے آگے ہو گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر چلنے لگا صرف چور پیچھے رہ گیا راوی
کہتے ہیں کہ خدای تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ان دونوں سے کہدو کہ
تمہارے پچھلے عمل سب باطل کر دیے اب نئے سرے سے عمل کرو حواری کی حسنات جاتی رہیں
اس وجہ سے کہ اوسنے اپنے نفس پر عجب کیا اور اس دوسرے شخص کی برائیاں مٹا دیں اسلیے
کہ اوسنے اپنے نفس کو حقیر جانا حضرت عیسیٰ نے بموجب حکم کے اون دونوں کو اطلاع کر دی اور
چور کو اپنے ساتھ لیا اور اوسکو حواری کیا۔ اور مسروق سے روایت ہے کہ ایک نبی انبیا
علیہم السلام میں سے سجدے میں تھے کسی سرکش نے اونکی گردن پر پاؤن ایسے زور سے
رکھا کہ کنکر اونکی پیشانی میں گھس گیا اونھوں نے سر اوٹھا کر غصہ میں اوسکو فرمایا کہ جا تجھکو
خدا ہرگز نہ بخشیگا اوسیوقت اونپر وحی آئی کہ میرے بندوں کے بارے میں تم قسم کھاتے ہو
میں نے اوسکو بخشدیا۔ اور اسی کے قریب وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس سے
منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے لیے بددعا نماز میں کیا کرتے تھے تو یہ آیت
اوتری لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ آپ نے بددعا چھوڑ دی اور اللہ
نے اونمیں سے اکثر لوگوں کو مشرف باسلام فرمایا۔ اور روایت ہے کہ دو شخص عابدونمیں سے
عبادت میں برابر تھے جب وہ جنت میں گئے تو ایک کو بہ نسبت دوسرے کے اونچا درجہ ملا
اوس کم رتبہ والے نے عرض کیا کہ الٰہی دنیا میں اس شخص نے مجھسے زیادہ عبادت نہیں کی مگر
تو نے اوسکو بڑا رتبہ عنایت فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ شخص مجھسے دنیا میں بڑے درجوں
کی درخواست کیا کرتا اور تو صرف آتش دوزخ سے نجات کی دعا مانگا کرتا تھا میں نے ہر ایک
بندے کو اوسکی درخواست کے بموجب عنایت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت رجا کے
ساتھ کرنی افضل ہے اسواسطے کہ رجا والے پر محبت غالب ہوا کرتی ہے بہ نسبت خائف کے
دیکھو جو بادشاہ کہ اوسکی خدمت عقاب کے خوف سے کریں اور دوسرے کی خدمت انعام کی
توقع سے کریں تو ان دونوں میں بہت فرق ہوگا اسی جہت سے خدای تعالیٰ نے حکم
حسن ظن کا فرمایا ہے اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے
بڑے بڑے درجات طلب کرو کیونکہ تم سخی سے مانگتے ہو اوسکے نزدیک دینا کچھ بڑی بات نہیں

یہ روایت احیاء کے الفاظ سے نہیں ملی ترمذی نے بروایت ابن مسعود دونوں نقل کیا ہے سلوا اللہ من فضلہ فان اللہ یحب ان یسأل ۱۲

اور فرمایا کہ جب تم خدای تعالی سے کچھ سوال کرو تو نہایت رغبت سے مانگو اور فردوس اعلی
کی درخواست کرو اسلیے کہ اوسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین جسکو وہ نہ دے سکے۔ بکر بن سلیم
صواف فرماتے ہین کہ ہم مالک بن انس کے پاس اوس شام کو گئے جسمین اونکا انتقال ہوا ہمنے
پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے اونھون نے فرمایا کہ مجھے نہین معلوم کہ تمکو کیا جواب دون مگر عنقریب
تم خدای تعالی کا عفو اتنا دیکھوگے جسکا کچھ تمکو گمان بھی نہوگا پھر ہم وہان ہی تھے یہان تک
کہ آپ کی آنکھین ہم ہی نے بند کین۔ اور یحیی بن معاذ رحمہ اپنی مناجات مین کہتے کہ جو توقع مجکو
گناہون کے ساتھ تجھسے ہے وہ اوس توقع سے بڑی ہوجاتی ہے جو مجکو اعمال کے ساتھ
تجھسے ہے اسواسطے کہ اعمال مین مدار اعتماد اخلاص پر ہے اور وہ مجھہ مین کہان سے آیا تھا
مین تو آفت مین معروف ہون اور گناہون کے ساتھ مجکو تیرے عفو پر بھروسا ہوتا ہے تو
پھر تو کیسے گناہ نہ بخشیگا تو تو جود مین موصوف ہے۔ روایت ہے کہ ایک مجوسی نے
حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے یہان مہمان ہونا چاہا آپنے اوس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو
مسلمان ہوجاوے تو مین کھانا کھلاؤنگا وہ مجوسی چلا گیا اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی
کہ تمنے اوسکے دین کے اختلاف کے باعث اوسکو کھانا نہ کھلایا ہم اوسکو ستر برس سے
باوجود کفر کے کھانا دیے چلے جاتے ہین اگر تم ایک رات کھلا دیتے تو کیا تھا حضرت ابراہیم
اوسوقت اوس مجوسی کے پیچھے دوڑے گئے اور اوسکو پھیر لائے اور ضیافت کی مجوسی نے
پوچھا کہ اب سبب ضیافت کیا ہے اول تو آپنے انکار ہی کردیا تھا آپنے سارا قصہ
اوس سے مذکور فرمایا مجوسی نے عرض کیا کہ خدای تعالی مجھسے یہ معاملہ کرتا ہے پھر آپ سے
عرض کرکے مسلمان ہوگیا۔ اور استاد ابو سہل صعلوکی جو ہمیشہ ڈرانے مین معروف تھے
اونھون نے ابو سہل زجاجی کو خواب مین دیکھا اور حال پوچھا اونھون نے جواب دیا کہ جسقدر تم
ڈرایا کرتے تھے اوس سے ہم نے معاملہ سہل دیکھا اور کسی نے استاد ابو سہل کو بہت عمدہ
صورت مین خواب مین دیکھا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا اور پوچھا کہ یہ درجہ تمکو کیسے ملا اونھون نے
کہا کہ میرے حسن ظن کے باعث یعنی خدای تعالی کے ساتھ مجھکو اچھا گمان تھا ویسا ہی ہوا
اور ابو العباس بن شریح رحمہ نے اپنے مرض موت مین خواب دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے
اور خداوند جبار ارشاد فرماتا ہے کہ علما کہان ہین جب وہ حاضر ہوے تو اون سے سوال ہوا
کہ تمنے اپنے علم سے کیا عمل کیا سب علما نے جواب دیا کہ الہی ہمسے تقصیر ہوئی اور ہمنے برا کیا

مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲ اح

(۱۵۱)

راوی کہتے ہین کہ گویا یہ جواب جناب باری مین پسند ہوا اور پھر وہی سوال ہوا تا کہ کوئی اور
جواب دیوین ابن شبرمہ کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ میرے نامۂ اعمال مین شرک نہین ہے تو تو نے
وعدہ کیا ہے کہ شرک سے کم گناہ کو معاف کر دونگا حکم ہوا کہ اسکو لیجاؤ ہم نے اسکو بخشدیا
اور یہ بزرگ اس جواب سے تین دن کے بعد رحلت کر گئے - اور روایت ہے کہ ایک آدمی بہت
شراب خوار تھا ایکبار اپنے ہمنشینون کو جمع کر کے چار درہم غلام کو دیے کہ اس مجلس کے واسطے
کچھ میوہ خرید لا وہ غلام منصور بن عمار کے دروازے پر پہونچا وہ اوسوقت کسی فقیر کے لیے
کچھ مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی اس فقیر کو چار درہم دیگا مین اوسکے لیے چار دعا
مانگونگا غلام نے یہ سنکر چارون درہم اوس فقیر کو دیدیے منصور نے غلام سے پوچھا کہ تیرا
مطلب کیا ہے کس چیز کیواسطے دعا مانگون اوسنے کہا کہ میرا ایک آقا ہے مین چاہتا ہون
کہ اوس سے مجکو نجات ملے منصور نے دعا کی اور پوچھا کہ دوسرا مطلب بیان کر اوسنے کہا کہ ان
درہمون کا عوض خدا تعالی مجھکو عنایت کرے اونھون نے یہ بھی دعا کی اور پوچھا
تیسری غرض کیا ہے اوسنے کہا کہ خدا تعالی میرے آقا کو توبہ نصیب کرے اور اوسکی
توبہ قبول ہو اونھون نے دعا کر کے چوتھی بات پوچھی اوسنے کہا کہ خدا تعالی میری اور
میرے آقا کے اور قوم کی سبکی مغفرت کرے منصور نے یہ دعا بھی کی پھر وہ غلام واپس آیا
اوسکے آقا نے پوچھا کہ تونے دیر کیون کی اوسنے تمام قصہ کہا اوسنے پوچھا کہ پھر اون
چارون دعا کی تشریح کر اوسنے کہا کہ اول دعا تو یہ منگوائی کہ مین آزاد ہو جاؤن آقا نے جواب
دیا کہ جا تو آزاد ہے دوسری دعا کیا تھی اوسنے کہا کہ خدا تعالی میرے درہمون کا عوض مجھکو
دے آقا نے کہا کہ تجکو چار ہزار درہم ہمنے دیے تیسری دعا بتلا اوسنے کہا کہ آپ کو خدا تعالی
توبہ نصوح نصیب کرے آقا نے کہا کہ مین نے توبہ کی اب چوتھی دعا بتلا اوسنے کہا کہ
چوتھی یہ تھی کہ خدا تعالی مجھکو اور تجھکو اور قوم کو اور منصور کو بخشدے آقا نے کہا کہ یہ بات
میرے اختیار مین نہین جب اوس رات سویا تو خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے
کہ جو بات تیرے اختیار مین تھی وہ تو کر چکا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جو ہمارے اختیار مین ہے
ہم نہ کرینگے ہم نے تجکو اور غلام اور منصور بن عمار اور سب حاضرین وقت کو بخشدیا — اور
عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی سے روایت ہے کہ مین نے دیکھا کہ تین مرد اور ایک عورت
ایک جنازہ لیے جاتے ہین مین نے عورت کی جگہ اوسکا پایہ لے لیا اور قبرستان مین جاکر

رہ نہا۔ اوس میت کو دفن کیا پھر مین نے اوس عورت سے پوچھا کہ یہ مردہ تیرا کون تھا اوسنے کہا کہ میرا بیٹا تھا مین نے پوچھا کہ تمھارے کوئی پڑوسی نہ تھا اوسنے کہا کہ پڑوسی کیون نہین ہین مگر اس مردے کو حقیر سمجھتے تھے مین نے پوچھا کہ اسمین کیا برائی تھی اوسنے کہا کہ یہ لڑکا مخنث تھا۔ تب مجھے اوس عورت پر رحم آیا اور اوسکو اپنے گھر لیجا کر کچھ نقد اور جنس اور کپڑا دیا اور اوسی رات مین نے خواب مین دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا گویا چودھوین رات کا چاند ہے اور سفید کپڑے پہنے ہے اور پھر اشکر گذار ہے مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین وہی مخنث ہون جسکو تمنے آج دفن کیا تھا لوگون نے جو مجھکو حقیر سمجھا اس لیے خدای تعالی نے مجھپر رحم کیا۔ اور ابراہیم اطروش سے روایت ہے کہ ہم بغداد مین دجلہ کے کنارے پر حضرت معروف کرخی کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس دریا مین ایک چھوٹی کشتی نکلی پر کچھ جوان لوگ ڈھول بجاتے اور شراب پیتے اور کھیلتے نکلے لوگون نے حضرت معروف کرخی رح کی خدمت مین عرض کیا کہ دیکھیے یہ لوگ علانیہ خدا کی نافرمانی کرتے ہین انپر بددعا کیجیے آپنے ہاتھ اوٹھا کر دعا کی کہ الٰہی جیسا تونے انکو دنیا مین خوش کیا آخرت مین بھی خوش کر لوگون نے عرض کیا کہ ہماری غرض تو یہ تھی کہ آپ انپر بددعا کرین آپنے فرمایا کہ اگر خدای تعالی انکو آخرت مین خوش کریگا تو اول دنیا مین تائب کر دیگا یعنی خلاصہ میری دعا کا یہ ہے کہ اونکو ان حرکات سے توبہ نصیب کرے۔ اور بعض اکابر دعا مین یون کہتے کہ الٰہی دنیا مین کون ایسا ہے جو تیری نافرمانی نکرتا ہو مگر تیری نعمت سب پر اوپر کامل اور رزق جاری ہے تیری شان بہت بڑی ہے اور حلم نہایت افزون کہ تیری نافرمانی بھی ہوتی ہے مگر تو رزق دیے چلا جاتا ہے اور نعمت پوری عنایت فرماتا ہے گویا کہ پروردگارا تو غصہ ہی نہین ہوتا۔ حاصل یہ کہ یہ اسباب ایسے ہین جنسے رجا کی روح خوف والون اور ناامیدون کے دلون مین پڑتی ہے مگر احمق و مغرورون کو ہرگز ان باتون مین سے کچھ سننا نہین چاہیے اونکے لیے وہ ہے جو ہم اس باب خوف مین عنقریب لکھتے ہین اسواسطے کہ اکثر لوگ صرف خوف ہی سے صلاح پر آتے ہین جیسے کہ شریر غلام اور لڑکا بدون کوڑے اور چھڑی اور سخت کلامی کے درست نہین ہوتا اگر انکے خلاف اونسے برتا جاوے تو اونکی دین و دنیا کی بہتری مین خلل واقع ہو

دوسری فصل خوف کے بیان مین اور اوسمین تو بیان ہین اول بیان خوف کی حقیقت مین

واضح ہو کہ خوف درد دل و سوزش درونی کا نام ہے جو زمان آئندہ کی کسی بری توقع کے سبب ہوتا ہے اور رجا کی حقیقت کے بیان مین یہ بات خوب معلوم ہو چکی ہے اور جو شخص کہ خدا تعالی کے ساتھ مانوس ہو اور حق اوسکے دل پر محیط ہو جاوے کہ ہمیشہ جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے زمانے کا یکتا ہو تو ایسے شخص کو کچھ توجہ زمانہ مستقبل پر نہین رہتی اس جہت سے اوسکو نہ خوف ہوتا ہے نہ رجا بلکہ اوسکا حال ان دونون سے اعلی ہوتا ہے اسلیے کہ یہ دونون چیزین تو وہ باگین ہین کہ نفس کو اوسکی رعونتون پر نہین جانے دیتین اور اسیکی طرف اشارہ کیا ہے واسطی رحمۃ اللہ نے اپنے قول مین کہ خوف حجاب ہے درمیان خدا تعالی اور بندے کے اور یہی اونہین کا قول ہے کہ جب باطن پر حق غالب ہوتا ہے تو پھر اوس مین گنجایش رجا اور خوف کی نہین رہتی خلاصہ یہ کہ محب کا دل اگر مشاہدہ محبوب مین خوف فراق مین مشغول ہوگا تو مشاہدہ مین نقصان ہوگا بلکہ مشاہدہ کا مدام رہنا انتہا کے مقامات سے ہے لیکن اب ہم شروع مقامات مین گفتگو کرتے ہین جہان خوف بھی ہوتا ہے پس کہتے ہین کہ حالت خوف بھی تین چیزون سے مرکب ہوتی ہے اول علم دوم حال سوم عمل علم سے تو وہ علم مقصود ہے جس سے ادراک اوس سبب کا ہو جو برائی پہونچا دے مثلاً کسی شخص نے کسی بادشاہ کا قصور کیا اور پھر اوسکے ہاتھ مین اسیر ہوا تو اوسکو ڈر اپنے مارے جانیکا ہوگا ہر چند معاف ہو جانا اور بھاگ جانا بھی ممکن ہے الا اوسکے دل کو صدمہ خوف کا اوسیقدر ہوگا جسقدر علم اسباب موجب قتل کا قوی ہوگا اور وہ اسباب یہ ہین کہ اپنے قصور کا بڑا ہونا اور بادشاہ کا بدلت خاص کینہ ور اور غضبناک اور انتقام کش ہونا اور اوسپر ایسے لوگونکا محیط ہونا جو انتقام پر آمادہ کرین اور کسی سفارشی کا اوسکے باب مین وہان نہونا اور خود خائف کا تمام وسائل اور حسنات سے عاری ہونا جنسے اپنے قصور کا نشان صفحہ خاطر بادشاہ سے مٹا سکے پس ان اسباب کا جمع ہونا اور اونکا علم مجرم کو ہونا سبب قوت خوف اور شدت صدمہ دل کا ہے اور جسقدر یہ اسباب ضعیف ہونگے اوسیقدر خوف بھی کم ہوگا اور کبھی خوف کسی قصور کے کرنے سے نہین ہوتا بلکہ خوف کی چیز کی خاصیت کے جاننے سے ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی درندے کے پنجے مین گرفتار ہو تو اونکو درندے کا خوف اسی جہت سے ہے کہ اوسکا وصف چیر پھاڑ کا معلوم ہے گو یہ وصف درندے کا اختیاری ہے اور کبھی خوف ایسے وصف سے ہوتا ہے جو ڈر کی چیز مین اختیاری نہین ہوتا بلکہ سرشت مین ہوتا ہے جیسے کوئی رو کی دھار مین

جاپڑے یا جہان آگ لگی ہو اوسکے پاس رہتا ہو تو پانی اور آگ کا خوف اسی جہت سے ہے
کہ یہ چیزین اپنی طبیعت کی رو سے ڈبونے اور جلانے پر مجبول ہین غرضکہ علم بسے اسباب کا
اس بات کا سبب ہوتا ہے کہ اوس سے سوزش دل اور درد درونی اوٹھے اور اسی سوزش کا نام
خوف ہے اسیطرح خدا سے خوف کرنا کبھی تو خدا ی تعالی کی معرفت اور اوسکے صفات کے
جاننے سے ہوتا ہے کہ اگر وہ تمام عالم کو ہلاک کر دیوے تو اوسکو کچھ پروا نہو اور نہ اوسکو کوئی روک سکے
اور کبھی بندہ اپنے گناہون کی کثرت کے باعث خوف کرتا ہے اور کبھی ان دونون باتون کے
جمع ہونے سے ہوتا ہے اور جسقدر کہ اپنی برائیان اور خدا ی تعالی کی بزرگی اور اوسکا استغنا
معلوم ہوگا اور یہ کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اوس سے کوئی پوچھنے والا نہین اور بندون سے ہر ایک
بات کی پرسش ہوگی اوسیقدر خوف کو بھی قوت ہوگی اس سے یہ لازم آیا کہ سب سے زیادہ خدا ی تعالی
سے وہی شخص ڈریگا جو اپنے نفس کو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ جانتا ہوگا اور اسی جہت سے
حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ یحیح [انچ] مین تمھاری نسبت خدا ی تعالی کا خوف زیادہ کرتا ہون
اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ پھر جب یہ معرفت پوری
ہوتی ہے تو مورث حالت خوف اور سوزش دل کی ہوتی ہے پھر اثر اس سوزش کا دل سے
بدن اور اعضا اور صفات پر پہونچتا ہے۔ بدن مین اسکی تاثیر لاغری اور زردی اور بیہوشی
اور رونا اور چیخنا ہے اور کبھی اس سوزش کے باعث پتا پھٹ جاتا ہے اور وہ جب موت
ہوتا ہے یا اگر حرارت مذکور دماغ مین چڑھ جاتی ہے تو عقل فاسد ہو جاتی ہے اور اگر یہ
حرارت قوی ہوتی ہے تو مورث نا امیدی اور یاس کی ہوتی ہے۔ اور اعضا مین اسکی
تاثیر یہ ہے کہ اونکو گناہون سے روکتی ہے اور طاعات کا مقید کر دیتی ہے تاکہ تلافی تقصیر
گذشتہ اور استعداد آیندہ حاصل ہو اور اسواسطے کہتے ہین کہ خائف اوسکو نہین کہتے جو رو کر
اپنی آنکھین پونچھ ڈالے بلکہ خائف وہ ہے کہ جس چیز سے خوف سزا جانے اوسکو چھوڑ دے
اور ابو القاسم حکیم رح کہتے ہین کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے اوس سے دور بھاگتا ہے مگر
جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اوسکی طرف بھاگتا ہے۔ اور ذو النون رح سے کسینے پوچھا کہ بندہ
خائف کب ہوتا ہے اونھون نے فرمایا کہ جب اپنے آپ کو مریض کیطرح بنا لے جو زیادتی مرض
کے خوف سے پرہیز کیا کرتا ہے۔ اور صفات مین اثر خوف سے شہوات کی بیخ کنی ہو جاتی
ہے اور لذات سب مکدر معلوم ہوتے ہین یہان تک کہ جو گناہ محبوب تھے وہ برے معلوم ہونے

بخاری بروایت انس ۱۲

۱۲ اور انسکے نتیجوں مین جب بیمجتا ہے

جیسے کسیکو شہد کی رغبت ہو کہ جب یہ سنے کہ اسمیں زہر ہے تو فوراً اوسکے بارے رغبت اوسکی
جاتی رہتی ہے اسیطرح اور شہوات کا حال ہوتا ہے کہ خوف سے جلجاتے ہیں اور اعضا میں ادب
آجاتا ہے اور دل میں انکسار اور خشوع اور مسکنت آتی ہے اور کبر اور حقد اور حسد دور ہوتی ہے
بلکہ تمام ہمت اپنے خوف ہی میں آدمی لگ جاتا ہے اور اپنے انجام کار کا خطرہ مد نظر رکھتا ہے
اور چیز کیطرف مشغول ہونے کی فرصت ہی نہیں رہتی بجز مراقبہ اور محاسبہ اور مجاہدہ کے
اور کام نہیں کرتا ایک ایک سانس اور ایک ایک لحظہ اور قدم اور الفاظ کے مضایقہ کرنیکا
متحمل ہوجاتا ہے اور اوسکا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی موذی درندہ کے پنجے میں گرجائے
اور اوسکو یہ معلوم ہو کہ اسکی غفلت میں میں بھاگ جاؤنگا یا اسکے منہ میں لقمۂ اجل ہونگا
تو ایسی صورت میں اوس شخص کا ظاہر و باطن بھی درندے کیطرف لگا رہیگا غیر چیز کو جگہ
اوسمیں آنیکی نہوگی یہی حال اوس شخص کا ہوتا ہے جسپر غلبۂ خوف زیادہ ہو اور کچھ لوگونکا
صحابہ و تابعین میں سے یہی حال تھا - اور مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ اوسیقدر قوی ہوتا ہے
جتنا قوی خوف ہوتا ہے جو درد دل اور اوسکی سوزش کا نام ہے اور خوف کو اوسیقدر
قوت ہوتی ہے جسقدر کہ معرفت خدا تعالی کی جلال اور صفات اور افعال کے اور اپنا
نفس کے عیوب کی اور اون خطروں اور وحشتوں کی جو نفس کو پیش آمدنی میں قوی ہوتی ہو
اور تاثیر خوف کے ظاہر ہونے کا عمل میں ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی ممنوعات اور مشتبہات
شرعی سے باز رہے اور حرام چیزوں سے باز رہنے کو ورع کہتے ہیں اگر خوف کو اور قوت
زیادہ ہوگی تو ایسے اشیا سے بھی باز رہیگا جنمیں امکان حرمت کا آسکتا ہو یعنی جو اشیا
یقینی حرام نہیں کچھ شبہہ اونکی حرمت کا ہے اونسے بھی ہاتھ کھینچیگا اس
رہنے کا نام تقوی ہے کیونکہ تقوی اوسیکو کہتے ہیں کہ شبہہ کی چیز کو ترک کرے اور یقینی پر
عمل کرے اور کبھی یہ حال ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں کو جنمیں کچھ مضایقہ نہیں ہوتا شبہات
کے خوف کے باعث ترک کر دیتا ہے اس رتبے کا نام صدق در تقوی ہے اور اگر اسپر اتنی
بات اور زیادہ ہو کہ تجرد بھی ہو یعنی محض اونہیں اشیا کو استعمال کرے جو اسکے کام کی ہیں
مثلاً جس گھر میں نرہتا ہو اوسکی تعمیر نہ کرے اور جو کھانے کی چیز نہو اوسکو جمع نکرے
اور دنیا کی طرف التفات نکرے اور جانے کہ یہ مجھسے علیحدہ ہوجاویگی اور کوئی سانس
اپنا غیر خدا تعالی میں صرف نکرے تو اوسکا نام صدق ہے اور ایسے شخص کو صدیق کہنا

زیبا ہے اور یہ درجات ایسی طرح ہین کہ اوپر کا درجہ نیچے والے سے عام ہے اور اوپر والے مین نیچے کا درجہ داخل ہے مثلاً صدق مین تقوی داخل ہے اور تقوی مین ورع اور ورع مین عفت کیونکہ عفت نام اوسی ورع کا ہے جو صرف تقاضاے شہوت سے باز رہنے کے لیے ہو۔ غرضکہ تاثیر خوف کی اعضا مین رکنے سے بھی ہے اور اعمال پر مبادرت کرنے سے بھی مگر اعضا جو اعمال سے باز رہتے ہین تو ہر ایک چیز سے باز رہنے مین ایک نیا نام ہو جاتا ہے مثلاً اگر شہوت سے باز رہین تو اس رکنے کو عفت کہتے ہین اور اس سے اوپر مرتبہ ورع کا ہے جو اسکی نسبت عام ہے کیونکہ ورع ہر ممنوع چیز سے رکنے کو کہتے ہین تخصیص شہوت کی نہین اور ورع سے بڑھکر تقوی ہے اسواسطے کہ تقوی ممنوع اور شبہے کی چیز دونون سے باز رہنے کا نام ہے اور اوس سے بڑھکر صدق اور قرب ہے کہ شبہے کے خوف سے مباح چیز سے باز رہنے کا نام ہے اور چونکہ ان درجات مین سے ہر ایک درجہ اپنے پہلے درجے سے بڑھکر ہے تو اگر سب سے آخر کا درجہ بولا جاویگا تو اوسمین گویا سب درجے آجاوینگے مثلاً اگر یون کہو کہ انسان عربی ہے یا عجمی اور عربی یا قریشی ہے یا نہین اور قریشی ہاشمی ہے یا نہین اور ہاشمی یا اولاد علی رض ہے یا نہین اور اولاد حضرت علی رض کی یا حسنی ہے یا حسینی تو سب سے بڑھکر درجہ انسان مین حسینی اور حسینی ہوگا پس اگر کسی شخص کو مثلاً حسینی کہوگے تو اوسمین سب نیچے کے اوصاف ضرور ہونگے مثلاً وہ حضرت علی کی اولاد اور ہاشمی اور قریشی اور عربی ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص کو صدیق کہین تو اس رتبے کے نیچے جتنے اوصاف ہین وہ سب اوسمین ہونگے یعنی صدیق کہنا ایسا ہے کہ وہ شخص متقی اور صاحب ورع اور عفت والا ہے تو یہ نہ گمان چاہیے کہ ان درجات کے جو الفاظ جدا جدا ہین انکے معانی بھی ایک دوسرے سے متباین اور علیحدہ ہونگے اگر ایسا سمجھا جاویگا تو امر حق مشتبہ ہو جاویگا چنانچہ جو لوگ الفاظ سے معانی کی طلب کیا کرتے ہین اونکا یہی حال ہوتا ہے اگر الفاظ کو تابع معانی کرین تو پھر کبھی شبہے مین نہ پڑین۔ یہ ہے اشارہ خوف کے معنی کلی کا اور اوس چیز کا جسکو اوپر کیطرف سے متضمن ہے یعنی وہ معرفت جو موجب خوف ہوتی ہے اور جسکو نیچے کیطرف سے شامل ہے یعنی وہ اعمال جو خوف سے صادر ہوتی ہین یا متروک

دوسرا بیان خوف کے درجات کا اور قوت وضعف مین اوسکے مختلف ہونے کا

یہ تو پہلے گذر چکا کہ خوف اچھی چیز ہے الا کبھی قیاس اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ اچھی چیز جتنی قوی اور زیادہ ہوگی اوتنی ہی خوبی کی بات ہے اس اعتبار سے خوف کی قوت شدت

جسقدر ہو بہتر ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ خوف ایک تازیانہ ہے کہ جس سے
خدا تعالی اپنے بندون کو علم و عمل کی مواظبت کے لیے ہنکاتا ہے تاکہ اون دونون سے
مرتبہ قرب الٰہی حاصل ہو اور چوپایہ اور لڑکے کے سدہانے کو کوڑے کو علیحدہ نہین کرتا ہے
مگر اس سے سمجھنا چاہیے کہ بہت پیٹنا اچھا ہے بلکہ اوسکی ایک حد معین ہے اسیطرح خوف
کے لیے بھی کمی اور بیشی ہے اور عمدہ بات اعتدال ہے جو خوف کہ کم ہو اوسکی مثل
عورتون کے رونے کے جاننا چاہیے کہ جب کوئی آیت قرآنی سنتی ہین یا اور کوئی سبب
خوفناک پیش آتا ہو تو دل کو رقت ہوتی اور آنسو بہانے لگتی ہین جب وہ سبب آنکھون سے غائب ہوا
تو دل غفلت کیطرف رجوع کرتا ہے تو اسطرح کا خوف حد اعتدال سے کم ہے اور اوسمین
فائدہ بھی قلیل ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے ضعیف قوی جانور کے ایک شیر دم کو لکڑی
پتلی درخت کی مارو کہ اس سے نہ اوسکو رنج پہونچیگا اور نہ وہ براہ ہوگا اور نہ کام بنا ہوا
دیگا- اور لوگونکا خوف سبکا اسی قسم کا ہے عارفون اور علما الہٰیہ اس سے مستثنی ہین اور
ہماری غرض علما سے وہ عالم نہین کہ لباس عالمون کا سا پہن لیا اور نام کے فاضل
بنگئے ایسے لوگ تو سب لوگون سے زیادہ بیخوف ہین بلکہ ہماری غرض عالمون سے وہ لوگ
ہین جو خدا تعالی اور اوسکی نعمتون اور افعال کو جانتے ہین اور ایسے لوگون کا وجود
کم ہے اور اسی جہت سے حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ جب تم سے کوئی یہ
سوال کرے کہ خدا سے تعالی سے ڈرتے ہو تو اوسکے جواب مین چپ رہو کیونکہ اگر کہو گے
نہین ڈرتے تو کافر ہو جاوگے اور اگر کہوگے کہ ڈرتے ہین تو جھوٹے ہوگے اور اسمین یہ بھی اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہے جو
اعضا کو گناہون سے روکے اور طاعات کا پابند کرے اور جب تک اثر خوف کی اعضا مین نہوگی
تو اوسکا نام وسوسہ اور جنبش خاطر کہنا چاہیے اوسکو خوف کہنا زیبا نہین - اور حد اعتدال
زیادہ خوف یہ ہے کہ آدمی ناامیدی اور یاس مین جا پڑے اور یہ بھی ممنوع ہے اسلیے کہ عمل کی
مانع ہے حالانکہ غرض خوف سے وہی ہے جو کوڑے سے ہوتی ہے کہ کام پر آمادہ کرنا
اور اگر خوف مین عمل ہی نہوا تو خوبی کی بات نہوگی کیونکہ حقیقت مین تو نقصان ہے اور وہ
نقصان کی یہ ہے کہ منشا اس خوف کا جہل اور عاجزی ہے جہل تو یہ ہے کہ اپنے انجام کار
کو نہین جانتا اور اگر جانتا تو خائف نہوتا کیونکہ خائف وہی ہے کہ انجام مین تردد رکھتا ہے
اور عاجزی یہ ہے کہ اس امر سے ایسے ایک پیچ مین پڑا جاتا ہے کہ جسکے دور کرنے کی قدرت

اوسکو نہین ۔ غرضکہ اگر باعتبار نقص آدمی کے دیکھین تب تو اس قسم کے خوف کو اچھا
کہہ سکتے ہین کہ نہونے سے ہونا اچھا ہے مگر واقع مین عمدہ بذات خود علم و قدرت اور
ایسی چیزین ہین جیسے خدای تعالی کا وصف ہوسکتا ہے اور جیسے کہ نہین ہوسکتا اوسکی
بذات خود کچھہ کمال کی شی نہین بلکہ باعتبار ایسے نقصان کے جو اوس وصف سے زیادہ ہو
اچھے متصور ہوتے ہین مثلاً مشقت دوا کی اوٹھانی خود اچھی نہین بلکہ باعتبار اسکے کہ
وہ مرض اور موت کی نسبت آسان ہے اسلیے اچھی ہے بہرحال جو خوف کہ موجب ناامیدی کا ہو
مذموم ہے اور کبھی خوف موجب مرض اور ضعف اور حیرانی اور بیہوشی اور دیوانگی اور موت کا
ہوجاتا ہے اور یہ قسم بھی مذموم ہے جیسے کہ وہ مار جس سے لڑکے کی جان جاتی رہے اور
کوڑا جس سے جانور ہلاک ہوجاوے یا بیمار پڑجاوے یا کوئی عضو ٹوٹ جاوے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسباب رجا کے مذکور فرمائے اور اونکی کثرت بیان فرمائی اسی غرض سے
کہ خوف مفرط کے صدمے کا علاج اوس سے کیا جاوے جو باعث ناامیدی یا مرض وغیرہ اشیا کا
ہو اسلیے کہ جو چیز کسی دوسری شی کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اوسی مین سے عمدہ وہی ہوتی ہے کہ
جس سے مقصود حاصل ہوا اور جو مقصود تک نہ پہونچ سکے یا اوس سے بڑھ جاوے تو وہ مذموم
ہوتی ہے اور ازانجا کہ خوف کا فائدہ بچنا اور پرہیز و تقوی کرنا اور مجاہدہ و عبادت و فکر
و ذکر مین مشغول ہونا اور تمام اسباب خدای تعالی تک پہونچانے والونکا حاصل ہونا ہے اور
انہین سے ہر ایک امر زندگی اور تندرستی اور سلامتی عقل پر موقوف ہے اسلیے جو خوف کہ ان
اسباب مین خلل انداز ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا۔ اب اگر یہ کہو کہ جو شخص خوف خدا کرے اور خوف
کے مارے مرجاوے تو وہ شہید ہوتا ہے تو ایسے شخص کا حال مذموم کیسے کہتے ہو تو اوسکا جواب
یہ ہے کہ اوس شخص کے شہید ہونے کے یہ معنی ہین کہ خوف کے باعث مرنے سے اوسکو ایسا
رتبہ ملیگا کہ اگر اوس وقت مین خوف کے باعث نہ مرتا تو ویسا رتبہ نپاتا پس اسی نظر سے اوسکو
فضیلت ہے لیکن اگر فرض کرو کہ وہ زندہ رہتا اور بہت عمر پاتا اور خدا کی اطاعت اور
سلوک کی راہ معرفت مین سرگرم رہتا تو اس حالت پر اوسکی موت کو کسیطرح فضیلت نہین بلکہ یہان
معاملہ اور ہی ہے کہ جو شخص فکر اور مجاہدے سے اللہ تعالی کی معرفت مین قدم مارتا ہے
اور عارفون کے درجات مین ترقی کرتا ہے اوسکو ہر لحظہ رتبہ ایک شہید کا کیا بہت سے
شہیدونکا ملتا ہے اور اگر ایسا نہو تو لازم آویگا کہ جو لڑکا کہ قتل ہوجاوے یا دیوانہ کہ اوسکو

کوئی درندہ جیسے چیتا یا اوسکا شیر نہیں اور دل ہے جو اپنی صورت و ذات یا زور میں بڑھا ہوا ہے اگر
یہ امر خیال میں پیش نظر رکھے گمان ٹکا یا جاوے کہ خود دے سے مر جانا یقینی ہے یا کہ قتل ہونا اور اوسی
کے باعث آنکھ میں نمی زیادہ ہو جاتی ہے خوف سے ہر کہ مر جاتی ہے یہ یا تو عقل جاتی رہے آنکھ پھر جاتی ہے
کہ اوس سے زندگی کا چکا ہو جاتا ہے تو اوسکو بھی دل کی نسبت نقصان ہی جاننا چاہیے کیونکہ
بعض احکام امر کو بعض امور کے اعتبار سے تعریف نہیں ہو سکتی ہے شہادت کی مثلاً افضلیت الٰہی
باتوں پر ہے جو اوس سے کمتر ہیں یعنی اور صدیقین کے درجہ کی نسبت بہرحال خوف
اگر عمل میں کچھ اثر نہ کرے تو اوسکا وجود و عدم مساوی ہے جیسا وہ کوڑا جس سے جانور اپنی
چال نہ بڑھائے اور اگر تاثیر کرے تو بقدر اوسکی تاثیر ظاہر ہوگی ویسا ہی اوسکا درجہ ہوگا
مثلاً اگر صرف خوف سے گناہ نہ چھوڑے تو صرف عفت کا درجہ
ملیگا اور اگر خوف سے ورع ہو تو پہلے کی نسبت زیادہ درجہ ہوگا اور سب سے بڑا درجہ یہ ہے
کہ اوسکا ثمرہ صدیقوں کا درجہ ہو جائے یعنی اپنے ظاہر و باطن کو خدا تعالیٰ کے غیر سے ہٹا دے
یہاں تک کہ غیر اللہ کی اوس میں گنجایش ہی نہ رہے غرض خوف کا نہایت کم درجہ یہ ہے اور وہ
تندرستی اور عقل کی سلامتی کے ساتھ میسر ہوتا ہے پس اگر خوف اس درجہ سے بڑھ جاوے
اور عقل و صحت کو دور کر دے تو اوسکو مرض جاننا چاہیے اور اوسکا علاج ضروری ہے
اگر ہو سکے اور اگر یہ درجہ اچھا ہوتا تو اسباب جاوے ہم سے اوسکا علاج کیا ضرور تھا کہ خوف
نہ رہے اسی جہت سے حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ اپنے مریدوں کو جو بہت روزہ رکھتے تھے
فرمایا کرتے تھے کہ اپنی عقلوں کی حفاظت کرتے رہنا اسلیے کہ خدا تعالیٰ کا اولیا میں کوئی شخص کم عقل نہیں ہوا

تیسرا بیان خوف کے اقسام نسبت اوس چیز کے جس سے خوف کیا جاتا ہے

پہلے معلوم ہو چکا کہ خوف کسی بری بات کی توقع سے ہوتا ہے اور بری چیز دو طرح کی ہوتی ہے
یا تو یہ کہ خود اپنی ذات سے بری ہو جیسے آتش دوزخ یا یہ کہ اوس میں برائی نہ ہو مگر وہ دوسری
بری چیز کا ذریعہ ہو مثلاً گناہوں کو اسی جہت سے برا جانتے ہیں کہ آخرت میں انکے ذریعہ سے
تکلیف ہوگی جیسے بیمار آدمی مضر میووں کو برا سمجھتا ہے اسلیے کہ وہ موت کا باعث ہوتے ہیں
پس ہر خوف کرنیوالے کو ضرور ہے کہ اپنے نفس میں کوئی بات تکلیف دہ ان دونوں میں سے
ٹھہرالے اور اوسکی توقع دل میں اتنی بڑھے کہ دل اوسکی تکلیف کے سوچنے سے جلنے لگے اور انمیں کا
حال باعتبار امر مکروہ کے دل پہنچانے کی جدا جدا ہے اول قسم وہ لوگ ہیں

جنکے دل پر ایسی چیز غالب ہوجاتی ہے جو بذات خود مکروہ نہیں ہوتی بلکہ کسی دوسری چیز
باعث مکروہ ہوتی ہے مثلاً بعضوں پر توبہ سے پیشتر مرجانے کا خوف یا عہد توبہ کو توبہ شکنی
اور عہد شکنی کا اسی قسم کے خوف میں یہ خوف بھی داخل ہیں کہ اس بات سے ڈرنا کہ حقوق
الٰہی کے پورا کرنے کے لیے ہماری قوت ضعیف ہے یا دل کی نرمی کے جاتے رہنے اور سختی کے
تبدیل ہونے کا خوف یا استقامت سے ٹل جانے کا خوف یا اتباع شہوات میں عادت کے
مستولی ہونے کا خوف یا اس بات سے ڈرنا کہ کہیں خدا تعالیٰ ہمکو ہماری حسنات کے حوالہ
نہ کردے جنپر ہمکو بھروسا ہے اور بندوں میں اونکے باعث ہماری عزت ہے یا کثرت نعماے
الٰہی سے اترانے کا ڈر یا اللہ کیطرف سے اعراض کرکے غیر اللہ کیطرف مشغول ہونے کا
ڈر یا پے در پے نعمتوں کے آنے سے مہلت ملنے کا خوف یا طاعات کے مکر و فریب خدا کے حضور میں
منکشف ہونے کا ڈر یا لوگوں کے باب میں جو کچھ غیبت اور خیانت اور کینہ اور بد معاملگی
کی ہو اوسکی خبر کا خوف یا یہ ڈر کہ نہ معلوم بقیہ زندگی میں کیا کیا قصور سرزد ہونگے یا گناہوں کی
سزا دنیا میں ہوتی اور موت سے پہلے رسوا ہونے کا خوف یا دنیا کی زیبائش سے دھوکے
میں پڑجانے کا خوف یا اپنے باطن پر غفلت کی حالت میں خدا تعالیٰ کے واقف ہونیکا
ڈر یا موت کے وقت برا خاتمہ ہونے کا خوف یا اپنی تقدیر سابق ازلی کا خوف غرض اہل حق کے
خوف عارفین کو ہوا کرتے ہیں اور ہر ایک خوف سے ایک فائدہ خاص ہے یعنی
جس شے سے خوف ہو اوس سے آدمی بچا رہتا ہے مثلاً جو شخص اپنے اوپر کسی عادت کے
پڑجانے کا خوف کرتا ہوگا وہ اوس عادت کے چھوڑنے کی مواظبت کریگا اور جو شخص کہ
اس بات سے ڈرتا ہوگا کہ خدا تعالیٰ میرے باطن پر غفلت میں واقف ہے تو وہ اپنے
دل کی صفائی کا فکر کریگا اور اوسکو وسوسوں سے پاک کریگا اسیطرح اور اقسام کو خیال
کرنا چاہیے اور ان سب ڈر کی چیزوں سے متقیوں پر خاتمے کا خوف اکثر رہتا ہے اسلیے کہ
اوسمیں بڑا خطرہ ہے اور اعلیٰ قسم خوف کی جس سے کمال معرفت پر دلیل ہو وہ سابقہ ازلی کا
خوف ہے کہ خدا جانے کہ قسمت میں ہماری کیا لکھا ہوگا اسلیے خاتمہ اوس سابقہ تقدیر کا
ثمرہ اور فرع ہے فقط بیچ میں چند اسباب پڑگئے ہیں خاتمے سے جو بات کہ لوح محفوظ میں
لکھی ہوئی ہے ظاہر ہوجاتی ہے اور اگر دو شخص فرض کیے جاویں کہ
ایک سابقے سے ڈرتا ہے اور ایک خاتمے سے تو ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے دو شخص جنکے

حق میں بادشاہ کوئی فرمان لکھدے اور یہ معلوم نہو کہ اوس میں کیا لکھا ہے یا گردن مارنے کو لکھا ہے یا
عہدہ وزارت اور انعام و خلعت دینے کو اور وہ فرمان ابھی اون دونوں کے پاس نہیں پہونچا
مگر ایک شخص کا دل تو پہونچنے کے وقت پر لگا ہے کہ جب کھلے گا تو نہ معلوم کیا لکھا ہوگا
اور دوسرے شخص کا دل لکھنے کی حالت پر وابستہ ہو کہ نہ معلوم بادشاہ کا مزاج اوس وقت
برہم تھا یا بسبب غضب خوش تھا یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کی التفات سبب علم کیطرف ہے
اور اول کی خاتمہ کیطرف اسی وجہ سے التفات دوم بہ نسبت اول کے اعلی ہے
اسیطرح لحاظ کرنا قضاے ازلی کا جسکے لکھنے کیلیے قلم چلچکا ہے اعلی ہے بہ نسبت
لحاظ کرنے اوس بات کے جو خاتمہ میں ظاہر ہوگی اور اسی کیطرف اشارہ فرمایا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کہ آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے یعنی آپ نے اپنی داہنی
مٹھی بند کی اور فرمایا کہ یہ نوشتہ الہی ہے جسمیں اہل جنت کے نام اور انکے باپ کے
نام لکھے ہیں نہ اسمیں زیادہ ہونگے نہ کم پھر بائیں مٹھی بند کی اور فرمایا کہ یہ خداے تعالی کا
نوشتہ ہے جسمیں دوزخیوں کے نام اور انکے باپ کے نام ہیں نہ اسمیں کمی ہوگی نہ زیادتی اور
جو لوگ تقدیر میں اہل سعادت ہیں وہ بدبختوں کے کام کرینگے یہاں تک کہ لوگ کہا کرینگے
کہ یہ بھی گویا بدبختوں ہی میں سے ہیں بلکہ یقینا وہی ہیں مگر خداے تعالی مرنے سے پہلے
گو ایک گھڑی پہلے ہی کیوں نہو اونکو چھڑا لیتا ہے اور جو ازلی بدبخت ہیں وہ نیکبختوں کے
کام یہانتک کرینگے کہ لوگ کہنے لگینگے کہ یہ بھی گویا سعید ہیں بلکہ یقینا ہیں مگر خداے تعالی
انکو مرنے سے پیشتر اگرچہ تھوڑا ہی پہلے ہو زمرۂ نیکبختوں سے خارج کر دیتا ہے سعید وہی ہے
جو قضاے الہی میں سعید ہو چکا ہے اور بدبخت بھی وہی ہے جسپر قلم شقاوت ازل میں
چل چکا ہے اور عملوں کا مدار خاتموں پر ہے انتہی اور اون دونوں خوف کرنے والوں کو
یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انکی مثال ایسی ہے جیسے دو شخص جنمیں سے ایک اپنے گناہ و قصور سے
ڈرتا ہو اور دوسرا خود خداے تعالی سے ڈرتا ہو بلحاظ اوسکی صفت جلال وغیرہ کے
پس ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان دونوں میں سے بھی دوسرے شخص کا خوف اعلی ہے اور اوسکو
یہ خوف باقی رہتا ہے اگر آدمی صدیقوں کی سی طاعت میں ہو مگر شخص اول دھوکا کھا جاتا ہے
مقام ہے اور اگر ... طاعت پر ... تو اس بھی حاصل کر سکتا ہے ... گناہ
سے ... کا خوف ... ہے اور خداے تعالی سے ڈرتا ... صدیقوں کا خوف ...

اور یہ خود ہی معرفت الٰہی کا ثمرہ ہے جس شخص نے کہ خدا کو پہچانا اور اوسکے صفات کو جانا تو
اوسکے اوصاف ایسے بھی معلوم ہونگے کہ اونکے ہوتے ہوئے اوس سے ڈرنا ہی چاہیے
گو قصور نکیا ہو بلکہ اگر گناہگار خدای تعالی کو حق معرفت پہچانے تو خدا ہی سے ڈرے
اور اپنے گناہ سے نہ ڈرے۔ اور اگر خدای تعالی کو اپنی ذات پاک سے خوف دلانا منظور
نہوتا تو گناہگار کو گناہ کے قابو مین کیون کرتا اور گناہ کی سبیل اوسپر آسان کیون ہوتی
اوسکے اسباب مہیا کیون فرماتا اسباب معصیت کے مہیا کر دینے بھی تو رحمت سے دور کرنا ہے
اور مجرم سے قبل گناہ کوئی ایسی خطا نہین ہوئی تھی جسکے باعث اس بات کا مستحق ہے کہ
معصیت مین مبتلا کیا جاوے اور اوسکے لوازم اوسپر جاری ہون اور نہ جو شخص طاعت گزار
ہے اوسکے لیے طاعت سے پہلے کوئی وسیلہ تھا جسکے باعث اوسکے لیے اسباب طاعت
مہیا ہو گئے اور ثواب کے طریق بتلائے گئے بہر حال گناہگار پر حکم گناہ کا ہو گیا وہ چاہے
یا نچاہے اور مطیع پر حکم طاعت ہو چکا اوسکی مرضی ہو یا نہو پھر جب اوس دربار لاپرواہی کا یہ
حال ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدون کسی ذریعہ سابق کے تو اتنا اونچا درجہ دے کے
کو اعلی علیین تک پہونچا دے اور ابو جہل کو اتنا نیچے اوتارے کہ اسفل السافلین مین پہونچا دے
حالانکہ اوسنے اپنے ہونے سے پہلے کوئی قصور نکیا تھا ایسی ذات سے اور ایسے جلال
سے ڈرنا ہی زیبا ہے دیکھو جو کوئی اطاعت کرتا ہے تو اسیطرح کرتا ہے کہ خدای تعالی اوسپر
ارادہ طاعت کا مسلط کر دیتا ہے اور اوسکو قدرت عنایت فرماتا ہے اور بعد پیدایش
ارادہ پختہ اور قدرت کامل کے فعل ضروری ہوتا ہے یعنی ظہور طاعت مطیع سے ہوتا ہے
اسیطرح گناہگار جو گناہ کرتا ہے اوسپر ارادہ پختہ گناہ کا مسلط کر دیا جاتا ہے اور قدرت
و اسباب اوسکے سب دیے جاتے ہین جب ارادہ مصمم اور قدرت و لوازم ہین تو گناہ ضروری
ہوگا۔ اب ہمکو یہ معلوم نہین کہ کیا وجہ ہے کہ شخص اول کو بزرگی دی گئی اور ارادہ طاعت کو
اوسی پر مخصوص کر دیا اور دوسرے کی اہانت اور دور کرنے کا باعث کیا ہوا کہ اوسپر
لوازم معصیت مسلط کیے گئے اور یہ بھی نہین جانتے کہ ان باتون کو بندے پر حوالہ کیسے کرین
اور جبکہ انجام حوالہ قضای ازلی ہے بدون تقصیر اور بدون وسیلے ٹھہرتا ہے تو ظاہر ہے
کہ ایسے شخص سے خوف ہی کرنا ہر عاقل کو زیبا ہے جو ہر وقت جو چاہے سو کرے۔ علاوہ ازین
اس سے زیادہ اور کچھ کہہ نہین سکتے کیونکہ اسکے بعد معاملہ تقدیر کا ہے جسکا افشا درست نہین

اور اوس سے خوف کا سمجھنا خداے تعالی کے صفات مین بدون مثال کے ممکن نہین اور اگر
شرع اذن دیتی تو کسی بصیرت والے کی مقدور نہ تھی کہ مثال ذکر کرے مگر چونکہ حدیث مین
مثال مذکور ہے اسلیے اوسکا نقل کرنا ہمارے لیے مناسب ہے چنانچہ وارد ہی کہ خداے تعالی
نے حضرت داود علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ اے داود مجھسے ایسا ڈر جیسا درندہ ایذارسان
سے ڈرتا ہے اس مثال سے حاصل مطلب معلوم ہوتا ہے کہ سبب پر وقفیت نہین ہوتی اس لیے کہ
سبب سے واقف ہونا بعینہ اوس چیز کا واقف ہونا ہے اور وہ راز ہر ایک کو نہین بتلایا جاتا
جو اوسکا اہل ہوتا ہے اوسکو بتایا جاتا ہے اور مطلب مثال مذکور کا یہ ہے کہ درندے سے جو
آدمی خوف کرتا ہے تو اس جہت سے نہین کہ اوسنے کوئی قصور اوس جانور کا کیا ہو بلکہ اوسکی
خاصیت کرفت اور حملہ اور کبر اور ہیبت سے ڈرتا ہے کہ جو چاہتا ہے سوکر بیٹھتا ہے ذرا
تامل نہین کرتا اگر آدمی کو چیر ڈالے تو دل مین کچھ رقت اور درد نہین کرتا اور اگر چھوڑ دے تو
کچھ اس جہت سے نہین کہ اوسکو آدمی پر شفقت آگئی اور جان بچانے کے بارے چھوڑ دیا بلکہ
آدمی کا وجود اوسکے نزدیک اتنا بھی نہین کہ حالت حیات مین یا موت مین اوسکی طرف
لحاظ کرے ایک آدمی کیا ہزار آدمیون کا مار ڈالنا اور ایک چیونٹی کا مار ڈالنا اوسکے نزدیک
برابر ہے کیونکہ دونون مین اوسکی درندگی اور قدرت اور حملے مین کچھ فرق نہین آتا پس
حاصل مطلب حدیث کا یہ ہوا باقی رہا خوف خدا سو اوسکی مثال اس سے اعلی ہے وہ خود فرماتا ہے
وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى [۱] لیکن جس شخص نے کہ خداے تعالی کو جانا ہے اوسنے مشاہدہ
باطنی سے جو کہ بنسبت مشاہدہ ظاہری کے قوی تر اور معتبر اور اظہر ہے جان لیا ہی کہ خداوند
کریم نے حدیث قدسی مین درست فرمایا ہے هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِيْ وَهٰؤُلَاءِ [۲]
فِي النَّارِ وَلَا اُبَالِيْ اس استغنا اور لاپروائی ہی مین ہیبت اور خوف کے موجبات کافی ہین
دوسرا فرقہ خائفین کا وہ ہے جنکے دلون مین وہ بات جم جاتی ہے جو خود بری ہے مثلاً
سکرات موت کا خوف یا سوال منکر و نکیر کا یا عذاب قبر کا یا دہشت قبرون سے اوٹھنے کی
یا ہیبت خداے تعالی کے سامنے کھڑے ہونے کی اور شرم پردہ فاش ہونے کی
اور تنکے تنکے سے سوال ہونے کی یا خوف پل صراط اور اوسکی تیزی اور اوس پر سے
اوترنے کا یا دوزخ کی آگ اور اوسکے طوقون اور اہوال کا یا خوف جنت سے محروم ہونیکا
جو خانہ عشرت اور سلطنت جاوید ہے یا خوف درجات کے کم ہونے کا یا خوف خداے تعالی

[۱] اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر ۱۲
[۲] یہ لوگ جنت مین ہین اور مین پروا نہین کرتا اور یہ لوگ دوزخ مین ہین اور مین پروا نہین کرتا ۱۲ احمد روایت ابو درداء بادنے اختلاف ۱۲

سے حجاب ہوئیگا اور یہ سب چیزین نجات خود بھی ہین تو بالضرور خوف کی چیزین ہین لیکن ان چیزون
بھی خوف کرنے والون کا حال جدا ہے اور سب سے اعلی مرتبہ وہ لوگ ہین جنکو خوف فراق
یعنی خدای تعالی سے محجوب ہونے کا ہے یہ خوف عارفین کو ہوتا ہے اور جو خوف اس سے
پہلے ہین وہ عابدین اور صلحا اور زاہدین کو اور تمام عالمون کو ہوتے ہین اور جسکی معرفت
کامل نہین ہوتی اور اوسکی چشم بصیرت نہین کھلتی وہ لذت وصال سے اور رنج فراق سے
آگاہ نہین ہوتا اور جب اوسکے سامنے کہا جاوے کہ عارف دوزخ سے نہین ڈرتا بلکہ حجاب سے
ڈرتا ہے تو دل مین اس بات کو برا جانتا ہے اور تعجب سمجھتا ہے اور کبھی لذت دیدار الہی کا
منکر ہی ہو جاتا ہے مگر چونکہ شرع سے انکار جائز نہین اسواسطے زبان سے تو اقرار کرتا ہے
مگر دل نہین مانتا کیونکہ اوسکو تو صرف لذت شکم اور شرمگاہ اور آنکھ کی معلوم ہے کہ
رنگ اچھے دیکھ لیے خوبصورت لوگ دیکھ لیے غرض جو لذت کہ اوسمین جانور بھی
شریک ہین اوسکو لذت جانتا ہے لذت عارفین کو نہین جانتا جیسے واسطے مولانا روم فرماتے ہین

شعر
آدمی دیدست باقی پوست ست | دید آن دیدہ کہ دید دوست ست

اور اس لذت کی تفصیل وشرح اون لوگون سے بیان کرنی جو اوسکے اہل نہین ہین حرام ہے
اور جو لوگ اسکے اہل ہین اونکو خود معلوم ہو جاتا ہے اس بات کی حاجت نہین کہ کوئی
دوسرا شخص اون سے بیان کرے۔

چوتھا بیان خوف کی فضیلت اور اوسکی رغبت دلانے مین

جاننا چاہیے کہ خوف کی فضیلت ایک تو تامل اور قیاس سے معلوم ہوتی ہے اور ایک
آیات واحادیث سے تامل اور قیاس سے اسطرح کہ ہر ایک چیز کی فضیلت اوسیقدر ہے
جسقدر کہ وہ آخرت مین سعادت دیدار الہی تک پہونچانے مین مدد کرے کیونکہ سعادت
کے سوا اور کچھ مطلب نہین اور بندے کی سعادت بجز دیدار اپنے مولی اور اوسکی قربت
ہونیکے اور کیا ہوگی پس جو چیز کہ بندے کو اس سعادت پر اعانت دیگی تو جسقدر
اعانت کریگی اوسیقدر اوسکی فضیلت ہوگی اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سعادت دیدار سے
آخرت مین بہرہ ور ہونا بدون حاصل کرنے اوسکی محبت اور انس کے دنیا مین ممکن
نہین اور محبت بدون معرفت نہین ہوتی اور معرفت بدون فکر نہین ملتی اور انس بدون ذکر
اور ذکر دوامی کے نہین حاصل ہوتا اور ذکر کا مدام کرنا اور ہمیشہ فکر کرنے رہنا بدون دنیا کی

محبت دل سے علیحدہ کرنے کے نہیں بنتا اور محبت دنیا دل سے بدون لذات و شہوات
دنیاوی کے چھوٹنے کے علیحدہ نہیں ہوسکتی اور چھوڑنا شہوات کا بدون اونکی بیخ کنی کے
ممکن نہیں اور اونکی بیخ کنی جیسے آتش خوف سے ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہیں ہوتی
اس سے معلوم ہوا کہ خوف وہ آگ ہے جس سے شہوتیں جلجاتی ہیں تو ضرور ہوا کہ اوسکی فضیلت
اوسیقدر ہو جسقدر کہ یہ شہوت کو جلاتا اور گناہوں سے بچاتا اور طاعات کی ترغیب دیتا ہو
اور یہ بات موافق اختلاف درجات خوف کے مختلف ہے چنانچہ پہلے گذرا اور خوف میں
فضیلت کیون نہوگی اسکے باعث تو عفت و ورع اور تقوی اور مجاہدہ حاصل ہوتے ہیں
یہ سب کام فضیلت کے ہیں اور عمدہ اور خدایتعالی سے قریب کرنیوالے ہیں جو چیز باعث
ایسی عمدہ اور فضل باتوں کی ہو قیاس بھی چاہتا ہے کہ وہ بھی عمدہ اور فضل ہو اور احادیث
اور آیات سے جسقدر خوف کے باب میں وارد ہیں وہ زائد از حد ہیں اونکی فضیلت اسیقدر
بس ہے کہ خدایتعالی نے ہدایت اور رحمت اور علم اور رضا جو اہل جنت کے کل مقام ہیں ان
چارون کو خائفین کے لیے تین آیتون میں ارشاد فرمایا ہے چنانچہ ہدایت و رحمت کو اس آیت
مین فرمایا وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ اور علم کو اس آیت مین اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ اور رضا کو اس آیت مین رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ
علاوہ ازین جو کچھ فضیلت علم میں وارد ہے اوس سے فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہے
اسلیے کہ خوف ثمرہ علم کا ہے اسواسطے حضرت موسی علیہ السلام کی حدیث میں مذکور ہے کہ
خائفون کا یہ حال ہوگا کہ اونکو رفیق اعلی کا ساتھ ہوگا اور اس امر مین اونکا شریک اور کوئی
نہوگا تو اب دیکھنا چاہیے کہ رفیق اعلی کی مرافقت خاص اونکے لیے کیسے فرمائی اوسکی وجہ
یہی ہے کہ خوف والے علما ہوتے ہیں اور علما کو درجہ انبیا کی رفاقت کا ہے اسلیے کہ وہ وارث
انبیا ہیں اور رفیق اعلی کی ہمراہی نبیون کو اور جو لوگ اونکے لواحق ہیں اونکو ہوگی
اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکے مرض موت میں اختیار دیا گیا
کہ خواہ آپ دنیا مین رہین خواہ خدایتعالی کے پاس چلے آوین تو آپ یہی فرماتے ہیں کہ
اَسْأَلُكَ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى یہ حال اگر خوف کی اصل کیطرف نظر کرو تو علم ہے اور اگر
اوسکے ثمرہ کیطرف دیکھو تو ورع و تقوی ہے اور جو کچھ کہ ورع اور تقوی کے فضائل میں
وارد ہوا ہے وہ ظاہر ہے یہانتک کہ خود عاقبت تقوی کے ساتھ مخصوص ہوگئی ہے

ف ۱ راہ کی سوجھ اور مہر اون لوگون کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ۱۲

ف ۲ اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اوسکے بندون میں جنکو سمجھ ہے ۱۲

ف ۳ سوال کرتا ہون تجھسے اوپر والا رفیق ۱۲ بخاری و مسلم عائشہ رض سے روایت ۱۲

جیسے کہ مخصوص خدا تعالیٰ سے ہے اور درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح
عاقبت کو نصیحت تقویٰ سے ہے یہانتک کہ یوں کہتے ہیں الحمد للہ رب العالمین
والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی محمد وآلہ اجمعین اور تقویٰ کو خدا تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے
واسطے خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ
منکم اور تقویٰ کے معنی اوپر گذر چکے کہ مقتضائے خوف کے باعث بچنے اور باز رہنے کا نام ہے
اور اسواسطے اسکی بزرگی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم
اور اسی جہت سے خدا تعالیٰ نے اولین اور آخرین سب کو وصیت تقویٰ کی ساتھ اسی
جیسا کہ فرمایا ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ اور فرمایا و
خافون ان کنتم مؤمنین اس آیت میں خوف کا ارشاد فرمایا اور اسکو واجب کیا یعنی
صیغہ امر سے بیان فرمایا اور ایمان میں اسکی شرط لگا دی پس لحاظ کوئی مؤمن خوف سے
علیحدہ نہیں ہو سکتا ہاں ایمان میں خوف ضرور ہوگا گو تھوڑا ہی ہو اور ضعف ہی کی درجہ
اور ضعیف اسیقدر ہوگی جسقدر معرفت اور ایمان میں کمزوری ہوگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فضیلت تقویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک روز معلوم کے
وعدے پر اکٹھا فرماویگا تو سب کو ایک آواز دیگا جسکو دور والے اور پاس والے یکسان
سنینگے اور وہ آواز یہ ہوگی کہ اے لوگو جب سے میں نے تمکو پیدا کیا اوسوقت سے آج تک میں چپکا رہا
اب آج تم خاموش رہو تمہارے عمل تمہارے آگے ہیں اے لوگو میں نے ایک نسب مقرر کیا تھا تم نے
اور نسب بنایا میرے نسب کو پست بنایا اور اپنے نسب کو عالی سمجھا میں نے تو کہا تھا
کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم نے نہ مانا اور یہی کہا کہ فلان بن فلان زیادہ ہے
فلان سے تو آج میں تمہارے نسب کو نیچا کرونگا اور اپنے نسب کو اونچا متقی لوگ کہان
ہیں اوسوقت اونکے جھنڈے اونچے ہو گئے اور سب لوگ اونکے ساتھ ہو کر اپنی منزلون
کے اندر جنت میں بے حساب چلے جاوینگے اور ایک حدیث شریف میں ہے راس الحکمۃ
مخافۃ اللہ یعنی حکمت کی اصل خوف الہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو منظور ہو کہ مجھسے ملو تو بعد میرے خوف بہت کیا کرنا
اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے خوف اوسکو ہر طرح کی
بہتری سوجھا دیتا ہے۔ اور حضرت شبلی رح فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا ہون

تو پھر سے اسکے ایک دروازہ حکمت و عبرت کا ایسا کھل جاتا ہے جو میں نے کبھی نہ دیکھا ہو
اور یحیی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب مومن کچھ خطا کرتا ہے اوسکے پیچھے دو نیکیاں ہوتی ہیں
اول عذاب کا خوف دوم معاف ہونے کی توقع تو وہ برائی ان دونوں خوف و رجا کے
درمیان ایسی ہو جاتی ہے جیسے دو شیروں میں لومڑی اور حضرت موسی علیہ السلام کی حدیث
میں ہے کہ خدا تعالی قیامت کے روز ارشاد فرماویگا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جسکا
حساب میں نکرون اور اوسکے عمل کی تفتیش نہ بجا لاؤں بجز اہل ورع کے کہ ان سے مجکو شرم
آتی ہے اور انکی قدر اس بات سے زیادہ ہے کہ انکا حساب لیکر اسواسطے کھڑا کروں اور یہ
دونوں چیزیں یعنی ورع اور تقوی الفاظ ہیں کہ ایسے معانی سے مشتق ہیں جنمیں خوف کی
شرط ہے اگر خوف سے یہ دونوں خالی ہوں تو انکا نام ورع اور تقوی نہوگا اور اسیطرح
جو اخبار کہ فضیلت ذکر میں وارد ہیں ظاہر ہیں اونکو بھی اللہ تعالی نے مخصوص علما کیلئے
کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ اور فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ
اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ قسم ہے اپنی عزت
و جلال کی کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع کرونگا نہ دو امن میں اگر دنیا میں مجسے
مامون اور نڈر رہیگا تو قیامت میں اوسکو ڈراونگا اور اگر دنیا میں مجھسے خوف کریگا تو قیامت
میں امن میں رکھونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَنْ خَافَ اللّٰهَ تَعَالٰى
خَافَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَمَنْ خَافَ غَيْرَ اللّٰهِ خَوَّفَهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور دوسری حدیث
شریف میں فرمایا اَتَمُّكُمْ عَقْلًا اَشَدُّكُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ تَعَالٰى وَاَحْسَنُكُمْ فِيْمَا اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى
وَنَهٰى عَنْهُ نَظَرًا اور حضرت یحیی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیچارہ انسان اگر آتش دوزخ سے
اتنا ڈرتا جتنا افلاس سے ڈرتا ہے تو جنت میں داخل ہوتا۔ اور حضرت ذوالنون فرماتے ہیں
کہ جو شخص خدا تعالی سے ڈرتا ہے اوسکا دل نرم ہو جاتا ہو اور خدا تعالی سے محبت پختہ ہو جاتی ہو اور عقل
درست ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی اونہیں کا قول ہے کہ خوف رجا کی نسبت زیادہ چاہیے اسلیے
کہ جب رجا غالب ہوتی ہے تو دل پریشان ہو جاتا ہے۔ اور ابو الحسین نابینا کہا کرتے کہ سعادت
کی پہچان یہ ہے کہ بدبختی کا خوف آدمی کو ہو اسلیے کہ خوف بندے کے اور خدا تعالی کے
درمیان ایک باگ ہے جب وہ جاتی رہتی ہے تو بندہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی نے حضرت
یحیی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ قیامت میں بیخوف کون ہوگا اونھوں نے فرمایا

کہ جو دنیا میں سب سے زیادہ خوف رکھتا ہے۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ جب تک آدمی حلال نہ کھاویگا خوف اوسکو حاصل نہوگا۔ اور حضرت حسن رح سے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کیا علاج کریں ہم ایسے لوگوں میں بیٹھتے ہیں کہ وہ ہمکو اتنا ڈراتے ہیں کہ ہمارے دل گویا اوڑنے لگتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اسکو خوب جانو کہ ایسے لوگوں میں بیٹھنا کہ وہ تمکو ڈراویں یہان تک کہ تمکو امن پہونچ جاوے اس سے بہتر ہے کہ تم ایسوں کے ساتھ بیٹھو کہ وہ تمکو بیخوف کرتے رہیں اور تمکو ایک دفعہ ہی خوف آدباوے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ جس دل سے خوف علیحدہ ہوتا ہے وہ خراب ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں ۱۰۱ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس آیت میں و الَّذِینَ یُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ سے وہ آدمی مراد ہیں جو چوری کرتے ہیں یا زنا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں کہ نماز و روزہ ادا کرتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ شاید ہماری عبادت مقبول نہو۔ اور جو جو سختیاں اور مذمت کہ خدا تعالی کے عذاب و مکر سے بیخوف رہنے کے باب میں وارد ہیں وہ بھی سب خوف کی خوبی پر دال ہیں اسواسطے کہ کسی چیز کی مذمت کرنے سے خوبی اوسکی ضد کی ہوا کرتی ہے اور امن ضد ہے خوف کی جیسے کہ رجا ضد ہے یاس کی تو جیسے ناامیدی کی برائی سے رجا کی فضیلت معلوم ہوتی تھی ایسی ہی امن کی مذمت سے خوف کی فضیلت معلوم ہوتی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ رجا کی فضیلت میں آیا ہے وہ بھی خوف کی فضیلت پر دال ہے کیونکہ رجا اور خوف ایک دوسرے کے ساتھ ہی ہوتی ہیں اسلیے کہ جو شخص کسی محبوب کا متوقع ہوگا تو ضرور ہے کہ اوسکے نہ ملنے کا خوف بھی اوسکو ہو اور اگر نہ ملنے کا خوف نہوگا تو اوس شے سے محبت نہیں رکھتا ہوگا تو اوسکا انتظار بھی توقع کے طور پر نہ کریگا بہر حال خوف اور رجا لازم و ملزوم ہیں کہ ایک کا جدا ہونا دوسرے سے محال ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں اکٹھے ہوں اور ایک کو دوسرے پر غلبہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلب انمیں سے ایک ہی کے ساتھ مشغول ہو اور اوس وقت دوسرے کیطرف غفلت کی باعث التفات نکرے اور ان دونوں کے لزوم کی وجہ یہ ہے کہ رجا اور خوف دونوں کی شرط یہ ہے کہ جس چیز میں شک ہو اوس سے متعلق ہوں اسلیے کہ معلوم چیز کی نہ رجا کیجاتی ہے نہ خوف اب اگر محبوب چیز کو خیال کرو تو جس چیز کا وجود ہو سکتا ہے اوسکا عدم بھی ممکن ہے پس اگر محبوب کا وجود فرض کیا جاوے تو اوس شے

۱۰۱ ابو داؤد کی روایت جو دیتے ہیں اور ڈرتے دلوں میں ڈرتے ہیں صح ترمذی و ابن ماجہ و حاکم

واسکی بہشت ہو گی اور ہمیشہ کا آرام ملیگا اور اگر اوسکا عدم دریافت ہو تو دل کو صدمہ پہنچیگا اور اوسکا نام خوف ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونون صورتین ایک دوسری کی ضد ہین بشرطیکہ وہ امر جسکی تاک ہے مشکوک ہو ہان یہ ہوتا ہے کہ شک کی دونون طرفون مین سے بعض اوقات ایک کو بعض پر ایک طرح کا ترجیح ہو جاتی ہے اور اوسکا نام ظن ہو اور اسی واسطے باعث رجا و خوف کا ایک دوسرے پر غلبہ ہو جاتا ہے یعنی جب ظن پر وجود محبوب کا غالب ہوتا ہے تو رجا کو غلبہ اور قوت ہوتی ہے اور خوف چھپ جاتا ہے اور اوسکی نسبت یہ ہے کہ اگر ظن پر عدم محبوب کا غلبہ ہوتا ہے تو خوف کی قوت کے رجا دبی ہوتی ہے پس یہ الفین لزوم پایا جاتا ہے اسلیے خدا تعالیٰ نے دونون کو ایک جا ملاکر ارشاد فرمایا وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا اور فرمایا یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور یہی باعث ہے کہ عرب کبھی خوف کو رجا سے تعبیر کرتے ہین جیسے اس آیت میں مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا کہ لا ترجون کے معنی لا تخافون ہین اور قرآن مجید مین اکثر جا رجا بمعنی خوف آیا ہے اور وجہ یہی ہے کہ دونون لازم اور ملزوم ہین اور عادت اہل عرب کی ہے کہ ایک لفظ بولین اور اوس سے اوسکا لازم خواہ ملزوم مراد لین ایسا ہی رجا کے لفظ سے خوف مراد لیتا ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ جو خوبی خوف کے باعث رونے مین ہے تو اوس سے بھی خوبی خوف ہی کی معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ رونا خوف کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا اور فرمایا يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا اور فرمایا اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ اور رونے کے فضائل سے احادیث مسلو ہین چنانچہ ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایماندار ایسا نہین کہ اوسکی آنکھ سے کوئی آنسو اگرچہ مکھی کے سر کی برابر ہی کیون نہو خدا کے خوف سے نکل کر رخسار پر پہنچے روان ہوا اور پھر اوسکو خدا تعالیٰ آتش جہنم پر حرام کرے

اے خنک آن کو نکو کاری گرفت ۔ زور را بگذاشت و زاری گرفت

اور دوسری حدیث مین فرمایا جب ایماندار کے دل پر خدا تعالیٰ کے خوف سے لرزہ پڑجاتا ہے تو اوسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہین اور ایک حدیث مین فرمایا لَا يَلِجُ النَّارَ اَحَدٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین

کہا ہم اس بات سے بھاگ کر ہنستے ہوا اور ہنستے ہو اور روتے نہین اور تم کہلاڑیان کرتے ہو ۱۲

ع م
طبرانی و بیہقی بروایت ابن مسعود باسناد ضعیف ۱۲

ع م
طبرانی و بیہقی بروایت عباس باسناد ضعیف ۱۲

جو شخص کہ خدا تعالیٰ کے خوف سے رویا ہے وہ دوزخ مین نہ داخل ہوگا جب تک کہ دودھ پستان مین نہ پہونچ جاوے ۱۲
ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ

عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپنے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ اور گھر سے باہر
مت نکل اور اپنی خطا پر رویا کر ؎ بہ گریا شد بہ ق ابر و چشم + کہ نشیند آتش تہدید و خشم
اور حضرت عائشہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکی امت میں سے کوئی شخص بے حساب
بھی جنت میں داخل ہوگا آپنے فرمایا کہ ہان جو شخص اپنے گناہون کو یاد کرکے رویگا وہ
بیحساب جنت میں جاویگا اور ایک حدیث میں فرمایا کہ خدای تعالی کے نزدیک دو قطرون سے
زیادہ اچھا کوئی قطرہ نہیں ایک قطرہ آنسو کا جو خدای تعالی کے خوف سے نکلا اور ایک قطرہ
خونکا جو خدا کی راہ میں بہے گرچہ ؎ اشکہای ز پہر او بار ند خلق گوہر است اشک پندار ند خلق
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے کہ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَشْفِيَانِ
بِذُرُوفِ الدَّمْعِ قَبْلَ اَنْ تَصِيرَ الدُّمُوعُ دَمًا وَالْاَضْرَاسُ جَمْرًا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہین جنکو خدای تعالی اوس روز سایہ مین
رکھیگا جس روز سوا اوسکے سایہ کے اور کوئی سایہ نہوگا اور اونہین سے ایک شخص کو آپنے
فرمایا کہ ایک وہ ہوگا جو خدای تعالی کو تنہائی میں یاد کرکے رووے - اور حضرت ابو بکر صدیق رضہ
کا قول ہے کہ جو شخص رو سکے وہ رووے اور جس سے نہو سکے وہ رونی صورت بنا وے اور
حضرت محمد بن منکدر رحم جب روتے تو اپنے چہرے اور ریش پر آنسو مل لیتے اور فرماتے کہ
مجھکو خبر پہونچی ہے کہ جس جگہ آنسو لگ جاوینگے وہان آتش دوزخ نہ پہونچے گی اور حضرت
عبد اللہ بن عمرو رضہ فرماتے ہین کہ گریہ کرو اور اگر گریہ نکرو تو رونے کی سی صورت بناؤ اسلیے
کہ اگر تم میں سے کوئی حقیقت اوسکی جان لے تو اتنا چیخے کہ دم بند ہو جاوے اور اتنی نماز پڑھے
کہ کمر ٹوٹ جاوے - اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحم فرماتے ہین کہ جسکی آنکھ آنسوؤن سے
ڈبڈباوے گی اوسکے چہرے پر غبار اور ذلت قیامت کو نہ آویگی اور اگر اوسکے آنسو
بہینگے تو اول ہی قطرے سے بہت سی آگ کے سمندر سرد ہو جاوینگے اور اگر کوئی
شخص کسی جماعت میں رویگا تو اوس جماعت کو عذاب نہوگا اور یہ بھی اونہین کا قول ہے
کہ رونا خوف سے ہوتا ہے اور رجا و طرب شوق سے - اور حضرت کعب احبار رضہ فرماتے
ہین کہ بخدا مجھکو خدا کے خوف سے اسقدر رونا کہ آنسو میرے رخسار پر بہنے لگین اس بات سے
اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ خیرات کرون اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ
فرماتے ہین کہ میرے نزدیک میری آنکھ سے ایک آنسو نکلنا ہزار دینار کی خیرات دینے سے

ف۱ یہ حدیث پہلے گذر چکی اسکی اصل مجھکو نہین ملی ۱۲ ع

ف۲ ترمذی کی روایت ابو امامہ اور کہا ہے کہ غریب ہے ۱۲ ع

ف۳ الہی مجھکو دو آنکھین کثرت سے پانی بہانے والی روزی کر جو تجھکو گرانے سے تشفی دیوین پہلے اس سے کہ آنسو خون ہو جاوین اور داڑھین چنگاریان ۱۲

ف۴ طبرانی نے کبیر مین اور بیہقی نے ... روایت کیا ...

ف۵ بخاری و مسلم کی روایت ہے ...

اچھا ہے۔ اور حضرت حنظلہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ہمکو ایسی نصیحت کی کہ اوس سے دل نرم ہوگئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور اپنے نفسوں کو ہم نے جان لیا پھر جب میں اپنے گھر آیا تو گھر والی میرے پاس آئی اور دنیا کی باتیں ہم دونوں میں جاری ہوئیں یہاں تک کہ وہ حال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا وہ مجکو یاد نہ رہا اور دنیا میں جا پڑا پھر مجکو یاد ہوا تو اپنے دل میں میں نے کہا کہ میں منافق ہوگیا اسواسطے کہ جو خوف اوس وقت مجکو تھی وہ حال نہ رہا اس خیال میں میں گھر سے باہر نکلا اور پکار کر کہنے لگا کہ حنظلہ منافق ہوگیا آگے میں حضرت ابوبکر صدیق مجکو ملے اور فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہیں ہوا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور زبان سے یہی کہتا تھا کہ حنظلہ منافق ہوگیا آپ نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہیں ہوا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس تھے آپ نے ہمکو ایسا وعظ سنایا جس سے دلوں پر ترس چھا گیا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے اور اپنے نفسوں کی ہمکو اطلاع ہوگئی مگر جب میں اپنے گھر گیا اور دنیا کی باتیں شروع کیں تو وہ سب کیفیت بھول گیا جو آپ کے سامنے تھی آپ نے فرمایا کہ اے حنظلہ اگر تم ہمیشہ اوسی حال پر رہو تو تم سے فرشتے رستوں میں اور تمہارے بستروں پر مصافحہ کریں لیکن ایک بات کے لیے ایک وقت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو باتیں کہ رجا اور گریہ کی نسبت میں اور تقوی اور ورع کی فضیلت میں اور علم کی بہتری اور امن کی برائی میں وارد ہیں وہ سب خوف کی خوبی پر دلالت کرتی ہیں اسلیے کہ ان سبکا تعلق خوف سے ہے بعضی تو خوف کا سبب ہیں اور بعض کا سبب خود خوف ہے

پانچواں بیان اس امر کا کہ غلبہ خوف افضل ہے یا غلبہ رجا یا دونوں کا اعتدال

جاننا چاہیے کہ خوف و رجا کی فضیلت میں اخبار بہت وارد ہیں اور یہیں لحاظ ناظر کو شک ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کونسا ہے اور مطلق پوچھنا کہ خوف افضل ہے یا رجا قول فاسد ہے اور ایسا ہے جیسا کوئی پوچھے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی اور اسکا جواب یہی ہوگا کہ بھوکے کے لیے روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی اور اگر بھوک اور پیاس دونوں کسی شخص کو ہوں تو ان دونوں میں سے جونسی غالب ہوگی اوسیکا لحاظ ہوگا یعنی اگر بھوک غالب ہوگی تو روٹی افضل ہوگی اور اگر پیاس زیادہ ہوگی تو پانی

اور اگر دونون مساوی ہون تو روٹی اور پانی بھی مساوی ہون گے اسلیے کہ جو چیز کسی
مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اوسکی خوبی اوسی مقصود کے لحاظ سے ہوتی ہے
نہ خود اپنی ذات کے لحاظ سے اور از انجا کہ خوف و رجا دو دوائین ہین جنسے دلون کا علاج ہوتا ہے
تو اونکی خوبی اوسیقدر ہوگی جسقدر روگ موجود ہوگا پس اگر دل پر مرض بیخوف ہونے کا
خدا کے عذاب سے اور مغرور ہونے کا اثر ہوگا تو اس صورت مین خوف افضل ہوگا اور اگر
دل پر یاس اور قنوط غالب ہوگا تو رجا افضل ہوگی اسیطرح اگر بندہ پر گناہ کا غلبہ ہو تو بھی
خوف افضل ہوگا۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ یون کہین کہ خوف مطلقاً افضل ہے جیسے کہ سکتے ہین
کہ روٹی سکنجبین سے بہتر ہے اسواسطے کہ روٹی سے بھوک کا علاج ہوتا ہے اور سکنجبین سے
صفرا کا لیکن بھوک کا مرض بہت ہے اسلیے روٹی کی حاجت بہت ہے تو وہی افضل ہے
اسی اعتبار سے غلبہ خوف بھی افضل ہے کیونکہ گناہ اور مغالطہ کھانا خلق مین بہت پایا جاتا ہے
اور اگر خوف و رجا کے مطلع کو دیکھین تو رجا افضل ہے اسواسطے کہ رجا کا منبع بحر رحمت ہے
اور خوف کا بحر غضب اور جو شخص کہ صفات الٰہی مین سے ایسے صفات پر لحاظ رکھیگا جو
مقتضی لطف و رحمت کے ہون اوسپر محبت غالب ہوگی جسکے بعد کوئی اور مقام نہین
اور خوف کا موجب یہ ہوتا ہے کہ توجہ ایسی صفات الٰہی کی طرف ہوتی ہے جو مقتضی درشتی
کی ہون تو اس التفات مین محبت کا میل اتنا نہین ہوتا جتنا رجا مین ہوتا ہے بہرحال جو شی
غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہو اوسمین مناسب یہی ہے کہ لفظ اصلح مستعمل ہو نہ لفظ افضل اس بنا پر ہم
کہتے ہین کہ اکثر خلق کے حق مین رجا کی نسبت خوف اصلح ہے اسوجہ سے کہ معاصی اکثر پر
غالب ہین مگر متقی شخص جسنے گناہ ظاہری و باطنی چھوڑ دیے ہون تو اوسکے حق مین اصلح
یہ ہے کہ خوف و رجا اعتدال کے ساتھ ہم پلہ رہین۔ اور اسیواسطے یہ قول مشہور ہے کہ اگر
مومن کا خوف و رجا تولے جاوین تو دونون برابر اوترین۔ اور روایت ہے حضرت
علی رض نے اپنے کسی بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا خدا سے اتنا ڈر کہ اگر بالفرض تو اوسکے پاس
تمام روی زمین کے باشندون کی حسنات لیجاوے تو تجھسے پذیرا نکرے اور رجا بھی
ایسی کر کہ اگر تمام لوگون کی برائیان تو اوسکے پاس لیکر جاوے تو وہ تجھکو بخشدے
اور اسیواسطے حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ اگر بالفرض یون ندا ہو کہ ایک آدمی کے سوا
سب لوگ دوزخ مین جاوینگے تو مین یہی رجا کرون کہ وہ اکیلا مین ہی ہون اور اگر یہ ندا

یون پکارا جاوے کہ سب لوگ جنت مین جاوینگے صرف ایک آدمی نجاویگا تو مجکو یہ خوف ہو
کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور یہ نہایت خوف ورجا کا درجہ ہے کہ دونون اعتدال پر
بھی ہین اور غلبہ اور استیلا بھی برابر برابر ہے لیکن حضرت عمر رض ہی سے کہ خوف ورجا برابر ہین
گناہگار آدمی کو جب یہ گمان ہو کہ وہ نیز بہشتی لوگون مین ہی ہوگا تو یہ صورت اوسکے
مغالطہ کھانے کی ہے - اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمر رض جیسے شخص کے لیے خوف ورجا کا
برابر ہونا نہین چاہیے بلکہ رجا کا غالب چاہیے جیسا کہ شروع باب مین گذرا کہ قوت رجا بقدر
قوت اسباب کے ہوا کرتی ہے چنانچہ اوسکی مثال تخم اور زراعت مین بیان ہوئی اور ظاہر ہے
کہ جو شخص عمدہ بیج کو صاف زمین مین ڈالے اور ہمیشہ خبرگیری کرے اور جو شرایط زراعت کی
ہین سبکو ادا کرے تو ایسے شخص کے دل پر رجا ہی کا غلبہ ہوگا اور اوسکا خوف رجا کے برابر
ہرگز نہوگا پس اسیطرح حال متقیون کا ہونا چاہیے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص الفاظ اور
مثالون سے کسی چیز کی معرفت حاصل کرتا ہے اوسکو اکثر لغزش ہوتی ہے تو جو مثال ہم
اوپر لکھ آئے ہین وہ ہر وجہ سے مطابق اس امر خاص کے نہین ہے بلکہ ہم کہتے ہین کیونکہ
سبب غلبہ رجا کا علم ہوتا ہے جو تجربہ سے حاصل ہوتا ہے اس مثال زراعت مین تجربہ سے
زمین کا اچھا اور صاف ہونا اور بیج کا عمدہ ہونا اور ہوا کی درستی اور موافق موسم کی
علامات اوس سرزمین مین معلوم ہو سکتی ہے بخلاف مسئلہ مذکورہ کے کہ یہان بیج کا امتحان
نہین ہوا اور ایک اجنبی زمین مین ڈالدیا اور ڈالنے والے اوسکی نہ خبر لی نہ جانچا اور
نہ اوسکو یہ معلوم کہ اوس سرزمین مین جو عوائق زیادہ ہوتی ہین یا کم تو ایسے کسان کی رجا خوف سے
زیادہ نہین ہوسکتی گو اپنی تمام کوشش اور تدبیر کرے پس مسئلہ سابق مین تخم ایمان ہے
اور اوسکے عمدہ اور سالم ہونے کی شرطین باریک ہین اور زمین اوس تخم کے لیے دل ہی
جسکی پوشیدہ خباثتین اور صفات یعنی شرک خفی اور نفاق اور ریا اور پوشیدہ حسد مین
بڑی دقیق ہین - اور آفات اس مین کی شہوات ہین اور دنیا کی زیبایش اور دل کا آئینہ
کو اوسکیطرف ملتفت ہو جانا گو سرسری ہو اور انمین سے بھی کوئی ایسی بات نہین جسکو
تجربہ سے معلوم کیا جاوے اسلیے کہ کبھی ایسے اسباب پیش آتے ہین کہ جنکی مخالفت تاب بشر سے
خارج ہوتی ہے اور اوس جیسے امر کا امتحان کبھی نہین ہوا ہوتا - اور عوائق مزرعہ دل کے
لیے سکرات موت کے اہوال اور اوسوقت اعتقاد کا متزلزل ہونا ہے اور یہ بھی ایسی ہی

پیتر ہے کہ جسکا تجربہ نہیں ہوا پھر اس کھیت کے پکنے اور کٹنے کا وقت وہ ہیگا قیامت کے دن
پھر کہ جنت میں جاوے اوسکا بھی تجربہ نہیں ہے پس جو شخص کہ ان امور کے حقائق کو جانتا ہے
تو وہ اگر دل کا ضعیف اور رجا ہوتا ہے تو اوسپر خوف بہ نسبت رجا کے زیادہ ہو جاتا ہے چنانچہ
ایسے شخصوں کا حال صحابہ او تابعین کے ہم سے عنقریب مذکور ہوگا اور اگر دل کا قوی اور پکا اور
معرفت میں کامل ہوتا ہے تو اوسکا خوف و رجا دونوں برابر ہوتے ہیں نہیں کہ رجا کو غلبہ ہو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ دل کی تفتیش میں بہت مبالغہ کرتے تھے یہانتک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کرتے تھے کہ تمکو مجھ میں آثار نفاق کے معلوم ہوتے ہیں یا نہیں اور وجہ اوسکی یہ تھی کہ حذیفہ
کی یہ تھی کہ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے پہچاننے کے لیے مخصوص فرمایا تھا
اب کون ایسا ہے کہ اپنے دل کو پوشیدہ نفاق اور شرک خفی سے بچاوے اور اگر اپنے تئیں
سمجھے کہ میرا دل صاف ہے تو خدا تعالی کے مکر سے کہاں بے خوف ہو سکتا ہے کہ اوسکا حال
پوشیدہ کر دیا ہو اور واقع میں حال کچھ اور ہو اور اوسکو کچھ اور طرح پر اعتقاد ہو اپنے عیب
نسوجھتے ہوں اور اگر یہ امر صفائی دلی قطعاً حاصل ہوا اور بندے کو اعتقاد بھی اسی کے
بموجب ہو تو یہ کہاں سے جان لیا کہ اسیطرح کا حال حسن خاتمہ تک رہیگا حالانکہ حدیث شریف میں
آیا ہے کہ آدمی اہل جنت کے سے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اوسمیں اور
دوزخ میں صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہجاتا ہے اور بعض روایات میں مقدار فواق آیا ہے
یعنی دودھ نکالنے کے وقت دو دفعہ دوہنے کے بیچ میں جتنا وقت ہوتا ہے اسقدر رہجاتا ہے جنت
اور اوس شخص میں رہتا ہے مگر نوشتہ ازلی سبقت کرتا ہے اور خاتمہ اوسکا دوزخیوں کے
عمل پر ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے تھوڑے زمانے میں آدمی کوئی عمل اعضا سے تو
کرہی نہیں سکتا البتہ دل میں خیالات وسوسہ کا اتنی دیر میں ہو سکتا ہے پس اگر موت کے
وقت ایسا ہی وسوسہ آجاوے تو سب کمائی برباد ہو جاویگی اور خاتمہ برا ہوگا اس سے
بیخوف ہونا کسطرح ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ اچھی غایت ایمانداری کی یہ ہے کہ خوف و رجا دونوں
مساوی ہوں۔ اور اکثر لوگوں میں رجا کا غالب ہونا دلیل مغالطے میں پڑنے اور معرفت
کے کم ہونے کی ہے اور اسواسطے خدا تعالے نے جو اپنے اچھے بندوں کے اوصاف ذکر
فرمائے اونمیں ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا اور فرمایا یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا
اور فرمایا وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے آدمی کہاں جنکے لیے خوف و رجا

ع مسلم بروایت حذیفہ ۱۲
ع ج مسلم روایت ابو ہریرہ رض دونوں روایتوں میں قیدیں پچاس برس کی اور بالشت کی اور دودھ دوہنے کے عوض کی نہیں ۱۲

[illegible]

ہوا ہو اسلیے جو لوگ اب موجود ہین اُنکے حق مین مناسب اور اصلح خوف کا غلبہ ہے بشرطیکہ
خوف سے کر ہاس یاس نہ ہوجائے کہ مغفرت تو ہونے کی نہین عمل کرنا بھی فضول ہے اور
اس خیال سے تارک عمل ہوجائے اور گناہون مین ڈوب جائے ایسی صورت کو قنوط کہتے ہین
اسکا نام خوف نہین کیونکہ خوف وہی ہے جس سے ترغیب عمل کی ہو اور تمام شہوات کدورت آمیز
معلوم ہوں اور میل جانب دنیا سے ہٹ جائین اور دل مین تو خوف وسوسے کیطرح گذر گیا
مگر اثر اوسکا نہ برائی سے روکنا یا بھلائی پر ترغیب دینا کچھ بھی نہوا اور یاس کا نام خوف
ہو جسے یاس ٹوٹنے کی ہے - حضرت یحیی بن معاذ رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ جو شخص خدای تعالی کی
عبادت محض خوف سے کریگا وہ فکر کے سمندر مین ڈوب جاویگا اور جو کوئی ازروی
عبادت محض رجا سے کریگا تو وادی تمنا الوہین سرگشتہ رہیگا اور اگر خوف ورجا دونون کے
ساتھ عبادت کریگا تو طریق ذکر مین مستقیم رہیگا - اور مکحول دمشقی رحمہ فرماتے ہین کہ جو شخص خدا کی
عبادت خوف سے کرتا ہے وہ خارجی ہے اور جو شخص رجا کے ساتھ عبادت کرے وہ مرجیہ
اور جو محض محبت کے باعث عبادت کرے وہ زندیق ہے اور جو شخص خوف اور رجا اور
محبت تینون سے عبادت کریگا وہ موحد ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں تو ان سب کا
ضروری ہے مگر اصلح اور مناسب خوف کا غلبہ ہے یہانتک کہ موت نزدیک ہو اور مرنے کے
وقت غلبہ رجا کا مناسب تر ہے اور حسن ظن زیبا اسلیے کہ خوف تو قائم مقام
کوڑے کے ہے جو عمل پر آمادہ کیا کرتا ہے اور نزع کی صورت مین وقت عمل تو گذر گیا
سکرات موت مین بشر سے کچھ عمل نہین ہوسکتا نہ لوازم خوف کی برداشت کرسکتا ہے
اسلیے کہ اس سے تو اور زیادہ دلشکنی ہوتی ہے اور کل کام تاراج ہو جاتا ہے ہان رجا کی تسکین
دل کو تقویت ہوتی ہے اور جس ذات پاک سے رجا ہوتی ہے اوسکی محبت دل مین سماتی ہے
اور آدمی کو یہی مناسب بھی ہے کہ جب دنیا سے کوچ کرے تو محبت الہی ہی مین سفر کرے
تاکہ خدا کی ملاقات بھی اچھی معلوم ہو کیونکہ جو شخص خدا سے ملنا اچھا جانتا ہے خدای تعالی
اوس سے ملنا اچھا جانتا ہے اور یہ صورت رجا مین بن سکتی ہے اسلیے کہ محبت رجا سے ملی ہوئی
ہے غرضکہ جو شخص اوسکے کرم کا راجی ہوگا وہ محبوب ہوگا اور تمام علوم اور اعمال سے غرض
معرفت الہی ہے یہانتک کہ معرفت سے محبت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ انجام کو اوسی کیطرف
جانا ہے اور مرنے کے بعد اوسی تک آنا اور جو شخص اپنے محبوب کے پاس آتا ہے تو محبت !

محبت اوسکی خوشی ہوتی ہے اور اگر جدا ہوتا ہے تو اوسیقدر رنج و عذاب بھی ہوتا ہے
پس اگر مرنے کے وقت دل پر محبت زن و فرزند اور مال و مسکن اور اراضی اور رفقاء و
احباب کی غالب ہوگی تو یہ شخص ایسا ہوگا کہ اسکی سب محبوب چیزیں دنیا ہی میں تھیں تو
دنیا اوسکی جنت تھی اسواسطے کہ جنت اوسی مقام کا نام ہے جسمیں سب خاطر خواہ چیزیں
موجود ہوں تو ایسے شخص کا مرنا گویا جنت میں سے نکلنا اور اوسکی خواہش کی چیزوں میں
اور اوسمیں حجاب پڑجانا ہے اور ظاہر ہے کہ آدمی کی خواہش کی اشیا میں حجاب پڑجانا
بڑا سخت ہوتا ہے اسلیے ایسے شخص کو مرنا بڑی مصیبت ہے مگر جس شخص کا محبوب سوا
خداے تعالی اور اوسکے ذکر اور معرفت اور فکر کے اور کچھ نہیں اور دنیا اور اوسکے علائق
عائق اوقات ہیں تو ایسے کے حق میں دنیا قیدخانہ ہے اسواسطے قیدخانہ اوسکو کہتے ہیں
جسمیں قیدی اپنی دل پسند چیزوں سے راحت نہ لینے پاوے پس ایسے کے لیے مرنا گویا
قید سے چھوٹنا اور اپنے محبوب کے پاس آنا ہے اور قید سے چھوٹنے میں جو حال قیدی کا
ہوتا ہے اور جس شخص کو اپنے محبوب کا وصال بلا مزاحم میسر آتا ہے اوسکی کیفیت معلوم ہے
اسی سے قیاس کرنا چاہیے کہ اس شخص کو کیسی خوشی ہوتی ہوگی اور یہ ثواب تو تھا شتابی کا
جو بعد موت کے آدمی کو پہلے پہل ملتا ہے اسمیں اوس ثواب کا ذکر ہے جو خداے تعالی
نے اپنے نیک بندوں کے لیے مہیا کر رکھا ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ کسی بشر کے
دل پر گذرا اور نہ اسمیں وہ عذاب شامل ہے جو اللہ تعالی نے اون لوگوں کے واسطے تیار
کر رکھا ہے جو زندگی دنیا کو آخرت کی نسبت اچھا جانتے ہیں اور اوسی پر راضی اور تسلی کر
بیٹھے ہیں اور وہ عذاب طرح طرح کا وبال و زنجیریں اور طوق اور انواع و اقسام کی ذلت
و رسوائی ہے سو ہم خداے تعالی سے دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمکو مسلمان اوٹھاوے
اور صالحوں میں ملاوے اور اس دعا کے قبول ہونے کی طمع بجز حاصل کرنے محبت الہی کے
نہیں اور حصول محبت الہی کی سبیل بدون نکالنے غیر اللہ کی محبت کے دل سے اور
متعلقات سواے خداے تعالی کے ہیں مال اور جاہ اور وطن وغیرہ اونکے قطع کرنے کے
نہیں ہو پڑتی تو بہتر ہے کہ ہم وہ دعا مانگیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے
چنانچہ آپنے فرمایا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنِي
اِلٰى حُبِّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ خلاصہ یہ کہ موت کیوقت

غلبہ رجا کا مناسب ہے اسواسطے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور وقت سے پیشتر غلبہ خوف کا مناسب ہے کیونکہ اس سے بخوبی شہوات کی آگ بجھ جاتی ہے اور دل سے محبت دنیا کا استیصال اچھی طرح ہو جاتا ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایموتن احدکم الا وھو یحسن الظن بربہ اور حدیث قدسی میں مذکور ہے انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء اور جب کہ حضرت سلیمان تیمی رح کی وفات قریب ہوئی تو اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے احادیث رخصت کا ذکر کرو اور جب تک میرا وصال ہو رجا کا بیان کرتے رہو کہ میں خدا سے حسن ظن کے ساتھ ملوں اور جب حضرت سفیان ثوری رح کو نزع کا عالم ہوا اور خوف بہت معلوم ہوا تو آپ نے گرد علما کو جمع کیا کہ وہ امید دلاویں اور حضرت امام احمد بن حنبل رح نے اپنے انتقال کے وقت ارشاد فرمایا کہ مجھ سے وہ احادیث بیان کرو جنمیں رجا اور حسن ظن کا ذکر ہے اور مقصود ان سب کا یہی ہے کہ اسوقت اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنجائے اور اسی بنا پر حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی آئی کہ مجھکو میرے بندوں کے نزدیک محبوب کر دے انہوں نے عرض کیا کہ الٰہی کس طرح ارشاد ہوا کہ اونکو میرے انعام واحسان کو بیان کر غرضکہ غایت سعادت آدمی کی یہی ہے کہ اللہ کی محبت میں مرے اور محبت الٰہی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے اول معرفت سے دوسرے محبت دنیا کو دل میں سے نکالنے سے یہاں تک کہ دنیا ایسی معلوم ہو گویا قیدخانہ ہے کہ محبوب سے نہیں ملنے دیتا چنانچہ بعض صلحا نے حضرت ابو سلیمان دارانی رح کو خواب میں دیکھا کہ وہ اوڑتے ہیں انہوں نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ میں ابھی قید سے چھٹا ہوں صبح کو جب جاگا تو لوگوں سے ابو سلیمان کا حال پوچھا لوگوں نے کہا کہ شب گذشتہ انکا وصال ہوا

چھٹا بیان اون تدبیر کا جس سے حالت خوف کی حاصل ہو

جاننا چاہیے کہ جو علاج ہم نے صبر کے حال میں لکھا ہے اور باب صبر و شکر میں جسکی تشریح کی ہے وہ اس غرض میں کافی ہے اسلیے کہ صبر جبھی ہو سکتا ہے جب اول خوف و رجا ہو لیں کیونکہ اول مقام دین کے مقامات سے یقین ہے یعنی اعتقاد قوی اور ایمان کا اللہ تعالیٰ اور روز جزا اور جنت و دوزخ پر ہونا اور ظاہر ہے کہ اس اعتقاد سے خوف دوزخ کا اور رجا جنت کی ضرور پیدا ہوگی اور ان دونوں سے صبر پیدا ہوتا ہے کیونکہ جنت مکروہات سے گھری ہوئی ہے اونکے تحمل پر صبر کرنا بدون قوت

رہا جاسکے نہین ہوسکتا اسیطرح دوزخ شہوات سے چھپی ہوئی ہے اونکے استیصال پر صبر کرنا
بدون قوت خوف کے ممکن نہین - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص
مشتاق جنت کا ہوتا ہے وہ شہوات کی چیزون کو بھول جاتا ہے اور جو شخص کہ دوزخ
کی آگ سے ڈرتا ہے وہ حرام چیزون سے باز رہتا ہے پھر یہ مقام صبر جو خوف و رجا سے
حاصل ہوتا ہی اس سے مقام مجاہدہ اور ذکر الٰہی اور فکر دائمی کے لیے تنہا رہنا حاصل ہوتا ہی
اور دوام ذکر سے نوبت انس کی اور دوام فکر سے کمال معرفت اور کمال معرفت و انس سے
محبت کا مقام ملتا ہے اور محبت کے بعد رضا اور توکل وغیرہ مقامات ملتے ہین پس جس
منازل دین کے سلوک مین یہ ترتیب ہے اول اصل یقین ہے اور اسکے بعد کوئی مقام
بجز خوف و رجا کے نہین نہ اونکے بعد سوا صبر کے کوئی مقام ہے اور مجاہدہ اور تجرد اللہ کے
لیے ظاہر و باطن مین مجرد ہوجانا صبر ہی سے حاصل ہوتا ہے اور بعد مجاہدہ کے اگر
کسیکو راہ کھلتا ہے تو سوا ہدایت اور معرفت کے اور کوئی مقام نہین اور معرفت کو بدون
انس محبت کے سوا کوئی مقام نہین اور محبت کے لیے ضروری ہے کہ محبوب کے
فضل پر بھروسا رہے اور اوسکی عنایت پر اعتماد رکھے جس سے رضا اور توکل کے مقامات
حاصل ہون - خلاصہ یہ کہ ہر چند جو کچھ ہم صبر کے علاج مین لکھ آئے ہین اوسقدر بیان
کافی ہے الا تاہم خوف کو ہم علیحدہ ایک مختصر کلام مین بیان کرتے ہین اور کہتے ہین
کہ خوف دو صورتون مختلفہ سے پیدا ہوتا ہے جنمین سے ایک صورت دوسری کی نسبت
اعلی ہے اور ان دونون صورتون کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک لڑکا ایک گھر مین موجود
اور یکایک وہین کوئی درندہ یا سانپ چلا آوے تو کیا عجب ہے کہ لڑکا اوس سے نہ ڈرے
بلکہ سانپ کے پکڑنے کو ہاتھ بڑھاوے اور اوس سے کھیلنا چاہے لیکن اگر اوسکے ساتھ اوسکا
باپ بھی ہو اور اوسکو کچھ سمجھ بھی ہو اور اوسکا باپ سانپ یا درندے کو دیکھکر ڈر جاوے
اور بھاگ کھڑا ہو تو لڑکا بھی جب باپ کو کانپتے اور بھاگتے دیکھیگا اوسکے ساتھ ہی
بھاگیگا اور خوف اوسپر چھا جاویگا پس یہان ایک خوف تو باپ کا ہے جو سانپ کی
خاصیت اور اوسکا زہر جانتا بوجھتا ہے اور درندے کی پکڑ اور جھپٹ اور بیدردی کو
سمجھتا ہے اور ایک خوف لڑکے کا ہے جو صرف باپ کی تقلید سے ہی اسوجہ سے
کہ جانتا ہے کہ باپ کا ڈرنا کسی خوفناک چیز ہی سے ہے پس اوسکی دیکھا دیکھی ڈر جاتا ہے

کہ وہ مردہ اور سانپ خوفناک چیز ہے اور اوسکی وجہ نہین جانتا جب اس مثال کو جان چکے تو
جان لو کہ خدای تعالی سے ڈرنے کے بھی دو مقام ہین اول خوف اوسکے عذاب سے دوم
خوف اوسکی ذات سے دوسری قسم کا خوف اون لوگون کو ہوتا ہے جو اہل علم اور ارباب
کشف ہین اور اوسکی صفات ایسی ہین جو مقتضی ہیبت اور رعب اور خوف
کی ہین اور نیز یہ بات اس قول خداوندی سے سمجھی جاتی ہے ویحذرکم اللہ نفسہ اور اس قول کے
اتقوا اللہ حق تقاتہ سے خوب واضح ہین اور قسم اول خوف عام خلق کا ہے جو محض
جنت اور دوزخ پر ایمان لانے اور اونکا باعث طاعت و معصیت کا اعتقاد رکھنے سے
ہوتا ہے اور یہ خوف غفلت کے باعث اور ضعف ایمان کے سبب کمزور ہو جاتا ہے اور
یہ غفلت دور کرنے و نصیحت سننا اور قیامت کی دہشتون کے سوچنے اور اقسام
عذاب آخرت کے یاد کرنے سے جاتی رہتی ہے اور نیز خائفین کو دیکھنے اور اونکے
پاس بیٹھنے اور اونکے احوال کے مشاہدہ کرنے سے زائل ہو جاتی ہے اگر مشاہدہ نہ ہو
تب بھی سننا خالی تاثیر سے نہین اور دوسری قسم خوف کی جو بڑھکر ہے وہ یہ ہے کہ
خود خدای تعالی سے خوف کیا جائے یعنی اوسکی دوری اور حجاب کا خوف ہو اور قرب کی
رجا حضرت ذو النون نے فرمایا ہے کہ خوف دوزخ کا بمقابلہ خوف فراق کے ایسا ہے
جیسا ایک قطرہ دریا کے سامنے ہے اور یہ خوف علما کو ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور عام مومنین کو بھی اس خوف سے بہرہ ہے مگر
اونکا خوف صرف تقلیدی ہے جیسے لڑکے کا خوف سانپ سے اپنے باپ کی تقلید کر
تھا اور چونکہ اس خوف تقلیدی مین بصیرت نہین ہوتی اسواسطے ضعیف ہوتا ہے
اور جلد جاتا رہتا ہے یہانتک کہ لڑکا اگر کبھی کسی منتر پڑھنے والے کو سانپ پکڑتے دیکھتا ہے
تو خود مغالطہ کھا کر اوسکی دیکھا دیکھی آپ بھی جرات اوسکے پکڑنے کی کرتا ہے جیسے پہلی
دیکھا دیکھی خوف کرتا تھا یہ حال اعتقاد تقلیدی کا ہے کہ ضعیف ہوتے ہین الا اوس صورت
مین کہ اوسکے اسباب کو ہمیشہ دیکھا جاوے جنسے کہ اونکی تاکید ہوتی ہے اور ہمیشہ مقتضا
اسباب کے بموجب طاعت کی کثرت اور معاصی سے اجتناب بمدت دراز تک منظور رکھا جاوے
کیا جاوے تو البتہ خوف تقلیدی قوی ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ جو شخص درجہ معرفت تک پہنچکر خدای تعالی
کو دیکھتا ہے وہ خواہ مخواہ خوف کرتا ہے اوسکے لیے کسی علاج کی ضرورت نہین ہے

اور ڈراتا ہے تم کو اللہ اپنے سے
ڈرو اللہ سے جیسا چاہیے اوس سے ڈرنا

اللہ سے ڈرتے وہی ہین اوسکے بندون مین جنکو سمجھ ہے ۱۲

کہ خوف اوسکو حاصل ہو جیسے کوئی شخص درندے کو جانتا ہے اور اپنے آپ کو اوسکے پنجوں میں مبتلا دیکھے تو اوسکے لیے اس بات کی حاجت نہیں کہ درندے سے ڈرنے کے لیے اوسکے واسطے کوئی تدبیر کیجائے بلکہ وہ تو درندے سے خواہ مخواہ ڈریگا اور اسیواسطے خدا تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مجھسے ایسا ڈر جیسے درندہ ایذا رسان سے ڈرتا ہے اور درندہ ایذا رسان سے ڈرنے کے لیے بجز درندے کی معرفت اور اوسکے پنجوں میں واقع ہونے کی کیفیت معلوم کرنے کے اور کچھ تدبیر نہیں چاہیے پس جو شخص کہ خدا تعالی کو جانے گا وہ یہ جان لیگا کہ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے کچھ پروا نہیں رکھتا جو چاہتا ہے سو حکم دیتا ہے کسی سے نہیں ڈرتا فرشتوں کو بدون کسی ذریعہ سابقہ کے قرب عنایت فرمایا اور ابلیس کو بغیر کسی جرم گذشتہ کے راندہ درگاہ کیا اوسکی صفت یہی ہے جو حدیث قدسی میں مذکور ہے هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي وَهٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ وَلَا أُبَالِي ح۱
اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ عذاب بدون معصیت کے نہیں دیتا اور نہ ثواب بدون طاعت کے تو اوسکو یہ تامل کرنا چاہیے کہ پھر مطیع کے لیے اسباب طاعت سے کیوں اعانت کرتا ہے کہ اوسکو خواہ مخواہ اطاعت ہی کرنی پڑتی ہے اور عاصی کو لوازم معصیت کیوں مہیا فرماتا ہے جس سے کہ وہ طوعًا و کرہًا گناہ کرتا ہے یعنی جب خدا تعالی نے غفلت اور شہوت اور قدرت شہوت کے ادا کی پیدا کردی تو فعل تو اوس سے ضرور ہی ہوگا اب ہوا اوسکو اپنی درگاہ سے دور کیا تو اسلیے کیا کہ وہ مرتکب جرم ہوا مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اوسکو جو قدرت گناہ دی اور اوس سے گناہ کرایا یہ کس سبب سے ہوا کیا پہلے اس سے کوئی اور خطا ہوئی تھی جسکی سزا میں یہ گناہ اوس سے سرزد ہوا پھر اوس خطا کو کہینگے کہ وہ کس لیے ہوئی تھی یہاں تک کہ ایک لا انتہا سلسلہ پہنچا وے یا اول ہی قصور پر یوں کہا جاوے کہ پہلے سے بندے کا قصور کوئی نہیں تھا بلکہ ازل میں اوسپر یوں ہی لکھا گیا تھا اور اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اوس حدیث میں کہ قصہ گفتگو حضرت آدم اور حضرت موسی علیہما السلام کا خدا تعالی کے سامنے مذکور فرمایا کہ دونوں میں گفتگو ہوئی اور حضرت آدم غالب ہے حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ تم وہی آدم ہو جنکو خدا تعالی نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ڈالی اور اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور اپنی جنت میں رکھا پھر تم نے

ح۱ یہ لوگ جنت میں ہیں اور مجھکو پروا نہیں اور یہ لوگ دوزخ میں ہیں اور مجھکو پروا نہیں ۱۲

اپنی خطا کے باعث لوگون کو زمین پر اتارا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم وہی موسی
ہو جنکو خدا تعالی نے اپنی رسالت اور کلام سے مخصوص فرمایا اور تختیان عنایت فرمائیں
جنمین ہر ایک چیز کا بیان تھا اور تمکو اپنی سرگوشی مین سرفراز فرمایا تو بھلا یہ تو بتاؤ کہ خدا تعالی
نے میری پیدائش سے کتنا پہلے توریت کو لکھا تھا حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ چالیس
برس پیشتر حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ توریت مین یہ بھی ہے کہ (وعصی آدم
ربہ فغوی) اونھون نے فرمایا کہ ہے حضرت آدم نے فرمایا کہ کیا تم مجھکو ایسے عمل کرنے پر
ملامت کرتے ہو جو چالیس برس پیشتر میرے عمل کرنے اور پیدا ہونے سے اللہ تعالی نے
مجھپر لکھ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حجت سے حضرت آدم علیہ السلام
حضرت موسی علیہ السلام پر غالب آئے پس جو شخص اس امر مین سبب کو معلوم کریگا اور معلوم
کرنا اوسی نور ہدایت سے ہوگا تو وہ شخص خاص عارفون مین سے ہوگا جو اللہ کے بھید کے
واقف ہین اور جو شخص سنکر ایمان لاویگا اور سنتے ہی یقین کریگا وہ عام مومنین مین سے
ہوگا اور ان دونون مین سے ہر ایک فریق کو ایک طرح کا خوف ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک اللہ کی
تقدیر سے ڈرنا ایسی طرح ہے جیسے ایک لڑکا درندے سے کہ جنگل مین ہو اور درندہ کبھی او
بھول جاتا ہے اور لڑکے کو چھوڑ دیتا ہے اور کبھی غور کر چیر پھاڑ ڈالتا ہے اور یہ
امور یقین ہے کہ اتفاق ہوا کرتے ہین اور اس اتفاق کے لیے بھی اسباب تقدیری ہین
ہوا کرتے ہین لیکن اگر اس امر کو بلحاظ نہ جاننے والے کے دیکھین تو اتفاق کہینگے اور
اگر خدا تعالی کے علم کے اعتبار سے دیکھین تو اتفاق نہ کہینگے۔ اور جو شخص کہ درندہ
کے جنگل مین پڑا ہے اگر اوسکی معرفت کامل ہو تو وہ اوس سے خوف نہین کریگا
اسواسطے کہ وہ بھی مسخر ہے اگر اوسپر بھوک مسلط کیجاوے گی تو شکار کریگا اور اگر غفلت
طاری کیجاویگی تو چھوڑ دیگا تو مسخر سے کیا ڈرنا چاہیے خوف اوس سے چاہیے جسنے
درندے کو اور اوسکی صفات کو پیدا کیا اسلیے ہم یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ اللہ تعالے
سے ڈرنے کی مثال درندہ سے ڈرنا ہے بلکہ اگر پردہ اوٹھا لیا جاوے تو معلوم ہو کہ
درندہ سے ڈرنا بعینہ خدا سے ڈرنا ہے اسواسطے کہ درندے کے ذریعے سے ہلاک
کرنے والا تو وہی ہے۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ آخرت کے درندے مثل دنیا کے
درندون کے ہین اور اللہ تعالی نے اسباب عذاب اور اسباب ثواب دونون کو پیدا کیا اور

دونون کے واسطے اونکے اہل بھی پیدا کیے جنکو تقدیر الٰہی بحکم قضاء ازلی کے اوسطرف ہنکائے لیے جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا ہوے ہین مثلاً جنت کو خداے تعالی نے پیدا کیا اور اوسکے لیے کچھ لوگ بنائے کہ وہ جنت کے سامان سکے لیے مسخر کردیے ہین وہ چاہین یا نچاہین اور دوزخ کو پیدا کیا اور اوسکے لیے بھی کچھ لوگ پیدا کیے اور اونکو دوزخ ہی کے اسباب کا مسخر کردیا اونکو منظور ہو یا نہو پس جو کوئی اپنے نفس کو گرداب تقدیر اور چارموجہ قضا مین دیکھیگا اوسپر بیشک خوف غالب ہوگا ۔ یہ خوف اون لوگون کا ہے جو راز تقدیر کو سمجھ گئے ہین مگر سبکو سمجھنا کٹھن ہے مگر اسقدر تک دشوار ہو اوسکا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کی وہ اخبار و آثار کے سننے سے کرے یعنی خائفین اور عارفین کے احوال و اقوال کا مطالعہ کرے اور پھر اونکے عقول و مناصب کو مغرور رجا والون کی منصب کے ساتھ نسبت دے تو کچھ شک کریگا اس بات مین کہ پیروی کرنی اول فرقہ کی اولے ہے کیونکہ وہ لوگ انبیا اور علما ہین اور فریق ثانی یعنی بیخوف لوگ فرعون اور جاہل و غبی ہین زیادہ اس سے کیا ہوگا کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین و الآخرین ہین وہ سبسے زیادہ خائف رہتے تھے یہانتک کہ روایت ہے کہ ایک لڑکے کی نماز جنازہ آپ پڑھتے تھے کہ آپنے کسیکو پڑھتے سنا اَللّٰهُمَّ قِهِ عَذَابَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ اور ایک روایت مین یہ ہے کہ کسی کو یون کہتے سنا هَنِيْئًا لَكَ عُصْفُوْرٌ مِنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ تونے کیسے جانا کہ یہ ایسا ہی ہے بخدا کہ مین رسول خدا ہون مگر مجھکو معلوم نہین کہ میرے ساتھہ کیا معاملہ کیا جاویگا اللہ تعالی نے جنت کو پیدا کیا اور اوسکے واسطے کچھ لوگ بنائے کہ اونمین نہ زیادہ ہون نہ کم ۔ اور ایک روایت یون ہے کہ یہی ارشاد آپنے حضرت عثمان بن مظعون رض کے جنازے پر جو اول مہاجرین مین سے تھے اوسوقت فرمایا تھا کہ جب حضرت ام المومنین ام سلمہ رض نے اونکو کہا تھا هَنِيْئًا لَكَ الْجَنَّةُ حضرت ام سلمہ رض بعد کو فرمایا کرتین کہ عثمان کے بعد مین کسیکو پاک نہ کہونگی اور محمد بن خولۃ الحنفیہ یعنی بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرماتے ہین کہ بخدا مین سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو پاک نہین کہتا نہ اپنے باپ کو کہ جنکا مین تخم ہون راوی کہتے ہین کہ اس بات سے فرقہ شیعہ نے اونپر ہجوم کیا تو آپنے فضائل اور مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان کرنے شروع کیے ۔ اور ایک دوسری حدیث مین ایک شخص اہل صفہ کا حال مروی ہے کہ جب وہ

الہی اوسکو بچا قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے ۱۲ طبرانی در اوسط بروایت انس ۱۲

مبارک ہو تجھے ایک چڑیا ہے جنت کی چڑیون مین سے ۱۲ مسلم بروایت عائشہ اور صحیحین مین عمرو بن ... ذکر نہین ۱۲

[illegible]

شہید ہوئے تو اونکی مان نے کہا کہ بیٹا جنت مبارک ہو تو جنت کی چڑیون مین سے ہے
تونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور راہ خدا مین مارا گیا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اونکی مان سے کہا کہ تمکو کیسے اوسکا جنتی ہونا معلوم ہوا شاید وہ اپنی حیات مین
کلام غیر نافع کیا کرتا ہو یا ایسی چیز کو نہ دیا کرتا ہو جو اوسکا مضر نہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لیگئے وہان سنا کہ کوئی عورت
کہہ رہی ہے کہ تجھکو جنت مبارک ہو آپنے پوچھا کہ یہ کون ہے جو خدا پر حکم کرتی ہے مریض نے
عرض کیا کہ یہ میری مان ہے آپنے اوس عورت کو ارشاد فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید
تمہارا لڑکا کلام بیفائدہ کیا کرتا ہو اور ایسی چیز میں بخل کیا کرتا ہو جسکے پاس رہنے سے
تو انگر نہوتا ہو۔ علاوہ ازین مسلمان کس طرح خوف نکرین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ مجھکو بوڑھا کر دیا سورۂ ہود اور اوسکی ہمشکلون سورۂ واقعہ اور کورت اور
عم یتساءلون نے علما اسکی وجہ یہ فرماتے ہین کہ شاید یہ قول آپ کا اسلیے ہے کہ سورۂ ہود مین
دور کرنے کا مضمون بہت ہے جیسے اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ اور اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ
اور اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ وجہ یہ کہ آپ کو معلوم تھا کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو یہ قوم
شرک نہ کرتی کیونکہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا اور سورۂ واقعہ مین یہ مضمون ہے
لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ یعنی جو شدنی ہے اوسپر قلم خشک ہو گیا تو پہلا
لکھا پورا ہو گا جب تک کہ واقعہ آوے اور وہ یا خافضہ یعنی پست کرنیوالی ہو گی اون
لوگون کی جو دنیا مین اونچے تھے یا رافعہ ہو گی یعنی اونچا کرنیوالی اون لوگون کی
جو دنیا مین پست تھے اور سورۂ کورت مین قیامت کے احوال ہین اور خاتمے کا خیال ظاہر
ہونا چنانچہ ارشاد ہے وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ
اور عم یتساءلون مین بھی کچھ ایسا ہی مضمون ہے يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ اور
لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا اور قرآن مجید اول سے آخر تک
خوف ہی ہے اگر کوئی سمجھکر پڑھے اور اگر تمام قرآن مین صرف ایک ہی آیت ہوتی کہ
اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى تو کافی ہوتی اسلیے کہ اسمین مغفرت کو
چار شرطون پر معلق کیا ہے کہ بندہ اونمین سے ایک کو ادا کرنے سے بھی عاجز ہے کہ
اوس سے زیادہ سخت یہ قول خداوندی ہے فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ

اور میری بخشش ہے اوسے جو توبہ کرے اور یقین لاوے اور کرے بھلا کام پھر راہ پر رہے
سو جس نے توبہ کی ہے اور یقین لایا اور کی بھلائی سو امید ہے کہ ہووے چھوٹنے والون مین

مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ یعنی با وجود بچاؤ اور عمل کے بھی یقین فلاح نہیں اور یہ قول لِیَسْئَلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ
صِدْقِهِمْ اور سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَا الثَّقَلٰنِ اور اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ اور وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ
اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ اور یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ
وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا اور وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا
مَّقْضِیًّا اور اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ اور مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ
نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ
اور فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ اور وَقَدِمْنَا اِلٰى
مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا اور وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
ان صفتوں میں نقصان اور خسران سے بچنے کی چار شرطیں کی ہیں اور انبیا علیہم السلام باوجود اپنے مرتبہ کے
اسی کے ڈر سے رہتے تھے یہی خبر دی کہ وہ خدا تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ
خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہانتک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام
خدا ہی تعالیٰ کے خوف سے روئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو وحی کی کہ تم کیوں روتے ہو
میں نے تمکو مامون کر دیا عرض کیا کہ الٰہی تیرے مکر سے بے خوف کون ہو سکتا ہے گویا ان
دونوں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اور ہمکو اطلاع کاموں کے انجام کی نہیں ہے اس
بات سے مامون نہیں ہے کہ خدا ہی تعالیٰ کا فرمانا کہ میں مراد امتحان اور ابتلا اور مکر کے لیے ہو
اگر ارشاد خداوندی کے بعد خوف ساکن ہو جاتا تو معلوم ہوتا کہ مکر سے مامون ہیں اور اپنے
قول سابق کی وفا نہ ہوتی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جبکہ گوپھن میں رکھے گئے تو فرمایا
کہ حَسْبِیَ اللّٰهُ یعنی خدا مجکو بس ہے اور یہ ایک بڑا دعوی تھا اسلیے آپ کا امتحان لیا گیا
اور ہوا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا
کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ تم سے کچھ مطلب نہیں تو یہ فرمانا آپ کا واقع میں وفا
اول قول حَسْبِیَ اللّٰهُ کا پورا کرنا تھا اسی قصے کو خدا ہی تعالیٰ نے بیان فرمایا وَاِبْرٰهِیْمَ
الَّذِیْ وَفّٰى یعنی اول حَسْبِیَ اللّٰهُ جیسا کہا تھا ویسا ہی نباہ دیا اور اسی طرح کا حال حضرت
موسی علیہ السلام کا بیان فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰى
قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰى اور باوجود اسکے جب جادوگروں نے اپنا

جادو پھیلایا تو حضرت موسی علیہ السلام کے دل میں خوف ہوا اسلیے کہ آپ خدای تعالی کے
مکر سے خوف نڈر تھے اور امر مشتبہ ہوگیا تھا یہانتک کہ نئے سرسے اونکے لیے امن کا
ارشاد کیا گیا کہ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی اور جب شوکت مسلمانوں کی بدر کے روز
کم ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب احدیت میں عرض کیا کہ الٰہی اگر اس جماعت کو
تو ہلاک کر دیگا تو روے زمین پر کوئی ایسا نہیں رہیگا جو تیری عبادت کرے تو حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ یہ الفاظ جانے دیجیے آپ کے لیے جو وعدہ خدای تعالی
نے کیا ہے وہ اوسکو پورا فرماویگا یہاں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو تو اعتماد اللہ تعالی کے وعدہ پر
تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام خوف خدا کے مکر سے حاصل تھا اور یہ مقام اکمل
ہے اسواسطے کہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسرار الٰہی اور افعال خفیہ اور معانی صفات
خداوندی کی معرفت کامل ہو ان صفات سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اونمیں سے بعض کو دیکھ
سکتے ہیں اور بشر میں سے کسیکو طاقت نہیں کہ کنہ صفات الٰہی کو معلوم کرے اور جو شخص
معرفت کی حقیقت کو جان لے اور یہ بھی سمجھے کہ میری معرفت کنہ امور کے احاطہ سے
قاصر ہے اوسکا خوف بیشک بہت زیادہ ہوگا اور اسیواسطے حضرت عیسی علیہ السلام سے
جب سوال ہوا کہ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اونہوں نے جواب میں عرض کیا کہ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا
اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اور آخر کو فرمایا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ آپ نے سارا کام مشیت پر سونپ دیا اور اپنے آپ کو بالکل درمیان سے
علیحدہ کر دیا اسلیے کہ معلوم تھا کہ ہمکو کچھ اختیار نہیں سب کام مشیت ایزدی کے ساتھ وابستہ
ہیں کہ عقل و عادت کے حیطہ سے خارج ہیں اونپر حکم قیاس و گمان اور وہم سے بھی
نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ تحقیق اور یقین کسی امر کا ہوسکے اور یہی بات وہ ہے جس سے
عارفوں کے دل ٹکڑے ہوتے ہیں یعنی قیامت کبری وہ ہے جسمیں آدمی کو کام ایسی ایک
ذات سے پڑیگا جسکو کچھ پروا نہیں اگر وہ ہلاک کرے تو اوسنے جیسے بیشمار کو ہلاک کر دیا ہے
اور ہمیشہ دنیا میں اونکو انواع و اقسام کی تکلیفات و امراض سے عذاب دیتا ہے اور باوجود
اسکے اونکے دلوں کو کفر اور نفاق کا رنگ لگا کر ابد الاباد کو اونپر عذاب مقرر رکھتا ہے پھر آپ ہی فرماتا ہے وَلَوْ شِئْنَا
لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

اور خوف سے بھی جگہ فرماتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
اب سوچنے کی بات ہے کہ جب ازل مین یہ قول ہو چکا اور اوسکے تدارک کی کچھ طمع نہین تو
کسطرح خوف نہو گا اگر بالفرض تقدیر نہوتی معاملہ حال ہی کی رو پیدا ہوتا تب بھی طمع
کسی حیلے اور تدبیر کی ہوتی مگر اب تو بجز تسلیم اور کیا ہوسکتا ہے یا یہ ہوسکتا ہے کہ جو اسباب دل اور
اعضا پر کھلا کھلی معلوم ہوتے ہین اونسے قرینہ سابقہ ازلی کا معلوم ہو جاوے مثلاً جس
شخص کے لیے اسباب شر کے مہیا ہون اور اسباب خیر بین اور اوسمین حجاب شاغل ہو اور اوسکا
علاقہ دنیا سے خوب پکا ہو تو گویا اوسکو واقع مین راز تقدیر کا کھل گیا ہے کہ میرے نصیب مین
بدبختی لکھی ہے کیونکہ ہر شخص جسکے واسطے پیدا ہوا ہے اوسکے واسطے ویسے ہی سامان مہیا
ہوتے ہین اور اگر کسیکو واسطے خیرات میسر ہون اور دل بالکل دنیا سے علیحدہ ہو چکا ہو اور ظاہر و باطن
دونون سے متوجہ الی اللہ ہو تو یہ باتین اس امر کو چاہتی ہین کہ نیک بختی ہو پر شبہ رہتا ہے کہ اوسکی
حال پر ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہو لیکن اسکا حال پر جا رہنا دشوار ہے شعر

اگر درویش بر حالے بماندے	سر دست از دو عالم بر فشاندے

علاوہ ازین خاتمے کا خطرہ آتش خوف کو دو بالا کرتا ہے اور اس شعلے کے تھمنے کی کوئی
تدبیر نہین حال کے بدلنے کا خوف ناخن کی جان پر آ پڑتا ہے اور کیون نہو کہ حدیث شریف
مین وارد ہے مومن کا دل خداے تعالی کی دو انگلیون مین ہے اور دوسری حدیث ہے
کہ دل تنور مین ہنڈیا کے اوبالنے سے بھی زیادہ ہے اور خداے تعالی فرماتا ہے اِنَّ عَذَابَ
رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ان اقوال کو سنکر کوئی بڑا ہی جاہل ہوگا جو بیخوف ہو جاویگا یعنی
جس صورت مین کہ خداے تعالی علانیہ امن سے ڈراتا ہے تو پھر گنجایش بیخوفی کی کہان
اور خداے تعالی کا بڑا احسان ہے عارفون پر کہ اونکے دلون کو رجا کی روح سے تازہ کرتا ہے
ورنہ آتش خوف سے جلکر اونکے دل کباب ہو جاتے اور جسطرح کہ جاتے اسباب خواص الٰہی کے
لیے رحمت ہین اسیطرح لوازم غفلت عام لوگون کے حق مین من وجہ رحمت ہین کہ اگر غفلت
دور کر دی جاوے اور اصل حال لوگون کو معلوم ہو جاوے تو جان بدنون سے رخصت ہو
اور مقلب القلوب کے خوف سے دل ٹکڑے ہو جاوین بعض عارفین کا قول ہے کہ اگر
کوئی شخص میرے ساتھ پچاس برس تک موحد رہے اور فقط ایک ستون کی آڑ مین ہو کر جاوے
تو مین اوسکی توحید کو یقینا نہین کہہ سکتا ہون سو واسطے کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ اتنے

(ف) اور یہ جو ترجمہ ہے الفاظ تیرے رب کا کہ البتہ بھرونگا دوزخ جنون سے اور آدمیون سے سب کو ۱۲

(ف) یعنی اونکے رب کا عذاب بیخوف ہونیکی چیز نہین ۱۲

بیٹھے ہیں کہ وہ ستون کی آڑ میں کیا اور کیا دل پر کیا کیا گذر ہوا۔ اور بعض عارف فرماتے ہیں
کہ اگر کوئی کسی کے دروازے پر مرنے سے شہادت ملتی ہو اور کوٹھری کے دروازے پر مرنے سے
مسلمانی پر خاتمہ ہوتا تو مجھکو یہی منظور ہو کہ اسلام پر مروں اور مجھے کہ باہر نکلوں اس واسطے
کہ مجھے کوٹھری کے دروازے سے گھر کے دروازے تک جانے میں مجھ کو کیا معلوم ہے کہ میرے
دل پر کیا انقلاب ہو جاویگا۔ اور حضرت ابو درداء قسم سے یہ بات فرماتے کہ جو شخص موت کے
وقت اپنے ایمان سے کچھ بھی چاہتا ہے بے خوف ہو جاتا ہے اوسکا ایمان ضرور ہی چھین لیا جاتا ہے
اور حضرت سہل تستری فرماتے ہیں کہ صدیقوں کو ہر دم ... خاتمہ کے
برا ہونے سے رہتا ہے اور اونکا ... خدا تعالی ... فرماتا ہے
وقلوبهم وجلة ... اور جب حضرت سفیان ثوری کا وقت ... قریب ہوا تو رونے لگے
اور نہایت خائف ہوئے لوگوں نے ... کہا کہ آپ کو ... چاہئے خدا تعالی کا
تمہارا گناہ ... ہیں ... اور ...
آپ نے فرمایا کہ میں گناہوں کی ... ہوں اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ خاتمہ توحید پر
ہوگا تو مجھے کچھ پروا نہیں کو ... ساتھ ... پہاڑوں کے برابر گناہ ... ہوں ... حکایت ہے
کہ بعض خائفین میں سے ایک شخص نے اپنے کسی بھائی کو وصیت کی کہ جب میں مرنے لگوں
میرے سرہانے بیٹھنا اگر دیکھو کہ میرا خاتمہ توحید پر ہوا تو تمام میرا مال لیکر اوسکے بادام
اور شکر خرید کر شہر کے لڑکوں کو تقسیم کرنا اور کہنا کہ ایک شخص قید میں سے چھوٹا ہے اوسکی
شیرینی ہے اور اگر میرا خاتمہ توحید پر نہو تو لوگوں کو خبر کر دینا کہ یہ شخص توحید پر نہیں مرا ایسا
کہ کوئی دھوکے میں آکر میرے جنازے پر آوے اور مجھے ... جو ... لائق ہو اگر
... کہدو گے تو جسکا دل چاہیگا آویگا ... کوئی نہ آویگا ... اونکے بھائی سے
پوچھا کہ میں کیسے جانوں کہ آپکا خاتمہ توحید پر ہوا ... اونہوں نے کچھ علامت بتلائی
کہ توحید کی پہچان یہ ہوگی جب اونکی وفات ہوئی تو اونکے بھائی نے علامت توحید پائی اور
بموجب وصیت بادام و شکر لیکر تقسیم کردی۔ اور حضرت سہیل ... کا قول ہے کہ مرید کو خوف گناہ
مبتلا ہونے کا ہوتا ہے اور عارف کفر میں مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی
فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد کو جاتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا میری کمر میں زنار ہے مجھے ڈر
لگتا ہے کہ کہیں گرجا یا آتش خانہ میں نہ لیجاوے اور مسجد میں گئے تک یہ زنار رہتا ہے

مسجد مین جانے سے علیحدہ ہو جاتا ہے یہ بات ہر روز پانچ بار ہوا کرتی ہے - اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حواریان تم گناہون سے ڈرتے ہو اور ہم پیغمبرون کی جماعت کفر سے ڈرتے ہین اور انبیا کے حالات مین کہین مذکور ہے کہ ایک پیغمبر نے خدا تعالیٰ سے برسون تک شکایت بھوک اور برہنگی اور جوون کی کی اور اوسکا لباس اون کا تھا اونپر وحی ہوئی کہ ہم نے تجھکو کفر سے بچائے رکھا اس بات سے راضی نہین ہو کہ دنیا مانگتے ہو اونھون نے خاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا کہ الٰہی مین راضی ہون مجھکو کفر سے محفوظ رکھ اب غور کا مقام ہے کہ جب خاتمے کی برائی سے ایسے عارف ڈرتے ہون جنکے قدم راسخ اور ایمان قوی ہین تو ضعیف بچارے کیسے نہین ڈرینگے - اور خاتمے کے برا ہونے کے چند اسباب ہین جو موت سے پیشتر ہوا کرتے ہین مثلاً بدعت اور نفاق اور کبر اور کچھ اور صفات مذموم اور چونکہ نفاق ایسی بلا ہے جس سے خاتمہ بگڑتا ہے اسی جہت سے صحابہ رضی نفاق سے نہایت ڈرتے تھے حتی کہ حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اگر مجھکو یہ معلوم ہو جاوے کہ مین نفاق سے بری اور صاف ہون تو یہ بات مجھکو دنیا و ما فیہا سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور اون لوگون کے نزدیک نفاق سے وہ نفاق مراد نہین جو اصل ایمان کی ضد ہے بلکہ اس سے وہ نفاق مراد ہے جو ایمان کے ساتھ اکٹھا ہو سکتا ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ آدمی مسلمان بھی ہو اور منافق بھی اور اس نفاق کی علامات بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ وَإِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ فَفِيهِ شُعْبَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ اور ایک روایت مین وَ إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وارد ہوا ہے اور صحابہ رضی اور تابعین رح نے نفاق کی ایسی تفسیر کی ہے جس سے بجز صدیق کے اور کوئی خالی نہین چنانچہ حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ نفاق یہی ہے کہ ظاہر و باطن کا مختلف ہونا اور دل و زبان کا مختلف ہونا اور اندر اور باہر دو طرح پر ہونا اب ہم پوچھتے ہین کہ ان باتون سے کون خالی ہے بلکہ یہ باتین لوگون مین ایسی مانوس اور معتاد ہو گئی ہین کہ کوئی اونکو برا ہی نہین جانتا علاوہ ازین یہ امور قریب زمانہ فیض کا شانہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری تھے اس زمانے کو تو کون پوچھتا ہے - حضرت حذیفہ رح فرماتے ہین کہ عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین آدمی ایسا لفظ کہا کرتا تھا جس سے

چار چیزین ایسی ہین کہ جسمین ہون وہ نرا منافق ہے اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور کہے کہ مسلمان ہون اور اگر کسی مین ان مین سے ایک ہو تو اوسمین ایک شاخ ہے نفاق کی جب تک اوسکو نہ چھوڑے جو شخص جب بات کہے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امانت رکھا جاوے خیانت کرے اور جب [illegible]

منافق ہو جاتا تھا اور وہی لفظ مین تم سے دن مین کو دس دفعہ سنتا ہون - اور صحابہؓ فرماتے ہین
کہ تم لوگ اپنے عمل کرتے ہو کہ تمہاری نظرون مین وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہین مگر ہم انکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین کبیرہ جانتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ نفاق کی
علامت یہ ہے کہ جیسا کام آدمی خود کرے ویسا لوگون سے اگر ہو جاوے تو برا جانے اور کسی سے
جور کرنے کے باعث محبت رکھے اور حق بات کے باعث بغض - اور بعضونکا یہ قول ہے
کہ نفاق اسکا نام ہے کہ جب کوئی تعریف ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو اوسکو
یہ تعریف کرنا اچھا معلوم ہو اور ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم جب امرا کے پاس
جاتے ہین تو جو کچھ وے کہتے ہین اوسکو درست و سچا کہہ جاتے ہین اور جب اونکے
پاس سے اوٹھ آتے ہین تو اونکی حقارت کرتے ہین آپؓ نے فرمایا کہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے عہد مین ہم نفاق جانا کرتے تھے - اور روایت ہے کہ آپؓ نے ایک کو سنا کہ حجاج کو
برا کہہ رہا ہے آپؓ نے اوسکو فرمایا کہ اگر حجاج موجود ہوتا تب بھی یہ کہتا کہ نہین اوسنے عرض کیا
کہ اوسکے سامنے تو نہ کہتا آپؓ نے فرمایا کہ ایسی بات کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مبارک مین نفاق جانا کرتے تھے - اور اس سے بھی زیادہ سخت یہ روایت ہے کہ کچھ
لوگ حضرت حذیفہ رضؓ کے دروازے پر بیٹھے اونکا انتظار کر رہے تھے اور آپکا حال کچھ
آپس مین بیان کر رہے تھے جب آپ اپنے گھر مین سے نکلے تو سب لوگ آپ سے حیا کر کے چپ
ہو رہے آپؓ نے فرمایا کہ تم جو باتین کرتے تھے وہی کرو مگر خاموش رہے آپؓ نے فرمایا کہ اسکو ہم
عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین نفاق جانتے تھے اور یہ حضرت حذیفہؓ وہ ہین جو منافقون
کے جاننے مین اور سبب نفاق کے پہچاننے مین مخصوص تھے آپ فرمایا کرتے تھے
کہ دل پر ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ ایمان سے بھر جاتا ہے یہانتک کہ اوسمین نفاق کو
ایک سوئی کی برابر بھی گنجایش نہین ہوتی اور دوسری ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ نفاق سے
بھر جاتا ہے حتی کہ ایمان کی گنجایش سوئی چبانے کی بھی نہین ہوتی - حاصل اس تقریر کا یہ ہوا
کہ عارفون کو سوء خاتمہ کی برائی کا کھٹکا رہتا ہے اور اوسکے اسباب چند امور ہین
جو خاتمہ سے پہلے واقع ہوتے ہین اونمین سے بدعتین اور گناہ اور نفاق کی باتین اور
بیہودہ امور ہین کہ کوئی شخص ان سے کم خالی ہوتا ہے اور اگر گمان کرے کہ مین نفاق سے خالی ہون
تو یہی نفاق ہے چنانچہ مشہور قول ہے کہ جو شخص نفاق سے بے خوف ہو وہ منافق ہوتا ہے

حاشیہ: [illegible]

حاشیہ: حدیث جلد اول باب قواعد العقائد مین گذری اور اوسمین ذکر حجاج کا نہین ملا ۱۲ — حدیث اسکی سند بھی نہین ملی ۱۲

اور بعض اکابر نے کسی عارف سے کہا کہ میں اپنے نفس پر نفاق سے ڈرتا ہوں انھوں نے فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا غرضکہ عارف کو ہمیشہ التفات سابقہ ازلی و خاتمہ کیطرف رہتا ہے اور دونوں سے خائف رہتا ہے اسواسطے حدیث شریف میں ہے اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَیْنَ مَخَافَتَیْنِ بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰی لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ صَانِعٌ فِیْہِ وَبَیْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِیَ لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ قَاضٍ فِیْہِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُّسْتَعْتَبٍ وَّلَا بَعْدَ الدُّنْیَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ اَوِ النَّارُ

ساتواں بیان برے خاتمے کے معنی کے ذکر میں

جو کچھ بیان گزشتہ سے اکثر خوف عارفین کا سوء خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے اسلیے اسکے معنی لکھنے ضروری ہیں پس جاننا چاہیے کہ خاتمے کا برا ہونا دو طرح پر ہے جن میں ایک طرح دوسری کی نسبت زیادہ خوفناک ہے وہ یہ ہے کہ دل پر سکرات موت کی وقت اور شدت اہوال کے ظاہر ہونے کے وقت یا تو شک یا انکار ذات الٰہی میں غالب ہو جاوے اور اسی انکار اور شک کی صورت میں جان نکل جاوے تو یہ گرہ انکار کی بندہ میں اور خدا تعالیٰ میں حجاب ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کی دوری اور عذاب دائمی کا مستحق کرتی ہے اور دوسری طرح خاتمے کی جو اسکی نسبت کم ہے وہ یہ ہے کہ بندہ کے دل پر مرنے کے وقت محبت کسی چیز کی دنیا کی چیزوں میں سے غالب ہو جاوے یا کوئی شہوت دنیاوی دل پر چھا جاوے اور دل کو اسمیں ایسا ڈوبے کہ اس حال میں اور کسی کی گنجائش اوسمیں نہ رہے اور اتفاق سے ایسے ہی وقت جان نکل جاوے تو ایسی صورت میں دل کے ڈوبا رہنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندہ کا منہ اور سر دنیا کی طرف کو پھرا ہوا ہوگا اور جب منہ خدا تعالیٰ سے پھر گیا تو حجاب ہو گیا اور جہاں حجاب ہوا عذاب نازل ہوا اسواسطے کہ جو آگ خدا تعالیٰ نے سلگائی ہے وہ صرف محجوب لوگوں ہی کو لگتی ہے جو ایماندار کہ اونکے دل محبت دنیا سے سالم ہیں اور ہمہ تن اونکی ہمت مصروف الی اللہ ہے اونکو آگ یوں کہیگی کہ اے مومن گذر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے کو گل کر دیا غرضکہ اگر غلبہ محبت دنیا کی صورت میں اتفاق جان نکلنے کا ہوگا تو اندیشے کی بات ہے اسواسطے کہ آدمی اوسی صفت پر مرتا ہے جسپر زندہ تھا مرنے کے بعد کوئی ایسی صفت حاصل نہیں ہو سکتی جو دل کے اوپر چھائی ہوئی صفت کے مخالف ہو کیونکہ دلوں میں تصرف بدون اعمال جوارح کے نہیں ہوتا اور مرنے سے جوارح سب بیکار ہو گئے اونکے عمل بھی بند ہو گئے تو نہ طمع کسی عمل کی ہے

حاشیہ: مومن ایماندار دو خوف کے درمیان ہے ایک وہ مدت کہ گذر گئی نہیں جانتا کہ اللہ اوسمیں کیا کرنیوالا ہے اور ایک وہ مدت کہ باقی ہے نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اوسمیں کیا حکم کرنیوالا ہے سو قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ نہیں ہے بعد مرنے کے کوئی رضا حاصل کرنیکی صورت اور نہیں ہے بعد دنیا کے کوئی گھر سوائے جنت یا دوزخ کے ۱۲ بیہقی در شعب بروایت حسن عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

نہ اس بات کی توقع کہ دنیا میں پھر کر تدارک مافات کیا جائے اس صورت میں حسرت بہت
بڑی ہوگی مگر چونکہ اصل ایمان اور محبت الٰہی دل میں مدت مدید تک جمی رہی تھی اور اعمال صالحہ سے
مستحکم ہوئی تھی تو ان دونوں سے وہ حالت جو آدمی کو موت کے وقت عارض ہو گئی تھی
مٹ جاوے گی پس اگر ایمان قوت میں مثقال کی برابر ہوگا تب تو آدمی کو جلد دوزخ سے نکالیگا
اور اگر اوس سے کم ہوگا تو بہت دنوں دوزخ میں رہنا پڑیگا یہاں تک کہ اگر صرف ایک رتی کی
برابر ہوگا تب بھی دوزخ سے نکلیگا گو ہزاروں برس کے بعد نکلے - اب اگر کوئی کہے کہ تمہاری
تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آتش دوزخ معاً بعد موت کے لاحق ہو جاتی ہے پھر قیامت تک کی
تاخیر اور اتنی مدت کی مہلت کیوں ہوئی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص عذاب قبر کا منکر ہے
وہ بدعتی ہے اور نور شرع اور نور قرآن اور نور ایمان سے محجوب ہے صاحب البصیرت کے
نزدیک صحیح اور درست وہی ہے کہ قبر یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے غاروں سے یا ایک چمن ہے
جنت کے باغوں سے اور یہی امر احادیث صحیح سے بھی معلوم ہوتا ہے پس اگر اوسکا خاتمہ
اچھا نہیں ہوا اور بدبخت جہان سے اوٹھا تو فوراً مرنے کے بعد ہی سے عذاب ابتدا ہوتا ہے
اور قبر ہی سے عذاب شروع ہو جاتا ہے بعض اوقات اوسکی قبر پر شرارے دوزخ کے
کھلجاتے ہیں اور اقسام عذاب کی بسبب اختلاف اوقات کے مختلف ہوتے ہیں مثلاً قبر میں
رکھنے کے بعد سوال منکر نکیر کا ہوتا ہے پھر اسکے بعد عذاب ہوتی ہے پھر حساب کا پوچھا جانا اور
سبکے سامنے قیامت میں فضیحت ہونا پھر اوسکے بعد پل صراط کا خوف اور دوزخ کے فرشتوں کی
ہیبت وغیرہ جو امور جو احادیث میں مذکور ہیں تو بدبخت آدمی اپنے سب احوال و اقسام عذاب
میں پھرتا رہتا ہے اور اپنے کیے کو بھگتتا ہے یا اوس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ اوسکو
اپنی رحمت میں چھپا لے - اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ایمان کی جگہ کو مٹی کھا لیتی ہے بلکہ
مٹی تمام اعضای ظاہری کو کھا کر متفرق کرتی ہے یہاں تک کہ وہ وقت مقرری آپہونچے
اوسوقت سب اجزای متفرق جمع ہونگے اور اونمیں روح دوبارہ آویگی جو کہ محل ایمان رہی ہے
اور یہ روح مرنے کے بعد سے لیکر اوس دم تک یا تو اون جانوروں سبز کے پوٹوں میں رہی ہوگی
جو عرش کے نیچے لٹکے ہوئے ہیں بشرطیکہ سعید ہو اور یا اگر خدا نخواستہ بدبخت ہوگی تو
کسی حالت بد میں جو خلاف پہلی حالت کے ہو رہیگی - اب اون سببوں کا ذکر کیا جاتا ہے
جو موجب سوء خاتمہ کے ہوتے ہیں اگرچہ ایسی باتوں کے اسباب بے حد و شمار ہیں کہ اونکا

فصل سے اس بیان مین آنا غیر ممکن ہے مگر کلیۃً اشارہ ہوسکتا ہے تو جاننا چاہیے کہ خوف خاتمہ
شک اور انکار پر ہوتا ہے اور اسکا سبب دو صورتون مین منحصر ہوتا ہی صورت اول کہ باوجود ورع
اور زہد کامل اور اعمال مین صلاح تام کے متصور ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ زاہد بدعتی ہو کیونکہ
بدعتی کا انجام خطرناک ہے گو عمل اچھے ہون اور ہماری غرض بدعت سے کسی مذہب معین کی
نہین کہ اوسکو بدعت قرار دین اسلیے اسکے بیان کیواسطے ایک قول طول طویل چاہیے بلکہ
بدعت سے یہ مراد ہے کہ آدمی خداے تعالی کی ذات و صفات و افعال مین کوئی بات
غیر واقع اعتقاد کرے اور یہ اعتقاد ناحق یا تو اپنی تجویز اور قیاس اور عقل سے ہو کہ جب اپنی
تجویز و قیاس سے حدیث کو زک دے تو عقل پر اعتماد اور غرہ کیا اور کسی امر ناحق کا عقل ہی
کے اعتماد سے اعتقاد کرلیا اور یا کسی دوسرے ایسے ہی شخص کی پیروی سے یہ اعتقاد اسکے
جی مین آگیا بہرحال جب ایسے شخص کو موت نزدیک ہوتی ہے اور ملک الموت کا چہرہ نظر
آتا ہے اور دل کو اپنے اندر کی چیز سے گھبراہٹ ہوتا ہے تو بعض اوقات سکرات موت کی
حالت مین اوسپر کھل جاتا ہے کہ جو کچھ پہلے سے اعتقاد کر رکھا تھا وہ جہالت سے تھا
اور باطل محض ہے اور سکرات موت مین معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موت کا حال پردہ
اوٹھ جانے کا وقت ہے یعنی چیزین جیسی حقیقت مین ہین ویسی ہی بعد موت کے معلوم
ہوتی ہین اور سکرات موت گویا موت ہی کے اوائل مین اسی جہت سے بعض باتین واقعی سکرات موت مین
کھل جاتی ہین پس جب آدمی کو معلوم ہوا کہ میرا پہلا اعتقاد جسپر مجھے یقین کلی اور اعتماد
قوی تھا باطل ہو گیا تو وہ صرف اسی ایک اعتقاد کو جسکو باطل سمجھتا تھا جسمین اپنی راے کو دخل
دیا تھا بلکہ یہ گمان کر لیتا ہے کہ جو چیزین مین نے سمجھ رکھی تھی سب کی کچھ اصل نہین
پہلے سے اللہ و رسول پر ایمان رکھنے اور اپنے اعتقاد فاسد کو صحیح جاننے مین کچھ فرق
نکرتا تھا مرنے کے وقت جو بعض اعتقادات کا حال جہالت کے منشا سے معلوم ہوگا
اس سے اور اعتقادات جو واقع مین صحیح تھے اونکو بھی باطل سمجھے گا یا اونمین شک کریگا
اب اگر اس حالت مین اسکی روح اتفاق سے نکل جاوے اور اصل ایمان اور حالت اصلی پر رجوع
نکرنے پاوے تو خطرہ ہے کہ اسکا خاتمہ برا ہوگا اور اوسکی روح معاذ اللہ شرک پر نکلیگی
پس ایسے ہی لوگ جنکی نسبت اس آیت مین وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وارد ہے اور
اسی آیت مین قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا اور جس طرح پر کہ خواب میں کبھی حال آئندہ کا معلوم
ہو جاتا ہے اور اوسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دل پر سوتے کے وقت اشغال دنیا کے کم ہو جاتے
اسیطرح سکرات موت میں بھی بعض امور منکشف ہو جاتے ہیں کیونکہ کاروبار دنیا اور شہوات بدن
قلب کو اس بات سے مانع ہیں کہ ملکوت کی طرف دیکھکر لوح محفوظ پر جو اشیا کا مطالعہ کرے
اور جس طرح پر وہ واقع میں ہیں اونکو معلوم ہو جاتے تو ایسی حالت واکو سبب کشف
ہوا کرتی ہے اور کشف کے باعث باقی اعتقادات بھی مشکوک ہو جاتے ہیں اور جو شخص کہ
میں اور اوسکے صفات و افعال میں کسی امر پر جو اوسکا معتقد ہو خواہ براہ تقلید یا اپنی عقل
و تجویز سے تو اوسکے لیے بچاؤ مذکورہ بالا سے اور اس خطرہ کے
کافی نہیں ہے اس خطر سے بجز اعتقاد حق کے اور کوئی صورت نجات نہیں
اس خطرہ سے کنارے پر ہیں یعنی جو لوگ کہ وحدانیت اور اوسکے رسول و آخرت پر ایمان
مجمل لاتے اور اوسی پر
اور علم کلام کو بالذات جانکر شروع کرتے ہیں اور اقوال مختلفہ کی تقلید
بیان کرتے ہیں کسی ایسے لوگوں کے حق میں
آیا ہے اکثر اهل الجنة البله اور یہی وجہ تھی کہ بزرگان سلف بحث اور نظر اور کلام
اور ان امور کی تفتیش سے منع کرتے تھے اور خلق کو یہی کہتے تھے کہ خدا تعالی نے
جو کچھ اوتارا ہے اوس سب پر ایمان لاؤ اور جو کچھ ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہو اوسکو درست جانو
اور تشبیہ کا اعتقاد نرکھو اور تاویلات میں نہ پڑو کیونکہ صفات میں گفتگو کرنی بہت بڑی
بات ہے اور اوسکی گھاٹیاں سخت ہیں اور راستے دشوار گذار اور عقلیں راہ جلال الہی سے
قاصر ہیں اور چونکہ دل محبت دنیا پر مجبول ہیں اسلئے نور یقین سے جو ہدایت الہی ہو
وہ رکی ہوتی ہے اور بحث کرنیوالا جو کچھ اپنی عقل کے موافق کہتے ہیں وہ اوس
اور ایک دوسرے کے خلاف ہے اور دل اونہیں باتوں کے ساتھ مانوس ہوتا اور متعلق
ہوتے ہیں جو ابتدا سے نشو و نما میں اونہیں پڑتے ہیں اور تعصبات جو خلق میں
وہ عقائد موروثی کی گرہیں ہیں اور نیز اون عقائد کے جو معلمین سے اول اول حسن ظن کے باعث
حاصل ہوتے ہیں پیغمبروں کا یہ حال ہے کہ دنیا کی محبت میں شوق سے اور اوسکی طرف
متوجہ ہیں اور شہوات دنیاوی اونکا گلا دبائے ہیں اور فکر کامل سے

پس ایسے حال میں جب خدا ہی تعالیٰ کے باب میں اور اوسکی صفات میں ہر کوئی اپنی راہ سے
موافق گفتگو کرنے لگا اور ہر ذرہ کھلا ہے تو لوگوں کی طبیعت میں اختلاف اور ذہنوں میں
تفاوت تو ہوا ہی کرتا ہے اور ہر جاہل کو یہی زعم ہے کہ مجھی کمال ہوا اور کسی نے حق کا چہرہ
نظر میں جو جسکو سوجھے گا کہنے لگے گا اور جو کوئی اوسے سنے گا اوسکا دل وہی بات کا
معتقد ہو جاویگا اور رفتہ رفتہ اوس عقیدے کے ساتھ مالوف ہونے سے اوسکو ایک
اچھا کام ہو جاویگا غرضکہ طریق خداوند کی راستی تک لیے کوئی صورت نہ ہوگی پس خلق کی
سلامتی اور خیریت اسی میں ہے کہ نیک کام کریں اور جو بات کہ اونکی حد طاقت سے خارج ہو
اوسکے درپے نہ ہوں مگر کیا کیجئے اب معاملہ بہت سست ہو گیا بیہودگی پھیل گئی ہر جاہل کے
گمان میں جو سما گیا اوسکا ہو رہا وہ اپنے اعتقاد میں اوسی امر کو علم اور ایقان جانتا ہے
اور اپنے آپکو نہایت پختہ ایمان والا سمجھتا ہے کہ جس بات پر میں نے اپنی راہ سے
قناعت کی ہے علم یقین اور عین یقین ہو رہا ہے حالانکہ چند روز بعد اسکا فریب معلوم ہوگا
جب سوجھے گا کہ مصرعہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم + اور اس بات کو یقینا جان لینا چاہیے
کہ جو شخص خدا تعالیٰ اور اوسکے رسولوں اور کتابوں پر ایمان خالص کو چھوڑ کر اس بحث میں
پڑتا ہے وہ خطرہ مذکورہ میں اپنے آپ کو ڈالتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی
کشتی ٹوٹ گئی ہو اور وہ دریا کی موجوں میں پڑا ہوا ہو کہ موجیں اوسکو ادھر سے اودھر
پھینکتی ہوں تو اس حال میں ایسا کم اتفاق ہوتا ہے کہ آدمی سلامت کنارے پر چلا آوے
بلکہ غالب صورت ہلاکی ہے چنانچہ سعدی رح فرماتے ہیں شعر

دو صد ورطہ کشتی فرو شد ہزار	کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

پس کنہ حقیقت باری اور صفات میں پڑنا سراسر جہالت ہے علاوہ ازیں جو لوگ اپنی عقل کے
موجب کچھ کہتے ہیں اور دوسرے لوگ اونسے یہ عقیدہ سیکھتے ہیں تو وہ حال سے خالی نہیں
یا تو اوسکی کوئی دلیل معلوم ہوگی یا بے دلیل اوس عقیدے کو مانتا ہے اب اگر اس فرقہ دوم کو
اوسمیں شک ہوگا تو اونکا دین فاسد ہے اور اگر فرقہ اول کے قول کا اعتبار ہوگا تو خدا تعالیٰ
کے کلام کے ماننے [illegible] اور اپنی عقل ناقص پر مغرور ہونا لازم آتا ہے اسیطرح جو کوئی اس
بحث میں پڑے گا اوسکی [illegible] نہ ہو سکتی ہیں بلکہ [illegible] اوس صورت میں کہ عقل کی
حد و حدود سے نکل جاوے اور [illegible] اوس حد تک جا پہونچے

یہ بات ہے جو نہایت اہم ہے مگر کہاں حاصل ہو سکتی ہے — اور اس خطرہ سے بچے ہوئے آدمی
وہ ہیں جو امر آزاد ہیں جو آگ کے خوف سے طاعت الٰہی میں مصروف ہیں یا وہ اس امر فضول میں
خوض نہیں کرتے حاصل یہ کہ خاتمہ کی برائی میں ایک سبب اندیشناک یہ بھی ہے کہ صورت مذکورہ میں
شک اسکا پر خاتمہ ہونے کے سبب کی یہ ہے کہ اصل میں ایمان ضعیف ہوتا ہے پھر محبت
دنیا دل پر غالب ہو جاتی ہے اور جب ایمان ضعیف ہوتا ہے تو محبت الٰہی بھی ضعیف
ہوتی ہے اور محبت دنیا قوی ہوتی ہے اور اسکی قوت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ دل میں
بجز محبت الٰہی کی جگہ نہیں رہتی ہے صرف اسی سے جاتی ہے جسے دل کا وسوسہ اور خطرہ ہے جیسے
محبت الٰہی بھی نہیں ہوتی کہ نفس کی مخالفت کرے اور شیطان کی راہ سے پھیر لیوے
پھر اوسکا اثر دل پر ہوتا ہے جب یہ حال ہوتا ہے تو آدمی اتباع شہوات میں ڈوب جاتا ہے
یہاں تک کہ دل سیاہ اور سخت ہو جاتا ہے اور گناہوں کے پے در پے ہونے سے سیاہی کی تہ
دل پر چڑھ جاتی ہے اور وہ نور ایمان جو ذرا سا تھا اوس میں سے ہمیشہ کچھ کم ہوتا جاتا ہے
یہاں تک کہ نوبت مہر اور زنگ کی دل پر پہنچ جاتی ہے اور جب سکرات موت شروع
ہوتے ہیں تو محبت الٰہی اور بھی ضعیف ہو جاتی ہے کیونکہ اوسوقت معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز
سب سے زیادہ محبوب تھی اوسکی جدائی کا وقت آپہونچا اور اس جدائی سے دل پر شدت کا قلق
ہوتا ہے اور یہ جدائی کی خدا تعالیٰ ہی کیجانب سے ہے تو دل میں یہ بات آتی ہے کہ
خدا تعالیٰ نے میرے اوپر موت کو کیوں بھیجا یہ تو ایک بری چیز ہے اور موت کا آنا اور
اپنے محبوب کا جدا ہونا خدا کیطرف سے برا معلوم ہوتا ہے تو اوسوقت یہ خوف ہوتا ہے
کہ خدا تعالیٰ کی محبت کے بدلے میں اوسکے دل سے بغض نہ جوش کرے جیسے کوئی
شخص بیٹے کو تھوڑا سا چاہتا ہو اور مال کو بہت سا اور اوسکا لڑکا اوسکا مال لیکر اوڑا دے
یا پھونک دے تو وہ ذرا سی محبت جو اوسکو بیٹے سے تھی وہ بغض سے بدل جاتی ہے اسیطرح
یہاں تصور کرنا چاہیے پس اگر اتفاق سے آدمی کی روح اوس دم نکلے جسوقت کہ خدا کی
طرف سے اسکے دل میں بغض ہو تو ظاہر ہے کہ خاتمہ برا ہوگا اور ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگا
اور جو سبب کہ اوس سے ایسا خاتمہ ہو وہ غلبہ محبت دنیا اور اوسکی طرف میل کرنا اور اوسکے
اسباب سے خوش ہونا ہے اور حال میں کہ ایمان ضعیف ہو جو موجب ضعف محبت الٰہی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے دل میں محبت الٰہی کو محبت دنیا کے غالب

اگرچہ دنیا سے بھی محبت رکھتا ہو تو وہ اس خطرے سے برکنار ہے مگر دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی جڑ ہے یہی مرض لاعلاج ہے اور سب خلقت اسمیں مبتلا ہے اور وجہ یہی ہے کہ خدا کو کم پہچانتے ہیں اگر پہچانتے ہوتے تو محبت ضرور کرتے جو کوئی اوسکو پہچانتا ہے بیشک اوس سے محبت کرتا ہے اور اسی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاؤُکُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِهٖ خلاصہ یہ کہ جس شخص کی روح ایسے وقت میں نکلے کہ اوسکے دل میں خداے تعالی پر انکار ہو اور اللہ تعالی کا شغل کہ اوسمیں اور اوسکے زن و فرزند اور مال و سب محبوب چیزوں میں جدائی ڈالے اور اوسکو دل سے برا معلوم ہوتا ہو تو ایسے شخص کا مرنا اوسی بغض کے ساتھ مرنا اور اپنی محبوب چیز کو چھوڑنا ہوگا اور خداے تعالی کے سامنے ایسی طرح آویگا جیسا غلام جو آقا سے بغض رکھتا ہو اور بھاگا ہوا ہو اور زبردستی گرفتار ہوکر سامنے لایا گیا ہو اب جو کچھ آقا کیطرف سے رسوائی اور گت ایسے شخص کی ہوگی وہ صاف ظاہر ہے اور جس شخص کی وفات محبت الہی پر ہوگی وہ خداے تعالی کے پاس ایسا آویگا جیسا اچھا غلام خدمتگار مشتاق اپنے آقا کا ہو اور کار خدمت میں جانکاہی اور محنت شاقہ اوٹھائے اور اوسکے دیدار کے لیے سختیاں سفر کی سہے پس ایسا شخص وہاں پہونچتے ہی جیسا خوش ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے اکرام و انعام انواع و اقسام کے اس خوشی سے علاوہ ہونگے ۔

اب دوسرے خاتمے کا حال سننا چاہیے جو شک انکار پر مرنے کی نسبت کم ہے اور مقتضی ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا نہیں ایسے خاتمے کے بھی دو سبب ہیں اول گناہوں کی کثرت گو ایمان قوی ہو دوم ضعف ایمان اگرچہ گناہ کم ہوں اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ گناہوں کا مرتکب ہونا اس سبب سے ہوتا ہے کہ شہوات غالب ہوتے ہیں اور الفت عادت کی کثرت سے دل میں جم جاتے ہیں اور جن چیزوں سے کہ آدمی عمر بھر مالوف رہتا ہے موت کے وقت اون سب کی یاد دل میں چلی آتی ہے مثلاً اگر اکثر میل طاعتوں کیطرف ہوتا ہے تو نزع میں یاد طاعت الہی ہی اکثر ہوتی ہے اور اگر میل گناہوں کیطرف زیادہ ہوتا ہے تو انھیں کا ذکر دل پر موت کی حالت میں غالب ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شہوت دنیا کی شہوتوں میں سے یا کوئی گناہ دل پر غالب ہوتا ہے تو اوسی حال میں اوسکی روح

یا اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیاں جو پسند رکھتے ہو تمکو عزیز ہیں اللہ سے اور اوسکے رسول سے اور لڑنے سے اوسکی راہ میں تو راہ دیکھو جب تک بھیجے اللہ حکم اپنا ۱۱

سکتی ہے اور دل اوسکا مقید ہو کر خداے تعالی سے محجوب ہو جاتا ہے پس جو شخص کہ ارتکاب
گناہ کا کبھی کبھی کیا ہو تو وہ اس خطرے سے بری ہے اور جو کبھی نہیں کرتا وہ یقینا اس سے
مامون ہے مگر جسپر کہ معاصی غالب ہیں اور طاعات کی نسبت زیادہ ہیں اور اوسکا دل بھی
اونسے زیادہ خوش ہے بہ نسبت طاعات کے تو ایسے شخص کے حق میں یہ خطرہ بیشک بہت
زیادہ ہے اور اسکو ایک مثال سے سمجھ لینا چاہیے وہ یہ ہے کہ ایک امر بدیہی ہے کہ آدمی خواب میں
وہی باتیں اکثر دیکھا کرتا ہے جنکو زندگی بھر کیا کرتا ہے یہاں تک کہ جو بات
جاگنے کی حالت میں اوسکو ہوتی ہے اوسیکو خواب میں دیکھتا ہے حتی کہ اوس شخص کو
جو قریب بلوغ کے ہے جسکو احتلام ہوتا ہو وہ خواب میں صورت جماع کی نہ دیکھیگا بشرطیکہ جاگتے میں
اسنے جماع نہ کیا ہو اور اگر مدت تک ایسا ہی رہے تو احتلام کے وقت بھی وہ صورت سامنے
نظر نہ آویگی دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی عمر فقہ میں صرف کرے تو ایسے حالات فقہ کے
جو متعلق علم اور علما سے ہوں اوس قسم کے خواب دیکھتا ہے زیادہ اوسکو معلوم ہوتا ہے
جو اپنی عمر تجارت میں بسر کرتا ہے او تاجر کے احوال متعلق تجارت اور اوسکے لوازم کے
طبیب اور فقیہ سے زیادہ دیکھیگا کیونکہ نیند کی حالت میں دل پر وہی بات ظاہر ہوتی ہے
جسکو دل کے ساتھ کثرت ممارست و الفت سے مناسبت ہو گئی ہو۔ اور موت بھی مثل
نیند کے ہے مگر اوس سے بڑھکر ہے الا سکرات موت اور موت سے پہلے جو بیہوشی سی
آجاتی ہے وہ نیند کے قریب قریب ہے تو ضرور ہے کہ عمر بھر کی الفت یاد آئے اسیطرح اومین بھی
یاد کرنا الفت کی چیزوں کا ہوا اور دل میں اون چیزوں کا آنا جنکو تعلق ہو اور جنکے دل کو اونکے
ساتھ مدت تک الفت و عادت رہی ہے یہی ہیچ اوسوقت یاد ہونے کے لیے کافی ہو
اور معاصی اور طاعات کے ساتھ مالوف ہونا بھی ایک ایسی وجہ ہے کہ جسسے اونکی یاد
مرنے کے وقت ہیچ ہوا اور توجہ ہیچ ہے پس اپنے خواب اور بدکاروں کے خواب میں
مخالفت ہوتی ہے غرض کہ زیادہ مالوف ہونا بھی ایک سبب ہے جس سے کہ برائی کی صورت
دل پر منقش ہوتی ہے اور نفس کو اوسکی طرف رغبت ہوتی ہے اسلئے اگر اتفاقا آدمی کی جان
سوء میں ہیچ پرواز کر جاوے تو خاتمہ اچھا نہ ہوگا گو اصل ایمان باقی ہو جس سے کہ امید
نجات و خلاص ہو اور جیسے کہ جاگنے کی حالت میں جو بات دل پر گذرتی ہے اوسکا
کوئی سبب خاص ہوتا ہے اسیطرح جو خواب میں ہوتی ہیں سبب اللہ تعالی کے نزدیک

اسباب ہوتے ہین کہ ہم بعض کو جانتے ہین اور بعض کو نہین جانتے اور جنکو معلوم ہے کہ
خیالات دل ایک چیز سے دوسری کی طرف جو ادل بدل کے مناسبت سے منتقل ہوجاتے ہین
خواہ دونون چیزون مین مشابہت کے باعث مناسبت ہو جیسے کسی خوبصورت کو دیکھکر
دوسرا خوبصورت یاد آجاتا ہے یا دونون مین ضد ہونیکے علاقہ ہو مثلاً خوبصورت کو دیکھکر
کسی بدصورت کا دھیان ہوا اور دونون کی تفاوت مین تامل کیا جاتا ہے - یا ان دونون
چیزون مین صرف ایک ساتھ ہونیکا علاقہ ہو جیسے کوئی گھوڑا نظر پڑے کہ اوسکو پہلے کبھی
کسی آدمی کے پاس کچھ دیکھا ہوا ہے اب اوسکو دیکھکر اوس آدمی کا خیال آتا ہے - اور کبھی خیال
ایک چیز سے دوسری چیز کیطرف جاتا ہے مگر مناسبت کی وجہ دونون مین کچھ نہین معلوم ہوتی
اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ پہلے ایک چیز سے دوسری کا خیال ہوا اور دوسری سے تیسری کا
پھر دوسری چیز کو بھول گیا اور اول اور تیسری چیز مین کچھ نسبت نہین ہے مگر اول مین اور
دوسری مین تھی اور دوسری مین اور تیسری مین تھی جب دوسری ذہن مین نہین رہی تو اول
اور تیسری مین کچھ نسبت معلوم نہین ہوتی اسیطرح خواب مین بھی خیالات دل کے انتقال
کے لیے کچھ اسی قسم کے اسباب ہوتے ہین اور سکرات موت کے وقت بھی ویسا ہی
سمجھنا چاہیے کہ جو چیز دماغ مین جمی ہوتی ہے اوسیکا خیال اوسوقت رہتا ہے مثلاً
سلائی والا ایسے وقت سوئی کیطرف ہاتھ بڑھاتا ہے گویا سوئی لینا چاہتا ہے پھر اپنے
اوپر کی چادر پر بالشت کرتا ہے گویا بیونتنے کے لیے ناپتا ہے ایسے ہی اور کام والون کے
خیالات کو قیاس کرنا چاہیے - پس جس شخص کو منظور ہو کہ خیال گناہون اور شہوات کیطرف
نجاوے اوسکا طریق یہی ہے کہ تمام عمر نفس کو شہوات سے علیحدہ رکھنے مین مجاہدہ
کرے اور دل سے شہوات کی بیخ کنی مین جہد بلیغ کو کام مین لاوے اسلیے کہ اتنی ہی بات
اختیار مین ہے اگر ہمیشہ خیر پر مواظبت ہوگی اور فکر شر سے پاک وصاف ہوگا تو سکرات موت
کی حالت کے لیے یہ ایک ذخیرہ اور سامان ہوجاویگا کیونکہ آدمی اوسی حالت پر مرتا ہے
جس حالت پر کہ جیتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے اوسی حالت پر قیامت کو اوٹھیگا -
کسی بقال کی نقل ہے کہ اوسکو مرنے کیوقت کلمہ شہادت لوگ سکھلانے لگے تو وہ چار
پانچ چھ کہنے لگا اسلیے کہ موت سے پہلے بہت دنون حساب مین مصروف تھا - اور بعض
عارفین کا قول ہے کہ عرش ایک جوہر ہے کہ نور سے چمکتا ہے جو بندہ کسی حال پر ہوتا ہے

اوسکی

اوسکی صورت اوسی حال پر جو عرش پر منقش ہو جاتی ہے یعنی جب سکرات موت میں ہوتا ہے
تو اوسکو وہی صورت عرش سے دکھائی دیتی ہے تو کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو
گناہوں کی صورت پر دیکھتا ہے اور اسیطرح قیامت کو بھی اوسکو اپنی صورت سوجھے گی اور
اپنے سارے احوال دیکھے گا تو اوس وقت جسقدر رنج اور خوف اوسکو ہوگا اوسکا بیان نہیں ہو سکتا
اور واقع میں قول ان صاحب کا درست ہے اور خواب صحیح کا سبب بھی اسکے قریب ہے
یعنی سونے والا معلوم کر لیتا ہے لوح محفوظ کے مطالعہ سے کہ آیندہ کو کیا ہوگا اور خواب
صحیح کا معلوم ہونا بھی ایک جزو ہے انبیا کے نبوت سے کہ اسکو تفسیر نہیں ہوا کرتا جہاں مجمل
یہ معلوم ہوا کہ سوء خاتمہ کا مآل رہتا ہے پیچھے احوال و خیالات اور افکار کے ہوں اور انقلاب کے
دلوں کا پھیرنے والا خدا تعالی ہے اور اتفاقات جو مقتضی ہوتی ہیں خیالات کو وہ بالکل
داخل بندہ کے اختیار میں نہیں گو بہت دنوں کی عادت سے اوسمیں کچھ تاثیر ہوتی ہے
یہی سبب عارفوں کو سوء خاتمہ سے بڑا خوف رہتا ہے کہ خاتمہ کا اچھا ہونا اختیار میں نہیں
کیونکہ اگر کوئی شخص چاہے کہ خواب میں بجز احوال صالحین اور عبادتوں کے نہ دیکھے یعنی اونکی حالات
و عبادات کے اور کچھ نہ دیکھوں تو بہت دشوار ہوگا گو وہ کثرت سے بھی اور [illegible]
کرنے کو اس باب میں تاثیر ہے کہ خیال کا ہو سکنا اپنے قابو میں نہیں گو کہ اکثر یہی ہوتا ہے
کہ جو چیز خواب میں نظر آتی ہے وہ اوسکے مشابہ اور مناسب ہوتی ہے جو جاگتے میں
آدمی پر غالب ہوتی ہے یہانتک کہ میں نے اپنے استاد ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ سے سنا ہے
کہ مجھ سے یہ بیان فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے مرشد کا اچھی طرح ادب کرے اور جو کچھ
مرشد کہے اوسکا انکار نہ جی میں لاوے نہ زبان پر آوے نہ دل میں ہو اسی ذکر میں اونھوں نے یہ بھی
ارشاد فرمایا کہ ایکبار میں نے اپنے مرشد ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ سے ایک خواب بیان کیا اور
عرض کیا کہ میں نے یہ دیکھا کہ آپ نے مجھ سے فلاں بات کہی اور میں نے خواب ہی میں کہا کہ
یوں کیوں ہے اونھوں نے مجھکو مہینا بھر چھوڑ دیا اور کچھ کلام نہ کیا اور فرمایا کہ اگر تیرے
دل میں میرے قول کا انکار اور اعتراض نہ ہوتا تو خواب میں ہرگز تیری زبان پر یہ کلمہ جاری نہ ہوتا
اور واقع میں اونکا قول درست ہے اسواسطے کہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ حالت
بیداری میں جو چیز آدمی کے دل پر غالب ہے خواب میں اوسکے خلاف دیکھے — اسی قدر
خاتمہ کو اس سے زیادہ ہم نہیں لکھ سکتے علم معاملہ میں اتنا ہی مناسب ہے اسکے سوا علم مکاشفہ میں

واقع ہوتی ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ سوء خاتمہ سے آدمی کو ان دو طرح پر ہو سکتا ہے
کہ شیطانی چیزیں ہیں اوسکا علاج بھی وہ ملتفت ہو رہیں یہ دونوں حالات ... آدمی کو ... تمام عمر
... اور ... کہ ... گذرے ہیں ... کہ ... وہ دونوں باتیں
حوال ... وہ خوف غالب ہوتا تھا ... غالب تھا ...
... اور دل ... اور ... تھا ...
احوال ... اور ... کے خوف کا ... تھا اور ... شعر
... وسے ... اور دل ...
اس ... سے ... کہ ... ہیں ...
اور اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال تمام عمر کے خاتمہ پر ہیں اگر وقت جان کندنی
اور دم واپسین ... جان نکلتی ہے آدمی سلامت رہے اور ظاہر ہے کہ آدمی کی
سلامتی باوجود ان وسوسوں کے ہونے کے نہایت دشوار ہے۔ چنانچہ مطرف بن عبد اللہ
کہا کرتے تھے کہ میں اس بات سے نہیں تعجب کرتا ہوں کہ ہلاک ہونے والا کیسے ہلاک ہوا بلکہ
مجھکو یہ تعجب ہوتا ہے کہ نجات پانے والا کیسے نجات پا گیا۔ اور حامد لفاف کہتے ہیں
کہ جب بندہ مومن کی روح لیکر فرشتے چڑھتے ہیں اور خیر اور اسلام پر اوسکا خاتمہ ہوتا ہے
تو فرشتے تعجب کی راہ سے کہتے ہیں کہ یہ شخص دنیا سے کیسے بچا جس میں ہم میں سے بہتر
بگڑ گئے۔ اور ایک دفعہ حضرت سفیان ثوری بیمار ہوئے تھے روتے تھے اونسے لوگوں نے پوچھا کہ
آپ کس چیز پر روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم پہلے گناہ پر روتے تھے اب اسلام پر روتے ہیں
یعنی اندیشہ ہے کہ ... حال ... کی کشتی گرداب میں پڑ گئی ہو اور ... کے
... کا بھی کچھ ... ہو اور ... نسبت ... کے
... معلوم ہوتا ہے اور مومن کا دل کشتی کی نسبت زیادہ مضطرب ہے اور وسوسوں کی
موجیں سمندر کی موجوں سے زیادہ صدمہ پہنچاتی ہیں اور ڈرنے کی چیز صرف یہی ہے
کہ مرنے کے وقت اندیشہ بدل ... گذرے اور یہ وہی ہے جسکا بیان آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی جنت والوں کے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہے یہانتک
کہ اوسمیں اور جنت میں صرف اتنا وقت رہجاتا ہے جتنا دودھ نکالنے کی دو دھاروں میں
مگر اوسکا خاتمہ اوس حال پر ہوتا ہے جو پہلے لکھا گیا ہے انتہی۔ اور دو دھاروں کے بیچ کا وقت

اتنا نہین کہ اوسمین کوئی عمل موجب شقاوت ہوسکے بلکہ اوسوقت وساوس اور خواطر ہی
ہوسکتے ہین کہ بجلی کیطرح گذرجاتے ہین حضرت سہیل تستری رحمہ فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین
یہ دیکھا کہ گویا جنت مین گیا ہون اور تین سو پیغمبرون سے ملاقات ہوئی اون سب سے مین نے
پوچھا کہ دنیا مین آپ سب سے زیادہ کونسی چیز سے ڈرتے تھے سبھون نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے
اور ایسی خوف عظیم کے باعث شہادت عمدہ اور شہدا کی چیز ہے اور مرگ ناگہانی مکروہ
اسلیے کہ ناگہانی موت کبھی ایسے وقت ہوجاتی ہے کہ اندیشہ بد دل پر غالب ہوا اور دل برے
اندیشون سے خالی نہین رہتا مگر یہ کہ ہمارا خدا او نور معرفت سے اوسکو نا امید ہے اور شہادت کا
حال یہ ہے کہ اوسکے معنی یہی ہین کہ جس روح ایسے حال مین ہو کہ دل مین سوا خدا کے اور
کچھ بھی نہو دنیا کی محبت اور گھر والون اور مال و اولاد اور تمام شہوات کی محبت دل سے بالکل
نکل گئی ہو چونکہ صف قتال مین اکثر مرنا اجل ہونے کو وہی جانتا ہے جو خدا کی محبت کیلیے
اور اوسکی رضا طلب اور دنیا کو آخرت کے بدلے مین بیچنا منظور رکھتا ہو اور جیسا ارکہ خدا نے
اس بیع و شرا کا کیا اوسپر راضی ہو جیسا کہ اس آیت مین ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کو بیچ ڈالے اور
اپنا دل اوٹھا لیتا ہے اور اوسکے عوض کی چیز کی محبت دل مین باقی رہتی ہے اور یہ جو ایسی
حالت دل پر کبھی کبھی ویسے بھی آجاتی ہے مگر اوسمین جان نکلنا اختیاری نہین اور صف قتال
مین ایسی حال پر جان جانا اغلب ہے اسوجہ سے شہادت محبوب ہے لیکن ایسے شخص کا حال
جو غلبہ اور غنیمت اور شہرت شجاعت کا خواہان ہو ورنہ جسکا ارادہ ان باتون میں سے کوئی
ہوگا وہ اگرچہ میدان جنگ ہی مین مارا جاوے اوسکو رتبہ شہادت ملنا بعید ہے چنانچہ
احادیث سے ایسا ہی پایا جاتا ہے اور جب ہم اور تجھکو سوء خاتمہ کی حقیقت اور جو چیزین اوسمین
خوفناک ہین معلوم ہوچکی تو اوسکی تیاری کے لیے مشغول ہو اور ذکر الٰہی کی مداومت کر اور
اپنے دل سے محبت دنیا نکال دے اور اپنے اعضا کو گناہ سے روکتا رہ اور دل کو اونکی فکر سے
محفوظ رکھ اور معاصی کے دیکھنے اور گنہگارون کی ملاقات سے حتی الوسع احتراز کر کہ یہ
تدبیر بھی تیرے دل پر موثر ہوگی اور تیری فکر و خواطر کو خدا کیطرف پھیرے گی۔ اور ایسا نکر
کہ کہین اسباب مین لیت و لعل کرے اور یون کہے کہ جب خاتمہ آویگا تو اوسکی تیاری کرلونگا
کیونکہ ہر ایک تیرے نفسون مین سے تیرا خاتمہ ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ اوسمین تیری جان

نکلجاوے اسلیے ضرور ہوا کہ ہر لحظہ دل کی نگرانی کرے اور کسی دم اوسکو بیکار نہ چھوڑے شاید
وہی دم آخرین ہو اور روح پرواز کرجاوے یہ حال تو جاگنے کا ہے اور سونے کے وقت
یہ چاہیے کہ ظاہر و باطن کی طہارت پر سووے اور نیند کا غلبہ جبھی ہو جب دل پر غلبہ ذکر الٰہی کا
ہوچکے ہماری غرض ذکر لسانی سے نہیں کیونکہ صرف زبان کی حرکت بہت کم تاثیر کرتی ہے
اور اس بات کو قطعا جان لے کہ نیند کے وقت دل پر وہی بات غالب ہوتی ہے جو نیند سے
پہلے اوسپر غالب تھی اور خواب میں بھی وہی غالب ہیگی جو جاگنے مین غالب تھی اور خواب سے
اوٹھنے مین بھی وہی غالب ہیگی جو سوتے مین غالب تہے اور یاد رہے کہ موت اور سونا ایک
دوسرے کے مشابہ ہین اور جاگنا اور قیامت کو اوٹھنا بھی ایک دوسرے کی مانند ہین
تو جیسے آدمی نہین سوتا ہے مگر اون خیالات پر جو بیداری مین اوسپر غالب تہے ہین اور نہین
جاگتا مگر اونہین باتون پر جو خواب مین غالب رہتے ہین اسیلیے نہین مرتا مگر اوسی حال پر جو زندگی پر
غالب تہا اور نہین اوٹھیگا مگر اوسی پر جسپر مرا مصرعہ جو جسپر مبتلا میر جو جسپر مبتلا اٹھیگا
اور موت اور اوسکے بعد اوٹھنے کو اپنی دو حالتین جاننی چاہیین جیسے کہ خواب و بیداری
دو حالتین ہین اور اس بات کو بدل سچ جاننا اور اسپر ایمان لانا چاہیے اگرچہ بیان عین الیقین
اور نور بصیرت سے اسکا مشاہدہ نہوسکے اور اپنی سانس اور لحظون کی حفاظت کرنی چاہیے
اور خبردار خدا سے ایک پل بھی غافل نہونا کیونکہ باوجودان سب باتون گذشتہ کو کرنے کے
پھر بھی بڑے خوف کی جگہ ہے جب نکرے گا تب کیسا حال ہوگا شعر

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش		زانکہ تخم است و برویاند خداش

سچ ہے کہ آدمی سب ہلاک ہین مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہین مگر عامل اور عامل سب
ہلاک ہین مگر اخلاص والے اور اخلاص والے بڑے خوف پر ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ یہ بات
تجھکو میسر ہوگی بجز اس صورت کے کہ دنیا سے مقدار ضرورت پر قانع ہوا اور دنیا کی ضرورت
تین چیزین ہین کہانا اور پوشاک اور مکان اور باقی سب فضول ہے اور کہانے مین سے اوسقدر
ضروری ہے کہ جس سے تو سیدھا رہے اور جان بچی رہے تو تجھکو چاہیے کہ غذا اسی طرح کہاوے
جیسے کوئی مجبوری اور نفرت کی صورت مین کہاتا ہے اور کہانے کی خواہش پاخانہ پھرنے کی
خواہش سے زیادہ نہو کیونکہ کہانے کا پیٹ مین ڈالنا اور اوسکو پیٹ مین سے نکالنا دونون یکسان
ہین اور دونون ضروری ہو فعل سرشت انسانی ہین تو جیسے پاخانہ پھرنے مین ایسی ہمت

نہیں کرنا جس سے تیرا دل بھی مصروف ہو جاوے اسطرح کھانا کھانے میں بھی مشغول نہیں چاہیے
اور جان لینا چاہیے کہ اگر آدمی کی ہمت وہی چیز ہو جو پیٹ میں لگی ہے تو اوسکے پیٹ کو بھرے
تو اوسکی قیمت وہ ہوگی جو پیٹ سے نکلے یعنی اوسمیں اور نجاست میں کچھ فرق نہیں اور
جب کھانے سے غرض بجز قوت عبادت الٰہی اور کچھ نہو اور کھانے اور پاخانہ پھرنے کو
دخل ضرورت یکسان جانے تو اوسکی پہچان تین باتون میں معلوم ہوتی ہے اول وقت غذا
دوم مقدار غذا سوم جنس غذا وقت میں تو یہ پہچان کہ رات دن ایکبار پر کفایت کرے اور
روزے پر مواظبت کرے اور مقدار کی علامت یہ ہے کہ تہائی پیٹ سے زیادہ نہ کھاوے
اور جنس کی صورت یہ ہے کہ پابند لذیذ کھانون کا نہو بلکہ جو میسر ہو اوسپر قانع رہے [illegible]
اگر تو ان تینون باتون پر قادر ہو جاویگا اور شہوات و لذتون کی فکر تجھسے دور ہو جاویگی
تو یہ اسکے توشبہات کے ترک پر قادر ہوگا اور ہوسکیگا کہ بجز حلال اور کچھ نہ کھاوے
کیونکہ حلال اول تو کم ملتا ہے دوسرے جمیع شہوات کو وافی نہیں ہوتا اسواسطے اوسکا اوپر
قانع ہونا دشوار اور وقت کھتا ہے مگر بقدر ضرورت کھانا اختیار کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے
اور لباس میں یہ چاہیے کہ غرض اوس سے دور کرنا گرمی اور سردی کا ہو اور ستر عورت منظور ہو
اسکا منظور نہو مثلاً اگر ایک دھیلہ کی ٹوپی سے سر کا جاڑا دفع ہو جاوے تو اوسکے سوا اور کی
تلاش کرنی فضول اور تضیع اوقات ہے جسمین ہمیشہ کا شغل اور مصیبت کہین کمائی سے کہ
کہین حرص کے مال حرام اور مشتبہ سے قائم ہے اسی قیاس پر سردی اور گرمی تمام بدن کو
لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر کسی پوشاک سے باوجود کم حیثیت ہونے کے مقصود لباس حاصل ہو کہ
مقدار ستر عورت کے بھی ہو اور حرارت و برودت کو بھی جسم میں اثر نہ کرنے دے تو تیرا اوسپر
بیش کرنا خیال خام ہے بلکہ اس صورت میں تو ایسے لوگون میں سے ہے جنکے شکم بجز خاک کے
اور کوئی چیز نہ بھرے گی یہی حال مکان کا ہے کہ اگر اوسکے مقصود پر لحاظ کیجیے تو صرف
آسمان کی چھت اور زمین بیٹھنے کو کافی ہے اگر گرمی یا سردی غالب ہو تو مسجدون میں
جا پڑنا چاہیے ورنہ اگر اپنا مکان خاص چاہو تو بہت دشوار ہوگا اور اکثر عمر اوسمین لگجاویگی
اور وہی تیرا سرمایہ ہے پھر اگر تیرے لیے سامان مکان بہم پہونچ گیا اور دیوار سے تونے
سوا آڑ ہونے کے تجھمین اور لوگون مین کوئی اور غرض سوچی یا چھت سے تونے سوا
دور کرنے مینہ کے اور کوئی مطلب سمجھا اور اس خیال سے دیوارون کو اونچا کرنا شروع کیا

اور چھیتون کو فرش کرنے لگا تو پھر اپنے کپڑے مین کیسا کہ اوسمین سے نکلنا دشوار ہے اور
یہی حال تمام اپنے ضروری مطلبون کا جاننا چاہیے کہ اگر اونپر کوتاہی کریگا تو خداے تعالی
کیواسطے فارغ ہوجاویگا اور اپنے خاتمے کی تیاری اور آخرت کی زاد کے لیے مستعد رہیگا
اور اگر بالفرض بعد ضرورت سے بڑھیگا اور آرزوؤن مین مبتلا ہوگا تو قصد پراگندہ
ہوجاوینگے اور خداے تعالی پروا نکریگا کہ کون سے جنگل مین تجھکو ہلاک کرے اسی غرض اس
نصیحت کو قبول کر کہ نصیحت کرنے والا تیری نسبت کہ زیادہ تر محتاج نصیحت کا ہے اور
جاننا چاہیے کہ جتنا وقت تیرا اور زاد راہ لیگا اور احتیاط کا ہے وہ یہی تھوڑی سی
زندگی ہے پس اگر اسکو ایک ایک نفس غفلت مین ٹالتا ہوگا تو کیا تعجب ہے کہ ایسے وقت مین
موت تیری آوے جسمین تیرا دل مرنے کے لیے تیار نہ ہو پھر تو حسرت اور ندامت کچھ فائدہ نکی
اسیلئے اگر جو بات تجھسے کہی گئی ہے اگر خوف کی کمی کے باعث تجھسے اسکی پیروی نہو سکے
اور بمقدار سہی خاتمے کا حال لکھا ہے وہ تیرے ڈرانے کے لیے کافی نہو تو ہم اسیقدر احوال
خائفین کا لکھتے ہین جس سے یہ توقع ہے کہ کچھ سختی تیرے دل کی موقوف ہوجاوے
کیونکہ یہ تو تجھکو بھی خوب معلوم ہے کہ انبیا اور اولیا اور علما کی عقل اور اونکے عمل اور مرتبے
خداے تعالی کے یہان تیری عقل اور مرتبے سے بڑھکر تھے تو یہ سوچنا چاہیے کہ انکا خوف
کیون زیادہ تھا اور اونکے گریہ کی کیا وجہ تھی کہ اونمین سے بعضے چیخین مارتے تھے
اور بعضے بیہوش ہوجاتے تھے بعضے غش کھا کر گرتے تھے بعض مردہ ہوکر زمین پر جا پڑتے
اور اگر انکے احوال سے بھی تیرے دل مین خوف نہ پیدا ہو تو بھی کچھ تعجب نہین اس لیے کہ
غفلت والون کے دل پتھر جیسے یا اون سے بھی سخت ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فہی
كالحجارة او اشد قسوة وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار وان منها لما
يشقق فيخرج منه الماء وان منها لما يهبط من خشية الله وما الله بغافل عما تعملون

آٹھوان بیان انبیا اور فرشتون علیہم السلام کے حالات خوف خدا مین

حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا ہے اور کھڑے ہوکر حجرے مین
پھرنے لگتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے یہ سب باتین خداے تعالی کے عذاب کے خوف سے
ہوتی تھین اور ایکبار آپ ایک آیت سورۂ حاقہ کی پڑھکر بیہوش ہوگئے اور اللہ تعالی فرماتا ہے

سو وہ بعضے پتھر یا تو پتھر کی سختی اور بہتر و بہتین تو وہ بھی ہین جنسے پھوٹتی ہین نہرین اور ان مین تو وہ بھی ہین

وَخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت جبرئیل علیہ السلام کی ارض
ابطح میں دیکھی اور بیہوش ہو گئے - اور روایت ہے کہ آپ جب نماز میں ہوتے تھے تو آپکے
سینے کا جوش ہنڈیا کے جوش کی طرح سنائی دیتا تھا اور آپنے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل کبھی نہیں آئے
مگر اس صورت سے کہ خوف خدا سے کانپتے تھے اور روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا
تو حضرت جبرئیل و میکائیل علیہم السلام نے رونا شروع کیا انکو وحی آئی کہ تم اتنا کیوں روتے
انھوں نے عرض کیا کہ الٰہی ہم تیرے داؤ سے بےخوف نہیں حکم ہوا کہ تم ایسے ہی رہو میرے مکر سے
بےخوف نہ ہوا اور محمد بن منکدر رح روایت کرتے ہیں کہ جب دوزخ پیدا ہوئی تو فرشتوں کے دل
اپنی جگہوں سے اتر گئے پھر جب بنی آدم پیدا ہوئے تو پھر دل اپنی جگہ آگئے - اور حضرت انس رضہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا بات
کہ میں میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہیں دیکھتا انھوں نے کہا کہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے وہ
کبھی نہیں ہنسے - اور روایت ہے کہ اللہ تعالی کے کچھ فرشتے ہیں کہ جب سے آگ پیدا ہوئی
وہ نہیں ہنسے اس خوف سے کہ کہیں خداے تعالی ہم پر غصہ ہو کر اسی سے ہمکو عذاب نہ کرے
اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کہ ایکبار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر
نکلا یہاں تک کہ آپ کسی باغ میں انصار کے تشریف لائے اور چھوہارے اوٹھا کر کھانا شروع کیا
اور مجھکو فرمایا کہ تم کیوں نہیں کھاتے میں نے عرض کیا کہ مجھکو اسکی بھوک نہیں آپنے فرمایا کہ مجھکو
اسکی اشتہا ہے اور یہ چوتھا روز ہے کہ میں نے غذا نہیں چکھی اور نہ مجھکو ملی اور اگر میں اپنے
پروردگار سے مانگتا تو وہ مجھکو روم اور فارس کی سلطنت عنایت فرما دیتا اے ابن عمر تمہارا
کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں ہوگے جو اپنی خوراک برس دن کی ذخیرہ کر رکھیں گے
اور اونکے دل میں یقین کم ہوگا حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ ہم وہاں سے نہ ٹلے تھے
کہ اتنے میں یہ آیت اوتری وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مکو مال کے واسطے اور شہوات کے
اتباع کا حکم نہیں دیا جو شخص دنیا اسلیے دیتا ہے کہ اوس سے اوسکی غرض حیات ناپایدار ہو
تو زندگی اللہ کے قبضے میں ہے خبردار ہو کہ میں نہ دنیا جمع کرتا ہوں نہ درہم نہ کل کے لیے رزق کا
ذخیرہ کرتا ہوں - اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز میں
کھڑے ہوتے تھے تو اونکے دل کا جوش خداکے خوف سے ایک کوس کے فاصلے سے

[illegible]

اکا دارقطنی اور
بروایت حمید عن انس ۱۲
بیہقی در شعب با اسناد ضعیف
حال در این ابی الدنیا
جبرئیل کا حال انس کا ۱۲
ابن مردویہ و در ابن حبان
ابن عمر با سناد مجہول ۱۲

اور کہتے تھے کہ اوس میں
اوٹھا نہیں رکھتا
ایک روزی اللہ روزی
دیکھتے اونکو اور تمکو
وہی ہے سنتا جانتا ۱۲

خالی ہوتا تھا اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس روز سجدہ میں
روتے رہے اور اپنا سر نہ اٹھاتے تھے یہانتک کہ آپکے آنسوؤں سے سبزہ جم آیا اور اوسمیں
اوسکا سر چھپ گیا آواز آئی کہ اے داؤد اگر تو بھوکا ہے تو کھانا ملے اور پیاسا ہے تو پانی پلایا جائے
اور ننگا ہے تو کپڑا دیا جاوے آپنے ایسی دھاڑ ماری کہ آپکے آنسوؤں کی حرارت سے لکڑی
جل گئی پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ اور مغفرت نازل فرمائی عرض کیا الٰہی میری خطا میرے ہاتھ میں
لکھدے پھر آپکا گناہ آپکی ہتھیلی میں لکھ دیا گیا تو جب کھانا یا پینا یا کسی کو دینا ہوتا ہاتھ
بڑھاتے تھے اوس خطا کو دیکھکر روتے تھے اور کہتے ہیں کہ پانی کا پیالہ اوسکے
سامنے آتا تھا تو تہائی خالی ہوتا تھا جب اپنی خطا یاد آتی تو ہونٹوں سے پیالہ آنسوؤں سے
لبریز ہو جاتا۔ اور یہ بھی آپکے احوال میں مروی ہے کہ کبھی اپنا سر حیا کے مارے آسمان کیطرف
نہیں اوٹھایا یہانتک کہ وفات پائی اور دعا میں یوں عرض کیا کرتے کہ الٰہی جب میں اپنی
خطا یاد کرتا ہوں تو زمین باوجود وسعت کے مجھپر تنگ ہو جاتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد
کرتا ہوں تو جان میں جان آتی ہے تو پاک ہے یا خدایا میں تیرے بندوں میں سے طبیبوں
اوسکے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کریں وہ سب مجھے تیرا ہی پتا بتاتے ہیں تو خرابی ہے
اونکی جو تیری رحمت سے آس توڑے۔ اور حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت
پہنچی ہے کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اور اوسوقت چیخ مار کر اپنا
ہاتھ سر پر رکھے اور اوٹھے یہانتک کہ پہاڑوں میں چلے گئے آپکے پاس درندے اکٹھے ہوگئے
آپنے فرمایا کہ تم چلے جاؤ تم سے مجھے مطلب نہیں مجھکو وہی چاہیے جو اپنی خطا پر روتے
ہوئے میرے سامنے روتا ہوا آئے اور جو خطاوار نہیں اوسکا داؤد خطاوار کے پاس کیا کام ہے
اور جب کوئی آپ کو کثرت گریہ سے منع کرتا تو فرماتے کہ مجھکو رونے دو پہلے اس سے کہ رونے کا
دن ہاتھ سے جاتا رہے اور ہڈیاں جل جاویں اور آتشیں بھڑکا دیں اور پیشتر اس سے کہ
میں حوالہ ایسے فرشتوں کے ہوں جنکی شان یہ ہے مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ
اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ اور عبد العزیز بن عمیر فرماتے ہیں کہ جب حضرت داؤد
علیہ السلام سے خطا ہوئی تو آپکی آواز بگڑ گئی آپنے عرض کیا کہ الٰہی صدیقین کی آواز صاف
ہے اور میرا گلا بگڑ گیا۔ اور روایت ہے کہ جب آپ بہت روئے اور کچھ فائدہ نہوا تو آپ کا
دل تنگ ہو گیا اور بہت رنج ہوا جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تو میرے رونے پر رحم نہیں کرتا

حکم ہوا کہ اے داؤد اپنا گناہ بھول گیا، فرمایا مجھ سے عرض کیا اے اللہ اے میرے آقا اپنے گناہ کو
کیسے بھولونگا میرا تو یہ حال تھا کہ جب زبور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلنے سے رہجاتے تھے
اور میرے سر پر سایہ کرتے تھے وحشی میری محراب میں مانوس ہوتے تھے اے اللہ یہ
کونسی وحشت ہے جو مجھ میں اور تجھ میں ہے حکم ہوا کہ اے داؤد وہ انس طاعت کا تھا اور یہ وحشت
گناہ کی پیدا ہوئی اے داؤد آدم ایک بندہ میری مخلوق ہے جسکو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی
روح اوسمیں پھونکی اور اپنے فرشتوں سے اوسکو سجدہ کرایا اور اپنے اکرام کا خلعت اوسکو پہنایا
اور تاج اپنے وقار کا اوسکے سر پر رکھا اور جب اوسنے تنہائی کی شکایت کی تو اوسکا جوڑا
اپنی لونڈی حوا کو بنایا اور اپنی جنت میں اوسکو رہنے دیا مگر جب اوسنے نافرمانی کی اوسکو اپنے
پاس سے ننگا اور ذلیل نکالا اے داؤد میرا قول سن اور میں سچ ہی کہتا ہوں کہ تو نے ہماری
اطاعت کی تو ہم نے تیرا کہنا کیا اور جو مانگا سو دیا اور نافرمانی کی تو تجھے چھوڑ دیا اور باوجود
اسکے اگر تو ہماری طرف رجوع کریگا تو ہم تجھکو قبول کرینگے۔ اور یحییٰ بن کثیر فرماتے ہیں
مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب نوحہ کرنا چاہتے تو سات دن
پیشتر سے کھانا نہ کھاتے اور نہ پیتے تھے اور عورتوں کے پاس نہ جاتے تھے جب ایک دن رہتا تھا
تو اونکے لیے ایک منبر جنگل میں نکالا جاتا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم کرتے تھے
کہ شہروں اور حوالی شہروں میں جنگلوں اور پہاڑوں اور ٹیلوں اور عبادت خانوں اور گرجوں میں
پکار پھیریں کہ جو کوئی حضرت داؤد کا نوحہ اپنے نفس پر سننا منظور رکھے وہ آوے پس جنگلوں
اور ٹیلوں سے وحشی اور بیابانوں سے درندے اور پہاڑوں سے جانور اور گھونسلوں سے
پرندے اور پاکدامن عورتیں اپنے پردوں سے آتے تھے اور لوگ وہاں جمع ہوتے تھے اور حضرت داؤد
علیہ السلام آکر منبر پر چڑھتے تھے اور آپکے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم
علیحدہ آپکے گرد ہوتی تھی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپکے سر پر کھڑے ہوتے تھے
اول آپ خدا کی ثنا شروع کرتے تھے اور لوگ رونے میں چیخیں اور دھاڑیں مارنے لگتے تھے
پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر کے رہنے والے جانور اور کچھ
وحشی اور درندے اور آدمی مرجاتے تھے پھر قیامت کی دہشتوں اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان
فرماتے تھے تو ہر قسم کے جانداروں میں سے بہت سے اولٹ جاتے تھے جب
حضرت سلیمان علیہ السلام مردوں کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتے

کہ آپکے سننے والوں کے کلیجے پھٹ گئے - اور بنی اسرائیل میں سے بہت سے کہ وہ موجود
اور وحوش و حشرات میں سے بہت فنا ہوئے جب آپ دعا مانگنی شروع کرتے وہ
دعا ہی میں ہوتے تھے کہ کوئی بنی اسرائیل کا عابد اونکو پکارتا تھا کہ اے داود جزا کے مانگنے میں
آپ نے جلدی فرمائی یہ سنکر آپ بیہوش ہو کر گر پڑتے تھے جب حضرت سلیمان علیہ السلام آپکا یہ حال
دیکھتے تھے تو ایک چارپائی لاتے اور اونکو اوسپر اوٹھاتے پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے
کہ یوں پکارے کہ اگر کسیکا دوست یا آشنا یا قریب داود کے ساتھ میں تھا تو وہ چارپائی لیکر
اوسے اوٹھالائے کیونکہ جو لوگ اونکے ساتھ تھے اونکو جنت اور دوزخ کے بیان نے مار ڈالا
تو عورت چارپائی لاتی اور اپنے رشتہ دار کو اوسپر اوٹھاتی اور کہتی کہ اے وہ شخص جسکو دوزخ
کے ذکر نے مار ڈالا اے وہ شخص جسکو خوف خدا نے فنا کیا پھر حضرت داود علیہ السلام کو جب افاقہ ہوتا تو
کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اپنی عبادتخانے میں جا کر دروازہ بند کر لیتے
اور کہتے کہ اے داود کے مالک کیا تو داود سے ناراض ہے اور اسیطرح مناجات میں رہتے
پھر حضرت سلیمان علیہ السلام دروازے پر آکر اندر آنے کا اذن چاہتے اور ایک ٹکیا جو کی
لیکر اندر جاتے اور عرض کرتے کہ بابا جان اسکو کھا کر جو بات چاہتے ہو اوسکی قوت پیدا کر لو
آپ اوسمیں سے کسیقدر کھاتے پھر بنی اسرائیل میں نکلکر جاتے - اور یزید رقاشی راوی ہیں
کہ حضرت داود علیہ السلام ایک دن چالیس ہزار آدمیوں میں سے نکلے کہ اونکو وعظ سناتے تھے
اور ڈراتے تھے اونمیں سے تیس ہزار مر گئے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس آئے اور آپکی
دو لونڈیاں تھیں کہ اونکا یہ کام مقرر تھا کہ جب آپ پر خوف آتا اور گر پڑتے تو وہ دونوں
سینے اور پاؤں پر بیٹھ جاتیں کہ کہیں جوڑ علیحدہ ہو کر مر نجاویں - اور حضرت ابن عمر رضہ
فرماتے ہیں کہ حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام بیت المقدس کے اندر آٹھ برس کی عمر میں گئے
عابدین کو دیکھا کہ بال اور اون کے کپڑے پہنے ہیں اور اونمیں سے جو نہایت کوشش
کرنے والے ہیں اونکو دیکھا کہ اپنے گلے کی ہڈیوں کو چیر کر اونمیں زنجیریں ڈال رکھیں ہیں
اور اپنے آپکو بیت المقدس کے کونے میں باندھ رکھا ہے اونکو دیکھکر آپکو ہول ہوئی
اور اپنے ماں باپ کیطرف رجوع کیا پھر لڑکوں پر آپ کا گذر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے
اونھوں نے آپ کی خدمت میں یہی عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو آپنے فرمایا کہ میں
اسواسطے نہیں پیدا ہوا کہ کھیلوں پھر اگر ماں باپ سے عرض کیا کہ مجھکو کرتہ بالوں کا بنا دو

اونھون نے بنادیا آپ بیت المقدس کو چلے آئے دن کو اوسکی خدمت کرتے اور رات کو وہان ہی
رہا کرتے یہانتک کہ پندرہ برس گذرے تب آپ بیت المقدس سے نکلکر پہاڑون
اور غارون مین جا رہے آپکے ماں باپ ڈھونڈھنے نکلے اونکو بحیرہ اردن پر
پایا کہ پانی مین پاؤن تر کئے ہین اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور
یہ کہتے ہین کہ قسم ہے تیری عزت اور بزرگی کی ٹھنڈا پانی نہ پیونگا جب تک مجکو یہ معلوم نہو کہ تیرے
نزدیک میرا کیا ٹھکانا ہے ماں باپ آپکے جو کی ٹکیا ساتھ لے گئے تھے اونسے کہا کہ
اسمین سے کھا کر پانی پینا چاہیے اونھون نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا
اسلیے اللہ تعالی نے انکی تعریف مین وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ فرمایا غرضکہ اونکو ماں باپ بیت المقدس
کو پھیر لائے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت
اور پتھر رونے لگتے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی آپکے رونے سے اسقدر روتے
کہ بیہوش ہو جاتے تو ہمیشہ اسیطرح رویا کرتے حتی کہ اونکے آنسوؤن سے اونکے رخسارون کا
گوشت جاتا رہا اور دیکھنے والون کو آپکی ڈاڑھین معلوم ہونے لگین اونکی ماں نے اونسے
فرمایا کہ بیٹا اگر تم کہو تو کوئی ایسی چیز تمھارے لیے بنا دون جس سے تم اپنی ڈاڑھین لوگونکی
نظر سے چھپا لو آپنے عرض کیا کہ بہتر اونھون نے دو پھل نمدے کے لیکر آپکے
گالونکو چھپا دیے پس جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب وہ پھل آنسوؤن سے
بھیگ جاتے اونکی مادر مشفقہ اونکو نچوڑ ڈالتین جب اپنے آنسو اپنی ماں کے ہاتھون پر بہتے دیکھتے
تو فرماتے کہ الٰہی یہ میرے آنسو ہین اور یہ میری ماں ہے اور مین تیرا بندہ ہون اور تو ارحم الراحمین ہے
پھر ایک روز اونکو حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جان پدر مین نے تو خدا سے
یہ دعا مانگی تھی کہ تجکو میری آنکھون کی ٹھنڈک بناوے اور تو رویا ہی کرتا ہے تیرے
حال سے مجکو بیچین ہوا اونھون نے فرمایا کہ بابا جان حضرت جبریل علیہ السلام نے
مجھسے کہا ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیچ مین ایک جنگل ہے جسکو بجز رونے والے کے اور کوئی
طے نہ کریگا حضرت زکریا نے فرمایا کہ تو بیٹا اسیطرح رویا کر پھر اطمینان ہوا اور حضرت عیسی
علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حواریین خدا کا خوف اور جنت کی محبت اسی بات کا باعث ہین
کہ مشقت پر صبر کیا جاوے اور دنیا سے دور کرتے ہین یعنی مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جو کا کھانا
اور چشمہ کا پانی اور کتون کے ساتھ سونا جنت کی تلاش مین ایک ادنی بات ہے

یعنی اپنے ماں باپ سے نیکی کرنیوالا

اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام جب اپنی خطا یاد کرتے تھے بیہوش
ہو جاتے تھے اور آپکے دل کی تڑپ ایک کوس تک سنی جاتی تھی اوس وقت آپکے پاس
حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے کہ خدا تعالی آپ کو سلام فرماتا ہے
اور کہتا ہے کہ تم نے کبھی دیکھا کہ کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو آپ فرماتے کہ اے
جبرئیل جب میں اپنا قصور یاد کرتا ہوں تو اپنی خلت بھول جاتا ہوں - حاصل یہ کہ انبیا کا
یہ حال تھا جو تونے سنا اسمین خوب سوچنا چاہیے کہ جب یہ لوگ تمام خلق سے زیادہ خدا تعالی
کے عارف اور اوسکی صفات کے عالم تھے انکا یہ حال تھا تو ہمکو کسطرح رہنا چاہیے سعدی فرماتے ہیں

بجائیکہ دہشت خورند انبیا	تو عذر گناہ را چہ داری بیا

نواں بیان صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کے شدت خوف کا ذکر

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک پرند کو دیکھکر اوسکی طرف مخاطب ہوکے
فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو میں تجھہ جیسا پرند ہوتا اور آدمی نہوتا - اور حضرت ابوذر رضہ نے
فرمایا کہ میں یہ بات چاہتا ہوں کہ کاش میں درخت ہوتا اور کوئی کاٹ ڈالتا اور یہی
حضرت طلحہ رضہ نے فرمایا ہے - اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ مرنے کے بعد اوٹھایا نجاؤں اور حضرت عایشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ اچھا
معلوم ہوتا ہے کہ میں نسیًا منسیا ہوجاؤں - اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ جب کوئی
آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بیہوش ہوکر گر پڑتے اور پھر چند روز انکی عیادت
ہوا کرتی اور ایک روز آپنے ایک تنکا زمین پر سے اوٹھایا اور کہا کہ کیا خوب ہوتا جو میں
یہ تنکا ہوتا کاش میں کوئی چیز مذکور نہوتا کاش میں نسیًا منسیًا ہوتا کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی شعر

مرا اے کاشکے مادر نزادے	وگر زادے بکس شیرم ندادے

آپکے منہ پر آنسوؤں کے دو کالے خط تھے اور فرماتے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے
وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا اور جو کوئی اوس سے تقوی کرتا ہے اپنی جی چاہتی بات
نہیں کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو تم کچھہ اور ہی ڈھنگ دیکھتے اور جب آپنے سورہ کورت
پڑھی اور اس آیت پر پہنچے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ بیہوش ہوکر گر پڑے اور ایک
روز ایک شخص کے مکان کے پاس کو گذرے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور سورہ طور پڑھتا تھا
آپ کھڑے ہوکر سننے لگے جب اوسنے پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَالَہٗ مِنْ دَافِعٍ

اپنی سواری سے اوترے اور ایک دیوار سے تکیہ لگا کر تھوڑی دیر ٹھہرے پھر مکان کو
چلے گئے اور مہینا بھر بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے مگر کسیکو نہ معلوم تھا کہ آپکو کیا مرض ہو
- اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فجر کے سلام کے بعد فرمایا اور سوقت کہ آپکو کچھ
رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے
لیکن آج کوئی چیز ایسی نہیں دیکھتا جو اونکی سی ہو اونکا دستور تھا کہ پراگندہ مو زرد رنگ
غبار آلود رہتے اونکی آنکھوں کے بیچ میں بکریوں کے زانو کا سا گٹھا تھا رات کو اللہ کے
واسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے خدا کی کتاب پڑھتے باری باری میں پیشانی اور پانو
پر نوبت ہوتے ذکر کرتے اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہے اسطرح کا
کانپتے آنکھوں میں سے اتنے آنسو بہاتے کہ اونکے کپڑے تر ہو جاتے اور اب تو ایسا
کہ گویا میں ایسے لوگوں میں ہوں جو رات کو خواب غفلت میں رہتے ہیں پھر آپ اٹھکر کھڑے
ہوئے اور جب تک کہ آپکو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا کبھی کسی نے اس قدر ہنستے ہوئے نہیں
دیکھا - اور عمران بن حصین رضی فرماتے ہیں کہ میں اچھا سمجھتا ہوں کہ راکھ ہو جاؤں اور
میرے اجزا ہوائیں آندھی کے دن پراگندہ متفرق کر دیں - اور حضرت ابو عبیدہ جراح رضی کا
قول ہے کہ مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں مینڈھا ہوں اور میرے گھر والے مجھکو ذبح کریں اور
کھالیں اور میرا شوربا پی لیں - اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب وضو کرتے
تو آپکا چہرہ زرد ہو جاتا اونکے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپکا یہ کیا حال ہوتا ہے
آپ فرماتے کہ تمکو معلوم ہے کہ کسکے سامنے میں کھڑا ہوا چاہتا ہوں اور موسی بن مسعود رحمۃ
کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت سفیان ثوری کے پاس بیٹھتے تو اونکے خوف کو دیکھکر یہ جانتے
کہ گویا آگ ہمارے چاروں طرف محیط ہے - اور ایک روز مضر قاری نے پڑھا هٰذَا كِتَابُنَا
يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ف[1] پس عبد الواحد
بن زید اتنا روئے کہ غش آگیا جب افاقہ ہوا تو کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی اپنے مقدور بھر
کبھی تیری نافرمانی نکرونگا تو اپنی توفیق سے مجھکو اپنی طاعت پر مدد کر - اور مسور بن مخرمہ رحمۃ
شدت خوف کے باعث کلام مجید کچھ نہیں سن سکتے تھے جب کوئی ایک حرف یا ایک آیت
پڑھتا تھا تو ایک چیخ مارتے تھے اور کئی دن تک ہوش نہ آتا تھا ایک دن ایک شخص قبیلہ
خثعم سے آیا اور اونکے پاس یہ آیت پڑھی يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ ف[2] الخ

ف۱ یہ کتاب ہماری بولتی ہے تم پر ٹھیک ٹھیک ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے ۱۲

ف۲ جس دن ہم اکٹھا کر لائیں گے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بلائے اور ہانک لے جائیں گے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ۱۲

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا تو اونھوں نے فرمایا کہ میں تو مجرمین میں ہوں
متقی نہیں ہوں غرض قاری صاحب پھر سے تو پڑھیے اوسنے پھر پڑھا وہ ایک نعرہ مار کر
سفر آخرت کر گئے ۔ اور یحییٰ بکاء رونے والے رح کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی وَلَوْ تَرَىٰ
إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ تو اونھوں نے ایک چیخ ماری کہ اوس سے چار مہینے بیمار رہے بصرہ کے
نواح تک کے لوگ اونکی بیمار پرسی کو آتے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہیں کہ میں طواف
خانہ کعبہ کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبے کا پردہ پکڑے
کہہ رہی ہے کہ الٰہی بہت سی شہوتوں کی لذت تو جاتی رہی عذاب اونکا باقی رہا الٰہی تیرے
پاس سوای دوزخ کے کیا اور کوئی سزا اور ادب کی چیز نہیں اور یہ کہکر روتی تھی یہانتک رو رو کے
صبح کر دی میں نے یہ حال دیکھکر اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخ ماری کہ ہائے ہمارے حال پر —
اور روایت ہے کہ حضرت فضیل رح عرفہ کے روز خوب پھوٹ پھوٹ روتے تھے اور
لوگ دعا مانگ رہے تھے کہ جب آفتاب قریب بغروب ہوا تو اپنی ڈاڑھی مٹھی میں پکڑ کر آسمان کی
طرف کو سر اوٹھایا اور کہا کہ اگر تو بخش بھی دیگا تب بھی مجھکو تجھسے بڑی حیا ہے پھر
لوگوں کے ساتھ وہاں سے چلے آئے اور کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حقیقت خائفین کی
پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خائفین وہ ہیں جنکے دل خوف سے خوش ہیں اور آنکھیں روتی ہیں
اور کہتے ہیں کہ ہم کیسے خوش ہوں اس حالت میں کہ موت پیچھے لگی ہے اور قبر سامنے ہے
اور قیامت ہمارا وعدہ گاہ ہے اور دوزخ پر کو ہمارا راستہ ہے اور خدا تعالی کے سامنے
ہمکو کھڑا ہونا ہے ۔ اور حضرت حسن بصری رح ایک جوان پر گذرے کہ اپنی ہنسی میں ڈوبا ہوا تھا
اور ایک مجلس میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا آپ نے اوس سے فرمایا کہ تو پل صراط پر کو گذر آیا ہے
اوسنے عرض کیا کہ نہیں آپ نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو جنت میں جاویگا یا دوزخ میں
اوسنے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہے راوی کہتا ہے کہ پھر اوس
شخص کو کسی نے ہنستے نہ دیکھا ۔ اور حماد بن عبد ربہ رح جب بیٹھتے تو اسطرح بیٹھتے گویا
اوٹھنے کو کھڑے ہیں اگر کوئی اونسے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھیں تو فرماتے کہ اطمینان کا
بیٹھنا اوس شخص کا ہوتا ہے جو بے خوف ہو اور میں بے خوف نہیں اسلیے کہ خدا تعالی کی نافرمانی کی ہے
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جو اپنے بندوں کے دلوں پر
غفلت ڈالدی ہے یہ بھی رحمت ہے تا کہ خوف خدا سے مر نہ جاویں ۔ اور حضرت مالک بن دینار رح

اور کبھی تو دیکھے جس وقت اونکو کھڑا کیا جاوے اپنے رب کے سامنے

فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ جب مرونگا لوگوں سے کہدونگا کہ میرے بیڑیاں اور
طوق ڈالکر مجھکو خدا کے پاس ایسی طرح لیجاویں جیسے کسی بھاگے ہوئے غلام کو آقا کے
سامنے لیجاتے ہیں۔ اور حاتم اصم رح فرماتے ہیں کہ کسی مکان اصلح پر فریفتہ مت ہو کہ جنت
سے زیادہ اصلح کوئی جگہ نہیں مگر آدم کا حال اوسمین جو ہوا سو ہوا اور نہ کثرت عبادت پر
فریفتہ ہو کہ ابلیس کا حال بعد کثرت عبادت کے خود ظاہر ہے اور نہ کثرت علم سے مغرور ہو
کہ بلعام اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا مگر انجام اوسکا کیا ہوا اور نہ صلحا کی زیارت پر فریفتہ ہو
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر کسی کا رتبہ نہیں مگر بعض اقارب اور اعدا کو انکی
زیارت کام نہ آئی۔ اور سری رح فرماتے ہیں کہ میں اپنی ناک کو دن میں کئی بار دیکھ لیتا ہوں
اس خوف سے کہ کہیں میرا منہ تو کالا نہیں ہو گیا۔ اور ابو حفص رح کہتے ہیں کہ چالیس برس سے
میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالی مجھکو نگاہ غضب سے دیکھتا ہے اور میرے اعمال اوسپر دلالت کرتے ہیں
اور حضرت عبد اللہ بن مبارک رح ایک روز اپنے یاروں میں نکلے اور فرمایا کہ رات تو میں نے اللہ پر
بڑی جرأت کی کہ اوس سے جنت کا سوال کیا۔ اور محمد بن کعب القرظی کی ماں نے اپنے
بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا میں تجھکو جانتی ہوں کہ لڑکپن میں بھی پاک تھا اور بڑا ہو کر بھی اچھا رہا
اور جو کہ رات دن تو عبادت ہی کرتا ہے تو یہ ایک عمل کی بات ہے اور جہاں تک تو نے رکھا ہو
اتنی مشقت کیوں کرتا ہے اونھوں نے کہا کہ اے مادر مشفقہ میں کون سی بات سے اس امر سے
نڈر ہو جاؤں کہ اگر خدا تعالی نے مجھکو کوئی گناہ کرتے دیکھ لیا ہو اور ناراض ہو گیا ہو اور
یہ فرماوے کہ اپنی عزت و جلال کی قسم میں تجھکو نہیں بخشونگا۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں
کہ مجھے نہ کسی نبی مرسل کا غبطہ ہوتا ہے نہ فرشتہ مقرب کا نہ کسی بندہ نیک کا کیونکہ ان لوگوں کو
کیا قیامت کو عتاب نہ ہوگا مجھے تو غبطہ صرف اوس شخص کی ہے جو پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور
روایت ہے کہ ایک جوان کو انصار میں سے خوف دوزخ ہوا تو ہمیشہ رویا کرتے یہاں تک
کہ رونے کے باعث گھر سے باہر بھی نہ نکلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسکے یہاں تشریف لائے
اور اوسکو گلے لگایا وہ اوسیوقت مردہ ہو کر گر پڑا آپنے لوگوں کو فرمایا کہ اپنے ساتھی کی
تجہیز و تکفین کرو کہ خوف آتش نے اوسکے جگر کو ٹکڑے کر دیا ہے۔ اور ابن ابی میسرہ کے
حال میں کہتے ہیں کہ جب اپنے بستر پر آتے تو کہتے کہ کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی اونکی ماں نے
کہا کہ اے میسرہ اللہ نے تو تیرے اوپر احسان کیا کہ تجھکو مسلمان کیا پھر تو کیوں نالاں ہے

ح
ابن ابی الدنیا روایت حذیفہ و بیہقی در شعب بروایت سہل بن سعد ۱۲

اونھون نے کہا کہ اوسکے احسان مین شک نہین مگر اوسنے ہم سے کہا ہے کہ ہم سب دوزخ پر ضرور
جاوینگے اور یہ نہین بیان کیا کہ اوسمین سے نکل آوینگے ۔ اور فرقد سبخی کو کسی نے کہا کہ
بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر تمہین پہونچی ہو ہمسے کہو جواب دیا کہ مجھے یہ خبر
پہونچی ہے کہ بیت المقدس مین پانسو باکرہ عورتین جنکا لباس کمل اور ٹاٹ تھا آئین اور ہمنے اونکے
ثواب و عذاب کا آپسمین ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز مین مر گئین ۔ اور حضرت
عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ بھی خائفین مین سے تھے اللہ تعالی سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے صرف معافی
کی اونکی درخواست کیا کرتے اور بیماری مین اونسے لوگون نے کہا کہ آپ کا دل کسی چیز کو
چاہتا ہے اونھون نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل مین کسی چیز کی خواہش
کے لیے جگہ نہین چھوڑی ۔ کہتے ہین کہ چالیس برس تک وہ اونھون نے اپنا سر آسمان کیطرف
نہین اوٹھایا تھا نہ کبھی اس عرصہ مین ہنسے تھے اور ایک دفعہ جو سر آسمان کیطرف کیا
تو اتنا ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی آپکا دستور تھا کہ رات کو سوتے وقت اپنا جسم
ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہین مسخ تو نہین ہوگیا اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی کڑکتی
یا غلہ گران ہوتا تو فرماتے کہ یہ سب آفتین میرے ہی باعث ہین اگر مین مر جاؤن تو لوگ راحت
پاوین اور خود فرماتے ہین کہ ایک دفعہ ہم عتبہ غلام کے ساتھ نکلے اور ہم مین ایسے جوان اور
ادھیڑ لوگ تھے کہ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے کثرت قیام سے اونکے پاؤن سوج
گئے تھے اور آنکھین اندر کو دھنس گئی تھین اور پوست استخوانون پر چپکا ہوا تھا رگین تار ستار
کیطرح معلوم ہوتی تھین ایسے ہوگئے تھے جیسے خربوزہ کے چھلکے کہ اندر کچھ نہین ہوتا گویا قبر سے
نکلے ہین یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالی نے اطاعت کرنے والون کو کیسی عزت دی اور نافرمانون کو
کیسے ذلیل کیا اسی حال مین چلے جاتے تھے کہ یکایک وہان سے ایک شخص کا گذر ایک جگہ پر
ہوا فوراً بیہوش ہوکر گر پڑا اور اوسکے ساتھی گرد بیٹھکر رونے لگے جاڑا بہت شدت سے تھا مگر
اوسکی پیشانی سے پسینا ٹپکتا تھا جب منہ پر پانی کا چھینٹا دیا تو اوسکو ہوش آیا اوس سے
ماجرا پوچھا اوسنے کہا کہ مینے اسجگہ خدا کی نافرمانی کی تھی جگہ دیکھکر مجھے یاد آگئی اور خوف سے
پچھاڑ کھائی ۔ اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے ایک زاہد کے پاس یہ آیت پڑھی یوم
تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا
وہ شخص بیہوش ہوگیا اور پھر ہوش آیا تو کہا اے صالح کچھ اور پڑھو کہ مجھے شدت غم معلوم ہوتی ہے

ہیں نے کہا کہ [illegible] وہ شخص مردہ ہو کر گر پڑا۔ اور روایت ہے
کہ زرارہ بن ابی اوفیٰ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی جب پڑھا فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ تو
بیہوش ہو کر گر پڑے اور مر گئے۔ اور یزید رقاشی رحمہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کے پاس گئے
آپ نے فرمایا کہ اے یزید مجھکو کچھ نصیحت کرو انہوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین تم ہی اول خلیفہ
نہیں ہو کہ مرو گے یعنی تم سے پہلے بھی بہت خلیفہ مر چکے ہیں آپ روئے اور فرمایا کہ کچھ اور
نصیحت کیجیے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین تمہارے اور حضرت آدم کے درمیان کوئی تمہارا
بزرگ ایسا نہیں ہے جو مرا نہو آپ پھر روئے پھر فرمایا کہ اور کچھ فرمایئے انہوں نے فرمایا کہ
امیر المؤمنین تمہارے اور جنت اور دوزخ کے درمیان میں کوئی منزل نہیں ہے یہ سنکر آپ
بیہوش ہو گئے۔ اور میمون بن مہران رحمہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری وَإِنَّ جَهَنَّمَ
لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ حضرت سلمان فارسی نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھ سر پر رکھا باہر
جنگل کو چلے گئے تین دن تک پتا نہ لگا۔ اور حضرت داؤد طائی رحمہ نے ایک عورت کو اپنے
لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا کہ یہ کہہ رہی ہے بیٹا نہ معلوم تیرے کون سے گال کو پہلے
کیڑے نے کھایا یہ سنتے ہی اوسی جگہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور روایت ہے کہ حضرت
سفیان ثوری رحمہ بیمار پڑے اونکا قارورہ ایک ذمی طبیب کو دکھلایا گیا اوس نے کہا
کہ اس شخص کے جگر کو خوف نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے پھر آکر نبض دیکھی تو کہا کہ ملت اسلام میں ایسا
جیسا آدمی مجھکو نہیں معلوم ہوا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے
خدا تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجھ پر ایک دروازہ خوف کا کھولدے دعا مقبول ہوئی
اور خوف کا دروازہ مفتوح ہوا کہ میں اپنی عقل پر ڈرا اور التماس کیا کہ الٰہی میری طاقت میری
مقدار سے ہے تب میرا دل ساکن ہوا اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ روؤ
اور اگر رونا نہ آوے تو رونے کی صورت بناؤ کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے
اگر تمکو علم ہو جاوے تو اتنا چیخو کہ گلا بیٹھ جاوے اور نماز اتنی پڑھو کہ پیٹھ ٹوٹ جاوے اس قول میں
گویا آپ نے اوس حدیث شریف کے مضمون کیطرف اشارہ فرمایا لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ
لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا اور عنبری روایت کرتے ہیں کہ ارباب حدیث حضرت فضیل
بن عیاض رحمہ کے دروازے پر جمع ہوئے آپ ایک روشندان سے اونکی طرف دیکھ رہے تھے
داڑھی آپ کی ہلتی تھی اور روتے تھے فرمایا کہ لوگو قرآن پر مواظبت کرو اور نماز کی پابندی

یہ وقت حدیث کا نہیں بلکہ یہ وقت رونا اور تضرع اور سکوت اور ڈوبنے والے کی طرح دعا
کرنیکا یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنی جگہ کسیکو نہ بتاوے اور اپنے
دل کا علاج کرے جو معلوم ہوا اوسکو دستور العمل کرے جو نہ جانتا ہوا اوسکو ترک کرے - اور کہا
آپ خوف کے مارے حیران چلے جاتے تھے اور کسی نے پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا کہ
میں نہیں جانتا - اور یزید بن مرثد نے اپنے باپ عمر بن ذر سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اور
کہنے والے کچھ کہتے ہیں تو کوئی نہیں روتا مگر جب تم کچھ کہتے ہو تو سب طرف سے آواز رونے کی
سنتا ہوں آپ نے فرمایا کہ جس عورت کا بچہ مرجاوے اوسکا رونا اور جو اجرت لیکر روتی ہے اوسکا رونا
برابر نہیں ہوتا غرض یہ کہ یہ خوف کو دل میں تاثیر زیادہ ہے اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ ایک
عابد کے پاس کھڑے ہوے جو رو رہا تھا اوس سے پوچھا کہ خدا تم پر رحم کرے اس رونے کا
باعث کیا ہے اوسنے کہا کہ ایک خوف ہے جسکو ڈرنے والے اپنے دلوں میں پاتے ہیں
اونھوں نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ خداے تعالے کے سامنے پیش ہونیکیواسطے جو ندا ہوگی
اوسکا خوف ہے - اور خواص بھی روتے اور مناجات میں کہتے کہ الٰہی میں بوڑھا ہوا اور میرا بدن
تیری خدمت سے کمزور ہوگیا تو مجھکو آزاد کر دے - اور صالح مری کہتے ہیں کہ ایک بار ابن السماک
میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھکو اپنی قوم کے عابدوں کی کچھ عجیب بات دکھلاؤ میں انکو ایک
محلے میں ایک شخص کے پاس لے گیا جو ایک جھونپڑے میں رہتا تھا ہمنے اوس سے اجازت اندر
آنے کی چاہی اور چلے گئے دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا میں نے اوسکے سامنے یہ آیت پڑھی
اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ
وہ شخص ایک چیخ مارکر بیہوش ہوگیا ہم اوسکو ویسا ہی چھوڑ کر نکل آئے اور دوسرے کے گھر گئے
اوسکے پاس بھی میں نے وہی آیت پڑھی وہ بھی چیخا اور بیہوش ہوکر گر گیا وہاں سے ہم
تیسرے کے پاس گئے اور اوس سے اجازت چاہی اوسنے کہا کہ اگر ہمکو ہمارے پروردگار سے
نہ روکو تو چلے آؤ اوسکے پاس میں نے پڑھا ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ
اوسنے ایک نعرہ مارا اور اوسکے نتھنوں سے خون نکلنے لگا اور اوسی خون میں تڑپنے لگا یہاں تک
کہ خون خشک ہوگیا اوسکو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آئے غرضکہ میں ابن السماک کو چھ شخصوں کے پاس
پھرایا کہ ہر ایک کو بیہوش چھوڑ کر اوسکے پاس سے چلے آئے پھر میں انکو ساتویں کے پاس لایا
اور اجازت چاہی تو ایک عورت نے جھونپڑے کے اندر سے کہا کہ چلے آؤ دیکھا تو ایک

جب طوق پڑے ہیں اونکی گردنوں میں اور زنجیریں گھسیٹے جاتے ہیں جلتے پانی میں پھر آگ میں اونکو جھونکتے ہیں ۱۲

پھر فرشتہ اپنے مصلے پر بیٹھا ہوا ہے اوسکو میں نے سلام کیا وہ خبر ہوا میں نے بڑی آواز سے کہا
کہ خبردار لوگو نکل کو کھڑا ہونا ہے بوڑھے نے کہا کہ مجھے کیسا شدید آیا کہا کہ حیران منہ کھلا ہوا
آنکھیں اوپر کو رہ گیا اور ایک آواز پست سے اوہ اوہ کرنے لگا یہاں تک کہ آواز بند ہو گئی
اوسکی عورت نے کہا کہ اب اسکے پاس سے جاؤ کیونکہ اسوقت تمکو اس سے کچھ نفع نہ ہوگا
اسکی حالت کچھ اور ہی ہوگئی ہے پھر کچھ دنوں بعد میں نے وہاں کے لوگوں سے اون باتوں کا
احوال پوچھا اونھوں نے کہا کہ اونمیں سے تین تو اچھے ہو گئے اور تین جان بحق ہو گئے اور
بوڑھے کا یہ حال ہوا کہ تین دن تک تو ویسا ہی حیران اور مبہوت رہا کہ فرض بھی نہیں پڑھتا تھا
مگر بعد تین دن کے ہوش آیا اور روایت ہے کہ یزید بن الاسود کو لوگ ابدال میں سے
جانتے تھے اونھوں نے قسم کھائی تھی کہ کبھی نہ ہنسینگا نہ کبھی لیٹ کر سوئیگا نہ کبھی کوئی
چیز کھاویگا اور اس قسم پر اپنے مرنے تک قائم رہے اور حجاج نے حضرت سعید بن جبیر سے
پوچھا کہ میں سنا ہے کہ تم کبھی نہیں ہنستے اونھوں نے فرمایا کہ ہنسی کیا آوے حالانکہ دوزخ
دہونکائی گئی ہے اور طوق تیار ہیں اور فرشتے دوزخ کے مستعد ہو کر آمادہ کھڑے ہیں
اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ ای ابوسعید آپ کو صبح کیسے ہوئی
آپ نے فرمایا کہ خیریت کے ساتھ اوسنے پوچھا کہ آپکا حال کیا ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا
کہ تو میرا حال پوچھتا ہے یہ بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کشتی میں سوار ہو کر بیچ میں سمندر کے پہونچیں
اور کشتی ٹوٹ جاوے اور ایک ایک آدمی ایک ایک تختے سے لگا رہجاوے تو اونکا حال
تمہارے نزدیک کیسا ہے اوسنے کہا کہ بہت سخت ہے آپ نے فرمایا کہ تو میرا
حال اونکے حال سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کی ایک لونڈی
اونکی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام کر کے اونکے گھر میں جو مسجد تھی اوسمیں دو رکعت نماز
کی پڑھیں اور پھر اوسکو نیند آگئی اور سو رہی اور خواب ہی میں رونے لگی جب جاگی تو
تو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیر المومنین میں نے اسوقت عجیب معاملہ دیکھا آپنے پوچھا
کہ کیا معاملہ ہے اوسنے کہا کہ میں نے دیکھا کہ دوزخ دوزخیوں کے واسطے دہک رہی ہے
پھر پل لا کر اوسکی پشت پر رکھا گیا آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا اوسنے کہا کہ پھر خلفاء
بنی مروان کو لائے اور اوس پل پر اونکو چلایا وہ تھوڑا ہی چلا تھا کہ پل اولٹ گیا
اور وہ دوزخ میں جا پڑا آپ نے فرمایا کہ پھر کیا اوسنے کہا کہ پھر عبد الملک بیٹے ولید کو

لائے اور اوسکو پل پر سوار کیا وہ بھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پل نے کروٹ لی اور وہ دوزخ
میں جا پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر کیا ہوا کہا کہ پھر سلیمان بن عبد الملک کو لائے اور پل پر چڑھایا
وہ بھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ پل کا رخ جھکا ہو گیا اور وہ دوزخ میں گر پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر تو
کہا کہ پھر میں نے یہ دیکھا کہ آپ کو لائے یہ اوسکا کہنا تھا کہ آپ نے ایک دفعہ ایسی چیخ ماری
کہ بیہوش ہوکر گر پڑے وہ لونڈی اوٹھی اور اونکے کان میں پکار پکار کر کہنے لگی کہ اے
امیر المومنین سنیے میں نے یہ دیکھا کہ آپ بچ گئے آپ نے نجات پائی ہر چند وہ کان میں چیختی
رہی مگر آپ برابر نعرے مارتے تھے اور پاؤں دیوار سے مارتے تھے۔ اور روایت ہے کہ
حضرت اویس قرنی رح قاص کے پاس آتے اور اونکے کلام سے روتے جب وہ دوزخ کا
ذکر کرتے تو آپ چیخ مارتے پھر اوسکے چلے جاتے تو لوگ انکو دیوانہ کہتے اور حضرت معاذ بن
جبل رض فرماتے ہیں کہ مومن کا خوف جب تک نہیں ٹھہرتا جب تک کہ دوزخ کے پل کو
اپنے پیچھے نہ چھوڑے۔ اور حضرت طاؤس رح کے لیے بستر کیا جاتا تو لیٹتے اور گرم کڑاہی
کے دانے کیطرح اوسپر ادھر ادھر لوٹتے پھر اوسپر سے اوچھلکر اوسکو لپیٹ دیتے
اور قبلہ کیطرف صبح تک متوجہ ہوتے اور کہتے تھے کہ دوزخ کے بیان نے خوف والوں کی
نیند اوڑا دی۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ دوزخ میں سے ایک شخص ہزار برس کے
بعد نکلیگا کیا اچھا ہو کہ وہ شخص میں ہوں اور یہ اسی لیے فرمایا کہ خوف دوزخ میں ہمیشہ رہنے
اور سوء خاتمہ کا تھا کہتے ہیں کہ آپ چالیس برس تک نہیں ہنسے اور راوی کہتے ہیں کہ جب میں
اونکو بیٹھا دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا قیدی ہے کہ گردن مارنے کے لیے پکڑا ہوا آیا ہے
اور اگر آپ وعظ فرماتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو سامنے دیکھتے ہیں اور اوسکا
حال آنکھوں دیکھا بیان کرتے ہیں اور جب چپ ہوتے تو گویا آنکھوں کے سامنے آگ
بھڑک رہی ہے اور جب آپ پر اس شدت خوف و غم کا لوگوں نے عتاب کیا تو فرمایا کہ
میں کیسے بے خوف ہو جاؤں اس سے کہ خدای تعالی نے اگر کوئی مجھ سے برائی دیکھ لی ہو اور
مجھکو برا جانکر فرمانے لگے کہ جا جا میں تجھکو نہ بخشونگا تو پھر عمل کرنا میرا بے فایدہ ہے۔ اور حضرت
ابن السماک رح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں وعظ کہا ایک
جوان اونمیں سے اوٹھا اور کہا کہ تم نے آج ایک ایسا جملہ کہا کہ اگر ہم اوسکے سوا اور کچھ بھی
نہ سنیں تو کچھ پروا نہیں ہے میں نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہے اوسنے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا

کہ منافقین کے دل کے دو خلود یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے شکوک کیے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ یا جنت
میں ہمیشہ رہنا ہے یا دوزخ میں حضرت ابن السماک رح فرماتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا اور دو چار
دن غائب رہا پھر میں نے اوسکو نہ پایا لوگوں سے اوسکا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے میں
اوسکی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ بھائی تیرا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ اے ابو العباس
یہ نوبت اوسی تمہارے حیلے سے ہوئی ہے کہ دو خلود یعنی خلود جنت خواہ خلود دوزخ سے
منافقین کے دل کے ٹکڑے کر ڈالے ہیں پھر وہ شخص اسی مرض میں مرگیا میں نے اوسکو خواب میں دیکھا
اور پوچھا کہ خدائے تعالی نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا اوسنے کہا کہ مجھکو بخشدیا اور رحم کیا اور
جنت میں داخل کیا میں نے پوچھا کہ کس وجہ سے کہا کہ اوسی حیلے کی بدولت سے حاصل یہ کہ
انبیا اور اولیا اور علما اور صلحا سے خوف کا حال سنا جب ان لوگوں کا یہ حال ہو تو
تم کو خود بہت ڈرنا لائق تر ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ جب بہت گناہ ہوں تبھی خوف ہو بلکہ
اگر قلب صاف اور معرفت کامل ہو تب بھی خوف ہی چاہیے ورنہ کثرت طاعات اور کمی گناہوں
کی بیخوف ہو جانے کی مقتضی نہیں بلکہ امن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس شہوات کے مطیع
ہیں اور بد بختی غالب اور غفلت اور سختی دل کر لیے اپنے احوال کو نہ دیکھ سکتے ہوں اور موت
کے پاس آنے سے جاگیں اور نہ کثرت گناہوں سے ہیں منافقین کا احوال دیکھ کر
عبرت پکڑیں نہ اندیشہ خاتمہ کو دل میں جگہ دیں اس صورت میں اگر خدا ہی اپنے فضل سے
ہمارے احوال کا تدارک فرمادے تو صلاح ممکن ہے اسلیے اسی بات کی دعا مانگتے ہیں
بشرطیکہ صرف زبانی دعا بدون استعداد اوسکے مقبول ہو اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جب
ہم دنیا میں مال کا ارادہ کرتے ہیں تو اوسکے کتنے اوزار جمع کرتے ہیں جوتتے ہیں اور
بوتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں اور خشکی و تری میں کیسی کیسی اندیشہ ناک باتیں اختیار
کرتے ہیں اور اگر علم میں کوئی مرتبہ حاصل کیا چاہتے ہیں تو اوسکے واسطے کتنی مشقتیں
اوٹھاتے ہیں اور کتابوں کی بحث و تکرار اور یاد کرنے میں راتوں کو جاگتے اور کوشش
کرتے ہیں رزق کی تلاش میں کیا کیا محنتیں کرتے ہیں اور اللہ تعالی نے جو کفالت اور
ضمانت روزی دینے کی فرمائی ہے اوسپر یقین واثق کر کے گھر میں نہیں بیٹھے اور بیٹھے
خدائے تعالی سے یہ نہیں عرض کرتے کہ الہی ہمکو روزی دے اور جب ملک دائم اور سلطنت ابدی
آخرت مذکور کرتے ہیں تو اوسکے واسطے صرف اسی پر کفایت کرتے ہیں کہ زبان سے

کو دیکھا کہ الٰہی تو معاف کر الٰہی تو رحم کر حالانکہ جس ذات کی طرف کہ توقع ہے اور جسکے نام سے دھوکا کھاتے ہوئے ہیں وہ یوں ارشاد فرماتا ہے وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (۱) اور وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ (۲) اور یَاۤ اَیُّہَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ (۳) یہ مقام غور ہے کہ ان اقوال میں کسی قسم کی بھی کچھ تشبیہ بیٹھتا ہے کوئی بات کبھی ہمکو ہمارے منا ملیون اور جھوٹی آرزوؤں سے نکالتی ہے اگر غور تامل کرو تو یہ کہنے کی بات ہے بشرطیکہ خداے تعالیٰ اپنے فضل سے توبہ نصوح مرحمت فرماوے اور اوسکے باعث ہمکو پناہ دے ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ ہماری توبہ قبول کرے بلکہ یہ التجا ہے کہ شوق توبہ ہمارے دلوں کے اندر ڈالدے صرف زبانی حرکت توبہ کی دعا کے لیے ہمارے واسطے کافی نظر آتی ہے ورنہ ہم اون لوگوں میں سے ہو جاوینگے جو کہتے ہیں اور نہیں کرتے اور سنتے ہیں اور نہیں مانتے جب وعظ سنا تو رو پڑے اور جب کام کا وقت آیا تو پہلو تہی کرے اس سے زیادہ رسوائی کی نشانی اور کیا ہوگی خداے تعالیٰ ہمکو توفیق اور رشد اپنے کرم اور فضل سے عنایت کرے۔ اب ہم احوال خائفین کی حکایات کی اسقدر پر کفایت کرتے ہیں حسب مثل مشہور در خانہ اگر کس است حرفی بس است ورنہ شعر

اگر صد باب حکمت پیش نادان	بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

اور عیسیٰ بن مالک خولانی جو بہترین عابدوں میں سے ہیں ایک راہب کا حال کہتے ہیں کہ اونھوں نے اوسکو بیت المقدس کے دروازے پر غمگین صورت بنائے کھڑا دیکھا سخت حیران تھا اور کثرت گریہ سے آنسو نہیں تھمتا تھا اوسی کہتے ہیں کہ جب میں نے اوسکو دیکھا تو اوسکی صورت سے ڈر گیا اور اوس سے کہا کہ اے راہب مجھے وصیت کر کہ تجھ سے یادگار رکھوں اوسنے جواب دیا کہ اے عزیز کیا نصیحت تجھکو کروں سوای اسکے کہ اگر تجھ سے ہوسکے تو ایسی طرح رہ جیسے کسیکو چار طرف سے درندوں اور کیڑوں نے گھیر لیا ہو اور وہ ہراسان اور خائف رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہو کہ ذرا سی غفلت ہو جاوے تو درندے چیر ڈالیں یا چوک جاوے تو زہردار کیڑے کاٹ لیں غرضکہ رات بھر اوسکا دل خوف و ہراس میں رہتا ہے گو مغالطہ کھانے والے بیخوف ہوا کریں اور دن بھر رنج میں گذرتا ہے گو نکمے لوگ خوش ہوا کریں پھر وہ راہب مجھے چھوڑ کر چلا میں نے کہا کہ کچھ اور بھی کہئے تو شاید مجھکو زیادہ نفع ہو اوسنے کہا کہ پیاسے کو جتنا پانی ملجاتا ہے وہی کافی ہوتا ہے اور یہ اوسنے درست کہا

(۱) اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کوشش کیا ۱۲

(۲) اور دھوکا نہ دے تمکو اللہ کے نام سے وہ دغاباز ۱۲

(۳) اے آدمی کاہے کو بہکا تو اپنے رب کریم پر ۱۲

اسواسطے کہ صاف دیکھو تو ادنی سا فرق ہلا دیتا ہے اور ثقل دل سے ویسا ہی خبیث ہمراہ اور رہتی ہے اور اوسنے جو مثال بیان کی کہ ایسی طرح رہو جیسے وہ شخص جسکے چار طرف درندے اور زہریلے جانور ہوں تو اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ یہ مثال فرضی ہے بلکہ یہ صورت واقعی ہے کیونکہ اگر آدمی نور عقل سے اپنے باطن کو دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انواع و اقسام کے درندوں اور زہریلے جانوروں سے پُر ہے مثلاً غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عُجب اور ریا وغیرہ جو ہمیشہ اوسکو چیرتے اور نیش زنی کرتے رہتے ہیں بشرطیکہ ایک لحظہ بھی اوس سے غافل ہو مگر یہ کہ آدمی کو انکا کاٹنا اور ایذا دینا نہیں سوجھتا جب پردہ اوٹھا لیا جاویگا اور آدمی قبر میں رکھا جاویگا اوسوقت دیکھیگا کہ یہ سب صفات اپنے اپنے معانی کی صورتیں بنکر اوسکو اوسوقت نظر آوینگی کہ سانپ اور بچھو قبر میں آکر پڑے ہیں کہ گھیر لیا حالانکہ یہ سانپ بچھو کا کچھ نہیں بلکہ یہی صفات جو زندگی میں ہیں یہی ہونگے اونکی صورت اوسدن سوجھیگی پس اگر یہ منظور ہو کہ انکو مار ڈالنا اور انپر غالب ہونا چاہیے حالانکہ مرنے سے پیشتر یہ بات آدمی کے اختیار میں ہے تو اوس ہرگز چوکنا نہیں چاہیے ورنہ اونکا کاٹنا اور نوچنا خوب اچھی طرح دل میں ٹھان لینا چاہیے

باب چہارم فقر اور زہد کے بیان میں

رباعی

گر چاہیے تو دل سے ہوئے سچا عابد
کر فقر کو اختیار اور ہو زاہد
کہتے ہیں رسول فقر کو اپنا فخر
تیرے لیے بس یہی ہے کافی شاہد

واضح ہو کہ دنیا اللہ جل شانہ کی دشمن ہے اوسکے فریب میں بہت لوگ گمراہ ہوئے اور اوسکے مکر سے بہتوں کو لغزش ہوئی تو اوسکی دوستی خطایا اور سیئات کی جڑ ہوئی اور اوسکی دشمنی طاعات و قربات کی اصل اور ہم نے اسکا حال اور اسکی دوستی کی مذمت کو کتاب ذم دنیا میں جلد سوم کے مفصل لکھا ہے یہاں جو فضیلت اس سے بغض رکھنے میں اور اسمیں جو ہے اوسکو ذکر کرتے ہیں کہ منجیات میں اصل وہی ہے کیونکہ نجات کی طمع بدون دنیا سے علیحدگی اور دوری کے نہیں ہو سکتی لیکن اس علیحدگی کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ خود آدمی سے الگ ہو اسکو تو فقر کہتے ہیں یا آدمی اوس سے کنارہ کش ہو اسکو زہد کہتے ہیں اور ان دونوں چیزوں کو سعادت کے حاصل ہونے کے باب میں دخل ہے اور فوز و نجات پیدا کرنے میں اثر اسلیے ہم ان دونوں کی حقیقت اور درجات و اقسام اور شرطیں اور احکام ذکر کرتے ہیں اور اس باب کے دو فصل کرتے ہیں

اول مین فقر اور دوسری مین زہد کو لکھتے ہین —

فصل اول فقر کی حقیقت اور فضیلت اور فقرا کی فضیلت اور آداب کے ذکر مین اور اسمین تین بیان ہین

بیان اول فقر کی حقیقت اور فقیر کے احوال و اسماء کے اختلاف مین

جاننا چاہیے کہ فقر حاجت کی چیز کے نہونے کا نام ہے اور بے حاجت چیز کے نہونے کو فقر نہین کہتے
اور اگر حاجت کی چیز موجود ہو اور اوسپر آدمی قادر ہو تو اوس شخص کو فقیر نہ کہینگے اور جب یہ معلوم
ہو چکا تو اب ظاہر ہے کہ جو چیز سوا اللہ تعالی کے موجود ہے وہ فقیر ہے اسواسطے کہ ہر ایک
موجود چیز کو اپنے دوسرے وقت موجود ہونے کی حاجت ہے اور وجود کا ہمیشہ رہنا خدا کے
فضل و احسان سے ہے پس اگر ہستی کے پیدا کرنے مین کوئی موجود ایسا ہو جسکا وجود دوسرے سے
مستفاد نہو تو وہ غنی مطلق ہے اور ایسا موجود سوا ایک ذات کے ہو نہین سکتا اس سے معلوم ہوا
کہ وجود مین غنی ایک ہی ہے اور اوسکے سوا جتنے ہین وہ اوسکی طرف محتاج ہین تاکہ انکو
دوام وجود کی مدد پہونچے اور اسی حصر کی طرف اشارہ ہے اس قول خداوندی مین واللہ الغنی
وانتم الفقراء لیکن یہان فقر مطلق کے بیان اور ہمکو غرض فقر مطلق کے بیان سے نہین
بلکہ خاص فقر مال کا بیان کرنا منظور ہے ورنہ بندے کی حاجت کو اگر باعتبار اوسکی ضرورتون کے
دیکھیے تو کچھ بھی شمار نہین ہو سکتی اسلیے کہ ضروریات و حاجات آدمی کی بیشمار ہین اور منجملہ اوسکی
حاجتون کے وہ ہین جو مال سے حل ہوتی ہین پس اونہین کا ہمکو بیان کرنا اس وقت منظور ہے
اسلیے کہتے ہین کہ جو شخص مال نہین رکھتا اوسکو ہم اوس مال کے لحاظ سے فقیر کہتے ہین جو اوسکے
پاس نہین بشرطیکہ اوس شخص کو اس مال مفقود کی طرف حاجت بھی ہو پھر یہ خیال مین آتا ہے کہ
فقر مین آدمی کے پانچ احوال ہوتے ہین اور ہم اون سب کو تمیز کیواسطے جدا جدا نام رکھکے دیتے ہین
تاکہ اونکے احکام بھی علیحدہ بیان کرسکین پہلی حالت جو سب سے عمدہ ہے یہ ہے کہ آدمی کی یہی
طرح ہو کہ اگر اوسکے پاس مال آوے تو اوسکو برا معلوم ہو اور ایذا پاوے اور اوسکے قبول سے بھاگے
اور اوسمین مشغول ہونے سے اجتناب کرے اور اوسکے شر سے محترز رہے ایسے شخص کو زاہد کہتے ہین
دوسری حالت یہ ہے کہ مال کی رغبت اتنی نہو کہ جسکے حاصل ہونے سے خوش ہو اور نہ اتنی
نفرت ہو کہ اوس سے ایذا پاتا ہو یا اگر ملے تو چھوڑ دے ایسے شخص کا نام ہم راضی کہتے ہین —
تیسری حالت یہ ہے کہ مال کا ہونا اوسکے نزدیک نہونے کی نسبت محبوب ہو اسوجہ سے
کہ کچھ مال کی رغبت رکھتا ہے مگر رغبت اتنی نہین کہ اوسکی طلب مین سرگرم ہو بلکہ اس قسم کی ہے

(ترجمہ) اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ۱۲

کہ اگر بلا محنت و کدورت ملے تو لیکر خوش ہو جاوے اور اگر طلب مین کچھ مشقت کا محتاج ہو
تو اوسمین مشغول نہو ایسی حالت والے کا نام ہم قانع رکھتے ہین کیونکہ اوسنے موجود چیز پر قناعت
کر کے طلب کو موقوف کیا باوجودیکہ کسیقدر رغبت بھی تھی چوتھی حالت کہ طلب مال کو موقوف
کرنا عاجزی کے باعث ہو ورنہ رغبت اتنی ہے کہ اگر کوئی سبیل اوسکی تلاش کی پاوے گو محنت ہی
سے ہو تو اوسکو ضرور طلب کرے یا طلب مین مشغول ہی ہو ایسی حالت والے کو ہم حریص کہتے ہین
پانچوین حالت یہ ہے کہ جو مال اوسکے پاس نہین ہے اوسکی ضرورت سے مضطر ہو مثلاً بھوکے کے
پاس روٹی نہو اور ننگے کے پاس کپڑا نہو ایسی حالت والے کو ہم مضطر کہتے ہین اوسکی رغبت
طلب کے باب مین کیسی ہی کیون نہو ضعیف ہو یا قوی اور ایسی حالت بہت کم ہوا کرتی ہے
پس پانچ احوال مین جو سب سے اعلی ہے وہ پہلا ہے اور مضطر کے ساتھ اگر زہد ملا لیا جاوے
اور یہ صورت ممکن ہو تو ایسا حال زہد کے اقصی درجات مین سے ہے اور ان پانچون حالتون سے
بڑھ کر ایک اور حالت ہے جو زہد سے بھی اعلی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک ہونا اور نہونا
مال کا برابر ہو کہ آنے کی خوشی نہ جانے کا غم اور اوسکا حال ایسا ہو جیسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا
کہ جب اونکے پاس ایک لاکھ درہم کسیکی بخشش مین سے آئے تو اونہون نے اوسی دن تقسیم کر دیے
اور جب اونکی خادمہ نے عرض کیا کہ اگر آپ اسکے درہمون مین سے ایک درہم کا گوشت لے لیتین
تو ہم بھی اوس سے افطار کرتے آپ نے فرمایا کہ اگر پہلے سے یاد دلاتی تو ایسا ہی کرتی پس جس
شخص کا حال ایسا ہو اگر تمام دنیا اوسکے قبضے اور خزانے مین ہو تب بھی اوسکو ضرر نہ کریگی
اسلیے کہ وہ شخص تمام مال کو خدای تعالے کے خزانے مین جانتا ہے نہ اپنے قبضے مین اور اسکے نزدیک
مال خواہ اوسکے قبضے مین ہو یا کسی دوسرے کے اوسکے نزدیک دونون یکسان ہین اور
مناسب ہے کہ ایسی حالت والے کو مستغنی کہین اسلیے کہ وہ مال کے وجود اور عدم دونون سے غنی ہی
اور مستغنی کے معنی لفظ غنی سے علیحدہ سمجھنے چاہیین جو خدای تعالی پر اور اوسکے بندون مین
بہت سامان رکھنے والون پر بولا جاتا ہے کیونکہ بندون مین سے جسکے پاس مال زیادہ ہو
اور وہ اوس سے خوش ہوتا ہے تو وہ محتاج اس بات کا ہے کہ مال مذکور اوسکے پاس رہے ہرچند
وہ مال کے قبضے مین آنے سے غنی ہے تاہم اوسکے باقی رہنے کا محتاج ہے اسلیے وہ من وجہ
فقیر ہے مگر مستغنی مال کے قبضے مین آنے اور اوسکے باقی رہنے اور اوسکے قبضے مین سے
نکلجانے سب سے غنی ہے کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اوسکو مال سے ایذا نہین ہوتی اور

نه خوشی ہوتی ہے پس احتیاج قبضے سے نکالنے اور قبضے مین رکھنے کی دونون نہی اور یہ بھی
نہین که اوسکے پاس نہو تاکه محتاج قبضے مین آنے کا ہو بہرحال مستغنی کی غنا عام ہے اور اسی
جہت سے ایسا شخص اوس غنی سے جو وصف خداوندی ہے قریب تر ہے اور یه ظاہر ہے که
بندے کا قرب خدای تعالی سے اس طرح ہے که صفات الٰہی مین قریب ہو قرب مکانی تو
ہوتا ہی نہین لیکن ہم ایسی حالت والے کو مستغنی ہی کہتے ہین تاکه لفظ غنی اوسی ذات پر
بول سکین جسکو غناء مطلق ہر چیز سے ہے اور اس قسم کا بنده اگرچه مال کے وجود اور عدم سے مستغنی ہے مگر
سوا اوسکے اور چیزون سے مستغنی نہین نه بدون توفیق الٰہی کے مستغنی ہو جسمین اسکا استغنا باقی رہے استغنا بری ہی
که خدا تعالی اوسکے دل کو زینت دیتی ہے جو دل که مال کی محبت مین مقید رہتا ہے وه غلام ہے اور جو
اوس سے مستغنی ہے وه آزاد ہے اور الله تعالی نے ہی اوسکو اس غلامی سے آزاد کیا ہے
تو اس آزادی کے ہمیشه رہنے کی حاجت اوسکو البته ہے اور دل غلامی اور آزادی مین ہر دم
اولٹتے بدلتے رہتے ہین کیونکه سب دل درمیان خدای تعالی کی اونگلیون کے ہین اسلیے
ایسے شخص کو مطلقا غنی کہدینا در حقیقت نہین چاہیے اگر کہا جاوے تو مجازا ہو گا —

اب جاننا چاہیے که زہد ابرار کے درجے کا کمال ہے اور اس حالت والا یعنی مستغنی مقربین مین
سے ہے تو ضرور ہوا که زہد اوسکے حق مین درجه نقصان ہو اسلیے که ابرار کی نیکیان مقربین کی
برائیان ہوتی ہین اور نیز دنیا کا برا جاننے والا ابھی دنیا مین مشغول ہے جیسا اوسکا رغبت
کرنے والا ہے اور شغل ماسوای خدای تعالی کا خدای تعالی سے حجاب ہوتا ہے کیونکه خدای تعالی
کچھ فاصلے پر تو نہین ہے که دوری اوسکا حجاب ہو جاوے بلکه وه تو آدمی کی رگ گردن سے
بھی قریب تر ہے اور نه خدای تعالی کسی مکان مین ہے تاکه آسمان و زمین اوسمین اور آدمی مین
حجاب ہو جاوین تو اب ضرور ہے که حجاب اوسمین اور آدمی مین بجز غیر الله کے ساتھ مشغول
ہونے کے اور کوئی نہو اور اپنے نفس و شہوات مین مشغول ہونا بھی غیر الله کے ساتھ مشغول
ہونے مین داخل ہے اور چونکه آدمی ہمیشه اپنے نفس اور شہوات مین مشغول رہتا ہے اسلیے ہمیشه
خدای تعالی سے محجوب رہتا ہے حاصل یه که جو شخص اپنے نفس کی محبت مین مشغول ہو وه خدای تعالی
سے منحرف ہے اور جو شخص اپنے نفس کے بغض مین لگا ہے وه بھی خدا کے ساتھ مشغول نہین
اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے که جس مجلس مین عاشق و معشوق ہون اور اوسمین اگر رقیب بھی آجاوے
۹۶ تو اگر عاشق کا دل رقیب کیطرف اور اوس سے بغض رکھنے کیطرف اور اوسکے اٹھنے کو

بڑا جانے کیطرف متوجہ ہوگا تو چونکہ وہ ان دا چاہتوں میں مصروف ہے لذت مشاہدہ و معرفت سے
محروم رہیگا اور اگر عشق میں مستغرق ہوگا تو غیر سے غافل ہوگا اور اوسکی طرف دونوں کیساں نگاہ
غرضکہ دونوں طرح شوق کے ہوتے ہوئے دوسرے کو چھوڑنے کی راہ سے دیکھو یا مشغولی کی راہ سے
اور جب یہ نقصان دونوں طرح مشغولی کی راہ سے بھی دوسرے کو نا کام مشغولی کے ہوتے ہوئے
دشمنی میں شرکت و نقصان ہے گو یہ نقصان بہ نسبت اول کے کچھ ہی کم ہے تاہم دونوں کا حال
یہی ہے اور یہ کمال یہی ہے کہ قلب بالکل مجرد ہو اور کسی کی طرف نہ دوستی کی راہ سے نظر کرے
نہ دشمنی کی راہ سے کیونکہ جیسے ایک دل میں دو محبت ایک حالت میں نہیں جمع ہوتیں ایسے ہی
ایک حالت میں دوستی اور دشمنی بھی نہیں جمع ہوتیں پس جو شخص دنیا کی دشمنی میں مشغول ہے تو وہ بھی
خدا سے غافل ہے جیسے وہ شخص کہ اوسکی دوستی میں مشغول ہے مگر اتنا فرق ہے کہ جو دنیا کی
دوستی میں مشغول ہے وہ غافل ہے اور اپنی غفلتوں میں راہ دور کی چلتا ہے اور جو اوسکی دشمنی میں
مصروف ہے وہ بھی غافل ہے مگر غفلتوں میں وہ قرب کی راہ چلتا ہے اسواسطے کہ ایسے
شخص کے لیے توقع پڑتی ہے کہ اسکا حال انجام کو ایسا ہو جاوے کہ اوس سے یہ غفلت جاتی رہے
اور دنیا سے دوری اور مشاہدہ پر میسر ہو جاوے غرضکہ کمال ایسے شخص سے کچھ بعید متوقع ہے
باوجود یکہ بغض دنیا ایک سواری ہے جو خدا تعالی کیطرف پہونچاتی ہے۔ تو دنیا سے محبت
اور بغض والوں کی ایسی مثال ہے جیسے دو شخص راہ حج میں سواری پر چڑھے اور اوسکے
گھاس دانہ کی خبر گیری اور ہانکنے میں مشغول ہوں لیکن ایک تو کعبہ کیطرف کو منہ کیے جاتا ہو
اور دوسرا پیٹھ پھیر کر اوسکی طرف مقابل میں جاتا ہو تو یہ دونوں شخص اس بات میں برابر ہیں کہ کعبہ سے
محجوب اور اوس سے غافل اور اپنی سواری کی فکر میں شاغل ہیں لیکن جو کعبہ کو جاتا ہے
اوسکا حال دوسرے کی نسبت کہ اچھا ہے جو پشت بکعبہ چلتا ہے کیونکہ اسکو کبھی پہونچنا
نصیب ہوگا مگر شخص اول کا حال اگر بلحاظ اوس شخص کے دیکھو جو کعبہ میں معتکف ہے اور
اوس میں سے باہر ہی نہیں جاتا کہ حاجت سواری کی فکر کی پہونچنے کیواسطے پڑے تو اوسکی
نسبت البتہ اچھا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ تصور کرنا نہ چاہیے کہ دنیا کا بغض کرنا مقصود بالذات
چیز ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ دنیا خدا سے روکنے والی چیز ہے اور حق تک پہونچنا بدون
اس روک کے دفع کرنے کے ممکن نہیں اسواسطے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ کا قول ہے
کہ جو شخص دنیا میں زہد کرے اور اسی پر کفایت کرلے تو جلدی راحت چاہتا ہے بلکہ آدمی کو

چاہیے کہ آخرت میں مشغول ہو۔ اس قول میں بتلا دیا کہ راہ آخرت کا چلنا زہد کی سوا ہے جیسے طریق
حج کا چلنا اور ہے اور فقط خواہ مانع حج کا دفع کرنا اور۔ اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں جو
کرتے ہیں اگر مقصود یہ ہے کہ اوسکے وجود اور عدم دونوں میں رغبت نہو تب تو یہ نہایت درجہ کا
کمال ہوا اور اگر صرف اوسکے نہونے کی رغبت منظور ہو تو البتہ یہ درجہ بہ نسبت درجہ راضی اور قانع
اور حریص کے تو کمال گنا جاویگا مگر مستغنی کے درجے کی نسبت کو ناقص ہوگا بلکہ مال کے حق میں
کمال یہی ہو کہ آدمی کے نزدیک مال و پانی ایک سا ہو اور پانی کی کثرت ہمسایہ میں ہونے سے آدمیکو
کچھ ایذا نہیں ہوتی مثلا جیسے کوئی دریا کے کنارے ہو اور نہ پانی کی قلت سے ایذا ہو بشرطیکہ
مقدار ضروری سے کم نہو باوجودیکہ پانی اور مال دونوں حاجت کی چیز میں تو جیسے بہت سا
پانی دیکھکر اوسکے پڑوس سے بھاگنے کی تجویز میں مشغول نہیں ہوتا نہ اوسکو برا سمجھتا ہے بلکہ
دل میں یہ کہتا ہے کہ اس سے بقدر حاجت میں بھی پیونگا اور خدا کے بندوں کو پلاونگا اور کبھی بخل
نکرونگا اسیطرح مال کا حال بھی ہونا چاہیے کیونکہ روٹی اور پانی حاجت کے باب میں ایک ہیں
فرق صرف ایک کی قلت اور دوسرے کی کثرت کا ہے۔ اور جب آدمی خدا ہی تعالی کو
پہچانے اور جس طرح سے اوسنے انتظام عالم کیا ہے اوسکو جانے تو معلوم ہو جاوے جبتک وہ
زندہ رہیگا اوسکو بقدر حاجت روٹی ضرور پہونچیگی جیسے پانی بقدر حاجت آتا ہے چنانچہ
اسکا بیان عنقریب باب توکل میں انشاء اللہ آویگا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابو سلیمان
دارانی رح سے کہا کہ حضرت مالک بن دینار نے مغیرہ سے فرمایا کہ گھر میں جا کر وہ کوزہ جو تو نے مجھکو
تحفتہ دیا ہے لے آ اسلیے کہ شیطان مجھے وسوسہ ڈالتا ہے کہ اوسکو چور لیگیا۔ حضرت
ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہ بات صوفیہ کے دلوں کے ضعف کی ہے مالک نے دنیا میں زہد کیا
اگر کوئی کوزہ لیجاتا تو اونکو کیا تھا۔ اس سے غرض یہ ہوئی کہ کوزہ گھر میں رہنے کی کراہت میں
بھی اوسکی طرف التفات پایا جاتا ہے جسکا سبب ضعف اور نقصان ہے۔ اب اگر کوئی کہے
کہ جب نفرت دنیا داخل کمال نہیں تو انبیاء اور اولیا کیوں دنیا سے بشدت متنفر اور بھاگتے رہے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اونکا بھاگنا ایسا تھا جیسے پانی سے بھاگنا یعنی پانی کو بمقدار حاجت
پی لیا اور جسقدر بچا اوسکو مشکوں اور پیالوں میں بھر کر اپنے ساتھ لیے نہ پھرے بلکہ نہروں
اور کنوؤں اور چشموں ہی میں اون لوگوں کیواسطے چھوڑ دیا جنکو اوسکی ضرورت ہو نہ اس
جہت سے کہ اونکے دل اوسکے دوستی یا دشمنی میں مصروف تھے۔ دیکھو ریں کے خزانے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کے پاس آئے اور اونھون نے
لیکر اونکے محل او موقع میں خرچ کر دیا او سنبھالے گے نہین کیونکہ اونکے نزدیک مال اور پانی
اور سونا اور پتھر برابر تھے اور اگر کسی سے مال کے لینے سے انکار منقول ہے تو یا تو ایسے شخص سے
منقول ہے کہ اوسکو خوف ہوا کہ اگر لونگا تو شاید مال کے فریب مین آکر دل مقید ہو جاوے گا
اور شہوات کیطرف بلاویگا اور یہ حال ضعیفون کا ہے پس اونکے حق مین مال کی دشمنی اور
اوس سے بھاگنا ہی کمال ہے اور سب خلق کے لیے ایسا ہی حکم ہے اسلیے کہ سوای انبیا اور اولیا
اور علما کے سب ضعیف ہین اور یا کسی شخص قوی سے منقول ہے جو درجہ کمال کو پہونچا ہو
اوسکے انکار کی وجہ یہ تھی کہ نفرت اور انکار اسواسطے ظاہر کیا کہ ضعفا دیکھکر پیروی کرین
اور مال نہ لین ورنہ لینے کی پیروی مین اونکی بربادی متصور ہے جیسا کہ سانپ کا منتر والا اپنی
اولاد کے سامنے سانپ سے بھاگتا ہے اوسکا بھاگنا کچھ اسوجہ سے نہین ہوتا کہ وہ سانپ
پکڑنے سے عاجز ہے بلکہ اس جہت سے ہوتا ہے کہ اگر مجھکو سانپ پکڑتے میری اولاد دیکھیگی
تو وہ بھی پکڑینگے اور ہلاک ہونگے اسیطرح انبیا اور اولیا بھی ضعیفون مین ضعیفون کا سا
حال بنا لیتے ہین تاکہ اونکی اقتدا کیجاوے ۔ خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہے کہ مراتب چھ ہین
جنمین سب سے اعلا رتبہ مستغنی کا ہے پھر زاہد اوسکے بعد راضی اوسکے بعد قانع پھر حریص کا
باقی رہا مضطر تو اوسکے باب مین زہد اور رضا اور قناعت کا تصور ہوسکتا ہے اور ان احوال کا
اختلاف کے موجب اوسکا رتبہ مختلف ہوتا ہے مگر فقیر ان پانچون شخصون زاہد و راضی و قانع
و حریص و مضطر کو کہہ سکتے ہین لیکن مستغنی کو اس معنی کر فقیر نہین کہہ سکتے اگر اوسکو فقیر کہینگے
تو اس اعتبار سے کہینگے کہ وہ خدا ی تعالی کیطرف ہر ایک چیز مین محتاج ہے خاص کر اپنے
استغنا مین مال سے پس مستغنی کو فقیر کہنا ایسا ہے جیسا وہ شخص کہ اپنے نفس کو پہچانے
کہ خدا کا بندہ ہے اور اقرار بھی عبودیت کا کرے تو ایسے شخص پر بندے کا اطلاق تمام فاسقون
کی نسبت زیادہ شایان ہے گو بندے کا لفظ تمام خلق کے لیے عام ہے اسیطرح لفظ فقیر
بھی عام ہے اور جو شخص اپنے نفس کو جانے کہ اللہ تعالی کا فقیر یعنی محتاج ہے تو اوسکو
فقیر کہنا زیادہ اچھا ہے غرضکہ لفظ فقیر دونون معنی مین مشترک ہے اور جب یہ بات
معلوم ہوئی تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر کے باب مین یہ فرمایا ہے
اَعُوذُ بِکَ مِنَ الفَقرِ اور کَادَ الفَقرُ اَن یَکُونَ کُفرًا مخالف اس کلام نبوی کے نہین

ح [illegible]

ح
پناہ مانگتا ہون تیری
مفلسی سے ۱۲
جلد اول باب ہشتم مین
گذری ۱۲

ح
قریب ہے کہ فقر کفر
ہو جاوے ۱۲
جلد سوم باب غضب کی
برائی مین گذری ۱۲

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا کیونکہ اول میں جس فقر کا مراد ہے جس سے کہ آپ نے پناہ مانگی ہے اور جس فقر کی دعا مانگی ہے وہ یہ ہے کہ اقرار مسکنت اور ذلت اور احتیاج کا خدا کی طرف سے اب دونوں حدیثوں میں مخالفت نہیں

دوسرا بیان فقر کی مطلق فضیلت میں

آیات قرآنی سے فضیلت فقر ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور فرمایا لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ اول سیاق کلام مدح کے طور پر فرمایا پھر فقر کی صفت کو ہجرت اور گھر جانے کے پر مقدم فرمایا اور اس تقدیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقر کی مدح پائی جاتی ہے اور احادیث میں بھی فقر کی مدح بہت ہے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہے عرض کیا کہ جو مالدار ہو اور اللہ کا حق اپنے نفس و مال میں ادا کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اچھا ہے مگر جس کو میں پوچھتا ہوں وہ نہیں پھر اصحاب نے عرض کیا کہ پھر کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ وہ فقیر جو اپنی کوشش دے اور حضرت بلال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِلْقَ اللّٰهَ فَقِيْرًا وَّلَا تَلْقَهٗ غَنِيًّا اور ایک حدیث میں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ اور حدیث مشہور میں ہے يَدْخُلُ فُقَرَاءُ اُمَّتِيْ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهَا بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ اور ایک اور حدیث میں چالیس خریف یعنی چالیس برس آئے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقیر حریص غنی حریص کی نسبت چالیس برس پیشتر جاویگا اور فقیر زاہد غنی راغب کی نسبت پانسو برس پیشتر جنت میں داخل ہوگا اور ہم نے جو درجات فقر کا اختلاف ذکر کیا ہے اوس سے تمکو قطعاً فرق فقرا کے درجات کا ذہن میں آیا ہوگا اور اس تحریر بالا سے معلوم کر لوگے کہ فقیر حریص کا درجہ فقیر زاہد کی نسبت ساڑھے بارھواں ہے چونکہ نسبت چالیس کو ہے پانسو کے طرف سے اور یہ گمان نکرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ مقدار معین فرمائی تو یہ اتفاق بالفعل طرح زبان سے نکل گئی ہے بلکہ آپ تو ہر بات میں حقیقت بیان فرماتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

الٰہی زندہ رکھ مجھکو مسکین اور مار ڈال مسکین ۱۲ ترمذی بروایت انس و حاکم بروایت ابو سعید ۱۲

ف ۱ واسطے ان فقیروں کے وطن چھوڑ نیوالوں کے جو نکالے گئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اوسکی رضامندی اور مدد کرنے کو آئے اللہ کی اور اوسکے رسول کی ۱۲

ف ۲ دینا ہے واسطے ان مفلسوں کے جو اٹکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر نہیں سکتے ملک میں ۱۲

اوران درجات فقر کے باب مین جو تین ہے وہ ایسی ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے الرؤیا الصالحۃ
جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ یعنی اچھی سچی خواب کو چھیالیسوان حصہ نبوت کا فرمایا ہے
تو یہ اندازہ حقیقت ایسا ہی ہے لیکن آپ کے سوا کسی کی مجال نہین کہ اس نسبت کی وجہ سوا
تخمین کے جان سکے واقعی علت اسکی معلوم نہین ہو سکتی اسواسطے کہ یہ بات معلوم ہے کہ
نبوت اسکو کہتے ہین جو نبی سے خاص ہوا ورا وسی کے باعث نبی اور لوگون سے
علیحدہ بھی ہوا ور نبی مین بہت سے خواص ہوتے ہین اول تو یہ کہ جو امور خدای تعالی سے
اور اوسکی صفات اور فرشتون اور دار آخرت سے متعلق ہون اونکا احوال حقیقی جانتا ہو نہ اسطرح
کہ جیسے اور لوگ سمجھتے ہین بلکہ کثرت معلومات اور زیادتی یقین اور تحقیق اور کشف مین عوام کے
مخالف ہو دوسرے یہ کہ نبی کے نفس مین وہ صفت ہوتی ہے کہ جس سے افعال عادات کے
خلاف پورے ہو سکتے ہین جس طرح ہم مین ایک صفت ہے کہ اوسکے باعث ہمارے حرکات
ہمارے ارادے اور اختیار یعنی قدرت سے پورے ہو سکتے ہین گو قدرت اور مقدور دونون اللہ ہی
کے افعال سے ہین تیسرے یہ کہ نبی مین ایک ایسی صفت ہوتی ہے جسکے باعث فرشتون کو
دیکھ لیتا ہے جیسے بینا آدمی مین مثلاً ایک صفت ایسی ہے جو اندھون مین نہین وہ یہ ہے
کہ محسوسات کو دیکھ لیتا ہے چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی مین وہ خاصیت ہوتی ہے جس سے
غیب کا حال اوسکو بیداری یا خواب مین معلوم ہو جاتا ہے یعنی اوسی خاصیت کے باعث
لوح محفوظ کا مطالعہ کر لیتا ہے اور جو کچھ اوسمین غیب کا حال لکھا ہوتا ہے اوسکو معلوم کر لیتا ہے
پس یہ کمالات وصفات ایسے ہین کہ انکا ثبوت انبیا کے لیے ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے
کہ انمین سے ہر ایک خاصیت کئی اقسام مین منقسم ہو سکتی ہے اور ہم بھی اسکی تقسیم اگر چالیس اور
پچاس اور ساٹھ وغیرہ تک کرنا چاہین تو کر سکتے ہین بلکہ اگر تکلف کرین تو ہو سکتا ہے کہ
تمام صفات متعلقہ نبی کو چھیالیس ہی ثابت کر دین تاکہ سچی خواب چھیالیسوان حصہ نبوت کا ہو
مگر تقسیمات کے طریقون کا معین کرنا بدون ظن اور تخمین کے نہ ہوگا تو ٹھیک ٹھیک معلوم نہو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چھیالیسوان حصہ اسی تقسیم کی رو سے مراد لیا ہے یا نہین
ہان صفات کلی جنسے نبوت کامل ہوتی ہے وہ معلوم ہین اور اونکے منقسم ہونے کی اصل
معلوم ہے مگر اس مقدار خاص مقرر کرنے کی وجہ معلوم نہین ہو سکتی اسی طرح حدیث مذکور
مین ہم جانتے ہین کہ فقرا کے بہت سے درجات ہین جیسا پہلے معلوم ہوا اگرچہ یہ فقیر حریص کا

درجہ فقیر زاہد کی نسبت کیا ہے بارھوان حصہ کیون ہوا اسکی جہت سے اول تو صرف چالیس برس ہی ہین جو فقیر غنی سے رہیگا اور دوسرا پانسو برس کے تقدم کا شمار اوار ہوگا تو اسکا جاننا سوائے انبیاء علیہم السلام کے طاقت بشری سے خارج ہے البتہ اگر کوئی کچھ کہیگا تو اٹکل سے کہیگا جسپر اعتماد و وثوق نہو غرضکہ ہماری غرض یہ تھی کہ کوئی ضعیف الایمان یہ نہ سمجھ لے کہ آپ نے جو مقادیر مقرر فرمائے ہین یہ قیود اتفاقی ہین کیونکہ منصب نبوت ایسی باتون سے مبرا ہے تو یہی جان لینا چاہیے کہ اندازہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے وہ سچا اور درست ہے۔ اب اصل غرض کیطرف متوجہ ہوتے ہین یعنی احادیث فقر کی مدح لکھتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فُقَرَاءُهَا وَاَسْرَعُهَا تَضَجُّعًا فِی الْجَنَّةِ ضُعَفَاءُهَا اور فرمایا اِنَّ لِیْ حِرْفَتَیْنِ اثْنَتَیْنِ فَمَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ اور روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے محمد اللہ عزوجل تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا تمکو پسند ہے کہ مین ان پہاڑون کو سونا کردون جہان تم رہو تمہارے ساتھ رہا کرین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ اے جبرئیل اِنَّ الدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهٗ وَلَهَا یَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهٗ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ یا محمد ثَبَّتَكَ اللّٰهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ اور روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اپنے سفر مین ایک سوتے آدمی کے پاس گزرے جو ایک کملی مین لپٹا ہوا تھا آپ نے اوسکو جگایا اور فرمایا کہ اے سونے والے اٹھ اور خدا کا ذکر کر اوسنے کہا کہ آپ مجھسے کیا چاہتے ہین مین نے دنیا کو اوسکے اہل کے لیے چھوڑ دیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے حبیب اب تو سو رہو اور حضرت موسی علیہ السلام ایک شخص پر گزرے جو مٹی پر سوتا تھا اور سر کے تلے اینٹ تھی اور چہرے اور ڈاڑھی پر خاک تھی اور ایک کملی کا تہمد باندھے تھا آپ نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تیرا یہ بندہ دنیا مین ضائع ہے حکم ہوا کہ اے موسی تجھکو معلوم نہین کہ جب مین اپنے کسی بندے کیطرف سارے منہ سے توجہ کرتا ہون تو اوس سے تمام دنیا کو علیحدہ کر دیتا ہون اور حضرت ابو رافع رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہمان وارد ہوا آپ کے پاس اوس وقت اوسکی خاطر داری کی کوئی چیز نہ تھی آپ نے مجھکو ایک خیبر کے یہودی کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اوس سے کہنا کہ رجب کے مہینے کے وعدے پر ہمکو آٹا خواہ قرض دے یا فروخت کرکے اوسکے دام وعدے پر لے

میں اوس یہودی کے پاس گیا اور حضرت کا ادا کیا اوسنے کہا کہ میں بدون رہن کے نہیں دونگا
میں نے آپکی خدمت میں ماجرا عرض کیا آپنے فرمایا کہ آگاہ رہو بخدا کہ میں آسمان والوں میں امین
ہوں اور زمین والوں میں امین ہوں اگر وہ شخص میرے ہاتھ بیچتا یا قرض دیتا تو میں ادا کر دیتا
جا میری زرہ لیجا اور گرو کر دے پس میں نکلا تو یہ آیت اوتری وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ
إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ
رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کو دنیا
تسلی دینی خدای تعالی کو منظور ہے اور ایک حدیث میں آپنے فرمایا الفقر ازین بالمؤمن
مِنَ العِذَارِ الحَسَنِ عَلَى خَدِّ الفَرَسِ اور فرمایا مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ مُعَافًى فِي جِسْمِهِ
آمِنًا فِي سِرْبِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيرِهَا اور حضرت کعب احبار
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ اے موسی جب تو فقیر کو
آتے دیکھے تو یوں کہہ کہ خوب ہوا کہ صالحوں کا شعار آیا۔ اور عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ ایک نبی
انبیا علیہم السلام میں سے کنارہ دریا پر تشریف لیگئے دیکھا تو ایک شخص شکار کھیلتا تھا
اوسنے بسم اللہ کہکر جال ڈالا مگر کچھ نہ نکلا پھر ایک دوسرے شخص پاس کو گذر ہوا اوسنے
جال بسم الشیطان کہکر پھینکا تو اوسمیں اسقدر مچھلیاں آئیں کہ کثرت کی جہت سے اوسکے
پکڑنے سے پہلو تہی کرتا تھا آپنے جناب باری میں عرض کیا کہ الہی یہ کیا بات ہے یہ تو میں
جانتا ہوں کہ سب چیزیں تیرے قبضہ قدرت میں ہے خدای تعالی نے فرشتوں کو حکم فرمایا
کہ میرے بندے کو واسطے ان دونوں کا مرتبہ دکھلا دو جب آپنے اول شخص کی بزرگی اور
دوسرے کی اہانت اور ذلت کو مشاہدہ کیا تو فرمایا کہ الہی میرا اطمینان ہوگیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جنت میں جھانکا تو اکثر اوسکے لوگوں کو فقیر دیکھا اور
دوزخ میں جھانکا تو اوسکے لوگ اکثر غنی اور عورتیں نظر آئیں اور ایک روایت میں ہے
کہ میں نے پوچھا غنی کہاں ہیں حکم ہوا کہ اونکو غنا نے روک دیا اور مقید کیا اور ایک روایت
میں ہے کہ اکثر دوزخ والوں کو میں نے عورتیں دیکھیں میں نے پوچھا کہ انکا کیا حال ہے
یعنی یہ سب دوزخ میں کیوں گئیں حکم ہوا کہ دو سرخ چیزوں میں لگی رہیں یعنی سونا اور زعفران
شغل کے باعث اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا میں فقر ہے اور یہ بھی ارشاد ہے
کہ انبیا علیہم السلام میں سے سب سے پیچھے جنت میں حضرت سلیمان علیہ السلام جاوینگے اوسی

[illegible]

جو شخص صبح کرے تندرست بدن میں اور امن سے اپنے وطن میں اور اوسکے پاس اوس روز کی غذا ہو تو گویا تمام دنیا اوسکو حاصل ہے اوپر گذری ۱۲
صحیح
احمد بروایت عبد اللہ بن عمرو ۱۲
صحیح
جلد دوم باب الزکاۃ میں گذری ۱۲
صحیح
ابو منصور در مسند فردوس بروایت معاذ بن جبل اوپر گذری ۱۲

سلطنت کے باعث اور صحابہ میں سے حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنی غنا کی وجہ
سے کہ بعد جنت میں جاوینگے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عبدالرحمن کو دیکھا کہ
جنت میں آہستہ آہستہ چلا کر داخل ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ غنی جنت میں
شدت یعنی بڑی محنت سے داخل ہوگا اور ایک حدیث میں جو اہل بیت سے مروی ہے
وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِذَا اَحَبَّہُ الْحُبَّ
الْبَالِغَ اِقْتَنَاہُ لوگوں نے اقتناہ کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ اوسکے لیے اہل
چھوڑا نہ مال اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تو فقر کو آتے دیکھے تو کہہ کہ مرحبا بشعار الصالحین
اور جب غنا کو آتے دیکھے تو کہہ کہ کسی گناہ کا عذاب جلد آگیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تیری مخلوق میں سے تیرے دوست کون لوگ ہیں مجھے
معلوم ہوں تو میں بھی اونکو تیری خاطر دوست رکھوں حکم ہوا کہ کل فقیر فقیر یعنی میرے دوست
ہر ایک فقیر محتاج ہیں دوبار فرمانا فقیر کا یا بغرض تاکید ہے یا دوسرے فقیر سے سخت مصیبت والا
مراد ہے ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مسکنت کو پسند کرتا ہوں اور
دولت کو برا جانتا ہوں اور اگر کوئی آپ کو یا مسکین کہکر پکارتا تو اس نام کو سب ناموں سے
اچھا جانتے ۔ اور جب سرداروں اور عرب کے تونگروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک وقت ہمارے لیے مقرر کیجیے اور ایک وقت فقرا یعنی حضرت
بلال جیسے اور سلمان فارسی اور صہیب رومی اور ابوذر غفاری اور خباب بن ارت اور عمار
بن یاسر اور ابوہریرہ اور فقرای اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ٹھہرا دیجیے کہ
جس وقت وہ آپکے پاس آویں تو ہم نہ آویں اور ہم آویں تو وہ نہ آویں اور اسکی وجہ یہ تھی کہ
ان لوگوں کا لباس اون کا ہوتا تھا گرمی کی شدت میں عرق جو نکلتا تو کپڑوں میں سے بو پیدا
ہوتی اور تونگروں کو مثل اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن بدر فزاری اور عباس بن مرداس
وغیرہ کے اونکی بو سے ایذا ہوتی تھی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی
آپنے اونکی درخواست پذیرا فرمائی کہ اچھا ایک مجلس میں دونوں فریق کو جمع نہ کرینگے پس
یہ آیت اتری وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ
وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا
قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا یعنی فقرا کے ساتھ رہو اور اغنیا کی اطاعت نکرو اور دوسری جگہ ارشاد ہے

فان قیل احق من ترک شکر یعنی فقر اسکے ساتھ ہے فمن شاء فلیقلل ومن شاء فلیکثر
اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کے لیے
اجازت چاہی اور اسوقت کہ آپ کی خدمت اقدس میں ایک شخص قریش کے رؤسا میں سے حاضر تھا
آپ کو انکا حاضر ہونا ناگوار ہوا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وارد فرمائی عبس وتولی ان جاءہ
الاعمیٰ وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری یعنی ابن ام مکتوم کو . اما من استغنی
فانت لہ تصدی اس سے مراد وہ رئیس ہے اور ایک حدیث شریف میں ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقیر کو اللہ تعالیٰ بلا کر ایسی طرح معذرت فرماوے گا
جیسے آدمی آدمی سے دنیا میں معذرت کرتا ہے اور ارشاد فرماویگا کہ قسم ہے اپنی عزت
وجلال کی میں نے دنیا تجھ سے اسوجہ سے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا بلکہ
اس نیت سے کہ تجھکو سامان کرامت و نعمت یہاں موجود کیے ہیں جو میرے نزدیک ہیں اب تو ان
صفوں میں جا اور پہچان کہ جس نے تجھکو دنیا میں میرے واسطے کھلایا ہو یا پہنایا ہو اور اوسکی
غرض سواے میری رضا کے اور کچھ نہو تو اوسکا ہاتھ پکڑ لے اوسکا میں نے تجھکو اختیار دیا
اور اوسوقت لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ عرق منہ تک آیا ہوا ہوگا یہ شخص صفوں کو چیرے گا اور
دیکھیگا کہ کسنے میرے ساتھ یہ سلوک بالا کیا تھا جسکو ایسا دیکھیگا اوسکا ہاتھ پکڑ کے
جنت میں لیجاویگا - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ فقیروں کی شناخت بہت کیا کرو اور
اونکے پاس نعمت حاصل کرو اسلیے کہ اونکے پاس دولت ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اونکے
پاس کیا دولت ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اونسے یہ کہا جاویگا کہ دیکھو جسنے
تمکو ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا ایک گھونٹ پانی دیا ہو یا کوئی کپڑا پہنایا ہو تو اوسکا ہاتھ پکڑ کے اوسکو
جنت میں پہونچا دو - اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو اپنے آگے
ایک چال سنی پھر جو دیکھا تو بلال تھا اور جنت کے اوپر کے طبقات جو دیکھے تو اون میں
میری امت کے فقرا اور اولاد نظر آئے اور نیچے کو جو دیکھا تو اوسمیں تونگر اور عورتیں کم پائیں
اور اونکی بھی تعداد کم ہے میں نے پوچھا کہ انکی قلت کی وجہ کیا ہے حکم ہوا کہ عورتوں کو تو دو سرخ
چیزوں یعنی سونے اور حریر نے نقصان میں ڈالا اور تونگر لمبے حساب میں پھنس گئے
اور میں نے اپنے اصحاب کو جو وہاں تلاش کیا تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا
پھر وہ میرے پاس روتے ہوے آئے میں نے پوچھا کہ تم مجھسے پیچھے کیوں رہے تھے

(۵) ابن حبان در ثواب بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

(۶) ابو نعیم در حلیہ بروایت انس ۱۲

(۷) طبرانی بروایت ابو امامہ بسند ضعیف اور حضرت بلال کا قصہ ... بیان اور طرح کیا ہے ۱۲

اونھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو آپکا آنا بسیر ہوا یہان تک کہ سب مشتبہات کو طیکر گیا اور مجھے یہ شک تھا کہ دیکھیے آپسے ملتا ہون یا نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیون اونھون نے عرض کیا کہ مجھے میرے مال کا حساب لیا جاتا تھا اس بات کو دیکھنا چاہیئے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑے سابقین میں سے ہین اور اون دس آدمیون مین سے ہین جو مخصوص اور قطعی جنتی ہین پھر ایسے تونگرون مین سے ہین جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا یعنی وا دو دہش بموجب مضمون اس حدیث کے آپ بہت کرتے تھے مگر سبب کچھ تھا اور باوجود اسکے تونگری سے اس درجہ کا ضرر پایا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف لیگئے اور اوسکے پاس کچھ نہ دیکھا فرمایا کہ اگر اسکا نور تمام زمین والون کو تقسیم کیا جاوے تو سب کو پہونچے ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ کیا نہ بتاؤن مین تمکو جنت والون کے بادشاہ لوگون نے عرض کیا کہ بتلا دیجیے آپنے فرمایا کُلُّ ضَعِيْفٍ مُسْتَضْعَفٍ اَغْبَرَ اَشْعَثَ ذِيْ طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اور حضرت عمران ابن حصین رضی فرماتے ہین کہ مجھکو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عزت اور منزلت تھی آپنے فرمایا کہ تمھاری ہم عزت و منزلت کرتے ہین اگر کہو تو اپنی لخت جگر فاطمہ رضی کی بیمار پرسی کو چلین مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور مین بھی ساتھ چلا یہان تک کہ حضرت فاطمہ رضی کے دروازے پر کھڑے ہوکر دستک دی اور فرمایا السلام علیکم مین اندر آؤن حضرت فاطمہ زہرا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تشریف لاوین آپنے فرمایا کہ مین اور میرے ساتھ والا دونون آتے ہین اونھون نے پوچھا کہ آپکے ہمراہ کون ہین آپنے فرمایا عمران حضرت فاطمہ رضی نے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے تمکو نبی برحق کرکے بھیجا ہے میرے بدن پر سوا ایک کملی کے اور کچھ نہین ہے آپنے فرمایا کہ اوسکو یون لپیٹ لو اور ہاتھ سے اشارہ کردیا اونھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنا بدن تو چھپا لیا مگر سر کو کیا کرون آپکے پاس ایک پرانی چادر بدن پر تھی وہ اونکے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے سر باندھ لو غرض جب اونھون نے بدن اور سر چھپا لیا تو اجازت اندر آنے کی دی اور السلام علیکم کہکے پوچھا کہ بیٹا صبح کو تمھارا کیا حال ہا اونھون نے عرض کیا کہ مین مبتلاء درد رہی اور کچھ زیادہ دکھ یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہین ہے بھوک نے مجھکو ستایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا کہ اے جان پدر گھبراؤ مت کہ بخدا مین نے بھی

۸ اسکی سند پر روایت ... ابن زید ۱۲

۹ ابو داؤد ... روایت ... ابو زید ۱۲

۳ حدیث ... مجھکو نہین ملا ۱۲

ہر ایک ضعیف کو لوگ بھی اوسکو ضعیف جانین غبار آلود پریشان مو دو چادرین رکھنے والا لوگون کے نزدیک بیقدر

[illegible]

تین دن سے کھانا نہیں چکھا اور میری عزت خدا کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے اور اگر میں
اپنے پروردگار سے درخواست کرتا تو وہ مجھکو کھلا دیتا مگر میں نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا
پھر اپنا دست مبارک اونکے شانے پر مارا اور فرمایا کہ تجھکو خوش ہو کہ تو جنت والی عورتوں کی سردار ہے
اونھوں نے عرض کیا کہ آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی کا درجہ کہاں ہوا آپ نے
فرمایا کہ آسیہ اپنے وقت کی عورتوں کی سردار ہے اور مریم علیہا السلام اپنے وقت کی عورتوں
کی اور خدیجہ بھی اپنے وقت کی اور تو اپنے وقت کی عورتوں کی سردار ہے تم سب کی
جنت کے ایسے مکان میں ہوگی جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے کہ اونمیں کسیطرح کی
ایذا ہوگی نہ شور و غل نہ تعب و مشقت پھر فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ
پر قانع رہو کہ میں نے تیرا نکاح ایسے سے کیا ہے جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں سردار ہے
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
لوگ اپنے فقیروں کو برا جاننے لگینگے اور دنیا کی عمارت ظاہر کرینگے اور روپیہ جمع کرنے میں
خصوصیت یا حرص کرینگے تو اللہ تعالی اونکو چار خصلتوں کا نشانہ بناویگا اول قحط دوم ظلم
بادشاہ سوم والیان احکام یعنی قاضی و مفتی وغیرہ کی خیانت چہارم دشمنوں کا زور
اور فضل فقر میں آثار بھی بہت ہیں چنانچہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ دو درہم والا
ایک درہم والے کی نسبت کر سخت روکا جاویگا یا کڑا حساب لیا جاویگا اور حضرت عمر رض نے
سعید بن عامر کے پاس ہزار دینار بھیجے تو بہت رنجیدہ اور دردمند گھر میں آئے اونکی بی بی نے
پوچھا کیا کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ اوس سے بھی بڑھکر ہے پھر فرمایا کہ ذرا اپنا
پرانا دوپٹہ مجھے دو جب دوپٹہ آیا تو اوسکو پھاڑ کر تھیلیاں بنائیں اور اونمیں وہ دینار تقسیم
کر دیئے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور صبح تک روتے رہے پھر فرمایا کہ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میری امت کے فقیر جنت میں تو انگروں کی
نسبت پانسو برس پہلے داخل ہونگے یہاں تک کہ اگر کوئی غنی اونکی جماعت میں گھس جاویگا
تو اوسکا ہاتھ پکڑ کر نکال دیا جاویگا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ تین آدمی جنت
میں بیحساب داخل ہونگے ایک وہ شخص کہ اپنا کپڑا دھونا چاہے تو پرانا اوسکے پاس نہو کہ اوسکو
پہن لے دوسرے وہ کہ اپنے چولھے پر دو ہنڈیاں نہ چڑھائی ہوں تیسرے وہ کہ پانی مانگے
تو اوس سے یہ نہ کہا جاوے کہ کونسا پانی منظور ہے یعنی سکنجبین یا شربت کھانے اور پینے

اور لباس میں ہو۔ اور روایت ہے کہ ایک فقیر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ کی مجلس میں آیا آپ نے
اوس سے کہا کہ نزدیک آ۔ اگر تو غنی ہوتا تو کبھی پاس نہ بلاتا اور جو لوگ اونکے یارون میں تھے انکی یہ
وہ چاہتا کرتے تھے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے کیونکہ فقرا کو آپ بہت پاس بٹھلاتے تھے اور تونگرون کو
دور تر بٹھاتے تھے اور مؤمل کہتے ہین کہ غنی کو جیسا ذلیل میں نے اونکی مجلس میں دیکھا
ایسا کہین نہین دیکھا اسیطرح فقیر کی عزت جیسی اونکے یہان ہوتی تھی اور کسی جگہ نہ ہوتی تھی
اور بعض حکما کا قول ہے کہ اگر بیچارہ آدمی دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا درویشی سے ڈرتا ہے تو
دونون سے نجات پاتا اور اگر جنت کی رغبت ایسی کرتا جیسی مالداری کی تو دونون باتین
حاصل ہوتین اور اگر دل میں خدای تعالی سے اتنا ڈرتا جتنا ظاہر میں اوسکی مخلوق سے
ڈرتا ہے تو دونون جہان میں سعادت پاتا۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ جو شخص مالداری
کی جہت سے تعظیم کرے اور فقیری کی جہت سے اہانت وہ ملعون ہے۔ اور حضرت لقمان
علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ کسیکو پرانے کپڑے ہونے کی جہت سے حقیر مت
جاننا کیونکہ تیرا اور اوسکا پروردگار ایک ہی ہے شعر

خاکساران جہان را بحقارت منگر	تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ فقرا کی محبت پیغمبرون کی عادات میں سے ہے اور
اونکی ہمنشینی اختیار کرنی صلحا کی شناخت ہے اور اونکی صحبت سے بھاگنا منافقون کی
علامتون میں سے ہے شعر گر تو خواہی ہمنشینی با خدا گو نشین اندر حضور اولیا
اور پہلی کتابون سے یہ خبر منقول ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض انبیا علیہم السلام پر وحی
بھیجی کہ اس بات سے ڈرتا رہ کہ میں تجھپر غصہ ہون پھر تو میری نظر سے گر جاوے تو میں دنیا
تیرے اوپر ایکبارگی اونڈیل دون۔ اور حضرت عایشہ رض کا دستور تھا کہ ایک دن میں لاکھ لاکھ
درم بانٹ دیتین اور یہ درم آپکے پاس حضرت معاویہ اور ابن عامر وغیرہ بھیجا کرتے تھے
اور باوجود اس کثرت مال کے دوپٹہ آپکا پیوند لگا رہتا تھا اور اگر آپ کی خادمہ کہتی کہ ایک
درم کا گوشت اگر آپ خرید دیتین تو روزہ اوسی سے افطار کرتین آپ فرماتین کہ اگر تو
یاد دلا دیتی تو مین ایسا ہی کرتی اور یہ سب اسلیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اونکو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہتی ہے تو فقرا کی سی زندگی اختیار کرنا اور
تونگرون کے پاس مت بیٹھنا اور اپنا دوپٹہ جبتک مت اوتارنا جبتک اوسمین پیوند نہ لگا لے

اور ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم رح کے پاس دس ہزار درہم لایا آپ نے اوسکے قبول کرنے سے انکار فرمایا اوس شخص نے بہت منت کی تو آپ نے فرمایا کیا تجھے پسند ہے کہ دس ہزار درہم کی عوض میں میرا نام فقیروں کی دفتر میں سے مٹا دے سو ایسا میں کبھی نکرونگا

تیسرا بیان فضیلت فقرای خاص یعنی راضیوں اور قانعوں اور صادقونکی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طُوبیٰ لِمَنْ هُدِیَ اِلَی الْاِسْلَامِ وَکَانَ عَیْشُهٗ کَفَافًا وَقَنِعَ بِهٖ اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے یَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ اَعْطُوا اللّٰهَ الرِّضَا مِنْ قُلُوْبِکُمْ تَظْفَرُوْا بِثَوَابِ فَقْرِکُمْ وَاِلَّا فَلَا اول حدیث میں قانع کی فضیلت ہے اور دوسری میں راضی کی اور دوسری حدیث کے معانی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو فقر کا ثواب نہیں ہوتا مگر تمام احادیث جو فقر کی فضیلت میں وارد ہیں اونسے معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو بھی ثواب ملیگا چنانچہ عنقریب اوسکی تحقیق آویگی تو شاید یہاں مراد عدم رضا سے یہ ہوگی کہ خدای تعالی کے اس فعل کو کہ دنیا اوس سے روک لی برا جانے اسی برا جاننے سے فقر کا ثواب جاتا رہتا ہے اور بہت سے حریص ایسے ہیں کہ اونکے دل میں انکار خدای تعالی کے فعل پر یا اوسکو برا جاننا نہیں گذرتا تو اونکو ثواب فقر کا ہوگا۔ اور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک شی کی ایک کنجی ہے اور جنت کی کنجی مساکین کی محبت ہے اور صابر فقیر قیامت کے دن خدای کے جلیس ہونگے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ بندوں میں سے محبوب تر خدای تعالی کے نزدیک وہ ہے جو اوسکے رزق پر قانع ہے اور خدای تعالی سے خوش ہے اور ایک حدیث میں فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَفَافًا اور فرمایا مَا مِنْ اَحَدٍ غَنِیٍّ وَلَا فَقِیْرٍ اِلَّا وَدَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنَّهٗ کَانَ اُوْتِیَ قُوْتًا فِی الدُّنْیَا اور خدای تعالی نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مجھکو اون لوگوں کے پاس تلاش کر جنکے دل شکستہ ہوں اونہوں نے عرض کیا کہ الہی وہ کون لوگ ہیں حکم ہوا کہ فقرای صادق۔ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ کوئی فقیر کی نسبت افضل نہیں ہے جبکہ وہ راضی ہو۔ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ خدای تعالی قیامت کے روز فرماویگا کہ میری خلق میں سے برگزیدہ لوگ کہاں ہیں فرشتے عرض کرینگے کہ الہی وہ کون ہیں فرماویگا کہ مسلمان فقیر جو قانع ہے میری بخشش پر اور راضی ہے میرے حکم پر اونکو جنت میں

داخل کرو پس وہ لوگ جنت میں جاکر کھاوینگے پیوینگے اور لوگ حساب میں پڑے ہونگے یہ فضیلت قانع اور راضی کی ہے اور زاہد کی بزرگی ہم اس باب کی فصل دوم میں لکھینگے اور قناعت اور رضا کے باب میں آثار بھی بہت ہیں اور ظاہر ہے کہ قناعت کی ضد طمع ہے اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ طمع محتاجی ہے اور ناامید ہونا لوگوں سے توانگری ہے اور جو شخص کہ لوگوں کے مال سے توقع منقطع کرتا ہے اور قانع ہوتا ہے وہ اوس سے غنی ہوجاتا ہے شعر

قناعت توانگر کند مرد را	خبر کن حریص جہان گرد را

اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ کوئی روز ایسا نہیں جو ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے یہ پکارتا ہو قَلِيلٌ يَكْفِيكَ خَيْرٌ مِنْ كَثِيرٍ يُطْغِيكَ یعنی تھوڑا مال جو تجھکو کافی ہو بہت مال سے بہتر ہے جو تجھکو سرکش کرے اور حضرت ابودرداء رض فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جسکی عقل میں کچھ نقصان نہو اوسکی وجہ یہ ہے کہ جب دنیا بڑھتی ہے تو آدمی خوش ہوتا ہے حالانکہ رات اور دن اوسکی عمر پارہ پارہ کرتے جاتے ہیں اور اسکا غم اوسکو نہیں ہوتا ارے کم بخت مال کی زیادتی کیا کام آویگی اگر عمر کم ہوتی ہے۔ اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ غنا کیا چیز ہے کہا کہ تھوڑی تمنا کرنی اور قدر کفایت پر راضی رہنا۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم خراسان کے امرا میں سے تھے ایک روز اپنے ایک محل کی کھڑکی سے جھانک رہے تھے دیکھا کہ اوس مکان کے صحن میں ایک شخص ہے اور اوسکے ہاتھ میں ایک روٹی ہے کہ اوسکو کھا رہا ہے جب کھا چکا تو سو رہا آپنے اپنے کسی خادم کو کہا کہ جب یہ شخص اوٹھے میرے پاس لے آنا جب وہ اوٹھا تو سامنے گیا آپنے اوس سے پوچھا کہ تو نے وہ روٹی کھائی تھی تو بھوکا تھا اوسنے کہا کہ ہاں آپنے پوچھا کہ اوس سے شکم سیر ہوگیا کہا کہ ہاں آپنے کہا کہ پھر مزے میں سویا اوسنے کہا کہ ہاں آپنے اپنے دل میں کہا کہ پھر میں دنیا لیکر کیا کرونگا نفس تو اتنے پر قناعت کرتا ہے۔ اور ایک شخص کا گذر عامر بن عبد القیس کے پاس ہوا اور وہ نمک اور ساگ کھا رہے تھے اوسنے آپسے پوچھا کہ کیا آپ دنیا سے اسقدر پر راضی ہوگئے آپنے فرمایا کہ میں تمھکو وہ شخص بتا دوں جو اس سے بری چیز پر راضی ہوا اوسنے کہا بہتر آپنے فرمایا کہ وہ وہ شخص ہے جو آخرت کے بدلے دنیا پر راضی ہوا۔ اور محمد بن واسع رحمہ سوکھی روٹی نکالتے اور اوسکو پانی میں تر کرتے اور نمک سے کھاتے اور فرماتے کہ جو دنیا سے اسقدر پر راضی ہو وہ کسیکا محتاج نہوگا۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ فرماتے ہیں کہ خدا

لعنت کرے اون لوگون پر جنکے لیے خدا نے تو قسم کہائی اور انہون نے اوسکو سچا نجانا پھر آپنے یہ پڑہا وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ اور حضرت ابوذر رضہ ایک دن لوگون مین بیٹھے ہوے تھے اونکی بی بی آئین اور کہا کہ آپ یہان اِنمین بیٹھے ہین اور گھر مین نہ سالن کا ریزہ نہ ستو کی مٹھی آپنے فرمایا کچھ مضائقہ نہین ہمارے سامنے ایک بڑی سخت گہاٹی دشوار گذار ہے اوس سے وہی بچیگا جو ہلکا ہوگا اونکی بی بی راضی ہوکر چلی گئین۔ اور حضرت ذوالنون رح فرماتے ہین کہ لوگون مین سے کفر کے قریب تر وہ شخص ہے کہ فاقہ مین بیصبری کرے۔ اور بعض حکما سے کسینے پوچھا کہ تمہارا مال کیا ہے اوسنے کہا کہ ظاہر کی زینت اور باطن کی میانہ روی اور لوگون کے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہے کہ خداوند کریم نے بعض کتب سابقہ مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ابن آدم اگر تمام دنیا تیری ہو جاوے تب بھی تجھکو دنیا مین سے بجز غذا کے اور کچھ نملیگا پس اگر مین تجھکو دنیا مین سے روزی دیتے جاؤن اور اوسکا حساب اورون پر رکھون تو مین احسان کرتا ہون اور قناعت اور لوگون سے آس نرکہنے کے باب مین یہ اشعار ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

زاری ببارگاہ خدا کن نہ پیش خلاق
مستغنیانہ کن بسر از خویش و ذی رحم
اے محو منع و جمع ترا دسترس کہین
راسے نمیرند کہ بتو مرگ چون رسد
مال و منال جمع نمودی بشد نگاہ
مخزون برای وارث و قسمت انچہ جمع گشت
حسرت ہمہ دل کسے کہ یقین کرد جز خدا
پس ہیچ نیست بہرۂ آب و کسے او
درساختہ قناعت خوش مایہ گذشت

قانع بباس باش کہ این ست عز و ناز
آنکس غنی بود کہ شد از خلق بی نیاز
اندازہ کن کہ نباید رسے فراز
روزانہ باش جانہ کند جو تو ترک ساز
ایام صرف نیست کنی جمع بس دراز
از آن قسمت دہر نصیب آنچہ ماند باز
کو روزیش دہد کہ بہم است و کارساز
روزیش ہمیشہ تازہ دہد بی ترک آز
فکر معیشتش نکند گاہ و بیدہ باز

چوتھا بیان فقر کی فضیلت مین تونگری پر

جاننا چاہیے کہ لوگ اس باب مین مختلف ہین حضرت جنید اور خواص اور اکثر لوگ تو فقر کو فضیلت دیتے ہین اور ابن عطا کہتے ہین کہ غنی شاکر جو اپنے حق ادا کرتا ہے وہ فقیر صابر سے افضل ہے اور کہتے ہین کہ حضرت جنید رح نے اس مخالفت کی جہت سے

ابن عطا رحمہ پر بد دعا کی تھی اور اوسکی جہت سے اونکو سخت اذیت و تکلیف پہونچی اور اسکا حال ہم باب الصبر میں لکھہ آئے ہیں اور صبر اور شکر میں فرق کی وجہ بھی لکھہ آئے ہیں اور یہ بھی لکھدیا ہے کہ اعمال و احوال میں فضیلت بدون تفصیل معلوم نہیں ہوسکتی اب فقر و غنا کو اگر مطلق دیکھیں تو جس شخص نے اخبار و آثار کا مطالعہ کیا ہوگا اوسکو فقر کی فضیلت میں کچھہ تردد نہوگا مگر اسمیں تفصیل ضرور ہے اسلیے کہ دو مقاموں میں شک پڑسکتا ہے ایک تو یہ کہ فقیر صابر ہو طالب کا حریص نہیں بلکہ قانع ہے یا راضی اوسکو بمقابلہ ایسے غنی کے دیکھیں جو اپنا مال خیرات میں دیتا ہو اور مال کے امساک کا حریص نہو دوسرے یہ کہ فقیر حریص کو غنی حریص کی نسبت خیال کریں کیونکہ فقیر قانع تو بلاشبہہ غنی حریص ممسک کی نسبت افضل ہے اور غنی خیرات کرنے والا بھی فقیر حریص کی نسبت کہ افضل ہے تو صرف دو ہی صورت میں شک کی رہیں پہلی صورت میں کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ غنی بہ نسبت فقیر کے افضل ہے اسلیے کہ مال کی حرص تو دونوں میں کم ہے اسمیں تو برابر ہی ہے مگر غنی صدقات اور خیرات سے تقرب کرتا ہے جو فقیر سے نہیں ہوسکتا کہ عاجز ہے اور ہماری دانست میں ابن عطا کے قول کا منشا یہی ہے لیکن جو غنی کہ مال سے متمتع ہو گو مباح ہی میں ہو وہ فقیر قانع پر افضل نہیں ہوسکتا اور اوسکی شاہد وہ روایت ہے جو حدیث میں وارد ہے کہ فقرا نے شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی کہ غنی خیرات اور صدقات اور حج اور جہاد میں ہم سے بڑھکر ہیں آپنے اونکو چند کلمات تسبیح میں ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ تمکو ان کلمات سے غنیوں کی نسبت زیادہ ثواب ملیگا پھر غنیوں نے بھی وہ کلمات سیکھہ لیے اور پڑھنا شروع کیے فقرا دوبارہ آپکی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض کیا کہ اب تو غنی بھی یہ کلمات پڑھنے لگے آپنے فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ یعنی یہ خدا تعالی کا فضل ہے جسکو چاہے عنایت فرماوے اس سے ظاہر غنی کی افضلیت معلوم ہوتی یعنی اغنیا کو جو دونوں باتوں کا ثواب ملگیا تو خدا کی عنایت اونکے شامل حال ہے اور ابن عطا رحمہ نے اپنے قول کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے یعنی جب اونسے غنی اور فقیر کی فضیلت کا سوال کیا گیا تو کہا کہ غنی افضل ہے اسلیے کہ غنی خدا تعالی کی صفت ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو صفت حق ہے وہی افضل ہے ان دونوں دلیلوں سے اونھوں نے غنی کا افضل ہونا ثابت کیا ہے مگر دونوں دلیلیں ٹھیک نہیں دلیل اول میں تو یہ بات ہے

بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ

کہ حدیث میں ایسی تفصیل پائی جاتی ہے جو دلالت اوسکے مقصود کے خلاف پر کرے
وہ یہ کہ تسبیح میں فقیر کا ثواب غنی کے ثواب سے زیادہ ہے اور فقرا کا اس رتبہ کو پہونچنا
خدا کے فضل سے ہے جسکو وہ چاہے فضل عنایت کرے یعنی ذٰلک فضل اللہ کا مشار الیہ
ثواب فقیر کو کہنا چاہیے نہ حال غنی کو اسلیے کہ دوسری حدیث میں جو زید بن اسلم حضرت انس
بن مالک سے روایت کرتے ہیں یہ مضمون ہے کہ فقرا نے ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کی خدمت میں پیام لیکر بھیجا اوسنے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں فقرا کا قاصد ہوں آپ نے
فرمایا کہ تجھکو بھی مرحبا اور جنکے پاس سے تو آیا ہے اونکو بھی مرحبا وہ ایسی قوم ہے کہ جنکو
میں چاہتا ہوں اوسنے عرض کیا کہ فقرا نے یہ عرض کیا ہے کہ تونگر خیر لیگئے کہ حج کرتے ہیں
اور ہم حج پر قادر نہیں اور عمرہ کرتے ہیں اور ہمکو قدرت نہیں اور جب وہ مریض ہوتے ہیں
تو جو مال اونکے پاس بچ رہتا ہے اوسکو ذخیرہ بنانیکے لیے بھیجدیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ
اونکو میری طرف سے یہ کہدینا کہ جو کوئی تم میں سے صبر کریگا اور طالب ثواب ہوگا اوسکو
تین باتیں ملینگی جو اغنیا میں نہونگی ایک تو یہ کہ جنت میں بہت سے کمرے ہیں کہ اونکو جنتی
ایسی طرح دیکھینگے جیسے زمین کے لوگ آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں اور ان میں نبی فقیر
اور شہید فقیر اور ایماندار فقیر کے اور کوئی نہیں جاویگا دوسری بات یہ کہ فقرا تو اغنیا کی
نسبت کے جنت میں پانسو برس پیشتر جاوینگے تیسری یہ کہ غنی جب کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور فقیر بھی یہی کلمات کہتا ہے تو غنی فقیر کے ثواب کو نہیں پہونچ
سکتا اگرچہ دس ہزار درم اوسکے لیے خرچ کرے اور سب اعمال نیک کو ایسا ہی خیال کرنا
چاہیے وہ قاصد یہ سنکر واپس آیا اور فقرا سے ماجرا بیان کیا جنھوں نے کہا کہ ہم راضی ہوئے
ہمارا اطمینان ہوا انتہی۔ تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَّشَآءُ سے آپ کی مراد ثواب فقرا کی زیادتی ہے اغنیا کے ذکر سے رہی دوسری
دلیل کہ غنی وصف حق ہے پس اسکا جواب بعض اکابر نے اونکو یہ دیا کہ خداے تعالے کچھ
اسباب و اعراض کے باعث غنی نہیں جو غنی کو وصف حق کہتے ہو چہ نسبت خاک را با عالم پاک
آدمی کے غنا کو خدا کے غنا سے کیا علاقہ اس بات کا جواب ابن عطا نے کچھ نہ دیا اور
بعض اکابر نے یہ بھی جواب دیا کہ جیسے غنی وصف حق ہے ویسے ہی تکبر بھی تو خدا کا
وصف ہے تو چاہیے کہ تواضع کی نسبت افضل ہو پھر اون جواب سننے والوں نے یہ فرمایا

کہ نہین یون کہنا چاہیے کہ فقر افضل ہے اسواسطے کہ بندے کی صفت ہے اور بندے کے
حق مین صفات بندگی ہی افضل ہین جیسے خوف و رجا وغیرہ اور صفات ربوبیت مین تو
نزاع ہی نچاہیے اسلیے حدیث قدسی مین وارد ہے کہ کبریا میری چادر ہے اور عظمت میرا
تہبند ہے جو کوئی ان دونون مین مجھسے نزاع کریگا اوسکو مین توڑ دونگا - اور حضرت
سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ عزت اور باقی رہنے کی محبت سے ربوبیت مین شرک اور
نزاع پایا جاتا ہے کیونکہ یہ دونون صفات رب مین سے ہین - غرضکہ تفضیل غنا اور فقر
مین ایسطرح کی گفتگوئین ہین اور سب کا حاصل متعلق عام روایات سے ہے جنہین تاویل کی
گنجایش ہے اور ہر ایک کا مآل ایسے کلمات پر ہے کہ اونسے خلاف ثابت ہونا کچھ بعید
نہین مثلاً جسطرح ابن عطا کا قول غنا کی فضیلت مین باینوجہ کہ وصف حق ہے تکبر سے
قدح کر دیا گیا اسیطرح جو لوگ فقر کو بندے کا وصف کہکر افضل کہتے ہین اونکا قول بھی مردود
ہوسکتا ہے کہ جہل و غفلت بندے کے اوصاف ہین اور علم اور معرفت صفات ربوبیت
مین سے ہین تو چاہیے کہ جہل و غفلت افضل ہون علم اور معرفت سے حالانکہ اسکا کوئی بھی
قائل نہوگا کہ جہل بنسبت علم کے افضل ہے پس امر واقعی وہی ہے جو ہمنے باب صبر مین کہا ہے
یعنی جو چیز خود اپنی ذات سے مقصود نہین بلکہ اوسکی طلب کسی دوسری چیز کے لیے ہے
تو چاہیے کہ اوسکو مقصود چیز ہی کے لحاظ سے دیکھین کہ اوسی سے اوسکا فضل ظاہر ہوا کرتا ہے
اور دنیا کا مال صرف اسی جہت سے ممنوع ہے کہ وہ خدا تک پہونچنے سے مانع ہے اسیطرح
فقر بھی خود مطلوب نہین بلکہ اس جہت سے مطلوب ہے کہ اوسکے سبب خدا ہی تعالی سے جو چیز
مانع ہے وہ دور ہوجاتی ہے اور بہت سے غنی ایسے ہین کہ اونکو غنا نے خدا ہی تعالی سے
نہین روکا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان و عبد الرحمن بن عوف رض اسیطرح
بہت سے فقیر ایسے ہوتے ہین کہ فقیری کے شغل مین مقصود سے پھر جاتے ہین اور دنیا مین
غایت مقصد اللہ تعالی کی محبت اور اوسکے ساتھ انس کرنا ہے اور محبت و انس بدون
معرفت ممکن نہین اور معرفت کی راہ کا چلنا اور اشغال کے ہوتے ہوسے ممکن نہین اور
فقر ہی کبھی مانع اس سلوک کا ہوتا ہے جیسے غنا کبھی عائق ہوتی ہے اور واقع مین مانع
محبت دنیا ہے کہ اوسکے ساتھ محبت الٰہی دل مین جمع نہین ہوتی اور کسی چیز کا محبت
رکھنے والا اوسی مین مشغول رہتا ہے خواہ اوسکی جدائی مین ہو یا وصال مین اور بعض اوقات

حاشیہ: جلد اول باب العلم مین گذری ۱۲

تو فراق میں شغل زیادہ ہوتا ہے اور بعض اوقات وصال میں اور دنیا غافل شخصوں کی معشوقہ ہے
جو اوس سے محروم ہے وہ اوسکی طلب میں پھنسا ہے اور جو اوسپر قادر ہے وہ اوسکی حفاظت
اور اوس سے متمتع ہونے میں لگا ہوا ہے اس صورت میں اگر دو شخص ایسے فرض کرو جو مال کی
محبت سے خالی ہوں اسی طرح کہ مال اونکے نزدیک پانی جیسا ہو کہ ہوا تو واہ واہ اور نہوا تو واہ وا
یعنی ہر ایک مال سے اوسیقدر نفع لیتا ہے جسقدر کی اوسکو حاجت ہے اور مقدار حاجت کا ہونا
اوسکے عدم کی نسبت افضل ہے اسلیے کہ فاقہ والا موت کی راہ طے کرتا ہے نہ معرفت کی اور اگر
بلحاظ اکثر کے دیکھو تو فقیر خطرے سے دور تر ہے اسواسطے کہ غنا کا فتنہ افلاس کے فتنے سے
سخت تر ہے اور اوس سے بچاؤ کی صورت نہیں ہے کہ آدمی کو مقدور ہو اور نہ ہو اسی واسطے صحابہ
نے فرمایا کہ مفلسی کے فتنے میں تو ہم مبتلا ہوئے تو ہمنے صبر کیا اور تونگری کے فتنے سے
امتحان لیے گئے تو صبر نکیا اور یہ بات ہر ایک آدمی کی سرشت میں ہے کوئی شاذ و نادر ایسا ہوگا کہ
اسطرح کا نہو اوسکا وجود بہت سی زمانوں میں کم ہوا کرتا ہے اور ازانجا کہ خطاب شرع کا
شخص نادر و کمیاب کے لیے نہیں بلکہ کل شخصوں کے لیے ہے اور مفلسی سب کے لیے اچھی ہے اگرچہ
گو کسی نادر کے لیے نہو اسلیے شرع نے غنا سے منع فرمایا اور اوسکی مذمت کی اور فقر کی
فضیلت و مدح بیان فرمائی یہانتک کہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا داروں کے
مال کیطرف مت تاکو کیونکہ اونکے مال کی چمک تمہارے ایمان کے نور کو کھو دیگی۔ اور بعض علما کا
قول ہے کہ مالوں کا الٹ پھیر کرنا ایمان کی حلاوت چوس لیتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ
ہر امت کے لیے ایک بچھڑا ہے اور میری امت کا بچھڑا دینار و درم ہیں اور اصل گوسالہ حضرت
موسی علیہ السلام کی قوم کا بھی سونے اور چاندی کے زیور کا بنا تھا۔ حاصل یہ کہ مال اور پانی
اور سونے اور پتھر کا آدمی کے نزدیک مساوی ہونا اولیا اور انبیا علیہم السلام کے لیے
متصور ہو سکتا ہے پھر اونکو بھی یہ بات جب حاصل ہوتی ہے جب خدا کے فضل سے بہت سا
مجاہدہ کریں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے فرماتے کہ مجھسے علیحدہ رہ جبکہ وہ
آپکے سامنے اپنی زینت کیساتھ مجسم متمثل ہوتی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ اے
زرد رنگ والی میرے سوا کسی اور کو فریب دے اور اے سفید رنگ والی کسی اور کو دھوکا دے یعنی
جب دنیا سے مغالطہ کھانے کے آثار اپنے جی میں ظاہر پاتے تو یہ کلمات ارشاد فرمایا کرتے اسلیے
کہ محبت اپنے پروردگار کی پیش نظر رکھتے تھے۔ اور مال و پانی کے برابر ہونے کو غنا مطلق

کہتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ غنا کثرت مال سے نہیں ہے بلکہ نفس کی غنا ہو
سعدی نے اسکا ترجمہ یون کیا ہے۔ توانگری بدل است نہ بمال۔ اور چونکہ یہ بات بہت دشوار ہے
تو ضرور ہوا کہ عام خلق کے حق میں صلاح اور بہتری مال کے نہونے میں ہو کہ مال کے ہونے پر
وہ اوسکو صدقے اور خیرات ہی میں صرف کیا کریں کیونکہ جب مال پر قادر ہوتے ہیں تو یہ
امور ضروری ہوتے ہیں کہ مال سے انس ہو اور اوسکے اوپر قدرت سے خوش ہوں
اور اوسکے خرچ کرنے سے راحت پاوین اور ان سب باتوں سے اس عالم کے ساتھ انس پیدا
ہوتا ہے اور جسقدر آدمی دنیا سے انس کرتا ہے اوسیقدر آخرت سے وحشت کرتا ہے اور
جسقدر کہ اپنی کسی صفت سے سواے صفت معرفت کے مانوس ہوتا ہے اوسیقدر خداے تعالیٰ
اور اوسکی دوستی سے وحشت کرتا ہے اور جب اسباب انس دنیا کے جاتے رہتے ہیں تو دل بھی دنیا اور اوسکی
زینت سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور جب ماسوی اللہ سے علیحدہ ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان
رکھتا ہے تو بالضرور خداے تعالیٰ کیطرف متوجہ ہوتا ہے اسلیے کہ دل خالی تو رہتا نہیں اور
موجود دو ہی چیزیں ہیں یا خداے تعالیٰ یا اوسکا غیر تو جس دل کو توجہ غیر کیطرف ہوگی وہ
خداے تعالیٰ سے علیحدہ ہوگا اور جو خداے تعالیٰ کیطرف متوجہ ہوگا وہ غیر سے علیحدہ ہوگا اور
جسقدر ایک کیطرف متوجہ ہوگا اوسیقدر دوسرے سے منحرف ہوگا اور جتنا ایک کیطرف
نزدیک ہوگا اوتنا ہی دوسرے سے دوری ہوگی اور ان دونون کی مثال مشرق اور مغرب
سمجھنی چاہیے کہ یہ دونون طرفین مختلف اور مقابل ہین جو انکے بیچ میں پھریگا تو وہ جسقدر
ایک سے قریب ہوگا دوسرے سے دور ہوگا بلکہ دونون میں سے کسیکا قرب بعینہ دوسرے کا
بعینہ بعد ہے اسیطرح میں محبت دنیا عین بغض الٰہی ہے پس نظر عارف اپنے دل ہی پر ہونی
چاہیے کہ دنیا سے زہد کرتا ہے یا نہیں اور اوس سے مانوس ہے یا نہیں۔ غرضکہ فقیر
اور غنی کا فضل باعتبار انکے دلون کے تعلق کے ہے مال سے پس اگر تعلق دلی مال سے
دونون میں یکسان ہوگا تو انکا درجہ مساوی ہے مگر یہ کہ دھوکے کی جگہ اور لغزشگاہ ہے
اسلیے کہ غنی اکثر خیال کرتا ہے کہ میں مال سے دل برداشتہ ہون حالانکہ اوسکی محبت دل مین
گڑی رہتی ہے اور اوسکو خبر نہین ہوتی اور خبر جب ہوتی ہے جب وہ مال جاتا رہتا ہے
اسلیے چاہیے کہ اپنے نفس کا امتحان کرے خواہ تو مال کو دیڈالنے سے خواہ جب چوری
ہو جاے پس اگر دل کو التفات پاوے تو جان لے کہ ہم خود مغلوط بود آنچہ من پنداشتم

بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

دل برداشتہ ہونے کا خیال صرف وہم اور مغالطہ تھا بعض آدمیون نے اس گمان سے کہ
ہمکو لونڈی کی طرف میل نہین اپنی لونڈی بیچدی مگر جب بیع ہو چکی اور لونڈی دیدی تب
اوسکے دل سے ایک آگ شعلہ زن ہوئی جو دل مین پوشیدہ تھی پھر معلوم ہوا کہ اس شخص کو
مغالطہ ہوا اور عشق اوسکے دل مین ایسا چھپا تھا جیسے راکھ مین چنگاری۔ اور یہ حال سب اغنیا کا
ہے بجز انبیا اور اولیا کے پس جب غنای مطلق کا حاصل ہونا محال یا نہایت دشوار ہے تو ضرور ہوا
کہ یہی کہا جاوے کہ عام لوگون کے لیے فقیری ہی اصلح ہے کیونکہ فقیر کا انس و علاقہ دنیا سے
کم ہوتا ہے اور جسقدر علاقہ ضعیف ہوتا ہے اوسیقدر ثواب تسبیحات کا اور عبادات کا زیادہ
ہوتا ہے اسواسطے کہ تسبیحات سے زبان کی حرکت تو منظور ہی نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ جس چیز کا
ذکر زبان پر ہے اوس سے انس پختہ ہو جاوے اور زبان ہلانے کی تاثیر خالی دل مین زیادہ ہوتی ہے
اور اور چیزون مین لگے ہوئے دل مین کم۔ اور اسیواسطے بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص دنیا کی
طلب مین ہو کر عبادت کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گھاس سے آگ بجھانی چاہے
یا چربی دور کرنے کے لیے مکھی سے ہاتھ دھووے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین
کہ فقیر کا سانس لینا بدون خواہش کے جسپر اوسکو قدرت نہو غنی کی ہزار برس کی عبادت سے
افضل ہے۔ اور ضحاک رح فرماتے ہین کہ جو شخص بازار مین جاوے اور اچھی چاہتی چیز دیکھے
پس صبر کرے اور طالب ثواب ہو تو اوسکے لیے ہزار دینار سے بہتر ہو کہ انکو خدا کی راہ مین
دیوے۔ اور ایک شخص نے بشر بن حارث رح سے کہا کہ آپ خدا سے میرے لیے دعا مانگیے
کہ مجکو عیال نے تنگ کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ جب تیرا کنبا تجھسے کہے کہ ہمارے پاس آٹا
روٹی وغیرہ نہین تو تو اوسوقت دعا مانگنا کہ تیری اوسوقت کی دعا میری دعا سے افضل ہے
اور آپ فرمایا کرتے کہ جو غنی آدمی زاہد بننا چاہتا ہے وہ ایسا ہے جیسے پانی کے گھڑے پر ہو
اور فقیر اگر زاہد بنے وہ ایسا ہے جیسے موتیون کا ہار کسی خوبصورت کے گلے مین پڑا ہو
اور اکابر سلف کا دستور تھا کہ علم معرفت کو اغنیا سے سننا برا جانتے تھے۔ اور حضرت
ابوبکر صدیق رض دعا مانگتے [ل۱] اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الذُّلَّ عِنْدَ النِّصْفِ مِنْ نَفْسِیْ
وَالزُّهْدَ فِیْمَا جَاوَزَ الْکَفَافَ اور جب صدیق رض اپنے حال کے کامل ہونے پر بھی
اور اوسکے وجود سے خوف فرماتے تھے تو اب کیسے شک کیا جاوے کہ مال کا نہونا
بنسبت وجود کے اصلح ہے علاوہ ازین غنی کے احوال مین سے عمدہ تر یہ ہے کہ

ل۱ الٰہی تجھسے سوال کرتا ہوں مین ذلت کو جسوقت مین نفس اپنا پورا حق مانگون اور سوال کرتا ہون زہد کا اوس مقدار مین کہ جو کفاف کی مقدار سے گذر جاوے

حلال حاصل کرے اور اچھی جگہ میں صرف کرے اور باوجود اسکے پھر اوسکا حساب میدان
قیامت میں لٹکا ہوا ہوگا اور بہت سا رکا رہنا پڑیگا اور جسکو حساب میں الجھاؤ ہوگا وہ
عذاب پا جاویگا اور اسیواسطے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی کو جنت میں دیر کر کے داخل ہوتے
دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکا حال ملاحظہ فرمایا کیونکہ حساب میں مبتلا رہے
اور یہ جو ہیں حضرت ابوالدردا رضی فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں پسند ہوتا کہ میری دوکان مسجد کے
دروازے پر ہو جسطرح کہ کوئی نماز اور ذکر مجھسے فوت نہو اور ہر روز فقط مجھکو نفع پچاس دینار
حاصل ہوں اور اونکو میں اللہ کی راہ میں صرف کر ڈالا کروں لوگوں نے پوچھا کہ اسمیں کیا برائی
کیا ہے آپکو اس سے کیا نفرت ہے آپنے فرمایا کہ حساب کی برائی اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور اسیواسطے
حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہے کہ فقرا نے تین چیزیں اختیار کی ہیں اور اغنیا نے
تین چیزیں پسند کی ہیں فقیروں کی اختیار کی ہوئی چیزیں یہ ہیں نفس کا راحت میں رہنا اور
دل کا فارغ رہنا اور حساب کا ہلکا ہونا اور اغنیا نے جو اختیار کی ہیں یہ ہیں نفس کا مشقت
اور دل کا مشغول رہنا اور حساب کی شدت۔ اور ابن عطا رح نے جو کہا ہے کہ غنی وصف
حق ہے اور اسی لئے فقر سے افضل ہے تو یہ امر صورت میں درست ہوسکتا ہے کہ جب بندہ وجود
اور عدم مال دونوں سے غنی ہو یعنی اوسکے نزدیک وجود و عدم یکساں ہو لیکن اگر مال کے
ہونے سے غنی ہو اور اوسکے باقی رہنے کا محتاج ہو تو اوسکی غنا مشابہ خدا تعالی کی غنا کے
نہوگی کیونکہ اللہ تعالی بذاتہ خود غنی ہے ایسی چیز کے سبب نہیں جسکو زوال ہوسکے اور
مال ہونے اشیا میں سے ہے کہ جاتا رہتا ہے مثلاً چوری ہو جاوے یا کوئی اور آفت آوے اور
بعضے جو ابن عطا کے قول پر اعتراض کیا تھا کہ خدا تعالی اعراض یعنی اموال و اسباب کے
باعث غنی نہیں وہ ابن عطا کی نسبت میں درست ہے جسکا مطلب بقاے مال ہو۔ اور یہ
جو ایک صاحب فرماتے ہیں کہ صفات حق بندے کے شایان نہیں صفات بندگی ہی اوسکے
شایان ہیں یہ درست نہیں اسلیے کہ علم بھی تو صفات حق سے ہے جو بندے کے حق میں
سب سے عمدہ چیز ہے بلکہ منتہی بندے کا یہ ہے کہ خدا تعالی کے اخلاق سے عادی ہو اور
میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کا طریق یعنی راہ معرفت طے
کرتا ہے ابھی رستہ قطع نہیں کر لیتا کہ ننانوے نام خدا تعالی کے اوسکے اوصاف
ہو جاتے ہیں یعنی اوسکو ہر ایک نام میں سے ایک بہرہ ملتا ہے مگر تکبر بندے کے لائق نہیں

اسواسطے کہ تکبر ایسے شخص پر کرنا جسپر استحقاق تکبر کا نہو وہ تو صفات الٰہی مین سے نہین اور تکبر ایسے شخص پر کہ اوسکا مستحق ہو مثلاً مومن کا تکبر کافر پر اور عالم کا تکبر جاہل پر اور مطیع کا تکبر عاصی پر یہ بندہ کے شایان ہے - ہان بعض اوقات تکبر سے فخر اور گھمنڈ اور دعویٰ کرنا اور ایذا دہی مقصود ہوتی ہے اور یہ تکبر وصف خداے تعالیٰ کا نہین اوسکا وصف وہی تکبر ہے جسکے یہ معنی ہین کہ وہ ہر چیز سے بڑا ہے اور اوسکو خود کو معلوم ہے کہ مین ایسا ہی ہون اور بندے کو حکم ہے کہ اگر ہوسکے تو سب سے اعلیٰ مرتبہ کی طلب کرے بشرطیکہ استحقاق حقیقی کما حقہ ہو جھوٹ اور فریب اور دغابازی سے نہو اور ہو مثلاً کہ بندے کو جائز ہے کہ جانے کہ مین بہ نسبت کافر کے اکبر ہون اور مطیع بہ نسبت عاصی کے اور عالم بہ نسبت جاہل کے اور انسان بہ نسبت چوپایہ اور جمادات کے بڑا ہے اور ان سب چیزون کی بہ نسبت قرب الٰہی زیادہ ہے اسی انسان کو ہے پس اگر کوئی شخص اپنے آپ کو ان صفات کے ساتھ تحقیقاً متصف جانے تو تو اسمین شک نہین کہ صفت تکبر کی اوسکو حاصل ہوگی اور اوسکے لائق بھی ہوگا اور اوسکے حق مین یہ صفت فضیلت ہوگی مگر مشکل یہ ہے کہ اوسکو اپنی شناخت کی کوئی سبیل نہین اسلیے کہ یہ امر خاتمہ پر موقوف ہے اور آدمی کو اپنا خاتمہ معلوم نہین کہ کیسا ہوگا اور کیا اتفاق پڑیگا پس جب خاتمہ کا حال معلوم نہین تو ضرور ہوا کہ اپنے نفس کے لیے کوئی رتبہ کافر کے رتبہ سے بڑھکر اعتقاد نکرے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ کافر کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اوسکا خاتمہ کفر پر ایسی صورت مین یہ شخص تکبر کے لائق نہوگا کیونکہ اوسکو اپنے انجام کی شناخت تو معلوم ہی نہین اور جب یہ ممکن ہوا کہ چیزونکو اصل حقیقت و ماہیت پر معلوم کرلے تو ایسے شخص کے باب مین وہ علم کمال ہوگا اسلیے کہ وہ صفات الٰہی مین سے ہے اور چونکہ بعض اور چیزون کا پہچاننا آدمی کا ضرر بھی ہوتا ہے تو ایسا علم اوسکے حق مین نقصان ہوگا کیونکہ اوصاف الٰہی مین سے ایسا علم کوئی نہین جو اوسکو ضرر پہونچاوے غرضکہ ایسی باتون کا پہچاننا کہ جنمین ضرر نہو بندہ کے لیے صفات اللہ تعالیٰ مین سے ہوسکتا ہے تو ضرور ہے کہ منتہاے فضیلت یہی ہو اور اسی سے انبیا اور اولیا اور علما کو فضیلت ہے تو ثابت ہوا کہ اگر آدمی کے نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہوگا تو یہ وہ غنا ہے کہ ایک وجہ سے مشابہ اوس غنا کے ہے جس سے خداے تعالیٰ کی صفت کیجاتی ہے اور یہی غنا اصل فضیلت ہے اور صرف وجود مال سے جو غنا ہے اوسمین ذرا بھی فضیلت نہین یہانتک بیان صورت اول یعنی فقیر قانع اور غنی شاکر کی نسبت کا ہوا

اب صورت دوم یعنی فقیر حریص اور غنی حریص کی نسبت کا ذکر ہوتا ہے کہ ان دونون مین سے کون افضل ہے اور اسکے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک ہی شخص طالب مال ہے اور اوسکے لیے سعی کرتا ہے مگر نہین پاتا پھر اوسکے پاس مال آگیا تو اوسکے لیے دونون حالتین ہوئین مال کے نہونے کی اور ہونے کی ان دونون حالتون مین سے کونسی حالت افضل ہے پس ہم کہتے ہین کہ دیکھنا چاہیے اگر اوس شخص کو مال اوسقدر مطلوب ہے جو معیشت اور زندگی کے لیے ضروری ہے اور اوسکی غرض اوس سے یہ ہے کہ دین کی راہ طے کرے اور اوسپر مدد چاہے تو اس صورت مین حالت وجود مال افضل ہے اسلیے کہ فقیر تلاش مین مشغول رہتا ہے اور جو شخص روزی کی طلب مین رہیگا اوسکو قدرت فکر اور ذکر کی نہین ہوگی اور اگر ہوگی تو اوسمین دوسرا شغل گھسا ہوا ہوگا شعر

شب چو عقد نماز بر بندم	چہ خورد بامداد فرزندم

کا اندیشہ ہوگا حالانکہ فکر و ذکر کے لیے مقدار کافی قوت کی چاہیے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَفَافًا اور فرمایا کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا اسمین فقر سے وہی فقر مراد ہے جسمین آدمی ضروری چیز کے لیے مضطر ہوے اور اگر مال مطلوب حاجت سے زیادہ ہے یا بقدر حاجت ہی ہے مگر غرض طالب کی یہ نہین کہ اوس سے سلوک راہ دین پر مدد لے تو اس صورت مین حالت فقر کی افضل اور اصلح ہے اسواسطے کہ حرص مال اور اوسکی محبت مین تو غنی اور فقیر دونون مساوی ہوے اور اسمین بھی کہ دونون کی غرض دین استعانت لینے کی نہین اور نہ اونمین سے کوئی متعرض کسی گناہ کا ہے مگر اتنا فرق رہا کہ جسکے پاس ہوگا اوسکو اوس سے انس ہوگا اور اوسکی محبت دل مین پختہ ہوگی اور دنیا پر اطمینان کریگا اور جسکے پاس نہوگا اوسکا دل مجبوری دنیا سے کنارہ کریگا اور دنیا اوسکے نزدیک بمنزلہ زندان ہوگی کہ جس سے چھوٹنا چاہیگا اور جب دو شخص سب باتون مین برابر ہوے اور دنیا سے سفر کیوقت ایک کو میل دنیا زیادہ ہوا تو ظاہر ہے کہ اوسکا حال بہ نسبت دوسرے کے سخت ہوگا کیونکہ جسقدر اوسکو انس اور التفات دنیا سے ہوگا اوسیقدر آخرت سے وحشت ہوگی اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ روح القدس نے میرے نفس مین یہ بات پھونک دی ہے کہ اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ اور یہ تنبیہ ہے اسبات پر کہ محبوب کی جدائی بڑی شاق ہوتی ہے تو چاہیے کہ ایسی چیز سے دوستی کرے جو کبھی جدا نہو اور وہ ذات پاک اللہ جل شانہ کی ہے اور جو جدا ہو جاتے اوس سے محبت نکرے اور جدا ہونے والی دنیا ہے اگر آدمی

ترجمہ الٰہی کر دے غذا آل محمد کی بقدر گذران کے یعنی بسر گذری ۱۲

ترجمہ قریب ہے کہ فقیری کفر ہو جاوے ۱۲ یعنی بسر گذری ۱۲

ترجمہ دوست رکھ جسکو چاہے پس بیشک تو اوس سے جدا ہونے والا ہے ۱۲

دنیا سے محبت کریگا تو خدا سے ملنے کو برا جانیگا اور اوسکی موت اوسی حال پر ہوگی جسکو وہ برا جانتا ہی اور محبوب چیز سے جدا ہو جاویگا اور جو کوئی اپنے محبوب سے جدا ہوتا ہے تو اوسکو درد فراق بقدر محبت اور انس کے ہوا کرتا ہے اور جسکے پاس دنیا ہے اور وہ اوسپر قادر ہے اوسکو دنیا سے انس بہ نسبت نادار کے زیادہ ہوا کرتا ہے اگرچہ نادار حریص ہو پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فقر تمام خلق کے حق مین اشرف اور افضل ہے مگر دو جگہون مین غنی افضل و اصلح ہے اول غنا حضرت عائشہ رض کی سی کہ وجود اور عدم مال کا برابر ہو کیونکہ ایسی غنا موجب زیادتی کی ہوتی ہے یعنی اوس سے یہ فائدہ ہے کہ دعا فقرا اور سالکین کی حاصل ہوتی ہے دوسرے یہ کہ فقر مقدار ضروری سے ہو یعنی مقدار ضروری کا بھی آدمی محتاج ہو تو اس حال مین بھی غنا اشرف ہے اسلیے کہ ایسے ہی فقر کے باب مین ہے کہ كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا اور اس فقر مین کچھ بھی خیر نہین مگر ایسی صورت مین کہ وجود مقدار ضروری کا اسکی حیات کو باقی رکھے اور یہ شخص اوس حیات سے خدا تعالی کی معصیت اور کفر پیدا چاہے اور اگر بالفرض بھوکا مر جاوے تو اوسکے گناہ کم ہون تو اوسکے مناسب حال یہی ہے کہ بھوکا مرے اور جس چیز کے ملنے مین خطر ہو وہ بھی نہ ملے۔ یہ ہے تفصیل غنی اور فقیر کے باب مین گفتگو کی مگر ایک صورت رہی کہ اگر کوئی فقیر حریص ہو کہ مال کی طلب مین ہمہ تن مصروف ہو اور اوسکو کوئی کام سوا اوسکے نہو اور دوسرا شخص غنی ہو کہ اوسکو مال کی حفاظت مین اوس فقیر کی نسبت حرص کم ہو اور اگر مال اوسکے پاس سے جاتا ہے تو اوسکو اتنا درد نہو جتنا فقیر کو فقر سے ہے تو ان دونون کے حال مین اختلاف ہے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون کو خدا تعالی سے دوری اوسیقدر ہوگی جسقدر کہ مال کے نہونے سے انکو درد ہوتا ہوگا اور جسقدر یہ درد کم ہوتا ہوگا اوسیقدر قرب الٰہی ہوگا واللہ اعلم

پانچوان بیان فقیر کے آداب حالت فقر مین

جاننا چاہیے کہ فقیر کے لیے مراعات چند آداب کی باطن مین اور ظاہر مین اور لوگون سے ملنے مین اور اپنے افعال مین ضرور ہے۔ باطن کا ادب تو یہ ہے کہ جسمین کراہت اوس امر کی نہو جسمین خدا تعالی نے اوسکو مبتلا کیا ہے یعنی فقر کو دل مین برا نجانے اور یہ نہ سمجھے کہ خدا تعالی نے جو میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اوسکا کام اچھا نہین گو نفس فقر کو برا سمجھو جیسے پچھنے لگوانے والا کہ ہر چند پچھنون کو ایذا کی جہت سے برا جانتا ہے مگر پچھنے لگانے والے کے فعل کو نہ خود اوسکو برا نہین جانتا بلکہ اکثر اوسکا احسانمند ہوتا ہے تو یہ درجہ ہوتا اول ہے

فقیر کو اتنا ہونا واجب ہے اور اوسکے خلاف حرام ہے اور فقر کے ثواب کو کھو دیتا ہے
اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مین کہ اے گروہ فقرا اللہ تعالیٰ کو رضا
اپنے دلون سے دو کہ تمکو ثواب تمہارے فقر کا ملے ورنہ نہین ملیگا۔ اور اس سے اونچا درجہ یہ ہے
کہ فقر کو بھی برا سمجھانے بلکہ اوس سے راضی ہے اور اوس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ فقر کا طالب ہو اور
اوس سے خوش ہو اس لحاظ سے کہ غنا کے آفات جانتا ہو اور اپنے دل سے خدائے تعالیٰ پر
متوکل ہو اور اعتماد رکھتا ہو کہ مقدار ضروری بیشک مجھکو ملے ہی گی اور قدر ضرورت سے
زیادہ کو برا سمجھتا ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ فقر سے خدائے تعالیٰ عذاب بھی
کرتا ہے اور ثواب بھی دیتا ہے جب فقر سے ثواب دینا منظور ہوتا ہے تو اوسکی پہچان یہ ہے
کہ بندے کی عادت اچھی کرے اور اوس سے اطاعت اپنے پروردگار کی کرے اور اپنے
حال کا شکوہ کسی سے نکرے اور فقر پر شکر خدا کرے اور جب عذاب کرنا فقر سے منظور ہوتا ہے
تو اوسکی علامات یہ ہین کہ آدمی بدخلق ہو اور خدا کی نافرمانی کرے اور کثرت سے شکایت
کرتا ہے اور حکم الٰہی پر غصہ ہو انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک فقر اچھا نہین ہوتا بلکہ وہی
فقر عمدہ ہے کہ جسمین آدمی غصہ نہو یا فقر پر راضی ہے یا اوس سے خوش ہو باین وجہ کہ اوسکا
ثمرہ جانتا ہو چنانچہ یہ قول مشہور ہے کہ بندے کو جو چیز دنیا سے باقی ہے تو اوس سے یہ کہدیا جاتا ہے
کہ اسکو تین حصون پر لے یعنی تین باتین اسکے ساتھ تجھے پیش آوینگی اول مصروف رہنا دوم فکر
تردد سوم زیادہ ہونا حساب کا۔ اور فقیر کے ظاہر کا ادب یہ ہے کہ نمانگنا اور اچھی طرح رہنا
ظاہر کرے اور کسی سے شکایت اور فقر ظاہر نکرے بلکہ اپنے فقر کو چھپاوے اور اس بات کو بھی
چھپاوے کہ مین اپنا فقر پوشیدہ رکھتا ہون کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ اللّٰهَ
یُحِبُّ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے
یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ افضل اعمال
تجمل ہے احتیاج کی حالت مین۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ فقر کو چھپانا نیکی کے خزانون
مین سے ہے اور اعمال مین ادب یہ ہے کہ کسی غنی کے لیے اوسکی توانگری کے باعث انکسار
نکرے بلکہ اوس پر تکبر کرے چنانچہ حضرت علی رض فرماتے ہین کہ کیا عمدہ ہے غنی کا تواضع کرنا
فقیر کے واسطے از راہ رغبت ثواب کے اور اوس سے بھی عمدہ فقیر کا تکبر ہے غنی پر خدائے تعالیٰ کے
اعتماد کی رو سے تو ایسا حال فقیر کا ہونا تو ایک مرتبہ عالی ہے مگر کمتر درجہ یہ ہے کہ اغنیا کو پاس

ترجمہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے فقیر سوال سے بچنے والے عیالدار کو

ترجمہ گمان کرتا ہے انکو نادان غنی بسبب سوال سے بچنے کے

نہ بیٹھے نہ اونکے پاس جھلانے کی رغبت کرے اسلیے کہ مبادی طمع یہی باتین ہوتی ہین
حضرت سفیان ثوری رحمہ فرماتے ہین کہ جب فقیر توانگرون سے ملنے لگے تو جانو کہ ریاکار ہے اور جب
بادشاہ سے ملے تو جانو کہ چور ہے ۔ اور بعض عارفین کا قول ہے کہ جب فقیر توانگرون سے ملتا ہے تو اوسکا اعتقاد
ڈھیلا ہو جاتا ہے اور جب اونسے طمع کرتا ہے تو عصمت جاتی رہتی ہے اور جب اونکے پاس بیٹھنے لگتا ہے تو گمراہ ہو جاتا ہے
اور چاہیے کہ اغنیا کی خاطر سے اور اونکی عطا کی طمع سے کہ حق سے خاموش نہ ہو جو بات حق ہو وہ بیان کرے اور
افعال کا ادب یہ ہے کہ فقر کی وجہ سے کسی عبادت میں سستی نکرے اور اگر کسیقدر مال بچ رہے تو اوسکو خرچ کر دینے میں دریغ نکرے
کیونکہ کم مایہ کی کوشش و جہد یہی ہے اور اوسکا ثواب بہت سے مالون کے ثواب سے زیادہ ہے
جو غنی کیطرف سے دیا جائے چنانچہ زید بن اسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین
کہ آپنے فرمایا کہ صدقے کا ایک درم خدای تعالی کے نزدیک لاکھ درم سے افضل ہے لوگون نے
عرض کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے آپنے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے بہت سے مال سے لاکھ درم
نکالے اور خیرات کیے اور ایک آدمی کے پاس صرف دو ہی درم ہین اور کچھ نہین اوسنے اپنے
جی کی خوشی سے ایک درم دیدیا تو یہ ایک درم والا اوس لاکھ والے سے اچھا ہوگا
آدمی چاہیے کہ مال جمع نکرے بلکہ قدر حاجت لے اور باقی خرچ کر ڈالے اور جمع کرنے میں تین
درجے ہین ایک یہ ہے کہ صرف ایک دن اور ایک رات کا سامان رکھے یہ درجہ صدیقین کا ہے
اور دوسرا یہ کہ چالیس روز کا ذخیرہ کرے اور جو اسقدر پر زیادہ ہو وہ طول امل مین داخل ہے
اور علما نے یہ بات حضرت موسی علیہ السلام کی میعاد سے نکالی ہے جو خدای تعالی نے اونکو
مقرر فرمائی تھی اوس سے یہ سمجھا گیا کہ زندگی کی توقع چالیس روز کی جائز ہے اور یہ درجہ
متقین کا ہے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ برس روز کا ذخیرہ کرے یہ سب سے ادنی مرتبہ ہے اور یہ
صالحین کا درجہ ہے اور جو اس سے بھی زیادہ کے لیے ذخیرہ کرے وہ عوام مین داخل ہے
خواص سے اوسکو کچھ تعلق نہین ہے مرد صالح جو اطمینان قلبی مین کمزور ہو اوسکی غذا برس روز
کی غذا مین ہے اور خواص کی غذا چالیس روز کی خوراک مین اور خواص سے بھی خواص کی غذا
ایک دن اور ایک رات کی قوت مین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات
کی غذا اسیطرح تقسیم فرماتے تھے یعنی جب کچھ کہین سے آتا تو اونمین سے بعض کو سال بھر کی
اور بعض کو چلے بھر کی اور بعض کو ایک دن رات کی غذا عنایت فرماتے اور ایک
دن رات کی غذا حضرت عائشہ و حفصہ رض کو دیا کرتے تھے۔

چھٹا بیان اس امر میں کہ اگر فقیر کے پاس بے مانگے کوئی کچھ بھیجے تو اوسکے قبول کرنے میں کیا کرنا چاہیے
واضح ہو کہ جب فقیر کے پاس کچھ آوے تو اوسکو تین باتوں کا لحاظ چاہیے اول نفس مال کا دوم بھیجنے والے کی غرض کا سوم لینے میں اپنی غرض کا نفس مال کا لحاظ یہ ہے کہ اگر مال حلال تمام شبہات سے خالی ہو تو لے ورنہ اگر اوسمین شبہہ ہو تو لینے سے احتراز کرے اور باب حلال و حرام میں ہم درجات شبہہ کو لکھ گئے ہیں اور یہ بھی لکھدیا ہے کہ کس چیز سے اجتناب واجب ہے اور کس سے مستحب اسکو وہاں دیکھنا چاہیے اور بھیجنے والے کی غرض تین صورتوں سے خالی نہیں یا تو دل کا خوش کرنا اور طلب محبت منظور ہے اسکو ہدیہ کہتے ہیں یا غرض ثواب ہے اوسکو صدقہ اور زکوۃ کہتے ہیں یا شہرت اور ریا مراد ہے اور یہ بھی تنہا ہے یا اوروں غرضوں سے ملی ہوئی ہے صورت اول یعنی ہدیہ کے قبول کرنے کا مضائقہ نہیں کہ سنت ہے لیکن چاہیے کہ اوسمین منت نہو ورنہ ایسے ہدیہ کا ترک اولی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ بعض ہدیہ میں منت زیادہ ہے تو اوسیقدر کو واپس کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی اور پنیر اور مینڈھا ہدیہ آیا تو آپ نے گھی اور پنیر رکھ لیا اور مینڈھے کو پھیر دیا اور دستور آپ کا یہ بھی تھا کہ بعض لوگوں کا ہدیہ قبول کرتے تھے اور بعضوں کا پھیر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے قصد کیا ہے کہ ہدیہ نہ لوں مگر قریشی اور انصاری اور ثقفی اور دوسی سے اور یہ بات بعض تابعین نے بھی کی ہے چنانچہ فتح موصلی رح کے پاس ایک تھیلی آئی جسمین پچاس درم تھے آپ نے فرمایا کہ مجھسے عطا رح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اوسکی روزی بدون مانگے آوے اور اوسکو ہٹا دے تو وہ خدا کو پھر واپس کرتا ہے پھر اونھون نے تھیلی کھولی اور ایک درم لے لیا اور باقی سبکو واپس کر دیا اور حضرت حسن بصری رح بھی اس حدیث کو روایت کیا کرتے تھے مگر جب اونکے پاس ایک شخص نے ایک تھیلی اور خراسان کے باریک کپڑون کی گٹھری بھیجی تو آپ نے ہٹا دیا اور فرمایا کہ جو شخص میری جگہ بیٹھے اور لوگوں سے اس قسم کی چیزیں لیوے وہ قیامت کے روز خدا سے ایسے حال میں ملیگا کہ اوسکو کچھ بہرہ ثواب سے نہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اور واعظ کا پیش کو قبول کرنا سخت تر ہے اور حضرت حسن رح اپنے یاروں کا ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم تیمی اپنے یاروں سے درم دو درم مانگ لیتے اور کوئی دوسرا اگر سیکڑوں پیش کرتا تو نہ لیتے اور بعض کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی دو

ح قبول ہدیہ کے باب میں حدیث پہلے گذری ۱۲

۲ح احمد بروایت یعلی بن مرہ ۱۲

۳ح ابوداؤد و ترمذی نے بروایت ابوہریرہ ۱۲

۴ح ترمذی بروایت ابوہریرہ ۱۲

۵ح یہ روایت بلفظ مرسل نہیں ملی لیکن صحیحین میں یہ مضمون وارد ہے کہ جس شخص کے پاس مال بدون مانگے اور بے طمع آوے تو اوسکو لے لیوے ۱۲

اونکو کچھہ دیتا تو کہتے کہ اسکو اپنے پاس ہی رہنے دو اور دیکھو کہ اگر اسکے لینے کے بعد مین تمھارے
دل مین لینے سے پیشتر کی نسبت افضل ہون تو مجھے کہدینا مین لے لونگا ورنہ نہ لونگا
اور اس حال کی پہچان یہ ہے کہ اگر لینے والا ہٹا دے تو دینے والے پر ناگوار گذرے اور اگر
قبول کرے تو خوش ہو اور اوسکے قبول کرنے کو اپنے اوپر احسان سمجھے پس اگر لینے والے کو
معلوم ہو کہ اس ہدیے مین کسیقدر احسان بھی مخلوط ہے تو ہدیے کا لینا مباح ہے مگر
فقراے صادقین کے نزدیک مکروہ ہے اور بشر رح فرماتے ہین کہ مین نے کسی سے کبھی کوئی
چیز نہین مانگی سوا سری سقطی رح کے اسلیے کہ میرے نزدیک اونکا زہد دنیا مین ثابت ہو تو جب اونکے قبضے سے
کوئی چیز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہین باقی رہتی ہو تو ناخوش ہوتے ہین پس اونکی خاطر خواہ چیز مین اونکا
مددگار ہوتا ہون - اور ایک خراسانی حضرت جنید بغدادی رح کے پاس آیا اور کچھہ مال لایا
اور کہا کہ آپ اسکو کھاوین آپنے فرمایا کہ اسکو فقرا پر بانٹ دو اوسنے عرض کیا کہ مجھکو یہ غرض
نہین آپنے فرمایا کہ پھر مین اتنا کہان جیونگا جو اسقدر کھاؤن اوسنے کہا کہ میری غرض یہ
نہین کہ آپ اسکو چھنی اور سالن مین خرچ کرین بلکہ یہ چاہتا ہون کہ شیرینی اور میوون وغیرہ
مین صرف کر ڈالیے آپنے قبول کر لیا خراسانی نے عرض کیا کہ بغداد مین کوئی ایسا نہین
جسکا احسان مجھپر آپسے زیادہ ہو حضرت جنید رح نے فرمایا کہ تم جیسے کے سوا اور کسیکا ہدیہ
قبول بھی نہین کرنا چاہیے - دوسری صورت یعنی اگر دینے والا صرف ثواب کے لیے
دیتا ہو اور یہ یا صدقہ ہوگا یا زکوۃ تو اس صورت مین فقیر کو اپنے حال پر نظر کرنا چاہیے
کہ مستحق زکوۃ کا ہون یا نہین اگر یہ صفت مشتبہ ہو تو قبول کرنا محل شبہہ ہے اور ہم نے
اسکی تفصیل باب اسرار زکوۃ مین بیان کی ہے اور اگر فقیر کو صدقہ دین کے باعث کوئی
دیتا ہے تو چاہیے کہ اپنے دل مین سوچے اور باطن مین اگر کسی گناہ کا مرتکب ہو اور جانے
کہ دینے والے کو اگر اس گناہ کی اطلاع ہوگی تو اوسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اور مجھے صدقہ
نہ دیگا تو ایسی صورت مین لینا حرام ہے مثلاً اگر کسی نے اس گمان سے دیا کہ فلان شخص
عالم ہے یا حضرت علی رض کی اولاد ہے اور لینے والا اس صفت سے موصوف نہین تو
اوسکو لینا حرام محض ہے کہ اوسمین کچھہ شک نہین - تیسرے یہ کہ دینے والے کی غرض دینے سے
ریا اور شہرت ہو تو لینے والے کو چاہیے کہ اوسکی چیز واپس کر دے اور اوسکی غرض فاسد
مین اوسکا مددگار نہو - حضرت سفیان بن ثوری رح کو جو کوئی شخص کچھہ دیتا آپ واپس کر دیتے

اور فرماتے کہ اگر میں جانتا کہ اس شے کو مر لوگ فخر کی راہ سے ذکر نہیں کرتے تو لے لیتا۔
اور بعض اکابر سے جو لوگوں نے عتاب کیا کہ جو کچھ صلہ آپکے پاس لوگ بھیجتے ہیں آپ
اوسکو کیوں پھیر دیتے ہیں اونھوں نے فرمایا کہ میں اونپر شفقت اور نصیحت کی راہ سے واپس کرتا ہون
اسلیے کہ وہ اپنی دی ہوئی چیز کو کہا کرتے ہیں اور اونکو اوسکا لوگوں میں ظاہر ہونا اچھا
معلوم ہوتا ہے تو اونکا مال کا مال جاتا ہے اور ثواب نہیں ہوتا اسلیے پھیر دیتا ہون۔ اور
لینے میں اپنی غرض کا لحاظ ایسے کرے کہ یہ دیکھے کہ لابدی چیزوں کی مجھکو حاجت ہے یا نہیں
اگر مقدار ضرورت کا محتاج ہو اور پہلی آفتوں سے بھی کوئی آفت نہو تو بہتر ہے کہ لے لے
حدیث شریف میں وارد ہے کہ ح۱ مَا الْمُعْطِي مِنْ سَعَةٍ بِأَعْظَمَ أَجْرًا مِنَ الْآخِذِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا
اور دوسری حدیث میں ہے کہ ح۲ مَنْ أَتَاهُ شَيْءٌ مِنْ هَذَا الْمَالِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا اسْتِشْرَافٍ
فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اور ایک روایت میں ہے کہ ح۳ فَلَا يَرُدَّهُ اور بعض علما کا قول ہو
کہ جس شخص کو کچھ ملے اور نہ لے وہ سوال کریگا اور نہیں دیا جائیگا۔ اور سری سقطی رح حضرت
امام احمد بن حنبل رح کے پاس کچھ بھیجا کرتے تھے ایک بار اونھوں نے واپس کر دیا اونکو سری
نے کہا کہ اے احمد واپس کرنے کی آفت سے خوف کرو کیونکہ پھیرنے کی آفت لینے کی آفت
سے سخت تر ہے امام احمد صاحب نے فرمایا کہ ذرا پھر ارشاد فرمائیے اونھوں نے دوبارہ بھی یہی
فرمایا آپنے فرمایا کہ میں نے اسوجہ سے پھیرا کہ میرے پاس غذا ایک مہینے کی موجود ہے تو
اس چیز کو اپنے پاس رہنے دو بعد ایک مہینے کے میرے پاس بھیجدینا ابھی ضرورت نہیں
اور بعض علما کا قول ہے کہ باوجود حاجت کے پھیر دینے سے یہ خوف ہے کہ مبادا خدای تعالی
اسکی سزا میں مبتلاے طمع کرکے کسی شبہہ وغیرہ میں نہ ڈالدے۔ پھر اگر جو مال آیا ہے وہ
حاجت سے زیادہ ہو تو وہ حال سے خالی نہیں یا تو آدمی اپنے ہی حال میں مشغول ہو یا
فقرا کے امور کا متکفل ہو کہ اپنی طبیعت میں رفق و سخاوت کی جہت سے اونکو دیا کرتا ہو
پس اگر اپنے ہی حال میں مصروف ہو تو کوئی وجہ لینے کی نہیں بشرطیکہ سالک طریق آخرت ہو
اسلیے کہ قدر حاجت سے زائد کو لیکر رکھنا محض اتباع خواہش نفس ہے اور جو عمل کہ خدا کے
واسطے نہیں ہوتا وہ راہ شیطان میں ہے یا اوسکی طرف طالب ہے اور کاجل کی کوٹھری میں گھسنے
سے داغ لگتا ہی ہے۔ پھر اس لینے کی بھی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ظاہر میں لے اور
پوشیدہ بانٹ دے یا فقرا پر تقسیم کرنے یہ مقام تو صدیقین کا ہے اور وہ نفس پر بھاری

ح۱ دینے والا وسعت کی حالت میں سے ثواب کی رو سے بڑا نہیں لینے والے سے جب وہ محتاج ہو ۱۲ طبرانی بروایت ابن عمر ۱۲

ح۲ جس شخص کے پاس کوئی چیز اس مال میں سے بے سوال اور بدون تاکے آئے تو وہ ایک رزق ہے کہ خدای تعالی نے اوسکی طرف بھیجا ہے ۱۲ ابو یعلی و طبرانی بروایت خالد بن عدی جہنی ۱۲

ح۳ تو اوسے واپس نکرے ۱۲

ناگوار ہے اسکے تاب اوسکو ہے جسکی طبیعت ریاضت پر مطمئن ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ
کہ نہ لیوے تاکہ مالک اس چیز کا کسی اور کو اپنے آپ سے زیادہ حاجتمند کو دیڈالے یا خود لیکر
ایسے شخص کو دیڈالے جو اپنے آپ سے زیادہ حاجت رکھتا ہو اور یہ دونو باتیں پوشیدہ
کرے یا ظاہر اور باب اسرار زکوۃ میں ہمنے لکھا ہے کہ لینے کا اظہار بہتر ہے یا چھپانا
اور کچھہ احکام فقر بھی وہان لکھے ہیں دیکھہ لینے چاہئیں۔ مگر حضرت امام احمد رح کا قبول
نکرنا سری سقطی رح کے ہدیہ کو صرف اس جہت سے تھا کہ انکو حاجت نہ تھی اس نظر سے
کہ انکے پاس مہینے بھر کی خوراک موجود تھی اور طبیعت نے چاہی کہ اوسکو لیکر اپنے آپ کسی
اور کو دیدیں کیونکہ اوسمیں بہت سی آفات اور خطرے ہیں اور ورع اسیکا نام ہے کہ
آفتوں کی جگہہ سے بچے کیونکہ شیطان کے فریب سے امن نہیں ہے۔ اور بعض مجاورین مکہ
فرماتے ہیں کہ میرے پاس کچھہ درم تھے جنکو میں نے خدا کی راہ میں صرف کرنے کو رکھے تھے
میں نے ایک فقیر کو سنا کہ اپنے طواف سے فارغ ہو کر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا یا ربی

یارب تجھے معلوم ہے میں ہوں بھوکا	تن پر میرے باقی نہیں ثابت کپڑا
اس بھوک برہنگی میں کیا ہے منظور	ہر حال کا میرے تو ہے دانا بینا

میں نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اوسکے پاس دو کپڑے ایسے پھٹے ہوئے ہیں کہ اوسکا
بدن بھی نہیں چھپتا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اپنے درموں کے لیے اس سے بہتر
مصرف مجکو اور کوئی نملیگا میں ان درموں کو اوسکے پاس لے آیا اوسنے دیکھکر اوسمیں
پانچ درم لے لیے اور کہا کہ چار درم کی دو چادریں آجاوینگی اور ایک درم کو میں تین دن
خرچ کرونگا باقی کی مجکو حاجت نہیں لیا جب دوسری رات ہوئی تو میں نے اوسکو
نئی دو چادریں پہنے دیکھا اور اوسوقت میرے دل میں اوسکی طرف سے کچھہ وسوسہ
شیطانی گذرا اوسنے میری طرف دیکھکر میرا ہاتھہ پکڑا اور اپنے ساتھہ سات بار طواف
کرایا ہر ایک پھیرے میں ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کھانوں میں سے ہماری پاؤں کے
نیچے ٹخنوں تک ہو جاتا تھا مثلاً ایک دفعہ سونا ایک دفعہ چاندی پھر یاقوت اور موتی
اور جوہر اور یہ چیزیں لوگوں کو نسوجھتی تھیں اوسنے کہا کہ خدا تعالی نے یہ سب کچھہ
دیا مگر میں نے زہد کیا لوگوں کے ہاتھہ سے لیتا ہوں اسلیے کہ یہ سب چیزیں بوجھہ
اور وبال ہیں اور اون سے کسیقدر لے لینے میں بندوں کے لیے رحمت و نعمت ہوتی ہے

اس سے غرض یہ ہوئی کہ مقدار حاجت سے زیادہ جو آدمی کے پاس آتا ہے وہ امتحان اور ابتلا کے لیے ہوتا ہے تاکہ اللہ دیکھے کہ وہ اوس میں کیا کرتا ہے اور مقدار حاجت جو عطا ہوتا ہے وہ رفق کے طور پر عنایت ہوتا ہے تو رفق اور ابتلا کے معنوں میں فرق کو سمجھ لینا چاہیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (۱) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا حَقَّ لِابْنِ آدَمَ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ طَعَامٍ يُقِيمُ صُلْبَهُ وَثَوْبٍ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَبَيْتٍ يُكِنُّهُ فَمَا زَادَ فَهُوَ حِسَابٌ (۲)

پس اگر آدمی مقدار حاجت ان تین چیزوں میں سے لیگا تو ثواب پاویگا اور زیادتی کی صورت میں اگر خدای تعالیٰ کی نافرمانی نکریگا تو حساب کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور اگر نافرمانی کریگا تو عذاب کا مستحق ہوگا۔ اور ایک صورت امتحان کی یہ ہے کہ آدمی کسی لذت کو خدای تعالیٰ کی نصرت کے لیے اور اپنے نفس کی شکستگی کے لیے چھوڑنے کا عہد و عزم کرے پھر وہ لذت صاف بے کدورت اوسکے پاس آوے تاکہ اوسکی عقل کی قوت کا امتحان کیا جاوے تو ایسی صورت میں اولی یہی ہے کہ اوس سے باز رہے اسلیے کہ نفس کو اگر اجازت عہد شکنی کی دیگا تو اوسکو اسکی چاٹ پڑجاویگی اور ہمیشہ اپنی عادت پر رجوع کیا کریگا اور اوسکا دبانا پھر نہو سکیگا اسلیے ایسی لذت کا ہٹا دینا بہت ضروری ہے اگر دینے والے ہی کو واپس کر دے تو تو زہد ہوگا اور اگر اوس سے لیکر کسی محتاج کو دیڈالے تو نہایت درجہ کا زہد ہے اور یہ سوا صدیقین کے اور کوئی قادر نہیں۔ اور اگر آدمی کا حال سخاوت اور خرچ کرنا اور فقرا کا تکفل اور کچھ صلحا کی خبر گیری ہو تو مقدار حاجت سے زیادہ لینے کا مضائقہ نہیں اسلیے کہ فقرا کی حاجت سے تو زاید نہیں مگر ایسے مال کو بہت جلد فقرا میں صرف کر دینا چاہیے اوسکو رکھنا نچاہیے اسلیے کہ اوسکے ایک رات رکھنے میں بھی فتنہ اور امتحان ہے شاید رکھ چھوڑنے سے دل کو اچھا معلوم ہو اور پھر دینے کو دل نچاہے اور وبال جان ہو جاوے بعض لوگوں نے تکفل فقرا کی خدمت کا کیا اور اس پیرایے میں مال و دولت کی کثرت اور کھانے اور پینے کی نہایت میں پڑگئے اسیکا نام تباہی ہے۔ اور جس شخص کی غرض رفق اور طلب ثواب ہو اوسکو جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حسن ظن کرکے قرض لے لے مگر ظالم پادشاہوں کے اعتماد پر نہ لے پھر اگر اوسکو اللہ تعالیٰ وجہ حلال سے بھیجدے تو ادا کر دے اور اگر ادا سے پہلے مر جاویگا تو خداوند کریم اوسکی طرف سے ادا کر دیگا اور اوسکے قرضخواہونکو راضی کر دیگا

(۱) ہم نے جو بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اوسکی رونق تاکہ جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کرتا ہے کام ۱۲

(۲) آدمی کا حق صرف تین چیزوں میں ہے ایک کھانا کہ اوسکی پشت کو سیدھا رکھے دوم کپڑا کہ اوسکی برہنگی کو چھپاوے سوم گھر کہ اوسکو پناہ دے اور جو زیادہ ہو وہ حساب کی چیز ہے ۱۲ صح ترمذی بروایت عثمان باندک اختلاف ۱۲

لیکن اسمین شرط یہ ہے کہ قرضخواہ اسکا حال خوب جانتا ہو تو چاہیے کہ قرض دینے والے سے وعدہ وغیرہ کرکے فریب نکرے بلکہ اپنا حال صاف صاف کہدے تاکہ وہ قرض جان بوجھکر دیوے۔ اور ایسے شخص کا قرض چاہیے کہ بیت المال خواہ مال زکوۃ سے ادا ہو۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ اسکے معنی بعض کہتے ہین کہ اپنے دو کپڑون مین سے ایک بیچ ڈالے اور بعض یہ کہتے ہین کہ اپنی وجاہت پر قرض لے کہ یہ بھی خدا کی دی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی اسکا جزو مانتے ہین کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اپنے سرمایہ کے موافق خرچ کرتے ہین اور کچھ بندے ایسے بھی ہین کہ جتنا اونکو حسن ظن اللہ تعالی کے ساتھ ہوتا ہے اوتنا خرچ کرتے ہین۔ اور کسی بزرگ نے مرنے کے وقت وصیت کی کہ میرا مال تین جماعتون کو دینا اول قوی دوم سخی سوم غنی اوس سے پوچھا گیا کہ اونکی کیا غرض ہے اونہون نے کہا کہ قوی سے مراد اہل توکل ہین اور سخی سے مراد وہ ہین جو اللہ تعالی پر حسن ظن رکھتے ہین اور غنی سے وہ لوگ مراد ہین جو اللہ ہی کے ہوچکے ہین حاصل اس بیان کا یہ کہ جب فقیر اور سوال مین شروط مذکورہ بالا پائی جاوین تو فقیر اوسکو مال لے لے لیکن یہ چاہیے کہ یہ جانے کہ جو کچھ مین نے لیا وہ خدا کے پاس سے لیا اور دینے والے سے نہین لیا اسلیے کہ دینے والا شخص ایک واسطہ ہے کہ دینے کے واسطے مسخر کردیا گیا اور وہ دینے کے لیے مجبور ہے کیونکہ اوسکا ارادہ اور اعتقاد اور لوازم اسباب ایسے ہین بدون دیے نہین بن سکتی ہے۔ حکایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت شقیق بلخی رح کو پچاس آدمیون کے ساتھ اونکے مریدون کے دعوت کی اور نہایت عمدہ کھانا تیار کرایا جب آپ بیٹھے تو اپنے مریدون سے کہا کہ یہ شخص دعوت کرنے والا یون کہتا ہے کہ جو شخص یہ نسمجھے کہ یہ کھانا مین نے تیار کیا ہے اور کھانے والے کے سامنے مین نے رکھا ہے تو اوس شخص پر میرا کھانا حرام ہے یہ سنکر سب آپکے ساتھی اوٹھکر چلے گئے صرف ایک شخص جوان جو اونکے مرتبہ سے کم تھا رہ گیا صاحب دعوت نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ اس سے آپکو کیا مقصود تھا آپ نے فرمایا کہ مجکو ان سب کی توحید کا امتحان منظور تھا۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی تو نے میرا رزق بنی اسرائیل کے ہاتھون پر ڈالدیا کہ صبح کو کوئی کھلاتا ہے شام کو کوئی حکم ہوا کہ مین اپنے دوستون سے ایسا ہی کیا کرتا ہون اونکا رزق اپنے بندون مین سے بیہودون کے ہاتھ سے دلاتا ہون تاکہ اونکے باعث

اونکو ثواب دیا جاوے بہر حال بندے کو چاہیے کہ اگر اوسکو کوئی کچھ دے تو جان لے

کہ خدا ہی تعالی نے اوسکو مسخر کر دیا ہے تو دیتا ہے

ساتوان بیان بدون ضرورت کے سوال کی حرمت اور فقیر مضطر کے آداب سوال کے بابمین جاننا چاہیے کہ سوال کے بابمین بہت سی منا ہی اور تشدد واقع ہین اور بعض روایات ایسے بھی وارد ہین جنسے سوال کی اجازت پائی جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا اَلسَّائِلِ حَقٌّ وَلَوْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ اور فرمایا رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْتَرِقٍ ان حدیثون سے اجازت سمجھی جاتی ہے اسلیے کہ اگر سوال حرام مطلق ہوتا تو اوسکو دینے مین اعانت برائی کرنیوالے کے برے کام کے واسطے ہوتی پس امر تحقیق آمیز یہ ہے کہ سوال اصل مین حرام ہے اور کسی ضرورت یا حاجت مہم کے لیے جو ضرورت کے قریب ہو مباح ہو جاتا ہے پس اگر اوس سے مفر موجود ہو تو حرام ہی رہیگا - اور اصل مین جو ہم نے سوال کو حرام کہا تو اسوجہ سے کہ اوسمین تین باتین حرام ضرور ہی ہوتی ہین اول خدا ہی تعالے کی شکایت کا ظاہر کرنا اسلیے کہ سوال یہی ہے کہ اپنی احتیاج ظاہر کرے اور اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر کم بیان کرے اور یہ عین شکایت ہے - اور جسطرح کہ کسیکا غلام دوسرے سے سوال کرے تو اوسکا مانگنا آقا کی ہتک اور شکایت ہوتی ہے اسیطرح بندون کا سوال موجب بے ادبی و شکایت خالق کا ہوتا ہے اسلیے حرام ہونا چاہیے اور بدون ضرورت حلال نہونا چاہیے اور ضرورت کے وقت تو مردار بھی درست ہو جاتا ہے - دوسرے یہ کہ سوال مین سائل اپنے نفس کو خدا کے سوا دوسرے کے سامنے ذلیل کرتا ہے اور ایماندار کو جائز نہین کہ خدا کے سوا دوسرے کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرے بلکہ اوسکو چاہیے کہ صرف اپنے مولی کیواسطے اپنے آپ کو ذلیل کرے کہ اوسمین اوسکی عزت ہے اور تمام خلق تو ایسے ہی ہین جیسا وہ خود ہے اونکے سامنے ذلیل ہونا بے ضرورت نچاہیے اور سوال مین ظاہر ہے کہ سائل بنسبت اوس شخص کے جس سے سوال کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے - تیسرے یہ کہ سوال مین اکثر ایذا دوسرے شخص کی ہوتی ہے جس سے کہ مانگتا ہے کیونکہ بعض اوقات اوسکا جی دینے پر بخوشی خاطر راضی نہین ہوتا پس اگر وہ سائل کی شرم سے یا ریا کے طور پر دیا تو وہ لینے والے پر حرام ہے اور اگر نہ دیا تو بعض اوقات شرمندہ ہوتا ہے اور اپنے دل مین ایذا پاتا ہے اس سبب سے کہ بخیل کی صورت صفت مین

سائل کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر آوے ۱۲ ابوداؤد بروایت حسین بن علی رضی اللہ عنہما ۱۲

سائل کو دو اگرچہ جلا ہوا کھر ہی دیکر ۱۲ ابوداؤد و ترمذی و نسائی بروایت ام بجید ۱۲

بنا دیتا ہے تو نتیجے میں تو نقصان مال ہے اور نہ دینے میں نقصان جاہ اور دونوں صورتین
ایذا دہندہ ہیں اور سبب ان ایذا کا وہی سائل ہے اور ایذا بھی بدون ضرورت حرام ہے
اور جب یہ ان تینوں خرابیوں کو جان لیا کہ یہ سوال میں ہوتی ہیں تو یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا معلوم ہو گیا مَسْأَلَةُ النَّاسِ مِنَ الْفَوَاحِشِ مَا أُحِلَّ مِنَ الْفَوَاحِشِ دیکھنا چاہیے
کہ آپ نے اسکا نام فاحشہ رکھا یعنی بری خصلت اور ظاہر ہے کہ گناہ کبیرہ بدون ضرورت مباح
نہیں ہوتا جیسے شراب کا پینا اگر کبھی کے گلے میں لقمہ پھنس جاوے اور اوسکے پاس شراب ہی
اوسوقت موجود ہو اور چیز نہو تو لقمہ اوتارنے کی مقدار پینا درست ہو جاتی ہے اور حدیث شریف میں
وارد ہے کہ جو باوجود غنا کے مانگتا ہے تو وہ دوزخ کی چنگاریاں اپنے لیے زیادہ کرتا ہے اور جو بغیر
سوال کرے حالانکہ اوسکو اس قدر ہے کہ اوسکو کافی ہو تو قیامت کے روز ایسی طرح آویگا
کہ اوسکا منہ ایک ہلتی ہوئی ہڈی ہوگی جسپر گوشت نہوگا اور دوسری روایت میں یہ ہے
کہ اوسکا سوال اوسکے منہ پر داغ اور نشان ہونگے۔ ان الفاظ سے صریح حرمت اور تشدید ثابت
ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں سے بیعت مسلمان ہونے کی لی اور
اونسے سننے اور ماننے کی شرط کر لی پھر ایک بہت چھوٹا جملہ فرما دیا کہ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا
یعنی آدمیوں سے کچھ مت مانگنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اکثر سوال سے باز
رہنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ جو ہم سے مانگے گا تو اوسکو ہم دینگے اور جو بے پروائی
چاہے گا خداے تعالی اوسکو بے پروا کر دیگا اور فرمایا کہ جو ہم سے سوال نکرے وہ ہمارا
زیادہ محبوب ہے اور فرمایا اِسْتَغْنُوا عَنِ النَّاسِ وَمَا قَلَّ مِنَ السُّؤَالِ فَهُوَ خَيْرٌ لوگون نے
عرض کیا اور آپ سے سوال کرنا آپ نے فرمایا کہ مجھسے بھی کم سوال کرنا بہتر ہے حضرت عمر رضی
نے ایک سائل کو سنا کہ بعد مغرب کے سوال کرتا تھا آپ نے ایک کو اوسکی قوم میں سے
فرمایا کہ اوسکو کھانا دیدو اوسنے دیدیا پھر آپ نے دوبارہ اوسکو مانگتے سنا آپ نے
فرمایا کہ ہم نے کہا نہیں تھا کہ اسکو کھانا دیدو اوسنے عرض کیا کہ میں نے اوسکو کھلا دیا ہے
آپ نے سائل کی جھولی جو دیکھی تو روٹیون سے بھری تھی فرمایا کہ تو سائل نہیں ہے بلکہ
تاجر ہے پھر جھولی لیکر زکوۃ کی اونٹون کے سامنے ڈالدین اور سائل کو درے لگائے
اور فرمایا پھر ایسا مت کرنا بس اگر سوال حرام نہوتا تو آپ اوسکے درے کیون مارتے اور
اوسکی جھولی کیون لیتے۔ یہان بعض فقیہ ضعیف العقل تنگ حوصلہ حضرت عمر رضی کے اس

ابن ابی الدنیا وحارث بن ابی اسامہ بروایت ابو سعید خدری ۱۲

لوگون سے سوال نہ کرو اور سوال جسقدر کم ہو اوتنا ہی بہتر ہے ۱۲
بزار وطبرانی بروایت ابن عباس

فعل کو بعید جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کا سائل کو مارنا تو ادب کیواسطے تھا شریعت میں سیاست کا حکم یہی ہے مگر اوسکا مال لے لینا ڈانڈ ہے اور شریعت میں سزا مال لے لینے کی نہیں تو کسوجہ سے حضرت عمر رض نے اوسکا مال لے لیا اور یہ اشکال اون لوگون کو اسوجہ سے ہوا کہ فقہ کو جانتے ہیں بلکہ تمام فقہا کی سمجھ حضرت عمر رض کی سمجھ کے سامنے گرد ہے آپ کو جسقدر اسرار دین الٰہی اور مصلحت اوسکے بندون کی معلوم تھی اونکو کہان میسر ہو سکتی ہے کیا حضرت کو یہ معلوم نہ تھا کہ مال کا مصادرہ اور ڈانڈ جائز نہیں یا یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اونکو معلوم تو تھا مگر غصہ میں خدا کی نافرمانی کی یا صرف براہ مصلحت زجر کیواسطے ایسی سزا دی جو شریعت غراء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منع تھا وکلا یہ بات نہ تھی بلکہ جس منشا سے کہ آپ نے یہ فعل کیا وہ یہ ہے کہ آپ نے اوسکو سوال سے مستغنی پایا اور قطعاً معلوم کیا کہ جن لوگون نے اوسکو کچھ دیا ہے تو اس اعتقاد پر دیا کہ وہ محتاج ہے حالانکہ وہ جھوٹا تھا تو لوگون کا دیا ہوا اوسکے ملک میں نہ آیا اسلیے کہ فریب سے لیا اب اون روٹیون کا اونکے مالک کو پہونچانا مشکل تھا اس نظر سے کہ کیا معلوم تھا کہ کونسی روٹی کسنے دی ہے پس یہ مال لاوارث رہا اسی نظر سے اوسکا خرچ کرنا مصالح اہل اسلام میں واجب ہوا اور زکوٰۃ کے اونٹون کا گھاس دانہ بھی داخل مصالح ہے۔ اور سائل نے جو اظہار حاجت کے ساتھ براہ کذب لیا اوسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی جھوٹ موٹ کہکر کہ میں حضرت علی رض کی اولاد ہون لے لے اس صورت میں وہ مال کا مالک نہیں ہوتا یا کوئی صوفی اور بدبخت اسوجہ سے دیا جاوے کہ یہ نیک ہے حالانکہ باطن میں وہ ایسا گناہ کرتا ہے کہ اگر دینے والے کو معلوم ہو تو نہ دے اور ہم چند جا لکھ چکے ہیں کہ جو مال اسطرح لوگ لیتے ہیں وہ مالک نہیں ہوتے اور وہ اونپر حرام ہے اور واجب ہے کہ مالک کو واپس کردیں اب اس امر کی تصدیق حضرت عمر رض کے فعل سے ہوگئی اور اس سے بہت سے فقہا غافل ہیں اور یہ نہیں چاہیے کہ اس قاعدہ کو بھول کر حضرت عمر رض کے فعل کو لغو سمجھا جاوے۔ غرضکہ جب معلوم ہوا کہ سوال ضرورت کے لیے مباح ہوتا ہے تو اب یہ جاننا چاہیے کہ کسی چیز کی طرف یا تو آدمی کو اضطرار ہوتا ہے یا حاجت مہم ہوتی ہے یا حاجت خفیف ہوتی ہے یا اوس سے بالکل استغنا ہوتی ہے یہ چار صورتیں ہیں مضطر تو اسطرح کہ جیسے کا آدمی اپنے اوپر خوف موت یا مرض کا کرکے مانگے اور ننگا شخص جب اپنے پاس ستر کی چیز نہ پاوے تو سوال کرے کہ اس

حالت اضطرار کا سوال مباح ہے بشرطیکہ بقیہ شرطین سوال کی چیزین موجود ہون کہ مباح ہو اور جس سے سوال کرتا ہے اوسمین بھی کہ دل مین اخفی ہو اور سائل مین بھی کہ کسب سے عاجز ہو اسلیے کہ جو کسب پر قادر ہو اور نکما بن رہا ہے اوسکو سوال جائز نہین مگر جب کہ علم کی طلب مین اوسکے تمام اوقات گہر لیے ہون ورنہ جو شخص لکھنا جانتا ہے تو وہ کتابت سے پیدا کر سکتا ہے۔ اور مستغنی وہ ہے کہ ایسی چیز مانگے جسکا ایک مثل یا کئی مثل اوسکے پاس ہون مثلاً ایک روپیہ کا سوال کرے حالانکہ اوسکے پاس ایک یا کئی موجود ہون تو ایسے شخص کا سوال حرام ہے اور یہ دونون قسمین واضح ہین اور جسکو حاجت مہم ہو اوسکی مثال یہ ہے کہ کوئی مریض محتاج دوا کا ہو اور علاج کا اگر نہ استعمال کرے تو زیادہ خوف نہین مگر کبھی کچھ اندیشہ ہے یا کوئی شخص اوپر کا کپڑا رکھتا ہے مگر نیچے پہننے کے لیے جاڑون مین اوسکے پاس نہین اور اوسکو جاڑا ستاتا ہے اسقدر کہ ضرورت کی حد کو نہین پہنچتا اسیطرح وہ شخص ہے کہ کرایہ کے واسطے سوال کرے حالانکہ مشکل سے پیادہ بھی چل سکتا ہے تو ایسے کے لیے بھی سوال وجہ مباح ہونے کی ہے کیونکہ بلا شک حاجت تو ہے مگر صبر کرنا ایسے سوال سے بھی بہتر ہے اگر سوال کریگا تو تارک اولی ہوگا لیکن اوسکا سوال مکروہ نہ کہلاویگا بشرطیکہ سوال مین سچ بولیگا اور یون کہے گا کہ میرے پیراہن کے نیچے کرتہ نہین اور جاڑا مجھکو اتنا ستاتا ہے کہ جسکی مین برداشت کر سکتا ہون مگر مجھکو تکلیف ہوتی ہے پس اگر سچ سچ کہدیگا تو انشاء اللہ اوسکا سچ کہنا اوسکے سوال کا کفارہ ہوجاویگا۔ اور حاجت خفیف کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کرتہ اس غرض سے مانگے کہ باہر جانے کے وقت اوپر سے پہن لیا کرے تاکہ اپنے کپڑون کی پھٹن یا پیوند لوگون کی نظر سے چھپے رہین یا کسی کے پاس روٹی موجود ہے مگر سالن کے واسطے سوال کرے یا اسقدر ہے کہ گدہا کرایہ کرے لیکن گھوڑے کے کرایے کے لیے سوال کرے یا سواری کا کرایہ کر سکتا ہے مگر محمل کا کرایہ چاہیے تو ان جیسی حاجتون مین اگر کچھہ فریب ہوگا یعنی حاجت تو کچھہ ہے اور ظاہر کچھہ کریگا تو سوال حرام ہے اور اگر فریب نہوگا اور کوئی اور خرابی اون تینون خرابیون مذکورہ بالا یعنی شکایت خداے تعالی یا اپنی ذلت یا دوسرے کی ایذا سے پائی جاویگی تب بھی حرام ہے کیونکہ ایسی خفیف حاجت کے لیے یہ امور مباح نہین ہوسکتے اور اگر نہ فریب ہو نہ ان خرابیون مین سے کچھہ ہو تو البتہ سوال کراہت کے ساتھہ مباح ہے

اب اگر کوئی کہے کہ پھر سوال کو ان خرابیوں سے کیسے خالی کیا جاوے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ شکایت تو اسطرح دفع ہو سکتی ہے کہ خدائے تعالی کے شکر کا اظہار کرے اور خلق سے استغنا ظاہر کرے اور یہ کہ مانگنے والوں کی طرح سوال نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ جو کچھ میری ملک میں ہے اوسکی حاجت سے میں حاجت مند نہیں ہوں مگر نفس کی طمع اور بیوقوفی مجھسے ایک کپڑا اور کے واسطے چاہتی ہے اور وہ اندازہ حاجت اور نفس کی فضول باتوں میں سے ہے پس اس کہنے سے شکایت کی حد سے نکل جاویگا اور ذلت کا دور کرنا اسطرح ہے کہ اپنے باپ سے یا رشتہ دار سے یا کسی ایسے دوست سے مانگے جسکو جانتا ہو کہ سوال کے باعث اوسکی نظروں میں حقیر نہ ہوگا یا کسی مرد سخی سے سوال کرے جسنے اپنا مال انھیں باتوں کے لیے تیار کر رکھا ہو اور سائل جیسے آدمیوں کے آنے سے خوش ہوتا ہو بلکہ کسی کے قبول کرنے سے اپنے اوپر احسان سمجھتا ہو تو ان لوگوں سے سوال کرنے میں ذلت نہیں ہونے کی اسلیے کہ ذلت احسان کے ساتھ ضروری ہے جہاں احسان سائل پر ہوگا وہاں ذلت بھی ہوگی اور ایذا سے بچنے کا طور یہ ہے کہ سوال میں کسی شخص معین سے سوال نہ کرے بلکہ بیان حال کسیطرح پر کنایۃً سب کو سنا دے تاکہ جسکو سچی رغبت دینے کی ہو وہ کچھ دیدے اور اگر اوس جلسے میں کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکی طرف آنکھ اوٹھتی ہو اور اگر وہ نہ دیگا تو ہدف ملامت ہوگا تو ایسے جلسے میں سوال کرنا داخل ایذا ہے اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ بے خوشی خاطر دے بلکہ زبردستی ملامت کے خوف سے دیوے اور دل میں یہی چاہتا ہو کہ اگر ملامت بھی نہ ہو اور دینا بھی نہ پڑے تو خوب ہو اور اگر کسی شخص معین ہی سے مانگے تب بھی تصریح اوسکے نام کی نہ کرے بلکہ کنایۃً کہدے تاکہ وہ اگر تغافل کرنی چاہے تو بلا اثر کر سکے اور جب تغافل نہ کر سکیگا حالانکہ قدرت اوسپر حاصل تھی تو اوسکا دینا اس بات کی دلیل ہوگی کہ بخوشی خاطر دیتا ہے اور سوال سے کچھ ایذا اوسکو نہیں ہوئی - اور چاہیے کہ ایسے شخص سے سوال کرے کہ اگر وہ جواب صاف دیدے تو سائل سے شرمندہ نہو اسواسطے کہ سائل سے شرمندہ ہونے سے بھی ایذا ہوتی ہے جیسے غیر سائل کے سامنے ریا موذی ہے - ایسی ہی یہ بات کہ اگر سائل جان لے کہ دینے والے کی وجہ یہی ہوئی کہ مجھ سے یا حاضرین جلسہ سے شرما گیا اور اگر حیا نہوتی تو کبھی ہاتھ نہ بڑھاتا تو ایسے مال کا لینا اوسکو نہ حلال ہے نہ شبہ حلال بلکہ حرام محض ہے کہ اوسمیں تمام امت میں سے کسیکو خلاف نہیں

نہیں اور اوسکا حکم ایسا ہے جیسے کوئی دوسرے کا مال مار پیٹ کر یا ڈانٹ کی رو سے لیوے
اسلیے کہ اسمین کچھ فرق نہیں کہ ظاہر بدن پر کوڑے مارے یا باطن دل کو حیا اور خوف ملامت
کے تازیانہ سے اور وہ عمدہ ہے بلکہ عاقلون کے دل میں باطن کی ضرب کا بڑا صدمہ ہوتا ہے
اور اگر کوئی یہ کہے کہ ظاہر میں تو وہ شخص خوشی سے راضی ہو چکا ہے اور حدیث شریف میں
ہے کہ نحن نحکم بالظاہر واللہ یتولی السرائر تو ظاہر ہی کا اعتبار کرنا چاہیے پس اسکا
جواب یہ ہے کہ ظاہر حال خصومات کے فیصلے کے احکام ظاہری کے واسطے ضروری ہوتا ہے
اس وجہ سے کہ باطن کا احوال اونکو معلوم نہیں ہو سکتا تو مجبوری ظاہر کی زبانی قول پر حکم کردیتے
ہیں حالانکہ زبان اکثر دل کے خلاف سے بولا کرتی ہے مگر ضرورت کو کیا کیا جاوے
اسکا اعتبار کیا جاتا ہے اور یہ سوال اوس حال کا ہے جو بندہ اور خدائے تعالی کے درمیان ہے
اور اوسمین حاکم احکم الحاکمین ہے کہ دلون کا حال اوسکے نزدیک ایسا ہے جیسا زبانون کا اور
حکام کے نزدیک ہوتا ہے تو آدمی کو چاہیے کہ اس معاملے میں صرف دل ہی کے فتوے پر عمل کرے
گو مفتی فتوی دیا کرین کیونکہ مفتی قاضی اور بادشاہ کو سکھاتے ہین تاکہ ظاہر کے لحاظ سے حکم
کیا کرین اور دلون کے مفتی علماء آخرت ہین اونکے فتوے سے سلطان آخرت کی مار
سے نجات ہوتی ہے جیسے فقیہ کے فتوے سے دنیا کے حاکم سے نجات ملتی ہے اس تقریر
سے معلوم ہوا کہ سائل جو مال لیتا ہے دوسرے کی رضا کے بغیر لیتا ہے اور خدائے تعالی کے درمیان
معاملے مین اوسکا مالک نہوگا اور اوس مال کو اوسکے مالک کو پھیر دینا واجب ہے پس اگر
مالک اوسکے واپس لینے سے شرماوے اور واپس نہ لے تو اوسکو چاہیے کہ مالک کے پاس اوس
چیز کے برابر کوئی شے ہدیہ کے طور پر بھیجدے تاکہ اوسکے ذمہ سے باہر ہو اور اگر مالک
یہ ہدیہ قبول نکرے تو اوسکے وارثون کے پاس وہ مال بھیجدے اگر اسکے پاس ضائع ہو گئی ہو
تو خدا کے نزدیک اوسکا ضمان اوسپر ہے اور تصرف کرنے کے باعث ایسے سوال ہی کی
جس سے کہ ایذا ہووے گنہگار ہے۔ اور رضا کا حال امر باطن ہے اور اوسپر واقف ہونا
دشوار ہے اسلیے نجات کی صورت اوس سے مشکل ہے بایں وجہ کہ سائل کو گمان ہے کہ دینے والا راضی ہے
اور وہ باطن میں راضی نہو تو انہیں باتون کے سبب متقی لوگون نے سرے سے سوال ہی
ترک کر دیا کہ کسی سے کچھ لیتے ہی نہ تھے۔ بشر رح کسی سے سوا سری سقطی کے کچھ نہ لیتے اور فرماتے
کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ سری اپنے ہاتھ سے مال نکلنے سے خوش ہوتے ہیں اسواسطے

یعنی ہم ظاہر پر حکم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ باطن کا مالک ہے

جو بات اونکو پسند ہے اوسمین اونکی مدد کرتا ہون اور سوال مین زیادہ تر انکار کی وجہ
اور پاوس سے باز رہنے کا امر ہو کہ اسی لیے ہے کہ یہ ایذا صرف ضرورت کے لیے حلال ہوتی ہے
اور ضرورت یہ ہے کہ سائل مرنے پر آگاہ ہو اور اوس سے بچنے کی کوئی سبیل نہ ہو اور جو
شخص بدون جر پانے اور ایذا پانے کے کچھ پاس سے بہم نہو اوسوقت البتہ مانگنا مباح ہے
جیسے کھانا سور اور مردار کا مباح ہو جاتا ہے پس اس سے باز رہنا ہی اہل ورع کا طریق ہے
اور بعض اہل دل اپنی بصیرت سے قرائن احوال کے جاننے پر خوب اعتماد رکھتے تھے اسلیے
بعض لوگون سے لیتے تھے اور بعض سے نہین لیتے تھے اور کچھ بزرگ ایسے تھے کہ وہ
صرف اپنے دوستون سے لیتے تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جو چیز اونکو کوئی دیتا اوسمین سے
کچھ رکھتے اور کچھ پھیر دیتے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے اور گھی اور پنیر
مین سے مینڈھے کو پھیر دیا تھا - اور یہ حال ان اکابر کا جب تھا کہ جب کوئی بدون مانگے
دیتا تھا اسلیے کہ بدون مانگے دینا صرف رغبت ہی سے ہوتا ہے لیکن کبھی آدمی کی رغبت اس
طمع سے بھی ہوتی ہے کہ جاہ حاصل ہو یا ریا و شہرت ہو تو اس جہت سے ایسی عطا کے
لینے سے بھی احتراز کرتے تھے اور سوال سے تو باز ہی رہتے تھے فقط دو حالت مین سوال
کرتے تھے ایک تو ضرورت کے وقت جیسے کہ حضرت سلیمان اور حضرت موسی اور حضرت خضر
علیہم السلام نے کیا تھا اور ہمین بھی شک نہین کہ سوال ایسے شخص سے کیا جسکو جان لیا کہ
ہمارے دینے کو دل سے چاہیگا دوسرے سوال دوستون اور بھائیون سے اور بھائیون کے
واسطے پہلے اکابر اپنے دوستون اور بھائیون کا مال بدون سوال و استفسار کے لے لیتے
تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ دل کی رضا مقصود ہے گفتگو و زبانی گو نہو اور اپنے بھائیون
سے اس بات کا یقین تھا کہ اگر ہم اونکی چیز لینگے اور تکلف نکرینگے تو وہ ہم سے خوش ہونگے
اور جب بھائیون کی طرف شک ہوتا تھا کہ جو ہم چاہتے ہین اوسپر وہ راضی ہونگے یا نہین
تو نوبت سوال کی اوسے پہونچتی تھی ورنہ سوال سے غنی تھے - اور سوال کے مباح
ہونے کی حد یہ ہے کہ سائل کو معلوم ہو جاوے کہ جس سے مین مانگتا ہون وہ اس صفت پر ہے
کہ اگر میری حاجت اوسکو معلوم ہو جاوے تو نوبت سوال کی نہ پہونچے گی بے سوال ہی دیدیگا
پس ایسے شخص مین سوال کا اسقدر اثر ہوگا کہ اوسکو حاجت معلوم ہو جاوے اور کسیطرح کی
تحریک حیا سے یا ضرورت حیلے کی نہو گی - پھر سائل کے تین حال اسکے بعد ہوتے ہین

ایک تو یہ کہ اوسکو یقین ہوتا ہے کہ دینے والا دل سے راضی ہے دوسرے یہ کہ اوسکی نارضی
باطن کی یقینا معلوم ہو جاتی ہے اور یہ دونوں امر احوال کے قرائن سے معلوم ہو جایا کرتے ہیں
تو اول صورت میں لینا حلال ہے اور دوسری میں قطعا حرام تیسری حالت سائل کی یہ ہو
کہ اوسمین اوسکو تردد ہے اور شک ہو کہ شاید دینے والے نے رضا کے باطن سے دیا یا کراہت سے
تو ایسی صورت میں اپنے دل سے فتوی لے اور شک کو دور کرے کہ وہ گناہ ہے پس کہیں
جو بات بلا تردد و شک سمجھ میں آوے اوسیکو اختیار کرے شک والی کو ترک کرے - اور
اسکا معلوم کرنا قرائن احوال سے ایسے شخص کو جسکی عقل قوی اور حرص ضعیف اور شہوت کم زور
ہو آسان ہے اور حرص قوی ہوگی اور عقل ضعیف تب تو وہی صورت نظر پڑیگی جو اوسکی
غرض کے موافق ہو اور قرائن دینے والے کی ناراضمندی کے ہرگز سمجھ میں نہ آوینگے -
اور ان باریکیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا بھید سمجھ میں آتا ہے
کہ آپ نے فرمایا ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ یعنی اکثر آپکے کلمات جامع ہوتے
ہیں کہ ہر لفظ میں حکمت کوٹ کوٹ بھری ہے اس حدیث میں تامل کرو کہ اپنے
ہاتھ کی کمائی کو عمدہ غذا فرمایا اسوجہ سے کہ جس شخص کے پاس مال نہ ہاتھ کی کمائی کا ہو
نہ اوسکو اوسکے باپ یا اور کسی رشتہ دار کے ترکہ سے پہونچا ہے تو وہ لوگوں کے پاس
کہا دیگا اور اگر نے سوال اوسکو ملیگا تو کوئی اسوجہ سے دیگا کہ وہ دیندار ہے اور جب اوسکا
باطن ایسی طرح ہوگا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتے تو کوئی دینداری کی وجہ سے کچھ نہ دے
تو پھر جو کچھ لیگا وہ سب حرام ہوگا - اور اگر سوال کرنے سے کوئی کچھ دے تو ایسا شخص
کہاں ہے کہ سوال کرنے پر خوش ہو کر دے - نہ ایسا سائل کہ مقدار ضرورت ہی پر سوال
کرے پس جب اون لوگوں کا حال تفتیش کرو جو اپنے ہاتھ سے کھاتے ہیں تو
معلوم ہوگا کہ اونکا سب کھانا خواہ اکثر حرام ہے اور حلال صرف اوسیقدر ہے جو وجہ
حلال سے خود پیدا کیا ہو یا مورث کے ترکہ میں سے پہونچا ہو اور اوسنے بھی حلال ہی سے
پیدا کیا ہو - اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے پاس سے کھانے میں احتیاط اور ورع کا رہنا
بہت دشوار ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہماری طمع اپنے غیر سے منقطع کرے
اور حلال رزق کے باعث حرام سے بے پروا کرے

آٹھواں بیان اوس قدر غنا کا کہ جس سے سوال حرام ہوتا ہے

جاننا چاہیے کہ یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حرمت سوال کے باب میں صریح ہے
الخ من سأل عن ظهر غنى فانما يسأل جمرا فليستقل منه او ليستكثر مگر تونگری کی
حد مشکل ہے اور اوسکا مقرر کرنا دشوار اور مقداروں کا مقرر کرنا ہمارے اختیار میں نہیں
بلکہ شارع کے بتلا دینے سے معلوم ہوتی ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے استغنوا
بغنى الله تعالى عن غيره قالوا وما هو قال غداء يوم وعشاء ليلة
اور دوسری حدیث میں ہے من سأل وله خمسون درهما او عدلها من الذهب فقد سأل
الحافا اور ایک روایت میں ان لعون اربعين درهما مروی ہے بجائے خمسون درهما کے
غرضکہ احادیث سب صحیح ہیں اور مقدار تونگری کی مختلف تو چاہیے کہ یون سمجھا جاوے
کہ حالات مختلفہ کے اعتبار سے مقداریں بھی مختلف ہیں کیونکہ واقع میں تو امر حق ایک ہی
ہوگا اور مقرر کرنا غیر ممکن ہے اور جسقدر امکان ہے وہ یہ ہے کہ تخمینا کہا جاوے اور تخمین
اوسوقت صحیح ہو کہ جب تقسیم ایسی کیجاوے کہ حاوی تمام احوال محتاجون کی ہو پس ہم کہتے ہیں
کہ حدیث شریف میں وارد ہے لا حق لابن آدم الا في ثلث طعام يقيم به صلبه
وثوب يواري به عورته وبيت يكنه فما زاد فهو حساب ان تینون چیزون یعنی غذا
اور لباس اور مسکن جنکا بیان اس حدیث شریف میں ہے سب حاجتون کی اصل لیتے ہیں
تاکہ حاجات کی اجناس بیان کرین اور پھر اجناس اور مقادیر اور اوقات کا ذکر کرین۔ اجناس
حاجات تو یہی تین چیزین ہین یا جو ایسی ہی ہون مثلاً مسافر کے لیے کرایہ بشرطیکہ پیادہ
نہ چل سکے وہ بھی انہین تینون میں ملا لیا جاویگا یا اور کوئی ایسی ہی ضروری چیز ہو تو وہ بھی
داخل ان اجناس میں ہوگی اور آدمی میں اوسکا کنبہ یعنی زن و فرزند اور جس چیز کی کفالت
اوسپر ہے مثلاً سواری کا جانور وغیرہ سب داخل ہیں اور ان اجناس کی مقادیر کا حال یہ ہے
کہ کپڑے میں رعایت اوس مقدار کی ہوگی جو دیندار و نکے لائق ہے یعنی ایک جوڑا جسمین
کرتہ دوپٹہ پاجامہ جوتا ہو اور دوسرا جوڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر جنس میں دوسرے کی حاجت
نہین اور اسی پر سب گھر کے لوازم کو قیاس کرنا چاہیے اور یہ نچاہیے کہ باریک کپڑے کی
تلاش کیجائے یا جہان مٹی کا برتن کافی ہو تو وہان تانبے اور پیتل کے ڈھونڈھے جاوین
کیونکہ یہ امر بے حاجت ہے۔ غرضکہ فقہا میں تو ایک پر کفایت کرنی چاہیے اور قسم میں سب
ادنی پر کفایت چاہیے بشرطیکہ عادت سے نہایت دور نہو جاوے۔ اور غذا کی مقدار روز

تونگری کا مسئلہ ... جو شخص تونگری کا سوال کرتا ہے ... پچاس درہم یا زیادہ ۱۲ [illegible]

تونگری کی حد ... صبح و شام کا کھانا ... ۱۲ [illegible]

ابو منصور دیلمی در مسند فردوس بروایت ابو ہریرہ ۱۲

[illegible]

رات میں ایک مدیعنی قریب ڈیڑھ پاؤ چاہئے اور یہ وہ مقدار ہے کہ شرع میں مقرر ہوئی ہے
اور نوع غذا وہ ہونی چاہئے جسکو کھاتے ہیں اگرچہ جو ہی کی ہو اور سالن کا ہمیشہ ہونا زائد
از حاجت ہے اور بالکل ترک کردینا بھی تکلیف ہے اسلیے کبھی کبھی اوسکے طلب کی اجازت
ہے باقی رہا مسکن اوسکی مقدار کم سے کم اوسقدر چاہئے کہ کافی ہو اسمیں کچھ زینت کی قید
نہیں اور زینت یا مکان کے پختہ کرنے کے لیے مانگنا بلا حاجت سوال میں داخل ہو جسکی
حرمت حدیث مذکورہ بالا میں گذری۔ اور اوقات کے لحاظ سے اگر دیکھا جاوے تو
جس چیز کی وقت کہ سردست آدمی محتاج ہے وہ ایک دن اور رات کی غذا اور کپڑا جسکو پہنے
اور پہننے کی جگہ ہے اسکی ضرورت ہوتے ہیں تو کچھ شک نہیں مگر آئندہ کے لیے اگر
سوال کرے تو اوسکے تین درجے ہیں ایک تو یہ کہ ایسی چیز ہو جسکی احتیاج دوسرے دن ہوگی
دوم یہ کہ اوسکی احتیاج چالیس یا پچاس دن میں ہوگی سوم یہ کہ برس میں اوسکی حاجت ہوگی
آپ اس باب میں تو ہم حکم قطع کرتے ہیں کہ جسکے پاس اسقدر ہو کہ اوسکو اور اگر عیالدار ہو تو
اوسکے کنبہ کو برس روز کے لیے کافی ہو تو اوسکو سوال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ نہایت
درجے کی توانگری ہے اور حدیث شریف میں جو پچاس درم مذکور ہیں وہ مقدار اسی توانگری
کی ہے کیونکہ اکیلے آدمی کے لیے میانہ روی اگر کرے تو پانچ دینار سال بھر کو کافی ہیں
عیالدار کو غالباً کافی نہونگے اور اگر اوس شی کی حاجت برس کے اندر ہی ہوگی تو دیکھنا
چاہیے کہ اگر سائل ایسا ہو کہ حاجت کے وقت بھی موقع سوال جاتا نہ رہیگا اور سوال پر قادر
اوسوقت بھی ہوگا تب تو سوال حلال نہوگا کیونکہ سردست اوسکو اوس شے سے استغنا ہو
اور ہو سکتا ہے کہ حاجت کے وقت سے پیشتر ہی مرجاوے تو ایسی چیز کا سوال جسکی حاجت نہیں
کیا فائدہ اس صورت میں ایک دن رات کا کھانا مقدار غنا ہے اور اسی حالت کا بیان ہے
اوس حدیث میں جسمیں مقدار توانگری اسیقدر مذکور ہے اور اگر سائل ایسا ہو کہ پھر موقع
سوال اوسکو نہ ملیگا اور نہ کوئی دینے والا میسر ہوگا اگر اب نہ مانگے گا تو سوال مباح ہے کہ
اسلیے توقع زیست کی برس روز تک کرنی کچھ محال نہیں اور سوال کی تاخیر سے اس بات کا
خوف ہے کہ عاجز اور بیقرار رہجاویگا اور کوئی اعانت کرنے والا نہوگا۔ پس اگر خوف سوال
سے عاجز ہونے کا آئندہ کو ضعیف ہو اور جس چیز کا سوال کرتا ہے وہ بھی محل ضرورت
خارج ہو تو سوال کرنا خالی کراہت سے نہوگا اور کراہت اوسیقدر ضعیف ہوگی جسقدر

اضطرار کی کمی اور موقع کے جاتے رہنے کے خوف اور جس شے مانگنے میں حاجت سوال کی ہوئی اوسکی تاخیر میں اختلاف ہوگا اور ان باتوں میں سے ہر ایک کا ضبط نہیں ہو سکتا بلکہ وہ امور بندے کے قیاس پر متعلق ہیں کہ اپنے نفس کو دیکھے اور جو معاملہ اوسکے اور خدای تعالی کے درمیان میں ہے اوسکو تامل کرے اور دل سے فتوی لیکر اوسکے بموجب عمل کرے اگر راہ آخرت طے کیا چاہتا ہے اور جس شخص کا یقین قوی ہوا اور اعتماد رزق کے آنیکا آیندہ کو کامل رکھے اور سر دست کی قوت پر قناعت کرے تو اوسکا درجہ خدای تعالی کے نزدیک بہت بڑا ہے پس جب خدای تعالی نے آدمی کو آج کا رزق اوسکے اور اوسکے عیال کے لیے عنایت فرمایا ہو تو پھر کل کا خوف کرنا محض ضعف یقین اور شیطان کے ڈرانے کی اور کسی چیز سے نہوگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ[1] اور فرمایا الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا[2] اور سوال بھی وہ بری چیز ہے جو ضرورت کیوجہ سے مباح کیا گیا ہے اور جو شخص ایسی حاجت کے واسطے مانگے جو اوس روز نہ رکھتا ہو گو سال میں اوسکی ضرورت لاحق ہو اوسکا حال اوس شخص کی نسبت سخت تر ہے جسکو مال موروثی ملے اور اوسکو برس روز کے بعد کی حاجت کے واسطے رکھ چھوڑے اور یہ دونوں ظاہر شریعت کے فتوے کی رو سے مباح ہیں مگر ان دونوں کاموں کا منشا محبت دنیا اور طول امل اور نہ اعتماد کرنا خدای تعالی کے فضل پر ہے جو اصل مہلک چیز ہے خدا سے تعالی ہمکو اور سب اہل اسلام کو توفیق نیک عنایت فرماوے آمین

نواں بیان سالکین کے احوال میں-

حضرت بشر رح فرمایا کرتے کہ فقرا تین ہیں ایک وہ کہ سوال نکرے اور کوئی شے دے تو نہ لے ایسا شخص علیین میں روحانیوں کے ساتھ ہوگا دوسرا وہ کہ سوال نکرے اور اگر کوئی کچھ شے دے تو لے لے تو یہ شخص مقربین کے ساتھ جنات فردوس میں رہیگا تیسرا وہ کہ حاجت کے وقت سوال کرے ایسا شخص اصحاب یمین میں سے سچون کے ساتھ ہوگا غرض سب کا اتفاق سوال کی مذمت پر ہے علاوہ ازین فاقے کے ساتھ مرتبہ اور درجہ بھی کم ہو جاتا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے حضرت شقیق بلخی سے جبکہ آپ خراسان سے اونکے پاس تشریف لائے پوچھا کہ آپ نے اپنے یاروں میں سے فقرا کو کیسے چھوڑا حضرت شقیق رح نے فرمایا کہ میں نے اس حال میں چھوڑا کہ اگر اونکو کوئی کچھ دے تو شکر کریں اور نہ دے

ف ۱ تو مت ڈرو اون سے اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ۱۲

ف ۲ شیطان وعدہ دیتا ہے محتاجی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے اپنی بخشش اور فضل کا ۱۲

تو صبر کریں اور اپنی دانست میں چونکہ سوال نکرنے کا وصف بیان کیا تھا تو نہایت درجہ کی
گویا تعریف کی تھی حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے فرمایا کہ بلخ کے کتون کو تمنے ہمارے لیے ایسا
چھوڑا ہے اونھون نے پوچھا کہ پھر آپ کے پاس فقیر کیسے ہیں آپنے فرمایا کہ ہمارے پاس
فقیر ایسے ہیں کہ اگر اونمیں کوئی کچھ نہ دے تو شکر کریں اور اگر دے تو اپنے اوپر دوسرے کو
ترجیح دیں اور وہ مال اوسے حوالہ کریں حضرت شقیق رح نے اونکا سر چوم لیا اور کہا کہ استاد
سچ فرماتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارباب احوال کے درجات رضا اور صبر اور شکر اور سوال کے
باب میں بہت ہیں سالک طریق آخرت کو اونکا پہچاننا اور اونکے تقسیم کا جاننا اور درجہ
اقبال وغیرہ کو معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر نہ جانیگا تو پستی درجات سے اوج کمال تک
نہ پہونچ سکیگا اور اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین تک ساری ترقی کی اور انسان احسن تقویم میں
پیدا کیا گیا پھر اسفل السافلین میں اوتارا گیا پھر حکم کیا گیا کہ اعلیٰ علیین کی طرف ترقی کرے اور
جو شخص پستی اور اوج میں تمیز نہ کریگا وہ یقیناً ترقی نہ کر سکیگا بلکہ اسمیں شک ہے کہ اگر وہان بھی ہو
اور پھر کسی وجہ سے ترقی پر قادر ہو۔ اور ارباب احوال کی پستی اور حالت تمام ہونی سے کہ وہ
مقتضی اس بات کی ہوتی ہے کہ سوال کے باعث اونکے درجات کی ترقی ہو کیسے اجزا نہیں
حال کی نسبت ہے کہ مدار کار اعمال کا نیت پر ہے مثلاً روایت ہے کہ کسی بزرگ نے حضرت
ابو الحسن نوری رح کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور بعض مواقع پر لوگون سے سوال کرلیتے وہ
بزرگ کہتے ہیں کہ مجھکو اونکی یہ بات ناپسند ہوئی کہ ایسے شخص کو سوال کیا مناسب ہے پھر میں حضرت
جنید بغدادی رح کے پاس آیا اور اونکی خدمت میں اوسکا ماجرا ذکر کیا اونھون نے فرمایا
کہ نوری کے اس فعل کو برا سمجھنا چاہیے کہ وہ لوگون سے اسلیے لیتے ہیں کہ اونہیں کو دینا
یعنی اونسے سوال اسلیے کیا کہ آخرت میں اونکو ثواب ملے اور اونکا کچھ ضرر نہو اور گویا کہ اس
قول میں اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی طرف کہ آپ نے فرمایا [illegible]
ہِیَ الْعُلْیَا یعنی دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اسکے معنی ابعض رح نے یہ فرماتے ہیں کہ معطی کے
ہاتھ سے غرض مال کے لینے والے کے ہاتھ سے ہے اسواسطے کہ ثواب وہی دیتا ہے اور
اعتبار ثواب ہی کا ہے مال کا نہیں پھر حضرت جنید رح نے فرمایا کہ ترازو لے آؤ جب ترازو
آئی تو سو درم تولے اور ایک مٹھی بھر کر اون سو میں ملا دیے اور کہا کہ نوری کے پاس لیجاؤ اور
اونکو دیدو راوی کہتے ہیں کہ میں سوچنے لگا اپنے دل میں کہا کہ وزن تو اسلیے کیا کرتے ہیں تاکہ

مسلم بروایت [illegible] ۱۲

تو اوسمین برکت ہوتی ہے مگر اونھون نے ایک سو کو تولکر اوسمین سے گنتی بھر کچھ ملا دئے تب تو اوسکا
کچھ ہرج اور بوجھ نہوتا پہر سے تھے جیسا کہ انہی دنون ایک شخص نے ایک تھیلی کو حضرت نوری رح کے پاس لایا اونھون نے
فرمایا کہ ترازو لاؤ ترازو سے سو درم تولکر فرمایا کہ انکو جنید رح کے پاس واپس لیجاؤ اور کہنا کہ مین
کچھ نہین پیدا کرتا او سو سے جسقدر زیادہ ہوون وہ لیے لیتا ہوون اونکی اس بات سے مجھے
اور زیادہ تعجب ہوا اور مین نے اونسے پوچھا اونھون نے فرمایا کہ جنید حکمتی آدمی ہے وہ چاہتا
کہ رسی کے دونون سرے آپ ہی پکڑے اونہنے سو تولے تھے تو خود آپنے سمجھا کہ ثواب آخرت
کے لینے کے لیے تولے تھے اور اوپر تھی کچھ سے تھوڑے جو ڈالے وہ اللہ کی نسبت سے ڈالے
تو مین نے جو خدا کے واسطے تھے اونکو لے لیا اور جو اونکے نفس کے تھے اونکو واپس کر دیا راوی
اون روپیون کو حضرت جنید رح کی خدمت مین لایا وہ رونے لگے اور فرمایا کہ نوری نے اپنا
مال لے لیا اور ہمارا پھیر دیا غرض خدا ہی تعالی مالک ہے انتہی۔ دیکھنا چاہیے کہ اون لوگون کے دل
کیسے صاف تھے اور حالات کیسے خالص اللہ تعالی کے لیے تھے کہ ہر ایک کو ایک دوسرے کے دل کا
حال بدون گفتگو زبانی دلون کے مشاہدہ اور کشف سے معلوم ہوجاتا تھا اور یہ ثمرہ اکل حلال اور
دنیا سے دل کے فارغ ہونے اور تمام ہمت خدا کی طرف متوجہ ہونے کا ہے پس جو کوئی اس
بات کو بدون تجربہ کے انکار کرے وہ جاہل ہے جیسے کوئی بدون دوا پیے اوسکے دست آور
ہونے کا انکار کرے۔ اور اگر کوئی شخص بہت دنون محنت کرے اور یہ بات حاصل نہو وہ
دوسرے کے حق مین اسکا انکار کرنے لگے تو اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دوا دست آور
پیے اور اوسکو کسی اندر کے روگ سے دست آوین تو وہ اوسکے دست آور ہونے ہی سے
انکار کرنے لگے اور یہ مرتبہ جہالت مین اگرچہ اول کی نسبت کم ہے مگر پھر بھی جہالت مین
ایسا شخص کچھہ کامل ہی ہے اہل بصیرت دو شخصون مین سے ایک کہلاویگا یا تو وہ شخص کہ راستہ
چلے اور جو کچھہ اہل اللہ کو معلوم ہوا ہے اوسکو بھی معلوم ہو تو وہ صاحب ذوق و معرفت ہوگا
اور عین الیقین کے درجے کو پہونچ جاویگا یا وہ شخص کہ راستہ نہین چلا یا چلا ہے اور اوس مرتبہ
نہین پہونچا مگر اوسپر ایمان و تصدیق رکھتا ہے اس شخص کو درجہ علم الیقین کا ہے عین الیقین
تک نہین پہونچا اور یہ بھی ایک رتبے مین داخل ہے اور جو نہ علم الیقین رکھتا ہو نہ عین الیقین
تو وہ ایمانداروں کے زمرے سے خارج ہے قیامت کے روز منکروں اور تکبر والون کی
جماعت مین اوٹھے گا جنکے دل مردہ اور شیطان کے تابع ہین خدا ہی تعالی سے ہم شفا

مانگتے ہیں کہ ہمکو علم میں پکے لوگوں میں سے کر دے جنکا قول یہ نقل فرمایا ہے آمَنَّا بِهِ
كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ

دوسری فصل زہد کے حال میں اور اوس میں پانچ بیان ہیں

اول بیان زہد کی حقیقت میں

جاننا چاہیے کہ دنیا میں زہد کرنا سالکوں کے مقامات میں سے ایک مقام عمدہ ہے اور یہ مقام بھی اور مقامات کی طرح علم اور حال اور عمل سے بنتا ہے اسواسطے کہ ایمان کے سب اقسام بموجب قول بزرگان سلف کے جمع کرتے ہیں طرف عقد اور قول اور عمل کے انہیں سے قول کی جگہ حال رکھا گیا کیونکہ قول ظاہر ہے اور اوس سے باطن کا حال کھلتا ہے ورنہ خود قول مقصود بالذات نہیں ہے اور اگر قول ایسی طرح پر ہو کہ باطن سے منشا ہو تو اوسکو اسلام کہتے ہیں ایمان نہیں کہتے۔ اور علم سبب حال کا ہوتا ہے گویا حال اوسکا ثمرہ ہے اور حال کا ثمرہ عمل ہے تو اب ہم حال کو اوسکے دونوں طرفوں یعنی علم و عمل کے ساتھ بیان کرتے ہیں پس حال کا نام جسکو زہد کہتے ہیں یہ ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف کہ اوس سے بہتر ہو رغبت کرنی تو جو کوئی ایک شی سے دوسری کی طرف عدول کرتا ہے خواہ معاوضہ سے یا بیع وغیرہ سے تو ظاہر ہے کہ جس سے رغبت دور کرتا ہے اوس سے منہ پھیرتا ہے اور اوسکی ہوا ہوتی ہے پس اوسکا راغب ہوتا ہے تو اول شے کے لحاظ سے اگر اوس شخص کا حال دیکھا جاوے تو اوسکو زاہد کہینگے اور دوسری چیز کی نسبت راغب اور محب کہینگے اس سے معلوم ہوا کہ زہد کیلیے دو چیزیں چاہییں ایک وہ جسکی طرف سے رغبت ہٹائی جاوے دوسرے وہ کہ جسکی طرف رغبت کیجاوے اور یہ دوسری پہلی شے کی نسبت اچھی ہو اور اول شے میں بھی یہ شرط ہے کہ کسی وجہ سے اوسکی طرف رغبت ہوا کرتی ہو پس جو شخص اپنی رغبت ایسی چیز سے ہٹا لے جو خود مطلوب نہ ہو وہ زاہد نہ کہلاویگا مثلاً پتھر اور مٹی کا چھوڑ دینے والا زاہد نہ کہلاویگا زاہد وہی ہوگا جو روپیہ پیسا چھوڑ دے کیونکہ مٹی پتھر کی طرف رغبت نہیں ہوتی اور شرط دوسری چیز کی یہ ہے کہ زاہد کے نزدیک اول چیز سے بہتر ہو تا کہ اوسکی رغبت غالب ہو مثلاً بائع اپنی چیز کو جب تک نہیں بیچتا جب تک کہ اوسکے نزدیک مبیع سے اوسکا عوض بہتر نہیں ہوتا تو بائع کا حال مبیع کی نسبت کہ زہد میں داخل ہے اور عوض کے لحاظ سے رغبت اور محبت میں شامل اور اسی بنا پر قرآن مجید میں ارشاد ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ

[illegible]

اور بیچ آئے اوسکو ناقص مول کو کہ گنتی کی تھی چند پاولیاں اور ہو رہے تھے اوس میں بے رغبت ۱۲

حرام معدودات وکانوا فیہ من الزاہدین اس آیت میں شرا کے معنی بیع کے ہیں اور برادران
یوسف علیہ السلام کا وصف بیان کیا کہ انھوں نے یوسف میں زہد کیا یعنی انھوں نے
طمع کی کہ باپ کی توجہ صرف ہماری طرف رہجاتی ہے اور یہ امر اونکے نزدیک یوسف علیہ السلام
کی نسبت محبوب تھا اسی عوض کی طمع میں انکو فروخت کر ڈالا۔ اس بیان سے ثابت ہوا
کہ دنیا میں زاہد وہ کہلاویگا جو اوسکو آخرت کی عوض چھوڑ دے اور جو شخص اسکا عکس کرے
یعنی آخرت کو دنیا کی عوض دیدے وہ آخرت کے حق میں زاہد ہوگا مگر عادت یوں ہی ہے
کہ خاص دنیا ہی میں زہد کرنیوالے کو زاہد کہتے ہیں جیسے الحاد اوسی میل کو کہتے ہیں جو باطل کیطرف ہو حالانکہ لغت میں
صرف میل کا نام الحاد ہے حق کی طرف ہو یا باطل کی۔ اور یہ اثر جو ذکر ہوا اس میں یہ قید ہے کہ
فی الجملہ محبوب چیز کیطرف سے رغبت ہو تو ظاہر ہے کہ جو چیز مشغول ہوگی جب اوس شئی کی نسبت کہ
دوسری چیز محبوب تر کیطرف میل پایا جاویگا ورنہ جو چیز نا محبوب ہے اوسکا بدون اسکے کہ زیادہ
محبوب سے کے محال ہے۔ اور جو شخص کہ خداوند تعالی کے سوا ہر ایک چیز کیطرف سے دل
اوٹھالے یہانتک کہ بہشتوں سے بھی غرض نرکھے صرف محبت الٰہی کی راہ میں محبت ہو
تو وہ زاہد مطلق ہے اور جو کہ حظوظ دنیاوی سے تو دل اوٹھالے اور حظوظ آخرت میں رغبت و طمع
رکھتا ہے بلکہ حور و قصور اور نہروں اور میووں کی طمع رکھے تو وہ بھی زاہد ہوگا مگر اول شخص کی
نسبت کم ہوگا اور جو شخص دنیا کی بعض لذت کو چھوڑ دے اور بعض کو نہ چھوڑے مثلاً مال کو
چھوڑ دے اور جاہ کو نہ چھوڑے یا غذا کے تکلفات کو ترک کرے اور زینت کا تجمل نہ چھوڑے
تو ایسے شخص کو زاہد مطلق نہ کہینگے اور درجہ اوسکا زاہدوں میں ایسا ہوگا جیسا توبہ کرنے
والوں میں اوس شخص کا ہے جو بعض گناہوں سے توبہ کرے مگر پھر بھی اوسکا درست ہے
جیسے توبہ بعض گناہوں سے صحیح ہے کیونکہ توبہ ممنوعات کے چھوڑنے کا نام ہے اور
زہد مباحات کے ترک کرنے کا جو نفس کی لذت میں سے ہوں اور یہ کچھ دشوار نہیں کہ
آدمی بعض مباحات کے چھوڑنے پر تو قادر ہو اور بعض کے ترک پر نہو جیسے کہ ممنوعات کے
ترک میں بھی یہ امر بعید نہیں اور جو شخص کہ صرف ممنوعات کو ترک کر دے وہ زاہد نہ کہلاویگا
ہر چند اوسنے ممنوعات میں زہد کیا اور اونسے دل اوٹھا لیا لیکن اصطلاح میں زہد مباحات کے
چھوڑنے ہی کا نام ہے پس اب معلوم ہوا کہ زہد یا اوسکو کہینگے کہ دنیا سے رغبت ہٹا کر
آخرت کیطرف میل کرے یا غیر اللہ سے محبت دور کر کے اللہ تعالی کیطرف رغبت کرے

اور یہ درجہ بہت اونچا ہے اور جس طرح کہ دوسری چیزوں میں یہ شرط ہے کہ اوسکے نزدیک بہتر ہو
اسی طرح اول چیز میں یہ قید ہے کہ وہ اوسکی قدرت میں ہو کیونکہ جس چیز پر قدرت نہ ہو
اوسکا چھوڑنا محال ہے اور رغبت کا دور ہونا چھوڑنے ہی سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی واسطے
جب حضرت ابن مبارک سے کسی نے کہا کہ اے زاہد تو اونھوں نے فرمایا کہ زاہد عمر بن عبد العزیز
ہیں کہ اونکے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئی اور اونھوں نے اوسکو چھوڑ دیا اور میں نے کونسی
چیز میں زہد کیا ہے - اب علم کا بیان سننا چاہیے جو زہد میں درکار ہے اور جسکا ثمرہ حال
ہوتا ہے وہ اس بات سے واقف ہونا ہے کہ متروک چیز بنسبت مرغوب کے حقیر ہے
جیسے تاجر جان لیتا ہے کہ عوض مبیع کی بنسبت بہتر ہے اسلیے اوسکی رغبت کرتا ہے
اور جب تک یہ علم نہیں ہو لیتا تب تک خیال میں نہیں آتا کہ رغبت مبیع کی دل سے جاوے
تو اسی طرح جو شخص یہ بات جان لیتا ہے کہ اللہ تعالی کے پاس کی چیز باقی رہنے والی ہے اور آخرت
بہتر چیز اور دائمی ہے یعنی اوسکی لذتیں بالذات اچھی اور باقی ہیں تو اوسکو ذوق آخرت
اور رغبت الی اللہ ہوتی ہے اسیطرح جواہر کی برف کی نسبت کہ برف اور پانی ہوجاتی ہے
اور برف کے مالک کو اوسکا جواہر کے بدلے میں دینا افضل ہے پس دنیا کی مثال برف کی
اور آخرت کی مثال جاننی چاہیے دنیا کو یوں سمجھنا چاہیے کہ برف دھوپ میں رکھا ہے
اور پگھلتی چلی جاتی ہے یہانتک کہ کچھ نہ رہے اور آخرت مثل جواہر کے ہے جسکو کبھی فنا
نہیں تو جسقدر دنیا اور آخرت میں فرق ہونے کی معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر بیع اور
معاملہ کی رغبت زیادہ ہوگی یہانتک کہ جسکو اپنے نفس اور مال کی فروخت کرنے کا یقین
کامل ہوگا بموجب فحواے اس آیت کے إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ
وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ تو اوسکا حال خود اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اوسکا معاملہ نفع کا ہے
فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ زہد میں علم اسیقدر کی حاجت ہوتی ہے کہ آخرت کو بہتر
اور باقی جانے اور بعض اوقات یہ امر کسی شخص کو معلوم ہوتا ہے مگر وہ دنیا کے چھوڑنے پر
قدرت نہیں رکھتا اور یہ امر علم و یقین کے کم ہونے یا اوسوقت غلبہ شہوت میں قید ہونے
یا شیطان کے ہاتھ میں گرفتار رہنے یا شیطان کے وعدے امروز فردا سے دھوکا
کھا جانے سے ہوا کرتا ہے یہ آدمی مغالطہ میں رہتا ہے کہ موت آنے کو باقی ہے اور اوسے
بجز حسرت و ندامت اور کچھ ساتھ نہیں جاتا - دنیا کی قدر ... وہی اخلاق ...

ترجمہ: اللہ نے خرید لی ہے مسلمانوں سے اونکی جان اور مال اس قیمت پر کہ اونکو بہشت ملے ۱۲

ترجمہ: سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اوس سے ۱۲

ثابت ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ[1] اور آخرت کی نفاست پر اس آیت میں
اشارہ ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ[2] ترجمہ میں بتلا دیا
کہ علم جوہر کی نفاست کا اوسکی عوض سے دل اوٹھا دیا کرتا ہے اور چونکہ زہد بدون
معاوضہ اور رغبت محبوب تر چیز کے متصور نہیں ہو سکتا اسلیے ایک شخص نے اپنی مناجات میں
یہ التجا کی کہ الٰہی میرے نزدیک دنیا ایسی کر دے جیسی تیرے نزدیک ہے پس اوسکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا[3] کہ اسطرح مت کہہ یوں دعا کر کہ الٰہی دنیا میری
سمجھ میں ایسی کر جیسی تو نے اپنے نیک بندوں کے نزدیک اوسکو کیا ہے اور اس ارشاد کی
وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی تو دنیا کو ایسی حقیر سمجھتا ہے جیسی وہ واقع میں ہے اور ہر ایک
مخلوق اوسکے جلال کی نسبت کہ حقیر ہے اور بندہ جو دنیا کو حقیر اپنے لیے جانتا ہے تو
اوس شی کی نسبت کرتا ہے جو بندے کے لیے بہتر ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ گھوڑے کا
بیچنے والا گو اوس سے دل برداشتہ ہو وہ گھوڑے کو ایسا سمجھے جیسا مثلاً حشرات الارض کو
جانتا ہے کیونکہ ان چیزوں کی تو اوسکو حاجت نہیں ہوگی مگر گھوڑے سے مستغنی نہیں
اور اللہ تعالی بذات خود ہر ایک ما سوا سے غنی ہے وہ ہر ایک چیز کو اپنے جلال کے سامنے
ایک ہی درجہ میں سمجھتا ہے اور فرق صرف ایک دوسرے کی نسبت سے جانتا ہے نہ اپنے جلال کے لحاظ سے
اور زاہد وہ ہے جو فرق اشیا کا اپنے نفس کے لحاظ سے جانتا ہے نہ دوسرے کے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
منع فرما دیا کہ خدا تعالی جسطرح کسی چیز کو حقیر سمجھتا ہے اوس طرح کی حقارت آدمی شخص کے
نزدیک ہونی متصور نہیں اوسکی دعا بھی سچی ہے - باقی رہا محل جو حال زہد سے صادر
ہوتا ہے وہ چھوڑنا اور اختیار کرنا ہے کیونکہ زہد معاملہ داد و ستد اور معاوضہ بہتر چیز سے
ادنی کا ہے تو جیسے بیع و شرا میں یہ مقصود ہوتا ہے کہ مبیع کو ترک کر کے اپنے قبضے سے
نکالے اور اوسکے عوض کو لے لیجیے اسیطرح زہد میں بھی یہ غرض ہے کہ جس چیز میں زہد
کیا اوسکو یعنی دنیا کو مع تمامی اسباب و لوازم و علائق کے ترک کرے یہاں تک کہ
اوسکی محبت دل سے جاتی رہے اور محبت طاعات دل میں آجائے اور جو چیز دل میں
سے نکلے وہ آنکھ اور ہاتھ اور تمام اعضا سے نکل جائے اور آنکھ وغیرہ اعضا وظائف
طاعات پر مداومت کریں ورنہ صرف دنیا ترک کرنے سے ایسا ہوگا جیسا کوئی مبیع تو
مشتری کو دیدے اور اوس سے زرثمن نہ لے اور جب جانبین کی شرائط داد و ستد

[1] ت توکہہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے ۱۲

[2] ت اور بولے جنکو ملی تھی سمجھ اے خرابی تمہاری اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے اونکو جو یقین لائے ۱۲

[3] ح ابو منصور دیلمی نے فردوس میں مختصراً بروایت ابی العصر اوسکو ذکر کیا اور ابو منصور نے اسکا کوئی مسند نہیں لکھا ۱۲

حسب مذکورہ بالا ہو جاوین تو اوسکو ثمرہ دیوے کہ یہ معاملہ نفع کا ہوا کیونکہ جس شخص سے معاملہ
ہوا ہے وہ اپنے عہد کو پورا کریگا مثلاً اگر کوئی شخص بیع سلم کرے اور موجود چیز جاہے
کے لیے دیدیا ہے اور اوسکی تلاش پر سرگرم ہو تو اگر عاقد یعنی معاملہ کرنیوالا معتبر اور
وعدہ کا سچا اور دینے پر قادر ہے تو بیشک اوسکو مال مطلوب دیگا اسیطرح یہ معاملہ
خدای تعالی کے ساتھ ہے جسمین سب صفات مذکورہ بدرجہ کمال موجود ہین پس اوس معاملہ کے
نافع ہونے مین کیا شک ہے۔ اور جو شخص کہ دنیا کو اپنے پاس رکھے اوسکا زہد کبھی
نہین درست ہوگا شعر آنکس کہ درم گرفت و دینار ۔ زاہد نتوانزہ وگر بدست آر
بلکہ اللہ تعالی نے برادران یوسف علیہ السلام کی صفت زہد دنیا مین کے باب مین
ذکر نہین فرمائی ہر چند دونون کے لیے کہتے تھے کہ یوسف اور اوسکا بھائی ہمارے
باپ کے نزدیک ہم سے بہتر ہین اور اونکو بھی مثل یوسف علیہ السلام کے جدا کرنا
چاہتے تھے حتی کہ ایک کی سفارش کے باعث رہنے دیا اسی جہت سے اونکے باب مین
زاہد نہ کہلائے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے نکالنے کا قصد کیا تھا جسمین
وصف زہد سے خدای تعالی نے اونکو موصوف نکیا بلکہ جیسے تھے اور بیچا الا تو زاہد فرمایا
اس سے معلوم ہوا کہ رہنے دینا علامت رغبت کی ہے اور ہاتھ سے نکالدینا علامت زہد
کی۔ پھر اگر تم اپنے قبضے مین سے دنیا کچھہ تو نکالدو اور کچھہ باقی رکھو تو زاہد اوسیقدر مین
ہوگے جسکو قبضے مین سے نکالدیا زاہد مطلق نہین کہلاؤگے اور اگر تمھارے پاس کچھہ
مال ہی نہو اور دنیا موافق نہو تو تمھین تم سے زہد ہونا ممکن نہین کیونکہ جس چیز پر تمکو
قدرت ہی نہین اوسکے چھوڑنے کے کیا معنی۔ اور اگر شیطان تمکو فریب دیوے اور
یہ سوجھاوے کہ دنیا گو تمھارے پاس نہین آئی تم اوسمین زاہد ہو تو تمکو نہین چاہیے
کہ اوسکے جال مین آؤ اور اپنے آپ کو زاہد سمجھو بدون اسکے کہ اعتماد قوی اور عہد
مضبوط خدای تعالی کیطرف سے رکھتے ہو اسلیے کہ جبتک تم قدرت کے وقت کو نہ جانچ
نکروگے تبتک کیسے اعتبار کروگے کہ ہم ترک پر قادر ہین بہت آدمی ایسے ہین کہ اپنی
گمان مین گناہ کو برا جانتے ہین جبتک کہ اوسپر دسترس نہین ہوتی مگر جب اوس
گناہ کے لوازم اونکو میسر ہو جاتے ہین اور کوئی روک ٹوک یا خوف لوگون کا نہین ہوتا
تو اوسمین مبتلا ہو جاتے ہین پس جب نفس کے مغالطے کا حال گناہون مین یہ ہو تو اگر

مباحات میں یہ وعدہ کرے اوسپر کیسے اعتبار کر لیوے گے۔ اور نفس کا عہد نباہنا اسطرح ہے
کہ تجربہ اوسکا امتحان چند بار قدرت کے وقت کر دیا اور جب اپنے وعدے کو ہمیشہ پورا
کرتے حالانکہ کوئی مزاحم اور عذر ظاہری اور باطنی بھی نہ تب کچھ مضائقہ نہیں کہ نفس پر
کسیقدر اعتماد کر لیں مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اوسکے بدل جانے سے بھی ڈرتے رہو
اسلیے کہ وہ جلدی سے عہد توڑ کر اپنی خواہش طبعی کی طرف رجوع کر جاتا ہے حاصل یہ کہ
نفس سے امن جب ہی ہے جبکہ وہ کسی چیز کو ترک کر دے اور اس صورت میں بھی امن فقط
اوسی متروک چیز کی نسبت کہ ہوگا بشرطیکہ با وجود قدرت ترک کیا ہو۔ ابن ابی لیلے نے
ابن شبرمہ سے کہا کہ تم اس بوریاف زادہ یعنی امام ابو حنیفہ کو نہیں دیکھتے ہو کہ جس
مسئلہ میں ہم فتوی دیتے ہیں اوسکو رد کر دیتے ہیں اونھون نے جواب دیا کہ مجھے معلوم
نہیں کہ وہ بوریاف کے بیٹے ہیں یا کیا ہیں اتنا جانتا ہوں کہ دنیا اونکے پاس آئی تو وہ
اوس سے بھاگے اور ہم سے دنیا بھاگی تو ہم نے اوسکی طلب کی یعنی آپ نے با وجود قدرت کے
دنیا میں زہد کیا یہ کتنا فضل ہے اسیطرح زمانہ فیض نشانہ جناب رسالتمآب میں مسلمانون نے
کہا کہ ہم خدا تعالی سے محبت رکھتے ہیں اور اگر ہمکو معلوم ہوتا کہ اوسکی محبت کونسی چیز
کرنے سے ہے تو ہم وہی کرتے اوسوقت یہ آیت اوتری وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ
أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ ابن مسعود نے فرمایا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فرمایا کہ تو اون تھوڑون میں سے ہے اور وہ فرماتے ہیں
کہ مجھکو معلوم نہ تھا کہ ہم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیا سے محبت رکھتے ہیں مگر اس
آیت کے اوترنے سے معلوم ہوا مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ
اب جاننا چاہیے کہ زہد اسکا نام نہیں کہ مال کو ترک کرے اور اوسکو سخاوت اور جوانمردی
کی راہ سے خرچ کر ڈالے یا بطور دلون کے مائل کرنے کے یا اور کسی طمع سے دے دے
کیونکہ یہ باتین اخلاق عمدہ میں سے ہین اونکو عبادت میں کچھہ دخل نہیں زہد اسی کا
نام ہے کہ آخرت کی نفاست کے مقابل دنیا کو حقیر جانکر ترک کر دے ورنہ ہر ایک قسم
ترک کی ایسے شخص سے ممکن ہے جو آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو مگر اوسکا ترک یا براہ مروت
یا سخاوت یا خوش خلقی کے ہوتا ہے زہد نہیں ہوتا کیونکہ نام کا ہونا اور دلون کا مائل
ہونا یہ لذات دنیاوی ہیں اور مال سے زیادہ لذیذ ہیں اور جسطرح کہ مال کو سلم کے طور پر

دنیا اور عوض کی طمع رکھنی زہد نہیں ہے اسیطرح مال کا اس طمع سے دنیا کو نام ہوگا یا
لوگ تعریف کرینگے یا سخاوت میں شہرت ہوگی یا اس خوف سے دنیا کو پاس رکھنے سے
اسکی حفاظت میں محنت و مشقت اوٹھانی پڑیگی یا اسکے حاصل کرنے کے لیے بادشاہوں
میلان اور امرا کے سامنے ذلیل ہونا پڑیگا یہ بھی داخل زہد نہیں بلکہ ایک لذت دنیاوی کو
چھوڑکر دوسری کا حاصل کرنا ہے زاہد وہی ہے جسکے پاس دنیا بے ذل و غش ذلیل ہوکر
آوے اور وہ اوسے لذت لینے پر قادر ہو اسطرح کہ نقصان جاہ کا ہوتا ہو نہ بدنامی
ہوتی ہو نہ اور کسی طرحکا حظ نفسانی فوت ہوتا ہو اور وہ ایسی صورت میں دنیا کو اس خوف سے
چھوڑ دے کہ اسکے ساتھ انس کرنے سے غیر اللہ سے مانوس اور ما سوا کا محب ہوجاونگا
اور خداے تعالی کی محبت میں شریک ہوجائیگا یا اس طمع سے چھوڑ دے کہ آخرت کا ثواب اسکے
چھوڑنے سے ملیگا مثلاً دنیا کے شربت اس طمع سے چھوڑے کہ جنت کے شربت ملینگے
اور عورتوں اور لونڈیوں سے ہمبستر اس وجہ سے ہو کہ جنت میں حور عین سے صحبت ہوگی
اور باغوں کی سیر جنت کے باغوں اور گلزاروں کی توقع پر ترک کرے اور زینت و
مکانات جنت کی آرایش و تجمل کی طمع سے چھوڑے یہان کے لذیذ کھانوں پر اسوجہ
لات مارے کہ جنت کے میوؤں پر ہاتھ مارے اور اس بات کا ڈر دے ہو کہ وہاں کوئی یہ کہیگا
أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا غرضکہ جمیع اون باتوں کو جو جنت میں وعدہ ہے
دنیا کی بے عمل و غش چیزوں پر ترجیح دے یہ سمجھکر کہ جو کچھ آخرت میں ہے وہی بہتر
و پایدار ہے اور اسکے سوا جتنے ہیں سب معاملات دنیوی فانی اور بیفائدہ ہیں

دوسرا بیان زہد کی فضیلت میں

اللہ تعالی فرماتا ہے فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ وَقَالَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ اس آیت میں زہد کو علماکیطرف
منسوب کیا اور اہل زہد کو علم سے موصوف فرمایا یہ نہایت درجے کی تعریف ہے اور
فرمایا أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا اسکی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا
کہ جنھوں نے دنیا میں زہد کرنے پر صبر کیا وہ مراد ہیں اور فرمایا إِنَّا جَعَلْنَا مَا
عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کونسا

زیادہ تر یہ ہے دنیا میں اس سے معلوم ہوا کہ زہد کو حسن اقبال فرمایا اور فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ اور فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اور فرمایا الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ یہ وصف کفار کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن وہ ہے جو موصوف اس صفت کی ضد سے ہو یعنی آخرت کی محبت دنیا پر چاہتا ہو۔ اور احادیث میں سے جو دنیا کی مذمت میں وارد ہیں وہ بہت ہیں چنانچہ اونمیں سے کسیقدر ہم جلد ثالث میں لکھ آئے ہیں کیونکہ محبت دنیا مہلکات میں سے ہے اوس جلد میں مذکور ہیں اور اب ہم بعض دنیا کی فضیلت لکھتے ہیں جو منجیات میں سے ہے اور وہی زہد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو دنیا ہی کا تردد ہو اللہ تعالی اوسکا کام ابتر اور روزی پریشان کر دیتا ہے اور افلاس اوسکے پیش نظر کرتا ہے اور اوسکو دنیا سے اوسیقدر آتا ہے جتنا اوسکے لیے لکھا ہوا ہے اور جس شخص کو صرف آخرت کا فکر ہو اللہ تعالے اوسکی ہمت مجتمع رکھتا ہے اور اوسکی معیشت کو محفوظ رکھتا ہے اور تونگری اوسکے دل میں ڈالتا ہے اور اوسکے پاس دنیا ذلیل و خوار آتی ہے اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اوسکو سکوت اور دنیا میں زہد ملا ہے تو اوس سے قریب ہوا کرو اسلیے کہ وہ سکھلایا جاتا ہے حکمت کو۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا اور اسواسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص چالیس روز دنیا میں زہد کرے خدا تعالی اوسکے دل میں چشمے حکمت کے جاری فرماتا ہے اور وہی اوسکی زبان سے نکلوانا ہے اور بعض اصحاب نے روایت کی ہے کہ ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا آدمی بہتر ہے آپنے فرمایا کُلُّ مَخْمُومِ الْقَلْبِ صَدُوقِ اللِّسَانِ ہمنے عرض کیا کہ مخموم القلب کسکو کہتے ہیں آپنے فرمایا وہ پرہیزگار اور صاف آدمی ہے جسمیں نہ خیانت ہو نہ کھوٹا پن نہ سرکشی ہو نہ حسد ہمنے عرض کیا کہ اوسکے بعد کون بہتر ہے آپنے فرمایا کہ الَّذِي يَشْنَأُ الدُّنْيَا وَيُحِبُّ الْآخِرَةَ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ برا آدمی وہ ہے جو دنیا کو دوست رکھے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اِنْ اَرَدْتَ اَنْ يُحِبَّكَ اللّٰهُ فَازْهَدْ فِي الدُّنْيَا اسمیں زہد کو سبب محبت فرمایا اور جسکو خدا تعالے دوست رکھتا ہو وہ اعلی درجات میں پہونچتا ہے اسلیے ضرور ہوا کہ دنیا میں زہد کرنا افضل

فائدہ جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی زیادہ کریں ہم اوسکو اوسکی کھیتی اور جو کوئی چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اوسکو دیویں ہم اوس میں سے اور اوسکو نہیں آخرت میں کچھ حصہ ۱۲

مقامات مین سے ہو اور اسکا مفہوم بھی یہی ہے کہ دنیا سے دوستی کرنے والا خدا کی بغض مین مبتلا ہوتا ہی اور ایک حدیث مین جو اہل بیت سے مروی ہے یہ ارشاد ہی کہ الزھد والورع یجولان فی القلب فان صادفا قلبا فیہ الایمان والحیاء اقاما فیہ والا ارتحلا اور جبکہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین یقینا ایماندار ہون آپنے فرمایا کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے اونھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا اور اسکے ڈھیلے اور پتھر اور سونا میرے نزدیک برابر ہین گویا مین جنت اور دوزخ مین ہون اور گویا مین اپنے رب کے عرش کے پاس کھلا ہوا ہون آپنے فرمایا کہ تو نے سمجھا اسی پر رہنا پھر فرمایا کہ یہ ایک بندہ ہی کہ اللہ تعالی نے اوسکا دل ایمان سے روشن کیا ہے پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت حارثہ نے اظہار حقیقت ایمان کو زہد ہی سے شروع کیا اور پھر اوسکو یقین سے متصل کیا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو صاف بتلایا اور ارشاد کیا کہ یہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالی نے اوسکا دل ایمان سے منور کیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت مین فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام پوچھا کہ شرح کیسی ہے آپنے فرمایا کہ نور جب دل مین داخل ہوتا ہے تو اوسکے لیے سینہ کھل جاتا ہے لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کوئی پہچان ہے آپنے فرمایا کہ ہان پہچان یہ ہے کہ دار فانی یعنی دنیا سے علیحدہ رہنا اور دار خلود کیطرف رجوع کرنا اور موت سے پیشتر اوسکی تیاری کرنی۔ تو دیکھیے کہ آپنے زہد کو شرط اسلام فرمایا یعنی علامت اسکی دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی رغبت کا ارشاد فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی سے جتنا حق شرمانے کا ہے شرماؤ لوگون نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالی سے شرماتے تو ہین آپنے فرمایا کہ ایسا نہین اسلیے کہ مکان بناتے ہو جنمین نہین رہتے اور جمع کرتے ہو وہ چیز کہ نہین کھاتے اس حدیث شریف مین بیان فرمایا کہ یہ دونون باتین خدا تعالی سے حیا کرنے کے خلاف ہین۔ اور جب کسی جگہ کے لوگ قاصد آپکی خدمت مین آئے تو عرض کیا کہ ہم مومن ہین آپنے فرمایا کہ تمھارے ایمان کی پہچان کیا ہے اونھون نے عرض کیا کہ صبر کرنا مصیبت کے وقت اور شکر کرنا فراخی عیش کی حالت مین اور حکم الٰہی پر راضی رہنا اور دشمنون پر جب مصیبت آوے تو اوسپر شماتت نکرنا آپنے فرمایا کہ اگر تم واقع مین ایسے ہی ہو تو جو کھاتے نہین اسکو اکٹھا کرنا اور جسمین نرہنا ہو اوسکو مت بنانا اور جس چیز کو چھوڑ جاؤ اوسکی رغبت مت کرنا

خطیب و ابن عساکر در تاریخ ۱۲

اس حدیث مین ہے کہ اونکے ایمان کا تتمہ فرمایا۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اثنائے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے گا اس طرح کہ اوسمین
دوسری چیز نہ ملائے تو اوسکے لیے جنت واجب ہے حضرت علی رض نے اوٹھکر عرض کیا کہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ دوسری چیز نہ ملانے سے کیا غرض ہے اسکی صفت یا تفسیر
فرما دیجیے آپ نے فرمایا کہ دنیا کی طلب اور اوسکی پیروی کے لیے اوسکو دوست رکھنا اور بعض
لوگ ایسے ہین کہ قول تو رسولوں کے سے کہتے ہین اور کام جباروں اور ظالموں کے سے کرتے ہین تو جو
کوئی لا الہ الا اللہ کہے اور ان امور مین سے اوسمین کچھ نہو تو اوسکے لیے جنت واجب ہے اور
ایک حدیث مین ہے کہ سخاوت یقین مین سے ہے اور یقین والا دوزخ مین نجاویگا اور بخل
شک مین سے ہے اور جسنے شک کیا وہ جنت مین نجاویگا اور یہ بھی ایک حدیث مین وارد ہے
کہ سخی اللہ تعالی سے قریب ہے لوگون سے قریب ہے جنت سے قریب ہے اور بخیل اللہ سے دور
اور مخلوق سے دور ہے دوزخ سے قریب ہے اور چونکہ بخل ثمرہ رغبت دنیا کا ہے اور سخاوت زہد کا
ثمرہ تو ظاہر ہے کہ ثمرہ کی صفت کرنی بعینہ مثمر کی صفت کرنی ہے۔ اور حضرت ابن عمر
حضرت ابوذر رض سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اللہ تعالی اوسکے دل مین
حکمت داخل کرتا ہے پھر اوسکی زبان سے حکمت ہی بلواتا ہے اور اوسکو دنیا کا عیب اور اوسکی دوا
دونون بتلا دیتا ہے اور اوسکو دنیا مین سے دار السلام کیطرف سلامت نکال لیجاتا ہے۔ اور
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ ایسی اونٹنیون پر گذرے
کہ وہ بہت دودھ والی تھین اور حاملہ تھین اور ایسی اونٹنیون کو عرب کے لوگ بہت عجیب
اور نفیس مال جانتے تھے کیونکہ اونمین سب طرح کے فائدے تھے کہ بار برداری اور گوشت
اور دودھ اور اون کے لیے مفید تھین اور اسوجہ سے کہ اس مال کی عظمت اونکے دلون مین
تھی کلام مجید مین ارشاد فرمایا وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اون اونٹنیون کیطرف سے منہ پھیر لیا اور اپنی آنکھین بند کرلین لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم لوگونکا بڑا عمدہ مال ہے اسکو آپ کیون نہین دیکھتے آپ نے
فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھکو منع فرمایا ہے پھر آیت پڑھی وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا
مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ۔ اور مسروق رض حضرت عائشہ رض سے
روایت کرتے ہین کہ وہ فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین

ابو منصور در فردوس بروایت ابو درداء
ترمذی بروایت ابو ہریرہ
اسکو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا

عرض کیا کہ آپ خدای تعالی سے غذا طلب کیون نہین فرماتے کہ آپکو کھانا کھلاوے اور آپکی
بھوک کی حالت دیکھکر مین رو پڑی آپنے فرمایا کہ ای عائشہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین
میری جان ہے اگر مین اپنے پروردگار سے دعا کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلین تو
اللہ تعالی اونکو جہان مین چاہتا زمین پر میرے ساتھ کر دیتا لیکن مین نے دنیا کی بھوک کو
سیری پر اور یہان کے فقر کو غنا پر اور یہان کے رنج کو خوشی پر اختیار کر لیا ای عائشہ دنیا
محمد اور آل محمد کو مناسب نہین ہے ای عائشہ اللہ تعالی نے رسولون مین سے اولوالعزمون کے
لیے یہی پسند کیا کہ دنیا کی برائی پر صبر کرین اور اوسکی محبوب چیزون سے نفس کو روکین پھر میرے لیے
پسند کیا کہ جس بات کا اونکو حکم کیا وہی میرے لیے پسند فرمایا جیسا کہ کلام مجید مین ارشاد ہوتا ہے
فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل قسم خدا مین اونکی فرمانبرداری سے مفر نہین دیکھتا اور
جیسا اونھون نے صبر کیا ویسا ہی مین بھی اپنی طاقت بھر صبر کرونگا اور بدون خدا کی توفیق کے
قدرت بھی کسی کام کی نہین۔ اور حضرت عمرؓ کے حال مین کہتے ہین کہ جب آپکے وقت مین فتوحات
بہت ہوئین تو آپکی بیٹی حضرت حفصہ ام المؤمنین نے آپکی خدمت مین عرض کیا
کہ جب اور جگہ کے لوگ اطراف سے آپکے پاس آیا کرین تو آپ نرم و باریک کپڑے پہنا کیجیے اور
کچھ کھانے کے لیے فرما دیا کیجیے کہ آپ بھی کھاوین اور دوسرون کو بھی کھلاوین حضرت
عمرؓ نے فرمایا کہ ای حفصہ تمکو معلوم ہے کہ مرد کا حال اوسکی بی بی کو زیادہ معلوم ہوتا ہے
اونھون نے عرض کیا کہ درست و بجا ہے آپنے فرمایا کہ مین تجھے قسم دیکر پوچھتا ہون کہ بھلا
تمکو معلوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برس نبی رہے اور کبھی آپنے اور اونکے
گھر والون نے دن کا کھانا شکم سیر ہوکر نہ کھایا مگر رات کو بھوکے رہے اور رات کو کھایا تو دن کو
بھوکے رہے اور تمھین معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برسون پیغمبر تھے مگر
خرما سے بھی کبھی اونھون نے یا اونکے گھر والون نے شکم سیر نکیا یہان تک کہ اللہ تعالی نے
خیبر کو مفتوح فرمایا اور تم جانتی ہو کہ ایک روز تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
دسترخوان بچھایا کہ وہ کچھ اونچا تھا سو آپکو ناگوار ہوا حتی کہ چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا
پھر آپنے اوس دسترخوان کو اوٹھوا دیا اور کھانا اوس سے کچھ نیچے خواہ زمین پر رکھا گیا
اور تم جانتی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمل کو دوتہ کرکے اوسپر سویا کرتے تھے
ایک رات کسی نے اوسکو چارتہ کر دیا آپنے اوسپر خواب استراحت فرمائی جب آپ جاگے تو

ترمذی در شمائل باسناد صحیح

ارشاد فرمایا کہ تم مجھے رات کے جاگنے سے روکنا چاہتے ہو ۔ اس سے کمل کی پہلی تہ کو بدستور کرکے بچھایا کرو اور ہمیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کیواسطے اوتارتے اور پیوند کپڑے سیا کرتے تھے یہانتک کہ حضرت بلال رض آکر نماز کی اطلاع کرتے تو آپکے پاس دوسرا کپڑا موجود نہ ہوتا تھا کہ اوسکو پہنکر نماز کیواسطے نکلتے جب وہی کپڑے سوکھتے تو اونکو پہنکر نکلتے اور ہمکو یہ معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عورت نے بنی ظفر میں دو چادر ایک تہہ اور ایک دوپٹہ بنایا تھا اور اونمیں سے ایک ابتک چھید ہی نہ تھی کہ دوسری جب تک تیار نہ تھی آپ اوسی ایک چادر کو بدن پر لپیٹے ہوے نماز کو نکلے اور دوسرا کپڑا بدن پر کوئی نتھا اوسکے دونوں کنارے گردن کے پاس گرہ لگالی تھی اور اسیطرح نماز پڑھی ۔ غرض حضرت عمر رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا حال بیان کیا کہ حضرت ام المومنین حفصہ رض رونے لگیں اور خود بھی روئے اور ایسی ڈہاڑ ماری کہ لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپکی جان نکلجاویگی اور بعض روایات میں حضرت عمر رض کا قول اتنا اور زیادہ آیا ہے کہ آپنے فرمایا کہ میرے دو ساتھی تھے جو ایک راہ پر چلے اب میں اگر اونکے طریق کے سوا چلونگا تو مجھے دوسری راہ لیکر ایا جاویگا اور میں بخدا اونکی زندگی پر صبر کرونگا تاکہ اون دونوں کے ساتھ ویسا ہی عیش واسع پاؤں اور حضرت ابو سعید خدری رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ مجھسے پہلے انبیا فقر میں مبتلا کیے جاتے تھے وہ کمل کے سوا اور کچھ نہ پہنتے اور پھر جوؤں سے اونکا امتحان ہوتا تھا کہ اتنی جوئیں ہوجاتی تھیں کہ قریب تھا کہ اونکو مار ڈالیں مگر یہ حالت اون لوگوں کو زیادہ محبوب تھی بنسبت اسکے کہ تم عطا کو پسند کرتے ہو ۔ اور حضرت ابن عباس رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت موسی علیہ السلام مدین کے پانی پر پہونچے تو ساگ کی سبزی اونکی لاغری کی جہت سے پیٹ میں سے معلوم ہوتی تھی ۔ غرضکہ اللہ تعالی کے انبیا اور رسول جو خلق کی نسبت خدا تعالی کو زیادہ جانتے تھے اور آخرت کی فلاح سے زیادہ واقف تھے اونکا زہد میں یہ حال تھا ۔ اور حضرت عمر رض سے ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اوتری وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے دنیا کی اور خرابی ہے دینار و درہم یعنی روپیہ اشرفی کی حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ ہم سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو خدا تعالی نے سونے اور چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع کردیا اب ہم کونسی چیز جوڑیں آپنے فرمایا کہ تمکو

بزار بروایت ابو درداء ۱۲ ع

ابن ماجہ بروایت عبادہ بن صامت بسند ضعیف ۱۲ ع

ابن ماجہ کا ذکر نہیں جوؤں سے امتحان کا ذکر ہے ۱۲

ع ابن ماجہ و ترمذی مگر اونمیں دنیا کی خرابی اور درہم کی خرابی کا ذکر نہیں

یہ باتیں حاصل کرنی چاہیں زبان ذاکر اور دل شاکر اور بی بی نیکبخت کہ خاوند کو امر آخرت پر
اوسکی مددگار ہے اور حضرت حذیفہ رضہ سے یہ حدیث مروی ہے مَنْ آثَرَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ
اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ بِثَلَاثٍ هَمًّا لَا يُفَارِقُ قَلْبَهُ اَبَدًا وَفَقْرًا لَا يَسْتَغْنِي اَبَدًا وَحِرْصًا
لَا يَشْبَعُ اَبَدًا اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک
نہ مشہور ہونا مشہور ہونے کی نسبت کہ محبوب نہو اور جب تک کہ شے کی قلت کثرت کی نسبت
پسند نہو۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک پل ہے اوس سے اوتر جاؤ اوسپر عمارت
مت بناؤ اونسے لوگوں نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک گھر بناویں
جسمیں اللہ تعالی کی عبادت کریں آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی پر گھر بناؤ اونہوں نے عرض کیا
کہ پانی پر عمارت کیسے ٹھیرے گی آپ نے فرمایا کہ عبادت دنیا کی محبت کے ساتھ کیسے ٹھیرے گی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھپر یہ معاملہ پیش کیا کہ اگر تم چاہو
تو سارے سنگستان مکہ کو تمھارے لیے سونا کر دیا جاوے میں نے عرض کیا کہ الہی مجھکو منظور
نہیں بلکہ میں ایک وقت بھوکا رہوں اور ایک وقت شکم سیر ہوں تا کہ جس وقت میں بھوکا رہوں
تو تیری درگاہ میں تضرع اور دعا کیا کروں اور جسدن میں شکم سیر ہوں اوسدن تیری حمد و ثنا
کروں اور حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر جا رہے تھے
اور حضرت جبریل علیہ السلام آپکے ساتھ تھے آپ صفا پر چڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے جبریل قسم ہے اوس ذات کی جسنے تمکو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ شام کو آل محمد
کے پاس مٹھی ستو کی ہوتی نہ آٹے کی یہ کلام آپ کہنے نپائے تھے کہ ایکدفعہ ہی آسمان سے ایک
کڑک کی آواز سنی جس سے آپ کو خوف معلوم ہوا آپنے فرمایا کہ کیا قیامت کو حکم برپا ہونے کا
ہوا حضرت جبریل نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ یہ اسرافیل علیہ السلام ہیں کہ جب آپکا کلام سنے
تو نیچے اوترے ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ
اللہ تعالی نے جو کچھ تمنے کہا تھا وہ سنا اب مجھکو زمین کی کنجیاں لیکر بھیجا ہے اور حکم کیا ہے
کہ آپ سے عرض کروں کہ اگر آپکی مرضی ہو تو تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد اور یاقوت اور
سونے چاندی کا کر کے تمھارے ساتھ پھیروں اور اگر چاہو تو پیغمبر اور بادشاہ ہو چاہو
نبی اور بندہ ہو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپکیطرف اشارہ کیا کہ اللہ کیواسطے تواضع
کیجیے آپنے تین بار فرمایا کہ میں نبی اور بندہ رہونگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب

اللہ تعالی کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو دنیا مین زاہد کر دیتا ہے اور آخرت کا رغبت اور اپنے عیبون کا بینا بنا دیتا ہے۔ اور ایک شخص کو آپنے فرمایا کہ دنیا مین زہد کر خدا تعالی تجھکو محبوب جانیگا اور لوگون کے ہاتھ کی چیز مین زہد کر کہ لوگ تجھکو محبوب جانینگے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یُؤْتِیَہُ اللّٰہُ عِلْمًا بِغَیْرِ تَعَلُّمٍ وَھُدًی بِغَیْرِ ھِدَایَۃٍ فَلْیَزْھَدْ فِی الدُّنْیَا اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ مَنِ اشْتَاقَ اِلَی الْجَنَّۃِ سَارَعَ اِلَی الْخَیْرَاتِ وَمَنْ خَافَ مِنَ النَّارِ لَھَا عَنِ الشَّھَوَاتِ وَمَنْ تَرَقَّبَ الْمَوْتَ تَرَکَ اللَّذَّاتِ وَمَنْ زَھِدَ فِی الدُّنْیَا ھَانَتْ عَلَیْہِ الْمُصِیْبَاتُ۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام سے مروی ہے کہ چار چیزین ایسی ہین کہ بدون مشقت نہین ملتین اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہے دوم تواضع سوم کثرت ذکر چہارم شئ کی قلت۔ اور انبیا کہ انبیا علیہم السلام خلق کو دنیا سے پھیرنے کے ہی لیے مبعوث ہوئے تھے کہ اوس سے پھیر کر متوجہ آخرت کردین اور اونھون نے جو خلق سے کلام کیے تو اکثر کلام متضمن دنیا کی برائی اور اوسکی محبت کی مذمت پر تھی اس جہت سے بغض دنیا کی سب احادیث کا بیان کرنا غیر ممکن ہے مگر جو کچھ بیان کیا گیا اوسیقدر کافی ہے۔ اور آثار بھی اسبابمین بہت ہین چنانچہ روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ ہمیشہ بندون کیطرف سے خدا تعالی کے غصے کو ٹالتا رہتا ہے جب تک کہ بندے وہ چیز نہ مانگین جو اونکی دنیا مین سے کم ہو گئی ہے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ جب تک دنیا کے معاملے کو دین کے معاملے پر ترجیح نہ دین اور اگر ایسا کرینگے اور پھر کہینگے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالی فرماویگا کہ تم جھوٹے ہو اس کلمے کے کہنے مین سچے نہین ہو۔ اور بعض صحابہ رض سے روایت ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ ہمنے سب اعمال کو کیا مگر امر آخرت کے باب مین دنیا کے زہد سے بڑھکر کوئی عمل نہ پایا اور بعضے صحابہ رض نے ایک تابعی سے فرمایا کہ تم عمل اور کوشش اصحاب رض کی نسبت زیادہ کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے بہتر تھے کسینے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ وہ تمھاری نسبت کم دنیا مین زہد بہت کرتے تھے اور حضرت عمر رض کا قول ہے کہ دنیا مین زہد کرنا دل اور بدن کی راحت ہے اور بلال ابن سعد رح فرماتے ہین کہ ہمارا گناہ یہی کافی ہے کہ خدا تعالی ہمکو دنیا مین زہد کرنے کو فرماتا ہے اور ہم اوسمین رغبت کرتے ہین اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رح سے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ کسی عالم زاہد کو دیکھون آپنے فرمایا

یہ مسئلہ کو نہی ۱۲ جو شخص چاہے کہ اللہ تعالی اوسکو علم بے سیکھے سکھلاوے اور ہدایت بے رہنما کی کے دیوے تو اوسکو چاہیے کہ دنیا مین زہد کرے اسکی اصل تحقیق ... ۱۲

جو شخص جنت کا مشتاق ہوتا ہے وہ خیرات کیطرف دوڑتا ہے اور جو دوزخ سے ڈرتا ہے وہ شہوات کو بھول جاتا ہے اور جو موت کا منتظر رہتا ہے [illegible]

[illegible]

کہ علم جنت پر تو لکھی ہوئی چیز ہے جو ملتی نہین - اور وہیب بن منبہ رحمہ فرماتے ہین
کہ جنت کے آٹھ دروازے ہین جب جنت والے اونکی طرف جاوینگے تو اونکے دربان
اونسے کہینگے کہ قسم ہے اپنے رب کی عزت کی ان دروازون مین زاہدون سے پہلے
کوئی نجاویگا جو جنت کے عاشق اور دنیا کے تارک تھے اور یوسف بن اسباط رحمہ نے
فرمایا کہ مین اللہ تعالی سے تین باتین چاہتا ہون اول یہ کہ جب مین مرون تو میرے پاس
ایک درم بھی نہو دوم یہ کہ مجھپر کسیکا قرض نہو سوم یہ کہ میری ہڈی پر گوشت نہو - کہتے ہین
کہ اللہ تعالی نے تینون باتین اونکو عطا فرمائین روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے فقہا
کے پاس کچھ انعام بھیجا اونھون نے اوسکو قبول کر لیا اور حضرت فضیل بن عیاض کے پاس
جو دس ہزار درم بھیجے اونھون نے قبول نکیا اونکے بیٹون نے اونسے عرض کیا کہ اور
فقہا نے تو قبول کر لیے اور آپ باوجود افلاس کے پھیرتے ہین حضرت فضیل رو پڑے
اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ میری مثال اور تمھاری ایسی ہے جیسے کچھ لوگون کے پاس
ایک بیل تھا اوس سے کھیتی کرتے تھے جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اوسکو ذبح کر ڈالا قبل اسکے کہ
اوسکے چمڑے سے نفع ہون ایسے ہی تم بھی میرا ذبح کرنا چاہتے ہو کہ مین بوڑھا ہوگیا
بیٹو تمکو بھوک سے مر رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے باپ کو ذبح کرو - اور حضرت عبید
بن عمیر رحمہ کہتے ہین کہ حضرت عیسی علیہ السلام اون پہنتے اور درختون کے پتے کھاتے نہ اونکو
کوئی لڑکا جو مرے نہ گھر جو خراب ہو نہ کل کیواسطے کچھ ذخیرہ رکھتے تھے جہان شام ہوتی وہان ہی
سو رہتے - اور ابو حازم رحمہ کی بی بی نے اونسے کہا کہ یہ موسم سرما سر پر آگیا ہمکو غلہ اور
کپڑے اور لکڑی کی ضرورت ہے کہ اوسکے بدون چارہ نہین اونھون نے فرمایا کہ ان
سب چیزون سے چارہ ہے چارہ اس سے نہین کہ مرینگے اور اوسکے بعد اوٹھائے جاوینگے
اور خداے تعالی کے سامنے کھڑے ہونگے پھر جنت ملیگی یا دوزخ - اور حضرت حسن رح
سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیون نہین دھوتے آپ نے فرمایا کہ امر اس سے بھی
جلدتر ہے یعنی موت بہت قریب ہے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ فرماتے ہین کہ ہمارے
دلون پر تین پردے ہین جبتک وہ دور نہین ہوتے جبتک بندے پر یقین کھلتا
نہین ہوتا ایک موجود چیز سے خوش ہونا دوسرا مفقود پر رنج کرنا سوم تعریف سے خوش
ہونا پس جب کوئی موجود چیز پر خوش ہوتا ہے تو وہ حریص ہے اور جب مفقود پر غم کرتا ہے تو

غصہ کرنے والا ہے اور غصہ والے کو عذاب ہوتا ہے اور جب تعریف سے خوش ہوتا ہو
تو عجب کرتا ہے اور عجب عمل کو باطل کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ
جس شخص کا دل زاہد ہے اوسکی دو رکعتین اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت
کرنے والون کی تمام عمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہین۔ اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ جو چیزین خدا تعالیٰ نے ہمسے پھیر دین اور ہمکو نہین دین اونمین اوسکا انعام ہمارے اوپر
زیادہ ہے بہ نسبت اون اشیا کے جو ہمکو دی ہین اور گویا اسمین اس حدیث شریف کی طرف
اشارہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَحْمِي عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الدُّنْيَا وَهُوَ يُحِبُّهُ كَمَا تَحْمُونَ مَرِيضَكُمُ
الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ تَخَافُونَ عَلَيْهِ پس اگر مریض اس بات کو سمجھے تو جانے کہ لوگون کا
سلوک کھانے کے نہ دینے مین جسکا انجام صحت ہے دینے کی نسبت کہ زیادہ ہے جسکا ثمرہ
مرض ہے اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا دار فانی ہے نہ باقی اور خانہ
ہے نہ خانہ راحت جو اوسکو پہچان لیتا ہے وہ اوسکی وسعت پر خوش نہین ہوتا نہ تنگی پر
رنج کرے۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ کسی عابد کا عمل خالص نہین ہوتا جب تک
چار چیزون سے فارغ نہو بھوک اور برہنگی اور فقر اور ذلت اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین
کہ مین نے ایسے لوگون کو دیکھا ہے اور ایسون کے ساتھ رہا ہون کہ دنیا کے کسی بات سے
خوش نہوتے تھے کوئی شَے اونپر آوے اور نہ کسی چیز پر رنج کرتے تھے جو چلی جاوے اور دنیا
اونکے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہے بعضے پچاس برس اور ساٹھ برس زندگی بسر کرتے تھے
اس طرح کہ نہ کبھی اوسکا کپڑا تہ ہوا نہ اونکے لیے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھ بچھایا اور نہ اپنے گھر مین
کبھی کھانے کو کہا یا جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے سجدے کرتے آنسو رخسارون پر
بہاتے اللہ تعالیٰ سے اپنی آزادی کے لیے سرگوشی کرتے رہتے جب نیکی کرتے تو اوسکے
شکر مین مشغول ہو جاتے اور اللہ سے اوسکے قبول کی درخواست کرتے اور جب بدی
کرتے تو رنج کرتے اور درخواست مغفرت کرتے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے مگر سمجھ اگر گناہون
سے نہین بچے اور نہ بدون مغفرت اور رحمت الٰہی کے ساحل نجات پر پہونچے

تیسرا بیان درجات زہد کے ذکر مین اسمین چار تقسیمین ہین ایک خود زہد کی
دوسری جس چیز کی رغبت سے زہد ہوتا ہے تیسری جس چیز سے زہد کرتے ہین
چوتھی احکام زہد کے پس تقسیم اول تو یہ ہے کہ زہد فی نفسہ بحسب تفاوت اپنی قوت کے

ح
اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو دنیا سے بچاتا ہے حالانکہ وہ اوس سے محبت رکھتا ہے جیسے تم اپنے بیمار کو کھانے سے بچاتے ہو کہ اوسپر ڈرتے ہو ۱۲ اسکی سند پہلے گذری ۱۲

تین درجے رکھتا ہے اول درجہ جو سب میں نیچے ہے یہ ہے کہ زہد دنیا میں کرے مگر دنیا کی
خواہش بھی رہے اور دل کو میل اور نفس کو التفات دنیا کیطرف ہو مگر زاہد بتکلف اور مجاہدہ
سے اوسکو روکتا ہے ایسے شخص کو متزہد کہتے ہیں اور یہ آغاز زہد کا ہوتا ہے ایسے شخص کے
حق میں جو درجہ زہد پر پہونچے اپنی کوشش اور عمل سے پہونچے ایسا شخص اول اپنے نفس کو
گلاتا ہے پھر تھیلی کو اور زاہد اول تھیلی کو گلاتا ہے پھر نفس کو طاعات میں پگلاتا ہے نہ یہ کہ
جو چیز جدا ہوگئی اوسکے فراق کے صبر میں نفس کو گلاوے اور متزہد خطرے میں ہے کیونکہ
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا نفس غالب ہو جاتا ہے اور شہوت اوسکو کھینچتی ہے تو دنیا کیطرف
اور اوس سے آرام لینے کیطرف عود کرتا ہے خواہ تھوڑی چیز میں ہو یا بہت میں دوسرا درجہ
یہ ہے کہ دنیا کو اپنی رغبت سے چھوڑ دیتا ہے بایں وجہ کہ جس چیز کی طمع کی ہے اوسکی نسبت
دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی ایک درہم کو دو درہم کی طمع میں جانے دے کہ اوسکو اوس درہم کے
جانے کا رنج نہیں ہوتا گو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑتا ہے لیکن یہ زاہد اپنے زہد کو سمجھتا ہے اور
اوسکی طرف التفات کرتا ہے جیسے بیچنے والا اپنی چیز کو دیکھا جانتا ہے کہ میں نے ایسی چیز دیکر
عوض لیا اسی لحاظ سے اسطرح کا زاہد اپنے نفس پر ہو سکتا ہے کہ عجب کرے یا زہد پر عجب
کرے اور جانے کہ ہمنے ایک ایسی چیز چھوڑی جسکی کچھ قدر تھی اور اوسکے عوض اوس سے
زیادہ قدر کی چیز اختیار کی بہرحال یہ درجہ بھی نقصان کا ہے تیسرا درجہ جو سب سے بڑھکر ہے
یہ ہے کہ زہد اپنی خوشی سے کرے اور زہد میں بھی زہد کرے یعنی اوسکو کچھ نہ سمجھے اس لحاظ
سے کہ دنیا کو محض ناچیز جانے جیسے کوئی ٹھیکری دے اور موتی لے سکے تو اسکو معاوضہ
نہ سمجھیگا اور یہ نہ سمجھیگا کہ میں نے یہ موتی کچھ دیکر لیا ہے اور نہ اوس ٹھیکری کا کبھی خیال کریگا
اور دنیا کو اگر بلحاظ خداے تعالی اور عیش آخرت کے دیکھو تو جیسے ٹھیکری موتی کی نسبت ادنی اور
خسیس ہے وہ اوس سے بھی زیادہ خسیس ہے پس زہد کا کمال اس درجہ میں ہے اور سبب اس
زہد کا کمال معرفت ہے اور اسطرح کا زاہد خطرے سے بیخوف ہوتا ہے یعنی اسکو خوف دنیا کیطرف
التفات کا نہیں جیسے موتی لینے والے کو خیال ٹھیکری کا نہیں آتا اور یہ دل نہیں چاہتا
کہ اس معاملہ کو فسخ کرکے اپنی چیز واپس لے لون حضرت ابو یزید رح نے ابو موسی عبدالرحیم
سے پوچھا کہ تم کیا ذکر کرتے تھے اونھوں نے کہا کہ زہد کا پوچھا کہ کس چیز سے کہا دنیا سے
اونھوں نے اپنا ہاتھ جھاڑا اور کہا کہ میں جانتا تھا کہ کسی چیز کی گفتگو ہوتی ہوگی دنیا تو

ناچیز ہے زہد اوسمین کیا ہوگا۔ اور جو شخص کہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے اوسکی مثال
اہل معرفت اور ارباب قلوب کے نزدیک جنکو مشاہدہ اور مکاشفہ ہر وقت رہتا ہے
ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہی دربار مین جانا چاہے اور دروازے پر ایک کتا کھڑا ہو کہ وہ
اوسکو جانے نہ دے اور یہ اوسکے سامنے ایک روٹی کا ٹکڑا پھینکدے وہ کتا اوسکے شغل مین
لگے اور یہ دروازے مین گھس جاوے اور بادشاہی تقرب حاصل کرکے تمام سلطنت کا کاروبار
اوسکے سپرد ہو جاوے تو بھلا ایسا شخص اس نعمت و انعام بادشاہی کے عوض اپنا کچھ احسان
بادشاہ پر جانیگا اور کہیگا کہ ہمنے بھی دروازے کے کتے کو ایک لقمہ دیدیا ہے اسیطرح شیطان
خداے تعالی کے دروازے پر کتا ہے کہ لوگون کو اندر نہین جانے دیتا باوجودیکہ دروازہ
کھلا ہوا ہے اور پردہ اوٹھا ہوا اور دنیا ایک لقمہ کیطرح ہے کہ اگر اوسکو کھاوے تو لذت صرف
چابنے کے وقت ہوتی ہے اور نگلتے ہی جاتی رہتی ہے پھر اوسکا بوجھ معدے مین رہتا ہے
اور نوبت بدبو اور نجاست ہو جانے کی پہونچتی ہے پھر حاجت اوس بوجھ کے نکالنے کی
پڑتی ہے پس جو شخص ایسی چیز کو اسلیے چھوڑے کہ سلطنت ملے اوسکو اس دنیا کا کیا خیال
ہوگا اور ساری دنیا کی نسبت یعنی جو کچھ ایک شخص کو ملتی ہے گو اوسکی حیات سو برس کی ہو
آخرت کی نعمت کیطرف اوس سے بھی کم ہے جو لقمہ کو ہے سلطنت کیطرف اسلیے کہ متناہی
چیز کو بے نہایت چیز کیطرف کچھ نسبت نہین اور دنیا اگر بالفرض ہزار برس بیست ہو اور
بے خلل و غش ملے جب بھی متناہی رہیگی اور عیش جاودانی آخرت سے اوسکو کچھ نسبت
نہوگی اور جبکہ مدت عمر بھی کم اور لذت بھی خالی از کدورت نہین تو پھر بھلا اوسکو آخرت سے
کیا نسبت حاصل ہو کہ زاہد اپنے زہد کو جبھی دیکھتا ہے جب جس چیز مین زہد کیا ہے اوسکی قدر
التفات کرے اور اوسکی طرف جب التفات کریگا جب اوسکو کوئی چیز قابل قدر و قیمت
جانیگا اور اوسکا قدر و قیمت کے قابل جاننا نقصان معرفت سے ہوا کرتا ہے اسلیے
سبب زہد کے نقصان کا معرفت کا نقصان ٹھہرا یہ ہین درجات زہد کے اور انمین سے پھر
ہر ایک درجے کے بہت سے درجات ہین مثلاً متزہد آدمی جو صبر دنیا پر کرتا ہے تو بعضو مین صبر
مشقت زیادہ ہوتی ہے اور بعض مین کم تو اسی مشقت کی کمی بیشی پر اوس درجے مین بھی
اختلاف و تفاوت ہوگا اسیطرح جو شخص اپنے زہد سے عجب کرتا ہے جسقدر اوسکو التفات
اپنے زہد کیطرف ہوگا اوسیکے موجب اوسکے درجے مین اختلاف ہوگا۔ دوسری تقسیم زہد کی

باعتبار اوس چیز کے جسکی رغبت سے زہد کرتے ہیں پس اسکے بھی تین درجے ہیں سب سے نیچے کا درجہ یہ ہے کہ مرغوب فیہ آگ دوزخ اور تمام تکلیفات مثل عذاب قبر اور مناقشہ حساب اور پل صراط کے خطرے اور سب اہوال سے نجات پانا ہے جن اہوال کا ذکر احادیث میں ہے مثلاً [illegible] حدیث ہے کہ آدمی حساب میں کھڑا کیا جاویگا ایسی طرح کہ اگر سو اونٹ پیاسے آویں اوسکے پسینے سے پانی پیویں تو سب کا پیٹ بھر جاوے تو ایسے اہوال سے نجات پانے کی رغبت زہد ہے اور یہ زہد خوف کرنے والوں کا ہوتا ہے اور وہ لوگ گویا نیست ہونے پر راضی ہو جاویں اگر نیست کر دیے جاویں کیونکہ الم سے چھٹنا بغیر نیستی کے حاصل ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ زہد سے رغبت ثواب الٰہی کی اور انعام اور لذتوں کی جنکا وعدہ جنت میں ہے مثل حور اور قصور وغیرہ کے ہو یہ زہد امید والوں کا ہوتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے جو دنیا کو چھوڑا تو ایسے نہیں کہ صرف قناعت کرکے نیستی میں رنج سے چھوٹنا چاہیں بلکہ طمع وجود دائمی اور دولت سرمدی کی کی جسکی کچھ انتہا نہیں تیسرا درجہ سب میں اعلیٰ یہ ہے کہ رغبت سوا اللہ اور دیدار اوسکے اور کسی چیز کی نہ ہو اور لذات کیطرف متوجہ ہو کر آدمی نجات چاہے نہ حور و قصور کا طالب ہو بلکہ ہمت تمام حق تعالیٰ ہی کی طرف ہو [illegible]

ہمہ او جستم الا از تو [illegible]

کسیکہ ہمیں ہے اوسکے دل میں مزہ تیری گلی کا	سے خواہش دیدار کی تو اوسکے دل میں [illegible]

سے جو حقیقی معنی میں صدیق ہے کیونکہ ایسی بات طلب کرنے والا [illegible] پیش کرتا ہے اور ہر ایک طالب معشوق ہے اور ہر ایک طالب اپنے مطلب کے لحاظ سے اوسکا بندہ ہے جو اللہ کے سوا کسی کو طلب کرتا ہے اس قسم کا زہد محبین کا ہے اور یہی لوگ عارف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے خاص وہی محبت کرتا ہے جو اوسکو پہچانتا ہے اور جو شخص کہ دینار اور درہم کو جانتا ہو اور اوسکو معلوم ہو کہ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے تو دینار کی محبت کریگا اسیطرح جو شخص خدا تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور لذت دیدار کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی اوسکو معلوم ہے کہ لذت دیدار الٰہی اور لذت آسائش جنت اور حور و قصور اور دیکھنا وہاں کے رنگ و نقش و نگار کا ایک ساتھ ممکن نہیں تو وہ صرف لذت دیدار ہی چاہیگا غیر کو ترجیح نہ دیگا

دولت دیدار تیری گر نصیب ہو	کیا کرے گا جنت و فردوس کو

اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اہل جنت کو دیدار الٰہی کے دیکھنے کے وقت لذت حور و قصور

اور جتنا آسایش جنت کی گنجائش دل میں باقی رہیگی بالکل لذات دیدار کو لذات جنت کی طرف ایسی
نسبت ہوگی جیسی لذت سلطنت دنیا اور تمام روئے زمین کے مالک ہونے کو بہ لذت چڑیا پکڑ کر
اوس سے کھیلنے میں ہوگی جو صورت ہونے کی طرف ہے جو لوگ طالب آسایش جنت ہیں وہ اہل معرفت
اور صاحب دلوں کے نزدیک ایسے ہیں جیسے کوئی لڑکا لذت سلطنت چھوڑ کر چڑیا سے
کھیلنے کا طالب ہو اور یہ امر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ لذت سلطنت سے ناواقف ہوتا ہے
نہ اس وجہ سے کہ چڑیا سے کھیلنا فی نفسہ سلطنت سے بڑھکر اور لذیذ تر ہے تیسری تقسیم زہد کی
باعتبار اوس چیز کے جس سے زہد کرتے ہیں اس باب میں اقوال بہت ہیں اور غالب گمان ہے کہ
سو سے زیادہ ہونگے سب کی نقل سے کچھ فائدہ نہیں مگر ایک تقریر ایسی لکھتے ہیں جو جامع
تفصیلوں کی ہو جس سے معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ اس باب میں منقول ہے سب خالی قصور سے
نہیں کل کا احاطہ کسی میں نہیں پس ہم کہتے ہیں کہ وہ چیز جس سے زہد ہو وہ یا مجمل ہو یا مفصل
اور مفصل کے لیے بھی چند مراتب ہیں کہ بعض میں تفصیل افراد کی زیادہ ہے اور بعض میں
مجمل کی جمعیت بہت ہے اب اجمال درجہ اول میں تو یہ ہے کہ ہر ایک چیز ماسوی اللہ سے
زہد کرنا چاہیے یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی زہد کرے اور دوسرے درجے کا اجمال یہ ہے
کہ جس صفت سے نفس کو نفع ہوا اوسمیں زہد کرے اسمیں سب مقتضائے طبیعت کے
مثل شہوت اور غضب اور کبر اور ریاست اور مال اور جاہ وغیرہ آگئے اور تیسرے درجے کا
اجمال یہ ہے کہ مال اور جاہ اور اونکے لوازم میں زہد کرے کیونکہ تمام حظوظ نفسانی کا مآل
انہیں کی طرف رہتا ہے اور چوتھے درجے کا اجمال یہ ہے کہ علم اور قدرت اور دینار و درہم
میں زہد کرے کیونکہ مالوں کے اقسام گو کتنے ہی ہوں سب دینار و درہم میں آجاتے ہیں
اور جاہ کے کتنے ہی اسباب ہوں وہ علم و قدرت میں شامل ہے اور علم و قدرت سے
ہماری مراد اوس علم و قدرت سے ہے جس سے غرض دلوں کا مالک ہونا ہے اسلیے کہ معنی
جاہ کے دلوں کا مالک ہونا ہے اور اون پر قابو پانا جیسے مال کے معنی چیزوں کا مالک ہونا
اور اون پر قدرت پانا ہے پس اگر اس تفصیل کو بڑھاتے جاؤ اور اس سے زیادہ شرح و بسط
کرتے جاؤ تو کیا عجب ہے کہ یہ چیزیں جنسے زہد ہوتا ہے شمار سے زائد ہو جاویں۔ خداوند
کریم نے ایک آیت میں اونمیں سے سات بیان کیے ہیں اور فرمایا زُیِّنَ لِلنَّاسِ
حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا پھر دوسری آیت میں انکو پانچ کر دیا
اور فرمایا اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ
فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ پھر ایک جگہ دو ہی کر دی ہیں اور فرمایا اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
لَعِبٌ وَّلَهْوٌ پھر سب کو ایک ہی کر کے ارشاد فرمایا وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى
لفظ ہوے ایسا ہے کہ تمام حظوظ نفسانی دنیاوی کو شامل ہے تو چاہیے کہ زہد اوسی میں ہو
اور جب تمکو حال مجمل کرنے اور مفصل کرنے کا معلوم ہوا تو جان لیا ہوگا کہ ان میں سے بعض
مخالف بعض کے نہیں بلکہ فرق صرف ایک دفعہ شرح کرنے کا اور دوسری بار اجمال کا ہے
حاصل یہ کہ زہد یہ ہے کہ تمام حظوظ نفسانی سے دل اوٹھا لیا جاوے اور جب حظوظ سے دل برداشتگی
ہوگی تو دنیا سے بھی ہوگی اور بالضرور امل بھی کوتاہ ہوگی کیونکہ زندگی اسلیے مطلوب ہوتی ہے
کہ دنیا سے تمتع ہو اور بقا کا چاہنا اسی تمتع کے واسطے ہے مثلاً کوئی شخص جو ایک چیز کا ارادہ
کرتا ہے اوسکا دوام چاہتا ہے اور زندگی کی محبت سے یہی معنی ہیں کہ جو چیز موجود یا ممکن
اس زندگی میں ہے اوسکی محبت ہمیشہ کیجیے پس جب اوسی سے دل برداشتہ ہوگا تو زندگی کو
نہیں چاہیگا اوسی بنا پر جب لوگون پر جہاد فرض ہوا تو کہا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ
لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ پس اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ
یعنی تم جو باقی رہنا چاہتے ہو سو دنیا کے فائدے لینے کے لیے ہے اور وہ ایک بہت
تھوڑی چیز ہے اسکے بعد حال اہل دین اور منافقون کا کھل گیا تھا جو اللہ کی محبت رکھتے تھے
وہ تو اللہ کی راہ میں ایسے لڑے کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے اور منتظر دو عمدہ باتون میں
ایک کے ہوے اور جب جہاد کیواسطے پکار ہوتی تھی تو اونکے مشام جان جنت کی خوشبو سے
معطر ہو جاتی تھی اور جہاد کیواسطے جیسا پیاسا پانی پر گرتا ہے دوڑتے تھے تا کہ دین خدا کی مدد
کریں اور درجہ شہادت پائیں اور اگر کوئی اونمیں سے اپنی موت مرتا تھا تو اس درجہ کے نکلنے کی
حسرت کرتا تھا یہانتک کہ حضرت خالد بن ولید رض جب اپنے مرض موت میں بستر پر حالت نزع میں
ہوے تو فرماتے تھے کہ میں نے بتوقع شہادت اپنی جان بہت لڑائی اور صفون میں کفار کی
گھس گیا مگر وہ درجہ نملا اور آج بڑھیون کی سی موت مرتا ہون جب آپکا انتقال ہوا تو آٹھ سو
زخمون کے داغ بدن پر تھے ایمان والے لوگون کا یہ حال تھا۔ اور منافقین کا یہ حال تھا
کہ موت کے خوف سے جماعت میں سے بھاگ گئے اونسے کہا گیا اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ

قولہ: کہ دنیا کی زندگی یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتایت ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی ۱۲

قولہ: دنیا کی زندگی تو کھیل تماشا ہے ۱۲

قولہ: اور روکا جی کو خواہش سے سو بہشت ہی ہے اوسکا ٹھکانا ۱۲

قولہ: اور رب ہمارے کیون فرض کی تم پر لڑائی کیون نہ ڈھیل دی ہم کو تھوڑی سی عمر ۱۲

قولہ: کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے ۱۲

قولہ: موت جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ملنی ہے ۱۲

فَاِنْ قُلُوا فَتَکُوْن لیکن جن لوگوں نے جو زندہ ہے کو شہادت پر ترجیح دی تو ادنی چیز اعلی کے بدلے لینی چاہی تو
اونکا یہ حال ہوا کہ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْہُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُہُمْ
وَمَا کَانُوْا مُہْتَدِیْنَ اور مخلصین نے اپنی جان و مال بیچ چکے ہیں اس وعدہ پر کہ اونکو جنت
ملے جب یہ دیکھا کہ یہ بدل بہتر ہے تو جو عوض ہاتھ آیا وہ ادنی ملی تو اوس وقت اپنے معاملہ
پر راضی ہوئے جب یہ معلوم ہو گیا کہ زہد کا حال یہ ہے اور ہم معلوم ہو چکا کہ جس چیز سے زہد چاہیے اوسکی تفصیل یہ ہے تو
بیان ہوگے کہ ہر ایک لوگوں نے اس باب میں [illegible] لکھا ہے اونکے اقوال بعض شیوخ
بعض اقسام زہد کی ہیں کہ ہر شخص نے تعریف زہد کی وہ بیان کی جو اوسکے حال
کے مناسب تھی یا جو بات اپنے نفس پر غالب پائی اوسکی بیان فرمایا ہے مثلاً حضرت
بشر حافی فرماتے ہیں کہ دنیا میں زہد کرنا یہ ہے کہ لوگوں میں نہ رہے اس قول میں صرف جاہ کے
زہد کا اشارہ پایا جاتا ہے اور ابو القاسم جوہری فرماتے ہیں کہ زہد دنیا میں یہ ہے کہ [illegible]
آدمی اپنے پیٹ پر قابو رکھتا ہو گا اوسی قدر زہد میں ہو گا اسمیں اشارہ آگیا کہ جمیع اقسام کی خواہش
اور واقع میں یہ خواہش اور شہوات سے بڑھکر ہے اور اکثر شہوات کا منشا یہی ہوتی ہے
اور حضرت فضیل یہ فرماتے ہیں کہ زہد دنیا سے مراد قناعت ہے اس قول میں اشارہ صرف
مال کے زہد کا ہے اور حضرت سفیان ثوری یہ فرماتے ہیں کہ زہد امل کے کوتاہ کرنے کا نام ہے
یہ قول جامع تمام شہوات کا ہے کیونکہ جو شخص کسی شہوت کیطرف میل کرتا ہے اپنے جی میں اوسکا
باقی رہنا تجویز کر لیتا ہے اسلیے اوسکے امل میں طول ہوتا ہے اور جسکے امل کوتاہ ہوتی ہے
وہ گویا تمام شہوات سے دل اوٹھا لیتا ہے۔ اور حضرت اویس یہ فرماتے ہیں کہ جب زاہد
طلب معاش کے لیے نکلے تو اوسکا زہد جاتا رہتا ہے اس سے اونکا مقصود تعریف زہد کی
نہیں بلکہ توکل کو زہد میں شرط کیا ہے اور یہ بھی اونہیں کا قول ہے کہ زہد اسکا نام ہے کہ
رزق مضمون کی طلب کرے۔ اور ارباب حدیث کا قول ہے کہ دنیا کیا ہے کہ رائے سے اور
عقل سے عمل کرنا اور زہد اسکا نام ہے کہ علم کا اتباع کرے اور سنت کی اقتدا لازم کرلے
اس قول میں اگر رای سے رای فاسد و عقل سے وہ عقل مراد ہو جس سے دنیا میں جاہ طلب کیا جاتا ہے
تو واقع میں یہ قول ٹھیک ہے لیکن اسمیں اشارہ یا تو صرف بعض اسباب جاہ کیطرف ہے یا
ایسے شہوات کیطرف جو فضول ہیں مثلاً بعض علوم اسطرح کے ہیں کہ اونسے کچھ فائدہ
نہیں اور لوگوں نے اونکو اتنا طول دیا ہے کہ اگر آدمی تمام عمر ایک ہی علم میں مصروف رہے

تو پھر اسکی بابت تو زاہد کے لیے ضرور ہوا کہ فضول امر سے اول زہد کرے اور حضرت حسن رح
فرماتے ہیں کہ زاہد وہ ہے کہ جب کسی کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے انکا مذہب یہ ہے کہ زہد
تواضع کا نام ہے اور یہ اشارہ ہے جاہ و عجب کے نہونے کا جو بعض اقسام زہد سے ہے اور
بعضوں کا قول ہے کہ زہد طلب حلال کو کہتے ہیں اور اس قول کو حضرت اویس وغیرہم کے قول
سے کچھ نسبت نہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ زہد طلب کو ترک کر دینے کا نام ہے اور اسمیں شک نہیں
کہ انکی مراد طلب حلال ہی کو ترک کرنے سے تھی - اور یوسف بن اسباط رح فرماتے کہ جو شخص
ایذا پر صبر کرے اور شہوات کو چھوڑ دے اور روٹی وجہ حلال سے کہاوے اوسکو اصل زہد
حاصل ہے علیٰ ہذا زہد کے باب میں بہت سے اقوال ہیں کہ انکے نقل سے کچھ فائدہ
نہیں کیونکہ جب شخص زہد کے حقائق اور ان کے قول سے معلوم کرنے چاہے تو قولوں میں
اختلاف پاکر حیران رہجاویگا لیکن جسکو امر حق ظاہر ہو جاویگا اور اوسکا ادراک اپنے دل کے
مشاہدہ سے کریگا تو سمجھیگا کہ سب کی بات کے جو شبہ ہونگے اسلیے کہ حق بات پر اعتماد کریگا
اور جس شخص نے کہ اپنے فقرہ میں سے کچھ ناپسند کی اوسپر اطلاع پائیگا اور جسنے کمال
معرفت سے کچھ نہیں سمجھی حاجت دیکھا اوسقدر بیان پر اکتفا کیا اوسپر بھی حکم
پہچان لیگا - اور ان بزرگوں میں جو اختصار پر کفایت کی تو اسوجہ سے نہیں کہ انکی بصیرت کچھ
کم تھی بلکہ اس سبب سے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے حاجت ہی کے وقت فرمایا ہے تو حسب
حاجت وقتی کے اوسقدر بیان کیا اور چونکہ حاجات مختلف ہوتی ہیں اسی جہت سے کلمات
جوابات بھی مختلف ہوے - اور بعض اوقات سبب کفایت کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ محض اون
کلمات سے خبر دینا اوس حال کا ہوتا ہے جو بندے میں اوس وقت ہوتا ہے اور وہ حال بھی جو
بندے کا ایک مقام ہے اور اسکا اکثر ایک بندے کے لیے ایک نیا حال ہوتا ہے
تو جن کلمات سے اوسکی خبر دیجاویگی وہ بھی بالضرور مختلف ہونگے لیکن امر حق واحد ہی ایک ہی
ہوگا اور اوسکا مختلف ہونا ممکن نہیں ہے - اور سب اقوال میں سے زہد کے باب میں جو جامع اور
بحقیقت کامل ہے گو اوسمیں تفصیل نہیں قول ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ کا ہے کہ وہ فرماتے ہیں
کہ زہد کے باب میں ہم نے بہت تقریریں سنی ہیں اور ہمارے نزدیک زہد یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی
مانع ہو اوسکو ترک کرے اور ایک قول میں تفصیل بھی بیان کی اور کہا کہ جو شخص نکاح کرے
یا طلب معیشت کے لیے سفر کرے یا حدیث لکھے تو وہ دنیا کا مائل ہوا تو ان سب چیزوں کو

زہد کے خلاف کردیا۔ اور ایکبار اونھون نے یہ آیت پڑھی اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ
اور فرمایا کہ قلب سلیم سے وہ دل مراد ہے کہ جسمین خدا کے سوا کچھ نہو اور فرمایا کہ لوگون نے جو
دنیا مین زہد کیا تو اسلیے کہ اونکے دل دنیا کے تردد سے چھوٹکر آخرت کے لیے فارغ
ہوجاوین۔ اب زہد کی چوتھی قسم کو سننا چاہیے کہ احکام کے لحاظ سے زہد کی تین قسمین ہین
فرض اور نفل اور سلامت اور یہی قول حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ کا ہے زہد فرض تو حرام مین زہد
کرنا ہے اور نفل حلال مین اور سلامت شبہات مین اور ہم نے تفصیل درجات ورع کے باب
حلال و حرام مین لکھی ہے اور وہ زہد ہی سے ہے کیونکہ حضرت مالک بن انس سے پوچھا گیا کہ
زہد کیا چیز ہے فرمایا کہ تقوی ہے۔ اور اگر زہد کچھ بلا ضرورت امور سے چھوڑنے کا ہو تو وہ
کچھ انتہا نہین کیونکہ نفس ہر وقت بری چیزون سے شغل خیالات اور تمام حالات کے ... باہی ...
دنیا ... کے سوا ... سے ... اور کوئی ... مین ہو ... سے اونکی کچھ انتہا نہین
تو ادنی مین زہد کرنے کی کچھ انتہا نہین بلکہ امور ظاہری مین بھی درجات زہد کے ختم نہین ہوتے
نہایت اعلی درجہ انبیا علیہم السلام کا ہے چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام کو خیال تھا کہ لیٹے وقت پتھر
سر کے تلے رکھ لیا شیطان نے آپسے کہا کہ آپنے تو دنیا کو ترک کیا تھا اب یہ کیا ہوا آپ نے فرمایا
کہ تو نے کونسی چیز دنیا کی دیکھی اوسنے کہا کہ سر تلے پتھر رکھا کہ سر اونچا ہے اور آسائش ہے
آپنے پتھر سر تلے سے پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ بھی اور دنیا کو دونون کو لیجا۔ اور حضرت یحیی
علیہ السلام کے حال مین ہے کہ آپ ٹاٹ پہنتے تھے یہانتک کہ آپ کی کھال مین اوسکے نشان ہوگئے
اور آپکی والدہ نے کہا کہ اونی کرتہ پہنا کرو آپنے ... پہنا تو وحی آئی کہ یحیی تو نے دنیا اختیار کی آپ نے رویا اور
پھر وہی ٹاٹ پہنا۔ اور حضرت امام احمد رحمہ فرماتے ہین کہ حضرت
اویس قرنی کا حال یہ تھا کہ زہد ... سے یہ نوبت پہونچی تھی کہ ایک چٹائی کی تھیلی مین بیٹھے رہتے تھے
اور حضرت عیسی علیہ السلام ایک دیوار کے سایہ مین بیٹھ گئے دیوار والے نے اوٹھا دیا
آپنے فرمایا کہ تو نے مجھکو نہین اوٹھایا بلکہ اوسنے اوٹھایا جسکو میرے لیے سایہ مین آسائش
لینا منظور نہوا۔ غرضکہ درجات زہد کے ظاہر اور باطن کے اعتبار سے بیشمار ہین اقل درجہ یہ ہے
کہ ہر شبہہ اور ممنوع چیز مین زہد کرے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ زہد اسیکا نام ہے کہ حلال
مین ہو نہ شبہہ اور ممنوع مین اور شبہہ اور ممنوع چیزین زہد کرنا تو زہد کی درجات مین سے کسی مین نہین

اگر چہ کوئی ایسا آدمی ... لیکن دل چونکہ ...

۱۹

پھر دیکھا کہ اس زمانے مین حلال باقی نہین رہا اسواسطے اونکے نزدیک یہ غیر ممکن ہے۔
اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب یہ ٹھہرا کہ زہد خدای تعالی کے ماسوا کا ترک کرنا ہے تو کھانے
اور پینے اور لباس اور لوگون کے ملنے اور گفتگو کرنے سے زہد کیسے ہوسکیگا کیونکہ ان امور
مین مشغول ہونا تو ماسوا اللہ مین مشغول ہونا ہے پس اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا سے پھر کر خدا کی طرف
کرنا ہے تمام توجہ سے مشغول ہونے کے یہ معنی ہین کہ خدای تعالی کی طرف تمام دل و ہمت
ذکر اور فکر کی رو سے متوجہ ہو اور یہ بات بدون بقا کے ممکن نہین اور زندگی بدون [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
مثلا اگر کوئی شخص [illegible]
اور بدن خدای تعالی کے [illegible]
سواری کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اسکا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ وقت کھانا کھانے مین قبل لذت ہوا تو [illegible]
ہوگی تو [illegible] مضر نہین [illegible] مقصود و لذت حاصل کرنا ہو مثلا اگر کوئی شخص [illegible]
تو پہلے اوسکو لذت معلوم ہوتی ہے مگر مقصود اوسکا یہی ہے کہ تکلیف پیاس کی دفع ہو جاوے
اور اگر کوئی پاخانہ پھرتا ہے تو اوسکو بھی راحت ہوا کرتی ہے مگر اسکو آدمی مقصود اور
مطلوب نہین سمجھتا اسلیے دلکو اوسکی طرف کچھ توجہ نہین ہوتی ایسے ہی جو رات کو آدمی تہجد کو
اوٹھتا ہے اور اوس وقت کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اچھی معلوم ہوتی ہے یا صبح کو جانورون کی
بولیان خوش معلوم ہوتی ہین لیکن اگر مقصود بالذات نہون تو اونسے کچھ ضرر نہین مگر مقصود
بالذات سے بچ ہوجاتے ہین کہ کوئی جگہ ایسی ہی تلاش کرے جہان کی ہوا اچھی اچھی ہو اور
جانورون کی آواز بھی ہوتی ہو وغیرہ پس اگر بدون اپنے قصد کے ایسی جگہ ہاتھ آگئی تو

کچھ چیز نہیں اور خوف کرنے والون مین بعضے لوگ ایسے بھی تھے جنہون نے ایسی جگہ تلاش کی جہان صبح کی ہوا نہ لگے اس خوف سے کہیں اوس سے رحمت پاکر دل کو انس ہو جاوے کہ اوس سے انس ہونا دنیا کے ساتھ انس ہونا ہے اور جسقدر غیر خدا سے انس ہوتا ہے اوسیقدر خدا کے ساتھ انس ہونے مین خلل پڑتا ہے اور اوسی وجہ سے حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ اپنا پانی گھلے گھڑے مین رکھتے اور دھوپ مین سے علیحدہ نہ کرتے اور گرم پانی پیتے اور فرماتے کہ جو کوئی ٹھنڈا پانی پیوے اوسپر دنیا کا چھوڑنا مشکل پڑتا ہے تو اسطرح کے خوف احتیاط کرنیوالون کے ہین اور ان سب مین احتیاط کرنی ہوشیاری کی بات ہے کیونکہ اگرچہ اسمین مشقت پڑتی ہے مگر تھوڑے دنون اس مین رہنا ہمیشہ کی لذت کیواسطے اہل معرفت پر کچھ گران نہین جو اپنے نفس کو شرعی سیاست سے دبائے رکھتے ہین اور جنکو یقین ہے کہ یہ سب چیزین

اور دنیا و دین مین ایک دوسرے کی ضد ہونیکو خوب پہچانتے ہین

چوتھا بیان ضروریات زندگی مین زہد کرنے کی تفصیل مین

جاننا چاہیے کہ آدمی جن چیزون مین ڈوبے ہوئے ہین وہ دو قسم ہین یا تو ضروری یا فضول فضول تو ایسی اشیاء جیسے پلے ہوئے گھوڑے کہ اکثر آدمی انکو آرام سواری کی غرض سے رکھتے ہین حالانکہ پیادہ بھی چل سکتے ہین اور ضروری چیزین ایسی ہین جیسے کھانا اور پینا اور چونکہ تمام فضول کی تفصیل نہیں کرسکتے اسلیے کہ وہ بیحد و شمار ہین اور ضروری چیزین البتہ شمار ہو سکتی ہین اور انمین باعتبار مقدار اور جنس اور اوقات کے فضول کو دخل بھی ہے لہذا انکو بیان مین نہ ہونے کی صورت کا لکھنا ضروری ہے اور ضروری چیزین چھ ہین غذا اور لباس اور مکان اور اسباب خانہ داری اور نکاح اور مال اور غرض کے حصول کے لیے یعنی ان چیزون مین کسیکے ملنے کے لیے جاہ کا ہونا بھی ضروری ہے اور جاہ کے معنی اور اوس سے لوگون کی محبت کی وجہ اور اوس سے بچنے کی کیفیت ہمنے جلد ثالث کے باب لمبا مین لکھی ہے اور اب ہم صرف ان چھ ضروری چیزون کے بیان پر اکتفا کرتے ہین ضرورت اول غذا اسمین آدمی کے لیے اوسیقدر ضروری ہے جو اوسکو توانا رکھے مگر اوسمین زہد کی تکمیل کے لیے اوسکا کچھ طول اور عرض کم کرنا چاہیے طول باعتبار تمام عمر کے ہے اسلیے کہ جو شخص ایک دن کا کھانا رکھتا ہے کبھی اوسپر قانع نہین ہوتا اور عرض اوسکی مقدار اور جنس اور وقت کا ہے جو اوسکے لیے ہوا کرتا ہے پس طول کو اسطرح گھٹانا چاہیے کہ امل کو کوتاہ کرے

اور اکثر درجہ زہد کا اسباب میں یہ ہے کہ جب شدت کی بھوک اور مرض کا خوف ہو اوسوقت بھوک کے دفع کے مقدار پر کفایت کرے اور جسکا یہ حال ہو وہ جب کچھ پاویگا دن کے کھانے میں سے رات کے لیے نہیں رکھیگا یہ درجہ صدیقین کا اونچا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک مہینہ یا چالیس روز کے لیے ذخیرہ کرے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایک برس کے لیے ذخیرہ کرے اور یہ حال ضعیفوں اور دین کا ہے اور جو برس دن سے زیادہ کیواسطے ذخیرہ کرے تو اوسکو زاہد کہنا محال ہے اسلیے کہ جو شخص برس دن سے زیادہ جینے کی توقع کرے وہ بیشک طویل الامل اور اوس سے زہد نہیں ہوا ہوگا الا ایسی صورت میں کہ کوئی پیشہ نہیں رکھتا اور لوگوں کے مال لینے کو دل نہیں چاہتا ہے تو برس روز سے زیادہ کا بھی مضائقہ نہیں جیسے حضرت داؤد طائی کو بیس دینار ترکہ میں ملے تو آپنے اونکو رکھ چھوڑا اور بیس برس میں اونکو اوٹھایا یہ امر اوسکا اصل زہد کے خلاف نہیں لیکن اون لوگوں کے نزدیک جو زاہد ہیں اور توکل کو شرط کہتے ہیں البتہ خلاف ہے اور عرض کی کمی مقدار کی رو سے یہ ہے کہ ایک دن رات میں کم سے کم ربع پاو سیر ہے اور متوسط درجہ آدہ سیر اور اعلی درجہ وہ مقدار ہے کہ شارع نے کفارہ کی مساکین کے لیے مقرر کی ہے اور جو اس سے زیادہ کھاوے تو بسیار خواری اور پیٹ کو دھندہ میں لگانے میں داخل ہے اور جو شخص ایک مد پر بس نکرے تو شکم کے باب میں اوسکو زہد نہ ہوگا اور جنس کی رو سے کمی یہ ہے کہ جو غذا ہوسکے خواہ بھوسی ہی کی روٹی ہو اور اوسط درجہ جو اور چنے کی روٹی ہو اور اعلی درجہ بدون چھنے آٹے کی روٹی اور اگر چھنے ہوئے آٹے کا پھلکا ہوگا تو زہد کے اول درجہ کا تو کیا ذکر ہے سب سے پچھلے مقام زہد سے بھی خارج ہوگا اور آسایش والوں میں داخل ہوگا اور سالن میں ادنی نمک یا ساگ یا سرکہ ہے اور اوسط زیتون کا تیل یا کوئی اور چکنائی تھوڑی سی ہو اور اعلی گوشت ہے کسی قسم کا ہو اور یہ ہفتہ بھر میں ایک یا دو دفعہ ہو اگر دو دفعہ سے زیادہ ہفتہ میں ہوگا تو سب اقسام زہد سے خارج ہوجاویگا ایسا آدمی شکم کے باب میں ہرگز زاہد نکہلاویگا اور وقت کے اعتبار سے کمی یہ ہے کہ رات دن بھر میں ایک بار کھاوے یعنی روزہ رکھا کرے اور اوسط یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور رات کو کھانا نکھاوے صرف پانی پی لے اور دوسرے روز روزہ رکھے تو کھانا کھالے اور پانی نہ پیوے اور اعلی درجہ یہ ہے کہ تین دن یا ہفتہ بھر یا زیادہ طے کا روزہ رکھ سکے اور بہت طریق خوراک کے کم کرنے اور اوسکی حرص کے توڑنے کا حال جلد ثالث میں لکھا ہے اور احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ رضی کا ایسے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اونھون نے غذا مین اور سالن کے چھوڑنے مین
کیسے زہد کیا۔ حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ ہمکو چالیس چالیس دن گذر جاتے تھے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین نہ چراغ جلتا تھا نہ آگ سلگتی تھی کسینے پوچھا کہ پھر اوقات کی کیا
صورت تھی آپنے فرمایا کہ دو سیاہ چیزون خرما اور پانی سے انتہی اس سے گوشت اور شوربا اور
سالن سب کا ترک پایا جاتا ہے اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش
پر سوار ہوتے تھے اور اونکا کپڑا پہنتے تھے اور گٹھی ہوئی جوتی کو اپنے پای مبارک سے مشرف
فرماتے تھے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیان چاٹتے اور زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ
ہون کھانا بندون کیطرح کھاتا ہون اور بندہ ہی کیطرح بیٹھتا ہون اور حضرت عیسی علیہ السلام
نے فرمایا کہ مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جو شخص جنت کا طالب ہو تو جو کی روٹی اور گھورے پر
کتون کے ساتھ پڑ رہنا اوسکو کافی ہے۔ اور حضرت فضیل رحمہ فرماتے ہین کہ جب سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تھے کبھی تین دن پیٹ بھر کر گیہون کی روٹی
نہ کھائی۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے کہ اے بنی اسرائیل خالص پانی پیو اور جنگل کا ساگ
اور جو کی روٹی کھاؤ اور گیہون کی روٹی سے اجتناب کرو کہ تم اوسکا شکر ہرگز نہ کر سکوگے
اور جلد ثالث مین ہمنے غذا اور پانی کے باب مین سیرت انبیا اور بزرگان سلف کی لکھدی ہے دوبارہ
بیان نہین کرتے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا والون کے پاس تشریف لائے تو وہ
لوگ آپکی خدمت مین دودھ مین شہد ملا کر لائے آپنے پیالہ ہاتھ سے رکھدیا اور فرمایا کہ
مین اسکو حرام نہین کرتا مگر خدا تعالی کیواسطے انکسار کرنے کے لیے چھوڑتا ہون اور
حضرت عمر رض کے پاس جو شہد کا سرد شربت لائے اور گرمی کے موسم تھے آپنے فرمایا کہ اسکا
حساب مجھسے الگ کرو۔ اور یحیی بن معاذ رازی رحمہ فرماتے ہین کہ سچا زاہد وہ ہے جو غذا جو کچھ
میسر ہو کھالے اور لباس بقدر ستر عورت پہنے اور جہان جگہ ملے وہان رہے دنیا اوسکا
محبس ہو اور قبر خوابگاہ اور خلوت مجلس عبرت پکڑنا اوسکا تامل ہو اور قرآن اوسکی گفتگو اور رب
اوسکا انیس اور ذکر رفیق اور زہد ہمسر اور حزن اوسکا حال اور حیا شعار بھوک اوسکا سالن
اور حکمت سخن اور خاک اوسکا بستر ہو اور تقوی توشہ اور سکوت غنیمت اور صبر تکیہ اور توکل
حسب اور عقل راہ نما اور عبادت پیشہ اور جنت پہونچنے کا مقام ہو انشاء اللہ تعالی
ضرورت دوم لباس ہے اسمین کمتر درجہ وہ ہے جو گرمی اور سردی کو دور کرے اور

ح ۱ ابن ماجہ سے بروایت عائشہ رضی ... کیا ہے بالفاظ مختلفہ ۱۲
ح ۲ اسکی سند پہلے گذری ۱۲
ح ۳ یہ کلام حدیث حسن کا نہین بلکہ روایت عائشہ رض مروی ہے اسکی سند بھی پہلے گذری ۱۲
ح ۴ یہ حدیث پہلے گذری ۱۲
ح ۵ اسکی سند پہلے گذری ۱۲

بے ستری کو چھپا سکے اور وہ ایک چادر ہے جسمیں سب چھپ جاوے اور اوسط پوشاک یہ ہے کہ ایک کرتا اور ٹوپی اور جوتے کا جوڑا اور اعلی یہ ہے کہ اسکے ساتھ عمامہ اور پاجامہ بھی ہو اور اگر مقدار میں اس سے زیادہ ہو تو وہ زہد کی حد سے خارج ہے - اور زاہد کی شرط یہ ہے کہ جب کپڑا دھوئے تو دوسرا پہننے کے لیے نہ رکھتا ہو بلکہ گھر میں بیٹھا رہے اور جسکے دو کرتے اور پاجامے اور عمامے ہوں تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا جو مقدار کی رو سے ہوتے ہیں اور جنس لباس میں ادنی درجہ موٹا ٹاٹ ہے اور اوسط درجہ موٹا کمل اور اعلی درجہ موٹا کپڑا روئی کا - اور وقت کی رو سے زیادہ وقت یہ ہے کہ ایک برس اوسکو پہنے اور کمتر یہ ہے کہ ایک دن پہنے یہاں تک کہ بعض بزرگوں نے اپنے کپڑے میں پتوں کے پیوند لگائے گو بہت جلد خشک ہو جاتے تھیں لیکن فی الحقیقت کمتر یہ ہے اور اوسط وقت یہ ہے کہ لباس ایسا ہو جو ایک مہینا یا اوسکے قریب تک رہ سکے پس ایسے کپڑے کا ڈھونڈھنا جو برس دو برس سے زیادہ رہے طول امل میں داخل ہے جو زہد کے خلاف ہے مگر اس صورت میں کہ موٹے کپڑے کی تلاش کی اور موٹا اکثر دیرپا ہوتا ہے اور بہت رہتا ہے تو اسمیں کچھ حرج نہیں پس جو شخص اس مقدار سے زیادہ کپڑا پاوے چاہیے کہ اوسکو صدقہ دیدے کیونکہ اگر رکھ چھوڑیگا تو زاہد نہ رہیگا بلکہ دنیا سے محبت کرنے والا ہوگا اور اس باب میں بھی احوال انبیا اور صحابہ کا نظر رکھنا چاہیے کہ اونھوں نے لباس کو کیسے چھوڑا تھا حضرت ابو بردہ رض فرماتے ہیں کہ حضرت عایشہ رض نے ہمکو ایک چادر شدیدہ کی اور ایک موٹا تہمد دکھلایا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ان دونوں میں ہوئی تھی اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالی مبتذل آدمی کو چاہتا ہے کہ جو کچھ پہنے اوسکی پروا نہ کرے اور حضرت عمرو بن الاسود عنسی نے فرمایا کہ میں کبھی شہرت کا کپڑا نہ پہنونگا اور نہ کبھی رات کو کپڑا بچھا کر سوونگا اور نہ کبھی عمدہ سواری پر سوار ہونگا اور نہ اپنا پیٹ غذا سے کبھی بھرونگا پس حضرت عمر رض نے فرمایا کہ جس شخص کو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ عمرو بن اسود کو دیکھے اور حدیث شریف میں ہے کہ جو بندہ شہرت کا لباس پہنتا ہے خدا تعالی اوسکی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے یہاں تک کہ اوسکو بدن سے نکالے اگرچہ اوسکے نزدیک پیارا ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا مول لیا جسکی قیمت چار درہم یعنی قریب سوا روپیہ کے تھی اور آپ کا جوڑا کپڑے کا دس درہم کا تھا اور ازار یعنی تہمد ساڑھے چار

(۱) ابن ماجہ بروایت ابو ذر مختصر ۱۲

(۲) ابو یعلی بروایت ابو ہریرہ بسند ضعیف ۱۲

(۳) بحکایہ بسند حسن ۱۲

لاٹھہ کا تھا اور آپ نے پاجامہ تین درم کو خرید فرمایا اور آپ دو شملے سفید اون کے پہنا کرتے تھے
اور اسکا نام حلہ تھا کیونکہ وہ دونون ایک ہی جنس سے تھے اور بعض اوقات آپ وہ چادرین یمانی
یا سحولی موٹی قسم کی پہنا کرتے تھے - اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
کرتہ سُتلی کا سا کپڑا ہوتا تھا اور ایک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی کپڑا سندس کا
زردوزی کیا ہوا پہنا جسکی قیمت دو سو درم تھے اصحاب اوسکو چھوتے تھے اور تعجب سے
کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپکے پاس جنت سے آیا ہے حالانکہ وہ کپڑا آپ کو اسکندریہ کے
بادشاہ مقوقس نے ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا آپنے چاہا کہ اوسکو پہنکر اعزاز و اکرام بادشاہ کا
فرماوین پھر آپ نے اوسکو نکالکر ایک شخص کے پاس مشرکین مین سے بھیجا جسکے مسلمان
کرنا منظور تھا پھر حریر پہننا کہ مردون کے لیے حرام فرمایا گیا اول اسلیے پہنا تھا کہ
حرمت کی تاکید ہو جیسے سونے کی انگوٹھی ایک وقت پہنی پھر نکال ڈالی اور اوسکا پہننا مردون پر
حرام کر دیا - اور جیسا کہ حضرت عائشہ رض سے بریرہ انکی لونڈی کے باب مین فرمایا کہ ولا کی شرط
مالک کے واسطے کرلو جب اونھون نے شرط کرلی تو آپ منبر پر چڑھے اور اوسکو حرام کیا
اور جیسے کہ تین روز متعہ مباح فرمایا اور پھر امر نکاح کی تاکید کے لیے اوسکو حرام فرما دیا - اور
ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ چادر نقشدار مین نماز پڑھی جب سلام پھیر دیا تو
فرمایا کہ اسکی طرف دیکھنے نے مجھے نماز سے مشغول کر دیا اسکو ابوجہم کے پاس لیجاؤ اور اوسکی چادر مجھے
لادو یعنی انبجانیہ کپڑا دیکر اونکی چادر پسند فرمائی - اور آپکے جوتے کا تسمہ پرانا ہو گیا تھا اوسمین
نیا تسمہ لگا کر نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ وہی پرانا تسمہ اسمین لگا دو اور نیا نکال ڈالو کہ
نماز مین میری نگاہ اوسپر پڑی ہے اور سونے کی انگوٹھی پہنی اور منبر پر اوسکو دیکھا تو پھینکدیا
اور فرمایا کہ اسنے مجھکو تم سے روک دیا کبھی اسکو دیکھتا ہون کبھی تمکو اور ایک بار آپنے جوتی کا
جوڑا نیا پہنا اور اچھا معلوم ہوا تو سجدہ کیا اور لوگون سے فرمایا کہ مجھکو اسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی
مین نے اس خوف سے سجدہ کیا کہ خدای تعالی مجھسے ناراض نہو پھر اوسکو نکالکر جو مسکین پہلے
دیکھا اوسکے حوالہ فرمایا - اور سنان بن سعد رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے ایک جبہ اون کا سیاہ و سفید دھاریدار بنا گیا اور اوسکا کنارہ سیاہ رکھا گیا
جب اوسکو آپنے اپنے تن مبارک سے مشرف فرمایا تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو کیسا عمدہ
اور ملائم ہے ابن سعد کہتے ہین کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو

طبقات ابن سعد مین بروایت ابو ہریرہ یہ مضمون ہے اور اسکی سند محمد بن عمر واقدی تک ہے

پاجامے کا مول لینا اصحاب سنن نے بروایت سوید بن قیس نقل کیا ہے اور اوسمین قیمت کی تعداد نہین ہے

ریشم کا پہننا بخاری و مسلم نے بروایت ... اور ابوداؤد نے بروایت ابن عباس ثابت کیا

سمجھ کر لے لیے اور آپ کا دستور تھا جب کوئی کچھ چیز مانگتا تو بخل اوس چیز کا نہ کرتے وہ
جبہ شریف اوسکو دیدیا اور فرمایا کہ میرے واسطے ایک اور بنایا جاوے ابھی وہ دوسرا کارگاہ ہی مین
تھا کہ آپ نے سفر آخرت اختیار کیا اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا رض کے پاس تشریف لیگئے وہ اوسوقت آٹا پیستی تھین اور
اونٹ کے بالون کی چادر اوڑھے ہوے تھین جب آپ نے اونکو دیکھا تو رو پڑے اور
فرمایا کہ اے فاطمہ آسایش جاودانی کے واسطے تلخی دنیا کی پی جا پس اللہ تعالی نے یہ آیت بھیجی
وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو ساکنین عالم بالا
نے یہ خبر دی ہے کہ بہترین میری امت کے وہ لوگ ہین جو ظاہر مین وسعت رحمت الہی کے
باعث ہنستے ہین اور خفیہ عذاب کے خوف سے روتے ہین اونکا بوجھ لوگون پر ہلکا ہے
اور اونکو خود اوپر بھاری ہے پرانے کپڑے پہنتے ہین اور راہبون کی پیروی
کرتے ہین جسم اونکے زمین مین ہین اور دل عرش پر ہین سو لباس کے باب مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہی تھی اور اپنی امت کو حکم اپنی پیروی کا
فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ اور فرمایا عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ
الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ
تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض کو
خاص کر ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہتی ہے تو اغنیا کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا اور
اپنا کپڑا بدن سے نہ نکالنا جب تک کہ اوسمین پیوند نہ لگا لے اور حضرت عمر رض کے کرتہ
مین چار پیوند گنے گئے تھے بعضے چمڑے کے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
اپنی خلافت مین تین درم کا کپڑا مول لیکر پہنا اور اوسکے آستینین پہونچے سے کاٹ ڈالین
اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اوسنے مجھکو یہ لباس اپنے خلعت مین سے پہنایا - اور حضرت سفیان
ثوری وغیرہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کپڑا وہ پہننا چاہیے جس سے نہ علما کے نزدیک شہرت ہو
نہ جاہلون کے نزدیک حقارت اور فرماتے کہ فقیر میرے پاس کو نکلتا ہے اور مین نماز پڑھتا ہو
تو اوسکو چلا جانے دیتا ہون اور اگر کوئی دنیادارون مین سے میرے پاس کو نکلتا ہے
اور اوسپر یہ کپڑا لباس ہوتا ہے تو مین اوس سے ناراض ہوتا ہون اور پاس کو نہین نکلنے دیتا
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کے دونون کپڑے ... اور

میری سنت اور میرے خلفای راشدین کی سنت پکڑو اوسکو دانتون سے ترمذی ابن ماجہ و ابو داود ۱۲

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ اللہ تمکو چاہے ۱۲

ترمذی و حاکم روایت عائشہ ۱۲

چھپائین کی قیمت لگائی تو ایک درہم اور چار دانگ کے تھے اور ابن شبرمہ فرماتے تھے کہ بہترین
کہ میرے کپڑون مین سے بہتر وہ ہین جو میری خدمت کرین اور برے کپڑے وہ ہین جنکی
مین خدمت کرون - اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ کپڑے ایسے پہننے چاہیئن جنسے آدمی
بازارون مین ملجاوے ایسے نہ پہننے جنسے شہرت ہو اور لوگون کی نظر پڑے - اور حضرت
ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے کہ کپڑے تین ہین ایک کپڑا خدا کیواسطے ہے جس سے کہ ستر کی
چھپ جاوے اور ایک کپڑا نفس کے واسطے ہے جسکی نرمی مطلوب ہوتی ہے اور ایک لوگون
کیواسطے ہے جسکا حسن اور جوہر منظور ہوتا ہے - اور بعض بزرگون کا قول ہے کہ جسکا کپڑا
پتلا ہوتا ہے اوسکا دین بھی پتلا ہوتا ہے - اور علماء تابعین کے سب کے کپڑون کی قیمت
بیس درہم سے لیکر تیس درہم تک ہوتی تھی - اور خواص رح دو کپڑون سے زیادہ نہ پہنتے تھے ایک
کرتہ اور اوسکے نیچے تہمد اور کبھی اپنا کرتہ پلٹ کر اوسکا دامن سر پر ڈال لیتے تھے اور بعض اکابر
فرماتے ہین کہ اول زہد لباس کا ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ البذاذۃ من الایمان ح ۱ اسکی سند ضعیف ہے تخریج مین لکھی ۱۲
یعنی کپڑون کا پرانا ہونا یا تواضع کی سی صورت مین رہنا ایمان مین سے ہے اور ایک حدیث مین
ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے خدا کے لیے انکسار اور اوسکی مرضی کی خواہش کیواسطے ح صحیح سند سے ...
خوبصورتی کا کپڑا چھوڑ دے اللہ تعالی پر ضروری ہے کہ اوسکے لیے جنت کے خلعت یاقوت کی
جامہ دانیون مین جمع رکھے - اور اللہ تعالے نے اپنے بعض انبیا کیطرف وحی بھیجی کہ میرے اولیا
کہدو کہ میرے دشمنون کا لباس نہ پہنو اور جس راہ کو میرے دشمن آتے ہین اوس راہ مین داخل نہو ورنہ
میرے دشمنون کیطرح وہ بھی میرے دشمن ہوجاوینگے - اور رافع بن خدیج رض نے بشر بن مروان
کو کوفہ کے منبر پر باریک کپڑے پہنے وعظ کہتے ہوے دیکھا تو فرمایا کہ اپنے سردار کو دیکھو
کہ لوگون کو وعظ سناتا ہے اور اوسکے بدن پر کپڑے فاسقون کے سے ہین اور عبداللہ بن عامر لباس
فاخرہ پہنکر حضرت ابو ذر غفاری رض کی خدمت مین حاضر ہوا اور کچھ زہد مین گفتگو کرنے لگا حضرت ابو ذر رض
نے اپنی ہتیلی منہ پر رکھکر ٹپکی بجائی ابن عامر غصہ ہوا اور شکایت اونکی حضرت ابن عمر رض سے کی
اونھون نے فرمایا کہ یہ تمنے خود بیجا کیا کہ یہ لباس پہنکر اونکے سامنے زہد مین گفتگو کرنے لگے اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے ائمہ ہدی سے عہد لیا ہے کہ لوگو
کے حالون مین سے ادنی سی حالت مین رہا کرین تاکہ توانگر اونکا اتباع کرین اور فقر کے باعث
فقیر کی حقارت نہو - اور جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آپ

ایسا موٹا لباس کیوں پہنتے ہیں تو فرمایا کہ یہ لباس تواضع کے قریب ہے اور اس بات کو شایان
کہ مسلمان اسکی اقتدا کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنعم یعنی آرام طلبی سے منع فرمایا
اور ارشاد کیا کہ کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں جو تنعم نہیں کرتے۔ اور فضالہ بن عبید رح جب
والی مصر تھے تو کسی نے اونکے بال بکھرے پابرہنہ دیکھکر کہا کہ آپ سردار ہوکر ایسا کرتے ہیں
اونھوں نے فرمایا کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام طلبی سے منع فرمایا اور اس بات کا حکم
کیا کہ کبھی ننگے پاؤں بھی پھرا کریں۔ اور حضرت علی رض نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اگر آپ کو
اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملنا منظور ہے تو کرتے میں پیوند لگائیے اور تہبند کو سرنگوں
رکھیے اور جوتی گانٹھی ہوئی پہنیے اور شکم سیری سے کم کھائیے۔ اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہے
کہ پایتابہ موٹا کپڑا پہنا کرو اور لباس عجم یعنی ایران و روم کے بادشاہوں کے لباس سے اجتناب کرو
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی قوم کا سا لباس پہنے وہ اونھیں میں
سے ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو
دولت میں پلے رنگ برنگ کے کھانے اور کپڑے تلاش کرتے ہیں اور گفتگو میں فصاحت
ظاہر کرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ ایماندار کی ازار نصف ساق تک ہوتی ہے اور اوس سے لیکر
ٹخنوں تک بھی کچھ گناہ نہیں اور جو اوس سے نیچے ہو تو دوزخ میں ہے اور اللہ تعالے
نہیں دیکھیگا قیامت کے دن اوس شخص کیطرف جو اپنی ازار شیخی سے لٹکاتا ہے اور حضرت
ابو سلیمان دارانی رح سے یہ حدیث مروی ہے کہ میری امت میں بال نہیں پہنیگا مگر ریاکار
یا احمق۔ اور اوزاعی رح فرماتے ہیں کہ سفر میں اون کا لباس سنت ہے اور حضر میں بدعت
اور محمد بن واسع رح حضرت قتیبہ کے پاس اون کا کرتہ پہنے گئے اونھوں نے پوچھا کہ اون کے
کپڑے کی تمکو کیا ضرورت ہوئی وہ چپکے ہو رہے اونھوں نے کہا کہ میں تم سے کہتا ہوں جواب
نہیں دیتے محمد بن واسع نے کہا کہ اگر یہ کہوں کہ زہد کی راہ سے پہنا تو اپنے منہ سے میاں
مٹھو بننا ہے اور مفلسی کے باعث کہوں تو خدا تعالی کی شکایت ہوگی یہ دونوں باتیں
مجھے ناپسند ہیں۔ اور ابو سلیمان رح فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کو
خلیل بنایا تو حکم کیا کہ اپنی برہنگی زمین سے پوشیدہ رکھو اور آپکا دستور تھا کہ ہر چیز میں سے
ایک لیتے تھے مگر پاجامے دو بنائے تھے اور جب ایک کو دھوتے تھے دوسرا پہن لیتے تھے
تاکہ کوئی ایسا وقت نہ گذرے کہ آپ کی عورت کھلی ہو۔ اور کسی نے حضرت سلمان فارسی رض سے

ح [illegible]

ح ابو داؤد [illegible]

ح [illegible]

سح مالک و ابو داؤد و نسائی وابن حبان بروایت ابو ہریرہ

ح اسکی سند صحیح نہیں ملی

کہا کہ آپ عمدہ کپڑا کیون نہین پہنتے آپ نے فرمایا کہ غلام کو عمدہ کپڑے سے کیا نسبت مگر
جب آزاد ہوجاویگا تو اوسکو بخدا ایسے کپڑے ملینگے کہ کبھی پرانے نہونگے - اور حضرت عمر
بن عبدالعزیز رح کے حال مین لکھا ہے کہ اونکے پاس ایک جبہ اور ایک چادر بالون کی تھی
جب تہجد کی نماز کے واسطے اوٹھتے تھے پہنکر نماز پڑھا کرتے تھے - اور حضرت
حسن بصری رح نے فرقد سنجی رح سے کہا کہ تم یہ جانتے ہوگے کہ تمکو کملی پوشی کی جہت سے
لوگون پر فضیلت ہے مجکو یہ خبر پہونچی ہے کہ اکثر دوزخی کمال والے ہونگے نفاق کی
جہت سے - اور یحیی بن معین رح فرماتے ہین کہ مین نے ابومعاویہ اسود کو دیکہا کہ وہ گھورے پر سے
چیتھڑے اوٹھاتے تھے اور اونکو دھوکر اوسکو پہنتے تھے مین نے اون سے کہا کہ
تم اس سے بہتر پہنا کرو اونہون نے فرمایا کہ ہمارا کیا نقصان ہے جو مصیبت فقیرون کو
دنیا مین پہونچتی ہے اللہ تعالی اوسکا تدارک جنت مین کردیگا یحیی بن معین اونکے اس
قول کو بیان کرکے رویا کرتے - تیسری ضرورت رہنے کی جگہ ہے اسمین زہد کرنے کو
تین درجات ہین سب سے عمدہ یہ ہے کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے تلاش نکرے بلکہ
مسجدون کے گوشون پر قناعت کرے جیسے اصحاب صفہ رض تھے اور اوسط یہ ہے
کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے کرلے مثل چھپر اور نرکل اور پھوس وغیرہ کے اور سب سے
پست درجہ یہ ہے کہ اپنے واسطے خاص کوئی کوٹھری مول کو یا کرایہ کو تلاش کرے
پس اگر وسعت مسکن کی مقدار حاجت کی موافق ہی ہو زیادہ نہو اور اوسمین زینت بھی نہو
تو اسقدر مسکن کے ہونے سے پچھلے درجات سے زہد کے نہ نکلیگا - اور اگر مکان پختہ
ہو گچ کیا ہوا خوب واسع چھ ہاتھ سے اونچی چھت کا تلاش کریگا تو بالکل زہد کی حد سے
خارج ہوجاویگا سکونت کے باب مین زاہد نرہیگا - اب جاننا چاہیے کہ جنس مکان مختلف
ہوسکتا ہے یعنی یا گھاس کا ہووے یا گارے کا یا اینٹ کا اور اوسکی وسعت کی مقدار
بھی جدا ہوسکتی ہے اور اوقات کے لحاظ سے بھی اوسمین اختلاف اوسکی ملکیت کا
ہوسکتا ہے مثلاً اپنی ملک ہو یا کرایہ لیا ہوا یا عاریت کا ہو تو ہر ایک مین ملکیت کا امتداد
جداگانہ ہوتا ہے بہرحال زہد کو ان سب اقسام مین دخل ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو چیز
ضرورت کے لیے مطلوب ہو اوسکا حد ضرورت سے تجاوز کرنا بیجا ہے دنیا مین سے
مقدار ضرورت دین کا آلہ اور وسیلہ ہوتا ہے اور جسقدر متجاوز ہوتی ہے اوسیقدر

دیکھو منحصّہ اور غرض رہنے کی مکان سے مینہ اور جاڑے کا روکنا اور لوگون کی نظر اور
ایذا کا بچانا ہے اور جسقدر یہ بات ممکن ہے وہ معلوم ہے زیادہ اوس سے فضول ہے
اور فضول سے بچنا ہے اور جو فضول کا طالب ہوا وہ یقینا زہد سے بعید ہے
اور کہتے ہین کہ اول طول امل جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوئی تو کپڑون
کی سیون سلائی اور چونہ اینٹ کی پختہ عمارت ہے پہلے سلائی نہ تھی کپڑے کو ٹانکا لگا کر پہنتے
تھے اور مکان نرسل اور پھونس کے بناتے تھے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ لوگون پر ایک وقت
ایسا آویگا کہ اپنے کپڑون کو یمن کی چادرون کیطرح منقش کرینگے۔ اور حضرت عباس نے
ایک بالاخانہ کو اونچا کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو حکم کیا کہ گرا دین۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچے گنبذ پر گذرے پوچھا کہ یہ کسکی ہے لوگون نے عرض کیا
کہ فلان شخص کی جب وہ شخص آپکی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے اوسکی طرف سے منہ پھیر لیا
اور پھر پہلے کیطرح کبھی اوسکی طرف مخاطب نہوے اوس شخص نے لوگون سے حال آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کا پوچھا اونھون نے بیان کر دیا اوسنے جاکر اوس گنبذ کو گرادیا جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ وہان گذرے تو اوسکو نہ دیکھا اور معلوم ہوا کہ اوس شخص نے
اوسکو ڈھا دیا آپ نے اوسکے لیے دعاے خیر کی۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات شریف تک نہ کوئی اینٹ اینٹ پر کبھی رکھی نہ کبھی
کسی قسم کا مکان بنوایا اور ایک حدیث مین مروی ہے کہ جب اللہ کسی بندے کی
برائی چاہتا ہے تو اوسکا مال گارے اور پانی مین تلف کرتا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر
فرماتے ہین کہ ہم ایک چھپر کی مرمت کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کو
تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو ہمنے عرض کیا کہ ہمارا چھپر ٹوٹ گیا ہے اوسکو درست
کرتے ہین آپنے فرمایا کہ مین اس سے جلد امر کو دیکھتا ہون۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے
ایک نے کا گھر بنایا اوسے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ پختہ مکان بنوالین تو بہتر ہو آپ نے
فرمایا کہ مرنے والے کیواسطے یہی بہت ہے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ہم صفوان
بن محیریز کی خدمت مین گئے وہ ایک نرسل کے مکان مین تھے جو جھکا ہوا تھا کسی نے اونسے
کہا کہ اگر آپ اسکو درست کرالین تو بہتر ہے اونھون نے فرمایا کہ بہت سے آدمی انہین
مر چکے ہین اور یہ بدستور موجود ہے۔ اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپنے فرمایا

ابن حبان در ثقات ۱۲
ابو نعیم در حلیہ مرسلا ۱۲
ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ ۱۲
ابوداؤد و ترمذی ۱۲

الا من بنی فوق ما یکفیہ کلف ان یحملہ یوم القیامۃ اور ایک حدیث میں ہے کہ ہر خرچ پر آدمی کو ثواب ملتا ہے مگر جو پانی اور گارے میں خرچ ہوا اوسپر ثواب نہیں ہوتا۔ اور اس آیت کی تفسیر میں تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا مفسرین فرماتے ہیں کہ مراد ریاست اور اونچے مکان بنوانے سے ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ کل بناء وبال علی صاحبہ یوم القیامۃ الا ما اکن من حر او برد اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت اپنے مکان کی تنگی کی آپنے فرمایا اتسع فی السماء یعنی جنت میں مکان وسیع طلب کرنا چاہیے۔ اور حضرت عمر رض نے شام کو تشریف لیجاتے ہوے ایک محل دیکھا کہ چونے اور اینٹ کا بنا تھا آپنے اللہ اکبر کہکر فرمایا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ اس امت میں ایسے شخص ہونگے جو ہامان کی سی عمارت بناوینگے یعنی فرعون نے ہامان کو حکم دیا تھا کہ اوقد لی یا ہامان علی الطین اس سے غرض پختہ عمارت کی تھی۔ اور کہتے ہیں کہ اول جس شخص کے لیے عمارت چونے اینٹ کی ہوئی وہ فرعون تھا اور جسنے اول بنایا وہ ہامان تھا پھر انھیں کا اتباع اور سلاطین نے کیا اور یہ سب ملمع اور زینت ہے۔ اور بعض اکابر نے ایک جامع مسجد کسی شہر میں دیکھی اور فرمایا کہ میں نے اس مسجد کو شاخ خرما کی بنی دیکھی ہے پھر کچے لدے کی پھر اب اینٹ کی بنی دیکھی جنھوں نے اول بنائی تھی وہ دوسرے فرقے سے بہتر تھے اور دوسری دفعہ کے بنانے والے تیسری بار کے لوگوں سے اچھے تھے۔ اور سلف میں بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنا مکان زندگی بھر میں کئی کئی بار بناتے تھے اسلیے کہ وہ مکان بہت کم زور ہوتا تھا اور وہ اجل کوتاہ رکھتے تھے اور مکان کے باب میں زاہد تھے۔ اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جب حج یا جہاد کو تشریف لیجاتے تو اپنا مکان گرا جاتے یا ہمسایہ کو دیجاتے پھر جب لوٹ کر آتے تو اوسے بنا لیتے اور اونکے مکان گھاس اور چمڑے کے ہوا کرتے تھے جیسے عرب کے لوگ یمن میں اب تک اسی کے عادی ہیں اور بلندی اونکے مکانات کی قد آدم اور ایک بالشت ہوتی تھی۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات میں جاتا تھا تو اپنا ہاتھ چھت میں لگا دیتا تھا۔ اور عمرو بن دینار رح کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص عمارت چھہ ہاتھ سے اونچی بناتا ہے تو ایک فرشتہ اوسکو پکارتا ہے کہ اے بدکاروں کے بدکار کہاں تک اونچا کریگا۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے مضبوط

طبرانی نے بروایت ابن مسعود بسند ضعیف و منقطع ۱۲

ابن ماجہ بروایت خباب بن الارت ۱۲

عمارت کے دیکھنے سے منع فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے تو ایسے کیوں بنتے
پس جو کوئی تاکتا ہے تو بنانے والے کو گویا مدد کرتا ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں
کہ مجھے اوس شخص پر تعجب نہیں کہ اوسنے عمارت بنائی اور چھوڑ گیا مجھے تعجب اوس سے ہے
جو اوس عمارت کو دیکھکر عبرت نہیں پکڑتا۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ ایک
قوم ایسی آویگی کہ مٹی کو اونچا کرینگے اور دین کو پست اور عمدہ گھوڑوں کو کام میں لاوینگے
نماز تمہارے ہی قبلہ کیطرف کو پڑھینگے مگر تمہارے دین کے سوا پر مرینگے چوتھی ضرورت
اسباب خانہ ہے اسمین بھی زہد کے بہت سے درجے ہیں سب سے اعلیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
حال ہے کہ آپ اپنے ساتھ ایک کنگھی اور ایک کوزہ رکھتے تھے پھر ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی
اونگلیوں سے داڑھی میں کنگھی کرتا ہے آپ نے کنگھی پھینکدی اور دوسرے شخص کو دیکھا کہ
وہ نہر میں سے پانی پی رہا ہے آپ نے کوزے کی بھی حاجت نہ سمجھی اوسکو بھی پھینکدیا اسیطرح
سب اسباب کو سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر ایک چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے جب اوسکی
کوئی حاجت نہو تو وہ دونوں جہان میں آدمی پر وبال ہے اور جس چیز سے استغنا نہو اوسمیں
کمتر درجے کی چیز پر اکتفا کرے مثلاً جس بات کے لیے مٹی کا برتن کافی ہو اوسمیں وہی پر اکتفا
کرے اور اسبات کی پروا نکرے کہ اوس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہے بشرطیکہ مقصود اوس سے
بھی حاصل ہو سکتا ہو۔ اور اوسط درجہ یہ ہے کہ آدمی کے پاس اسباب بقدر حاجت تو ہو
مگر ایک چیز سے بہت سے کام لے مثلاً اگر پیالہ ہو تو اوسی میں کھالیوے اوسیمین پانی پی لے
اوسیمین اپنی چیز رکھ لے۔ بزرگان سلف ایک برتن کو کئی مطالب میں استعمال کرنا تخفیف کی
نظر سے اچھا جانتے تھے اور زیادہ یہ ہے کہ ہر مطلب کے واسطے ایک چیز ادنیٰ جنس کی رکھتا ہو
پس اگر گنتی میں چیز زیادہ ہوگی یا نفیس ہوگی تو زہد کے کسی درجے میں نہ رہیگا اور طلب فضول کیطرف
مائل ہوگا اور اس باب میں بھی سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض کی
مدنظر رکھنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت عایشہ رضہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جسکے اندر خرما کے پیڑ کا پوست بھرا ہوا تھا اور حضرت
فضیل بن عیاض رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا یا دوہرا کمل ہوتا تھا یا چمڑے کا گدا
جسمین خرما کا پوست بھرا ہوا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے آپ اوس وقت ایک چارپائی پر جو پوست کے بان کی

ح رواه ابو داود والترمذی وابن ماجه
ح لم اجده ... ابن ابی الدنیا ...
ح ... حدیث ...

بنی ہوئی تھی لیٹے تھے جب اوٹھکر بیٹھے تو حضرت عمر رضہ نے آپ کی پہلوے مبارک پر نشان بانون کے دیکھے اور آنکھون مین آنسو بھر لاے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے کیا بات ہے جو روتے ہو عرض کیا کہ مین نے فارس اور روم کے بادشاہون کا خیال کیا کہ اونکے پاس کیا کچھ ملک ہے اور آپکو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اوسکے برگزیدہ ہین آپ پاس ہوے بانون کی چارپائی پر لیٹتے ہین آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بات پسند نہین کہ اونکے لیے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ کیون نہین آپ نے فرمایا کہ یہ یون ہی ہے - اور ایک شخص حضرت ابوذر رضہ کے گھر گیا اور ہر طرف دیکھنے لگا پھر عرض کیا کہ اے ابوذر آپ کے مکان مین کچھ سامان وغیرہ نہین نظر آتا آپ نے فرمایا کہ ہمارا ایک اور مکان ہے اچھی چیز ہم وہان بھیجدیتے ہین اوسنے عرض کیا کہ جب تک آپ اس مکان مین ہین جب تک کچھ اسباب یہان بھی چاہیے آپنے فرمایا کہ گھر کا مالک ہمکو اسمین رہنے نہین دیگا - اور جب حضرت عمیر بن سعد جو امیر حمص تھے حضرت عمر رضہ کی خدمت مین حاضر ہوے آپنے پوچھا کہ تیرے پاس دنیا سے کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ ایک لاٹھی ہے جسپر مین تکیہ کرتا ہون اور اگر سانپ وغیرہ ملجاے تو مار ڈالتا ہون اور ایک توشہ دان ہے کہ جسمین کھانا رہتا ہے اور ایک پیالہ ہے جسمین کھاتا ہون اور سر دھوتا ہون اور ایک لوٹا ہے کہ جسمین پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی رکھتا ہون اسکے سوا دنیا مین جتنی چیزین ہین وہ اونھین کے تابع ہین آپنے فرمایا کہ تونے درست کہا اللہ تعالی تجھپر رحم کرے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضہ کے پاس جانے کا قصد کیا اونکے گھر کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا اور اونکے ہاتھون مین دو چاندی کے کنگن دیکھے آپ ویسے ہی پھر گئے اوسوقت حضرت ابورافع رضہ حضرت فاطمہ رضہ کے پاس گئے آپ رو رہی تھین اونسے حال حضرت کے واپس تشریف لیجانے کا بیان کیا اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر سبب واپس تشریف لانے کا پوچھا آپنے فرمایا کہ پردہ اور کنگنون کی جہت سے چلا آیا حضرت فاطمہ رضہ نے وہ دونون کنگن حضرت بلال رضہ کے ہاتھ آپکی خدمت مین بھیجدیے کہ مین نے اونکو خدا کی راہ مین صدقہ کیا آپ جہان مناسب ہو وہان خرچ کیجیے آپنے فرمایا کہ انکو فروخت کرو اور انکی قیمت ارباب صفہ کو دیدو حضرت بلال رضہ نے ڈھائی درہم کو فروخت کیا اور اصحاب صفہ کو بانٹ دیا تب آپ حضرت فاطمہ رضہ کے پاس گئے

[illegible]

اور ارشاد فرمایا کہ جان پدر تو نے خوب کیا۔ اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر ایک پردہ دیکھا اوسکو آپ نے اوٹھا ڈالا اور فرمایا کہ جب میں اوسے دیکھتا ہوں دنیا یاد آتی ہے اوسکو فلان شخص کے پاس بھیجدے۔ اور ایک رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے لیے نیا فرش بچھایا اور پیشتر آپ دوہرے کمل پر استراحت فرمایا کرتے تھے اور ساری رات صبح تک کروٹیں لیتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اس فرش کو علیحدہ کرو اور پرانا کمل بچھا دو اس نے تمام رات مجھے سونے نہیں دیا۔ اسیطرح آپ کے پاس پانچ یا چھہ درہم رات کو آئے تو آپ نے رکھ لیے مگر رات بھر جاگتے رہے یہان تک کہ آخر شب میں اونکو تقسیم فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اوسوقت آپ کو نیند آئی حتی کہ میں نے آپکے خراٹے کی آواز سنی پھر فرمایا کہ اگر یہ درم میرے پاس رہجاتے اور میری وفات ہوجاتی تو میرا گمان اپنے پروردگار پر کیا ہوتا۔ اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ میں نے ستر بدری ایسے دیکھے ہین کہ اونکے پاس بجز کپڑے کے اور کچھہ نہ تھا اور نہیں سے کسی نے زمین پر کوئی کپڑا نہیں بچھایا جب سونا چاہا زمین ہی پر لیٹ جاتے جسم لگا کر کپڑا اوپر اوڑھا کے لیا۔ چھٹی ضرورت نکاح ہے اس باب میں کچھہ لوگ کہتے ہین کہ اصل نکاح اور کثرت نکاح میں زہد کے کچھہ معنی نہیں اور یہی قول حضرت سہل تستری رحمہ اللہ کا ہے وہ فرماتے ہین کہ جب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتین پسند تہین تو ہم اون میں زہد کیسے کرسکتے ہین اور اسی قول پر اونکی موافقت ابن عیینہ نے کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے زاہد تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اونکی چار بیبیان اور کچھہ اوپر دس لونڈیان تہین۔ اور صحیح اس باب میں قول حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ کا ہے کہ فرماتے ہین کہ جو چیز اللہ تعالی سے روکے خواہ بی بی ہو یا مال یا اولاد وہ آدمی کیلیے منحوس ہے اور عورت کبھی خدای تعالی سے روکا کرتی ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ بعض احوال میں مجرد رہنا افضل ہے جیسا کہ باب النکاح میں بیان ہوا تو اس صورت میں نکاح نکرنا افضل ہے اور جس جگہ زور شہوت کے دفع کے لیے نکاح افضل ہے تو ایسا نکاح واجب ہے اوسکا ترک کرنا زہد میں کیسے ہوسکتا ہے ہان اگر نکاح کرنے سے کوئی آفت نہوتی ہو نہ کرنے سے کچھہ قباحت ہو مگر ترک اسلیے کرے کہ دل کا میل عورتون کیطرف نہوجاوے اور ایسا مانوس نہو جس سے انس الہی میں خلل پڑے تو البتہ چھوڑنا نکاح کا زہد میں سے ہے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ عورت خدای تعالی سے نہ روکیگی مگر ترک نکاح صرف لذت نظر اور ہم بستری اور مباشرت سے بچنے کے لیے

تو یہ زہد میں نقصان نہیں ہے اسواسطے کہ مقصود نکاح اولاد ہے جو بقاء نسل اور امت محمدی کے بڑھانے
میں موجب ثواب ہے اور جو لذت کہ انسان کو ایسی چیز میں حاصل ہو جو وجود میں ضروریات سے ہو
وہ اگر مقصود بالذات نہو تو کچھ مضر نہیں کرتی اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی روٹی کھانی اور پانی
پینا اسوجہ سے چھوڑ دے کہ کھانے اور پینے کی لذت سے بچا رہیگا تو یہ زہد میں قبول نہیں
اسواسطے کہ اوسمیں اپنے بدن کا ہلاک کرنا ہے ایسا ہی ترک نکاح میں اپنی نسل کو کاٹ ڈالنا ہے
تو صرف لذت کے بچاؤ کی جہت سے نکاح کا چھوڑنا نہ چاہیے جبتک کہ کسی اور آفت کا خوف نہو
اور یہی مراد حضرت سہل تستری رحمہ کی ہے اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی کثرت کی
اور جب یہ امر ثابت ہوا تو جس شخص کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سا ہو اوس باب میں کہ کثرت
عورتوں کی مانع شغل قلبی نہو اور نہ دل کو اونکے اصلاح اور خرچ میں لگا رکھے تو ایسا شخص اگر
صرف لذت صحبت سے بچنے کے لیے نکاح نکرے تو اوسکا زہد کسی کام کا نہیں مگر یہ بات بدون
انبیا اور اولیا کے دوسرے کو کہاں میسر ہے اکثر لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ عورتوں کی
کثرت اونکے دل کو مصروف کر دیتی ہے تو اسوقت انمیں مناسب ہے کہ سرے سے نکاح ہی
نکرے اور اگر خوف دل کے مشغول ہونے کا نہو لیکن یہ خوف ہو کہ ایک سے زیادہ ہونگی یا خوبصورت
ہونگی تو دل نہیں مانے کا اونکی طرف ہو رہیگا تو چاہیے کہ ایک عورت سے نکاح کرے جو
خوبصورت نہو اور اپنے دل کی رعایت اسمیں ضرور کرے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ
فرماتے ہیں کہ عورتوں میں زہد یہ ہے کہ جو عورت حقیر یا یتیم اوسکو خوبصورت اور شریف عورت پر
ترجیح دے اور اوسی سے نکاح کرے۔ اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہیں کہ میں مرید مبتدی کو یہ
پسند کرتا ہوں کہ اپنا دل تین چیزوں میں نہ لگاوے ورنہ اوسکا حال بدل جاویگا اول پیشہ
کرنا دوم طلب حدیث سوم نکاح کرنا۔ اور فرمایا کہ صوفی کے لیے میں پسند کرتا ہوں کہ نہ لکھے
نہ پڑھے اسلیے کہ اس سے ہمت بٹتی نہیں غرضکہ جب معلوم ہوا کہ نکاح کی لذت مثل غذا کے
لذت کے ہے تو ثابت ہوا کہ ان دونوں لذتوں میں سے جو یعنی خدا سے روکنے والی
ہوگی وہ ممنوع اور بیکار ہے چھٹی ضرورت وہ ہے جو وسیلہ ان پانچوں ضروریات کے
حاصل کرنے کا ہو اور وہ مال اور جاہ ہے۔ جاہ کے تو معنی یہ ہیں کہ دلوں کا مالک ہونا
اسطرح کہ اونکے اندر اپنی جگہ ڈھونڈھنی تاکہ اوسکے وسیلے سے لوگ اغراض اور اعمال میں
کام آویں اور جو شخص کہ سب اپنے کام خود نہیں کر سکتا اور دوسرے کی خدمت کا محتاج ہے ۱۰۰

تو ضرور ہوگا اوسکا کچھ جاہ خادم کے دل مین ہونا چاہیے اسلیے کہ اگر خدمتگار کے دل مین
اوسکی قدر و منزلت نہوگی تو وہ خدمت کیون کریگا اور اسی قدر و منزلت کا دل مین ہونا جاہ
کہلاتا ہے اور اسکا آغاز تو نزدیک ہی ہے مگر انجام کو نوبت ایسے گڈھے کی پہونچا دیتا ہے
جسکی کچھ تھاہ نہین اور یکا یک جل کی کوٹھری مین گھسنے سے عجب نہین کہ داغ لگ جاوے
اب جاننا چاہیے کہ لوگون کے دلون مین جگہ کرنی یا تو کسی نفع کے حاصل کرنے کے لیے
ہوتی ہے یا ضرر کے دفع کرنے کے لیے یا کسی ظلم سے چھوٹنے کے لیے پس مال کے
ہوتے ہوے تو نفع کی کچھ ضرورت نہین اسلیے کہ اجرت پر جو شخص خدمت کرتا ہے وہ خدمت
کریگا اگرچہ آقا کی قدر و منزلت اوسکے دل مین نہو ہان جو شخص بے اجرت خدمت کرتا ہو اوسکے
دل مین جگہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور دفع ضرر کے لیے حاجت جاہ کی ایسے شہر مین ہے
کہ جہان عدل خوب نہو یا ایسے ہمسایون مین رہتا ہو کہ وہ اوسکو ستاتے ہون اور یہ اونکے شر
دفع نکرسکتا ہو بجز اسکے کہ اونکے دلون مین جگہ ہو جاوے یا بادشاہ کے نزدیک کچھ رتبہ
ہو جاوے اور اس طرح کے جاہ مین مقدار ضرورت کی کچھ معین نہین خصوصا جبکہ اسمین خوف اور
سوء ظن انجام کا ملا ہوا ہو اور طلب جاہ مین چلنے والا طریق ہلاک کا سالک ہے بلکہ زاہد کو شایان
یہی ہے کہ دلون مین ہرگز جگہ کا طالب نہو اسلیے کہ اوسکا عبادت اور دین مین لگا رہنا
دلون مین وہ جگہ کر دیگا کہ جس سے اوسکو ایذا نہ پہونچے گو کافرون ہی مین رہتا ہو مسلمانون
تو بطریق اولی ایذا نہوگی باقی سب توہمات اور خیالات مفروضہ جنسے آدمی زیادتی جاہ کا
خواہان ہوتا ہے بنسبت اوس مقدار کے کہ خود بخود حاصل ہو گیا ہو تو اس طرح کے احتمالات سب
جھوٹے وہم ہین کیونکہ جو شخص طالب جاہ کا ہوگا وہ بھی تو بعض احوال مین ایذا سے نہین بچیگا
پس علاج اوسکا صبر اور بردباری سے کرنا اسکی بنسبت بہتر ہے کہ طلب جاہ سے کیا جاوے
حاصل یہ کہ دلون مین جگہ کرنے کی طلب کے لیے ہرگز اجازت نہین تھوڑی مقدار اسمین بہت سے
بہت کی مقتضی ہوتی ہے اور اوسکی عادت شراب کی عادت سے بھی سخت تر ہے تو اسکے
تھوڑے اور بہت سے بچنا چاہیے۔ اور مال زندگی کے لیے ضروری ہے مگر تھوڑا سا
مال کافی ہے پس اگر کوئی شخص پیشہ ور ہو جب ایک روز کی حاجت کے موافق حاصل کر لے
تو چاہیے کہ پھر کام نکرے۔ بعض اکابر کا دستور تھا کہ جب وجہ یعنی مقدار پانچ چھ آنہ کو
کما لیتے تھے تو پھر اپنا کام بڑھا کر اوٹھ کھڑے ہوتے تھے یہ شرط زہد کی ہے پس اگر کسی

تجاوز نکیا اور اسقدر پر نوبت پہونچی جو برس روز سے زیادہ کے لیے کافی ہو تو یہ شخص ضعیف
زاہدون میں ہوگا نہ قوی میں اور اگر اوسکے پاس کوئی زمین ہو اور اوسکو توکل پر پورا
یقین نہو اور اوس قطعہ زمین سے اتنا رکھے جس سے اوسکی پیداوار سال بھر کو کافی ہو تو اس سے
زہد کی حد سے خارج نہوگا بشرطیکہ جو کچھ سال کے خرچ کو کافی ہے اوس سے بچے اوسکو صدقہ کردیسے
مگر ایسا شخص ضعیف زاہدون میں سے ہے۔ اور اگر یہ بات ہے کہ توکل کی شرطیں ہیں جیسے حضرت
اویس قرنی رحمہ نے کی ہے تو یہ شخص زاہد نہیں ہے۔ اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس کام کرنے
سے زاہدون کی حد سے نکل جاویگا اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ جو کچھ قیامت میں عمدہ مقامات
کا وعدہ زاہدون کو ہے اوسکو نہ ملیگا ورنہ زہد کا نام اوسپر سے بلحاظ اوس چیز فضول کی جسمیں
زہد کیا ہے نجائیگا اور تنہا آدمی کا معاملہ اس باب میں بہ نسبت عیالدار کے خفیف تر ہے
اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو نہیں چاہیے کہ اپنے گھر والون سے بزور
زہد کراوے بلکہ چاہیے کہ اونکو زہد کے لیے کہے اگر مانین فبہا ورنہ اونکو چھوڑ دے اپنے آپ
جو چاہے کرے یعنی شرط تنگی کی زاہد پر اوسی پر خاص ہے عیالدار پر اوسکے ذمے لازم نہیں کہ
تنگی کرے ہان اوسکو یہ چاہیے کہ ایسی بات اونکی نمانے جو اوسکو حد اعتدال سے نکال دے۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت فاطمہ زہرا رضی کے گھر سے پردہ اور دو کنگن دیکھکر
پھر گئے تھے اوس سے یہ امر سمجھنا چاہیے کیونکہ وہ زینت ہی تھی حاجت کی چیز نہ تھی
غرضکہ جو باتین کہ آدمی اونکی طرف جاہ و مال سے مضطر ہوتا ہے وہ ممنوع نہین بلکہ زائد از حاجت
سم قاتل ہے اور جو کافی بقدر ضرورت ہے وہ دوا نافع ہے اور اونکے درمیان درجات
متشابہ ہین پس جو درجہ زیادتی سے قریب ہے گو سم قاتل نہو مگر مضر ہے اور جو حد ضرورت سے
قریب ہے اگرچہ دوا نافع نہین لیکن اوسکا ضرر کم ہے اور زہر کا پینا حرام ہے اور دوا کا پینا
فرض اور ان دونون کے درمیان کا حکم مشتبہ ہے جو احتیاط کریگا وہ اپنے واسطے کریگا اور
جو سستی کریگا وہ اپنے لیے کریگا اور جو شخص اپنے دین کی صفائی مد نظر رکھکر شبہہ کی چیز کو
چھوڑکر یقین اختیار کریگا اور اپنے نفس کو ضرورت کی تنگی پر روک رکھیگا تو وہ محتاط اور فرقہ
ناجیہ میں سے ہے۔ اور جو شخص قدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہو اوسکو دنیا دار کہنا جائز نہین
بلکہ اسقدر دنیا کا ہونا تو عین دین ہے اسلیے کہ دین کی شرط ہے اور شرط منجملہ مشروط کی
سمجھی جاتی ہے اور اس امر کی تائید پر وہ روایت بھی دال ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ
والسلام

و السلام کے حال میں منقول ہے کہ آپ کو ایک بار کچھ حاجت پیش ہوئی آپ اپنے ایک دوست
کے پاس تشریف لے گئے تاکہ اوس سے کچھ قرض لیں مگر اوسنے قرض نہ دیا آپ نہایت مغموم ہوئے حق
تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اگر اپنے خلیل سے یعنی خدا ہی تعالیٰ سے مانگتے تو تمکو ضرور ملتا
عرض کیا کہ الٰہی مجھے معلوم تھا کہ تمکو دنیا ناپسند ہے اسلیے اوس میں سے مانگتے ہوئے ڈر معلوم
ہوا انکو حکم ہوا کہ حاجت یعنی مقدار ضرورت دنیا میں سے نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
مقدار ضرورت دین میں ہے اور جو اوس سے سوا ہو وہ آخرت میں وبال ہے اور دنیا میں بھی
وبال ہے جو شخص کہ اغنیا کا حال دیکھتا ہے کہ کس قدر محنت و تردد مال کے حاصل کرنے اور
اوسکے جمع کرنے اور حفاظت کرنے اور ذلت اوٹھانے میں پڑتی ہے وہ جانتا ہے کہ
مال کا دنیا میں بھی وبال ہونا درست بات ہے نہایت درجہ فلاح کا مال سے یہ ہے کہ وہ مالدار
کے وارثوں کو پہونچے اور وہ اوسکو کھاویں مگر وہ بعض اوقات مورث کے دشمن ہوا کرتے ہیں
اور کبھی اوس مال کو گناہ میں صرف کیا کرتے ہیں تو گویا مورث ہی اونکا مددگار اس گناہ میں ہوا
مال دنیا کا جمع کرنے والا اور شہوات کا دلدادہ ایسا ہے جیسے ریشم کا کیڑا کہ اول اپنے اوپر
ریشم لپیٹتا جاتا ہے پھر اوس میں سے نکلنا چاہتا ہے لیکن بچاؤ کی صورت نہیں پاتا جہاں ہی
مر جاتا ہے اور باعث اپنی موت کا آپ ہی ہوتا ہے خود کردہ را چہ علاج اسیطرح جو شخص
شہوات دنیا کا تابع ہوتا ہے وہ اپنے دل پر زنجیرین جکڑتا ہے اور جتنی شہوات ہیں مال
اور جاہ اور زن اور فرزند اور اعداء کو برا کہنا اور دوستون سے ریا کرنا وغیرہ یہ سب جدا جدا
بیڑیان ہیں کہ دل پر پڑتی جاتی ہیں اب اگر اوس شخص کو اپنی غلطی معلوم ہوا اور دل میں
خطرہ رجوع کا آوے اور نکلنا چاہے تو نہیں نکل سکیگا دل پر وہ بیڑیان اور طوق دیکھیگا کہ
اونکا نکلنا مشکل ہے اور اگر بالفرض ایک محبوب چیز اپنی خواہش کی چیزون میں سے اپنے
اختیار سے چھوڑ دیگا تو گویا اپنی جان کو ہلاک کریگا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤن پر
کلہاڑی ماریگا اور اسی حال میں رہیگا یہان تک کہ ملک الموت ایکبارگی سب محبوب چیزون کو
دم کی دم میں علیحدہ کر دیگا اور اسوقت عجب صورت پیش آویگی کہ دل تو دنیا کی زنجیرون میں
بندھا ہوا ہوگا جو کھینچ رہی ہے اور ملک الموت کے کھینچے دل کی رگون کے اندر سے کھینچے ہوئے
اوسکو آخرت کیطرف کھینچیں گے اور زنجیرین دنیا کی اوسکو دنیا کی طرف کشش کریگی تو ایسا
شخص کا ادنی حال مرنے کے وقت ایسا جاننا چاہیے جیسے کسی شخص کے بدن جسم کو آرہ سے

پیچ کر دو طرف سے دو آدمی بلکہ کئی کھینچیں اور علیحدہ کریں اور اس میں بھی یہ ہے کہ جو شخص آپ سے
چیر جائیگا تو ایذا اوسکے بدن کو ہوگی اور یہ ایذا دل میں بطریق سرایت ہو پہنچیگی اور بدن کے
ذریعہ سے دلکو بھی درد معلوم ہوگا بخلاف اوس صورت موت کے کہ اوسمیں آگ بیچ میں خاص
دل ہی پر ہوتی ہے کسی شے کے ذریعہ سے سرایت کرکے نہیں آتی اوسے رنج کا کیا ٹھکانا ہے
غرضکہ یہ اول عذاب ہے کہ آدمی کو ملیگا اور اعلی علیین اور قرب رب العالمین کا فوت ہو جانا
اور اسکی حسرت رہنی یہ بعد کو ہوگی یعنی دنیا کیطرف میل کرنے سے خدای تعالی کے دیدار سے محروم
رہیگا اور جو وہاں سے محجوب ہوتا ہے اوسپر آگ دوزخ کی مسلط ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف
محجوب ہی پر مسلط ہوا کرتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کلا انہم عن ربہم یومئذ
لمحجوبون ثم انہم لصالوا الجحیم اس آیت میں عذاب دوزخ کو بعد تکلیف حجاب کے فرمایا اور اگر
صرف حجاب ہی کا عذاب دیا جاوے اور دوزخ کا عذاب نہو تو وہی ایک کافی ہے اور
جب دونوں ایک ساتھ ہونگے تو کیا حال ہوگا ہم خدای تعالی سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے
کانوں میں وہی بات جاوے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں پھونکدی تھی
یعنی آپ سے فرمادیا گیا تھا احبب من احببت فانک مفارقہ اور اوسکا کہ اولیاء اللہ کو معلوم
ہوگیا تھا کہ آدمی اپنے اعمال اور اتباع خواہش نفسانی سے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے کیطرح
ہلاک کرتا ہے اسلیے اونھوں نے دنیا کو بالکل ترک کردیا یہانتک کہ حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدر کے لوگوں کو ایسا دیکھا ہے کہ جو چیز اونپر حلال تھی اوسمیں زہد
اتنا کرتے تھے کہ تم اوتنا حرام چیزوں میں بھی نہیں کرتے اور ایک روایت میں یوں ہے
کہ وہ مصیبت کے وقت اتنا خوش ہوا کرتے کہ تم حالت ارزانی و وسعت میں بھی نہیں ہوتے اگر
تم اونکو دیکھو تو دیوانہ جانو اور اگر وہ لوگ تمہارے کسی اچھے شخص کو دیکھیں تو کہیں کہ اسکو
دین سے کچھ بہرہ نہیں اور اگر تم میں سے بروں کو دیکھیں تو کہیں کہ یہ قیامت پر ایمان
نہیں رکھتے اور اگر اونمیں سے کسیکے سامنے مال حلال پیش کیا جاتا تھا تو نہ لیتے تھے اور
کہتے تھے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرا دل بگاڑ دے پس جو اہل دل ہوگا وہ بالضرور اوسکے
بگاڑ سے بھی ڈریگا اور جن لوگوں کے دلوں کو دنیا کی محبت نے مردہ کردیا ہے اونکا
حال خدای تعالی ارشاد فرماتا ہے و رضوا بالحیوة الدنیا و اطمانوا بہا والذین ہم
عن ایاتنا غافلون اور فرمایا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ

وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا اور فرمایا فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ان آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی سب باتیں خواہشات دنیا کی تنگی کی وجہ سے ہیں۔ اور بعض لحاظ ایک شخص نے حضرت عیسی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجھکو اپنے سفر میں ساتھ رکھیے اونھون نے فرمایا کہ اپنا مال دیکر میرے ساتھ ہو جانا اوسنے عرض کیا کہ یہ تو مجھسے نہیں ہو سکتا آپنے فرمایا کہ غنی جنت میں تعجب ہے کہ داخل ہو اور ایک روایت میں یون ہے کہ غنی جنت میں بڑی مشکل سے داخل ہوگا۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے چار فرشتے اطراف دنیا میں چار آوازیں دیتے ہیں دو فرشتے مشرق میں اور دو مغرب میں مشرق کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے طالب خیر قدم بڑھا اور اے طالب شر بس کر اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی دینے والے کو عوض عنایت فرما اور بخیل کو بربادی مرحمت فرما اور مغرب کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ موت کیواسطے پیدا ہو اور اوجڑنے کے لیے عمارت بناؤ اور دوسرا کہتا ہے کہ حساب کے لیے کھاؤ اور نقد اوٹھا

پانچوان بیان زہد کی علامات میں

جاننا چاہیے کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ مال کا تارک زاہد ہے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ مال کا چھوڑنا اور اوس سے بدل تنگی ظاہر کرنی ایسے شخص پر جو مدح کو اچھا جانے بہت آسان ہے دیکھو اکثر راہب ہیں کہ اونھون نے اپنے نفسون کو تھوڑی سی غذا کا عادی کر لیا ہے اور ایک بند جگہ میں بیٹھنا لازم کر لیا ہے اونکی خوشی صرف یہی ہے کہ لوگ ہمارا حال جانیں اور دیکھکر تعریف کریں پس صرف مال چھوڑنے سے دلیل قطعی زہد کی کہاں رہی بلکہ زہد مال اور جاہ دونوں سے ضرور ہی ہو تاکہ اور سب حظوظ نفسانی میں زہد پورا ہو۔ ایک اور طرفہ امر ہے کہ بعض لوگ بڑے عمدہ پشمینے کے لباس اور بڑھیا کپڑے پہنکر دعوی زہد کا کرتے ہیں چنانچہ ابراہیم خواص حران میں بعضون کے وصف میں فرماتے ہیں کہ ایک لوگ دعوی زہد کا کرتے ہیں اور پوشاک عمدہ پہنکر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں تاکہ اونکو اگر کوئی پوشاک بخشے تو ویسی ہی بخشے اور اونکی طرف فقیرون کی طرح نہ دیکھے کہ تھوڑا سا دیکر مسکینوں کی طرح دیکھے اور ایسے لوگ اپنے آپکو مستحق علم کا کہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم تنگی حالت پر ہیں جو چاہئے سو ہم کو کچھ نہیں حالانکہ اگر واقع میں کچھ چاہتے تو روک لیتے اپنے آپکو لیتے ہیں سب کے سب دنیا کو بہت اور جو کچھ ہاتھ میں ہے اونکی مدد لیتے ہیں

تصفیہ اور اپنے نفسوں کی عادات کی تہذیب میں اور نیز اونکے صفات ظاہر ہو کر خیال میں گھیرے ہوئے ہیں لیکن صحیح ہے اونکو اپنا حال کہہ دیا ۔ یہ لوگ دنیا کے راغب اور پیرو ہوای نفسانی کے ہیں انتہی غرض کہ پہچاننا زہد کا ایک مشکل بات ہے بلکہ زاہد کا حال زاہد پر بھی مشتبہ رہتا ہے زاہد کو چاہیے کہ اپنے باطن میں تین علامتوں پر اعتماد کیا کرے اول پہچان یہ ہے کہ موجود پر خوش نہ ہو اور مفقود پر رنجیدہ نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ بلکہ برعکس ہونا چاہیے کہ مال کے ہونے سے رنجیدہ ہو اور جاتے رہنے سے خوش ہو دوسری پہچان یہ ہے کہ اوسکے نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا برابر ہو اول بات علامت مال میں زہد کی ہے اور دوسری علامت جاہ میں زہد کی ہے تیسری پہچان یہ ہے کہ انس اللہ تعالی کے ساتھ ہو اور دل پر حلاوت طاعت کی غالب ہے کیونکہ دل حلاوت محبت سے خالی نہیں رہتا ہے یا محبت دنیا کی اوسمیں رہتی ہے یا محبت اللہ تعالی کی ان دونوں کا حال دل میں ایسا ہے جیسے پیالے میں پانی اور ہوا کا حال ہوتا ہے کہ پانی جب اوسمیں آتا ہے جب ہوا اوسمیں سے نکلجاتی ہے دونوں اکٹھا نہیں ہوتے اور جو شخص اللہ تعالی سے مانوس ہوتا ہے وہ اوسمیں مصروف رہتا ہے دوسری چیز میں مشغول نہیں ہوتا ۔ اور اسیوجہ سے جب بعض اکابر سے کسینے پوچھا کہ زہد نے زاہدوں کو کہاں تک پہونچا دیا فرمایا کہ اللہ تعالی کے ساتھ مانوس ہونے تک ۔ اور خدای تعالی کا انس اور دنیا کا انس جمع نہیں ہوتے چنانچہ اہل معرفت کا قول ہے کہ جب ایمان ظاہر دل پر لگا رہتا ہے تو دنیا اور آخرت دونوں سے محبت کرتا ہے اور دونوں کے لیے کام کرتا ہے مگر جب ایمان دل کے سیاہ نقطے میں چلا آتا ہے اور اوسمیں رہنے لگتا ہے تو دنیا سے بغض کرتا ہے اور اوسکی طرف نگاہ نہیں کرتا نہ اوسکے لیے عمل کرے اور اسیواسطے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا میں منقول ہے اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ إِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِيْ اور حضرت ابو سلیمان فرماتے ہیں جو اپنے نفس میں مشغول ہوگا وہ آدمیوں سے بیخبر ہوگا اور یہ مقام عمل کرنے والوں کا ہے اور جو شخص اپنے رب میں مشغول ہوگا وہ اپنے نفس سے بیخبر ہوگا یہ رتبہ عارفین کا ہے شعر

اگر یاری از خویشتن دم مزن	که شرک ست با یار و با خویشتن

زاہد کے لیے ضرور ہے کہ ان دونوں مقاموں میں سے ایک میں رہے پہلا مقام یہ ہے کہ اپنے نفس میں لگا رہے اس حال میں اوسکے نزدیک تعریف و مذمت اور وجود و عدم مال اور

غم نہ کیا کرو ... اور ... کرو ... دیا ۱۲

ترجمہ ... الہی ... ایمان ... [illegible]

عدم برابر ہو جنگے اور تھوڑا سا مال رکھنے سے اوسکے زہد کا جاتا رہنا نہ پایا جائیگا
ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سلیمان رح سے پوچھا کہ کیا حضرت داؤد طائی رح
زاہد تھے اونھون نے فرمایا کہ البتہ مین نے کہا کہ سنا ہے اونکو باپ کے ترکے مین سے بیس دینار
پہنچے تھے اونکو اونھون نے بیس برس مین خرچ کیا تھا وہ زاہد کیسے ہوے وہ تو دینار
رکھتے تھے آپنے فرمایا کہ تمھاری غرض یہ ہے کہ وہ حقیقت زہد کو پہونچ جاتے حقیقت سے
مراد حضرت ابو سلیمان رح کی انتہا تھی یعنی زہد کی کچھ انتہا نہین اسلیے کہ صفات نفس کے بہت ہین اور زہد کامل
جبھی ہوتا ہے جب سب صفات مین زہد کرے پس جو شخص کہ دنیا مین سے کسی چیز کو باوجود قدرت
کے صرف اپنے دل اور دین کے خوف سے چھوڑ دیگا اوسکو اوسیقدر زہد سے بہرہ ہوگا
اور انتہا یہ ہے کہ ماسوا اللہ کو سب کو ترک کر دے یہان تک کہ پتھر بھی سر تلے نہ رکھے جیسے
حضرت عیسی علیہ السلام نے کیا تھا۔ ہم خدای تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو زہد کا
اول ہی درجہ نصیب فرماوے انتہا کے درجات کی طمع تو ہم جیسون کو کہان ہو سکتی ہے
اگرچہ خدای تعالے کے فضل سے امید توڑنے کی اجازت نہین اور اگر ہم اپنے اوپر
نعمای الہی کو لحاظ کرین تو جانین کہ اوسکے نزدیک کوئی چیز بھی نہین پس اگر اوسکے
جود کے اعتبار سے کہ ہر ایک کیا بڑھکر ہے ہم بھی اپنی حیثیت سے بڑھکر سوال کرین
تو کچھ دور نہین۔ جب یہ معلوم ہوا کہ زہد کی علامت فقر اور غنا اور عزت اور ذلت اور
تعریف و مذمت کا یکسان ہونا ہے اور یہ بات غلبۂ انس الہی سے ہوتی ہے تو اب
جاننا چاہیے کہ اس سے بالضرور اور علامات متفرع ہوتے ہین مثلا دنیا کو ترک کرے اور
یہ پروا نہ کرے کہ کس کے پاس گئی۔ اور بعضون نے فرمایا ہے کہ علامت زہد کی یہ ہے کہ دنیا کو
جیسی کہ تھی چھوڑ دی یہ نہ کہے کہ مین سرای بناؤنگا یا مسجد بنواؤنگا اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین
کہ زہد کی علامت موجود چیز کی سخاوت ہے۔ اور ابن خفیف رح کہتے ہین کہ زہد کی علامت
یہ ہے کہ جب چیز ہاتھ سے جاوے تو راحت پاوے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ
بلا تکلف دنیا سے علحدہ ہونا اور اعراض کرنا زہد ہے۔ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین
کہ اون ایک نشان ہے زہد کی نشانیون مین سے پس نچاہیے کہ تین درہم کا کمل پہنے اور
دل مین رغبت پانچ درہم کے کمل کی ہو۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رح اور حضرت سفیان
ثوری رح فرماتے ہین کہ زہد کی علامت امل کا کوتاہ کرنا ہے۔ اور سری رح فرماتے ہین کہ

کہ زاہد کی حد یہانتک نہیں ہوتی جب اپنے نفس سے بے خبر ہو اور عارف کی حد یہانتک نہیں ہوتی جبتک اپنے نفس میں مشغول ہو۔ اور نصیر آبادی کہتے ہیں کہ زاہد دنیا میں مسافر ہے اور عارف آخرت میں۔ اور یحییٰ بن معاذ رحمہ فرماتے ہیں کہ زہد کی تین علامتیں ہیں عمل کرنا بلا علاقہ اور قول بدون طمع اور عزت بدون ریاست اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ زاہد تمکو سرکہ اور رائی سونگھاتا ہے اور عارف مشک و عنبر۔ اور اونسے ایک شخص نے پوچھا کہ میں توکل کی دوکان میں اگر جا و رہ کی کب اوڑہونگا اور زاہدوں میں کب بیٹھونگا اونہوں نے فرمایا کہ جب باطن میں تیرے نفس کی ریاضت اس حد کو پہونچ جاویگی کہ اگر اللہ تعالے تجھسے تین دن رزق علیحدہ رکھے تو تیرے یقین میں ضعف نہو اور جب تک اس درجے کو نہ پہونچے تو تجکو زاہدوں کے فرش پر بیٹھنا جہالت ہے پھر یہ بھی خوف ہے کہ تمہیں رسوا نہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا مثل دلہن کے ہے اور جو اوسکو طلب کرتا ہے وہ اوسکی مشاطہ ہے اور جو کوئی اوسمیں زہد کرتا ہے وہ اوسکا منہ کالا کرتا ہے اور بال نوچتا ہے اور کپڑے پھاڑتا ہے اور عارف اللہ تعالی سے مشغول رہتا ہے اوسکی طرف التفات نہیں کرتا۔ اور سری رحمہ کہتے ہیں کہ زہد میں سے میں نے جو بات چاہی وہ مجکو ملی مگر لوگوں میں زہد کرنے کو میں نہ پہونچا اور نہ اوسکی مجھے طاقت ہے۔ اور حضرت فضیل رحمہ فرماتے ہیں اللہ تعالی نے سب برائی ایک کوٹھری میں بند کی اور اوسکی کنجی محبت دنیا بنائی اور تمام خیر ایک کوٹھری میں بند کی اور اوسکی کلید دنیا میں زہد کرنے کو بنایا یہ بیان تھا جو ہمکو حقیقت زہد اور اوسکے احکام میں لکھنا منظور تھا اور چونکہ زہد بدون توکل تمام نہیں ہوتا اسلیے اب ہم توکل کو شروع کرتے ہیں باللہ التوفیق

پانچواں باب توحید و توکل کے بیان میں

رباعی

گر تجکو ہے عقل رکھ توکل پہ قدم | توحید خدا کا ورنہ تو مار نہ دم
تدبیر کو کیا دخل ہے تقدیر میں جب | لکھنا تھا جو لکھ چکا ہے حق میں قلم

واضح ہو کہ توکل دین کی منزلوں میں سے ایک منزل اور یقین کے مقامات میں سے ایک مقام بلکہ مقربین کے عالی درجات میں سے ہے اور وہ علم کی رو سے نہایت دقیق اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل ہے سمجھنے کی رو سے اوسکے باریک ہونے کی وجہ سے

کہ اسباب کا لحاظ کرنا اور اونپر تکیہ کرنا تو توحید مین شرک ہے اور اگر اونسے بالکل ہی
اور سستی کیجاوے تو سنت پر طعن اور شریعت پر اعتراض ہوتا ہے اور اسباب کو لحاظ بھی
نکرنا اور اونپر تکیہ بھی کرنا قیاس مین مشکل سے آتا ہے بلکہ ورطہ سوالات مین پھنسنا ہے
اسلیے معنی توکل کے ایسی طرح سمجھنے کہ مقتضا سے توحید کے بھی موافق ہو اور نقل و شرع
کے بھی مطابق ہو نہایت باریک اور مشکل ہے اسکے واقف ہونیپر اس پوشیدگی اور دقت
کے ہوتے ہوے سواے ایسے علما کے جنکی آنکھین فضل الٰہی سے حقائق کا نور سمایا ہوا
اور کسیکی مجال نہین البتہ بڑے علما نے دیکھکر معلوم کرلیا اور جو دیکھا سو بیان کیا جسطرح
اونسے بیان کرایا گیا اوسیطرح اونکو روشن کیا اور ہم اس باب مین ایک مقدمہ اور دو فصلین
لکھتے ہین مقدمہ مین توکل کی فضیلت اور فصل اول مین توحید اور دوسری مین توکل کی حالت اور عمل

مقدمہ توکل کی فضیلت کے بیان مین

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِيْنَ پس ایسے مقام کا کیا کہنا ہے جسپر رہنے والا اللہ کا محبوب ہو
اور اللہ تعالی اوسکا کفیل ہو جس شخص کا اللہ تعالی کافی ہو اور محبوب رکھے اور نگاہ رکھے
وہ بڑی فلاح والا ہے اسلیے کہ محبوب کو عذاب نہوگا نہ دور رہیگا نہ محجوب ہوگا اور ایک
آیت مین ارشاد ہے اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص
طالب کفایت غیر سے ہو وہ توکل کا تارک ہے اور اس آیت کی تکذیب کرنے والا کیونکہ
یہ سوال استفہام اقراری کے طور پر ہے جیسے یہ آیت ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ
مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا پس غرض یہی ہے کہ بیشک اللہ تعالی
بندے کو کافی ہے اور فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ
یعنی ایسی عزت والا ہے کہ جو کوئی اوسکی پناہ مین آجاوے اوسکو ذلیل نہین کرتا اور جو
اوسکی جناب مین ملتجی ہوا اوسکو [illegible] نہین فرماتا اور ایسا حکیم ہے کہ جو اوسکی تدبیر پر بھروسا
کرتا ہے وہ اوسکی تدبیر سے کوتاہی نہین فرماتا اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ اسمین بیان فرمایا کہ ہر ایک چیز سوای اللہ مسخر ہے
اوسکو بھی حاجت تمہاری جیسی حاجتون کی ہوتی ہے تو اوسپر توکل کیسے کیا جاوے

اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ اور فرمایا وَلِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ اور فرمایا یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ

اور سوا ان آیات کے جو کچھ قرآن مجید مین توحید کا مذکور ہے اوس سب مین تنبیہ ہے کہ غیر کا لحاظ نکرو اور اللہ تعالی واحد قہار پر توکل کرو اور احادیث توکل کے باب مین یہ ہین کہ حضرت ابن مسعود رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو موسم حج مین امتین دکھلائی گئین مین نے اپنی امت کو دیکھا کہ انسے سب پہاڑ اور نشیب بھر گئے ہین مجکو اونکی کثرت اور ہیئت سے تعجب ہوا مجھسے سوال ہوا کہ تو خوش ہوا مین نے کہا کہ البتہ حکم ہوا کہ انکے ساتھ ستر ہزار اور جنت مین بے حساب داخل ہونگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہونگے آپ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ لَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اسکو سنکر عکاشہ ابن محصن اوٹھے اور عرض کیا کہ آپ خدای تعالی سے دعا مانگین کہ اللہ تعالی مجکو بھی اونھین لوگون مین سے کرے آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ مِنْھُمْ یعنی الٰہی تو اوسکو اونہین سے کر دے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میرے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خدای تعالی مجکو بھی اونمین سے کرے آپنے فرمایا کہ اس دعا مین تجھ سے سبقت عکاشہ کر چکا ـ اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالی پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تمکو خدای تعالی ایسی طرح روزی دے جیسے پرندونکو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے اوٹھتے ہین اور شام کو شکم سیر جاتے ہین اور فرمایا مَنِ انْقَطَعَ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ کَفَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلَّ مُؤْنَۃٍ وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنِ انْقَطَعَ اِلَی الدُّنْیَا وَکَلَہُ اللّٰہُ اِلَیْھَا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جسکو یہ اچھا معلوم ہو کہ سب لوگون مین زیادہ غنی ہو جاوے اوسکو چاہیے کہ اپنے سامنے کی چیز کی نسبت کہ خدا تعالی کے پاس کی چیز پر زیادہ اعتماد کرے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کو جب فقر و فاقہ ہوتا تو ارشاد فرماتے کہ نماز کیواسطے کھڑے ہو جاؤ اور فرماتے کہ اسبات کا حکم مجکو میرے پروردگار نے دیا چنانچہ ارشاد فرمایا وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے تعویذ کرایا یا داغ دیا اوسنے توکل نہین کیا یعنی ہر چند تعویذ کرنا قرآن مجید یا اور الفاظ سے جو شرع مین وارد ہین جائز ہے مگر توکل چاہتا ہی

کہ سب سے اسباب کیطرف التفات مرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گوپھن میں رکھکر آگ میں پھینکا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اونسے پوچھا کہ آپکو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تم سے نہیں یہ اسواسطے کہا کہ جب اونکو آگ میں پھینکنے کے لیے پکڑا تھا تو اونھوں نے فرمایا تھا حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل پس اس قول کا نباہ منظور تھا اسی وفا کے لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِبْرَاهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی یعنی وہ ابراہیم جسنے بات کو پورا کیا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام پر خدای تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص کہ صرف میری حبل متین سے تمسک کریگا خلق سے سروکار نہ رکھیگا اگر اوسکے ساتھ تمام آسمان و زمین دغا کرینگے تو میں اوسکے لیے نکلنے کی راہ پیدا کر دونگا اور آثار اس باب میں یہ ہین کہ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مجھکو بچھو نے کاٹا میری ماں نے مجھکو قسم دلائی کہ تو جھاڑ والے سے جھاڑ دے میں نے جھاڑنے والے کے ہاتھ میں اپنا وہ ہاتھ دیدیا جسمیں نہیں کاٹا تھا۔ اور ابراہیم خواص رح نے یہ آیت پڑھی وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ آخر تک پھر فرمایا کہ بندے کو بعد اس آیت کے خدا کے سوا کسیکی طرف التجا کرنی نہ چاہیے اور بعض اکابر کو خواب میں کسینے یہ جملہ کہا کہ جسنے اعتماد کیا اللہ تعالیٰ پر اوسنے اپنا رزق جمع کر لیا۔ اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ ایسا نہو کہ آدمی رزق مضمون کی تلاش میں اپنے فرض اعمال سے بیخبر ہو جاوے اور آخرت کا معاملہ ابتر کر دے اور اوسکو دنیا میں اوسیقدر ملیگا جتنا کہ اوسکے لیے لکھا گیا ہے۔ اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ جب آدمی کے پاس بے طلب رزق آتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق کو بھی حکم ہے کہ آدمی کو تلاش کر لے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہیں کہ میں نے ایک راہب سے پوچھا کہ تو کہاں سے کھاتا ہے اوسنے جواب دیا کہ یہ بات میرے جاننے کی نہیں میرے پروردگار سے پوچھو کہ مجھکو کہاں سے کھلاتا ہے۔ اور ہرم بن حبان رح نے حضرت اویس قرنی رح سے پوچھا کہ میں کہاں رہوں اونھوں نے شام کیطرف کو اشارہ فرما دیا پھر ہرم نے پوچھا کہ معیشت یعنی بسر اوقات کی کیا صورت ہے حضرت اویس رح نے فرمایا کہ تف ہے ان دلوں پر انمیں شک ملا ہوا ہے انکو نصیحت سے کیا فائدہ ہوگا۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو آدمی نے اپنا وکیل جان لیا تو ہر ایک بہتری کی راہ اوسکو مل گئی۔

فصل اول

توحید کے ذکر میں اسمیں بیان اوس توحید کی حقیقت کا ہے جو توکل کی اصل ہے جاننا چاہیے کہ ایمان کے اقسام میں سے توکل بھی ہے اور اوسکو سب اقسام علم اور حال اور عمل سے بنتے ہیں پس توکل بھی بالضرور انھیں تینوں چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اول علم جو اصل ہے

پھر عمل جو ثمرہ ہے تیسرا احوال جو توکل کے لفظ سے مراد ہیں اول ہم اوس علم کا بیان شروع کرتے ہیں
جو اصل ہے اور اوسیکا قول اہل لغت میں ایمان ہے اسلیے کہ ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اور ہر ایک تصدیق
تصدیق دل سے ہوگی وہ علم ہے اور اگر تصدیق قوی ہو جاتی ہے تو اوسکو یقین کہتے ہیں لیکن
مگر چونکہ اقسام یقین کے بہت ہیں اور ہمکو اونہیں سے صرف وہ بیان کرنے ہیں جنکے اوپر بنا توکل کی
ہے اور وہ قسم وہ توحید ہے جو اس کلمہ طیبہ میں ترجمہ پاتی ہے کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک له
اور جو وہ ایمان قدرت پر ہے جسکا بیان اس کلمات میں ہے کہ له الملک اور اسی پر بیان جود و
حکمت الٰہی پہنچی ہے جسپر قول دلالت کرتا ہے وله الحمد پس جس شخص نے کہا لا الٰہ الا اللہ
وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر اوسکا وہ ایمان حقق توکل کی
اصل ہے پورا ہو گیا اور اس کہنے سے ہماری یہ غرض ہے کہ معنی اس کلمہ کے ایک وصف لازم روحی
دل کے ہو جاویں اور دلپر بھی غالب ہو جاویں پس توحید بڑا اصل اصول ہے مگر اوسمیں کلام طویل ہے
اور وہ علم مکاشفہ سے ہے لیکن بعض علوم مکاشفہ احوال کے ذریعے سے اعمال سے بھی متعلق ہیں اور
علم معاملہ بدون اونکے کامل نہیں ہوتا اس صورت میں ہم توحید میں سے اوسیقدر بیان کرینگے جو
متعلق معاملہ سے ہو ورنہ توحید ایک دریائے ناپیدا کنار ہے اوسکی کچھ انتہا نہیں اب جاننا چاہیے
کہ توحید کے چار مراتب ہیں ایک مغز دوسرے مغز کا مغز تیسرے پوست چوتھے پوست کا
اوپر کا پوست اور کم فہموں کے سمجھانے کے لیے ہم اسکی ایک مثال فرض کر لیتے ہیں کہ توحید
کی مثال اخروٹ کے ایسی ہے کہ اوپر کے چھلکے میں سمجھنا چاہیے کہ اوسمیں دونوں چھلکے ہوتے ہیں
اور ایک مغز ہوتا ہے پھر مغز کے اندر تیل ہوتا ہے پس مرتبہ اول توحید کا تو یہ ہے کہ آدمی اپنی
زبان سے تو لا الٰہ الا اللہ کہے مگر اوسکا دل اوس سے غافل ہو یا منکر مثل توحید منافقوں کے
اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ معنی اس لفظ کے اوسکا دل بھی سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اوسکی تصدیق
کرتے ہیں یہ توحید عوام کی ہے تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ بذریعہ نور حق کے یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ
ہو جاویں یہ مقام مقربین کا ہے اور اسکا حال اسطرح ہے کہ اشیا کو بہت تو جانتا ہے مگر باوجود
اشیا کی کثرت کے اونکو واحد قہار سے ہی صادر سمجھتا ہے اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ وجود میں سوا ذات حق یکتا کے اور کسیکو نہ دیکھے

شعر چو سلطان عزت علم بر کشد		جہان سر بجیب عدم در کشد

اسکا مضمون ہو جاوے اور یہ مشاہدہ صدیقوں کا ہے اور اسکا نام صوفیہ کرام فنا در توحید رکھتے ہیں
یعنی از انجا کہ اوسنے وا الا سوا ایک ذات کے اور کچھ نہیں دیکھا تو اپنے نفس کو بھی نہیں دیکھا

نہیں ہے ہم کو کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اوسکا کوئی شریک نہیں اوسیکو سلطنت ہے اوسیکو تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

اور جب واحد یکتا میں مستغرق ہونے کی جہت سے اپنے نفس کو نہیں دیکھتا تو توحید میں اپنے نفس سے فانی ہوگا یعنی اپنے نفس کے دیکھنے تکتا نہیں ہے پس ان مراتب میں سے اول شخص توحید صرف موحد زبان کا ہے اوسکا فائدہ دنیا میں یہ ہے کہ قتل سے بچ جاتا ہے اور دوسرا شخص ان معنوں کر موحد ہے کہ اپنے دل سے لفظ کے معنی سمجھتا ہے اور دل سے تکذیب اپنے اعتقاد کی نہیں کرتا اور اس طرح کی توحید دل پر ایک گرہ ہے اوس میں بسط اور کشادگی نہیں ہوتی تاہم اس توحید والا عذاب آخرت سے محفوظ رہتا ہے بشرطیکہ اوسی پر خاتمہ ہوا اور گناہوں کے باعث اوسکا ضعیف نہ کر دیا ہو پھر اس گرہ کے لیے چند حیلے تو اس قسم کے ہیں جنسے اوسکا ڈھیلا کرنا اور کھولنا مطلوب ہوتا ہے اونکو بدعت کہتے ہیں اور کچھ تدبیریں ایسی ہیں جنسے اوس گرہ کا مضبوط کرنا اور اوسکے ڈھیلا کرنے والوں اور کھولنے والے حیلوں کا دفع کرنا مقصود ہوتا ہے اونکو کلام کہتے ہیں اور جو علم کلام جانتا ہو اوسکو متکلم کہتے ہیں اور اوسکے مقابل کو مبتدع اور غرض متکلم کی یہ ہوتی ہے کہ مبتدع کو عوام کے دلوں سے وہ گرہ نہ کھولنے دے اور متکلم کو کبھی موحد بھی کہتے ہیں اس نظر سے کہ وہ اپنے کلام کے باعث معنی لفظ توحید کے عوام کے دلوں میں حفاظت کرتا ہے تاکہ توحید کی گرہ کھلنے نہ پاوے - اور تیسرا شخص ان معنوں کر موحد ہے کہ اوسنے صرف ایک ہی فاعل کا مشاہدہ کیا یعنی اوسکو امر حق جوں کا توں کھلگیا واقع میں فاعل ایک ہی نظر آتا ہے اور حقیقت جیسی ہے ویسی ہی سوجھ پڑتی ہے بخلاف اوسکے دوسرا اپنے دل کو معتقد معنی لفظ کا رکھتا ہے تو یہ مرتبہ عوام اور متکلموں کا ہے کیونکہ عامی اور متکلم کے اعتقاد میں تو کچھ فرق نہیں بلکہ یہ فرق ہے کہ متکلم ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہے کہ جو کوئی اوس سے اعتقاد کو ضعیف کرنا چاہے تو اس تقریر کو دفع کرے - اور چوتھا شخص اس نظر سے موحد ہے کہ اوسکے مشاہدہ میں بجز واحد یکتا کے اور کوئی نہیں آیا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہیں دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے

شعر وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آسکے	آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

یہ مرتبہ توحید میں سب سے اعلیٰ ہے - پس پہلا مرتبہ تو اوپر کا سا چھلکا اخروٹ کا ہے اور دوسرا مرتبہ مثل دوسرے چھلکے کے ہے اور تیسرا مغز کے مانند ہے اور چوتھا مثل تیل کے ہے جو مغز میں نکلتا ہے اور جسطرح کہ اوپر کے چھلکے سے کوئی فائدہ نہیں اگر کھائیے تو تلخ ہے اور اگر اوسکا باطن دیکھا جاوے تو بری صورت کا ہے اگر جلائیے تو آگ بجھا دے اور دھواں زیادہ کرے اور اگر مکان میں رکھیے تو جگہ گھیرے کسی غرض کے قابل نہیں بجز اسکے کہ چند روز اخروٹ کی حفاظت

اوس سے ہے اور جب مغز نکال لیا جاوے تو پھینکا جاتا ہے اسیطرح توحید زبانی کا حال ہے
جسمیں دل کی تصدیق نہو کہ ایسی توحید سے کچھ فائدہ نہیں نقصان بہت ہے ظاہر باطن میں
بُری ہے ہاں چندروزہ کا فائدہ یہ ہے کہ نیچے کے چھلکے یعنی دل اور بدن کے بچاؤ کے لیے
موت کے وقت تک کام آتی ہے اور منافق کے بدن کو طعمۂ شمشیر مجاہدین نہیں ہونے دیتی
اسلیے کہ اونکو حکم دلون کے چیرنے کا نہیں ہے ظاہر کے اسلام کو دیکھتے ہیں اسوجہ سے منافقوں کا
بدن تلوار سے محفوظ رہجاتا ہے مگر موت کیوقت یہ توحید اونکے بدن سے علیحدہ ہوجاوے گی
اوسکے بعد پھر اس سے کچھ کام چلے گا اور جسطرح کہ نیچے کا چھلکا بہ نسبت اوپر کے چھلکے کو ظاہر میں
بہت مفید ہے یعنی اوس سے مغز کی حفاظت ہوتی ہے اور رکھ چھوڑنے سے بگڑنے نہیں پاتا
اور اگر جدا کر لیا جاوے تو ایندھن کے بھی کام کا ہے مگر بہرحال مغز کی نسبت کم ہی اسیطرح
صرف اعتقاد بدون کشف کے زبانی قول کی نسبت بہت مفید ہے مگر کشف و مشاہدہ کی
بہ نسبت جو سینے کی کشادگی اور نور حق کی اوسمین تابش سے حاصل ہوتا ہے اوسکی قدر کم ہی
کیونکہ یہی کشادگی اس آیت شریف میں مراد ہے فَمَن یُّرِدِ اللّٰهُ اَن یَّهدِیَهٗ یَشرَح صَدرَهٗ لِلاِسلَامِ
اور اس آیت میں بھی اَفَمَن شَرَحَ اللّٰهُ صَدرَهٗ لِلاِسلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُورٍ مِّن رَّبِّهٖ اور جسطرح کہ مغز
سو جسکو اللہ چاہے کہ راہ دے کھول دے سینہ اوسکا حکم برداری کو ۱۲
بھلا جسکا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمان ہونے پر سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے
بلحاظ خود پوست کی نسبت کہ نفیس ہے اور گویا مقصود وہی ہے مگر پھر بھی تیل نکالنے پر
کچھ کھلی وغیرہ کی آمیزش سے خالی نہیں اسیطرح توحید فعل یعنی فاعل کا ایک جاننا بھی سالکوں کی
حق میں بڑا مقصد عالی ہے مگر اسمیں کچھ نہ کچھ التفات غیر کی طرف پایا جاتا ہے اور اوس
شخص کی نسبت جو ایک کے سوا دوسرے کو دیکھتا ہی نہیں ایسے شخص کا لحاظ کثرت کی طرف ہے
پس اگر یہ کہو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آدمی بجز ایک ذات کے مشاہدہ نہ کرے حالانکہ آسمان
و زمین اور تمام اجسام محسوسہ کو دیکھتا ہے اور یہ چیزیں بہت ہیں تو بہت سی چیزیں ایک
کسطرح ہونگی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ نکتہ انتہائی علوم مکاشفات میں کا ہے ان علوم کے
اسرار کا کسی کتاب میں لکھنا جائز نہیں عارفین فرماتے ہیں کہ راز ربوبیت کا افشا کرنا کفر ہے
علاوہ ازین اس امر کو علم معاملہ سے کچھ علاقہ بھی نہیں ہاں ابتدائی نظر جو کثرت کا واحد جاننا
بعید معلوم ہوتا ہے اسکو سمجھا دینا ممکن ہے اور وہ اسطرح ہے کہ بعض چیزیں کسی خاص لحاظ
سے دیکھو تو بہت ہیں اور کسی اور اعتبار سے دیکھو تو واحد ہیں مثلاً اگر انسان کو اوسکی روح
اور جسم اور ہاتھ پانون اور رگون اور ہڈیون اور آنتون کے لحاظ سے دیکھو تو بہت ہی اور

اگر اور اعتبار سے مشاہدہ کرو تو ایک ہے یعنی انسانیت کے لحاظ سے دیکھو تو ایک ہے
اور بہت شخص ایسے ہین کہ انسان کو دیکھتے ہین تو اونکے دل مین خیال اوسکی رگون کی کثرت کا
اور آنتون اور ہاتھہ پانون کا اور جدا ہونے روح و جسم اور اعضا کا نہین گذرتا۔ اور دونون
صورتون مین فرق یہی ہے کہ جب آدمی حالت استغراق واحد کے ساتھہ ہوتی ہے تو وہ وہان
مین تفرق اور جدائی نہین دیکھتا اور جب مین کثرت کیطرف التفات کرتا ہی تو خیال علیحدہ ہونے
اون اشیا کا گذرتا ہے اسیطرح جتنی اشیا موجود ہین خواہ خالق ہے یا مخلوق سب کے لیے اعتبار
اور مشاہدات بہت اور جدا جدا ہین کہ کسی اعتبار سے وہ واحد ہین اور کسی سے بہت پھر بعض
اعتبارات سے کثرت زیادہ ہوتی ہے اور بعض سے کم۔ اور انسان کو جو ہم نے مثال مین لکھا ہو
ہر چند مطابق مطلب کے نہین تاہم اوس سے فی الجملہ اشارہ ہے مین کثرت کا واحد ہو جانا معلوم
ہو جاتا ہے اور اس قسم کے موحدین پہ حال اسکا نہین رہتا اور جس مقام پر ابھی وہی رسائی نہین ہوئی
اوسکی تصدیق کرنے لگتا ہے اس تصدیق کی بدولت اوسمین توحید اعلی مرتبہ والی سے
کچھ بہرہ ہو جاتا ہے گو جس قسم کی توحید پر ایمان لایا ہے وہ حالت حاصل نہوئی ہو جیسے مثلاً اگر
کوئی نبوت پر ایمان لاوے تو چاہے خود نبی نہو مگر نبوت سے اوسکو اتنے قدر بہرہ ہوگا جسقدر کہ
اوسپر ایمان قوی ہوگا اور یہ مشاہدہ جسمین کہ بجز ذات واحد حق کے اور کچھ نہین سوجھتا کبھی تو
ہمیشہ رہتا ہے اور کبھی بجلی کیطرح کوند جاتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے ہمیشہ یہ حال رہنا بہت ہی
کم ہے۔ روایت ہے حسین بن منصور حلاج نے ابراہیم خواص رح کو سفر کرتے دیکھا تو پوچھا
کہ تم کس فکر مین ہو اونہون نے فرمایا کہ مین سفر مین پھرتا ہون تاکہ توکل مین اپنا حال درست کرون
اور خواص رح متوکلین مین سے تھے حسین بن منصور رح نے فرمایا کہ تمنے اپنی تمام عمر اپنے باطن کی
آبادی مین ضائع کی تو اور توحید کہان گئی اوسکو کیون نہین اختیار کرتے شعر

اگر یاری از خویشتن وہم فزلن	کہ شکست با یار و با خویشتن

گویا حضرت خواص رح توحید یعنی تیسرے مقام کی درستی کرلے تھے اور حسین رح نے اونکو جو
مقام پر تعجب ہی۔ غرضکہ مقامات موحدین کا حال بسبیل اجمال بیان کیا گیا اب اوسقدر توحید
کی شرح لکھنی چاہیے جسپر توکل مبنی ہے پس چوتھے مقام کے بیان مین تو خوض ہی کرنا بیجا ہے
اور نہ توکل اوسپر مبنی ہے بلکہ حال توکل تیسری قسم کی توحید سے حاصل ہوتا ہے اور قسم اول
کی توحید نفاق ہے اوسکا حال ظاہر ہی ہے اور دوسری قسم کی توحید عام مسلمانون مین موجود ہے

اوسکے سمجھنے کی شرط کا طور علم کلام مین مذکور ہے اور بدعتیون کے اعتراضات کا جواب بھی اوسی
علم مین موجود ہے اوسمین سے جسقدر کہ ضروری ہے ہمنے اوسکا ذکر کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد مین
لکھا ہے۔ باقی رہی تیسری قسم توحید کی سو اوسی پر توکل مبنی ہے اسلیے کہ صرف توحید اعتقادی
تو موجب حال توکل کے نہین ہے اوسمین کچھ کشف ومشاہدہ کا ہونا بھی چاہیے پس تیسری قسم مین
جسقدر پر توکل موقوف ہے اوسکو ہم بیان کرتے ہین اوسکی تفصیل تو اس جیسی کتاب مین نہین
ہوسکتی مگر مختصر یہ ہے کہ آدمی پر یہ امر ظاہر ہو جاوے کہ فاعل سوا خدا تعالی کے اور کوئی نہین
اور جتنی موجود چیزین ہین یعنی خلق اور رزق اور بخشش اور نہ دینا اور موت وحیات اور توانگری
ومفلسی وغیرہ جنکو کسی نام سے کہہ سکتے ہین اونکا موجد اور مبدع اور مخترع اللہ تعالی ہی ہے
کوئی اوسکا شریک نہین جب آدمی پر یہ بات کھل جاویگی تو پھر اور کیطرف نہ دیکھیگا بلکہ خدا ہی تعالی ہی
سے خوف کریگا اور اوسی سے توقع رکھیگا اور اوسی پر اعتماد وتوکل کریگا اسلیے کہ کرنے والا
کامون کا تو صرف وہی ہے دوسرا اور کوئی نہین اور جو اوسکے سوا ہین وہ سب مسخر ہین خود
ایک ذرہ بھی آسمانون اور زمین کے ملکوت مین سے نہین ہلا سکتے اور جب باب مکاشفہ آدمی کے
اوپر کھل جاتا ہے تو یہ امر اوسکو آنکھ کے مشاہدے سے بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ اب جاننا چاہیے
کہ اس توحید سے آدمی کو شیطان ایسی جگہ مین ڈالدیتا ہے جہان اوسکو یہ معلوم ہو کہ انسان کے دل
کچھ ملاوٹ شرک کا بھی چلا جاویگا اور اسکی دو صورتین ہین اول حیوانات کے اختیار پر التفات کرنے
سے دوم جمادات کے التفات سے جمادات کے التفات سے شرک ایسے کراتا ہے کہ مثلاً
آدمی کھیتی کے نکلنے اور جمنے مین مینہ پر اعتماد کرے اور مینہ کے برسنے کے لیے ابر پر اور ابر کے
اکٹھا ہونیکے واسطے سردی پر اعتماد کرے اور کشتی کے برابر پہنچنے اور چلنے مین ہوا پر اعتماد
کرے تو یہ سب باتین توحید کے باب مین شرک ہین اور حقیقت امور سے جہالت کی دلیل ہین
اسیواسطے اللہ تعالی فرماتا ہے فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ
فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ اسکے معنی بعض مفسرین یہ فرماتے ہین کہ کشتی کے سوار
کہنے لگتے ہین کہ اگر ہوا اچھی نہوتی تو ہم نہ پہونچتے اور جس شخص پر حال عالم کا واقعی معلوم ہو گیا ہے
وہ جانتا ہے کہ ہوا ہی موافق بھی ایک ہوا ہے اور ہوا اپنے آپ سے نہین چلتی جب تک اوسکو
کوئی حرکت دینے والا نہو اسیطرح اوسکے محرک کو ایک اور محرک چاہیے یہان تک کہ سلسلہ محرک
اول پر پہونچے کہ اوسکو کوئی محرک نہین اور نہ وہ بذات خود متحرک ہے پس نجات کے باب مین

بندے کا التفات ہوا کیطرف ایسا ہے جیسا کوئی شخص گردن مارا جانے کو پکڑا جاوے اور بادشاہ
اوسکی رہائی اور عفو قصور کا حکم لکھدے تو یہ شخص دوات اور کاغذ اور قلم کو جنسے کہ حکم لکھا گیا ہو یاد
کرے اور کہے کہ اگر قلم نہوتا تو مین نہ بچتا اور اپنی نجات قلم سے سمجھے جسنے قلم کو ہلایا اوسکو نہ سمجھے
تو یہ نہایت جہالت ہے اور جو شخص جانے کہ قلم کچھہ حکم نہین دے سکتا بلکہ وہ کاتب کے ہاتھہ مین
مسخر ہوتا ہے تو وہ قلم کیطرف التفات نہین کریگا اور سوا کاتب کے اور کا شکر گذار نہوگا بلکہ بعض
اوقات نجات کی خوشی اور بادشاہ کے شکر مین دل پر قلم اور سیاہی وغیرہ کا خطرہ بھی نہوگا —
پس آفتاب اور چاند اور ستارے اور مینہ اور ابر اور زمین اور ہر ایک حیوان اور پتھر وغیرہ سب
خداے تعالی کے قبضہ قدرت مین اسطرح مسخر ہین جیسے کاتب کے ہاتھہ مین قلم بلکہ یہ مثال بھی صرف
سمجھانے کے واسطے کہدی گئی کہ لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ تنہا بادشاہ کیا کرتے ہین اور
واقع مین کاتب خداے تعالی ہی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی
پس جبکہ دل پر یہ بات کھل جاتی ہے کہ تمام چیزین آسمان و زمین کی اسطرح مسخر ہین تو شیطان
اوس سے نا امید ہو جاتا ہے کہ اب اسکی توحید مین شرک جمادات کا شبہہ نہین ملا سکتا مگر دوسری
صورت سے پیش آتا ہے یعنی التفات حیوانات کے اختیار کا اپنے افعال اختیاری مین اون پر
ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ تو سب باتون کو اللہ کیطرف سے کیسے منسوب کرتا ہے دیکھہ فلان شخص
تجکو اپنے اختیار سے رزق دیتا ہے اگر چاہے دیوے اور چاہے بند کر دیوے اور بادشاہ کو اختیار ہے
چاہے تیری گردن تلوار سے اوڑا دیوے چاہے معاف کر دیوے تو خوف بادشاہ ہی سے چاہئے
اور امید بھی اسی سے توقع رکھنی چاہیے کیونکہ تو اوسی کے قابو مین ہے اور یہ بات تو اپنی آنکھہ سے
دیکھتا ہے اور اسمین کچھہ شک نہین اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر قلم کو تو کاتب نہین جانتا اس سبب سے
کہ وہ کاتب کے ہاتھہ مین مسخر ہے تو کاتب تو اوس سے باختیار خود لکھتا ہے اوسکو کاتب کیون
نہین جانتا اس خطرے مین اکثر لوگون کے قدم لغزش کھا جاتے ہین بجز اللہ تعالی کے
مخلص بندون کے جنپر شیطان مردود کو قابو نہین وہ لوگ البتہ چشم بصیرت سے کاتب کو بھی
مسخر اور مضطر دیکھتے ہین جیسے ضعفا قلم کو مسخر دیکھتے ہین اور انکو معلوم ہو گیا ہے کہ ضعفا
اس باب مین ایسی غلطی کی جیسے چیونٹی مثلاً کاغذ پر چڑہی ہو اور دیکھے کہ قلم کی نوک کاغذ کو سیاہ
کر رہی ہے اور اوسکی بینائی ہاتھہ اور انگلیون پر نہ پہونچتی ہو چہ جائیکہ کاتب کو دیکھے تو وہ
غلطی سے یہی جانیگی کہ کاغذ کی سفیدی کو قلم ہی سیاہ کرتا ہے اور اسکی غلطی کی وجہ یہی

کہ اسکی بینائی قلم کی نوک سے اوپر نہیں جا سکتی اسواسطے کہ آنکھ کا حدقہ بہت تنگ ہے پس اسیطرح جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے خداے تعالی کے نور سے نہیں کھلا اوسکی بصیرت آسمان و زمین کے جبار کے دیکھنے سے قاصر ہے وہ نہیں دیکھ سکتا کہ وہ واحد یکتا سب کے اوپر غالب ہے اسلیے کاتب ہی پر اثنای راہ مین ٹھہر گیا اور یہ صرف جہالت ہے اور ارباب قلوب اور مشاہدات کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالی اونکے لیے آسمان و زمین کے ہر ذرے کو اپنی قدرت کاملہ سے گویا کر دیتا ہے یہانتک کہ وہ لوگ اون ذرات کی تقدیس اور تسبیح خداے تعالی کے لیے سنتے ہین اور اونکے گوش حق نیوش مین آواز اون اشیا کے اقرار کی اپنی عاجزی پر بدون کسی حرف اور صوت کے سنائی دیتی ہے جنکے کان ہی نہیں وہ اوسکو البتہ نہیں سنتے سچ ہے شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ہماری غرض کان سے یہ کان نہین جو آواز کی چیزون کے سوا نہین سن سکتے ایسے کان تو گدہے کے بھی ہوتے ہین اور نہ ایسی چیزون کی کچھ قدر ہے جسمین کہ بہائم شریک ہون بلکہ اون کانون سے غرض ہے جنسے وہ کلام سمجھی جاوے جسمین نہ حروف ہون نہ آواز نہ عربی ہو نہ عجمی پس اگر کوئی کہے کہ یہ تو ایک تعجب کی بات ہے عقل اسکو قبول نہیں کرتی اشیا کے بولنے کی کیفیت کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کیسے بولتی ہین اور کیا کہتی ہین تسبیح اور تقدیس خداے تعالی کی کسطرح کرتی ہین اور اپنے نفسون کے عاجز ہونے کی شہادت کیسے دیتی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ آسمان و زمین کے ہر ذرے کو ارباب قلوب کیساتھ باطن مین ایک مناجات ہے اور اسکا کچھ حصر و انتہا نہیں اسلیے کہ وہ کلمات خداے تعالی کے کلام کے سمندر سے ہین جسکی کچھ حد نہیں ہے دریا سے ہین اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِکَلِمَاتِ رَبِّی لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّی وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا پھر یہ سب ذرات اسرار ملک و ملکوت کے بیان کرتے ہین اور بھید کا افشا کرنا برا ہے بلکہ سینہ احرار قبر اسرار ہوتا ہے اور تمنے کبھی دیکھا ہوگا کہ جو شخص بادشاہ کے راز کا امین ہوا اور بادشاہ اوس سے اپنے خفیہ امور کہے تو وہ سب کے سامنے بیان کر دے اور اگر بھید کا افشا کرنا درست ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا بلکہ ذکر فرماتے تاکہ رووین اور خندہ نکرین اور نیز تقدیر کے راز کے فاش کرنے سے منع نہ فرماتے اور یہ ارشاد نہ فرماتے کہ جب ستارونکا ذکر ہوا کرے تو چپ رہو اور تقدیر کا مذکور ہو تو سکوت کرو اور میرے اصحاب کا جب ذکر ہو

ح
بقیہ بیان [illegible]

توخاموش ہوجاؤ اور نیز حضرت خضر علیہ السلام کو بعض اسرار کے لیے خاص فرمایا ہے غرضکہ ذرات
ملک و ملکوت کے جو اہل دل سے مناجات کرتے ہیں اون باتون کو مذکور کرنے کی دو وجہیں اول
محال ہونا افشاء اسرار کا دوسرے انتہا ہونا اونکے کلمات و حکایات کا تاہم جو مثال ہم نے اوپر
لکھی ہے یعنی حرکت قلم میں اوسکی تصور ایسی گفتگو سے بطور اجمال لکھے دیتے ہیں تاکہ سمجھنا توکل کے
مبنی ہونے کی کیفیت اجمالی طور پر سمجھ میں آجاوے اور ہر چند یہ گفتگو حروف و آواز سے متعلق نہیں مگر ہم
حروف و آواز سمجھانے کی ضرورت کے لیے بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک شخص سالک نے
جو نور الٰہی سے مشعل ساں رکھتا تھا کاغذ کو دیکھا کہ اوسکا منہ سیاہی سے کالا ہو گیا ہے اوسنے پوچھا
کہ تیرا منہ تو سفید تھا اب تونے کالا کیون کیا اسکی کیا وجہ ہے کاغذ نے جواب دیا کہ یہ کیا انصاف
ہے کہ یہ بات مجھ سے پوچھتا ہے میں نے اپنے آپ تو کالا منہ نہیں کیا روشنائی سے پوچھ کہ وہ دوات
میں جہان اوسکا ٹھکانا اور وطن تھا جمع تھی وہان سے نکلی اور میرے صحن پر بیہودگی سے تاخت
کی اوسنے کہا کہ تو سچا ہے پھر روشنائی سے پوچھا کہ کیا سبب ہے جو تونے کاغذ کا منہ سیاہ کیا اوس نے
کہا کہ بھلا مجھ سے پوچھتے ہو میں تو دوات میں چپ چاپ بیٹھی تھی کہ میرا قصد نہ تھا کہ اس جگہ سے
نکلون مگر قلم نے اپنی طمع فاسد سے مجھ پر زیادتی کی اور مجھکو وطن سے بے وطن کر دیا اور میری جماعت
تتر بتر کر ڈالا اسی سے مجھکو متفرق معلوم ہی ہوتی ہے جہان [illegible] تو اسکی وجہ قلم سے
پوچھنی چاہیے جسنے کیا ظلم تو اوسنے کہا کہ تو درست کہتی ہے پھر قلم سے دریافت کیا کہ ظلم و زیادتی کی
روشنائی پر پوچھی اوسنے کہا کہ امر مجھ سے پوچھتے ہو میں تو ایک تنکا تھا کہ نہرون کے کنارے
ہرے بھرے درختون میں کھڑا تھا ہاتھ چھری لیکر پہونچا اور مجھکو جڑ سے اوکھاڑ کر میرا پوست اوتارا
اور کپڑے پھاڑ دیے پوریان جدا کین پھر تراشا اور سر چیرا اور قط لگایا پھر سیاہی میں ڈبو دیا اب مجھ سے
خدمت لیتا ہے اور مجھکو سر کے بل چلاتا ہے تو مجھ سے پوچھتا کیون زخم پر نمک چھڑکتا ہے الگ رہ
اور ہاتھ سے پوچھ جسنے مجھے ویسا کیا ہے اوسنے کہا کہ تیرا قول درست ہے ہاتھ سے پوچھا
کہ تونے قلم پر کیون ظلم کیا ہے اور اوس سے خدمت کیون لیتا ہے ہاتھ نے کہا کہ میان [illegible] ہون
گوشت اور ہڈی اور خون ہون تونے کہیں دیکھا ہے کہ گوشت ظلم کرتا ہو یا کوئی جسم اپنے آپ
حرکت کرتا ہو میں تو ایک سواری ہون مجھپر ایک سوار قدرت نام سوار رہتا ہے مجھے وہی پھراتا
اور دوڑاتا ہے تمام زمین پر لیے پھرتا ہے دیکھو درخت اور پتھر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا
اور نہ اپنے آپ حرکت کرے کیونکہ اونپر یہ زبردست سوار نہیں مردون کے ہاتھ میں رکھے ہوئے

ہاتھ ویسا ہی عاجز ہے میں کچھ فرق نہیں وہ کیوں قلم نہیں پکڑتے فرشتہ مجھے اور قلم سے کچھ واسطہ نہیں
یہ سوال قدرت سے کرنا چاہئے میرا کچھ قصور نہیں میں صرف سواری ہوں سواری تو بلا ہانکے
اوس نے کہا سچ ہے پھر قدرت سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تو ہاتھ سے خدمت لیتی ہے اور برابر
اوسپر سوار ہو کر پھراتی ہے اوس نے کہا کہ تم مجھے عتاب و ملامت مت کرو بہت ایسا ہوتا ہے کہ ملامت کرنے والا
پر عتاب و ملامت عائد ہوتی ہے اور جسکو ملامت کرتے ہیں اوسکا قصور نہیں نکلتا تمکو میرا حال کیا
معلوم نہیں کیسے جانا کہ میں نے ہاتھ پر سوار ہونے سے زیادتی کی میں تو اوس پر اس سے پہلے بھی
سوار تھی اور اوسکو ہلانے سے کم طلب تھا میں تو جب چاپ سوتی تھی اور ایسے خواب غفلت میں تھی
کہ لوگ جانتے کہ مردہ ہے یا معدوم ہے کیونکہ نہ خود متحرک تھی نہ دوسرے کو حرکت دیتی تھی یہانتک
کہ ایک موکل آیا اور اوس نے مجھکو ہلایا اور زبردستی مجھسے یہ کام لیا جسپر تم ملامت کرتے ہو مجھکو ہلانے اور
مدافعت کی طاقت تھی نہ تاب مخالفت اوس موکل کا نام ارادہ ہے میں اوسکو نام ہی سے جانتی ہوں یا
اس سے پہچانتی ہوں کہ یکایک وہ آیا اوس نے مجھ پر چڑھائی کر کے مجھکو گہری نیند سے جگا دیا اور مجبور کر کے
کام لیا کہ اگر میری تجویز پر کوئی پوچھتا تو مجھکو کبھی خوشی نہ تھی کہ میں کچھ بھی کرتی اوس نے کہا کہ قدرت سچ کہتی ہے
پھر ارادہ سے پوچھا کہ تجھکو کیا ہوا تھا کہ قدرت پر جو چپ چاپ اطمینان سے سو رہی تھی جا پڑا اور
اوسکو حرکت دینے میں لگا دیا اور ایسی سختی کی کہ اوسکو تاب مخالفت نہیں ہوئی اور یہ طاقت نہ تھی
اطاعت سے کنارہ کش ہو ارادہ نے کہا کہ جلدی مت کرو شاید تجھکو میرا عذر معلوم ہو جائے سبب کا
علم ہو جو میرے پاس آیا میں اپنے آپ نہیں اوٹھا بلکہ مجھکو ایک قاہر دست کے حکم نے اوٹھایا
اور میں اوسکے آنے سے پیشتر ٹھہرا ہوا تھا مگر بارگاہ حضرت دل سے علم کا قاصد عقل کی
زبانی میرے پاس آیا اور یہ پیام سنایا کہ قدرت کو اوٹھا دے میں نے مجبوری قدرت کو حرکت دی
اسلیے کہ میں بیچارہ تابع علم و عقل کا ہوں مجھے خبر نہیں کہ مجھکو اونکی فرمانبرداری کا کیوں حکم ہے
اور کسلیے میں اونکی اطاعت کے لیے مجبور ہوں اتنا جانتا ہوں کہ جب تک یہ ایلچی نہیں آتا
تب تک چین سے رہتا ہوں یہی میرا حاکم ہے خواہ عادل ہے خواہ ظالم ہے اسکے لیے میں
مستعد ہوں اور اوسکی اطاعت مجھپر لازم ہے بلکہ جب یہ حکم قطعی کر دیتا ہے تو مجھکو تاب
مخالفت نہیں ہوتی اپنی جان کی قسم ہے کہ جب تک وہ خود اپنے جی میں متردد اور حکم میں
متحیر رہتا ہے تو میں بھی ٹھہرا رہتا ہوں اور حکم کا منتظر رہتا ہوں اور جب حکم اوسکا قطعی
ہوتا ہے تو اپنی سرشت کی رو سے میں اوسکی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے مضطر ہو جاتا ہوں

اور قدرت کو تحصیل مقتضائے علم کے لیے اوٹھا دیتا ہوں اب تم اپنا سوال و عتاب مجھسے
الگ رکھو علم سے میرا حال پوچھو بقول شخصے کہ مردہ بدست زندہ علم حاکم مگر بغایات محکوم کو
بجز اطاعت اور کیا چارہ ہے سالک نے کہا سچ ہے پھر علم اور عقل اور دل سے جا کر مطالبہ اور
عتاب کیا کہ تم نے ارادے کو اپنا تابع قدرت کے اوٹھانے کے لیے کیوں کیا اور اوس سے خدمت
کیوں لی عقل نے تو جواب دیا کہ میں تو ایک چراغ ہوں خود روشن نہیں ہوا کسی اور نے روشن کیا ہے
اور دل نے کہا کہ میں ایک تختی ہوں خود نہیں بچھی کسی نے بچھایا ہے اور علم نے کہا کہ میں ایک
نقش ہوں جو تختی دل کی سفیدی پر چراغ عقل کے روشن ہونے کے بعد منقوش ہو جاتا ہوں
اور میں خود منقوش نہیں ہوا ہوں دیکھو یہ تختی پہلے خالی ہی تھی اب جس قلم نے مجھکو
نقش کیا اوس سے پوچھو کیونکہ نقش بدون قلم کے نہیں ہوتا سائل یہ بات سنکر حیران ہو کر جواب پر
قانع نہوا اور کہنے لگا کہ اس راہ میں مجھے بہت چلنا پڑا اور بہت سی منزلیں طے کیں اور جس سے
توقع ہوتی کہ یہ حال بتاوے گا وہ دوسرے ہی پر حوالہ کرتا گیا مجھے کی کثرت سے میں خوش ہی
ہوتا تھا اسلیے کہ ہر کوئی ایک جواب معقول دلپسند دیتا تھا اور دفع سوال میں ایک عذر ظاہر
بیان کرتا تھا لیکن تو جو کہتا ہے کہ میں خود نقش ہوں مجھکو قلم نے لکھا ہے یہ بات میں نہیں سمجھا
اسلیے کہ میں قلم وغیرہ کا جانتا ہوں اور تختی بھی لوہے کی یا لکڑی کی دیکھی ہے اور نقش
سیاہی و سرخی وغیرہ کا معلوم ہے چراغ آگ سے روشن دیکھا ہے مگر اب جو ذکر تختی اور چراغ
اور خط اور قلم کا ہے ان میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا عجیب بات ہے کہ کھڑکھڑ سنتا ہوں اور چکی
نہیں دیکھتا علم نے کہا کہ اگر تم جو کہتے ہو سچ ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ تمہارے پاس پونجی تھوڑی اور توشہ کم
اور سواری کمزور اور جس راہ کے طے کرنے کا قصد کیے ہوا ہے اوس میں ہلاکی اور خطرہ بہت پس تمکو
بہتر یہی ہے کہ اس خیال سے درگذر اور اپنی راہ لو تم مرد اس میدان کے نہیں ہو جسکا کام
ہو اوسکو کرنے دو اور اگر تم مقصد کی راہ پوری ہی کرنی چاہتے ہو تو کان لگا کر اور سنو کہ تمہارے
راستے کے عالم تین ہیں اول عالم ملک و شہادت ہے جس میں کی چیزیں کاغذ اور قلم اور
روشنائی اور ہاتھ وغیرہ تھے اور تم اسکو بتدریج بڑھ کر آ گئے دوسرا عالم ملکوت ہے وہ میرے بعد
جب تم آگے چلوگے تو اوس عالم کی منزلیں پاؤگے اوسکی عالم میں جنگل و بیابان اور
بڑے سے بڑے دریا اور اونچے اونچے پہاڑ ہیں مجھے نہیں معلوم کہ تم اون میں کیونکر طے کروگے اور
تیسرا عالم جبروت ہے وہ ملک اور ملکوت کے درمیان میں ہے اور اوس میں [illegible]

حالی چکی ہو اسلیے کہ اوسکے شروع میں منزل قدرت اور ارادہ اور علم ہے اور یہ عالم ملک اور ملکوت میں واسطہ ہے یعنی عالم ملک کا رستہ بہ نسبت اوسکے سہل ہے اور عالم ملکوت کا رستہ اوسکی نسبت نہایت سخت اور دشوار گذار ہے اس عالم کو اون دونون عالم کے درمیان ایسا جاننا چاہیے جیسے کشتی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہے یعنی نہ تو وہ مضطرب پانی کی طرح ہوتی ہے نہ ساکن زمین کیطرح اور جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم ملک اور شہادت میں چلتا ہی پھر اگر اوسکی قوت زیادہ ہو اور کشتی پر سوار ہو سکے تو ایسا ہوگا کہ گویا عالم جبروت میں سیر کرتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہو اور پانی پر بے کشتی چلنے لگے تو بلا تردد عالم ملکوت میں سیر کریگا پس اگر تم پانی پر بدون کشتی نہیں چل سکتے تو پھر جاؤ کہ زمین سے تجاوز کر چکے کشتی کو پیچھے چھوڑا اب تو صرف نرا پانی ہی رہگیا ہی اور آغاز عالم ملکوت کا یہ ہے کہ جس قلم سے کہ دل کی تختی پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس یقین سے کہ پانی پر چل سکتے ہیں وہ حاصل ہو جاوے کیا تمنے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حال میں نہیں سنی کہ جب آپکے سامنے مذکور ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ لَوِ ازْدَادَ یَقِیْنًا لَمَشٰی عَلَی الْھَوَاءِ یعنی اگر اونکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے سالک نے کہا کہ میں اپنے معاملے میں حیران ہون اور تونے جو راستے کا خوف بتایا اوس سے میرا دل ڈر گیا ہے مجھے معلوم نہین کہ جو جنگل تو نے بتائے ہین مجھ مین طاقت اونکے قطع کی ہی یا نہین اسکی کچھ پہچان بھی ہے علم نے کہا کہ علامت کیون نہین یہ علامت ہے کہ تم اپنی آنکھ جب نظر سادہ کر میری طرف کھولو اگر تمکو وہ قلم جس سے میں دل پر منقوش ہوتا ہون نظر آوے تو ایسا لگتا ہے کہ تم اس راہ کے اہل ہوگے کیونکہ جو شخص عالم جبروت سے بڑھکر ملکوت کے دروازہ پر دستک دیتا ہے اوسکو وہ قلم سوجھنے لگتا ہے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے نبوت میں وہ قلم معلوم ہوا تھا جبکہ یہ آیت اوتری اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ سالک نے کہا کہ مین نے اپنی آنکھ کھولی اور خوب تاکا مگر مجھکو تو نہ کاتب نظر آتی ہے نہ لکڑی اور مین نے تو قلم انھین چیزون کے دیکھے ہین علم نے کہا کہ تم کیسی بات کرتے ہو تم نے نہیں سنا کہ گھر کا سامان شکل مالک مکان کے ہوا کرتا ہے تمکو معلوم نہیں کہ اوسکی ذات کسی ذات سے مشابہ نہیں نہ اوسکا ہاتھ اور ہاتھون کے مانند نہ قلم اوسکا اور قلمون کی صورت نہ اوسکا خط اور خطون کیطرح نہ اوسکا کلام اور کلامون کے

یہ حدیث پہلے گذری ۱۲

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جسنے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو نجانتا تھا ۱۲

مانند

موافق یہ امور الٰہی ہین اور عالم ملکوت مین سے ہین جس طرح کہ اور اجسام مکان مین ہوتے ہین خدای
کی ذات نہ تو جسم ہے نہ کسی مکان مین نہ اوسکا ہاتھ مرکب گوشت اور ہڈی اور خون سے ہے
جیسے اور ہاتھ ہوتے ہین نہ قلم اوسکا ویسی تختی لکڑی کی نہ کلام حروف و آواز کا نہ کتابت نقش
و نگار کی نہ روشنائی پھٹکری اور مازو وغیرہ کی پس اگر تمکو یہ باتین ایسی نہین سوجھتین تو ہماری
دانست مین تم مخنث ہو یعنی جو لوگ خدای تعالی کو منزہ اور پاک سمجھتے ہین وہ تو مرد ہین اور جو اوسکو
تشبیہ اور اجسام سے دیتے ہین وہ مونث ہین اور تم ان دونون کے درمیان مخنث ہو نہ ادھر ہو
نہ ادھر ہو تعجب ہے تمنے خدای تعالی کی ذات و صفات کو اجسام سے کیسے منزہ کیا اور اوسکے کلام کو
معانی حروف و آوازون سے کس طرح پاک سمجھا کہ اب اوسکے ہاتھ اور قلم اور تختی اور کتابت پر توقف
کرتے ہو اور انکو نہین سمجھتے ہو پس اگر ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق آدم علی صورتہ
کے یہ معنی سمجھتے ہو کہ جیسے صورت ظاہری حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھ سے دیکھی ہوئی تھی خدا کی
اوسی صورت کا ہے تو تمہاری تشبیہ پوری ہو گئی ہے جیسے کہتے ہین کہ صرف یہودی
ہو جاؤ ورنہ توریت سے مت کھیلا کرو یعنی توریت سے کھیلنا دلالت خالص یہودی ہونے کی ہے
اسیطرح جو شخص خدای تعالی کو اجسام ظاہری جیسا جانے وہ بھی پورا مشبہ ہے اور اگر تم اوس
حدیث سے وہ صورت باطنی جو چشم باطن سے معلوم ہوتی ہے نہ چشم ظاہر سے سمجھتے ہو تو بیشک تم خدای تعالی
کو پاک سمجھتے ہو پورے منزہ اور پاکی کے میدان کے مرد ہو اور اب منزل طے کرو کہ تم وادی سکے وادی
مقدس مین ہو اور سر قلبی سے سنو کہ کیا حکم ہوتا ہے شاید اسی بات سے تمکو تجلی پر پہونچا اور کیا
عجب ہے کہ جیسا عرش سے تمکو بھی وہی آواز پہونچے جو حضرت موسی علیہ السلام کو پہونچی تھی کہ
انی انا ربک فاخلع نعلیک جب سالک نے علم کی تقریر سنی اپنے قصور سے واقف ہوا اور معلوم
کیا کہ واقع مین تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان مین مخنث ہون اور بار اوسکا دل انکے حقیقی ارادہ
دیکھنے کا ارادہ سے جلگیا اور چونکہ اوسکے دل کا تیل ایسا تھا کہ بدون آگ لگے ہی قریب جلنے کے
تھا جب علم کی آتش آگ اوسکو پہونچی وہ تیل روشن ہو گیا اور نور علی نور بنگیا علم نے اوس سے
کہا کہ اب موقع غنیمت جانو اور اپنی آنکھ کھولو شاید تجلی کی راہ ملے سالک نے آنکھ جو کھولی تو قلم
وہ قلم الہی معلوم ہونے لگا دیکھا تو ویسا ہی ہے جیسا علم نے بتایا تھا جیسے کہ نہ وہ قلم کا ہے نہ لکڑی کا
نہ اوسکی کوئی [illegible] دیوار [illegible] لکھتا ہے اور اوسکی ابتدا
[illegible] ہے جو [illegible] نہین سالک کو اوس سے بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ

ح [illegible]

[illegible] مین ہو [illegible] ۱۲

قلم سے پوچھو یہی ہے اللہ تعالی اوسکو میری طرف سے جزاء خیر دے کہ جو کچھ اوصاف اوسنے قلم کے
بیان کئے تھے وہ سب مجھپر ظاہر ہوگئے واقع مین یہ قلم اور قلمون کیطرح کا نہین پھر سالک اسکا
شکر گذار ہوکر رخصت ہوا اور کہا کہ مین تیرے پاس بہت ٹھہرا اور بہت کچھ پوچھا اب میرا قصد ہے
کہ قلم کی خدمت مین جاکر اوسکا حال دریافت کرون غرض وہان سے چلا قلم سے پوچھا کہ تیرا کیا
حال ہے کہ تو ہمیشہ لوگون کے دلون پر ایسے علم لکھتا ہے جنسے ارادہ جاکر قدرت کو اوبھار دیتا ہے
اور افعال اختیاری سرزد ہونے لگتے ہین قلم نے کہا کہ تم نے عالم ملک و شہادت مین جو
دیکھا تھا اور وہان کے قلم کا جواب سنا تھا وہ تم بھول گئے یعنی جب تمنے اوس قلم سے پوچھا تھا تو اوسنے
ہاتھ پر حوالہ کر دیا تھا اوسنے کہا کہ مین بھولا نہین قلم نے کہا کہ تو وہی جواب میرا ہے جو اوس قلم کا
تھا اوسنے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو تو اوسکی صورت کا نہین قلم نے کہا کہ تمنے نہین سنا
کہ اِنَّ اللہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ سالک نے کہا کہ مین نے سنا ہے قلم نے کہا کہ میرا حال
بادشاہ کے داہنے ہاتھ سے پوچھو کہ مین اوسکے قبضے مین رہتا ہون وہی مجھکو پھیرتا ہے مین اوسکے
قابو مین مسخر ہون یعنی قلم الہی اور قلم آدمی مین مسخر ہونے کی رو سے کچھ فرق نہین اگر فرق ہے
تو ظاہر صورت کا ہے سالک نے پوچھا کہ بادشاہ کا داہنا ہاتھ کیا ہے قلم نے کہا کہ کیا تمنے
اس آیت کو نہین سنا ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ (الخ) اور سب اوسکے داہنے ہاتھ کے قبضے مین
ہین وہ جسطرح چاہتا ہے اونکو پھیرتا ہے سالک قلم کے پاس سے یمین کے پاس گیا اور وہ یمین
قلم سے بھی زیادہ عجائب تھا کہ جسکا کسیطرح سے وصف نہین ہوسکتا بلکہ ہزار دفتر مین اوسکی
شرح و وصف کا سوال حصہ بھی نہین لکھا جاسکتا خلاصہ یہ کہ وہ یمین یعنی داہنا ہاتھ ہے نہ اور
داہنون کیطرح کا اور پنجہ ہے نہ اور بازوون کیطرح کا اور انگلیان ہین نہ اور انگشتون کے موافق
اور اس ہاتھ مین قلم کو حرکت کرتے ہوئے دیکھکر معلوم کیا کہ قلم کا عذر درست ہے تب داہنے
ہاتھ سے اوسکا حال پوچھا کہ قلم کو حرکت کیون دیتے ہو اوسنے جواب دیا کہ میرا وہی جواب ہے
جو عالم شہادت کے ہاتھ سے سنا تھا یعنی حوالہ قدرت پر کیا کیونکہ ہاتھ کو خود بخود حرکت نہین اوسکا
محرک قدرت ہوتی ہے سالک قدرت کے عالم کو گیا اور وہان ایسے عجائب دیکھے جنکے سامنے
پیشتر کے عجائب گرد تھے قدرت سے حال حرکت یمین کا پوچھا اوسنے جواب دیا کہ مین صرف
صفت ہون قادر سے پوچھو کہ اسکا مدار موصوف کا کام ہے نہ صفت کا اور اوسوقت قریب تھا
کہ سالک کو لغزش ہوجاتی اور زبان سوال کشادہ کر بیٹھتا مگر اوسکو استقلال مرحمت ہوا اور

سرادقات عظمت قادر مطلق سے آواز آئی کہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ اس امر کو سنکر
سالک پر ہیبت چھا گئی اور پچھاڑ کھا کر بیہوش ہو گیا اور اسی بیہوشی میں مدت تک پڑا رہا
جب ہوش آیا تو کہا کہ الٰہی تو پاک ہے تیری شان کیا بڑی ہے میں نے تیرے سامنے توبہ کی
اور تجھ پر بھروسا کیا اور اس بات پر ایمان لایا کہ تو بادشاہ جبار قہار یکتا کردگار ہے میں تیرے سوا
کسی سے نہ ڈرونگا نہ دوسرے سے توقع کرونگا اور پناہ نہ مانگونگا مگر تیری عفو کی تیرے عذاب سے
اور تیری رضا کی تیرے غصے سے اور مجھے اب کچھ کام نہیں بجز اسکے کہ تیرے سامنے گڑگڑا کر
سوال کروں اور منت و سماجت سے یہ کہوں کہ میرا سینہ کھولدے تاکہ میں تجھکو پہچانوں اور
میری زبان کی گرہ دور کردے تاکہ میں تیری تعریف کروں جناب کی طرف سے خطاب ہوا کہ خبردار
ثنا کی طمع مت کر اور سرور کائنات صلعم انبیا سے آگے بڑھکر قدم مت دھر اونہیں کے پاس جا جو کچھ
وہ دیں وہ لے لے اور جس چیز سے روکیں اوس سے باز رہ اور جو کچھ اونھوں نے کہا ہو وہی
زبان پر لا دیکھ اونھوں نے اس درگاہ میں اس قول کے سوا کچھ نہیں کہا سُبْحَانَكَ لَا اُحْصِیْ
ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ سالک نے عرض کیا کہ الٰہی اگر زبان کو یارا تیری ثنا کا
نہیں تو بھی معلوم ہوا چاہیے کہ دل کو بھی تیری معرفت کی امید ہو سکتی ہے یا نہیں آواز آئی کہ
کیا صدیقوں کی گردنوں پر سے کود جانا ہے خبردار اور ہوش سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حال دیکھ
اور انکی پیروی کر اسلیے کہ سید الانبیا کے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں جنکی اقتدا کریگا راستہ
ملیگا صدیق اکبر نے فرمایا اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ خلاصہ یہ کہ ہماری درگاہ سے تیرا بہرہ
بس یہی ہے کہ تو یہ جان لے کہ میں دریا سے محروم ہوں اور جمال و جلال کے ملاحظے سے عاجز ہوں کیونکہ

شعر کہ خاصان درین رہ فرس راندہ اند	بلا احصی از تگ فرو ماندہ اند

اسکے بعد سالک پھر اوپنے سوال و عتاب کا عذر میں اور قلم اور علم اور ارادہ اور قدرت
اور ان سب چیزوں سے کیا اور کہا کہ مجھکو معذور رکھو اسلیے کہ میں اجنبی تھا اور ان ملکوں میں نیا
آیا تھا اور جو شخص اجنبی چلا آتا ہے اوسکو دہشت ہوتی ہی ہے میرا انکار تم پر صرف قصور اور
جہالت سے تھا اب مجھکو تمہارا عذر معلوم ہو گیا اور ظاہر ہوا کہ ملک و ملکوت و عزت و جبروت
میں یگانہ ذات اور حکم کی رو سے وہ خدای واحد و قہار ہے تم لوگ اوسکے قبضۂ قدرت میں
مسخر اور مقہور ہو پس وہی اول ہے اور وہی آخر وہی باطن ہے اور وہی ظاہر جب سالک نے
یہ بات عالم ظاہری میں بیان کی تو لوگوں نے تعجب کیا اور اوس سے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے

ادراک کے ادراک کرنے سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے ۱۲

اور وہی اول ہو وہی آخر یہ دونون وصف تو ایک دوسرے کی ضد ہین اسیطرح ظاہر اور باطن
کیسے ہوگا اسلیے کہ جو اول ہوگا وہ آخر نہوگا اور جو چیز ظاہر ہے وہ باطن نہوگی سالک نے کہا
کہ وہ ذات اول موجودات کی نسبت کہ ہے یعنی سب چیزین مرتبا ایک دوسرے کے بعد اوسی
سے صادر ہوئی ہین اور آخر چلنے والون کی سیر کے لحاظ سے ہے کہ وہ ہمیشہ ایک منزل سے دوسری
منزل تک ترقی کرتے چلے جاتے ہین یہان تک کہ انتہا اوس درگاہ عالی پناہ پر ہوتی ہے اور
اوسکے بعد کوئی سفر باقی نہین رہتا سفر کا آخر وہی ہے پس وہ وجود مین اول اور مشاہدے مین
آخر ہے اسیطرح وہ اون لوگون کی نسبت کہ جو عالم شہادت مین ہین ہیکل اوسکے طالب حواس خمسہ سے
ہین باطن ہے اور جو لوگ اوسکو اپنے دل کے چراغ روشن مین باطن کی بصیرت سے جو عالم
ملکوت تک پہنچی ہوئی ہے طلب کرتے ہین اونکی نسبت کہ ظاہر ہے پس توحید فعلی سالکین کی
اسیطرح تھی یعنی جن لوگون پر کھل گیا تھا کہ فاعل ایک ہی ہے اونکا طریق توحید اسیطرح تھا
اب اگر یہ کہو کہ یہ توحید اس درجے کو پہونچی کہ عالم ملکوت پر ایمان لانے پر اسکی بنا ہے تو اگر کوئی
شخص عالم ملکوت کو نہ سمجھے یا انکار کرے تو اسکا طریق کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ منکر کا تو کچھ علاج
نہین بجز اسکے کہ اوس سے یہ کہا جاوے کہ تیرا ملکوت سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے فرقہ سمنیہ
عالم جبروت کے منکر ہین کہ عالم کو منحصر پانچون حواس مین کرتے ہین اور قدرت اور ارادہ اور علم کے
منکر ہین اسلیے کہ وہ حواس خمسہ سے محسوس نہین ہوتے یعنی اونھون نے پستی عالم شہادت کی پکڑ لی
اسکی چیزون کو جانتے ہین اسکے ماورا نہین جانتے پس اگر منکر مذکور کہے کہ مین بھی اونہین مین سے
ہون یعنی صرف عالم شہادت کے سوا اور چیز کو نہین جانتا جو حواس خمسہ سے معلوم ہوتا ہے تو
اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ تو جو ماورا حواس کی چیزون کا انکار کرتا ہے اور ہم نے اوسکا مشاہدہ کر لیا ہے
تو تیرا انکار ایسا ہے جیسے فرقہ سوفسطائی جو اس خمسہ کا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو کچھ ہمکو ایسے
محسوس ہوتا ہے خیال کا اعتبار نہین یہ ہم خواب ہی مین دیکھتے ہون پھر اگر وہ کہے کہ مین بھی سوفسطائی
ہون مجھے کسی محسوسات مین شک ہے تو یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص کا مزاج بگڑ گیا اور اسکا علاج مشکل
ہے اور اوسکو یونہی چھوڑ دینا چاہیے اسلیے کہ طبیب ہر ایک مرض کا تو علاج کر ہی نہین سکتے بلکہ
تھوڑے مرض کا علاج طبیب کرتے ہین اور اسکا علاج کرتے ہین یہ مثال تو منکر کا ہوا لیکن اگر کوئی منکر
تو نہو بلکہ سمجھتا نہو تو اسکی تدبیر نکالی ہے کہ اوسکی وہ آنکھ جس سے عالم ملکوت
سوجھتا ہے دیکھتے ہین اگر اسکو مرض ہو یا ... اور اوسمین کا پانی اوترا ہو تو وہ قابل علاج کے ہو

اور صاف کرنے کے ہو تو اوسکی صفائی اور دور کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں جیسے کحال ظاہری آنکھ کو
بنا کرتے ہیں پھر جب اوسکی بینائی ٹھیک ہو جاتی ہے تو اوسکو رستہ بتلا دیا جاتا ہے تا کہ اوس پر چلا جاوے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خواص اصحاب رض کے باب میں یہی تدبیر استعمال فرمائی ۔
پھر اگر علاج سے کامل ہو جاوے تو جو طریق ہمنے توحید کے باب میں لکھا ہے اوسکا چلنا اوس سے ممکن نہیں
اور شاید [illegible] ہے کہ ذرات ملک و ملکوت کا کلام شہادت توحید پر سنے پس ایسے شخص کو جو دونو
آواز سنتا [illegible] اور یہی تقریر توحید کی بیان کرنی چاہیے جو اوسکی فہم کے موافق ہو اسلیے کہ
عالم شہادت میں بھی توحید موجود ہے مثلا ہر کوئی جانتا ہے کہ شرکت کی جگہ یا جہاں ایسے ہیں تھوڑی ہو
تو [illegible] اوسکی عقل کے مناسب یہ تقریر کرنی چاہیے کہ عالم کا معبود اور مدبر ایک ہی ہو اسواسطے
کہ اگر سوا خدا کے زیادہ معبود زمین و آسمان میں ہوتے تو زمین و آسمان خراب ہو جاتے جیسے کہ شہر
کہ دو بادشاہ ہوں [illegible] تو چونکہ یہ تقریر اوس شخص کے تجربہ اور مشاہدہ عالم شہادت کے مناسب
ہو گی اسلیے اوسکے دل میں توحید کا اعتقاد جم جاویگا اور اللہ تعالی نے بھی انبیا علیہم السلام کو یہی حکم
فرمایا کہ لوگوں سے اونکی فہم کے بموجب گفتگو کرو اور اسیواسطے قرآن شریف بھی زبان عرب میں
عرب کے محاورات میں جن باتوں کے عادی تھے اونہیں الفاظ سے نازل ہوا باقی رہی یہ بات کہ
توحید اعتقادی توکل کی بنا اور اصل ہونے کی لیاقت رکھتی ہے یا نہیں تو اسکا حال یہ ہے کہ
رکھتی ہے اسلیے کہ اعتقاد جب بدرست ہوتا ہے تو احوال کے پیدا کرنے میں کشف ہی کا
کام کرتا ہے بلکہ اوس سے بڑھکر کہ اکثر ضعیف ہی ہوتی ہے اور اوسکا تزلزل غالب ہے اسواسطے توحید اعتقادی
والا ایک متکلم کا محتاج ہے جو اپنی تقریر سے اوسکو بچائے رکھے یا خود علم کلام سیکھے جسکے باعث
خود توحید یا اوستاد وغیرہ سے سیکھی ہے وہ محفوظ رہے مگر جو شخص کہ راہ دیکھکر خود چلے گا
اوسکو تھوڑا تزلزل وغیرہ کا شبہ ہو یا اگر وہ اوٹھالیا جاوے تو اوسکا یقین بدستور رہیگا
کچھ زیادہ نہوگا کہ وضاحت زیادہ ہو جاوے جیسے کوئی شخص کسی آدمی کو صبح کے وقت دیکھے
اور پھر آفتاب کے نکلنے پر دیکھے تو دوبارہ دیکھنے سے کچھ یقین اوسکے آدمی ہونے کا زیادہ ہوگا صرف
اتنا فرق ہوگا کہ اول بار میں تفصیل اوسکے خط و خال کی معلوم نہ تھی وہ دوبارہ خوب معلوم ہو جاوے گی
اسیطرح اہل مکاشفہ کی توحید کے یقین کو سمجھنا چاہیے کہ اول ہی سے ایسا یقین ہوتا ہے جسکو کچھ
تزلزل نہ ہو اہل کشف کی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسے فرعون کے جادوگر تھے کہ اول سے چونکہ
انتہاے تاثیر سحر کو طول مشاہدہ اور تجربہ کے باعث جانتے تھے اور حضرت موسی علیہ السلام کے

اسی واسطے وہ کبھی جو چاہتے ہیں وہ کہنے لگے تھے اور اوس پر عمل نہیں کیا تو اس بات کی پروا نہ کی کہ فرعون نے
مروی ہوئے وعید کیا ہے لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم فی
جذوع النخل بلکہ یہ کہا کہ لن نؤثرک علی ما جاءنا من البینات والذی
فطرنا فاقض ما انت قاض انما تقضی هذه الحیوة الدنیا حاصل یہ کہ کشف اور ظاہر ہو جانیکی وجہ سے
ثابت ہوتی ہے اوسمین تغیر نہیں ہوتی اسیطرح اہل کشف کی توحید مین بھی کا تزلزل نہیں ہوتا
اور توحید اعتقادی کا حال ایسا ہے جیسے سامری ... پہلے تھے کہ اونکا ایمان چونکہ ظاہر
سامنے دیکھنے پر تھا توجب سامری کا بچھڑا دیکھا اور اوسکی آواز سنی تو متغیر ہوئے اور سامری کا قول
سننے لگے هذا الٰهکم واله موسی فنسی اور اس بات پر خیال نکیا کہ بچھڑا نہ انکا جواب دیتا ہے
نہ کچھ فائدہ اور نقصان پہونچاتا ہے غرض کہ جو شخص سامری ... عقیدہ رکھتا ہو کہ ... کا جب نظر کو
دیکھیگا تو بالضرور پھر جاویگا اسلئے کہ دونون چیزین عالم شہادت سے ہیں اور ... بھی
عالم شہادت مین ہے ... اور اونکا عالم ملکوت سے ... کی جانب سے ... ہو تو
اوسمین تبدیلی اور تغیر ہرگز کچھ نہیں ہوتا ہے ... یہ سوال ہوتا ہے کہ جو ... توحید کا حال
لکھا ہے وہ اوس صورت میں ہے جہان ثابت ہو کہ واسطے اور اسباب سب ... ہیں اور یہ
تو ظاہر ہے مگر انسان کی حرکت بیچ مین اسی واسطے کہ انسان جب چاہتا ہے حرکت کرتا ہے اور
جس وقت چاہتا ہے ٹھہر جاتا ہے تو یہ ... ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یون ہوتا کہ اگر انسان
ارادہ اپنے چاہنے کا کرے تو چاہتا ہے اور اگر خواہش کا ارادہ نکرے تو نہیں چاہتا تب البتہ
پانون پھسلنے کی جگہ اور غلطی کا موقع تھا مگر اب تو معلوم ہو چکا کہ انسان فعل جب کرتا ہے
جب چاہتا ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ چاہنا اسکے اختیار مین ہو کہ چاہے تو چاہے اور چاہے نہ چاہے
اسلئے کہ اگر خواہش انسان کے اختیار مین ہو تو دوسری مشیت پر موقوف ہوگی اور وہ تیسری پر
اسیطرح غیر متناہی سلسلہ ہو جاویگا اور جب مشیت اختیاری نہوئی تو جب کبھی اوسکی وہ خواہش
جو قدرت کو مقدور چیز کیطرف پھیرتی ہے موجود ہوگی تو قدرت بلاشک اوسی کام مین مصروف
ہوگی اور اوسکو پاسب مخالفت نہوگی۔ حاصل یہ کہ اتنی باتین ضروری ہین قدرت کے ہوتے ہوئے
حرکت ضرور ہوگی مشیت کے پختہ ہونے پر قدرت ضرور حرکت ہوگی اور مشیت دل مین بے اختیار
پیدا ہونی بھی ضروری ہے یہ سب امور اسی ترتیب سے ضروری ہین ہمارے کو یہ اختیار نہین کہ مشیت
کو دور کرے نہ یہ اختیار ہو کہ بعد مشیت کے قدرت کو مقدور چیز کی طرف نہ پھیرنے دے نہ یہ کہ بعد پیدا کرنیکے

یعنی ... کو ... ہاتھ اور پیر ... اور سولی دونگا ... ۱۲

یعنی ... اوس میں ... صاف اور اوس ... جو کچھ ... اس دنیا کی زندگی ہی مین

یہ صاحب ... تمہارا اور صاحب موسی کا سو وہ بھول گیا ۱۲

کے سبب مشیت کے قدرت کو حرکت میں لانے کی غرض بھی کسی سبب سے ہوتی ہے جو اسکو لاچار کرتی ہے آپ اگر
کہو گے کہ اس تقریر سے تو محض جبر ثابت ہوتا ہے جو اختیار کے خلاف ہے اور ہم لوگ قائل
اختیار کے ہیں پس جب آدمی ہر طرح سے مجبور ہوا تو مختار کیسے ہو گا اسکا جواب یہ ہے کہ اگر حقیقت
حال کھولدی جاوے تو معلوم ہو کہ انسان عین اختیار ہی میں مجبور ہے مگر جو شخص اختیار کو
جبر سمجھا ہو وہ کہیگا کہ انسان کو اختیار میں مجبوری ہے پس اول ہم اختیار کا بیان کریں کہ علم کے
[illegible] مقام سمجھانا ہے ورنہ اس کتاب میں [illegible]
[illegible] کا بیان کرینگے اور کچھ شبہ نہیں کرتے ہم یہ کہتے ہیں کہ افعال انسان کے تین قسم پر واقع ہوا کرتے ہیں مثلاً
کہتے ہیں کہ انسان پانی پر کھڑا ہوتا ہے [illegible] سانس لیتا ہے اور [illegible]
جب پانی پر کھڑا ہوتا ہے تو اسکے نیچے سے [illegible] پانی سے
[illegible] اور سانس لیتا ہے [illegible] آدمی [illegible] ہوتا ہے [illegible]
اور جبری میں یکساں ہیں بلکہ [illegible] افعال [illegible]
[illegible] پانی کے [illegible] فعل طبعی [illegible] اور سانس لینے کو فعل ارادی [illegible]
اور کتابت کو فعل اختیاری کہتے ہیں اب ہر ایک کا حال [illegible] فعل طبعی [illegible] ظاہر
اسطرح کہ جب انسان پانی کے سطح پر کھڑا ہو گا یا ہوا میں کو چلیگا تو پانی اور ہوا دونوں
جدا ہو جاوینگے [illegible] چلنے کے بعد چیرنا ضروری ہے اور سانس لینا بھی ایسا ہی ہے اسلئے کہ
کی حرکت کو سانس لینے کے ارادہ کیطرف وہی نسبت ہے جو پانی کے پھٹنے کو ہے بدن
کے بوجھ کیطرف پس جب ثقل موجود ہو گا تو اسکے بعد چیرنا پایا جاویگا جیسے سانس لینے کے ارادہ
کے پیچھے ہوئے سانس موجود ہوا ہے مگر ثقل کا ہونا آدمی کے اختیار میں نہیں اسیطرح ارادہ
فعل ارادی کا بھی آدمی کے بس میں نہیں اسواسطے دیکھتے ہو کہ جب سوئی لیکر کسی کی آنکھ پر
گھونپ دو تو پلکیں بے اختیار بند ہو جاتی ہیں اگر وہ شخص چاہے کہ کھلی رکھے نہیں رکھ سکیگا
باوجودیکہ پلکوں کا بند کرنا فعل ارادی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ادراک کے سامنے صورت سوئی
کی بندھ جاتی ہے تو ارادہ بند کرنے پلکوں کا ضروری پیدا ہو جاتا ہے اور اسی ارادہ
حرکت پیدا ہوتی ہے اگر اس حرکت کو روکنا چاہے گا تو نہ ہو سکیگا گو یہ فعل قدرت و ارادہ
سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے افعال بھی ضروری ہوتے ہیں فعل طبعی میں داخل ہیں
رہا فعل اختیاری وہی محل شبہ میں ہے یعنی کتابت اور کلام وغیرہ کو کہہ سکتے ہیں کہ اگر چاہا

کبھی ہے اور چاہتے ہین کہ چپ رہے اور کبھی اوسکی خواہش کرتا ہے کبھی نہین کرتا اسی سے گمان ہوتا ہے
کہ اوسکا امر مفوض انسان کیطرف ہے اور وجہ اس گمان کی اختیار کے معنی سے نا واقفیت ہے
اسلیے ہم اوسکو واضح کیے دیتے ہین اور اوسکا بیان یہ ہے کہ ارادہ تابع اوس علم کا ہوتا ہے جو حکم
کرتا ہے کہ چیز آدمی کے موافق ہے اور اس اعتبار سے اشیا کی دو قسمین ہین بعض تو ایسی ہین کہ
آدمی کو اشیا یہ ظاہر یا باطن بدون حیرت و تردد کے کہدیتا ہے کہ یہ تیرے موافق ہین اور
بعض ایسے ہین کہ عقل اونمین متردد ہوتی ہے اول کی مثال یہ ہے کہ مثلا کوئی شخص تمھاری آنکھ
مین سوئی مارنی چاہے یا شمشیر علم کرے کہ تمپر چلیگی تو تمکو اسی بات کا علم ہوگا کہ اس بلا کا ٹالنا تیرے
حق مین بہتر اور موافق ہے اسمین کچھہ تردد و فکر نہ ہوگا اور فورا اس علم کے سبب ارادہ پیدا ہوگا اور
اوسکے باعث قدرت متحرک ہوگی اور سوئی کے دفع کرنے کو پلکین جھپک جائینگی اور تلوار کے
روکنے کو ہاتھہ اوٹھہ جاوینگے اور گو یہ باتین ارادہ سے ہوئین مگر بلا تامل و تفکر ہوئین اور جن باتون
مین کہ عقل و تمیز کو تامل ہوتا ہے اور نہین جانتے کہ موافق ہین یا نہین اونمین حاجت فکر کی
ہوتی ہے یہانتک کہ عقل پر کھل جاوے کہ اسکا کرنا اچھا ہے یا نکرنا پس جب فکر سے علم اوسکے
بہتر ہونے کا حاصل ہوجاتا ہے تو یہ بھی ایسا ہی ہوجاتا ہے جیسے اول قسم کی اشیا مین بلا فکر تھا
اور اسیواسطے یہان بھی اس علم کے باعث ارادہ پیدا ہوتا ہے جیسے وہان تلوار و سوئی کی روک
کے لیے پیدا ہوتا تھا پس جسوقت یہ ارادہ ایسے فعل کیواسطے اوٹھتا ہے جسکی بہتری عقل کو معلوم
ہوچکی ہو اوس صورت مین اسکا نام اختیار ہوتا ہے جو خیر سے مشتق ہے یعنی اختیار کیا خیر سے
کہ مراد اوسکی یہ ہوتا ہے ایسے فعل کیطرف جو عقل کے نزدیک خیر ہے اور یہ وہی ارادہ بعینہ ہے فرق یہی ہے
کہ اوس ارادے کے اوٹھنے مین فعل کے خیر ہونے کا انتظار اپنے حق مین نہین کرنا پڑا تھا کہ تلوار
کے روکنے اور دفع کرنے مین بہتری بدون فکر بلکہ بدیہۃ ظاہر ہوئی اور اسمین حاجت فکر کی ہوئی
پس اختیار ایک ارادہ خاص ہے یعنی وہ ارادہ کہ عقل کے اشارے سے ایسی چیزون مین اوٹھتا ہے
جنکے ادراک مین عقل کو تامل ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ اختیار مین عقل کو حاجت
اس بات کی ہوتی ہے کہ دو بہتر کامون مین سے زیادہ بہتر کو تمیز کرے اور دو بری باتون
مین سے زیادہ بری کو۔ اور یہ ہو نہین سکتا کہ ارادہ بدون حکم حس و خیال کے یا بغیر حکم ناطق
عقل کے اوٹھہ کھڑا ہو اسیواسطے اگر کوئی شخص مثلا اپنے ہاتھہ سے اپنی گردن جدا کرنی چاہے
تو نہین ہوسکیگا نہ اس جہت سے کہ اوسکے ہاتھہ مین زور نہین یا چھری موجود نہین بلکہ اس

وجہ سے کہ یہاں وہ ارادہ نہیں جو قدرت کو اوٹھایا کرتا ہے اور ارادہ کو ہونے کی جہت سے
کہ وہ جب ہوا کرتا ہے جب عقل یا حس سے معلوم ہو جاوے کہ فعل موافق ہے اور ظاہر ہے کہ
اپنے آپ کو مار ڈالنا عقل کے موافق نہیں اسلیے باوجود قوت اعضا کے ممکن نہیں کہ آدمی اپنے آپکو
قتل کر ڈالے مگر اوس صورت میں کہ ایسی تکلیف دردناک میں مبتلا ہو جسکی اوسکو تاب نہو کیونکہ ایسی
صورت میں عقل کو حکم میں تردد و توقف ہوتا ہے یعنی اپنا مار ڈالنا بھی برا ہے اور مبتلای آلام و مصائب
رہنا بھی برا تو عقل کو ان دونوں برائیوں میں تردد ہوتا ہے کہ کونسی بہتر ہے اگر بعد فکر کے اوسکے
نزدیک اس امر کو ترجیح ہوتی ہے کہ قتل نہ کرنے میں برائی کم ہے تب تو اپنے آپ کو قتل نہیں کر سکتا
اور اگر عقل قتل میں برائی کم پاتی ہے اور حکم قطعی ایسا کرتی ہے کہ اوس سے چھوٹنا اور زائل ہو جانا
کی تکلیف کا ہو تو ارادہ اور قدرت پیدا ہوتے ہیں اور آدمی اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے جیسے کوئی
شخص کسی کو پیچھے تلوار لیکر دوڑے تو وہ سر آدمی بھی چھت پر سے خوف کے مارے گر پڑتا ہے اگرچہ
وہاں سے گر کر مر جاوے تاکہ اسکی کچھ پروا نہیں کرتا اور نہ یہ ہو سکے کہ چھت پر سے اپنے آپ کو نہ گراوے
اور اگر کوئی پیچھے سے ہلکی چوٹ مارتا ہوا جاتا ہو تو چھت سے گرنا سے پہنچکا عقل حکم کرتی کہ مار کا
سہنا بہ نسبت گرنے کے آسان ہے اور سمجھا تو توقف کرتے ممکن نہیں تھا کہ اپنے آپ کو گرا دے اور نیچے
اور نہ اوسکا ارادہ پیدا ہوتا کیونکہ ارادہ تابع عقل و حس کے حکم کا ہوتا ہے اور قدرت ارادہ کی
تابع ہے اور حرکت اعضا قدرت کے تابع اور یہ سب آدمی میں ضروری پیدا ہوتے ہیں ایسی طرح
کہ اوسکو خبر نہیں ہوتی کیونکہ آدمی ان امور کا محل ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ اوس سے صادر ہوتی ہوں
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مجبور ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ سب افعال اوسمیں غیر سے حاصل
ہوتے ہیں خود اوس سے نہیں ہوتے اور مختار ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ محل اوس ارادے کا ہوتا ہے
جو اوسمیں جبرًا پیدا ہوا ہے اسلیے کہ عقل نے کسی کام کو خیر محض اور موافق ہونیکا حکم کر دیا اور حکم بھی جبرًا
ہوا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اختیار پر مجبور ہے مثلاً آگ کا فعل جلانے میں صرف جبر ہے اور
خداے تعالی کا فعل محض اختیار ہے اور انسان کا فعل ان دونوں مرتبے کے درمیان ہے یعنی گویا
یہ جبر ہے اور اختیار کا یہ ایک تیسری قسم ہے تو اہل حق نے اسکے لیے نام بھی جدا ڈھونڈھا اور
اسباب میں اقتدا کتاب اللہ تعالی کا کرکے اوسکو کسب کہا اور یہ نہ جبر کے خلاف ہے نہ اختیار کے
بلکہ سمجھ والوں کے نزدیک دونوں باتوں کا جامع ہے اور خداے تعالی کا فعل جو اختیار کہلاتا ہے
اوسمیں یہ شبہ چاہیے کہ وہ اختیار نہو جو ارادہ بعد حیرت و تردد کے ہوا کرتا ہے اسلیے کہ یہ بات

خدای تعالی کی شان مین محال ہے اور جتنے الفاظ کہ لغات مین مذکور ہین اونکا استعمال خدای تعالی کے حق مین استعارہ اور مجاز ہی کی راہ سے ہے اور اس بات کا ذکر کرنا طویل اور قابل اس مقام کے نہین ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ علم نے ارادہ پیدا کیا اور ارادہ نے قدرت اور قدرت نے حرکت یعنی ہر ایک پچھلی چیز اول سے پیدا ہوئی اس سے تمہاری اگر یہ غرض ہے کہ بدون قدرت الہی کے ایک نے دوسری چیز کو پیدا کر دیا تو یہ ہو نہین سکتا اور اگر یہ غرض نہین تو ان کے ایک دوسرے پر مترتب ہونے کے کیا معنی ہین پس اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ ان مین سے بعض نے بعض کو پیدا کیا جہالت محض ہے بلکہ ان سب کا حوالہ اوس بات پر ہے جسکو قدرت ازلی سے تعبیر کرتے ہین اور سب کی اصل وہی ہے عوام اوس سے واقف نہین جو لوگ علم مین راسخ ہین وہ البتہ اوسکے معنی کی بات سمجھے ہین عوام اوس لفظ ہی کو جانتے ہین اور اوسمین ایک قسم کی قدرت مشابہ انسان کی قدرت کے سمجھتے ہین حالانکہ یہ امر حق سے بہت دور ہے اور اسکا بیان بہت طویل ہے لیکن اتنا جاننا چاہیے کہ بعض مقدورات بعض پر مترتب ہوتے ہین اسطرح جیسے مشروط شرط پر ہوتا ہے اسی طرح سے قدرت ازلی سے ارادہ جبھی صادر ہوتا ہے جب علم ہو لیتا ہے اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد محل حیات کے صادر ہوتی ہے یہ نہین کہہ سکتے کہ حیات جسم سے حاصل ہوتی ہے جو شرط حیات ہے اسیطرح اور درجات ترتیب کو جاننا چاہیے لیکن بعض شرطین تو اکثر عوام پر بھی ظاہر ہو جاتی ہین اور بعضے بدون خواص اور کشف والون کے جو نور حق سے دیکھتے ہین ظاہر نہین ہوتین ورنہ جو مقدم مقدم ہوتا ہے یا جو متاخر پیچھے ہوتا ہے وہ لزوم اور حق ہی کے ساتھ ہوتا ہے سب افعال الہی کو ایسا ہی جاننا چاہیے اگر یہ بات نہ ہوتی تو تقدیم اور تاخیر لغو اور مجنونون کے فعل کے مانند ہوتی خداوند کریم ان واہی خیالات سے پاک و منزہ ہے خود اسکی طرف اشارہ فرماتا ہے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزین آسمان و زمین کے اندر ہین وہ ترتیب واجب اور حق لازم کے ساتھ ہوتی ہین جسطرح وہ ظاہر ہوتی ہین اوسکے سوا اور کسیطرح اونکا ہونا متصور نہین ہو سکتا جو ترتیب اونمین ہے اوسکے خلاف اور کوئی ترتیب ممکن نہین اب جو کوئی متاخر چیز پیچھے ہوتی ہے تو صرف شرط کے انتظار کے سبب ہے کہ مشروط کا ہونا شرط سے پہلے محال ہے اور محال کو تحت قدرت داخل ہونے کے ساتھ موصوف نہین کیا کرتے ہین غرضکہ علم جو نطفہ سے پیچھے ہوتا ہے تو یہی سبب ہے کہ نطفہ مین حیات نہین جو شرط علم ہے اور حیات کے ساتھ علم ہونے کے بعد

جو ارادہ پیچھے ہوتا ہے تو شرط علم کے ہونے کی جہت سے اور انہیں سے ہر چیز کا اپنی اپنی شرط
کے بعد اس طرح ہونا واجب اور لازم ہے ترتیب حق یہی ہے یہ بات نہیں کہ اس ترتیب میں کچھ
اتفاق و سرسری ہونے کو دخل ہو بلکہ یہ ترتیب بمقتضائے حکمت و تدبیر کے موجب ہوا اور اسکا
سمجھنا بہت مشکل ہے لیکن ہم ایسی مثال بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ باوجود قدرت کے
فعل مقدور اپنی شرط پر موقوف رہتا ہے بدوں اسکے نہیں آتا اس مثال سے جو لوگ تھوڑی اور
ضعیف فہم رکھتے ہیں انکو بھی حق بات کے آغاز و شروع کی باتیں سمجھنی سہل ہو جاویں گی
فرض کرو کہ ایک بے وضو آدمی پانی میں گردن تک ڈوبا ہوا ہے تو باوجودیکہ پانی استعمال
کرنے اور بدن پر پہنچنے سے بے وضو ہونا جاتا رہتا ہے مگر اسکے اعضا سے حدث دور نہ ہوگا بلکہ
شرط کا منتظر رہیگا کہ جب منہ بھی دھو یا جاوے تو وہ بھی اسی طرح جان لو کہ قدرت ازلی بھی
مقدورات سے ملی ہوئی اور سب سے متعلق ہے جیسے پانی تمام اعضا سے ملا ہوا تھا مگر مقدور
چیز جبھی موجود ہوگی جب اوسکی شرط پائی جاویگی جیسے مثال بالا میں حدث کا دور ہونا وجود شرط
پر منحصر ہے اور وہ منہ دھونا ہے پس جو شخص پانی میں کھڑا ہے اپنا منہ پانی کی سطح پر رکھے
اور پانی سب اعضا میں تاثیر کرے اور حدث جاتا ہے تو جاہل یہ خیال کرتے ہیں کہ حدث
ہاتھوں سے اسواسطے گیا کہ منہ سے جاتا رہا یعنی منہ کے حدث دور ہونے کو علت ہاتھوں کے
حدث کے جانے کی کہتے ہیں پانی کو رافع حدث نہیں جانتے کیونکہ دور ہونا حدث کا منہ دھونے
کے بعد ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی پیشتر سے اعضا سے ملا ہوا تھا رافع حدث نہ تھا اور اب پانی
کچھ بدل تو گیا ہی نہیں جیسا تھا ویسا ہی ہے تو جو بات اس سے پیشتر حاصل تھی وہ اب بھی
ہوگی نا منہ دھونے سے حدث کا جانا قطعی ہی تو ثابت ہوا کہ منہ دھونا ہی رافع حدث کا ہے
پانی رافع نہیں اگر پانی ہوتا تو پہلے بھی ہوتا اور یہ خیال ان لوگوں کا محض جہالت ہے اور
ایسا ہی ہے جیسا کوئی یہ گمان کرے کہ حرکت قدرت سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت
ارادے سے اور ارادہ علم سے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جب منہ سے حدث
مرتفع ہوا تو ہاتھوں کا حدث بھی اوس پانی سے جو ہاتھوں سے ملا ہوا تھا مرتفع ہوا کچھ
منہ دھونے سے مرتفع نہیں ہوا اور یہ مانا کہ پانی نہیں بدلا اور ہاتھ نہیں بدلا اور نہ کوئی چیز نئی
ہوئی مگر شرط جو مفقود تھی وہ ہو گئی اسلئے اوسکا اثر بھی ظاہر ہو گیا پس مقدورات کا صادر ہونا
قدرت ازلی سے اسطرح سمجھنا چاہیے باوجودیکہ قدرت ازلی قدیم ہے اور مقدورات سب

ہوا و شاہین اور یہ فکر ایک جداگانہ و مستقل عالم کا مکاشفات کے دروازے کی ہے اسیلیے ہم اوس کو
بھی چھوڑے دیتے ہین اسلیے کہ ہمارا مقصود تو معرفت توحید در فعل کے طریق پر تنبیہ کرنا ہے کیونکہ
فاعل حقیقت مین ایک ہے اور وہی قابل خوف و رجا ہے اور اوسی پر توکل و اعتماد زیبا ہے
اور جسقدر ہم نے اس باب مین لکھا ہے اوسکو سب توحید کے سمندرون مین سے تیسری قسم
توحید کے سمندر کا ایک قطرہ جاننا چاہیے اوسکا پورا بیان تو عمر نوح مین بھی محال ہے اور یہ ایسا ہی
جیسے کوئی سمندر کے پانی کو قطرہ قطرہ کرکے سب اوٹھانا چاہے اور یہ تمام تقریر کلمہ
لا الہ الا اللہ کے مضمون مین داخل ہے تو دیکھنا چاہیے کہ یہ کلمہ زبان پر کتنا ہلکا ہے اور
اسکے لفظون کے مضمون کا اعتقاد دل مین کتنا سہل ہے اور اسکی حقیقت اور مغز علماے راسخین
کے نزدیک کتنی بڑی ہے اور ہمارے نزدیک کا تو کیا ذکر ہے۔ یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے
کہ توحید کے معنی تو یہ ہین کہ سوا خدا تعالی کے کوئی فاعل نہین اور شرع سے افعال کا ثبوت
بندون کے لیے پایا جاتا ہے تو یہ دونون اکٹھے کیسے ہو سکتے ہین کیونکہ اگر بندہ فاعل ہوگا تو
خدا تعالی کیسے ہوگا اور اگر اللہ تعالی ہوگا تو بندے کو کسطرح کہہ سکے اور ایک ہی فعل کے
دو فاعل ہون یہ سمجھ مین نہین آتا پس اسکا جواب یہ ہے کہ جب فاعل کے معنی ایک ہی لیے جاوین
تب البتہ یہی بات ہے کہ ایک فعل کے فاعل دو نہین متصور ہو سکتے اور اگر فاعل کے دو معنی ہون
اور لفظ مجمل ہو کہ دونون پر بولا جا سکتا ہو تو کچھ دشوار نہین مثلاً کہا کرتے ہین کہ امیر نے فلان شخص کو
قتل کر ڈالا اور یہ بھی کہتے ہین کہ جلاد نے مار ڈالا تو یہان امیر اور اعتبار سے قاتل کہلاتا ہے
اور جلاد اور اعتبار سے اسیطرح بندہ اپنے فعل کا اور اعتبار سے فاعل ہے اور خدا تعالی اور
اعتبار سے اللہ تعالی کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ فعل کا ایجاد و اختراع کرنے والا ہے
اور بندے کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ بندہ وہ محل ہے جسمین قدرت پیدا ہوئی بعد اسکے
کہ خدا تعالی نے بندے مین ارادہ پیدا کیا اور اوس سے پہلے علم پیدا کیا یعنی ارتباط قدرت و
ارادہ و حرکت کا قدرت سے تو ایسا ہے جیسے شرط کا ارتباط مشروط سے ہوتا ہے اور قدرت
الہی سے اسطرح ہے جسطرح معلول کا ارتباط علت سے اور موجد کا ایجاد کی ہوئی چیز سے ہوتا ہے
اور جو چیز کہ اوسکو قدرت سے ارتباط ہوتا ہے تو محل قدرت کو بھی فاعل کہہ دیتے ہین خواہ
کسیطرح کا ارتباط ہو مثلاً جلاد اور امیر کو دونون کو قاتل اسیوجہ سے کہتے ہین کہ قتل دونون کی
قدرت سے ارتباط رکھتا ہے مگر ارتباط دو طرح کا ہے اسیواسطے قتل دونون کا فعل کہلاتا ہے

اسیطرح ارتباط مقدورات کا ودقدرتون سے سمجھنا چاہیے اور اسی موافقت اور مطابقت کیلیے
خداے تعالی نے افعال کو قرآن مجید مین کبھی فرشتون کیطرف اور کبھی بندون کیطرف اور کبھی انکو
افعال کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے چنانچہ موت کے باب مین ارشاد ہے قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ
پھر فرمایا اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا اور فرمایا اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ اسمین بندون کیطرف
کاشتکاری کو منسوب فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد ہے اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ
شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا اور فرمایا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا
اور پھر فرمایا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا حالانکہ پھونکنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے
اور ایک جگہ ارشاد ہے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ تفسیر مین اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ جب
جبریل تجھپر قرآن پڑھین اور فرمایا قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ اسمین قتل کو مسلمانون کیطرف
منسوب فرمایا اور عذاب دینے کو اپنی طرف اور عذاب دینا بعینہ قتل کرنا ہے چنانچہ دوسری جگہ
اسکی تصریح فرمایا فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ اور فرمایا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اسمین بظاہر نفی اور اثبات کو جمع فرمایا ہے مگر حقیقت مین یہ غرض ہے کہ نفی
اور اثبات باعتبار جہتون کے ہے کہ خداے تعالی فاعل ہوا اور اثبات اور اعتبار سے جس سے کہ بندہ
فاعل ہوا ہے یہ دونون فعلی جدا جدا باتین ہین اور فرمایا اَلَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ پھر فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اور فرمایا ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا
بَيَانَهٗ اور فرمایا اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم رحم کے فرشتہ کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ رحم مین جاکر نطفہ کو ہاتھہ مین لیتا ہے
اور اوسکو جسم کی صورت بناتا ہے اور کہتا ہے کہ الہی یہ مرد بنے یا عورت برابر ہو یا ٹیڑھا اللہ تعالی
اوسکے جواب مین جو چاہتا ہے ارشاد فرما دیتا ہے اور فرشتہ اوسیطرح بنا دیتا ہے اور دوسری روایت
مین یہ ہے کہ فرشتہ صورت بناکر اوسمین روح پھونک دیتا ہے خواہ سعادت کے ساتھہ یا شقاوت کی انتہی
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس فرشتے کا نام روح ہے وہ وہ ہے جو جسمون مین روح ڈالتا ہے اور
وہ اپنے کسی خاص طرح پر سانس لیتا ہے تو اوسکا ہر ایک سانس روح بنکر جسم مین چلا جاتا ہے اسلیے
اوسکا نام روح رکھا گیا ہے اس بزرگ نے جو کچھہ اس جیسے فرشتے کے باب مین کہا ہے اور صفت
بیان کی ہے وہ درست ہے اہل دل نے اپنی بصیرت سے اوسکا مشاہدہ بھی کیا ہے مگر اوسکا
نام روح ہونا بدون سند نقلی کے نہین ہو سکتا اور بے دلیل نقلی اوسکو روح کہدینا صرف تخمین ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دلائل اور آیات زمین و آسمان میں ذکر فرمائیں پھر فرمایا
اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور فرمایا شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
اسمیں بتلایا کہ وہ خداے سبحانہ اپنے نفس پر دلیل ہے اور یہ امر کچھہ خلاف نہیں بلکہ استدلال کی
راہیں مختلف ہیں بہت طالب ایسے ہیں کہ انھوں نے موجودات کو دیکھکر خداے تعالیٰ کو پہچانا ہے
اور بہت سے طالبوں نے اللہ تعالیٰ سے موجودات کو جانا ہے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہیں کہ
میں نے اپنے رب کو اوسکی بدولت پہچانا اگر میرا پروردگار نہوتا تو میں اوسکو ہرگز نہ پہچانتا اور یہی
مراد اس آیت میں ہے اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے
نفس کی صفت بیان فرمائی کہ زندہ کرنے والا اور مارنے والا میں ہون پھر موت اور حیات کو
دو فرشتوں کیطرف مفوض فرمایا چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ موت اور حیات کے دو فرشتون نے
آپسمیں مناظرہ کیا ملک الموت نے کہا کہ میں زندون کو مردہ کرتا ہون اور حیات کے فرشتے نے
کہا کہ میں مردون کو زندہ کرتا ہون اللہ تعالیٰ نے اونپر وحی بھیجی کہ تم دونون جس کام پر مقرر ہو وہی
کیے جاؤ مارنے اور جلانے والا میں ہون میرے سوا اور کوئی مارا ور جلا نہیں سکتا حاصل یہ کہ
فعل کا استعمال کئی طرح پر ہوتا ہے اگر سمجھو تو کچھہ اسمیں تناقض نہیں اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جس شخص کو خرما عنایت فرمایا تھا ارشاد فرمایا خُذْهَا لَوْ لَمْ تَأْتِهَا لَأَتَتْكَ
آنے کو اوس شخص کیطرف اور خرما کیطرف منسوب فرمایا حالانکہ خرما انسان کیطرف ایسی طرح نہیں آتا
جیسے انسان اوسکی طرف جاتا ہے اسیطرح جب ایک تائب نے کہا کہ میں خداے تعالیٰ کی طرف توبہ
کرتا ہون نہ محمد کیطرف تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے حق کو حقدار کے لیے جان لیا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ جو شخص سب باتون کو خداے تعالیٰ ہی کیطرف منسوب کرے وہ ایسا محقق ہے کہ
حق اور حقیقت کے حقدار کو جانتا ہے اور جو شخص اوسکے غیر کیطرف کچھہ نسبت کرے وہ اپنے
قول میں استعارہ اور مجاز کرتا ہے اور مجاز کیواسطے بھی ایک وجہ ہے جیسے کہ حقیقت کے لیے
ایک وجہ ہے اور لفظ فاعل واضع لغت نے اختراع کرنے والے کے لیے بنایا ہے مگر چونکہ
اوسنے خیال کیا کہ انسان بھی اپنی قدرت سے اختراع کرتا ہے اسلیے اوسکو بھی فاعل اسم
کام کا کہدیا اور اوسکے فاعل کہنے کو معنی حقیقی سمجھ گیا اور یہ وہم کیا کہ اس فعل کی نسبت خداے تعالیٰ
کیطرف مجاز ہے جیسے قتل کی نسبت حاکم کیطرف مجاز ہے اور جلاد کیطرف حقیقت میں۔
مگر اہل حق کو عقدہ کھلا تو معلوم ہوا کہ امر بالعکس ہے اور واضع لغت سے کہا کہ اگر لفظ فاعل

ت کیا تیرا رب بس نہیں اس بات کو کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے ۱۲

ت اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اوسکے سوا ۱۲

ع اسکی سند مجھے نہیں ملی ۱۲

ع طبرانی بروایت حنبل بن شرحبیل عن ابن عمر ۱۲

ح اسکو لے اگر تو اسکے پاس نہ آتا تو تیرے پاس آتا ۱۲

قوت مخترع کیواسطے بنایا ہے تو فاعل سوای خدای تعالی کے اور کوئی نہین پس حقیقی معنی خاص خدای تعالی کیواسطے ہین اور دوسرے کے لیے بولنا مجاز ہے یعنی اوس مقصود سے جو واضع لغت نے لفظ بنایا تھا تجاوز کر گیا کیونکہ اختراع کا کام صرف خدای تعالی کا ہے اور جبکہ حقیقی معنی بعض عرب کی زبان پر بے قصد آگیا اتفاقا جاری ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بہت سچا شعر جو شاعر نے کہا ہے قول لبید کا ہے شعر

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل ٭ و کل نعیم لا محالۃ زائل

جسکا ترجمہ یہ ہے

جو چیز ہے سوا خدا کے جانو باطل ٭ سب نعمتین ہین جو ہونگی لا محالہ زائل

یعنی جس چیز کو کہ قیام اپنی ذات سے نہین دوسرے کے سبب قائم ہے وہ بذات خود باطل ہے اوسکی حقیقت اور حقیقت کچھ ہے نہ خود اوس سے ہی ثابت ہوا کہ حقیقت مین سوای ذات حی قیوم کے ہستا کر اور کوئی حق نہین کہ وہی اپنی ذات سے قائم ہے اور اوسکے سب قائم اوسکی قدرت سے ہین اسی جہت سے وہی حق ہے اور سب باطل ہین اور اسی جہت سے حضرت سہل تستری یہ فرماتے ہین کہ اے مسکین خدای تعالی موجود تھا اور تو نہ تھا اور وہ ہوگا اور تو نہ ہوگا آج جو تو ہو گیا تو کہنے لگا مین مین تو اب بھی ایسا ہی ہو جا جیسا پہلے نہین تھا کیونکہ آج ویسا ہی وقت ہے جیسا پہلے تھا شعر

بہشت تن آسانی آنگہ خورے ٭ کہ بر دوزخ نیستی بگذرے

اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بالکل کارخانہ جبر کا ہے تو پھر ثواب عذاب کے کیا معنی ہین اور غضب اور رضا سے کیا مراد ہے اپنے ہی فعل پر خدای تعالی راضی اور ناراض کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ باب الشکر مین اس بات کیطرف ہم اشارہ کر چکے ہین دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین یہ مقدار وہ ہے جو توحید مورث حال توکل کے باب مین ہمکو بطور ضرورت لکھنی منظور تھی اور یہ بدون ایمان اور اعتقاد کرنے رحمت و حکمت کے کامل نہین ہوتی اسلیے کہ توحید سے لازم آتا ہے کہ مسبب الاسباب کیطرف نظر ہو اور وسعت رحمت پر ایمان ہونے سے اعتماد مسبب الاسباب پر ہوتا ہے۔ اور حال توکل جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا جبھی پورا ہوتا ہے جب وکیل پر اعتماد اور دل کا اطمینان اوسکی شفقت پر ہو اور ایمان کی یہ قسم بھی بہت بڑی قسم ہے اہل کشف کے طریق کی صورت اس باب مین لکھنی طویل ہے مگر اوسکا خلاصہ لکھے دیتے ہین تا کہ طالب مقام توکل اوسکا معتقد ہو

قطعی اعتقاد سے ہو جاتی ہے اور اس طرح کا شک نہ رہے وہ یہ ہے کہ ایسے یقین سے کہ جس میں شائبہ
ضعف اور شک نہ ہو یہ تصدیق کرے کہ خدا تعالیٰ اگر تمام خلق کو سب سے زیادہ عقلمند شخص کے موافق
عقل دیتا اور سب سے زیادہ عالم جیسا علم عنایت کرتا اور جس قدر علم کی انکے نفس میں سمائی ہوتی اوتنی
عنایت فرماتا اور انکو حکمت اور سمجھ بھی دیتا کہ جسکی کچھ انتہا نہیں پھر جیسے انکی شمار بڑھتی جاتی
ویسے ہی علم اور حکمت اور عقل کو ترقی بخشتا رہتا اور پھر انجام کار کا حال ظاہر کر دیتا اور اسرار
ملکوت بھی سب کے سب کو بتلا دیتا اور لطف و عقوبت کے دقائق سے بھی آگاہ کر دیتا یہانتک
کہ خیر و شر اور نفع و ضرر پر سب پر وقوف ہو جاتے پھر انکو حکم کرتا کہ تم اپنے علم و حکمت کی رو سے
ملک اور ملکوت کا انتظام کرو اور سب بالاتفاق ہو کر تدبیر کرتے تو جو انتظام کہ خدا تعالیٰ نے
دنیا و آخرت میں کر رکھا ہے ان سب کی تدبیر اس انتظام میں مچھر کے پر کے برابر بھی کمی یا زیادتی
نکرتے نہ اسمیں ذرہ برابر نشیب و فراز عمل میں لاتے نہ کوئی مرض یا عیب یا نقصان یا فقر یا ضرر ان لوگوں
سے جو انمیں مبتلا ہیں دور کرتے نہ کسی کی صحت یا کمال یا تونگری یا نفع ان اشخاص سے جو ان
امور سے سرفراز ہیں زائل کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں پیدا کیا ہے
اگر اسکی طرف آنکھ اوٹھاوے اور بہت دنوں تک دیکھے تو اسمیں کچھ فتور و تفاوت نہ دیکھے
اور اس بات کا بھی یقین چاہیے کہ اور جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے مثل رزق اور موت اور رنج اور راحت
اور عجز و قدرت اور کفر و ایمان اور طاعت و عصیان وغیرہ کے اپنے بندوں پر تقسیم کی ہیں
وہ سب محض عدل و انصاف اور حق صحیح ہے اسمیں کسی طرح کا ظلم اور جور نہیں اور سب اسی ترتیب
واجب اور حق پر ہیں انکی ترتیب و مقدار جیسی ہونی چاہیے ویسی ہی ہے اور اوس سے بہتر
اور کامل تر اور عمدہ تر ممکن بھی نہیں اور اگر بالفرض اس ترتیب سے عمدہ ترتیب ہوتی اور اوسکو خدا تعالیٰ
نے باوجود قدرت کے رکھ چھوڑا اور بندوں کو عنایت نکی تو یہ امر وہ بخل کے ہے جو فیاضی
جود کے ہے اور ظلم ہے نہ عدل۔ اور اگر قدرت نہ تھی تو عاجزی لازم آتی ہے جو خلاف معبودیت
کے ہے بلکہ جو فقر و ضرر دنیا میں ہے وہ دنیا میں تو کمی ہے مگر آخرت میں زیادتی ہے اور جو
نقصان کہ آخرت میں کسی شخص کی نسبت ہے وہ دوسرے کی نسبت کہ عیش و آسایش ہے
اسلیے کہ مثلاً اگر رات نہ ہوتی تو دن کی قدر کیسے معلوم ہوتی اور اگر مرض نہ ہوتا تو تندرست
صحت سے کیسے لذت پاتے اور اگر دوزخ نہ ہوتی تو جنت والے قدر نعمت کی کیا جانتے
اور جس طرح کہ انسانوں کی روح کے لیے بہائم کی ارواح کو فدا کرنا اور انسانوں کا انکو ذبح

کو ناقص پیدا کرنا ظلم نہیں بلکہ کامل کو ناقص سے ترجیح دینا عین عدل ہے اسیطرح ساکنین جنت کی زیادتی نعمت کو بسبب دوزخ والوں کی سزا زیادہ کرنی اور اون کافروں کو ایمانداروں کا فدیہ عین عدل ہے - اور اگر ناقص پیدا نہ ہوتا تو کامل کیسے پہچانا جاتا اور اگر بہائم پیدا نہ ہوتے تو شرف انسانی کب ظاہر ہوتا اسلیے کہ کمال اور نقص کی نسبت کے ظاہر ہونے ہی سے معلوم ہوا کہ کامل اور ناقص دونوں کا پیدا کرنا مقتضائے جود و حکمت ہے - اسیطرح جب ہاتھ سڑ جاتا ہے تو اوسکا کاٹنا جان کے بچانے کے لیے عدل کی بات ہے جو اسطرح کہ ناقص چیز کا فدیہ کامل کے واسطے کیا جاتا ہے اسیطرح جو فرق خلق میں پایا جاتا ہے کہ دنیا میں کسی کی قسمت میں کچھ ہے اور کسی کی قسمت میں کچھ نہیں یہ سب عدل ہے کہ اوسمیں جور نہیں اور حق ہے کہ اوسمیں کچھ باطل نہیں - اور یہ بیان بھی بڑا گہرا اور وسیع اور موج خیز سمندر ہے کہ جو بڑائی میں توحید کے سمندر سے کچھ کم نہیں اسمیں بہت سے عقل کے کوتاہ ڈوب گئے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ ایک بات ہے سوا عاقلوں کے اور کوئی نہیں سمجھتا اور اس سمندر کے پار راز تقدیر کا ہے جسمیں اکثر لوگ حیران ہیں اور اوسکے افشا سے اہل کشف منع کیے گئے ہیں اور حاصل یہ کہ خیر و شر دونوں کی چیزیں اون چیزوں کا کہ حکم ہوچکا ہے مشیت کے موجب جو ضرور ہونی تھی اس سے معلوم ہوا کہ اوسکے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں اور نہ کوئی تقدیر کا ٹالنے والا بلکہ چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہے اور اوسکا ہونا وقت معین کا منتظر ہے جو آدمی کو پہونچا ہے وہ ایسا نہ تھا کہ نہ پہونچے اور جو اوسکو نہ پہونچا وہ پہونچنے والا نہ تھا شعر

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش ۔ کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

اب یہ رموز علوم مکاشفہ کی جو اصل توکل سے ہیں اسیقدر پر ختم کر دیے جاتے ہیں اور علم معاملہ کیطرف توسن خامہ کی باگ موڑتے ہیں وباللہ التوفیق

دوسری فصل توکل کے احوال و اعمال میں اسمیں تین بیان ہیں بیان اول توکل کا حال

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ توکل کا مقام علم اور حال اور عمل سے بنتا ہے اور اونمیں سے علم کو ہم لکھ چکے اور حال جو واقع میں توکل اوسیکا نام ہے اور علم اوسکی اصل اور عمل اوسکا ثمرہ ہے اوسکو اب لکھتے ہیں واضح ہو کہ توکل کی تعریف میں اکثر لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور عبارتیں اونکی جدا جدا ہیں مگر ہر ایک شخص نے اپنے نفس کے مقام کو لکھا ہے اور اوسکی تعریف کی ہے چنانچہ عادت اہل التصوف کی یہی ہے اس نظر سے اون سب قولوں کی نقل کرنی ہمیں بجز طول کلام کے اور کچھ فائدہ نہ بخشیگی اونکو قلم انداز کرتے ہیں اور ہم ایک ہی حوالہ قلم کرتے ہیں

اور کہتے ہین کہ لفظ توکل مشتق وکالت سے ہے جسکے معنی دوسرے پر اعتماد کرکے کام سپرد
کر دینے کے ہین جسکو کام سپرد کرتے ہین اوسکو وکیل کہتے ہین اور جو کام سپرد کرتا ہے اوسکو متوکل
اور متکل کہتے ہین بشرطیکہ وکیل پر اوسکے نفس کا اطمینان اور اعتقاد ہو اور اوسکے متہم ہونے اور قصور کا
نہ سمجھتا ہو غرضکہ توکل صرف وکیل پر اعتماد دلی کو کہتے ہین اب ہم مقدمات کے وکیل کو بطور
مثال فرض کیے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر فریب جھوٹا دعوی کرے
اور مدعا علیہ اوس مقدمہ مین لڑنے کے لیے اپنی طرف سے ایسے شخص کو وکیل کرے جو اوسکا فریب آشکارا
کردے تو وہ وکیل پر متوکل اور اعتماد کرنے والا اور اوسکی وکالت پر مطمئن نہ کہلاویگا جب تک
کہ چار باتون کا اعتقاد اوسمین نہ رکھتا ہوگا اول نہایت درجے کی ہدایت دوم قدرت کامل
سوم نہایت درجہ کی فصاحت چہارم شفقت تام ہدایت اسلیے کہ اوسکے باعث فریب کے مقامات
جان لے یہانتک کہ نازک وباریک حیلے بھی اوس سے ہرگز چھپے نہین اور قدرت اسلیے
کہ حق کی تصریح کرے حاکم کی منہ دیکھی بات نہ کہے رعب مین نہ آوے شرم اور نامردی اظہار حق مین
روا نہ رکھے اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو وجہ فریب طرف ثانی کی معلوم ہوجاتی ہے مگر ضعف
یا نامردی یا حیا یا کسی اور بات کے باعث جس سے دل تصریح حق سے ضعیف ہوجاتا ہے اوسکو
زبان پر نہین لاتا - اور فصاحت اسلیے کہ یہ بھی ایک طرح کی قدرت ہے مگر قدرت لسانی ہے
کہ دل جس بات پر جرأت کرے لیکر اشارہ کرے اوسکو اچھی طرح بیان کرسکے کیونکہ یہ کچھ ضرور
نہین کہ جو شخص فریب کے موقعے جانتا ہو وہ اپنی تیزی زبان سے اوسکا عقدہ بھی حل کردیا کرے
اور شفقت تام اسلیے چاہیے کہ اوسکے باعث جسقدر کہ کوشش کہ وکیل سے اوسکے حق مین ہوسکے
اوسکو بجا لاوے کیونکہ صرف مقدمہ لڑنے پر وکیل کا قادر ہونا کافی نہین جبتک کہ نہایت توجہ
متوکل کے حال پر نہو اور اوسکے کام کو ضروری اور قابل دل لگانے کے نہ سمجھے اور اگر ایسی صورت ہو
کہ طرف ثانی جیتے تو کچھ غرض نہین اور متوکل جیتے تو کچھ پروا نہین اوسکا حق مارا جاوے یا باقی رہے
کسی سے کچھ مطلب نہین تو یہ کام کی درستی معلوم - پس اگر متوکل کو ان چارون باتون مین خواہ انمین سے
ایک مین بھی شک ہوگا یا اوسکے عندیے مین طرف ثانی ان چارون مین کامل تر ہوگا تو اوسکو
اپنے وکیل پر خوب اطمینان نہوگا بلکہ دل مین متردد رہیگا اور ہمہ تن اسبات کی تدبیر کیا کریگا کہ جسطرح
وکیل مین جو کمی ہے یہ دور ہوجاوے اور طرف ثانی کا غلبہ فرو ہو اور جسقدر متوکل کو ان چارون
باتون کا وکیل مین اعتقاد ہوگا اوسیقدر اوسکا اوسپر اعتماد اور اطمینان سمجھنا چاہیے اور چونکہ

لوگون کے اعتقاد اور ظن قوی اور ضعیف ہونے مین بڑا انتہا تفاوت ہوتے ہین ایسی جہت سے
ضرور ہے کہ احوال متوکلین کی قوت اطمینان و اعتماد مین بھی فرق بہت ہو یہان تک کہ نوبت اوس
یقین کی پہونچ جاوے جسمین ضعف نہو مثلاً اگر کوئی اپنے موکل کا باپ ہو جو سب طرح کو حلال و
حرام کے لیے بیٹے کیواسطے دوڑتا پھرتا ہے تو ظاہر ہے کہ بیٹے کو یقین کمال شفقت اور عنایت کا
اوسکے حال پر ہوگا اور ایک ضمانت اون چارون صفتون مین سے قطعی ہوجاویگی اسیطرح اور خصلتین بھی
قطعی ہوسکتی ہین مثلاً مدت سے کسیکو وکالت کرتے دیکھا یا لوگون سے متواتر سنا کہ فلان شخص
بڑا فصیح تقریر اور بہت درست بیان اور حق و [illegible] کا [illegible] ہے بلکہ حق کو باطل اور باطل کو حق کرنے
مین ایک صورت سے باندھ دیتا ہے پس جب اوس شخص کو وکیل کیا تو اسی پر خداے تعالی کو
اوپر توکل کرنے کو قیاس کرنا چاہیے یعنی اگر آدمی کے دل مین کشف سے یا سچے اعتقاد سے یقین ہو جاوے
کہ فاعل سوا خداے تعالی کے کوئی نہین جیسا کہ اوسکی تقریر اوپر گذری اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی
اعتقاد کرے کہ خداوند کریم بندون کا حال خوب جانتا ہے اور اونکے کافی ہونے کے لیے
قدرت کامل رکھتا ہے اور اوسکی رحمت کامل اور عنایت شامل سب بندون پر ایک ایک
وصول ہے نہ اوسکی قدرت کے بعد کوئی قدرت ہے نہ اوسکے علم سے سوا کوئی علم ہے نہ اوسکی
عنایت و رحمت کے سوا جیسے کوئی اور رحمت و عنایت ہے تو اس صورت مین بیشک
اوسکا دل صرف خداے تعالی پر توکل کریگا دوسرے کیطرف التفات نکریگا بلکہ جب کوئی حرکت
یا قدرت کا ذکر کریگا اپنے نفس کی طاقت و قدرت پر بھی نگاہ نکریگا اسواسطے کہ مفہوم
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ[1] کے حول و قوت خدا ہی کی بدولت ہے حول سے مراد حرکت ہے
اور قوت سے مراد قدرت پس اگر آدمی اپنے نفس مین یہ حالت نپاوے تو اوسکے دو سبب
ہین یا تو یہ کہ ان چارون باتون مین سے کسی پر یقین کم ہوگا یا دل پر ضعف اور مرض نامردی اور
اوہام و وہم داری کے سبب بھی غالب ہوگی کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یقین مین
کچھ نقصان نہین ہوتا مگر وہم کی تبعیت اور فرمانبرداری سے دل مین کچی آجاتی ہے مثلاً کوئی
شخص شہد کھاتا ہو اور پاس سے کہدیا جاوے کہ یہ تو پاخانے کی صورت ہے تو اوسکی طبیعت
بعض اوقات نفرت ایسی کریگی کہ پھر کھانا دشوار ہوگا- اور اگر عاقل سے کہا جاوے کہ مردے کے
پاس قبر مین یا بستر پر یا کوٹھری مین لیٹ جاوے تو اوسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اگرچہ یقین
جانتا ہے کہ یہ مردہ ہے اور بالفعل جماد بے حس و حرکت ہے اور خداے تعالی کی عادت جاری

[1] یعنی نہ طاقت گناہ سے باز رہنے کی اور نہ توفیق عبادت کرنے کی مگر خدا کی امداد سے ۱۲

کہ اب اوسکو زندہ نہین فرمایا دیکا کو زندہ کرنے پر قادر ہے جسطرح یہ اوسکا دستور ہے کہ کاتب کے
ہاتھ کے قلم کو سانپ نہین کر دیتا یعنی کو شیر کرے کہ اونکا سانپ اور شیر کر دینے پر قادر ہے کہتا ہوں کہ
پس باوجودیکہ عاقل شخص اس یقین مین کچھ شک و شبہ نہین کرتا مگر اوسکی طبیعت میت کے ساتھ
بستر پر خواہ بند کوٹھری مین تنہا سونے سے نفرت کرتی اگرچہ اور تمام جمادات سے نفرت نہین
کرتی اور یہ دل مین ایک نامردی ہے اور ایک قسم کا ضعف ہے کہ جس سے آدمی کم خالی ہوتے
ہین کچھ نہ کچھ ہر ایک مین ہوتا ہے یہی ضعف کبھی زیادہ ہو کر بیماری ہو جاتا ہے حتی کہ آدمی گھر
مین تنہا علیحدہ دروازے کو خوب بند کرکے نہین سوتا - بہرحال توکل کے کامل ہونے کو دل اور
یقین کی دونوں کی قوت چاہیے انہین دونون کی قوت سے دل کو قرار اور اطمینان ہوتا ہے
دل مین قرار اور چیز ہے اور یقین دوسری چیز بہت یقین ایسے ہوتے ہین جنکے ساتھ اطمینان
نہین ہوتا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال مین مذکور ہے قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ
بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ زندہ کرنا میت کا
دکھلا دو تاکہ میرے خیال مین جم جاوے اسواسطے کہ نفس تابع خیال کا ہوتا ہے اور اوسی سے
اوسکا اطمینان ہوتا ہے اور یقین سے اول اول مطمئن نہین ہوتا مگر رفتہ رفتہ آخر کو درجہ
نفس مطمئنہ کا پاتا ہے شروع مین ہرگز نہین پاتا اور بعضے مطمئن ایسے ہین کہ اونکو یقین نہین
ہوتا جیسے سب ارباب ملت و مذہب مثلاً یہودی و نصرانی کو اپنے یہودی مذہب اور نصرانیت
پر اطمینان ہے مگر یقین دونون مین سے کسیکو نہین صرف شبہ ظن اور ہوائی بات پر چلتے ہین
حالانکہ خداے تعالیٰ کے پاس سے اونکو ہدایت جو سبب یقین کا ہے پہونچ چکی مگر وہ اوس سے
منحرف ہوتے ہین - غرض یہ کہ نامردی اور جرأت سرشت مین داخل ہین اونکے ہوتے ہوئے
یقین مفید نہین ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک سبب مخالف توکل ہے جیسے کہ [illegible]
یقین کم ہونا ایک سبب ہے اور جب یہ اسباب یعنی یقین و اطمینان وغیرہ سب اکٹھے ہو جاتے ہین
تو اللہ تعالیٰ پر اعتماد حاصل ہو جاتا ہے - روایت ہے کہ توریت مین لکھا ہوا ہے کہ جو شخص
کسی اپنے جیسے انسان پر توکل کرے وہ ملعون ہے - اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے
کہ جو شخص بندون سے عزت چاہے اوسکو خدا تعالیٰ ذلیل کرتا ہے - اور جب تمکو معنی توکل
کے معلوم ہوے اور وہ حالت جسکا نام توکل ہے بیان ہو چکے تو اب جاننا چاہیے کہ اوس
حالت کو قوت و ضعف کی رو سے تین درجے ہین پہلا درجہ تو وہ ہے جو ہم نے ابھی ذکر کیا

فرمایا کیا تو نے یقین نہین کیا کہا ہان یقین کیا لیکن اسواسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو ۱۲

[illegible]

اور حال یہ ہے کہ توکل اور اعتماد کفالت و عنایت الٰہی پر ایسا ہو جیسا اعتماد موکل کو وکیل پر
ہوتا ہے دوسرا درجہ جو اس سے قوی تر ہے وہ یہ ہے کہ حال متوکل کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا
ہو جیسا بچے کا حال ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ سوا ماں کے اور کسیکو نہیں پہچانتا اور سوا اوسکے
اور سے فریاد نہیں کرتا اور اوسی پر اعتماد کرتا ہے اور اگر اوسکو دیکھتا ہے تو دامن سے لپٹ جاتا ہے
اور نہیں چھوڑتا اور اگر اوسکے پیچھے کوئی بات اوسپر پیش آتی ہے تو اول ماں ہی کو پکارتا ہے
اور اول اوسکے دل میں اوسیکا دھیان آتا ہے کیونکہ اوسکا تکیہ ماں ہی تک ہے اور اوسکو
ماں کی شفقت اور کفیل و کافی ہونے کا ایسا یقین ہے جو خالی ایک قسم کے ادراک سے نہیں
جتنی تمیز اوسکو حاصل ہے اوس سے اوسکو سمجھتا بوجھتا ہے اور یوں گمان ہے کہ یہ امر طبعی ہے
اس جہت سے کہ لڑکے سے ان حالتوں کا اگر مطالبہ کیا جاوے تو وہ نہ انکی تفصیل بیان کر سکیگا
نہ اونکی تفصیل اپنے ذہن میں حاضر کر سکیگا لیکن یہ سب باتیں ادراک کے سوا ہیں پس جو شخص کہ
دل سے خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہوگا اور نظر اور اعتماد اوسی پر رکھتا ہوگا تو وہ خدا تعالیٰ پر
عاشق ہوگا جیسے لڑکا اپنی ماں پر ہوتا ہے اور وہی واقع میں اللہ تعالیٰ پر متوکل ہوگا کیونکہ
لڑکا بھی اپنی ماں پر متوکل رہتا ہے اور فرق ان دونوں درجہ والوں میں یہ ہے کہ اس درجے والا ایسا
متوکل ہے کہ اپنے توکل میں خود توکل سے بھی بیخبر ہو گیا یعنی اوسکا دل توکل اور اوسکی حقیقت کیطرف
ملتفت نہیں بلکہ صرف جسپر توکل ہے اوسکی طرف التفات رکھتا ہے اور اوسکے دل میں اوسکے
سوا اور کسیکی گنجایش نہیں اور پہلے درجے والا بتکلف اور کسب سے متوکل ہے اسواسطے اپنے توکل سے
بیخبر نہیں یعنی اوسکو توکل کیطرف التفات ہے اور اوسکو سمجھتا ہے اور یہ امر اس بات کا مانع ہے
کہ صرف خدا تعالیٰ پر نظر ہو اور اسی درجہ اول کیطرف اشارہ حضرت سہیل تستری رح کے قول میں ہے
کہ جب اونسے کسی نے پوچھا کہ ادنی مرتبہ توکل کا کیا ہے اونھوں نے فرمایا کہ آرزوؤں کا ترک کرنا سائل
نے پوچھا کہ اوسط کیا ہے اونھوں نے فرمایا کہ اختیار کا ترک کرنا یہ اشارہ دوسرے درجے کیطرف فرمایا
اور اعلی درجے کو جو پوچھا تو اوسکو کچھ بیان نہ کیا اور فرمایا کہ اوسکو وہی جانتا ہے جو اوسط درجہ پر
پہونچ جاتا ہے تیسرا درجہ توکل کا جو سب سے اعلی ہے یہ ہے کہ متوکل اپنی حرکات و سکنات میں خدا تعالیٰ
کے سامنے ایسا ہو جیسا مردہ نہلانے والے کے سامنے ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو مردہ سمجھے جسکو قدرت
ازلیہ حرکت دیتی ہو جیسے نہلانے والے کا ہاتھ مردے کو حرکت دیتا ہے اور وہ ایسا شخص ہوتا ہے
جسکا یقین اس بات پر قوی ہو کہ حرکت کا دینے والا اور قدرت اور ارادہ اور علم اور تمام صفات کا

جاری کرنے والا وہی ہے اور سب چیزیں جبراً پیدا ہو جاتی ہیں پس ایسا شخص ہمیشہ انتظار میں رہیگا کہ دیکھیے کیا پیش آویگا اور لڑکے سے اس باب میں جدا ہوگا کہ وہ اپنی ماں سے فریاد کرتا ہے اور دامن میں لپٹ جاتا ہے اور اوسکے پیچھے دوڑتا ہے اور یہ ایسے لڑکے کی طرح ہے کہ جانے کہ اگر خود فریاد نکریگا تو ماں اوسکو ڈھونڈھ لیگی اور اگر اوسکے دامن سے نہ لپٹیگا تو وہ خود اوٹھالیگی اور اگر اوس سے دودھ نہ مانگیگا تو وہ خود پلاویگی - یہ مقام توکل کا اس بات کا مقتضی ہے کہ متوکل خدای تعالی کے کرم اور عنایت پر اعتماد کرکے دعا اور سوال اترک کردے اس نظر سے کہ وہ بدون سوال ہی مانگنے سے افضل چیز عطا فرماویگا کیونکہ بہت سی نعمتیں سوال اور دعا سے پہلے ابتداً سے رکھی ہیں - اور دوسرا مرتبہ مقتضی ترک دعا کا خدای تعالی سے نہیں بلکہ دوسروں سے سوال نکرنے کا مقتضی ہے - باقی رہی یہ بات کہ ان احوال کا وجود بھی ہے یا نہیں تو اوسکی صورت یہ ہے کہ انکا وجود محال تو نہیں مگر البتہ بہت نادر و کمیاب ہے جنمیں دوسرا اور تیسرا اتنا حکم عنقا ہی رکھتا ہے بلکہ اول درجہ زیادہ تر ممکن الحصول ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ اگر ہو بھی تو اوسکا دوام اور بھی دشوار ہے تیسرا درجہ تو دوام میں ایسا ہے جیسے خوف کی زردی کہ ادھر آئی اور ادھر جاتی رہی اسوجہ سے کہ دل کا کشادہ ہونا اپنی حرکت اور قدرت اور دوسرے اسباب سے ایک امر طبعی ہے اور اوسکا رکنا ایک امر عارضی ہے جیسے خون کا چار طرف پھیلنا امر طبعی ہے اور رک رہنا عارضی اور خوف کے یہی معنی ہیں کہ خون ظاہر جلد سے باطن کیطرف سمٹ جاوے یہانتک کہ ظاہر جلد سے وہ سرخی جو جلد کے باریک پردوں میں سے جھلکتی تھی جاتی رہے اور جلد خود ایک باریک پردہ ہے جسمیں خون کی سرخی کی رنگت جھلکتی ہے پس خون کا سمٹنا باعث زردی لاویگا مگر یہ ہمیشہ نہیں رہیگا اسیطرح دل کا بالکل حرکت و قدرت کیطرف سے سمٹ جانا اور اونکو نظر انداز کرنا اور اسباب ظاہری پر التفات نکرنا ہمیشہ نہیں رہتا اور دوسرے درجے کا دوام ایسا ہے جیسے زردی بخار والیکی کہ وہ کبھی ایک دو روز ٹھہر جاتی ہے زیادہ نہیں ٹھہرتی اور درجہ اول کا دوام مشابہ اوس بیمار کی زردی کے ہے جسکا مرض پک گیا ہو اوسکا ہمیشہ رہنا بھی دشوار نہیں نہ جاتا رہنا کچھ بعید ہے باقی رہا یہ کہ بندے کو کچھ علاقہ اور تدبیر اسباب ظاہری کے ساتھ ان مقامات میں رہتا ہے یا نہیں پس تیسرے مقام میں تو سرے سے تدبیر نہیں رہتی جب تک کہ حالت مذکورہ باقی رہتی ہے بلکہ اوسحالت والا حیرانوں کیطرح رہتا ہے اور دوسرے مقام میں اور کچھ تدبیر نہیں ہوتی مگر خدای تعالی سے فریاد کرنی اور دعا و سوال سے اوسیکی طرف التجا کرنی رہتی ہے

جیسے لڑکا اپنی ماں سے صرف علاقہ رکھتا ہے اور یہ مقام اول میں تدبیر بالکل باقی رہتی ہے نہ مٹتا
مگر بعض تدابیر جاتی رہتی ہیں جیسے موکل اپنے وکیل پر اعتماد کرکے بعض تدابیر جو غیر وکیل سے
متعلق ہوں نہیں کرتا مگر جو تدبیر کہ اوسکا وکیل بتاتا ہے یا اسنے آپ اوسکی عادت و تجربہ سے
معلوم ہے اوسکو کرتا ہے مثلاً وکیل نے کہا کہ جب تو موجود ہوگا جبھی میں مقدمے میں گفتگو
کرونگا تو موکل خواہ مخواہ اپنی حاضری کی تدبیر کریگا اور یہ امر خلاف توکل نہیں یعنی اسمین یہ بات
نہیں کہ وکیل سے منحرف ہو کر صرف اپنی قدر یا غرض کی تدبیر پر اظہار حجت میں اعتماد کیا ہو بلکہ
توکل کی تمامی میں سے ہے کہ جو کچھ وکیل اوسکے لیے مناسب جانکر کہدے وہی عمل میں لاوے اگر
اوسپر متوکل ہوتا اور اوسکی بات پر اعتماد رکھتا تو اوسکے کہنے سے کیوں حاضر ہوتا اور یہ امر کہ
عادت سے وکیل کے معلوم ہو اوسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً موکل کو معلوم ہے کہ میرا وکیل طرف ثانی کی
بدون دستاویز نہیں لڑتا تو اوسکا توکل جب پورا ہوگا کہ وکیل کی عادت سے واقف ہو کے
بعد اوسکے بموجب کاربند ہو اور دستاویز روبکاری کیوقت بغل میں دبا جاوے غرضکہ اول صورت میں
اپنے آپ حاضر ہونا اور صورت دوم میں دستاویز کا لیجانا داخل تدبیر ہے اگر انمیں سے کسیکو چھوڑدیگا
تو اوسکے توکل میں نقصان ہوگا تو ان دونوں تدبیروں کی بجا آوری کیسے توکل میں باعث
نقصان ہو سکتی ہے ہان وکیل کے اشارے کے بموجب خود حاضر ہونا یا اوسکی عادت کے موافق
ہو کر دستاویز کا ساتھ رکھنا اور پھر اوسکی حجت اور کلام طرف ثانی سے چپکا سننا بعض اوقات
مقام دوم اور سوم میں بھی پہونچا دیتا ہے یعنی روبکاری کیوقت مبہوت سا ہو جاتا ہے اور دیکھے کیا ہو
اور اپنے حول و قوت پر کچھ اعتماد نہیں کرتا اوسپر صرف اوسوقت تھا کہ چلا آیا اور دستاویز لایا
اور اب وہ وقت پہونچا کہ اوسمیں صرف نفس کا اطمینان اور اعتماد وکیل ہی پر رہگیا اور اس بات کا
انتظار کہ میرے حق میں کیا ہووے۔ اب اگر اس بات کو سوچو تو تمام اعتراض توکل کے باب میں
دور ہو جاتے ہیں اور سمجھ لو کہ توکل کی کچھ یہ شرط نہیں کہ آدمی سب تدبیر اور کام چھوڑ دے
کوئی سی تدبیر اور کام کرنے ہی نپاوے توکل کے ساتھ کوئی درست ہی نہیں بلکہ جائز ہونا بعض کا
اور ناروا ہونا بعض امور کا توکل میں تفصیل کے ساتھ ہے اعمال توکل میں عنقریب اوسکا بیان
مذکور ہوگا یہاں سے یہی معلوم ہوا کہ اگر متوکل اشارہ وکیل سے یا اوسکی عادت کی واقفیت سے
خود حاضر ہو یا دستاویز ساتھ لے آوے تو یہ امر مخالف توکل نہیں اسواسطے کہ اوسنے یہ تو معلوم ہی کر لیا ہے
کہ اگر وکیل نہوتا تو پھر آنا اور دستاویز لانا بیکار اور بے سود محض تھی اوس سے کیا کام نکلتا

یعنی ان دونون باتون کا مفید ہونا کچھ اپنی تدبیر کے باعث نہیں جانتا بلکہ اس نے یہ سمجھا ہے کہ وکیل نے
اونکو اسلئے کہدیا کہ مفید ہین یہ کہا ہے اور اشارہ بھی اوسکے اثنائے فواید عادت سے معلوم
کرلیا ہے یہی اونکو مفید جانتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسکی حول و قوت صرف وکیل ہی کے
باعث ہے کہ وکیل کے لیے یہ کلمہ کہنا معنی کامل نہین بخشتا اسواسطے کہ وکیل اوسکی حول و قوت کا
خالق نہین بلکہ وکیل نے اسکی حول و قوت کو یعنی دونون تدابیر مذکورہ کو بتا دیا تھا مفید کہدیا اور اگر
وہ ایسا نکرتا تو مفید نہوتین بلکہ یہ کلمہ وکیل برحق خدائے مطلق کی شان مین صادق ہے کہ وہ خالق
حول و قوت کا ہے جیسے کہ اوسکی تقریر بیان توحید مین گذری اور اوسی نے ان دونون کو مفید بھی
بنایا کہ انکو شرط اون فواید و مقاصد کی کردی جنکو اون دونون کے بعد پیدا کریگا۔ اس سے معلوم ہوا
کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ بیشک درست اور ٹھیک ہے پس جو شخص کہ ان امور کا مشاہدہ
ان الفاظ سے کریگا اوسکو وہ ثواب عظیم جو ان کلمات کے کہنے سے احادیث مین آیا ہے ہوگا
ورنہ بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اتنا ثواب کس سبب اتنے الفاظ سے جو زبان پر بسہولت سے گذر جاوین
اور اونکے معانی کا دل مین آسانی سے اعتقاد آجاوے کسطرح ملتا ہے اور جب معلوم ہو کہ یہ ثواب
اوس مشاہدہ کا ہے جو ہمنے توحید کے ذکر مین بیان کیا ہے تو تعجب نہین رہتا اور نسبت اس
کلمے کی اور اوسکے ثواب کی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اوسکے ثواب کیطرف ایسی ہی ہے جیسے
ایک کلمے کے مضمون کو نسبت ہے دوسرے کلمے کے مضمون کیطرف یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ
مین تو صرف دو چیزون یعنی حول و قوت ہی کو خدائے تعالی کیطرف منسوب کیا ہے اور کلمہ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مین سب چیزون کی نسبت اوسکی طرف ہے تو جو فرق کل چیزون اور دو
چیزون مین ہے وہی فرق ان دونون کلمون کے ثواب مین بھی ہے۔ اور جیسا کہ ہمنے پہلے
لکھا ہے کہ توحید متضمن دو پوست اور دو مغز کو ہوتی ہے ویسے ہی یہ کلمہ اور تمام کلمات بھی
اونہین چارون چیزون پر متضمن ہین اور اکثر لوگ صرف دو پوست کے پابند ہین مغزون
کیطرف نہین جھکتے جنکی طرف اشارہ اس حدیث شریف مین ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
صَادِقًا مِنْ قَلْبِہٖ مُخْلِصًا فَوَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّةُ اور جس حدیث مین کہ صدق
و اخلاص کی قید نہین وہان مطلق سے مقید ہی مراد ہے جیسے بعض جگہ مغفرت کو ایمان اور
عمل صالح کیطرف منسوب کیا ہے اور بعض جا صرف ایمان ہی پر منحصر فرمایا تو ایسی جگہ مین
ایمان سے مطلق مراد نہین بلکہ مقید عمل صالح کے ساتھ مراد ہے اسلیے کہ سلطنت اخروی مشروط

ح: جلد اول باب دوم مین گزر چکا

ح: [illegible]

بات سے نہین ملتی زبان کا کہنا بات ہے اور دل کا اعتقاد بھی ایک بات ہے مگر وہ نفس کی
بات ہے مگر صدق و اخلاص وہی چیز ہے کہ نہ زبان کی گفتگو ہے نہ نفس کی گفتگو۔ اور سخت سلطنت
صدق تمہین ہے کہ لپیٹا جاویگا اور وہ اخلاص ایسی لوگ ہین ہان جو لوگ کہ اصحاب یمین سے
اونکو نزدیکی کے بیٹھنے مین نہونگے اونکو بھی خداے تعالی کے یہان درجے ملینگے مگر سلطنت کے
درجے کو نہ پہنچینگے دیکھو خداے تعالی نے سورۂ واقعہ مین جو مقربین سابقین کا ذکر فرمایا تو سریر کا
بھی ذکر اونکے لیے فرمایا ف۱ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّکِئِیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ اور جب اصحاب یمین کی
نوبت آئی تو اور کچھ نہین بیان کیا صرف کھانے پینے دیکھنے اور نکاح کی لذات مثل میوون اور
پانی اور سایہ اور حورون اور جوانون کے بیان فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ لذات تو بہائم کو بھی ملتی
ہین پھر کہان لذات بہائم اور کہان وہ سلطنت قائم اور جوار رب العالمین مین بیٹھنا اور ہم
یہین تقریر و تشدد اور کیا ہے اگر ان لذات کی کچھ قدر ہوتی تو بہائم کو یہ بات نہ ملتی اور فرشتے اس سے محروم نہ ہوتے
اونکا درجہ بہائم سے بڑھکر ہوتا ہم کو بھی کچھ میسر ہے باغون مین پھرتے ہین پانی کے چشمون کی اور
درختون کی بہار دیکھتے ہین اقسام کی غذا کھاتے ہین نر و مادہ مین جفتیان ہوتی ہین بتاؤ تو یہ
لذتین اعلی اور اشرف ہین اور اس بات کے لائق ہین کہ اہل کمال کے نزدیک فرشتون کے احوال پر
انکو ترجیح ہو اور وہ یہ چاہین کہ جیسے فرشتے قرب الہی سے خوش رہتے ہین ویسے ہم شہوتون بہائم
کیطرح ان لذتون مین مبتلا ہون یہ کہان ہو سکتا ہے مثلا اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ
یا تم گدہے ہو جاؤ یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے درجے مین ہو جاؤ تو وہ گدہے کا درجہ فرشتے
کے درجے پر کیسے اختیار کریگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیز جسکے مشابہ ہوتی ہے وہ اوسیکی طرف
کھینچتی ہے مثلا جسکا میلان نقش دوزی کیطرف بہ نسبت آہنگری کے زیادہ ہوگا وہ اپنے جوہر
کی رو سے نقش دوزی ہی کے ساتھ مشابہ ہوگا یعنی اوسکو وہی پیشہ زیادہ پسند ہوگا اسیطرح
جسکے نفس کا میلان لذات بہائم کیطرف بہ نسبت لذات ملائکہ کے زیادہ ہوگا وہ بہائم کا مشابہ
زیادہ ہوگا ایسے ہی لوگون کے حق مین خداے تعالی فرماتا ہے ف۲ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ
ان لوگون کو اضل اسواسطے فرمایا کہ انعام کو تو ملکہ تلاش کرنے درجہ ملائکہ کا نہین وہ تو اوس سے
مجبور ہین اور انسان مین تو قوت اوسکے طلب کی ہے پس جو شخص کسی کمال کے حاصل کرنے پر قادر ہو
اور نہ کرے وہ بیشک مذمت کے زیادہ شایان ہے اور عاجز کی نسبت گمراہ ہونے مین
زیادہ ہے۔ اور یہ کلام چونکہ جملہ معترضہ کے طور پر آگیا اسواسطے ہم اصل مقصود کیطرف پھر رجوع

ف۱ تختون پر جو سونے کے تارون سے بنے ہوے ہین تکیہ لگائے ہوے ان پر آمنے سامنے ۱۲

ف۲ وہ چوپایون کی مانند ہین بلکہ اونسے زیادہ بیراہ ۱۲

کہتے ہیں کہ ہم معنی کلمہ لا الہ الا اللہ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے کہہ چکے اور جو کوئی
انکو پہچان لے شاید ہے کہ کہے اور متوکل کا حال اسکو نصیب ہو یہاں اگر کوئی کہے کہ لا حول
ولا قوۃ الا باللہ میں صرف دو چیزوں کی نسبت خدا تعالیٰ کیطرف ہے پس اگر کوئی یوں
کہے کہ آسمان و زمین کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اسکا ثواب بھی لا حول کی برابر ہو یا نہیں
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا ثواب ویسا نہیں اسلئے کہ ثواب بقدر درجہ ثواب کی چیز کے ہوتا ہے
اور یہاں دونوں میں کچھ مساوات نہیں کیونکہ اگر کوئی حول و قوت کو جاوا گھچوڑا کہے اور آسمان
و زمین کو بڑا لکو جسم میں آسمان و زمین بڑے ہیں مگر انکی بڑائی ایسی ہی جاننی چاہئے جیسے
کہا کرتے ہیں کہ عقل بڑی بادشاہ ہیں یہ بات ہر ایک شخص جانتا ہے کہ زمین و آسمان آدمیوں
کیطرف سے نہیں بلکہ وہ دونوں خدا تعالیٰ کی پیدائش سے ہیں مگر حول و قوت کا معاملہ
ایسا مشکل ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ اور بہت سی جماعتیں جنکو دعوی اپنی باریک بینی اور عقل و
رای کا اور بال کی کھال نکالنے کا ہے سب اسمیں چوک گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بڑی
مہلکہ اور خطرے کی جگہ اور لغزش کی جا ہیں غافل لوگ اسمیں اسلئے تباہ ہوئے کہ اپنے لیے
ایک امر ثابت کیا حالانکہ یہ چیز میں شرک ہے اور سوا خدا تعالیٰ کے دوسرے خالق کا ٹھہرانا
پس جو شخص اس گھاٹی کو خدا تعالیٰ کی توفیق سے طے کرتا ہے اوسکا رتبہ عالی اور درجہ بلند
ہوتا ہے اور وہی کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی تصدیق کرتا ہے اور ہم یہ لکھ آئے ہیں
کہ توحید میں دو ہی گھاٹیاں بڑی ہیں ایک دیکھنا آسمان اور زمین اور آفتاب و چاند و ستاروں
اور ابر و مینہ اور تمام جمادات کا دوم نظر کرنا حیوانات کے اختیار کا اور یہ دونوں بیچ سے بڑا
اور پر خطر ہیں گویا کہ سر توحید یہ ہے اور یہی واسطے اس کلمہ کا ثواب بڑا ہے یعنی ثواب و مثل ہوتی
جسکا تعلق بڑے کلمہ سے ہے یہاں تک سب تقریر کا بیان ہوا آگے توکل کا حال یہ ہے کہ اپنی حول و قوت سے علاحدہ ہونا
اور وکیل مطلق پر توکل کرنا اور اعمال توکل کی تفصیل میں یہ بات ناظرین پر واضح ہو گی

دوسرا بیان مشائخ کے اقوال جو توکل کے باب میں ہیں اونکا ذکر

یہ ذکر اسواسطے کیا جاتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ مشائخ نے فرمایا ہے وہ سب ہماری اس
تقریر میں یعنی توکل کے تین درجوں میں شامل ہے اور ہر ایک کے قول میں بعض حالات کا اشارہ
پایا جاتا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ابو موسی دیبلی رح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو یزید بسطامی
سے پوچھا کہ توکل کیا چیز ہے اونہوں نے فرمایا کہ تمہارا قول اس باب میں کیا ہے میں نے کہا کہ ہمارے

ساتھی تو یوں کہتے ہیں کہ اگر بالفرض سانپ اور بچھو آدمی کو پہنچے اور بائیں سے گھیر لیں تو
اوسکے باطن میں کچھ جنبش نہو اور بعضوں نے فرمایا کہ یہ ان امور سے قریب ہے کہ بالفرض اگر اوسکو بہشت
ہو بہشت اعلیٰ میں رہے اور زاہد ہوں اور دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوں اور توکل … تو
تمیز کرے تو یہ البتہ توکل سے باہر ہو جاویگا پس حضرت ابو موسیٰ کا قول تو سب سے بہتر حال توکل کا
ہے یعنی تسلیم اور مقام بیان فرماتے ہیں اور حضرت ابو یزید کا قول شعر عمدہ انواع علم سے ہے جو اصل
توکل ہے یعنی علم حکمت الٰہی اور یہ کہ جو کچھ خدای تعالیٰ نے کیا وہی ہونا چاہیے اہل عدل و حکمت
سے کہ کہنا ہے اہل جنت اور دوزخ میں کچھ فرق نہیں اور یہ علم نہایت عمدہ ہے اور اوس
کے پیچھے بیان مقصد ہے حضرت ابو یزید جو اعلیٰ مقامات اور انتہائی درجات کو کم کچھ فرمایا کرتے
اور توکل کے مقام اول میں جو شروط نہیں کیا انہوں سے احتراز کرے … حضرت ابو یزید تو
نہ تھا … اونکی … فرمائی … اگر توکل کے خلاف یہ فعل ہوتا تو آپ ایسوں کو … لیکن
ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف پاؤں سے سانپ کے بل بند کئے ہوں اور باطن میں آنحضرت …
باحضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفس نفیس کا گزند پہنچانا … ایک ایک …
اور توکل باطن کے اوس تغیر سے جاتا ہے جو خاص اپنے نفع کے لیے ہو خود اسطرح کی تاویلات کی
گنجائش ہے مگر ہم آگے لکھینگے کہ اس جیسی باتیں اور اس سے زیادہ مخالف توکل کی نہیں کیونکہ
باطن کی تغییر سانپوں سے داخل خوف ہے اور متوکل کا حق یہ ہے کہ اوس شدت سے جسنے سانپوں کو
مسلط کیا ہے کیونکہ سانپوں کی حرکت و قدرت بدون خدای تعالیٰ کے کچھ نہیں پس اگر احتراز کرے
تو تکیہ اپنی تدبیر اور حول اور قوت پر نہ کرے بلکہ خالق حول و قوت پر کرے۔ اور حضرت ذوالنون
مصری رح سے جو توکل کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ علیحدہ ہونا اربابوں سے اور قطع کرنا اسباب کا
توکل ہے ارباب سے علیحدہ ہونا تو اشارہ علم توحید کیطرف ہے اور قطع اسباب سے اشارہ اعمال
کیطرف ہے اس میں حال کی نسبت صریح لفظ کوئی نہیں گو ضمنا حال کی تعریف پائی جاتی ہے پھر
لوگوں نے اوس سے پوچھا کہ اور زیادہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ نفس کا ڈالنا عبودیت میں اور نکالنا
کرنا ربوبیت سے اس میں اشارہ حول و قوت سے قطع ہونے کیطرف ہے فقط۔ اور حمدون
سے جو حال توکل کا پوچھا تو فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس دس ہزار درہم ہوں اور ایک دانگ قرض
ہو تو اس بات سے نڈر نہے کہ مر جاویگا اور یہ قرض گردن پر رہیگا اور اگر دس ہزار درہم قرض
ہوں اور اوسکے ادا کے لیے کچھ ترکہ پاس نہو تو خدای تعالیٰ سے اوسکے ادا کرنے کا ناامید نہو

اور اس قول میں اشارہ صرف وسعت قدرت الٰہی پر ایمان لانے کا ہے اور یہ کہ مقدورات
کے لیے اسباب ظاہر کے سوا اور اسباب خفیہ ہیں۔ اور حضرت ابو عبداللہ قرشی سے کسی نے
توکل کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہر حال میں خدای تعالی سے متعلق رہنا سائل نے پوچھا کہ اور
کچھ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو سبب کہ دوسرے سبب کیطرف موصل ہو اوسکو چھوڑ دینا اور محض خدا ہی
ہی کو کفیل سمجھنا تو اول جملہ تو تینوں مقاموں کو عام ہے اور دوسرا جملہ اشارہ خاص مقام ثالث
کیطرف ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توکل کیا تھا کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے
آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپکو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تمہاری طرف سے نہیں
کیونکہ حضرت جبریل ع کی درخواست کا آپکی حفاظت کے لیے ایک سبب تھا جو منتہی دوسرے سبب
کیطرف تھا آپ نے اوسکو اس اعتماد سے ترک کر دیا کہ اگر خدای تعالی کو منظور ہوگا تو جبریل علیہ السلام
کو حفاظت کے لیے مسخر فرماویگا یعنی متولی اس کام کا وہی ہوگا اور یہ حال مبہوت کا ہوتا ہے
جو اپنے نفس سے بباعث خدای تعالی کے بیخبر ہو اور اوسکے ساتھ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اس
حال کا وجود بہت کم اور مشکل ہے اور دوام بشرط وجود اور بھی زیادہ مشکل۔ اور حضرت ابو سعید خراز
فرماتے ہیں کہ توکل دو چیزوں کا نام ہے اضطراب بدون سکون کے اور سکون بدون اضطراب کے
اس سے اونکی مراد غالبا مقام ثانی ہے یعنی سکون بلا اضطراب سے تو یہ غرض ہے کہ دل کا سکون
اور اعتماد وکیل پر بلا تردد ہو اور اضطراب بلا سکون سے یہ اشارہ ہے کہ التجا اور تضرع اور فریاد اوسکو
سامنے ہو جیسے لڑکا اپنے بدن سے ماں کیطرف مضطرب رہتا ہے اور اوسکا دل اوسکی کمال
شفقت پر مطمئن ہوتا ہے۔ اور ابو علی دقاق رح کہتے ہیں کہ توکل تین درجے رکھتا ہے اول
توکل پھر تسلیم پھر تفویض پس متوکل تو خدای تعالی کے وعدے پر ساکن ہو جاتا ہے اور تسلیم والا
اوسکے جاننے ہی پر کفایت کرتا ہے اور تفویض والا اوسکے حکم پر راضی ہوتا ہے اس قول میں
اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ متوکل کا دیکھنا بلحاظ اوس شخص کے جسکو دیکھتا ہے درجات
مختلف رکھتا ہے پس علم تو اصل ہی ہے اور وعدہ اوسکا تابع ہے اور حکم وعدے سے
پیچھے ہوتا ہے اور غالبا متوکل کے دل پر انمیں سے کسی نہ کسی کا ملاحظہ غالب رہتا ہے۔
اور مشایخ کے اقوال تو توکل کے باب میں اور بھی بہت ہیں مگر اونکے لکھنے سے طول ہی
ہوتا ہے اسلیے نقل کرنے سے کچھ فائدہ نہیں اسکی حقیقت حال جو کچھ کشف و کافی
بیان کر دی گئی وہی نافع بھی ہے۔

تیسرا بیان متوکل کے اعمال کے ذکر میں - واضح ہو کہ علم مورث حال کا ہوتا ہے اور حال مورث اعمال کا - اور بعضوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ توکل کے یہ معنی ہیں کہ نہ بدن سے کوئی کام کرے نہ دل سے کوئی تدبیر اور زمین پر پھینکے کپڑے کی طرح یا گوشت کے لوتھڑے کی مثال پڑا رہے اور یہ گمان جاہلوں کا ہے اسلیے کہ یہ امر شرعاً حرام ہے اور شرع میں تعریف متوکلین کی مذکور ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ جو امر حرام ہے اوسکے کرنے سے کوئی رتبہ قابل تعریف مل جاوے اسلیے ہم اوسکی تحقیق لکھتے ہیں اور امر واقعی اس باب میں جو کچھ ہے اوسکو کسی وجہ وجیہ پر جلوہ گر کرتے ہیں اصل یہ ہے کہ توکل کی تاثیر بندے کے کام میں جب معلوم ہوتی ہے جب اوسکا مقصود معلوم ہوا اور بندہ جو اپنے اختیار سے کچھ کرتا ہے تو اوسکی کوشش چار مضمون کے لیے ہوتی ہے اول حاصل کرنا کسی نافع چیز کا جو اپنے پاس نہ ہو جیسے مال کا حاصل کرنا دوم حفاظت اپنی اشیاء نافعہ کی جیسے ذخیرہ کرنا سوم کسی ایذا رسان کو پہلے اپنے سے دفع کرنا مثلاً درندہ خواہ چور وغیرہ کو ٹالنا چہارم جو مصیبت اپنے اوپر آگئی ہو اوسکو دور کرنا - آدمی کی کوشش ان چاروں اقسام سے باہر نہیں پس ہم شرائط توکل کی اور اوسکے درجات ان چاروں طرح کے اعمال میں مع دلائل شرعی چار فنون میں لکھتے ہیں - فن اول نافع چیز کے حاصل کرنے میں - جن اسباب سے کہ نافع چیز آدمی تک پہونچتی ہے وہ تین قسم کے ہیں اول تو وہ جو یقینی ہیں دوم جنمیں ظن غالب قابل اعتماد کے ہے سوم وہی کہ اونپر نفس کو اعتماد کامل اور اطمینان نہیں قسم اول جو یقینی اسباب میں ہیں وہ وہ ہیں کہ اونکے ساتھ مسببات خداے تعالی کے حکم و مشیت سے وابستہ ہیں اور ہمیشہ اوسیطرح ہوتا ہے اور اوسکے خلاف نہیں ہوتا - مثلاً جب آدمی کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہو اور وہ بھوکا بھی ہو مگر اوسپر ہاتھ نہ بڑھاوے اور کہے کہ میں متوکل ہوں اور توکل کی شرط ہے کہ کچھ کام نکرے ہاتھ کا بڑھانا بھی ایک کام ہے اور پھر کھانے کا دانتوں سے چابنا اور دونوں جبڑوں کو چلانا اور نگلنا بھی ایک کام ہے تو اس قسم کی باتیں توکل میں داخل نہیں اوسکو جنون کہتے ہیں اسواسطے کہ اسکے لیے خداے تعالی نے یہ اسباب قطعی بنا دیے ہیں کبھی انکے خلاف نہیں ہوتا تو اونسے دست برداری کسطرح ہو سکتی ہے مثلاً کوئی شخص اس بات کا منتظر ہے کہ خداے تعالی اوسکا پیٹ بدون کھانا کھائے بھر دے یا روٹی میں حرکت پیدا کر دے کہ وہ خود منہ میں چلی آوے یا کسی فرشتے کو مسخر کر دے کہ وہ کھانا چبا کر معدے میں رکھدے تو وہ شخص خداے تعالی کی

عادت سے جاوے ہے خلق میں جاری کہ جس سے ناواقف ہے اسیطرح اگر کوئی زمین کو جوتے
بوئے نہیں اور نباتات کی طمع کرے کہ اللہ تعالیٰ اوسمین غلہ اوگا دے اور بیج ڈالنا پڑے یا
کوئی اپنی زوجہ سے اولاد کا خواہان بدون صحبت ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے
تو ایسی باتیں سب جنون ہیں ایسی جگہ ترک عمل کا نام توکل نہیں بلکہ توکل حال اور علم سے ہونا چاہیے
یعنی علم تو اس بات کا ہونا کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے کو اور ہاتھ اور دانت اور قوت حرکت کو
پیدا کیا اور کھانا اور پانی دینا اوسیکا کام ہے اور حال یہ ہو کہ سکون قلبی اور اعتماد خداوند تعالیٰ کے
فضل پر ہو نہ ہاتھ اور غذا پر اور واقع میں کیا ہاتھ پر اعتماد کیا جاوے کہ بعض اوقات فوراً
خشک ہو جاتا ہے کبھی فالج مار جاتا ہے اسیطرح قوت پر بھی اعتماد نہیں ہو سکتا کیونکہ آدمی کو
اکثر ایسا صدمہ پیش آتا ہے کہ اسی وقت عقل جاتی رہتی ہے اور قوت حرکت زائل ہو جاتی ہے
اور کھانے کے موجود ہونے پر بھی اعتماد نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض اوقات کوئی زبردست اوسکو
چھین لیتا ہے یا کوئی سانپ بچھو آ جاتا ہے تو آدمی کھانا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے غرضکہ
ان چیزوں میں جب اسیطرح کے احتمالات پیدا ہوتے ہیں اور انکا کوئی علاج بجز فضل ایزدی کے
نہیں تو اوسی پر آدمی کو خوش ہونا اور اعتماد کرنا شایان ہوا جب آدمی کا حال اور علم اسطرح کا
ہو تو چاہیے کہ ہاتھ بڑھاوے کہ متوکل ہی رہیگا۔ دوسری قسم اسباب کی وہ ہیں جو یقینی تو نہیں
مگر غالب یہی ہے کہ مسببات بدون انکے نہیں حاصل ہوتے یا اگر حاصل ہوتے ہیں تو بہت
دشواری سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً کوئی شخص شہروں اور قافلوں سے جدا ہو کر ایسے جنگلوں
میں سفر کرے کہ اونمیں آدمیوں کی آمد و رفت بہت شاذ و نادر ہو اور ایسی راہ میں توشہ
ساتھ نہ لیوے تو یہ نہ لینا توکل میں شرط نہیں بلکہ جنگلوں میں توشہ ساتھ لینا اول کے لوگوں کا
دستور و سنت ہے اور اس سے توکل نہیں جاتا بشرطیکہ اعتماد فضل الٰہی پر ہو نہ زاد پر جیسا کہ پہلے
بیان ہوا لیکن اگر کوئی زاد نہ لیوے تو جائز ہے اور یہ مقامات توکل میں سے بہت بڑھکر
اور اونچا ہے یہی جہت ہے یہ طریق خواص رح کا دستور تھا اب اگر کوئی کہے کہ توشہ نہ لینے سے
تو اپنی جان کو ہلاکی میں ڈالنا ہے جو شرعاً ناجائز ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ صورت حرام
ہونے سے دو وجہ سے نکل سکتی ہے اول یہ کہ کسی شخص نے اپنے نفس پر ریاضت و مجاہدہ
کر کے عادت ایک ہفتہ یا اس سے کم و بیش کی بھوک برداشت کرنے کی ڈال لی ہو اسطرح
کہ برداشت گرسنگی اس مدت تک بدون تنگدلی اور پریشانی خاطر اور دشواری ذکر الٰہی کی

کرسکے دوسرے یہ کہ گھاس اور ساگ وغیرہ کو غذا کرسکے اگر یہ دونون شرطین ہونگی تو مجاہد
یہی ہے کہ ہر ہفتہ مین جنگل مین کوئی نہ کوئی آدمی ملجائیگا یا کسی گانو اور بستی مین گذر ہوگا
یا کچھ ساگ وغیرہ ایسا ملجاویگا جس سے وقت نکلجاوے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے زندہ
رہے مجاہدہ کرنا توکل کی اصل ہے اور خواص اور اونکی مثل کے اور لوگون کا اسی پر اعتماد
تھا اور اوسکی دلیل یہ ہے کہ خواص ہر اپنے ساتھ سوئی اور مقراض اور رسی اور ڈول ضرور
رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے توکل مین خلل نہین اور اسکی وجہہ یہ تھی کہ اونکو معلوم تھا
کہ جنگلون مین پانی اوپر تو ہوتا ہی نہین اور خداے تعالی کی عادت نہین کہ پانی کیواسطے
پانی کنوئین مین سے بدون ڈول رسی اوپر کو چڑھا تھے اور جنگل مین اکثر ڈول رسی نہین ملتی
گھاس بہت ملتی ہے اور پانی کی ضرورت تو ہر گہڑی بار وضو کے لیے اور پینے کیواسطے
پڑتی ہے کیونکہ مسافر چلنے کی حرارت سے کہ پیاس سے پانی سے صبر نہین کرسکتا اگر کہانے سے
صبر کرسکتا ہے اسیطرح آپکے پاس اکثر ایک ہی کپڑا رہتا تھا تو اگر جنگل مین پہٹتا تھا تو وہان
سوئی مقراض کہا کرتا اور بیان وہی ہے کہ جنگل مین نہین کوئی ایسی چیز پاتا جو قائم مقام
مقراض و سوئی کے ہوجاوے پس ایسی چیزین ان چارون چیزون کے معنون مین نہین انکو
اونسے بر آمد مطلب ہیسا ہی ہو جیسا ان چارون یعنی مقراض ڈول رسی سوئی سے ہوتا ہے
اول قسم کا ملحق سمجھنا چاہیے اور یہ اسلیے کہا کہ انمین احتمالات ہوسکتے ہین کہ مثلا کپڑا اوسکا
یا کوئی دوسرا آدمی کپڑا دیدے یا کنوئے پر کوئی پانی پلانے والا ملجاتا ہے اور پہلی قسم مین
احتمال نہین کہ کہانا اچہا چبایا منہ مین خود چلا آوے اسواسطے ان دونون مین بہت فرق ہوا
مگر دوسری قسم کی چیزین بہ نسبت اول قسم کے معنون مین شریک نہین ایسی ایسی چیزون کو توکل
کے باعث ترک کرنا چاہیے نہ ہوگا اس بنا پر یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص پہاڑون کی کہائیون مین
کہ جہان گہاس بھی جنگل ہوکر جاتا ہے جہان نہ پانی ہو نہ گہاس [illegible]
اس فعل سے گنہگار ہوگا اور اپنی جان اپنے ہاتھ سے کہوویگا چنانچہ حکایت ہے کہ ایک عابد
شہرون سے جدا ہوکر کسی پہاڑ کی مین سات روز رہا اور کہا کہ مین کسی سے نہ مانگونگا یہانتک
کہ خداے تعالی مجکو میرا رزق نہ پہونچاوے سات روز تک بیٹھا اور مرنے کے قریب ہوگیا
مگر رزق نہ آیا جناب باری مین التجا کی کہ الہی اگر تو مجکو زندہ رکھتا ہے تو جتنا رزق میرا
قسمت مین تو نے لکہدیا ہے وہ مجکو عنایت کر ورنہ میری روح قبض کر حکم ہوا کہ قسم ہے

اپنی عزت و جلال کی قسم تجکو رزق نہ دونگا جب تک کہ تو شہرون مین جاکر لوگون مین نہ بیٹھیگا وہ شہر مین جاکر بیٹھا اوسکے پاس کوئی کھانا لایا کوئی پانی لایا کھا پی گیا مگر جی مین وسواس کیا اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے دنیا مین زہد کرنے سے میری حکمت کو ضائع کرے کیا تجکو معلوم نہین کہ مین اپنے بندون کو دوسرون کے ہاتھ سے رزق پہونچانا اس سے بہتر جانتا ہون کہ خود اپنے ید قدرت سے دون اس سے معلوم ہوا کہ دور رہنا تمام اسباب سے مخالف حکمت الٰہی اور مقتضی ناواقفیت عادت خداوندی کے ہے اور عمل کرنا خداے تعالیٰ کے دستور مقرری کے بموجب اسطرح کہ توکل خداے تعالیٰ پر ہو نہ اسباب پر توکل کے خلاف نہین جیسا کہ ہمنے وکیل مقدمات کی مثال مین بیان کیا ہے لیکن اسباب کی دو قسمین ہین ظاہر اور پوشیدہ تو متوکل کو چاہیے کہ اسباب ظاہری سے اعراض کرکے اسباب خفیہ کیطرف التفات کرے اور اسمین یہ بھی قید ہے کہ دل کا اطمینان اور قرار مسبب الاسباب پر ہو نہ اسباب پر باقی رہا یہ کہ بدون کسی پیشے کے شہر مین آدمی کا بیٹھ رہنا کیسا ہے حرام ہے یا مباح یا مستحب تو اوسکا حال یہ ہے کہ حرام تو نہین اسلیے کہ جب جنگلون مین پھرنے والا اپنی جان کو تلف کرنے والا نہ ٹھہرا تو شہر مین بیٹھنے والا کسی طرح اپنی جان ضائع کرنے والا نہین ہوسکتا تاکہ اس فعل کی حرمت لازم آجاوے بلکہ ہوسکتا ہے کہ اوسکی غذا ایسی جگہ سے پہونچا کرے جہان سے اوسکو خیال نہو مگر کبھی دیر کر جاویگی اور اوسپر صبر ممکن ہے یہان تک کہ کہین سے اتفاقاً آجاوے لیکن اگر حجرے کا دروازہ اسیطرح بند کرکے بیٹھے کہ کسیکا گذر اوس تک نہو تو ایسا کرنا حرام ہے اور اگر حجرے کا دروازہ تو کھلا رکھے مگر مصروف عبادت نہو بیکار بیٹھا ہو تو ایسی صورت مین پیشہ کرنا اور نکلنا اچھا ہے گو بیٹھ رہنا حرام نہین الا اوس صورت مین کہ فاقے سے موت کے کنارے جا لگے اوسوقت نکلنا اور مانگنا اور کچھ کسب معیشت کرنا لازم ہے اور اگر دل سے مشغول خداے تعالیٰ کے ساتھ ہو آدمیون کیطرف تاک نہو کہ کون دروازے مین آتا ہے اور رزق لاتا ہے بلکہ خداے تعالیٰ کے فضل ہی کی تاک ہو اور اوسی سے شغل ہو تو یہ بات افضل ہے اور توکل کے مقامات مین سے ہے اور اوسکا طریق یہ ہے کہ خداے تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو اور فکر روزی نکرے کہ روزی بالضرور اوسکو پہونچیگی اور اس صورت مین جو بعض علما فرماتے ہین کہ بندہ اگر اپنے رزق سے بھاگے تو رزق اوسکو ڈھونڈھ لیگا جیسے کوئی موت سے بھاگے تو وہ جا لیتی ہے درست ہے شعر

ہین توکل کن ملرزان پا و دست
رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است

اور یہ بھی اوسکا قول بجا ہے کہ اگر آدمی خدای تعالی سے دعا مانگے کہ مجھے روزی مت دی
تو قبول نہو گی اور اس دعا سے گناہگار ہوگا اور اوسکو بارگاہ کبریا سے حکم ہوگا کہ او جاہل
یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تجکو پیدا کرون اور رزق ندون اور اسواسطے حضرت ابن عباس رح
فرماتے ہین کہ لوگون نے ہر ایک چیز مین آپس مین اختلاف کیا ہے مگر رزق اور موت مین سبکا اتفاق ہی
کہ بجز خدای تعالی کے کوئی رازق اور مارنے والا نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَوْ اَنَّکُمْ تَوَکَّلْتُمْ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَ
تَرُوْحُ بِطَانًا وَلَزَالَتْ بِدُعَائِکُمُ الْجِبَالُ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ پرندون کی
طرف دیکھو کہ وہ نہ کھیتی کرتے ہین نہ خرمن اور ذخیرہ کرتے ہین پر خدای تعالی اونکو برابر روز
رزق دیتا ہی اور اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پیٹ بڑے ہین تو چوپاؤن کو دیکھو کہ اونکے لیے خدای تعالی
نے رزق کیواسطے اس خلق کو کیسے مقرر کر دیا ہے۔ اور ابو یعقوب سوسی رح کہتے ہین کہ متوکلون کا
رزق بدون اونکی مشقت کے لوگون کے ہاتھون پر چلتا رہتا ہے یہان تک کہ اونکو بلا تدبیر ملتا ہی
اور اور لوگ اوسکی فکر مین لگے رہتے ہین رزق کیواسطے رنج اوٹھاتے ہین۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ اللہ تعالی اپنے سب بندون کو رزق دیتا ہے مگر بعضے ذلت کے ساتھ کھاتے ہین جیسا کہ
بھیک مانگ کر اور بعضے مشقت اور انتظار سے کھاتے ہین جیسے تاجر اور بعضے جان کھپا کر
جیسے کاریگر اور بعضے عزت سے جیسے صوفیہ کہ حاکم کے پاس گئے اور اپنا رزق اوسکے ہاتھ سے
لے آئے اور درمیانی کو کچھ نہ سمجھا تیسری قسم وہ اسباب ہین کہ اونسے سبب پر پہونچنا یقینی یا
کچھ ظاہر کا اعتبار نہین جیسے بڑی باریک باریک تدبیرین تحصیل مال مین کرنی کہ کچھ ضرور نہین
کہ جو تدبیرین جس طرح کرے تو ویسا ہی ظہور مین آوے اور اس قسم کے کرنے سے بالکلیہ درجات
توکل سے نکل جاتا ہے اور تمام آدمی آجکل اسی مین مبتلا ہین مال اسطرح سے حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ
حیلے باریک نکالتے رہتے ہین اور مال شبہہ کا لینا یا کسی طریق سے مال کا پیدا کرنا جسمین
شبہہ ہو تو بطریق اولی توکل کو باطل کرتا ہے کیونکہ وہ نہایت درجے کا حرص دنیا مین ہی اور
اسباب پر توکل کرنا ہے اور اس قسم کے اسباب جلب حصول کے مفید کیطرح جو نسبت ہے
جو منتر اور فال اور داغ دینے کو ازالہ مرض کے دور کرنیکی طرف ہے اسلیے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کا وصف ان چیزون کے نکرنے کو تو فرمایا مگر یہ نہین فرمایا کہ متوکل
کسب معیشت بالکل نہین کرتے اور شہرون مین نہین رہتے اور کسی سے کچھ نہین لیتے بلکہ

فرمایا کہ یہ سب امور کرتے ہین اور تیسری قسم کے اسباب جنسے اعتماد مسبب کے حاصل ہونے کا نہین
اٹھتے ہین کہ اونکا شمار ممکن نہین اور حضرت سہل رح توکل کے باب مین فرماتے ہین کہ تدبیر کا ترک
کرنا توکل ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے خلق کو پیدا کیا اور اونکو اپنے نفس سے محجوب نہین کیا
اونکا حجاب اونکی تدبیر ہی ہوتی ہے اور غالبا اونکی مراد تدبیر سے نکالنا اسباب بعیدہ کا ہو
فکر سے کیونکہ اونھین مین سوچ و تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے ظاہری اسباب مین نہین ہوتی اس
تقریر سے معلوم ہوا کہ اسباب بعض ایسے ہوتے ہین کہ اونکے تعلق سے توکل سے آدمی خارج
ہوجاتا ہے اور بعضے ایسے ہین کہ اونکے کرنے سے خارج نہین ہوتا اور دوسری کی دو قسمین ہین ایک
اسباب یقینی اور دوسری ظنی اسباب یقینی کے کرنے سے توکل سے خارج نہین ہوتا بشرطیکہ
حال توکل اور علم موجود ہو یعنی تکیہ صرف مسبب الاسباب پر ہو پس اسباب یقینی مین توکل باعتبار
حال اور علم کے ہے نہ عمل کے اور اسباب ظنی مین باعتبار حال اور علم اور عمل سب کے ہے اور
ان اسباب کے عمل مین لانے کی رو سے متوکلون کے تین مقام ہین اول مقام خواص رح
اور اونکے مثل کا ہے کہ بے توشہ جنگلون مین پھرے اور فضل الہی پر اعتماد ہو کر ایک ہفتہ
یا اوس سے زیادہ موافقت صبر کی عنایت فرماویگا یا کچھ ساگ وغیرہ یا غذا ملجاویگی اور اگر
کچھ نملیگا تو فاقے سے مرنے پر آتی اور ثابت قدم رہیگا کیونکہ توشے والے بھی بعض اوقات
فاقے سے مرتے ہین کہ اونکا توشہ جاتا رہتا ہے یا کوئی راہ بھولا دیتا ہے تو موت کا آنا
توشہ اور بے توشہ دونون مین ممکن ہے اسلیے فضل الہی پر توکل اولی ہوا دوسرا مقام یہ ہے کہ
اپنے گھر یا مسجد مین بیٹھ رہے مگر گانو یا شہرون مین یہ صورت ہو اور اس مقام والا اول سے کم ہی
مگر متوکل ضرور ہے اسلیے کہ اوس نے کسب اور اسباب ظاہر کو ترک کرکے فضل الہی پر اعتماد کیا ہے کہ
وہ اسباب خفیہ سے میرا کام بناویگا اور ہر چند یہ شخص شہرون مین بیٹھکر اسباب رزق کا متعرض ہوا
کیونکہ شہر مین رہنا بھی اسباب رزق سے گنے گئے ہین مگر اس سے اوس شخص کا توکل باطل نہین ہوتا
بشرطیکہ نظر اوس ذات کیطرف ہو جو شہر کے باشندون سے اوسکو رزق دلواتا ہے باشندون
کیطرف التفات نہو اسلیے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ سب کے سب اسکے حال سے غافل ہوجاوین اور
اگر خدا ہی تعالی اپنے فضل سے اوسکا حال اونکو نہ بتادے اور اونکی خواہشون کو اسکی طرف
راغب نکرے تو وہ کیسے اسکو پوچھین اور خبرگیری کرین تیسرا مقام یہ ہے کہ نکل کر کسب معیشت
اوس طرح کرے جسطرح ہم نے باب اول کی فصل سوم اور چہارم مین لکھا ہے اسطرح کی

کمانے سے بھی مقامات توکل سے نہیں نکلیگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور
جاہ اور بضاعت پر نہو اسلیے کہ یہ چیزیں تو دم کی دم میں خدای تعالی فنا کر دیتا ہے بلکہ یون
چاہیے کہ نظر کفیل حقیقی کیطرف ہوگی اوسی نے یہ سب چیزیں بنا رکھی ہیں اور رزق کا سامان بہم
کر دیا ہے اور اپنے کسب بضاعت اور کفایت کو خدای تعالی کی قدرت کی نسبت کر ایسا جانے
جیسا قلم بادشاہ کے ہاتھ میں حکم لکھتا ہے کہ وہان نظر قلم کیطرف نہیں ہوتی بلکہ بادشاہ کے
دل کیطرف ہوتی ہے کہ کیا جانے کیا دل میں آویگا اور کسطرف کو مائل ہوگا کیا حکم کر بیٹھے گا۔
پھر اگر کسب معیشت کرنے والا اپنے عیال کے لیے یا مساکین کے دینے کے لیے کرتا ہو
تو ظاہر میں تو کمانے والا ہوگا مگر باطن میں علاحدہ رہیگا اور اس شخص کا حال بہ نسبت گھر میں
بیٹھنے والے کے اشرف ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ کسب اون حال توکل سے نہیں بشرطیکہ
اوسمیں شرطون کی رعایت اور حال اور علم کا لحاظ رہے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا ہے کہ حضرت
ابوبکر صدیق رض جب خلیفہ ہوے تو اپنی گٹھری بغل میں دبا کر بازار میں تشریف لیگئے مسلمانون
کو معلوم ہوا اور عرض کیا کہ آپ ایسی بات کیون کرتے ہیں اب تو آپ نبوت کی خلافت پر
ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے عیال کا اگر شغل نکرون تو وہ تباہ ہو جاوینگے اور جب اپنے ہی
عیال کو میں تلف کرونگا تو اورونکو بطریق اولی ضائع کرونگا لوگون نے آپ کی خاطر دہی
کرنے کے لیے ایک مسلمان کے گھر والون کے موافق آپکے لیے مقرر کر دیا پس جب آپنے
اونکی مرضی اوسیطرف پائی تو اونکے دل کا خوش کرنا اور مسلمانون کے کام میں سب وقت
خرچ کرنا آپنے اولی جانا۔ اور یہ محال ہے کہ کہا جاوے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض مقام
توکل میں نتھے تو اونسے بڑھکر مقام توکل پر اور کون ہے اسلیے کہ متوکل تو یقینا تھے پس
معلوم ہوا کہ آپ متوکل باعتبار کسب و سعی نہ کرنے کے نہ تھے بلکہ قطع التفات کی رو سے تھے
کہ اپنی قوت و کفایت پر ملتفت نتھے خدای تعالی ہی کو معیشت کا بہم کرنے والا اور مسبب الاسباب
جانتے تھے اور رعایت شرطون کی کسب کے طریق میں ملحوظ رکھتے تھے کہ مقدار حاجت پر اکتفا
کرتے تھے بہت کی تمنا نتھی نہ فخر اور رکھہ چھوڑنے کی ہوس نہ یہ بات کہ اپنا درم اوسکے
درم سے اچھا معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ جو شخص بازار میں جاوے اور اپنے درم کو غیر کے درم سے
بہتر و محبوب سمجھے وہ دنیا کا حریص و محب ہے اور توکل بدون دنیا میں زہد کیے درست نہیں ہوتا
ہان زہد بدون توکل کے بھی ہو سکتا ہے کیونکہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے۔ اور ابو جعفر حداد کہ

جو حضرت جنید رحمہ کے مرشد اور بزرگ کاملین مین سے تھے فرماتے ہین کہ مین نے تیس برس توکل کو
چھپایا اور بازار سے جدا نہوا میرا دستور تھا کہ ایک دینار ہمیشہ پیدا کرتا تھا مگر رات کے لیے
ذرا بھی نہ رکھتا تھا اور نہ اپنی راحت کے لیے اوسمین سے کچھ خرچ کرتا تھا اتنا بھی نہین کہ کچھ
کوڑیان دیکر غسل ہی کرلون بلکہ رات آنے سے پیشتر ہی سب کو خرچ کردیا کرتا تھا اور حضرت جنید رحمۃ
اونکے سامنے توکل کے باب مین کچھ گفتگو نہین فرماتے تھے اور یون کہا کرتے تھے کہ مقام توکل مین ایکے ہوتے
ہوے مجکو کچھ کہتے ہوے شرم آتی ہے۔ اب جاننا چاہیے کہ صوفیون کی خانقاہون مین نقدی
لیکر بیٹھنا توکل سے بعید ہے پر اگر نقدی نہو نہ وقف نہ کوئی اور بات نہ خادم ہو کہ باہر سے
کماکر لایا کرے تو اسطرح پر توکل ضعیف کے ساتھ درست ہے مگر حال اور علم سے قوی ہوجاتا ہے
جیسے توکل پیشہ ور کا۔ اور اگر خانقاہ والے سوال نکرین بلکہ جو کوئی کچھ دیجاے لے لیا کرین قناعت کرین
تو یہ بات اونکے توکل مین بہت قوی ہے مگر وہ لوگ اس باب مین انگشت نما ہوگئے اور دوکان
کرلی پس خانقاہ مین بیٹھنا ایسا ہے جیسا بازار مین جانا اور بازار مین جانے والا متوکل نہین ہوتا بدون
بہت سی شرطون کے جنکا بیان پہلے ہوچکا باقی رہا یہ کہ آدمی کو گھر مین بیٹھے رہنا افضل ہے یا
چل پھر کر کچھ کمانا تو اوسکا حال یہ ہے کہ اگر کمائی چھوڑ دینے سے ذکر و فکر اور اخلاص اور تمام وقت
عبادت مین بسر کرنے کے لیے فارغ ہوجاتا ہے اور کسب سے ان امور مین ابتری ہوتی ہو
اور باوجود اسکے لوگون سے کچھ طمع بھی نہو نہ اس بات کا منتظر رہے کہ کوئی آکر مجکو کچھ دیجائے بلکہ
صبر اور قناعت پر توکل کرنے مین دل کا مضبوط ہو تو ایسے شخص کو گھر بیٹھنا بہتر ہے اور اگر گھر مین
دل گھبراے اور لوگون کیطرف تاکے ہو تو کچھ کام کرکے پیدا کرنا اچھا ہے اسلیے کہ دل سے
لوگون کی تاک کرنی گویا دل سے سوال کرنا ہے اسکا چھوڑنا کام کے چھوڑنے کی نسبت کرنا
زیادہ اہم ہے بزرگ متوکلون کا دستور تھا کہ جو چیز اونکی نفس طمع کرتی تھی اوسکو نہین لیا کرتے تھے
چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ نے ابو بکر مروزی کو فرمایا کہ فلان فقیر کو اجرت معمولی سے کچھ
زیادہ دینا جب وہ دینے گئے فقیر نے واپس کردیا اور چلا گیا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ اب
جاکر اوسکو دیدو اب وہ لے لیگا وہ گئے اور اوسکو دیا تو لے لیا امام صاحب سے پوچھا کہ کیا
بات تھی کہ پہلے نہ لیا اور پیچھے لے لیا فرمایا کہ اول اوسکے نفس کو طمع زیادہ ملنے کی تھی اسواسطے
نلیا جب یہان سے چلا گیا تو نفس کو نا امیدی اور یاس ہوگئی تو لے لیا اور خواص رحمۃ
اپنی رغبت کسی شخص کے دینے کیطرف دیکھتے یا نفس کے لینے کے عادی ہوجانے سے خوف کرتے

تو اوس سے کوئی چیز قبول نہ کرتے اور اونسے جو کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے سفر مین سب سے
زیادہ عجیب کیا بات دیکھی فرمایا کہ مین نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میری صحبت سے
راضی ہوئے مگر مین اون سے اس جہت سے علیحدہ ہو گیا کہ مین میرے نفس کو اونکے ساتھ
سکون و قرار نہو جاوے اور توکل مین نقصان نہونے پاوے۔ غرضکہ کسب معیشت کرنیوالا
جب آداب کمانے کے اور اوسکی نیت کی شرطون کی رعایت کریگا جسطرح کہ باب الکسب مین
بیان ہوا ہے یعنی مقصود اوسکا بہی کثرت نہو اور نہ اپنی بضاعت اور کفایت پر اعتماد ہو تو
وہ متوکل ہوگا۔ اور علامت اوسکے توکل کی اپنی بضاعت مین یہ ہے کہ اگر اوسکا مال
چوری جاوے یا تجارت مین کمی ہووے یا کوئی اور کام بند ہو جاوے تو اوس پر راضی رہے دل کی
طمانینت باطل نہو دلمین اضطراب نہ پاوے بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسا ہی رہے
کیونکہ دستور کی بات ہے کہ جسکا دل کسی چیز سے وابستہ نہین ہوتا اوسکے جاتے رہنے سے
بہی اوسکا دل مضطر نہین ہوتا اور جو کسی چیز کے جانے سے بیقرار ہوتا ہے تو وہ اوس چیز پر
تسکین پاتا ہے بشر چرخے بنایا کرتے تہے پہر اونکو چھوڑ دیا اسلیے کہ بجاری رح نے اونکو لکھا کہ
مین نے سنا ہے کہ تمنے اپنے رزق پیدا کرنیکا کام اختیار کر لیا ہے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر
خدای تعالی تمکو بہرا اور اندھا کر دیوے تب رزق کس پر ہوگا اس نوشتے نے اونکے دل مین اثر
کی سب اونا چرخہ بنانے کے ڈنڈا اور چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ سبب چرخہ بنانے مین
انگشت نما ہو گئے اور لوگ اسواسطے اونکے پاس آنے لگے چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ اپنے
عیال کے مرنے کے بعد چھوڑ دیا جیسے حضرت سفیان ثوری رح کے پاس پچاس دینار تہے اونسے
تجارت کیا کرتے تہے جب انکی اہل کا انتقال ہوا تو اونکو بانٹ دیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے
ہوسکتا ہے کہ آدمی کے پاس بضاعت تو ہو اور اوسکے ساتھ وابستگی نہو حالانکہ اوسکو معلوم ہے
کہ کسب بدون بضاعت ممکن نہین اوسکا جواب یہ ہے کہ اوسکی صورت یہ ہے کہ یون جانے کہ
جن لوگون کو خدای تعالے بدون بضاعت روزی دیتا ہے وہ بہی بہت ہین اور ایسے بہی
بہت ہین کہ اونکی بضاعت بہت تہی مگر چوری گئی اور جاتی رہی اور یہ بہی دل مین ٹھان لے
کہ خدای تعالی میرے ساتھ وہی سلوک کریگا جو اوسکے نزدیک میرے حق مین بہتر ہوگا اگر
وہ میرا مال ضائع کر دیگا تو اوسکے نزدیک اسمین کچھ بہتری ہے شاید اگر پاس رہتا تو موجب
فساد دین کا ہوتا بڑا خدای تعالی کا احسان ہوا کہ دین کے بگاڑ سے بچا دیا اور غایت فلا

یہ ہے کہ آدمی بھوک سے مرجائے تو چاہیے کہ اعتقاد کرے کہ بھوک سے مرنا آخرت میں میرے حق میں مفید ہے کیونکہ خداے تعالیٰ نے بدون کسی تقصیر کے میری طرف سے یہ بات میرے واسطے تجویز فرمائی ہے تو میری بہتری اسیمین ہے۔ جب ان سب باتون کا اعتقاد کریگا تو اوسکے نزدیک وجود بضاعت کا اور عدم برابر ہے حدیث شریف میں ہے کہ بندہ رات کو کسی امر کا امور تجارت میں سے قصد کرتا ہے اور وہ کام ایسا ہوتا ہے کہ اگر اوسکو کرے تو اوسکی بربادی ہو پس خداے تعالیٰ اوسکی طرف عرش کے اوپر سے نظر کرتا ہے اور اوسکو اوس کام سے باز رکھتا ہے تو صبح کو وہ شخص نہایت غمگین واندوہناک ہوتا ہے اور اپنے ہمسایہ اور چچازاد بھائی کی بدگمانی لیتا ہے کہ مین نے کسکا منہ دیکھا تھا کس نے میرے اوپر مصیبت ڈالی حالانکہ یہ امر صرف ایک رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوسپر کی انتہی اور اسی جہت سے حضرت عمر رضی فرماتے ہین کہ مجھے کچھ پروا نہین خواہ مین غنی ہون یا فقیر اسواسطے کہ مجھے معلوم نہین کہ تونگری و فقیری مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہے۔ اور جو شخص ان امور پر یقین کامل نرکھتا ہو اوس سے توکل نہوسکے گا اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ مجکو ہر مقام سے بہرہ ہے مگر حضرت توکل کہ اسکی بو بھی مین نے نہین سونگھی پس باوجود اپنے بلند قدر ہونے کے ایسا فرماتے ہین کہ مجکو توکل نہین ملا یہ نہین فرمایا کہ اسکا حصول ممکن نہین اور غالباً انکی مراد یہ ہوگی کہ اعلیٰ درجہ توکل کا نصیب نہین ہوا۔ اور جب تک کہ ایمان اس بات پر پکا نہو کہ خداے تعالیٰ کے سوا نہ کوئی فاعل ہے نہ کوئی رازق اور جو کچھ وہ بندے پر مقدر کرتا ہے خواہ فقر ہو یا غنا موت ہو یا جینا اوسکے حق مین وہی بہتر ہے بہ نسبت اوس بات کے جسکو بندہ تمنا کرے تب تک حال توکل بھی کامل نہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ توکل کی بنا ان امور پر ایمان کے قوی ہونے سے ہوتی ہی جیسا کہ گذرا۔ اور ایسا ہی حال اور مقامات دین کا احوال و اعمال مین سے ہے کہ وہ بھی اپنی اصول یعنی ایمان پر مبنی ہوتے ہین۔ حاصل یہ کہ مقام توکل سمجھ مین آتا ہے مگر دلکی قوت اور یقین کا زور چاہتا ہے اسلیے حضرت سہیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص طعنہ کمانے پر کرے وہ سنت پر طعنہ کرتا ہے اور جو شخص ترک کمائی یعنی توکل پر کرے وہ توحید پر طعنہ زن ہے اب وہ علاج لکھتے ہین جو دل کے اسباب ظاہری سے پھرنے مین مفید ہو اور اسباب خفیہ کے بہم کرنے مین خداے تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن پیدا کرے وہ یہ ہے کہ یون جاننا چاہیے

ح ابو نعیم در حلیہ بروایت ابن عباس بسند نہایت ضعیف ۱۲

کیونکہ سوء ظن تعلیم شیطان سے ہے اور حسن ظن خداے تعالی کی تلقین ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا
کیونکہ انسان اپنی سرشت کی رو سے شیطان کی ڈرانیکو بہت سنتا ہے اسواسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص سوء ظن کے
باعث ڈرتا ہے وہ حریص ہے اور جب اسپر نامردی اور ضعف دلی زیادہ ہوجاتے اور نیز متعلقین
جو پاتا ہے سباب ظاہری اور اونپر عیب پہنچنے والے ہین نظر پڑتے ہین تب سوء ظن غالب ہو جاتا ہے
اور توکل بالکل جاتا رہتا ہے بلکہ رزق کو اسباب خفیہ سے سمجھنا بھی توکل کو باطل کر دیتا ہے چنانچہ
حکایت ہے کہ کوئی عابد کسی مسجد مین بیٹھا رہا اور اوسکے پاس مال نہ تھا امام مسجد نے اوس سے کہا
کہ اگر تم کچھ کسب کرو تو تمہارے لیے اچھا ہو اوسنے جواب نہ دیا تین بار ایسا ہی ہوا چوتھی بار
اوسنے کہا کہ میاں صاحب مسجد کے پاس ایک یہودی ہے اوسنے ہر روز دو روٹیون کی کفالت
میرے لیے کر لی ہے امام نے کہا کہ اگر وہ اس کفالت مین سچا ہے تو تمہارا مسجد مین بیٹھا بہتر ہے
عابد نے کہا کہ کیا خوب تم خدا کے سامنے اور لوگون کے آگے ایسی ناقص توحید کے ساتھ
کھڑے ہوتے ہو اگر امامت نکرو تو تمہارے حق مین بہتر ہے کیونکہ تم یہودی کے وعدہ کو خداے تعالی کی
ضمانت اور کفالت رزق کی کی سے اونچی سمجھتے ہو۔ اور ایکبار کسی مسجد کے امام نے کسی نمازی
سے پوچھا کہ تم کہان سے کھانا کھاتے ہو اوسنے کہا کہ ذرا ٹھہرو اول مین وہ نماز جو تمہارے
پیچھے پڑھی ہے وہ پھیر لون تب جواب دونگا اور خداے تعالی کے فضل سے بواسطہ اسباب خفیہ
رزق پہنچنے پر حسن ظن رکھنے کے لیے اون حکایات کا سننا مفید ہے جنمین رزق پہنچنے مین
اللہ تعالی کے عجیب الطاف اور احسان پائے جاتے ہون اور بعض مین قہر خداے تعالی کا مذکور ہو
کہ تاجرون اور توانگرون کا مال غارت کر کے اونکو بھوک سے ہلاک کر دیا چنانچہ روایت ہے کہ
حضرت ابراہیم بن ادہم رح کا ایک غلام حذیفہ مرعشی تھا اوس سے لوگون نے پوچھا کہ کوئی بات
آپکی جو بہت عجیب تمنے دیکھی ہو بیان کرو اوسنے کہا کہ ہم ایکبار مکہ معظمہ کے راستے مین چند روز
بھوکے رہے کہ کھانا نملا آخر کوفہ مین گئے اور ایک ویران مسجد مین داخل ہوئے حضرت
ابراہیم رح نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ تجھے معلوم ہوتا ہے کہ تجھکو بھوک لگی ہے مین نے عرض کیا
کہ آپکی فراست صحیح ہے آپنے فرمایا کہ دوات اور کاغذ لا مین لے آیا آپنے یہ لکھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر حال مین توہی مقصود ہے اور ہر بات تیری ہی طرف ہے

قطعہ حامد و شاکر ہون اور ذاکر خدا		بھوکا اور پیاسا ہون اور ننگا جدا

شیطان تم سے وعدہ کرتا ہے محتاجی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا اور اللہ وعدہ کرتا ہے تم سے اپنی بخشش اور فضل کا

وہ ہمدم تجھے ہیں تیں کا غماس میں ہو گھیں — التجا ہے تو ہو صفاس میں تیں کا
بیچ میری خبر کو ہے جلتی آگ — آگ میں گھسنے سے تو مجکو بچا

حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر وہ رقعہ مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر جا اور سوا خدای تعالی کے اور کسی سے اپنا دل مت لگا اور جو شخص اول ہی ملے اوسکو یہ رقعہ حوالہ کر میں رقعہ لیکر نکلا اول جو شخص مجکو ملا وہ ایک خچر پر سوار تھا میں نے رقعہ اوسکو حوالہ کیا اوسنے اوسکو لیا اور مضمون سے واقف ہوکر رو دیا اور کہا کہ اس رقعے کے لکھنے والے کہاں ہیں میں نے کہا کہ فلانی مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اوسنے مجکو ایک تھیلی دی جس میں چھ سو دینار تھے پھر میں نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا اور اوس سے اول شخص کا حال پوچھا اوسنے کہا کہ یہ ایک شخص نصرانی ہے میں نے حضرت ابراہیم رح کی خدمت میں حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا اونھوں نے فرمایا کہ ابھی ان دیناروں کو ہاتھ مت لگا وہ ابھی دم آیا چاہتا ہے جب ایک گھڑی گذری وہ نصرانی آیا اور آپ کے سر کو بوسہ دینے لگا اور مسلمان ہو گیا۔ اور ابو یعقوب اقطع بصری کہتے ہیں کہ میں ایکبار حرم شریف میں دس روز بھوکا رہا مجکو ضعف معلوم ہونے لگا دل میں آیا کہ باہر چلیے جنگل کیطرف نکلا کہ کوئی شے ایسی ملے جس سے ضعف کو تسکین ہو میں نے دیکھا کہ ایک شلجم زمین پر پڑا ہے اوسکو میں نے اوٹھایا مگر دل میرا اوس سے گھبرایا اور پھر یہ معلوم ہوا کہ گویا کوئی مجھ سے یوں کہتا ہے کہ تو دس روز تو بھوکا رہا اور آخر کو لیا تو ایک سڑا شلجم لیا میں اوسکو پھینک کر پھر حرم شریف میں چلا آیا اور بیٹھ گیا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک عجم کا آدمی چلا آتا ہے وہ آکر میرے سامنے بیٹھ گیا اور ایک تھیلا میرے سامنے رکھدیا اور کہا کہ یہ آپ کے لیے ہے میں نے پوچھا کہ مجھے تم نے کیسے خاص کیا اوسنے کہا کہ ہم دس روز سے سمندر میں تھے اور کشتی ڈوبنے کو ہو رہی تھی میں نے نذر کی تھی کہ اگر خدای تعالی مجکو بچا دیگا تو میں یہ تھیلا مجاورین میں سے اوسکو دونگا جسپر اول میری نظر پڑیگی اور آپ ہی کو اول میں نے دیکھا یہ وجہ خصوصیت کی ہے میں نے کہا کہ اچھا اسے کھولو اوسنے کھولا تو اوس میں مصر کا میدہ اور چھلے ہوے بادام اور برفیاں تھیں میں نے ہر ایک میں سے ایک مٹھی لے لی اور اوس سے کہا کہ باقی کو تم اپنے ساتھیوں کو میری طرف سے ہدیہ دینا میں نے تمھاری نذر قبول کی پھر اپنے دل میں کہا کہ تیرا رزق تو دس منزل سے چلکر تیرے پاس آتا ہے اور تو اوسکو جنگل میں ڈھونڈھتا ہے اور ممشاد دینوری رح کہتے ہیں کہ مجھپر کچھ قرض تھا اوسکے باعث میرا دل اوسی تردد میں مبتلا ہو گیا یعنی عبادت و ذکر میں حضور اور اخلاص کامل نہ رہا

مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہے کہ اے بخیل تجھنے ہمپر اتنا قرض کرلیا ہے اب
تیرا کام لینا ہے اور ہمارا کام دینا ہے بعد اسکے مین نے کسی بقال یا قصاب وغیرہ کا حساب نہین کیا
اور بنان حمال کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ کی راہ مین تھا اور مصر سے
جاتا تھا اور میرے پاس زادراہ تھا میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھسے کہا کہ اے بنان تو لدو ہی
کہ اپنی پشت پر زاد لادے پھرتا ہے اور یہ وہم کرتا ہے کہ خدا ہی تعالی رزق نہ دیگا یہ سنکر مین نے اپنے
کندھے سے اپنا توشہ پھینکدیا پھر مجھپر تین دن گذر گئے کہ مین نے کچھہ نکھایا راستے مین مین نے ایک
پازیب پڑی دیکھی اپنے جی مین کہا کہ اسکو اوٹھا لینا چاہیے کیا عجب کہ اسکا مالک آوے تو
اوس سے کچھہ لیکر پھیر دون اتنے مین وہی عورت آئی اور مجھسے کہا کہ کیا تو سوداگر ہے جو یون
کہتا ہے کہ شاید اسکا مالک آجاوے تو اوس سے کچھہ لے لون پھر اوسنے میری طرف چند درم
پھینکدیے اور کہا کہ انکو خرچ کر چنانچہ مین انکو لیکر قریب مکہ معظمہ تک نباہ دیا - اور یہ بھی بنان ہی
کی حکایت ہے کہ اونکو ایک لونڈی کی ضرورت خدمت کیواسطے ہوئی اور دوستون سے اپنے
بھائیون سے صاف صاف کہدیا اور سب نے لونڈی کا دام اونکے لیے جمع کردیا اور کہا کہ اب
قافلہ آنے کو ہے اوسمین سے جو نسی لونڈی مناسب ہوگی وہ لیجاویگی جب قافلہ آیا تو سب
لوگون کی رای ایک لونڈی پر متفق ہوئی کہ یہ بنان کے لائق ہے اوس لونڈی کے مالک سے
اوسکا دام پوچھا اوسنے کہا کہ یہ بکاؤ نہین ہے جب لوگون نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ یہ لونڈی
بنان حمال کیواسطے ہے اوسکو ایک سمرقند کی عورت نے ہدیہ بھیجی ہے وہ لونڈی بنان کے پاس
ارسال کی گئی اور اونسے قصہ بیان کیا گیا - اور کہتے ہین کہ زمانہ گذشتہ مین ایک شخص اپنے
سفر مین ایک روٹی ساتھہ لیے تھا اور کہتا تھا کہ اسے اگر کھا لونگا تو مر جاونگا اللہ تعالی نے
اوسپر ایک فرشتہ کو مقرر کردیا اور فرمایا کہ اگر یہ شخص روٹی کھالے تو اسے اور رزق پہونچانا اور
اگر نہ کھاوے تو پھر اسکے سوا اور کچھہ اوسکو نہ دینا غرض وہ شخص روٹی اپنے ساتھہ لیے رہا یہانتک
کہ مر گیا اور نہ کھائی - اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین جنگل مین بدون زادراہ کے گیا
اور فاقے پر فاقہ ہوا دور سے ایک منزل نظر پڑی اوسکو دیکھکر مین خوش ہوا کہ اب پہونچ گیا
پھر دل مین سوچا کہ مین نے غیر پر تکیہ کیا اور قسم کھائی کہ اس گانون مین نجاونگا جب تک کہ
مجھے خود کوئی نہ لیجاوے مین نے اپنے لیے ریت مین ایک گڑہا کھودا اور اپنا جسم اوسمین سینے تک
چھپا دیا آدھی رات کو وہان کے لوگون نے ایک بلند آواز سنی کہ اے بستی والو ایک اللہ کے

دلی سنے اپنے آپ کو اس سیتا میں قید کیا ہے اوسکی خبر لو وہاں سے کچھ لوگ آئے اور مجھکو نکالکر
گانوں میں لیگئے ۔ اور یہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضہ کے دروازے پر پڑا رہتا اوسکو
ایک روز ناگاہ آواز آئی کہ اے شخص تو نے ہجرت عمر کیلیے کی تھی یا خدا کے لیے جا اور کلام اللہ
سیکھ وہ تجکو عمر کے دروازے سے بے پروا کر دیگا وہ شخص اوٹھکر چلا گیا اور اوسکا پتا نملا یہانتک
کہ حضرت عمر رضہ نے اوسکو ڈھونڈھوایا معلوم ہوا کہ اوسنے گوشہ نشینی اختیار کی اور عبادت میں
لگ گیا حضرت عمر رضہ اوسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارا دل تمکو دیکھنے کو بہت چاہتا تھا
کیا وجہ ہوئی کہ تم ہم سے نہیں ملتے اوسنے جواب دیا کہ میں نے قرآن پڑھا اوسنے مجکو عمر اور آل عمر
سب سے بے پروا کر دیا حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ تمنے کلام مجید میں کیا دیکھا اوسنے کہا کہ میں نے یہ دیکھا
مثل وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ تب میں نے سوچا کہ میرا رزق تو آسمان میں ہے اور
میں اوسکو زمین میں ڈھونڈھتا ہوں حضرت عمر رضہ رو پڑے اور کہا کہ سچ کہتے ہو پھر آپکا دستور
تھا کہ اوس شخص کے پاس آکر بیٹھا کرتے ۔ اور ابو حمزہ خراسانی رحمہ کہتے ہیں کہ ایک سال میں نے
حج کیا راہ میں چلا جاتا تھا کہ یکایک کنوئیں میں گر پڑا میرے نفس نے مجھسے تقاضا کیا کہ فریاد کروں
چاہیے مگر میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں ہرگز فریاد نکرونگا میں اسی خیال میں تھا کہ دو شخص اوس کنوئیں
پر آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس کنوئیں کا منہ بند کر دیں کہ کوئی آ میں گر پڑے یہ کہکر بانس
اور چٹائی لائے اور اوسکا منہ بند کر دیا میں نے ارادہ کیا کہ چیخوں مگر دل میں سوچا کہ جس سے
چیخ کر کہونگا وہ تو ان دونوں شخصوں کی نسبت قریب تر ہے اسلیے چپکا ہو رہا اسی اثنا میں
ایک گھڑی کے بعد کوئی چیز آئی اور کنوئیں کا منہ کھولکر اپنے پانوں کنوئیں میں لٹکائے اور
گنگناتی آواز میں گویا یہ کہا کہ مجکو لپٹ جا میں نے اوسکی آواز سے مطلب سمجھ لیا اور لپٹ گیا اوسنے
باہر نکالا میں نے دیکھا کہ وہ درندہ ہے وہ مجکو چھوڑکر چلا گیا اوسوقت سروش غیبی نے میرے
گوش ہوش میں یہ ندا کی کہ اے ابو حمزہ دیکھ کیا خوب ہوا کہ ہمنے تجکو مرنے سے بذریعہ موت ہی
کے بچایا ابو حمزہ وہاں سے چلے اور کچھ اشعار پڑھتے جاتے جنکا ترجمہ یہ ہے **نظم**

ز سر شرح عشق مرا شرم باز رفت دلے	چو حال بر تو عیانست فارغم ز خبر
گواہ سر من از لطف خویش آوردی	بلے ز لطف و ہم دست درکی لطف دگر
بہیبت جلوہ نمودی چنانکہ پندارم	عیان بدست من اینک در آمدی منظر
چو ہیبت ہمہ وحشت شدم ز ہیبت تو	پذیرم انس چو بینم ز مہر و لطف اثر

مثل اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو وعدہ کیا جاتا ہے ۱۲

حیات من همه از تست و موت من از تو	عجب که زندگی و موت از یکے زده سر

اور اسطرح کے حالات اور حکایات بیشمار ہیں - اور جب ایمان آدمی کا قوی ہوا اور اوسکے ساتھ قدرت ایک ہفتہ بھوکا رہنے کی بدون تنگدلی کے موجود ہو اور اس بات کا اعتقاد بھی پختہ ہو کہ اگر سات روز تک رزق نہ آویگا تو خداے تعالی کے نزدیک اوسکا مرنا ہی اچھا ہے اسواسطے رزق روک لیا ہے تب البتہ ان احوال و مشاہدات سے توکل کامل ہوگا ورنہ در صورت ضعف ایمان کے حالات و مشاہدات صرف سے ہرگز توکل کامل نہوگا تنبیہ کہ میں عیالدار توکل کرے - واضح ہو کہ جو شخص عیالدار ہوا اوسکا حکم تنہا شخص سے علیحدہ ہے اسواسطے کہ تنہا آدمی کا توکل بدون دو باتوں کے درست نہیں اول بھوک پر ایک ہفتہ قادر ہونا اسطرح کہ نہ گھبراوے کسیطرف تاک ہو نہ تنگ ہو دوسرے وہ اقسام ایمان کی جو ہم لکھ چکے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر رزق نہ ملے تو موت پر دل سے راضی ہو اس لحاظ سے کہ اپنا رزق موت کو جانے اور بھوک اگرچہ دنیا کی گھٹی ہے مگر آخرت کی زیادتی ہے تو یوں جانے کہ بھوک مجھے عنایت ہوئی بلکہ جو رزق میرے حق میں اچھا ہے یعنی رزق آخرت ملا ہے اور یہ وہ مرض ہے کہ اوسمیں موت ہوگی اور اوس سے خوش ہوا اور یہ کہ میرے لیے یونہی حکم تھا پس اسطرح سے توکل تنہا آدمی کے لیے کامل ہو جاتا ہے اور عیال پر دباؤ دینا کہ خواہ مخواہ بھوک پر صبر کریں درست نہیں اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ اونکے سامنے تقریر توحید کے عقیدے کی کیجیے اور یہ کہ فاقے سے مرنا ایک رزق عمدہ ہے اور واقع میں غبطہ کرنے کے لائق ہے اگر اتفاقاً ایسا ہی میسر ہو جاوے اسطرح اونکا اعتقاد آپ اونکے ضعف کے باعث ہر روز نہیں جا سکتا اس سے معلوم ہوا کہ اونکے باب میں آدمی کو توکل کیا ہوا ایکا سا چاہیے جو تیسرا مقام توکل کا ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی کا توکل تھا کہ آپ کسب معیشت کے لیے نکلتے تھے اور جنگلوں میں چلا جانا اور عیال کو چھوڑ جانا اونکی خبرداری نکرنی اور بہانہ توکل کا اونکے باب میں حرام ہے بعض مرتبہ یہ امر اونکی تباہی کا موجب ہوتا ہے اسکا مواخذہ عیالدار کے ذمے رہتا ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آدمی میں خود میں اور اوسکے عیال میں کچھ فرق نہیں اگر عیال بھی چند روز بھوکا رہنا اوسکے ساتھ منظور کریں اور بھوک سے مرنے کو رزق اور غنیمت آخروی جانیں تو آدمی کو روا ہے کہ اونکے باب میں بھی توکل کرے اور خود اوسکا نفس بھی ایکی عیال ہے اوسکا تلف کرنا بھی اوسکو درست نہیں مگر اوسی صورت میں کہ مدت تک بھوک پر صبر کرنے میں موافقت کرے پس اگر نفس کو برداشت بھوک کی ہو اور بھوک سے دل

گھبرا جاتا ہو عبادت ٹھیک نہوتی ہو تو ایسے شخص کو توکل جائز نہیں۔ اسی واسطے روایت ہے
کہ ابو تراب نخشبی نے ایک شخص کو دیکھا کہ تین دن کے بھوکا تھا اسکے بعد ایک تربز کے چھلکے کو
کھانے کے لیے اوٹھایا آپنے اوسکو فرمایا کہ تصوف تیرے مناسب حال نہیں تو بازار میں جاکر
یعنی بدون توکل کے تصوف مت کر اور توکل نہیں درست ہے مگر اوسی شخص کو جو کھانے سے
تین دن سے زیادہ صبر کرے۔ اور حضرت علی رودباری رحمہ فرماتے ہیں کہ جب فقیر پانچ دن کے
بعد کہنے لگے کہ میں بھوکا ہوں تو اوسکو بازار میں بھیجدو اور اوسکو کہو کہ کچھہ کام کاج کیا کرے
غرضکہ آدمی کا بدن بھی اوسکی عیال ہے اور بدن کی مضر چیز میں توکل کرنا ایسا ہی ہے جیسا
عیال کے باب میں توکل کرنا صرف نفس و عیال میں ایک ہی چیز کا فرق ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کو
اپنے نفس پر تو دباو دینا بھوک پر صبر کرنے کے لیے جائز ہے اور عیال پر جائز نہیں۔ اور
اس تقریر سے تمنے جان لیا ہوگا کہ توکل اسباب سے علیحدہ ہونے کا نام نہیں بلکہ بھوک پر مدت تک
صبر کرنے کا عادی ہونا اور اگر کبھی اتفاقاً رزق میں تاخیر ہو جاوے تو موت پر راضی ہو جانا توکل ہے
اور شہروں اور قصبوں میں رہنا اور ایسے جنگلوں میں رہنا جنمیں کچھہ ساگ پات وغیرہ
میسر ہو تقوی کا سامان ہے مگر کچھہ تھوڑی ایسی تکلیف ہوتی ہے کیونکہ ہمیشہ ساگ پات پر گذر کرنی
بدون صبر کے ممکن نہیں اور شہروں میں رہکر توکل کرنا بنسبت جنگل کے توکل کے حصول اسباب بقا
کے لیے زیادہ اچھا ہے حالانکہ سب اسباب ہی ہیں مگر یہ کہ لوگوں نے ان اسباب کو کچھہ شمار
نہیں کیا اور اسباب کیطرف جھک پڑے جو اونسے ظاہر تر ہیں اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اونکا
ایمان ضعیف اور حرص زیادہ اور دنیا میں تکلیف اوٹھانے پر صبر کرنا آخرت کے نفع کے لیے
قلیل اور سوء ظن اور طول امل کے باعث نامردی دلوں پر غالب ہے۔ اور جو شخص کہ آسمان و
زمین کے اسرار میں غور کرے اوسکو یقیناً معلوم ہو جاوے کہ خدای تعالی نے انتظام ملک اور
ملکوت کا ایسا کر رکھا ہے کہ بندے سے اوسکا رزق علیحدہ نہیں ہو سکتا گو وہ تردد نہ کرے
اسلیے کہ جو تردد سے عاجز ہے اوسکو بھی تو رزق ملتا ہی ہے دیکھو بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں
تردد سے عاجز ہے تو خدای تعالی نے اوسکی ناف کیسی طرح ماں کی ناف سے ملا دی کہ ماں کی
غذا سے بچ بچا کر نال کے ذریعے سے بچے کے پیٹ میں رزق جاتا ہے اسمیں بچے کی کچھہ
تدبیر نہیں پھر جب وہ ماں کے پیٹ سے جدا ہوا تو ماں پر محبت اور شفقت ایسی ڈالدی گئی
کہ وہ خواہ مخواہ اوسکی متکفل رہتی ہے اور اس تکفل میں وہ مجبور ہے اسلیے کہ خداوند تعالی نے

اوسکے دل مین آتش محبت کو دوبالا کر رکھا ہے پھر چونکہ بچے کے دانت نہین ہوتے جنسے
کھانا چباوے تو اوسکی غذا دودھ مقرر کی جسمین چبانے کی حاجت ہی نہو علاوہ ازین بچہ اپنے
مزاج کی نرمی کے باعث غذاے کثیف کا متحمل نہ تھا اس جہت سے جدا ہوتے ہی پستان مادر
سے شیر لطیف اوسکے لیے بمقدار حاجت جاری کر دیا بھلا انمین کچھہ بچے کی تدبیر ہوئی یا ان نے
کچھہ سامان کیا پھر جب ایسی عمر کو پہونچا کہ غذاے کثیف اوسکو موافق پڑے تب اوسکو نبات
اور پھلیان اور ڈاڑھین چابنے کے لیے اوگا دین اور جب بڑا ہوا اور چلنے پھرنے لگا اور اپنے
ضروریات آپ بہم کرنے لگا تو اوسکے لیے سامان علم سیکھنے اور طریق آخرت کے چلنے کا آسان
کر دیا اب بالغ ہونے کے بعد نامردی کرنی مین جہالت ہے اسواسطے کہ بالغ ہونے سے کچھہ
اسباب معیشت کم نہین ہوے بلکہ زیادہ ہوگئے یعنی اول کمانے پر قادر نہ تھا اب قدرت
ہوگئی تو ایک قدرت ہی کتنی بڑھ گئی ہان پہلے شفقت کرنے والا اوسپر ایک شخص تھا یعنی ماں
یا باپ اور اوسکی شفقت واقع مین بہت تھی کہ ایک دن مین ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھلاتا پلاتا تھا
اور اوسکا کھلانا اسوجہ سے تھا کہ خداے تعالی نے اوسپر محبت اور شفقت کو مسلط کر دیا تھا
اب اللہ تعالی نے شفقت اور محبت اور رحم اور ترس تمام مسلمانون بلکہ تمام شہر والون پر
پھیلا دی یہان تک کہ جو کوئی اونمین سے کسی محتاج کو دیکھتا ہے تو اوسکا دل بھر آتا ہے اور
اوسکے حال پر ترس کرتا ہے اور دل مین شوق اوسکی حاجت روائی کا اوٹھتا ہے تو پہلے
تو ایک ہی مشفق تھا اب تو ہزارون سے زیادہ مشفق ہوگئے اور پہلے سے انکی شفقت نہونے کا
یہ باعث تھا کہ وہ اوسکو اپنے ماں باپ کی شفقت اور اونکے ظل حمایت مین دیکھتے تھے کہ ایک
مشفق خاص اوسکے واسطے موجود ہے اوسکو حاجت کیا ہے اور اگر یتیم دیکھے تو بیشک خداے تعالی
ایک شخص یا کئی شخصون کے دل مین رحم و ترس ڈالتا ہے کہ اوسکو اپنے یہان لاکر کفالت کرتے چنانچہ
اب تک گرانی کے موسمون مین کہین نہین سنا گیا کہ کوئی یتیم بھوک سے مر گیا ہو باوجودیکہ وہ
کچھہ تردد نہین کرتا اور نہ اوسکا کوئی کفیل خاص ہوتا ہے مگر اللہ تعالی اوسکی کفالت بذریعہ اوس
شفقت کے فرماتا ہے جسکو اوسنے بندون کے دلون مین پیدا کر دی ہے پھر بالغ ہونے کے
بعد اوسکو روزی کی فکر نہ معلوم کیون ہوتی ہے اور لڑکپن مین کیون نہو سے حالانکہ پہلے تو ایک ہی
مشفق تھا اب ہزارون ہوگئے اور ہر چند ماں کی شفقت قوی تر اور کافی تر تھی مگر ایک ہی
تھی اور شفقت بہت سے لوگون کی گو تھوڑی ہے مگر اندک اندک خیلی شود کے مضمون کے جیسے

سب کی شفقت ملکر اتنی ہو جاتی ہے جسقدر یتیم کو ماں باپ کی شفقت سے یتیم ایسے ہین کہ اللہ تعالی
نے اونکو ایسا حال عنایت فرمایا کہ ماں باپ اون کو کبھی میسر نہین تو جسقدر شفقت مین لوگون کی
کمی ہے اوسکی مکافات اونکی کثرت سے ہو جاتی ہے موجب مثل مشہور دو چار کی لاٹھی ایک
آدمی کا بوجھ بہرحال یتیم کچھ اضطرار ضرورت کا محل ہے اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے قطعہ

اینکہ نوشتہ قلم صنع پیش از کرم	بیش نگردد بہم سکون ہست مساوی بہم
جہل بود یا جنون سعی تو از بہر رزق	زانکہ خدا ہے دہد رزق جنین در شکم

اب اگر کوئی کہے کہ آدمی یتیم کی تو اس وجہ سے کفالت کرتے ہین کہ اوسکو لڑکپن کی وجہ سے
عاجز تصور کرتے ہین مگر جو شخص بالغ کمانے کے لائق ہو اوسکی طرف کوئی التفات نہین کرتا اوسکو
یہ کہتے ہین کہ یہ ہم جیسا ہٹا کٹا ہے اپنے آپ اپنے واسطے کیون نہین کماتا تو اوسکے جواب مین
ہم کہتے ہین کہ اگر وہ شخص بیکار و کاہل ہو تو لوگ سچ کہتے ہین ایسے شخص کو کمانا چاہیے اور اوسکے
حق مین توکل کے کیا معنی توکل تو ایک مقام دین کے مقامات مین سے ہے اوس سے ہر فراغت
خدای تعالی کے لیے ہو رہنے کے واسطے لیجاتی ہے بیکار کو توکل سے کیا نسبت البتہ اگر وہ شخص
مشغول بخدا کسی مسجد یا حجرے کا ملازم ہو اور علم و عبادت پر مداومت کرتا ہو تو ایسے کو کوئی
ملامت نہین کرتا کہ تم کیون نہین کماتے اور نہ اوسکو تکلیف کمانے کی دیتے ہین بلکہ اوسکے مشغول بخدا
ہونے ہی سے لوگون کے دلون مین اوسکی محبت ایسی جم جاتی ہے کہ اوسکی ضروریات کی وہ خود متکفل
ہوتے ہین صرف اوسکے ذمے اتنی بات چاہیے کہ دروازہ بند نکرے اور نہ لوگون کے درمیان سے
جنگل و پہاڑ پر بھاگے آج تک کسی نے نہ سنا ہوگا کہ جو عالم و عابد کہ شہر مین ہو کر تمام وقت مشغول
بخدا رہتا ہو وہ فاقے سے مرا ہو اور نہ کبھی ایسا کوئی سنے بلکہ اسطرح کا شخص چاہے تو اوسے بہت
لوگون کو صرف اپنے اپنا سے کھلا سکتا ہے اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالی کیواسطے ہو رہتا ہے اور جو
مشغول بخدا ہوتا ہے اللہ تعالی اوسکی محبت لوگون کے دلون مین ڈالدیتا ہے اور اوسکے لیے
دلون کو ایسا مسخر کرتا ہے جیسے ماں کے دل کو بچے کے لیے اسلیے کہ اللہ تعالی نے انتظام ملک اور
ملکوت کا اون دونون کے سینے والون کیواسطے کافی بنایا ہے جو شخص اس انتظام کا مشاہدہ
کرتا ہے اور مدبر پر ایمان لاکر اوسکے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور اسباب کے مدبر ہی پر نظر کرتا ہے
نہ اسباب پر ہان خدای تعالی نے انتظام ایسا نہین کیا کہ جو اوسکے ساتھ مشغول ہو اوسکو حلوے
اور قورما اور لباس فاخرہ اور عمدہ سواری ہمیشہ خواہ مخواہ ملا کرے گو بعض اوقات یہ بھی

ملجاوے مگر ایسا انتظام کیا ہے کہ جو شخص مشغول بعبادت ہو اوسکو ہر ہفتے مین جو کی روٹی
یا ساگ پات کھانے کو ضرور ملجاوے اور غالب یہ ہے کہ اس سے زیادہ ملے بلکہ بقدر حاجت سے
زیادہ ہی ملتا ہے پس اب جو شخص توکل کو چھوڑتا ہے تو صرف اس جہت سے کہ اوسکا نفس
ہمیشہ آسایش اور مزہ اوڑانے کا راغب اور عمدہ لباس اور لطیف غذائین کھانے کا مائل ہے
اور یہ باتین راہ آخرت مین سے نہین اور نہ بدون تردد میسر ہوتی ہین اور اکثر تردد سے بھی نہین
ملتین بہت کم اور شاذ و نادر حاصل ہوتی ہین اور شاذ و نادر ہین کبھی کبھی بے تردد بھی ملجاتی ہین
تو جس شخص کی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہے اوسکے نزدیک سعی و تردد کا اثر ضعیف ہی ہے اسیواسطے
ایسا شخص اپنی تدبیر و تردد پر مطمئن نہین ہوتا بلکہ مالک ملکوت کے تدبیر پر اطمینان کرتا ہے جسنے
ایسا انتظام خلق کا کر رکھا ہے کہ اوسکے بندون مین سے کسی بندے کا رزق رہ نہین جاتا
نہ اپنے رزق سے کوئی بندہ محروم ہو اگرچہ شاذ و نادر کبھی تاخیر کر جاتا ہے اور یہ بہت ہی کم ہوتا ہے
اور تدبیر و تردد کے ساتھ بھی تاخیر کبھی ہو جایا کرتی ہے پس جب اوس شخص پر یہ باتین منکشف
ہونگی اور اوسکے ساتھ دل مین قوت اور نفس مین شجاعت بھی ہوگی تو اوسکا ثمرہ وہ ہوگا جو
حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ میرا دل یون چاہتا ہے کہ تمام بصرے کے رہنے والے
میرے عیال مین ہون یعنی سب کا کھانا میرے ذمے ہو اور ایک ایک دانہ ایک ایک
اشرفی کو بکتا ہو۔ اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ اگر آسمان تانبے کا ہو جاوے اور زمین
رانگ کی اور مین اپنے رزق کا اہتمام کرون تو اپنے گمان مین مین مشرک ہون۔ پس جب
ان باتون کو تم نے سمجھ لیا تو معلوم کر لیا ہوگا کہ توکل ایک مقام ہے جسکے معنی فی نفسہ سمجھ مین
آئے ہین اور اوسپر پہونچنا ایسے شخص کو جو اپنے نفس پر اجتہاد کرے ممکن ہے اور یہ بھی معلوم
ہوا کہ جو شخص منکر اصل توکل کا اور اوسکے امکان کا ہے اوسکا انکار سراسر جہالت سے ہے
اے عزیز دونون باتون کے افلاس کو جمع نہ کر یعنے ذوق کی راہ سے اس مقام کے وجود سے
بھی مفلس ہے اور اوسکو ممکن اعتقاد کرنے سے بھی مفلس ہے ایسا نہونا چاہیے۔ اب تجھکو
چاہیے کہ تھوڑے سے پر قناعت کر اور بسر اوقات کی مقدار پر راضی ہو وہ تجھکو ضرور
پہنچیگا اگرچہ تو اوس سے بھاگے اور اگر تو ایسا کریگا تو خداوند کریم تیرا رزق تیرے پاس
ایسے شخص کے ہاتھون بھجوا دیگا کہ تجھکو گمان بھی نہو۔ اور جب تو تقوی اور توکل مین مشغول
ہوگا تو تجربے سے مصداق اس آیت کا معلوم کریگا وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَ

۲۶ اور ہو کوئی ذرا سہا [illegible] سے وہ کردے اوسکا گذارہ اور روزی [illegible] اوسکو جہان سے [illegible] خیال نہو ۱۲

ویرزقہ من حیث لا یحتسب مگر خداوند کریم متکفل اس بات کا نہین کہ رزق مین مرغ اور لذیذ کھانے ہی دے بلکہ اوسکی کفالت اوس رزق کی ہے جس سے ہمیشہ زندگی رہے یہ رزق ایسے شخص کو جو رضا ہر کے ساتھ لگا ہے اور اوسپر ایمان رکھے ملا کرتا ہے اسلیے کہ جو اسباب خفیہ رزق کے خدا تعالی کے انتظام مین موجود ہین وہ اونکی نسبت بہت زیادہ ہین جو خلق کو معلوم ہین بلکہ رزق کے آنے کی راہین بیشمار ہین اور اونکو کوئی بتلا نہین سکتا کیونکہ اونکا ظہور تو زمین ہی پر ہے اور سبب آسمان پر جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون [۱۲] اور آسمان کے اسرار کی کسیکو اطلاع نہین اور اسی وجہ سے جب ایک جماعت حضرت جنید رح کی خدمت مین حاضر ہوے تو آپنے فرمایا کہ تم کیا ڈھونڈھتے ہو اونھون نے کہا کہ ہم رزق کو ڈھونڈھتے ہین آپنے فرمایا کہ اگر تمکو اوسکی جگہ معلوم ہو کہ کہان ہے تو تلاش کرو اونھون نے عرض کیا کہ ہم خدا سے مانگینگے آپنے فرمایا کہ اگر تم یہ جانو کہ وہ تمکو بھولجاویگا تو اوسکو یاد دلاؤ اونھون نے عرض کیا کہ اچھا ہم گھرون مین بیٹھکر توکل کرینگے دیکھین کیا ہوگا آپنے فرمایا کہ تجربے کے لیے توکل کرنا شک مین داخل ہے اونھون نے عرض کیا کہ پھر کیا کرین آپنے فرمایا کہ تدبیر چھوڑ دو۔ اور احمد بن عیسی خراز کہتے ہین کہ مین جنگل مین تھا مجکو بھوک بہت لگی میرے نفس پر یہ بات غالب ہوئی کہ خدا تعالی سے کھانے کی درخواست کرون مگر مین نے کہا کہ یہ فعل متوکلون کا نہین تب نفس نے زور ڈالا کہ خدا تعالی سے صبر کا سوال کرون جب مین نے اس دعا کا قصد کیا تو ایک ہاتف نے مجکو پکارا اور یہ کہا

قطعہ

گمان کرتا ہے ہمسے قریب ہونے کا
سوال تنگی مین کرتا ہے صبر کا گویا
قریب تم سے جو ہو وہ شتاب ہوتے کیسے
نہ دیکھتے ہین ہم اوسکو نہ ہمکو وہ دیکھے

تمنے اب سمجھ لیا ہوگا کہ جس شخص کا نفس منکسر اور دل قوی ہو اور باطن مین ضعف نامردی نرکھتا ہو اور اللہ تعالی کے انتظام پر اعتقاد مضبوط ہو تو وہ ہمیشہ مطمئن اور خدا تعالی پر اعتماد رکھنے والا رہیگا اسلیے کہ اوسکا بدتر حال مرنا ہے اور موت کیطرح اوسکو آنے سے ہرنے کی جیسے اور لوگون پر جنکو اطمینان نہین آویگی۔ حاصل یہ کہ توکل کامل یہ ہے کہ بندے کیطرف سے قناعت ہو اور خدا تعالی کیطرف سے جس رزق کی ضمانت کر لی ہے اوسکا پہونچانا اور اوسنے جو انتظام قانون کے رزق پہونچانے کا ان اسباب سے بنا رکھا ہے اور اوسکی ضمانت کی ہے وہ اپنی ضمانت مین سچا ہے جسکا تجربہ کرنا منظور ہو تو قناعت کرکے دیکھ لے اور اوسکا

[۱۲] اور آسمان مین ہے روزی تمھاری اور جو کچھ تمسے وعدہ کیا

وعدہ بیشک سچا ہے ایسی ایسی جگہ سے رزق عجیب پہونچا دیگا کہ آدمی کے وہم و خیال میں نہون مگر آدمی کو اپنے توکل میں اسباب کی طرف تاکنا نہو بلکہ مسبب الاسباب ہی کی طرف ہو جیسے لکھنے میں قلم کا خیال نہیں کرتے ہیں بلکہ کاتب کے دل کا کہتے ہیں جو اصل حرکت قلم کی ہے اور چونکہ محرک اول باری تعالیٰ ہے تو نہیں چاہیے کہ اوسکے سوا کسی اور کی طرف التفات بندے کا ہو اور یہ شرط توکل کی اوسکے لیے ہے جو جنگل میں ہون یا بستی میں ہے خواہ شہرون میں گمنام بیٹھا ہو مگر جو شخص عبادت اور علم میں مشہور ہو جیسے دن رات میں ایک دفعہ کسیطرح سے کھانے پر گذر ہو اور ایک موٹے کپڑے پر جو نہایت سستا ہو مقدار دن کے حق کفایت کرے تو اسقدر اوسکو ہمیشہ ایسی جگہ سے پہونچیگا جہاں سے اوسکو گمان بھی نہوگا اور اوسکا کئی گنا پہونچیگا پس ایسے شخص کو توکل چھوڑنا اور رزق کا اہتمام کرنا نہ چاہیے اور نقصان کی بات ہے اسلیے کہ اگر کوئی گمنام آدمی شہرون میں یا اگر کوئی پیشہ کرے تو اوسکو اتنا ذریعہ رزق کا نہیں جتنا عالم و عابد کو ہے کہ اوسکا شہرہ پڑ جاتا اور یہ ہے پس مقدارون کو اہتمام رزق کرنا برا ہے اور علما کو اور بھی برا کیونکہ علما کو قناعت شرط ہے اور عالم قانع کا رزق اور اوسکے ساتھ بہت لوگوں کا آتا ہے ہان اگر عالم کو یہ منظور ہو کہ لوگون کے ہاتھ سے نہ لون اور اپنی کمائی کا کھاؤن تو اچھا ہے اور عالم کی شان سے یہ ہے جو ظاہر علم و عمل چاہتا ہے اور سیر باطن اوسکو نہیں کیونکہ کمائی میں مشغول ہونا باطن کی سیر سے مانع ہوتی ہے تو ایسے شخص کو سلوک میں مشغول ہونا اور ان لوگوں سے کچھ لینا جو اپنی خوشی سے خدا تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں بہتر ہے اسواسطے کہ اس صورت میں وہ کمائی کی مشقت سے فراغت پاویگی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو رہیگا اور دینے والا ایک طرح سے اوسکی مدد میں شریک ہوگا اور جو شخص خدا تعالیٰ کی عادت جاری پر نظر کرے تو جان لے کہ رزق مقدار اسباب کے نہیں ہوا کرتا اور اسیواسطے بعض بادشاہان فارس نے کسی حکیم سے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ بعضے احمق رزق دیے جاتے ہیں اور عاقل محروم رہتے ہیں اوسنے جواب دیا کہ صانع نے یہ چاہا کہ لوگ سمجھ جاویں اسلیے کہ اگر ہر عاقل کو رزق ملتا اور ہر احمق محروم رہتا تو لوگون کو یہی گمان ہوتا کہ عاقل کو عقل نے رزق دیا جبکہ اوسکے برعکس معاملہ نظر آیا تو جانا کہ رازق کوئی اور ہی ہے جو اسباب ظاہری پر اوسکا کچھ انحصار نہیں شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں

اگر روزی بدانش برفزودے	ز نادان تنگ روزی تر نبودے

فائدہ متوکلین کے احوال جو اسباب کے ساتھ تعلق میں ہوتے ہیں اونکی مثال ہین

واضح ہو کہ خلق کی مثال اللہ تعالی کے ساتھ ایسی ہے جیسے ایک جماعت سائلون کی بادشاہ کے محل کے دروازے کے میدان مین کھڑے ہون اور وہ سب کھانے کی حاجت رکھتے ہون اور وہ بادشاہ بہت سے غلامون کو روٹیان لیکر بھیجے اور اونکو حکم کرے کہ بعضون کو دو دو دینا اور بعضون کو ایک ایک اور اس باب مین کوشش کرنا کہ کوئی رہنجاوے اور پھر ایک منادی کو حکم کرے کہ ان لوگون کو پکار کر سنادو کہ ٹھہرے رہو اور میرے غلامون کو جب وہ کھانا لیکے پاس آوین مت لپٹو بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ اطمینان سے رہے غلام حکم کے تابع ہین اور اونکو حکم ہو لیا ہے کہ تمکو کہانا پہونچا وین پس جو کوئی غلامون سے لپٹیگا اور اونکو ستاویگا اور دو [illegible] کھانا [illegible] روٹیان لیکر چلا جاویگا [illegible] اوسکے پیچھے ایک غلام بھیجیگا وہ [illegible] یہانتک کہ اوسکی سزا [illegible] دو دن [illegible] اوسکو [illegible] ہون کہ [illegible] کا اور جو غلامون کو نہ ستاویگا اور ایک روٹی پر قناعت کریگا جو غلام کہ [illegible] اوسکو [illegible] اور جو [illegible] رہیگا [illegible] دوسرے کو [illegible] ایک [illegible] خلعت عنایت کرونگا اور جو اپنی جگہ [illegible] رہیگا اور دو روٹیان پاویگا تو اوسکو [illegible] کی [illegible] اور جس شخص کو [illegible] غلام [illegible] ہین اور وہ رات کو بھوکا سو رہیگا اور جس غلام [illegible] نہ [illegible] ایک روٹی ملجاوے تو ایسے شخص کو مین اپنا وزیر بناؤنگا اور [illegible] سلطنت [illegible] پر کرونگا [illegible] سائلون کی چار قسمین ہوگئین ایک وہ کہ [illegible] ہوا اور اونہون نے [illegible] بنایا اور کہا کہ آج [illegible] تک بہت [illegible] بھوک [illegible] ہی [illegible] غلامون [illegible] اور اونکو ستا کر دو روٹیان لے لین اور [illegible] مستحق سزا [illegible] اور [illegible] مگر کیا ہوتا ہے دوسرے وہ کہ غلامون سے تو سزا کے خوف کے مارے نہ لپٹے مگر شدت گرسنگی سے دو روٹیان لین اور سزا سے محفوظ رہے اور اونکو خلعت بھی نہ ملا تیسرے وہ کہ اونہون نے یہ کہا کہ ایسی جگہ بیٹھنا چاہیے کہ غلامون کے سامنے ہون تاکہ وہ ہمکو چھوڑ نجاوین مگر جب وہ روٹیان دین تو ایک ہی روٹی لینی چاہیے اور ایک ہی پر قناعت کرنی چاہیے شاید ہمکو خلعت ملجاوے پس اونکو حسب وعدہ بادشاہی خلعت ملگیا چوتھی قسم وہ لوگ جو جی مین سمجھے کہ کونے مین جا بیٹھے اور غلامون کی نظر سے چھپے اور آپس مین کہا کہ اگر ہمکو ڈھونڈ [illegible] اگر [illegible] تو ایک روٹی لیکر قناعت کرلینگے اور اگر انکی نظر سے رہگئے تو رات بھر بھوک کی سختی کی برداشت کرلینگے شاید پھر رات کو اگر غلامون

غفلت بھی نہ آئے تو رتبۂ وزارت اور قرب بادشاہ کا حاصل ہو مگر اونکا منصوبہ بن جایا اور غلاموں
نے اونکو ہر گوشے میں تجسس کر کے ایک دن بھی پہونچا دی اور اسیطرح ہر روز معاملہ ہوا کیا چند
روز کے بعد اتفاقاً تینوں آدمی ایک کونے میں چھپ گئے اور غلاموں کی آنکھ اونپر نہ پڑی
کسیوجہ سے زیادہ تفتیش نہ کر سکے اور وہ تینوں آدمی سخت بھوک میں ہوئے دو نے تو
اونمیں سے کہا کہ کیا اچھا ہوتا جو ہم غلاموں کے سامنے ہو جاتے اور اپنا کھانا لے لیتے ہمسے
صبر نہیں ہو سکتا اور تیسرا آدمی چپ چاپ [illegible] بیٹھے ہی گذار دیا اسیکو درجۂ قرب و وزارت ملا
اس مثال میں زندگی دنیاوی ہے اور اوسکا دروازہ موت اور جیسا کہ اسکا معلوم ہونا [illegible]
اور وزارت کے درجہ سے [illegible] توکل [illegible]
[illegible] وفات پاتے اور [illegible]
پاس زندہ رہتے ہیں اور اونکو رزق ملتا ہے اور غلاموں [illegible] بادشاہی سے [illegible]
اور غلاموں کے لیئے [illegible] اور [illegible]
غلاموں کے زیر نگاہ بیٹھے [illegible] شہروں کی [illegible]
بیٹھے ہیں اور گوشوں میں [illegible] توکل کی [illegible] جنگلوں میں پھرتے [illegible]
اور [illegible] پیچھے پھرتے ہیں اور رزق ملجاتا ہے مگر شاذ و نادر کبھی نہیں ملتا پھر ایک
کوئی امید سے بھوکا خدا سے راضی ہو کر رہتا ہے تو اوسکو شہادت اور قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے
اور خلائق میں جو یہ تقسیم ہے تو شاید ہو ہزار میں سے نو سے آدمی تو ایسے ہیں جنکا تعلق اسباب سے ہے
اور سات ایسے ہیں جو شہروں میں مقیم ہیں اور اپنے سامنے ہونے اور مشہور ہونے کو سبب
گردن کئے ہیں اور تین ایسے ہیں جو جنگلوں میں پھرتے ہیں اون تین میں سے دو اسباب پر
خفا ہیں اور صرف ایک مرتبۂ قرب پر پہونچا ہے اور شاید کہ زمانہ گذشتہ میں یہ نسبت ہوگی
اب تو دس ہزار میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو تارک اسباب ہو

دوسرا فن اسباب جمع کرنے کے لیئے [illegible] چیزوں کی رکھ چھوڑنے کے ذکر میں
جاننا چاہیئے کہ جس شخص کو مال وراثت یا کمانے [illegible] ملے تو اوسکو [illegible]
رکھ چھوڑنے [illegible] تین حال [illegible] اول یہ کہ اوسمیں سے بقدر حاجت [illegible]
یعنی اگر بھوکا ہو تو کھانا لے اور ننگا ہو تو پہن لے اور حاجت مکان کی ہو تو مختصر مکان [illegible]
اور باقی کو اوسیوقت دیدے اور سوا اوس مقدار کے جسکی طرف کو حاجت ہے [illegible]

اور رنج اور غم کھانے اور اگر رکھے تو اسی نیت پر ہے ایسا شخص مقتضائے توکل کا تارک نہ ہو واقع ہو
اور یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسری حالت جو اسکے برعکس اور ضد ہے اور جو توکل سے
آدمی کو باہر کر دیتی ہے یہ ہے کہ سال کو یا چیز کو برس دن یا اوس سے زیادہ کے لیے رکھ چھوڑے ایسا شخص
ہرگز متوکل نہیں ہے۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ حیوانات میں سے صرف تین جاندار ذخیرہ کرتے ہیں
چوہا اور چیونٹی اور آدمی تیسری حالت یہ ہے کہ چالیس روز یا اوس سے کم کے لیے رکھ چھوڑے
یہ حالت آیا آدمی کو اوس مقام محمود سے جسکا متوکلوں کو وعدہ ہے محروم کرتی ہے یا نہیں
اسمیں اختلاف ہے حضرت سہیل تستری رح کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت حد توکل سے خارج
کر دیتی ہے اور خواص رح فرماتے ہیں کہ چالیس روز تک کے رکھنے سے خارج از توکل نہیں ہوتا
زیادہ مدت سے ہوتا ہے اور ابو طالب مکی رح فرماتے ہیں کہ چالیس روز سے زیادہ میں بھی خارج
نہیں ہوتا اور جب اصل ذخیرہ کرنے کی جائز ہوئی تو پھر اس اختلاف کے کچھ معنی نہیں بلکہ یہ ہو سکتا ہے
کہ کوئی گمان کرے کہ ذخیرہ کرنا سرے سے توکل کی ضد ہے اور اسکی میعاد مقرر کسیکو معلوم
نہیں اور جو ثواب کہ کسی رتبے کے لیے وعدہ کیا گیا ہے وہ متفرع اوسی رتبے پر ہوتا ہے
اور اس رتبے کا آغاز اور انجام ہے جو انجام پر پہنچے ہیں اونکا نام سابقین ہے اور آغاز
والوں کا نام اصحاب الیمین اور سابقین اور اصحاب الیمین کے بھی بہت سے درجات ہیں اور
انکا سلسلہ ایسا ہے کہ اصحاب الیمین میں سے اونچے درجے والے اونکے متصل ہیں جو سابقین میں
نیچے درجے کے لوگ ہیں پس ایسی صورت میں مقرر کرنے کے کیا معنی بلکہ تحقیق یہ ہے کہ
ذخیرہ نہ رکھنے سے توکل جب پورا ہوتا ہے جب امل کوتاہ ہو اور بالکل توقع زیست کی
نہ ہو اسکی قید کرنی دشوار ہے گو ایک ہی دم کے لیے کیوں نہ ہو کیونکہ ایسا ہونا گویا کہ
غیر ممکن ہے۔ پھر طول امل اور اوسکی کوتاہی میں لوگ متفاوت ہیں اور کمتر درجہ امل کا ایک
دن رات یا اوس سے کم ساعات ہیں اور غایت درجہ اوسقدر ہے کہ جسقدر انسان کی عمر ہوتی ہے
اور انکے بیچ میں درجات ہیں جنکا شمار نہیں پس جو شخص کہ زیادہ ایک مہینے سے توقع زیست
نہ رکھے وہ مقصود میں اوس سے نزدیک تر ہوگا جو برس دن کی توقع کرے۔ اور اسکی قید لگانی
چالیس روز کے بلحاظ حضرت موسی علیہ السلام کی میعاد کے بعید ہے اسلیے کہ آپکی میعاد سے
مقصود یہ نہ تھا کہ حصول امل کے مقدار کی ذکر کیا جاوے بلکہ وہ میعاد اسلیے تھی کہ آپ مستحق وجود
چیز کے ملنے کے ہو جاویں جو بدون چالیس روز گذرے نہیں مل سکتی تھی اور چالیس روز کے

بعد یہ استغراق ایک بھید کے باعث تھا جو خداتعالیٰ کی عادتوں میں سے ہے کہ اس جیسے امور میں کیا کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے چالیس روز خمیر کیا یعنی استغراق اوس مٹی کے خمیر ہونے کا مدت مذکورہ پر موقوف تھا غرضیکہ جو شخص سبب ظاہر کے سوا اسکے لیے جمع کریگا تو بجز اسکے نہیں کہ اوسکے دل میں ضعف ہوا اور سبب ظاہری پر مائل ہیں ایسا شخص مقام توکل سے خارج اور نظام الٰہی پر جو اوسنے خفیہ اسباب سے کر رکھا ہے غیر معتقد ہے کیونکہ اسباب خفی پیداواروں اور زکاتوں کے ہر سال ہوتے ہی رہتے ہیں - اور جو شخص کہ برس کے لیے ذخیرہ کرے اوسکے لیے اوسکو بقدر اوسکے امل کی کمی کے درجہ ہوگا اور جس شخص کو قوت دو مہینے کی ہوا اوسکا درجہ اوسکے موافق نہ ہوگا جو اپنا امل ایک مہینہ کا رکھے اور نہ اوسکے موافق جو تین مہینے کی امل رکھتا ہو بلکہ اوسکا درجہ ان دونوں کے بیچ میں ہوگا اور ذخیرہ کرنے کا مانع بجز کوتاہی امل کے اور کوئی چیز نہیں تو افضل یہی ہے کہ ہرگز ذخیرہ نہ کرے اور اگر دل ضعیف ہو تو جسقدر ذخیرہ قلیل ہوگا اوتنا ہی افضل ہوگا چنانچہ اوس فقیر کا قصہ مشہور ہے جسکے لیے حضرت علی رض اور حضرت اسامہ رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور جب اوسکو غسل دیکر اوسکی چادر کا کفن اوسکو پہنایا تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ شخص قیامت کو ایسی طرح اوٹھیگا کہ اسکا منہ چودھویں رات کا سا چاند ہوگا اور اگر ایک خصلت اسمیں نہ ہوتی تو آفتاب روشن کا سا منہ لیکر اوٹھتا اصحاب نے عرض کیا کہ وہ کونسی خصلت تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص روزہ دار بھی تھا تہجد گزار بھی تھا خداتعالیٰ کا ذکر بھی بہت کیا کرتا تھا مگر جب جاڑے آتے تو گرمیوں کے کپڑے دوسری گرمیوں کیواسطے رکھ چھوڑتا تھا اور جب گرمی آتی تو جاڑے کے کپڑے دوسرے جاڑے کے لیے رکھ چھوڑتا تھا پھر آپ نے فرمایا کہ مِنْ اَقَلِّ مَا اُوْتِیْتُمُ الْیَقِیْنُ وَعَزِیْمَةُ الصَّبْرِ انتہی اور کوزہ اور دسترخوان یا اور چیزیں جنکی حاجت ہمیشہ ہوتی ہے وہ انمیں داخل نہیں یعنی اونکا رکھ چھوڑنا درجہ کو کم نہیں کرتا لیکن جاڑے کے کپڑوں کی حاجت گرمیوں میں نہیں ہوتی اور یہ حکم اوس شخص کے باب میں ہے کہ ترک ذخیرہ سے اوسکا دل مضطرب نہ ہو اور نفس کو لوگوں کے ہاتھوں کیطرف تاک نہ لگے اور اوسکا دل سوائے وکیل برحق کے اور کسیکی طرف ملتفت نہو پس اگر ایسی صورت ہو کہ نہ رکھنے سے نفس میں پریشانی ایسی ہوتی جس سے دل عبادت اور ذکر و فکر سے باز رہتا ہو تو اوسکے لیے رکھ چھوڑنا ہی بہتر ہے

بلکہ اگر کوئی متاع رکھ چھوڑے جسکی آمدنی اوسکی ضروریات کو کافی ہو اور اوسکے دل کو اطمینان
میں اوسکے نہونے سے ہوتا ہو تو اوسکے لیے بھی اولی ہے کیونکہ مقصود دلونکی صلاح ہے تاکہ خدا کے ذکر
کے واسطے فارغ ہو جاویں اور بعض لوگ ایسے ہیں جنکو مال کا ہونا دل میں پریشانی لاتا ہے
اور بعض ایسے ہیں کہ اونکو نہونے سے پریشانی ہوتی ہے اور ممنوع وہی چیز ہے جو خدا کے ذکر
سے مانع ہو خواہ وجود مال ہو یا عدم ورنہ دنیا فی نفسہا ممنوع نہیں اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تمام اصناف خلق پر مبعوث ہوے تھے کہ اونمیں تاجر اور حرفے والے اور دوسرے
پیشے والے سب قسم کے لوگ تھے لیکن تاجر کو تجارت چھوڑنے کو حکم فرمایا نہ کسی پیشے والے کو
اپنا پیشہ ترک کرنے کو کہا نہ جو شخص انکا تارک تھا اوسکو حکم تجارت کو پیشے میں مشغول ہونے کا
دیا بلکہ سب کو اللہ تعالی کیطرف بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تمہاری فوز و نجات اسی میں ہے کہ اپنے
دلوں کو دنیا کیطرف سے خدا تعالی کیطرف پھیرو۔ اور اصل اسکا یہ ہے کہ مشغول ہونا خدا تعالی کی ساتھ
سب سے عمدہ دل کا ہے تو ضعیف کیلیے مقدار حاجت رکھ چھوڑنا بہتر ہے جیسے کہ قوی کو کچھ
نہ ذخیرہ کرنا بہتر ہے اور یہ سب حکم تنہا آدمی کا ہے اور عیالدار کا حکم یہ ہے کہ اگر اپنے عیال کے ضعف
دور کرنے اور اونکی تسکین خاطر کیلیے ایک برس کی غذا جمع کریگا تو حد توکل سے خارج نہوگا
اور برس سے زیادہ کیلیے ذخیرہ کرنا توکل کو باطل کرتا ہے اسواسطے کہ اسباب ہر برس میں مکرر
ہوتے رہتے ہیں تو زیادہ کیواسطے ذخیرہ کرنا ضعف قلبی پر دلالت کرتا ہے جو قوت توکل کے
خلاف ہے کیونکہ متوکل اوسیکا نام ہے جو موحد اور قوی دل اور خدا تعالی کے فضل پر مطمئن
اور اوسکے انتظام کا معتقد ہو نہ اسباب ظاہری کے بھروسے پر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے عیال کی غذا برس دن کی ذخیرہ کی اور حضرت ام ایمن وغیرہ کو فرمایا کہ کل کیواسطے
کچھ نہ رکھو اور حضرت بلال نے جو ایک ٹکڑا روٹی کا افطار کیلیے رکھ چھوڑا تھا اونکو ارشاد
فرمایا اَنْفِقْ بِلَالًا وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا اور یہ بھی انہیں کو ارشاد فرمایا ہے اِذَا سُئِلْتَ
فَلَا تَمْنَعْ وَ اِذَا اُعْطِیْتَ فَلَا تَخْبَأْ اس صورت میں اقتدا سید المتوکلین صلی اللہ علیہ وسلم
کی کرنی چاہیے کیونکہ تاہل اور آپکی اصل وجہ یہ تھی کہ شباب کے بعد باوجودیکہ پانی کے قریب ہو
تیمم کر لیتے تھے کہ کیا معلوم ہے شاید پانی تک نہ پہنچوں اور آپنے جو ذخیرہ کیا تو اس سے
کچھ آپ کا توکل کم نہیں ہوا اسلیے کہ آپ کو اعتماد اپنے ذخیرے پر نہ تھا بلکہ ذخیرہ کیا تو اس
غرض سے کہ یہ طریق امت کے لوگوں کے لیے مسنون ہو جاوے کیونکہ امت کے قوی بھی ضعیف

آپکی قوت سے کہ پھر بھی ضعیف ہیں اور یہ جو اونکا ذخیرہ جو عیال کے لیے فرمایا تو وہ اسوجہ سے
کہ آپ یہ نہیں یا آپکے عیال میں کچھ ضعف قلبی ہو بلکہ اس نظر سے کہ ضعفاء امت کے لیے وہ طریق
مسنون ہوا اور صاف تصریح فرمادی کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یُحِبُّ اَنْ تُؤْتیٰ رُخَصُہٗ کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُؤْتیٰ
عَزَائِمُہٗ اس سے بھی ضعیفوں کے دلوں کی تسکین منظور تھی کہ ایسا نہو کہ شدت کے باعث وہ لوگ
درجہ یاس و ناامیدی کو پہنچ جاوین اور انتہائی درجہ پر پہونچنے سے عاجز ہو کر جو کچھ خیر اونسے
بن سکتی ہو اوسکو بھی ترک کرین اور اسکی وجہ یہی ہے کہ آپکا وجود باوجود رحمت تمام عالم کیلیے
تھا جنکی جدا جدا درجے اور مراتب متفاوت ہیں۔ اور جب یہ معلوم ہو چکا تو تمنے جان لیا ہوگا
کہ ذخیرہ کرنا بعض لوگوں کو مضر ہے اور بعضوں کو غیر مضر اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت
ابو امامہ باہلی رض سے مروی ہے کہ بعض اصحاب صفہ کا انتقال ہوا اونکے پاس کفن بھی نہ نکلا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے کپڑون کو تلاش کرو ڈھونڈھا تو دو دینار تہبند کے اندر نکلے
آپنے فرمایا کہ یہ دو داغ ہیں حالانکہ اونکے سوا اور مسلمان جو مرتے تھے اور بہت کچھ چھوڑ جاتے تھے
اونکے حق میں یہ نہ فرماتے تھے اور چونکہ اونکا حال دو وجہ کا احتمال رکھتا ہے اسوجہ سے اس حدیث
کے بھی دو معنی ہو سکتے ہیں اول تو یہ کہ وہ داغ آتش دوزخ کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
تُکْوٰی بِہَا جِبَاہُہُمْ وَجُنُوْبُہُمْ وَظُہُوْرُہُمْ اور یہ اوس صورت میں ہے کہ حال میں اصحاب صفہ کا
زہد اور فقر اور توکل کا اظہار ہو حالانکہ واقع میں ایسے نہ تھے تو ایک طرح کا دھوکا ہوا دوسرا یہ کہ
تلبیس اور دھوکا کچھ نہو تو اوس صورت میں حدیث مذکور کے یہ معنی ہیں کہ درجہ کمال سے نقصان
ہے یعنی جسطرح آدمی کے منہ پر داغ ہونے سے چہرے کی خوبصورتی میں فرق ہو جاتا ہے
ویسا ہی ان دونون دیناروں سے اونکے چہرہ کمال میں نقصان ہو گیا اسلیے کہ آدمی جو کچھ
چھوڑ جاتا ہے وہ آخرت میں اوسکے لیے موجب نقصان ہے کیونکہ جسقدر کسیکو دنیا میں سے
ملتا ہے اوسیقدر آخرت میں سے ناقص ہو جاتا ہے اور اس بات کی وجہ کہ فارغ بالی کے ساتھ
جمع کرنا اور ذخیرے کی چیز پر دل ٹھہرا ضرور نہیں کہ توکل کو باطل کر دے یہ ہے کہ حسین مغازلی
جو حضرت بشر رح کے یاروں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں حضرت بشر رح کی خدمت میں چاشت
کے وقت بیٹھا تھا اتنے میں ایک بزرگ آپکے پاس ادھیڑ عمر کے گندم گون ہلکے پھلکے سے
تشریف لائے حضرت بشر رح اونکی تعظیم کو اوٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے اونکو اوسکی تعظیم کرتے کبھی
اور کسیکے لیے نہیں دیکھا تھا پھر آپنے مجھکو چند درم دیئے اور فرمایا کہ بہت عمدہ کھانا اور خوشبو جو

[illegible]

۲ اخرجہ ابن شیرویہ عن ابی امامہ ۱۲

۳ داغی جاوینگی اونکی پیشانیان اور کروٹین اور پیٹھیں ۱۲

ہماری حیثیت کے لائق ہو خرید لاؤ اور آپ نے ایسے الفاظ کبھی مجھسے نہین فرمائے تھے غرضکہ مین کھانا لے آیا آپ نے اون بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا حالانکہ پہلے کسیکے ساتھ کھاتے نہین دیکھا تھا جب بقدر حاجت کھا چکے اور کھانا بہت کچھ بچ رہا تو وہ بزرگ اوسکو لیکر اپنے کپڑے مین باندہ کر ساتھ لیگئے مجکو تعجب ہوا اور اونکی حرکت بری معلوم ہوئی حضرت بشر رح نے مجھسے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمکو اونکی یہ حرکت ناپسند معلوم ہوئی مین نے عرض کیا کہ البتہ اسوجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا بے اجازت لیگئے آپ نے فرمایا کہ یہ بزرگ ہمارے بھائی حضرت فتح موصلی رح ہین کہ آج موصل سے ہمارے ملنے کو تشریف لائے تھے اونکی غرض اس فعل سے یہ تھی کہ ہمکو تعلیم کردین کہ جب توکل صحیح ہوجاتا ہے تو اوسکے ساتھ ذخیرہ کرنا کچھ ضرر نہین کرتا

تیسرا فن خوف ہونیکے باعث جو ضرر پیش آتا ہو اوسکے دفع کرنیکے اسباب کی تاثیرین معلوم کرنا چاہیے کہ ضرر کبھی نفس یا مال مین خوف کی جہت سے پیش ہوتا ہے اور توکل کی شرط یہ نہین کہ سرے سے اسباب دافعہ ترک کرے مثلاً جس مین درندے بہت ہون وہان سو رہنا یا جنگل سیلاب کی جگہ یا جھکی ہوئی دیوار کے نیچے یا ٹوٹی چھت کے نیچے سونا داخل توکل نہین بلکہ یہ سب امور ممنوع ہین ایسا شخص اپنی جان کو بیفائدہ معرض ہلاک مین ڈالتا ہے بلکہ یہ اسباب تین طرح کے ہین ایک تو وہ کہ قطعی ہون دوسرے ظنی تیسرے وہمی پس وہمی اسباب کا چھوڑنا شرط توکل ہے اور وہمی اسباب وہ ہین کہ اونکی نسبت دفع ضرر کی طرف ایسی ہو جیسے داغ اور منتر وغیرہ کو ہے کہ یہ دونون بعض اوقات تو کسی خوفناک چیز کی روک کے لیے پہلے ہی سے کردی جاتی ہین اور بعض اوقات بعد اوس چیز کے نازل ہونیکے برتی جاتی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلون کا وصف بتفریق داغ اور منتر اور بدفالی کے اور کچھ نہین بیان فرمایا یہ نہین ارشاد کیا کہ متوکل جب کبھی سرد جگہ مین جاتے ہین تو جبہ نہین پہنتے حالانکہ جبہ بھی سردی متوقع کے لیے پہنا جاتا ہے اور یہی حال ہے اور چیزون کا جو ایسی ہی ہون ہان نکلتے وقت جاڑے کے سفر مین اگر لہسن کھاتے اس غرض سے کہ اندر سے گرمی کی قوت زور کرے تو اسمین اسباب پر اعتماد اور تعلق ہوسکتا ہے یہ امر قریب داغ کے ہے بخلاف جبہ اور اگر کسی انسان سے ضرر پہونچے تو اوسکے دفع کرنے کے اسباب کو ترک کرنے کی ایک وجہ یعنی اگر آدمیون کی اذیت پر صبر بھی کر سکتا ہو اور ایذا کو روک کر اپنا انتقام لے سکتا ہو تو توکل کی شرط یہ ہے کہ صبر اور برداشت کرے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور فرمایا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَی اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ
اور فرمایا وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ اور فرمایا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ
اور فرمایا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور یہ سب آیتین انسانون
سے ضرر اور ایذا کے باب مین ہین مگر صبر کرنا سانپون کی ایذا اور درندون کے ضرر اور
بچھوؤن کی تکلیف پر اور انکی روک نہ کرنی توکل مین سے کچھ بھی نہین اسلیے کہ اسمین کچھ
فائدہ نہین حالانکہ جو کام سالک کرتا ہی یا ترک کرتا ہی تو خود اوسکا ہم غرض نہین ہوتی بلکہ اعانت
دین پر نظر ہوتی ہے اور ترتیب اسباب کا دفع ضرر مین ایسا ہی ہے جیسا فن اول مین کسب
اور حصول اشیاء مفیدہ کے اسباب مین مذکور ہوا دوبارہ لکھنے کی کچھ حاجت نہین ہے۔ اور یہی حال
مال کے بچانے کے اسباب مین سمجھنا چاہیے مثلاً نکلتے وقت اگر حجرے کا قفل لگا دے یا اونٹ کا
پانو باندھ دے تو اس سے توکل مین فرق نہ آویگا کیونکہ یہ اسباب خدا تعالی کی عادت جاری سے
قطعاً یا بطور ظن معلوم ہو چکے ہین انکی تعمیل مین کچھ حرج نہین اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو جسنے کہ اپنا اونٹ چھوڑ دیا اور کہا کہ مین نے خدا پر توکل کیا ارشاد فرمایا
ثم توکل زانو اشتر ببند یعنی توکل کر اور اسکا پانو بھی باندھ دے اور خداوند کریم ارشاد
فرماتا ہے خُذُوْا حِذْرَكُمْ اور نماز خوف کی کیفیت مین ارشاد فرمایا وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ
اور فرمایا وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ اور حضرت موسی علیہ السلام کو
ارشاد ہوا فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا رات کو جا دشمنون کی آنکھ سے چھپنا ہے جسمین ایک
گونہ سبب دفع ضرر کا موجود ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غار مین خفیہ ہونا دشمنون کی
آنکھ سے پوشیدہ رہنا ہے کہ ضرر نہ پہونچا وین۔ اور نماز مین ہتیارون کا لینا قطعی دافع نہین
جیسے سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا کہ قطعی دافع ہے لیکن ہتیارون کا لینا ایک سبب ظنی ہے
اور ہم بیان کر چکے کہ ظنی بھی مثل قطعی کے ہے تو صرف سبب موہوم ہی ایسا رہگیا جسکا ترک کا
مقتضی توکل ہے۔ اور یہ جو مروی ہے کہ بعض اولیا کے شانے پر شیر نے پنجہ رکھدیا اور اونھون
نے جنبش نہ کی اور بعض نے شیر کو اپنا تابع کرکے اوسپر سواری کی تو اس قسم کی روایات اگرچہ
واقع مین درست ہین مگر بطور اقتدا انکو سیکھنا نہ چاہیے بلکہ یہ ایک مقام بلند کرامات کا ہے اور
توکل کی شرائط مین سے نہین اور اسمین اسرار ہے کہ جو کوئی اوسپر نہین پہونچا واقف نہین ہوتا
اب اگر کوئی پوچھے کہ اس مقام کے پہونچنے کی علامت کیا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ

ف۵ ترمذی بروایت انس و طبرانی بروایت عمرو بن امیہ ۱۲

ف۶ کر لو اپنی تیاری ۱۲

ف۷ اور ساتھ لیوین اپنے ہتیار ۱۲

ف۸ اور سرانجام کرو انکی لڑائی کو جو پیدا کر سکو زور اور گھوڑے پالنے ۱۲

ف۹ پھر لے نکل رات سے میرے بندون کو ۱۲

[illegible]

پہونچنے والے کو نشان پوچھنے کی کچھہ حاجت نہین اوسکو خود معلوم ہوجاتا ہے کہ مین اس جگہہ پہونچ گیا مگر اوس مقام سے پہلے کے نشان کچھہ ذکر کیے جاتے ہین پیشتر کی علامت یہ ہے کہ جو کتا آدمی کے ساتھہ اوسکی جلو مین رہتا ہے اور جسکا نام غضب ہے اور اوسکا کام یہ ہے کہ خود مالک کو اور دوسرون کو کاٹتا رہتا ہے اول وہ مسخر اور تابع ہوجاوے اگر وہ اسطرحکا مطیع ہوجاوے کہ اشارے پر ہی چلے بدون اشارہ اوٹھنے ہی نپاوے تب کیا عجب ہے کہ آدمی کا درجہ بلند ہوتے ہوتے یہ نوبت بھی پہونچے کہ اوسکا مطیع شیر ہوجاوے جو درندونکا بادشاہ ہے اور جنگل کا کتا۔ مگر گھر کے کتے کا مطیع ہوجانا جنگل کے کتے کی نسبت کہ زیادہ بہتر ہے اور بدن کے کتے کا تابع ہونا گھر کے کتے کی نسبت کہ زیادہ اولی ہے اگر باطن کا کتا آدمی کا تابع نہین ہوا تو توقع نکرنا چاہیے کہ ظاہر کا کتا تابع ہو۔ رہی یہ بات کہ متوکل نے جب دشمن کے خوف سے ہتیار لیے اور چور کے ڈر سے قفل لگایا اور چلے جانے کے خوف سے اونٹ کی ٹانگ باندھی تو اسکا توکل کس اعتبار سے کہلاویگا اوسکی صورت یہ ہے کہ وہ شخص متوکل علم اور حال کی رو سے کہلاویگا علم تو یون ہو کہ چور اگر دفع ہوا تو کچھہ میرے قفل لگانے سے نہین ہوا بلکہ صرف خداے تعالی کے دفع کرنے سے ہوا کیونکہ اکثر دروازون پر قفل لگانا مفید نہین ہوتا بہت سے اونٹ ٹانگ بندھے پر مرجاتے ہین خواہ بھاگ جاتے ہین بہت سے ہتیار بند قتل ہوجاتے یا مغلوب ہوجاتے ہین پس ان اسباب پر تکیہ نکیا بلکہ مسبب الاسباب پر تکیہ چاہیے جیسا کہ ہمنے وکیل مقدمات کی مثال مین لکھا ہے کہ موکل جب اوسکے کہنے سے خود آتا ہے اور دستاویز لاتا ہے تو اوسکو نہ اپنے اوپر نہ اپنی دستاویز پر تکیہ ہوتا ہے بلکہ وکیل کی تدبیر و قوت پر بھروسا ہوتا ہے اور حال اسطرح ہونا چاہیے کہ جو کچھہ خداے تعالی میرے گہر اور نفس مین حکم کریگا مین اوسپر راضی ہون اور زبان سے یہ کہے کہ الہی اگر تو میرے گہر کی چیز پر کسی ایسے کو مسلط کریگا جو اوسکو لیجاوے تو وہ تیری ہی راہ مین ہے اور مین تیرے حکم پر راضی ہون اسلیے کہ جو کچھہ تو نے مجھکو دے رکھا ہے مین نہین جانتا کہ وہ یہ ہے کہ پھر تو مجھسے واپس لیگا یا عاریت اور امانت ہے کہ پھیر لیگا اور مجھکو نہین معلوم کہ وہ میرا رزق ہے یا تو نے کسی اور کی قسمت مین لکھہ دیا ہے بہر حال مین تیرے حکم پر راضی ہون شعر

آنچہ رود بر سرم ہست پسندیدہ دوست	بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست

پس جب یہ حال اور وہ علم مذکورہ بالا ہوگا تو اونٹ کی ٹانگ باندھنے اور ہتیار لینے

اور قفل لگانے سے توکل کی حد سے خارج ہو گا۔ پھر جب گھر مین پھر کر آوے اور اپنی چیز گھر مین پاوے تو یہ تصور کرے کہ یہ ایک نئی نعمت خدا تعالی کی ہے اور اگر چوری گئی ہو تو اپنے دل کیطرف لحاظ کرے اگر دل کو راضی اور خوش پاوے یہ سمجھکر کہ خدا تعالی نے جو چیز مجھسے لے لیا تو صرف اسی لیے کہ آخرت مین میرا رزق بڑھاویگا تو اس صورت مین اوسکا مقام توکل ٹھیک ہے اور اسکا گمان بھی درست ہے اور اگر دل کو اوس چیز کے جانے سے رنج ہوا اور بہت سا صبر درکار ہوا تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص دعوی توکل مین سچا نہین اسلیے کہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے اور زہد اوسکا ٹھیک ہوتا ہے جو نہ آنے کی خوشی کرے نہ گئے کا غم بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہو کہ چیز کے جانے سے خوش ہو اور آنے سے رنجیدہ۔ پس جسکا حال یہ ہو کہ گئی چیز پر رنج کرتا ہو تو اوسکا توکل کیسے درست ہوگا ہان البتہ اوسکا مقام صبر ہو سکتا ہے بشرطیکہ رنج کو پوشیدہ رکھے اور کسی سے شکایت نکرے نہ اوسکے تجسس و تلاش مین بہت کوشش کرے اور اگر ان باتون پر قادر نہو یعنی کہ دل مین رنجیدہ ہوا اور زبان سے شکایت کرے اور خوب تلاش کامل کرے تو یہ چوری گویا اوسکے حق مین زیادتی گناہ کی ہوئی اسلیے کہ اوسکے باعث معلوم ہوا کہ وہ شخص سب مقامات سے قاصر اور تمام دعووں مین جھوٹا ہے اسکے بعد اوسکو نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اور اوسکی کوئی بات نمانی چاہیے اور اوسکی چال مین نپھنسنا چاہیے کیونکہ وہ بری باتون کا حکم کرنے والا اور خیر سے باز رکھنے والا ہے اور نیکی کا مدعی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ متوکل کے پاس مال کہان ہوتا ہے جو چوری جاوے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اوسکے گھر مین آخر کچھ نہ کچھ ہوتا ہے مثلا کھانے کا پیالہ اور پینے کا کوزہ اور وضو کا لوٹا اور زاد رکھنے کا توشہدان اور لاٹھی وغیرہ سامان معیشت ضرور ہوتا ہے علاوہ ازین کبھی اوسکے ملک مین مال آجاتا ہے تو وہ اوسکو روک رکھتا ہے اس خیال سے کہ کوئی محتاج ملجاوے تو اوسے حوالہ کرون پس اس نیت سے رکھ چھوڑنا توکل کو باطل نہین کرتا اور توکل کی شرط مین نہین کہ پانی پینے کا کوزہ اور کھانے کا برتن بھی دیڈالے بلکہ حکم دیڈالنے کا مال کو چیزون اور زائد از حاجت مال مین ہے اسلیے کہ اللہ تعالی کی عادت فقراء متوکلین کو روٹی پہونچانے کے لیے مساجد کے گوشون مین جاری ہے مگر یہ نہین کہ اونکو کوزے اور متاع بھی ہر روز اور ہر ہفتے مین پہونچ جایا کرین اور عادت الہی سے نکلنا توکل مین شرط نہین اسی نظر سے خواص رح سفر مین رسی اور ڈولچی اور مقراض اور سوئی رکھا کرتے تھے مگر کھانا نہ رکھتے تھے

اسلیے کہ خداے تعالی کی عادت سے دونون چیزون مین فرق ہے پھر اگر یہ کہو کہ جب وہ اوسکی حاجت کی چیز جاتی رہیگی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اوس پر افسوس اور غم نکرے اگر اوسکی خواہش کی چیز وہ نہ تھی تو اوسکو کیون رکھہ چھوڑا تھا اور دروازے کو قفل کیون لگایا تھا اور اگر اسلیے رکھا تھا کہ اوسکو حاجت کے سبب مرغوب تھی تو پھر کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ مرغوب چیز چھن جاوے اور آدمی کو رنج دل مین نہو تو اوسکا جواب یہ ہے کہ متوکل آدمی جو اپنے چیز کا بچاو کرتا ہے اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ اوس سے اپنے دین پر مدد لے کیونکہ اوسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ چیز میرے حق مین بہتر ہے اگر میرے پاس رہتی بہتر نہوتی تو مجھکو اللہ تعالی یہ چیز عنایت نفرماتا پس اوس چیز کے ملنے سے اوسنے استدلال اس بات کا کرلیا کہ خداے تعالی نے میرے لیے بہم کر دیے اور حسن ظن خداے تعالی کے ساتھہ کیا کہ میری بہتری اسکے ہونے ہی مین ہے اور اسکے ساتھہ یہ بھی ظن کیا کہ یہ چیز میرے اسباب دینی کی مددگار ہوگی اور یہ بات اوسکے ذہن مین یقینی نہ تھی کیونکہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ بہتری اور مصلحت یون ہو کہ یہ شی اوسکے پاس سے جاتی رہے اور جو غرض اوس سے نکلتی اوسکو مشقت اور تکلیف سے نکالے اور اس مشقت اور تکلیف کا ثواب زیادہ ہو پس جب اللہ تعالی نے چور کو مسلط کرکے وہ چیز اسکے پاس سے نکالدی تو اسکا پہلا ظن اور کچھہ ہو گیا اسلیے کہ وہ تو ہر حال مین خداے تعالی کے ساتھہ حسن ظن ہی رکھتا ہے اب یون کہتا ہے کہ اگر خداے تعالی اس چیز کا رہنا میرے پاس اب تک اور آیندہ کو اوسکا نہ رہنا میرے لیے بہتر نجانتا تو مجھسے نلیتا پس ایسے ظن کرنے سے ہوسکتا ہے کہ رنج و ملال نرہے کیونکہ اس سے آدمی کی خوشی خود اسباب کے ساتھہ نہین ہوتی بلکہ اسباب سے اسوجہ سے خوشی ہوتی ہے کہ اونکو اللہ تعالی مسبب الاسباب نے اپنی عنایت و شفقت سے بہم کر دیا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار کسی طبیب مشفق کے سامنے ہو کہ جو کچھہ وہ اوسکے حق مین تجویز کرے اوسکو اپنی عین مصلحت جانے اور راضی رہے مثلاً اگر کھانا دے تو خوش ہو اور سمجھے کہ اگر طبیب نے اسمین میرا فائدہ نہین جانا اور مجھکو اسکی برداشت کی تاب نہین دیکھی تو کیون دیا اور اگر وہ غذا اوسکے پاس سے ہٹالے تب بھی خوش ہو اور کہے کہ اگر غذا میرے حق مین مضر نہ تھی اور مجھکو موت کے منہ نہین لگاتی تھی تو طبیب نے مجھسے کیون ہٹالیا اور جو شخص کہ اللہ تعالی کے الطاف کو اتنا بھی نجانے جیسا مریض اپنے باپ کی شفقت کا اعتقاد رکھتا ہے جو علم طب مین مہارت کامل رکھتا ہو تو ایسے شخص سے توکل ہونا معلوم اوسکا توکل ہرگز درست نہین اور جو شخص خداے تعالی کو پہچانتا ہے اور اوسکے افعال و عادات سے واقف ہے کہ بندون کی اصلاح اسطرح پر کیا کرتا ہے تو وہ

اسباب پر ہرگز حریص نہوتا کیونکہ اوسکو کیا معلوم ہے کہ کونسا سبب اوسکے حق مین بہتر ہے چنانچہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مین غنی ہو جاؤن یا فقیر مجکو کچھہ پروا نہین اسلیے کہ مجھے
نہین معلوم کہ ان دونون حالتون مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہے تو اسیطرح متوکل کو بھی چاہیے
کہ اوسکا اسباب چوری جاوے یا باقی رہے کچھہ پروا نکرے اسلیے کہ اوسے کیا معلوم ہے کہ کونسا
حال اوسکے حق مین دنیا و آخرت مین مفید ہے کیونکہ بہت سی چیزین دنیا کی سبب ہلاک انسان
ہوا کرتی ہین اور بہت سے تونگر اپنے مال کی بدولت ایسے واقعے مین مبتلا ہو جاتے ہین کہ وہ فقیری کی تمنا کیا کرتے ہین
فائدہ متوکلون کے آداب مین جبکہ چوری ہو جاوے یہ ہے جب متوکل اپنے گھر سے نکلا کرے تو گھر کی چیزون
یا اسباب کی احتیاط کے چند آداب ہین اول یہ کہ دروازے کو قفل لگا جاوے اور سامان حفاظت زیادہ پیدا نکرے
مثلاً ہمسایون سے کہنا کہ گھر کی خبر رکھنا یا کئی قفل لگانا وغیرہ چنانچہ حضرت مالک بن دینار اپنے
دروازے پر قفل نہ لگاتے تھے بلکہ کھونٹی کی رسی سے باندھ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کتون کا
خوف نہوتا تو مین کواڑون کو باندھتا بھی نہین دوسرے یہ کہ گھر مین کوئی ایسی چیز نچھوڑے جسپر
چورون کو رغبت ہو اور اپنے آپ اونکی معصیت کا سبب بنے یا اسلیے کہ جو چیز لٹتی ہے اونکی رغبت
جوش کرے اوسیلیے جب مغیرہ رحمہ نے حضرت مالک بن دینار کو ایک لوٹا ہدیہ بھیجا تو اونھون نے
فرمایا کہ اسکو لے لو مجکو حاجت نہین دوسرے نے پوچھا کہ کسواسطے آپ نے فرمایا کہ میرے دل مین وسواس
ڈالتا ہے کہ اوسکو چور لیگئے ہین گویا آپ نے اس بات سے احتراز کیا کہ جو چرانیوالا ہوگا وہ گنہگار ہوگا اور شیطان
جو چوری کا وسواس دل مین ڈالتا ہے اوس سے دل پریشان نہو اور اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان
دارانی رحمہ نے اس قصے کو سنکر فرمایا کہ یہ امر ضعف قلب صوفیہ سے ہے اونھون نے تو زہد کیا تھا
تو کوئی اوسکو لیجاتا اونھین کیا مطلب تھا تیسرے یہ کہ جس چیز کو بمجبوری گھر مین چھوڑ جاوے تو چاہیے
کہ نکلنے کے وقت نیت کرے کہ جو کچھہ خدا تعالی اسمین حکم کریگا مین اوسپر راضی ہون اگر کسی
چیز کو مسلط کرکے چرواوے تو جو کوئی اسکو لیگا اوسکو یہ چیز معاف ہے یا یہ چیز خدا کی راہ مین
وقف ہے اگر لینے والا فقیر ہو تو اوسپر صدقہ ہے اور اگر فقیر کی شرط نکرے تو بہتر ہے اور اگر اوس
چیز کو کوئی غنی لے تو دو نیتین ہونگی اول تو یہ کہ اوسکے مال کے سبب سے معصیت سے باز رہے
یعنی اگر اسقدر مل گیا کہ پھر چوری کرنے کی حاجت نرہے تو ہمیشہ جو مال حرام چرا کے کھایا کرتا اوسکا
گناہ معاف کرنے سے جاتا رہا اور دوسری نیت یہ ہے کہ کسی اور مسلمان پر ظلم نکریگا تو اوسکا مال
گویا دوسرے کے حق مین فدیہ ہوگیا اور جب اپنے مال سے دوسرے کے مال بچانے کی نیت ہوگی

یا نیت چوری کی معصیت دور کرنے خواہ کم کرنے کی ہو گی تو مسلمانوں کی خیر خواہی پائی جاوے گی اور اس
حدیث شریف سے کہ جسمین یہ ہے کہ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا اور ظالم کی مدد کرنا یہ ہے
کہ اوسکو ظلم سے باز رکھے اور ظالم کا معاف کر دینا ظلم کا درست کرنا ہے اور آئندہ کو باز رکھنا اور یہ بھی
معلوم کرنا چاہیے کہ نیت اوسکا کسی طرح پر منحصر نہیں کیونکہ اسمیں کوئی ایسی بات نہیں جو چور کو مسلط
کرتی ہو اور قضاء الٰہی کو بدل دے مگر یہ ہو گی وجہ سے یہ نیت ایسی درست ہوجاتی ہے کہ اگر اوسکا
مال چوری جاوے تو ہر درہم کی عوض سات سو ملیں اسلیے کہ اوسکی نیت تو ہو گئی ہے یہ نیت ہی کے
باعث ثواب ہوا کرتا ہے اور اگر مال چوری نہ جاوے تب بھی اوسکو ثواب حاصل ہو گا چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اوس شخص کے بابمین جو اپنی بی بی سے عزل ترک کرے
اور نطفہ اپنے مقام میں جانے دے ارشاد فرمایا کہ اوسکو اتنا ثواب ہے کہ اوس صحبت سے اگر لڑکا پیدا ہو
اور بڑا ہو کر جہاد کرے اور اللہ کی راہ میں مارا جاوے کہ اوسکے واسطے جو لڑکا ہو کیونکہ لڑکے
کے باب میں اوسکا کام تو صرف صحبت ہی سے پیدا کرنا اور زندہ رکھنا اور رزق اور بقا اوسکے قبضہ
میں نہیں پس بالفرض اگر لڑکا ہوتا تو اوسکو صرف اپنے فعل کا ثواب ملتا وہ اسباب ہی موجود ہو جاتے
چوری کا حال اسیکی مثال میں سمجھنا چاہیے چوتھے یہ کہ جب جانے کہ مال چوری گیا تو چاہیے کہ
ناخوش نہو بلکہ اگر ہو سکے تو خوش ہو اور سمجھے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسمیں بہتری سمجھتا تو مجھسے نہ لیتا
پھر اگر اوسکو وقف نہ کر گیا ہو تو چاہیے کہ اوسکی تلاش میں بہت کوشش نکرے تاکہ مسلمانوں سے
بدگمان ہو اور اگر وقف کر گیا ہو تو تلاش ترک کرے کیونکہ اوسکو تو وہ پہلے ہی ذخیرہ آخرت
اپنے لیے کر چکا ہے پس اگر اوسکو وہ چیز مل جاوے تو مناسب ہے کہ اوسکو وقف کر چکا ہے اور اگر
قبول کرے تو ظاہر علم کی رو سے اوسکی ملک میں آجاوے گی کیونکہ صرف اوس نیت سے شرعاً
ملک ظاہر شرع میں نہیں جاتی مگر متوکلین کے نزدیک یہ بات اچھی نہیں ہے اور یہ روایت ہے
کہ حضرت ابن عمر کی اونٹنی چوری گئی آپ تلاش کرتے کرتے تھک گئے پھر اوسکو خدا کی
راہ میں وقف کر دیا اور مسجد میں داخل ہو کر دوگانہ پڑھا اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کیا
کہ حضرت آپکی اونٹنی فلانی جگہ ہے آپنے اپنا جوتا پہنا اور کھڑے ہوئے پھر استغفر اللہ کہا اور
بیٹھ گئے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تشریف لیجائیے کہ اوسکو لے آئیے آپنے فرمایا کہ میں اوسکو
فی سبیل اللہ کر چکا ہوں اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے ایک اپنے بھائی کو مرنے
کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا اور بخشدیا

کہا کہ مجھکو بخشدیا اور جنت میں داخل کیا اور جو مکان جنت میں میرے تھے وہ مجھکو بتلا دیے
اونکو میں نے دیکھ لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص عیالدار تھا اور اسکا سبب دیکھا اور غمگین معلوم ہوتے تھے
اسلیے میں نے کہا کہ تمکو خداے تعالی نے بخشدیا اور جنت میں داخل ہوگئے پھر تم غمگین کیوں ہو
اونھون نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا کہ میں قیامت تک غمگین رہونگا میں نے
پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے اونھون نے کہا کہ جب میں نے اپنے مکان جنت میں دیکھے تو میرے لیے
علیین میں مقامات ایسے اونچے کیے گئے کہ اونکے برابر میں نے جنت میں نہیں دیکھے تھے میں اونسے
خوش ہوا اور اونکے اندر جانے کا ارادہ کیا اوسیوقت ایک پکارنے والے نے اونکے اوپر سے
آواز دی کہ اسکو یہاں سے ہٹا دو یہ مقامات اسکے واسطے نہیں ہیں اوسکے لیے ہیں جو سبیل کو
پورا کرے میں نے پوچھا کہ سبیل کا پورا کرنا کیا ہے مجھسے کہا کہ تو کسی چیز کو فی سبیل اللہ کہکر
پھر پھیر لیا کرتا تھا اگر تو سبیل کو پورا کرتا تو ہم بھی تجھکو ان مقامات میں پہونچا دیتے۔ اور بعض
عابدین مکہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس ہمسایگی کے لیے سوتا تھا جب صبح ہوجاتا
ہمسائی بتائی پاس اس شخص کو تہمت کیا اور شخص نے پوچھا کہ تیرا مال گم شدہ تھا اوسنے بتلادی اور
بتلائی جس گھر پر ساتھ لیجا کر اپنے پاس سے اوسیوقت دیدیا۔ پھر اوسکے دوستون
کہا کہ ہمسایگی تو نے کیسی کیا اسواسطے لی تھی تو وہ صبح اون دوستون سے جنھون نے تہمت کی تھی
اوسکے گھر آئے اور تہمت سے معذرت خواہ ہوکر اوسکا مال پھیرنا چاہا اوسنے کہا کہ میں نہ لونگا
یہ مال تمھیں سے سندہ وہ حلال طیب ہے میں نے اپنی خوشی سے دیا ہے اور جو مال میں اللہ کی راہ میں
دیکا اوٹھاتا ہون اوسکو واپس نہیں لیتا ہون جب اونھون نے بہت اصرار کیا اوسنے اپنے بیٹے کو
بلایا اور اوس مال کو تھیلیون میں بھر کر فقرا کے پاس بھیجنا شروع کیا یہانتک کہ اوسمین سے
کچھ نہ رہا۔ سلف کا حال اسطرح تھا اسیطرح جو کوئی روٹی لیکر کسی فقیر کو دیا چاہے اور وہ اپنے
میں چلا جاتا تو اوس روٹی کا واپس گھر میں لانا مکروہ جانتے اور کسی اور فقیر کو دیدیتے اور
یہی حال دراہم و دیناروں اور تمام خیرات و صدقات میں سمجھنا چاہیے۔ پانچواں ادب جو
ہے یہ ہے کہ چور پر جسنے مال لیا ہو بد دعا نکرے اور اگر ایسا کریگا تو توکل باطل ہوجاویگا
اور یہ معلوم ہوگا کہ اسنے کسی چیز پر افسوس کیا اور اسکا جانا اوسکو برا معلوم ہوا اسلیے زہد بھی جاتا
رہیگا اور اگر زیادہ بد دعا کریگا تو جو مصیبت اسکو ہوئی اوسکا ثواب بھی نہ پاویگا کہ حدیث شریف
میں وارد ہے کہ جو شخص اپنے ظالم پر بد دعا کرتا ہے وہ اپنا بدلا لے لیتا ہے۔ اور روایت ہے

ح یہ حدیث پہلے گزری ۱۲

ربیع بن خثیم رحمہ کا گھوڑا جو بیس ہزار درہم کا تھا چوری گیا اوسوقت آپ نماز پڑھتے تھے نماز کو
نہ توڑا اور نہ اوسکی تلاش مین کچھ اضطراب کیا لوگ اونکے پاس تسلی دینے کو آئے آپ نے فرمایا کہ جب
چور کھونٹا کھولتا تھا مین اوسکو دیکھتا تھا لوگون نے پوچھا کہ پھر آپنے اوسکو کیون نہ للکارا آپنے
فرمایا کہ مین ایسی چیز مین مصروف تھا کہ وہ میرے نزدیک اوس سے محبوب تر تھی یعنی نماز پڑھتا تھا
لوگ چور کو بددعا دینے لگے آپنے فرمایا کہ اوسے کچھ مت کہو اور اوسکے حق مین اچھا کہو اسلیے کہ
مین نے وہ گھوڑا اوسپر صدقہ کر دیا اور بعض اکابر سے ایسے وقت مین کہ اونکی چیز چوری گئی تھی
کسی نے کہا کہ آپ اپنے ظالم پر بددعا کیون نہین کرتے آپنے فرمایا کہ مین یہ اچھا نہین جانتا کہ اوسپر
شیطان کا مددگار ہون کسی نے پوچھا کہ بھلا اگر وہ چیز آپکے پاس لاوے آپنے کہا کہ لینا تو درکنار مین
اوسکو دیکھون بھی نہین اسواسطے کہ وہ چیز مین نے اوسکو معاف کر دی ہے۔ اور بعض بزرگون
کسی نے درخواست کی کہ اپنے ظالم پر بددعا کرو اونھون نے فرمایا کہ مجھپر کسی نے ظلم ہی نہین کیا پھر فرمایا
کہ اوسنے اپنی جان پر ظلم کیا یہ کیا تھوڑا ہے کہ مین اوس بیچارے پر اور زیادہ برائی چاہون اور کسی
شخص نے بعض اکابر کے سامنے حجاج بن یوسف کو بہت گالیان دین اونھون نے فرمایا کہ تو
اوسے گالیان دینے مین مشغول ہو اسلیے کہ اللہ تعالی جیسے کہ حجاج سے لوگون کے مال اور جان پر
ستم کرنے کا عوض لیگا ویسے ہی جن لوگون نے اوسکی ہتک عزت کی ہوگی اونسے اوسکا عوض
لیگا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ بندہ بڑا ظالم کہلاتا ہے کہ ہمیشہ اپنے ظالم کو گالیان دیتا ہی
اور برا بھلا کہتا ہے یہان تک کہ اوسکے ظلم کی برابر ہو جاتا بلکہ جتنا زیادہ بچ رہتا ہے اوسکا مطالبہ
ظالم کے ذمہ سے اوسکے ذمہ پر رہتا ہے ظالم کو اوسقدر کا عوض مظلوم سے دلایا جاویگا —
چھٹا ادب یہ ہے کہ چور کے لیے غمگین ہو کہ اوسنے گناہ کیا اور خدا تعالی کے عذاب کا مستحق ہوا
اور اللہ تعالی کا شکر کرے کہ مجھکو مظلوم کیا نہ ظالم اور نقصان دنیا ہوا نہ نقصان دین چنانچہ
کسی شخص نے ایک عالم سے شکایت کی کہ راہزنون نے مجھپر تاخت کر کے میرا مال لے لیا اونھون نے
فرمایا کہ تجھکو اپنے مال کے رنج کی نسبت اس بات کا زیادہ رنج ہونا چاہیے کہ مسلمانون مین ایسے لوگ
ہو گئے جو یہ لوٹ کھسوٹ حلال جانتے ہین اگر یہ غم نہ ہوگا تو تم مسلمانون کے خیر خواہ نہین ہو
اور علی بن فضیل رحمہ طواف کرتے تھے اونکے دینار چوری گئے اونکے باپ نے اونکو دیکھا کہ روتے ہین
پوچھا کہ دینارون کیواسطے روتے ہو اونھون نے کہا کہ نہین بلکہ اوس بیچارے کے حال پر
روتا ہون کہ قیامت کو اوس سے سوال ہوگا اور اوس سے کچھ نہ بن پڑیگا — اور بعض اکابر سے

جو کسی نے ظالم پر بد دعا کرنے کو کہا تو اونھون نے فرمایا کہ مجکو اوسکا غم اتنا ہے کہ اوسمین اوسپر بد دعا کرنے کی مہلت نہین ہے یہ اخلاق سلف کے تھے خداوند کریم سب پر اپنی رحمت کرے چوتھا فن ضرر موجود کے دور کرنے مین سعی کرنے کے ذکر مین مثلاً مرض کی دوا کرنی وغیرہ واضح ہو کہ اسباب ضرر کے دور کرنے والے بھی تین قسم ہین اول یقینی جیسے پانی پیاس کا ضرر کہو دیتا ہے اور روٹی بھوک کا دوسرے ظنی جیسے فصد اور پچھنا اور جلاب اور تمام معالجات طبی کہ برودت کا علاج حرارت سے اور حرارت کا برودت سے ہوتا ہے اور طب مین انکو اسباب ظاہری جانتے ہین تیسرے وہمی جیسے داغ دینا اور منتر پس اسباب یقینی کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اوسکا چھوڑنا بشرطیکہ خوف موت ہو حرام ہے اور اسباب وہمی کا چھوڑنا البتہ توکل کی شرط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کو اوسکا تارک فرمایا ہے اور ان سب اسباب مین سے قوی تر داغ ہے اور اوسکے قریب منتر ہے اور آخر درجہ شگون لینا ہے اور ان اسباب پر اعتماد و تکیہ اسباب کی طرف ملاحظہ کرنے مین نہایت درجے کا تعمق ہے باقی رہا درجہ متوسط یعنی اسباب ظنی مثلاً دوا کرنی اون اسباب سے جو اطبا کے نزدیک اسباب ظاہر ہین تو اوسکا کرنا مخالف توکل کے نہین بخلاف وہمی کے اور اوسکا چھوڑنا ممنوع ہے بخلاف اسباب یقینی کے بلکہ اوسکا چھوڑنا بعض احوال مین بعض اشخاص کے حق مین کرنے کی نسبت افضل ہو جایا کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ درجہ یقینی اور وہمی کے درمیان مین ہے اور دوا کرنی توکل کے مخالف نہین اسکی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو کیا اور اوروں کو ارشاد فرمایا اور اوسکے فوائد زبان مبارک سے بیان فرمائے مثلاً فرمایا

(۱) مَا مِنْ دَاءٍ اِلَّا لَهُ دَوَاءٌ عَرَفَهُ مَنْ عَرَفَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ اِلَّا السَّامُ سام سے مراد موت ہے اور فرمایا (۲) تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰهِ فَاِنَّ الَّذِيْ اَنْزَلَ الدَّاءَ اَنْزَلَ الدَّوَاءَ اور جب کسی شخص نے آپ سے دوا اور منتر کا حال پوچھا کہ یہ دونون خدای تعالی کا حکم کچھ پلٹ دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ بھی خدای تعالی کے حکم مین سے ہین ۔ اور ایک حدیث مشہور مین ہے کہ (۳) مَا مَرَرْتُ بِمَلَاءٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مُرْ اُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ اور حدیث مین ہے کہ آپنے حجامت کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ پچھنے لگواؤ سترہ اور انیس اور اکیس برس کی عمر مین تاکہ خون جوش کرکے تمکو ہلاک نہ کرے اسمین دو باتین ذکر فرمائین ایک تو یہ کہ جوش خون سبب موت ہے اور حکم الٰہی سے وہ مہلک ہے دوسرے یہ کہ خون کا نکالنا موت سے نجات کی صورت ہے

(۱) کوئی درد ایسا نہین جسکی دوا نہو جانا ہو اوسکو جاننے والے نے اور نہین جانا اوسکو جو نہین جانتا بجز موت کے ۱۲ طبرانی در کبیر بروایت ابن عباس باسناد ضعیف و ترمذی بروایت اسامہ بن شریک ...

(۲) ...

کیونکہ جونک و مالک کا جلد میں سے نکالنا اور بچھو کا کپڑوں میں سے باہر کرنا اور سانپ کا گھر میں سے
دور کرنا ان سب میں کچھ فرق نہیں اور توکل کی شرط بھی نہیں کہ ان چیزوں کو ترک کرے بلکہ
یہ تو ایسا ہے جیسا آگ پر اوسکے بجھانے کے واسطے پانی ڈالا جائے یا گھر میں آگ لگے پر اوسکا
دور کرنے کو پانی ڈالدیا جاوے اور یہ امر توکل میں ہرگز نہیں کہ جو عادت و سبیل بر حق کی ہی
اوس سے باہر ہو جاوے۔ اور ایک حدیث مقطوع میں ہے کہ جو کوئی سترہ بیس تاریخ مہینہ کی
منگل کے روز پچھنے لگواوے اوسکے لیے برس دن کی بیماری کا علاج ہوگا اسیطرح بہت سا کچھ
فرمایا ہے اور دینکو علاج کا حکم دیا ہے اوسکو سننا چاہیے کہ آپنے بہت سے اصحاب کو دوا
اور پرہیز کے لیے ارشاد فرمایا ہے اور حضرت سعد بن معاذ رضہ کی رگ کھلوائی اور سعد بن زرارہ
رضہ کے داغ دلوایا اور حضرت علی رضہ کو آشوب چشم تھا آپنے اونسے فرمایا کہ تم خرما مت کھاؤ
اور یہ چیز کھاؤ کہ تمہارے مزاج کے مناسب ہے یعنی ساگ جو کے آٹے میں پکا ہوا ہے کہ فرمایا کہ
اسمیں سے کھاؤ اور حضرت صہیب رضہ کی آنکھ میں درد تھا اور وہ خرما کھا رہے تھے آپنے فرمایا
کہ تم خرما کھاتے ہو اور تمہاری آنکھ میں درد ہے اونھوں نے عرض کیا کہ میں دوسری طرف سے
کھاتا ہوں آپ ہنس پڑے۔ باقی رہا فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پس ایک حدیث میں جو
اہل بیت رضہ سے مروی ہے وارد ہے کہ آپ ہمیشہ ہر ایک رات میں سرمہ لگاتے تھے اور ہر مہینے
پچھنے اور ہر برس جلاب سنا کا لیتے تھے۔ اور کئی بار بچھو وغیرہ کا بھی آپنے علاج کیا ہے۔
اور یہ بھی مروی ہے کہ وحی اوترنے کے وقت آپکے سر میں درد ہو جاتا تھا تو سر مبارک پر
مہندی کا لیپ کیا کرتے تھے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ اپنے زخم پر مہندی رکھ لیا
کرتے تھے اور ایکبار کسی زخم پر آپنے خاک ہی چھڑک دی تھی غرضکہ آپکے علاج کرنے
اور لوگونکو علاج کا ارشاد فرمانے کے باب میں روایات خارج از شمار ہیں اور اسباب میں ایک
کتاب بھی بنی ہے جسکا نام طب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور بعض علماء نے بنی اسرائیل کے
قصص میں لکھا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو ایک مرض ہوا آپکے پاس بنی اسرائیل گئے
اور آپکے مرض کی تشخیص کی اور عرض کیا کہ اگر یہ علاج آپ کریں تو اچھے ہو جاویں آپنے
فرمایا کہ میں دوا نکرونگا یہانتک کہ خداے تعالی مجھکو بدون دوا ہی اچھا کرے وہ مرض بڑھ گیا
پھر لوگوں نے عرض کیا کہ اس مرض کی یہی دوا ہے اور ہمنے بہت بار اسکا تجربہ کیا ہے
اور یہی ہمکو مفید پڑی ہے آپنے اس بار بھی انکار کیا اور مرض ٹھہر گیا خداے تعالی نے وحی

بھیجی کہ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی تجکو اچھا نکرونگا جبتک لوگونکی دوا باقی ہوئی نکریگا
آپنے لوگون کو علاج کے واسطے فرمایا اونھون نے وہی دوا کھلائی آپ اچھے ہوگئے گر کچھ دِن
گذرے تھے کہ خداے تعالی نے وحی کی کہ تم چاہتے ہو کہ میرے اوپر توکل کرنے سے میرا انتظام
حکمت درہم کر دو بتاؤ تو دوا مین فائدہ کسنے رکھا ہے وہ بھی تو میرے ہی حکم سے شفا دیتا ہے
اور بیان کی ہے روایت ہے کہ کسی نبی نے انبیا علیہم السلام سے اپنے مرض کی شکایت کی انکو
وحی ہوئی کہ انڈے کھایا کرو اور ایک پیغمبر نے شکایت ضعف باہ کی کی انکو گوشت اور دودھ
کھانے کا حکم ہوا کہ انمین قوت ہے۔ اور مروی ہے کہ کسی قوم نے اپنے نبی علیہ السلام سے
شکایت کی کہ ہماری اولاد اچھی صورت نہین ہوتی انکو وحی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ حاملہ
عورتون کو بہی کھلایا کریں اوس سے اولاد خوبصورت ہوگی اور یہ تدبیر تیسرے اور چوتھے مہینے
حمل کے کرنی چاہیے کہ صورت لڑکے کی خداے تعالی انھین دنون مین بناتا ہے اور وہ لوگ
حاملہ کو بہی کھلایا کرتے اور بچہ ہونے کے وقت خرما سے تازہ دیا کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا
تعالی نے اپنی عادت اسطرح رکھی ہے کہ ہر مسبب کے لیے ایک سبب ہوتا ہے کہ ظہور حکمت الٰہی کا
موجب ہوا اور دوا بھی مثل اور سببوں کے ایک سبب تابع حکم الٰہی ہے جیسے روٹی بھوک کی دوا
اور پانی پیاس کی اسیطرح سکنجبین صفرا کی دوا ہے اور مجموعہ سببون کی صرف دو باتون کا
فرق ہے ایک تو یہ کہ بھوک کا علاج روٹی سے اور پیاس کا پانی سے ایسا ظاہر ہے کہ کوئی فرد بشر
ایسا نہین کہ اسکو پہنچانتا ہو اور صفرا کا علاج سکنجبین سے صرف بعض لوگ جانتے ہین بلکہ جسکو
اوسکا تجربہ ہوگیا ہو اوسکے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے بھوک کا علاج روٹی سے ہے دوسرا
فرق یہ ہے کہ دوا جو دست لاتی ہے اور سکنجبین صفرا کو ٹھہرا دیتی ہے تو اوسکے لیے کچھ
شرطین باطن مین اور بھی ہین اور مزاج مین بھی کچھ اسباب ہین کہ بعض اوقات اون شرطوں اور اسباب
پر واقفیت ہونی دشوار ہوتی ہے پھر اگر کوئی شرط نہین پائی جاتی تو دوا سے دست نہین آتی
مگر پیاس کے جانے کے لیے سواے پانی کے اور کوئی شرط نہین گو بعض اوقات اتفاقاً ایسا
عارضہ لاحق ہوجاتا ہے کہ باوجود بہت سا پانی پینے کے بھی پیاس نہین جاتی الا یہ امر بہت ہی
کم ہوتا ہے بہرحال اسباب کا خلل پذیر ہونا انھین دو چیزون سے ہمیشہ ہوتا ہے ورنہ مسبب کے
بعد اوسکا سبب ضرور ہوگا بشرطیکہ سبب کی شرطین سب کامل ہون اور یہ سب باتین خداے تعالے
ہی کی تدبیر اور تسخیر اور ترتیب سے بمقتضاے اوسکی حکمت اور کمال قدرت کے ہوتی ہین

پس متوکل کو ان چیزوں کا استعمال کرنا اور مسبب الاسباب پر نظر رکھنی اور طبیب یا دوا کیطرف
التفات نہ رکھنا توکل کے برخلاف نہیں چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے
کہ آپ نے دعا مانگی کہ الہی دوا اور شفا کسکے پاس ہے اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے پاس ہے
آپ نے عرض کیا کہ پھر طبیب کیا کرتے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اپنا رزق کھاتے ہیں
اور میرے بندون کا دل خوش کرتے ہیں یہان تک کہ میری شفا یا قضا میری طرف سے بندے پر
کوئی آجاتی ہے - اس سے معلوم ہوا کہ دوا کرنے کے ساتھ توکل کے یہ معنی ہیں کہ توکل علم اور
حال سے ہو نہ عمل سے جیسا کہ اسکا حال پہلے فن میں گذرا اگر دوا سے نہ کرنا توکل میں شرط
نہیں - اب اگر یہ کہو کہ داغ بھی ان ہی علاجون میں سے ہے جنکا فائدہ خوب ظاہر ہے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں ہے جیسے اسباب ظاہرہ ہیں جیسے فصد اور پچھنے اور مسہل کا پینا اور حرارت
کے سرد دواؤں کا پینا وغیرہ اور اگر داغ بھی ایسا ہی ہوتا تو بہت سے ملک اس سے خالی نہوتے
حالانکہ بہت شہرون میں اسکی عادت لوگون کو نہیں صرف بعض ترک اور عرب داغ دیتے ہیں
پس اسکے وہمی سبب ہونے میں کچھ شک نہیں جیسے منتر وغیرہ ہیں ویسے ہی یہ بھی ہے مگر صرف
اتنا فرق ہے کہ داغ دینا آگ سے جلانا ہے اور اوسکی حاجت نہیں اسلیے کہ جس کسی درد کا
علاج داغ سے کیا جاتا ہے اوسکی کوئی ایسی بھی دوا ہوتی ہے جسمین جلانے کی نوبت
نہ پہونچے پس آگ سے جلانا ایک قسم جسم کا خراب کرنے والا ہے اور اسکی سرایت کا بھی خطرہ ہے
باوجودیکہ اسکی کچھ حاجت نہیں بخلاف فصد و حجامت کے کہ اونکی سرایت بعید ہے اور
اونکا قائم مقام کوئی اور شے نہیں اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ دینے سے ہی
منع فرمایا منتر سے منع نہیں فرمایا حالانکہ توکل سے دونون ایسے ہیں - اور روایت ہے
کہ عمران بن حصین بیمار پڑے لوگون نے اونکو داغ دینے کی صلاح دی مگر اونھون نے نہ مانا
لوگون نے اصرار کیا اور امیر نے اونکو قسم کھلائی یہان تک کہ آپ نے داغ لیا پھر کہا کرتے
کہ میں نور دیکھا کرتا تھا اور آواز سنا کرتا تھا اور مجھکو فرشتے سلام کرتے تھے جب میں نے
داغ کھایا سب باتیں جاتی رہیں اور فرمایا کرتے کہ چند داغ کھانے تھے سو کھائے مگر اونسے
کچھ فائدہ نہوا نہ اولی پھر آپ نے توبہ کرکے اللہ تعالی کیطرف رجوع کی خدا تعالی نے
جو فرشتون کا معاملہ اونسے ہوتا تھا وہ پھر جاری فرما دیا - اور مطرف بن عبد اللہ سے فرمایا
کہ جو بزرگی اللہ تعالی نے مجھکو پہلے دے رکھی تھی اوس سے پھر سرفراز فرمایا اور اونسے اپنی

کرامت کی جانب نسبت کی خبر بھی کہہ چکے تھے۔ حاصل یہ کہ داغ اور جو چیز اس قسم کی ہے
وہ متوکل کی شان کے لائق نہیں اسواسطے کہ اوسکے لیے متوکل کو تدبیر کی حاجت ہوتی ہے
اور تدبیر متوکل کے حق میں اچھی نہیں اسمیں اسباب کیطرف التفات اور غور زیادہ پایا جاتا ہے
غرضکہ ہم یہ بیان ہین کہ دوا نہ کرنی بعض اوقات میں اچھی ہوتی ہے اور قوت توکل کی دلیل ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف نہیں۔ واضح ہو کہ سلف میں جن لوگوں نے
دوا کی ہے وہ بیشمار ہیں مگر بعض اکابر نے دوا نہیں بھی کی تو گمان ہوتا ہے کہ دوا نہ کرنی اونکے
حق میں نقصان کی بات ہو اسواسطے کہ اگر یہ بات کمال کی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اسکو ترک نہ فرماتے کیونکہ جو حال توکل میں آپکا تھا اوس سے کامل تر دوسرے کا ہو نہیں
سکتا تو سمجھنا ایسکو نقصان کہ اون کا گمان ہوا یہ کیا ہو سکتا ہے اور یہ روایت پہنچی ہے کہ جب
جیسے حضرت ابو بکر رضی کہ جب آپکی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ فرماوین تو کوئی طبیب
ہم آپکے لیے بلاوین آپنے فرمایا کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں
۔ اور حضرت ابو درداء رضی سے حالت مرض میں کسی نے پوچھا کہ آپکو کس چیز کی شکایت ہے آپنے
فرمایا کہ اپنے گناہوں کی لوگوں نے پوچھا کہ آپکا دل کس چیز کو چاہتا ہے آپنے فرمایا کہ خدا
تعالیٰ کی مغفرت کو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم آپکے لیے طبیب بلا لاوین آپنے فرمایا کہ مجھکو
طبیب ہی نے بیمار کیا ہے۔ اور حضرت ابو ذر رضی کی آنکھیں دکھتی تھیں لوگوں نے کہا کہ آپ
انکا علاج کیجیے آپنے فرمایا کہ مجھکو انکی کچھ فکر نہیں لوگوں نے کہا کہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا کیجیے
کہ اللہ تعالیٰ آپکو صحت بخشے آپ نے فرمایا کہ میں اوس سے وہ دعا مانگوں گا جو آنکھوں کی نسبت
زیادہ مہم ہو۔ اور ربیع بن خثیم رح کو فالج ہو گیا تھا اونسے لوگوں نے کہا کہ آپ دوا کیوں نہیں کرتے
فرمایا کہ میں نے قصد تو کیا تھا مگر پھر عاد اور ثمود اور دوسری قومیں بہت سی یاد آگئیں کہ اون
میں بہت سے طبیب تھے لیکن نہ طبیب رہا نہ مریض نہ کچھ جھاڑ پھونک کام آئی۔ اور حضرت احمد بن
حنبل رح فرماتے کہ جو شخص توکل کا معتقد ہو کر یہ راہ چلے اوسکے لیے میں یہ اچھا سمجھتا ہوں کہ دوا
وغیرہ پینے سے علاج نکرے اور اونکو خود کو بیماریاں ہوتیں تو طبیب کے پوچھنے پر بھی اوس
نہ کہتے۔ اور حضرت سہل رح سے پوچھا گیا کہ بندے کا توکل کب درست ہوتا ہے آپنے فرمایا
کہ جب اوسکے جسم میں ضرر اور مال میں نقصان آوے تو وہ اوسکی طرف التفات نکرے اور اپنی
حال میں مشغول رہے اور یہی جانے کہ خدا تعالیٰ میرے سر پر قائم ہے ہر حال میں دوا سے

ہارکھین ہین سے بہت لوگ ہین اونکے فعل ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مین مطابقت جب ہو سکتی ہے جب موانع علاج کو بیان کر دیا جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دوا نکرنے کے چند اسباب ہین سبب اول تو یہ ہے کہ مریض صاحب کشف ہوا وسکو مکاشفہ سے دریافت ہو گیا ہو کہ اسکی موت قریب ہے دوا سے مجکو کچھ فائدہ نہوگا اور یہ امر کبھی سچے خواب سے اور کبھی غالب ظن سے اور کبھی کشف واقعی سے معلوم ہوا کرتا ہے اور غالبا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو علاج نہ کیا تو اوسکی وجہ یہی تھی کہ آپ اہل مکاشفہ سے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میراث کے باب مین فرمایا تھا کہ تیری دو بہنین ہین حالانکہ اوس وقت ایک ہی بہن تھی مگر آپکی زوجہ حاملہ تھین اور بیان کیا کہ لڑکی ہی پیدا ہوئی ہے آپ نے پیشتر سے مکاشفہ کے طور پر معلوم کر لیا تھا کہ لڑکی کا حمل ہے تو کیا عجب ہے کہ آپکو کشف سے اپنی موت کا حال بھی معلوم ہو گیا ہو ورنہ یہ ممکن نہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوا کرتے اور دوسرون کو دوا کا حکم فرماتے دیکھا تھا تو انکار کیسے کرتے یہ امر آپ کی ذات سے ہرگز ممکن نہین معلوم ہوتا دوسرا سبب یہ ہے کہ مریض کو اپنی ہی فکر لگی ہو اور خوف انجام سے اور اپنے حال پر خدا تعالی کے واقف ہونے مین ایسا مشغول ہو کہ اوسے فراغت علاج کرنے کی نہ پاتا ہو یعنی اوس رنج و تردد مین مرض کی تکلیف نہ معلوم ہوتی ہو کہ جو اوسکے دوا کی سوجھتی اور اسی امر پر حضرت ابو ذر رض کی تقریر اور حضرت ابو درداء رض کا کلام دال ہے کہ حضرت ابو ذر رض نے تو فرمایا تھا کہ مجھے کچھ آنکھون کی فکر نہین اور حضرت ابو درداء رض نے فرمایا تھا کہ مجکو شکایت اپنے گناہون کی ہے پس گویا دل مین خوف گناہون کا صدمہ جسم کے مرض کی تکلیف کی نسبت زیادہ تھا اور ایسے مریض کا حال ایسا سمجھو جیسے کسیکا کوئی نہایت عزیز مر گیا ہو اور اوسکا صدمہ اوسکے دل پر ہوا ہو یا کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس گرفتار ہوکر گردن اوڑائی جانے کو لیا جاتا ہو اور اوسکے دل پر خوف چھایا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے اگر کہا جائے کہ تو بھوکا ہے کھانا کیون نہین کھاتا تو وہ یہ کہیگا کہ مجھے اس صدمے کے باعث بھوک پیاس کچھ نہین معلوم ہوتی اس سے یہ نہین جانا جاتا کہ وہ شخص بھوک کی حالت مین کھانے کو نافع کہنے سے منکر ہے اور نہ کھانے والون پر کچھ طعن پایا جاتا ہے اور اسی کے قریب ہے حضرت سہیل تستری کا اشتغال بحال خود یعنی جب آپ سے کسی نے سوال کیا کہ قوت کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ حی قیوم کا ذکر کرنا قوت ہے سائل نے عرض کیا کہ میری غرض قوام انسانی سے ہے آپنے فرمایا کہ قوام علم ہے اوسنے پوچھا کہ مین غذا کو پوچھتا ہون آپ نے فرمایا کہ

عذاذکر ہے اونسے پوچھا کہ جسم ظاہر کا کھانا پوچھتا ہون آپنے فرمایا کہ جسم ظاہر سے تجھے کیا کام
چھوڑ اسے اوسکو اوسی پر چھوڑ جسنے اوسکی پیشتر کفالت کی ہے وہی اوسکی کفالت آگے کو بھی کریگا
اور جب اوسمین روگ آجاتے تو اوسکے بنانے والے کے سپرد کیا چھپتا نہین کہ جب کبھی کام
مین عیب ہوجاتا ہے تو اوسکے کاریگر کو دیتے ہین کہ اوسکو ٹھیک کرے۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ
بیماری پرانی ہو اور جو دوا اوسکے لیے لگاتے ہون اوسکا نفع وہمی ہے جیسے داغ اور منتر کا
فائدہ وہمی ہوا کرتا ہے تو ایسی صورت مین متوکل شخص دوا نہین کیا کرتا اسی کی طرف اشارہ ہے
ربیع ابن خثیم رحمۃ اللہ کے قول مین کہ مین نے عاد اور ثمود کی قوم کو دیکھا کہ اونمین طبیب بہت تھے
مگر پھر بھی نہ بچا نہ طبیب باقی رہا اس سے اونکی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ دوا پر اعتماد یقینی نہین ہے
اور یہ امر کبھی تو واقع مین ایسا ہی ہوتا ہے اور کبھی مریض کے نزدیک ایسا متحقق ہوتا ہے
اسلیے کہ اوسکو طب مین مہارت اور تجربہ کم ہوتا ہے اس نظر سے اوسکو ظن غالب
دوا کے نفع کا نہین ہوتا اور اسمین شک نہین کہ طبیب تجربہ کار کو دوا کا اعتقاد بہ نسبت
عوام کے زیادہ ہوا کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتماد اور ظن اعتقاد کے موافق
ہوتا ہے اور اعتقاد اوسیقدر ہوتا ہے جسقدر کہ تجربہ ہوتا ہے۔ اور عادۃ یہی ہے جن لوگون نے
دوا ترک کی ہے اونمین سے اکثر کی سند یہی ہے کہ دوا اونکے نزدیک ایک موہوم چیز
ناقابل اعتبار تھی اور یہ امر ماہر علوم طبیہ پر ظاہر ہے کہ بعض دوائین واقع مین ایسی ہی ہین
اور بعض کا حال ایسا نہین مگر جو طبیب نہین ہین وہ سب کو بعض اوقات ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے
اور دوا کرنے کو مثل داغنے اور منتر وغیرہ کے پابندی اسباب جانتا ہے۔ چوتھا سبب یہ ہے
کہ دوا نکرنے سے بیمار کو یہ غرض ہوتی ہے کہ مرض باقی رہے تاکہ اوس مرض پر اچھی طرح صبر
کرنے سے مرض کا ثواب پاوے یا آزمانا منظور ہوتا ہے کہ خداے تعالی کی بلا پر اپنے نفس کو دیکھے
کہ صبر کرنے کی تاب رکھتا ہے یا نہین اسلیے کہ مرض کے ثواب مین بہت کچھ احادیث وارد ہین
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ہم انبیا کے گروہ پر اور لوگون کی نسبت زیادہ
سخت مصیبت ہوتی ہے پھر اسیطرح درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہے مصیبت بندے پر بقدر
ایمان کے ہوا کرتی ہے پس اگر ایمان اوسکا سخت اور پکا ہوگا تو مصیبت بھی سخت ہوگی
اور اگر اوسکے ایمان مین ضعف ہوگا تو مصیبت بھی ہلکی ہوگی۔ اور ایک حدیث مین ہے
کہ اللہ تعالی اپنے بندے کا امتحان مصیبت سے اسیطرح لیتا ہے جیسے تم مین سے کوئی شخص

۱ح احمد وابویعلی وحاکم بروایت سعد بن ابی وقاص ۱۲

۲ح طبرانی بروایت ابوامامہ بسند ضعیف ۱۲

اپنے سونے کا امتحان آگ سے لیتا ہے پس بعض آدمی تو کندن کیطرح نکلتے ہیں اور بعض اوس سے کم
اور بعض کالے خراب ہوکے نکلتے ہیں اور ایک حدیث میں جو اہلبیت سے مروی ہے یہ وارد ہی
کہ اللہ تعالی جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اوسپر بلا بھیجتا ہے پھر اگر اوسپر صبر کرتا ہے
تو اوسکو مجتبی کرتا ہے اور اگر اوسپر راضی ہوتا ہے تو مصطفی کرتا ہے اور ایک حدیث شریف میں ہے
کہ تم لوگ اس بات کو پسند کرتے ہو کہ خوفی گدہون کیطرح ہو جاؤ مرض بیماری کچھ تمکو نہ آوے
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کو جب دیکھو گے تو دل کا تندرست اور بدن کا مریض
پاؤ گے اور منافق کو بدن میں زیادہ صحیح اور دل کا زیادہ مریض دیکھو گے غرضکہ جب
لوگوں نے مرض کی ثنا و صفت اور بلا کی تعریف اسدرجہ کی سنی تو انکو مرض سے محبت
پیدا ہوئی اور اوسکا آنا اپنے اوپر غنیمت سمجھا کہ اوسپر صبر کرینگے کہ اوسکا ثواب ملے پس بعض اکابر کا
دستور یہ ہوا کہ اپنی بیماری کو چھپا لیتے اور طبیب سے اوسکا ذکر نہ کرتے اور بیماری کی تکلیف
کھینچتے رہتے اور خداے تعالی کے حکم پر راضی رہتے اور جانتے کہ دل پر حق کا غلبہ ایسا ہے کہ
مرض سے اوسمیں کچھ خلل نہوگا مرض اوسکے باعث صرف اعضاء ظاہری پر اثر ہوگا کہ اعمال
سے رک جاوینگے اور جان لیا کہ اگر خداے تعالی کے حکم پر صبر کے ساتھ بیٹھکر ہی نماز پڑھینگے
تو یہ نماز حالت تندرستی اور صحت کی نماز سے بہتر ہے کہ وہ کھڑے ہوکر ادا کیجاوے
چنانچہ ایک حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالی اپنے فرشتوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ میرے
بندے کے وہی عمل صالح لکھو جو وہ کیا کرتا تھا اسواسطے کہ یہ شخص میری قید میں ہے اگر
میں اوسکو رہا کرونگا تو گوشت کی عوض میں عمدہ گوشت اور خون کی عوض میں اچھا خون
بدلونگا اور اگر اوسکو وفات دونگا تو اپنی رحمت کیطرف اوسکی وفات کرونگا اور ایک
حدیث شریف میں ہے افضل الاعمال ما اکرهت علیه النفوس بعض محدثین نے
اسکے معنی یہ لکھے ہیں کہ اوس سے بیماریان اور مصائب مراد ہین اور اسیکی طرف اشارہ ہے
اس آیت میں وعسی ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم اور حضرت سہیل تستری
فرماتے ہیں کہ اگرچہ آدمی طاعات سے ضعیف ہو جاوے اور فرائض سے قاصر رہے تاہم دوا کا
نکرنا بہ نسبت اسکے بہتر ہے کہ طاعات کیواسطے علاج کرے اور آپکو ایک بڑی بیماری تھی
مگر اوسکا علاج کبھی نکرتے اور لوگوں کو جو اوس بیماری میں مبتلا پاتے تو اونکی دوا کرتے
اور جب کسی شخص کو بیٹھکر نماز پڑھتے دیکھتے کہ اعمال نیک امراض کی تاب نہ لاکر اسلیے دوا کرتا ہے

ح ابو منصور دیلمی بروایت علی مرتضی ۱۲

ح ابو نعیم و ابن عبد البر و بیہقی در شعب بروایت ابو فاطمہ ۱۲

ح طبرانی بروایت عبد اللہ بن عمرو ۱۲

ح اعمال میں بہتر

کہ نماز کھڑے ہوکر پڑھے اور طاعات کی بجا آوری مین اوٹھ سکے تو بہت تعجب کرتے اور فرماتے کہ اس شخص کا بیٹھکر نماز پڑہنا اور اپنے حال پر راضی رہنا اس بات سے بہتر ہی کہ صرف قوت اور کھڑے ہوکر نماز کے لیے دوا کرے۔ اور اونسے جب کسی شخص نے حال دوا پینے کا پوچھا تو فرمایا کہ جو کوئی کسی دوا کو پیوے تو خیر ایک یہ گنجایش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضعف والوں کے لیے مقرر کر دی اور جو دوا مین نہ پڑے تو افضل ہے اسلیے کہ اگر کوئی چیز دوا مین سے لیگا گو صرف پانی ہی ہو تو اوس سے سوال ہوگا کہ تونے کیون لیا اور جو شخص کچھہ نہ لیگا اوس سے سوال کس بات کا ہوگا اور آپکا مذہب تھا اور بصرہ والون کا مذہب یہی تھا کہ بھوک اور شہوات کے توڑنے سے نفس کو ضعیف کرنا چاہیے اس وجہ سے کہ اونکو معلوم تھا کہ دوسرے کی برابر اعمال قلوب مین سے مثل صبر اور رضا اور توکل کے اعمال جوارح کے مقابلے جیسے نماز روزہ سے افضل ہے اور مثل اعمال قلوب کا مانع نہین مگر وہی امور ہین کہ اوسکی تکلیف نہایت زیادہ اور بیہوش کرنے والی ہو۔ اور حضرت سہل رح کا یہ بھی قول ہے کہ جسم کی بیماری رحمت ہے اور دل کی عقوبت۔ پانچوان سبب یہ ہے کہ آدمی سے کچھہ گناہ کر چکا ہو اور اوسکا خوف کرتا ہو اور تدارک کرنے سے عاجز ہو تو زیادہ بیمار رہنے کو اوسکا کفارہ سمجھتا ہو اور علاج اسوجہ سے نکرتا ہو کہ ایسا نہو کہ مرض جلد جاتا رہے اور کفارہ گناہونکا خوب ہونے پاوے۔ حدیث شریف مین وارد ہے کہ آدمی پر بخار اور تپ کہنہ ہمیشہ اسلیے رہتے ہین کہ انجام کو زمین پر صاف اولے کیطرح ہو جاتے ہے کوئی خطا اور گناہ اوسپر نہین رہے۔ اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ ایک روز کا بخار سال بھر کا کفارہ ہوتا ہے بعضون نے اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بخار ایکسال کی قوت کو گرا دیتا ہے اسلیے سال بھر کا کفارہ ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ ہین اور تپ ہر جوڑ مین جاتی ہے اور اوس سے ایک تکلیف جدا گانہ آدمی کو ہوتی ہے تو ہر ایک تکلیف ایک روز کا کفارہ ہو کر سال بھر کا کفارہ ہو گیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تپ کو کفارہ گناہ ارشاد فرمایا تو حضرت زید بن ثابت رضہ نے خداے تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مین ہمیشہ بخار مین مبتلا رہون چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وقت وفات تک آپ سے بخار جدا نہوا اور چند لوگون نے انصار رضہ مین سے بھی یہی دعا مانگی تھی اونکو بھی بخار نہ چھوڑتا تھا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ من اذھب اللہ کریمتیہ لم یرض لہ

ح [illegible]

ح [illegible]

ح اللہ تعالیٰ جس شخص کی دونوں آنکھیں لیوے پھر وہ صبر کرے تو اوسکا ثواب سواے جنت کے [illegible] ۱۲

ثنا ابادہ فان النعمۃ تو انصار رضی میں ایسے لوگ بھی تھے جو اندھے ہونے کی تمنا کیا کرتے
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے جسم و مال پر مصیبت آنے سے خوش نہو
اس توقع سے کہ اوسکے باعث اوسکے گناہوں کا کفارہ ہوگا تو وہ شخص عالم نہیں۔ اور روایت ہے
کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بہت مصیبت کھینچتا ہے جناب باری میں
عرض کیا کہ الٰہی اسپر رحم فرما حکم ہوا کہ اوسپر کیسے رحم کروں اسی سے تو اوسپر رحم کرونگا یعنی اسی
مصیبت کے باعث اوسکے گناہ دور کرونگا اور اوسکے درجات بڑھاؤنگا۔ چھٹا سبب یہ ہے
کہ آدمی زیادہ اچھا رہنے سے ڈرتا ہے کہ مبادا نفس تکبر اور سرکشی میں مبتلا ہو جاویگا اس نظر سے
دوا چھوڑ دینا چاہتا ہے کہ ایسا نہو کہ مرض جاتا رہے تو پھر وہی غفلت و اترانا اور سرکشی کرنی اور
طول امل اور تدارک مافات میں غفلت کرے اور خیرات میں تاخیر کرنے لگے اسلئے کہ تندرستی
اسکا نام ہے کہ صفات سب قوی ہوں اور اوسکے باعث خواہش نفس کو ترقی ہے اور
شہوات کو جنبش ہوتی ہے اور معاصی کی رغبت دلاتے ہیں کم درجہ یہ ہے کہ مباحات سے
لذت حاصل کرنے کیطرف بلاتی ہیں اور یہ اوقات کا ضائع کرنا ہے اور نفع عظیم یعنی لذت نفیس
اور ملازمت طاعت کو برباد دینا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو
امراض و مصائب سے متنبہ کیے بغیر خالی نہیں چھوڑتا اسی جہت سے مشہور ہے کہ ایماندار
علت یا قلت یا ذلت سے خالی نہیں ہوتا اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ مفلسی میرا جیلخانہ ہے اور مرض میری بیڑی ہے اوسمیں میں اوسکو قید کرتا ہوں جسکو اپنی
مخلوق میں سے دوست رکھتا ہوں۔ غرضکہ جب مرض میں آدمی سرکشی اور گناہوں کے ارتکاب سے
رکا رہتا ہے تو اس سے زیادہ اور کونسی خیر ہوگی اور جس شخص کو اپنے نفس پر خوف سرکشی اور
گناہوں کا ہو اوسکو اپنے مرض کا علاج ہرگز نکرنا چاہیے کیونکہ گناہ نکرنے ہی میں خیریت ہے
چنانچہ بعض عارفین نے کسی سے پوچھا کہ تم میرے بعد کیسے رہے اوسنے کہا کہ خیریت سے رہا
اونھوں نے فرمایا کہ اگر تمنے کوئی گناہ خدای تعالیٰ کا نہیں کیا تو واقع میں خیریت سے رہے
اور اگر گناہ کیا تو گناہ سے بڑھکر کونسا روگ ہے جسنے گناہ کیا وہ کیا خاک خیریت سے رہا
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراق میں عید کے روز کی زینت کو دیکھکر پوچھا کہ ان لوگوں
نے یہ کیا کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ دن انکی عید کا ہے آپنے فرمایا کہ جس روز ہم
خدای تعالیٰ کی نافرمانی نکریں تو وہ دن ہماری عید کا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا اَرَاكُمْ مَا تُحِبُّوْنَ یعنی عافیت کو اور فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰی
اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی اور استغنا خواہ مال سے ہو یا عافیت سے ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہے
کہ فرعون نے جو دعوی خدائی کیا تھا اوسکی وجہ یہی تھی کہ مدت تک آرام سے رہا تھا یعنی چار سو
برس تک سر میں درد ہوا نہ بدن پر حرارت آئی نہ کوئی رگ پھڑکی اسلیے دعوی خدائی اوس
مردود نے کیا اور اگر ایک روز کو درد سر ہی اوسکو ہوتا تو دعوی خدائی کا تو کیا ذکر ہے اور
بیہودہ امور سے بھی باز رہتا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ
هَاذِمِ اللَّذَّاتِ اور کہتے ہیں کہ بخار موت کا قاصد ہے تو جب تک میں موت کی یاد
دلانے والا اور لیت و لعل کا دفع کرنے والا ٹھہرا ۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہے اَوَلَا يَرَوْنَ
اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ کے معنی یہ ہیں کہ انکو
امراض میں مبتلا کرکے اونکا امتحان لیا جاتا ہے ۔ اور کہتے ہیں کہ بندہ جب دو بار بیمار ہوتا ہے
اور توبہ نہیں کرتا تو اوس سے ملک الموت یوں کہتا ہے کہ اے غافل تیرے پاس میرا قاصد پر
قاصد آیا مگر تو خبردار نہوا ۔ اور اکابر سلف کا اسلیے دستور تھا کہ اگر کوئی سال ونپر ایسا گذرتا
جسمیں اونپر کوئی مصیبت نفس یا مال کی نہوتی تو بہت گھبراتے ۔ اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ ایماندار پر چالیس دن میں کوئی خوف یا مصیبت آ جایا کرتی ہے یہانتک کہ منقول ہے
کہ حضرت عمار بن یاسر رضہ نے ایک عورت سے نکاح کیا وہ کبھی بیمار نہوتی اسلیے آپنے اوسکو
طلاق دیدی ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کی تعریف ہوئی یہانتک
کہ آپنے چاہا کہ اوسکو شرف نکاح سے مشرف فرماویں مگر لوگوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ عورت
کبھی بیمار نہیں ہوئی آپنے فرمایا کہ تو مجھے اوسکی کچھ حاجت نہیں اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیماریوں اور دردوں کا ذکر فرمایا کہ درد سر ایسا ہے اور فلاں مرض ایسا ایک شخص نے
کہا کہ درد سر کیا ہوتا ہے میں تو اوسکو جانتا بھی نہیں آپنے فرمایا کہ تو مجھ سے علیحدہ رہ جو
کوئی چاہے کہ دوزخی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھے اور یہ اسلیے فرمایا کہ دوسری حدیث میں
وارد ہو چکا ہے کہ ہر ایماندار کے لیے بخار اوسکا حصہ ہے آتش دوزخ سے اور حضرت انس
اور حضرت عائشہ رضہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ
قیامت کے روز شہیدوں کے ساتھ بھی کوئی ہوگا آپنے فرمایا کہ البتہ جو شخص ہر روز
موت کو بیس بار یاد کر لیا کرے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد کرکے

سنجیدہ ہوا کرے۔ اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد مرض مین بہت ہوتی ہے پس جب فوائد
مرض کے بہت ہوے تو بعض اکابر نے تدبیر زوال مرض کی اور علاج بالکل ترک کیا اس وجہ سے
کہ اپنے واسطے اسمین نفع یا دقیق درجہ دیکھی اس جہت سے نہین چھوڑا کہ دوا کرنے کو نقصان
سمجھا ہو اور دوا کرنا نقصان کیسے ہوسکتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا
تنبیہ دوم اون لوگون کے اقوال کے رد مین جو دوا کرنے کو ہر حال مین افضل کہتے ہین
واضح ہو کہ اگر کوئی یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوا کی تھی تو اس نظر سے
کی تھی کہ وہ اورون کے لیے مسنون ہو جائے ورنہ دوا کرنا ضعفا کا حال ہے تو بڑی لوگون کا
درجہ مقتضی اسی امر کا ہے کہ توکل دوا کرنے پر کیا جائے تو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ تمھاری
تقریر کے بموجب توکل مین شرط ہونا چاہیے کہ پچھنے بھی نہ لگائے اور جوش خون کے وقت
فصد بھی نہ لیوے اگر وہ کہے کہ ان مین بھی شرط ہے تو یہ بھی لازم آویگا کہ اگر متوکل کو بچھو
یا سانپ کاٹے تو اوسکو اپنے پاس سے نہ ہٹاوے اسلیے کہ خون اندر کاٹتا ہے اور بچھو ظاہر مین ڈنک
کاٹتا ہے اور ان دونون مین کچھہ فرق نہین جیسے اوس سے علاحدگی بچاتی ہے ویسے ہی
اس سے بھی کنارہ کرے پھر اگر اسکو بھی شرط توکل کہے تو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ متوکل
کو چاہیے کہ تشنگی اور بھوک اور سردی کے گزند کو اپنے اوپر سے دور کرے انکے ضمن یعنی پانی
اور روٹی اور کپڑے سے دور کرے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین کہ کھانے اور پانی اور لباس
کا استعمال چھوڑنا داخل توکل ہے اور ان چیزون مین اور اول کی باتون مین کچھہ فرق نہین
بلکہ جسطرح دوا زوال مرض کا سبب ہے اسیطرح پانی زوال تشنگی کا باعث ہے اور ان سب
اسباب کو خدا تعالی نے اسیلیے بنایا ہے اور اسیطرح اپنی عادت رکھی ہے اور اسکے توکل
کی شرط نہونے کی یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضی نے حضرت عمر رضی کے عہد مبارک مین آپکے ساتھہ جب
قصد شام کا کیا اور جابیہ تک متصل دمشق کے پہونچے اونکو خبر پہونچی کہ شام مین طاعون بڑے زور کا
عظیم پھیلی ہوئی ہے اسے یہان لوگون کے دو فرقے ہوگئے کچھہ نے تو کہا کہ ہم وبا مین
نجائینگے اور جانتی آگ مین خود نگرینگے اور بعض لوگون نے کہا کہ ہم شہر مین جائینگے اور اللہ پر
توکل کرینگے خدا کی تقدیر سے گریز نکرینگے موت سے نہ بھاگینگے ورنہ اون لوگون کے
مانند ہو جاوینگے جنکی شان مین خدا تعالی فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا
مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ غرض دونون فریق حضرت عمر رضی کی خدمت مین حاضر ہوے

اور آپ سے مشورہ لیا آپ نے فرمایا کہ یہاں سے ہٹنا چاہیے وہاں میں داخل ہونا چاہیے جن
لوگوں کی تجویز آپ کے موافق نہ تھی اونھوں نے عرض کیا کہ کیا ہم خدا تعالیٰ کی تقدیر سے
بھاگیں آپ نے فرمایا کہ ہاں اوسکی تقدیر سے اوسکی تقدیر کیطرف بھاگتے ہیں اسمیں کیا مضائقہ
ہے پھر آپ نے اونکے سامنے ایک مثال بیان فرمائی کہ بھلا اگر کسی شخص کے پاس تم میں سے
ایک گلہ بکریوں کا ہو اور اوسکو دو گھاٹیاں چرانے کے لیے ہوں کہ ایک میں سبزی خوب ہو
اور دوسری خشک ہو تو وہ اگر سبزی والی میں چراویگا تب بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوگا اور
اگر خشک میں چراویگا تب بھی خدا تعالیٰ کی تقدیر سے ہوگا لوگوں نے آپکی تصدیق کی پھر
آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ کو طلب فرمایا کہ اونکی صلاح لیں وہ موجود نہ تھے حضرت عبدالرحمن
بن عوف صبح کو تشریف لائے آپ نے اونسے صلاح لی اونھوں نے فرمایا کہ اے امیر المومنین میرے پاس
اسمیں ایک حدیث ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنی ہے آپ نے فرمایا اللہ اکبر وہ
بیان کیجیے اونھوں نے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ جب کسی
سرزمین میں تم وبا سنو تو اوسمیں جرات نکرو اور جب ایسی جگہ میں وبا ہو جہاں تم موجود ہو تو وہاں
اوسکے بھاگنے سے نکلو حضرت عمر رضہ اسکو سنکر بہت خوش ہوئے اور اپنی رائے کی موافقت
حدیث سے معلوم کرکے خدا کا شکر کیا اور لوگوں کو وہاں سے لوٹا لے گئے تو اب دیکھنا چاہیے کہ
صحابہ رضہ اوسپر کیونکر اتفاق کر گئے توکل کو کیسے چھوڑا الا ان جیسے امور میں توکل ہوں تو سمجھا کر
کہ ترک توکل جو اعلیٰ مقامات میں سے ہے لازم آتا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ جس شہر میں وبا ہو
اوس سے نکلنے کو کیوں منع فرمایا ہے حالانکہ وبا کا باعث ہوا ہے اور بیماری ہوا کی تاثیر
اور ظاہر ہے کہ مضر چیز سے گریز کرنا عمدہ علاج ہے تو کیا وجہ ہے کہ اوسکی اجازت نہیں دی گئی تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ اسمیں تو خلاف نہیں کہ مضر چیز سے گریز کرنا داخل ممانعت نہیں بیشک گریز کرنا
اور دفع کرنا یہی کہ مضر چیز سے بچنے کی حاجت ہے اور ان ہی باتوں میں توکل کا
چھوڑنا مباح ہے مگر اس سے کچھ مقصود و فائدہ کو بالائے پردہ لا نہیں پایا جاتا ہے خلاصہ اسکا
معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا ضرر صرف ظاہر بدن پر لگنے سے نہیں ہوتا بلکہ جو ہوا شہر میں لمبے عرصہ
سے رہتی ہے یعنی جب ہوا میں بدبو اور نقصان ہوتا ہے اور اوسمیں زیادہ سانس لیا جاتا ہے
تو وہ پہنچتی ہے اور دل اور اندر کے پردوں میں سانس کے ذریعہ سے پہنچتی ہے اور پہنچکر تاثیر کرتی ہے
پھر حال ظاہر بدن پر وبا ظاہر نہیں ہوتی جب تک کہ باطن میں خوب تاثیر نہ کر چکے اسمیں مدت لگتی

اگر کوئی شخص شہر میں بچ رہتا ہوا وہاں سے نکلیگا تو غالب یہی ہے کہ جو تاثیر ہوا کی اوسکو ہو چکی ہے
اوس سے نہ بچیگا لیکن احتمال خلاصی کا بھی ہے کہ ابھی شاید تاثیر قوی نہ ہوئی ہو تو یہ وہاں سے نکلنا
ایک وہمی سبب خلاصی کا ہوا جیسے جھاڑ پھونکنا اور شگون وغیرہ ہوتے ہیں اب اگر وہاں سے
نکلنے میں صرف یہی بات پائی جاتی تو مخالف توکل نہ تھی اور نہ اوسکی ممانعت ہوتی لیکن نکلنا
ایک اور وجہ سے بھی منع ہے وہ یہ ہے کہ اگر تندرستوں کو اجازت نکلنے کی دیجاے تو شہر میں صرف
مبتلایان وبا کے اور کوئی نہ رہیگا کہ انکو کھانا کھلاوے یا پانی کا گھونٹ پلاوے اور وہ خود بوجہ
ان باتوں کے اپنے مرض کے باعث نہیں ہو سکتے اس حال میں تندرستوں کا وہاں سے نکلنا
گویا حقیقت میں بیماروں کو زندہ درگور کرنا ہے جنکی توقع زیست باقی ہے جیسے تندرستوں کو
احتمال بچ جانیکا ہے ویسا ہی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بچ جاویں اگر تندرست وہاں ٹھیرے رہیں
تو موت کا یقین نہیں کہ خواہی نخواہی مرجاوینگے اور اگر چلے جاوینگے تو بچنے کا یقین نہیں مگر
اونکا نکلنا البتہ باقی بیماروں کے حق میں یقینی زہر ہوگا - اور مسلمان سب باہم مثل عمارت
کے ہیں کہ ایک کی تقویت دوسرے سے ہے یا مثل جسم کے اعضا کے ہیں کہ جب ایک عضو میں درد ہوتا ہے
تو دوسروں کو بھی بیچینی ہوتی ہے پس نکلنے سے منع کرنیکی وجہ یہ ہے نہ وہ جو آپ ہی معلوم ہوتی ہے
آگے خدا جانے - اور جو شخص ابھی تک شہر میں داخل نہیں ہوا اوسکے حق میں یہ بات نہیں ہے
یعنی اوسکے باطن میں ہوا نے اپنا اثر نہیں کیا نہ شہر کے بیماروں کو اوسکی حاجت ہے کہ اگر وہ
نہ آویگا تو بیتاب ہو جاوینگے ہاں اگر بالفرض وبا والے شہر میں سوای بیماروں کے لوگوں کے اور کوئی
نہ رہا ہو اور انکو حاجت خدمت گذاروں اور غمخواروں کی ہو اور اوس وقت کچھ لوگ اونکی اعانت
کو آویں تو کیا عجب ہے کہ اونکا اسطرح آنا مستحب گنا جاوے اور منع نہو اسلیے کہ ضرر کا ہونا تو موہوم
ہے اور بقیہ مسلمانوں سے ضرر کا دفع کرنا یقینی اور یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں وبا سے
بھاگ جانے کو ایسا فرمایا ہے جیسے جہاد کی صف سے بھاگنا یعنی اپنے بھاگنے سے دوسرے
مسلمانوں کی دلشکنی اور اونکے تباہ ہونے میں سعی پائی جاتی ہے - یہ باتیں باریک ہیں جو
انکو لحاظ نہیں کرتا اور ظاہر احادیث و آثار پر نظر کرتا ہے تو اوسکے نزدیک اکثر باتیں جو
اوسکے گوش زد ہوتی ہیں ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہوتی ہیں عابدوں اور زاہدوں کو
ایسی صورتوں میں بہت دھوکا پڑتا ہے اور غلطی کیجاتی ہے ہاں علما کو خدا تعالی نے اسی سے
مشرف کیا ہے - اب تقریر گذشتہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوا کی نہ کرنے میں بہتری ہے

تو اوسپر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوا کی ہو تا کہ یہ فضل بھی آپکو
ملتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ دوا کرنے کی فضیلت اوسی شخص کے حق مین ہے کہ جو اپنے
بہت سے گناہون کا مرض کو کفارہ کیا چاہتا ہو یا تندرستی کی حالت مین اپنے نفس کی سرکشی سے
خوف رکھتا ہو یا شہوات کے غلبے کا ڈر ہو یا غلبہ غفلات کی جہت سے موت کا یاد رکھنا چاہتا ہو
یا مقامات مشکلہ مین اور بعض شخصون سے قاصر ہو کر صابرین ہی کے ثواب کا خواہان ہو یا خوف ہو
کہ طبیعت ہی اور خدای تعالی نے دو اونمین سے کسی بات مین اونکو خوب تجربہ کرتا ہو حتی کہ دوا اونکو تکلیف
جہان تک چھوڑ سکتے ہی جانتا ہو یا ایسی حالت مین ایسا مشغول ہو کہ دوا اوتار سکتا ہو اور اگر دوا کرے
تو اوس حالت سے جاتا ہے کیونکہ دونون کے جمع کی تاب ضعف سے نہین رکھتا غرض کہ
مانع علاج کی یہی باتین ہین اور یہ سب اوصاف بہت بعض لوگون کے کمال مین درحقیقت ہین مگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کے لحاظ سے نقصان مین شامل ہین بلکہ آپ کا مقام ان
سب مقامات سے اعلی اور اشرف تھا اسلیے آپکا حال مقتضی اس امر کا تھا کہ آپکا مشاہدہ اسباب کا
وجود و عدم دونون مین ایکسا ہی کیونکہ آپکو بہر حال التفات مسبب الاسباب ہی کیطرف تھا اور
جس شخص کا رتبہ یہ ہو اوسکو اسباب سے کچھ ضرر نہین ہوتا جیسا کہ ہم نے مال کے باب مین بیان
کیا ہے کہ اوسکی رغبت بھی نقصان ہے اور اوس سے نفرت بھی گو کمال ہے مگر نقص کی نسبت
اوس شخص کے جسکے نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہو نقصان ہے یعنی ڈھیلے اور سونے کا
برابر ہونا اس بات سے کامل تر ہے کہ سونے سے نفرت ہو اور ڈھیلے سے نہو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہی حال تھا کہ ڈھیلا اور سونا آپکے نزدیک برابر تھا اور اوسکو آپ اسلیے نہ رکھتے تھے
کہ خلق کو مقام زہد کی تعلیم فرماوین کہ غایت انکی قوت کی یہی ہے نہ اس خوف سے کہ اوسکے
رکھنے سے آپکے نفس کو معاذ اللہ کسیطرح کا ڈر تھا اس سے تو آپکا رتبہ کہین بڑھا ہوا تھا
کہ دنیا آپکو فریب دے سکے آپکے اوپر زمین کے خزانے پیش کیے گئے آپنے اونکا قبول نفرمایا
اسی جیسے مشاہدے کی جہت سے آپکے نزدیک اسباب کا استعمال کرنا اور نکرنا مساوی
تھا اور استعمال دوا کو جو چھوڑا تو اس نظر سے کہ خدای تعالی کی عادت اسیطرح جاری ہے
اور امت کو اونکی حاجت کی چیز کی اجازت دینی منظور تھی باوجودیکہ اسمین کچھ ضرر نہین
بخلاف مال جمع کرنے کے کہ اوسکا ضرر بہت بڑا ہے ہان دوا کرنے کا ضرر ایک صورت
مین ہو سکتا ہے کہ صرف دوا ہی کو نافع سمجھے نہ اوسکے پیدا کرنے والے کو یہ امر البتہ ممنوع ہے

اس باب مین حدیث پیغمبر کی گزری ۱۲

ممنوع ہے یا اوس صورت مین ہوسکتا ہے دوا کرنے سے حصول صحت اسلیے منظور ہو کہ اوس سے
اعانت معاصی پر لیجاوے تب بھی ممنوع ہے مگر یہ دونون صورتین شاذ و نادر ہین اکثر ایسا نہ
ہو کہ بیماری کے واسطے کوئی دوا کو بذات خود مفید سمجھے بلکہ اسی لحاظ سے
مفید جانتا ہے کہ خداے تعالی نے اوسمین نفع رکھا ہے جس طرح کہ پانی اور روٹی کو پیاس بھوک کے لیے
بذات خود نافع نہین جانتا اس پر کہ حکم دوا کرنے کا وہ ہے جو حکم اوس کام کا ہے جسکے لیے
دوا کیا ہے یعنی اگر طاعت کے لیے دوا کیا ہے کہ شکایت طاعت کا باعث ہو تو ایسا ہی حکم ہوگا اور اگر
اسلیے ہے کہ شفا جلد ہو جاوے تو ویسا ہوگا اس ساری تقریر سے ظاہر ہوا
کہ بعض احوال مین دوا نہ کرنا افضل ہے اور بعض مین دوا کرنا ہی افضل ہوتا ہے اور یہ فضیلت باعتبار
حالات اور لوگون اور اونکی نیتون کے مختلف ہوتی ہے اور نیز معلوم ہوا کہ توکل مین دوا کا کرنا
یا نہ کرنا کچھ شرط نہین ہے صرف اسقدر شرط ہے کہ بعض باتون کو چھوڑ دے جو تدبیرون مین پہنچا جاتا ہے
جو متوکلین کے شان مین زیبا نہین ہین چنانچہ مرض کے ظاہر کرنے اور پوشیدہ رکھنے کے بیان مین
جاننا چاہیے کہ مرض اور افلاس اور تمام مصائب کو پوشیدہ رکھنا نیکی کے خزانون مین ہے
اور بڑا رتبہ عالی ہے اسلیے کہ خداے تعالی کے حکم پر راضی ہونا اور اوسکی بلا پر صبر کرنا اور
وہی معاملہ ہے جو بندے مین اور خداے تعالی مین ہے تو اوسکو چھپانے مین آفتون سے
زیادہ تر بچاو کی صورت ہے بلکہ ہم اوسکے ظاہر کرنے مین بشرطیکہ نیت درست ہو کچھ
مضایقہ نہین اور یہی غرض جسکے لیے ظاہر کرنا مرض وغیرہ کا درست ہو تین ہین اول یہ کہ
مقصود اوسکے اظہار سے طلب علاج ہو یعنی طبیب سے اپنا حال بیان کرے نہ شکایت کے
طور پر بلکہ حکایت کے طور پر کہ جو کچھ قدرت اللہ تعالی کی اوسپر ظاہر ہو جون کی تون نقل کر دی
چنانچہ حضرت بشر رح عبدالرحمن طبیب کے سامنے اپنے درد کا بیان کیا کرتے اور حضرت امام احمد
بن حنبل رح جو مرض ہوتا اوسکو بیان کرتے اور فرماتے کہ جو کچھ اللہ تعالی کی قدرت نے مجھ مین
اثر کیا ہے مین صرف اوسکو کہتا ہون دوسرے یہ کہ مریض مقتدا لوگون مین سے ہو اور معرفت
مین مستقل ہو وہ اپنے مرض کو سواے طبیب کے اور لوگون سے اس غرض سے کہے کہ لوگ اوس سے
اچھی طرح صبر کرنا سیکھین بلکہ اچھی طرح شکر کرنا تعلیم پاوین یعنی اسی طرح مرض کو بیان کرے
کہ اوس سے معلوم ہو کہ اسکے نزدیک مرض ایک نعمت ہے اور جسطرح نعمت کا ذکر
کرتے ہین اسیطرح مرض کا بھی ذکر کرے کہ لوگ اوسپر شکر کیا کرین حضرت حسن بصری رح

فرماتے ہین کہ جب مریض اللہ تعالی کی حمد و شکر کے بعد اپنا درد بیان کرتا ہے تو یہ بیان داخل
شکایت نہین ہوتا - تیسرے یہ کہ اظہار مرض سے غرض اپنی عاجزی اور خدای تعالی کیطرف
احتیاج ظاہر کرنی ہو اور یہ صورت ایسے شخص سے اچھی معلوم ہوتی ہے جو قوت و شجاعت کے
شایان ہو اور عاجزی کرنی اوس سے بعید معلوم ہوتی ہو جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حالت
مرض مین لوگون نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ برا ہون لوگ ایک دوسرے کو
تاکنے لگے یعنی اس جواب کو اچھا نہ جانا بلکہ شکایت سمجھی آپ نے فرمایا کہ کیا مین خدای تعالی پر
بہادری کرون غرضکہ آپ نے اپنا عجز اور احتیاج خدای تعالی کیطرف ظاہر کرنی اچھی سمجھی باوجودیکہ
آپ کی قوت و شجاعت معروف و مشہور تھی اور آپ نے وہی طریق چلے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے آپ کو تعلیم فرمایا تھا کہ جب آپ بیمار ہوے تھے تو دعا مانگتے کہ الہی مجکو بلا پر صبر عنایت فرما
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا کا سوال تو تم نے خود کیا اللہ تعالی سے تندرستی کی
دعا مانگو - حاصل یہ کہ ان تینون نیتون سے مرض کے ذکر کرنے کی اجازت ہے اور اظہار مین
انکی شرط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذکر مرض شکایت ہے اور خدای تعالی کی شکایت کرنی حرام ہے
جیسے کہ افلاس کے باعث سوال کی حرمت مین ہم ذکر کر چکے ہین کہ شکایت کے متضمن ہونے
کی جہت سے بدون ضرورت حلال نہین ہوتا اور ذکر مرض قرینہ خفگی اور خدای تعالی کے
فعل کو اچھا نہ جاننے کی وجہ سے شکایت ہو جاتا ہے پس اگر قرینہ خفگی بھی نہو اور وہ تینون
نیتین مذکورہ بالا ہون تو اظہار مرض کو حرام تو نہین کہہ سکتے البتہ یہ کہینگے کہ اسکا اظہار نکرنا
بہتر تھا کیونکہ اسمین بعض اوقات تو وہم شکایت کا ہوتا ہے اور بعض اوقات بناوٹ کو دخل
ہوتا ہے کہ جسقدر بیماری موجود ہو اوس سے زیادہ بیان ہو جاتی ہے یا جسقدر توکل و دوا کرتے ہین
کیا ہے اوس سے زیادہ کہدیا جاتا ہے ایسی صورت مین اوسکے لیے اظہار کی کوئی وجہ نہین معلوم
ہوتی اظہار کی نسبت اگر دوا کرے اور آرام پاوے تو اچھا ہے - اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ جس شخص نے مرض کو کہدیا اوسنے صبر نہین کیا اور قرآن مجید مین جو صبر جمیل وارد ہے
اوسکی تفسیر مین لکھا ہے کہ اوس سے مراد وہی صبر ہے جسمین شکایت نہو - اور حضرت یعقوب علیہ السلام
سے کسی نے پوچھا کہ آپکی آنکھین کس چیز نے کھوئین آپ نے فرمایا کہ مرور زمان اور کثرت اندوہ نے
پس اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تم میری شکایت کے لیے میرے بندون کے سامنے تیار ہوئے
آپ نے عرض کیا کہ الہی مین نے توبہ کی اب ایسا نہوگا - اور حضرت طاؤس اور مجاہد رحمۃ اللہ

لکھتے ہین کہ بیمار پر اوسکا آہ آہ کرنا لکھا جاتا ہے اور بعض سلف بیمار کی آہ کو برا جانتے تھے اس سبب سے کہ آہ کرنا بھی ایسی بات کا اظہار ہے جو مقتضی شکایت ہے یہانتک کہ روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے شیطان کا بہرہ اور کچھ نہین ہوا بجز اسکے کہ آپ نے اپنے مرض مین آہ کی تھی اوس ملعون نے آپ کی اسی آہ کو اپنا بہرہ کر لیا۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ جب بندہ مرض مین مبتلا ہوتا ہے اللہ تعالی دونون فرشتون کو وحی فرماتا ہے کہ دیکھو اپنے عیادت کرنے والون سے کیا کہتا ہے پس اگر مزاج پوچھنے والون سے خدا کا شکر اور وصف بیان کرتا ہے تو فرشتے اوسکے لیے دعاء خیر کرتے ہین اور اگر وہ شکایت کرتا ہے اور برائی بیان کرتا ہے تو دونون فرشتے کہتے ہین کہ تو ایسا ہی رہیگا۔ اور بعض عابد شکایت کے خوف سے اور اس ڈر سے کہ کہین کلام زیادہ نہو جاوے اپنی عیادت بری جانتے تھے کہ اگر بیمار پڑتے تو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیتے کوئی اونکے پاس نجاتا جب اچھے ہوتے تو خود ہی لوگون مین نکلتے یہی حال فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد اور بشر بن الحارث رح کا تھا اور حضرت فضیل فرمایا کرتے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ بیمار ہون مگر عیادت کرنیوالے نہون مین بیماری انھین لوگونکی باعث گھبراتا ہون

چھٹا باب محبت اور شوق اور انس و رضا کے بیان مین

رباعی

چاہے ہے جو سلوک راہ دین اے دلبر
اول ہی سے اپنا رہنما شوق کو کر
پھر داغ محبت سے بنا دیدہ دل
تا انس و رضا کا آوے میدان نظر

جاننا چاہیے کہ محبت الٰہی سب مقامات مین سے انتہا درجہ کی غایت اور سب مین بلند رتبہ رکھتی ہے اسلیے کہ بعد ادراک محبت کے کوئی سا مقام کیون نہو خواہ شوق ہو یا انس یا رضا وغیرہ سب اسکے توابع اور ثمرات ہین اور محبت سے پہلے جتنے مقامات مثل توبہ اور صبر اور زہد اور دوسرے مقامات کے ہین وہ سب محبت کے مقدمات ہین۔ اور دوسرے مقامات اگرچہ اونکا ہونا بہت نادر ہے پھر بھی سب دلون مین اونکا امکان ہوتا ہے اور اوسکے امکان کے ایمان سے کوئی دل خالی نہین ہوتا مگر محبت الٰہی پر ایمان ہی لانا مشکل ہے کہ یہانتک کہ بعض علما نے اسکے امکان ہی سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ محبت الٰہی کے یہی معنی ہین کہ اوسکی طاعت پر مواظبت کیجاوے اور محبت حقیقی خدا ہی تعالی کے ساتھ محال ہے کیونکہ وہ اپنی جنس اور مثل کے ساتھ ہوتی ہے اور ان لوگون نے جب محبت کا انکار کیا تو انس و شوق

اور لذت مناجات اور تمام لوازم محبت کو انکار کر بیٹھے اسلیے اس باب میں ہمکو ضرور ہوا کہ جو امور محبت سے متعلق ہیں مع دلائل شرعی کے جو محبت میں وارد ہیں بیان کریں اور یہ باب مشتمل ہے دو فصلوں اور ایک خاتمے پر

فصل اول محبت کے ذکر میں اور اسمیں بھی بارہ بیان ہیں

اول بیان دلائل شرعی کا اس باب میں کہ بندے کو محبت خداے تعالیٰ سے ہوتی ہے یعنی اس محبت کا وجود ہے — جاننا چاہیے کہ جمیع امت کا اتفاق اسپر ہے کہ بندہ کو خداے تعالیٰ اور اوسکے رسول سے محبت فرض ہے پس اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر محبت کا وجود ہی نہو تو فرض کیسے کیا ہوگی اور محبت کی تفسیر جو بعضے لوگ طاعت سے کرتے ہیں وہ کیسے ہو سکتی ہے اسلیے کہ طاعت تو تابع محبت اور اوسکا ثمرہ ہے پہلے محبت کا وجود ہوے تو پھر محبوب کی اطاعت ہو — اور محبت کے وجود پر یہ دلیل ہے کہ خداے تعالیٰ ارشاد فرماتا يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت کا وجود بھی ہے اور اسمیں تفاوت بھی ہوتا ہے — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں محبت الٰہی کو شرط ایمان فرمایا ہے چنانچہ ابو رزین عقیلی نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ اللہ اور اوسکے رسول کا تجھے نزدیک سب اونکے ماسوا سے محبوب تر ہونا ایمان ہے — اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا اور دوسری حدیث میں ہے کہ لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ اور ایک روایت میں ومن نفسہ بھی ہے اور کیون نہو کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ اور اسکو تہدید اور انکار ہی کی جگہ میں ارشاد فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محبت کے لیے حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ بِهِ مِنْ نِعَمِهِ وَأَحِبُّونِي لِحُبِّ اللهِ إِيَّايَ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ سے محبت رکھتا ہون آپنے فرمایا کہ مفلسی کے لیے تیار ہو رہو اوسنے عرض کیا کہ میں اللہ سے محبت رکھتا ہون آپنے فرمایا کہ تو بلا کے لیے تیار ہو جا — اور حضرت

عمر رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رضی کو آتے ہوئے دیکھا
کہ ایک مینڈھے کی کھال کمر سے لپیٹے چلے آتے ہیں آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو
دیکھو کہ اللہ تعالی نے اسکا دل روشن کر دیا ہے میں نے اوسکو اوسکے ماں باپ کے سامنے
دیکھا تھا کہ اوسکو عمدہ کھانا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے اب اللہ اور رسول کی محبت نے اسکا
یہ درجہ کیا جو دیکھتے ہو اور حدیث مشہور میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ملک الموت
علیہ السلام سے اوسوقت ارشاد فرمایا جب وہ آپکی روح کے قبض کے لیے تشریف لائے کہ کہیں
تمنے کوئی ایسا خلیل دیکھا ہے جو اپنے خلیل کو مارے اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی کہ کہیں تمنے
کوئی ایسا محبت والا دیکھا ہے کہ اپنے حبیب کی ملاقات کو برا جانے یہ سنکر ملک الموت
علیہ السلام سے فرمایا کہ لے اب قبض کر - اور یہ بات اوسی بندے سے ہو سکتی ہے جو اللہ تعالی سے
تمام دل سے محبت رکھتا ہے وہ جب جانتا ہے کہ موت سبب ملاقات کا ہے تو اوسکا دل موت کیطرف
راغب ہوتا ہے اور خدای تعالی کے سوا کوئی محبوب نہیں ہوتا کہ اوسکی طرف التفات کرے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں یہ ارشاد فرماتے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ
مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ وَاجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ
اور ایک اعرابی آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب
ہوگی آپ نے پوچھا کہ تو نے اوسکا کیا سامان کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ میں نے بہت سی
نمازیں اور بہت روزے تو ذخیرہ نہیں کیے مگر مجھکو اللہ تعالی اور اوسکے رسول سے محبت
ہے آپ نے فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے حضرت انس
فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جیسا
اس بات کو سنکر خوش ہوے - اور حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہیں کہ جو شخص خالص محبت
الہی سے مزہ چکھتا ہے وہ ذائقہ طلب دنیا سے اوسکو روکتا ہے اور تمام آدمیوں سے اوسکو
وحشت دلاتا ہے - اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ جو شخص خدای تعالی کو پہچانتا ہے اوسکو
محبوب جانتا ہے اور جو دنیا کو پہچانتا ہے اوس میں زہد کرتا ہے اور ایماندار آدمی لہو میں نہیں
پڑتا کہ غافل ہوجاوے وہ تو جب فکر کرتا ہے اندوہ کرتا ہے - اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی مخلوق میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنت اور اوسکے درمیان کی
نعمت اونکو خدای تعالی سے نہیں روکتی دنیا کے باعث تو کیسے خدای تعالی سے باز رہینگے

ابو نعیم در حلیہ

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین شخصوں پر گذرے جنکے بدن لاغر اور رنگ متغیر تھے آپ نے پوچھا کہ تمھارا یہ حال کیوں ہوا ہے اونھوں نے عرض کیا کہ آتش دوزخ کے خوف سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوف والوں کو ضرور امن بخشیگا پھر وہاں سے بڑھکر آپ اور تین شخصوں پر گذرے وہ پہلوں سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ کے متغیر تھے آپنے اونسے پوچھا کہ تمھارا یہ حال کس وجہ سے ہوا اونھوں نے عرض کیا کہ جنت کے شوق کے باعث ہوا آپ نے فرمایا کہ ضرور ہے کہ خدا ہی تعالیٰ تمکو وہ چیز عنایت کرے جسکی تم متوقع ہو پھر آپ آگے بڑھے اور تین شخص دیکھے جو پہلے دونوں فریقوں سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ بدلے تھے گویا کہ یہ عالم تھا کہ گویا اونکے منہ پر آئینے چمکتے تھے آپنے اونسے پوچھا کہ کس چیز سے تم ایسے ہو گئے ہو اونھوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہیں آپنے فرمایا کہ مقرب تمہیں ہو مقرب تمہیں ہو — اور عبدالواحد بن زید رحمہ فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص پر گذرا جو برف میں کھڑا ہوا تھا میں نے پوچھا کہ تمکو سردی نہیں معلوم ہوتی اوسنے کہا کہ جو شخص محبت الٰہی میں گم رہتا ہے اوسکو سردی نہیں معلوم ہوتی — اور سری سقطی رح فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جنکو محبت الٰہی غالب ہوگی اونکو انبیا کے نام سے پکارینگے مثلاً ارشاد ہوگا کہ اے امت موسیٰ اور اے امت عیسیٰ اور اے امت محمد مگر محبان اس طرح پکارے جاوینگے کہ اے اولیاء اللہ خدا کی کیطرف چلو اونکے دل خوشی کے مارے نکلے پڑتے ہونگے — اور ہرم بن حیان رح فرماتے ہیں کہ ایماندار جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اوس سے محبت کرتا ہے اور جب محبت کرتا ہے تو اوسی کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس توجہ کا مزا پاتا ہے تو دنیا کیطرف خواہش کی نظر سے نہیں دیکھتا نہ آخرت کی طرف کاہلی کی نظر سے دیکھے اپنے جسم سے تو دنیا میں رہتا ہے اور روح سے آخرت میں — اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ خدا ہی تعالیٰ کا عفو تمام گناہوں کو لے لیتا ہے پس اوسکی رضا کا کیا حال ہوگا اور اوسکی رضا میں سب امیدیں باقی ہیں تو اوسکی محبت کیسے ہوگی اور اوسکی محبت عقلوں کو بیہوش کر دیتی ہے اوسکی مودت کا کیا ٹھکانا ہے اور اوسکی مودت غیر اللہ کو بھلا دیتی ہے تو اسکا لطف کیسا کچھ ہوگا اور بعض کتب آسمانی میں ہے کہ اے میرے بندے قسم ہے مجکو تیرے حق کی میں تجھسے محبت رکھتا ہوں تجکو بھی میرے حق کی قسم ہے کہ میرا محب ہو جا — اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ ایک رائی کی برابر محبت میرے نزدیک ستر برس کی عبادت سے اچھی ہے جو بے محبت ہو اور یحییٰ

اور بعضون کا قول ہے کہ الٰہی میں تیرے صحن میں کھڑا ہوں اور تیری ثنا میں مشغول ہوں تو نے
مجکو پیشتر ہی سے اپنی طرف لے لیا اور لباس اپنی معرفت کا اوپر کیا اپنے لطف سے پھر تو نے
احوال و اعمال پر وہ پوشی اور توبہ اور زہد اور شوق اور رضا اور محبت میں مجکو بدلتا رہا اپنے
حوضون سے مجکو پلایا اور اپنے باغون میں پھرایا میں تیرے امر کا ملازم اور تیرے قول میں
مشغول رہا جب میری مونچھیں نکلیں اور قدرت ہو گئی تو آج بڑا ہو کر میں تجھسے کیسے
پھر جاؤن میں تو لڑکپن ہی سے ان امور کا تجھسے عادی ہو رہا ہوں میں تو جب تک رہونگا
تیرے ہی گرد پھرتا رہونگا اور انکسار کے ساتھ تیرے سامنے گڑگڑاؤنگا کیونکہ میں تجھسے
محبت رکھتا ہوں اور ہر ایک محب اپنے حبیب ہی سے شغوف رہتا ہے اور اوسکے غیر سے
معرض رہتا ہے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے باب میں اخبار و آثار اتنے ہیں کہ شمار میں
نہیں آسکتے اور یہ ایک امر ظاہر ہے خفا اگر ہے تو محبت کے معنون کی تحقیق میں ہے اسلیے ہم اوسکی طرف توجہ کرتے ہیں
دوسرا بیان محبت کی حقیقت اور اوسکے اسباب کے بیان میں اور اس امر کی تحقیق میں
کہ بندے کی محبت خدای تعالیٰ کے ساتھ ہونے کے کیا معنی ہیں۔ واضح ہو کہ اس بیان کا
مطلب جب تک نہ کھلیگا جبتک کہ محبت کی حقیقت فی نفسہا نہ بیان کیجائے پھر اوسکی
شرطون اور سبب کی معرفت بیان ہو پھر اسکے بعد اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالیٰ کے
کے باب میں اس محبت کے ہونے کے کیا معنی ہیں پس سب سے اول تو یہ بات اوسکے قابل
سمجھنے کے ہے کہ بدون معرفت و ادراک کے محبت نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ انسان اوسی
چیز سے محبت کرتا ہے جسکو پہچانتا ہے اور یہی لحاظ جمادات کو اس صفت سے موصوف نہیں
کر سکتے بلکہ یہ خاصیت زندہ اور ادراک رکھنے والے کی ہے پھر مدرکات جو دیکھتے ہیں تو
وہ یا تو ادراک والے کی طبیعت کے موافق اور مناسب اور لذت دہ ہوتی ہیں یا اوسکی
طبیعت کے مخالف اور ایذا رسان ہوتی ہیں یا اونمین اثر لذت رسانی اور ایذا دہی کا
کچھ بھی نہیں ہوتا ان تینوں قسمون میں سے ایسے مدرکات جنکے ادراک سے مدرک کو لذت
اور راحت ہو وہ اوسکے نزدیک محبوب ہوا کرتی ہیں اور جنکے ادراک سے رنج ہو وہ اوسکے
نزدیک مبغوض ہوتے ہیں اور جنمین ادراک کے بعد نہ رنج ہو نہ راحت اوسکو نہ مدرک کے نزدیک
محبوب کہہ سکتے ہیں نہ مبغوض غرضکہ ہر ایک لذیذ چیز لذت پانے والے کے نزدیک محبوب
ہوتی ہے اور اوسکے محبوب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ طبیعت میں اوسکی طرف کو میل ہے

اور مبغوض کے یہ معنی ہین کہ طبیعت کو اوس سے نفرت ہے پس محبت اسیکا نام ہے کہ طبیعت کا میل ایسی شی کیطرف ہو جس سے لذت ملتی ہو اگر یہ میل طبیعت پختہ اور قوی ہو جاتا ہے تو اوسکو عشق کہنے لگتے ہین اسیطرح بغض طبیعت کی نفرت کو رنج و مصیبت رسان سے کہتے ہین اور جب یہ نفرت قوی ہو جاتی ہے تو اوسکو مقت کہتے ہین — یہ ہین معنی محبت کی حقیقت کے کہ جنکا جاننا ضرور ہے — امر دوم اہم یہ ہے کہ از انجا کہ محبت تابع ادراک اور معرفت کے ہے تو بحسب انقسام مدرکات اور حواس کے اوسکی بھی تقسیم ہو گی اسلیے کہ ہر حس کیواسطے مدرکات مین سے ایک خاص چیز کا ادراک ہوتا ہے اور ہر ایک کو بعض مدرکات سے لذت ہوتی ہے اور اوسی لذت کے باعث طبیعت کو اوس چیز کیطرف میل ہوتا ہے تو بلا شبہ وہ طبیعت کے نزدیک شی محبوب ہوتی ہے مثلاً آنکھ کی لذت دیکھنے کی چیزون مین یہ ہے کہ اچھی چیزین اور صورتین دیکھے اور کان کی لذت نغمات دلآویز اور موزون آوازون مین ہے اور ناک کی لذت عمدہ خوشبوؤن مین اور ذائقہ کی لذت غذاؤن مین اور لمس کی لذت نرمی اور نازکی مین اور چونکہ یہ مدرکات حواس کو لذت دیتے ہین تو اسلیے محبوب ہین یعنی طبع سلیم کو انکی طرف رغبت ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حُبِّبَ اِلَیَّ مِن دُنیَاکُم ثَلَاثٌ الطِّیبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَینِی فِی الصَّلٰوۃِ اس حدیث مین آپ نے خوشبو کو محبوب فرمایا اور ظاہر ہے کہ اوس سے آنکھ اور کان کو کچھ بہرہ نہین بلکہ صرف سونگھنے کی حس کو ہے اور عورتون کو محبوب فرمایا حالانکہ اونسے بہرہ دیکھنے و چھونے کو بینائی اور لمس کو ہی اور نماز کو آنکھ کی ٹھنڈک ارشاد فرمایا اور اسکو سب سے زیادہ محبوب ٹھہرایا اور ظاہر ہے کہ نماز سے حواس خمسہ کو کچھ بہرہ نہین بلکہ ایک چھٹی حس کو جو دل کے ماتحت ہے اوسکا ادراک اوسیکو ہے جسکے دل ہو — اور جو حواس خمسہ کی لذات ہین تو انسان کے شریک بہائم بھی ہین پس اگر محبت کو مدرکات حواس خمسہ پر منحصر کرتے کہین کہ خدا وند کریم حواس مدرک نہین ہوتا اور خیال مین صورت نہین پکڑتا اسلیے اوسکی محبت بھی نہین ہو سکتی تو اس صورت مین انسان کی خاصیت بیکار ٹھہرے گی اور وہ چھٹی حس جسکے سبب انسان حیوانات سے ممتاز ہے اور جسکو عقل یا نور یا قلب یا کوئی اور اسطرح کا لفظ کہہ سکتے ہین اوسکو باطل کرنا ہو گا اور یہ امر بعید ہے اسلیے کہ بصیرت باطنی ظاہری بینائی کی نسبت قوی تر ہے اور قلب کی نسبت آنکھ کے زیادہ تر ادراک ہے اور وہ معانی جو عقل سے مدرک ہوتے ہین اونکا جمال

نسائی بروایت انس
اور اسمین علت نہین ہے

بنسبت ظاہر کی صورتوں کے جو آنکھ کو سوجھتی ہیں زیادہ ہے پس ضرور ہے کہ جن امور شریفہ الٰہیہ کو
قلب ادراک کرتا ہے اور وہ حواس سے نہیں معلوم ہو سکتے اونکے ادراک سے قلب کو جو لذت
ہوتی ہے وہ کامل اور مکمل ہو اسیلیے طبع سلیم کا میل اوسکی طرف قوی تر ہوگا اور محبت
اسکا نام ہے کہ طبیعت کو ایسی چیز کیطرف رغبت ہو جسکے ادراک میں لذت ہو چنانچہ عنقریب
اسکی تفصیل آگے ہوگی اس صورت میں محبت الٰہی کا انکار وہی کریگا جو درجہ بہائم میں ہو اور
ادراک حواس سے مطلق آگے قدم نرکھے تقسیم اسباب یہ ہے کہ یہ بھی بات ہے کہ انسان اپنے
نفس کو محبوب جانتا ہے اور اسمیں بھی شبہ نہیں کہ انسان کبھی غیر کو بھی اپنے نفس کیلیے
محبوب جانتا ہے اور یہ امر کہ غیر سے محبت صرف اوسکی ذات کےلیے بدون اپنے نفس کی غرض
کے بعض لوگوں پر مشکل ہوگیا ہے اونکے نزدیک ممکن ہی نہیں کہ انسان دوسرے شخص سے اوسکی
ذات کے لیے محبت کرے اور اپنے آپ کو اوس سے کچھ بہرہ نہو اور حق یہ ہے کہ یہ بھی بات
ممکن ہے اور موجود بھی ہے اسیلیے ہم محبت کے اسباب و اقسام کو بیان کرتے ہیں پس اوسکی تفصیل
یہ ہے کہ ہر ایک زندہ کے نزدیک سب سے اول محبوب اوسکا نفس اور ذات ہے اور اپنے نفس کی
محبت کے یہ معنی ہیں کہ اوسکی طبیعت میں رغبت اپنے وجود کی دوام اور بقا کی ہے اور عدم
اور ہلاک کی نفرت اسیلیے کہ محبوب بالطبع وہی چیز ہوا کرتی ہے جو محبت والے کے مناسب ہو
اور اپنے نفس کے دوام اور بقا سے کونسی چیز زیادہ موافق ہوگی اور اپنے عدم اور ہلاک سے بڑھکر کونسی
چیز مخالف ہوگی اسیلیے انسان دوام وجود سے محبت رکھتا ہے اور قتل اور موت سے نفرت
نہ اسیلیے کہ اوسکو موت کے بعد کا خوف عذاب وغیرہ ہوتا ہے یا موت کے وقت کی جانکندنی
سے ڈرتا ہے بلکہ اگر بالفرض ایسی طرح پر مرے کہ کچھ بھی صعوبت جانکندنی کی نہو اور نہ ثواب و
عذاب کا تردد ہو تب بھی مرنے پر راضی نہوگا موت کو برا ہی جانیگا ہاں اگر زندگی میں
شدت سے رنج کا تحمل ہوگا اوسوقت موت اور نیستی کو محبوب جانیگا اسیلیے کہ جب کسی بلا میں
پھنستا ہے تو یہ امر محبوب ہوتا ہے کہ بلا جاتی رہے اس صورت میں اگر نیستی کو محبوب جانے گا
تو نہ اسیلیے کہ نیستی ہی بلکہ اسیلیے کہ نیست ہونے سے وہ بلا جاتی رہیگی حاصل یہ کہ ہلاک اور نیستی
سے نفرت ہوا کرتی ہے اور دوام وجود سے محبت اور جسطرح کہ دوام وجود محبوب ہے اسیطرح
کمال وجود بھی محبوب ہے اسیلیے کہ ناقص میں کمال نہیں اور نقصان بھی بہ نسبت کمال کے
نیستی ہے اور نیستی صفات کی اور کمال وجود کی نفرت کی چیز ہے اور جسطرح کہ صفات کمال کی

ہونے سے نفرت ہوتی ہے اسیطرح اونکے ہونے سے محبت ہوتی ہے جیسے اصل وجود کا دوام
محبوب ہوتا ہے اور یہ امر خدای تعالی کیطرف سے سرشتی ہے غرضکہ محبوب اول انسان کے لیے
اوسکی ذات ہے پھر سلامت اعضا پھر مال اور اولاد اور کنبا اور دوست غرضکہ اعضا کی سلامتی اسلیے
محبوب اور مطلوب ہے کہ کمال وجود اور اوسکا دوام اوسپر موقوف ہے اور مال بھی اسیلیے محبوب ہے
کہ وہ بھی سامان دوام اور کمال وجود کا ہے اسیطرح سب اسباب کو جاننا چاہیے یعنی انسان جو
ان چیزون سے محبت کرتا ہے تو خود اونکی ذات سے نہین بلکہ اسوجہ سے کہ اونکے باعث دوام
اور کمال اپنے وجود کا ہے یہان تک کہ اپنے لڑکے کو محبوب سمجھتا ہے گو اوس سے کچھ اسکا فائدہ نہو
اور طرح طرح کی مشقتین اوٹھانی پڑین مگر اسیلیے کہ بعد اپنے عدم کے وجود مین نائب بھی ہوتا ہے
تو نسل کے باقی رہنے مین بھی گویا اپنی ایک طرح کی بقا ہے اور چونکہ اپنی بقا کی طمع ہمیشہ کیلیے
بن نہین پڑتی اور بقا کی محبت شدت سے ہوتی ہے تو اپنی بقا کے عوض ایسے شخص کی بقا
چاہتا ہے جو اپنی قائم مقام ہو اور وہ لڑکا ہے گویا کہ وہ بھی اوسکا ایک ٹکڑا ہے ہان اگر آدمی کو
کہا جاوے کہ یا اپنا قتل اختیار کر یا اپنے پسر کا اور اوسکی طبیعت اوسوقت اعتدال پر ہو تو
وہ اپنا ہی باقی رہنا چاہیگا اسلیے کہ ہر چند لڑکے کا باقی رہنا بھی من وجہ اپنا باقی رہنا ہے
مگر تاہم بعینہ اپنا باقی رہنا نہین اسیطرح محبت اقارب اور خاندان کی اپنے نفس کے کمال کی
محبت کے سبب ہوتی ہے کیونکہ آدمی اقارب کے باعث اپنے نفس کو بہت اور قوی سمجھتا ہے
اور اونکے کمال سے اپنا فخر جانتا ہے اسلیے کہ مال و عیال و اسباب خارجی انسان کے حق مین
مثل بازو کے ہین جنسے تکمیل انسان ہوتی ہے اور وجود کا کمال اور دوام بلا شبہہ طبعا محبوب
ہوا کرتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ہر ایک بندے کے نزدیک اوسکی ذات اور ذات کا
کمال اور اوسکا دوام محبوب ہے اور اسکا عکس مکروہ پس یہ تو اول سبب محبت کا ہوا۔ دوسرا سبب
محبت کا احسان ہے کہ انسان بندہ احسان مشہور ہے اور دلون کی سرشت مین ہی کہ احسان
کرنے والون سے محبت کرتے ہین اور برائی کرنے والون سے بغض رکھتے ہین اور یہ جو
حدیث شریف مین وارد ہے کہ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عَلَیَّ یَدًا فَیُحِبُّہٗ قَلْبِیْ
اسمین اشارہ ہے کہ محسن کے لیے محبت قلبی اضطراری ہوتی ہے جسکو ٹال نہین سکتے اور
یہ امر سرشتی اور فطری ہے کہ اوسکی تبدیل کی کوئی سبیل نہین اور اسی سبب سے آدمی کبھی ایسے
انسان سے محبت کرتا ہے جو کچھ اوس سے رشتہ اور علاقہ نرکھتا ہو محض اجنبی ہو اور اس

ا ے الٰہی کسی بدکار کی نعمت میرے اوپر مت کر کہ اوسکی وجہ سے میرا دل اوس سے محبت کرے ۱۲ ابو منصور در مسند فردوس بروایت معاذ بسند ضعیف منقطع ۱۲

سبب دوم کو اگر واقع میں غور کر کے دیکھو تو اسکا مآل بھی اول ہی سبب کی طرف ہے اسلیے کہ محسن اوسیکو
کہتے ہیں جو مال اور دیگر اسباب سے مدد دیوے پس ضروری ہے کہ اوسکے احسان کے باعث وجود کا
دوام یا کمال حاصل ہو یا لذتیں ہی ملیں جنسے کہ وجود تیار ہوتا ہے ہاں یہ فرق ہے کہ اعضا کی
محبت اسلیے ہوتی ہے کہ اونسے کمال وجود کا ہے تو خود اعضا ہی بعینہا کمال مطلوب میں داخل ہیں
مگر محسن عین کمال مطلوب کا نہیں ہوتا بلکہ کبھی سبب کمال ہوا کرتا ہے جیسے طبیب کبھی سبب اعضا کی
صحت کے دوام کا ہوتا ہے پس صحت کی محبت اور طبیب کی محبت میں فرق ہی آیا اسلیے
کہ صحت تو خود مطلوب بالذات ہے اور طبیب اپنی ذات کے باعث محبوب نہیں بلکہ اس سبب سے
محبوب ہے کہ وہ صحت کا سبب ہے اسیطرح علم اور استاد دونوں محبوب چیزیں ہیں مگر علم محبوب
بالذات ہے اور استاد اس جہت سے محبوب ہے کہ وہ سبب علم محبوب کا ہے اسیطرح کھانا پینا
محبوب ہے اور روپیہ پیسا بھی محبوب ہے لیکن غذا بالذات محبوب ہے اور نقد اوسکا وسیلہ ہونیکے باعث
محبوب ہے پس فرق دونوں محبتوں میں اگر ہے تو رتبہ کا ہے کہ ایک اول ہے ایک اوسکے بعد
ورنہ اپنے نفس کی محبت دونوں میں پائی جاتی ہے یعنی جو شخص محسن سے اوسکے احسان کے
باعث محبت رکھتا ہے تو وہ اوسکی ذات کا محب نہیں بلکہ اوسکے احسان کو دوست رکھتا ہے
اور احسان ایک فعل محسن کے افعال میں سے ہے کہ اگر محسن وہ فعل بجا نہ لاوے تو محبت جاتی رہے
گو خود اوسکی ذات باقی رہے اور اگر فعل احسان کسیقدر کم ہو جاوے تو اوسیقدر محبت کم ہو جاوے
اور اگر زیادہ ہو تو محبت بھی زیادہ ہو اس محبت کی کمی بیشی احسان کی کمی بیشی پر منحصر ہے
تیسرا سبب محبت کا یہ ہے کہ کسی چیز کو خود اوسکی ذات کے باعث محبوب جانے نہ اسلیے کہ اوس سے
اپنے آپ کو کچھ فائدہ ہوتا ہو بلکہ خود اوسکی ذات ہی عین فائدہ ہو اس محبت کو حقیقی کہنا چاہیے
ایسی محبت کے ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہوتا ہے مثلاً محبت حسن وجمال کی کہ ہر ایک جمال جمال کے
مدرکوں کے نزدیک محبوب ہوتا ہے اور یہ محبت صرف جمال ہی کے باعث ہے کہ اسلیے
کہ اسمیں جمال کا ادراک ہی عین لذت ہے اور لذت خود بالذات محبوب ہوتی ہے کسی اور کی
جہت سے نہیں۔ اور یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ محبت اچھی صورتوں کی بدون قضاء شہوت
اور تمنا کے ممکن نہیں اسلیے کہ پورا کرنا خواہش اور تمنا کا دوسری لذت ہے اسکے لیے کبھی بعض
اوقات صورتوں کو محبوب سمجھا کرتے ہیں اور خود جمال بھی لذیذ ہے اسلیے ہو سکتا ہے کہ خود وہ
محبوب بالذات ہو مثلاً سبزہ اور آب رواں محبوب ہے نہ اس جہت سے کہ اوسے کھانا یا پینا کا

فائدہ ہوتا کوئی اور حظ سوا دیکھنے کے ملتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزہ اور آب جاری
اچھا معلوم ہوا کرتا تھا اور طبائع سلیمہ سب کے سب نظر کرنا شگوفوں اور پھولوں اور خوبصورت
جانوروں اور عمدہ گل بوٹوں اور اچھے نقشوں کیطرف باعث لذت جانتے ہیں یہانتک
کہ آدمی اونسے اپنا غم غلط کرتے ہیں اور اونکے دیکھنے سے دل بہلاتے ہیں پس یہ چیزیں
لذت رسان ہیں اور یہہ ایک لذیذ چیز محبوب ہوتی ہے اور کوئی حسن و جمال ایسا نہیں کہ اوسکے
ادراک میں لذت نہو اور نہ کسیکو جمال کے محبوب ہونے میں کسیطرح کا انکار ہے اب اگر یہ ثابت
ہو جاوے کہ خدا تعالی صاحب جمال ہے تو ظاہر ہے کہ جس شخص پر اوسکا جمال و جلال کھلجاوے
اوسکے نزدیک بیشک وہ محبوب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ان اللہ جمیل و
یحب الجمال چوتھا سبب محبت کا خوبی حسن و جمال ہے یہان معنی حسن و جمال کا بیان ضروری ہے تا کہ
واضح ہو کہ جو لوگ خیالات اور محسوسات کے محبس میں قید ہیں وہ اکثر یہی جانتے ہیں کہ حسن و
جمال اسیکا نام ہے کہ ہاتھ پاؤں متناسب اور شکل درست رنگ عمدہ سفید و سرخ قد کشیدہ وغیرہ ہوں یعنی
جنکو وصف سراپای انسان کہا کرتے ہیں اسوجہ سے کہ حسن غالب خلق پر وہی ہے جو آنکھ کو
نظر آوے اور اونکا التفات اکثر شخصوں کی صورتوں پر ہوتا ہے اسلیے گمان کرتے ہیں کہ جو چیز
نہ نظر آوے نہ شکل رکھے نہ خیال میں جمے نہ رنگ ڈھنگ ہو اوسکا حسن ممکن نہیں اور جب حسن
ممکن نہوا تو اوسکے ادراک میں لذت بھی نہوگی اسلیے محبوب بھی نہوگی اور یہ اونکی بڑی غلطی ہے
اسلیے کہ حسن منحصر آنکھ کی محسوسات اور تناسب پیدائش اور سفیدی و سرخی رنگ پر نہیں مثلاً
ہم کہتے ہیں کہ یہ نوشت حسین ہے اور یہ آواز اچھی ہے اور یہ گھوڑا حسین ہے بلکہ یہ بھی کہتے ہیں
کہ یہ کپڑا اور یہ برتن اچھا ہے پس اگر حسن کے معنی صورتوں ہی میں منحصر رکھے جاویں تو پھر آواز
اور خط کے حسن کے کیا معنی ہونگے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ آنکھ کو اچھے خط سے لذت ہوتی ہو
اور کان کو نغمات عمدہ سے اور جتنے مدرکات حواس کے ہیں وہ سب اچھے ہیں یا برے
پس وہ معنی حسن کے کونسے ہیں جسمیں یہ سب اشیا مشترک ہیں اونکو بیان کرنا ضروری ہے اور یہ
بحث طویل ہے علم معاملہ کے شایان نہیں کہ اسمیں طوالت دیجاوے البتہ تصریح حق کیے
دیتے ہیں کہ ہر ایک شی کا جمال و حسن اس امر سے ہوتا ہے کہ جسقدر کمال اوسکے لائق اور ممکن ہو
وہ اوسمیں آجاوے تو جب سب کمالات ممکن اوسمیں جمع ہو جاویں تو وہ شے نہایت حسین
ہوگی اور اگر بعض کمالات ہونگے تو حسن و جمال بھی اوتنا ہی اونکی نسبت سے ہوگا مثلاً گھوڑا حسین

وہ ہے جو جتنی باتین خوبی کی گھوڑے مین ہونی چاہیئین سب رکھتا ہو یعنی صورت وشکل اور
رنگ ڈھنگ خوش رفتاری خوش لگامی دوڑ دھوپ وغیرہ سب اوسمین ہون اور عمدہ خط وہ ہے
جسمین خوشنویسی کے متعلق سب امور پائے جاوین مثلاً تناسب حروف کا اور مقابلہ حروف کا
اور درستی نشست اور درستی کرسی اور خوبی دوائر وغیرہ۔ اور ہر چیز کے لیے ایک کمال ہے جو اوسکے
لائق ہے دوسری چیز مین بعض اوقات اوس کمال کے ضد شایان ہوا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا
کہ حسن ہر چیز کا وہی کمال ہے جو اوسکے شایان ہے مثلاً جن باتون سے گھوڑے کو اچھا
کہتے ہین اونسے آدمی کو اچھا نہ کہینگے اور جن امور سے خط عمدہ کہلاویگا اونسے کوزہ عمدہ
نہ کہلاویگا اور جنسے برتن اچھے ہونگے اونسے کپڑے اچھے نہونگے اسیطرح سب چیزون کو
جاننا چاہیے ۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چیزین گو سب کی سب آنکھ سے محسوس نہین ہوتین
مثل آواز اور ذائقہ کی اشیا کے مگر آخر کسی نہ کسی حس ہی سے مدرک ہوتی ہین تو محسوسات مین
داخل ہین اور حسن وجمال محسوسات سے تو انکار نہین نہ اس سے انکار کہ محسوسات کو ادراک کی
لذت نہین ہوتی بلکہ انکار حسن وجمال کا ایسی اشیا مین ہے جو حواس سے مدرک نہون تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ حسن وجمال منحصر محسوسات ہی مین نہین غیر محسوسات مین بھی حسن وجمال موجود ہے
مثلاً کہتے ہین کہ یہ خلق حسن ہے اور یہ علم اچھا ہے اور یہ خصلت محمودہ ہے اور یہ حسن اخلاق
جمیلہ ہین اور اونسے مراد علم اور عقل اور عفت اور شجاعت اور تقوی اور کرم اور مروت اور
سب عادات خیر ہوتی ہین انمین سے کوئی بھی ایسی نہین جو حواس خمسہ سے مدرک ہو بلکہ یہ اشیا
نور بصیرت باطنی سے دریافت ہوتی ہین اور یہ سب کی سب محبوب ہین جو شخص ان صفات سے
متصف ہو وہ بھی طبعاً محبوب ہوتا ہے اوس شخص کے نزدیک جو اوسکے صفات سے واقف ہو
مثلاً دیکھو کہ طبیعت مین یہ امر سرشتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے محبت کرین اور صحابہ رض کو
محبوب جانین حالانکہ اونمین سے کسیکو نہین دیکھا اسیطرح محبت ائمہ مذاہب کی مثل امام ابوحنیفہ رح
وامام شافعی رح وامام مالک رح وغیرہم کے ہے یہانتک کہ آدمی کبھی اپنے امام کی محبت مین عشق
سے زیادہ کرتا ہے اور اسی محبت کے باعث اپنا تمام مال اپنے مذہب کی مدد اور حفاظت مین
خرچ کر ڈالتا ہے اور جو شخص اوسکے امام پر کچھ طعن کرے اوسکو مارنے مرنے پر مستعد
ہو جاتا ہے ارباب مذاہب مین نصرت مذہب کے لیے بہت کشت وخون ہو چکے ہین اور انکو
معلوم نہین کہ جو شخص مثلاً امام شافعی رح سے محبت کرتا ہے وہ کیون کرتا ہے اوسکی صورت

تو اوسنے کبھی دیکھی ہی نہین اور اگر بالفرض صورت دیکھتا تو شاید اچھی نہ سمجھتا پس اب جو وہ اونکو اچھا جانتا ہے اور فرط محبت رکھتا ہے تو کچھ صورت ظاہری کے سبب سے نہین ہے وہ تو خاک ہوگئی اور مٹی مین ملگئی بلکہ صورت باطنی کی جہت سے ہے یعنی صفات دینی مثل تقوی اور کثرت علم اور واقف ہونا طرق دین پر اور ہمت کرنی علم شرع کی تعلیم پر اور عالم مین منتشر کرنا خیرات کا وغیرہ اور یہ باتین ایسی ہین کہ اونکا جمال بدون نور بصیرت کے معلوم نہین ہوسکتا جو حس انکے ادراک سے قاصر ہین اسیطرح جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی سے محبت کرتا ہے اور اونکو اوروں صحابہ سے فضیلت دیتا ہے یا حضرت علی رضی سے محبت کرتا ہے اور اونکو افضل سمجھتا ہے اور اونکی بابت مین تعصب کرتا ہے تو اونکو صورت باطنی کے لحاظ سے محبوب جانتا ہے یعنی علم اور دین اور تقوی اور شجاعت اور کرم وغیرہ کی جہت سے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ مثلا جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی سے محبت رکھتا ہے وہ اونکے گوشت و پوست اور ہاتھ پانون اور استخوان و شکل کے باعث محبت نہین کرتا کیونکہ یہ چیزین تو سب متبدل و زائل ہوگئین باقی وہی رہی ہین جنسے کہ صدیق اونکو صدیق کہلاتے تھے یعنی صفات محمودہ جو عادات حسنہ کے مصادر تھین پس محبت بھی اونہین صفات کے باقی رہنے سے باقی ہے گو صورتین نہین ہین اور اون صفات کا مآل صرف دو چیزون علم اور قدرت پر رجوع کرتا ہے کہ آپ حقائق امور کو جانا او اسبات پر قادر ہوے کہ اپنے نفس کے شہوات کو دبا کر اونکو متحمل اون اوصاف کا کیا اسی علم و قدرت سے سب عادات نیک متفرع ہوتے ہین اور یہ دونون حس سے محسوس نہین ہوتین اور ان دونون کا محل تمام جسم مین سے ایک جزو لایتجزی ہے جو واقع مین محبوب ہے اور اونچا کہ اوس جزو لایتجزی کی کوئی صورت اور شکل و رنگ نہین جو آنکھ کو سوجھے اور سوجھنے کی جہت سے محبوب قرار دیا جاوے تو ضرور ہے کہ اوسکی محبت بدون ذریعہ حس کے ہو اس سے معلوم ہوا کہ سیر و عادات مین جمال موجود ہے اور اگر سیرت جمیلہ بدون علم اور بصیرت کے صادر ہوتی تو موجب محبت نتھی حاصل یہ کہ محبوب مصدر سیرت ہے اور وہ اخلاق حمیدہ اور فضائل شریفہ ہین اور اون سب کا مآل کمال علم و قدرت کیطرف رجوع کرتا ہے اور یہ طبعا محبوب ہے اور حواس مدرک نہین یہان تک کہ لڑکا جو اپنی طبیعت پر چھوڑا ہوا ہو اگر ہم اوسکے نزدیک کسی غائب یا حاضر یا زندہ یا مردہ کو محبوب کرنا چاہین تو اوسکی راہ صرف یہ ہے اور کوئی نہین بجز اسکے کہ اوس شخص کے وصف مین مبالغہ کیا جاوے اور اوسکی شجاعت و کرم اور علم اور تمام

محمد کی خصلتیں اوسکے سامنے طوالت کے ساتھ بیان کیجاوین جب اونکا اعتقاد اوسکو ہوجاویگا
تو بے اختیار محبت کرنے لگیگا اور یہ نہ ہوسکیگا کہ محبت نکرے دیکھو صحابہ رضی کی محبت
اور ابوجہل اور شیطان ملعون کا بغض دل میں لوگوں کے کیسے جمے ہیں کہ صحابہ رضی کی بھلائیاں
اور ان دونوں مردودوں کی برائیاں بہت طول طویل سنیں اور یہ محاسن اور برائیاں
وہی ہیں جو حواس سے معلوم نہیں ہوتیں بلکہ لوگوں نے حاتم کی تعریف سخاوت کی کی اور
حضرت خالد رضی کو شجاعت سے موصوف کیا تو دلوں میں اونکی محبت خواہی نخواہی ہوگئی یہ
محبت نہ تو صورت ظاہری کیطرف دیکھنے سے نہ کچھ محب کو فائدہ پہونچنے کی جہت سے بلکہ
جب کبھی بادشاہ کی سیرت اور عدل اور احسان کی اور صدقہ اور خیرات کرنے کی بیان کیجاوے
تو گو وہ اتنا دور ہو کہ محبوں تک اوسکے احسان کا آنا بعد مسافت کی جہت سے نہ ہوسکتا ہو مگر
تاہم اوسکی محبت لوگوں کے دلوں میں ہوجاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت میں یہ کچھ ضرور
نہیں کہ محبت کرنے والے پر خاص کچھ احسان ہوا ہو بلکہ محسن اپنی ذات سے محبوب ہوتا ہے اگرچہ
احسان اوسکا محب تک کبھی نہ پہونچے اسلیے کہ ہر ایک حسن و جمال محبوب ہے اور صورتیں دو قسم کی
ہیں ظاہری اور باطنی اور حسن و جمال دونوں میں ہوا کرتا ہے اور ظاہری صورتیں تو ظاہر کی
آنکھ سے معلوم ہوتی ہیں اور باطن کی صورتیں بصیرت باطنی سے تو جسکو بصیرت باطنی ہی
نہ ملی ہوگی وہ نہ باطن کی صورتیں دیکھے نہ اونسے لذت پاوے نہ محبت و میل رکھے اور جسکی بصیرت
باطنی حواس ظاہری کی نسبت کہ غالب ہو وہ معانی باطنی ہی کو بہ نسبت معانی ظاہری کے زیادہ
محبوب جانیگا پس اگر ایک شخص کسی نقش دیوار سے جمال ظاہر کے باعث محبت کرے اور
دوسرا شخص کسی نبی سے جمال باطنی کے باعث محبت رکھے ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے
پانچواں سبب محبت کا مناسبت خفیہ ہے جو محب اور محبوب میں ہوتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ
دو آدمیوں میں محبت مستحکم ہوجاتی ہے نہ کسی جمال یا فائدہ کی جہت سے بلکہ محض روحوں کے
تناسب کی بنا پر چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ
اور اس امر کو ہمنے کتاب آداب صحبت میں جس جگہ کہ حب فی اللہ کا ذکر ہے محقق بیان
کیا ہے وہاں دیکھ لینا چاہیے کہ یہ عجائب اسباب محبت میں سے ہے۔ اس سب بیان سے
معلوم ہوا کہ اقسام محبت کے پانچ سبب ہوتے ہیں اول انسان کی محبت اپنے موجود کے
کمال اور بقا کی دوم محبت اپنے محسن کی ایسی چیزوں میں جنسے اپنے وجود کا دوام پایا جاوے

اور بقای وجود اور کمالات کے دور کرنے کی اعانت ملے تیسری محبت ایسے شخص کی
جو بذات خود لوگون سے سلوک کرے گو محب کے ساتھ سلوک نکرے چوتھی محبت ایسی چیز
کی جو بذات خود جمال والی ہو خواہ وہ صورت ظاہری ہو یا باطنی پانچوین ایسے شخص سے محبت
کرنا جسمین اور محب مین پوشیدہ مناسبت باطن مین ہو پس اگر یہ اسباب ایک ہی شخص مین جمع ہو جاوین
تو بلاشک محبت دوبالا ہوگی مثلاً اگر کسی شخص کو کوئی لڑکا خوبصورت خوش خلق علم مین یکتا
تدبیر مین اچھا لوگون سے سلوک کرنے والا اور باپ کا خدمتگزار ہو تو ظاہر ہے کہ باپ کو
ایسے شخص سے نہایت درجے کی محبت ہوگی اور محبت کی قوت ان اسباب کے جمع ہونے کے
اوسیقدر زیادہ ہونی چاہیے جسقدر کہ یہ خاصیتین فی نفسہا قوی ہون پس اگر یہ صفات کسی
شخص مین بدرجہ کمال ہون تو محبت بھی اعلی درجے کی ہوگی

تیسرا بیان اس امر مین کہ مستحق محبت صرف خداے پاک کی ذات ہے

واضح ہو کہ ان سب اسباب مذکورہ کا بیان سابق کامل ہونا اور جمع ہونا خداوند جل جلالہ کی
ذات کے سوا اور کسی مین نہین ہو سکتا اسلیے واقع مین مستحق محبت بھی سوا اوسکی ذات
پاک کے اور کوئی نہین اور جو کوئی غیر خدا سے محبت کرے اور خدا کیطرف اوسکا لگاؤ نہو
تو اپنی جہالت اور قصور معرفت الٰہی سے ہے اور یہ کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
عمدہ ہے اسوجہ سے کہ وہ عین محبت الٰہی ہے اوسیطرح محبت علما اور اتقیا کو تصور کرنا چاہیے
اسلیے کہ محبوب کا محبوب اور اوسکا رسول اور اوسکا محب سب محبوب ہوتے ہین اور سب کا
مآل اصل ہی کی محبت کیطرف رجوع کرتا ہے اوسکے غیر کیطرف تجاوز نہین کرتا پس واقع مین
اہل بصیرت کے نزدیک سواے خداے تعالی کے اور کوئی محبوب نہین اور نہ کوئی مستحق محبت
ہے اسکی تشریح یہ ہے کہ جو اسباب پانچون ہمنے ذکر کیے ہین اونکی طرف رجوع کرین تو ثابت
کردین کہ وے سب خداے تعالی مین جمع ہین اور غیر اللہ مین اکٹھے نہین پائے جاتے
ایک یا دو پائے جاتے ہین اور خداے تعالی مین اونکا ہونا حقیقۃ ہے اور دوسرے مین مجازاً
بلکہ وہم و تخیل ہی ہے کہ اوسکی کچھ حقیقت نہین اور جب یہ امر ثابت ہو جاویگا تو اہل بصیرت پر
کھل جاویگا کہ جو بات کم عقلون اور ضعیف دل والون نے خیال کر رکھی ہے کہ واقع مین
محبت الٰہی محال ہے یہ امر بالکل خلاف ہے بلکہ تحقیق اس امر کی مقتضی ہے کہ سواے
خداے تعالی کے اور کسی سے محبت نکیجاوے اسباب اول پر نظر کرین یعنی انسان اپنی نفس کو

محبوب جانتا ہے اور اوسکا دوام و کمال و بقا چاہتا ہے اور ہلاکت اور نیستی اور نقصان اور
موانع کمال سے بغض کرتا ہے یہ باتین ہر ایک جاندار کی سرشت مین داخل ہین اور ممکن نہین کہ
کوئی اس سے خالی ہو یہی باتین مقتضی نہایت محبت الٰہی کی ہین اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کو اور
اپنے آپ کو پہچانتا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ اوسکا وجود کچھ اوسکی طرف سے نہین بلکہ اوسکی
ذات کا وجود اور وجود دوام اور کمال اللہ کیطرف سے اور اوسی کی باعث ہے تو وہی وجود کا موجد
اور وہی اوسکا باقی رکھنے والا ہے اور وہی صفات کمال پیدا کرکے اوسکو کامل کرتا ہی کمال
کیطرف پہونچنے کے اسباب کو پیدا کرتا ہے پھر ہدایت استعمال اسباب کی پیدا کرتا ہے ورنہ بندہ
اپنی ذات کی رو سے کچھ وجود نہین رکھتا محض عدم اور معدوم ہے اگر خداے تعالیٰ اپنے فضل سے
موجود نکرے اور بعد وجود کے اگر اوسکا فضل شامل حال نہو تو ہلاک ہو جاوے اور اگر وہ اپنے
کرم سے کامل نکرے تو ناقص رہے حاصل یہ کہ کوئی شے ایسی موجود نہین جسکو اپنی ذات سے
قیام ہو سواے ذات خداے قیوم اور زندہ کے جو بذات خود قائم ہے اور اوسکے سوا اور سب اوسکی بدولت
قائم ہین پس اگر عارف اپنی ذات سے محبت رکھیگا تو ضرور ہے کہ اوس ذات سے محبت رکھے
جس سے کہ اوسکا وجود ہوا ہے اور جس سے کہ اوسکے وجود کو دوام ہے بشرطیکہ اوسکو
خالق اور موجد اور مخترع اور باقی رکھنے والا اور قائم بالذات اور دوسرونکا قائم رکھنے والا
جانے اور اگر ایسی ذات سے محبت نرکھے تو اپنے نفس اور رب دونون سے جاہل ہی اسلیے
کہ محبت ثمرہ معرفت ہے جب معرفت نہوگی تو محبت نہوگی اور اگر معرفت ضعیف ہوگی تو
محبت بھی ضعیف ہوگی اور اگر قوی ہوگی تو قوی ہوگی اسیواسطے حضرت حسن فرماتے ہین
کہ جو شخص اپنے رب کو پہچانیگا وہ اوس سے محبت کریگا اور جو شخص دنیا کو پہچانیگا اوسمین زہد
کریگا اور یہ کیسے خیال مین آسکتا ہے کہ آدمی اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے رب سے
محبت نکرے جسسے کہ نفس کا قیام ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص کہ آفتاب کی دھوپ مین
مبتلا ہو اور اوسکے بچاؤ کے لیے سایہ کو محبوب جانے وہ بیشک درختون کو بھی محبوب
جانیگا جنسے سایہ کا قیام ہے اور ہر ایک موجود چیز کو خداے تعالیٰ کی قدرت کیطرف ایسی ہی
نسبت ہے جیسی سایہ کو ہے درخت کیطرف اور نور کو ہے آفتاب کیطرف یعنی جسطرح
نور کا وجود تابع آفتاب کا اور سایہ کا وجود تابع درختون کا ہے اسیطرح کل موجودات کا وجود
تابع اوسکے وجود کا ہے اور سب کچھ اوسکے آثار قدرت مین سے ہے اور یہ مثال بھی اگر

تامل کرو تو عوام کی فہم کے موافق درست ہے کہ اونکو یہ خیال ہے کہ نور آفتاب کا اثر ہی اور اوسی میں سے نکلتا ہے اور اوسیکے باعث موجود ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے اسلیے کہ اہل دل پر یہ بات آنکھ کے مشاہدے کی نسبت بھی زیادہ منکشف ہو چکی ہے کہ نور بھی قدرت الٰہی سے حاصل ہوتا ہے یعنی جسطرح کہ آفتاب اور اوسکی شکل و صورت خدا کی قدرت سے بنی ہے اسیطرح جب آفتاب اجسام کثیف کے مقابل ہوتا ہے اوسکا نور بھی اوسکی قدرت سے اختراع و ایجاد ہوتا ہے مگر چونکہ غرض مثال اون سے سمجھانا مطلب کا ہی اسلیے نفس حقیقت مطلوب نہیں غرضکہ اگر انسان کو اپنے نفس سے محبت ضروری ہے تو اوس ذات سے بھی اوسکی محبت ضروری ہونی چاہیے جسکے باعث اول تو اوسکے نفس کو قیام ہے اور پھر اوسکی اصل اور صفات اور ظاہر و باطن اور جواہر و اعراض کا دوام اوسی سے ہے بشرطیکہ اس امر کو اسیطرح جانے اور کوئی شخص اس محبت سے خالی نہوگا بجز ایسے شخص کے کہ اپنے نفس و شہوات میں مشغول ہو کر اپنے خالق اور رب سے غافل ہو اور اوسکو جیسا چاہیے پہچانا نہو اور اپنی نظر کو شہوات اور محسوسات ہی پر مقصور کرے یعنی فقط عالم شہادت ہی پر رکھے جسمیں بہائم بھی اوسکے شریک ہیں کہ وہی لذت اور تقدر اونکو بھی میسر ہے اور عالم ملکوت سے قطع نظر کرے کہ جسکی سرزمین میں وہی پہونچ سکتا ہے جو کچھ مشابہت فرشتوں سے رکھتا ہو اور اوسکی نظر اوس عالم میں اوسیقدر پہونچیگی جسقدر کہ اوسکو صفات میں فرشتوں سے قرب ہوگا اور جسقدر کہ یہ عالم بہائم میں نازل ہوگا اوسیقدر اوس عالم میں اوسکی سیر کم ہوگی اسباب دوسرا سبب یعنی ایسے شخص سے محبت کرنی جو اپنے ساتھ مال سے سلوک کرے اور کلام میں نرمی سے اور ہر ایک طرح سے اوسکی اعانت کرے اور دشمنوں کے قلع و قمع کرنے میں اور بدوں کی بدی دور کرنے میں مدد کرے اور تمام غرضوں میں خواہ متعلق ہو اوسکے نفس کے ہوں یا اولاد و اقارب کے سب میں ذریعہ حصول کا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص خواہ مخواہ محبوب ہوگا اور یہ سبب بھی مقتضی اسی امر کا ہے کہ خدای تعالی کے سوا اور کسی سے محبت نچاہیے اسلیے کہ اگر خدای تعالی کو جیسا حق اوسکے پہچاننے کا ہے ویسا پہچانیے تو جانیگا کہ احسان کرنے والا صرف وہی ہے ہماری غرض بیان یہ نہیں کہ اوسکے احسان جو ہر ایک بندے پر ہیں اونکو شمار کریں اسلیے کہ وہ تو حد شمار سے باہر ہیں جیسا خود ارشاد فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اور اسکی طرف مختصر آگے باب الشکر میں اشارہ بھی

اگر گنو احسان خدا کے نہ پورے کر سکو ۱۲

کرتے ہین بلکہ یہان اسقدر کہتے ہین کہ احسان آدمی کیطرف سے غیر ممکن ہے اگر آدمی کو محسن
کہین تو صرف مجازاً ہوسکتا ہے واقع مین محسن خداے تعالی ہی ہے اسکے لیے فرض کرو کہ کسی
شخص نے تمکو اپنے تمام خزانے دیڈالے اور اوسپر بالکل اختیار دیدیا کہ جسطرح چاہو انکو خرچ کرو تو
تمکو یہ گمان ہوگا کہ یہ احسان تمہارے ساتھہ اوس شخص کیطرف سے ہوا حالانکہ یہ غلط ہی اسلیے
کہ اوسکے احسان مین کئی باتین ہین اول خود اوس شخص کا ہونا دوم اوسکے مال کا ہونا سوم
مال پر قادر ہونا چہارم ارادہ مال کے حوالہ کرنے کا خاص تمکو اب ہم کہتے ہین کہ اوس شخص کو
کسنے پیدا کیا اور اوسکے مال کو کسنے پیدا کیا اور اوسکی قدرت اور ارادہ کو کسنے پیدا کیا
اور تمہاری طرف اوسکی محبت اور توجہ کسنے کی اور اوسکے دلمین یہ کسنے ڈالدیا کہ تمہارے ساتھہ
سلوک کرنے مین اوسکا کچھہ نفع دینی یا دنیاوی ہے اگر یہ سب باتین نہوتین تو وہ تمکو ایک
خرمہرہ بھی ندیتا مگر جب اللہ تعالی نے تمام لوازم پیدا فرمادیے اور اوسکے دل مین جمادیا کہ
اوسکا نفع دینی یا دنیاوی تمہارے حوالہ کرنے مین ہے تو وہ بیچارہ حوالہ کرنے مین مجبور ہو
بے بس ہے اوسکے خلاف کرہی نہین سکتا اس صورت مین محسن اوسی ذات کو جاننا چاہیے
جسنے اوس شخص کو تمہارے لیے مضطر اور مسخر کیا اور اوسکے اوپر تمام لوازم کو مسلط کیا جنسے
فعل احسان ہونے کو ہو ہان ایک بات رہی کہ مال کا اوس شخص کے قبضے مین ہونا اس بات پر
اشارہ کرتا ہے کہ شاید محسن وہی ہو تو اوسکو یون جاننا چاہیے کہ وہ شخص جو دیتا ہے صرف
واسطہ ہے خداے تعالی کے احسان کا یعنی خداے تعالی نے اوسکو مال اسواسطے دیا کہ وہ
تم تک پہونچادے پھر وہ دے نہین تو کیا کرے اوسکا حال مثل پرنالہ کے سمجھنا چاہیے کہ
وہ پانی کے بہنے مین مجبور ہے پس اگر تم اوسکو محسن جانو اور خود اوسکا شکر کرو نہ اس جہت سے
کہ وہ واسطہ ہے تو بے شک نفس الامر سے تم ناواقف ہو کیونکہ انسان جب احسان کرتا ہے
تو اپنے نفس ہی پر کرتا ہے اور کسی مخلوق پر اوسکا احسان کرنا محال ہے اسلیے کہ آدمی جو
مال خرچ کرتا ہے تو اوسکا عوض پہلے تاک لیتا ہے یا تو آخرت مین اگر ثواب منظور ہو یا
دنیا مین اگر منت یا دوسرے کا مسخر کرنا یا تعریف اور شہرت سخاوت یا آوازہ نام نیک
یا لوگون کے دلون کو اپنی طاعت و محبت کیطرف کھینچنا مقصود ہو اور جسطرح کہ آدمی اپنا مال
دریا مین نہین ڈالتا اسوجہ سے کہ اوسمین کوئی غرض نہین اسیطرح کسی آدمی کے ہاتھہ مین
بھی بغیر غرض نہین ڈالتا اور وہی غرض اوسکی مراد و مقصود ہوا کرتی ہے پس اب تمکو

جو مال ویاہے تو تم مقصود نہین ہو بلکہ تمھارا اوس مال کو لے لینا اوس شخص کی غرض حاصل
ہونے کا وسیلہ ہے وہ غرض خواہ ذکر دنیا ہو یا شکر و ثواب تو اوسنے تمکو مال تحصیل کر دیکر
سے ذریعہ اپنے نفس کی غرض حاصل ہونے کا کیا تو اس صورت مین وہ اپنے نفس ہی کا محسن ہے
اور مال کے بدلے مین جو چیز اوسکے نزدیک عمدہ ہے اوسکو لیا چاہتا ہے اگر اوس عوض کو
اوسکے عندیے مین ترجیح نہوتی تو تمھارے لیے اپنا مال ہرگز نچھوڑتا بہر حال وہ شخص مستحق
شکر و محبت کا نہین دو وجہ سے اول تو یہ کہ خدای تعالی نے تمام لوازم دینی کے اوسپر
مسلط کر دیے اوسکو اونکا خلاف کرنے کی مجال نہین اوسکا حال مثل بادشاہی خزانچی کے
ہے کہ اگر حکم بادشاہ وہ کسیکو خلعت دیدے تو اوسپر اپنا احسان کچھہ نہین سمجھتا اسلیے
کہ اوسکو حکم بادشاہی کی تعمیل ضرور ہے تاب مخالفت ہرگز نہین اگر بادشاہ اوسکو اوسکی
طبیعت پر چھوڑ دے تو ہرگز نہ دے اسیطرح اگر خداوند کریم محسن کو اوسکی طبیعت پر چھوڑ دے
تو وہ بھی کسیکو کوڑی نہ دے مگر اوسنے اول اوسکے دل مین لوازم اور بواعث دینے کے
مسلط کیے اور پھر یہ دل مین ڈالا کہ اوسکا فائدہ دینی یا دنیاوی مال کے دینے مین ہی تو اسلیے
وہ مال دیتا ہے دوسری وجہ یہ کہ جو کچھہ یہ دیتا ہے اوسکی نسبت کہ جو کچھہ اوسکے نزدیک
عمدہ چیز ہے بدلے مین لیتا ہے تو جیسے بائع کو نہین کہتے کہ محسن ہے ویسے ہی دینے والے کو
محسن نہ کہنا چاہیے اسلیے کہ بائع اپنی چیز جبھی دیتا ہے جب اوسکا بدلہ خاطر خواہ لیتا ہے
اور دینے والا بھی مال کے عوض ثواب یا حمد وثنا یا اور کوئی عوض سمجھہ لیتا ہے تو مال دیتا ہی
اور عوض مین یہ شرط نہین کہ وہ کوئی چیز محسوس از قسم مال ہو بلکہ لذات اور فوائد ایسے عوض مین
کہ اونکے سامنے مال کی کچھہ حقیقت نہین حاصل یہ کہ احسان جود کی صورت مین ہوتا ہی یعنی مال کا
ایسی طرح دینا کہ دینے والے کو نہ کوئی عوض منظور ہو نہ کچھہ فائدہ اور جود سوای خداوند کریم کے
اور شخص سے سرزد ہونی محال ہے البتہ اوسکا احسان و انعام خلق پر خاص خلق کے نفع
کے لیے ہے خدای تعالی کا فائدہ اوسمین کچھہ نہین نہ کوئی غرض اوسکی متعلق ہو اسواسطے غیر کے
اوپر جود و احسان کا بولنا یا جھوٹ ہے یا مجاز دوسرے مین جود و احسان محال و ممتنع ہے
جیسے سیاہی اور سفیدی کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے خداوند کریم ہی جود اور احسان اور
فضل و منت مین یگانہ ہے پس اگر طبیعت مین محبت محسن کی ہوا کرتی ہے تو عارف کو
چاہیے کہ سوای خدای تعالی کے اور کسی سے محبت نکرے اسواسطے کہ احسان دوسرے سے

ہونا محال ہے جو صاحب احسان صرف خدا کی ذات ہے تو وہی مستحق اس محبت کا بھی ہے اور دوسرا
شخص جو احسان پر مستحق محبت ہوگا تو ایسی طرح ہو سکتا ہے کہ محبت کرنے والا احسان کے
معنی اور حقیقت سمجھتا ہو۔ اور تیسرا سبب یعنی انسان کا محبت کرنا خود محسن سے گو اوسکا احسان
اپنے اوپر نہو یہ بھی طبیعتوں میں موجود ہے مثلاً اگر کسی بادشاہ کی خبر تمکو پہونچے کہ وہ عابد اور
عادل اور عالم رحم دل لوگوں پر مہربان اور سب سے بتواضع پیش آتا ہے اور تم سے وہ بہت
دور ہے اور دوسرے بادشاہ کی خبر پہونچے کہ وہ ظالم اور متکبر اور فاسق شریر لوگوں کی ہتک
کرنیوالا ہے اور یہ بھی دور ہے تو تمکو اپنے دل میں ان دونوں میں فرق معلوم ہوگا کہ اول
کیطرف دل کا میل پاؤ گے اور دوسرے سے نفرت یعنی اول سے محبت معلوم ہوگی اور دوسرے سے
بغض باوجودیکہ اول کی خیر اور دوسرے کی شر سے تم نا امید اور مامون ہو اسوجہ سے کہ توقع
اونکے ملکوں میں جانیکی نہیں تو یہ محبت محسن کی صرف اس نظر سے ہے کہ وہ محسن ہے نہ اس
جہت سے کہ تمکو بھی کچھ دیتا ہے یہ سبب بھی مقتضی خداے تعالیٰ کی محبت کا ہے بلکہ اس امر کو
چاہتا ہے کہ سوا اوسکے اور کسی سے محبت نکیجاوے مگر اسی شرط پر کہ کوئی سبب ہے اوسکو لگاؤ
خداے تعالیٰ کیطرف ہو اسلیے کہ سب کا محسن اور تمام اقسام خلق پر فضل و انعام کرنے والا وہی ہے
کہ اول انکو ایجاد کیا اور پھر اونکے اعضا کامل بنائے اور اسباب ضروری مہیا کیے پھر اونکی
آرایش کیلیے ایسے اسباب کو پیدا فرمایا جنمیں حاجات کا شائبہ تھا گو وہ ضرورت کو شائبہ میں
نتھے پھر اور زوائد سے زینت دی جو نہ ضرورت میں داخل تھے نہ حاجت میں اعضای ضروری مثل سر
اور دل اور جگر میں اور حاجت کے اعضا آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں میں اور زوائد جیسے ابرو کا
کمان کی شکل ہونا اور سرخی لب اور آنکھوں کا بادامی ہونا وغیرہ کہ انسے کوئی حاجت متعلق نہیں
صرف زینت مقصود ہے اور نعمت ضروری خارج از بدن انسان پانی اور غذا ہے اور حاجت کی
مثال دوا اور گوشت اور میوے ہیں اور زائد کی مثال درختوں کی سبزی اور کلیوں اور پھولوں کی
رنگا رنگی اور لذیذ میووں اور غذاؤں کی کہ جنکے نہونے سے کوئی ضرورت اور حاجت انسانی
زائل نہیں ہوتی اور یہ تینوں اقسام کی نعمتیں ہر حیوان کے لیے موجود ہیں بلکہ ہر ایک نبات
کے لیے بلکہ تمام اصناف خلق کے لیے عرش سے لیکر فرش تک یہ نعمتیں پائی جاتی ہیں اس سے
معلوم ہوا کہ محسن وہی ہے دوسرا شخص محسن کسطرح ہو سکتا ہے اگر کسی نے احسان کیا تو وہ
بھی اوسکی قدرت کی حسنات میں سے ایک حسنہ ہے کہ وہی خالق حسن کا ہے اور وہی محسن

احسان اور اسباب احسان کا غرضکہ اس سبب سے بھی غیر سے محبت کرنی محض جہالت ہے
اور جو شخص اس بات کو جانیگا اس علت کے باعث بھی سوا خدا تعالی کے اور سے محبت نکریگا
اور چوتھا سبب یعنی جمال والا صرف جمال کے باعث محبوب ہوتا ہے سوا جمال کے اور کوئی فائدہ
محبت والے کو اوس سے نہیں چاہیا کہ مشہور ہے شعر

گفت خاموش باش ہر انکس کہ جانے دارد	ہر کجا پاے نہد دست بدارند بپیش

اسکو ہم بیان ہی کر چکے کہ یہ بات بھی طبیعتوں کی سرشت میں داخل ہے اور جمال کی دو قسمیں ہیں
ایک ظاہری جو سر کی آنکھ سے سوجھتا ہے اور ایک باطنی جو دل کی آنکھ اور نور بصیرت سے
معلوم ہوتا ہے اور جمال اول کو لڑکے اور بہائم سب سمجھتے ہیں اور دوسرے کا ادراک کیلیے
اہل دل مخصوص ہیں اور جو لوگ کہ صرف ظاہری زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہیں وہ اوسکے
شریک نہیں اور جو جمال ہے وہ مدرک کے نزدیک محبوب ہوتا ہے پس اگر وہ دل سے مدرک ہو
تو محبوب دلی ہوگا اور اوسکی مثال انبیا اور علما اور مکارم اخلاق والوں کی محبت ہے کہ یہ
محبت ظاہری ہوتی ہے مگر چہرہ اون محبوبوں کا اور دوسرے اعضا غائب ہیں اور صورت باطنی
کے حسن سے مراد یہی ہے اور حس اس صورت کو ادراک نہیں کرتی ہاں جو آثار کہ اوس صورت
باطنی سے صادر ہوتے ہیں اور اوسپر دال ہوتے ہیں اونکو ادراک کرتی ہے یہاں تک
کہ جب دلالت قلب کی اوسپر ہوتی ہے تو قلب اوسکی طرف میل و محبت کرتا ہے مثلا اگر
کوئی محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صدیق اکبر رض یا امام شافعی رح سے کرتا ہے تو
یہی وجہ ہے کہ کوئی امر اونکا اسکو اچھا معلوم ہوا ہے اور یہ بات نہ اونکے حسن صورت سے ہی
نہ حسن افعال سے بلکہ حسن افعال اس بات پر دال ہیں کہ جو صفات کہ مصدر ان افعال کے ہیں
اور افعال وہیں سے صادر ہوا کرتے ہیں وہ اچھے ہیں جیسے کوئی شخص کسی مصنف کی
تصنیف کی خوبی یا کسی شاعر کے شعر کا حسن بلکہ کسی نقاش یا معمار کے نقش و بنا کی
عمدگی دیکھے تو اوسکو ان افعال سے اونکی صفات جمیلہ باطنی منکشف ہونگے جنکا حاصل
انجام کو علم و قدرت کیطرف رجوع کرنا ہے۔ پھر جسقدر کہ معلوم اشرف اور جمال میں کامل تر
اور اعظم ہوگا اوسیقدر علم بھی اشرف اور اجل ہوگا اور جسقدر قدرت کی چیز رتبہ اور فضیلت
میں بڑی ہوگی اوسیقدر قدرت بھی رتبہ اور قدر میں اشرف اور اجل ہوگی اور ظاہر ہے
کہ سب معلومات میں بزرگ تر خدا ہی تعالی ہے تو ضرور ہے کہ علوم میں عمدہ تر اور اشرف

خدای تعالی کی معرفت ہوگی ایسا ہی جو اوسکے قریب اور مختص ہے پس جسقدر کوئی چیز
متعلق معرفت سے ہوگی اوسیقدر اوسکو شرف ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ صفات
صدیقین کا جمال جنکو کہ دل طبعاً چاہتے ہین تین امور کیطرف راجع ہے اول اونکا علم اللہ
اور فرشتون اور کتابون اور رسولون اور انبیا کی شریعتون دوسرے خود اپنے نفسون اور
اللہ کے بندون کی اصلاح کی قدرت کہ ارشاد و سیاست سے کرتے ہین تیسرے اونکا پاک
ہونا رذائل و خباثث اور شہوات غالبہ سے جو راہ خیر سے ہٹاتے ہین اور بدی کیطرف
بلاتے ہین اور انھین جیسی باتون کے باعث انبیا اور علما اور خلفا اور وہ سلاطین جو اہل کرم
اور صاحب عدل ہین لوگون کو محبوب ہین پس ان تینون امور کو خدای تعالی کی صفات کی
بہ نسبت دیکھنا چاہیے۔ علم کا حال تو یہ ہے کہ اگر تمام اولین اور آخرین کے علم کو اکھٹا کرو
تو خداوند کریم کے علم سے کچھہ بھی نسبت نہین اوسکا علم تمام اشیا پر ایسا محیط ہے کہ
جسکی صفت خود ارشاد فرماتا ہے لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوَاتِ
وَلَا فِی الْاَرْضِ اور تمام مخلوق کو ارشاد ہے وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا
بلکہ اگر تمام اہل زمین و آسمان جمع ہوکر دریافت کیا چاہین کہ مثلاً چیونٹی اور مچھر کے پیدا کرنے مین
اوسنے کیا حکمت رکھی ہے تو اوسکے سوین حصے پر بھی واقف نہونگے اور نہ اوسکی علم سے
کچھہ آگاہ ہونگے مگر اوس مقدار سے جو اوسکو منظور ہوا اور جسقدر قلیل تمام خلائق کو
معلوم ہے وہ بھی اوسکی تعلیم سے ہے جیسا خود فرماتا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ
پس اگر علم کا جمال و شرف امر محبوب ہے اور بذات خود اپنے موصوف کے لیے زینت اور
کمال ہے تو اس نظر سے خدای تعالی کے سوا اور کوئی محبوب نہونا چاہیے اسلیے کہ علما کے
علوم اوسکے علم کے مقابل جہل ہین پس اگر کوئی شخص اپنے زمانے کے عالم تر کو بھی جانے
اور جاہل تر کو بھی تو نہین ہوسکتا کہ علم کے سبب سے اجہل کو تو محبوب جانے اور اسلم کو
چھوڑ دے گو اجہل بھی اپنی معیشت کا علم رکھتا ہو اور بندونکے علم اور خدای تعالی کے
علم مین جو فرق ہے وہ اوس سے زائد ہے جو ان دونون شخصون کے علوم مین ہے
اسواسطے کہ اعلم زمانہ اجہل پر جو زیادتی رکھتا ہے وہ علوم متناہی سے رکھتا ہے کہ
ہوسکتا ہے کہ اگر اجہل بھی محنت کرے تو اونکو سیکھ لے اور زیادتی خدای تعالی کی علوم کی
خلائق کے علوم پر بے انتہا ہے کیونکہ اوسکی معلومات بے نہایت ہین جنکی شان یہ ہے

(۱) غائب نہین ہوتا اوس سے ایک ذرہ بھر آسمانون مین نہ زمین مین

(۲) [illegible]

سو وہ کوئی شی ہی قطرہ در بحر علم ہے اور خلق کی معلومات محدود ہیں پس محدود اور لا انتہا میں کچھ بھی
نسبت نہیں۔ اور صفت قدرت کو دیکھو تو وہ بھی کمال ہے اور عاجزی نقصان کی چیز ہے
اور ہر ایک کمال اور عظمت اور بہا اور غلبہ اور استیلا محبوب ہے اور اوسکا ادراک لذیذ یہانتک
کہ انسان حکایتوں میں شجاعت حضرت علی رضی اور حضرت خالد رضی اور اور شجاعوں کی سنکر
اور اونکی قدرت و استیلا اقران و امثال پر معلوم کرکے دل میں حرکت اور خوشی اور جنبش
ضرور ہی پاویگا صرف سننے کی لذت سے اسقدر خوشی ہوتی ہے دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے اور
یہ صفت کمال موجب محبت کی دل میں ہوتی ہے کہ جو کوئی شخص موصوف اوس صفت سے
ہو اوسکو محبوب جانیں پس اب تمام خلق کی قدرت کو خداتعالیٰ کی قدرت سے مقابل کرنا چاہیے جو شخص
قوت میں سب سے بڑا ہو اور ملک بھی نہایت واسع رکھتا ہو اور شہوات کو سب سے زیادہ دباوے
اور خباثت نفس کی بیخ کنی اوروں سے زیادہ بجالاوے اور خود اپنے نفس کی سیاست
اور دوسروں کی سیاست کا بھی جامع ہو ایسے شخص کی قدرت انتہا درجہ کی یہ ہوا کرتی ہے
کہ اپنے نفس کے بعض صفات پر اور آدمیوں میں سے چند لوگوں پر بعض امور میں قادر ہوا کرتا ہے
اور باوجود اسکے اپنے نفس کے واسطے نہ موت کا مالک ہوتا ہے نہ حیات اور پھر اوسکے کہنے کا
نہ کسی طرح کے ضرر اور فائدے کا بلکہ اپنی آنکھ کی حفاظت اندھے ہونے سے اور زبان کی
گونگا ہونے سے اور کان کی بہرا ہونے سے اور بدن کی بیماری سے بھی نہیں کرسکتا
اور جتنی چیزیں کہ اوسکے بس میں نہیں اور اوسکا نفس اون سے اپنے لیے اور غیر کے لیے
عاجز ہے اونکے شمار کی کچھ حاجت نہیں یہ حال تو اون اشیا میں ہے جو متعلق اوسکی
قدرت سے ہیں اور جو چیزیں کہ اوسکی قدرت کے متعلق ہی نہیں جیسے آسمانوں کے
ملکوت اور ستارے اور زمین اور اوسکے پہاڑ اور سمندر اور ہوائیں اور بجلیاں اور معدنیات
اور نباتات اور حیوانات اور دیگر اجزا تو اونکے ایک ذرہ پر بھی قادر نہیں اور اپنے نفس
اور غیر پر جو قدرت رکھتا ہے وہ بھی اوسکے نفس کیطرف سے نہیں ہے اوسکے نفس کے
ساتھ قائم بلکہ خداے تعالیٰ اونکا اور اوسکی قدرت و اسباب کا سب کا پیدا کرنے والا ہے
جسنے اوسکو قادر کر رکھا ہے اگر وہ ایک مچھر بڑے سے بڑے بادشاہ اور سب سے
زبردست پر حیوانات میں سے مسلط کر دے تو مچھر ہلاک کر دے غرضکہ بندے کو قدرت
بدون عنایت مولی کے نہیں جیسا کہ خود روے زمین کے سب میں بڑے بادشاہ

ذوالقرنین کے باب میں ارشاد فرماتا ہے إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ اس سے معلوم ہوا کہ تمام
ملک و سلطنت صرف خدای تعالی کے قادر کرنے سے انکو ملی تھی کہ ایک جزو پر زمین کے مالک
کر دیا تھا اور زمین تمام ہا تمام اجسام کی نسبت کہ ایک ڈھیلا ہے اور جو ولایتیں کہ جنسے
آدمی بہرہ مند ہوتا ہے وہ سب خاک اوس ڈھیلے کی نسبت کہ ایک کنکر یا ذرہ ہے وہ بھی خدای تعالی
کے فضل اور قدرت سے تصرف انسانی میں آتی ہے اس صورت میں محال ہے کہ کوئی
بندہ بندگان الٰہی سے اس جہت سے محبوب جانا جائے کہ وہ قدرت اور سیاست اور
استیلاء و تصرف اور کمال قوت رکھتا ہے اور خدای تعالی سے یہ صفت ہو جا انکو جلال و
قوت اوسکے سوا کسیکو نہیں ہے ہی جبار و قہار اور دانا اور قادر ہے آسمان اوسکے اختیار میں ہیں
اور زمین اور اوسکی چیزیں اوسکے قبضے میں تمام مخلوقات اوسکے پنجۂ قدرت
میں ہے اگر سب کے سب کو ہلاک کر دے تو اوسکی سلطنت اور ملک میں سے
کوئی ذرہ کم نہیں ہوتا اور اگر اون جیسے لاکھوں پیدا کرے تو پیدایش سے عاجزی اور
ماندگی اور اختراع میں کاہلی نہیں آتی اس صورت میں جو قدرت اور قادری ہے وہ اوسکی
آثار قدرت میں سے ایک اثر ہے تو عظمت اور جلال اور کبریا اور قہر اور استیلا سب اوسیکو
شایان ہے پس اگر ممکن ہو کہ محبت کسی سے کمال قدرت کی جہت سے کیجائے تو ایسی
محبت کا مستحق بھی سوا خدای تعالی قادر مطلق کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور صفت
عیبوں سے منزہ ہونے کی اور رذائل اور خباثت سے پاک ہونے کی جو موجبات محبت میں
سے اور مقتضیات حسن و جمال میں سے ہے اور باطنی صورتوں میں ہوا کرتی ہے اگرچہ انبیا
اور صدیقین بھی عیوب و نقصانوں سے بری تھے مگر کمال تنزہ اور تقدس بجز واحد
قدوس ذی الجلال والاکرام کے اور کسی میں نہیں پایا جاتا مخلوق ایسی کوئی نہیں جس میں
کوئی نقصان نہو بلکہ اگر دیکھو تو مخلوق ہونا اور عاجز اور مسخر اور مجبور ہونا عین نقصان ہے
اس سے معلوم ہوا کہ کمال جسکا نام ہے وہ خدای واحد ہی کے لیے ہے غیر کو اوتنا ہی کمال ہے
جتنا اوسنے عطا فرمایا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ دوسرے کو منتہای کمال عنایت ہو اسلیے
کہ انتہای کمال کا اقل درجہ یہ ہے کہ بندہ مسخر اور قائم بالغیر نہو اور یہ بات سوا خدای تعالی کی
ذات کے اور میں ہونی محال ہے پس کمال کے درجات میں یکتا اور عیوب و نقصانوں سے
مبرا اوسکی ذات ہے اور بیان کرنا تقدس اور تنزہ کی وجہوں کا خدای تعالی کے لیے

فقرا استغنا اوسکو بادشاہ ملک میں ہیں ۱۲

بہت طویل ہے اور علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہے اسلیے ہم اوسکو ذکر نہین کرتے
خلاصہ یہ کہ اگر صفت تقدس و تنزہ بھی کمال وجمال محبوب ہو تو اوسکی حقیقت بھی بجز
خدای تعالی کے اور کسیکے لیے نہین ہے اور اگر کسی مین تنزہ ہے تو وہ اوروں کی نسبت ہے مثلاً گھوڑا
بہ نسبت گدہے کے کامل ہے اور انسان گھوڑے کی نسبت نقصان کم رکھتا ہے مگر چاہیے کہ کسی مین نقصان ہے یا
نہین بلکہ اصل نقصان سب مین ہے فرق صرف جہات نقصان مین ہے کہ بعضہ مین کم اور بعضو مین زیادہ ہے حاصل کہ جمیل
محبوب حقیقی ہے اور جمیل مطلق وہ ہوگا جسکا کوئی مثل نہین اور فرد ہے کہ جسکی کوئی ضد نہین وہ
ایسا پاک ہے کہ اوسکا کوئی مزاحم نہین اور ایسا غنی کہ اوسکو کسیکی حاجت نہین ایسا قادر کہ
جو چاہتا وہ کرتا ہے اور جیسا چاہے ویسا حکم فرمائے کوئی اوسکے حکم کو ٹالنے نہ اوسکی قضا کو
کوئی پیچھے ڈالے عالم اسطرحکا کہ ذرہ بھر چیز آسمان وزمین کی اوسکے علم سے باہر نہین قاہر ایسا
کہ اوسکے قبضہ قدرت سے جبارون کی گردنین نہین نکلتین نہ ملوک وسلاطین اوسکی گرفت اور
سطوت سے سرک سکین ازلی ایسا کہ اوسکے وجود کی ابتدا نہین ابدی ایسا کہ اوسکی بقا کی انتہا نہین
اپنی ذات مین ایسا ضروری کہ عدم کا تصور اوسکی جناب سے کوسون دور اور ایسا قیوم کہ خود
قائم اور دوسری چیزون کا اوسی سے قیام اور ظہور آسمانون اور زمین کا جبار وہی ہے اور
جمادات اور حیوانات ونباتات کا خالق وہی عزت وجبروت مین یگانہ اور ملک وملکوت مین
یکتا ہے زیادہ فضل اور جلال اور کبریا وجمال اور قدرت وکمال سب اوسیکے لیے ہین جسکی جلال کی
معرفت مین عقلا حیران اور اوسکے وصف مین زبانین سرگردان ہین عارفین کا کمال معرفت یہی ہے کہ اوسکی
معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین اور منتہای نبوت انبیا یہی ہے کہ اوسکی وصف سے قصور کا اعتراف کرین چنانچہ
سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ
اور سید الصدیقین حضرت ابوبکر رض فرماتے ہین اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ سبحان اللہ کیا
ذات اقدس ہے کہ اپنے پہچاننے کا کوئی طریق سوا عاجزی کے مقرر نہین فرمایا شعر

جز خضوع وبندگی واضطرار	اندر آن حضرت ندارد اعتبار

اب ہمکو معلوم نہین کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خدای تعالی سے محبت حقیقی نہین ہو سکتی مجازاً
ہو سکتی ہے وہ کیا ان اوصاف کو اوصاف جمال اور محامد کمال نہین جانتے یا خدای تعالی کو
ان اوصاف سے موصوف نہین سمجھتے یا کمال اور عظمت کو طبعاً محبوب ہونا نہین تصور کرتے ہین

شعر گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور اکسے معلوم کرنے سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے

یہ بھی خدای تعالیٰ کی غیرت جمال و جلال ہے کہ اندھون کی آنکھ سے وہ پردہ رہتا ہے اور بجز
اون لوگون کے جنکے لیے ازل سے خوبی لکھی گئی اور آتش حجاب سے دوزخ اور نہر تجلی
دیکھین فرمانا وہ حجاب ہے ظلمات نابینائی مین حیران ہین اور وسعت آباد شہوات
دنیا کے بیچ مین پریشان ظاہری زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہین اور آخرت سے غافل ہین خوش مین
کہ یہ لوگ کچھ نہین جانتے - اور محبت اوس محبت کی بہ نسبت انسان کے قوی تر ہوتی ہے کہ انسان
کم پیش ہوا کرتا ہے اور یہین لحاظ خدای تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ
محبوب تر معبودون کا میرے نزدیک وہ ہے جو میری عبادت بدون عطا کے کرے لیکن ربوبیت
اپنا حق ادا ضرور کرتی ہے - اور زبور مین ہے کہ اوس شخص سے ظالم تر کوئی نہین جو جنت
یا دوزخ کے سبب میری پرستش کرے اگر مین جنت یا دوزخ کو پیدا نکرتا تو کیا اس بات کی شایان
نہ تھا کہ کوئی میری اطاعت کرے - اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر عابدین کی جماعت پر
ہوا جو لاغر ہو رہے تھے اور اونھون نے عرض کیا کہ ہم دوزخ سے خوف رکھتے ہین اور جنت کی
طمع رکھتے ہین آپنے اونکو فرمایا کہ تم مخلوق ہی سے ڈرتے ہو اور مخلوق ہی کے متوقع ہو اور ایک اور
لوگون پر جو گذر ہوا وہ بھی ویسے ہی تھے اونھون نے عرض کیا کہ ہم خدا کی عبادت اسکی محبت
اور تعظیم کے لیے کرتے ہین آپنے فرمایا کہ تم واقع مین اللہ کے ولی ہو مجکو تمہین لوگون مین
رہنے کا حکم ہے - اور حضرت ابو حازم رحمہ فرماتے ہین کہ مجھے شرم آتی ہے کہ خدا کی عبادت
ثواب یا عذاب کے بارہ کرون اور بدذات غلام کے موافق ہون کہ اگر ڈر نہو تو کام نہ کرے
یا شریر مزدور جیسا ہو جاؤن کہ اگر مزدوری نہ پاوے تو کچھ نہ کرے اور یہی مضمون حدیث شریف ح
مین بھی ہے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہو جیسے برا مزدور کہ اگر اجرت نپاوے تو کام نکرے
اور نہ ایسا ہو جیسا برا غلام کہ اگر خوف نہو تو کام نکرے - باقی رہا پانچوان سبب محبت کا یعنی
مناسبت اور ہم شکل ہونا پس اسکو بھی محبت مین دخل ہے اسلیے کہ جو چیز جسکے مشابہ ہوتی ہے
وہ اوسکی طرف کھنچتی ہے دیکھو اسی باعث سے لڑکا لڑکے سے الفت کرتا ہے اور بڑا بڑے سے
اور ہر جانور اپنے جنس سے اور جو اپنی قسم کا نہین ہوتا اوس سے نفرت کرتا ہے عالم کو عالم سے
زیادہ انس ہوتا ہے حرفہ والے سے اتنا نہین ہوتا تاجرون کو تاجرون سے زیادہ الفت
زیادہ ہوتی ہے کہ اوتنی کسانون سے نہین ہوتی اور یہ ایک بات ایسی ہے کہ تجربہ اسکا
شاہد ہے اور اخبار و آثار سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اسکا بیان ہم باب

تو واسطے محبت کے ہم لکھ چکے ہیں جو ان دونون کی باطن میں پائی جاتی ہے کہ ذکر ہے جسکا دل چاہتا ہے
وہان دیکھ لے اور جب یہ مناسبت سبب محبت کا ٹھہری تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ مناسبت
کبھی تو ظاہر کی بات میں ہوتی ہے جیسے لڑکے کی مناسبت لڑکے سے کہ لڑکپن میں دونون
کو مناسبت ہے اور کبھی کسی خفیہ امر میں مناسبت ہوتی ہے کہ اسپر اور ون کو وقوف نہیں ہوتا
جیسے دو شخصون میں اتفاقا اتحاد ہو جاتا ہے کہ بدون حسن کے ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہو
یا کچھ مال کی طمع وغیرہ ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی طرف اشارہ فرماتے ہیں
کہ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ
اس حدیث میں تعارف سے غرض تناسب ہے اور تناکر سے تباین ہے حاصل یہ کہ سبب
یہی مقتضی خدا تعالیٰ کی محبت کا ہے کہ بندے میں اور اسمین مناسبت باطنی ہوتی ہو
نہ یہ کہ صورت شکل ایک سی ہو بلکہ وہ مناسبت ایسے امر باطنی سے ہوتی ہے کہ بعض ان میں سے
کتابون میں لکھے جا سکتے ہیں اور بعض ممکن نہیں کہ لکھے جا سکیں بلکہ انکو پردہ غیرت ہی میں
مخفی رہنے دینا ٹھیک ہے تا کہ سالکان طریق جب شرط سلوک پوری کر چلیں تو خود
ان امور پر مطلع ہو جاوین پس جو مناسبت قابل لکھنے کے ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا قرب خدا تعالیٰ
سے ان صفات میں ہو جنکے لیے اقتدا کا حکم ہے اس طرح کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ
اور یہ امر اس طرح ہے کہ ان صفات جو اوصاف الٰہی میں سے ہیں انکو حاصل کیا جاوے مثلاً
علم اور نیکی اور احسان اور لطف اور دوسرون کو خیر کا پہونچانا اور خلق پر رحم کرنا اور انکو
نصیحت کرنا اور حق بات کی ہدایت کرنی اور باطل سے منع کرنا وغیرہ مکارم شرع کی سیکھنے اور
ہر ایک انمین سے بندے کو قرب الٰہی سے بہرہ ور کرتی ہے نہ اس اعتبار سے کہ قرب مکانی ہو
بلکہ قرب صفات کی رو سے ہو جاتا ہے اور جس مناسبت کا ذکر کرنا جائز نہیں اور کتابونمین
نہیں لکھی جا سکتی وہ وہی مناسبت خاص ہے کہ جو صرف آدمی میں پائی جاتی ہے اور
اسکی طرف اشارہ ہے اس قول خداوندی میں وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ
مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اسمین بیان فرمایا کہ روح امر ربانی ہے خلق کی عقل کی حد سے خارج ہے
اور اس سے واضح تر یہ دوسری آیت ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ
اسی وجہ سے اسکو فرشتون سے سجدہ کرایا اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں
اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِی الْاَرْضِ اسلیے کہ آدمی مستحق خلافت الٰہی کا صرف

(۱) [illegible] ۱۲

(۲) اختیار کرو اللہ کے اخلاق ۱۲

(۳) اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو تو کہہ روح ہے میرے رب کے حکم سے ۱۲

(۴) پھر جب ٹھیک بنا چکون اور پھونکون اوسمین ایک اپنی جان ۱۲

(۵) ہم نے کیا تجھکو نائب ملک میں ۱۲

او ر یہی مناسبت سے ہوا ہے اور اسکی طرف رمز ہے اس حدیث شریف مین اِنَّ اللہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اس سے کوتاہ اندیشون نے گمان کرلیا کہ صورت تو نام اوسی شکل کا ہے جو ظاہری اور مدرک بالحواس ہو اسلیے خدا کو دوسری اشیا سے تشبیہ دی اور جسم اور صورت گرداننے معاذ اللہ منہا اور اسی مناسبت کیطرف اشارہ ہے اس حدیث قدسی مین کہ جناب احدیت نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی حضرت موسی نے عرض کیا کہ الٰہی یہ کیسے ہوسکتا ہے حکم ہوا کہ میرا فلانا بندہ بیمار ہوا تو نے اوسکی عیادت نہ کی اگر تو اوسکی بیمار پرسی کرتا تو مجکو اوسکے پاس پاتا ۔ اور یہہ مناسبت جبھی ظاہر ہوتی ہے جب بندہ فرضون پر قائم ہوکر آدمی نوافل پر مواظبت کرے جیسا کہ حدیث قدسی مین مذکور ہے لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ اور یہ مقام ایسا ہے کہ شبہہ قلم کی باگ کو یہان روکنا واجب ہے اسلیے کہ لوگ اس بات سے بہت متفرق ہوگئے ہین بعضے کوتاہ فہم تشبیہ ظاہری طرف جھک پڑے اور بعضے مشرف عالی مناسبت سے بھی بڑھ گئے اور اتحاد کے قائل ہوے کہ خدای تعالی بندے مین حلول کرجاتا ہے یہان تک کہ بعضون نے انا الحق زبان سے نکالا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے باب مین نصاری بہک گئے کہ اونکو خدا کہنے لگے بعض لوگون نے یہ کہا کہ عالم ناسوت نے لباس لاہوت در بر کیا ہے اور بعضے اس بات کو قائل ہوے کہ ناسوت اور لاہوت متحد ہین مگر جن لوگون پر کہ تشبیہ و تمثیل کا محال ہونا اور اتحاد اور حلول کا ممتنع ہونا منکشف ہوگیا ہے اور باوجود اسکے امر واقعی اور سر حقیقی بھی جانتے ہین تو ایسے لوگ کم ہین اور شاید حضرت ابو الحسن نوری رحمہ اسی مقام کو تاکا کرتے تھے کہ اونکو ایک شعر سے وجد غالب ہوگیا جسکا ترجمہ یہ ہی

شعر

مر از عشق ہر دم بمنزل است نزول	کزان نزول ہمہ حیرت است جملہ عقول

اس شعر سے آپکو اتنا وجد ہوا کہ اوسی حال مین برابر جنگل نیستان مین دوڑتے پھرتے تھے ڈنٹھ کٹ گئی تھی مگر اوسکی جڑین باقی تھین انسے آپکے پاؤن چر گئے اور ورم کر آئے اور اسی مین آپکا وصال ہوا غرضکہ مناسبت بھی اسباب محبت مین سے بہت بڑا سبب ہے اور سب سے زیادہ قوی اور عمدہ اور بعید تر ہے اور اسکا وجود بہت کم ہے پس ان پانچون اسباب کو دیکھو تو خدای تعالی مین حقیقتا جمع ہین اور سب کے سب اعلی درجات مین ہین نہ ادنی درجون کی صورتون مین

ارباب بصیرت کے نزدیک تابع برائی صرف محبت الٰہی ہی ہو سکتی ہے جیسے کہ اندھوں کے نزدیک
غیر اللہ ہی کی محبت کا وجود ہے۔ پھر خلق میں سے اگر کوئی شخص انہیں کے ایک سبب کی
جہت سے بھی محبوب ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرا بھی اوس سبب میں شریک ہو
تو وہ بھی محبوب ہو اور شرکت محبت کے باب میں نقصان ہے اور محبوب کے کمال سے اعراض
اور کوئی وصف محبوب اسطرح کا نہیں کہ جسمیں کوئی شخص یکتا ہو اور اوسکا شریک نہ پایا جاوے
اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو اوسکے لیے شریک کا پایا جانا خالی امکان سے نہیں مگر خداوند کریم
جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو نہایت درجے کی جلال اور جمال کی ہیں اوسکا شریک
انہیں ہے تو کوئی باطل ہے اور نہ آگے کو ممکن ہے اس سے معلوم ہوا کہ اوسکی محبت میں شرکت نہیں ہو سکتی
اسی محبت اوسکی محبت میں نقصان کو بھی دخل نہیں ہو سکتا جیسے کہ شرکت کو اوسکے صفات میں
راہ نہیں پس ثابت ہوا کہ اصل محبت اور کمال محبت کا مستحق وہی ہے کہ جسمیں ہرگز دوسرے کو شرکت نہیں

چوتھا بیان اس باب میں کہ سب سے اعلیٰ اور اشرف لذت معرفت الٰہی اور اوسکے دیدار کی ہے
اور یہ ممکن نہیں کہ اوسپر کسی لذت کو ترجیح ہو مگر اوسی شخص کے نزدیک جو اوس لذت سے محروم ہو
جاننا چاہیے کہ لذتیں تابع ادراکات کی ہیں اور انسان بہت سی قوتوں اور طبیعتوں کا جامع ہے
اور ہر ایک قوت و طبیعت کے لیے ایک لذت جداگانہ ہے یعنی حصول مقتضاے طبع کا
جسکے لیے ہر ایک قوت مخلوق ہے اوسکی لذت کہلاتا ہے اسلیے کہ انسان میں یہ قوی بفائدہ
پیدا ہی نہیں ہوئے بلکہ ہر ایک قوت و طبیعت ایک ایسے امر کے لیے بنی ہے جو اوسکا مقتضاے طبع ہے
مثلاً طبیعت غضب تشفی اور انتقام کے لیے پیدا ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ اوسکی لذت غلبہ اور
انتقام ہی سے ہو جو اوسکے مقتضاے طبع ہے اور قوت خواہش طعام تحصیل غذا کے لیے مخلوق
ہوئی ہے جس سے کہ بقاے وجود ہو تو اوسکی لذت اوسی غذا کے ملنے میں ہوگی جو اوسکی مقتضاے
طبع ہے اسیطرح لذت سننے اور دیکھنے اور سونگھنے کی ایسی ہی چیزوں سے ہوگی جو اوسکے
مقتضاے طبع ہوں پس ان قوی میں کوئی قوت ایسی نہیں کہ جسکو اپنے مدرکات سے رنج اور
لذت ہوتی ہو اسیطرح دل میں ایک قوت ہے جسکو نور الٰہی کہتے ہیں جسکے باب میں خداے تعالیٰ
فرماتا ہے أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ اوسکو عقل اور
بصیرت باطنی اور نور ایمان اور نور یقین بھی کہتے ہیں اور اسکے ناموں میں مشغول ہونے سے کچھ
غرض نہیں کہ ہر ایک کی جدا جدا اصطلاح ہے اور کم عقل یہ گمان کرتے ہیں کہ الفاظ کے

قصہ ا بھلا جسکا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمانی پر سو وہ اوجالے میں ہے اپنے رب کی طرف سے ۱۲

اختلاف سے معنی میں اختلاف ہے اسلیئے کہ وہ لوگ الفاظ ہی سے معنی کے متکفل لیتے ہیں
پاتے ہیں حالانکہ یہ بات اوسکے برعکس ہے بہرحال دل میں ایک ایسی صفت ہے جس سے
کہ اوسکو تمام بدن سے تمیز ہے اوسی صفت سے دل اون باتون کو دریافت کرتا ہے جو
نہ تخیل میں نہ محسوس مثلاً عالم کا پیدا ہونا اور اوسکا محتاج ہونا ایک خالق مدبر حکیم وقدیم کیطرف
جو صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف ہو اور ہم اوس صفت قلبی کا نام عقل رکھتے ہیں بشرطیکہ
کوئی شخص عقل سے وہ قوت نہ سمجھے جس سے کہ ادراک طریق مجادلہ اور مناظرہ کا ہوتا ہے کیونکہ
بالفعل عقل انہیں معنون میں مشہور ہے اور اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے عقل کو برا کہا ہے ورنہ جو
صفت انسانی کہ اوسکے باعث بہائم سے تمیز ہو اور معرفت الٰہی کو اوس سے دریافت کرے
وہ تو بڑی عمدہ صفت ہے اوسکو تو برا کہنا ہی نہ چاہیے - اور یہ قوت اسلیئے پیدا ہوتی ہے
کہ اوسکے باعث سب امور کی حقیقت معلوم ہو تو اوسکا مقتضائی طبع معرفت اور علم ہے اور
یہی اوسکی لذت ہے جیسے اور قوی کا مقتضائے طبع اونکے حق میں لذت ہے اور اس
بات میں بھی کچھ شک نہیں کہ علم و معرفت میں لذت ضرور ہے یہانتک کہ اگر کوئی شخص کسی
ادنی ہی چیز کا عالم اور عارف کہلاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جو جہل کیطرف منسوب کیا جاتا ہے
گو کسی ادنی ہی امر میں ہو تو ناخوش ہوتا ہے دیکھو آدمی اگر کوئی حقیر چیز ہی جانتا ہو تو اوس سے
فخر اور بڑائی کرنے میں صبر نہیں کرتا مثلاً اگر جو شطرنج کھیلنا جانتا ہے اور یہ ادنی بات ہے
مگر باوجود اسکی خست کے اوسکی تعلیم سے چپ نہیں رہتا اور جو کچھ جانتا ہوتا ہے اوسپر زبان
چل ہی جاتی ہے اور یہ اسی لیے کہ لذت اوسکے جاننے کی بہت ہوتی ہے اور اوسکے علم کو
اپنی ذات کا کمال سمجھتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ علم سب صفات ربوبیت میں سے اخص ہے
اور منتہائی کمال ہے اور اسلیئے جب کسی شخص کی تعریف زکا اور کثرت علم کی کیجاتی ہے
تو طبیعت کو فرحت ہوتی ہے کیونکہ ثنا کے سننے سے اپنے علم اور ذات کے کمال کا وقوف
ہوتا ہے اسلیئے عجب کرتا ہے اور لذت پاتا ہے پھر علم زراعت اور دوخت کی اتنی لذت
نہیں جتنی سیاست ملک و تدبیر سلطنت اور امور خلائق کے جاننے کی ہے اور نہ لذت علم نحو
اور شعر کی ایسی ہے جیسے خدائے تعالی اور اوسکے فرشتون اور اسرار آسمان و زمین کے علم کی ہے
بلکہ اصل یہ ہے کہ لذت علم کی بقدر شرف علم کے ہوتی ہے اور شرف علم بقدر شرف معلوم کے
ہوتا ہے یہانتک کہ جو شخص لوگون کے باطن کے حالات دریافت کرکے لوگون سے کہتا ہے

اوسمین بڑا مزہ پاتا ہے اور اگر معلوم نہیں ہوتے تو اوسکی طبیعت چاہتی ہے کہ اونکو تلاش کرے
پھر اگر شہر کے رئیس کے دل کا حال اور اوسکی ریاست کی تدبیر پر واقف ہو تو یہ امر اوسکے نزدیک
کسانون اور جولاہون وغیرہ غربا کے باطن کا حال معلوم ہونیکی نسبت کر زیادہ عمدہ اور لذیذ
معلوم ہوگا اور اگر رئیس سے بڑھکر وزیر کے حالات کا علم ہوگا اور اوسکی تدابیر وزارت پر واقفیت
ہوگی تو یہ رئیس کے اسرار جاننے کی نسبت کر اچھا جانیگا اور اگر بادشاہ کے باطن کا حال معلوم ہوگا
جو وزیر سے بھی بڑھکر ہے تو وزیر کے حالات سے بھی زیادہ تر اچھا معلوم ہوگا اور اسمین اوسکو
تعریف چاہتی اور حرص اور بحث بہت اچھی معلوم ہوگی اور یہی نہ کہ زیادہ محبوب ہوگا اسلیے
کہ اسمین لذت زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ معارف مین سے لذیذتر وہ ہین جو اشرف ہین اور
اونکا شرف بحسب معلوم کے شرف کے ہے پس اگر معلومات مین کوئی چیز سب مین اشرف اور اعلی
اور اجل اور اکرم ہو تو ظاہر ہے کہ اوسکا علم سب علوم سے بیشک لذیذتر اور اشرف اور عمدہ ہوگا
اب ہمکو کوئی بتلادے کہ جس شخص نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور تکمیل کی اور اونکو زینت دی اور
نئے سر سے بنایا اور دوبارہ بھی بنا دیگا اور اونکا مدبر اور منتظم وہی ہے اوس سے زیادہ بڑھکر
کونسی چیز موجود ہے جو اشرف اور اعلی اور اکمل اور اعظم ہو یا یہ ہوسکتا ہے کہ جناب احدیت کے
سوا کوئی اور دوسرا اس طرح کا ہو کہ ملک اور کمال اور جمال اور جلال مین سب سے زیادہ ہو وہی ذات پاک ہے
جسکے مبادی جلال اور عجائب احوال مین وصف واصفون کا قاصر ہے شعر

اے کہ کمال حسن و جلال	در ستایش زبان ناطقہ لال

پس اگر تمکو ان امور مین شک نہین تو اس بات مین بھی شک نکرنا چاہیے کہ اسرار ربوبیت
اور انتظام امور الٰہیہ پر واقف ہونا جو محیط تمام موجودات ہے یہی اقسام معارف مین سب سے
بڑھکر ہے اور اور معارف کی نسبت کر لذیذ اور عمدہ اور اشرف ہے یہی واقفیت ایسی ہے
کہ جب نفس کو ہوجاوے تو اپنا کمال اور جمال سمجھنا اوسکو زیبا ہے اور اوس سے خوش ہونا اور
راحت پانا بجا اس بیان سے معلوم ہوا کہ علم لذیذ ہے اور علوم مین لذیذتر خدای تعالی اور اوسکی
صفات اور افعال کا علم اور تدبیر کہ وہ اپنی مملکت مین عرش سے لیکر فرش تک کرتا رہتا ہے
اوسکا علم ہے پس اس سے صاف سمجھنا چاہیے کہ معرفت کی لذت اور لذتون کی نسبت کر
مثل لذت شہوت اور غضب اور تمام حواس کی لذتون کے فائق تر ہے اسلیے کہ لذات مین
اول تو نوع کا اختلاف ہے مثلاً لذت جماع اور ہے اور لذت سماع اور اور معرفت کی لذت

اور یہ ہے اور ریاست کی اور دوسرے یہ کہ انمین کمی بیشی کا اختلاف ہوتا ہے جیسے جماع سے ایک
شخص محجور و کامل الشہوت اور جسے بہت لذت زیادہ ہوگی او سست کو اوسکی نسبت کم ہوگی اسیطرح
جو شخص نہایت شیفتہ ہے کا خوبصورت ہو اوسکی طرف دیکھنے سے اور لذت ہوگی اور جو شخص جمال
کم رکھتا ہو اوسکی طرف دیکھنے سے او سے ہوگی اور لذت کی قوت اور زیادتی کی پہچان یہ ہے کہ اوسکے
ہوتے دوسری لذت کو اختیار نکرے مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا اچھی صورت کا تکنا
یا خوشبو سونگھنا اگر اور وہ صورت اول پسند کرے تو معلوم ہوگا کہ اوسکے نزدیک یار خوبصورت کا
خوشبو کی نسبت کر زیادہ لذیذ ہے اسیطرح اگر کھانا موجود ہو اور وقت کھانے کا بھی ہو اور
شطرنج کھیلنے والا غذا کو ترک کرے کھیل ہی مین مصروف رہے تو پایا جاویگا کہ شطرنج مین بات
جیتنے کی لذت اوسکے نزدیک غذا کی لذت سے بڑھکر ہے غرضکہ یہ علامت ایک اچھی کسوٹی ہر
اس سے لذتون کی ترجیح خوب معلوم ہوتی ہے اب ہم پھر اول مقصود کیطرف رجوع کرتے ہین کہ
لذات کی دو قسمین ہین ایک ظاہری جیسے حواس خمسہ کی لذات دوسری باطنی جیسے ریاست
اور غلبہ اور بزرگی اور علم وغیرہ کی لذات کہ یہ لذت نہ آنکھ کو ہے نہ کان کو نہ ناک کو نہ ذائقہ
اور لمس کو اور باطنی لذات بہ نسبت ظاہری لذات کے اہل کمال پر غالب تر ہوتے ہین مثلاً
اگر کسیکو اختیار دیا جاوے کہ چرب اور مرغ اور حلوا کی لذت اختیار کرے یا ریاست اور غلبہ اور
دشمنون کا زیر کرنا پسند کرے تو وہ شخص اگر پست ہمت مردہ دل ہے کا تا ہوگا تب تو گوشت
اور حلوا اختیار کریگا اور اگر بلند ہمت و بعقل کا پورا ہوگا تو ریاست پسند کریگا اور بھوکا رہنا
اور ضروری غذا سے بھی چند روز صبر کر لینا اوسپر آسان ہوگا تو ریاست کو ترجیح دینے سے
سمجھا جاویگا کہ لذت ریاست اوسکے نزدیک عمدہ غذاؤن سے لذیذ ہے ہان جو ناقص کہ
اوسکے معانی باطنی ابھی پورے نہین ہوے جیسے لڑکا اور کم عقل جسکی قوت باطنی جاتی رہی ہو
وہ کھانے کی چیزون کی لذت کو ریاست کی لذت پر ترجیح دیگا اور جیسے کہ اوس شخص پر کہ جو
حالت لڑکپن اور کم عقلی سے بری ہو لذت ریاست اور کرامت غالب تر ہوتی ہے اسیطرح
لذت معرفت الٰہی اور مطالعہ جمال حضرت ربوبیت اور سیر اسرار امور الٰہی کی لذت ریاست کی
نسبت کہ جو خلق پر مستولی ہے بہت بڑھ کر ہے اس لذت کو اس آیت سے تعبیر کرتے ہین
لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ اور ایسے لوگون کے لیے وہ لذات ہین کہ
جو نہ آنکھون دیکھے نہ کانون سنے نہ کسی بشر کے دل مین گذرین اور یہ لذت اوسیکو معلوم ہوگی

[illegible]

جو وہ فنون لذتوں کو چکھے پھر بیشک وہ تجرد اور تنہائی اور ذکر و فکر اور بحر معرفت میں تیرنا پسند کریگا اور حق کی ریاست کو حقیر جانکر ترک کریگا کیونکہ اوسکو معلوم ہے کہ یہ ریاست بھی باقی رہیگی اور جسپر ریاست ہے وہ بھی نہ رہیگی اور ہمیں طرح طرح کی کدورات ملی ہیں کہ اونسے خالی ہونا ممکن ہی نہیں اور موت پر تو ضروری ہے اسکا خاتمہ ہو جائیگا اور موت ضرور آنے کی مطابق مضمون اس آیت کے حَتّٰی اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قَادِرُوْنَ عَلَيْهَا اَتٰىهَا اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ پس ایسی لذت کی نسبت کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اوسکی صفات و افعال اور نظام مملکت و اعلیٰ علیین سے اسفل السافلین تک کی دیکھا ہے اوسکی سیر کی لذت کا مزا پائیگا اسلیے کہ اس لذت میں کچھ مزاحمت اور کدورت نہیں جو کوئی اسکو دیکھنا چاہے اوسکیلیے وسیع ہے اگر اوسکا پھیلاؤ دیکھے تو جہاں تک اندازہ ہو سکتا ہے آسمانوں اور زمین کا عرض کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ ابتدا و حدود سے بڑھے تو اوسکے پھیلاؤ کی کچھ نہایت نہیں حاصل یہ کہ عارف جو اوسکا مطالعہ کرتا ہے وہ ہر دم اوس جنت میں رہتا ہے جسکا عرض آسمان اور زمین کی برابر ہے اوسکے چمنوں میں گلگشت کرتا اور اوسکے میوؤں کو توڑتا ہے چشموں سے پانی پیتا ہے اور نہایت سے مامون رہتا ہے کیونکہ یہ باقی رہیگی کیونکہ اس جنت کے پھل ایسے نہیں کہ کبھی جاتے رہیں اور نہ کسی سے اونکی روک ٹوک اسپر دائمی اور سرمدی ہیں کہ موت کے باعث جاتے نہیں رہتے اسلیے کہ موت محل معرفت الٰہی کو فنا نہیں کرتی اور محل معرفت روح ہے جو امر ربانی اور آسمانی ہے موت صرف روح کی حالات اور اوسکے کاموں و علائق کو تبدیل کرتی ہے اور اوسکو حبس سے رہا کر دیتی ہے نیست ہرگز نہیں کرتی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یہ خیال نہ چاہیے کہ یہ آیت اوس شخص کے باب میں ہے جو جنگ میں مارا گیا ہو بلکہ عارف کو ہر ایکدم میں درجہ ہزار شہید کا ملتا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ شہید آخرت میں تمنا کریگا کہ کسیطرح دنیا میں پھر جاؤں اور دوبارہ لڑائی میں مارا جاؤں اور اس تمنا کی وجہ یہ ہے کہ ثواب شہادت بہت بڑا ملیگا اور شہدا کو یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہم علما ہوتے اسوجہ سے کہ

علما کا درجہ بہت زیادہ ہے دیکھنا غرضکہ سب آسمان و زمین سکے ملک عارف کے میدان ہین جہان
چاہے وہان سیر کرے اسکی حاجت نہین کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے [illegible] بدن لیجاوے
اور آپ ہی ملکوت کے جمال کے مطالعہ کے باعث اوس جنت مین رہتا ہے جسکا عرض آسمان و
زمین ہے اور ہر ایک عارف کو اتنا ہی کچھ ہے یہ نہین کہ ایک دوسرے پر تنگی ڈالتا ہو
ہان اتنا ہے کہ جسقدر جسکی نظر اور معرفت ہوگی اوسیقدر اوسکی سیرگاہ کو وسعت ہوگی اور اسی
خدا کے نزدیک اونکے درجات مین تفاوت ہوتا ہے جو شمار مین نہین آسکتا اس بیان سے
ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو باطنی ہے وہ اہل کمال مین جو اسکی سب لذتون سے بڑھکر
ہوتی ہے اور یہ لذت بہیمہ اور لڑکے کم عقل کو نہین ہوتی اور محسوسات اور شہوات کی لذت
بھی اہل کمال کو ہوتی ہے مگر ریاست کی لذت کو اوسپر ترجیح دیتے ہین مگر معرفت الٰہی اور اوسکی
صفات و افعال اور آسمانون اور زمین کی سلطنت کے اسرار کی معرفت جو ریاست کی لذت سے
بڑھکر ہے پس اسکو وہی شخص جانتا ہے جو معرفت کے رتبے کو پہونچے اور اوسکا مزہ چکھے
اوسکو ایسے کے سامنے ثابت کرنا جسکے دل نہو غیر ممکن ہے اسلیے کہ دل اس قوت کا معدن ہے
تو جسکے دل ہی نہوگا وہ اس مزے کو کیا جانیگا جیسے لذت جماع کی ترجیح لڑکے کے نزدیک
کھیل کود پر ثابت نہین کرسکتے نہ نامرد کو اوسکی ترجیح عطر سونگھنے پر معلوم ہو اسواسطے کہ
لڑکے اور نامرد مین وہ قوت ہی نہین جس سے وہ لذت ملتی ہے مگر جو شخص سونگھنے کی قوت
بھی درست رکھتا ہو اور نامردی سے بھی بری ہو وہ البتہ دونون لذتون کا فرق جانیگا
پس اب یہی کہنا چاہیے کہ یہ لذت کہنے کی نہین جو چکھے سو جانے ہان طالب علم اگرچہ
طلب معرفت امور الٰہیہ مین مصروف نہین ہوتے تب بھی اس لذت کی بو اونکے مشام
جان مین پہونچتی ہے جسوقت مشکلات اور شبہات اونپر منکشف ہوتے ہین جنکے حل
ہونیکے لیے اونکو کمال حرص ہوتی ہے کیونکہ اونکا منکشف ہونا بھی ایک طرح کی معرفت
اور علم مین داخل ہے اونکی معلومات ایسی شریف نہین جیسے معلومات معرفت الٰہی ہوتی ہین
مگر جو شخص اپنی فکر کو معرفت خدای پاک مین دیر تک رکھتا ہے اور اسرار ملک الٰہی مین سے
اوسپر کچھ شمہ بھی منکشف ہوجاتا ہے تو اوس سے اسقدر خوش ہوتا ہے کہ پھولا نہین سماتا
اور مارے خوشی کے اڑا جاتا ہے اور تعجب کرتا ہے کہ میرا نفس کیسے ثابت رہا اور اس امر کا
متحمل ہوا اور یہ ایسی چیز ہے کہ بدون ذوق اسکا ادراک نہین ہوسکتا کہنے سے اسمین

فائدہ کم ہوتا ہے پس اسقدر بیان سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ معرفت خدای پاک سب اشیا سے لذیذتر ہے اور یہ کہ کوئی لذت اوس سے زیادہ نہین اور اسی لیے حضرت ابوسلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اونکو خدای تعالی سے نہ خوف دوزخ روکتا ہے نہ توقع جنت تو ایسے لوگون کو دنیا کسطرح روک سکتی ہے اور اسیطرح حضرت معروف کرخی کے بعض مریدون نے اونسے سوال کیا کہ اے ابو محفوظ آپ ارشاد فرماوین کہ کونسی چیز نے آپکو عبادت کی ترغیب دی اور خلق سے علیحدہ کیا آپ چپ ہورہے اوسنے کہا کہ موت کی یاد نے آپکا یہ حال کیا ہے آپنے فرمایا کہ موت کی کیا اصل ہے اوسنے پوچھا کہ قبر و برزخ کی یاد سے ایسے ہوے آپنے فرمایا کہ یہ بھی بے اصل ہین اوسنے کہا کہ دوزخ کے خوف اور جنت کی توقع نے ایسا کیا ہے آپنے فرمایا کہ انکی بھی کچھ اصل نہین یہ سب چیزین ایک بادشاہ کے قبضے مین ہین کہ اگر اوسکو چاہو تو یہ سب باتین تمکو بھلا دے اور اگر تم مین اور اوسمین معرفت ہوجاوے تو پھر ان سب سے بچا دے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کے ارشادات مین ہے جب تم کسی جوان کو خدای تعالی کی جستجو مین فریفتہ دیکھو تو جان لو کہ اسنے اوسکو اور سب چیزون سے غافل کردیا اور بعض شیوخ نے حضرت بشر بن الحارث رح کو خواب مین دیکھا اونسے پوچھا کہ ابو نصر تمار اور عبدالوہاب وراق رح کا کیا حال ہے آپنے فرمایا کہ مین نے اونکو اسوقت خدای تعالی کے سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہے اوس شیخ نے پوچھا کہ آپکا کیا حال ہے کہا کہ اللہ تعالی کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کیطرف رغبت کم ہے اسلیے مجکو اپنا دیدار مرحمت فرمایا۔ اور علی بن الموفق رح سے مروی ہے کہ اونھون نے خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے کہتے ہین کہ وہان کیا دیکھتا ہون کہ ایک شخص دسترخوان پر بیٹھا ہے اور دو فرشتے اوسکو دونون طرف سے انواع و اقسام کے میوے اونکو کھلاتے ہین اور ایک شخص کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہوے لوگون کی صورتین پہچانتے ہین اور بعض کو اندر کردیتے ہین اور بعض کو واپس کرتے ہین پھر مین اونسے حظیرۃ القدس کیطرف آگے بڑھ گیا وہان سرادقات عرش مین ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ جل شانہ کیطرف تاک لگائے ہوے ہے اور کسی طرف نہین دیکھتا مین نے رضوان فرشتے سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے کہا کہ معروف کرخی رح ہین کہ جنھون نے خدا کی عبادت نہ خوف آتش سے کی نہ بتوقع جنت بلکہ صرف اوسکی محبت کی اللہ تعالی نے اونکو قیامت تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت دیدی اور کہا کہ وہ

شخص دوسرے بشر بن الحارث اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ ہین ۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ جو اپنے نفس ہی مین مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اپنے ہی مین مصروف رہیگا اور جو کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اوسیکے ساتھ مشغول رہیگا ۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے حضرت رابعہ بصری رح سے پوچھا کہ آپکے ایمان کی حقیقت کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ مین نے اوسکی عبادت دوزخ کے خوف سے نہین کی اور نہ جنت کے اشتیاق سے تاکہ میرا حال برے مزدور کا سا ہو بلکہ عبادت صرف اوسکی محبت اور اشتیاق کے باعث کی ہے اور محبت کے باب مین اونھون نے کچھ شعر فرمائے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

ایک تو عشق کے باعث ہی ہے تجھسے وداد
دوسرے اس سے کہ شایان تجھے ہے تجھسے لو
الفت عشق ہی ہے تجھسے مری کیفیت
یاد مین تیری سوا اوسکے نہین ہون بیکار
اور جس حب کا کہ لائق ہی تو اوس سے تو نے
پردے یہ کھولدیے دیکھتی ہون مین تجھکو
پردہ اٹھا دیا سمین ہوا تو دیدار وہ سب سے عجب
میری تعریف کسی بات مین بھی نہین ہے سب تیری ستائش

اور غالباً اونکی مراد محبت عشق سے یہ ہے کہ اللہ کی محبت اوسکے احسان اور انعام کی بابت کی ہو یعنی وہ لذات کہ دنیا مین اوسنے عنایت فرمائے ہین وہ باعث محبت ہوے ہون اور دوسری محبت سے مراد یہ ہے کہ محبت صرف اوسکے جمال اور جلال کے باعث کی ہو جو اونکو منکشف ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ قسم محبت اعلیٰ اور اقوی ہے ۔ اور جمال ربوبیت کی دیکھنے کی لذت وہ ہے جسکو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا کہ

اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ

اور اگر کسی شخص کی صفاء قلب غایت کو پہونچ جاتی ہے تو اوسکو بعض ان لذتون مین سے دنیا ہی مین حاصل ہوجاتی ہین اسیواسطے بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین یا اللہ اور یا رب نہین کہتا ہون اور یہ قول پہاڑ سے زیادہ اسکو بوجھ جانتا ہون اسواسطے کہ پکارنا پردے کی آڑ سے ہوا کرتا ہے اور کبھی دیکھا کہ کوئی شخص اپنے ہمنشین کو پکارتا ہوا اور یہ بھی اونکا ہی قول ہے کہ جب آدمی اس علم مین نہایت کو پہونچ جاتا ہے تو لوگ اوسکو پتھر مارتے ہین یعنی اوسکی گفتگو اونکی عقلون کی حد سے باہر ہونے لگتی ہے تو اوسکے قول کو جنون یا کفر سمجھتے ہین الحاصل مقصد سب عارفون کا اوسکا وصل اور ملاقات ہی ہے اور یہی اونکی چشم ہے کہ کسیکو نہین معلوم

[illegible]

گیا اونکے لیے اوسمین کچھی ہوئی چیز ہے اور جب وہ حاصل ہوجاتی ہے تو اوسکے دوات اور شہوات بالکل جلتے رہتے ہین اور دل اوسیکی لذت مین مستغرق ہوجاتا ہے یہ ایسا استغراق ہے کہ اگر وہ شخص آگ مین ڈالدیا جاوے تو اوسکی تکلیف معلوم نہو اور اگر جنت کی آسایش اوسپر پیش کیجاوے تو اوس نعمت کے سامنے اوسکو ہیچ جانے کیونکہ وہ مزہ تو ایسا ہے کہ اوس سے زیادہ اور کوئی لذت ہی نہین — اب یہہ معلوم نہین کہ جو لوگ محسوسات کی محبت کے سوا اور کچھ نہین سمجھتے وہ خدای تعالی کی صورت دیکھنے کی لذت پر کیسے ایمان لاتے ہین اوسکی تو کوئی شکل و صورت نہین اور اللہ تعالی نے جو اپنے بندون سے اوسکا وعدہ فرمایا ہے اور اوسکو سب نعمتون سے بڑا فرمایا ہے اوسکے کیا معنی ہین بلکہ اصل یہ ہے کہ جو شخص خدای تعالی کو پہچانتا ہے وہ اسبات کو جانتا ہے کہ جتنی لذتین متفرق اور مختلف شہوات سے ہوتی ہین وہ سب اس ایک لذت مین جمع ہین جیسا کہ کسیکا قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے نظم

آرزوها داشتم در دل خلاف یکدگر	تا ترا نظاره کردم جمع شد اهوای من
رشک بردی هر که شخصے که بودم حاسدش	گشته ام مولای مردم تا توئی مولای من
گشت فارغ خاطرم از دین و دنیا همه	تا بتو مشغولم اے دین من و دنیای من

اور ایسے ہی بعضوں کا یہ قول ہے

ہجر او ہولناک تر ز سقر	وصل او خوشتر از بہشت برین

اور اس سے اونکی غرض صرف کھانے پینے اور نکاح کی لذت پر اوس لذت کو ترجیح دینی ہے جو دل کو معرفت الہی مین حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ جنت وہ جگہ ہے جہان حواس کو اونکی لذات سے تمتع ہوگا اور قلب کو صرف خدای تعالی کی لقا مین لذت ہو اور لذتون کے باب مین خلق کے حالات اسطرح سمجھنے چاہیین کہ مثلاً لڑکے مین ابتدای حرکت اور تمیز مین ایک قوت پیدا ہوتی ہے جسکے باعث کھیل کود لذیذ جانتا ہے حتی کہ اوسکو نزدیک سب چیزون سے زیادہ لذیذ کھیل ہی ہوتا ہے پھر اوسکے بعد زینت کی اور کپڑے پہننے اور سوار ہونے کی لذت پیدا ہوتی ہے کہ اسکے سامنے پہلی لذت کھیل کی حقیر جاننے لگتا ہے پھر اوسکے بعد لذت جماع اور عورتون کی خواہش پیدا ہوتی ہے اسکے باعث دونون پہلی لذتین بھی چھوڑنے کو تیار ہوجاتا ہے پھر ریاست اور بلندی اور فخر اور مال اور اولاد کی کثرت کی لذت پیدا ہوتی ہے دنیاوی لذتون مین سے یہ لذت

سے ہے اعلیٰ اور قوی تر ہے اور انہین کیطرف قرآن مجید مین بھی اشارہ ہے چنانچہ فرمایا
تعالیٰ اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ
تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ پھر بعد ان سب کے ایک قوت پیدا ہوتی ہے
جسکے باعث لذت معرفت الٰہی اور اوسکے افعال کی ادراک کرتا ہے اس لذت کے
ہوتے ہوئے تمام پہلی لذتون کو حقیر سمجھتا ہے غرضکہ جو لذت پیچھے ہوتی ہے وہ پہلی سے
قوی تر ہوتی ہے اور یہ سب باتین ابجا کو ہے کیونکہ کھیل کی محبت سن تمیز مین پیدا ہوتی ہے
اور عورتون اور زینت کی محبت سن بلوغ مین اور ریاست کی محبت بیس برس سے سالہ
ہونے کے اور علوم کی محبت قریب چالیس کے اور یہی انتہا کا درجہ ہے اور جسطرح کہ
لڑکا ایسے شخص پر کہ کھیل کو چھوڑکر عورتون سے میل کرے یا ریاست کا طالب ہو ہنسا کرتا ہے
اسیطرح ریاست والے بھی اون لوگون پر ہنستے ہین جو ریاست کو ترک کرکے معرفت الٰہی مین مصروف ہوتے ہین
اور عارف اونکے جواب مین کہتے ہین اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
پانچوان بیان اسباب کی وجہ مین کہ معرفت دنیاوی کی نسبت آخرت مین لذت پیدا کیون
زیادہ ہوگی واضح ہو کہ مدرکات دو قسم کے ہین ایک تو وہ جو خیال مین آتے ہین مثلاً
خیالی صورتین اور رنگ برنگ کے اجسام اور حیوانات اور نباتات جو شکلین رکھتے ہین اور
ایک وہ ہین جو خیال مین نہین آتے جیسے خدائے تعالیٰ کی ذات اور دوسری چیزین جو جسم نہین
رکھتین مثل علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ کے۔ اور اگر کوئی شخص کسی انسان کو دیکھکر اپنی آنکھ
بند کرلے تو اوسکی صورت اپنے خیال مین پاویگا ایسی طرح کہ گویا اوسکو دیکھ رہا ہے مگر جب آنکھ
کھولکر دیکھیگا تو کچھ فرق معلوم ہوگا نہ اس معنی کر کہ دونون صورتون مین کچھ اختلاف ہو اسلیے
کہ وہ تو دونون ایک ہی ہین صرف فرق اس اعتبار سے ہوگا کہ صورت خیالی مین انکشاف
اور وضوح خوب نہ تھا جب آنکھ سے اوسکی رویت ہوئی تو وضوح خوب ہوگیا اور اسکی مثال
ایسی جاننی چاہیے کہ جیسے کوئی شخص کسیکو پہلے طلوع آفتاب کے کچھ دم دیکھے پھر دن نکلنے اور
روشنی پھیلنے کے بعد دیکھے ان دونون دفعہ کے دیکھنے مین صرف فرق زیادتی انکشاف ہی کا
ہوگا اسیطرح خیال بھی اول درجہ ادراک کا نام ہے اور دیکھنا درجہ ادراک کی تکمیل کا نام رویت ہے
اور یہ نہایت درجہ کا کشف ہے اور اسکا نام رویت بھی اسی جہت سے ہے کہ انتہا درجہ کا
کشف ہوتا ہے کچھ اس جہت سے نہین کہ رویت متعلق آنکھ سے ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ

جان لو کہ دنیا کا جینا بھی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیان کرنی آپس مین اور بہتایت ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی ۱۲

اس ادراک کامل کو خیالی یا چشم میں مثلاً کہہ دیتا تب بھی اسکا نام رویت ہی ہوتا اور جب یہ تقریر خیالی صورتوں میں تمہاری سمجھ میں آگئی تو اب جانو کہ جو معلومات ایسی ہیں کہ خیال میں بھی نہیں آتیں اونکے ادراک کے بھی دو درجے ہیں ایک ادراک اول ہے اور دوسرا ادراک کی تکمیل ہے اور ان دونوں ادراکوں میں زیادتی کشف و وضوح کا ایسا ہی فرق ہو جیسا صورت خیالی اور آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز میں فرق تھا اسلیے دوسرے ادراک کو نسبت اول کے مشاہدہ اور لقا اور رویت کہتے ہیں اور یہ نام اوس ادراک کا واقع میں درست ہی ہو اسواسطے کہ رویت کو رویت صرف نہایت کشف کی جہت سے کہتے ہیں اور جسطرح کہ قاعدہ الٰہی اس بات پر جاری ہے کہ آنکھوں کے بند کرنے سے خوب کشف نہیں ہوتا اور اگر مرئی شے میں اور آنکھوں میں کوئی حجاب ہو تو رویت کے لیے اوسکا دور ہونا ضروری ہے اور جبتک وہ حجاب دور نہوگا تو جو ادراک حاصل ہوگا وہ صرف تخیل کے طور پر ہوگا رویت کہلاویگا اسیطور پر یہ بھی مقتضائے عادت الٰہی ہے کہ نفس جبتک بدن کے عوارض میں محجوب اور مقتضائے شہوات اور بشریت میں مبتلا رہیگا تب تک اوسکو مشاہدہ اور رویت اون معلومات کی جو خیال سے باہر ہیں نہو گی بلکہ زندگی دنیاوی ہی رویت سے حجاب ہے جیسے پلکوں کا بند کرنا آنکھ کی رویت کا حجاب ہوتا ہے اور زندگی کے حجاب ہونے کی وجہ بہت طول طویل ہے اس علم میں اوسکی تقریر شایان نہیں یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رویت کی استدعا میں جواب ارشاد ہوا تھا کہ لَنْ تَرَانِی تو ہر گز نہ دیکھیگا مجکو یعنی حجاب حیات مانع ہماری رویت کا ہے اور کلام مجید میں ارشاد ہے لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ [1] اس سے بھی غرض یہی ہے کہ دنیا میں رویت الٰہی نہیں اور مذہب صحیح [2] بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب کو شرف رویت خداوندی حاصل نہیں کیا پس جب کہ موت کے باعث حجاب دور ہو جاتا ہے تو نفس کدورات دنیا میں آلودہ رہتا ہے بالکل اوس سے جدا نہیں ہوتا گو آلودگی میں فرق ہوتا ہے بعض نفس تو ایسے ہوتے ہیں کہ اونپر خباثت اور زنگ کا گذر ہوتے ہوتے ایسے ہو جاتے ہیں جیسے آئینے کو بہت تک نم میں رہنے سے مورچہ لگجاتا ہے اور اوسکا جوہر ہی خراب ہو جاتا ہے کہ جلا اور صفائی کچھ فائدہ نہیں کرتی ایسے لوگ تو خدای تعالیٰ سے ابدالآباد تک محجوب رہینگے نعوذ باللہ منہا اور بعض نفس ایسے ہوتے ہیں کہ اونکی کدورات اس حد پر نہیں ہوتیں کہ مہر اور زنگ کی نوبت پہنچیں اور صلاح پذیر ہوں وہ چندے دوزخ پر پیش کیے جاوینگے

[1] اوسکو نہیں دیکھ سکتیں آنکھیں ۱۲

[2] یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے اکثر مسلمین رویت کے قائل ہیں اور رویت ثابت ہے اور یہی مذہب ہے حضرت ابن عباس اور اکثر علما کا ہے ۱۲

کی میل کچیل اوسکا سب دور ہو جاوے اور جسقدر کہ حاجت صفا اور جلا کی ہوگی اوسیقدر دوزخ کا
سامنا بھی ہوگا اور کم سے کم مومنین کے حق میں ایک لحظہ ہو اور زیادہ سے زیادہ سات ہزار
برس جیسا کہ اخبار سے مفہوم ہوتا ہے اور اس دنیا سے کوئی نفس ایسا نہیں جاتا جسپر کچھ غبار
یا کدورت نہو گو تھوڑی ہی سہی اور یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے وَإِنْ مِنْكُمْ
إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ
الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نفس کا گذر آگ پر
تو یقینی ہوگا مگر اوس سے نجات ہونے کا یقین نہیں وہاں سے رہائی جب ہو کہ جب خداے تعالیٰ
نفس کی طہارت اور صفائی اچھی طرح کردیگا اور جو مدت خداے تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے وہ پوری
ہو لے اور جن باتوں کا شریعت میں مذکور ہے یعنی حساب کتاب اور پیشی وغیرہ سب ہو چکیں
اور استحقاق جنت کا بھی ہو اور یہ وقت مبہم ہے کسیکو اللہ تعالیٰ نے اسپر مطلع نہیں فرمایا کیونکہ
صورتیں بعد قیامت کے ہونگی اور قیامت کا وقت معلوم نہیں ان صورتوں کے بعد نفس صاف
اور پاکیزہ کدورات سے ہوگا کہ اوسمیں کسیطرح کا داغ یا غبار نہ رہیگا پھر اس بات کے شایان ہوگا
کہ اوسمیں خداوند جل وعلی تجلی فرماوے یہ تجلی اوسوقت ایسی طرح ہوگی کہ اوس سے انکشاف
اور وضوح پہلے علم کا ہوگا جیسے کہ وضوح مرئیات کا متخیلات کی نسبت کر ہوتا ہے اسی
مشاہدہ اور تجلی کا نام رویت اور دیدار ہے اس سے معلوم ہوا کہ رویت بیشک ہے بشرطیکہ
رویت سے کوئی یہ نسمجھے کہ ادراک خیالی کسی صورت خیالی کا کسی خاص جہت میں جو ہوتا ہے
اوسکی تکمیل کا نام رویت ہے ایسا ہی رویت الٰہی بھی ہوگی اسلیے کہ خداے تعالیٰ ان سب
امور سے بری ہے بلکہ جسطرح کہ خداے تعالیٰ کو دنیا میں عرفان حقیقی سے اچھی طرح جانا اور
بے خیال اور صورت اور شکل اور جہت کے ہوے اسیطرح آخرت میں دیدار ہوگا بلکہ ہم
کہتے ہیں کہ جو معرفت دنیا میں ہوتی ہے وہی کامل ہو کر درجہ کمال کشف کو پہونچ جاتی ہے
اور وہی مشاہدہ اور رویت کہلاتی ہے اوس رویت آخرت اور معلوم دنیاوی میں کچھ
اختلاف بجز زیادتی کشف اور وضوح کے نہیں ہوتا جیسا کہ خیال کی مثال میں اوپر گذرا
پس جبکہ معرفت الٰہی میں ثبوت صورت اور جہت کا ممکن نہیں تو اسکے پورا ہونے میں
اور صرف وضوح اور کشف کے مرتبے کو پہونچنے میں صورت اور جہت کیسے ہوگی وہ
دونوں تو ایک ہی ہیں صرف رویت اخروی میں انکشاف ہی زیادہ ہو جیسا صورت مرئی میں

(۱) حکیم ترمذی در نوادر بروایت ابوہریرہ باسناد ضعیف ۱۲

(۲) اور کوئی تم میں [illegible] ۱۲

نسبت صورت خیالی کے کشف زیادہ ہوتا ہے اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت مین
نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا
اسلیے کہ تمامی نور سے صرف زیادتی کشف ہی کی ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دیدار
رویت سے کو وہی لوگ بہرہ پہنچینگے جو دنیا مین عارف ہونگے کیونکہ معرفت دنیا وہی ہی
ایسا تخم ہے جو آخرت مین مشاہدہ ہو جاتا ہے جیسے گٹھلی انجام کو درخت بنجاتی ہے اور دانہ
بیج ہو جاتا ہے اور جسکی زمین مین گٹھلی ہی نہوگی اوسکو درخت کہان سے پیدا ہوگا اور جو بیج نہ لگا
وہ کیسے خرمن پاویگا ع چو تخم افگنی ہمچنان چشم دار بدو نیک مشہور ہے پس اسیطرح جو شخص
اللہ تعالی کو دنیا مین نہ پہچانیگا وہ آخرت مین اوسکو کیسے دیکھیگا - اور از انجا کہ معرفت کے
درجات مختلف ہوتے ہین تو تجلی بھی مختلف ہوگی جیسے بیج کے اختلاف سے سبزہ اور
روئیدگی مختلف ہوا کرتی ہے مثلاً اگر بیج بہت ہوگا یا کم ہوگا اور اچھا قوی ہوگا یا ضعیف ہوگا
تو اوسکی روئیدگی بھی ویسی ہی ہوگی اسیطرح تجلی کا حال معلوم کرنا چاہیے کہ جیسی معرفت
ہوگی ویسی ہی تجلی بھی ہوگی اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی
لِلنَّاسِ عَامَّةً وَلِاَبِیْ بَکْرٍ خَاصَّةً پس یہ گمان نکرنا چاہیے کہ لذت دیدار اور تجلی
جیسی حضرت ابوبکر رض کو ہوگی ویسی ہی اونسے کم درجے والون کو بھی ہوگی بلکہ اونکی لذت کا
سوان حصہ بھی اونسے کم درجے والون کو نملیگا اگر اونکی معرفت آپ کی معرفت کی نسبت
سوان حصہ ہوگی اور از انجا کہ حضرت ابوبکر رض معرفت مین لوگون سے بڑہکے تھے اور یہ راز
آپکے سینہ مبارک مین جاگزین تھا اسیلیے آخرت مین اسی تجلی کے مستحق ہوے جو خاص اونہین
کے لیے ہو - اور جیسے کہ دنیا مین لوگون کو دیکھتے ہو کہ بعضے لذت ریاست کو مطعومات اور
نکاح کی لذت پر ترجیح دیتے ہین اور بعضے لذت علم اور انکشاف اسرار آسمانون اور زمین اور
امور الٰہیہ کو ریاست اور ماکولات و مشروبات وغیرہ کی لذت پر ترجیح دیتے ہین اسیطرح آخرت مین
معاملہ ہوگا کہ بعض لوگ لذت دیدار الٰہی کو جنت کی آسایش پر مقدم جانتے ہین اسلیے کہ
جنت مین کھانے اور پینے اور نکاح ہی کی لذت ہوگی اور یہ لوگ بعینہ وہی ہین کہ جنکا
حال ہمنے اوپر لکھا ہے کہ لذت علم و معرفت اور اطلاع اسرار ربوبیت کو تمام انواع لذات پر
ترجیح دیتے ہین جنمین لوگ مشغول ہین اور اسی واسطے جب حضرت رابعہ رح سے پوچھا گیا کہ
جنت کے باب مین آپ کی کیا راے ہے فرمایا کہ اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ یعنی اول صاحب خانہ

ترجمہ انکا نور دوڑتا ہوگا انکے آگے اور انکے داہنے کہتے ہونگے اے رب ہمارے پورا کر ہمارے لیے نور ہمارا

ترجمہ اللہ تعالی لوگون کے واسطے عام تجلی فرماویگا اور ابوبکر کیلیے خاص ۱۲ ابن عدی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ باطل ہے اور ابن جوزی نے اوسکو موضوعات مین لکھا ہے ۱۲

پھر خاندان اس قول مین آپنے بیان کیا کہ میرے دل مین التفات جنت کیطرف نہین بلکہ مالک جنت کیطرف ہے

طوبی کا سایہ تجکو مبارک ہو زاہدا ہمکو تو ملک فرست یار چاہیے

اور جو شخص اللہ تعالی کو دنیا مین نہ پہچانیگا وہ اوسکو آخرت مین بھی نہ دیکھیگا جسکو لذت معرفت دنیا مین نہوگی وہ آخرت مین لذت دیدار نپاویگا اسلیے کہ دنیا سے اگر کسیکے ساتھہ کچھہ نجاویگا تو آخرت مین اوسکو کوئی نئی بات نہوگی جو یہان بویگا وہی وہان کاٹیگا اور آدمی جس بات پر مرا ہوگا اوسی پر اوسکا حشر ہوگا اور جس بات پر جیا ہوگا اوسی پر مریگا پس جسقدر تو شہ معرفت ساتھہ ہوگا اوسیقدر لذت پاویگا یہی معرفت مشاہدہ کی صورت بنجاویگی اور زیادتی کشف سے لذت دوبالا ہوگی جیسے کہ عاشق اگر محبوب کی صورت خیالی ذہن مین رکھتا ہے اور پھر صورت آنکھہ سے دیکھتا ہے تو چونکہ وہی اوسکی منتہای لذت ہے اسلیے اوسکی لذت خیالی صورت کی بہ نسبت مضاعف ہوجاتی ہے اور از انجا کہ جنت مین ہر ایک کو دل چاہتی چیز ملیگی تو جو شخص سواے دیدار الہی کے اور کچھہ نہ چاہتا ہوگا اوسکو اوسکے سوا مین کچھہ لذت بھی نہوگی بلکہ کیا عجب ہے کہ ایذا پاوے حاصل یہ کہ آسائش جنت اوسقدر ہوتی ہے جسقدر محبت الہی ہو اور محبت بقدر معرفت ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اصل سعادت معرفت ہی ہے جسکو شرع مین ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ اب اگر یون کہو کہ لذت دیدار کو اگر کچھہ نسبت معرفت کیطرف ہے تو معلوم ہوا کہ بہت کم ہوگی گو معرفت کی نسبت کر دوگنی چوگنی وغیرہ ہو کیونکہ معرفت کی لذت دنیا مین بہت ضعیف ہے پس اوسکا دوگنا چوگنا کرنے سے ایسی حد کو نہین پہونچینگے جسکے سامنے سب جنت کی لذتین ہیچ معلوم ہون تو اوسکا جواب یہ ہے کہ لذت معرفت کو کم سمجھنے کا منشا معرفت سے خالی ہوتا ہے پس جو شخص معرفت سے خالی ہوگا وہ اوسکی لذت کیسے جانیگا اور اگر تھوڑی سی معرفت اوسمین ہوے اور دلمین علائق دنیاوی بھرے ہون تو اوسکو اوسکا مزہ کیا ملیگا البتہ عارفین کو اونکی معرفت اور فکر اور مناجات مین وہ مزے ہین کہ اونکی عوض اگر اونکے سامنے جنت کی لذتین پیش کیجاوین تو ہرگز نہ لین اور اپنی لذتون کو جنت کے مزون سے نہ بدلین پھر یہ لذت عارفین کی باوجود کمال لذت دیدار اور مشاہدہ سے کچھہ نسبت ہی نہین رکھتی جیسے کہ تصور معشوق کی لذت کو اوسکے دیدار سے کچھہ نسبت نہین ہوتی یا عمدہ مزہ دار کھانون کے سونگھنے کی لذت کو اونکے زلف کی لذت سے کچھہ نسبت نہین یا ہاتھہ سے چھونیکی

لذت کو جماع سے کچھ نسبت نہین اور ان دونون مین زیادہ فرق بدون مثال بیان کیے ممکن نہین
اسواسطے ہم کہتے ہین کہ لذت دیدار معشوق دنیا مین کئی سبب سے متفاوت ہوتی ہے اول احوال
معشوق کا کامل ہونا اور ناقص ہونا تو ظاہر ہے کہ نظر کو زیادہ کامل کیطرف دیکھنے سے زیادہ
لذت ہوتی ہی دوسرے محبت اور خواہش اور شوق کا غالب ہونا کہ عاشق زار کو جو لذت ہوگی وہ
کم محبت والے کو نہوگی تیسرے ادراک کا کامل ہونا کہ اگر محبوب کو نزدیک سے بیپردہ خوب چاندنی مین
دیکھیگا تو لذت زیادہ ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ اندھیرے مین یا پردہ باریک کی آڑ مین یا
دور سے دیکھے اسیطرح پاس لیٹنا اور کپڑے کا حجاب ہونا وہ مزہ نہین دیتا جو حالت برہنگی مین وصال ہی
چوتھے موانع اور دل کے پریشان کرنے والے ترددات کا برطرف ہونا مثلا ایک شخص تندرست
فارغ البال بے تردد اپنے محبوب کو دیکھتا ہی تو جو کیفیت اوسکو ہوگی وہ اوسکو نہوگی جو حالت خوف مین
اپنے معشوق کو دیکھتا ہی یا بیمار و دردمند ہی یا اوسکا دل کسی ایسے تردد مین مبتلا ہی کہ کیفیت دیدار
اچھی طرح محسوس نہین کرتا اب فرض کرو کہ ایک عاشق جسکا عشق ضعیف ہی وہ اپنے معشوق
کیطرف باریک پردے کی آڑ سے فاصلے سے دیکھتا ہی اسطرح کہ اوسکی صورت کی ہیئت اچھی طرح
نہین سوجھتی اور اسطرح پر ہی کہ اوس عاشق کے گرد بچھوا اور سانپ وغیرہ موذیات جمع ہین کہ اوسکو
کاٹتے ہین اور اوسکے دل کو پراگندہ کرتے ہین تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو کچھ نہ کچھ تو لذت اپنے
معشوق کے دیدار کی ہوگی لیکن اگر اوسپر یکایک ایسی حالت آجاوے کہ جس سے فاصلہ بھی برطرف
ہوجاوے اور پردہ بھی اوٹھ جاوے اور موذیات برطرف ہوجاوین اور چاندنا بھی خوب ہوجاوے
اور یہ شخص تندرست بے فکر ہوجاوے اور شہوت قوی اور شدت عشق کا ہجوم اسقدر ہو
کہ نہایت کے درجے پر پہونچ جاوے تو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی لذت کا کیا حال ہوگا اور پہلی حالت کو
اس دوسری سے کیا نسبت ہوگی اسیطرح لذت معرفت کو لذت دیدار کیطرف نسبت سمجھنا چاہیے
یعنی پردہ باریک تو بدن انسان ہے اور سانپ بچھو وغیرہ شہوات ہین جو انسان پر مسلط ہین
مثل بھوک پیاس غضب غم و اندوہ وغیرہ اور ضعف شہوت و محبت یہ ہے کہ دنیا مین نفس شوق
ملاء اعلی کا کم رکھتا ہے اور لذت عرفان مین ناقص رہتا ہے اور اسفل السافلین کیطرف راغب رہتا ہے
لڑکا بباعث چھٹاپے کھیلنے کے لذت ریاست کے دیکھنے سے قاصر ہوتا ہے پس عارف اگرچہ
دنیا مین اوسکی معرفت قوی ہو تاہم ان کدورات سے خالی نہین ہوتا اور خالی ہونا ان کدورات سے البتہ
ناممکن ہی ہان بعض اوقات یہ موانع کسی صورت مین ضعیف ہوجاتے ہین اوسوقت جمال معرفت

ایسا انغطروں مین چہپ جاتا ہے کہ جس سے عقل حیران ہوجاتی ہے اور لذت اتنی زیادہ ہوتی ہے
کہ اوسکی زیادتی سے دل پہٹنے کے قریب ہوجاتا ہے مگر یہ حالت مثل برق خاطف کے ہوتی ہے
بہت کم ٹہرتی ہے بلکہ شواغل اور افکار اور خواطر ایسے پیش آتے ہین کہ جو عارف کو تردد میں ڈالدین
اور عیش کا مکدر کردین اور اس حیات فانی مین یہ بات ہمیشہ رہتی ہے اسلیے ہرگز کام موت تک
بے لذت کا مکدر رہتی ہے عمدہ زندگی بعد موت کے ہے جسکے لیے حدیث شریف مین وارد ہے
لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ اور کلام مجید مین ارشاد ہوا اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اور جو شخص اس درجہ کو پہونچ جاتا ہے وہ خدای تعالی کی ملاقات کو
محبوب جانتا ہے اسلیے موت کو اچہا سمجہتا ہے اور اوسکو برا نہین جانتا مگر اسی خیال سے کہ موت سے
پہلے معرفت اور زیادہ کامل ہوجاوے کیونکہ معرفت مثل تخم کے ہے جسقدر یہ دانہ اچہی اور کامل
ہوجاوے اوسیقدر اوسکا ثمرہ کامل اور عمدہ قیامت مین ہوگا اور معرفت ایک دریای ناپیدا کنار ہے
تو گویا احاطہ کنہ جلال الٰہی کا محال ہے مگر جسقدر معرفت اللہ کی اور اوسکے صفات و افعال و اسرار
مملکت کی زیادہ اور قوی ہوگی اوسیقدر لذت آخرت بہی بہت اور بڑی ہوگی اور حاصل کرنا
تخم معرفت کا بدون دنیا کے ممکن نہین اور اسکا بونا بدون مزرعہ قلب کے نہین ہوسکتا اور اوسکا
غلہ مین آخرت مین حاصل ہوتا ہے اور اسیلیے حدیث شریف مین وارد ہے اَفْضَلُ السَّعَادَاتِ
طُوْلُ الْعُمْرِ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ اسلیے کہ اگر عمر طویل ہوگی اور مدت فکر و مجاہدہ اور علایق کی علائق
دنیاوی سے اور ہمہ تن طلب مین سرگرمی میسر ہوگی تو ظاہر ہے کہ معرفت بہی کامل اور واسع اور
زیادہ ہوپس جو شخص موت کو محبوب جانتا ہے اوسکی وجہ یہی ہوتی ہے کہ معرفت مین اپنے آپ کو ایسے
درجے پر دیکہتا ہے کہ اوس سے زیادہ کا مانا اوسکو معلوم نہین ہوتا اور جو موت کو برا جانتا ہے وہ اس
نظر سے اگر عمر زیادہ ہوگی تو توقع زیادتی معرفت کی رکہتا ہے اور اوسوقت اپنے آپکو درجہ
ممکن الحصول سے قاصر پاتا ہے اہل معرفت کے نزدیک موت کو برا خواہ اچہا سمجہنے کی یہی وجہ
ہوتی ہے بخلاف تمام خلق کے کہ اونکی نظر صرف شہوات دنیاوی پر ہوتی ہے اگر ساری آرزوئین
خاطر خواہ زیادہ ملین تو طول عمر چاہتی ہین اور اگر تنگی ہوئی تو موت کو چاہتی ہین حالانکہ یہ باتین
محرومی اور خسارے کی ہین انکا منشا جہالت اور غفلت ہے اور یہی دونون ہر ایکطرح کی
بدبختی کی جڑ ہین اور معرفت سعادتون کی اصل ہے اس تحقیق سے تمکو معنی محبت اور معنی عشق
معلوم ہوگئے کہ زیادتی محبت کو عشق کہتے ہین اور نیز معنی لذت معرفت اور معنی رویت اور

لذت رویت کی معلوم ہو گئی اور یہ کہ لذت دیدار سب لذتوں سے عقل اور کمال والوں کے
نزدیک لذیذتر ہو گو اہل نقصان کے عندیے میں ویسی نہو جیسی کہ ریاست کی لذت لڑکوں کے
نزدیک غذا کی چیزوں سے عمدہ نہیں ہوتی۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ رویت الٰہی کا محل
آخرت میں دل ہوگا یا آنکھ تو لوگوں کو اس باب میں اختلاف ہو اور اہل بصیرت اس خلاف پر
دھیان نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ عاقل کو آم کھانے سے غرض ہو نہ پیڑ گننے سے تو جو شخص اپنے
معشوق کو دیکھنا چاہتا ہو وہ عشق کی حالت میں اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ دیدار معشوق
آنکھوں میں پیدا ہوگا یا پیشانی میں بلکہ اوسکی غرض رویت اور اوسکی لذت سے ہی برابر ہو کہ وہ
آنکھ سے حاصل ہو یا اور کسی عضو سے کیونکہ آنکھ تو صرف محل اور ظرف ہو وہ تو دیکھتی ہی نہیں
نہ اوسکا کچھ اعتبار۔ اور امر حق اس باب میں یہ ہو کہ قدرت الٰہی میں دونوں باتوں کی گنجایش ہو کہ
دونوں سے رویت کی نعمت دے سکتا ہو تو یہ صورت تو جواز کی ہوتی اور دونوں جائز چیزوں
میں سے آخرت میں کونسی ہوگی یہ بات بدون شارع سے سننے کے معلوم نہیں ہو سکتی
اسمیں یہی حال ہو جو اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہو کہ رویت کے لیے آنکھ میں قوت دیجاویگی
اور دلائل شرعی سے بھی ایسا ہی کچھ سمجھ میں آتا ہو اسلیے کہ الفاظ رویت اور نظر وغیرہ مستعمل ہیں بظاہر
اور یہ آنکھ ہی کی نظر معلوم ہوتی ہو اور ظاہر الفاظ کو بدون ضرورت تاویل کرنا جائز نہیں

چھٹا بیان ان اسباب کے ذکر میں جنسے اللہ تعالے کی محبت قوی ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ آخرت میں لوگوں میں سے سعید تر حال وہ شخص ہوگا جو اونمیں سے اللہ تعالی
کی محبت قوی تر رکھتا ہوگا اسلیے کہ آخرت کے معنی یہی ہیں کہ خدا ہی تعالی کے پاس آنا اور
سعادت ملاقات سے مشرف ہونا اور ظاہر ہو کہ جب عاشق اپنے محبوب کے پاس بہت سے دنوں کے
اشتیاق کے بعد جائیگا اور اوسکے دیدار سے ہمیشہ کو مشرف ہوگا اور کوئی چیز روک ٹوک کی
کبھی نہیں پائیگا اور رقیب و اغیار اور کدورت اور انقطاع کا خوف کچھ نہوگا تو کیسی کچھ
خوشی اور لذت اوسکو حاصل ہوگی مگر یہ لذت بقدر قوت محبت کے ہوگی پس جسقدر محبت قوی
ہوگی اوسیقدر لذت زیادہ ہوگی اور بندے کو محبت الٰہی صرف دنیا میں ہوتی ہو اور اصل
محبت سے کوئی ایماندار خالی نہیں اسلیے کہ اصل معرفت سب میں ہوتی ہو مگر غلبہ محبت اور
استیلاے محبت جسکو عشق کہتے ہیں یہ ہر ایک میں نہیں ہوتی اسکے حاصل کرنے کے دو سبب ہیں
ایک علائق دنیا سے علیحدہ ہونا اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکالنا اسلیے کہ دل مثل

برتن سے کہے اگر برتن مین تیل یا پانی ہو تو اوسمین گنجایش سرکہ کی نہوگی اوسیطرح دل خدا تعالی نے
کسیکا عنایت نہین فرمائے کہ ایک سے خدا کی محبت کرے اور دوسرے مین غیر کی محبت کرے
اور کمال محبت اسمین ہی کہ خدا تعالی کو تمام دل سے چاہے اور جبتک غیر کیطرف التفات رکھیگا
تو ایک گوشہ اوسکے دل کا غیر سے مشغول رہیگا تو جسقدر غیر اللہ سے مشغول ہوگا اوسیقدر اوسمین
محبت الٰہی کم ہوگی جیسے برتن مین جسقدر پانی رہتا ہی اوسیقدر سرکہ کم آتا ہی اور اسی طرف
اشارہ ہی اس آیت مین قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ف۱ اور اس آیت مین اِنَّ الَّذِيْنَ
قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ف۲ بلکہ یہی مراد ہی کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی
کوئی معبود اور محبوب سوا خدا تعالی کے نہین کیونکہ محبوب معبود ہوتا ہے اسلیے کہ عبد مقید کو
کہتے ہین اور جسکا قیدی ہو وہ معبود ہوتا ہی اور عاشق محب بھی اپنے محبوب کا مقید ہوتا ہے تو
محبوب معبود ہوا اوسیلیے اللہ تعالی فرماتا ہی اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوَاهُ ف۳ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَبْغَضُ اِلٰهٍ عُبِدَ فِي الْاَرْضِ الْهَوٰی
اور اسی بناپر حدیث شریف مین وارد ہی مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مُخْلِصًا
دَخَلَ الْجَنَّةَ اور معنی اخلاص کے یہ ہین کہ دل کو خالص خدا تعالی کے لیے کرے کہ اوسمین
دوسرے کی شرکت باقی نرہے دل کا محبوب اور معبود اور مقصود صرف اللہ ہی کی ذات پاک ہو اور جس
شخص کا یہ حال ہو تو دنیا اوسکا قیدخانہ ہی اسلیے کہ مشاہدہ محبوب سے اوسکو روکتی ہی اور مرنا اوسکے
حق مین قید سے چھوٹنا اور محبوب کے پاس جانا ہی تو جس شخص کا محبوب ایک ہی ہو اور اوسکی طرف
مدت سے اشتیاق رکھتا ہو اور قیدخانے مین بند ہو وہ اگر قیدخانے سے چھوٹے اور محبوب سے ملے
اور ابدالآباد تک امن چین پاوے تو اوسکا کیا کہنا ہی۔ پس محبت الٰہی کی دلومین کم ہونیکا ایک تو
یہی سبب ہے کہ دنیا کی محبت دلون مین قوی ہی اوسمین محبت زن و فرزند اور مال و اقارب اور
زمین اور چوپایون اور باغات اور سیر و تماشا کی داخل ہی حتی کہ اگر جانورون کی آواز خوش اور
نسیم سحری کی حرکت سے خوش ہوگا تو جہت دنیاوی کیطرف متوجہ ہوگا اور اوسکے باعث نقصان
محبت الٰہی کے درپے ہوگا اور جسقدر انس دنیا سے ہوگا اوسیقدر انس الٰہی کم ہوگا اور جس شخص کو
دنیا مین سے جسقدر ملتا ہی اوسیقدر آخرت مین سے کم ہوجاتا ہی جیسے کوئی شخص مشرق سے
جتنا قریب ہوتا ہی اوتنا ہی مغرب سے دور ہوجاتا ہی اور جتنا ایک بی بی کا دل خوش کرے اوتنا ہی
اوسکی سوکن کو رنج ہوتا ہی اسلیے کہ دنیا و آخرت مثل دو سوتون یا مشرق و مغرب کے ہین اور یہ بات

ف۱ کہہ اللہ سے ڈرو اور تم اس بات کے بعد کو چھوڑ دو اونکو اونکی بکواس مین کھیلا کرین ۱۲

ف۲ مقرر جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسپر ثابت رہے ۱۲

ف۳ بھلا دیکھو تو جسنے پوجنا ٹھہرایا اپنا چاؤ ۱۲

[illegible]

اہل دل پر آنکھ سے دیکھنے سے بھی زیادہ تر منکشف ہوتی ہے اور دل میں محبت دنیا کی بیخ کنی
کی تدبیر طریق زہد اور صبر کو اختیار کرنا اور خوف و رجا کی باگ سے اوسکا مطیع ہونا ہے پس جو
مقامات توبہ اور صبر اور زہد اور خوف و رجا کے پہلے لکھے ہیں وہ محبت کے دونوں رکنوں میں سے
ایک کے حاصل کرنے کے ہیں اور وہ دل کا خالی کرنا غیر اللہ سے ہے اور اوسکا شروع اللہ پر اور
قیامت کے دن پر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہے پھر اوس سے خوف و رجا پیدا ہوتے ہیں اور
ان دونوں سے توبہ اور اوس پر صبر کرنا متفرع ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ دنیا اور مال و جاہ میں اور تمام
حظوظ دنیا میں زہد کرنا حاصل ہوتا ہے اور ان سب سے دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو جاتا ہے
یہاں تک کہ بعد اسکے دل میں معرفت الٰہی اور اوسکی محبت آنے کی گنجایش ہوتی ہے اور یہ سب امور
مقدمات صفائی دل کے ہیں اور یہی صفائی محبت کے دو رکنوں میں سے ایک ہے اور اسی کیطرف
اشارہ ہے اس حدیث میں اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ جیسا کہ شروع باب طہارت میں ہمنے اوسکو
لکھا ہے — دوسرا سبب محبت کے قوی ہونے کا معرفت الٰہی کا قوی ہونا اور دل میں اوسکا پھیل جانا ہے
اور یہ امر تمام علائق دنیاوی اور اوسکے اشغال سے دل کے پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہے جیسا زمین
کو گھاس وغیرہ سے صاف کر کے بیج ڈالتے ہیں اور یہی دوسرا رکن محبت کا ہے پھر اس سے محبت و
معرفت کا درخت پیدا ہوتا ہے اور اسیکا نام کلمہ طیبہ ہے جسکی مثال خداے تعالیٰ بیان فرماتا ہے
آیت
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ
اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ
کلم طیب سے مراد معرفت ہے اور عمل صالح اوس معرفت کے حق میں مثل حمال اور خادم کے ہے
اور عمل صالح سب کا سب اسی لیے ہے کہ اول دل کو دنیا سے پاک کرے پھر اوسکی طہارت کو باقی
رکھے غرضکہ عمل صرف اسی معرفت کے لیے مقصود ہوتا ہے اور کیفیت عمل کا علم عمل کے لیے مطلوب
ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علم اول بھی ہے اور آخر بھی اول تو علم معاملہ ہے اور اوسکی غرض عمل ہے
اور عمل سے غرض صفائی قلب اور اوسکی طہارت ہے تاکہ اوسمیں حق کی تجلی ہو اور علم معرفت سے
زینت پاوے جسکو علم مکاشفہ کہتے ہیں اور جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو اوسکے پیچھے محبت ضرور
ہوگی جیسے اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل و صحیح ہو جب خوبصورت کو چشم ظاہر سے دیکھیگا
تو اوس سے محبت کریگا اور اوسکی طرف راغب ہوگا اور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی
کیونکہ لذت محبت کے پیچھے ضرور ہوتی ہے اور محبت ضرور ہے کہ بعد معرفت کے ہو اور دل سے

ترجمہ: بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بات ستھری کی جیسے ایک درخت ستھرا اوسکی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنی آسمان میں ۱۲

ترجمہ: اوسکی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کام نیک اوسکو اوٹھا لیتا ہے ۱۲

برتن سے کہ اگر برتن میں مثلاً پانی ہو تو اوسمین گنجایش سرکہ کی نہو گی اور دو دل خداے تعالیٰ
کیساتھ عنایت نہیں فرمائے کہ ایک سے خدا کی محبت کرے اور دوسرے میں غیر کی محبت رکھے
اور کمال محبت اسی میں ہو کہ خداے تعالیٰ کو تمام دل سے چاہے اور جب تک غیر کیطرف التفات رکھیگا
تو ایک گوشہ اوسکے دل کا غیر سے مشغول رہیگا تو جسقدر غیر اللہ سے مشغول ہوگا اوسیقدر اوسمین
محبت الٰہی کم ہوگی جیسے برتن میں جسقدر پانی رہتا ہی اوسیقدر سرکہ کم آتا ہی اوسی کیطرف
اشارہ ہوا اس آیت میں قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ اور اس آیت میں اِنَّ الَّذِيْنَ
قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا بلکہ یہی مراد ہو کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے یعنی
کوئی معبود اور محبوب سوا خداے تعالیٰ کے نہیں کیونکہ محبوب معبود ہوتا ہے اسلیے کہ عبد مقید کو
کہتے ہیں اور جسکا قیدی ہو وہ معبود ہوتا ہی اور عاشق محب بھی اپنے محبوب کا مقید ہوتا ہے تو
محبوب معبود ہوا اور اسلیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَبْغَضُ اِلٰهٍ عُبِدَ فِي الْاَرْضِ الْهَوٰى
اور اسی بنا پر حدیث شریف میں وارد ہوا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مُخْلِصًا
دَخَلَ الْجَنَّةَ اور معنی اخلاص کے یہ ہیں کہ دل کو خالص خداے تعالیٰ کے لیے کرے کہ اوسمین
دوسرے کی شرکت باقی نرہے دل کا محبوب اور معبود اور مقصود صرف اللہ ہی کی ذات پاک ہو اور جس
شخص کا یہ حال ہو تو دنیا اوسکا قیدخانہ ہی اسلیے کہ مشاہدہ محبوب سے اوسکو روکتی ہی اور مرنا اوسکے
حق میں قید سے چھوٹنا اور محبوب کے پاس جانا ہی تو جس شخص کا محبوب ایک ہی ہو اور اوسکی طرف
مدت سے اشتیاق رکھتا ہو اور قیدخانے میں بند ہو وہ اگر قیدخانے سے چھوٹے اور محبوب کے
اور ابدالآباد تک امن چین پاوے تو اوسکا کیا کہنا ہی۔ پس محبت الٰہی کی دلوں میں کم ہونیکا ایک تو
یہی سبب ہے کہ دنیا کی محبت دلوں میں قوی ہو اور اسمیں محبت اہل و فرزند اور مال و اقارب اور
زمین اور چوپایوں اور باغات اور سیر و تماشا کی داخل ہو حتی کہ اگر جانوروں کی آواز خوش اور
نسیم سحری کی حرکت سے خوش ہوگا تو جہت دنیاوی کیطرف متوجہ ہوگا اور اسکے باعث نقصان
محبت الٰہی کے درپے ہوگا اور جسقدر انس دنیا سے ہوگا اوسیقدر انس الٰہی کم ہوگا اور جس شخص کو
دنیا میں سے جسقدر ملتا ہی اوسیقدر آخرت میں سے کم ہو جاتا ہی جیسے کوئی شخص مشرق سے
جتنا قریب ہوتا ہی اوتنا ہی مغرب سے دور ہو جاتا ہی اور جتنا ایک بی بی کا دل خوش کرے اوتنا ہی
اوسکی سوکن کا رنج ہوتا ہی اسلیے کہ دنیا و آخرت مثل دو سوتوں یا مشرق و مغرب کے ہیں اور یہ باتیں

حاشیہ ۱ — کہہ اللہ پھر چھوڑ دو انکو اپنی بکواس میں کھیلا کریں

حاشیہ ۲ — مقرر جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر ٹھہرے رہے ۱۲

حاشیہ — بھلا دیکھ تو جسنے پوجنا ٹھہرایا اپنی چاہ کو ۱۲

حاشیہ — [illegible] زمین میں خواہش نفس ہے [illegible] جس شخص نے کہا لا الہ الا اللہ خالص [illegible] داخل ہوا جنت میں

اہل دل پر آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ تر منکشف ہوتی ہے اور دل میں محبت دنیا کی بیخ کنی
کی تدبیر طریق زہد اور صبر کو اختیار کرنا اور خوف ورجا کی باگ سے اوسکا مطیع ہونا ہی لیکن جو
مقامات توبہ اور صبر اور زہد اور خوف ورجا کے ہمنے لکھے ہین وہ محبت کے دونون رکنون مین سے
ایک کے حاصل کرنے کے ہین اور وہ دل کا خالی کرنا غیر اللہ سے ہی اور اوسکا شروع اللہ پر اور
قیامت کے دن پر اور جنت ودوزخ پر ایمان لانا ہی پھر اوس سے خوف ورجا پیدا ہوتے ہین اور
ان دونون سے توبہ اور صبر کرنا متفرع ہوتا ہی اور بیرغبتی دنیا اور مال وجاہ مین اور تمام
حظوظ دنیا مین زہد کرنا حاصل ہوتا ہی اور ان سب سے دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہوجاتا ہے
یہانتک کہ بعد اوسکے دل مین معرفت الہی اور اوسکی محبت آنیکی گنجایش ہوتی ہی اور یہ سب امور
مقدمات صفائی دل کے ہین اور یہی صفائی محبت کے دو رکنون مین سے ایک ہی اور اسی کی طرف
اشارہ ہی اس حدیث مین الطہور شطر الایمان جیسا کہ ہمنے باب طہارت مین پہلے اوسکو
لکھا ہی — دوسرا سبب محبت کے قوی ہونے کا معرفت الہی کا قوی ہونا اور دل میں اوسکا پہیل جانا
اور یہ امر تمام علائق دنیاوی اور اونکے اشغال سے دل کے پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہی جیسا کہ زمین
کو گہاس وغیرہ سے صاف کرکے بیج ڈالتے ہین اور یہی دوسرا رکن محبت کا ہی پھر اس بیج سے محبت و
معرفت کا درخت پیدا ہوتا ہی اور اسیکا نام کلمہ طیبہ ہی جسکی مثال خداے تعالی بیان فرماتا ہی
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ
اور اسیکی طرف اشارہ ہی اس آیت مین اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ
کلم طیب سے مراد معرفت ہی اور عمل صالح اوس معرفت کے حق مین مثل حمال اور خادم کے ہی
اور عمل صالح سب کا سب اسی لیے ہی کہ اول دل کو دنیا سے پاک کرے پھر اوسکی طہارت کو باقی
رکھے غرضکہ عمل صرف اسی معرفت کے لیے مقصود ہوتا ہی اور کیفیت عمل کا علم عمل کے لیے مطلوب
ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم اول بھی ہی اور آخر بھی اول تو علم معاملہ ہی اور اوسکی غرض عمل ہی
اور عمل سے غرض صفائی قلب اور اوسکی طہارت ہی تاکہ اوسمین حق کی تجلی ہو اور علم معرفت کے
زینت پاوے جسکو علم مکاشفہ کہتے ہین اور جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو اوسکے پیچھے محبت ضرور
ہوگی جیسے اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل وصحیح ہو جب خوبصورت کو چشم ظاہر سے دیکھیگا
تو اوس سے محبت کریگا اور اوسکی طرف راغب ہوگا اور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی
کیونکہ لذت محبت کے پیچھے ضرور ہوتی ہی اور محبت ضرور ہی کہ بعد معرفت کے ہو اور دل سے

بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بات ستھری کی جیسے ایک درخت ستھرا اوسکی جڑ مضبوط ہی اور ٹہنی آسمان میں

اوسکی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کام نیک اوسکو اوٹھا لیتا ہے

دنیا وہی کار روبار ہر طرف پوشیدہ کی اس معرفت کی طرف پہونچاتی ہین یعنی فکر صاف کہ ذکر جو کہ بہت سی کوششون طلب ہین اور نظر دائمی خدای تعالیٰ اور اوسکی صفات اور ملکوت افلاک اور تمام مخلوقات مین کہنی اور جو لوگ اس درجہ پر پہونچتے ہین وہ دو قسم کے ہین قسم اول زیادہ مضبوط اونکا یہ حال ہے کہ اول خدای تعالیٰ کو پہچانتے ہین پہر اوسکے سبب سے اوسکے غیر کو پہچانتے ہین قسم دوم ضعیف کہ اول معرفت افعال کی کرتے ہین پہر افعال سے فاعل کی طرف ترقی کرتے ہین اور قسم اول کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ[1] اور اس مین شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور بعض عارفون سے کسی نے سوال کیا تھا کہ تم نے اپنے رب کو کس چیز سے پہچانا اونہون نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب کو رب سے پہچانا اور اگر میرا رب نہوتا تو مین اوسکو نہ پہچانتا اور دوسری قسم کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ[3] اور اسی قسم کی آیتین اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[4] اور یہ ہین قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور یہ ہین اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ

اور یہ طریق اکثر لوگون پر سہل ہے اور ایسا کہ اوسمین گنجایش زیادہ ہے اور اسی پر اکثر دلایت قرآنی مشتمل ہے کہ اوسمین تدبر کا حکم ہے اور اوسمین تفکر کا اور عبرت پکڑنے کا اور نظر و تامل کرنے کا اور ایسی آیتون مین مذکور ہے کہ اونکا شمار نہین ہوسکتا پس اگر یہ کہو کہ یہ دونون راستے مشکل ہین کوئی ایسی چیز بتلانی چاہیے جس سے معرفت کے حاصل ہونے پر مدد مل سکے اور اوس سے محبت تک پہونچ سکین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ بہتر طریق تو خدای تعالیٰ کی معرفت سے اور تمام خلق کی معرفت پر پہونچنا ہے اور وہ طریق باریک ہے اوس باب مین گفتگو کرنی اکثر لوگون کی فہم کی حد سے باہر ہے اوسکو کتابون مین لکھنے سے فائدہ نہین مگر جو طریق سہل تر اور ادنیٰ ہے وہ البتہ اکثر سمجھ مین آسکتا ہے اور اوسکے سمجھنے سے جو فہم قاصر ہو رہی ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ تدبر سے روگردان ہین اور شہوات اور نفس کی لذات مین غلطان پیچان اور اوسکے لکھنے کی یہ بات مانع ہے کہ اوسکا پہیلاو اور کثرت بہت ہے اور اوسکے اقسام اتنے ہین کہ شمار اور نہایت سے زائد ہین اسلیے کہ کوئی ذرہ آسمان اور زمین سے نیچے زمین تک ایسا نہین کہ جسمین عجیب نشانیان کمال قدرت اور کمال حکمت اور بے انتہا جلال و عظمت الٰہی پر دال نہو اور اسطرح کے ذرات لا انتہا ہین

[1] کیا تیرا رب کافی نہین اس بات مین کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے ۱۲
[2] اللہ نے گواہی دی کہ کوئی معبود نہین اوسکے سوا ۱۲
[3] اب ہم دکہاوینگے اونکو اپنے نمونے دنیا مین اور آپ اونکی جان مین یہانتک کہ کہل جاوے اونپر کہ یہ ٹہیک ہے ۱۲
[4] کیا نگاہ نہین کی سلطنت مین آسمان و زمین کی ۱۲

خود ارشاد فرمایا ہی لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي
تو ایسے ذکر مین مصروف ہونا علوم مکاشفہ کے سمندر مین غوطہ مارنا ہی اور یہ بھی نہین ہو سکتا
کہ اوسکو علوم معاملہ کا تفصیلی کرکے لکھا جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ مختصر ایک مثال بطور رمز و ایما
بیان کر دی جاوے تاکہ اوس سے اوسکی جنس پر تنبیہ ہو جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دونون طریقون
مین سے سہلتر دیکھنا افعال کا ہی اور اوسیکا فکر کرتے ہین اور اعلی طریق کو چھوڑ دیتے ہین
اب افعال الہی کو جو دیکھتے ہین تو وہ بھی بہت سے ہین اونمین سے کمتر اور حقیر و ضعیف لیکر اوسکی عجائب مین
فکر کرتے ہین ظاہر ہو کہ باعتبار فرشتون اور ملکوت اعلی کے سب مخلوقات مین سے کمتر زمین
اور اوسکی چیزین ہین یعنی زمین کو اگر جسم اور حجم کی رو سے دیکھو تو آفتاب بلکہ جو کچھ بڑا علم
ہوتا ہی کہ بیشک ایک سو ساٹھ حصہ زیادہ ہی آفتاب زمین سے کہ اوسکی چھوٹائی سے جو کچھ چاہیے کہ سمجھے
آفتاب کی چھوٹائی اور آسمان کی نسبت کر دیکھو جس مین وہ جڑا ہوا ہی کہ اوس سے آفتاب کو کچھ نسبت ہی
نہین اور یہ آسمان چہارم ہی اور اسکا مقام ہی یہ آسمان اپنے اوپر کے آسمانون کی نسبت کچھ بھی نہین الا
اور ساتون آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہین جیسے جنگل مین کوئی انگوٹھی کا حلقہ پڑا ہوا ہو اور کرسی
عرش مین ایسی ہی ہی پھر ان کے اوپر فرشتون کے وجود یا تشبیہ کہ جو ملکوت کی رو سے ہین ساری کی ساری
اوسکے مقابل کتنی حقیر ہی بلکہ اگر زمین کو سمندر ہی کی نسبت کر دیکھو تو نہایت چھوٹی ہی
جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ الْأَرْضُ فِي الْبَحْرِ كَالْإِصْطَبْلِ فِي الْأَرْضِ
اور تجربہ اور مشاہدہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہی یعنی معلوم ہوا ہی کہ جسقدر زمین پانی سے باہر ہی اوسکو
تمام کرہ کے ساتھ وہ نسبت ہی جو ایک چھوٹے جزیرہ کو ہی تمام خشکی کیطرف پھر آدمی کو دیکھنا
چاہئے جو مٹی سے بنا ہی اور مٹی زمین کا ایک جز ہی اسیطرح تمام حیوانات کو دیکھو کہ زمین کی نسبت
کتنے چھوٹے ہین ان سب کو جانے دو جن حیوانات کو تم چھوٹا جانتے ہو اونمین سے مچھر اور شہد کی
مکھی یا جو ایسے ہی ہون اونکو دیکھو مثلاً مچھر کو اس چھوٹے سے جسم پر عقل حاضر اور فکر صاف سے
تامل کرو کہ اوسکو خدای تعالی نے سب سے بڑے حیوان یعنی ہاتھی کی شکل بنایا کہ اوسکے ایک سونڈ
لگائی اور باوجود اس چھوٹی شکل کے جتنے اعضا ہاتھی کو عنایت فرمائے اوتنے ہی اوسکو بھی دیے
اور دو بازو زیادہ پیدا فرمائے پھر یہ دیکھو کہ اوسکے اعضاے ظاہری کو کیسے تقسیم کیا ہی کہ بازوونکا
اور ہاتھ پانون بنائے اور آنکھ اور کان دیے اور باطن کے اعضا بھی مثل تمام حیوانات کے بنائے
اور اوسمین قوت غاذیہ اور جاذبہ اور دافعہ اور ماسکہ اور ہاضمہ ویسی ہی دی جیسی اور حیوانات مین

یہ تو شکل و صفات کا حال ہوا اب یہ دیکھو کہ اوسکی غذا کیسی بتلا دی کہ آدمی کا خون ہے اور آدمی
کی طرف اوڑنے کا سامان اوسکو دیدیا اور سونڈ اوسکی نوکیلی تیز پیدا کی اور جلد انسان کے مسام
کیسے اوسکو بتلا دیے کہ اپنی سونڈ اونمین سے ایک مین رکھے اور اوسکو کیسا سخت بنایا ہے کہ مسام
چھید دیتا ہے اور اوسکو چوسنا اور خون پینا کیسے بتلا دیا اور سونڈ کو باوجود اتنی پتلی ہونے کے کیسا
مجوف بنایا کہ اوسمین سے خون پتلا ہو کر اوسکے پیٹ مین چلا جاتا ہے اور تمام اعضا مین پہیلا اور اوسکو
غذا پہونچاتا ہے پہر اوسکے معدے اور دیگر اعضا و معاء باطنی کو خیال کرو کہ کتنے چھوٹے ہونگے اور
اوسکو کیسے بتلا دیا کہ انسان اوسکو اپنے ہاتھ سے مارا کرتا ہے اور بھاگنے کا حیلہ بھی اوسکو بتلا دیا اور
اوسکا سامان اوسکو عنایت کیا اور اوسکے کان ایسے بنائے کہ جس سے ہاتھ کی تھوڑی سی
حرکت بھی سن لیتا ہے کہ ابھی ہاتھ اوس سے دور ہوتا ہے حرکت کے سنتے ہی کاٹنا چھوڑ کر بھاگ
جاتا ہے جب ہاتھ ٹھہر جاتا ہے تو پہر چلا آتا ہے پہر اوسکی آنکھون کے ڈہیلے کیسے بنائے کہ اپنی غذا کی
جگہ دیکھ لیتا ہے باوجودیکہ چہرہ ذرا سا ہی ہوتا ہے اور چونکہ ہر چھوٹے حیوان کا ڈہیلا چھوٹا ہونے
کی جہت سے پپوٹون کا متحمل نہ تھا اور آئینہ ڈہیلے کے لیے پپوٹے بمنزلہ آلہ جلا ہوا کرتے ہین
کہ خس و خاشاک و غبار سے اوسکو صاف رکھتے ہین لہذا مچھر اور مکھی کے لیے دو ہاتھ پانون بنا دیے
اسیلیے مکھی کو دیکھتے ہو کہ اپنے اون دونون پانون سے آنکھ کے ڈہیلے ہمیشہ صاف کرتی
رہتی ہے اور انسان اور بڑے حیوانون کے ڈہیلون کے لیے پپوٹے پیدا کر دیے کہ ایک
دوسرے سے ملجاتے ہین اور اونکے کنارے تیز رکھے تاکہ جو غبار ڈہیلے پر آجائے اوسکو
جمع کر کے پلکون پر ڈالدین اور پلکون کو سیاہ بنایا تاکہ آنکھ کی روشنی کو منتشر ہونے دیوین اور
دیکھنے مین مدد ہوین اور آنکھ خوبصورت معلوم ہو اور غبار کے وقت آنکھ پر جال سا پڑ جاوے
کہ غبار تو نہ آنے پاوے اور جال کی آڑ سے دیکھنے مین خلل واقع نہو اور مچھر کے دو ڈہیلے نے
پپوٹون کے صاف جلا دار بنائے اور اوسکو ترکیب اونکی صفائی کی بتلادی کہ اپنے دونون
پانون سے صاف کرتا ہے اور از انجا کہ اوسکی بینائی ضعیف ہوتی ہے اسیلیے چراغ پر گرتا ہے
کیونکہ ضعف بصر کی جہت سے وہ دن کی روشنی کا طالب ہوتا ہے اور جب وہ بیچارہ چراغ کی
روشنی دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو اندھیری کوٹھری مین سمجھتا ہے اور چراغ کی روشنی کو روشندان
سمجھتا ہے اسیلیے روشنی کی طلب مین اوسکی طرف جاتا ہے اور جب اوس سے آگے بڑھ کر اندھیرا
دیکھتا ہے تو گمان کرتا ہے کہ روشندان مجکو نہین ملا اور اوسکی سیدھ مین نہین پہونچا تب

دوبارہ چراغ کی طرف لوٹتا ہی یہانتک کہ جلجاتا ہی اور شاید تمکو خیال ہو کہ یہ امر اوسکے نقصان
اور جہالت سے ہوتا ہی تو جانو کہ انسان کی جہالت پتنگے کی جہالت سے بڑھکر ہی اسلیے کہ
آدمی کو جو شہوات دنیاوی پر گرتے دیکھا ایسا ہی ہی جیسا پروانہ آگ میں گرتے دیکھا ہو کیونکہ
انوار شہوات صورت ظاہری کی رو سے آدمی کو معلوم ہوتے ہیں اور اوسکو یہ معلوم نہیں ہوتا
کہ انکے نیچے زہر قاتل ہی اسلیے اپنے نفس کو ہمیشہ شہوات میں ڈالتا رہتا ہی یہانتک کہ انجام کو
اونمیں گرفتار ہوکر ہلاک ابدی میں جا پڑتا ہی کاش انسان کا جہل پروانے ہی کا سا ہوتا کیونکہ
جبکہ پروانہ ظاہر کی روشنی سے دھوکا کھاکر اگر جلجاتا ہی تو اوسیوقت چھوٹ جاتا ہی اور آدمی
تو شہوات میں مبتلا ہوکر ہمیشہ کو یا بہت مدت کے لیے آتش دوزخ میں رہتا ہی اور
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انکم تتہافتون
علی النار تہافت الفراش وانا آخذ بحجزکم [illegible] حال ہو کہ
اس تقریر سے معلوم ہوا ہوگا کہ محبت جانب الٰہی ہوا اور جو میں اللہ کے عجائب ہیں کہ اگر انکے
[illegible] لوگ تنگ ہوکر حقیقت اوسکی دریافت کیا چاہیں تو کہ [illegible] جو ظاہر ہیں
صاف صاف باتیں ہیں وہ بھی اونکے معلوم ہونیکی غرض سے اسکا بیان ناممکن ہو اور خدای تعالی کے
اور کسیکا کام نہیں ہے پھر ہر ایک جاندار اور روئیدگی میں ایک ایسی عجیب چیزیں ہیں کہ
اونمیں خاص ہیں دوسرے میں نہیں پائی جاتیں مثلاً شہد کی مکھی کو غور کرو کہ اللہ نے اوسکو کیسا
سکھا دیا کہ اوسنے درختوں اور پہاڑوں اور مکانوں پر چھتہ بناتی ہی اور اوسکے لعاب سے
موم اور شہد بنتا ہے ایک روشنی کے کام کا ہی اور دوسرے میں مرضوں کی شفا رکھی ہی پھر اوسکی
عجائب باتوں کو غور کرو کہ پھولوں اور کلیوں پر بیٹھتی ہی اور نجاست سے پرہیز کرتی ہی کہ نہیں جاتی
اور اپنے حاکم کی جو جسم میں سب سے بڑی ہوتی ہی اطاعت کرتی ہی اور اللہ تعالی نے اونکے
حاکم میں بھی یہ عدل و انصاف رکھا ہی کہ اگر کوئی نجاست پر بیٹھکر چھتے میں جانا چاہتی ہے
تو فوراً مار ڈالی جاتی ہی مکان کو دیکھو کہ موم سے کیسا بناتی ہی بدون مسطر و پرکار مسدس خانے
بناتی چلی جاتی ہی اور گول اور چو کھونٹے اور پانچ کھونٹ کے نہیں بناتی صرف مسدس
چھہ گوشے والے بناتی ہی اسکی بھی ایک وجہ ہی کہ مہندس بھی سمجھتے ہونگے یعنی سب سے زیادہ
وسیع شکل دائرے کی ہی یا جو اوس سے قریب ہو اسلیے کہ مربع میں تو گوشے بیکار رہجاتے ہیں
کہ مکھی کا جسم گول ہوتا ہی تو مربع میں رہنے سے زاویے بیکار رہجاتے ہیں اور اگر گول بناتی تو

اونکو ایک دوسرے سے ملانے مین فرجہ بیکار رہجاتے اسواسطے کہ اول چیزین جدا پیدا کردہ دوسرے
ملتی ہین اور خوب متصل نہین ہوتین اور وہ اوپر والے شکلون مین ایسی کوئی شئ نہین کہ گنجایش ہین تو
گول شکل کا ساکام دیوے اور ملانہین اور مین فرجہ نہ ہے بجز شکل مسدس کے کہ اسمین دونون
صفتین موجود ہین اور یہ خاصیت اسی شکل کی ہی تو غور کا مقام ہی کہ اللہ تعالی نے اس چھوٹے سے
جانور کو کیسے یہ باتین بتائین اور اوسپر اپنا لطف و کرم کیسے ظاہر کیا کہ جس چیز کیطرف اوسکو
حاجت تھی وہ اوسکو سکھادی تاکہ چین سے رہے ان باتون کو اگر سوچا اور بیٹھا کے دھندے
فرصت ملی ہو اور شہوات نفس اور ہمسرون کی عداوت اور بھائیون کی طرفداری وغیرہ سے
بچا ہے فکر ہو تو جانو کہ کیسی عجیب باتین ہین کہ خداوند کریم عظیم الشان نے اپنی عنایت و
احسان سے ذرا ذرا سے جانورون مین بقدر ہین رکھی ہین اب انہین کو دیکھکر عبرت پکڑو اور اسرار
زمین و آسمان کو جانے دو جسقدر کہ ہماری فہم ناقص ہین کہ ذرا ہی اسکو اگر واضح کرکے لکھا جاوے
تو بہت سی مجلدین چاہئین حالانکہ ہمارے علم کو علما اور انبیا کے علم سے کچھ نسبت نہین اور سارے
خلائق کے علم کو خداے تعالی کے علم سے کچھ نسبت نہین بلکہ جو باتین خلق کو معلوم ہوتی ہین اونکو
خداے تعالی کے علم کے سامنے علم ہی نکہنا چاہیے غرض کہ اس قسم کی باتین سوچنے سے وہ معرفت
زیادہ ہوتی ہی جو دونون طریقون مین سے سہولت سے حاصل ہوتی ہی اور معرفت کی زیادتی سے
محبت زیادہ ہوتی ہی پس اگر تمکو سعادت ملاقات الہی سے مشرف ہونے کی طلب ہے تو دنیا کو پس پشت
ڈالو اور ذکر دائم اور فکر لازم مین مستغرق رہو اس سے عجب نہین کہ کچھ نہ کچھ مل رہے
اور اس تھوڑی ہی سی چیز کے عوض مین ایسی سلطنت ملیگی کہ جسکی انتہا نہو

ساتوان بیان اس امر مین کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ محبت کے باب مین متفاوت ہوتے ہین

جاننا چاہیے کہ اصل محبت تو سب ایماندارون مین ہوتی ہی اسلیے کہ ایمان مین سب مشترک ہین
مگر محبت مین مختلف ہوتے ہین اسوجہ سے کہ معرفت اور محبت دنیا مین مختلف ہوتی ہین اور
یہ ظاہر ہی کہ اشیا مین اسیقدر تفاوت ہوتا ہی جتنا اونکے اسباب و تعلقون مین ہوتا ہی اور لوگ اکثر
اکثر ایسے ہین کہ خداے تعالی کے صفات اور اسما جو اونکے کانون مین پڑے ہین وہی سیکھ لئے
یاد کرلیے ہین اور کچھ نہین جانتے اور بعض اوقات اون اسما و صفات کے معانی اپنے خیال
کر لیے کہ خداوند جل شانہ اون معانی سے مبرا ہی اور بعض اوقات حقیقۃ الامر پر واقف نہو
ہوے نہ اونکے کچھ معنی خیال کیے بلکہ تسلیم و تصدیق کے طور پر ایمان لائے اور عمل مین

مصروف ہو کر گفتگو کو بالائے طاق رکھدیا یہ لوگ اصحاب یمین ہیں سب سے پیچھے والے ہیں اور جو لوگ خیال فاسد بنا لیتے ہیں وہ گمراہ ہیں اور جو حقیقت کے عارف ہیں وہ مقرب لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ذکر ان تینوں قسم کے لوگوں کا اس آیت میں فرمایا ہے فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ

اور چونکہ بدون مثال کے لوگ باتیں کم سمجھتے ہیں اسلیے اختلاف محبت کی ہم مثال لکھے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مثلاً شافعی کے محب اہل ان کو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے محبت ہے اس محبت میں فقیہ اور عوام دونوں مشترک ہیں اور ان کا فضل اور دینداری اور سیرت نیک اور خصائل حمیدہ سے سب واقف ہیں یا عامی اونکا علم مجمل جانتا ہے اور فقیہ مفصل جانتا ہے اسلیے فقیہ کا آپ کو جاننا کامل ہوگا اور اس جانب سے آپ کے ساتھ محبت اور محبت بھی فقیہ ہی کو زیادہ ہوگی اسلیے کہ جو شخص کسی مصنف کی تصنیف دیکھتا ہے اور اوسکو اچھا جانتا اور اوس تصنیف کے باعث مصنف کی فضیلت جانتا ہے تو اوسکو یقیناً اوس سے محبت ہو جاتی ہے اور اوسکی طرف اوسکا دل مائل ہوتا ہے پھر اگر اوس تصنیف کی نسبت کہیں دوسری تصنیف اوس سے بھی عمدہ اور عجیب دیکھیگا تو بیشک محبت دوبالا ہوگی اسلیے کہ اوسکو کمال کی معرفت بھی بڑھ گئی اسی طرح آدمی کسی شاعر کے باب میں اگر اتفاقاً دیکھتا ہے کہ شعر خوب کہتا ہے تو اوس سے محبت کرتا ہے اور جب اوسکے اشعار نادر اسی قسم کے سنتا ہے کہ جن میں شاعر کی مہارت اور سخندانی معلوم ہو تو پہلے معرفت زیادہ ہوتی ہے اور محبت بھی زیادہ ہو جاتی ہے اسی طرح تمام صناعات اور فضائل کا حال ہے اور عامی کبھی سنتا ہے کہ فلان شخص مصنف ہے اور اوسکی تصنیف اچھی ہوتی ہے مگر مضمون تصنیف سے واقف نہیں ہوتا تو اوسکو مجمل معرفت ہوتی ہے اور اوسی نسبت کے مثل محبت بھی مجمل ہوتی ہے اور دانا شخص جب تصانیف کو مطالعہ کرتا ہے اور اوسکے عجائب پر واقف ہوتا ہے تو اوسکی محبت یقیناً دوبالا ہوتی ہے اسواسطے کہ عجائب صنعت اور شعر و تصنیف کے صفات صانع اور شاعر اور مصنف کے کمال پر دال ہوتے ہیں اب عالم سب کا سب خدا تعالیٰ کی ساخت و تصنیف ہے اور عامی صرف اسکا اعتقاد اور علم رکھتا ہے مگر اہل بصیرت اوسکی صنعت کی تفصیل سے واقف ہوتا ہے یہانتک کہ مچھر میں مثلاً وہ عجائب دیکھتا ہے کہ اوسمیں عقل دنگ ہو

شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اسی وجہ سے اوسکے دل میں خداے تعالی کی عظمت و جلال اور کمال صفات زیادہ ہوتی ہے اور اوسکے باعث محبت بڑھتی ہے اور جسقدر صنائع الٰہی کی عجیب باتون پر اطلاع بڑھتی جاتی ہے اوسیقدر اوسکی عظمت و جلال دل میں زیادہ معلوم ہوتی ہے اور اوتنی ہی محبت بھی بڑھتی جاتی ہے اور انتہا کہ عجائب صنع الٰہی کا دریا ناپیداکنار ہے اسلیے محبت میں اہل معرفت کا تفاوت بھی بیشمار ہے اور جن سببون سے کہ محبت میں اختلاف ہوتا ہے وہ اختلاف اون پانچون سببون کا ہے جو محبت کے لیے ہم لکھ چکے ہین مثلاً اگر کوئی شخص خداے تعالی سے اسوجہ سے محبت رکھتا ہے کہ وہ اوسکا محسن اور منعم ہے اور اوسکی ذات سے محبت نہین رکھتا تو اوسکی محبت ضعیف ہے اسواسطے کہ احسان کے بدلنے سے یہ محبت بدل جاتی ہے تو بلا کی حالت میں یہ محبت ایسی نہین ہوتی جیسی خوشی اور آسایش کی حالت میں ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اسوجہ سے محبت رکھتا ہوگا کہ ذات پاک خداوندی مستحق محبت ہے کہ کمال و جمال اور مجد و عظمت سب اوسکو حاصل ہے تو اوسکی محبت احسان کے مختلف ہونے سے نہین بدلا کرتی ہمیشہ یکسان رہتی ہے غرضکہ محبت میں لوگونکے مختلف ہونے کی یہ وجہ ہے اور اسی سبب سے سعادت اخروی میں فرق ہوا کرتا ہے اور اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا

آٹھوان بیان اس امر کی وجہ میں کہ معرفت خداے پاک میں خلق کی فہم کیون قاصر ہے

واضح ہو کہ موجودات میں سے ظاہرتر خداے پاک ہے اور اس سے چاہیے تھا کہ سب معرفتون سے اول اوسکی معرفت فہم میں آتی اور عقل پر سہلتر ہوتی مگر معاملہ بالعکس نظر آتا ہے تو اسکی وجہ بیان کرنی ضرور ہوئی اور یہ جو ہمنے کہا کہ وہ سب موجودات میں سے ظاہرتر ہے یہ ایسے باعث سے کہا جو بدون مثال کے سمجھ میں نہین آنیکا اور وہ یہ ہے کہ ہم اگر کسی انسان کو لکھتے یا سیتے یا کوئی اور کام کرتے دیکھین تو اوسکا زندہ ہونا ہمارے نزدیک سب صفتون مین سے ظاہرتر ہوگا یعنی اوسکی زندگی اور علم اور قدرت اور ارادہ کام کا ہمارے نزدیک اوسکی اور صفات ظاہری اور باطنی کی نسبت کر زیادہ واضح ہوگا اسلیے کہ صفات باطنی مثل شہوت و غضب و خلق اور صحت و مرض وغیرہ کو تو ہم جانتے ہی نہین باقی رہین صفات ظاہری اونمین سے بعض کو ہم نہین جانتے اور بعض مین شک ہے مثلاً مقدار طول اور رنگ جلد وغیرہ آنکھ سے معلوم ہوسکتے ہین مگر انمین کسیوجہ سے

شک سا بھی رہ سکتا ہے اور حیات اور علم اور قدرت و ارادہ بدون اسکے کہ اونمین حس بصر کا
لگاؤ ہو نہین ظاہر ہو جاتی ہین کہ یہ چیزین بغیر اس طرح سے یا ہین کہ کسی چیز سے معلوم نہین ہو سکتین
لیکن یا ان چیزون کا علم بدون حرکت کے ہمکو نہین ہو سکتا پھر اگر ہم تمام عالم کی طرف ایسی
نظر کرینگے تو کیا وجہ کہ خداے تعالی کی صفت ہمکو معلوم ہو وے دونون صورتون مین بات تو
ایک ہی اور صاف صاف ہے بلکہ جب عالم کو مشاہدہ کرینگے اور جو حس ظاہری اور باطنی سے
ادراک کرینگے خواہ وہ پتھر ہو یا ڈھیلا یا نبات و شجر یا حیوان یا زمین و آسمان یا ستارے
یا خشکی و تری یا عناصر یا عرض و جوہر وغیرہ تو اون سب سے وجود اللہ تعالی کا اور قدرت
و علم اور تمام صفات ضروری مشاہدہ ہونگے اور سب ثبوت کامل جسکے وجود وغیرہ کا ہوگا
بلکہ اول دلیل خداے تعالی کے وجود اور صفات پر ہمارے نفس اور جسم اور اوصاف اور
احوال کا بدلنا اور ہمارے دلون کا اور تمام اطوار کا حرکات و سکنات مین پھر جانا ہے اور
ہمکو علم کی راہ سے ظاہر تر سب مین اپنا نفس معلوم ہوتا ہے پھر وہ چیزین جو ہماری حواس خمسہ کو
معلوم ہوتی ہین پھر وہ جو عقل و بصیرت سے مدرک ہوتی ہین اور ان سب مدرکات مین
ہر ایک چیز ایک شاہد و دلیل جداگانہ ہے اور جتنی چیزین عالم مین ہین سبکی سب شواہد و ادلہ
اور دلائل کاملہ اس بات پر ہین کہ اونکا پیدا کرنے والا اور بڑا اور بدلنے والا اور حرکت دینے والا
موجود ہے اور اوسکے علم و قدرت اور لطف و حکمت پر بھی دال ہین اور ان سب موجودات مدرکہ
کی کچھ انتہا نہین تو خداے تعالی کے وجود اور صفات کے دلائل کی بھی کچھ شمار نہین اب اگر
کاتب کی حیات و علم و قدرت ہمکو صرف ایک دلیل یعنی اوسکے ہاتھ کی حرکت دیکھنے سے
ثابت اور ظاہر ہو جاتی ہے تو خداے تعالی کا وجود و حیات وغیرہ کسطرح ظاہر نہوگا اوسکے لیے
تو کوئی چیز ایسی ممکن ہی نہین کہ اوسکے وجود وغیرہ پر دال نہو نہ ہمارے نفسون کے اندر کوئی شی
ایسی ہے نہ باہر اسلیے کہ ہر ایک چیز زبان حال سے پکار رہا ہے کہ مین اپنے آپ موجود اور متحرک
نہین میرا موجد اور محرک کوئی اور ہے اور اسی پر ہمارے اعضا کی ترکیب اور ہڈیون کے جوڑ اور
گوشت پٹھا و مسامات اور ہاتھ پانون کی صورت اور تمام اجزاے ظاہری و باطنی شاہد ہین اسلیے
کہ ہم جانتے ہین کہ یہ چیزین آپ ہی آپ مرکب نہین ہوئین جیسا یہ جانتے ہین کہ کاتب کا ہاتھ
خود بخود نہین ہلتا لیکن ادراتنا کہ موجودات مین سے کوئی شی مدرکات حسیہ اور معقول اور حاضر
اور غائب ایسی نہین جو خداے تعالی کے وجود پر شاہد نہو تو اسلیے اوسکا ظہور اتنا ظاہر ہو گیا

کہ عقلیں اوسکے ادراک سے متحیر ہیں اسلیے کہ جو شے کہ اوسکے سمجھنے میں ہماری عقل قاصر ہو اور
قصور کے دو ہی سبب ہوتے ہیں یا وہ شے کا بذات خود خفی اور باریک ہونا جسکی مثال ایک
اساطہ ہے یا اوس شے کا وضوح حد سے زیادہ ہونا جیسے شپر رات کو دیکھتی ہے اور دن کو نہیں دیکھتی
سو وجہ یہ ہے کہ دن میں نسبت رات کے پوشیدہ ہو بلکہ اس وجہ سے کہ شدت سے ظاہر ہو کر شپر
اپنی ضعف بصر سے اوسکی تاب نہیں رکھتی آفتاب کا نور چمکتا اور خوب ظاہر ہونے کے وقت اوسکی
بینائی کو خیرہ کر دیتا ہے ہاں جب وسمیں کچھ تاریکی ملجاتی ہے اور ظہور میں ضعف آجاتا ہے تو اوسکی
بینائی کام دینے لگتی ہے اسیطرح ہماری عقلیں ضعیف ہیں اور جمال حضرت الٰہی کا نہایت درجے کی
چمک اور نور اور شدت کا شمول رکھتا ہے کہ کوئی ذرہ اوسکے ظہور سے نہیں چھپا ہے گو
ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا + مصداق اس بیان کا ہے جب بلکہ زمین و آسمان میں
کوئی ذرہ اوسکے ظہور سے خالی نہیں تو یہی ظہور سبب اوسکے مخفی ہونے کا ہو گیا ہے سبحان اللہ

افزا نور آنکہ ہو جسکے جمال کی	کب چشم و دل کو تاب ہو اوسکے جلال کی

اور شدت ظہور کے باعث مخفی ہونے سے تعجب نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ چیزیں اپنی ضدوں سے
کھل جایا کرتی ہیں اور جس چیز کا وجود ایسا عام ہو کہ کوئی ضد ہی نہ ہو اوسکا ادراک ضرور مشکل ہوگا
یا اشیا مختلف طور کی ہوں کہ کچھ دلالت کرتی ہوں اور کچھ نہ کرتی ہوں تو جلد اونمیں فرق
معلوم ہو سکتا ہے اور اگر سب اشیا دلالت میں ایک ہی طرح پر مشترک ہوں تب بھی مشکل پڑتی ہے
مثلاً آفتاب کا نور چیزوں میں پڑتا ہے ہمکو معلوم ہے کہ آفتاب کے غروب ہونے پر جاتا رہتا ہے
اور ایک عرض آفتاب کے ساتھ قائم ہے پس اگر آفتاب ہمیشہ روشن رہتا اور غروب نہوتا تو
ہمکو یہی گمان ہوتا کہ اجسام میں بجز اونکے رنگوں سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے اور کوئی چیز
نہیں کیونکہ ہر وقت یہی رنگ نظر پڑتے ہیں روشنی تو جسم نہیں ہو کہ نظر پڑے مگر جب آفتاب
غروب ہو گیا اور تاریکی سب جگہ پھیلی تو ہمکو دونوں حالوں میں فرق معلوم ہوا اور جان لیا
کہ اجسام کو روشنی دھوپ سے تھی اور اونمیں ایک بات تھی کہ وہ غروب ہو جانی سے ہمنے [illegible]
دھوپ کا وجود اوسکے عدم سے معلوم ہوا اگر وہ نیست نہوتی تو اوسپر اطلاع مشکل ہی ہوتی
اسلیے کہ اجسام ایک شے نظر پڑتے اندھیرے اوجالے کا کچھ فرق نہوتا پس سمجھنا چاہیے
کہ نور سب چیزوں محسوسات میں سے ظاہر تر ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرتا ہے صرف ظہور کے
باعث اوسکا حال کیسے مشتبہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ اندھیرا نہو اب خدای تعالی تو سب امور سے

ظاہر ہوتا اور سب چیزیں اوسی سے ظاہر ہوئی ہیں اگر اوسکو عدم یا غائب ہونا یا بدلنا ہوتا
تو آسمان و زمین گر پڑتے اور ملک و ملکوت بیکار ہو جاتے اور دونوں حالوں میں فرق معلوم
ہوتا اسی طرح اگر بعض چیزیں اوسکے ساتھ موجود ہوتیں اور بعضی غیر کے ساتھ تب بھی فرق دونوں
چیزوں کی دلالت میں ہوتا مگر اوسکی دلالت سب اشیا میں ایک ہی طرح ہے اور اوسکا وجود
سب احوال میں دائم و قائم ہے کہ اوسکے خلاف ہونا محال ہے تو یا بالضرور شدت ظہور موجب اخفا کی
ہوا ہے یہی باعث فہم کے قاصر رہنے کا ہے مگر جس شخص کی بصیرت قوی اور قوت غالب ہے
وہ اپنے اعتدال کے حال میں سوا خدای تعالی کے اور کسیکو نہیں دیکھتا اور کسیکو سواے اوسکے
جانتا ہے کہ موجود سوا خدای تعالی کے اور کوئی نہیں اور افعال اوسکے آثار قدرت میں
ایک اثر ہیں تو وہ اوسکے تابع ہیں واقع میں بدون اوسکے اونکا وجود نہیں بلکہ وجود اوسی واحد
برحق کا ہے جسکے باعث تمام افعال کا وجود ہوا اور جس شخص کا یہ حال ہے وہ کوئی فعل ایسا نہیں دیکھتا
جسمیں اوسکی نظر فاعل حقیقی کیطرف نہ ہو مثلاً آسمان کو آسمان جانکر زمین کو زمین نہ درخت و حیوان کو
اونکے وجود کے اعتبار سے دیکھتا بلکہ ان اشیا میں اس نظر سے دیکھتا ہے کہ وہ واحد برحق کی صنعت
و صنائع ہیں تو فقط اوسکی نظر غیر کیطرف جاتی ہی نہیں جیسے کوئی شخص کوئی شعر یا خط
یا تصنیف دیکھتا ہو اور کاتب یا شاعر یا مصنف کیطرف خیال کرے اور ان چیزوں کو اوس اعتبار سے
دیکھے کہ وہ اوس صانع کے آثار میں سے ایک اثر ہیں نہ اس نظر سے کہ سیاہی سے کاغذ پر لکھی ہوئی ہیں
تو ظاہر ہے کہ اوس شخص کی نظر غیر مصنف کیطرف نہ ہوگی اور چونکہ تمام عالم تصنیف خدای تعالی
کی ہے تو جو شخص اوسکی طرف اس اعتبار سے دیکھے کہ وہ خدا کا فعل ہے اور اسی اعتبار سے اوسکو
پہچانے اور محبت کرے تو وہ خدا کے سوا اور کسی میں ناظر ہوگا نہ اوس کا عارف نہ دوسرے کا
محب اور وہ واقع میں موحد حقیقی وہی ہوگا جو خدای تعالی کے سوا اور کسیکی طرف نظر نہیں کرتا
یہاں تک کہ اپنے نفس کیطرف بجز اس اعتبار کے نہیں دیکھتا کہ خدا کا بندہ ہے ایسے ہی
شخص کو کہا کرتے ہیں کہ توحید میں فنا ہو گیا اور اپنے نفس سے فنا ہو گیا اور اسیکی طرف اشارہ ہے
اس قول میں کسی بزرگ کے کہ فرمایا ہم اپنے آپ ہی پھر خودی سے فنا ہو گئے تو اب بدون
خودی کے رہ گئے ہیں یہ امور اہل بصیرت کے نزدیک معلوم ہیں لوگوں کی فہم ضعیف ہے
اونکو معلوم نہیں کر سکتے اور علما سے اونکی تشریح اور توضیح ایسی عبارت میں نہیں ہو سکتی
جس سے اور لوگ بھی سمجھیں غرض کہ علما وہ لوگ اپنے اپنے نفس میں مشغول ہیں اور

اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس بات کو غیر سے ذکر کرنا کچھ مفید نہیں اسی وجہ سے لوگوں کی فہم معرفت
الہی سے قاصر ہیں اور اسکے اوپر یہ اضافہ ہو گیا کہ مدرکات سب کے سب جو خدا تعالی پر شاہد ہیں
آدمی کو اونکا ادراک لڑکپن میں بے عقلی کی حالت میں ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ عقل پیدا ہوتی ہے
حالانکہ اوسوقت اپنی شہوات میں ڈوبا ہوتا ہے اور مدرکات و محسوسات کو دیکھتے دیکھتے اون سے
مالوف و مانوس ہو جاتا ہے دل میں اونکی کچھ قدر و منزلت نہیں رہتی کہ اونکے باعث کوئی نئی
بات معرفت کی اوس سے سرزد ہو ہاں اگر یکایک کوئی نادر حیوان یا سبزہ یا کوئی اور فعل
خدا کے افعال میں سے خلاف عادت عجیب نظر پڑتا ہے تو خود بالطبع سے معرفت کا قول زبان پر
آجاتا ہے اور کہنے لگتا ہے سبحان اللہ اور اپنے نفس اور اعضا اور اقسام حیوانات کو صبح و شام
ہمیشہ ہی دن بھر دیکھتا ہے اور یہ سب شواہد قاطعہ ہیں مگر اوسکو بوجہ الفت اون سے اونکا
شاہد ہونا محسوس نہیں ہوتا اور اگر کوئی اندھا مادرزاد عاقل بالغ ہو پھر یکبارگی اوسکی آنکھ
کھل جاوے اور آسمان و زمین اور درختوں اور نباتات و حیوانات پر دفعتہ اوسکی نگاہ پڑے
تو خوف ہے کہ کہیں اوسکی عقل جاتی نہ رہے کیونکہ ایسی عجائب چیزوں کی شہادت اونکے
خالق پر اوسکو نہایت عجیب معلوم ہوگی حاصل یہ کہ یہی جیسے اسباب اور شہوات میں ڈوبا ہوا ہی
خلق پر راہ معرفت بند ہے تو یہاں یہ مثل صادق آتی ہے کہ بغل میں لڑکا اور شہر میں ڈھنڈورا
اور اسیلئے کسی نے قطعہ کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

تو وہ ظاہر ہے کہ پوشیدہ نہیں خلقت پر	ایسا جو اصل سے اندھا ہو نہ دیکھے مہتاب
ہے ترا پردہ فقط یہ جو ہے شہرت کا ظہور	کہہ یہ معلوم ہو جسکا کہ ہو شہرت ہی حجاب

طریق معرفت آشنا پاس اور لوگ اوس سے اتنے دور شعر

دوست نزدیک تر از من بمن ست	وین عجب تر کہ من از وے دورم

بدیہی امور جب مطلوب ہوتے ہیں تو مشکل ہو جاتے ہیں

نواں بیان شوق الہی کے معنون کے ذکر میں — جاننا چاہیے کہ جو شخص محبت الہی کا
واقع میں ہونے کا منکر ہے اوسکو شوق کی حقیقت سے بھی انکار ضرور ہوگا اسلیے کہ شوق
تو محبوب ہی کیطرف ہوتا ہے اور ہم یہاں ثابت کرتے ہیں کہ عارف کو شوق خدا کیطرف ضرور
ہوتا ہے اور وہ شائق ہونے پر مجبور ہے اور اسکا ثبوت دو طرح پر ہے اول بطریق نظر اور تجربہ
بصیرت کے دوم بطور اخبار و آثار کے اول طریق کے اثبات میں تو وہی کافی ہے جو

اثبات محبت مین پہلے کہہ چکا ہون کہ محبوب کے غائب ہونے کی صورت مین اوسکی طرف اشتیاق ضرور ہوتا ہے اور جو موجود اور حاصل ہو اوسکی طرف اشتیاق نہین ہوتا اسلیے کہ شوق نام طلب اور اشتیاق کا ہے کسی امر کا اور موجود کی تلاش نہین ہوا کرتی اور اسکی توضیح یہ ہے کہ شوق ایسی ہی چیز کی طرف ہوتا ہے جو ایک وجہ سے مدرک ہو اور ایک وجہ غیر مدرک اور جو ایسی چیز کہ کبھی اوسکا ادراک نہوا ہو تو اوسکی طرف اشتیاق بھی نہوگا مثلا اگر ایک شخص دوسرے شخص کو نہ کبھی دیکھا اور اوسکی تعریف بھی کبھی خیال مین نہین آئی تو وہ اوسکا مشتاق نہوگا اور اسیطرح اگر کسی چیز کا ادراک کمال درجہ ہو جاتا ہے تو اوسکی طرف بھی شوق نہین رہتا اور کمال ادراک دیکھنے سے ہوتا ہے پس جو شخص اپنے محبوب کا مشاہدہ کر رہا ہو اور اوسکو دائم دیکھ رہا ہو اوسکو کبھی سمجھ مین نہین آتا کہ شوق ہو بلکہ شوق ایسی ہی چیز سے متعلق ہوتا ہے جو ایک وجہ سے مدرک ہو اور ایک وجہ سے نہین اسکی مثال مشاہدات مین سے یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک عاشق اوسکے پاس نہین اور اوسکا خیال اوسکے دل مین ہے تو اوس خیال کی تکمیل کیلیے دیکھنے کا مشتاق ہوگا اور اگر بالفرض اوسکے دل سے اوسکا خیال اور معرفت سب جاتا رہے اور بھولا بسرا ہو گیا تو خیال مین نہین آتا کہ وہ شخص کیسا ہے اوسکا مشتاق ہو اور اگر اوسکو دیکھے تو سمجھ مین نہین آتا کہ دیکھنے کے وقت اوسکا مشتاق ہو اسلیے کہ شوق کے معنی تو یہ ہین کہ جو خیال دل مین ہے اوسکی تکمیل کا طالب ہونا اور یہ بات یہان کسی پائی جاتی ہے اسیطرح کبھی عاشق کو اندھیرے مین دیکھتا ہو جسطرح کہ اوسکی صورت اچھی طرح منکشف نہین ہوتی تو مشتاق اس دیدار کی تکمیل کا ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ چاندنا ہو تو اوسکو پورا اچھی طرح دیکھ لون یا یہ کہ چہرہ محبوب کا تو دیکھا مگر اوسکے بال اور محاسن نہین دیکھی تو اوسکے دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہے گو اونکو کبھی نہ دیکھا ہو اور نہ نفس مین کوئی خیال دیکھنے سے رہ جاتا ہو پر اتنا معلوم ہے کہ اوسکا ایک عضو یا کئی عضو خوبصورت ہین اور تفصیل جمال کی دیکھنے سے معلوم نہین کی تو اس بات کا مشتاق ہوتا ہے کہ جو بات کبھی نظر سے نہین پڑی وہ منکشف ہو جاوے اور یہ دونون صورتین خداے تعالی مین متصور ہین بلکہ ہر ایک عارف کیلیے ضروری لازم ہین اسلیے کہ جو کچھہ امور الہیہ مین سے عارفون پر واضح ہوا ہے گو نہایت وضوح اور تبین میں ہو پر بھی ایسا ہے کہ گویا باریک پردے کی آڑ سے دیکھا ہے تو نہایت درجے کا وضوح نرہا بلکہ شایبہ تخیلات کے ساتھہ مخلوط ہوگا کیونکہ اس عالم مین خیالات سب معلومات کیلیے تمثیل و مشابہت سے جدا نہین ہوتے اور اس قسم کے خیالات معارف کو

واضح کرتے ہیں اور ان خیالات پر کاروبار دنیاوی کی اضافہ ہو جاتے ہیں سو یہ حال کمال وضوح
مشاہدہ اور تجلی کے اشراق تام کا نام ہے جو دنیا میں نہیں ہو سکتی آخرت میں ہوگی اور چونکہ نہایتہ
محبوب عارفون کا یہی ہے تو بیشک موجب شوق ہوگی تو ایک شق شوق کی تو یہ ہوگی یعنے
جس چیز کا انکشاف کسیقدر ہوا تھا اوسکے کامل انکشاف کا مشتاق ہونا اب دوسری شق یہ ہے
کہ امور الہیہ کی کچھ انتہا نہیں ہر بندے کے لیے کسیقدر منکشف ہوتے ہیں اکثر تحقیق یا
نامعلوم رہجاتی ہیں اور عارف کو اونکے وجود کا علم ہوتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ امور جو بہت
سے معلوم ہیں اور یہ کہ جتنی باتیں مجھکو معلوم نہیں وہ معلومات کی نسبت کہیں زیادہ ہیں اسلیے ہمیشہ
اوسکا طالب و مشتاق رہتا ہے یہانتک کہ اوسکو اول معرفت اون معلومات کی جو اوسکو معلوم
ہونے سے باقی ہیں نہ اوسکا علم واضح طور پر آیا نہ مجمل طور پر اور شوق اول تو آخرت میں تمام
ہوگا یعنی اوس حال کے حاصل ہونے سے جسکو مشاہدہ اور دیدار کہتے ہیں اور اس شوق کا دنیا میں
فرو ہوجانا ممکن نہیں چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم جو مشتاقون میں سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن
مین نے عرض کیا کہ الٰہی تو اگر اپنے عاشقون میں سے کسیکو ایسی چیز عنایت فرماتا ہے جس سے
اوسکے دل کو تسلی تیرے وصال سے پیشتر ہوجاتی ہے تو وہ چیز مجھکو بھی مرحمت ہو مجھکو اضطراب نے
بہت تنگ کیا ہے پس رات کو مین نے خواب میں دیکھا کہ خداوند کریم نے مجھکو اپنے سامنے
کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھسے ایسی چیز مانگتا ہے جس سے میری
ملاقات سے پیشتر ہی تسکین خاطر کرے بتا تو سہی کہیں مشتاق کو اپنے حبیب کے ملنے سے
پیشتر بھی تسکین ہوا کرتی ہے مین نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری محبت مین حیرت زدہ ہوکر
معلوم نہ کیا کہ کیا کہون اب تو میرا قصور معاف فرما اور مجھکو سکھلا دے کہ کیا کہون ارشاد ہوا
کہ یون کہہ اللّٰهُمَّ رَضِّنِي بِقَضَائِكَ وَصَبِّرْنِي عَلَى بَلَائِكَ وَأَوْزِعْنِي شُكْرَ نَعْمَائِكَ
کیونکہ یہ شوق آخرت میں فرو ہوگا - اور دوسری شق شوق کی تو ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اوسکا انجام نہ دنیا میں ہو نہ آخرت میں سو اسواسطے کہ اوسکا انجام جب ہو جب آخرت میں
بندے کو خداوند تعالیٰ کا جلال اور اوسکے صفات اور حکمت اور افعال اسقدر معلوم ہون جسقدر
کہ خداوند تعالیٰ کو معلوم ہیں اور یہ امر بالکل محال ہے اسواسطے کہ معلومات الٰہی کی کچھ انتہا نہیں
اور ہمیشہ بندہ یہی جانیگا کہ جمال اور جلال میں سے ابھی اور کچھ باقی ہے جو مجھپر نہیں کھلا تو
کبھی اوسکا شوق فرو نہ ہوگا خصوصاً وہ شخص جو اپنے درجے پر اور بہت سے درجات دیکھیگا

اور سلطیں شوق اور زیادہ ہوگا اگرچہ اپنا اصل وصال حاصل ہونے کے بعد نقص
وصال کے لیے شوق البتہ معلوم ہوتا ہے جس میں کچھ درد ہو اور کچھ بعید نہیں کہ
اور ترقی کے الطاف کی انتہا ہو اور مشاہدات ہمیشہ زیادہ ہوں
ہوتی ہے اور تحقیق الطاف کی اور چیز کے شوق سے جو حاصل ہوتی ہو وہ فکر
کہیں اور دنیا میں کشف کا اس کا ظاہر ہونا
اور ہر ایک کشف کا کمال ... کسی حد پر ٹھہرے کہ ...
کچھ ... اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے نورهم یسعی بین ایدیهم و بایمانهم
یقولون ربنا اتمم لنا نورنا ... دنیا میں ... اگر
اصل ... آخرت ... کیا جاوے ... دنیا میں
وہ ... حاصل ... اپنا ...
جو دنیا میں ... آخرت میں ... اشراق ... نور ...
تیسرے ... اذا قبض ... فقیل ... الی ...
اس آیت سے معلوم ہوا کہ انوار کی اصل کا دنیا سے ہمراہ ہونا ... آخرت میں ان کی چمک
کچھ اور زیادہ ہوجاوے گی یہ بات نہ ہوگی کہ کوئی نیا نور ملے اور اس باب میں اگر کچھ کہنا
محل خطر ہی ہے اور اب تک کوئی ایسی بات نہیں ملی جس پر اعتماد کیا جاوے اللہ تعالیٰ سے سوال
کرتے ہیں کہ وہ ہمارا علم زیادہ کرے اور ہدایت بڑھاوے اور حق کا حق ہونا ظاہر کرے پس
انوار بصیرت میں سے اسقدر حقیقت شوق اور اس کے معنوں کے کشف کے لیے کافی ہے
اور اخبار اور آثار جن سے شوق کا ثبوت ہوتا ہے وہ بھی بہت ہیں چنانچہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مشہور ہے کہ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَيْشِ
بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ الْكَرِيمِ وَالشَّوْقَ إِلَى لِقَائِكَ
اور حضرت ابو درداؓ نے حضرت کعب احبار سے کہا کہ مجھ سے کوئی آیت توریت کی بیان کرو
انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کے لیے بہت ہو اور
میں انکی ملاقات کا زیادہ تر مشتاق ہوں اور کہا کہ توریت میں اسی آیت کے قریب یہ بھی
مذکور ہے کہ جو شخص مجھکو طلب کریگا وہ مجھکو پاویگا اور جو میرے سوا کسی اور کی طلب کریگا مجھکو
نہ پاویگا حضرت ابو درداؓ نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

سنا ہے کہ آپ بھی یہی فرماتے تھے - اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین مروی ہے کہ
خدا تعالی نے اونکو ارشاد فرمایا کہ اے داؤد میری زمین والونکو سنا دے کہ جو مجھسے محبت کریگا مین
اوسکا حبیب ہون اور جو میرے پاس بیٹھیگا مین اوسکا جلیس ہون اور جو میرے ذکر سے انس
حاصل کریگا مین اوسکا انیس ہون اور جو میرے ساتھ رہیگا مین اوسکے ساتھ ہون اور جو مجھکو
اختیار کریگا مین اوسکو اختیار کرونگا اور جو میرا کہا مانیگا مین اوسکا کہا مانونگا اور جو شخص مجھسے
محبت کرتا ہی اور اوسکی محبت دل سے مجھکو خوب معلوم ہو جاتی ہے تو مین اوسکو اپنے واسطے قبول
کرتا ہون اور اوس سے ایسی محبت کرتا ہون کہ میری خلق مین سے اوسپر کوئی مقدم نہین ہوتا
جو مجھکو سچ سچ طلب کرتا ہی وہ مجھکو پاتا ہے اور جو غیر کو طلب کرتا ہی وہ مجھکو نہین پاتا تو اے زمین کے
باشندو تم اوس حال مین ہو کہ دنیا کے فریب مین آتے ہو اوسکو چھوڑو اور میری کرامت اور
صحبت اور پاس بیٹھنے کیطرف چلو اور میرے ساتھ انس کرو مین تمہارے ساتھ انس کرونگا اور
تمہاری محبت کیطرف سرعت کرونگا اسلیے کہ مین نے اپنے احباب کا خمیر ابراہیم اپنے خلیل اور موسی
اپنے کلیم اور محمد اپنے صفی کے خمیر سے بنایا ہے اور مین نے مشتاقون کے دل اپنے نور سے بنائے ہین
اور اپنے جلال سے اونکو پرورش کیا ہے اور بعض اکابر سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے بعض
صدیقین پر وحی بھیجی کہ میرے بندون مین سے کچھ خاص بندے ایسے ہین جو مجھسے محبت کرتے ہین
اور مین اونسے محبت رکھتا ہون اور وہ میرے مشتاق ہین اور مین اونکا مشتاق ہون اور وہ
مجھکو یاد کرتے ہین مین اونکو یاد کرتا ہون وہ میری طرف دیکھتے ہین مین اونکی طرف دیکھتا ہون
اگر تو بھی اونکی راہ چلیگا تو مین تجھسے محبت کرونگا اور اگر اونکی راہ سے پھریگا تو تجھپر غصہ ہونگا
اوس بزرگ نے عرض کیا کہ الہی اون بندون کی پہچان کیا ہے حکم ہوا کہ دن کو سایہ کو ایسا
تاکتے ہین جیسے چرواہا شفیق اپنی بکریون کو تاکتا رہتا ہے اور سورج ڈوبنے کے ایسے مشتاق
رہتے ہین جیسے پرندہ شام کو اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہے پس جب رات چھا جاتی ہے اور اندھیرا
کھیچتا ہے اور بچھونے بچھ جاتے ہین اور درازو اشکاف ہوتے ہین اور ہر ایک حبیب اپنے حبیب سے
ملتا ہے اوسوقت وہ میرے لیے اپنے قدم اوٹھاتے ہین اور پیشانی بچھاتے ہین اور میرے
کلام سے مجھسے سرگوشی کرتے ہین اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہین کوئی
کوئی چیختا ہے کوئی روتا ہے کوئی آہ کرتا ہے کوئی شاکی ہے کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا اور کوئی رکوع
کرتا ہے اور کوئی سجدہ جو کچھ وہ لوگ میرے باعث سے برداشت کرتے ہین اوسکو میری محبت سے

شوق کا بیان [illegible] پس جب ہمیشہ دیکھیگا تو تین باتین ہین اول یہ
اپنے نفس سے اونکے [illegible] کہ وہ جب حال سے خبر دینگے جیسے ہم اونکے حال سے خبر
دیتا ہون [illegible] اونکے مقابل
ہوگی [illegible] اونکی طرف سے
[illegible] معلوم ہوگا [illegible] دیا
اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام [illegible] منقول ہے کہ خداے تعالی نے [illegible] وحی بھیجی کہ اے
داؤد [illegible] شوق کی [illegible] عرض کیا کہ الٰہی
تیرے مشتاق کون ہین [illegible] مشتاق [illegible]
معاوضہ [illegible] جس
وہ میری طرف [illegible] آسمان پر دیکھتا ہون
فرشتون کو [illegible] اونکو ارشاد دیتا ہون
کہ [illegible] مشتاقون کے دلون کو دیکھا
اور اونکے [illegible] آسمان مین فرشتون کو ایسا [illegible] جیسے
آفتاب زمین والون کو روشنی دیتا ہے داؤد مین نے مشتاقون کے دل اپنی رضا سے بنائے
اور اپنے [illegible] کی اونکا اپنی ذات کے [illegible] بنایا
اور اونکے باطنون کو زمین مین سے اپنی نظر کی جگہ مقرر کی اور اونکے دلون مین ایک راہ
رکھی جس سے میری طرف دیکھتے ہین اور ہر روز اونکا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہے حضرت داؤد
نے عرض کیا کہ الٰہی مجھکو اپنے عاشقون کی زیارت کرادے حکم ہوا کہ پہاڑ لبنان پر جا وہان
چودہ آدمی ہین کہ اونمین جوان اور بوڑھے اور ادھیڑ سب قسم کے لوگ ہین اونسے جا کر میرا
سلام کہنا اور یہ کہیو کہ تمہارا رب بعد سلام کے کہتا ہے کہ تم کچھ حاجت کیون نہین مانگتے
تم تو میرے دوست اور برگزیدہ اور ولی ہو مین تمہاری خوشی سے خوش ہوتا ہون اور تمہاری
محبت کیطرف جلدی کرتا ہون حضرت داؤد بموجب ارشاد کے کوہ لبنان کو گئے اور ان لوگون کو
ایک چشمہ کے پاس دیکھا کہ خداے تعالی کی عظمت مین فکر کرتے ہین جب انھون نے حضرت داؤد
کو دیکھا تو اوٹھے تاکہ اونسے علیحدہ ہو جاوین آپنے فرمایا کہ لوگو مین رسول خدا ہون تمہارے
پاس ایک پیام ربانی پہونچانے آیا ہون اونھون نے یہ سنکر ایک طرف متوجہ ہو کر کان لگا دئیے

اور کتابون مین بھی لکھا ہی کہ حضرت داؤد سے فرمایا کہ مین پیار لاتا ہون کہ خدای تعالی جوانون سے
فرماتا ہی کہ مجھسے کوئی حاجت کیون نہین مانگتے ہو کیونکہ نہین ہوسکتا کہ تمھاری کوئی وارستگی
تم تو میرے دوستدار رہے اور اولیا ہو تمھاری خوشی سے مین خوش ہوتا ہون اور تمھاری
محبت کی طرف سرعت کرتا ہون اور جیسا فرشتہ اپنی اولاد کو دیکھتی ہی اسطرح مین ہمیشہ
تمکو دیکھتا ہون پس اون سب کے آنسو چہرون پر بہنے لگے اور ہر ایک نے دعا کی اونمین
پہلے نے کہا الٰہی تو پاک ہی ہم تیرے بندے اور تیرے بندون کی اولاد ہین جسقدر ہماری
عمر گذشتہ مین تیری یاد مین نہ ہوئی ہو وہ ہمکو معاف فرما دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہی ہم تیرے
بندے اور تیرے غلامون کی اولاد ہین جو معاملہ ہمارا تجھہ مین ہوا اوسمین ہم پر احسان کر کے
حسن نظر فرما تیسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہی ہم تیرے بندے اور تیرے بندون کے بیٹے
ہین کیا ہم تجھسے دعا پر جرات کرین ہمکو تو معلوم ہی کہ ہمکو کسی اپنے کام کی حاجت نہین اتنا
احسان کر کہ اپنی طرف کے راستے پر جارہنا ہمارے لیے ہمیشہ کیواسطے کر دے اور اس بات
ہمپر منت رکھ چوتھے نے کہا کہ الٰہی ہمسے تیری رضا کی طلب مین قصور ہوا تو اپنے جود سے
اوسپر ہماری اعانت کر پانچوین نے کہا کہ خدایا تو نے ہمکو نطفہ سے پیدا کیا اور اپنی عظمت مین
تفکر کرنے کا احسان کیا تو جو شخص کہ تیری عظمت مین مشغول اور تیرے جلال مین متفکر ہو بھلا وہ
کلام کی جرات کرسکتا ہی ہمارا مقصود تو یہی ہی کہ اپنے نور سے ہمکو قریب کر چھٹے نے کہا کہ الٰہی
چونکہ تو عظیم الشان ہی اور اپنے اولیا سے قریب رہتا ہی اور اپنے اہل محبت سے بہت احسان
کرتا ہی اسلیے ہماری زبان یارا نہین دیتی کہ تجھسے کچھ دعا کرین ساتوین نے کہا کہ خدایا جو تو نے
ہمارے دلون کو اپنے ذکر کی ہدایت کی اور اپنی طرف مشغول ہونے کا دھیان عنایت فرمایا
تو اس نعمت کے شکر مین جو ہمسے تقصیر ہوئی ہو اوسکو معاف کر آٹھوین نے کہا کہ خدایا ہماری
حاجت تو تجھکو معلوم ہی ہی وہ صرف تیری طرف دیکھنا ہی نوین نے کہا کہ الٰہی بندہ اپنے آقا سے
کچھہ جرات نہین کرسکتا مگر چونکہ تو نے ہمکو حکم دعا کا اپنے الطاف سے کیا ہی اسلیے عرض کرتے ہین
کہ ہمکو وہ نور عنایت کر جس سے آسمانون کے طبقات کے اندھیرون مین راہ ملے دسوین نے
کہا کہ خدایا تجھسے یہی چاہتے ہین کہ ہماری طرف متوجہ ہو اور ہمیشہ ہمارے پاس رہ گیارھوین نے
کہا کہ الٰہی جو نعمت کہ تو نے ہمکو عنایت کی ہی اوسکے پورا کرنے کی تجھسے درخواست ہے
بارھوین نے کہا کہ الٰہی تیری مخلوق مین سے تو ہمکو کسی چیز کی حاجت نہین بس اپنی جمال کی

زاہد کہ مجھ پر احسان کر تیرے میں نے کہا کہ میری تو یہ درخواست ہی کہ خداوندا دنیا و ما فیہا سے
کہیں بہتر ہے میری آنکھ اندھی کر اور آخرت میں مشغول ہونے سے میرے دل کو اندھا کر
چوتھے نے کہا کہ الٰہی میں تو یہ نہیں جانتا ہوں کہ تو اپنے اولیا کو چاہتا ہی تو مجھ پر اتنا احسان کر کہ
اپنے سوا کسی چیز میں نہ مشغول رکھ بلکہ صرف اپنے ساتھ مشغول کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے
حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اون سے کہدو کہ میں نے تمہاری گفتگو سنی اور جو کچھ تم
نے چاہا وہ میں نے قبول کیا اور تم ایک ایک آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور اپنے واسطے
زمین میں تہ خانہ بنا لو کہ میں تم [illegible] اپنے درمیان سے حجاب اٹھا دیتا ہوں تاکہ تم میرے
نور اور جلال کو دیکھو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی یہ لوگ کس سبب سے مستحق ہوئے
حکم ہوا کہ میرے ساتھ ان کا گمان اچھا ہے اور دنیا اور دنیا والوں سے [illegible] ہوں [illegible]
ساتھ تنہائی میں [illegible] ایسے ہیں اور [illegible] کہ [illegible] تارک دنیا و ما فیہا کے ہو
اور میرے سوا کسی چیز کی یاد میں مشغول نہ ہوا اور دل اپنا میرے لیے خالی کیا اور تمام مخلوق
پر مجھکو ہی اختیار کیا اور اسکا حال نہیں جانتا جب ایسا ہو جاتا ہے تو اوسے میں [illegible] کرتا ہوں
اور اوسکے نفس کو فارغ البال کر کے اوسکے اور اپنے درمیان سے پردہ اوٹھا دیتا ہوں تاکہ
مجھکو ایسے دیکھے جیسے کوئی آنکھ سے کچھ دیکھا کرتا ہو اور اوسکو اپنی کرامت دکھلاتا ہوں اور
اپنے نزدیکی [illegible] سے ہر وقت قریب کرتا جاتا ہوں اگر وہ بیمار ہو جاتے تو میں اوسکا
علاج ایسا کرتا ہوں جیسے ماں شفیقہ اپنے بچہ کا علاج کرتی ہو اور اگر اوسکو پیاس لگتی ہی تو اوسکو
اپنے ذکر کی بارش سے سیراب کرتا ہوں پھر اسکے بعد میں اوسکو دنیا و ما فیہا سے اندھا کر دیتا ہوں
دنیا اوسکی نظر میں محبوب نہیں کرتا کسی وقت میرے ساتھ مشغول ہونے سے دم نہیں لیتا
اوسکا یہ حال ہوتا ہی کہ میرے پاس آنے کے لیے مجھ سے جلدی کرتا ہو اور میں اوسکے آنے کو برا
سمجھتا ہوں اسلیے کہ خلق میں سے میری نگاہ اوسی پر ہوتی ہی وہ میرے غیر کو نہیں دیکھتا
نہ میں اوسکے غیر کو دیکھوں ای داؤد جب میں اوسکو دیکھتا ہوں کہ اوسکا نفس گھل گیا اور جسم
لاغر ہو گیا اور اعضا ٹوٹ گئے اور جب میرے ذکر کو سنتا ہی تو اوسکا دل دھڑکنے میں رہتا
تب اوسکے باعث میں اپنے فرشتوں اور باشندگان آسمان پر فخر کرتا ہوں تو اوسکو خوف
زیادہ ہو جاتا ہی اور عبادت بہت کرنے لگتا ہی اپنی عزت و جلال کی قسم ہی کہ میں اوسکو
فردوس میں بٹھاؤنگا اور اوسکے دل کو اپنی طرف دیکھنے سے اتنی تسلی دونگا کہ وہ راضی ہو جاوے

بلکہ راضی ہونے سے بھی زیادہ اوسکو اطمینان ہو — اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام
کے اخبار میں ہے کہ اے داؤد جو بات ہے کہ میری محبت کیطرف شوق میری اوپر قربت ہے کہ اگر
میں خلقت سے پوشیدہ رہوں اور تم میں اور اپنے درمیان میں پردے کو دور کردوں
تو اسمیں تمہارا کیا ضرر ہے تم مجھکو اپنے دلوں کی آنکھ سے دیکھتے رہوگے اور اگر میں دنیا کو
تمسے علیحدہ رکھوں اور دین کو تمپر فراخ کردوں تو اسمیں تمہارا کیا نقصان ہے اور جبکہ تم
میری رضا کے طالب ہو تو خلق کا ناراض ہونا تمکو کچھ ضرر نہ دیگا اور یہ بھی اونھیں اخبار میں
ہو کہ اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ مجھکو یہ گمان ہے کہ تو مجھسے محبت رکھتا ہے پس اگر یہ بات بھی ہے
تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈال اسلیے کہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں
جمع نہیں ہوتی اے داؤد میری محبت اگر چاہتا ہے تو دنیا خالص کر اور باشندگان دنیا سے ظاہری
ملنا جلنا دین میں میری تقلید کر لوگوں کی بات کو جو بات اوسمیں ایسی ہو کہ میری محبت کے
موافق تجھکو معلوم ہو تو اوسکو اختیار کر اور جو مشکل ہو اوسکو میرے حوالے کر علاوہ ازیں میں تیری
سیاست اور راستی پر رہنے کیطرف سبقت کرتا ہوں اور تیرا ہادی اور قائد ہوں بدون اسکے کہ
تجھکو دیتا ہوں اور سختیوں پر مدد کرتا ہوں اور میں نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہے کہ بدون اوس
بندے کے کسیکو ثواب نہ دونگا جسکا مطلب اور ارادہ میرے سامنے عاجزی کا مجھکو معلوم ہو جاوے
اور جو بدون میرے نہ رہ سکے پس اگر تو ایسا ہو جاویگا تو میں کمتی اور وحشت کو تجھسے دور کرکے
تیرے دلمیں غنا بھر دونگا اسلیے کہ میں نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہے کہ جو بندہ اپنے نفس سے
مطمئن ہوکر اوسکے افعال کا نگران رہتا ہے تو میں اوسکو اوسکے نفس کے حوالے کر دیتا ہوں تو
اشیا کو میری طرف نسبت کر تیرے عمل اسکے خلاف نہوں ورنہ تو گنہگار ہوگا اور تجھسے
تیرے ساتھیوں کو نفع نہوگا اور میری معرفت کی کچھ حد تجھکو نہ ملیگی کیونکہ اوسکی کچھ انتہا نہیں
اور جب تو زیادہ مجھسے مانگیگا تو میں تجھکو دونگا اور میری طرف سے زیادتی کی بھی کچھ حد نہیں
بنی اسرائیل کو جتا دے کہ مجھ میں اور کسی مخلوق میں کوئی رشتہ نہیں اس صورت میں اونکی رغبت
اور ارادت بھی میرے نزدیک زیادہ ہونی چاہیے میں اونکو وہ چیز دونگا کہ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں
سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری مجھکو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ اور اپنے دل کی آنکھ سے
میری طرف دیکھ اور اپنے سر کی آنکھ سے اون لوگوں کیطرف مت دیکھ جنکے دل و آنکھیں
مجھسے محجوب ہیں اور شتر بے مہار ہوئے ہیں میں نے اونسے ثواب منقطع کر دیا ہے میں نے

اپنی عزت و جلال کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنا ثواب ایسے شخص کے لیے [illegible] انکا جو میری طاعت و
[illegible] اپنے فضل سے ہوا ہو جن لوگوں کو تو نے [illegible] فروتنی کے
اور اطاعت والوں [illegible] کیا اتنا برا ہے کہ اگر اہل محبت کو
معلوم ہو جاوے تو [illegible]
اے داؤد [illegible] اپنے میدان [illegible]
ہوشیار [illegible] اپنے میدان [illegible] اپنی خلق [illegible]
اے داؤد [illegible] اپنے نفس [illegible]
[illegible]
[illegible] شہوات [illegible]
مباح کیا [illegible] شہوات [illegible] مناجات کی [illegible]
کم ہو جاتی ہے [illegible] شہوت کی [illegible]
اونکی [illegible]
اوسکا [illegible] اے داؤد [illegible] عالم کو [illegible]
[illegible] اپنی شہوات سے [illegible] اس قوم سے [illegible]
[illegible] راہزن ہیں ترک شہوات کے لیے روزہ کی مداومت سے قناعت سے اور تجھ پر دار
افطار کا تجھ پر مست کرنا اسلیے کہ میں روزہ کو دراوست کے ساتھ ہی اچھا جانتا ہوں اے داؤد
اپنے نفس کی دشمنی کر کہ میری محبت یہی ہے اور نفس کو شہوات سے باز رکھ کہ میں تیری طرف دیکھوں
اور تجھکو دیکھے اور میرے درمیان سے حجاب دور نظر آویں چونکہ مجھکو اپنے ثواب کا احسان تجھ پر کرنا ہے
تو تیری مدارات اسلیے کرتا ہوں کہ میرے ثواب پر قادر ہو جاوے اور جب تک تو میری طاعت
متمسک رہیگا میں ثواب تجھسے نہ روکونگا۔ اور خدای تعالیٰ نے یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام
وحی بھیجی کہ اے داؤد جو لوگ مجھسے روگرداں ہیں اگر انکو معلوم ہو کہ میں انکا کیسا منتظر ہوں
اور انسے نرمی کرتا ہوں اور انکے گناہوں کے ترک کے لیے کیسا مشتاق ہوں تو وہ لوگ
میری طرف شوق کے مارے مرجاویں اور انکے جوڑ [illegible] میری محبت سے ٹکڑے
جدا ہو جاویں اے داؤد یہ تو میرا ارادہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو مجھسے روگرداں ہیں اور جو
لوگ میری طرف متوجہ ہیں انکے باب میں میرا ارادہ کیسا ہوگا اے داؤد جب بندہ مجھسے بے پروا

ہو جاتا ہی تو سب لوگون سے زیادہ محتاج میری ملاقات کا ہوتا ہی اور جب وہ میری طرف سے رو گردان ہوتا ہی
تو مجھکو اوسپر زیادہ تر رحم آتا ہی اور جب میری طرف رجوع کرتا ہی تو مجھکو سب سے زیادہ پیارا معلوم ہوتا ہی

اے خدا قربان احسانت شوم	این چہ احسان ست قربانت شوم

پس یہ اخبار اوسی طرح کی اور نظائر بیشمار ہیں جو اثبات محبت و شوق اور انس میں ہیں انشاء اللہ تعالی
اونکے معنی انکی تقسیم معلوم ہو جاینگے

دسوان بیان اللہ تعالی کی محبت کا بندے سے اور اوسکے معنی — واضح ہو کہ قرآن مجید
سے یہ امر ثابت ہی کہ اللہ تعالی بندے سے محبت کرتا ہی پس اس محبت کے معنی کی تحقیق ضرور ہی
اول ہم آیات و احادیث کو لکھتے ہیں جنسے یہ محبت ثابت ہوتی ہی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی
یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا اور فرمایا
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ اور یہی وجہ ہی کہ جس شخص نے یہ دعوی کیا کہ وہ
خدا تعالی کا محبوب ہوں اوسکے جواب میں ارشاد فرمایا قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ
اور حضرت انس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰی
عَبْدًا لَمْ یَضُرَّهٗ ذَنْبٌ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ پھر یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ
یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ اور اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی جس بندے سے محبت کرتا ہی اوسکی توبہ موت
سے پہلے قبول فرمالیتا ہی پھر اوسکے گناہان گذشتہ ضرر نہیں کرتے گو بہت ہوں جیسے کہ اسلام کفر
کے بعد کفر گذشتہ نقصان نہیں کرتا اور اللہ تعالی نے محبت کے لیے گناہوں کا معاف فرمانا شرط
ارشاد فرمایا ہی جیسے کہ ارشاد ہی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ
وَمَنْ لَّا یُحِبُّ وَلَا یُعْطِی الْاِیْمَانَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ اور فرمایا مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ
وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَكْثَرَ ذِكْرَ اللّٰهِ اَحَبَّهُ اللّٰهُ اور حدیث قدسی لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ
اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ اِلٰی اٰخِرِهٖ پہلے گذر چکی ہی اور زید بن اسلم رض فرماتے ہیں کہ
خدا تعالی بندے سے محبت کرتا ہی یہانتک کہ اوسکی محبت اس درجے کو پہونچ جاتی ہی کہ
بندے کو ارشاد فرماتا ہی کہ جو تیرا جی چاہے سو کر میں نے تجھکو معاف کیا اور جسقدر کہ الفاظ محبت
وارد ہیں شمار سے زیادہ ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بندے کی محبت خدا کے لئے حقیقی ہی
مجازی نہیں اسلئے کہ محبت کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ نفس کا جھکاؤ کرنا ایک مدرک امر کیطرف

اور شہوت اسی خواہش کے غلبہ اور افراط کا نام ہے اور یہ بھی ہمنے بیان کر دیا ہے کہ حسن اور جمال
وہ دونوں نفس کو موافق ہیں اور دونوں کبھی تو آنکھ سے دیکھے جاتے ہیں اور کبھی بصیرت سے
اور [illegible] دونوں میں لازم ہے کہ آنکھ کی ضرورت نہیں ہم نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
[illegible] بلکہ خدا تعالیٰ کو [illegible] نہیں بلکہ جتنے الفاظ کہ اللہ تعالیٰ پر
بولے جاتے ہیں [illegible] ہیں کہ خلق پر اور خالق پر ایک ہی طرح
بولے جاتے ہیں [illegible] با اعتبار اشتراک کے عام ہیں وہ کبھی مخلوق
اور خالق پر [illegible] اسلئے کہ [illegible] اللہ کا وجود خدا تعالیٰ کے وجود
سے [illegible] کا وجود [illegible] کے اعتبار سے [illegible] فرق
پایا جاتا ہے کہ [illegible] کی مثال ہے کہ [illegible]
شریک ہیں کہ [illegible] دونوں میں ایک ہی معلوم ہوتی ہے [illegible]
کہ ایک [illegible] ہے [illegible] نہیں [illegible]
وجود کے [illegible] جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پر بولا جاتا ہے [illegible] فرق [illegible] الفاظ [illegible]
یعنی علم اور ارادہ و قدرت [illegible] ہیں کہ [illegible] مخلوق اور خالق دونوں ایک [illegible] نہیں [illegible]
لغت نے یہ الفاظ خلق کے لیے اول بنائے تھے [illegible] مخلوق ہی [illegible] پیشتر [illegible] انکا
استعمال خالق کے حق میں [illegible] اور مجاز اور نقل کے ہو گیا [illegible] محبت یعنی نفس کا خواہش کرنا
طرف موافق اور مناسب چیز کے اوس نفس میں [illegible] جو موافق چیز کے [illegible] ناقص ہو اور
جبکہ اسکو وہ ملجاوے تو اوس سے فائدہ اوٹھاوے اور کامل ہو جاوے اور یہ بات خدا تعالیٰ پر
محال ہے اسلئے کہ وہاں تو ہر ایک کمال و جمال اور بہا اور جلال [illegible] ممکن ہے وہ [illegible] پاس موجود
اور حاصل [illegible] اول [illegible] حصول [illegible] وہ [illegible] ہو سکے [illegible] کمال [illegible] ہو تو اوسکی
غیر کیطرف نظر اس اعتبار سے نہیں ہو سکتی کہ وہ غیر ہے بلکہ اس جہت سے ہو گی کہ [illegible] فعل ہے اور
واقع میں بجز اوسکی ذات اور افعال کے اور کوئی موجود بھی نہیں اور یہی لحاظ شیخ ابو سعید میہنی [illegible] کہ
سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی کہ یحبہم ویحبونہ تو اونہوں نے فرمایا کہ وہ اپنی ہی نفس سے
محبت فرماتا ہے یعنی کل وہی ہے اور اوسکے سوا اور کوئی موجود نہیں تو محبت بھی اپنی ہی نفس کے
ساتھ ہوئی جیسے کوئی شخص صرف اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے افعال و تصانیف کو
چاہے تو ظاہر ہے کہ اوسکی محبت اوسکی ذات سے تجاوز نہ کرے گی خواہ ذات سے ہو گی یا [illegible]

ف وہ چاہتا ہے اونکو اور وہ چاہتے ہیں اوسکو ۱۲

محمول ہیں سے بہر حال وہ اپنے نفس ہی کی محبت کہیگا اور جو الفاظ کہ خداے تعالیٰ کی محبت میں
بندوں کے ساتھ وارد ہیں سب اول ہیں اور حال اوس محبت کا یہی ہے کہ خداے تعالیٰ بندہ کے
دل پر سے حجاب کھول دیتا ہی یہانتک کہ بندہ اوسکو اپنے دل سے دیکھنے لگتا ہی یا یہ کہ بندہ کو اپنے
قرب پر قادر کر دیتا ہی یا ازل میں اوسکو قادر کرنا منظور تھا پس اگر محبت کو ارادہ ازلی کیطرف نسبت
کیا جاوے جس سے کہ بندہ لایق قرب کا ہوا کہ ہی تو اس صورت میں محبت خداے تعالیٰ کی کسی
بندے کے ساتھ ازلی ہوگی اور اگر محبت کو اوس فعل کی طرف نسبت کیا جاوے جو حجاب کو
بندے کے دل سے دور کرتا ہی تو اس صورت میں محبت حادث ہوگی کہ سبب حدوث سبب کے حادث
ہو جاویگی چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد ہوا ہی لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ الحدیث رواه البخاری ۱۲
یعنی نوافل سے تقرب کرنا سبب صفاے باطن اور ارتفاع حجاب کا دل سے اور سبب قرب الٰہی حاصل ہونیکا
ہوتا ہی اور یہ سب امور خداے تعالیٰ کے فضل اور لطف و کرم سے اوسکے ساتھ ہوتے ہیں یہی معنی
خداے تعالیٰ کی محبت کے ہیں اور یہ بات بدون مثال کے سمجھ میں نہ آویگی اور وہ یہ ہی کہ مثلاً
ایک بادشاہ اپنے کسی غلام کو اپنا مقرب بناتا ہی اور ہر وقت اپنے حضور میں حاضر رہنے کا اوسکو
حکم دیتا ہی یا تو اس غرض سے کہ وہ اوسکی مدد کریگا یا اوسکے مشاورہ سے آرام پاویگا یا اوسکی
راے کی امور میں لیگا یا اسباب کھانے پینے کا اوسکے لیے تیار کریگا تو لوگ یہی کہینگے کہ بادشاہ
اوس غلام سے محبت کرتا ہی یعنی بادشاہ اوسکی طرف اس جہت سے مائل ہوا کہ اوس میں ایک امر
موافق اور مناسب بادشاہ کے پایا جاتا ہی تو یہ صورت تو محبت کے اول معنوں سے کی ہی
اور کبھی بادشاہ کسی غلام کو مقرب بناتا ہی اور حضور سلطانی میں آنے سے اوسکو منع نہیں کرتا
نہ اس جہت سے کہ اوس سے کچھ بادشاہ کو نفع یا تقویت ہوگی بلکہ اس جہت سے کہ اوس غلام میں
بذات خود وہ عمدہ اخلاق اور خصائل حمیدہ پائے جاتے ہیں کہ اونکے ہوتے ہوے اوسکو یہی
زیبا ہی کہ بادشاہ کے حضور میں قریب تر رہے بہرہ یاب ہو گو بادشاہ کو اوس سے کچھ مطلق غرض
نہو اس صورت میں اگر بادشاہ اوس شخص کے اور اپنے درمیان کا حجاب اوٹھا دیگا تو یہی
کہا جاویگا کہ بادشاہ اس سے محبت کرتا ہی اور اگر وہ غلام خصائل حمیدہ میں سے وہی
حاصل کرے جو باعث ارتفاع حجاب ہوں تو کہا جاویگا کہ اوسنے ذریعہ پیدا کرکے اپنے
آپکو بادشاہ کا محبوب کر دیا پس محبت الٰہی بندے کے ساتھ ان معنوں کے ساتھ سمجھنی چاہیے
نہ اول معنوں کے ساتھ بلکہ دوسرے معنوں کے ساتھ بھی تشبیہ پاتی ہی کہ ان قریب سمجھو

کہ سبب قریب ہونیکا یہ ہو کہ کچھ تغیر خداے تعالیٰ میں ہو جاویگا بلکہ وجہ یہ ہو کہ جو پہلے سے قریب نہ تھا اور
اب قریب ہو گیا تو اوسکا وصف بدل گیا اس سے یہ شبہ ہوتا ہو کہ جب تک قریب نہ ہوئی کا [illegible]
خداے تعالیٰ کا وصف بدل گیا یعنی پہلے قریب نہ تھا اور اب ہو گیا حالانکہ خداے تعالیٰ
کے بابت یہ امر محال ہو واسطے کہ تغیر کا آنا اوسپر ناجائز ہو وہ تو ہمیشہ کمال و جلال کی
صفات سے موصوف رہا اور ہمیشہ ازل سے موجود ہی ہاں یہ کہیں جاننا چاہیے کہ جیسے بندہ
جو خداے تعالیٰ سے قریب [illegible] ہو جاتا اور دور بندہ [illegible]
شیاطین سے [illegible] کمال مراد اخلاق سے کہ اخلاق الٰہی [illegible] معلوم ہوا کہ
قرب [illegible] قریب ہوتا ہو [illegible] اس قرب کی مثال
اشخاص میں [illegible]
ایک [illegible] قرب [illegible]
کہ [illegible] ایک ساکن رہتا ہو اور دوسرا اوسکی طرف چلتا ہو تو اس [illegible]
[illegible] قریب ہوتا ہو [illegible] کا قرب [illegible]
مثلاً شاگرد کو کمال علم و جمال میں استاد سے [illegible] کا قریب ہوتا جاتا ہو اور استاد اپنے کمال علم کے
[illegible] ساکن ہو [illegible] شاگرد [illegible] حرکت نہیں کرتا یا شاگرد اپنی حرکت سے [illegible]
[illegible] علم کے [illegible] ترقی کرتا رہتا ہو اور ہمیشہ اوسی کی کوشش میں [illegible] یہانتک کہ استاد
سے قریب ہو جاتا ہو حالانکہ استاد ساکن اور غیر متحرک ہی تو اسی طرح بندہ کی ترقی درجات قرب
الٰہی میں سمجھنی چاہیے یعنی جسقدر کہ صفت میں کامل ہو علم میں پورا اور حقائق اشیا کے جاننے میں
پکا اور شیطان کے [illegible] اور شہوات کے [illegible] میں [illegible] اور بری باتوں سے [illegible] میں
پاک و صاف ہوگا اوسیقدر درجہ کمال سے نزدیک ہوگا اور نہایت درجہ کا کمال خداے تعالیٰ
کے لیے ہو اور ہر شخص کا قرب اللہ تعالیٰ سے اوسیقدر ہوگا جسقدر کہ اوسکو اون اشیا میں
کمال ہوگا مگر فرق یہ ہو کہ شاگرد کبھی ایسا ہوتا ہی کہ قریب ہوتے ہوتے استاد کے برابر یا اوس سے
بھی بڑھ کر ہو جاتا ہو اور یہ امر خداے تعالیٰ کے بابت میں محال ہو اسواسطے کہ کمال خداوندی کی کچھ
نہایت نہیں اور بندے کا سلوک درجات کمال میں متناہی ہو جہانتک ہوگا ایک حد معین
تک ہوگا تو بندے کو طمع مساوات کی نہیں ہو سکتی پھر قرب کے درجات میں بھی تفاوت
لا انتہا ہو اسلیے کہ انجام کی کچھ انتہا نہیں کہ کمال اوسپر ختم ہو جاتا ہے ـ غرضکہ اللہ تعالیٰ کی

محبت بندے کے ساتھ اسطرح ہو کہ [illegible] اوسکے
باطن کو کدورات دنیاوی سے پاک کرے کہ اپنی ذات پاک کے حضور کے قابل فرما دے اور اوسکے
دل سے حجاب اوٹھا ڈالے یہانتک کہ بندہ اوسکا مشاہدہ اسی طرح کرے گویا اپنے دل سے
اوسکو دیکھ رہا ہے الا محبت بندے کی خدا کے ساتھ اوسکے یہ معنی ہین کہ بندے کا میلان کسی
اسکمال کو جس سے وہ مفلس ہے تو ظاہر ہے کہ جو چیز اوسکو نہین ملی اسکی طرف اوسکا اشتیاق
ہوگا اور جب اوسمین سے کسیقدر اوسکو پایگا تو اوسمین سے لذت یاب ہوگا اور یہ بعینہ شوق
خداے تعالی کیطرف سے محال ہے - اب اگر یہ کہو کہ خداے تعالی کی محبت بندے کے ساتھ
ایک امر مشتبہ ہے ہم کسطرح جانین کہ وہ حبیب خدا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکی علامتین بالخصوص کو
اوسکا محبوب ہونا معلوم ہو گیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا احب اللہ
عبدا ابتلاہ فاذا احبہ الحب البالغ اقتناہ ۔ لفظ اقتناہ کے معنی جو آپ سے
پوچھے گئے تو فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ اوسکے پاس مال چھوڑے نہ اہل اس سے معلوم ہوا کہ محبت
الٰہی کی بندے کے ساتھ یہ چاہتی ہے کہ اوسکو غیر سے متنفر کرے اور اوسمین اور غیر اللہ مین
حائل ہو جاوے - حضرت عیسی علیہ السلام سے کسینے عرض کیا کہ آپ اپنی سواری کے لیے کوئی
دراز گوش کیون نہین خرید لیتے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کو یہ بات گران ہے کہ مجھکو اپنی ذات
پاک سے چھوڑ کر دراز گوش کا شغل عنایت فرماوے - اور حدیث شریف مین ہے کہ اذا احب اللہ
عبدا ابتلاہ فان صبر اجتباہ فان رضی اصطفاہ ۔ اور بعض علما فرماتے ہین کہ جب تو
خدا سے محبت کرے اور خداے تعالی تجھکو مبتلا کرے تو جان لے کہ خداوند کریم تجھکو برگزیدہ
فرمایا چاہتا ہے - اور بعض مریدون نے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ مجھکو کچھ محبت سوجھائی دی ہے
اونھون نے پوچھا کہ بھلا خداے تعالی نے تجھکو اپنے سوا کسی اور محبوب کا مبتلا بھی کیا ہے
کہ اوسکے اوپر تو نے خداے تعالی کو ترجیح دی ہو اوسنے کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی اونھون نے فرمایا
کہ تب محبت کی طمع مت کر کہ خداے تعالی بدون مبتلا کرنے کے اوسکو عنایت نہین کیا کرتا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا احب اللہ عبدا جعل لہ واعظا من نفسہ
وزاجرا من قلبہ یامرہ وینہاہ ۔ اور دوسری حدیث مین فرمایا اذا اراد اللہ
بعبد خیرا بصرہ بعیوب نفسہ ۔ غرضکہ خاص تر علامات محبت الٰہی کی یہ ہے کہ بندہ
خداے تعالی سے محبت کرے اسی سے یہ پایا جاویگا کہ خداے تعالی اوس سے محبت کرتا ہے

جب اللہ تعالی کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اوسکو مبتلا کرتا ہے اور جب [illegible] کامل محبت [illegible] کرتا ہے تو اوسکو [illegible] کر لیتا ہے [illegible]

جب اللہ تعالی کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اوسکو بلاؤن اور آفات مین مبتلا کرتا ہے پس اگر وہ صبر کرے تو اوسکو برگزیدہ کرتا ہے اور اگر راضی ہو تو اوسکو مصطفی [illegible] کر دیتا ہے

[illegible]

اور جو فعل کہ اوس بندے کا محبوب ہوتا ہے وہ وہ ہی ہے کہ خداوند کریم اوسکے سب امور
ظاہری اور باطنی اور خفیہ اور علانیہ کا کفیل ہو وہی مشورت اور تدبیر بتلاتا ہے وہی اخلاق کی
درستی فرماتا ہے وہی اوسکے اعضا کو عمل مین مشغول کرتا ہے وہی اوسکے ظاہر و باطن کو آراستہ
فرماتا ہے اور اوسکی فکرون کو ایک فکر مین لگاتا اور سبکا کام ہوا اور دنیا سے بغض اور غیر سے وحشت
اور خلوت کی مناجات سے انس دینا اور اپنے اور اوسکے درمیان سے حجاب کا دور کرنا سب
اوسکی طرف سے ہے اور اس طرح کی علامات سے محبت اللہ تعالی کی بندے سے ثابت ہوا کرتی ہے
اب ہم علامات بندے کی محبت کے خدا سے لکھتے ہین کہ وہ بھی اس
محبت پر دال ہوا کرتی ہین - علامات بندے کی محبت کے خدای تعالی سے
جاننا چاہیئے کہ محبت کا دعوی تو ہر شخص کیا کرتا ہے اور دعوی تو آسان ہوتا ہے لیکن محبت کا پایا جانا
بہت کم ہوتا ہے آدمی کو چاہیئے کہ شیطان کے فریب مین نہ آوے جب نفس مدعی محبت الہی کا ہو تو اوسپر
فریفتہ ہو جاوے جب تک کہ نفس کا امتحان محبت کی علامات سے نکرلے اور حجت اور برہان سے
صادق دعوی معلوم ہو جاوے محبت ایک درخت عمدہ ہی جسکی جڑ بیابان ہو اور شاخ بالای آسمان
اوسکے پھل دل اور زبان اور اعضا مین ظاہر ہوتے ہین اور آثار محبت کا وجود ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا
دھوئین سے آگ کا وجود یا پھلون سے درختون کا اسی طرح کے آثار بہت ہین - ایک تو
یہ ہی کہ خدای تعالی کی لقا کو کشف اور مشاہدے کے طور پر دار السلام مین اچھا جانے اسلئے کہ
ہو نہین سکتا کہ دل کسی محبوب کو چاہے اور اوسکے مشاہدے اور لقا کو نہ چاہے اور اسکو معلوم ہو
کہ بدون دنیا سے کوچ و مفارقت کے یہ آرزو پوری نہو گی تو چاہیئے کہ موت سے محبت کرے
اور اوس سے نفرت نکرے ہو اسواسطے کہ عاشق کو اپنے وطن سے سفر کرنا اور محبوب کے دیار مین اوسکے
دیدار سے بہرہ ور ہونے کو جانا گران نہین معلوم ہوتا اور موت دیدار کی کلید اور مشاہدے
مین داخل ہونیکا دروازہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین (۵) مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ
اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ اور حضرت حذیفہ رض نے موت کیوقت ارشاد فرمایا کہ ایک حبیب
حاجت کیوقت آیا جو اوس سے پشیمان ہوا اوسکو فلاح نہو - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ بندہ مین
بعد محبت خدای تعالی کے کوئی اور خصلت کثرت سجود سے بڑھکر نہین کہ خدای تعالی کو پسند ہو
پس سجدہ سے پہلے محبت دیدار الہی کو مقدم کیا اور خداوند کریم نے محبت کے صادق ہونیکو
راہ خدا مین مارا جانا ارشاد فرمایا یعنی جب لوگون نے دعوی کیا کہ ہم اللہ تعالی سے محبت

(۵) جو شخص اللہ تعالی سے ملنے کو اچھا جانتا ہے اللہ تعالی اوس سے ملنے کو اچھا جانتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم ابن ماجہ ۱۲

کہتے ہین تو فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا اور فرمایا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ پس راہ خدا مین شہید ہونے کی طلب کو موجب محبت فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر رض کی وصیت مین جو حضرت عمر رض کو کی تھی یہ ہے کہ حق بات گران ہوتی ہی اور باوجود گرانی کے خوشگوار ہی اور امر باطل سبک ہوتا ہی اور باوجود اسکی برا ہی اگر تم میری وصیت یاد رکھو گے تو کوئی غائب چیز تمکو موت سے زیادہ محبوب نہو گی جو بیشک تمکو آویگی اور اگر اس وصیت کو ضائع کر دو گے تو کوئی غائب چیز تمہارے نزدیک موت سے بڑھکر بری نہو گی حالانکہ تم اوسکو ٹال نسکو گے۔ اور اسحاق بن سعد بن ابی وقاص رض روایت کرتے کہ میرے باپ یعنی سعد رض مجھسے فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن جحش نے مجھسے جنگ احد کے روز کہا کہ آؤ خدای تعالی سے دعا مانگین پس ایک طرف کو ہو کر عبد اللہ نے یون دعا مانگی کہ الٰہی مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ جب کل کو مین دشمن کے مقابل ہون تو میرا مقابلہ کسی مرد ہولناک شدید الغضب سے ہو جس سے مین لڑون اور وہ مجھسے لڑے پھر مجھکو پکڑ کے میری ناک کان کاٹے اور میرا پیٹ چیرے اور جب مین قیامت مین تیرے سامنے جاؤن تو تو مجھسے پوچھے کہ ای عبد اللہ تیری ناک کان کسنے کاٹے مین عرض کرون کہ الٰہی تیرے راستے مین اور تیرے رسول کے راستے مین میرا یہ حال ہوا ہی تو فرمادے کہ سچ کہتا ہی حضرت سعد رض کہتے ہین کہ مین نے آخر روز مین دیکھا کہ عبد اللہ بن جحش کی ناک کان ایک ڈورے مین بندھے لٹکتے ہین اور سعید بن المسیب رض فرماتے ہین کہ مجھکو توقع ہی کہ اللہ تعالی حضرت عبد اللہ بن جحش کی بقیہ قسم بھی سچ کرے جیسے اوسنے اگلی سچی کی ہی۔ اور حضرت سفیان ثوری اور بشر حافی رح فرمایا کرتے تھے کہ موت کو برا وہی سمجھتا ہی جسکو شک ہو اسلیے کہ حبیب تو ہر حال مین اپنے محبوب کی ملاقات کو برا نہین جانتا۔ اور بویطی رح نے کسی زاہد سے پوچھا کہ تم موت کو چاہتے ہو اوسنے سکوت کیا آپنے فرمایا کہ اگر تم سچے زاہد ہوتے تو موت کو محبوب جانتے پھر یہ آیت پڑھی فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ زاہد نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے ہین لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ آپنے فرمایا کہ یہ ارشاد اسلیے ہی کہ تمنای موت مین ایک طرح کا ضرر ہی کیونکہ قضای الٰہی پر راضی ہونا اس امر سے بہتر ہی کہ اوسکے حکم سے گریز کرے۔ اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص موت سے محبت نہین رکھتا وہ خدای تعالی کا محب ہو سکتا ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ موت کا برا جاننا اول تو اس باعث سے ہوتا ہی کہ دنیا کی محبت اور زن و فرزند کی جدائی کا افسوس ہو

قاتل: اللہ چاہتا ہے اونکو جو لڑتے ہین اوسکی راہ مین قطار باندھکر ۱۲

قتال: لڑتے ہین اللہ کی راہ مین پھر مارتے ہین اور مرے جاتے ہین ۱۲ ترجمہ ۱۲

اور ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے کمال میں نقصان ہوتا ہے اسلیے کہ محبت کامل وہ ہوتی ہے
جو تمام دل پر چھایا ہو اگرچہ محبت شان و فرزند کے ہوتے ہوئے کچھ دشوار نہیں کہ کچھ ضعیف سی
محبت خدائے تعالیٰ کی بھی ہو آخر لوگ محبت الٰہی میں متفاوت تو ہوتے ہی ہیں چنانچہ اسی تفاوت پر
یہ دلیل ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے اپنی بہن فاطمہ ہند کا نکاح اپنے غلام آزاد سالم
سے کر دیا تو قریشیوں نے اونکو برا کہنا شروع کیا اور کہا کہ تم نے ایک اصیل عورت قریش کی
غلام سے بیاہ دی آپ نے جواب دیا کہ میں نے بیاہ جب کیا ہے جان لیا ہے کہ سالم فاطمہ سے
اچھا ہے جواب اہل قریش کو نکاح سے بھی زیادہ گراں گذرا اور کہا کہ کیسے ہو سکتا ہے فاطمہ تو
تمہاری بہن ہے اور سالم تمہارا غلام ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ فرماتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جو اللہ تعالیٰ کو تمام دل سے چاہتا ہے تو وہ سالم
کو دیکھے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ دوسرے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو تمام دل سے
نہیں چاہتے بلکہ اوس سے بھی محبت رکھتے ہیں اور غیر سے بھی محبت رکھتے ہیں تو ضرور ہے کہ جب
خدا کے پاس جاوینگے تو اونکو دیدار کی لذت بقدر محبت ہوگی اور جسقدر دنیا سے محبت کمتی ہوگی
اوسکے چھوڑنے کے وقت اوسیقدر اونکو درد فراق ہوگا۔ دوسرا باعث موت کے برا جاننے کا
یہ ہے کہ بندہ مقام محبت کے شروع میں ہو اور موت کو برا تو سمجھتا ہو مگر اوسکے جلد آنے کو برا
جانتا ہو یعنی ملاقات خدائے تعالیٰ کے لیے کچھ سامان کرنے سے پیشتر موت کا آنا برا معلوم ہوتا ہو
تو یہ حال محبت کے کم ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عاشق
اپنے معشوق کے آنے کی خبر اپنے پاس سنے اور یہ چاہے کہ وہ ایک ساعت کے بعد آوے تو بہتر ہے
تاکہ اوسکے لیے گھر کو آراستہ کرلے اور سامان خانہ داری سے فراغت ہو جاوے کہ بے کھٹکے خاطر خواہ
اوس سے فارغ البال ہو کر ملے کوئی مانع اور حارج نہ ہو پس اس سبب سے موت کو برا جاننا کمال
محبت کے خلاف نہیں اس حال کی پہچان یہ ہے کہ عمل میں کوشش کرے اور اپنی فکر کو آخرت
کی تیاری میں مستغرق رکھے۔ اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ جس چیز کو خدائے تعالیٰ پسند کرے
اوسکو اپنی محبوب چیز پر ظاہر و باطن میں ترجیح دے اور اسکے لیے بڑی بڑی مشکل و محنت
کے عمل بجا لاوے اور اپنے ہوائے نفس کے اتباع سے اجتناب کرے اور کسل و سستی کو بالائے طاق
رکھے ہمیشہ کر طاعت الٰہی میں جان پر چست باندھکر نوافل سے تقرب کا جویاں رہے اور اونکے
نزدیک زیادتی درجات کا خواہاں جیسے عاشق اپنے معشوق کے دل میں زیادہ تر قرب کا

عمر فاروق نے خلاف ... کے ساتھ بیان کیا ہے اور اسکی اسناد میں [illegible]

وہ ایمان رہتا ہی اور جو لوگ کہ ایثار کو پسند کرتے ہین اونکا وصف اللہ تعالی قرآن مجید مین یون بیان فرماتا ہی
یُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور جو شخص اپنی ہوای نفس کا ہمیشہ تابع ہو تو اوسکا محبوب
وہی ہوگا جسکو وہ چاہتا ہے عاشق تو اپنے معشوق کی مرضی کا تابع ہوتا ہے اور اوسکی
مرضی کے سامنے اپنی مرضی کو چھوڑ دیتا ہے جیسے کسی شاعر کا قول ہی جسکا ترجمہ یہ ہی شعر

مین تو ہون طالب وصل اوسکو ہی منظور فراق	وہ خوشی ہے جسمین ہی تو لو وصل سے مین گذرا

بلکہ سلطان عشق الہی جب غلبہ کرتا ہی تو پھر کوئی خواہش نہین چھوڑتا سبکی بیخ کنی کر دیتا ہے
سوای معشوق کے اور کسی چیز کی رغبت اور لذت باقی نہین رکھتا جیسے کہ روایت ہی کہ زلیخا جب
ایمان لائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح مین آئی تو اونسے علیحدہ ہو کر عبادت مین
مصروف ہوئی اور خدای تعالی ہی کی ہو رہی اگر آپ اپنے پاس ان کو بلاتے تو رات ہی کو آتی
اور رات کو بلاتے تو دن پر اور کہتی کہ ای یوسف مین آپسے جب تک محبت کرتی تھی کہ مجھکو
خدای تعالی کی معرفت نہ تھی اب کہ مین نے اوسکو پہچان لیا تو اوسکی محبت نے میرے دل مین
کسی اپنے غیر کی محبت نہین چھوڑی اور مجھکو اوس محبت کا عوض منظور نہین کہ اوسکی محبت
چھوڑ کر دوسرے کی محبت اختیار کرون یہی حال ہوتا یہان تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام
نے فرمایا کہ مجھکو خداوند کریم کا حکم اسیطرح ہی اور ارشاد فرمایا ہی کہ تو زلیخا سے ہم بستر ہو اور مجھے
بیٹے سے ہم دو لڑکے عنایت فرماوینگے اور دونون کو نبی کرینگے زلیخا نے عرض کیا کہ اگر
خداوند کریم نے آپ کو ارشاد فرمایا ہے اور مجھکو اس نعمت کا ذریعہ بنایا ہی تو مین خدای تعالی
کے حکم کی تابع ہون اور محبت پر راضی ہون اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت رکھتا ہو
وہ اوسکی نافرمانی نہین کرتا اور اسی نظر سے ابن مبارک حنفی نے ایک قطعہ فرمایا ہی جسکا مضمون یہ ہی قطعہ

دم بھر وا اوسکی محبت کا کرو تسپہ گناہ	ہی عجب طرح سے کے واللہ تمہاری کرو آ
سچی گر ہوتی محبت تو اطاعت کرتے	ہوتے عاشق تو ہین معشوق کے فرمانبردار

اور اسی باب مین یہ شعر بھی ہے

خواہش نہین مجھے کچھ تیری رضا کے آگے	جی کو برا لگے گو خوش ہون تری رضا سے

اور حضرت سہیل فرماتے ہین کہ علامت محبت الہی یہ ہے کہ اوسکو اپنے نفس پر اختیار کرے
یہ بات نہین کہ جو شخص خدای عز وجل کے امر کی طاعت کرے وہ اوسکا حبیب ہو جاتا ہے

(۱۶) محبت کرتے ہین اوس سے جو وطن چھوڑ کر اونکے پاس آوے اور نہین پاتے اپنے دل مین غرض اوس چیز سے جو انکو ملا اور اول رکھتے ہین اونکو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ ۱۲

بلکہ محبت [illegible] اور یہ قول [illegible]
کی محبت [illegible]
[illegible] اور
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ارشاد فرمایا [illegible] اللہ تعالیٰ
[illegible]
کرنا کمال محبت سے خارج کر دیتا ہے۔ اور بعض عارفین فرماتے ہیں کہ [illegible] کا ایمان
[illegible] ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو اور [illegible]
تب پوری محبت کرتا ہو اور کتنا [illegible] کہ چھوڑ دیتا ہے۔ الحاصل محبت کا دعویٰ کرنے میں [illegible]
اسلیے حضرت فضیل [illegible] فرماتے ہیں کہ [illegible] پوچھا جاوے کہ خدا تعالیٰ سے محبت
رکھتے ہو تو چپ ہو رہو اور کچھ جواب نہ دو اسلیے کہ اگر نہیں زبان سے نکالو گے تو کافر ہو جاؤ گے
اور اگر ہاں کہو گے تو تمہارے اوصاف محبوں کے سے نہیں ہیں پس [illegible] سے ڈرتے رہو
جھوٹا دعویٰ کرو۔ اور بعض علما فرماتے ہیں کہ جنت میں کوئی راحت اہل معرفت و محبت
کی لذت سے بڑھکر نہیں ہے اور دوزخ میں کوئی عذاب سخت تر اوس شخص کے عذاب سے کہ
دعویٰ محبت کرے اور محبت کی کوئی بات اوس میں نہ پائی جاوے اور ایک علامت محبت کی
یہ ہے کہ ذکر الٰہی کا شائق [illegible] ہو کہ نہ زبان اوس سے تھکے نہ دل خالی ہو اسلیے کہ جو شخص

کسی چیز سے محبت رکھتا ہی وہ اوسکا ذکر بہت کیا کرتا ہی اور اوسکے متعلق جو اشیا ہوتی ہین
اونکو بھی بہت یاد کیا کرتا ہی پس محبت الٰہی کی علامت یہ ہی کہ اوسکے ذکر سے محبت ہو اور اوسکے
کلام یعنی قرآن مجید اور اوسکے رسول پاک سے محبت ہو اسلیے جو چیز خدای تعالی کے ساتھ نسبت رکھے
اوس سے محبت رکھے آدمی کسی دوسرے آدمی کو چاہتا ہی تو محبوب کے محلے کے کتے سے بھی محبت
کیا کرتا ہی اور ظاہر یہی ہی کہ جب محبت قوی ہوتی ہی تو محبوب سے متعدی ہو کر جتنی چیزین اوس سے
متعلق ہوتی ہین اونکے ساتھ بھی ہو جاتی ہی اور یہ اوسکی شرکت محبت مین نہ سمجھنا چاہیے اسلیے
کہ رسول محبوب سے اسلیے محبت کیجائے کہ وہ اوسکا رسول ہی یا کلام کو یہ سمجھ کر چاہنا کہ یہ اوسکا کلام
ہے عین محبوب ہی کی محبت ہی اوسکے غیر کی نہین بلکہ اوسکے متعلقات سے محبت ہونی کمال
محبت پر دلالت کرتی ہی جس شخص کے دل پر محبت الٰہی غالب ہو جاتی ہی وہ تمام مخلوق خدا سے
محبت کرتا ہی یعنی بلحاظ کہ یہ اوس محبوب حقیقی کی ہی پس قرآن مجید اور رسول کریم اور صلحا سے
کیسے محبت نکریگا اور ہم اسرار ہی کی تحقیق باب آداب الصحبت اور بھائی چارہ مین لکھ چکے ہین اور
اسیوجہ سے اللہ تعالی فرماتا ہی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهِ مِنْ نِعَمِهِ وَاَحِبُّوْنِيْ لِلّٰهِ
تعالی اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالی کے محبوب سے محبت کرتا ہے وہ
اللہ تعالی سے محبت کرتا ہی اور جو شخص اللہ تعالی کے اکرام و تعظیم کرنیوالے کی تعظیم کرتا ہی وہ خدای تعالی
کی تعظیم کرتا ہی اور بعض مریدین سے روایت ہی کہ ایام ارادت مین مجکو مناجات کا مزہ ملا مین نے قرآن مجید
کی تلاوت اختیار کی پھر چند روز قرات چھوٹ گئی تو خواب مین مین نے ایک کہنے والے کو سنا کہ
مجھسے یہ کہتا ہی کہ اگر تجکو ہمسے دعوی محبت ہی تو تو نے ہماری کتاب سے کیون ظلم کیا کیا تو نے
ہمارے عتاب لطیف کو جو اوسمین ہی تامل نہین کیا اسکے بعد جو مین بیدار ہوا تو دل مین محبت
قرآن کی بھری پائی اور اپنی پہلی حالت پر بدستور ہو گیا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین
کہ تم مین سے کوئی اپنے نفس سے بجز قرآن کے اور کسی چیز کی درخواست نکرے اسلیے کہ جو قرآن
سے محبت کریگا تو اللہ تعالی سے بھی محبت کریگا اور اگر قرآن سے محبت نہوگی تو خدای تعالی
سے بھی نہوگی۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ محبت الٰہی کی پہچان محبت قرآن مجید کی ہی
اور خدای تعالی اور قرآن سے محبت کی پہچان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت
کرنی ہی اور آپکے ساتھ محبت کرنے کی علامت محبت آپ کے طریق کی ہی اور آپکے طریق سے

ذاکر الٰہی اگر محبت رکھتی ہو تو اوسکی [illegible] ۱۲

[illegible]

محبت کا نشان آخرت کی محبت ہو اور آخرت کے محبوب ہونے کی پہچان دنیا کا بغض ہے
اور دنیا کے بغض کی علامت یہ ہے کہ اوسمیں سے بجز زاد آخرت کے اور کچھ نہ لے۔ اور ایک
علامت محبت یہ ہے کہ خلوت اور مناجات اور تلاوت قرآن مجید سے انس ہو اور تہجد پر مداومت
کرے اور رات کے اطمینان اور عوائق کے برطرف ہونے سے صفاء وقت کو غنیمت جانے
اور کمتر درجہ محبت کا یہ ہے کہ حبیب کی خلوت اور اوسکی مناجات سے لذت پانے کو آسائش و راحت
سمجھے تو جو شخص کہ اوسکے نزدیک خواب اور گفتگو باہم کر مناجات الٰہی کی نسبت کے عمدہ اور لذیذ
ہو اوسکی محبت کیسے درست ہوگی حضرت ابراہیم ابن ادہم پہاڑ سے اترے اوسوقت پوچھا کہ وہ
ہوا پہنچے اور پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے اونہوں نے فرمایا کہ انس باللہ سے
اور حضرت داؤد علیہ السلام کی اخبار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اونکو ارشاد فرمایا کہ میری مخلوق
میں سے کسی کے ساتھ انس نہ کرنا اسلیئے کہ میں دو طرح کے شخصوں کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دیتا ہوں
ایک تو وہ شخص جو میرے ثواب کو دیر کر پاکر عملی وہ کم کر دیوے دوسرے وہ شخص کہ مجھکو بھول کر اپنے
حال سے راضی ہوا اور اوسکی پہچان یہ ہے کہ میں اوسکو اوسکے نفس کے سپرد کر دیتا ہوں اور دنیا میں
حیران چھوڑ دیتا ہوں۔ اور جب غیر اللہ سے آدمی مانوس ہوگا تو جسقدر انس غیر اللہ سے ہوگا
اوسیقدر خدا تعالیٰ سے وحشت ہوگی اور درجہ محبت سے ساقط ہو جاویگا۔ اور برخ غلام
حبشی کے احوال میں جسکے طفیل سے حضرت موسی علیہ السلام نے باران رحمت کی دعا کی تھی
لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ برخ اچھا بندہ ہے مگر اوسمیں ایک
عیب ہے آپنے عرض کیا کہ الٰہی اوسکا عیب کیا ہے فرمایا کہ اوسکو نسیم سحر اچھی معلوم ہوتی ہے
اور اوسکی طرف رغبت کرتا ہے اور جو شخص مجھسے محبت کیا کرتا ہے وہ کسی چیز کی طرف رغبت نہیں کرتا
اور روایت ہے کہ ایک عابد نے خدا تعالیٰ کی عبادت مدت تک کسی جنگل میں کی پھر ایک پرند کو
دیکھا کہ ایک درخت پر آشیانہ بنایا ہے اور اوسمیں چہکتا چہچہے کرتا ہے عابد نے کہا کہ اگر میں اپنی عبادت
کی جگہ اس درخت کے پاس کر لوں تو اس پرند کے چہچہے سے کچھ دل لگی ہو جب عبادت کی جگہ
درخت کے پاس کر لی تو خدا تعالیٰ نے اوسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان عابد سے
کہدو کہ تو نے ایک مخلوق سے انس کر لیا ہے اسکی سزا میں میں نے تیرا ایسا درجہ کم کر دیا کہ وہ
کسی عمل سے کبھی نہ ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ علامت محبت کی کمال انس کا ہونا مناجات
محبوب کے ساتھ اور کمال لذت کا ہونا اوسکے ساتھ تنہا ہونے میں اور جو شخص کہ خلوت

و مناجات مین لذت پیدا کرے اور اس سے کمال قرب کی وحشت ہو اور انس کی علامت یہ ہو
کہ عقل و فہم بالکل لذت مناجات مین مستغرق ہو جیسے کوئی اپنے معشوق سے ہمکلام ہو کر اور
مناجات کرتا ہو اور بعض کا یہ حال تھا کہ لذت اس درجہ کو پہنچی تھی کہ وہ نماز مین تھے اور انکے گھر مین
آگ لگی مگر انکو خبر نہ ہوئی اور بعض شخصون کا بیماری کی وجہ سے نماز ہی مین پاؤن کاٹا گیا
اور خبر نہ ہوئی - اور جب محبت اور انس غالب ہو جاتے ہین تو خلوت و مناجات آنکھون کی ٹھنڈک
اور سب کھٹکے کی رفع ہوتی ہین کہ اوسنے تمام فکر دور ہو جاتی ہے یہ دونون دل پر ایسے چھا جاتی
ہوتی ہین کہ گویا اور دنیا کی کوئی چیز کان مین نہین پڑتی تا آنکہ انکی سمجھ مین نہین آتی
جیسے کوئی عاشق شیدا کہ زبان سے تو لوگون سے گفتگو کرتا ہو مگر باطن مین اپنے حبیب کی
یاد سے ہمکلام ہو غرض ایسے لوگ ایسے ہوتے ہین جنکا اطمینان بجز اپنے محبوب کے اور کسی سے نہو حضرت قتادہ نے
اس آیت کی تفسیر مین فرمایا ہے وَالَّذِینَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ
کہ اطمینان سے غرض خوشی اور انس اونکا ہے - اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ
جو کوئی خالص محبت الٰہی کا ذائقہ چکھتا ہے اوسکو یہ مزہ دنیا کی طلب سے روک دیتا ہے اور سب
آدمیون سے متنفر کر دیتا ہے اور معروف بن ابی بکر رحمہ فرماتے ہین کہ عاشق اپنے محبوب کے ذکر سے
ملول نہین ہوا کرتا - اور خدای تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص میری
محبت کا دعوی کرے اور جب رات ہو تو مجھسے غافل ہو کر سو جاوے وہ جھوٹا ہے کیا وہ
کوئی ایسا محب ہے جو اپنے حبیب کی ملاقات نہین پسند کرتا ہے تو اور میرے طالبون کے لیے
موجود رہتا ہون وہ سچا ہو تو مجھکو طلب کرتا - اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری
مین عرض کیا کہ الٰہی تو کہان ہے کہ مین تیرے پاس آنیکا قصد کرون حکم ہوا کہ جب تو قصد کریگا
فوراً پہنچ جاویگا - اور حضرت یحیی بن معاذ رحمہ فرماتے ہین کہ جو شخص خدای تعالیٰ سے محبت
رکھتا ہے وہ اپنے نفس سے بغض رکھتا ہے اور یہ بھی انہین کا ارشاد ہے کہ جسمین تین خصلتین نہین وہ
عاشق نہین اول یہ کہ کلام خدا کو کلام خلق پر ترجیح دے دوم خدای تعالیٰ کی ملاقات کو خلق کی ملاقات پر
ترجیح دے سوم عبادت الٰہی کو خدمت خلق سے زیادہ سمجھے اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ جب
سوای خدای تعالیٰ کے اوسکے پاس سے جاتی رہے اوسکا تو افسوس نکرے لیکن اگر کوئی ساعت
بدون ذکر و عبادت الٰہی کے گذر جاوے تو اوسکا نہایت افسوس کرے اور جب غفلت ہو جاوے
اوسیوقت اوس سے توبہ اور استغفار کرے - بعض اکابر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور چین پکڑتے ہین اونکے دل اللہ کی یاد سے سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہین دل ۱۲

ایسے ہیں کہ اوسکو اپنا محبوب کرکے اوسی پر اطمینان کر لیتا ہے کبھی چیز کا اونکو غم نہیں ہوتا
اور اپنے نفس کی لذت میں مصروف نہیں ہوتے باینوجہ کہ اونکے مالک کا ملک کامل ہے
اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جو اونکے واسطے ہو وہ اونکو پہونچتا ہی ہے اور جو اونسے ٹالدیتا ہے
وہ اونکے لیے اوسکی اچھی تدبیر کرتا ہے اور محب کو چاہیے کہ جب اپنی غفلت سے رجوع کرے
تو اپنے محبوب کی طرف متوجہ ہو کر اپنے اوسکے عتاب کے دور کرنے کی تدبیر کرے کہ الٰہی
تو نے کونسے قصور پر مجھ سے اپنا احسان علیحدہ کر لیا اور اپنے دیدار سے دور کر کے میرے نفس اور
شیطان کو مجھ پر مشغول کر دیا اور ذکر الٰہی کی صفا اور دل کی نرمی میری جاتی رہی اور جو
غفلت کا عذر ہو جاویگا اور افراط کے باعث سے تو وہ صفائی قلبی کا ہونا ...
محب ... اور کوئی چیز نہ دیکھیگا ... کسی چیز ...
نکلیگا اور ... حال میں ... رہیگا اور جانیگا کہ محبوب ... میں ... کیا ہے جسمیں میری بہتری ہے اور اوسکے ارشاد کو یاد کریگا کہ فرمایا ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئا
وھو خیر لکم اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ طاعت الٰہی سے آسایش پاوے اور اوسکے
بیگار نسمجھے اور طاعت میں مشقت کچھ معلوم ہو ... کا قول ہے کہ ... برس
رات کو ... اور پھر ... لذت پائی ...
کی علامت ہمیشہ خوش رہنا اور اسی طرح کوشش کرنا کہ بدن تھک جاوے اور دل ... اور
بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ محبت کے عمل میں تھکن نہیں ہوتی ... اور بعض علما فرماتے ہیں کہ خدا
محب کو بھی طاعت سے سیری نہیں ہوتی گو جسقدر ہو ... پہونچ جاوے ... اور
باتیں مشاہدے میں بھی موجود ہیں چنانچہ عاشق اپنے معشوق کی محبت میں سعی کرنے سے
نہیں تھکتا اور دل سے اوسکی خدمت کو اچھا جانتا ہے اور اسمیں جو محنت معلوم ہوتا ہے کہ بدن کو
وہ خدمت شاق ہو اور اگر بالفرض بدن عاجز ہو جاوے تو ... اونکے نزدیک یہ
ہے ہوکہ قبیل سے قدرت آجاوے اور عاجزی جاتی رہے تاکہ اوسی خدمت میں مصروف ہو جاوے
اسیطرح محبت الٰہی ہوا کرتی ہے کہ اسکے غلبہ میں طاعت اور خدمت سے ... معلوم
ہوتی اور قاعدے کی بات ہے کہ جو محبت آدمی پر غالب ہو جاتی ہے وہ اور ... کو
دبا دیتی ہے مثلاً جس شخص کا محبوب کسل کی نسبت کر اوسکے نزدیک محبوب تر ہو گا تو وہ کسل کو
اوسکی خدمت میں ترک کر دیگا اور اگر مال کی نسبت کہ محبوب زیادہ ہو گا تو اوسکی

محبت میں مال کو چھوڑ دیگا کسی محب نے اپنا جان و مال سب فدا کر دیا تھا پھر اوسکے پاس کچھ نہ رہا
اوس سے کسی نے پوچھا کہ محبت میں تمھارا یہ حال کسطرح ہوا اوسنے جواب دیا کہ میں نے ایک روز ایک
عاشق کو سنا کہ اپنے معشوق سے خلوت میں کہہ رہا تھا کہ بخدا میں تجکو اپنے تمام دل سے
چاہتا ہوں اور تو مجھسے اپنا منہ پھیرے رہتا ہے معشوق نے جواب دیا کہ اگر تو مجھسے محبت
رکھتا ہے تو بتا پھر کیا خرچ کریگا عاشق نے کہا کہ اول تو جو چیز میری ملک میں ہے وہ سب تجکو
دیدونگا پھر تیرے اوپر جان فدا کر دونگا کہ تو راضی ہو اس گفتگو کو سنکر میں نے سوچا کہ جب ایک بندہ
بندے کے ساتھ اسطرح ہو تو بندہ کو معبود کے ساتھ کسطرح ہونا چاہیے پس یہ باعث محبت کی ترقی کا ہوا
اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ تمام خدا کے بندوں پر مشفق اور مہربان ہو اور خدا ہی تعالی کے
دشمنوں پر اور ان لوگوں پر جو اوسکی مرضی کے خلاف کریں سخت ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اور اس امر میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اوسپر
تاثیر نکرے اور نہ خدا کے لیے غصہ کرنے سے کوئی مانع ہو اور یہی وصف اولیا کا حدیث قدسی
میں مذکور ہے یعنی میرے اولیا وہ ہیں کہ میری محبت پر ایسے فریفتہ ہیں جیسے بچہ کسی چیز پر فریفتہ
ہوتا ہے اور میرے ذکر پر ایسے گرتے ہیں جیسے جانور اپنے گھونسلے کیطرف جھکتا ہے اور میری
منہیات پر ایسے غصہ ہوتے ہیں جیسے چیتا غراتا ہے کہ اوسکو پروا نہیں ہوتی کہ لوگ بہت ہیں
یا تھوڑے۔ پس اس مثال کو تامل کرنا چاہیے کہ لڑکے کا دل جب کسی چیز پر آجاتا ہے تو اوس سے
ہرگز علیحدہ نہیں ہوتا اور اگر اوس چیز کو کوئی اوس سے لے لے تو بجز رونے اور چیخنے کے
اور کچھ کام نہیں کرتا جبتک کہ وہ چیز اوسکے پاس پھر نہ آوے سوتے وقت بھی اوسکو اپنے کپڑوں میں
لیکر سوتا ہے اور جب جاگتا ہے تو پھر ہاتھ میں لے لیتا ہے اور جب اوس سے جدا ہوتا ہے تو روتا ہے اور پاتا ہے
تو ہنستا ہے اور جو شخص اوس سے اوس چیز میں نزاع کرتا ہے تو اوس سے ناراض ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص وہ
چیز دیتا ہے تو اوس سے محبت کرتا ہے اور چیتا غصے کے وقت اپنے اختیار میں نہیں رہتا شدت غضب میں اوسکی نوبت
ہوتی ہے کہ اپنی جان ہلاک کرتا ہے یہ علامات محبت کی ہیں جس شخص میں یہ علامات پوری ہوں اوسکی محبت کامل
اور خالص ہوگی اور آخرت میں اوسکی شراب صاف اور شیریں ہوگی اور جسکی محبت میں غیر اللہ کی محبت کا لگاؤ ہوگا تو اوسکو بہشت میں
بمقدار محبت آسایش پاویگا یعنی اوسکی شراب میں اسیقدر شراب مقربین کی ملادی جاویگی چنانچہ
اللہ تعالی مقربین کے احوال میں فرماتا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ پھر فرمایا يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ
مَخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ

[illegible]

عَیْنًا یَّشْرَبُ بِہَا الْمُقَرَّبُوْنَ غرضکہ شراب ابرار کی جو اچھی ہوگی تو اسوجہ سے کہ اوسمین ملاوٹ شراب خالص کا ہوگا جو خاص مقربین کے لیے ہوا ور یہ شراب سے غرض تمام آسایش و لذت بہشت ہے جیسے کہ کتاب سے تمام اعمال مراد ہین اور اوسکے باب مین فرمایا ہے اِنَّ کِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ پھر فرمایا یَشْہَدُہُ الْمُقَرَّبُوْنَ تو اونکی کتاب کی بلندی کی یہ وجہ کرا تنی اونچی ہوگی کہ اوسکو مقربین دیکھتے ہین اور جسطرح کہ ابرار دنیا مین مقربین کے قرب و مشاہدہ کی حالت مین پاتے ہین اور معرفت مین ترقی پاتے ہین تو اسیطرح اونکا حال آخرت مین ہوگا خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ اور فرمایا کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ اور فرمایا جَزَآءً وِّفَاقًا یعنی جزا موافق اعمال کے ہوگی تو عمل خالص کی جزا شراب خالص ہوگی اور جسقدر ملاوٹ شراب مین اوسیقدر ہوگا جسقدر کہ محبت مین اور اعمال مین ملاوٹ تھا جیسا کہ قرآن مجید مین جا بجا مذکور ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ اور اِنَّ اللہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْہَا اور وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِہَا وَکَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ پس جو شخص کہ دنیا مین محبت کرتا تھا اور اوسکو توقع جنت اور حور اور قصور کی لذت کی تھی تو اوسکو جنت مین قادر کر دیا جاویگا کہ جہان چاہے سیر کرے لڑکون کے ساتھ کھیلے اور حورون سے مزہ اوٹھاوے اوسکی لذات کا خاتمہ آخرت مین انھین اشیا پر ہو جاویگا اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو محبت مین وہی ملیگا جو اوسکا مقصود تھا اور جسسے اوسکی آنکھ کو لذت ہو اور جس شخص کا مقصود صاحب خانہ اور مالک الملک ہوگا اور اوسکے دل پر خالص اوسکی محبت نے غلبہ کیا ہوگا تو وہ اوسی مقام مین اوتارا جاویگا فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ خلاصہ یہ کہ ابرار تو باغون اور جنتون مین حور اور غلمان کے ساتھ سیر کرینگے اور مقربین دربار عالی مین حاضر رہینگے اور اوسکی طرف اپنی تاک لگائے رہینگے اور اس لذت کے ذرہ بھر کے مقابل بھی تمام جنتون کی آسایشون کو ہیچ جانینگے غرضکہ جو لوگ کہ شہوت شکم اور فرج کے پورا کرنے مین مشغول ہونگے وہ اور ہونگے اور خداے تعالیٰ کے پاس بیٹھنے والے اور ہونگے اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَکْثَرُ اَہْلِ الْجَنَّۃِ الْبُلْہُ وَعِلِّیُّوْنَ لِذَوِی الْاَلْبَابِ یعنی اہل جنت اکثر بھولے ہین اور مقام علیون کے مستحق اہل عقل ہین اور یہ اسلئے کہ سمجھ انسان کی معنی علیین کے جاننے سے قاصر تھی اور وہ

ہو عظیم الشان تھا اسلیے خدای تعالی نے ارشاد فرمایا وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ جیسے قارعہ
کے لیے ارشاد فرمایا اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ اور ایک علامت
محبت کی یہ ہو کہ خدای تعالی کی محبت مین خائف اور اوسکی ہیبت و تعظیم مین ویلا پیلا رہے
بعض لوگ یہ سمجھتے ہین کہ خوف محبت کے منافی ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اصل یون ہے کہ
عظمت کا علم سبب ہیبت کا ہوتا ہے جیسا کہ ادراک جمال سبب حب کا ہوتا ہے اور محبین کے واسطے مقامات محبت مین
کچھ خوف مخصوص ہین جو دوسرون کو نہین ہوتے اور بعض خوف بعض کی نسبت کے زیادہ سخت ہوا کرتا ہے اول خوف مین
اول خوف روگردانی کا ہے اور اوس سے زیادہ سخت حجاب کا اور اوس سے بھی سخت خوف اپنے پاس سے
دور کر دینے کا اور حدیث شریف مین جو آیا ہے کہ مجھکو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا اوس مین بھی
دوری مراد ہے جسنے حضور کو بوڑھا کیا تھا اور جو اس سورۃ مین آیا ہے وہ یہ ہے اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ
اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ اور ظاہر ہے کہ ہیبت دوری کی اور
خوف دوری کا اوسکو زیادہ ہوگا جو قرب کا مالوف اور اوس سے مانوس ہو اور پیشتر قرب کا
کر بعد کا ذکر صبر کے باب مین اگر اہل قرب کے کان پڑیگا تو اونکو بوڑھا کر دیگا اور جو شخص
دوری ہی سے مالوف ہو وہ قرب کیطرف کیون مشتاق ہونے لگا تھا اور جسکو حاشیہ نہ پڑی
ایسا قرب کی بو نہین ہوئی وہ بعد سے خوف کیون کرنے لگا تھا مقتضی اول قرب کی
بند کیا جانے ادراک کی بنا پر خوف ٹھہر جانے کا اور زیادتی درجات کے ٹھہر جانے کا ہوتا ہے
ہم پہلے لکہ چکے ہین کہ درجات قرب کی کچھ انتہا نہین اور بندے پر لازم ہے کہ ہر دم یہ کوشش
کرے کہ کچھ قرب اور زیادہ ہوجاوے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
مَنِ اسْتَوٰى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُونٌ وَمَنْ كَانَ يَوْمُهُ شَرًّا مِّنْ أَمْسِهِ فَهُوَ مَلْعُونٌ
اور اسیطرح یہ بھی ارشاد فرمایا ہے اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِىْ فَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ
سَبْعِيْنَ مَرَّةً چونکہ آپکا قدم راہ سلوک مین ہر وقت بڑھتا تھا اور قدم اول
بہ نسبت آیندہ کے بعد مین مخل تھا اسلیے آپ استغفار پڑھتے تھے سالکین کے حق مین راہ مین
تھک جانا اور غیر محبوب کیطرف توجہ کرنی بھی ایک طرح کا عذاب ہی تھا چنانچہ حدیث قدسی مین
وارد ہے کہ شخص عالم جب دنیا کی شہوات کو میری طاعت پر اختیار کرتا ہے تو ادنی سزا اوسکی
یہ کرتا ہون کہ اپنی مناجات کی لذت اوس سے چھین لیتا ہون حاصل یہ کہ زیادتی درجات
کا چھین لینا شہوات کے باعث سے تمام سالکون کے حق مین عذاب ہے اور خوص تو زیادتی کے

اور بہت قسم کی مجبوریاں پیش آتی ہیں کہ صرف دعوی یا عجب کریں یا جو مبادی الطاف یہیں سے اونپر ظاہر ہو
اونکی طرف میل کریں اور بہت نقص کو ایسی چیز ہو کر اس کی تہ تک پہونچنے پر قادر ہوتے ہیں جنکے قدم
راہ سلوک میں ثابت ہیں … بعض وہ ہیں جنکو … کا ہے جو بعد جاننے کے … حضرت
ابراہیم … ایک بار … آواز آئی کہ کوئی یہ کہتا ہے قطعہ

ہم ہی … [illegible]	… بخشا قصور اعراض کا
فوت جو … ہوا وہ …	فوت جو … سے ہوا باقی رہا

اسکو سنکر آپ چیخے اور بیہوش ہو گئے ایک رات دن ہوش نہ آیا بہت سے حالات آپ پر
طاری ہوئے پھر ایک آواز سنی کہ ای ابراہیم بندہ ہو جا ابراہیم کہتے ہیں کہ میں بندہ
ہو گیا اور ہوش میں آیا۔ پھر فرمایا … کا ہی یعنی عاشق ہمیشہ شوق طلب اور
حرص میں رہتا ہوا اور زیادتی کی طلب میں رہتی اور … نہیں کرتا اور الطاف تازہ کا
منتظر رہتا ہی اگر یہ بات نہ ہی تو باعث ایک مرتبہ پر ٹھہر جانے کا یا محبت کا ہوگا اور … ہوتا
آدمی پر ایسی طرح آتا ہو کہ اوسکو خبر نہیں ہوتی جیسے بعض اوقات محبت اسی طرح ہو جاتی ہے
اسلیے کہ دلکی ان تبدیلیوں کے اسباب مخفی ہوتے ہیں ممکن نہیں کہ آدمی کو اونپر اطلاع ہو بیشک
اللہ تعالی بندے کا توقف اور خرابی چاہتا ہو اور اس بات کو خفیہ رکھتا ہو یہ بندہ دنیا ہی
میں ٹھہر رہتا ہو اور جس طرح سے دھوکا کھاتا ہو یا شہوات یا ہوای نفسانی یا نسیان
غالب ہو جاتا ہو اور یہ سب باتیں شیطان کی شکلیں ہیں جو علم اور عقل اور ذکر و بیان وغیرہ لشکر ملائکہ
پر غالب آجاتے ہیں۔ اور جس طرح کہ خدای تعالی کے اوصاف الطاف اور رحمت و حکمت کے ایسے
ہیں جو … میں ظاہر ہونے پر مقتضی جوش محبت کے ہوتے ہیں اسی طرح اوسکے اوصاف ایسے
بھی ظاہر ہوتے ہیں جو موجب ہیبت کے ہوا کرتے ہیں مثل اوصاف جباری اور عزت اور استغنا کی
اور اسی طرح کی باتیں مقدمات نامحبتی اور حرمان کی ہیں۔ پھر خوف اس بات کا ہو کہ دل محبت
الہی سے اوسکے غیر کی طرف منتقل ہو جاوے اور اس مقام کا نام مقت یعنی شدت غضب الہی ہے
اور یہی کمی محبت حقیقی سے اس مقام کا مقدمہ ہی اور اعراض و حجاب مقدمہ کمی کا ہوتا ہے
اور تنگی سے دل تنگ ہونا اور ورد اور ذکر سے دل چرانا اور وظائف و اورادے سے گھبرانا اعراض
و حجاب کے اسباب مقدمات ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان اشیا کا ظاہر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ
آدمی مقام محبت سے مقام مقت میں جا پہونچا نعوذ باللہ منہ اور ہمیشہ ان امور سے خائف رہنا

اور شہرت سے احتراز کرنا دلیل ہے صدق محبت کی اسواسطے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے
تو اظہار ہی اوسکی حیا و غیرت سے مرا کرتا ہی تو لازم آیا کہ جو محبوب پوشیدہ ہو کہ اوسکا جتانا رہنا ممکن نہو
تو محب کو ہلاوت ضرور ہوگا۔ اور بعض عارفین نے فرمایا ہی کہ جو شخص خدای تعالی کی عبادت محض
محبت سے بدون خوف کے کرتا ہی وہ باعث ناز کے گستاخی کر اور زیادہ باتون سے ہلاک ہونے کے
ہلاک ہوتا ہی اور جو شخص اوسکی عبادت صرف خوف سے بدون محبت کے کرتا ہی وہ اوسکی
وحشت سے عالی اور بعید ہوکر جدا ہوجاتا ہی اور جو شخص اوسکی عبادت محبت اور خوف دونون کے ساتھ
کرتا ہی اوسکو خدای تعالی محبوب بناکر مقرب بناتا ہی اور اوسکو قدرت و علم عنایت فرماتا ہی پس
محب کو خوف ضرور ہی اور خائف کو محبت لیکن جس شخص پر کہ محبت غالب ہو کہ دریای محبت
چھا گئی ہو اور خوف تھوڑا سا ہی تو اوسکو کہینگے کہ مقام محبت مین ہی اور اوسکی شمار محبین مین
ہوگی اور خوف کی آمیزش سے محبت کو کچھ تسکین دیتی ہوگی اور اگر محبت و معرفت اور زیادہ
ہو جاوین تو طاقت بشری اوسکی متحمل نہوگی خوف سے البتہ اوسمین اعتدال و تخفیف ہو جاتی
اور دل پر اوسکا واقع ہونا آسان معلوم ہوتا ہی چنانچہ روایت ہی کہ بعض ابدال نے کسی صدیق سے
درخواست کی کہ خدای تعالی سے دعا کیجئے کہ ایک ذرہ بھر اپنی معرفت مجھکو عنایت فرماوے
اونہون نے دعا کی اور وہ مقبول ہوئی اون بزرگ کا یہ حال ہوا کہ پہاڑون مین سرگردان پھر
عقل حیران اور دل پریشان تھا سات روز تک آنکھین پتھرا گئین نہ اپنے آپکو کسی چیز سے نفع لیا
اور نہ کسی چیز کو فائدہ ہوا صدیق نے خدای تعالی سے اونکے لیے دعا مانگی کہ الٰہی ذرہ بھر
معرفت سے کچھ کم کردے اوپر وحی ہوئی کہ ہم نے اوسکو ذرہ بھر معرفت کا لاکھواں حصہ عنایت
فرمایا ہی اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب تو نے اسکے لیے دعا کی تھی اسی وقت ہمارے لاکھ بندون نے
بھی درخواست کی تھی مین نے اونکی دعا قبول کرنے مین تاخیر کی تھی کہ جب تو اس شخص کا
سفارشی ہوا اور تیری دعا قبول کی تو اونکی بھی دعا قبول فرمائی اور ذرہ بھر معرفت کو لاکھ
بندون مین تقسیم کر دی جسکا نتیجہ تو نے دیکھا صدیق نے عرض کیا کہ ای احکم الحاکمین جسقدر تو نے
اوسکو عنایت فرمایا ہی اوسمین سے کم کردے اللہ تعالی نے دس ہزاروان حصہ اوس لاکھوین
حصہ کا اسے دیا اور باقی کو سلب کر دیا تب اوسکا خوف و محبت و رجا ٹھکانے ہوئی اور پریشانی
رفع ہوئی اور اور عارفون کی طرح ہو گیا عارفون کا حال ایسا ہی ہے

قرب یار و جد و مقصود پیش بعید است	جسد از جان خبر از روح بعید است

دو فنا اندر فنا اندر فنا است / دل شناسد حکم ... الواح ... [illegible]
بعد ازان ... [illegible] / جز آن ... کمال ... [illegible]
... [illegible] / ہزاران ... [illegible]
... [illegible] / ز آن ... [illegible]

اور ... [illegible] ... پر حالات عارفین ... [illegible]
... [illegible] ... اشارہ ... [illegible] ... اشعار

... [illegible] / ... [illegible]
... [illegible] / ... [illegible]
... [illegible] / ... [illegible]
... [illegible] / ... [illegible]
... [illegible] / ... [illegible]
... [illegible] / ... [illegible]
... [illegible] / ... [illegible]

اور ان ... [illegible] ... سب لوگوں کا ... [illegible] ... تو ... [illegible]
انہیں سے نکلنا ہو جاوین ... [illegible] ... لوگوں ... [illegible] ... بلکہ اگر
سب لوگ ... شریک ہو جاتے تو دنیا خراب ہو جاتی دنیا کی آبادی سے ... [illegible] ... آدمی
بات کی ... [illegible] ... کہ سب ... مقامات ... [illegible] ... عارف تو سب کو ... [illegible] ... اگر
بالفرض ایسا ہو ... کہ سب لوگ حلال کھاویں تب بھی دنیا اجڑ جاوے کہ ... [illegible] ... کو ترک کردیں
اور بازار اور پیشے سب بیکار ہو جاویں بلکہ اگر علما حلال کھانے لگیں تو اپنی ہی جان ... [illegible]
مشغول ہو جاویں اور زبانیں اور قلم ترک جاویں اور علوم جسقدر ... پھیلے ہوئے ہیں وہ ... [illegible]
بہت کچھ جاتا رہے مگر اللہ تعالی نے اوس خیر میں جو بظاہر شر ہی ہے اسرار و حکمتیں
رکھی ہیں جیسے کہ خیر میں اسرار و حکمتیں ہیں اور اوسکے اسرار و حکمتوں کی کچھ انتہا نہیں جیسے
کہ اوسکی قدرت کی نہایت نہیں ہے اور ایک علامت محبت یہ ہے کہ محبت کو چھپاوے اور
دعوی سے اجتناب کرے اور محبوب کی تعظیم کے باعث اظہار وجد و محبت سے احتراز
کرے کہ ... [illegible] ... اوسکو غیرت ہوتی ہے اسلیے کہ محبت بھی محبوب کا ایک

چھپی ہو اور یہ بات جب ہے کہ دعوی میں کبھی ایسی بات بھی منہ سے نکل جاتی ہے کہ جو اصل بات سے بڑھکر ہو تو یہ بہتان ہوگا اور اسکا نتیجہ آخرت میں برا ہوتا ہے اور دنیا میں بھی جلد مصیبت آتی ہے ہاں عاشق کو کبھی شوق کے نشہ محبت کا غلبہ ہوتا ہے کہ اوس سے مدہوش ہوجاتا ہے اور حال کا مغلوب ہوجاتا ہے اور اوس وقت محبت کا ظاہر ہوجانا بھی ہو تو اگر اس صورت کا اظہار بدون تکلف اور بے اختیار کے ہو تو وہ معذور ہے کیونکہ آتش محبت کبھی ایسی مشتعل ہوتی ہے کہ اوسکی تاب لانیکو نہیں رہتی کبھی دل کو بہا دیتی ہے اور اوسکا کوئی روکنے والا نہیں ہوتا غرض جو شخص کہ راز محبت کے چھپانے پر قادر ہے وہ یوں کہا کرتا ہے نظم

گرچہ گویند کہ زرد است رویت	بندہ را گفتہ کیا در قرب اوست
در کنارم گر نشیند آفتاب	دیدہ سے گرد و زرد یابی چہرہ باب
نیست چیز یاد سے مرادردل از وہ	سوز عشقم در درون حاصل از وہ

اور جو شخص کہ اوس راز کو چھپا نہیں سکتا اوس سے عاجز ہو وہ یوں کہتا ہے شعر

گرچہ راز عشق را پیدارم نگاہ	آشکارا میشود از اشک و آہ

اور یہ بھی کہتا ہے شعر

جسکا دل ہو غیر کے ہمراہ اوسکا حال کیا	راز جسکا آنکھ میں ہو کب ہو ممکن ہے چھپا

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ لوگوں میں دور تر خدا سے وہ ہوتا ہے جو اوسکی طرف اشارہ بہت کرے یعنی ہر ایک چیز میں اسکا نام لے اور بناوٹ سے ہر ایک کے سامنے خدا کی طرف اشارہ کرے تو ایسا شخص عاشقوں اور خدا والوں کے نزدیک ممقوت ہیں بلکہ مبغوض و ممقوت ہے حضرت ذوالنون مصری رحمہ اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لیگئے جو اپنی محبت کا ذکر لوگوں سے کیا کرتا تھا آپنے اوسکو مصیبت میں مبتلا دیکھا اور فرمایا کہ جو شخص خدا ہی تعالی کی عبادت کی وجہ کی تکلیف معلوم کرتا ہو وہ اوس سے محبت نہیں رکھتا اوس شخص نے کہا کہ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اوسکی چوٹ سے لذت پاتا نہیں ہوتا وہ اوس سے محبت نہیں رکھتا حضرت ذوالنون رحمہ نے فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے نفس کو اوسکی محبت میں مشہور کرتا ہو وہ اوس سے محبت نہیں رکھتا اوس شخص نے استغفار و توبہ کی کہ پھر میں ذکر محبت کسی سے نہ کرونگا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ محبت الہی منتہا ہے مقامات میں سے ہے اور اوسکے ظاہر کرنے میں تو بہتری ہی معلوم ہوتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اظہار اسکا برا قرار دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ محبت عمدہ چیز ہے اور اوسکا خود بخود ظاہر ہونا بھی اچھا البتہ یہ امر برا ہے کہ اوسکے تکلف سے ظاہر کرے اسلیے کہ ظاہر کرنے میں دعوی

پایا جاتا ہے اور حقیقی بات ہے اوس سے زیادہ ظاہر ہونے کی گنجایش ہے حالانکہ مثل اور محب
کا اوسکی پوشیدہ محبت پر اوسکے افعال و احوال دال ہوں نہ اقوال اور چاہیے کہ محبت الہی ایسے
ظاہر ہو کہ اوسکے قصد اظہار محبت یا اظہار فعل جو محبت پر دلیل ہو نہ ہو اوسکا قصد ہمیشہ یہی ہو
کہ محبوب کے سوا اور کسی کو اوسکا علم نہ ہو اور جب یہ ارادہ ہو کہ دوسرا بھی اس سے واقف ہو تو یہ بات
محبت میں شرک کی ملاوٹ ہے اور عمل میں خلل انداز ہے چنانچہ انجیل میں مذکور ہے کہ جب تو صدقہ دے
تو ایسی طرح صدقہ دے کہ تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ داہنے ہاتھ نے کیا کیا اسکا بدلہ تجھکو علام
وہ شخص دیگا جو خفیہ چیزوں کو دیکھتا ہے اور جب تو روزہ رکھے تو اپنا منہ دھو اور سر میں
تیل ڈال تاکہ روزے کا حال تیرے رب کے سوا اور کسیکو معلوم نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر کرنا
قول و فعل دونوں کا برا ہے ہاں اگر اوس صورت میں کہ نشہ محبت غالب ہو کر زبان گویا ہو جاوے
اور بدن مضطرب ہو جاوین تو اس صورت میں اوس شخص پر ملامت نہیں ہو سکتی - روایت ہے
کہ ایک شخص نے بعض مجنونوں سے ایک ایسا امر دیکھا کہ اپنے آپ کو اوسمین جاہل پایا اسکا حال
حضرت معروف کرخی رح سے کہا اونھوں نے تبسم فرمایا کہ بھائی خدا کے محب سب قسم کے ہیں
چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی ہیں عاقل ہیں اور مجنون بھی یہ حال جو تو نے دیکھا مجنون میں
مجنونوں کا ہے اور انکو اسی پر چھوڑ دینا چاہیے اور محبت کے ظاہر کرنے کی برائی اس وجہ سے
بھی ہے کہ محب اگر عارف ہوگا اور احوال فرشتوں کی محبت دائمی اور شوق لازمی سے بھی
واقف ہوگا جنکے باعث اونکا یہ حال ہے کہ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ف
اور لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ تو اپنے نفس اور اظہار محبت سے شرمندہ ہوگا
اور جان لیگا کہ میں سب محبوں میں سے کمتر ہوں خدا تعالی کی سلطنت میں جتنے اوسکے
محب ہیں میری دوستی سب کی نسبت کمتر ہے - بعض مکاشفین بیان کرتے ہیں کہ میں نے
تیس برس ظاہر و باطن سے جتنی مجھ میں طاقت تھی کوشش کے ساتھ عبادت کی یہانتک
کہ مجھکو گمان ہوا کہ خدا تعالی کے نزدیک میرا کچھ رتبہ ہوا ہوگا اور ان بزرگ نے اپنے مکاشفات
اور اسرار سماوی کے ظاہر ہونے کو ایک بڑی داستان میں بیان کرکے آخر میں لکھا ہے کہ میں
ایک فرشتوں کی صف میں پہونچا جنکی تعداد مخلوقات کی برابر تھی اونسے میں نے پوچھا
کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم خدا عز وجل کے محب ہیں اوسکی عبادت یہاں تین لاکھ برس سے
ایسی طرح کرتے ہیں کہ ہمارے دل و زبان پر سواے اوسکے اور کچھ نہیں گذرا تب تو مجھکو

ف یاد کرتے ہیں رات اور دن نہیں تھکتے ۱۲

ف حکم اللہ کی نہیں کرتے اور اوسکی جو بات او فرمانی اور وہی کرتے ہیں جو حکم ہے ۱۲

اپنے عمل سے محبت چھپائی اور سب اعمال میں بہتر اوسیکو اولون کو سمجھتے رہے شیخ مغرور اور بیوقوف تھے
تاکہ اوس پر رو رو پیش کرین آنحضرت سے اوسکو معلوم ہوا کہ تو شیخ اپنے نفس کو اپنی صحبت سے نکالتا ہے
اور اوسمین جیسا چاہیے ویسا خیال کرتا ہے تو اوسکی زبان دعوی اظہار محبت سے گونگی ہو جاتی ہے
ہان اوسکی حرکات و سکنات اور تر دوات الہ محبت پر ثناہ ہوتے ہین چنانچہ حضرت جنید رحمہ
اپنے استاد و مرشد حضرت سری رحمہ کا حال بیان فرماتے ہین کہ ایکبار وہ بیمار ہوے ہمکو نہ تو سبب
ونکی بیماری کا معلوم ہوا نہ دوا ہم سے کسینے ایک طبیب حاذق کا ذکر کیا تو مین اونکا قارورہ
لیکر اوس طبیب کے پاس گیا اوسنے قارورہ دیکھا اور بڑی دیر تک دیکھتا رہا پھر مجھسے کہا کہ یہ
قارورہ تو عاشق کا سا معلوم ہوتا ہے مین نے یہ سنکر چیخ ماری اور بیہوش ہو گیا اور شیشی میرے
ہاتھ سے گر گئی بعد ہوش آنے کے مرشد کی خدمت مین آکے یہ حال کہا آپ نے تبسم کر کے
فرمایا کہ واقعی وہ قارورہ بہت خوب پہچانتا ہے مین نے پوچھا کہ کیا قارورہ سے بھی
عشق ظاہر ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہان قارورہ مین بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور ایک بار حضرت
سری رحمہ نے فرمایا کہ اگر مین چاہون تو کہدون کہ اوسکی محبت نے میرا پوست ہڈیون پر سکھا دیا
اور بدن کو دبلا کر دیا پھر بیہوش ہو گئے بیہوشی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ قول غلبہ
وجد مین جسوقت کہ بیہوشی آنے کو تھی بیان فرمایا تھا۔ اور علامات محبت مین سے انس اور
رضا بھی ہین جنکا بیان عنقریب آتا ہے یہان تک علامات محبت اور اوسکے ثمرات کا بیان ہوا
الحاصل تمام دین کی خوبیان اور اخلاق حمیدہ ثمرہ محبت کا ہین اور جس چیز کی ثمر محبت نہین
اوسکو اتباع ہوای نفسانی جاننا چاہیے جو کہ رذائل اخلاق مین سے ہو۔ ہان اللہ تعالی کے
ساتھ محبت دو قسم کی ہوتی ہے کوئی تو اوس سے محبت کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا احسان اوسپر ہے
اور کوئی صرف اوسکے جلال و جمال کے باعث محبت رکھتا ہے گو اوسکی طرف کچھ احسان نہو
اور اسیلیے حضرت جنید بغدادی رحمہ نے فرمایا ہے کہ آدمی خدای تعالی کی محبت مین دو قسم ہین
ایک عام اور ایک خاص عوام تو محبت اسلیے کرتے ہین کہ اوسکا احسان اور کثرت انعام
ہمیشہ دیکھتے ہین پس اوسکے الطاف دیکھکر رہ سکے کہ اوسکی محبت نکرین مگر اونکی محبت مین
کمی بیشی بقدر نعمت و احسان کے ہوتی رہتی ہے۔ اور خواص کیجو دولت محبت ملی ہے
تو اللہ جل شانہ کی قدرا و رقدرت اور علم و حکمت کی عظمت کے باعث اور سلطنت مین
یکتا ہونے کی جہت سے ملی ہے یعنی جب اونھون نے اوسکی صفات کاملہ اور اسماء حسنی کو

اوسکو

پہچانا اللہ [illegible] اور [illegible] کہ اونکے نزدیک خدا تعالیٰ [illegible]
[illegible] تمام [illegible] کو [illegible] کیا [illegible] ان لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ وہ [illegible]
[illegible] اور [illegible] اسکے [illegible]
[illegible] اگر [illegible] اللہ تعالیٰ کے [illegible] حالانکہ [illegible]
[illegible] نہیں پانی باقی اور اگر [illegible] اتفاق [illegible]
[illegible] کا [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible]
[illegible] دوست [illegible]
[illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] اور [illegible]

[illegible]	[illegible] عاشق [illegible]
زان میان اینکه [illegible]	[illegible]
[illegible] دوست	[illegible]
زان میان آنکه شور عشق افزاید	[illegible] آید
زان میان اینکه دل بود پر خون	لیک [illegible] ان نماید [illegible]
زان میان اینکه [illegible]	وقت گفتار دوست [illegible]
زان میان اینکه با کس و ناکس	[illegible] دوست نفس

اور کسی نے [illegible] اسی باب میں [illegible] کہا ہے

زان میان اینکه [illegible]	[illegible]
زان میان اینکه [illegible]	ناله از [illegible] فراق [illegible] زار
زان میان [illegible]	[illegible]
زان میان اینکه [illegible]	وز دل زار [illegible]
زان میان اینکه [illegible]	[illegible]
زان میان اینکه [illegible]	[illegible]

ز آن میان انگہ تن و دہ بر ضیا	ہم بپر و سے زبینہ و ر حکم قضا
ز آن میان چہرہ اش چون باغ	باشد و قلب مثل لالہ داغ

گیارہوان بیان معنی انس کے خدای تعالی کے ساتھ۔ ہم پہلے لکھہ چکے ہین کہ انس اور خوف اور شوق آثار محبت مین سے ہین مگر یہ آثار محب پر باعتبار غلبہ کیفیت وقتا وقتا اوسکے تبدل کے مختلف ہوا کرتے ہین تو جس صورت مین کہ محب پر یہ کیفیت غالب ہو کہ حجاب ہوا ہو لیکن منتہای جمال تک نگاہ نہ پہنچے ہو اور کنہ جلال کے واقف ہونے سے اپنا قاصر ہونا سمجھ گیا ہو تو اوس وقت دل اوسکی طلب مین برانگیختہ ہوتا ہی اور اوسکی طرف جوش مارتا ہی تو یہ دل کا ابھار جو امر غائب کیطرف ہوتا ہی اوسکو شوق کہتے ہین۔ اور جس صورت مین کہ محب پر قرب کی خوشی اور جو کچہ کشف ہوا ہی اوسکے باعث مشاہدہ حضوری غالب ہوا اور اوسکی نظر صرف مطالعہ اوس جمال پر مقصود ہو جو اوسکو مکشوف ہوا ہی اور قوت مدرکہ کے پاس موجود ہی اور جو چیز کہ ابتک حاصل نہین ہوئی اوسکی طرف التفات ہی نہین کرتا تو جس چیز کو دیکہتا ہی اوس سے دل کو ایک سرور ہوتا ہی اس سرور کو انس کہتے ہین۔ اور اگر محب کی نظر عزت اور استغنا اور بے پروائی وغیرہ صفات محبوب پر ہو اور امکان زوال و دور ہو جانے کا بھی پیش نظر ہو تو ان امور کے جاننے سے دلمین رنج ہوتا ہی اسیطرح دل کا دردمند ہونا خوف کہلاتا ہی غرض یہ حالتین اپنے اپنے ملاحظات کی تابع ہین اور یہ ملاحظات ایسے اسباب سے پیدا ہوتے ہین جو ان ملاحظون کے مقتضی ہین اور اونکا حصر ممکن نہین۔ حاصل یہ کہ انس کے معنی یہ ہین کہ مطالعہ جمال کے دل کو سرور اور خوشی ہو یہان تک کہ یہ سرور جسوقت غالب ہو اور جو چیز کہ غائب ہی اوسکا لحاظ نرہے اور خطرہ زوال بھی دل پر راہ نپاوے تو اس سرور مین کمال درجے کی لذت اور راحت ہوگی۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم مشتاق ہو او نہون نے جواب دیا کہ شوق تو غائب چیز کیطرف ہوا کرتا ہی جب غائب حاضر ہو جاوے تو شوق کس چیز کیطرف رہے اس جواب سے پایا جاتا ہی کہ بزرگ مذکور کو جسقدر حاصل ہوا تھا اوسکی خوشی مین ایسا ڈوب گئے تھے کہ جو کچہ مدارج زیادتی الطاف کے باقی رہے تھے اونکی طرف بالکل التفات نہ تھا۔ اور جس شخص پر حالت انس غالب ہوتی ہی اوسکا دل صرف تنہائی اور خلوت کیطرف ہوا کرتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم پہاڑ سے اوترے اور کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے تشریف لائے فرمایا کہ انس باللہ سے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا کے ساتھ انس کرنیکو غیر سے وحشت کرنی لازم ہے

بلا ہے اور دائم انس سے جو تا ہو وہ دل پر ایسے زیادہ گران گذرتا ہے چنانچہ روایت ہے
کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب خدا تعالیٰ نے کلام کیا تو چند روز تک یہ نوبت ہو گئی کہ
جس آدمی کی آواز سنتے تو غشی ہو جاتی اس لیے کہ محبت کے باعث کلام محبوب کا اور ایسے کا
ایسا اثر دل میں ہو جاتا ہے کہ دوسری چیز کی حلاوت سے دل سے نکل جاتی ہے اور اسی وجہ سے بعض حکماء نے
اپنی دعا میں یہ کہا ہے کہ الٰہی تو مالک ہے کہ آدمی کو دوسرے شخص سے اپنے ذکر سے مجھ کو مانوس کیا اور اپنی خدمت
سے ... اور حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ اے داؤد میرا اہل و مشتاق ہو اور
... اور حضرت ابراہیم بن ادہم سے پوچھا کہ کہاں سے
... کہا ... اور ... کیا اور ... اور کسی
اور ... تامل کیا اور ... کہتے ہیں کہ میں ایک ... اور
کہا کہ تنہائی بہت اچھی ہو ... اگر تنہائی کا ذوق ہو تو
نفس ... تنہائی ہی تو عبادت کی جڑ ہے ... تنہائی کا
فائدہ ... اور ...
کہا کہ آدمی انس ... کی حلاوت کب پاتا ہو اور ... کہا کہ جب محبت صاف ہو اور معاملہ خالص ہو
میں ... کہا کہ محبت صاف کب ہوتی ہو اور ... کہا کہ جب سب فکر ایک ہی فکر ہو جاتی ہے
ہو جاتی ہیں اور کوئی باقی نہیں ... اور بعض حکما کا قول ہو کہ لوگوں سے تعجب ہو کہ ...
بدل ... ہیں یعنی ... دوسری چیزیں مصروف ہیں اور ... لوگوں سے ... تعجب ہو
کہ وہ تجھ کو چھوڑ کر تیرے غیر سے کس طرح مانوس ہوئے ہیں اب جاننا چاہیے کہ انس باللہ کی
علامت خاص یہ ہے کہ لوگوں کی صحبت سے تنگ ہو اور ان میں گھبرائے اور یاد الٰہی کو شیریں
... اگر وہ ... ملے گا تو ایسا ہو گا جیسے کوئی جماعت میں
اکیلا ہو اور ... میں جمع اور وطن میں مسافر اور سفر میں مقیم اور غائب ہونے کی حالت میں
حاضر ہو اور ... میں غائب کہ بدن سے تو ملا جلا ہو اور دل سے علیحدہ ذکر الٰہی میں ... ہو ا
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے لوگوں کے وصف میں فرماتے ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ
... کی آسائش سے بہرہ مند ہوئے ہیں اور جس چیز کو
اہل دولت نے مشکل جانا ہو اوسکو وہ آسان سمجھتے ہیں اور ... سے انس حاصل کیا ہی
جس سے جاہل نے وحشت اختیار کی ہو ... دنیا ... ایسے بدن سے ... رہے ہیں ... اور

روحانی جمال اعلی مین لگی ہو پر جو لوگ خداے تعالی سے کہ ناشناسا ہین اور اوسکے وہان تک
طریق پانے والے ہین اون ان تک معنی عشق کی اور اوسکی علامت معلوم نہین ہوتی اور بعض
متکلمین اس بات کے قائل ہین کہ انس اور شوق اور محبت کچھ بھی نہین اوسکی وجہ یہ ہی کہ ان کا گمان
اور نمونہ نہ رکھنے والی چیز محبت وغیرہ سے تشبیہ پائی جاتی ہی جو خداے تعالی کی شان اعلی کے
لائق نہین اور اونکو معلوم نہین کہ حسن باطن کا جمال بصیرت سے معلوم ہوتا ہے اور ان کی
نظروں پر تشبیہ کی گہرائی حواس چیزون کی خوبصورتی کے قائل ہین اور اہل ولایت پر عشق
اور فہم کی غالب ہوتی ہی جیسا بعض محبت مین سے ایک جماعت غالب ہو رہی انقلاب نصیب ہے
کہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اور حضرت ابوالحسن نوری رحمہ وغیرہ جو محبت و شوق و عشق کا منکر تھا
اور بعض لوگ مقام رضا کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ صبر کے سوا اور کوئی مقام نہین رضا نہین کر
اور یہ سب کلام کم فہمون کا ہی جو مقامات دین سے پوست کے سوا کچھ نہین جانتے اور اونکے
گمان مین بجز پوست کے اور کسی چیز کو وجود نہین سمجھتے یعنی صرف محسوسات کے وجود کے
قائل ہین اور محسوسات اور خیالات دین کے طریق مین صرف پوست ہین مغز اوسکے بعد ہی
جو مطلوب ہی جو شخص اخروٹ کے چھلکے ہی کو جانتا ہی اوسکے گمان مین وہ سب لکڑی ہی اور
اوسمین تیل نکلنا اوسکو عقل مین محال ہی مگر یہ شخص معذور ہی اور اوسکا عذر قابل پذیرائی نہین

شان اہل انس شد دیگر است	آن عزیزان را نشانے دیگر است
انس حق شایان ہر بطال نیست	کاین طریق حیلہ محتال نیست
لائق انس ست اہل وفا	کار ایشان نیست جز ذوق صفا

باریھوان بیان اوس انبساط اور ادلال کے مضمون مین جو غلبہ انس کی باعث ہو جایا کرتا ہے
واضح ہو کہ انس جب دائمی اور غالب اور مستحکم ہو جاتا ہی اور شوق کا قلق اور تغیر اور حجاب کا
خوف اوسکو مکدر اور منغص نہین کرتا تو اوسکا اثر ایک انبساط اور کشادگی اقوال اور
افعال و مناجات الہی کی مناجات مین پیدا کرتا ہی اور بعض اوقات بظاہر برا معلوم ہوتا ہے
کیونکہ اوس مین جرأت اور قلت ہیبت کا پہلو ہوتا ہی مگر جو شخص کہ مقام انس مین قائم ہوتا ہی اوس سے
یہ کشادگی برداشت کیجاتی ہی اور جو اوس مقام مین مقیم نہین اور فعل و کلام مین اہل انس
کی مشابہت کرتا ہی وہ ہلاک ہوجاتا ہی اور قریب بکفر ہوجاتا ہی اوسکی مثال مناجات برخ اسود
کی ہی جسکے باب مین حضرت موسی علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اوس سے درخواست کرو کہ بنی اسرائیل

[illegible] کی دعا مانگے اور اوسکا قصہ اسطرح ہی کہ جب بنی اسرائیل پر سات برس
قحط [illegible] سالی ہوئی حضرت موسی علیہ السلام ستر ہزار آدمیون کے ساتھ [illegible] کیواسطے دعا
کو نکلے [illegible] دعا [illegible] ان لوگون کی دعا کیسے قبول کرون
[illegible] کہ مجھسے دعا مانگتے ہین میرے
[illegible] اس جا [illegible] کہتے ہین اوسکو [illegible]
[illegible] علیہ السلام نے [illegible] کا سوال [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] علیہ السلام [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی باتین [illegible] کہ پانی برسنا شروع ہوا اور [illegible]
[illegible] شروع ہوا اس قدر [illegible]
[illegible] حضرت موسی علیہ السلام [illegible] اوسکو ملے تو کہا کہ [illegible]
جھگڑا اور اوسنے [illegible] ساتھ کیا انصاف کیا حضرت موسی علیہ السلام نے [illegible]
تو خدا تعالی نے وحی بھیجی کہ [illegible] ہنستا ہی۔ اور حضرت [illegible]
[illegible] ایک [illegible]
[illegible] آنکھ [illegible]
دیکھا تو ایک [illegible] نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی کہ [illegible]
کہ مین نے خدا تعالی کو قسم دیدی تھی کہ [illegible] حضرت ابو موسی رضی اللہ نے فرمایا کہ مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ میری امت مین ایسے لوگ ہونگے [illegible]

سمردان سے کہا کہ بالاخانہ پر آگ جلا دو ... اللہ تعالیٰ کی قسم ... کہ ...
اونکو ... آگ ... اور ... بھی ... ہے ... آگ لگا دی ...
اٹھے ... اور آگ پر چڑھا دیا ... اوسنے عرض کیا کہ دیکھیے آپ ... ہیں
فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ کو قسم دیدی ہے کہ ... آگ ... عرض کیا کہ تو پھر آگ کو
بھی قسم دیجیے کہ بجھ جاوے آپنے آگ کو قسم دی وہ بجھ گئی اور ایک فقیر ... جاتے تھے
... آیا جسکے پاس ... آپنے اوس سے پوچھا کہ ... کیا
... اوسنے کہا کہ میرا لڑکا ... گیا ہے اور ... آپ ...
... عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت و جلال کی ... ہی ... کا ...
تو اس شخص کا لڑکا ... پہونچا ... آپکا ... کہ ... ہوا اور آپ
وہاں سے آگئے پس اس طرح کے حالات انس رح ... ہوا کرتے ہیں دوسرے ...
کہ اون لوگوں جیسا بننا چاہیے حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے کلام میں اور
دعاؤں کی مناجات میں ایسے امور کہے ہیں کہ وہ عوام کے نزدیک کفر ہوتے ہیں اور ایسا بھی
فرمایا کہ انکو اگر عوام سنیں تو انس رح اون کو کافر کہیں حالانکہ اونکو اپنی حالات میں ان امور
... معلوم ہوتی ہے اور ... انکی ... ہے اور ... کو وہ امور زیبا ہی ہیں

اوسی کی طرف اشارہ ہے اس نظم میں سے

قومے ز جام ... مست و ناز ند	کہ بولا ... خویش ... ناز ند
... کہ ... بازد کس	بندہ ... خواجہ بازد و بس
ور ... ز ہمہ اختیار	... و ... دار

اور ... جانو کہ ایک ہی بات ... اللہ تعالیٰ ایک سے ...
... بشرطیکہ اون دونوں کے مقامات مختلف ہوں اسلیے کہ اگر آدمی کو
فہم و بصیرت ہو تو قرآن مجید میں اس باب میں بہت سے اشارات ہیں تمام قصص قرآن شریف
اہل بصیرت کے نزدیک تنبیہات اور اشارات ہیں کہ ... کو ... والوں
والوں کے نزدیک ... ہیں مثلاً اول قصہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا ہے
دیکھو کہ معصیت اور مخالفت میں دونوں شریک ہیں مگر ابلیس اوسی معصیت سے رحمت سے
دور ہوا اور دوام کا طوق لعنت اوسکی گردن میں پڑا اور حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں

ارشاد ہوا وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ثُمَّ اجْتَبَاہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیْہِ وَہَدٰی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بندے کیطرف متوجہ ہونے اور دوسرے سے اعراض کرنے میں عتاب فرمایا اگرچہ بندگی میں دونوں برابر تھے مگر حال میں مختلف تھے چنانچہ ارشاد فرمایا وَاَمَّا مَنْ جَاءَکَ یَسْعٰی وَہُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْہُ تَلَہّٰی اور دوسرے کے باب میں فرمایا اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی اسیطرح ایک گروہ میں آپکو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وَاِذَا جَاءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ اور فرمایا وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ اور دوسرے لوگوں سے اعراض کرنیکا حکم دیا اور فرمایا وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْہُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اسیطرح کبھی ایسا ہوا ہے کہ بعض بندوں کی برداشت کیا جاتا ہے اور بعض سے نہیں کیا جاتا مثلاً حضرت موسی علیہ السلام نے حالت انس کے اثنا میں عرض کیا تھا اِنْ ہِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ تُضِلُّ بِہَا مَنْ تَشَاءُ وَتَہْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اور جب انکو حکم ہوا کہ اِذْہَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ یعنی فرعون کے پاس جا تو اسکے جواب میں بطور عذر عرض کیا وَلَہُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ اور اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ اور وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ اور اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی اور اسیطرح کے اقوال سوا حضرت موسی علیہ السلام کے اوروں سے سرزد ہوتے تو داخل بے ادبی ہیں اسلئے کہ جو شخص مقام انس میں قائم ہوتا ہے اوسکے ساتھ نرمی برتی جاتی ہے اور اوسکی ناز برداری کیجاتی ہے دیکھو حضرت یونس علیہ السلام کہ مقام قبض اور ہیبت میں تھے اونسے اس سے بھی کمتر بات برداشت نکی گئی اور اوسکی سزا یہ ہوئی کہ مچھلی کے پیٹ میں تین اندھیروں کے اندر قید کئے گئے اور قیامت تک اونکے حق میں منادی ہوگئی لَوْلَا اَنْ تَدَارَکَہٗ نِعْمَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَہُوَ مَذْمُوْمٌ حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ عرا سے مراد قیامت ہے اور ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونکی اقتدا سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ وَلَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰی وَہُوَ مَکْظُوْمٌ اور یہ اختلافات کچھ تو احوال و مقامات کے اختلاف کے باعث ہوتے ہیں اور کچھ اسوجہ سے کہ ازل میں جو تقسیم

ایک دوسرے پر فضل دیا گیا ہے اور قسمت مین تفاوت رکھا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد
فرماتا ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ اور فرمایا مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ
بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ حضرت عیسی علیہ السلام اونھین انبیا مین سے ہین جنکو فضل رحمت ہوا اسیواسطے
اونھون نے اپنے نفس پر سلام کیا اور یون کہا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ
وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا یعنی جبکہ آپ نے مقام انس مین لطف کا مشاہدہ فرمایا تو انبساط اور
ناز کے طور پر یہ کلمات فرمائے بخلاف حضرت یحیی علیہ السلام کے جو مقام ہیبت اور حیا مین
مقیم تھے اونھون نے اپنے آپ کچھ نفرمایا یہان تک کہ اونکے پروردگار نے اونکی تعریف مین
ارشاد فرمایا وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا اور یہ بھی خیال کیجاتا ہے
کہ برادران یوسف علیہ السلام نے جو معاملہ اون سے کیا وہ کسطرح برداشت کر لیا گیا بعض
علما فرماتے ہین کہ مین نے اِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا سے لیکر كَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ
تک کچھ اوپر چالیس خطائین شمار کین جنمین سے بعض بعض سے بڑی ہین اور ایک کلمہ مین تین
اور چار جمع ہین مگر اونکی خطائین معاف کی گئین اور حضرت عزیر علیہ السلام نے صرف ایک
سوال تقدیر کا کیا تھا اوسسے درگذر نکی گئی یہان تک کہ اونکے حق مین کہا گیا کہ دفتر نبوت
سے محو کیے گئے اسیطرح بلعام بن باعورا بڑے علما مین سے تھا اوسنے دنیا دین کی عوض مین
کھائی اوس سے درگذر نکی گئی اور آصف بھی مسرفین مین سے تھا اور اوسکی معصیت متعلق
باعضای ظاہری تھی اوسکا قصور معاف ہوا چنانچہ روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت
سلیمان علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ای سردار عابدین اور ای پسر طریق زاہدین تیری خالہ کا بیٹا
آصف کب تک میری نافرمانی کریگا مین اوسکی بار بار حلم کرتا ہون قسم ہے اپنی عزت و
جلال کی اگر کہ بھی جھونکا میری [illegible] مین سے اوسکو آلیگا تو اوسکے ساتھ والون کیلیے
اوسکو عبرت اور اوسکے بعد والون کے لیے عذاب کر چھوڑونگا جب آصف خدمت مین حضرت
سلیمان علیہ السلام مین حاضر ہوے تو آپنے وحی کا حال اونسے کہا وہ وہان سے اوٹھکر باہر
گئے اور ایک اونچے ٹیلہ پر پاوں [illegible] اپنا سر اور ہاتھ آسمان کی طرف [illegible] زاری
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اور کلام زیادہ کیا بعضے نبیون کو بعضون سے ۱۲

کسی سے کلام کیا اوس سے اللہ نے اور بلند کیے بعضون کے درجے ۱۲

اور سلام ہے مجھ پر جس دن مین پیدا ہوا اور جس دن مرون اور جس دن کھڑا ہون جی کر ۱۲

اور سلام ہے اوس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے اور جس دن اوٹھ کھڑا ہو جی کر ۱۲

[illegible]

یہ بین بیان ہی ہوں تو تو بہ کے طرف متوجہ ہو ہیں نے تیری توبہ قبول کی اور یا ہیں تو بہ عنایت کر فرمایا
اور حسنت والاحسان۔ یہ کلام آصف کا ایسا ہی تھا جیسے کوئی نازسے کہتا ہو اور خدا ہی تعالے
سے اوسکی طرف بھاگتا ہو اور اوسکے باعث اوسکو پاکتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ
اللہ تعالی نے ایک نبی سے جو گنا ہ کے پہونچ گیا تھا اوسکے بچانے کے لیے وحی
بھیجی کہ اوسے وحی نہ بھیجنا ہے کہ اوسکے کہ قبر میں بیان فرما یا اور کہا
اوسکو پاک کردیا اللہ بجانے مادون کے دیا ظاہر ہے خدا ہی تعالی کا معاملہ بندوں کی تفصیل اور تقدیم
اور تاخیر میں پہلا نقل اور اسکی وحی مشاہدہ سے سب طرح ہوا کرتا ہے اور قرآن مجید میں جو قصے وارد
ہوئے ہیں انکی غرض یہی ہے کہ آدمی کو خدا اور کے ساتھ کا معاملہ پہلے لوگوں کے ساتھ معلوم ہو جاوے
قرآن مجید میں جو کچھ وجوہ دلالت اور شناخت ہیں وہ تو ایسی تقدیس کی شناخت
ارشاد فرمایا ہے اسطرح کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا
اور کبھی اور کی صفات جلال سے شناخت کرا کر فرمایا ہے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ
الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ اور کبھی اونکی شناخت اپنے افعال کے
ہونے میں ہونے کے لیے اپنا معاملہ انبیاء اور پیشواؤں کے ساتھ بیان فرمایا ہے جیسے
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ اور اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ
اور قرآن مجید میں ان تینوں اقسام کے سوا اور کچھ نہیں یعنی یا ارشاد معرفت ذات
اور اسکی تقدیس کا ہے یا معرفت اسکی صفات اور اسما کی بیان ہے یا یہ کہ معرفت افعال اور
معاملات کا بندوں کے ساتھ مذکور ہوا ہے اور چونکہ سورہ اخلاص ان تینوں اقسام میں
ایک قسم یعنی تقدیس کی متضمن ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو
قرآن مجید کا سوم حصہ ارشاد فرمایا چنانچہ فرمایا مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ فَقَدْ قَرَاَ
ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اور اس سورہ کی تقدیس پر متضمن ہونے کی یہ وجہ ہے کہ نہایت تقدیس یہی ہے کہ تین باتیں
اول یہ کہ اوس اوسکا مثل موجود ہو جس پر کلمہ لم یلد دلالت کرتا ہے دوم یہ کہ وہ خود اپنی مثل و نظیر سے حاصل
ہو جس پر کلمہ لم یولد دلالت کرتا ہے سوم یہ کہ اسکا وجود اوسکی اصل اور فرع ہونے کے درجہ میں نہ ہو
اور کلمہ ولم یکن لہ کفوا احد دلالت کرتا ہے اور یہ تینوں باتیں اسکے بیان قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سارے
سورے تفصیل کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی ہے۔ یہ اسرار قرآن مجید کے ہیں اور
اسطرح کے اسرار بے انتہا ہیں چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

اور اسی وجہ سے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ قرآن کے علوم کی بحث کرو اور اوسکے
عجائبات تلاش کرو کہ اوسمین علم اگلون اور پچھلون کا ہے اور واقع مین اونکا قول درست ہے
اسرار قرآنی کو وہی جانے جو اوسکے ایک ایک کلمہ کو خوب غور کرے اور فہم بھی صاف ہو اور باریکی
مین یہان تک کہ اوسکو ثابت ہو جاوے کہ بیشک یہ کلام جبار قہار مالک قادر کا ہے اور حد طاقت
بشری سے خارج ہے اور اکثر اسرار قرآنی قصص اور اخبار کے ضمن مین ہین تو مرد عاقل کو چاہیے
کہ اونکے استنباط کا حریص ہو تا کہ اوسپر عجائبات قرآنی مین سے وہ امور منکشف ہون کہ جنکی
سامنے اور علوم مزخرفہ کو ہیچ جانے جو کلام مجید سے خارج ہے

دوسری فصل خداے تعالی کے حکم پر راضی ہونیکے معنی اور رضا کی حقیقت اور اوسکی فضیلت مین جاننا چاہیے کہ
واضح ہو کہ رضا محبت کے ثمرات مین سے ایک ثمرہ ہے اور مقربین کے اعلی مقامات مین سے ہے
اور اوسکی حقیقت اکثر لوگون پر مخفی ہے اور جو کچھ اوسپر تشابہ اور ابہام آجاتا ہے وہ اون پر
نہین کھلتا بدون اون لوگون کے جنکو خداے تعالی نے تاویل کا علم و فہم دیا ہے اور دین کی
سمجھ عنایت فرمائی ہے منکر تو یہانتک کہتے ہین کہ جو چیز مخالف اپنی خواہش کے ہے اوسپر رضا کیسے
ہوسکتی ہے اور کہتے ہین کہ اگر یہ ممکن ہو کہ یہ فعل الہی ہے ہر چیز پر رضا ہوسکتی ہے تو چاہیے کہ آدمی
کفر اور معصیت پر بھی راضی ہو جاوے اور کچھ لوگ ایسے مغالطے مین پڑ گئے کہ اونکا اعتقاد یہی
ہو گیا کہ فسق و فجور پر راضی ہونا اور اعتراض و انکار نکرنا یہ بھی خداے تعالی کے حکم کو ماننے مین
داخل ہے اور اگر یہ اسرار صرف احکام ظاہری کے سننے ہی سے آدمی پر کھل جایا کرتے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباسؓ کے حق مین یہ دعا نہ مانگتے کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ
وَعَلِّمْہُ التَّاْوِیْلَ اسلیے ضرور ہوا کہ ہم فضیلت رضا کی اور حکایات راضی شخصون کے اور
رضا کی حقیقت اور مخالف خواہش کے اوسکا ممکن ہونا بیان کرین اور آخر کو لکھینگے کہ
بعض امور ایسے ہین جو رضا کی تمامی مین خیال کیے جاتے ہین مثلاً دعا نکرنا اور معاصی پر
سکوت کرنا حالانکہ وہ رضا مین نہین ہین اور اس فصل مین پانچ بیان ہین

پہلا بیان رضا کی فضیلت مین ۔ رضا کی فضیلت جو آیات مین وارد ہے وہ یہ ہے
کہ اللہ تعالی فرماتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اور فرمایا ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ اور منتہاے احسان یہ ہے کہ خداے تعالی اپنے بندہ سے راضی ہو اور یہ اوس
صورت مین ہوتا ہے کہ بندہ خداے تعالی سے راضی ہو اور فرمایا وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۱۵۱

ف ۔ اتّی دہکو ... بیان ہو چکا ہے کہ اوسکی تاویل یعنی معنی مقصود نکالنے ۔ بخاری و مسلم وعلّمہ التاویل نہین ہے اوسکو احمد نے نقل کیا ہے اور باقی کلام مین ... [illegible]

[illegible]

ورضوان من اللہ اکبر اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو جنات عدن سے بڑھکر
فرمایا جیسا ذکر کو نماز سے بڑھکر ارشاد فرمایا ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء
والمنکر ولذکر اللہ اکبر یعنی جس طرح کہ نماز میں جس ذات کا ذکر ہوتا ہو اسکا مشاہدہ
نماز کی نسبت کہ زیادہ ہو اسی طرح رضا مالک جنت کی جنت کی نسبت کہ اعلیٰ اور اشرف ہو
بلکہ جنتیوں کا نہایت مطلوب یہی ہے کہ باشندوں کی جو اور حدیث شریف میں وارد ہو کہ خداوند تعالیٰ
اہل جنت پر تجلی فرماویگا اور ارشاد کریگا کہ مجھ سے سوال کرو وہ لوگ عرض کرینگے کہ تیری
رضا چاہتے ہیں پس دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا نہایت درجے کی فضیلت رضا کے لیے
معلوم ہوتی ہو اور بندہ کی رضا کی حقیقت ہم عنقریب بیان کرینگے یہاں ذکر رضائے
الٰہی کا ہے سو وہ اور معنی رکھتی ہے جو خداوند تعالیٰ کی ذات میں محبت کے باب میں
ہم لکھ آئے ہیں اسکی حقیقت کو قبول نہیں بنا سکتے اسلیے کہ خلق کی عقل ادراک سے قاصر ہو
اور جو شخص اسکے سمجھنے پر قادر ہو تو وہ اسکو دوسرے کے بتلانے کی ضرورت نہیں آپ ہی آپ اسکی
حقیقت اسکو معلوم ہو جاویگی بہر حال یہ کہ خداوند تعالیٰ کی رضا کا ذکر اسلیے بڑھکر کوئی رتبہ
نہیں اور جنت والوں نے جو رضا کی درخواست کی تو اسکی وجہ یہ تھی کہ رضا موجب دوام
نظر کی ہوگی اور اسکو نہایت مقصود اور انتہائی مطالب جانا یعنی جب لذت دیدار سے مشرف ہوئے
اور پھر حکم سوال کا ہوا تو یہی درخواست کی کہ یہ دیدار ہمیشہ رہے اور جان لیا کہ رضا سے بخشش
ہمیشہ کو حجاب مرتفع رہیگا اسلیے اسکی درخواست کی اور بعض مفسرین نے اس قول خداوندی
ولدینا مزید کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اہل جنت کے پاس خداوند جل و علی کے پاس سے تین تحفے
آوینگے ایک تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہدیہ ہوگا کہ جنت میں اس جیسا جنتیوں کے پاس
نہ ہوگا چنانچہ اس آیت میں ذکر ہو فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور دوسرا تحفہ
خداوند تعالیٰ کی طرف سے اونپر سلام کا ہوگا کہ یہ ہدیہ سے بڑھکر ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی
سلام قولا من رب رحیم اور تیسرا تحفہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویگا کہ میں تم سے
راضی ہوں یہ قول ہدیہ اور سلام دونوں سے افضل ہوگا اسلیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ورضوان
من اللہ اکبر یعنی رضائے الٰہی تمام لذت و نعمت سے جو جنتیوں کو میسر ہوگی بڑھکر ہی
اس سے فضل رضائے الٰہی کا معلوم ہوا اور ثمرہ بندے کی رضا کا اور رضا کی فضیلت اخبار میں
بھی وارد ہی چنانچہ روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ اصحاب سے پوچھا کہ

سلام بولا ہوا رب مہربان سے

اور رضامندی خدا کی سب سے بڑی ہے

کہ تم کیا ہو او نہوں نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہیں آپ نے فرمایا کہ تمھارے ایمان کی علامت کیا ہے
عرض کیا کہ بلا پر صبر کرتے ہیں اور وسعت کے وقت شکر کرتے ہیں اور قضا کے مواقع پر
راضی رہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ ایماندار ہو اور دوسری حدیث میں ہے کہ
حُكَمَاءُ عُلَمَاءُ كَادُوْا مِنْ فِقْهِهِمْ اَنْ يَكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ اور ایک حدیث میں ہے
طُوْبٰى لِمَنْ هُدِيَ لِلْاِسْلَامِ وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا وَرَضِيَ بِهٖ اور فرمایا ہے مَنْ رَضِيَ مِنَ اللّٰهِ
تَعَالٰى بِالْقَلِيْلِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ اور فرمایا اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ
عَبْدًا ابْتَلَاهُ فَاِنْ صَبَرَ اجْتَبَاهُ فَاِنْ رَضِيَ اصْطَفَاهُ اور فرمایا
کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو خداے تعالی میری امت کے ایک گروہ پر عنایت فرماویگا
وہ اپنی قبروں میں سے اڑکر جنت کی طرف جاوینگے اور اوس میں جسطرح جہاں چاہینگے وہاں
مزے اڑاوینگے اونسے فرشتے پوچھینگے کہ تم حساب دیکھ چکے وہ کہینگے کہ ہمنے تو حساب نہیں دیکھا
فرشتے پوچھینگے کہ تم پل صراط سے اوتر چکے وہ جواب دینگے کہ ہمنے تو وہ بھی نہیں دیکھا
پھر پوچھینگے کہ تم نے دوزخ کو دیکھا وہ کہینگے ہمنے تو کچھ نہیں دیکھا فرشتے کہینگے کہ تو پھر
تم کس شخص کی امت میں سے ہو وہ کہینگے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہیں وہ
پوچھینگے کہ ہم تمکو قسم دیتے ہیں سچ بتاؤ کہ تمھارے اعمال دنیا میں کیا تھے وہ کہینگے کہ دو
خصلتیں ہم میں تھیں جنکے باعث خداے تعالی کے فضل سے ہم اس رتبے کو پہنچے ایک تو
کہ جب تنہا ہوتے تو خداے تعالی کی نافرمانی سے حیا کیا کرتے دوسرے جسقدر ہمارے لیے
مقدر کردیا تھا اوسپر راضی رہتے فرشتے کہینگے کہ تب تو یہ حال تمھارا ہونا ہی چاہیے اور ایک
حدیث شریف میں ہے کہ يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ اَعْطُوا اللّٰهَ الرِّضٰى مِنْ قُلُوْبِكُمْ تَظْفَرُوْا
بِثَوَابِ فَقْرِكُمْ وَاِلَّا فَلَا اور حضرت موسی علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ بنی اسرائیل نے اونکی
خدمت میں عرض کیا کہ اپنے رب سے ہمارے لیے کوئی ایسا کام پوچھیے کہ جب ہم اوسکو
کریں تو وہ ہم سے راضی ہو حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی جو
کچھ یہ کہتے ہیں تو نے سنا حکم ہوا کہ اے موسی انسے کہدے کہ مجھ سے راضی رہیں تاکہ میں انسے
راضی ہوں اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَعْلَمَ مَا لَهُ
عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلْيَنْظُرْ مَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى
يُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْهُ حَيْثُ اَنْزَلَهُ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِهٖ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی خبر میں ہے

کہ خدای تعالی فرماتا ہی کہ میرے اولیا کو دنیا کی فکر سے کیا کام ہی فکر دنیا دور کی میری مناجات کی
حلاوت ان کے دلون سے کہو دیتا ہی ای داؤد میں اپنے اولیا سے یہ بات محبوب جانتا ہون
کہ روحانی ہون کچہہ غم نکرین ۔ اور روایت ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے خدا سے یہ عرض کیا
کہ الہی مجکو وہ بات بتا دے جسمین تیری رضا ہی تاکہ مین اوسکو کرون حکم ہوا کہ میری رضا تیری
ناخوشی میں ہی تو اپنے دل میں اوسکی طاقت نہین پاتا … کرنیکا عرض کیا کہ وہ کونسی بات ہی ارشاد ہو
حکم ہوا کہ میری رضا اسمین ہی کہ میری قضا پر تو راضی رہے ۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے
اپنی مناجات میں یہ عرض کیا کہ الہی تیری مخلوق میں سے کونسی تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہی
ارشاد ہوا کہ جس سے مین اوسکی محبوب چیز لیلون تو مجہسے صلح رکہے عرض کیا کہ پہر وہ کون
ہی جس پر تو خفا ہوتا ہی حکم ہوا کہ وہ ایک ہی کہ کسی کام میں مجہسے خیر کی طلب کرے مین جب اوسکے
لیے حکم کر دیتا ہون تو میرے حکم سے ناخوش ہوتے ہین ۔ اور ایک روایت اس سے بہی
سخت ہی کہ خدای تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ مین ہی معبود ہون سوا میرے نہین جو میری مصیبت پر صبر نکرے
اور میری نعمتون کا شکر نکرے اور میرے حکم پر راضی نہو وہ اوسکو چاہیے کہ میرے سوا کوئی
اور رب بنا لے اور اسی طرح ایک حدیث میں بہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہی مروی ہی
کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ مین نے سب مقادیر کو مقدر کیا اور اونکی تدبیر کی اور کام کو محکم کیا جس
جو راضی ہوا تو اوسکے لیے میری رضا ہی یہان تک کہ مجہسے ملے اور جو ناخوش ہوا اوسکے لیے
میری خفگی ہی یہان تک کہ میرے پاس آوے اور ایک حدیث میں بہی مشہور ہی کہ خدای تعالی
فرماتا ہی مین نے خیر و شر دونون پیدا کیے ہین پس اچہا حال وہ ہی جسکو مین نے خیر کے لیے پیدا کیا
اور اوسکے ہاتہون کو خیر پر چلایا اور برائی ہی اوسکی جسکو مین نے شر کے لیے بنایا اور شر کو
اوسکے ہاتہون پر جاری کیا اور بلا کی پر بلا کی ہی اوسکی جسنے چون و چرا کیا ۔ اور اخبار پیشین میں
مروی ہی کہ ایک پیغمبر نے دس برس تک خدای تعالی سے بہوک اور مفلسی اور جوون کی شکایت
کی مگر کچہہ مفید نہ پڑی پہر اللہ تعالی نے اونپر وحی بہیجی کہ تو اسطرح کب تک شکایت کرتا رہیگا
میرے یہان ام الکتاب مین پیدایش زمین و آسمان سے پہلے تیرا حال اسیطرح لکہا ہوا اور وہی
ہوتا جاتا ہی مین نے دنیا کی پیدایش سے پہلے تجہہ پر اسیطرح حکم کیا ہی اب کیا تو یہ چاہتا ہے کہ
تیرے لیے مین نئے سرے سے دنیا دوبارہ بناؤن یا یہ چاہتا ہی کہ جو مین نے تیرے لیے مقدر کیا ہی
اوسکو بدل دون تو جو تو چاہے اوسے پسند کرے وہ میری خواہش اور پسند سے بڑہکر ہو قسم ہی

اپنی عزت وجلال کی اگر یہ بات تیرے دل میں کہٹکی تو تیرا نام دفتر نبوت سے محو کر دیا جاویگا
اور روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چہوٹا لڑکا آپکے بدن پر چڑہتا اوترتا تہا
یعنی آپکی پسلیوں پر سیڑہی کی طرح پاؤں رکہہ کر سر تک چڑہ جاتا اور پہر ویسا ہی اوترتا
اور آپ اپنا سر زمین کی طرف ڈالے بیٹہے اور کچہ نہ کہتے سر اوٹہاتے آپکے کسی لڑکے نے
عرض کیا کہ ابا جان یہ آپکے ساتہہ کیا کرتا ہے آپ اسکو منع نہیں فرماتے آپ نے فرمایا کہ بیٹا میں نے
دیکہا اور جانتا ہوں جو تمکو معلوم نہیں ایک حرکت میں نے کی تہی تو اوسکی سزا میں کرامت
اور آسایش کے گہر سے خواری اور بدبختی کے گہر میں اوتار دیا گیا اب ڈرتا ہوں کہ اگر دوسری حرکت
کروں تو اور نجانوں کیا مصیبت پیش آویگی ۔ اور حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہیں کہ میں نے
دس برس خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی اگر میں نے کوئی کام کیا تو آپنے یہ نفرمایا
کہ کیوں کیا اور اگر نکیا تو یہ نفرمایا کہ کیوں نکیا اور جو چیز ہو گئی تو اوسکو یہ نفرمایا کہ کاش نہوتی
اور اگر نہوئی تو یہ نکہا کہ کاش ہوتی اور اگر آپکے گہر والوں میں سے کوئی جہگڑتا تو فرماتے
کہ اسے چہوڑ دو جو تقدیر میں کچہہ ہونا ہے وہی ہوگا ۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام کو وحی
بہیجی کہ اے داود تو بہی چاہتا ہے اور میں بہی چاہتا ہوں اور ہوگا وہی جو میں چاہتا ہوں پس
اگر تو میرے چاہے پر راضی ہوگا تو میں تیری خواہش سے تجہکو کافی ہونگا اور اگر تو میری خواہش
نہ مانیگا تو تجہکو تیری خواہش میں مشقت میں ڈالونگا پہر بہی وہی ہوگا جو میں چاہونگا اور آثار میں
بہی فضیلت رضا کی بہت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں اول جو لوگ جنت میں
بلائے جاوینگے وہ وہ ہونگے جو ہر حال میں اللہ تعالی کی حمد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں اچہی
سمجہتے ہیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہیں کہ مجہکو سوای موقع حکم الہی کے اور کوئی خوشی
باقی نہیں رہی اور اونسے جو لوگوں نے پوچہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں آپنے فرمایا کہ جو کچہہ خدا تعالی
میرے لیے حکم کرے ۔ اور میمون بن مہران رح فرماتے ہیں کہ جو شخص حکم الہی پر راضی نہو تو اوسکی
بیوقوفی کا کچہہ علاج نہیں اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ اگر تو تقدیر الہی پر درست نرہیگا تو
اپنے نفس کی تقدیر پر بہی درست نرہیگا ۔ اور عبد العزیز ابن ابی داود رح فرماتے ہیں کہ جو کی روٹی
سرکہ کے ساتہہ کہانے میں اور اون پہننے میں شان نہیں ہے بلکہ شان درویشی خدای عزوجل سے
راضی رہنے میں ہے ع درویش صفت باش و کلاہ تتری دار ۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رض
فرماتے ہیں کہ اگر میں آگ کی چنگاری چاٹوں جو جلادے سو جلادے اور چہوڑدے سو چہوڑدے

ف یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے ۱۲

[illegible]

راضی ہوتا ہو جس بات سے کہ غلام اپنے آقا سے راضی ہوتا ہے اسعد بن ... پوچھا کہ
کس طرح ہو اونھوں نے فرمایا کہ دنیا میں جو غلام کی ہوتی نہیں ہو آقا جس بات سے خوش ہو وہ خوشی
کہا کہ اس کی غرض ہوتا ہو کیسے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی ہوتی ہیں بندوں سے جو کہ محبوب ہوتا ہو
کہا جس کو راضی ہوتا ہے اور حضرت سہل رحمہ فرماتے ہیں کہ بندوں کا یقین سے اونکا حصہ ہو رضا کا
بقدر کہ وہ رضا سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور رضا سے بہرہ ور ہوتا ہو جتنا وہ خدا تعالیٰ کے
ساتھ زندگی کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان اللہ عزوجل
بحکمتہ وجلالہ جعل الروح والفرح فی الرضا والیقین وجعل الغم والحزن فی الشک والسخط

دوسرا بیان رضا کی حقیقت میں اور جو اسکا بیان ہے کہ خلاف خواہش کے جو کچھ ہو کر
واقع ہو اسکو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خواہش کے خلاف ہوتی ہیں اور تمام مصائب میں ... ہوتا ہے
رضا کا وجود متصور نہیں وہ لوگ گویا منکر محبت ہیں لیکن جب محبت الٰہی کا وجود اور تمام ہمت
اوسی میں مستغرق ہونا ثابت ہو تو ظاہر ہے کہ محبت اس بات کی مقتضی ہو کہ محب اپنے محبوب کے
افعال سے راضی ہو اور یہ راضی ہونا دو طرح کا ہوتا ہو ایک تو یہ کہ رنج کا معلوم ہونا بالکل جاتا رہے
یہاں تک کہ اگر کوئی زخم ایسا ہو جیسے تیر یا شمشیر کا تو اوسکی تکلیف اور درد معلوم
جیسے کوئی لڑنے والا کہ غصہ یا خوف کی حالت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زخم لگتا ہو اور اسکو معلوم
نہیں ہوتا یہاں تک کہ جب خون کو دیکھتا ہو تو پتا چلتا ہو کہ زخم لگا ہے بلکہ اگر کوئی کام میں لگا ہو
تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پاؤں میں کانٹا لگ جاتا ہے اور اوسکی تکلیف معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ
دل دوسری طرف لگا رہتا ہو اسی طرح اگر کند استرے سے پچھنے لگائے یا بال بنوائے سے
تو اوس سے آدمی کو ایذا ہوتی ہو لیکن اگر دل لگا ہو کسی امر میں متردد رہتا ہو تو پچھنے
لگانے والا اور نائی اپنے کام سے فارغ ہو جاویگا اور اوسکو خبر بھی نہ ہوگی اور یہ جب ہی ہے کہ
جب دل کسی امر میں مستغرق اور نہایت درجے کو مشغول ہوتا ہے تو اوسکے سوا اور کسی چیز کا
ادراک نہیں کرتا اسی طرح عاشق جسکی ہمت اپنے معشوق کے مشاہدے یا محبت میں مستغرق ہو
اوسکو بعض اوقات ایسے امور پیش آتے ہیں کہ اگر عشق نہ ہوتا تو اوس سے رنج و غم اور درد معلوم
ہوتا مگر دل پر جوش محبت ہونے سے کچھ بھی درد و غم نہیں پاتا پھر یہ سبب غیر محبوب کی طرف سے
مصیبت آئیگی اور رنج ہوتا ہو تو خود محبوب کی طرف سے اگر مصیبت آویگی تو کیسے رنج ہوگا
اور دل کا مشغول ہونا محبت و عشق میں ایک بڑا شغل ہو اور جب تھوڑے سے درد کا محسوس

(۴) [illegible]

ہونا بلکہ [illegible] محبت [illegible] میں [illegible] ہونا بھی ہو سکتا ہے
اسلئے [illegible] محبت کی [illegible] اور جس طرح کہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] جو شخص فاقہ [illegible]
[illegible] ایسا اچھا [illegible]
[illegible]
جو خدا تعالی کے یہاں ذخیرہ ہے [illegible] اوس کے پاس سے جاتی رہی ہے جیسا کہ
تو بیشک جو [illegible] خدا تعالی کیطرف سے آویگی اوسپر راضی ہوگا اور اوسکی رغبت کریگا اور اچھا
جانیگا اور خدا تعالی کا شکر اوسپر کریگا ۔ ادنی درجہ یہی ہے کہ اوس ثواب اور احسان کا
لحاظ رکھے جو اوسکو مصیبت کے عوض ملیگا ۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ محبت [illegible]
مراد اور رضا ہی چاہا [illegible] ہو جاتے [illegible] سب باتیں خلق کی [illegible]
دیکھی جاتی ہیں وصف کرنے والوں نے اپنی نظم و نثر میں انکو بیان کیا ہوا ہے [illegible]
بات نہیں صرف لحاظ ہے مثلا ہرن کے جمال کا ہی جو آنکھ سے [illegible] ہے اس حال کو

دیکھو تو صرف گوشت اور پوست و خون ہی جیسا کہ سمجھا ہے اور خاک کا پتلا ہی ہوتی ہے اور اسکا آغاز
ایک نطفہ ناپاک ہے اور اسکا انجام ایک پلید مردار اور بیچ میں پاخانہ کو اوٹھائے پھرتا ہے
اور اگر دیکھو کہ جب تک آنکھ نہیں ہے اکثر دھوکا کھاتی ہے بڑی چیز کو چھوٹی اور بڑی دیکھتی ہے اور دور
کی چیز کو چھوٹی اور پاس کی کو بڑا دیکھتی اور بدصورت کو خوبصورت پس جب ایسی حالت میں محبت کا
یہ حال ہو جاتا ہے تو جمال ازلی اور ابدی کی محبت میں یہ امر کیسے محال ہو سکتا ہے اور جمال کے
کمال کی تو کچھ نہایت ہی نہیں اور اسکا ادراک چشم بصیرت سے ہوتا ہے جس میں کبھی غلطی
نہیں ہوتی اور نہ اسپر موت آتی ہے بلکہ بصیرت باطنی بعد موت کے باقی رہتی ہے اور خدا کے
نزدیک زندہ اور اوسکے رزق سے خوش ہو کر بعد موت زیادہ تیز اور انکشاف سے
بہرہ ور ہوتی ہے اس بات کو اگر چشم عبرت سے دیکھو تو صاف ظاہر ہے اور اسکا پایا جانا اور عاشقوں کے
احوال اور اقوال اسپر شاہد ہیں چنانچہ حضرت شبلی رحمہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا اثر محبت
وہ اوس کے کلانا نہیں چاہتا اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد سری سقطی سے
پوچھا کہ عاشق کو بلا کی تکلیف ہوتی ہے یا نہیں اونہوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا اگرچہ
تلوار سے مارا جائے فرمایا کہ ہاں اگرچہ ستر ضربیں ایک پر ایک لگائی جاویں اور بعض اکابر فرماتے ہیں
کہ جو کچھ ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور اوسکو پسند ہے یہاں تک کہ اگر وہ مجھ سے لیئے دوزخ پسند کرے
تو میں دوزخ میں جانا محبوب جانتا ہوں اور بشر بن الحارث رحمہ کہتے ہیں کہ بغداد کے
شرقیہ میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اوسکے ہزار کوڑے لگے اور اوسنے اف نہ کیا بعد اوسکے
قید خانہ میں لیگئے میں اوسکے پیچھے گیا اور پوچھا کہ تجھکو کیوں مارا اوسنے کہا اسلئے کہ میں عاشق ہوں
میں نے کہا کہ تو کیسا چپکا رہا اوسنے کہا کہ میرا معشوق میرے سامنے مجھکو دیکھتا تھا میں نے کہا
پھر کیا اچھا ہو جو تو معشوق حقیقی کی طرف دیکھے یہ سنکر اوسنے ایک چیخ ماری اور گرا اور مر گیا
اور یحیی بن معاذ رازی رحمہ فرماتے ہیں کہ جب اہل جنت خدا تعالی کی طرف دیکھینگے تو آٹھ سو برس تک
اونکے لئے اونکی آنکھیں اوٹھکر دلوں میں چلی جاوینگی اور بعض کہتے ہیں کہ اونکی طرف سے آنکھ
تو اب بتاؤ کہ جو دل اوسکے جمال و جلال میں پڑ گیا ہو کہ اگر جلال کو دیکھیں تو فنا ہو
اور جمال پر نظر کریں تو حیران ہوں اونکا کیا حال ہوگا اور بشر رحمہ کہتے ہیں کہ میں
سفر میں جزیرہ عبادان کا قصد کیا وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ اندھا اور کوڑھی اور مجنون
اور مرگی زدہ ہو اور چیونٹیاں اوسکا گوشت کھا رہی ہیں میں نے اوسکا سر اوٹھا کر اپنی گود میں

رکھ لیا اور کچھ کتنا رہا جب اوسکو ہوش آیا تو کہا یہ کون اجنبی آدمی ہے جو میرے اور میرے پروردگار کے معاملہ میں دخل دیتا ہے اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ ڈالیگا تب بھی تو میں اوسکی محبت زیادہ ہی کرونگا بشر کہتے ہیں کہ بعد اس معاملہ کے جب کبھی مجھکو اسطرح کا معاملہ بندے میں اور پروردگار میں معلوم ہوا میں نے کبھی اوسکو برا نہیں جانا۔ اور ابو عمرو محمد بن اشعث رحمہ فرماتے ہیں کہ مصر والے چار مہینے تک ایسی طرح سے رہے کہ اونکی غذا بجز دیدار حضرت یوسف علیہ السلام کے اور کچھ نہ تھی جب اونکو بھوک لگتی آپکی صورت دیکھ لیتے وہ لذت جمال بھوک کی تکلیف اونکو معلوم ہونے نہ دیتی تھی اور قرآن مجید میں اس سے بھی زیادہ معاملہ مذکور ہے یعنی عورتیں جمال حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسی فریفتہ ہوئیں کہ چھری سے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ اور سعید بن یحییٰ کہتے ہیں کہ بصرے میں عطاء بن مسلم کی سرائے میں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ چھرا ہاتھ میں لیے پکار پکار لوگوں سے بیچ میں کہہ رہا تھا

قطعہ

ہے قیامت سے بڑا تیری جدائی کا روز — آہ اس درد جدائی سے تڑپنا ہے بہت
بوسہ وہ کون سے میں لوں نہیں میرا کچھ — بلکہ کرتی ہے حقیقت میں مری جان سے فرق

پھر چھری سے اپنا پیٹ چیر کر مر گیا میں نے اوسکا حال پوچھا تو لوگوں نے مجھسے کہا کہ کسی بادشاہ کا ایک غلام یہ عاشق تھا ایک روز صرف وہ اس سے محجوب رہا اوسکے لیے اپنے یہ حال کیا۔ اور روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا کہ مجھکو وہ شخص بتاؤ جو زمین میں سب سے زیادہ عبادت کرتا ہو حضرت جبریل نے ایک شخص کو بتلایا کہ جذام نے اوسکے ہاتھ اور پاؤں علیحدہ کر دیے تھے اور کان اور آنکھیں غارت کر دی تھیں آپ نے سنا کہ وہ یہ کہتا تھا الٰہی جب تک تو نے چاہا ان اشیا سے مجھکو فائدہ دیا اور جب تو نے چاہا اونکو مجھسے چھین لیا اے نیکوکار اور مطلب پر پہونچانے والے مجھکو تو قطع اپنی ذات کی باقی رہنے سے یہ کیا تھوڑی ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض کا ایک لڑکا بیمار ہوا آپکو بہت شدت سے غم ہوا یہانتک کہ لوگوں کو خوف ہوا کہ مبادا اس لڑکے کے سبب آپکو کچھ ہو جاوے وہ لڑکا جب مر گیا تو آپ اوسکے جنازے کے ساتھ ہوے اور کسی شخص کو ایسی خوشی چہرے پر نہ ہوگی جیسی اوسوقت آپکو تھی لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھکو اوسکی بیماری سے اوسپر ترس آتا تھا اسلیے غمگین تھا اب جو مشیت الٰہی ہوگئی تو میں اوسپر خوش ہوں اور حضرت مسروق رحمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں تھا اوسکے پاس ایک کتا اور ایک گدھا اور ایک مرغ تھا مرغ تو نماز کے واسطے جگایا کرتا تھا اور گدھے پر پانی اور خیمہ وغیرہ چیزیں لاد لاتا تھا اور کتا حفاظت کیا کرتا تھا اتفاقاً ایک لومڑی آئی اور مرغ کو پکڑ لے گئی اوس شخص کے گھر والوں کو مرغ کا رنج ہوا

گر وہ شخص نیک بخت تھا اوسنے کہا کہ اسمین بہتری ہوگی پھر ایک بھیڑیا آیا اور اوسنے گدھے کا پیٹ پھاڑ ڈالا
وہ مر گیا اوسپر بھی لوگون نے رنج کیا اوسنے یہی کہا کہ اسمین بہتری ہوگی پھر کتا بھی مر گیا تب بھی
اوسنے یہی کہا کہ اسمین بہتری ہوگی پھر ایک روز صبح کو اوسکے گھر والون نے دیکھا کہ اونکے گرد و پیش
کے لوگ غلامی مین گرفتار ہو گئے اور وہ باقی رہ گئے اور وجہ اونکی گرفتاری کی یہ ہوئی کہ کتے اور گدھے
اور مرغون کی آواز سنکر لوگ پکڑ لیگئے انکے یہان سب پہلے جا چکے تھے یہ محفوظ رہے تو اون چیزون کے
ہلاک ہونے مین یہ حکمت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خداے تعالی کے الطاف خفی کو جانتا ہے وہ
ہر حال مین اوسکے فعل سے راضی رہتا ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک شخص اندھے
برص والے اپاہج دونون طرف سے فالج زدہ پر گذرے کہ اوسکا گوشت جذام کے باعث بکھر گیا تھا
اور وہ یہ کہتا تھا کہ شکر ہے اوس خدا کو جسنے مجکو اوس بلا سے عافیت دی جسمین بہتون کو مبتلا
کر رکھا ہے حضرت عیسی علیہ السلام نے اوس سے کہا کہ بھلا وہ کونسی مصیبت ہے جو تیرے اوپر نہین
اوسنے کہا کہ اے روح اللہ مین اوس شخص سے بہتر ہون جسکے دل مین خداے تعالی نے وہ چیز نہین ڈالی
جو میرے دل مین اپنی معرفت سے ڈالی ہے آپنے فرمایا کہ درست کہتے ہو اپنا ہاتھ لاؤ اوسنے
ہاتھ دیا آپکے ہاتھ مین آتے ہی چہرہ سب سے عمدہ اور صورت بہت اچھی ہو گئی اور اوسکا سب مرض جاتا رہا
وہ شخص حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ رہکر عبادت کرنے لگا۔ اور حضرت عروہ بن زبیر کا پانو گل گیا تھا
اونھون نے زانو سے پانو کٹوا دیا پھر فرمایا کہ خداے تعالی کا شکر ہے جسنے مجھسے ایک لے لیا تیری ذات
کی قسم ہے اگر تونے لے لیا تو تونے ہی باقی رکھا تھا اور اگر تونے بیمار کیا تو تونے ہی عافیت
دی تھی پھر اوس رات بھی ورد پڑھنے سے نہ رہے۔ اور حضرت ابن مسعود فرماتے کہ مفلسی و توانگری دو
سواریان ہین مجکو پروا نہین کسی پر چڑھ جاؤن فقیری مین تو صبر ہے اور توانگری مین داد و دہش
اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ مجکو ہر ایک مقام سے ایک کیفیت حاصل ہوئی ہے
سواے رضا کے کہ اوسمین سے مجکو صرف ایک ہوا سی لگی ہے اور اسپر اگر اللہ تعالی تمام خلق کو
جنت مین داخل کرے اور مجکو دوزخ مین تو مین اسپر راضی ہون۔ ایک عارف سے لوگون نے کہا
کہ تمکو رضا کا انتہی مرتبہ حاصل ہو گیا ہے کہ نہین اوسنے کہا کہ انتہی مرتبہ تو نہین ملا مگر مقام رضا مین
پہونچ گیا ہون اگر خداے تعالی مجکو دوزخ کا پل بنا دے کہ لوگ میرے اوپر کو گذر کر جنت مین جاوین
پھر اپنی قسم سچی کرنے کو مجھسے ہی دوزخ کو بھر دے تو اوسکے اس حکم کو مین پسند کرون اور اوسکی
تقسیم پر راضی رہون۔ اور یہ کلام ایسے شخص کا ہے جسکی ہمت قطعاً محبت مین مستغرق ہو رہی تھی یہانتک

کر اوسکا آتش دوزخ کی تکلیف بالکل محسوس نہو اور اگر ہو بھی تو وہ لذت حصول رضاء محبوب میں چھپ جاوے
یعنی جب اوسکو اس بات کا مزا ملے کہ مجھکو دوزخ میں ڈالنے سے اوسکی رضا پوری ہوگی اور اوسکی
رضا مجھے نہایت دوست ہے تو اس لذت کے سامنے دوزخ کی تکلیف اگر ہوگی بھی تو دب جاوے اور یہ غلبہ کرنا اس
حالت کا گو فی نفسہ محال نہیں مگر ہم جیسے ضعیفوں کے حالات کی نسبت اگرچہ بعید معلوم ہوتا ہو لیکن
جو ضعیف کہ کسی حیثیت سے عاجز ہوا اوسکو نہ چاہیے کہ زبردستوں کے حالات کا منکر ہو اور گمان کرے
کہ جس امر میں میں عاجز ہوں اوس سے اولیا بھی عاجز ہیں۔ اور رودباری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے
ابو عبد اللہ بن جلا دمشقی سے پوچھا کہ یہ جو فلاں شخص کا قول ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میرا جسم
مقراضوں سے کاٹا جاوے اور تمام خلق اوس کی اطاعت کریں اسکے کیا معنی ہیں اونھوں نے
فرمایا کہ میاں صاحب اگر یہ قول بطریق تعظیم و اجلال کے ہے تب تو مجھکو معلوم نہیں اور اگر خلق کی خیر خواہی
اور شفقت سے مروی ہوا ہے تو البتہ جانتا ہوں راوی کہتے ہیں کہ اسکے بعد اونکو غش آگیا۔ اور
عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو استسقا کا مرض تھا تیس برس تک پشت پر لیٹے رہے نہ اوٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے
قضاے حاجت کے لیے پانوں کے پاس کا تخت چیرا گیا تھا اونکے پاس مطرف اور اونکے بھائی علا
آئے پس مطرف اونکے بھائی اونکا حال دیکھکر رونے لگے اونھوں نے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو کہا کہ تمکو اس
اور بڑی سختی میں دیکھکر روتا ہوں اونھوں نے فرمایا کہ مت رو اسواسطے کہ جو چیز خداے تعالیٰ کو پسند ہو
محبوب ہو وہی مجھکو زیادہ پسند ہو اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں غالبا خداے تعالیٰ اوس سے تمکو
نفع دیگا مگر میرے مرنے تک تم اوسکو کسی سے مت کہنا وہ بات یہ ہے کہ فرشتے میری زیارت کو آتے ہیں
میں اون سے انس پاتا ہوں اور مجھکو سلام کرتے ہیں میں اونکا سلام سنتا ہوں اس سے میں جانتا ہوں کہ
یہ بیماری میرے حق میں نعمت ہے وہ عذاب نہیں کیونکہ جو شخص اپنی مصیبت میں ایسا امر دیکھے وہ کیسے بھلا وہ
کیسے راضی نہو۔ اور مطرف کہتے ہیں کہ ہم سوید بن شعبہ کی عیادت کو گئے ہم نے دیکھا کہ ایک کپڑا اوپر
پڑا ہے گمان ہوا کہ اوسکے نیچے کچھ نہیں یہانتک کہ اونکے منہ پر سے کپڑا اوٹھایا گیا اونکی بی بی نے کہا کہ
آپکو کیا کھلاؤں کیا پلاؤں اونھوں نے کہا کہ لیٹے لیٹے کمر میں زخم ہوگئے ہیں چوتڑ چھل گئے اور دبلا اتنا
ہوگیا ہوں کہ استقدر مدت سے کھانا پینا متروک ہے مگر مجھکو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اس کیفیت میں
ناخن کی برابر بھی میں کمی کروں۔ اور جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ میں تشریف لائے اور اونکی آنکھیں
جاتی رہی تھیں لوگ اونکے پاس جوق جوق دوڑے چلے آتے تھے اور آپ سے دعا کی درخواست کیا
کرتے تھے آپ ہر ایک کے لیے دعا مانگتے تھے اور وجہ دعا منگوانے کی یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے

حضرت عبداللہ بن السائب کہتے ہیں کہ میں بچپن ہی اون دنوں لڑکا تھا آپکی خدمت میں آیا اور آپ کو اپنا
نشان بتایا آپ نے مجھکو پہچانا اور فرمایا کہ اہل مکہ کا تو قاری ہے میں نے کہا کہ البتہ پھر اور گفتگو ہوئی
یہان تک کہ آخر کو مین نے کہا کہ چچا جان آپ اوروں کیواسطے دعا کرتے ہیں اپنے واسطے بھی دعا
فرمائیے کہ خداے تعالی آپکی بینائی جون کی تون کردے آپنے تبسم فرماکر کہا کہ بیٹا خداے پاک کے
حکم کی رضا میرے نزدیک بینائی سے اچھی ہے اور ایک صوفی کا لڑکا چھوٹا سا تین دن تک ملا اور نہ اوسکا
حال معلوم ہوا لوگون نے اوس سے کہا کہ آپ خداے تعالی سے دعا مانگیے کہ اوسکو واپس لادے اوس نے
ملاتے اونھون نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالی نے مجھپر حکم کیا اوسپر اعتراض کرنا میرے نزدیک لڑکے
کے جاتے رہنے سے زیادہ سخت ہے۔ اور بعض عابد کہتے ہیں کہ مین نے ایک بڑا گناہ کیا تھا
جسکے عوض مین ساٹھ برس سے روتا ہون اور یہ عابد نہایت محنت عبادت مین کرتے تھے کہ کسیطرح
توبہ اوس گناہ سے قبول ہو لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ ہے اونھون نے فرمایا کہ ایک بات
ہوگئی تھی مین نے اوسکو کہا تھا کہ نہ ہوتی تو خوب ہوتا۔ اور بعض سلف کا قول ہے کہ اگر میرا جسم
مقراضون سے کترا جاوے تو میرے نزدیک اس بات سے محبوب ہے کہ جو چیز اللہ تعالی کی ہوا اوسکو
نہیں کہون کہ اگر نہ ہوتا تو خوب تھا۔ اور عبدالواحد بن زید کو کسی نے خبر دی کہ یہان ایک شخص ہے کہ
اوسنے پچاس برس عبادت کی ہے وہ اوسکے پاس گئے اور پوچھا کہ یار اپنا حال تو کہو محبت پر تم
قانع ہوے ہو کہ نہیں اوسنے کہا نہیں پوچھا کہ اوس سے انس ہوا کہ نہیں کہا نہیں پھر پوچھا کہ اوس سے
راضی ہوے ہو کہ نہیں اوسنے جواب دیا کہ نہیں کہا کہ تمکو اوسکے پاس سے بہرہ صرف نماز روزہ ہی ہے
اوسنے کہا کہ ہان اونھون نے کہا کہ تجھے مجھسے شرم نہ آتی ہے نہیں تو مین کہدیتا کہ تیرا پچاس برس کا
معاملہ اندر سے کھوٹا ہے یعنی اتنے دنون تک تیرے دل کا دروازہ نہ کھلا کہ اوس کے سبب اعمال
دلی کے درجات قرب کیطرف ترقی کرتا اب تک طبقات اصحاب یمین ہی مین رہا اسواسطے کہ تجھکو
اوس سے افزونی اعمال ظاہری ہی مین ہوئی جو عوام کو بھی ہوا کرتی ہے۔ اور ایک جماعت حضرت
شبلی رح کے پاس مارستان مین گئی جہان وہ قید تھے اور اپنے سامنے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے اون
لوگون سے آپنے پوچھا کہ تم کون ہو اونھون نے کہا کہ ہم آپکے دوست ہیں آپ اونکی طرف
ڈھیلے مارنے لگے یہان تک کہ وہ بھاگ گئے پھر آپنے کہا کہ تمکو کیا ہوا ہے تم میری محبت کا دعوی
کرتے ہو اگر سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو اور حضرت شبلی رح نے ایک شعر کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے
بادہ عشق الہی سے فنا ہے محبک کہ مین ہستا دو کہ عاشق تو ہوا اور سے

[illegible]

اور بعض عابدین اہل شام کا قول ہو کہ تم سب کے سب اللہ عزوجل سے اوسکی تصدیق کرتے ہوے ملوگے اور غالباً اوسکی تکذیب بھی کی ہوگی سوا اسکے کہ تم میں سے اگر کسی کی اونگلی سونے کی ہو تو اوس سے اشارہ کرنے لگتا ہے اور اگر اوسمیں کچھ خلل ہو تو اوسکو چھپاتا پھرتا ہے اس سے اونکی مراد یہ تھی کہ سونا خدا تعالیٰ کے نزدیک برا ہے اور لوگ اوس سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں اور بلا آخرت والوں کے حق میں نعمت ہے اوسکو برا جانتے ہیں۔ اور روایت ہے کہ بازار میں آگ لگی لوگوں نے حضرت سری رح کو خبر دی کہ بازار جل گیا اور تمہاری دکان نہیں جلی اونھوں نے فرمایا کہ الحمد للہ پھر کہا کہ میں نے الحمد للہ کیسے کہا صرف میں ہی بچا ہوں اور مسلمان تو نہیں بچے پس تجارت سے توبہ کی اور زندگی بھر دکانداری اسلیے چھوڑ دی کہ صرف اپنے بچنے پر الحمد للہ کہا تھا اس سے توبہ اور استغفار چاہی تو توبہ اور استغفار کیلیے کاروبار سے دست بردار ہوے پھر ان حکایات کو اگر تامل کرو تو معلوم ہوجاوے کہ خواہش کے مخالف بات پر رضا محال نہیں بلکہ وہ ایک بڑا مقام اہل دین کے مقامات میں سے ہی اور ثابت ہو چکا کہ محبت خالق میں اور اونکے حظوظ میں ہو پس ممکن ہے تو محبت الٰہی اور حظوظ اخروی میں بطریق اولی ممکن ہو اور یہ امکان دو طرح سے ہوگا اول تو یہ کہ تکلیف پر رضا بتوقع ثواب کے ہو جیسے فصد اور حجامت اور تلخی دوا پر رضا بتوقع شفا کے ہوتی ہے دوسرے یہ کہ رضا اوسپر اور کسی حظ کے لیے نہو صرف اس غرض سے ہو کہ یہ امر محبوب کی مراد اور مرضی ہے اور کبھی محبت اس درجے پر پہنچ جاتی ہے کہ عاشق کی مراد معشوق کی مرضی میں چھپ جاتی ہے اس صورت میں سب چیزوں سے زیادہ لذیذ اوسکے نزدیک محبوب کے دل کی خوشی اور اوسکی مرضی کے موافق کام کا ہونا ہوتا ہے گو اوسکی جان ہی ہلاک ہونے میں کیوں نہو چنانچہ مشہور ہے ؎ جب زخم میں خوشی ہو تمہاری کہاں ہے درد ۞ اور یہ رضا تکلیف کے معلوم ہونے پر بھی ممکن ہے اور کبھی محبت اسطرح غالب ہوتی کہ ادراک درد سے بیہوش کردیتی ہے قیاس اور تجربے سے ایسی محبت اور اس حالت کا وجود ثابت ہے پس جو شخص کہ یہ کیفیت اپنے نفس میں نہ پاوے اوسکو اسکا انکار کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اوسکو تو یہ کیفیت اسوجہ سے نہیں ہے کہ اوسمیں اوسکا سبب یعنی فرط محبت موجود نہیں اور جو شخص کہ محبت کے ذائقے سے آگاہ نہیں وہ محبت کے عجائب کو کیا جانے جتنی باتیں ہم لکھ چکے ہیں عاشقوں پر اوس سے بھی بڑی بڑی عجیب باتیں ہوا کرتی ہیں چنانچہ عمرو بن حارث رافقی کہتے ہیں کہ میں رقہ میں اپنے ایک دوست کے پاس ایک مجلس میں تھا اور ہمارے ساتھ ایک جوان تھا کہ ایک گانے والی عورت پر عاشق تھا اور وہ بھی اوس مجلس میں تھی اوسنے باجا بجایا اور اسی مضمون کا گیت گایا ؎

ذلت عشق کی پہچان ہے عاشق کو بکا ۔۔ خاص جب اپنے لیے کوئی نپاوے تدبیر

اوس جوان نے کہا کہ کیا خوب تو نے کہا اب کیا مجکو تو اجازت مرنے کی دیتی ہے اوسنے کہا کہ اگر راست باز ہے تو مرجا۔ راوی کہتا ہے کہ اوسنے اپنا سر تکیے پر رکھا اور منہ اور آنکھین بند کرلین جسنے جو اوسکو ہلایا تو مردہ پایا۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لڑکے کی آستین پکڑے اوس سے عاجزی کی باتین کر رہا تھا اور اپنے آپ کو اوسکا عاشق بتاتا تھا اوس لڑکے نے اوسکی طرف دیکھکر کہا کہ تیرا یہ جھوٹ کب تک رہیگا اوسنے کہا کہ مین جھوٹا نہین ہون خدا جانتا کہ جو کچھ مین کہتا ہون اوسمین سچا ہون یہان تک کہ اگر تو کہے کہ مرجا تو مین مرجاؤن لڑکے نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو مرجا اوس شخص نے علحدہ ہوکر اپنی آنکھین بند کرلین پھر جو لوگون نے دیکھا تو مرا پایا۔

اور سمنون محب کہتے ہین کہ ہمارے ہمسایہ مین ایک شخص رہتا تھا اوسکے پاس ایک لونڈی تھی جس سے اوسکو کمال ہی محبت تھی اتفاقاً وہ بیمار پڑی ایک روز وہ شخص اوسکے لیے حریرا اور پنیر کا کھیر یا حلوا بناتا تھا جسوقت وہ چمچہ چھیرتا تھا اوس لونڈی نے کرب مرض مین آہ کہا اوس شخص نے جو یہ آواز سنی اوسکے ہوش جاتے رہے اور چمچہ ہاتھ سے گر پڑا اور اضطراب مین اونگلیون ہی سے ہانڈی چلانے لگا یہان تک کہ اونگلیان اوسکی سب جلکر گرگئین اوس لونڈی نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اوسنے کہا کہ تیری آہ کی تاثیر ہے

اور محمد بن عبد اللہ بغدادی کہتے ہین کہ مین نے بصرہ مین ایک جوان کو اونچی چھت پر چڑھے دیکھا کہ جھانک کر لوگون سے ایک شعر اس مضمون کا کہتا تھا

شعر

مرنا ہو جسے عشق مین یون جی سے گذر جائے
بے موت نہین عشق مین کچھ خیر تو مرجائے

پھر اپنے آپ کو زمین پر گرادیا اور مرگیا پس اس جیسے امور مخلوق کی محبت مین جب ہوسکتے ہون تو خالق کی محبت ہونی تو بطریق اولی ہین اسواسطے کہ باطن کی بصیرت بہ نسبت چشم ظاہری کے راست تر ہے اور حضرت ربوبیت کا جمال ہر ایک جمال سے کامل تر ہے بلکہ عالم مین جتنا جمال ہے وہ اوسی جمال کی خوبیون مین سے ایک خوبی ہے۔ ہان جسکی آنکھ نہین ہوتی وہ صورتون کی خوبی کا انکار کیا کرتا ہے اور جو بہرا ہوتا ہے وہ لذت نغمات موزون کا منکر ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ جسکے دل نہوگا وہ بے شک ان لذتون کا منکر ہوگا جنکو بدون دل کے سمجھ ہی نہین سکتے

تیسرا بیان اس باب مین کہ دعا کرنی مخالف رضا کے نہین۔ واضح ہو کہ دعا کے باعث دعا مانگنے والا مقام رضا سے خارج نہین ہوتا اسیطرح گناہون کو برا جاننا اور گنہگارون سے خفا رہنا اور اسباب گناہون کو برا سمجھنا اور اوسکے دور کرنے مین امر معروف اور نہی منکر بجالانا بھی مخالف رضا کے نہین اور اس باب مین بعض ناحق والون کو غلطی ہوئی ہے وہ کہتے ہین کہ گناہ اور بدکاری اور کفر اللہ تعالی کی

قضا و قدر سے ہیں تو اوسنے رضا چاہیے یہ لوگ تاویل سے ناواقف اور اسرار شرع سے غافل ہیں
دعا کو تو خدا تعالی نے ہمارے لیے عبادت ہی کر دیا ہے چنانچہ کثرت سے دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور اور انبیا علیہم السلام کا اس بات پر ثبوت کافی ہے جیسا کہ ہمنے باب الدعا میں لکھا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامات رضا سے اعلی مقام پر تھے اگر دعا خلاف رضا ہوتی تو کثرت سے
آپ کیوں دعا مانگتے اور خداوند کریم اپنے بعض بندوں کی تعریف یوں فرماتا ہے کہ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا
اور گناہوں کا انکار اور اونکو برا جاننا اور اونپر راضی نہونا بھی خدا تعالی نے اپنے بندوں کے لیے
موجب عبادت بنایا ہے اور اونپر راضی ہونے کی مذمت ارشاد کی ہے جیسے کہ فرمایا وَرَضُوْا
بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور فرمایا رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ
اور ایک حدیث مشہور میں ہے کہ مَنْ شَهِدَ مُنْكَرًا فَرَضِیَ بِهٖ فَكَاَنَّهٗ قَدْ فَعَلَهٗ اور ایک حدیث میں ہے
اَلدَّالُّ عَلَی الشَّرِّ كَفَاعِلِهٖ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آدمی بری بات سے غائب
رہتا ہے اور اوسپر اوتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا مجرم کو ہوتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہے آپ نے
فرمایا کہ یہ اسطرح سے کہ وہ بری بات میں شریک تو نہوا مگر جب اوسکو خبر پہنچی تو اوسپر راضی ہوا
اور ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بندہ مشرق میں مارا جاوے اور دوسرا شخص مغرب میں اوسکے قتل سے
راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اوسکے قتل میں شریک ہوگا اور خدا تعالی نے خیرات میں اور شر سے بچنے میں
رغبت اور غبطہ کرنے کو ارشاد فرمایا ہے جیسے کہ ارشاد ہے وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ
یَبُثُّهَا فِی النَّاسِ وَیُعَلِّمُهَا وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَكَتِهٖ فِی الْحَقِّ اور ایک روایت میں
ہے کہ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ اٰتَانِیَ اللّٰهُ مِثْلَ
مَا اٰتٰی هٰذَا لَفَعَلْتُ مِثْلَ مَا یَفْعَلُ اور کافروں اور فاجروں سے بغض رکھنے اور اونپر
انکار کرنے میں قرآن و حدیث کے دلائل بیشمار ہیں چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ
اور فرمایا وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے
ہر مومن سے عہد لے لیا ہے کہ ہر منافق سے بغض رکھے اور ہر منافق سے عہد لیا ہے کہ ہر ایک
ایماندار سے بغض رکھے اور فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور فرمایا مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا وَوَالَاهُمْ حُشِرَ
مَعَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور فرمایا اَوْثَقُ عُرَی الْاِیْمَانِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ اور اوسکے دلائل

ہوتا ہین ہم نے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ کو ذکر مین باب واجبات صحبت اور باب امر بالمعروف و نہی عن المنکر مین
اونکو لکھا ہے دوبارہ بیان نہین لکھتے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے
کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا چاہیے پس اگر معاصی بدون قضاء اللہ کے ہین تو یہ محال ہے اور اس سے
توحید مین خلل ہوتا ہے اور اگر قضاء اللہ سے ہین تو اونکا برا جاننا اور ناخوش ہونا قضاء اللہ کا
برا جاننا ہے پس طریق ان ضدین کے جمع کرنے کا کیا ہے رضا اور کراہت ایک ہی چیز مین کیسے
جمع ہو سکتی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین جو لوگ ضعیف اور اسرار علوم سے کم واقف ہین
اونپر یہ امر مشتبہ ہو جاتا ہے چنانچہ بعض لوگون کو جو شبہہ پڑا تو منکرات پر سکوت کرنے کو رضا کا مقام
سمجھ گئے اور اسکا نام حسن خلق رکھ لیا حالانکہ یہ محض جہالت ہے اصل یہ ہے کہ رضا اور کراہت
جب ایک چیز پر ایک ہی جہت سے ایک طرح وارد ہون تو البتہ ایک دوسرے کی ضد ہین لیکن اگر
کراہت اور جہت سے ہو اور رضا اور جہت سے تب کیا ضد ہے مثلاً اگر کوئی تمہارا دشمن مر جاوے
کہ وہ تمہارے کسی دشمن کا بھی دشمن جانی ہو اور اوسکے ہلاک مین ساعی رہتا ہو تو ظاہر ہے کہ تمکو
اوسکا مرنا اسوجہ سے تو برا معلوم ہوگا کہ وہ تمہارے دشمن کی فکر مین لگا تھا اور اسوجہ سے اچھا
معلوم ہوگا کہ تمہارا ایک دشمن کم ہو گیا اسیطرح معصیت کی بھی دو رخ ہین ایک تو خدا کیطرف کہ اوسکے
فعل اور اختیار اور ارادہ سے ہوی اسوجہ سے تو معصیت پر رضا چاہیے کہ جسکی چیز ہے وہ اپنی چیز
جو چاہے سو کرے اور ایک رخ بندے کیطرف ہے کہ اوسکے کسب سے حاصل ہوی اور اوسکی صفت کہلائی
ہے اور اوسکے لیے اس بات کی علامت ہے کہ خدای تعالی کے نزدیک مغضوب اور بغیض ہو گیا اسوجہ سے
کہ اوسنے بندے پر اسباب دوری اور خفگی کے مسلط کر دیے پس اس نظر سے معصیت بری اور مذموم ہے
اور چونکہ یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہین آتی اسواسطے اسکی مثال کے لیے ہم ایک معشوق
مخلوق مین سے فرض کرتے ہین کہ اوسنے اپنے عاشقون کے سامنے یہ بات کہی کہ ہمارا ارادہ ہے
کہ اپنے دوستدارون اور بغض والون مین تمیز کرین اور اسکے لیے ایک سچی آزمایش مقرر کرین یعنے
اول فلان عاشق کیطرف قصد کرین اور اوسکو اتنا ستاوین اور مارین کہ وہ ہمکو گالیان دینے کو مضطر ہو
پس جب وہ گالیان دینے لگیگا تو ہم اوس سے بغض کرینگے اور اوسکو اپنا دشمن جانینگے پھر جنکو وہ محبوب
جانیگا ہمکو معلوم ہو جاویگا کہ وہ ہمارا دشمن ہے اور جس سے یہ بغض رکھیگا اوسکی محبت اور صدق کا
حال معلوم ہو جاویگا پھر اوسنے جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا اور اوسکی مراد بھی پوری ہوئی یعنی جسکو مارا
اور ستایا اوسنے گالیان دین جو بغض کا سبب تھین اور بغض بھی ہو گیا جو عداوت کا باعث ہے

کتاب الرجا میں آیات و احادیث اس باب میں گذرین

اس صورت میں جو شخص اوسکا عاشق صادق اور پورا محبت سے واقف ہو اوسکو چاہیے کہ معشوق سے
یوں کہے کہ جان من تم نے جو تدبیر اس شخص کے ایذا کی اور مارنے کی اور نکالنے کی اور بغض و عداوت پر آمادہ
کرنے کی کی ہے مجھکو پسند ہوا اور میں اوس سے راضی ہوں کیونکہ وہ تیری تجویز و تدبیر و فعل و ارادہ ہے مگر
اوس شخص نے جو مجھکو گالی دی تو اوسکی طرف سے زیادتی ہے کیونکہ اوسکو شایان نہ تھا کہ صبر کرتا اور گالی نہ دیتا
مگر چونکہ تیری مراد اوسکی ضرب سے یہی تھی کہ اسطرح گالی منہ سے نکالے جو سبب غصہ کا ہو تو یہ فعل اس
جہت سے کہ تیری مراد و تدبیر کے موافق ہے میں اوسپر راضی ہوں اگر تیری مراد حاصل نہوتی تو تیری تدبیر
نقصان اور مطلب میں تاخیر ہوتی یہ بات مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تیری مراد مجھکو نہ ملے لیکن اس نظر سے
کہ یہ فعل اس شخص کا وصف اور کسب ہے اور اوسکی زیادتی اور گستاخی ہے کہ ایسے خوبصورت کا مقابلہ کیا بلکہ
مقتضا تیرے جمال کا یہ تھا کہ مار کو برداشت کرتا اور گالی نہ دیتا تو البتہ اوسکی زیادتی کو میں برا جانتا ہوں
اور چونکہ اوسکو گالیوں کے باعث دشمن جانتا ہے تو میں اسپر راضی اور اسکو پسند کرتا ہوں کیونکہ تیری مراد
اور تیری موافقت کے باعث میں اوس سے بغض بھی رکھتا ہوں اسلیے کہ شرط محبت یہ ہے کہ محبوب کے
محبوب کا دوستدار اور اوسکے دشمن کا دشمن ہو اور وہ جو مجھسے بغض رکھتا ہے تو اسوجہ سے کہ تو نے اوسپر اوسکی
بغض مسلط کیے اور اپنے نفس سے دور کرنیکا ارادہ کیا میں اوسپر راضی ہوں مگر اسوجہ سے کہ وہ بغض اوس
شخص کا وصف اور کسب و فعل ہے اوسکو برا جانتا ہوں غرضکہ ان امور میں ہر ایک چیز کو معشوق کی طرف
منسوب کرنے سے اچھا جانتا ہوں اور مجرم کیطرف نسبت کرنے سے برا اور تناقض اسمیں یہ ہے کہ یوں کہے
کہ راضی بھی اسی نظر سے ہوں کہ تیری مراد ہے اور برا بھی اسی نظر سے جانتا ہوں کہ تیرا مقصود ہے اور جب اوسکو
اس نظر سے مکروہ جانا کہ وہ دوسرے کا کسب اور وصف اور فعل ہے نہ معشوق کی مراد ہونیکی جہت سے تو
اسمیں کسیطرح کی خرابی نہیں اور ایسا ہو سکتا ہے کہ آدمی ایک چیز کو ایک وجہ سے برا جانے اور دوسری وجہ
اوس سے راضی ہو اسکی نظیریں بہت ہیں پس اب مطلب اصلی پر رجوع کرنا چاہیے کہ جب خدای تعالی نے بعضے بندوں پر
لوازم شہوت کے مسلط کر دیے یہانتک کہ وہ معصیت سے محبت کرنے لگا اور محبت معصیت کے باعث
مرتکب معصیت ہوا تو یہ ایسا ہی ہے جیسا مثال مذکورہ بالا میں معشوق نے اپنے عاشق کو اتنا مارا کہ مار کے
باعث اوسکو غصہ آیا اور غصہ کے باعث گالیاں دیں۔ اور خدای تعالی جو اپنی نافرمانی کرنے والے
سے خفا ہوتا ہے تو گو اوسکی خطا خدای تعالی کی ہی تدبیر سے ہوتی ہے مگر وہ ایسی ہے جیسے معشوق اپنی گالی دینیوالے کو
بغض کرے ہر چند گالیاں اوسنے معشوق ہی کی تدبیر سے دی تھیں مگر وہ ایسے اسباب اختیار کرتا تھا کہ وہ
گالیاں دیتا۔ اور اللہ تعالی جو ہر ایک بندے [illegible] کے ساتھ [illegible] کرتا ہے [illegible]

سلسلہ اکر دیتا ہی اس سے صاف ظاہر ہی کہ اوسکی مشیت اوس بات سے کہ وہ گریز اور اوسپر خفگی کرنے
کے لیے پہلے ہو چکی ہی یہ ہیں جو بندہ کہ اللہ تعالی سے محبت رکھتا ہی اوسپر واجب ہی کہ جس سے خدا ہی تعالی
بغض رکھے اوس سے وہ بھی بغض رکھے اور جسپر وہ غصہ ہوا وسپر وہ بھی غصہ ہوا اور جسکو وہ اپنی درگاہ سے
دور کردے اوس سے وہ بندہ محب بھی عداوت کرے گو وہ مجرم خدا ہی تعالی کی قدرت اور قہر سے مخالفت
اور دشمنی پر مستعد ہوا ہی لیکن چہرہ بھی ملعون اور مردود درگاہ تو ہی اسواسطے جتنے اوس جناب عالی کے
سبب ہیں اون سب کی نظروں میں ان کا مبغوض اور ممقوت ہونا ضرور ہی تاکہ محبوب کی موافقت پائی جاوے
کہ جسپر اوسنے اپنا غضب ظاہر کیا اور درگاہ سے دور کردیا اوسپر عاشق بھی اپنا غضب ظاہر کرے اور
اس تقریر سے جتنی روایتیں کہ اخبار کی ہیں یعنی بغض فی اللہ اور حب فی اللہ اور کافروں پر سختی کرنی
اور اونسے کنارہ رہنا اور ناراضی کے باب میں تاکید کا ذکر ہے باوجود قضاء اللہ پر راضی رہنے کے درست
ہوجاتے ہیں یعنی اونمین رضا سے یہی مقصود ہی کہ رضا اس اعتبار سے کہ وہ افعال منسوب الی اللہ تعالی
کیطرف ہیں اور یہ سب باتیں استمداد تقدیر کے معاملے سے چاہتی ہیں جسکے افشا کی اجازت نہیں اور
وہ یہ ہی کہ خیر و شر دونوں داخل مشیت و ارادہ ہیں مگر شر مراد اور مکروہ ہی اور خیر مطلوب اور مرضی لیکن
پسندیدہ ہیں جو شخص کہے کہ شر خدا ہی تعالی کیطرف سے نہیں وہ جاہل ہے اسیطرح جو یہ کہے کہ خیر و شر
دونوں خدا ہو تعالی کیطرف سے ہیں اور انمیں کچھ فرق رضا اور کراہت کا نہیں وہ بھی قصور وار
اور اوسکو مفصل شرح وار بیان کرنے کی اجازت نہیں لہذا اوس سے سکوت اولی ہی اور یہی مناسب ہے
کہ جسطرح شریعت حکم دے وہی طریق اختیار کرنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
القدر سر اللہ فلا تفشوہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ علم مکاشفہ سے متعلق ہی اور یہاں ہمکو مقصود یہ تھا
کہ بیان کریں کہ قضاء اللہ پر راضی رہنا اور گناہوں کو برا سمجھنا باوجودیکہ وہ بھی قضاء اللہ ہی سے ہیں
ایک ساتھ ممکن ہی چنانچہ اسکا بیان بخوبی کر دیا اور ظاہر ہوا کہ رضا اور کراہت کا جمع ہونا ممکن ہے
سر تقدیر کے افشا کی بھی ضرورت نہ ہوئی۔ اور یہی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہوں سے بچنے اور اونکی
مغفرت اور عصمت کے لیے دعا مانگنی یا اور جتنے اسباب دینی ہیں اونکی درخواست کرنی قضاء اللہ پر
رضا کے خلاف نہیں اسلیے کہ اللہ تعالی نے جو دعا کو بندوں کے لیے عبادت مقرر فرمایا ہی تو اسیلیے کہ
دعا کے باعث اونسے ذکر صاف نکلے اور دل میں مسکنت پیدا ہو اور رقت اور تضرع آوے جسکو باعث
دل کی جلا ہو اور موجب کشف اور سبب پے بہ پے ہونے لطائف کی افزونی کا ہو جیسے آبخورے کا اوٹھانا
اور پانی پینا رضا بالقضاء اللہ کے خلاف نہیں اسلیے کہ پانی کا ڈھونڈھنا اور پینا پیاس دور کرنے کے لیے

خواہ دوسرے سبب کا مباشر ہونا جسکو مسبب الاسباب نے کسی دوسری چیز کے لیے بنایا ہو رضا کے خلاف نہیں اسیطرح دعا بھی ایک سبب ہے جسکو خدای تعالی نے مفتاح اور موجب جلای قلب وغیرہ کا بنایا اور اوسکے لیے امر فرمایا پس دعا کرنا کیسے رضا کے خلاف ہوگا اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اسباب پر موافق عادت الٰہی کے تمسک کرنا مخالف توکل کے نہیں چنانچہ اسکا بیان مشرح باب التوکل میں لکھ چکے اسیطرح رضا کے بھی مخالف نہیں کیونکہ رضا ایک مقام متصل توکل کے ہے۔ ہان معصیت کا ظاہر کرنا شکایت کے طور پر اور دل میں اوسکو خدای تعالی کیطرف سے برا جاننا رضا کے خلاف ہے مگر بلا کا ظاہر کرنا شکر کے طور پر اور قدرت الٰہی کے منکشف ہونے کے طور پر خلاف نہیں ہے بعض اکابر فرماتے ہیں کہ قضا رضا کی خوبی میں داخل ہے کہ شکایت کے طور پر کسیسے یون نہ کہے کہ دن بہت گرم ہے مگر جاڑون میں یہ کہنا داخل شکر ہے اور شکایت ہر حال رضا کے خلاف ہے۔ غلہ کو برا کہنا اور عیب لگانا بھی رضا کے خلاف ہے کہ مذمت کسی چیز کی نادرست اور مصنوع خالق کی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر چیز جیسی بنائی ہوتی ہے اور اگر کوئی یون کہے کہ فقیری بلا و محنت ہے اور عیال رنج و مشقت اور پیشہ وری اندوہ و کلفت تو یہ قول بھی رضا میں خلل انداز ہے بلکہ چاہیئے کہ تدبیر و مملکت کو مدبر اور مالک کے سپرد کرے اور وہ قول کہے جو حضرت عمرؓ نے فرمایا کرتے تھے کہ میں نہیں پروا کرتا خواہ فقیر ہو جاؤن یا تونگر اسواسطے کہ میں

نہیں جانتا کہ ان دونون میں سے میرے حق میں کون شی بہتر ہے

چوتھا بیان اس باب میں کہ اون شہرون سے بھاگنا جہان گناہ ہونا ظاہر ہو اور گناہون کی مذمت کرنی رضا میں خلل انداز نہیں۔ واضح ہو کہ کم فہم آدمی کبھی یہ خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طاعون والے شہر سے نکلنے کو منع فرمایا ہے تو آپ کا منع فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس شہر میں گناہ ظاہر ہوے ہون وہان سے بھی نکلنا نچاہیے اسواسطے کہ دونون صورت میں قضا و قدر سے بھاگنا لازم آتا ہے اور یہ بات نہین ہے بلکہ نہی کی علت بعد ظہور طاعون کے یہ ہے کہ اگر یہ باب مفتوح ہو تو تندرست لوگ تو شہر سے چلے جاوین اور بیمار آدمی رہجاوین کوئی اونکا خبرگیران نہو لاغری و مرض سے تباہ ہو جاوین اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو مشابہت صف قتال سے بھاگنے کے ساتھ دی تھی اور اگر یہ نہی اسی جہت سے ہوتی کہ قضا سے بھاگنے کی صورت ہے تو جو شخص شہر و با کے قریب پہونچ جاتا ہے اوسکو وہان سے پھر جانے کی کیون اجازت دیتے اور اسکا حال ہم نے باب توکل میں لکھا ہے اور جب علت نہی کی معلوم ہوگئی تو ظاہر ہوا کہ جن شہرون میں ظہور گناہون کا ہو وہان بھاگنا قضا سے بھاگنے میں داخل نہیں بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضروری ہے اوس سے بھاگنا بھی داخل حکم الٰہی ہے۔ آنحضرت

اون مواضع کی مذمت جو گناہون پر برانگیختہ کرین اور اون اسباب کی برائی جو موجب معصیت ہوتے ہین
لوگون کے علیحدہ کرنے کے واسطے بیان کرنی مذموم نہین سلف کے صلحا اکثر اس بات کے عادی
رہتے ہین یہان تک کہ ایک جماعت نے بغداد کی برائی پر اتفاق کیا تھا اور سب ظاہر کرتے تھے
اور وہان سے بھاگنے کی تلاش مین رہتے تھے چنانچہ حضرت ابن مبارک رحمہ فرماتے تھے کہ مین شرق اور
مغرب مین پھرا کوئی شہر بغداد سے زیادہ برا نہین دیکھا لوگون نے پوچھا کہ وہ شہر کیسا ہے آپ نے فرمایا
کہ اوسمین خدای تعالی کی نعمت کی حقارت ہوتی ہے اور اوسکی نافرمانی کو ادنی بات سمجھتے ہین اور جب کہ
آپ خراسان مین تشریف لائے تو لوگون نے بغداد کا حال آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین نے اوسمین اونکے
صرف تین قسم کے لوگ دیکھے یا سپاہی غضبناک یا سوداگر حسرت خوردہ یا قاری حیرت زدہ۔ اور یہ گمان
نکرنا چاہیے کہ یہ قول اونکا غیبت تھا اسلیے کہ آپ نے کسی شخص معین کا تو نام لیا ہی نہین کہ اوسکو اس سے
ضرر پہونچے کسی بغدادی کو ہدف نہ بنایا بلکہ آپ کا قصد اس بیان سے لوگون کا ڈرانا تھا اور جب آپ مکہ کو
تشریف لیجاتے تو بغداد مین اسقدر ٹھہرتے کہ قافلہ سولہ روز مین تیار ہو جاتا آپ سولہ روز کے ٹھہرنے کی
عوض مین سولہ دینار خیرات کرتے تھے دن پیچھے ایک دینار پڑ جاتا۔ اور بعض لوگ عراق کو برا کہتے تھے مثلاً
حضرت عمر بن عبد العزیز اور حضرت کعب احبار رضہ عراق کو برا کہا کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے
اپنے ایک غلام سے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اوسنے عرض کیا کہ عراق مین آپ نے فرمایا کہ تیرا وہان
کیا کام ہے مین نے یون سنا ہے کہ جو شخص عراق مین رہتا ہے اوسکے پیچھے اللہ تعالی کوئی بلا لگا دیتا ہے
اور حضرت کعب احبار رضہ نے ایک روز عراق کا ذکر فرمایا تو کہا کہ اوسمین دس حصون مین سے نو حصہ برائی
ہے اور اوسمین مرض لاعلاج ہے اور یہ بھی کسی بزرگ کا قول ہے کہ خیر کے دس حصہ ہین اوسمین سے نو حصہ
شام مین ہین اور ایک حصہ عراق مین اور شر کے دس حصون مین سے نو حصے عراق مین ہین اور ایک
حصہ شام مین۔ اور بعض محدثین کہتے ہین کہ ہم ایک روز فضیل بن عیاض رحمہ کی خدمت مین بیٹھے تھے کہ
ایک صوفی عبا پہنے آیا آپ نے اوسکو اپنے برابر بٹھلایا اور اوسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمھارا مکان کہان ہے
اوسنے کہا کہ بغداد مین آپ نے اوس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ ہمارے پاس لوگ لباس تو راہبون کا سا
پہنکر آتے ہین اور جب ہم اونسے پوچھتے ہین کہ کہان رہتے ہو تو کہتے ہین کہ ظالمون کے گھونسلے مین
رہتے ہین۔ اور حضرت بشر بن الحارث رحمہ فرمایا کرتے کہ بغداد مین جو عابد ہو اچھا ہے وہ ایسا ہے کہ پاخانہ
مین عابد ہے۔ اور فرماتے کہ مین جو یہان مقیم ہون میری اقتدا یہان کے رہنے والون سے مت کرو جسکا اوسی
باہر جانا ہو وہ چلا جائے اور حضرت احمد بن حنبل رحمہ فرمایا کرتے کہ اگر ان بال بچون کا اتعلق نہ ہوتا

تو ہم تو اس شہر میں نہ رہتے لوگوں نے پوچھا کہ پھر کہاں رہتے آپ نے فرمایا کہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا رہتے اور کسی بزرگ سے جو حال بغداد کے باشندوں کا پوچھا تو اونھوں نے فرمایا کہ وہاں کا زاہد بیکار رہا ہے اور شریر بھی بیکار شریر ہو گیا ہے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے شہر میں پھنس جاوے جہاں معاصی کی کثرت اور خیر کی قلت ہو تو اوسکو وہاں رہنے کا کچھ عذر نہ چاہیے بلکہ وہاں سے ہجرت کرنی چاہیے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا پس اگر ہجرت کا مانع اوسکو عیال وغیرہ ہو تو وہاں کے رہنے پر راضی نہ ہونا چاہیے نہ اطمینان قلبی اوس جگہ کی طرف کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ پریشان خاطر ہو کر یہ دعا مانگنا کہ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ظلم جب کثرت سے ہوتا ہے تو مصیبت عام ہوا کرتی ہے اور سب کو تباہ کر دیتی ہے کیونکہ اوسکے ساتھ نیکوں کو بھی پیس جاتا ہے جسطرح لوگ بھی بیچارے پس جاتے ہیں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً غرضکہ کسی چیز میں اسباب نقص میں سے رضا مطلق نہیں بلکہ رضا اس جہت سے ہے کہ وہ منسوب بفعل الہی ہو اور خود اوسی رضا کی کسی حال میں کوئی وجہ نہیں ہے اور اگر تین شخص ہوں تو ان کے ہوا یعنی ایک تو ایسا ہو کہ موت کو شوق دیدار الہی کیواسطے محبوب جانتا ہو اور دوسرا زندگی کو اپنے مولی کی خدمت کے لیے اچھا جانتا ہو اور تیسرا کہتا ہو کہ میں کچھ پسند نہیں کرتا جو کچھ خدا تعالی میرے حق میں پسند کرے بس وہی پسند ہے تو علما کو اختلاف ہو کہ ان تینوں شخصوں میں سے افضل کون ہے اور جب کسی عارف سے جو پوچھا گیا تو اونھوں نے فرمایا کہ رضا والا شخص افضل ہے اسلیے کہ اون سب میں سے فضول میں کم وہی ہے اور ایک روز وہیب بن الورد اور سفیان ثوری اور یوسف بن اسباط اکٹھے ہوئے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ آج سے پہلے مجھکو اچانک موت بری معلوم ہوتی تھی مگر آج میں چاہتا ہوں کہ مر جاؤں حضرت یوسف ابن اسباط نے اوسکے سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ میں فتنے سے ڈرتا ہوں اونھوں نے کہا کہ مجھے تو زیادہ جینا برا نہیں معلوم ہوتا حضرت سفیان رح نے پوچھا کہ کیوں اونھوں نے فرمایا کہ اس توقع سے کہ شاید کوئی روز ایسا ملجاوے جسمیں مجھکو توبہ نصیب ہو اور کوئی نیک عمل کروں پھر حضرت وہیب سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں اونھوں نے فرمایا کہ میں تو کچھ پسند نہیں کرتا جو کچھ اللہ جل شانہ کو محبوب ہو وہی مجھکو محبوب ہے خواہ زندہ رکھے یا وفات دے حضرت سفیان ثوری رح نے اونکی پیشانی چومی اور فرمایا کہ [illegible]

پانچواں بیان عاشقوں کی کچھ حکایات اور اونکے اقوال و مکاشفات کے ذکر میں

بعض عارفین سے کسی نے پوچھا کہ تم محب ہو اونھوں نے کہا کہ میں محب نہیں ہوں بلکہ محبوب ہوں محب تو مشقت زدہ ہوتا ہے اور اونھیں سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم سات میں سے ایک ہو

اونھون نے کہا کہ مین ایسا ساٹ ہون اور یہ چاہو کہ فرمایا کہ تعجب ہے کہ [illegible] نے ابدال کو دیکھا [illegible]
ابدال کو دیکھ لیا تو لوگون نے کہا کہ آپ تو ایک ہی ہین یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کا دیکھنا چالیس کے
دیکھنے کے برابر ہو اونھون نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مین نے چالیس ابدال کو دیکھا ہو اور ہر ایک ابدال
ایک خلق اوسکے اخلاق مین سے حاصل کیا ہے۔ اور ان سے کسی نے سوال کیا کہ ہمنے سنا ہے کہ آپ خضر
علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے ہین آپ نے تبسم کیا اور کہا کہ جو شخص خضر علیہ السلام کو دیکھے اوس سے
تعجب کیا ہے بلکہ تعجب ایسے شخص سے ہے کہ خضر اوسکو دیکھنا چاہین اور وہ چھپ جائے۔ اور حضرت
خضر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ جب کبھی کسی دن میرے دل مین خیال
ہوا ہے کہ اب کوئی اللہ کا ولی ایسا نہین ہے جسکو مین نہ جانتا ہون اوسی روز مجھکو ایسا ولی ملا ہے کہ
پہلے سے مین اوسکو نہ جانتا تھا۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ سے ایکبار کسی نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا
مشاہدہ جو آپ کو ہوتا ہے اوسکا حال ہمسے ارشاد فرمائیے آپ نے چیخ ماری اور فرمایا کہ تمھاری شان کے
شایان نہین کہ تم اوسکو جانو لوگون نے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ کے باب مین جو سخت سے سخت مجاہدہ
آپ نے اپنے نفس پر کیا ہو وہ ہم سے کہئے آپ نے فرمایا کہ تمکو اوس سے واقف کرنا بھی جائز نہین
اونھون نے عرض کیا کہ تو شروع طریقت مین جو کچھ اپنے نفس کی ریاضت آپ کیا کرتے تھے وہی فرمائیے
آپ نے فرمایا کہ ہان اسطرح سے کہ مین نے اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کیطرف بلایا اوس نے سرکشی کی مین نے
اوسکو قسم دیدی کہ ایک برس تک پانی پیونگا نہ خواب کا ذائقہ چکھونگا اوس نفس نے اوسکو پورا کر دیا۔ اور یحییٰ
بن معاذ رحمہ روایت کرتے ہین کہ مین نے ابو یزید رحمہ کو نماز عشا کے بعد اونکے بعض مشاہدات مین دیکھا
کہ صبح صادق تک اس صورت سے بیٹھے رہے کہ گھٹنے زمین پر لگے پنجون کے بل ٹکے اور ایڑیان
زمین سے اوٹھائے ٹھوڑی کو سینے سے لگائے دونون آنکھین کھلی ہوئی نہ پلک جھپکتی تھی جب صبح
قریب ہوئی تو آپ نے ایک بڑا سجدہ کیا پھر بیٹھے اور جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی کچھ لوگون نے
تجھ سے مانگا اور تو نے اونکو پانی پر اور ہوا مین چلنا عنایت فرمایا وہ لوگ اسی پر راضی ہو گئے اور مین
تجھ سے ان امور سے پناہ مانگتا ہون اور بعض لوگون نے تجھ سے درخواست کی تو نے اونکو زمین کا طے کرنا
مرحمت کیا اور وہ اوسی پر راضی ہو گئے اور مین اس سے تجھ سے پناہ مانگتا ہون اور ایک قوم نے جو تجھ سے
سوال کیا تو تو نے اونکو زمین کے خزانے دیدیے اور وہ خوش ہو گئے مگر مین تجھ سے اوس سے بھی پناہ
مانگتا ہون یہان تک کہ کچھ اوپر بیس مقام کرامات اولیا کے آپ نے اپنی دعا مین شمار کیے پھر جو میری
طرف التفات فرمایا اور دیکھا تو فرمایا کہ یحییٰ ہے مین نے عرض کیا کہ خادم حاضر ہے ارشاد فرمایا کہ

تو مہمان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بڑی دیر سے حاضر ہوں آپ چپ ہو رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ
مجھے کچھ حال بیان فرمایئے آپ نے فرمایا کہ جو تیرے حال کے مناسب ہے وہ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ
خدای تعالی نے مجھکو فلک اسفل میں داخل کیا اور ملکوت سفلی میں مجھکو پھرایا اور زمینوں اور تحت الثری کی
سیر کرائی پھر فلک علوی میں داخل کیا اور آسمانوں میں مجھکو پھرایا اور جنت سے لیکر عرش تک جو چیزیں
آسمانوں میں تھیں وہ سب مجھکو دکھائیں پھر مجھکو اپنے سامنے کھڑا کر کے ارشاد فرمایا جو نسی چیزیں تو نے دیکھیں
انمیں سے جو مانگیگا میں تجھکو دیدونگا میں نے عرض کیا کہ خداوندا میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی
جسکو میں اچھا سمجھتا ہوں اور تجھ سے اوسکو مانگوں فرمایا کہ تو میرا بندہ سچا ہے تو ٹھیک میرے ہی واسطے
میری عبادت کرتا ہے میں تیرے ساتھ یہ کرونگا اور یہ کرونگا بہت سی باتیں فرمائیں ہمیں یہ بات سنا کر
گھبرائے کہ ہمکو اس بات سے ہول آئی اور ان سے یہ پھر گیا اور تعجب کیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ نے
خدای تعالی سے اوسکی معرفت کا سوال کیوں نہ کیا آپ کو آخر لوگوں کے شہنشاہ کا حکم تھا کہ مانگ کیا مانگتا ہے
حضرت ابو یزید نے مجھپر ایک چیخ ماری اور فرمایا چپ رہ مجھکو اپنی طرف سے خدای تعالی پر غیرت آئی کہ
اوسکے سوا اور کوئی اوسکو پہچانے اور اوسکی معرفت نہیں کوئی بھی نہیں [illegible]

باب ابو تراب نخشبی کے مرید کا قصہ | عشق سے ابو یزید کا ملاقی

اور روایت ہے کہ ابو تراب نخشبی کسی مرید پر بہت مہربان تھے اوسکو اپنے پاس جگہ دیتے اور اوسکی خدمت
کرتے اور وہ عبادت میں مشغول رہتا ایک دن اوسکو ابو تراب نے فرمایا کہ ابو یزید بسطامی کو دیکھا
کرے اوسنے کہا کہ مجھکو اونکی حاجت نہیں جب ابو تراب نے بہت اصرار کیا تو مرید کو ایک جوش آگیا
اور کہا کہ میں ابو یزید کو کیا کرونگا میں نے خدای تعالی کو دیکھا ہے اوسنے مجھکو ابو یزید کے دیکھنے سے
بے پروا کر دیا ابو تراب کہتے ہیں کہ جب تو میری طبیعت بھی بگڑ گئی اور نفس قابو میں نہ رہا اور بولا کہ
کہ خدای تعالی کے دیکھنے پر مغرور ہوتا ہے اگر ابو یزید کو ایکبار دیکھے گا تو خدای تعالی کو ستر بار دیکھنے سے
تیرے حق میں زیادہ مفید ہوگا وہ مرید بہت حیران ہوا اوسنے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ابو تراب نے
کہا کہ تو خدای تعالی کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو وہ تیری مقدار کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور ابو یزید کو خدا
کے پاس دیکھے گا کہ اوسکے لیے اوسکی مقدار کے موافق ظہور ہوگا اوسنے اس قول کا بھید معلوم کر لیا
اور کہا کہ مجھکو اونکے پاس لیچلو ابو تراب نے یہاں ایک بڑا قصہ لکھا ہے اوسکے آخر میں لکھا ہے کہ ہم اور وہ
ایک ٹیلے پر کھڑے ہوے اس انتظار میں کہ ابو یزید بیشہ سے نکلیں کیونکہ وہ اون دنوں درندوں کے
جنگل میں رہا کرتے تھے اسی اثنا میں حضرت ابو یزید ایک پوستین اپنی کمر پر ڈالے نکلے میں نے اوس

جوان سے کہا کہ یہ ہین ابویزید انکی طرف دیکھ اوسکا دیکھنا تھا کہ اوسنے پچھاڑ کھائی پھر ہم نے
اوسکو ہلایا تو مردہ پایا ہم سب نے ملکر اوسکو دفن کیا اور مین نے حضرت ابویزید رح سے عرض کیا کہ حضرت
آپکی طرف دیکھنے سے یہ شخص مر گیا آپ نے فرمایا کہ یہ بات نہین بلکہ تیرا مرید سچا تھا اور اوسکے دل مین ایک
بھید پوشیدہ تھا کہ اوسکا وصف اوسپر منکشف نہین ہوا تھا جب اوسنے مجکو دیکھا تو اوسکے دل کا
بھید کھل گیا اوسکو تاب اوسکی برداشت کی نہوئی اسلیے کہ وہ ضعیف مریدون کے مقام مین تھا اسی
مارا گیا۔ اور جبکہ زنگی لوگ بصرے مین داخل ہوے اور کشت و خون کیا اور مال غارت کیا حضرت سہیل رح کے
مرید اونکے پاس جمع ہوے اور آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ خداے تعالی سے دعا کیجیے کہ انکو دفع
کرے آپ چپ ہو رہے پھر فرمایا کہ اس شہر مین اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اگر ظالمون کی
بد دعا کرین تو کوئی ظالم زمین کے پردے پر صبح تک زندہ نرہے ایک ہی رات مین سب کا خاتمہ ہو جاوے
مگر وہ بد دعا نہین کرتے ہین لوگون نے پوچھا کیون آپنے فرمایا اسوجہ سے کہ جو چیز خداے تعالی کو اچھی نہین معلوم ہوتی اوسکو
وہ بھی اچھی نہین سمجھتے پھر دعا کے قبول ہونے مین چند اشیا ذکر فرمائین جنکا ذکر نہین کیا جا سکتا
یہانتک کہ یہ بھی کہا کہ اگر وہ اللہ تعالی سے درخواست کرین کہ قیامت برپا کرے تو خداے تعالی
اوسکو بھی نہ قائم کرے۔ اور یہ باتین بذات خود ممکن ہین پس جس شخص کو انمین سے کچھ بھی بہرہ نہوا اوسکو
چاہیے کہ انکی تصدیق اور ایمان سے تو خالی نہو یعنی اسیقدر کی تصدیق کرے کہ ممکن ہین اسلیے کہ
قدرت خداے تعالی کی وسیع اور اوسکا فضل عام اور ملک و ملکوت کے عجائب بہت ہین اور خداے تعالی
کے مقدورات کی کچھ انتہا نہین اور اوسکا فضل جو برگزیدہ بندون پر کرتا ہے اوسکی بھی کچھ حد نہین
اوسی جہت سے حضرت ابویزید فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجکو حضرت موسی علیہ السلام کی سی مناجات
اور حضرت عیسی علیہ السلام کی سی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی خلت عنایت فرماوے
تو اوس سے زیادہ طلب کر اسلیے کہ اوسکے پاس کچھ کمی نہین ان مراتب سے صدہا گنا زیادہ اوسکے پاس
موجود ہین اگر تو کسی چیز پہ مطمئن ہو جاویگا تو اوسی سے تیرا حجاب کردیگا۔ اور یہ بلا ویسے لوگون کے
لیے ہوا کرتی ہے جنکا سا حال انکا ہوا اسواسطے کہ وہ بڑے درجے کے لوگ ہین۔ اور بعض عارفین فرماتے ہین
کہ مجکو مکاشفہ مین ایسا معلوم ہوا کہ چالیس حورین ہوا مین دوڑتی ہین اور اونپر لباس اور زیور سونے
اور چاندی اور جواہر کا ہے جھن جھن بولتا ہے اور اونکے ساتھ ساتھ پھرتا ہی مین نے اونکو ایک نظر دیکھ لیا
اوسکے عوض مین چالیس روز کی سزا مجکو ملی پھر بعد اسکے ایسی حورین نظر آئین کہ پہلی حورون سے
حسن و جمال مین زیادہ تھین اور مجھے کہا گیا کہ انکی طرف دیکھ مین نے اپنی آنکھین بند کرلین اور

اور سجدہ کیا اور عرض کیا کہ الٰہی مجھے مین تیرے سوا نہ پناہ مانگتا ہون مجھکو انکی حاجت نہین اسیطرح
مین تضرع کرتا رہا یہان تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس سے اونکو ہٹا لیا۔ پس مومن کو چاہیے کہ
اسطرح کے مکاشفات کا انکار نکرے اسوجہ سے کہ اپنے آپ کو ویسا کیون نہین ہوتا اور اگر یہی ہوا کرے
کہ ہر کوئی وہی بات مانا کرے جو اوسکے نفس تنگ تاریک مین مشاہدہ ہو جائے تو راہ ایمان بالکل تنگ
ہو جاویگی۔ یہ حالات اسطرح کے نہین کہ جلد ظاہر ہون بلکہ یہ حالات بعد گناہون کے گذرنے اور مقامات
کثیرہ کے حاصل ہونے کے ظاہر ہوا کرتے ہین اون مقامات مین سے ادنی اخلاص کا کرنا اور حظوظ نفس
اور ملاحظہ خلق کو تمام اعمال ظاہری اور باطنی سے نکال ڈالنا پھر اس امر کو لوگون سے خفیہ رکھنا اور گوشہ
گمنامی مین بیٹھے رہنا ہی ہین یہ باتین اون لوگون کی سلوک کے اوایل اور مقامات کے آغاز کی ہین جو
اکثر لوگون سے بڑے پرہیزگارون مین بھی کمتر موجود ہین اور دل کو کدورات التفات سے صاف کرنے کے
بعد اوسپر نور یقین کا فیض ہوتا ہے اور مبادی حق کے منکشف ہونے لگتے ہین اور بدون تجربہ اور سلوک
طریق کے اسکا انکار کر بیٹھنا ایسا ہی جیسے کوئی کہے کہ صورت کا منکشف ہونا لوہے مین کہ وہ جلا کیا جاوے
اور آئینہ کی صورت کا کر دیا جاوے ممکن نہین اور اسکے انکار کی وجہ یہی ہو کہ اپنے ہاتھ کے لوہے کو جسپر
زنگ اور میل چڑھا ہوا دیکھتا ہو کہ اسمین تو کوئی صورت نظر آتی ہی نہین اسلیے اوسنے اوسوقت کی انکشاف کا
بھی انکار کیا جب اوسکو جلا کرکے جوہر اوسکا لا جائے بلکہ اس امر کا انکار نہایت جہل اور گمراہی ہے یہی حکم
اوس شخص کا ہے جو کرامات اولیا کا منکر ہو اسلیے کہ اوسکے پاس اور تو کوئی دلیل نہین بجز اسکے کہ خود
اوس کیفیت سے قاصر ہے اور جسکو اوسنے دیکھا اوسکو قاصر پایا الا یہ کہ انکار قدرت الٰہی نہایت قبیح ہے
مکاشفہ کی خوشبو وہ شخص سونگھتا ہے جو کچھ بھی مبادی طریقت مین سے چلا ہو اور جب تک راہ ہی مین
چلیگا تب تک کیا جانیگا کہ اوس راہ مین کیا کیا ہوتا ہے۔ حضرت بشیر سے کسی نے پوچھا کہ تم اس مرتبہ پر
کیونکر پہونچے آپ نے فرمایا کہ مین خدای تعالیٰ سے دعا مانگا کرتا تھا کہ میرا حال خفیہ رکھ کسی پر ظاہر
نکرے۔ اور روایت ہے کہ اونھون نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور اونسے کہا کہ آپ میرے لیے
دعا کیجیے حضرت خضر نے فرمایا کہ خدای تعالیٰ تمپر اپنی طاعت آسان کرے پھر کہا کہ اور کچھ دعا کیجیے
اونھون نے فرمایا کہ خدای تعالیٰ اوس طاعت کو خلق سے پوشیدہ رکھے یا یہ کہ اوس طاعت کو تجھسے
خفیہ رکھے کہ تو اوسپر التفات نکرے۔ اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ مجھکو شوق حضرت خضر سے ملنے کا
بہت ہوا مین نے ایکبار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اونکی زیارت مجھکو کرا دے تاکہ مجھے وہ باتین تعلیم کرین
جو سب سے زیادہ میرے لیے اہم ہون خدای تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور اونکی زیارت مجھکو ہوئی

اوسوقت مجکو اور کچھ نسوجھی مین نے یہی کہا کہ ای ابو العباس آپ مجکو ایسی چیز سکھا دیجیے کہ جب مین
اوسکو پڑھون تو لوگون کے دلون سے محجوب ہو جاؤن اونکے دلون مین میری کچھ قدر نرہے اوسوقت میری
نیت یہی تھی اور دیانت کو کوئی سمجھا دے اونھون نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر اَللّٰهُمَّ اَسْبِلْ عَلَيَّ كَثِيفَ سِتْرِكَ
وَحُطَّ عَلَيَّ سُرَادِقَاتِ حُجُبِكَ وَاجْعَلْنِي فِي مَكْنُونِ غَيْبِكَ وَاحْجُبْنِي عَنْ قُلُوبِ
خَلْقِكَ پھر آپ غائب ہو گئے مین نے اونکو پھر دیکھا نہ کبھی مشتاق ہوا لیکن وہ دعا اونھون نے
سکھائی تھی اوسکو ہمیشہ پڑھتا رہتا ہے بیان کرتے ہین کہ اوس دعا کی تاثیر اوسپر اتنی ہوئی کہ ذلت اہانت
اور بیقدری اسحد کو پہونچی کہ ذمی لوگ بھی اوسے مسخر کیا کرتے اور بیگار مین پکڑ کر اپنا بوجھا اوسکے
سر پر رکھتے اور چونکہ انکی وقعت کچھ اونکی نظرون مین نہ تھی یہ سب کچھ برداشت کرتے لڑکے اوسکا جدا
کھیل بناتے حاصل یہ کہ اوسکے دل کا چین اور درستی حال ذلت اور گمنامی مین تھی یہ حال اولیاء اللہ کا
تھا اونکی تلاش بھی ایسے ہی لوگون مین چاہیے اور معاذ اللہ کم عقل لوگ اونکو ایسے شخصون مین
تلاش کرتے ہین جو پیوند کی گدڑیان اور چادرین پہنتے ہون اور علم اور ورع اور ریاست کی راہ سے
خلق مین مشہور ہون حالانکہ غیرت اللہ جل شانہ کی اپنے اولیا پر اسی بات کی متقاضی ہے کہ اونکو خفیہ
رکھے جیسا کہ حدیث قدسی مین ارشاد ہے کہ میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہین اونکو سوا میرے اور کوئی
نہین پہچانتا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ
عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ خلاصہ یہ کہ معانی کی خوشبو سے زیادہ تر دور اون دلون کے مشام ہین جو تکبر اور
عجب کرتے ہین اور اپنے عمل اور علم سے اپنے لیے خیر خوش پاتے ہین اور نزدیکتر وہ دل ہین جو شکستہ
ہین اور اپنے نفسون کی ذلت اسقدر سمجھتے ہین کہ اگر ذلیل و خوار کیے جاوین تو ذلت اونکو معلوم بھی نہو
جیسے غلام ذلت کو معلوم نہین کرتا جسوقت کہ اوسکا آقا اوسپر اونچا بیٹھتا ہے پس جب کیفیت ہو جاوے
کہ ذلت کو معلوم نکرے نہ یہ خبر ہو کہ میرا التفات ذلت کیطرف ہے بلکہ اپنے جیسے آپسے بھی کم تر سمجھے
کہ تمام اقسام ذلت کو اپنے حق مین ذلت سمجھے یعنی اپنے نفس کو سب ذلتون سے کم تر جانے یہان تک
کہ تواضع بالطبع اوسکی ذات کی صفت ہو جاوے تو ایسے دل سے توقع ہے کہ وہ اون خوشبوؤن کے
ابتدا ہی کی لپٹ سونگھے پس اگر ہم مین ایسا دل نہو اور ایسی روح سے بھی ہم محروم ہون تو ہمکو نہین چاہیے
کہ جو لوگ اسکے اہل ہین اونکے لیے ان کرامات کے امکان کا ایمان نرکھین کیونکہ اگر آدمی سے یہ نہو سکے
کہ خدا تعالی کا ولی ہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اوسکے اولیا سے محبت رکھتا ہو اور اونپر ایمان ہو شاید
اسی سے اونکے زمرے مین حشر ہو کیونکہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ حدیث مشہور ہے اور شکست اور ذلت کے

زیادہ مفید ہونے کی یہ دلیل ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل سے
پوچھا کہ کھیتی کہاں جمتی ہے لوگوں نے عرض کیا کہ مٹی میں آپ نے فرمایا کہ تو میں تم سے سچ کہتا ہوں
کہ حکمت بھی اوسی دل میں جمتی ہے جو مثل مٹی کے ہو اسی مضمون کو اس مصرع میں ادا کیا ہے۔ مصرع
خاک شو پیش ازانکہ خاک شوی ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کے طالبوں نے شروط ولایت کی جستجو
کے لیے نفس کو ذلیل کرنے میں کمال درجے کی فروتنی اور شکست پہونچا دیا ہے یہاں تک کہ بیان
کرتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے اونکو ایک شخص نے دعوت کے لیے بلایا جب دروازہ کے
قریب پہونچے تو ہٹا دیا تھوڑی دور جب چلے گئے تو پھر اوس شخص نے بلایا پھر دروازے کے پاس
ہٹا دیا اسی طرح تین بار بلایا اور ہٹایا چوتھی دفعہ اونکو گھر میں لیگیا اور کہا میں نے آپکی تواضع کے
امتحان کے لیے یہ حرکت کی تھی آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نفس کو بہت برسوں سے ذلت پر عادی
کر لیا ہے یہاں تک کہ اب بمنزلہ کتے کے ہو گیا ہے کہ اگر ہٹا دو تو ہٹ جاتا ہے اور جب اوسکی طرف
ہڈی پھینکو تو چلا آتا ہے پس اگر تم مجھکو پچاس دفعہ ہٹا دیتا اور بلاتا تو میں چلا آتا۔ اور بعضوں کا حال یہ تھا
کہ فرماتے ہیں کہ میں ایک محلہ میں اترا اور وہاں نیکی میں مشہور تھا ہوا میرا دل اس سے پریشان ہوا تو
میں حمام میں گیا اور وہاں قصداً عمدہ کپڑے کسی کے اوٹھا لیے اور اونکو پہنکر اوسکے اوپر اپنی گدڑی پہنی
اور باہر نکلکر آہستہ آہستہ چلنے لگا لوگوں نے مجھکو پکڑا اور میری گدڑی اوتار کر وہ کپڑے مجھ سے لیے
اور خوب دھول دھپہ سے میری خبر لی آیندہ کو میں حمام کا چور مشہور ہوا تب میرا دل مطمئن ہوا
اب تامل کرنا چاہیے کہ یہ لوگ اپنے نفسوں سے کیسی ریاضت لیتے تھے تاکہ خدای تعالیٰ اونکو خلق کی طرف
دیکھنے سے چھوڑا دے اور رفتہ رفتہ اپنی نفس کی طرف بھی التفات نہ رہے اسواسطے کہ جو شخص اپنے نفس کی طرف التفات کرتا ہے
وہ خدا تعالیٰ سے محجوب رہتا ہے اور اوسکا شغل نفس ہی اوسکے حق میں حجاب ہے اسلیے کہ خدا تعالیٰ میں اور بندوں میں کوئی
حجاب یا حائل نہیں بلکہ دلوں کی دوری ہی ہے کہ وہ غیر اللہ میں یا اپنے نفسوں کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں اور
سب سے زیادہ حجاب شغل نفس ہے اسلیے منقول ہے کہ ایک خوبصورت شخص عظیم الشان رؤسائے بسطام میں
کبھی حضرت ابو یزید بسطامی کی مجلس سے جدا نہوتا ایک روز اوسنے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ میں
تیس برس سے برابر روزہ رکھتا ہوں کبھی افطار نہیں کرتا اور رات بھر جاگتا ہوں کبھی نہیں سوتا مگر
باوجود اس ریاضت کے جو علم کہ آپ بیان فرماتے ہیں اوسمیں سے اپنے دل میں کچھ نہیں پاتا حالانکہ میں
اوسکی تصدیق کرتا ہوں اور اوس سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تو تین سو برس تک روزہ
رکھیگا اور راتوں کو جاگیگا اس علم میں سے ایک ذرہ نپاویگا اوسنے عرض کیا کہ اسکی وجہ

آپ نے فرمایا کہ وجہ یہی ہے کہ تو اپنے نفس کے باعث محجوب ہے اوسنے عرض کیا کہ پھر اسکا کچھہ علاج ہے
آپ نے فرمایا کہ ہان علاج کیون نہین اوسنے کہا کہ تو وہ علاج مجکو ارشاد ہو کہ مین کرون آپ نے
فرمایا کہ تو اوس علاج کو قبول نکریگا اوسنے کہا کہ آپ ذکر تو فرمائین کہ مین اوسکو بجا لاؤن آپ نے فرمایا
کہ ابھی نائی کے پاس جا اور اپنا سر اور ڈاڑھی منڈوا اور یہ لباس اوتار کر ایک کمل کا تہمد کر اور اپنی
گردن مین ایک جھولی اخروٹون کی ڈال لے اور اپنے گرد لڑکون کو جمع کر اور اونسے کہدے کہ
جو کوئی میرے دھول لگائیگا مین اوسکو ایک اخروٹ دونگا اور اسی صورت سے بازارون مین جا اور سب
بازارون مین جمع کے وقت پھر اور جو شخص تیرا آشنا ہون انکے پاس بھی اسیطرح جا اوس شخص نے کہا سبحان اللہ
آپ مجکو ایسا ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ تیرا سبحان اللہ کہنا شرک ہے اوسنے پوچھا کہ کسطرح آپ نے
فرمایا کہ تو نے اپنے نفس کو بڑا جانکر سبحان اللہ کہا کچھہ خدا کی تعظیم کے لیے سبحان اللہ نہین کہا اوسنے
عرض کیا کہ یہ تو مین نہین کرونگا الا اور کچھہ بتائیے تو کرون آپ نے فرمایا کہ سب تدبیرون سے پہلے
اسیکو کرنا چاہیے اوسنے کہا کہ اسکی تو مجکو طاقت نہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تو قبول
نکریگا پس یہ تدبیر جو حضرت ابو یزید رح نے بتائی تھی اوس شخص کا علاج ہے جسکو یہ مرض ہو کہ اپنے
نفس کیطرف التفات رکھتا ہو اور لوگونکا التفات اپنی طرف چاہتا ہو اور اس بیماری سے بچنے کی دوا بجز
اس تدبیر کے یا اور اسی قسم کی تدبیر کے اور کچھہ نہین پس جو شخص کہ علاج کی تاب نہ رکھتا ہو اوسکو نچاہیے
کہ جو شخص اس مرض مین مبتلا ہوا ہو یا ہوا ہو اور اپنے نفس کا علاج اوسی تدبیر سے کرتا ہو اوسکو کہے
کہ اس سے شفا ممکن نہین اسلیے کہ اقل درجہ صحت کا یہ ہے کہ اوسکے امکان ہی کا ایمان رکھتا ہو اور
جسمین اسقدر بھی بات نپائی جاوے تو اوسکی خرابی ہے اور یہ امور شریعت مین صاف صاف ظاہر ہین
اور باوجود ظہور کے اوس کے نزدیک دشوار ہین جو اپنے نفس کو علماے شرع سے تصور کرتا ہے اور
حدیث شریف مین وارد ہے لَا یَسْتَکْمِلُ الْعَبْدُ الْاِیْمَانَ حَتّٰی تَکُوْنَ قِلَّةُ الشَّیْءِ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ کَثْرَتِهٖ
وَحَتّٰی یَکُوْنَ اَنْ لَا یُعْرَفَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَنْ یُعْرَفَ اور فرمایا ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ
اِسْتَکْمَلَ اِیْمَانَهٗ لَا یَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَلَا یُرَائِیْ بِشَیْءٍ مِنْ عَمَلِهٖ وَاِذَا عُرِضَ لَهٗ
اَمْرَانِ اَحَدُهُمَا لِلدُّنْیَا وَالْاٰخَرُ لِلْاٰخِرَةِ اٰثَرَ اَمْرَ الْاٰخِرَةِ عَلٰی اَمْرِ الدُّنْیَا اور فرمایا
لَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ الْعَبْدِ حَتّٰی یَکُوْنَ فِیْهِ ثَلٰثُ خِصَالٍ اِذَا غَضِبَ لَمْ یُخْرِجْهُ غَضَبُهٗ
عَنِ الْحَقِّ وَاِذَا رَضِیَ لَمْ یُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِیْ بَاطِلٍ وَاِذَا قَدَرَ لَمْ یَتَنَاوَلْ مَا لَیْسَ لَهٗ
اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ ثَلٰثٌ مَنْ اُوْتِیَهُنَّ فَقَدْ اُوْتِیَ مِثْلَ مَا اُوْتِیَ اٰلُ دَاوٗدَ الْعَدْلُ

فی الغنی والغضب والقصد فی الغنی والفقر وخشیۃ اللہ فی السر والعلانیۃ تو یہ شرطیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے لیے ارشاد فرمائی ہیں پس اوس شخص سے تعجب ہے کہ دین کا تو دعوی رکھتا ہو اور اپنے آپ میں ان شرطوں میں سے ذرہ بھر بھی نہ پاتا ہو پھر اپنے علم اور عقل سے بھی بہرہ رکھتا ہو کہ جو بات ایمان کی بعد بڑے بڑے مقامات طے کرنے کے حاصل ہوا کرتی ہے اوسکا انکار کرے اور اخبار میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی کہ میں اپنا خلیل اوس شخص کو بنایا کرتا ہوں جو میرے ذکر میں سستی اور قصور نہ کرے اور سوا میرے اور کوئی اوسکا فکر نہ ہو سوا میرے اور کسی چیز کو میری مخلوقات میں سے اختیار کرے اور اگر اوسکو آگ میں جلاویں تو آگ کی سوزش سے درد نہ معلوم ہو اور اگر آروں سے چیریں تو اوس سے بھی تکلیف محسوس نہو۔ پس جس شخص کی محبت اس حد تک نہ پہونچی ہو اوسکو محبت کے بعد کی کرامات اور مکاشفات کیسے معلوم ہونگے یہ مکاشفات تو سب بعد محبت کے ہوتے ہیں اور محبت کمال ایمان کے بعد ہوتی ہے اور ایمان کے مقامات اور اوسکے کم و بیش ہونے کے اختلافات کی کچھ شمار نہیں اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے[1] حضرت صدیق رضی کو فرمایا تھا کہ اللہ تعالی نے تجھکو اتنا ایمان دیا ہے کہ وہ اون لوگوں کے ایمان کی برابر ہے جو میری امت میں سے مجھپر ایمان لائے ہیں اور مجھکو جو ایمان دیا ہے وہ سب اولاد آدم کے ایمان کی برابر ہے جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایک[2] دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی کے تین سو اخلاق ہیں جو شخص توحید کے ساتھ ایک خلق لیکر بھی اوس سے ملیگا وہ داخل جنت ہوگا حضرت ابوبکر رضی نے پوچھا کہ یا حضرت مجھ میں بھی کوئی اون اخلاق میں سے ہے آپ نے فرمایا کہ ای ابوبکر تجھ میں سب کے سب ہیں اور اون سب میں محبوب اللہ تعالی کے نزدیک سخاوت ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے لٹکائی گئی اوسکے ایک پلہ میں مجھکو رکھا اور ایک پلہ میں میری امت کو رکھا میرا پلہ بھاری تھا اور ابوبکر رضی کو ایک پلہ میں رکھا اور میری امت کو لاکر ایک پلہ میں ابوبکر کا پلہ جھکا رہا اور باوجود ان سب امور کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالی کے ساتھ اسطرحکا استغراق تھا کہ آپ کے دل میں گنجایش خلت کی دوسرے کے ساتھ نہ تھی اسیواسطے فرمایا کہ اگر میں لوگوں میں سے کسیکو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا مگر میں اللہ تعالی کا خلیل ہوں

خاتمہ کچھ کلمات متفرق متعلقہ محبت کے ذکر میں جنسے فائدہ ہوا کرتا ہے

حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہے اور اور لوگ کہتے ہیں کہ ہمیشہ ذکر کرنا محبت ہے اور کچھ یوں کہتے ہیں کہ محبوب کا سب پر ترجیح دینا محبت ہے

[2] رواہ ابو منصور الدیلمی اور سند اوسکی ضعیف ہے ۱۲
[3] رواہ احمد ... بسند ضعیف ۱۲
بخاری و مسلم ...

اور بعضون کا یہ قول ہے کہ دنیا مین باقی رہنے کو برا جاننا محبت ہے اور یہ سب اقوال محبت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہین نفس محبت کی
کیفیت بیان نہین کیا اور کسی نے کہا کہ یہ قول اچھا ہے کہ محبت وہ بات محجوب کی ہے جو لوگونکو معلوم ہے دل زبان کو اور اوسکے بیان کی عاجز ہین اور حضرت
جنید نے فرمایا ہے کہ علاقے والے پر محبت حرام ہے اور فرمایا کہ جو محبت عوض کے مقابل ہوتی ہے تو جب عوض جاتا رہتا ہے محبت بھی جاتی رہتی ہے۔ اور حضرت
ذوالنون نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت خدا کی ظاہر کرے اوس سے کہہ دو کہ اس بات کے ذکر غیر اللہ کے لیے ذلیل ہے اور کسی نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ سے پوچھا کہ
ہمسے عارف و محب کی صفت کہیے آپ نے فرمایا کہ عارف اگر بولے تو ہلاک ہو جاوے اور محب اگر چپکا رہے تو ہلاک ہو اور آپ نے ایک قطعہ کہا جسکا یہ ترجمہ ہے

قطعہ

اے خداوند رحیم اور کریم	عشق تیرا ہے مرے دل مین مقیم
تو نے کھوئی ہے مری آنکھ سے نیند	مجھپہ جو گذرے ہے سو تو ہی ہے علیم

اور چند اشعار ایک اور شخص نے اسی باب مین کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

ہے عجب گر کہے کوئی کہ حبیب آیا یاد	اوسکو کیا بھول گیا ہون کہ کہون یاد آیا
یاد سے تیری مین مرتا ہون پھر اوٹھتا ہون	حسن ظن مجھکو نہوتا تو مین کیسے جیتا
آرزؤن سے مرا جینا ہے اور شوق سے موت	مرنے جینے کا ترے مجھپہ یہ دستور بندھا
بادۂ عشق سے گو مین نے پیے جام پہ جام	پر نہ وہ مے ہی چکی اور نہ مین سیر ہوا
خوب ہو سامنے گر آنکھ کے ہو اوسکا خیال	پھر جو کوتاہی کرون دید مین تو ہون اندھا

اور حضرت رابعہ عدویہ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہے جو ہمکو ہمارے حبیب کا پتا بتادے اونکی خادمہ نے
کہا کہ ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہے لیکن دنیا نے اوس سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ اور ابن جلا رحمۃ اللہ کہتے ہین کہ خدا تعالی نے
حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کے سر پر مطلع ہوتا ہون اور اوسمین محبت دنیا
اور آخرت کی نہین پاتا تو اوسکو اپنی محبت سے بھر دیتا ہون اور اپنی حفاظت سے اوسکا کفیل
ہوتا ہون۔ اور روایت ہے کہ حضرت سمنون رحمۃ اللہ ایک روز محبت کے باب مین گفتگو کر رہے تھے اتنے مین
ایک پرند آپ کے سامنے اوترا اور زمین کو اپنی چونچ سے کریدتا رہا یہان تک کہ اوسمین سے خون نکلا
اور مر گیا۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی تو جانتا ہے کہ تو نے جو
اپنی محبت سے مجھے اکرام کیا ہے اور اپنے ذکر سے مجھکو مانوس کیا ہے اور اپنی عظمت کی فکر کے لیے
مجھکو مخصوص کر دیا تو اوسکے مقابل جنت میرے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی نہین۔ اور حضرت
سری رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ جو شخص خدا تعالی سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو دنیا کی طرف
رغبت کرتا ہے وہ خفیف ہوتا ہے اور احمق وہ ہے جو صبح اور شام لغو چیزون مین سعی کرتا ہے اور عاقل
آدمی اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہے۔ اور حضرت رابعہ رحمۃ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپکو رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہی اونھون نے فرمایا کہ مجکو محبت تو آپ کے ساتھہ بہت ہے مگر خداے تعالی کی محبت نے مجکو مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہے - اور حضرت عیسی علیہ السلام سے کسینے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ خداے تعالی سے راضی ہونا اور اوسکی محبت اور حضرت ابویزید فرماتے ہین کہ محب دنیا کی محبت کرتا ہی نہ آخرت کی بلکہ اپنے مولا سے مولا ہی کی چاہتا ہے - اور حضرت شبلی رح کا قول ہی کہ محبت لذت مین مدہوشی اور تعظیم مین حیرت کا نام ہے اور بعضون نے کہا ہی کہ محبت اسکا نام ہی کہ اپنے آپ سے نشان مٹا دے یہان تک کہ کوئی چیز ایسی باقی نرہے جسکا مآل محب سے اوسکی طرف راجع ہو - اور بعض کہتے ہین کہ محبت یہ ہی کہ محبوب سے دلخوشی اور بشارت کے ساتھہ نزدیک ہو - اور خواص رح فرماتے ہین کہ محبت ارادون کا مٹانا اور سب صفات و حاجات کا جلا دینا ہی اور حضرت سہل سے جو محبت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے کسی اپنے بندہ کے دل کی مراد سمجھ لی تو اوسکو اپنے منشا کے لیے پھیر دیا اور بعضون نے کہا ہی کہ محب کا معاملہ اللہ چار مقامون پر ہوتا ہی اول محبت دوم ہیبت سوم حیا چہارم تعظیم اور ان چارون مین سے افضل تعظیم اور محبت ہین اسلیے کہ یہہ دونون اہل جنت کے ساتھہ جنت مین باقی رہتے ہین اور انکے سوا اور چیزین اونسے علیحدہ ہو جاتی ہین - اور ہرم بن حیان رح کہتے ہین کہ مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اوس سے محبت کرتا ہی اور جب اوس سے محبت کرتا ہی تو اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب توجہ کا مزا پاتا ہے تو دنیا کی طرف نظر خواہش سے نہین دیکھتا نہ آخرت کی طرف نظر کاہلی سے دیکھے اور وہ اپنے جسم سے تو دنیا مین رہتا ہے اور روح سے آخرت مین - اور عبد اللہ بن محمد رح کہتے ہین کہ مین نے ایک عابد عورت کو دیکھا کہ رو رہی تھی اور آنسو چہرے پر بہا رہی تھی سمجھا کہ مین خداے تعالی کے شوق مین اور اوسکی ملاقات کے اشتیاق مین زندگی سے تنگ آگئی ہون یہان تک کہ اگر موت بکتی ہوتی تو مین اوسکو خرید لیتی - راوی کہتے ہین کہ مین نے اوس سے پوچھا کہ تجکو اپنے عمل پر اطمینان ہی اوسنے کہا کہ اطمینان تو نہین مگر مین اوس سے محبت رکھتی ہون اور اوس پر مجکو حسن ظن ہے تو کیا تجکو یہ خیال ہی کہ باوجود محبت کے وہ مجکو عذاب دیگا - اور اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام وحی بھیجی کہ جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر اونکو معلوم ہو جاوے کہ مین اونکا کیسا منتظر رہتا ہون اور اونکے ساتھہ نرمی برتتا ہون اور اونکے گناہ چھوڑنے کا مشتاق ہون تو اونکو میری طرف اتنا شوق ہو کہ اوسمین مر جاوین اور میری محبت سے اونکے جوڑ بند جدا ہو جاوین اے داود میری خواہش جب روگردانون کے باب مین یہ ہے تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین اونکے باب مین

قیاس کرنا چاہیے کہ کیسی ہوگی ای داؤد سب سے زیادہ محتاج میری طرف بندہ اوس حال میں ہوتا ہے جب مجھسے بے پروا ہوجاتا ہے اور زیادہ تر رحیم اپنے بندے پر مین جب ہوتا ہون جب مجھسے روگردان ہوجاتا ہے اور زیادہ تر بزرگی میرے بندے کو اوسوقت ہوتی ہو جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہو اور ابو خالد صفار کہتے ہین کہ ایک نبی انبیا مین سے کسی عابد سے ملے اور فرمایا کہ ای گروہ عابدان تم جس بات پر عمل کرتے ہو ہم اوس پر نہین کرتے تم تو خوف ورجا پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت اور شوق پر اور حضرت شبلی رح کہتے ہین کہ خدای تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ای داؤد میرا ذکر ذاکرون کے واسطے ہے اور جنت اطاعت کرنیوالون کے لیے اور دیدار مشتاقون کے لیے اور مین خود اپنے محبون کے لیے ہون - اور حضرت آدم علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ جو شخص کسی حبیب سے محبت کرتا ہے اوسکے قول کو سچا جانتا ہے اور جو شخص اپنے حبیب سے مانوس ہوتا ہو اوسکے فعل سے راضی ہوتا ہو اور جو اوسکی طرف مشتاق ہوتا ہے تو اپنا راستہ جلد جلد چلتا ہے - اور خواص رح اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے اور کہتے کہ ہای شوق اوسکا جو مجکو دیکھتا ہے اور مین اوسکو نہین دیکھتا اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ حضرت یونس علیہ السلام اتنا روئے کہ اندھے ہوگئے اور اتنا کھڑے رہے کہ کبڑے ہوگئے اور نماز اتنی پڑھی کہ طاقت حرکت کی نرہی اور فرمایا کہ قسم ہے تیری عزت وجلال کی اگر مجھ مین اور تیرے درمیان مین کوئی آگ کا سمندر ہوتا تو مجکو تیرا اتنا شوق ہے کہ مین اوسمین بھی گھس جاتا - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا طریق پوچھا آپ نے فرمایا کہ معرفت میرا راس المال ہے اور عقل میرے دین کی اصل ہے اور محبت میری بنا ہے اور شوق میری سواری اور ذکر خدا میرا انیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار اور صبر میری چادر اور رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا سفارشی اور طاعت میرا حسیب اور جہاد میرا اخلاق ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین ہے - اور حضرت ذوالنون نے فرمایا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جسنے ارواح کو لشکر کے لشکر بنائے پس عارفین کی روحین تو جلالی اور قدسی ہین اسواسطے اللہ تعالی کیطرف وہ لوگ مشتاق ہوے اور مومنون کی روحین روحانی ہین اسی جہت سے جنت کے مشتاق ہوے اور غافلون کی روحین ہوائی ہین وہ بہین وجہ دنیا کے راغب ہوے - اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اونھون نے ایک شخص گندم گون لاغر تن کو جبل لکام مین دیکھا کہ ایک پتھر پر سے دوسرے پر کودتا تھا اور کہتا تھا ؎

ترے شوق والفت نے مارا ہے جال	پھنسایا مجھے اور کیا ہے یہ حال

اور کہتے ہیں کہ شوق ایک آتش الٰہی ہے جسکو خدا تعالیٰ اپنے اولیا کے دل میں روشن کرتا ہے یہاں تک کہ اوسکے باعث تمام اونکے دل کی چیزیں مثل خواطر اور ارادات اور عوارض و حاجات کے سب جل جاتے ہیں

اب اس باب کو اسیقدر پر تمام کیا جاتا ہے

ساتوان باب نیت اور اخلاص اور صدق کے بیان میں

رباعی

نیت پے شریعت میں سے موقوف عمل — اخلاص ہو اوس میں تو ہے وہ عمل
نیت کی درستی بھی ہو اور ہو اخلاص — بے صدق مگر ہو کبھی جیت دخل

واضح ہو کہ اہل دل کو ایمان کی بصیرت اور نور قرآن سے یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ بدون علم و عمل کے شرف سعادت حاصل نہیں ہو سکتا اسلیے کہ آدمی سب تباہ کار ہیں بجز علم والون کے اور عالم بھی سب ہلاک ہیں بجز عاملون کے اور عامل بھی سب ایسے ہی ہیں مگر اخلاص والون کے اور اخلاص والے بڑے خطرے میں ہیں غرضکہ عمل بدون نیت کے محض مشقت ہے اور نیت بدون اخلاص کے ریا اور مثل نفاق اور معصیت کے ہے اور اخلاص بدون صدق اور تحقیق کے ایک دھوکا سا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ اوس عمل کا حال جسمین ارادہ غیر اللہ کا مخلوط ہو اسطرح ارشاد فرماتا ہے وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا اور ہمکو معلوم نہیں کہ جو شخص نیت کی حقیقت کو نہ پہچانتا ہو وہ اوسکو درست کیسے کریگا یا جو حقیقت اخلاص سے ناواقف ہو وہ کیسے اخلاص بجا لاویگا اور جو صدق کے معنی سمجھتا ہو تو اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کریگا۔ اسلیے جو بندہ کہ عبادت الٰہی کیا چاہے اوسپر اول ضروری ہے کہ نیت کو سیکھے تاکہ اوسکی شناسائی ہو پھر حقیقت صدق و اخلاص کی سمجھکر نیت کو عمل سے صحیح کرے کہ صدق و اخلاص ہی سبب بندہ کی نجات اور خلاص کا ہیں اسلیے ہم اس باب کو تین فصلون میں بیان کرتے ہیں ہر ایک فصل میں ان تینون چیزون میں سے ایک بات کو

فصل اول نیت کی فضیلت و حقیقت وغیرہ کے بیان میں مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان نیت کی فضیلت میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ اس آیت میں ارادے سے مراد نیت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَىٰ دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اکثر شہید بستر پر مرنے والے ہونگے اور بہت سے

قتیل دو صفون کے درمیان مین خدا جانے اوسکی نیت کیا تھی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اس آیت مین نیت کو توفیق کا سبب فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی تمہاری صورتون کو اور مالون کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے دلون کو
اور اعمال کو دیکھتا ہے اور دلون کے دیکھنے کی وجہ یہی ہے کہ نیت کا محل ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ
بندہ اعمال حسنہ کیا کرتا ہے اور اونکو فرشتے مہری صحیفون مین لیکر اوپر چڑھتے ہین اور خدای تعالی
کے سامنے جا رکھتے ہین ارشاد ہوتا ہے کہ اس صحیفے کو ڈالدو اسلیے کہ جو کچھ اسمین ہے اوسکے عامل نے
اوس سے میری نیت نہین کی پھر فرشتون کو امر فرماتا ہے کہ اس شخص کیواسطے یہ لکھ لو اور یہ لکھ لو
وہ عرض کرتے ہین کہ الٰہی اوسنے تو انمین سے کوئی کام کیا نہین ارشاد ہوتا ہے کہ اوسنے اون کامونکی
نیت کی تھی اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی چار طرح کے ہین ایک
وہ ہے جسکو خدای تعالی نے علم اور مال دیا ہو اور وہ اپنے علم کے موجب اپنے مال مین کام کرتا ہو تو دوسرا
شخص یون کہتا ہو کہ اگر مجکو اللہ تعالی ایسا ہی دے جیسا اس شخص کو دیا ہے تو مین بھی ایسا ہی کام کرونگا
جیسا وہ کرتا ہے تو یہ دونون ثواب مین برابر ہین اور تیسرا وہ شخص ہے کہ اوسکو خدای تعالی نے مال دیا ہو
اور علم نہ دیا ہو اور وہ اپنے جہل کے باعث مال کو واہیات مین اوڑاتا ہو اور کوئی شخص یون کہے کہ
اگر اللہ تعالی مجکو مال دے تو مین بھی ایسا ہی کرون جیسا یہ کرتا ہے تو یہ دونون گناہ مین برابر ہین —
پس دیکھنا چاہیے کہ صرف نیت کے باعث عمل کی خوبیون اور برائیون مین آپنے شریک فرمایا — اور
اسیطرح حدیث انس بن مالک مین مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک مین نکلے تو
فرمایا کہ مدینہ مین کچھ لوگ ایسے ہین کہ جو کچھ ہم سفر کرتے ہین یعنی جنگل طے کرتے ہین یا ایسی جگہ کو
پامال کرتے ہین جو کافرون کو غصہ دلاتی یا کچھ خرچ کرتے ہین یا بھوکے ہوتے ہین وہ ان سب مین
ہمارے ثواب کے شریک ہین حالانکہ وہ مدینے مین ہین لوگون نے عرض کیا کہ کسطرح ہے وہ تو ہمارے
ساتھ نہین ہین آپنے فرمایا کہ اونکو عذر نے روک دیا ہے پس حسن نیت کے باعث شریک ہوگئے اور حضرت
ابن مسعود رضی کی حدیث مین ہے کہ مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِيْ شَيْئًا فَهُوَ لَهٗ چنانچہ ایک شخص نے ہجرت کی اور ہم مین
سے ایک عورت سے نکاح کیا اوسکا نام مہاجر ام قیس ہوگیا — اور اسیطرح ایک اور حدیث مین ہے کہ
ایک شخص خدا کی راہ مین مارا گیا اور اوسکا نام قتیل حمار ہوا اس سبب سے کہ وہ ایک شخص سے اسواسطے لڑا
کہ اوسکا مال اور گدہا لیوے اسی پر مارا گیا اور اپنی نیت کیطرف منسوب ہوا — اور عبادہ رضی کی حدیث
مین یون مروی ہے مَنْ غَزَا وَهُوَ لَا يَنْوِيْ اِلَّا عِقَالًا فَلَهٗ مَا نَوٰى اور حضرت آپ فرماتے ہین

کہین نے ایک شخص سے مدد چاہی کہ غزوہ مین میرے ساتھ ہو اوسنے کہا کہ میرے لیے کچھ اجرت مقرر کردو
تو ساتھ ہون مین نے ویسا ہی کیا اور اس ماجرا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا
آپ نے فرمایا کہ اوسکو دنیا اور آخرت سے اوسیقدر ملا جو تونے مقرر کردیا تھا اور بنی اسرائیل کے
قصون مین ہی کہ ایک شخص بالو کے ٹیلون پر قحط کی حالت مین گذرا اور اپنے دل مین کہا کہ اگر یہ
ریت طعام سے ہوتا تو مین لوگون کو بانٹ دیتا اللہ تعالی نے اونکے نبی پر وحی بھیجی کہ اوس شخص سے
کہدو کہ اللہ تعالی نے تیرا صدقہ قبول کیا اور تیری حسن نیت کا مشکور ہوا اور تجھکو وہی ثواب دیا کہ
اگر بالفرض اسقدر رکھا ہوتا اور تو اوسکو بانٹ دیتا اور بہت سی احادیث مین آیا ہی کہ مَنْ هَمَّ
بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی کی حدیث مین ہی کہ جس شخص کی نیت
دنیا ہو اللہ تعالی اوسکا افلاس اوسکی آنکھون کے سامنے کردیتا ہی اور وہ ایسے وقت مین دنیا سے مفارقت
کرتا ہی کہ زیادہ رغبت دنیا کی اوسکو ہوتی ہی اور جسکی نیت آخرت ہوتی ہی اللہ تعالی اوسکی غنا اوسکے
دل مین کردیتا ہی اور اوسکا سامان اوسپر جمع کردیتا ہی اور وہ دنیا مین اہتمام کرکے اوٹھتا ہی اور حضرت
ام سلمہ رضی کی روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر کیا جسکا غرور تھے
زمین مین دھنسا جنگل مین ہو حضرت ام سلمہ رضی نے پوچھا کہ یا حضرت ان مین وہ شخص بھی ہوگا جو
زبردستی یا اجرت کے سبب ہمراہ ہو آپ نے فرمایا کہ اونکا حشر اونکی نیتون پر ہوگا اور حضرت عمر رضی
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنا ہی کہ فرماتے تھے اِنَّمَا يَقْتَتِلُ الْمُقْتَتِلُوْنَ
عَلَى النِّيَّاتِ اور ایک حدیث مین ہی کہ جب دو صفین ملتی ہین تو فرشتے اوترکر خلق کو درجہ بدرجہ
لکھتے ہین کہ فلان شخص دنیا کے واسطے لڑتا ہی اور فلان حمیت کے لیے اور فلان تعصب کیواسطے
خبردار کسیکو یہ نہ کہو کہ خدا کی راہ مین شہید ہوا جو شخص کہ اس غرض سے اٹھے کہ خدای تعالی کا بول بالا
ہو وہ خدا کی راہ مین ہے۔ اور حضرت جابر رضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپنے
فرمایا يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ اور احنف بن قیس ابی بکرہ سے راوی ہین کہ آپنے فرمایا
اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ لوگون نے عرض کیا کہ ایک تو قاتل ہونے کی
جہت سے جاویگا مقتول کا کیا باعث ہی آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اوسنے دوسرے کے مارنیکا
ارادہ کیا تھا۔ اور حدیث ابی ہریرہ مین ہی کہ جو شخص کسی عورت سے کسیقدر مہر پر نکاح کرے اور نیت
اوسکے ادا کی نرکھتا ہو تو وہ زانی ہے اور جو شخص کچھ قرض لے اور اوسکے دینے کی نیت نہو تو وہ چور
اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص خدای تعالی کیواسطے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن

ایسے حال میں آویگا کہ اوسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو شخص غیر اللہ کے لیے خوشبو لگاویگا قیامت کے دن آویگا اور اوسکی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہوگی +

اور آثار نیت کے فضائل میں یہ ہیں کہ حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ سب اعمال میں افضل وہ ہے جو خدای تعالی نے فرض کیا ہے اور بچنا اون اشیا سے جو خدای تعالی نے حرام فرمائی ہیں اور درستی نیت کی اون امور میں ہے جو خدای تعالی کے پاس ہیں - اور سالم بن عبد اللہ رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو لکھا کہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی کی مدد بندے کیواسطے نیت کی مقدار پر ہوتی ہے پس جسکی نیت کامل ہوگی اوسکے لیے خدای تعالی کی مدد بھی پوری ہوگی اور اگر نیت میں نقصان ہوگا تو مدد بھی اوسیقدر ناقص ہوگی - اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ اکثر کام چھوٹے ہوتے ہیں اونکو نیت بڑا کردیتی ہے اور اکثر کام بڑے ہوتے ہیں نیت اونکو چھوٹا کردیتی ہے - اور حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نیکوکار کہ اوسکی نیت تقوی کی ہوتی ہے اگر اوسکے تمام اعضا دنیا میں متعلق ہوجاوینگے تو اوسکی نیت کسی روز اوسکو نیک نیت کیطرف ہٹا دیگی اور جاہل کا حال اسکے خلاف ہے - اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ نیت کو اسطرح سیکھا کرتے تھے جیسے تم عمل کو سیکھتے ہو - اور بعض علما کا قول ہے کہ عمل سے پیشتر نیت عمل کی تلاش کرنی چاہیے اور جب تک خیر کی نیت کرتے رہو گے تب تک خیر میں رہو گے اور کوئی طالب علم علما کے پاس پھرا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی شخص مجکو ایسا عمل بتاوے کہ اوسکے باعث میں ہمیشہ خدای تعالی کیواسطے عامل رہوں اسلیے کہ مجکو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ مجھپر کوئی گھڑی رات اور دن کی ایسی گذرے جسمیں میں خدا کی واسطے عمل نکرتا ہوں اوسکو علما نے کہا کہ تیرا مطلب تجکو حاصل ہے جسقدر ہو سکے خیر کیا کر اور جب عمل خیر سے تھکے یا اوسکو چھوڑے تو دل سے اوسکے کرنے کا قصد کر اسلیے کہ جو عمل خیر کا قصد کرتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا خیر کرتا ہے - اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ خدای تعالی کی نعمت تمہارے شمار سے زیادہ ہے اور تمہارے گناہ تمہاری دانست سے پوشیدہ تر ہیں لیکن اگر صبح و شام کو توبہ کرلیا کرو تو بیچ کے گناہ بخشدیے جاوینگے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مژدہ ہے اوس آنکھ کو جو سووے اور قصد معصیت نکرے اور بیگناہی پر جاگے اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ قیامت کو لوگ اپنی نیت کی مقدار پر اوٹھائے جاوینگے اور حضرت فضیل بن عیاض رح جب یہ آیت پڑھتے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَا أَخْبَارَكُمْ روتے اور اسکو مکرر پڑھتے اور کہتے کہ الہی اگر تو ہمارا امتحان کریگا تو ہمکو فضیحت اور رسوا کریگا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ نیتوں ہی کے باعث جنتی جنت میں

ہمیشہ رہینگا اور وہ دوزخی دوزخ میں — اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی بہت ہے اور جس سے میرا غیر ارادہ کیا گیا ہو گا وہ بہت بھی تھوڑا ہے اور بلال بن سعد رحمہ کہتے ہیں کہ بندہ مومن کا سا قول کہتا ہے مگر اللہ تعالی اوسکو اور اوسکے قول کو نہیں چھوڑتا جب تک کہ اوسکے عمل کو نہ دیکھے پھر اگر عمل کرتا ہے تو اوسکے ورع کو دیکھتا ہے اور اگر ورع بھی کرتا ہے تو یہ دیکھتا ہے کہ اسکی نیت کیا ہے پھر اگر نیت درست ہوئی تو اوسکے سب کام درست ہونگے — حاصل یہ کہ اعمال کی بنا نیتوں پر ہے عمل اپنے خیر ہونے میں نیت کا محتاج

اور نیت خود اپنے آپ خیر ہے گو کسی مانع کی جہت سے عمل نہ ہو سکے

دوسرا بیان نیت کی حقیقت کا — جاننا چاہیے کہ نیت اور ارادہ اور قصد یہ الفاظ مترادف ہیں جو ایک معنی کیواسطے آتے ہیں اور وہ دل کی ایک حالت اور صفت ہے کہ علم و عمل کے بیچ میں ہوتی ہے علم تو اوس سے پہلے آتا ہے اسوجہ سے کہ وہ اوسکی اصل و شرط اوس حالت کی علم ہی ہوتا ہے اور عمل اوسکے بعد ہوتا ہے باین نظر کہ اوس حالت کا ثمرہ اور فرع ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک کام یعنی ہر ایک حرکت و سکون اختیاری تین چیزوں سے پورا ہوتا ہے علم اور ارادہ اور قدرت اسلیے کہ انسان جس چیز کو نہیں جانتا اوسکا ارادہ نہیں کرتا پس اوسکا جاننا ضروری ہوا اور کام نہیں کرتا جب تک کہ ارادہ نہیں کرتا تو عمل کیلیے ارادہ کا ہونا ضروری ہوا اور ارادہ کے معنی ہیں کہ دل کا برانگیختہ ہونا ایسی چیز کیطرف جو اوسکے خیال میں اوسکے مقصود کے موافق ہو خواہ اوس وقت ہو یا انجام کار اور چونکہ انسان کی سرشت اسطرح کی ہے کہ بعض امور اوسکے موافق اور اوسکی غرض کے مناسب ہوتے ہیں اور بعض مخالف تو ضروری ہوا کہ اوسکو احتیاج مناسب موافق چیز کے اپنی طرف کھینچنے کی اور بری چیز کو اپنے نفس سے علیحدہ کرنے کی ہو پس اسلیے اس بات کی حاجت ہوئی کہ مضر اور مفید چیزوں کو جانے اور پہچانے تاکہ مفید کو حاصل کرے اور مضر سے بچا رہے مثلاً جو شخص غذا کو نہیں دیکھتا اور نہیں پہچانتا تو ممکن نہیں کہ غذا کھا سکے اور جو شخص آگ کو نہیں دیکھتا اوس سے بھاگ بھی نہیں سکتا اسلیے اللہ تعالی نے ہدایت اور معرفت کو پیدا کیا اور اوسکے لیے اسباب بنائے یعنی حواس ظاہری اور باطنی اور اسلیے ہماری غرض نہیں ہے اگر غذا کو دیکھا اور جانا کہ یہ موافق ہے تب بھی کھانے کے لیے اوسکافی نہیں جب تک کہ آدمی میں میل و رغبت و خواہش غذا پر برانگیختہ کرنیوالی نہ ہو دیکھو مریض غذا کو دیکھتا بھی ہے اور جانتا ہے کہ یہ موافق ہے مگر رغبت کے نہ ہونے اور قوت تصرفیہ کے جاتے رہنے سے اوسکو کھا نہیں سکتا اوسکے لیے اللہ تعالی نے میل و رغبت و ارادہ پیدا کیا اور میرا مطلب ارادہ سے یہی ہے کہ نفس میں ایک اشتیاق اور دل میں توجہ رکھدی پھر رغبت اور ارادہ بھی کافی نہ

چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اپاہج آدمی کھانا دیکھتا بھی ہے اور اوسکا تناول کرنا بھی چاہتا ہے مگر اپنے اپاہج ہونے کی جہت سے نہیں کھا سکتا پس اس وقت کی دفع کے لیے قدرت اور اعضاء متحرک پیدا کیے جنسے تناول کامل ہو۔ پس عضو بدون قدرت کے حرکت نہیں کرتا اور قدرت ارادہ کی منتظر رہتی ہے اور ارادہ علم و معرفت خواہ ظن و اعتقاد کا منتظر رہتا ہے یعنی اسبات کا دل میں امر پختہ ہو جاوے کہ وہ شے ہمارے موافق ہے تو جب معرفت مصمم ہو جاتی ہے کہ فلان چیز مرضی کے موافق ہے اور اوسکا کرنا ضروری ہے اور کوئی دوسرا مانع بھی نہو تو ارادہ اوٹھتا ہے اور رغبت ثابت ہوتی ہے اور جب ارادہ اوٹھتا ہے تو قدرت اعضا کے حرکت دینے کو تیار ہو جاتی ہے حاصل یہ کہ قدرت ارادہ کی تابع ہے اور ارادہ حکم اعتقاد کا خادم ہے تو نیت کی تعریف اس صورت میں یہ ہوئی کہ وہ ایک صفت متوسط اعتقاد اور قدرت کے درمیان میں ہے یعنی ارادہ اور نفس کا اوبھرنا رغبت اور میل کے حکم سے ایسی چیز کیطرف جو اوسکی غرض کے موافق حال میں یا مآل میں پس اول اوسکی غرض مطلوب ہوتی ہے اور باعث اوسکے کھڑے ہونے کا اور یہی غرض اوبھارنے والی نیت کیا ہوا مقصود ہے اور اوبھرنا قصد اور نیت ہے اور قدرت کا کام ہاتھوں وغیرہ کو ہلانا عمل ہے مگر اونچا کہ برانگیختہ ہونا قدرت کا عمل کے لیے کبھی ایک ہی باعث سے ہوتا ہے اور کبھی دو باعثوں سے جو ایک ہی فعل میں اکٹھے ہو جاتے ہین اور ان دو مین بھی کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ ہر واحد قدرت کے برانگیختہ ہونے پر قادر ہوتا ہے اور کبھی قاصر کہ بدون اجتماع دوسرے باعث کے کافی نہین ہوتا اور کبھی ایک کافی تو ہوتا ہے مگر دوسرا باعث اوسکا معاون و مددگار ہو جاتا ہے گو اکیلا مستقل نہین ہوتا اسلیے ان چارون اقسام کے لیے جدا جدا نام اور مثالین ہونی چاہیین

پہلی قسم یہ ہے کہ باعث صرف اکیلا ایک ہی ہو مثلاً اگر آدمی پر کوئی درندہ حملہ کرے تو جیسے ہی وہ اوسکو دیکھیگا فوراً اپنی جگہ سے اوٹھ کھڑا ہوگا اس صورت مین اوسکا محرک بجز بھاگنے کی غرض کے اور کوئی نہین اسلیے کہ جب اوسنے درندے کو دیکھا اور اوسکو اپنے نفس کے لیے مضر جانا اوسیوقت اوسکا نفس بھاگنے پر منبعث ہوا اور اوسی رغبت کے سبب قدرت بھی کام کرنے لگی ایسی صورت مین یہی کہا جاتا ہے کہ نیت اوس شخص کی اوس درندہ کے سامنے سے بھاگنے ہی کی ہے کھڑے ہونے سے اور کچھ مطلب نہین ایسی نیت کو نیت خالص کہتے ہین اور اس نیت کے مقتضا کے موافق عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہین یعنے اگر لحاظ غرض باعث کے دیکھا جائے تو اس عمل کو اخلاص کہنا چاہیے جسکے معنی یہ ہین کہ غیر کی شراکت اور خلط سے خالص ہے ۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عمل کے لیے دو باعث جمع ہون اور دونون سے ہر ایک تنہا بھی قدرت کے محرک ہونے کے لیے مستقل ہو اوسکی مثال محسوسات مین یہ ہے کہ

دو آدمی ملکر ایک بھاری بوجھ اتنے زور سے اوٹھاوین کہ اگر تنہا بھی اتنا زور ہوتا تو کافی نہوتا
اور ہماری غرض کے بموجب یہ مثال ہو کہ آدمی سے اوسکا کوئی فقیر رشتہ دار کچھ حاجت کی درخواست
کرے اور وہ اوسکو پورا کرے اور اوسکے فقر اور قرابت دونون کا لحاظ کرے اور یہ بات کو جانے
کہ اگر یہ فقیر نہوتا تب بھی مین صرف قرابت کے باعث اوسکی حاجت پوری کردیتا یا قرابت نہوتی تو
فقیری کی جہت سے حاجت روائی کرتا اور دل مین یہ بات کا اپنے نفس سے یقین ہو کہ اگر کوئی رشتہ دار
غنی درخواست کرے تو اوسکی قضاے حاجت مین رغبت کریگا یا کوئی فقیر اجنبی سوال کرے تب بھی
رغبت ہوگا - اسیطرح جس شخص کو طبیب نے حکم ترک غذا کا دیا ہو اور اسی اثنا مین عرفہ کا دن آجاوے اور
وہ روزہ رکھے اور جانے کہ اگر عرفہ نہوتا تو پرہیز کی جہت سے غذا ترک کردیتا اور پرہیز نہوتا تو عرفہ
کی خاطر کھانا نہ کھاتا اور اب دونون جمع ہوگئے اور اوسنے عمل کیا اور دوسرا باعث پہلا باعث کے ساتھ ہو
تو اس دوسرے باعث کا نام ہم رفیق رکھتے ہین یعنی دونون باعث ایک دوسرے کے رفیق ہین - اور
تیسری قسم یہ ہے کہ دونون باعثون مین سے تنہائی کی صورت مین کوئی بھی کافی نہو مگر دونون ملکر
باعث حرکت قدرت کے ہوسے ہون محسوسات مین اسکی مثال یہ ہے کہ دو کمزور ملکر کسی چیز کو اوٹھاوین
کہ جدا جدا اوسے نہ اوٹھا سکتے ہون اور ہمارے مطلب کی مثال یہ ہے کہ کسی آدمی کا رشتہ دار غنی اوسکے
پاس آوے اور ایک روپیہ مانگے تو اوسکو نہ دے اور اجنبی فقیر آکر مانگے تو اوسکو بھی نہ دے لیکن اگر قریب مفلس
مانگنے آوے تو اوسکو دیدے اس صورت مین اوسکے ارادے کا باعث دونون باعثون یعنی قرابت
اور فقر کے ملنے سے ہوگا - اسیطرح اگر کوئی شخص لوگون کے سامنے ثواب کے لیے اور ثنا کی غرض سے
صدقہ دیوے اور ایسی طرح ہو کہ اگر صرف قصد ثواب ہی ہوتا اور سائل تنہائی مین ملتا تو خیر آمادہ
نہوتا یا صرف غرض ثنا ہوتی اور مانگنے والا ایسا فاسق ہوتا کہ اوسکے دینے مین ثواب نہو تو نہ دیتا اور جب
دونون باتین جمع ہوگئین تو ملکر دل کو حرکت دی اس قسم کے باعث کا نام ہم شریک رکھتے ہین - اور
چوتھی قسم یہ ہے کہ دونون باعثون مین سے ایک تو ایسا ہو کہ اگر تنہا ہو تو کارگر ہو جاوے اور دوسرا
ایسا نہو مگر جب پہلے کے ساتھ ملتا ہے تو کچھ نہ کچھ مدد اور سہولت کردیتا ہے اوسکی مثال محسوس
چیزون مین یہ ہے کہ کوئی شخص تندرست کچھ بوجھ اوٹھاتا ہو اور اوسکو کوئی کمزور بھی سہارا دیدے
ہرچند قوی آدمی خود اوسکو اوٹھا سکتا تھا اور ضعیف سے ممکن نہ تھا کہ اوٹھا سکے مگر تاہم کچھ آسانی
اوٹھانے مین ہوجاتی ہے اور ہماری مراد کے موافق یہ مثال ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی وظیفہ یا صدقہ کا
عادی ہے اور اتفاق سے وظیفہ یا صدقے کے وقت کچھ لوگ آگئے تو اونکے دیکھنے کے باعث

اور پھر وہ عمل آسان ہو گیا اور اپنے نفس سے اس بات کو جانتا ہے کہ اگر تنہا ہوتا تب بھی اپنے عمل میں سستی نہ کرتا اور اگر طاعت کا خیال نہ ہوتا تو صرف ریا ایسی نہ تھی جس سے وہ عمل سرزد ہوتا پس اسطرح کی نیت میں کس قدر اختلاط ہوتا ہے ایسی قسم کے باعث کو معین کہتے ہیں حاصل یہ کہ دوسرا باعث یا تو ضعیف ہوتا ہے یا شریک یا معین اور ان سب کا حکم ہم اخلاص کی فصل میں لکھینگے یہاں مقصود نیت کے اقسام کے بیان سے یہ ہی ہے واسطے کہ عمل تابع نیت کا ہوتا ہے اور اوسی سے حکم حاصل کرتا ہے اسلیے ارشاد ہوا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اور ظاہر ہے کہ تابع کا خود کچھ حکم نہیں ہوتا ہے حکم متبوع ہی کا رکھتا ہے

تیسرا بیان اس حدیث کے بھید کے بیان میں نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی ایماندار کی نیت اوسکے عمل سے بہتر ہے حدیث میں جو وارد ہے تو اسکی کیا وجہ ہے اور اس سے کیا مراد ہے۔ بعض شخصوں کو یہ خیال ہے کہ نیت کی ترجیح کا باعث یہ ہے کہ نیت ایک پوشیدہ چیز ہے سوا اللہ تعالی کے اوسپر کوئی واقف نہیں ہوتا اور عمل ظاہر ہے اور پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہے اسلیے نیت کو بھی ترجیح ہے پس ہرچند اتنی بات درست ہے کہ پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہے مگر وہ یہاں مراد نہیں اسلیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اگر آدمی نیت کرے کہ خدا تعالی کا ذکر اپنے دل سے کرے یا مسلمانوں کے کام میں فکر کرے تو نیت تفکر کی خود تفکر سے بہتر ہو۔ اور کبھی یہہ گمان ہوتا ہے کہ ترجیح نیت کی یہ وجہ ہے کہ نیت تا انجام عمل تک رہتی ہے اور اعمال میں دوام نہیں ہوتا اور یہ وجہ بھی ضعیف ہے اسلیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ عمل کثیر عمل قلیل کی نسبت کم بہتر ہو علاوہ ازین یہہ چیز وہ نہیں کہ نیت کو دوام ہوا کرے اسلیے کہ نیت اعمال نماز کی کبھی صرف چند گھڑی کے لحظات تک ہوا کرتی ہے اور اعمال دیر تک رہا کرتے ہیں اور مفہوم حدیث سے یہ پایا جاتا ہے کہ نیت کو عمل پر ترجیح ہو۔ اور بعضے یہ تقریر کرتے ہیں کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ اگر نیت صرف ہو تو وہ محض عمل بدون نیت سے بہتر ہے ہرچند یہ تو ہے کہ عمل بدون نیت سے نیت اچھی ہے مگر یہ مراد نہیں ہو سکتی اسلیے کہ عمل بدون نیت یا غفلت کے ساتھ میں کچھ بھی خیر نہیں اور نیت اگر عمل سے تنہا ہو تو وہ بالکل خیر ہوا اور ترجیح اونھیں دونوں میں ہونی چاہیے جو اصل خیر میں مشترک ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ جو طاعت کہ نیت و عمل سے مرکب ہوا اور نیت بھی منجملہ خیرات ہوا اور عمل بھی تو ساری طاعت میں سے نیت بہ نسبت عمل کے بہتر ہے یعنی نیت اور عمل ہرچند دونوں مقصود میں تاثیر رکھتے ہیں مگر نیت کی تاثیر عمل کی نسبت کہ بہت ہوتی ہے پس حدیث مذکور کے معنی یہ ہیں کہ نیت مومن کی منجملہ اوسکی طاعت کے اوس عمل سے بہتر ہے جو وہ بھی منجملہ اوسکی طاعت کے ہوا اور غرض یہ ہے کہ بندے کو نیت میں بھی اختیار ہوا اور عمل میں بھی اور دونوں عمل ہیں

اگر بہتری نیت ہی کو دیکھے تو ہوئی اس حدیث کے معنے اب باقی رہا یہ کہ عمل سے اسکے بہتر اور افضل ہونیکا کیا سبب ہے
تو اوسکو وہی سمجھیگا جو دین کے مقصود اور اوسکے طریق کو سمجھتا ہو اور جانتا ہو کہ طریق کی تاثیر
مقصود کے پہونچانے میں کسطرح ہوتی ہی اور بعض آثار دین کو بعض پر قیاس کرے تا کہ معلوم ہو وے کہ
مقصود کے لحاظ سے فلانے اثر کو افضلیت ہی مثلاً جو شخص کہے کہ روٹی میوے کی نسبت کہ بہتر ہے تو
اوسکی مراد یہ ہی کہ روٹی بلحاظ مقصود کے یعنی قوت اور غذا ہونے کے بہتر ہی اور اس بات کو وہی سمجھیگا جو
یہ سمجھے کہ غذا کسی مطلب خاص کے لیے ہی جسکو صحت اور بقا کہتے ہیں اور غذائیں تاثیرات مختلف ساتھ
رکھتی ہیں اور انکی تاثیرات کو بھی ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے معلوم کر لے کہ اصل مقصود کس میں زیادہ ہی
اور طاعات پر جو غور کیا جاتا ہی تو یہ بھی دلوں کی غذائیں ہیں اور انسے مقصود دلوں کی شفا اور بقا اور
آخرت میں سلامت رہنا اور سعادت اخروی سے بہرہ ور ہونا اور خدای تعالی کے دیدار سے لذت پانا ہی
غرضکہ مقصود لذت سعادت لقا ہی فقط اور اوس سعادت سے لذت یاب وہی ہوگا جو خدای تعالی کا
عارف اور محب ہو کر مرے اور اوس سے محبت وہی کریگا جو اوسکو جانیگا اور اوس سے انس اوسیکو ہوگا
جو زیادہ تر اوسکا ذکر کرے پس انس دوام ذکر سے حاصل ہوتا ہی اور معرفت دوام فکر سے اور محبت معرفت
کی تابع ہوتی ہی اور قلب دوام ذکر اور فکر کے لیے فارغ نہیں ہوتا اگر اسطرح کہ دنیاوی شغلوں سے فارغ ہو اور
اشغال دنیاوی سے فراغت جب ہوتی ہی جبکہ دل سے دنیا کے شہوات علیحدہ ہو جاویں یہاں تک کہ خیر کی
طرف مائل اور راغب ہو جائے اور شر سے نفرت اور بغض کرے اور خیر اور طاعات کیطرف میل اوسوقت
پیدا ہوتا ہی کہ جان لیوے کہ سعادت اخروی انھیں چیزوں سے وابستہ ہی جیسے کہ عاقل فصد اور حجامت کیطرف
جب مائل ہوتا ہی کہ جان لیتا ہی کہ میری سلامتی انہیں ہی اور جب اصل میل معرفت سے حاصل ہوجاتا ہے تو وہ
عمل سے قوی ہو جاتا ہے یعنی اگر مقتضای میل کے موجب عمل پر مواظبت کیجاتی ہی تو عمل کو تقویت ہوجاتی ہی
اسلیے کہ مواظبت ایسے اعمال پر کرنی قائم مقام غذا اور قوت کے صفات قلبی کے لیے ہوا کرتی ہی جس سے
صفت قلبی زور پکڑ جاتی ہے اور خوب جم جاتی ہے مثلاً جو شخص طلب علم یا ریاست کیطرف مائل ہو تو شروع میں
اوسکا میل ضعیف ہوتا ہی مگر جب مقتضای میل کے موجب علم میں مشغول ہوتا ہی خواہ حصول ریاست کے لیے
تدبیر شایان عمل میں لاتا ہی تو وہ میل راسخ ہو جاتا ہی حتی کہ اوس سے علیحدہ ہونا اوسکو مشکل پڑجاتا ہی اور اگر میل
کے خلاف کرتا ہے تو اوسکا میل ضعیف ہوجاتا ہی اور اکثر جاتا بھی رہتا ہے یا جو شخص کہ کسی خوبصورت کو دیکھتا ہی
تو اوسکو رغبت کچھ ضعیف ہوتی ہے پھر اگر اوسکے مقتضا کے موجب ہمیشہ پاس بیٹھنا اور دیکھنا اور ہمکلام
ہونا اور ملنا اختیار کرے تو وہی رغبت اتنی قوی ہوجاویگی کہ انجام کو کام اپنے اختیار سے نکل جاویگا

اور علیحدہ نہیں ہوسکیگا لیکن ابتدا ہی مین اگر نفس کو علیحدہ رکھیگا اور مقتضای میل کے بموجب عمل نکریگا تو یہ ایسا ہوگا کہ گویا میل کی غذا موقوف کردے تو بیشک اسکے وہ میل ضعیف اور شکستہ ہوکر نیست و نابود ہوجاوے اور کیا ہوگا اسیطرح سب صفات کا حال ہے - اور خیرات اور طاعات سب اسلیے ہین کہ ان سے آخرت مطلب ہوتی ہے اور شرور سب سے دنیا مراد ہوتی ہے اور نفس کا میل خیرات اخروی کیطرف اور اوسکا پھر نا دنیوی خیرات سے یہی دل کو ذکر اور فکر کے لیے فارغ کردیتا ہے اور یہ پختہ جب ہوتا ہے جبکہ اعمال طاعات پر مواظبت ہو اور جوارح سے معاصی کا ترک لازم کرلیا جاوے اسلیے کہ اعضای ظاہری اور دل میں ایک ایسا علاقہ ہے جس سے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پہونچتا ہے مثلاً اگر کسی عضو میں زخم لگتا ہے تو اوس سے دل میں درد ہوتا ہے اور دل جب کسی عزیز کے مرنے سے رنجیدہ ہوتا ہے یا کسی امر خوفناک سے غمگین ہوتا ہے تو اعضا پر اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے کہ بدن کانپتا ہے کہ رنگ بدل جاتا ہے فرق اتنا ہے کہ دل اصل ہے گویا کہ امیر یا حاکم ہے اور اعضا مثل خادم اور رعیت کے ہین کہ انکی خدمت کی جہت سے دل کی صفات پختہ ہوجاتے ہین غرضیکہ دل مقصود ہے اور یہ اعضا آلات ہین جس سے مقصود تک رسائی ہے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ لَهَا سَائِرُ الْجَسَدِ اور فرمایا اللَّهُمَّ اَصْلِحِ الرَّاعِيَ وَالرَّعِيَّةَ راعی سے مراد آپ کی قلب ہے اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ اور تقوی قلب کی صفت ہے اسوجہ سے بالضرور واجب ہے کہ قلب کے اعمال بالخاصہ تمام اعضا کی نسبت کی افضل ہون پھر سب سے ضرور ہے کہ اون سب مین سے نیت افضل ہو اسواسطے کہ نیت دل کے میل کرنے کو خیر کیطرف اور ارادہ خیر کو کہتے ہین اور اعمال جوارح سے ہماری غرض یہ ہے کہ ان سے دل ارادہ خیر کا عادی ہو اور میل خیر اوس مین پختہ ہوجاوے تاکہ شہوات دنیا سے فارغ ہوکر ذکر اور فکر پر جھک پڑے تو ظاہر ہے کہ اعمال میں بہتری اسی غرض کے لحاظ سے ہوگی اور نیت مین چونکہ نفس مقصود حاصل ہے لہذا بلحاظ مقصود داوسکو افضلیت ہونی چاہیے جیسے معدہ مین اگر درد ہو تو ایک علاج تو یہ کرتے ہین کہ اوپر سے لیپ کردین اور ایک یہ کہ ایسی دوا پلادین جو معدے مین پہونچے پس دوا کا پینا بہ نسبت لیپ کے بہتر ہوگا اسلیے کہ اوس سے بھی مقصود وہی ہے کہ اثر معدے مین پہونچے تو جو چیز خود معدے ہی سے ملی رہے وہ بہتر اور نافع تر ہوگی اسیطرح سب طاعات کی تاثیر کو سمجھنا چاہیے اسلیے کہ اون سے مطلوب اون کے قلوب اور اونکے صفات کی تبدیل ہے نہ کچھ اعضا کی خوبی مثلاً سجدہ کرنے سے یہ غرض نہین کہ پیشانی کا رکھنا زمین پر ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ عادت تواضع کی جو صفت قلبی ہے مضبوط ہوجاوے یعنی جو شخص اپنے

نفس میں تواضع پاتا ہے تو جب اپنے اعضا سے اوسپر مدد چاہیگا اور اونکی شکل تواضع کی بنا دیگا
تو اوسکی تواضع پختہ ہوجاویگی اور جو شخص اپنے دل میں یتیم پر ترس پاتا ہے جب اوسکے سر پر ہاتھ پھیر
اور پیار کریگا تو وہ صفت دل میں پختہ ہوجاویگی اور ایسی صورتوں میں عمل بدون نیت ہرگز مفید نہیں
مثلاً کوئی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے مگر دل میں غافل ہو یا یہ گمان کرے کہ میں کپڑے پر ہاتھ پھیر رہا ہوں
تو ایسے عمل سے اعضا کی تاثیر دل میں کچھ بھی نہ ہوگی اسیطرح جو شخص براہ غفلت سجدہ کرے اور اوسکا
دل دنیا کی فکروں میں مشغول و مستغرق ہو تو اوسکے زمین پر پیشانی رکھنے سے دل پر کچھ تاثیر نہیں ہوگی
جس سے کہ تواضع پختہ ہو اسطرح کے سجدے کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور جس چیز کا وجود اور عدم برابر ہو
مطلوب کے برابر ہو اوسکو باطل کہا جائیگا کہا کرتے ہیں اس سے یہ غرض ہوگا کہ عبادت بدون نیت کے باطل ہے
اور یہ اوس صورت میں ہو کہ سجدہ غفلت سے کیا ہو ہاں جبکہ اوس سے قصد ریا یا کسی شخص کی تعظیم کا کیا ہو
تو اوسکا وجود و عدم ہی برابر نہ ہوگا بلکہ ایک خرابی بھی بڑھجاویگی یعنی جس صفت کی تاکید مطلوب تھی وہ نہ
ہوگی بلکہ جس صفت کا استیصال منظور تھا اوسکی تاکید ہوگی اور وہ صفت مائل ہونا دنیا کیطرف
کرنے میں داخل ہے یہ وجہ ہے نیت کے بہتر ہونے کی عمل سے اور اسی سے [illegible]
میں آئے ہیں مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ اسلیے کہ دل کا قصد کرنا اوسکا خیر
کیطرف مائل ہونا اور ہوای نفسانی اور محبت دنیا سے منحرف ہونا ہے جو بہت سی نیکی کی خوبی ہے
عمل سے پورا کرنے سے اوس خوبی کی تاکید ہوجاتی ہے مثلاً قربانی کے ذبح سے مقصود گوشت اور
خون نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ دل محبت دنیا سے پھر جاوے اور خدای تعالی کی رضا کو اپنے مطلب سے مقدم
جانکر اوسکو خدای تعالی کی راہ میں دیڈالے اور یہ بات نیت اور ہمت کے جزم کرنے ہی سے حاصل ہوجاتی ہے
گو کسی مانع کی جہت سے نوبت عمل کی نہ پہونچے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا
وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ اور تقوی کا مقام احادیث کی رو سے دل ہے اور
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کچھ لوگ مدینے میں ہیں اور جہاد میں ہمارے
شریک ہیں اسواسطے کہ اونکے دل نیت بخیر ہونے اور خدای تعالی کا کلمہ بلند کرنے اور مال و جان کے
خرچ کرنے اور شہادت کی رغبت کرنے میں ایسے ہی تھے جیسے اون لوگوں کے تھے جو جہاد کو نکلے تھے
صرف بدن علیحدہ تھے کسی خاص مانع کی جہت سے شرکت بدنی نہو سکی تھی اور ان معنون سے
احادیث جو ہمنے نیت کی فضیلت میں وارد کی ہیں سمجھ میں آجاوینگی تو اونکو انھیں معنوں پر مطابق
کرکے دیکھ لینا چاہیے تاکہ اسرار منکشف ہوجاویں۔

چوتھا بیان ان جو اعمال کہ نیت سے متعلق ہیں اونکی تفصیل کے ذکر میں —

واضح ہو کہ اعمال اگرچہ بہت سے اقسام میں منقسم ہو سکتے ہیں یعنی کہہ سکتے ہیں کہ وہ فعل ہیں یا قول اور حرکت ہیں یا سکون اور حصول فائدہ کے لیے ہیں یا دفع ضرر کے لیے اور فکر کے ہیں یا ذکر کے اسیطرح بہت سے ہوتے ہیں کہ اونکا شمار بھی نہیں ہو سکتا مگر تاہم اونکی تین قسمیں ہیں اول معاصی دوم طاعات سوم مباحات ان تینون قسمون میں نیت کے باعث جو تغیر ہوتا ہے وہ مفصل لکھا جاتا ہے قسم اول یعنی معاصی کا حال تو یہ ہے کہ نیت کے باعث انمین کچھ تغیر نہیں ہوتا پس اگر کوئی جاہل حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ سے یہ سمجھے کہ معصیت بسبب نیت کے طاعت ہو جاتی ہے تو یہ محض غلطی ہے مثلاً ایک شخص کے پاس خاطر کے باعث کوئی شخص دوسرے کی غیبت کرے یا فقیر کو کسی دوسرے کا مال کھلاوے یا مال حرام سے مدرسہ یا مسجد یا سرای بناوے اور نیت خیر کرے تو سب جہالت کی باتین ہین نیت کے باعث ان امور کا ظلم اور معصیت ہونا جاتا نرہیگا بلکہ مقتضاے شرع کے خلاف ان سے خیر کی نیت کرنی دوسری برائی ہی پس اگر دانستہ ایسا کریگا تو دشمن شرع ہوگا اور اگر نادانستگی میں کریگا تو جہالت کے باعث گنہگار ہوگا کیونکہ علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے - اور خیرات کا خیر ہونا شرع ہی سے معلوم ہوتا ہی جو چیز شر ہے وہ خیر کیسے ہو سکتی ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ شہوت خفی اور ہوا باطنی اس امر کو دل میں ڈالدیتے ہین اسلیے کہ جب دل طلب جاہ اور لوگون کے دل اپنی طرف کرنے کا اور حظوظ نفسانی کا مائل ہوتا ہے تو جاہل آدمی پر شیطان کو خوب دغا کا بہانہ ملجاتا ہے - اور اسی وجہ سے حضرت سہیل رح فرماتے ہین کہ خداے تعالی کی نافرمانی کسی معصیت سے اتنی بڑھکر نہیں جتنی جہل کی معصیت ہی لوگون نے پوچھا کہ حضرت جہل سے بڑھکر بھی کوئی چیز آپکو معلوم ہی اونھون نے فرمایا کہ ہان اپنی جہالت سے جاہل ہونا زیادہ سخت ہی - اور واقع میں آپ کا قول درست ہی اسلیے کہ جہل مرکب بالکل راہ تعلم کی بند کردیتا ہے مثلاً جو شخص جانتا ہو کہ مجھے علم ہے وہ کیون سیکھے گا کسی نے سچ کہا ہے شعر

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند	در جہل مرکب ابدالدہر بماند

اسیطرح علم سے خداے تعالی کی اطاعت کرنی سب طاعتون سے افضل ہے اور علم کا علم سب علمون کی جڑ ہے جیسے کہ جہل کا جہل سب جہالتون کی اصل ہے تو جس شخص کو علم نافع اور مضر کا حال معلوم نہو وہ اون علوم میں مشغول ہوگا جنپر لوگ جھکے ہوئے ہیں اور وہ علوم واہیات ہیں جو اونکے لیے دنیا کے وسیلے ہیں اور ایسے ہی علوم میں مصروف ہونا مادہ جہالت اور معدن فساد عالم ہے - حاصل یہ کہ جو شخص جہالت کے باعث معصیت سے قصد خیر کرے تو اوسکا عذر جہالت نہین سنا جاویگا البتہ ایک صورت مین معذور ہوگا

کہ اوسکو مسلمان ہوئے تھوڑے دن ہوے ہون اور مہلت سیکھنے کی نملی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَا يُعْذَرُ الْجَاهِلُ عَلَى الْجَهْلِ وَلَا يَحِلُّ لِلْجَاهِلِ اَنْ يَسْكُتَ عَلَى جَهْلِهٖ وَلَا لِلْعَالِمِ اَنْ
يَسْكُتَ عَلَى عِلْمِهٖ اور مساجد اور مدرسے مال حرام سے بنوا کر جو بادشاہون کا تقرب کرتے ہین
اوسکے قریب یہ بھی ہے کہ جو لوگ بیوقوف اور شریر ہون اور فسق و فجور مین مشغول اور اسی بات پر
آمادہ ہون کہ علما سے جھگڑے اور فقہا کو بہکاوے اور لوگون کی دلداری اور مال دنیاوی اور مستطیع
بادشاہون اور یتیمون اور مساکینون پر دانت رکھتے ہون اونکو علم پڑھایا جاے یہ ایسا ہے کہ ایسے بدذات
جب علم سیکھتے ہین تو خدا تعالیٰ کی راہ کے راہزن ہو جاتے ہین اور ہر ایک اپنے شہر مین دجال کا نائب بلکہ
دنیا پر جھگڑتا ہے اور ہواے نفسانی کا اتباع کرتا ہے اور تقوی سے دور رہتا ہے لوگون کو اسکے
دیکھنے سے خدا تعالیٰ کی نافرمانیون کی جرأت ہوتی ہے پھر یہی علم اوس شخص سے دوسرے کسی آدمی
جیسے کو ملتا ہو وہ بھی اول استاد کے قدم بقدم چلتا ہے اسطرح یہ علم سلسل بڑھتا چلا جاتا ہے اور
سب اسطرح کے عالم اوس علم کو وسیلہ شر کرتے ہین اور ان سب کا وبال اوسی معلم اول پر پڑتا ہے جسنے
باوجود نیت فاسد شاگرد کے اوسکو علم پڑھایا اور اونکو اوسکے فساد معصیت اقوال و افعال
اور کھانے پینے مسکن وغیرہ مین دیکھ لیا اور اوسکی تعلیم موقوف نہ کی اسطرحکا عالم جب مرجاتا ہے
تو اوسکے آثار شر کے جہان مین ہزار دو ہزار برس تک پھیلے رہتے ہین اور اچھا وہی ہے جو مرے اور
اوسکے ساتھ اوسکے گناہ بھی خاتمہ ہو جاتے پھر تعجب ہے کہ ایسے عالم جاہل سے کیونکر یہ کہتے ہین
کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ مین تو علم دین کے پھیلانے کی نیت کی ہے اگر سیکھنے والا اوسکو فساد مین استعمال
کریگا تو قصور اوسکا ہے نہ میرا میری نیت تو یہی تہی کہ وہ اوس سے اچھی خیر پر مدد لے اوسکے اس قول کا
منشا ریاست کی محبت اور بخود مر بننا اور زیادتی علم کا تکبر ہے اور شیطان بواسطہ ریاست کی محبت
کے اوسپر یہ امور مشتبہ کر دیتا ہے مگر ہمکو نہین معلوم کہ وہ شخص اس بات کا جواب کیا دیگا کہ ایک شخص نے
راہزن کو تلوار ہبہ کر دی اور اوسکو گھوڑا اور دوسرے لوازم تیار کر دئے جنسے وہ اپنے مقصود پر مدد لے
اور پھر یہ کہتا ہے کہ مین نے نیت سخاوت اور دینے کی کرلی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عمدہ اخلاق مین
سے ہے اور میری یہ نیت ہے کہ وہ شخص اس تلوار و سامان سے خدا کی راہ مین لڑے اور غازی کو
یہ سامان دینا ظاہر ہے کہ بڑے ثواب کی بات ہو اب اگر وہ خود اوسکو رہزنی مین صرف کرے تو مین
کیا کرون وہ خود گنہگار ہوگا حالانکہ سب فقہا کا اتفاق ہے کہ راہزن کو اسباب رہزنی سے مدد پہنچانا

حرام ہی با وجودیکہ سخاوت سب اخلاق مین سے محبوب ہی اور اوسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی کے تین سو اخلاق ہین جو کوئی اونمین سے ایک سے بھی اوسکی طرف تقرب کرتا ہی
وہ جنت مین داخل ہوتا ہی اور اون سب مین محبوب خدا کو سخاوت ہی پس کیا وجہ کہ اس سخاوت کو
حرام کر دیا اور راہزن کے قرینہ حال کو دیکھنا واجب فرما دیا پس جبکہ اوسکی عادت ظاہر ہو گئی کہ وہ ہتھیار کو
شر کے اوپر مدد لیتا ہی تو اوس سے ہتھیارونکا چھین لینا چاہیے نہ یہ کہ اور اپنے پاس سے اوسکو دیے جاوین
اور علم بھی وہ ہتھیار ہی کہ اوس سے شیطان اور دشمنان خدا سے بچ جاتے ہین اور بعض اوقات اوس سے
دشمنان خدا کو مدد پہونچتی ہی جیسے ہوای نفسانی تو جو شخص ہمیشہ دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہی اور اپنی خواہش کو
آخرت پر بلکہ حصول خواہش سے بسبب کم علمی کے عاجز ہو تو ایسے شخص کو علم سے مدد دی گئی ہے جانتا ہی کہ وہ
اوس علم کی بدولت اپنے شہوات کے حاصل کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ بزرگان سلف کا دستور تھا کہ جو
شخص اونکے پاس آمد و رفت رکھتا تھا اوسکے احوال کے تجسس مین رہتے تھے اگر اوس سے ایک نفل مین
بھی قصور دیکھتے تو اوسکو برا جانتے اور خاطر داری اور تعظیم چھوڑ دیتے اور اگر بدکاری یا حرام چیز کو حلال
سمجھنا دیکھ پاتے تو اوسکو اپنی مجلس سے نکال دیتے اور بولنا چھوڑ دیتے کوئی بات سکھانے کے تو کیا معنی
اسواسطے کہ اونکو معلوم تھا کہ جو کوئی شخص مسئلہ سیکھتا ہے اور اوسکے موجب عمل نہین کرتا اوسکو بیجا جگہ مین
استعمال کرتا ہے تو وہ اور کچھ نہین سیکھتا صرف شر کا وسیلہ ڈھونڈھتا ہے اور تمام اکابر سلف نے عالم بدکار سے
پناہ مانگی جاہل بدکار سے نہین مانگی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رح کے حال مین لکھا ہی کہ ایک شخص آپکی
خدمت مین برسون سے آمد و رفت استفادہ کے طور پر رکھتا تھا اتفاقا آپنے اوس سے منہ پھیر لیا اور
گفتگو موقوف کی نظر عنایت سے ڈالدیا اوس شخص نے ہر چند تغیر مزاج کا باعث پوچھا مگر آپ نہ بتلاتے تھے
آخر بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ تو نے اپنے گھر کی دیوار کو سڑک کی جانب سے گارا لگایا
اور قدآدم مٹی سے لی ہی اور وہ مسلمانون کی راہ کی خاک ہے اسلیے اب تجھ مین لیاقت نہین ہے کہ علم کی
نقل کرے پس سابق لوگون کا حال نگرانی طلبہ کا اسطرح تھا اور اس زمانے مین بھی باتین غنی لوگون اور شیطان کے
تابعدارون پر مخفی رہتی ہین کہ اونکے پاس چادرین اور چوڑی چوڑی آستینین ہون اور وہ خود زبان دراز
اور خوش تقریر ہون اور علم بھی بہت سا رکھتے ہون یعنی وہ علم جسمین دنیا سے ڈرانے اور روکنے کا بیان
اور آخرت کی ترغیب و طلب نہو بلکہ وہ علم ہو جو خلق مین مروج ہی اور اوسکے باعث مال حرام جمع کرتے ہین
اور لوگون کی پیروی چاہتے ہین اور ہمسرون پر بڑھ بڑھ کر بیٹھتے ہین اس تقریر گذشتہ سے ثابت ہوا
کہ حدیث انما الاعمال بالنیات خاص و قسم اعمال کے لیے ہے یعنی طاعات اور مباحات کے لیے اور

حدیث شریف باب حکمت دستوری مین گذری اسمین خیر الامور اون سب مین محبوب تر خدا کو سخاوت ہی ہی حکم ۲

اور معاصی کے لیے نہیں ہے اسلیے کہ طاعت تو نیت کے سبب سے معصیت بھی ہو جاتی ہے اور نیت سے بھی
طاعت بھی رہتی ہے اور مباح کا بھی یہی حال ہے کہ نیت ہی سے معصیت اور طاعت دونوں ہو سکتی ہیں مگر
کہ معصیت کسیطرح طاعت نہیں ہو سکتی بلکہ نیت سے اسمیں عکس تاثیر ہو کہ جب معصیت میں خبیث نیتیں
ملجاتی ہیں تو اوسکا وبال اور گناہ اور زیادہ ہو جاتا ہے چنانچہ اسکا بیان باب التوبہ میں گذرا دوسری قسم
اعمال کی طاعت ہیں وہ دو باتوں میں نیت سے متعلق ہیں اول تو صحت میں دوم ثواب کی
زیادتی میں اول تو اسطرح کہ عمل سے عبادت خداے تعالی کی نیت کرے اور کچھ نہو یعنی اگر ریا کی نیت کریگا
تو وہ عبادت معصیت ہو جائیگی اور ثواب کا زیادہ ہونا اسطرح کہ بہت سی نیتیں حسنات کی ایک عمل میں
کرے تو جب ایک طاعت میں نیتیں چند بہ نیت اس کی کریگا تو ہر ایک نیت پر ایک ثواب جدا لگا ملیگا کیونکہ
ہر نیت ایک حسنہ ہے اور ایک حسنہ کا بموجب حدیث شریف کے دس گنا ثواب ملتا ہے مثلاً کوئی شخص
مسجد میں بیٹھے اور اس بیٹھنے میں بہت سی نیتیں کرلے ہر چند یہ ایک طاعت ہے مگر بہت سی نیتوں سے اوسکی
ہو سکتی ہیں کہ اعمال متقین کی سی فضیلت انہیں آجاوے اور مقربین کے درجے کو اسکے باعث پہنچ جاوے
پہلی نیت یہ ہے کہ یون جانے کہ مسجد خدا کا گھر ہے اور جو اسمیں آتا ہے اوسکو خدا کی زیارت ہوتی ہے تو مسجد میں
بیٹھنے سے زیارت اپنے پروردگار کی نیت کرے تاکہ وہ ثواب جسکا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے حاصل ہو چنانچہ آپ فرماتے ہیں مَنْ قَعَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ زَارَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُوْرِ اِكْرَامُ زَائِرِهٖ
دوسری یہ کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی نیت کرے تاکہ جب تک انتظار میں رہے نماز ہی کا ثواب ہے اور یہی
مراد ہے کلمہ ورابطوا سے جو قرآن مجید میں وارد ہے تیسرے کان اور آنکھ کا روکنا اور اعضا کو حرکات اور
ترددات سے محفوظ رکھکر راہب بننا اسلیے کہ اعتکاف روزہ کے مثل باز رہنے کا نام ہے اور وہ ایک قسم کی
رہبانیت ہے اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رَهْبَانِيَّةُ اُمَّتِي الْقُعُوْدُ فِي الْمَسَاجِدِ
چوتھے ہمت کا مقتصر کرنا خداے تعالی پر اور فکر آخرت کے سبب اسکا جھکا لینا اور جو اشغال اوس سے روکتے ہوں
ہیں اونکو دفع کرنا پانچوین ذکر الہی کے لیے تنہا ہو جانا یا صرف اوسکا ذکر سننے کے لیے یا اوسکی یاد کے لیے
ہو رہنا جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہے مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْ يُذَكِّرُ بِهٖ كَانَ كَالْمُجَاهِدِ
فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى چھٹے قصد امر معروف اور نہی منکر کا کرنا یعنی کہ مسجد میں ایسے لوگ بھی ہوا ہی کرتے ہیں جو نماز اچھی
نہ پڑھتے ہوں یا ایسے حرکات کے مرتکب ہوں جو اونکو جائز نہوں تو مسجد میں بیٹھنے والا اونکو اچھی بات سکھادے
اور دین کی راہ بتادے تاکہ جو امر خیر وہ اس سے سیکھیں اوسمیں یہ بھی شریک ہو اور خیرات اسکی زیادہ ہو جاوے
ساتوین یہ کہ کسی برادر دینی سے کچھ استفادہ کی نیت ہو کہ مسجد میں اکثر دیندار خداے تعالی کے

اور اللہ تعالی کے باب مین دوستی کرنیوالے موجود رہا کرتے ہین اونسے استفادہ ہو تو ذخیرہ آخرت
اور غنیمت ہو اٹھوین یہ کہ گناہون کو خدای تعالی کی شرم سے چھوڑدے اور اس بات سے پرہیز رکھے
کہ خدای تعالی کے گھر مین وہ بات نہ کرے جو مقتضی ہتک حرمت ہو اور حضرت حسن بصری رحمہ فرماتے ہین
کہ جو شخص کثرت سے آمد و رفت مسجد کی رکھتا ہے اللہ تعالی اوسکو سات باتون مین سے ایک عنایت فرماتا ہے
یا کوئی بھائی ملتا ہے جس سے خدای تعالی کے باب مین استفادہ ہو یا رحمت نازل ہوتی ہے یا علم عجیب
یا ایک کلمہ جو راہ ہدایت بتائے یا کسی بات سے چھڑائے یا گناہون کا چھوڑنا خدای تعالی کے خوف سے
یا اوسکی شرم سے پس بہت سی نیتین کرنے کا یہ طور ہے اسی پر سب طاعات اور مباحات کو قیاس کر لینا چاہیے
اسواسطے کہ کوئی طاعت ایسی نہین جو محتمل بہت سی نیات کی نہو بندہ مومن کے دل مین اونمین سے
اوسیقدر آتی ہین جسقدر کہ وہ طلب خیر مین جد و جہد اور فکر کرتا ہے اسی اعمال ستھرے ہوتے ہین اور حسنات زیادہ ہوتے ہین
تیسری قسم مباحات مین اونمین بھی ایک یا کئی نیتین اس قسم کی ہو سکتی ہین جنسے کہ مباحات عمدہ
قربات مین سے ہو جاوین اور اونسے بلند مدارج حاصل ہون بڑا نقصان اوسکو ہے جو اونسے غافل ہو
اور چارپاؤن کی طرح سہو اور غفلت سے اونکو بجا لاوے اور یہ نہ چاہیے کہ آدمی کسی خطرہ یا قدم و لحظہ کو
حقیر سمجھے اسلیے کہ قیامت کو ان سبکی پوچھ ہوگی کہ کیون کیا تھا اور اس سے کیا نیت تھی یہ صورت اوس
مباح مین ہے جسمین کراہت کا شائبہ نہو اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلالہا حساب
وحرامہا عقاب اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
إِنَّ الْعَبْدَ لَيُسْأَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى عَنْ كُحْلِ عَيْنَيْهِ وَعَنْ فُتَاتِ الطِّينَةِ بِأُصْبُعِهِ وَعَنْ
لَمْسِهِ ثَوْبَ أَخِيهِ اور دوسری حدیث مین ہے کہ جو شخص خدا کیواسطے خوشبو لگاوے قیامت کو اسی طرح آویگا
کہ اوسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو غیر اللہ کیواسطے خوشبو لگاوے وہ قیامت کو اسی طرح آویگا
کہ اوسکی بدبو مردار سے بدبو سے بھی زیادہ ہوگی یہان دیکھو کہ خوشبو لگانا مباح ہے مگر نیت کا ہونا اوسمین
ضرور ہوا اب اگر پوچھو کہ خوشبو لگانی نفس کے حظوظ مین سے ہے وہ خدا کیواسطے کیسے ہو سکتی ہے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کو یا اور اوقات مین خوشبو لگاوے تو ہو سکتا ہے کہ اوسکا مقصود صرف دنیاوی لذات
راحت پانے کا ہو یا اظہار اپنے فخر کا اور مال کی کثرت کا ہو تاکہ ہمسر حسد کرین یا خلق کو دکھلانا منظور ہو
تاکہ اونکے دلون مین اوسکی جگہ ہو اور اوسکا ذکر جب کرین تو کہین کہ خوشبو پسند آدمی ہے خوشبو سے ذوق
یا یہ منظور ہو کہ اجنبی عورتون کے دلون مین محبوب ہو جاوے بشرطیکہ اونکو دکھاتا ہو اور اور بہت سے امور
اسیطرح کے ہو سکتے ہین اور ان سب سے خوشبو لگانی معصیت ہو جاتی ہے اور پیچھے اوسکی بدبو مردار سے

اوسکی مطالب بین جلد ... اور ترجمہ ... جلد سوم دوم [illegible]

[illegible]

ہر حکم قیامت میں ہوگی مگر صرف پہلا قصد یعنی لذات دنیاوی سے راحت پانی البتہ معصیت نہیں
سوال و سبع بھی ہوگا اور جس سے حساب کا جھگڑا ہوگا اوسکو عذاب ہوگا اور جو شخص کہ کوئی چیز دنیا کی
مباحات میں سے کرلیگا تو قیامت کو اوسپر عذاب تو نہوگا مگر اوسیقدر راحت آخرت کم کردی جاویگی
اور اگر تامل کرو تو بڑے نقصان کی بات ہی کہ یہاں کے ایک امر فانی کے عوض میں جو راحت جاودانی
کم ہو جاتی ہے ـ اور اچھی نیتیں خوشبو میں یہ ہیں کہ مثلاً اوس سے اتباع سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی جمعہ کے روز نیت کرے اور خانہ خدا کی تعظیم کی نیت کرے کہ خدا ہی تعالی کی زیارت کو مسجد میں
بے خوشبو نہ جانا چاہیے یا اپنے پاس والوں کو راحت پہونچانے کی نیت کرے یا خود اپنے نفس سے بدبو
دور کرنے کی نیت کرے کہ جو میرے پاس بیٹھے اوسکو ایذا میری بدبو کی نہو یا یہ نیت کرے کہ بدبو کی
صورت میں لوگ میری غیبت کرتے ہونگے وہ غیبت سے باز رہیں اور میرے سبب سے خدا ہی تعالی کی
معصیت نکریں اسلیے کہ جو شخص غیبت کا متعرض ہوتا ہے اور وہ اوس سے بچنے پر قادر ہی تو وہ اس معصیت میں
شریک ہوا کرتا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا
بِغَيْرِ عِلْمٍ اسمیں اشارہ ہی کہ شر کا سبب بننا بھی شر ہی اور نیت اپنے دماغ کے علاج کی کرے تاکہ خوشبو سے ذہن و ذکا
زیادہ ہو اور امور دینی کا سمجھنا اور اومیں فکر کرنا آسان پڑے چنانچہ امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں کہ جسکی
خوشبو اچھی ہوتی ہے اوسکی عقل زیادہ ہوتی ہے غرضکہ اسطرحکی نیتیں ایسی ہیں کہ جب آدمی کے دل پر
تجارت آخرت اور طلب خیر غالب ہوتی ہے تو ایسی نیتیں کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتا ہی اور جن لوگوں
کہ اوسکے دل پر آسایش دنیا ہی غالب ہو تو البتہ یہ نیتیں اوسکے دل میں نہیں آتیں اور اگر کوئی ذکر بھی
کرے جب بھی اوسکا دل نہیں اوبھرتا کہ یہ نیتیں کرے اور اگر کوئی ان نیتوں میں سے کرتا بھی ہے تو
صرف خطرے کے طور پر ہوتی ہیں کہ اوسکو نیت نہیں کہہ سکتے اور مباحات بہت سے ہیں اور اون میں
نیتوں کی شمار ممکن نہیں اسلیے ایک ہی مثال سے باقی کو قیاس کرلو۔ اور اسی وجہ سے بعض عارفین سلف نے
فرمایا ہو کہ مجھکو مستحب معلوم ہوتا ہی کہ ہر چیز میں ایک نیت کرلیا کروں یہانتک کہ کھانے اور پینے اور
سونے اور پاخانہ میں جانے اور دوسری چیزوں میں سب میں ایک نیت ہوا اور یہ سب باتیں اوس قسم کی ہیں
کہ انمیں نیت تقرب الی اللہ کی ہوسکتی ہی اسواسطے کہ جو چیز کہ سبب ہیں بدن کے باقی رہنے اور مہمات بدنی سے
دل کے فارغ ہونے کا ہی وہ دین پر معین ہوتی ہی مثلاً جو کھانا کھانے سے نیت کرے کہ عبادت پر
قوت ہو اور صحبت سے یہ نیت کرے کہ دین کی درستی اور اپنی اہلیہ کے دل کی خوشی اور توقع ولد
صالح کی کہ میرے بعد خدا ہی تعالی کی عبادت کرے اور امت محمدی اوس سے بڑھے تو اس صورت میں

وہ شخص اپنے کھانے اور غیبت سے طاعت بجا لانے والا ہوگا اور جب ثواب کا نفس سے ظاہر ہوگا
دونوں چیزیں ہیں تو جب شخص کے دل پر آخرت غالب ہوا ہے ان دونوں سے خیر کی نیت کرنی محال
نہیں ہے۔ اسیطرح چاہیے کہ جب کسی کا مال جاتا ہے تو اوسمیں بھی نیک نیت کرے اور کہے کہ وہ
مال فی سبیل اللہ تھا اور جب یہ سنے کہ میری غیبت کوئی کرتا ہے تو دل میں خوش ہو اسوجہ سے کہ اسکے
نامۂ اعمال میں غیبت کرنے والے میری برائیاں اوٹھاویگا اور اوسکے نامۂ اعمال میں سے نیکیاں میرے
نامۂ اعمال میں چلی آوینگی اور اس امر کی نیت اسطرح کرے کہ ثواب پہنچنے کی یہ صورت ہے کہ حدیث شریف
میں آیا ہے کہ بندے کا حساب ہوگا تو اوسکے سب اعمال آفت سے آجانے سے بیکار ہوجاینگے یہانتک
کہ مستحق دوزخ کا ہوگا پھر اوسکے لیے اعمال حسنہ کا دفتر کھولا جاویگا جس سے وہ سزاوار جنت ہوگا
پس وہ شخص تعجب کرکے کہیگا کہ الٰہی یہ اعمال تو میں نے کبھی کیے نہیں تو اوس سے کہا جاویگا کہ یہ
اعمال اون لوگوں کے ہیں جنہوں نے تیری غیبت کی اور تجھپر ظلم و زیادتی کی اور دوسری
حدیث میں آیا ہے کہ بندہ قیامت کے روز ایسے حسنات لاویگا جو پہاڑوں کے برابر ہونگے اور اگر وہ اوسکے لیے
ہوں تو جنت میں داخل ہو جائے مگر چونکہ ایسی صورت سے آویگا کہ کسی پر ظلم کیا ہوگا اور کسیکو گالی
دی ہوگی کسیکو مارا ہوگا اسلیے ان سب مظلوموں کو اوسکے حسنات دیدیے جاوینگے یہانتک کہ
اوسکے پاس کوئی نیکی باقی نرہیگی فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی اسکی حسنات ہوچکیں اور ابھی دعویدار
باقی ہیں حکم ہوگا کہ انکے سیئات اوسکے سیئات میں ڈالدو اور اسکے لیے ایک رقعہ دوزخ میں کو لکھدو غرض آدمی کو چاہیے
کہ اپنی حرکات میں سے کسیکو حقیر نسمجھا کرے اور ایسا نہو کہ بعض امور کو حقیر جانکر اوسکے شرور سے نہ بچے
اور سوال اور جواب کے دن کے لیے اوسکی جوابدہی کی تیاری نکرے اللہ تعالی ہر ایک امر کا دانا بینا ہے
جیسا کہ فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اور بعض سلف سے منقول ہے کہ میں نے
ایک خط لکھا اور چاہا کہ ہمسایہ کی دیوار سے اوسپر مٹی ڈالکر خشک کردوں مگر دل نے منع کیا پھر میں نے
کہا کہ یہ تھوڑی سی مٹی کیا اصل ہے غرض مٹی سے اوسکو خشک کردیا اوسکے بعد غیب سے یہ آواز آئی سے

جو سمجھے ہیں ہے یہ خاک لینی روا		قیامت کو دیکھینگے اپنی سزا

اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رح کے ساتھ نماز پڑھی دیکھا تو آپ کا کپڑا اولٹا تھا آپکی
خدمت میں عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ کپڑے کو سیدھا کرلیں مگر پھیر نہ کیا اوس شخص نے اسکا
باعث پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نے کپڑے کو خدا تعالے کے واسطے پہنا تھا میں نہیں چاہتا کہ اوسکو
غیر کے واسطے اسکو سیدھا کروں اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ قیامت کو کوئی شخص دوسرے آدمی سے

ابو منصور دیلمی ... [illegible]

اور پوچھیگا اور کہیگا کہ میرا شہرا حال یہ خدا تعالیٰ کے سامنے ہو وہ کہیگا کہ یا خدا میں تجھکو نہیں جانتا وہ کہیگا
کہ جانتا کیوں نہیں تونے ایک اونٹ میری زمین سے لی تھی اور ایک دن کا میرے کپڑے میں
لیا تھا اسی طرح سے اخبار خائفین کے دل کے پرزے کیے دیتے ہیں پس اگر تم کچھ عقل و رجوع رکھتے ہو
اور خدا لے کھانے والوں میں شمار ہوکر احوال کی نگرانی ہو اور اس سے پیشتر کہ تمہارا حساب میں بال کی کھال
نکالی جائے تم اپنے حرکات و سکنات کو سوچ سمجھکر جو حرکت کرو پہلے سوچ لو کہ کیوں کرتے ہو
اور کیا نیت ہے اور اسکا باعث دنیا میں سے کیا نکلیگا اور آخرت میں سے کچھ جاتا رہیگا کہ نہیں پھر دل کے
بھی نگران رہو کہ کسی کام سے تو کیا نیت کرتا ہے یہ کہ کام کا چھوڑنا بھی ایک فعل ہے اور اسمیں بھی
نیت صحیح کا ہونا ضروری ہے ایسا نہو کہ اوسکا سبب کوئی ہوا ہو کہ تمکو آگاہی نہیں ہوا کرتی اور وہاں
کی باتوں سے دھوکا کھا اور اسکا باطن اور نیت پر غور کرتے رہو تا کہ جب ایسا موقع آوے تو نکل جاؤ
حضرت کو یا عیسیٰ علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ کسی دیوار گار سے کی اجرت پر بناتے تھے دیوار کو ان
آپکو دو روپیا دن اور آپ کا دستور تھا کہ ہر دن اپنی ہاتھ کی اجرت سے کھانا کھاتے تھے اور جب تک
آپ کھانے بیٹھے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے آپ نے اونکی تواضع کی یہاں تک کہ سب کھانا کھلا دیا تو لوگ
آپسے متعجب ہوا اسلیے کہ آپ بھی مختی اور بڑا پیشہ ور تھے اور یہ گمان کیا کہ ایسا ہر تواضع کرلینا بہتر تھا آپنے
فرمایا کہ میں کچھ لوگوں کی مزدوری کرتا ہوں اور ان لوگوں نے مجھے روٹی اسلیے دی تھی کہ اونکا کام کرنیکی
طاقت مجھ میں آجاوے پس اگر تم بھی اسمیں کھانے میں شریک ہوتے تو نہ تمہارا پیٹ بھرتا نہ میرا اور میں اونکے
کام میں ضعیف رہتا تو دیکھو کہ عاقل آدمی نور خدا سے اسطرح باطن کو دیکھا کرتا ہے یعنی کام میں سستی ہونی
فرض کا نقصان ہے اور تواضع کھانے کی نہ کرنی نفل کا نقصان ہے فرائض کے ہوتے ہوئے نوافل کی کچھ
پوچھ نہیں - اور بعض اکابر سے روایت ہے کہ میں حضرت سفیان ثوری رحمہ کی خدمت میں گیا اس وقت آپ
کھانا کھاتے تھے مجھسے کلام بھی نہ کی یہاں تک کہ اپنی اونگلیاں چاٹیں پھر فرمایا کہ اگر میں یہ کھانا قرض
نہ لیتا تو مجھے اچھا معلوم ہوتا کہ تم بھی اسمیں سے کھاتے - اور حضرت سفیان ہی کا قول ہے کہ جو شخص کسی
دوسرے کو اپنے کھانے میں شریک ہونے کو کہے اور اوسکو کھلانے کی رغبت نہو تو اگر اوسکے کہنے سے
دوسرا کھالیگا تب تو اوسپر دو گناہ ہونگے اور اگر نہ کھاویگا تو ایک ہی گناہ رہیگا یعنی ایک گناہ تو
نفاق ہے کہ باطن میں شرکت نہیں چاہتا تواضع ظاہری کرتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو
ایسی بات پر انگیختہ کرتا ہے کہ اگر وہ جان لے تو برا جانے لیس آدمی کو چاہیے کہ اپنے سب اعمال میں
اسطرح نیت کا تجسس کیا کرے جس کام کو کرے بدون نیت نکرے اور اگر نیت اوسوقت نہو تو

کرے اسلیے کہ نیت اپنے اختیار میں نہیں کہ جب چاہے موجود ہوجاوے

پانچوان بیان اس باب مین کہ نیت اختیار مین نہین ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ جاہل آدمی جب نیت کی
خوبی جو ہمنے لکھی ہے سنتا ہے اور اس قول نبوی کو سنتا ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تو اپنے سب کامون کے
شروع مین دل مین کہا کرتا ہے کہ نیت کرتا ہون خدا کے واسطے پڑھانے کی یا تجارت کی یا کھانے کی
وغیرہ اور گمان کرتا ہے کہ نیت ہوگئی حالانکہ یہہ یا تو حدیث نفس ہے یا زبانی کلمات ہین یا فکر ہے یا ایک
خاطر سے دوسری کیطرف بدلنا ہے نیت سے ان امور کو کچھہ سروکار نہین اسلیے کہ نیت تو نام نفس کے اوبھار
اور توجہ اور میل کا ہے ایسی چیز کیطرف کہ جسمین نفس کی غرض اوسوقت یا انجام کو اوسکے نزدیکی مین ہو اور
میل اگر نہین ہوگا تو ممکن نہین کہ اوسکو صرف ارادہ سے حاصل اور پیدا کر لیا جاوے بلکہ اوسکی صورت تو
ایسی ہوگی جیسے پیٹ بھرا آدمی کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ کھانے کی خواہش کرون اور اوسکی طرف مائل
ہون یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ فلان شخص پر عاشق ہون اور اوسکو اپنے دل مین بڑا
اور محبوب جانون اور ظاہر ہے کہ یہہ دونون باتین دشوار ہین بلکہ دل کی کسی چیز کی طرف پھیرنے اور
مائل کرنے کا طریق یہی ہے کہ اول اوسکے اسباب حاصل کرے اور وہ کبھی کبھی اختیاری ہوتے ہین اور کبھی
اور نفس جو فعل پر اوبھرتا ہے تو کسی غرض کے باعث ہوتا ہے جو نفس کے موافق اور مناسب ہوتی ہے
اور جب تک انسان یقینی اعتقاد نہین کرلیتا کہ میری غرض البتہ فلان فعل سے ہے تب تک اپنا قصد
اوسکی طرف متوجہ نہین کرتا اور یہ بات ہر وقت اختیاری نہین کہ دل مین کسی چیز کا اعتقاد جما لیا کرے
اور اگر اعتقاد بھی ہوجاتا ہے تو دل متوجہ جب ہوتا ہے جبکہ فارغ ہو اور اوس غرض کی نسبت کسی اور
قوی غرض مین مشغول نہو اور یہہ بات بھی ہر وقت ممکن نہین پھر رغبت دلانے والی اور پھیرنے والی چیزون
کے بہت سے اسباب ہین جنسے وہ اکٹھے ہوجایا کرتے ہین اور اونکا جمع ہونا ہر شخص کے حال و عمل کے
لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً اگر شہوت نکاح کی آدمی پر غالب ہو اور لڑکا ہونے سے کوئی غرض
صحیح دینی خواہ دنیاوی اوسکے اعتقاد مین نہو تو ایسے شخص سے نہین ہوسکیگا کہ صحبت کے وقت ولد
کی نیت کرے بلکہ صحبت صرف نیت قضاء شہوت ہوگی اسواسطے کہ نیت تو غرض پر موقوف ہے
اور یہان غرض شہوت ہی فرض کی گئی ہے تو ولد کی نیت کیسے ہوگی اسیطرح اگر دل پر یہہ امر غالب نہو
کہ سنت نکاح ادا کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پائی جاتی ہے اور اسوجہ سے اوسکا
ثواب زیادہ ہوجاتا ہے تو ممکن نہین کہ نکاح سے اتباع سنت کی نیت ہو بجز اسکے کہ زبان سے کہہ لے یا دل مین
کہہ لے اور صرف کہہ لینا گفتگو ہے نیت نہین ہان اس نیت کے حاصل کرنے کا یہہ طور ہے کہ اول

اپنا ایمان شریعت پر قوی کرے اور اس بات پر ایمان قوی ہو کہ جو شخص امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
کی کثرت مین سعی کرتا ہے اوسکو بہت ثواب ہوتا ہے اور دل مین سے جتنی نفرت کی چیزین اولاد کی ہین
وہ دور کردے یعنی پرورش کی مشقت وغیرہ سے نفرت دل مین ہو جب اسطرح کریگا تو کیا عجب ہے کہ
دل مین سے رغبت اولاد کے پیدا ہونے کی اوٹھے اور اوسکو باعث ثواب سمجھے اور وہ رغبت اوسکو
حرکت دے اور اوسکے اعضا عقد نکاح کے لیے جنبش مین آوین پھر اگر قدرت زبان کی بحرکت عقد کے
قبول کیواسطے اسطرح پیدا ہوگی یعنی جو باعث کہ دل پر غالب ہو گیا ہے اوسکی جہت سے قدرت نے زبان مین
حرکت قبول نکاح کی دی ہوگی تب تو البتہ نکاح کرنے والا نیت رکھتا ہوگا اور اگر ایسا نہوگا تو جو
بات دل مین مان لیتا ہے اور اوسکو بار بار کہتا ہے کہ میرا قصد اولاد کا ہے وہ وسواس اور ہذیان ہے اور
اسی وجہ سے کہ نیت کے لیے دل کا اوبھار اور جھکنا غرض صحیح کا چاہیے ہونا چاہیے بہت سلف اکثر
سنت ہوتے لوگون نے بعض طاعتون سے پہلو تہی کی ہے اور کہا ہے کہ اونکو نیت موجود نہوتی اور فرمایا بھی دیا
کرتے تھے کہ ہمکو اسمین کچھ نیت حاضر نہین چنانچہ روایت ہے کہ ابن سیرین رحمہ نے حضرت حسن بصری کے جنازہ کی
نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے دل مین نیت حاضر نہین ہوتی۔ اور کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے بالون مین
کنگھی کرنے کے لیے مانگی کہ بال بکھرے ہین اوسنے پوچھا کہ آئینہ لاؤن وہ بزرگ چپ ہو رہے پھر کہا کہ ہان
لوگون نے پوچھا کہ آپکے سکوت کی وجہ کیا تھی اونھون نے جواب دیا کہ اول سے میری نیت کنگھی کی تھی اور آئینہ کی
نیت نہ تھی اسلیے مین نے سکوت کیا یہان تک کہ خدا تعالی نے نیت آئینہ کی دل مین پیدا کردی اور ایک عالم
کوفہ کے حماد بن ابی سلیمان کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوری رحمہ سے کہا گیا کہ آپ اونکے جنازہ پر نہین جاتے
آپنے فرمایا کہ اگر مجھکو نیت ہوتی تو مین ضرور جاتا۔ اور اکابر سلف سے جب کوئی کسی عمل خیر کی درخواست کرتا
تو جواب دیتے کہ اگر ہمکو خدا تعالی نیت عنایت فرماویگا تو کرینگے۔ اور حضرت طاؤس رحمہ بدون نیت
حدیث بیان نفرماتے اگر کوئی کچھ پوچھتا بھی تو جواب نہ دیتے اور جب نیت ہوتی تو بدون پوچھے شروع کردیتے
لوگون نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے کہ جب ہم درخواست حدیث کے بیان کی کرتے ہین تو آپ نہین کرتے
اور اپنے آپ کہنے لگتے ہو آپنے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بدون نیت مین بیان کیا کرون جب مجھے
نیت حاضر ہوتی ہے تو بیان کرتا ہون۔ اور منقول ہے کہ داؤد بن محبر نے جب کتاب عقل بنائی تو حضرت احمد
بن حنبل رحمہ اونکے پاس آئے اور وہ کتاب مانگ کر ایک نظر اوسمین ڈالی اور پھیر دی اونھون نے پوچھا کہ کیون
واپس کرتے ہو آپنے فرمایا کہ اسمین ضعیف اسناد ہین داؤد رحمہ نے فرمایا کہ مین نے اوسکی بنا اسناد پر
نہین رکھی اسکو امتحان کی نظر سے دیکھیے بلکہ جو اسمین عمل کے لحاظ سے نظر کی تو مجھکو مفید ہوئی امام احمد نے

فرمایا کہ تو لاؤ مجکو دو تاکہ مین بھی اوس نظر سے دیکھون جس نظر سے تم نے دیکھا ہے پھر وہ کتاب لی اور
مدت تک اونکے پاس رہی پھر فرمایا کہ تمکو خدا تعالیٰ جزاء خیر دے مجکو اس کتاب نے فائدہ دیا۔ اور حضرت
طاؤس سے کسی نے کہا کہ ہمارے لیے دعا کرو اونھون نے فرمایا کہ اچھا مین دعا کی نیت اپنے مین پاؤن تو کرون
اور بعضون کا حال منقول ہے کہ مین ایک مہینہ سے ایک شخص کی عیادت کی نیت تلاش کر رہا ہون مجھ مین
اب تک درست نہین ہوئی۔ اور عیسیٰ بن کثیر رحمہ کہتے ہین کہ مین میمون بن مہران رح کے ساتھ گیا جب وہ اپنے
دروازے پر پہنچے تو مین ٹہرا اونکے بیٹے نے اونسے کہا کہ آپ انکو رات کا کھانا نہین کھلاتے فرمایا کہ
میری نیت مین یہ فعل نہین ہے کیونکہ نیت تابع نظر کی ہوتی ہے جب نظر بدل جاتی ہے تو نیت بھی بدل جاتی ہے سلف کا اعتقاد تھا
کہ بدون نیت کے کوئی کام نہ کرتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی روح ہے اور عمل بدون نیت
صادق کے ریا اور تکلف ہے اور ایسا عمل سبب غضب ہے نہ سبب قرب اور یہ بھی جانتے تھے کہ نیت
اسکا نام نہین کہ زبان سے کوئی کہدے کہ نیت کرتا ہون بلکہ وہ دل کا ابھار ہے قائم مقام فتوح غیبی کے
ہے اتفاقاً کبھی نصیب ہوتی ہے بعض اوقات میسر ہوتی ہے اور بعض اوقات نہین ہاں جس شخص کے دل پر اکثر امر دینی غالب رہتا ہے اوسکو
اکثر اوقات میسر ہوتی ہے اسلیے کہ اوسکا دل فی الجملہ مائل اصل خیر کا رہتا ہے تو دوسری خیرات پر بھی وقت پر
اوبھر کھڑا ہوتا ہے اور جسکا دل مائل بطرف دنیا ہوتا ہے اور دنیا اوسپر غالب ہوتی ہے اوسکو یہ بات
سہل نہین ہوتی خیرات کا تو کیا ذکر ہے فرائض مین بھی اوسکو نیت میسر نہین ہوتی ہے اور اگر ہوتی ہے
تو نہایت کوشش اور جد وجہد سے ہو جاتی ہے اسطرح کہ دوزخ کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اوسکے
عذاب سے ڈراوے یا آسایش جنت یاد آجاوے اور اپنے نفس کو اوسکی رغبت دلاوے تو ایسی صورتون مین
کبھی ایک ضعیف سا ارادہ اوٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اوسکو ثواب بھی بقدر نیت اور رغبت ہی کے ملتا ہے لیکن
طاعت بہ نیت خدا کی تعظیم کے کہ مستحق طاعت و عبودیت وہی ہے دنیا کے رغبت کے میسر نہین ہوتی
اور یہ نیت سب سے اعلیٰ اور کمیاب ہے اور ایسی زمانہ مین ایسے لوگ کم ہین جو اسکو سمجھین اور اسکو استعمال
کرنا تو درکنار ہے۔ اور لوگون کی نیتین طاعات مین کئی قسم پر ہین بعض ایسے ہین کہ اونکا عمل خوف کے
باعث سے سرزد ہوتا ہے یعنی اس وجہ سے کہ دوزخ سے ڈرتے ہین اور بعض کا عمل توقع ہوا کرتا ہے کہ رغبت
جنت کی اونکے عمل کا باعث ہوتی ہے اور اسطرح کی نیت اگرچہ پہلی قسم کی نسبت کم ہے یعنی جو طاعت
کہ بہ نیت خدا کی تعظیم محض کے کیجاوے اور کسی جہت سے نہو اوسکی نسبت کہ یہ نیت خوف و رجا کی کم
ہے مگر تاہم اقسام صحیح نیتون مین سے ہے اسلیے کہ آخر ایسی چیز کی طرف توجہ ہے جو آخرت مین موعود ہے
گو وہ چیز اوس جنس مین سے ہے جسکی الفت دنیا مین ہے اور غالب سبب جنتون مین سے شکم اور فرج کا [illegible]

اور اونکی حاجت کے پورا ہونے کی جگہ جنت ہی ہین جو شخص جنت کے لیے عمل کرتا ہی وہ گویا اپنے
شکم و شرمگاہ کے لیے کرتا ہی جیسے خراب مزدور اور ایسے شخص کا درجہ بھولون کا سا درجہ ہوگا اور اپنے
عمل سے وہ اوس درجہ کو پہونچ جاویگا کیونکہ اکثر اہل الجنۃ البلہ واقع ہوا ہی مگر عبادت عقل والون کی صرف
ذکر الٰہی اور فکر ہوتی ہی اسوجہ سے کہ وہ اوسکے جمال و جلال کے محب ہوتے ہین اور انکے تمام اعمال اسی
محبت و ذکر و فکر کے مؤکد ہوا کرتے ہین ان لوگون کا رتبہ اس سے بڑا ہی کہ منکوح اور مطعوم چیز کی طرف
جنت مین التفات کرین اسواسطے کہ انکی نیت جنت نہ تھی بلکہ یہ وہ لوگ ہین کہ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوۃِ
وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ اور چونکہ ثواب بقدر نیات ملیگا اسلیے ضرور ہوا کہ لوگ خداے تعالی کو
دیدار شریف انکا حصہ ہو اور اون لوگون کا حصہ جنہین حورون کی ارادت ملتفت ہون جیسے حورون کی
دیکھنے والے اون لوگون کو نہین ہوتی کہ کھلونون کو دیکھین بلکہ فرق درمیان جمال حضرت ربوبیت اور
جمال حورون کے کہین زیادہ ہی اوس فرق سے جو حورون کے جمال و مٹی کے کھلونون کے جمال مین ہی
بلکہ نفوس بہیمیہ کا حورون سے راضی ہونا اور خداے تعالی کے جمال سے اعراض کرنا ایسا جاننا چاہیے جیسے
خنفسا اپنے جوڑے سے مالوف رہتا ہو اور حورتون کے جمال سے روگردان ہو اکثر دلون کا اندھا ہونا
خداے تعالی کے جمال و جلال سے ایسا ہی ہے جیسا خنفسا اور اوسکا جمال حورتون سے اندھا ہی کیا اوسکو اونکی
کچھ خبر ہی نہین اور اگر اوسکو عقل ہوتی اور حورتون کا ذکر اوسکے سامنے کیا جاتا تو وہ اون لوگون پر
ہنستا جو اونکی طرف مائل ہین مگر حال یہ ہی کہ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ خداے تعالی خود فرماتا ہی
اور اسی لیے پیدا بھی فرمایا چنانچہ فرمایا وَلِذٰلِکَ خَلَقَہُمْ یعنی ہمیشہ مختلف اور متفاوت رہینگے
منقول ہی کہ احمد بن خضرویہ نے خداے عزوجل کو خواب مین دیکھا کہ ارشاد فرماتا ہی کہ ہر ایک شخص مجھسے جنت کا
طالب ہی سواے ابو یزید کے کہ وہ مجکو طلب کرتا ہی اور حضرت ابو یزید رح نے خواب مین خداے جل شانہ کو دیکھا
اور عرض کیا کہ الٰہی تیری طرف آنیکا کیا طریق ہی ارشاد ہوا کہ اپنے نفس سے ہاتھ اوٹھا اور میری طرف
قدم بڑھا۔ اور کسی شخص نے حضرت شبلی رح کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تجھسے
کیا معاملہ فرمایا کہا کہ کسی دعوی پر مجھسے دلیل طلب نہین فرمائی مگر ایک قول پر جو مین نے ایک روز کہا تھا کہ جنت
کے خسارہ سے بڑھکر کونسا خسارہ ہوگا اسپر البتہ ارشاد فرمایا کہ میرے دیدار کے خسارے سے بڑھکر
کونسا خسارہ ہی غرض یہ کہ ان نیتون کا درجہ متفاوت ہی جس شخص کے دلپر انمین سے ایک غالب ہوجاتی ہی
اوسکا اکثر دوسری نیت کیطرف عدول کی نسبت نہین پہنچتی اور ان حقائق کی واقفیت موجب ایسے
اعمال و افعال کا ہوتی ہے کہ فقہا ظاہر اونکا انکار کرتے ہین مگر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کی نیت

امر مباح میں تو موجود ہوا اور نفل میں نہو تو اوسکے حق میں مباح اولیٰ ہے اور وہی اوسکے لیے نفل کا
کام دیگا اور خود نفل اوسکے حق میں نقصان ہی اسواسطے کہ انما الاعمال بالنیات ہی مثلاً معاف کرنا فقہ کی
رو سے بنسبت انتقام کے افضل ہے مگر کبھی ایسا ہوتا ہو کہ آدمی کو معاف کرنے میں تو نیت نہیں ہوتی
ظلم کا بدلا لینے میں نیت ہوتی ہی تو اس صورت میں انتقام ہی افضل ہے یا یہ کہ اوسکی نیت کھانے اور پینے
اور سونے کی ہو تا کہ اپنے نفس کو راحت دے اور آئندہ کی عبادات کے لیے قوت پاوے اور اوسوقت نیت
روزہ اور نماز کی نہو تو کھانا اور سو رہنا اوسکے حق میں افضل ہی بلکہ اگر عبادت کرتے کرتے تھک جاوے
اور اوسکا سرور نہ رہے اور رغبت سست ہو جاوے اور جانے کہ اگر گھڑی بھر کھیل میں یا باتوں میں مصروف
رہنے سے سرور حالت اصلی پر آجاویگا تو کھیلنا اوسکے حق میں نماز سے افضل ہے چنانچہ حضرت ابو درداؓ
رضی فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس کو تھوڑے سے کھیل سے راحت دیدیتا ہوں پس یہ امر میرے لیے حق پر مددگار
اور حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ دلوں کو راحت دو ورنہ اگر اونپر زبردستی کیجاویگی تو اندھے ہو جاوینگے
اور یہ دقائق بڑے بڑے عالم پا سکتے ہیں اوچھوں کو معلوم نہیں ہو سکتے بلکہ طبیب حاذق کبھی حرارت
زدہ کا علاج گوشت سے کرتا ہی حالانکہ وہ بھی گرم ہے اور اسکو کم جاننے والا طب کا بعید جانتا ہے اور
معالج کی غرض یہ ہوتی ہی کہ اول اوسکی قوت بحالت اصلی آجاوے تا کہ ضد سے علاج کرنے کی برداشت کر سکے
اور علیٰ ہذا جو شخص شطرنج خوب کھیل سکتا ہی کبھی رخ اور گھوڑا مفت گنوا دیتا ہی تاکہ کسی منصوبہ سے حریف کو مات
کرے مگر جسکو کھیلنا کم آتا ہی اور دوسرے کے منصوبے نہیں جان سکتا وہ اسکی اس حرکت پر خندہ اور تعجب کیا کرے
اور علیٰ ہذا بہادر جنگ آزمودہ کبھی اپنے مقابل سے بھاگتا ہی اور اوسکو دم دیتا ہی کہ کہیں موقع پاکر ایک دفعہ ہی
اوسپر حملہ کرکے غالب آجاوے پس ایسا ہی طریق الی اللہ کے سلوک کا حال ہی کہ یہ بھی بالکل شیطان سے
لڑنا ہی اور دل کا علاج کرنا تو جو شخص توفیق یافتہ اور عاقل ہوتا ہی وہ اسمیں لطائف الحیل کرتا ہے جنکو
ضعفا بعید جانتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو چاہیے کہ جو بات اپنے مرشد کی دیکھے دل میں اوسکا
برا جانے اور نہ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد پر اعتراض کرے بلکہ جہانتک اوسکی فہم کی حد ہو وہاں توقف کرے
اور جو بات اوسکی سمجھ میں نہ آوے اوسکو اونھیں کے حوالہ کرے یہانتک کہ اونکے رتبہ کو پہونچکر خود اوسپر اوسکا بھید کھل جاوے

دوسری فصل اخلاص کی فضیلت اور حقیقت و درجات کے بیان میں مشتمل پانچ بیانوں پر

پہلا بیان اخلاص کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
لَهُ الدِّيْنَ اور فرمایا اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ اور فرمایا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا
بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ اور فرمایا فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا

بیان ہے اوس شخص کے باب مین اوتری کہ خدای تعالی کیواسطے عمل کرے اور چاہے کہ اوسپر لوگ اوسکی تعریف کرین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ثلاث لا یغل علیہن قلب رجل مسلم اخلاص العمل للہ والنصیحۃ للولاۃ ولزوم الجماعۃ اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ میرے باپ کو یہ گمان ہوا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کم مایہ والون پر مجھکو فضیلت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے اس امت کو ضعیفون کی دعا اور اخلاص اور نماز سے مدد کی ہے اور حضرت حسن بصری سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اخلاص میرے بھیدون مین سے ایک بھید ہے اوسکو اپنے جس بندے کے دل مین چاہتا ہون سپرد کر دیتا ہون اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عمل کی قلت کا تردد مت کرو بلکہ قبول کا تردد کرو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضہ کو فرمایا اخلص العمل یجزک منہ القلیل اور ایک حدیث مین فرمایا ما من عبد یخلص للہ العمل اربعین یوما الا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ اور فرمایا کہ قیامت کے روز جو لوگ اول پوچھے جاوینگے تین شخص ہونگے ایک تو وہ شخص کہ اللہ تعالی نے اوسکو علم دیا اوس سے خدای تعالی سوال فرماویگا کہ تو نے اپنے علم سے کیا کیا وہ کہیگا کہ الہی دن رات مین اوسکی خدمت کرتا رہا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے کہینگے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ یون کہین کہ فلان شخص عالم ہے تو یہ بات کہی گئی۔ دوسرا وہ شخص کہ جسکو خدای تعالی نے مال دیا اللہ تعالی اوس سے فرماویگا کہ مین نے تجھپر انعام کیا تو نے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الہی رات دن مین صدقہ دیا کرتا تھا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہینگے کہ جھوٹ کہتا ہے بلکہ تو نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص سخی ہے سو یہ تو کہا گیا تیسرا وہ شخص جو خدا کی راہ مین مارا گیا اللہ تعالی اوس سے فرماویگا کہ تو نے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الہی تو نے جہاد کا حکم دیا تھا اسلیے مین لڑا یہان تک کہ مارا گیا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی اوسکو جھوٹا کہینگے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص شجاع ہے سو یہ کہا گیا حضرت ابوہریرہ راوی اس حدیث کے بیان فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ایک لکڑی اور فرمایا کہ ای ابوہریرہ سب سے اول انہین تین شخصون سے آتش جہنم بھڑکائی جاویگی اس حدیث کے راوی نے حضرت معاویہ رضہ کے پاس جاکر اس حدیث کو بیان کیا آپ سنکر اتنا روئے کہ دم نکلنے کے قریب ہوگئے پھر فرمایا کہ سچ فرماتا ہے اللہ جل شانہ من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون اور بنی اسرائیل کے حالات مین ہے کہ ایک عابد مدت سے عبادت خدای تعالی کی کیا کرتا تھا اوسکے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ یہان ایک قوم

کہ خداے تعالی کے سوا درخت کی پرستش کرتی ہی وہ عابد اس بات سے غصے مین آیا اور اپنی کلھاڑی
کندہے پر رکھکر درخت کیطرف کو چلا کہ اوسکو کاٹ ڈالے راستے مین اوسکو شیطان ایک پیر مرد کی
صورت مین ملا اور پوچھا کہ کہان کا ارادہ ہی عابد نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ فلان درخت کاٹ ڈالون
اوسنے کہا کہ تمھین اوس سے کیا مطلب پڑا ہی کہ اپنی عبادت اور شغل چھوڑکر اور بات مین مصروف ہوتی ہو
عابد نے کہا کہ یہہ بھی داخل عبادت ہی اوسنے کہا کہ مین آپ کو کاٹنے ندونگا جب زیادہ تکرار بڑھی تو
عابد نے شیطان کو زمین پر ڈالکر اوسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اوسنے کہا کہ تم مجھکو چھوڑدو تاکہ مین کچھ تمسے کہون
عابد کھڑا ہو گیا ابلیس نے کہا کہ اے شیخ تعجب کی بات ہی کہ خداے تعالی نے تجھسے اوپر اوسکا کاٹنا فرض
نہین کیا نہ تو اوسکی عبادت کرتا ہے اگر دوسرا کوئی عبادت کرے تو اوسکا گناہ تجھپر ہونے سے رہا
اور بہت زمین مین خداے تعالی کے انبیا بہت سے ہین اگر اوسکو منظور ہوگا تو کسی نبی کو درخت والون کے
پاس بھیجکر اونکو کاٹنے کا حکم کردیگا تجھکو کچھ ضرور نہین کہ جو بات تیرے ذمے نہو اوسکے درپے ہو عابد نے
کہا کہ مین تو اوسکو ضرور کاٹونگا شیطان نے پھر قصد کشتی کا کیا عابد نے اوسکو دے مارا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا
جب ابلیس عاجز ہوا تو کہنے لگا کہ آؤ ہم ایک اور بات بتائین جو تیرے حق مین بہتر اور مفید ہو عابد نے کہا
کہ اچھا اوسنے کہا کہ مجھے چھوڑدو تو کہون عابد نے اوسکو چھوڑدیا ابلیس نے کہا کہ تو ایک مرد محتاج ہے اور
لوگون پر پڑا ہوا ہے وہ سب تجھکو کھانا دیتے ہین اور تجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تیرا دل یون چاہتا ہی
کہ اپنے بھائیون سے سلوک کرے اور ہمسایون سے مدارات کرے اور پیٹ بھر کر لوگون سے بے پروا
ہوجاوے عابد نے کہا کہ یہ بات تو درست ہی ابلیس نے کہا کہ تو اب تو لوٹ جا مین تیرے سرہانے
ہر شب دو دینار رکھدیا کرونگا صبح کو تو اونکو لے لیا کرنا اور اپنے نفس اور کنبے کے خرچ مین اوٹھایا کرنا
اور بھائیون کو دیا کرنا یہ بات تیرے حق مین اور دوسرے مسلمانون کے حق مین اس درخت کی کاٹنے کی
نسبت کہ زیادہ مفید ہوگی اسکے کٹنے سے کچھ فائدہ نہوگا اوسکی جگہ اور بو دیا جاویگا اونکا کیا جاویگا
بلکہ تجھکو اور تیرے بھائیون کو اوسکے کٹنے سے کچھ نملیگا عابد نے ابلیس کے قول مین تامل کیا اور کہا
کہ یہ بوڑھا سچ کہتا ہی مین کچھ پیغمبر نہین کہ اس درخت کا کاٹنا مجھپر لازم ہو نہ خداے تعالی نے مجھکو اوسکے
کاٹنے کا حکم دیا ہی کہ اگر نہ کاٹونگا تو نافرمان ٹھہرونگا اور یہ جو بات بتلاتا ہے اوسمین زیادہ فائدہ ہے
اسکے بعد اوس سے قول قرار کرلیا اور قسما قسمی ہوگئی عابد اپنے عبادت خانے مین پھر آیا اور رات کو سو رہا
جب صبح ہوئی تو دو دینار اپنے سرہانے سے پائے اونکو لے لیا دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تیسرے روز
اور آیندہ کو پھر کچھ نپایا پھر غصہ ہوا اور تبر اوٹھا چلدیا راستے مین ابلیس پیر مرد کی صورت مین ملا اور پوچھا

کہ کہاں کو اوسنے کہا کہ وہ درخت کاٹنے جاتا ہوں ابلیس نے کہا کہ تو چھوڑتا ہی اب تجھسے نہیں کٹ سکتا
نہ تو وہاں تک پہنچ سکے عابد نے چاہا کہ پہلی دفعہ کیطرح اوسکو دے پٹکے ابلیس نے کہا کہ اب وہاں مت جا اور
اور عابد کو اوٹھا کر پچھاڑ دیا عابد اوسکے دونوں پاؤں میں چڑیا کیطرح معلوم ہونے لگا پھر شیطان اوسکے
سینے پر بیٹھ گیا اور کہا کہ یا تو اس کام سے باز آ نہیں تو ذبح کر ڈالونگا عابد نے دیکھا کہ مجھکو کسی طرح تاب
مقاومت نہیں اوس سے کہا کہ تو مجھپر غالب آیا اب مجھکو چھوڑ دے اور یہ بتا کہ پہلے میں کیسے غالب ہوگیا تھا
اور اب تو کیسے جیتا اوسنے کہا کہ وجہ یہ ہو کہ پہلے تو نے غصہ خداے تعالیٰ کیواسطے کیا تھا اور تیری نیت
آخرت تھی اسلیے اللہ تعالیٰ نے مجھکو تیرا ذلیل بنا دیا تھا اور اب تو نے غصہ اپنے نفس کیواسطے اور دنیا کیلیے
کیا اسواسطے میں نے تجھکو پچھاڑ دیا۔ اور یہ حکایت تصدیق ہے اس آیت کی لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ
مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ اسلیے کہ بندہ شیطان سے بدون اخلاص نہیں چھوٹتا اور اسلیے حضرت معروف کرخی
اپنے نفس کو مارتے اور کہتے اے نفس اخلاص کر کہ تجھکو خلاص ہو۔ اور یعقوب مکفوف کہتے ہیں کہ مخلص وہ ہے
جو اپنی حسنات ایسے چھپاوے جیسے برائیاں چھپاتا ہے۔ اور ابو سلیمان رحمہ فرماتے ہیں کہ خوشحال ہو وہ شخص
کہ جسکا ایک قدم بھی صحیح ہو جاوے کہ سواے خدا تعالیٰ کے اور کسیکی نیت نہ ہو۔ اور حضرت عمر نے
حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ جسکی نیت خالص ہوتی ہے اوسکو اللہ تعالیٰ وہ بات کفایت کر دیتا ہے
جو اوسمیں اور لوگوں میں ہو۔ اور بعض اولیا نے اپنے کسی بھائی کو لکھا کہ اپنے اعمال میں نیت کو خالص کر
کہ تجھکو تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا۔ اور ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ عمل کرنے والوں پر سب اعمال سے زیادہ
سخت نیت کا خالص کرنا ہے۔ اور مطرف رحمہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص صاف ہوتا ہے اوسکے لیے صاف
کیجاتی ہے اور جو شخص ملا جلا کرتا ہے اوسکے لیے ملا جلا کیا جاتا ہے اور بعضے اکابر کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا
اور پوچھا کہ تم نے اپنے اعمال کو کیسے پایا اونھوں نے فرمایا کہ جو چیز میں نے خداے تعالیٰ کیواسطے کی تھی
اوسکو تو پایا یہاں تک کہ انار کی گٹھلی بھی جو میں نے راستہ میں سے ہٹا دی تھی پایا اور ایک بلی میری مر گئی تھی
اونکو حسنات کے پلے میں پایا اور میری ٹوپی میں ایک دھاگا ریشم کا تھا اوسکو برائیوں کے پلے میں پایا
اور میرا ایک گدھا سو دینار کا مر گیا تھا اوسکا ثواب مجھکو نہ ملا میں نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا تو حسنات کے
پلے میں موجود ہو مگر گدھے کا مرنا اوسمیں نہیں ہے مجھکو حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہاں بھیجا گیا جہاں تو نے اوسکو
بھیجا تھا یعنی جب وہ مر گیا تھا اور تجھکو اوسکے مرنے کا حال معلوم ہوا تو تو نے کہا تھا کہ خدا کی لعنت میں
گیا اسلیے تیرا ثواب اوسمیں باطل ہوا اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ تو البتہ ثواب پاتا اور ایک روایت میں ہے کہ
اونھوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایک صدقہ لوگوں کے سامنے دیا تھا تو لوگونکا میری طرف دیکھنا

[illegible]

مجھے اچھا معلوم ہوا اوسکا یہ حال ہوا کہ اوسپر نہ ثواب ہی ملا نہ عذاب - اور حضرت سفیان ثوری نے
جب اس حال کو سنا تو فرمایا کہ بہت اچھا حال ہوا کہ اوسپر اوس صدقے کے باعث عذاب نہوا یہ بھی
بڑا احسان ہوا - اور یحیی بن معاذ رحمہ فرماتے ہین کہ اخلاص عیبون سے عمل کو ایسا جدا کرتا ہے
جیسے دودھ کو گوبر اور خون سے علیحدہ ہوا کرتا ہے - اور نقل ہے کہ ایک شخص عورتون کا لباس پہنکر جہان
عورتون کا مجمع ہوتا شادی غمی مین جایا کرتا ایک دفعہ کسی مجمع مین گیا وہان ایک موتی چوری گیا لوگون نے
غل مچایا کہ دروازہ بند کر دو کہ ہم تلاشی لینگے پس ایک ایک کی تلاشی لینی شروع کی یہان تک کہ نوبت
اوس شخص کی اور ایک اوسکے ساتھ کی عورت کی پہونچی اوسنے اللہ تعالی سے اخلاص کیساتھ دعا
مانگی اور کہا کہ الہی اگر مین اس رسوائی سے نجات پاؤن تو پھر کبھی ایسا نہ کرونگا وہ موتی اوس عورت کے
پاس سے نکلا اور لوگون نے پکار کے کہا کہ موتی پا گیا اب کسی کی تلاشی نہ لو سب کو چھوڑ دو وہ شخص بھی چھوٹ گیا
اور بعض صوفیہ سے روایت ہے کہ مین ابو عبید تستری رح کے پاس کھڑا تھا اور وہ بعد عصر کے عرفہ کے دن
اپنی زمین جوت رہے تھے عرفہ کو ان انتے مین اونکا کوئی بھائی ابدال آیا اور اوسنے کچھ چپکے سے کہا ابو عبید نے جواب دیا
کہ نہین وہ وہان سے بادل کی طرح زمین ناپنے لگے حتی کہ میری نظرون سے غائب ہو گئے مین نے ابو عبید رح سے
پوچھا کہ اونھون نے آپ سے کیا کہا تھا اونھون نے جواب دیا کہ مجھسے کہتے تھے کہ میرے ساتھ حج کو چلو
مین نے انکار کر دیا مین نے کہا کہ آپنے حج کیون نہ کیا اونھون نے فرمایا کہ مجھکو حج کی نیت نہ تھی مین نے
نیت کی تھی کہ اس زمین کو شام تک جوت لون تو اس بات سے خوف کیا کہ اگر حج کو اونکی خاطر سے ساتھ
ہو لیتا تو موجب غضب الہی کا ہوتا کہ خدا کے کام مین دوسری چیز داخل کرتا اس صورت مین جو کام مین
کر رہا ہون وہ میرے نزدیک ستر حجون سے بڑھکر ہے - اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین بحری راہ جہاد کو
چلا ایک شخص نے ہم مین سے ایک توشہ دان بیچنا چاہا مین نے کہا کہ اسکو مول لے لون جہاد مین کام آویگا
جب فلان شہر مین پہونچونگا تو اسکو بیچ ڈالونگا کچھ فائدہ ہو رہیگا اس خیال سے اوسکو لے لیا اوسی رات
خواب مین دیکھا کہ گویا دو شخص آسمان سے اوترے ہین ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ غازیون کو لکھ لو
دوسرا اوسکو بتلانے لگا کہ لکھ فلانا شخص سیر کیواسطے نکلا اور فلانا ریا کے لیے اور فلانا تجارت کے لیے
اور فلان خدا کی راہ مین پھر اوسنے میری طرف دیکھا اور کہا کہ لکھو یہ شخص تجارت کے لیے نکلا مین نے
کہا کہ خدا سے ڈرو مین تجارت کیواسطے کب نکلا ہون میرے پاس کیا ہے جسمین تجارت کرونگا مین تو
جہاد ہی کیواسطے نکلا ہون اوسنے کہا کہ میان صاحب تمنے کل توشہ دان خریدا ہے اور تمہاری نیت ہے
کہ اوسمین سے کچھ فائدہ تمکو ملے مین رونے لگا اور کہا کہ مجھے تاجر مت لکھو اوسنے دوسرے شخص کیطرف

دیکھا اور کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے اوسنے کہا کہ یون لکھنا چاہیے کہ فلان شخص غزا کیواسطے نکلا مگر اوسنے
اثناے راہ مین ایک توشہ دان مول لیا کہ اوس سے نفع ہوا پھر خداے تعالی جو چاہیگا حکم فرماویگا —
اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر تم تنہائی مین اخلاص کے ساتھہ دو رکعت نماز پڑھو تو اس سے بہتر ہے کہ
ستر یا سات سو حدیثین عالی اسناد کے ساتھہ لکھو۔ اور بعضون کا قول ہے کہ ایک ساعت کا اخلاص مین
ہمیشگی کی نجات ہے لیکن اخلاص کمیاب ہے۔ اور یون کہتے ہین کہ علم تخم ہے اور عمل کھیتی ہے اور اوسکا
پانی اخلاص ہے۔ اور بعضون کا قول ہے کہ جب خداے تعالی کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو
تین باتین اوسکو دیتا ہے اور تین نہین دیتا۔ نیکون کی صحبت تو دیتا ہے مگر یہ نہین کہ اوسے کچھ بات
قبول کرلین اور اعمال صالحہ عنایت فرماتا ہے لیکن اخلاص نہین دیتا اور حکمت دیتا ہے لیکن اوسمین
صدق نہین دیتا اور سوسی رحمہ کہتے ہین کہ لوگون کے عمل سے خداے تعالی کی مراد صرف اخلاص ہے
اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ وہ عاقل ہوتے ہین جب عاقل ہوتے ہین تو عمل
کرتے ہین اور جب عمل کرتے ہین تو اخلاص کرتے ہین پھر تو اخلاص اونکو تمام اقسام نیکیون کیطرف بلاتی ہے۔ اور محمد
بن سعید مروزی کہتے ہین کہ تمام معاملہ دو اصلون کیطرف رجوع کرتا ہے ایک تو فعل اوسکا تیرے ساتھہ
دوسرے تیرا فعل اوسکے لیے پس جو کچھ وہ تیرے ساتھہ کرے اوس پر تو راضی رہنا چاہیے اور جو تو اوسکے
لیے کام کرے اوسمین اخلاص کرنا چاہیے اگر یہ دونون باتین میسر ہین تو دونون جہان کی فلاح کو پہنچیگا

دوسرا بیان اخلاص کی حقیقت مین۔ جاننا چاہیے کہ ہر چیز مین ممکن ہے کہ دوسری چیز کا خلط ہو
پس جب کہ خلط اور آمیزش سے صاف اور خالص ہو تو اوسکو خالص کہا کرتے ہین اور جس فعل سے وہ
صاف ہو اوسکو اخلاص یعنی خالص کرنا بولتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہے مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا
سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ تو دودھ کا خالص یہی ہے کہ اوسمین خون اور گوبر کا نہ ہو اور ایسی چیزون کا
جنکا ملنا اوسمین ممکن ہے اور اخلاص کی ضد اشراک یعنی شریک کرنا ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو مخلص
نہین وہ مشرک ہے مگر یہ کہ شرک کے بہت سے درجات ہین جو اخلاص توحید مین ہوتا ہے اوسکی ضد شرک
در الوہیت ہے اور شرک مین سے کچھ تو خفی ہے اور کچھ ظاہر اور یہی حال اخلاص کا ہے اور اخلاص اور شرک
دونون قلب پر وارد ہوتے ہین یعنی محل اونکا دل ہے اور اونکا ورود قصدون اور نیتون سے ہوا کرتا ہے
اور ہم حقیقت نیت کی بیان کرچکے اور یہ بھی کہ نیت موافق باعث کے ہوا کرتی ہے تو جس صورت مین
کہ باعث صرف ایک ہی ہو تو اوسکے سبب سے جو فعل صادر ہوگا باعتبار اوس غرض مقصود کے اخلاص
ہونا چاہیے فرض کرو اگر کسی شخص نے صدقہ دیا اور اوسکی غرض محض ریا ہے تو وہ مخلص ہے اس اعتبار سے

[illegible]

کہ پایا ہو اور کسی چیز کی آمیزش نہین کی اور جسکی غرض صرف تقرب الی اللہ ہو وہ عمل مخلص کہلاویگا
تو یہ باعتبار لغت کے ہوا مگر اصطلاح اور عادت کی رو سے اخلاص اوسیکو کہتے ہین کہ نیت صرف
تقرب الی اللہ کی ہو اور جمیع آمیزشون سے پاک و صاف ہو جیسے الحاد کے معنی لغت مین میل کرنیکے
ہین مگر اصطلاح مین حق سے میل کرنے کا نام ہے اور جس فعل کا باعث محض ریا ہوتی ہے وہ ہلاک کو
پہونچا دیتا ہے اوسمین ہماری گفتگو نہین اسلیے کہ جو باتین اوس سے متعلق تہین ہم تیسری جلد کے
باب الریا مین لکھ چکے ہین اور کافی ہے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ ریاکار قیامت کے دن چار
نامون سے پکارا جاویگا او ریاکار او مکار او مشرک او کافر۔ اب ہم اوس صورت کا بیان کرتے ہین
کہ آدمی کی نیت تو قصد تقرب ہی کی ہو مگر اوسکے باعث مین کوئی دوسری چیز ریا اور کوئی حظ نفس
وغیرہ ملگیا ہو مثلاً کوئی شخص بقصد تقرب روزہ رکھے تاکہ پرہیز کا فائدہ بھی حاصل ہو اور تقرب بھی رہے
یا غلام آزاد کرے کہ اوسکے نان نفقہ اور بدخلقی سے چہوٹ جاوے یا حج کرے اسلیے کہ سفر کی حرکت سے
اوسکا مزاج درست ہو جاوے یا اسلیے کہ کسی برائی سے جو وطن مین رہنے سے اوسپر آتی بچ جاوے یا اسلیے
کہ کسی دشمن سے فرار کی نیت ہو یا زن و فرزند خواہ اور کسی کام سے تہک گیا ہو اور چند روز استراحت
کرنا چاہتا ہو یا جہاد کرے تاکہ لڑائی کے فن مین مہارت ہو اور اوسکے اسباب و لوازم جمع کرسکے اور لشکر کا
فراہم کرنا اور اوسکا انتظام پہنچانا یا آجاوے یا تہجد پڑہے اور اوسمین یہ غرض ہو کہ جاگتا رہے تاکہ
اپنے گہربار کی حفاظت کرے یا علم اسلیے سیکہے کہ اوسکے باعث سے مال بقدر کفایت کا طلب کرنا آسان
ہو جاوے خواہ اسلیے کہ اپنی قوم مین عزت دار ہو خواہ اسوجہ سے کہ اوسکا مال و متاع علم کے طفیل سے
لالچیون کی طمع سے محفوظ رہے یا درس و وعظ اسلیے کہے کہ چپ رہنے کی مصیبت سے چہوٹ جاوے
اور گفتگو کی لذت سے بہرہ ور ہو یا علما اور صوفیہ کرام کی خدمت اسلیے کرے کہ اونکی نظرون اور
لوگون کی نظرون مین اوسکی حرمت زیادہ ہو یا اسلیے کہ دنیا کے لوگ اسکے ساتھ نرمی برتین اور اسکا
ساتھ دین یا کلام مجید اسلیے لکہے کہ ہمیشہ لکہنے سے خط اچھا ہو جاویگا یا حج کو پیادہ اسلیے جاوے تاکہ
اپنے اوپر سے کرایہ کا بوجھ ہلکا کرے یا وضو اسلیے کرے کہ بدن صاف اور ٹھنڈا ہو جاوے یا اسوجہ
غسل کرے کہ اوسکی بو اچھی ہو جاوے یا حدیث اسلیے روایت کرے کہ لوگ جانین کہ بڑے محدث ہین
یا مسجد مین اعتکاف اسلیے کرے کہ گہر کے کرایہ مین تخفیف ہوگی یا روزہ اسلیے رکھے کہ کہانا
پکانے کی دقت نہو یا اسلیے کہ کام کرنے مین کہانے کا کہانا ہرج نہو یا صدقہ کسی سائل کو اسلیے دے
کہ اوسکے سوال سے عاجز آگیا ہو تو اوسکا ابرام اٹھ جاوے یا بیمار کی عیادت اسلیے کرے کہ جب وہ خود

[illegible] مین کردی ۱۲

بیمار ہو تو اوسکی بھی کوئی عیادت کرنے آوے یا جنازے کے ساتھ اسلیے جاوے کہ کوئی اسکے یہاں اگر
مرجاوے تو اوسکے ساتھ بھی لوگ چلیں یا ان باتوں کو اس نیت سے کرے تاکہ خیر کے ساتھ مشہور اور
مذکور ہو اور لوگ [illegible] کی نگاہ سے اوسکی طرف دیکھیں - ان سب صورتوں میں اگر باعث تقرب
الی اللہ بھی ہوگا اور ان خطرات میں سے بھی کوئی خطرہ اوسکے ساتھ ہو جاویگا حتی کہ اوسکے باعث
اوسپر عمل کا کرنا آسان معلوم ہوگا تو اوسکا عمل حد اخلاص سے باہر نکل جاویگا اوسکو یہ نہیں کہینگے کہ خالص
خدا کی ذات کیواسطے ہی اور اوسمیں شرک کو رستہ ہو جاویگا اور اللہ تعالی حدیث قدسی میں ارشاد
فرماتا ہے کہ میں سب شرکا کی نسبت شرک سے غنی تر ہوں غرضکہ دنیا کے حظوظ میں سے جو حظ اسطرح کا ہوگا
کہ نفس اوسکی طرف مائل ہو اور دل راغب ہو وہ خواہ تھوڑا ہو یا بہت جب کسی عمل میں دخل پا جاویگا تو اوس عمل کے
دخل سے اوسکی صفائی اور اخلاص مکدر ہو جاویگی اور انسان اپنے حظوظ اور شہوات میں ڈوبا
رہتا ہی تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا کوئی فعل یا عبادت ان حظوظ اور اغراض سے خالی
اسلیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنی تمام عمر میں ایک لحظہ بھی خالص ذات خدا کیلیے میسر ہو گا وہ
نجات پا جاویگا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اخلاص نہایت کمیاب چیز ہے اور دل کا صاف کرنا ان
آمیزشوں سے بہت دشوار ہے بلکہ خالص اوسکو کہتے ہیں کہ جسمیں کوئی باعث سوا تقرب
الی اللہ کی طلب کے اور کوئی شی نہو - اور یہ حظوظ اگر تنہا باعث اعمال ہوں تب تو ظاہر ہے کہ عمل
کرنے والے پر نہایت سختی اون اعمال میں کیجاویگی مگر ہم اون صورتوں کو پیش نظر کرتے ہیں کہ قصد
اصلی تو تقرب ہی ہو اور اومیں کسیقدر یہ آمیزشیں بھی زائد ہو جاویں اور انکے زائد ہونے کی تین
صورتیں ہیں یا بطور رفاقت یا بطور شرکت یا بسبیل اعانت جیسا کہ نیت کے بیان میں گذرا پھر باعث
نفسی یا تو باعث دینی کے برابر ہو یا زیادہ یا کم اور اونمیں سے ہر ایک کا حکم جدا گانہ ہے چنانچہ
عنقریب مذکور ہوگا اور اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ عمل ان سب آمیزشوں سے خالی ہو خواہ یہ آمیزشیں
تھوڑی ہوں یا بہت یہانتک کہ بالکل بجز قصد تقرب کے اور کوئی نہو اور یہ بات اوس شخص سے
متصور ہی جو اللہ تعالی کا عاشق زار اور آخرت میں تمام ہمت ڈوبا ہوا ہو اسطرح کہ دنیا کی محبت کو
اوسکے دل میں گنجایش نہی ہو یہانتک کہ کھانا پینا اوسکو کچھ محبوب نہ معلوم ہوتا ہو انکی رغبت اوسمیں
ایسی ہو جیسے قضاء حاجت کی ہوتی ہے کہ سرشت کی رو سے ضروری معلوم ہو یعنی کھانے کی
رغبت اس جہت سے نہو کہ کھانا ہے بلکہ اس نظر سے ہو کہ اوس سے خدا تعالی کی عبادت پر
تقویت کرتا ہے اور تمنا کرے کہ کیا خوب ہو جو بھوک کی آفت سے محفوظ ہو جاوے کہ پھر حاجت

کھانے کی نہ ہے اور نہ دل مین کوئی حظ امر فضول زائد از حاجت کا ہے اور اوسکے نزدیک قدر
ضرورت ہی مطلوب ہو اس نظر سے کہ دین کی ضرورت ہے پس سوا ہی فکر آخرت کے اور کوئی فکر نہو تو اسطرح کا
آدمی اگر کھاویگا یا پہنیگا یا حاجت قضا کریگا سب صورتون مین خالص العمل اور درست نیت رہیگا بلکہ
سب حرکات و سکنات مین اوسکی نیت صحیح ہوگی یہانتک کہ اگر مثلاً سوویگا تاکہ اپنے نفس کو آیندہ کی
عبادت کے لیے قوت اور راحت ہوجاوے تو اوسکا سونا بھی عبادت ہوگا اور اوسمین بھی اوسکو مخلصون کا
درجہ ملیگا اور جسکا حال ایسا ہوگا تو اعمال مین اخلاص کا ہونا اوسکے حق مین بہت ہی ہلکا اور سہل ہوگا اور جسطرح
کہ حرکات اور سکنات ایسے شخص کے جسپر محبت خدا اور محبت آخرت غالب ہو صفت اوسکی ہمت کی حاصل
کرکے بالکل اخلاص ہوجاتی ہین اسیطرح جس شخص کے نفس پر دنیا اور ریاست اور بڑائی یا اور کوئی چیز غیر اللہ
غالب ہوجاوے تو اوسکے حرکات و سکنات بھی اوسکی صفت پیدا کرلیتے ہین پس کوئی اوسکی عبادت خواہ
نماز ہو یا روزہ سلامت نہین رہتی بہت کم اخلاص اوسمین ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کا
علاج یہ ہے کہ نفس کے حظوظ کو توڑے۔ اور دنیا کی طمع کو قطع کرے اور آخرت کے لیے اسیطرح خالص ہوجاوے
کہ وہی دل پر غالب ہوجاوے اسوقت مین اخلاص میسر ہوگی۔ اور بہت سے اعمال ایسے ہین کہ انسان اونمین
مشقت کیا کرتا ہے اور اپنے گمان مین اونکو خاص خدا ہی تعالیٰ کی ذات کیواسطے سمجھتا ہے حالانکہ اوسکو
مغالطہ ہوتا ہے اسلیے کہ اوسمین آفت کی وجہ اوسکو معلوم نہین ہوتی چنانچہ بعض اکابر سے منقول ہے کہ
وہ فرماتے تھے کہ مین نے اپنے تیس برس کی نماز جو مسجد کی صف اول مین پڑھی تھی قضا کی اسلیے کہ ایک روز
مجھکو دیر کسی عذر کے باعث سے ہوگئی تو مین نے دوسری صف مین نماز پڑھی پس مجھکو نہایت شرم
لوگون سے آئی کہ اونھون نے مجھکو دوسری صف مین دیکھا اوسوقت مین نے جانا کہ لوگ جو مجھکو صف اول مین
دیکھتے تھے اوس سے مجھکو خوشی اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجھکو اوسکی خبر نہ تھی سو یہ بات ایسی باریک اور
مخفی ہے کہ اعمال ایسے امور سے کم خالی ہوتے ہین اور نہ ہر ایک کو اسکی خبر ہو بجز اون لوگون کے جنکو
خدا ہی تعالیٰ توفیق دیتا ہے اور جو اس سے غافل ہین وہ آخرت مین اپنے سب حسنات کو سیئات پاوینگے اور
ایسے ہی لوگ مراد ہین اس آیت سے وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا اور حق
تعالیٰ کی آیت قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا
اور سب سے زیادہ تعرض اس فتنے کا علماء کو ہے اسلیے کہ اکثرون کے لیے باعث علم کے پھیلانے کا غلبے کی
لذت اور سرور دل کی خوشی اور حمد و ثنا کی مسرت ہوا کرتی ہے اور شیطان اونپر حق کو مخفی کر دیتا ہے اور خطاب
دیتا ہے کہ تمہاری غرض دین الٰہی کا پھیلانا اور شرع شریف محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے مخالفون کو دفع

کرتا ہے سو اعظا جو خلق کو اور بادشاہون کو نصیحت کرتے ہین تو خدا ہی تعالی پر احسان جتاتے ہین
اور لوگ جو اونکا قول قبول کرتے ہین اور انکی طرف متوجہ ہوتے ہین تو بہت خوش ہوتے ہین اور
کہتے ہین کہ ہمکو مسرت اس بات کی ہے کہ خدا ہی تعالی نے ہمسے دین کی نصرت کا کام لیا حالانکہ اگر
کوئی اونکا ہم پیشہ پیدا ہو کہ اوس سے وعظ اچھا کہتا ہو اور لوگ اوسکی طرف متوجہ ہو جاوین تو اونکو نہایت
برا معلوم ہوتا ہے اور اسکا رنج کرتے ہین اسکا ہم پوچھتے ہین کہ اگر اونکی وعظ کا باعث دین ہی تھا
تو اونکو دوسری وعظ کے ہونے سے خدا کا شکر کرنا چاہیے تھا کہ اپنے کام دوسرے سے لیا
اور اونکو تکلیف نہ دی مگر شیطان پھر بھی اونکو نہین چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تمکو غم اسوجہ سے نہین کہ لوگون نے
تمکو چھوڑ کر دوسرے کا وعظ سنا بلکہ اس نظر سے غم ہے کہ تمھارا ثواب جاتا رہا کیونکہ اگر لوگ تمھاری وعظ
رو براہ ہوتے تو تمکو ثواب ہوتا اس ثواب کے فوت ہونے کا غم کرنا بہتر ہے اور بیچارے کو یہ معلوم نہین کہ امر حق
کی اطاعت اور افضل شخص کو معاملہ سپرد کرنے مین آخرت مین ثواب زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت تنہا خود کرنے کے
دیکھو اگر اسطرح کا غم اچھا ہوتا تو جب حضرت ابوبکر صدیق رض خلیفہ ہوئے تھے حضرت عمر رض بھی غم کرتے
کہ تمام خلق کے مصالح کا متکفل ہونا بہت بڑا ثواب رکھتا ہے مگر حضرت عمر رض حضرت ابوبکر صدیق رض کی
خلافت سے خوش تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ ہم سے افضل ہین اب نہین معلوم کہ علما ایسی باتون سے کیون
نہین خوش ہوتے اور بعض اہل علم شیطان کے اس دھوکے مین آجاتے ہین کہ جیسین کہنے لگتے ہین کہ اگر
ہمسے افضل کوئی پیدا ہوگا تو ہم اوس سے خوش ہونگے مگر پہلے امتحان کے یہ کہنا محض مغالطہ ہے اسلیے کہ
نفس ایسے وعدہ کرنے مین نہایت سہولت سے منقاد ہو جاتا ہے مگر جب موقع آپڑتا ہے تو وعدہ
پورا نہین کرتا فوراً بدلجاتا ہے اور اس بات کو وہی جانتا ہے جو نفس کے مکرون سے واقف ہے اور اوسکا
امتحان بہت کرتا رہتا ہے حاصل یہ کہ حقیقت اخلاص کو پہچاننا اور اوسپر عمل کرنا ایک سمندر ہے کہ اوسمین
لوگون کا پتا نہین لگتا کوئی شاذ و نادر بچتا ہے جو کہ اس آیت مین مستثنی ہے اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ
پس بندے کو چاہیے کہ ان دقائق کو خوب تلاش اور تجسس کرتا رہے ورنہ نادانستہ گروہ شیاطین مین جا ملیگا
تیسرا بیان اخلاص کے باب مین لوگون کے قولون کے ذکر مین - سوسی رح کہتے ہین کہ اخلاص اسکا
نام ہے کہ اخلاص پر نظر نہ ہے اسلیے کہ جو اپنے اخلاص کو دیکھے گا تو اوسکے اخلاص کے لیے حاجت
اخلاص کی رہیگی اس قول مین اشارہ یہ ہے کہ عمل کو عجب سے صاف کرنا چاہیے کیونکہ اخلاص کیطرف
نظر کرنا عجب ہی جو منجملہ آفات ہے اور خالص اوسیکو کہتے ہین جو سب آفتون سے صاف ہو تو جس اخلاص
مین عجب ہوگا اوسمین ابھی ایک آفت باقی ہے اور سہل رح فرماتے ہین کہ اخلاص یہ ہے کہ بندے کے

بیان اقوال [illegible]

حرکات اور سکون خاص خدا تعالی کے واسطے ہوں یہ تعریف جامع ہے کہ غرض کو محیط ہے اور اسی غرض کو
مستلزم ہے قول حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ کا کہ فرماتے ہیں اخلاص سچا کرنا نیت کا ہے خدا تعالی کے ساتھ
اور حضرت سہل رحمہ سے جو پوچھا گیا کہ سب سے سخت تر نفس پر کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ اخلاص ہے اس وجہ سے
کہ نفس کا اوسمیں کچھ بہرہ نہیں ۔ اور رویم رحمہ کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص اسکا نام ہے کہ مخلص اوسپر
دونوں جہان میں کچھ عوض نہ چاہے اور اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ حظوظ نفس خواہ دنیاوی ہوں یا
اخروی سب آفت ہیں تو جو شخص عبادت اسلیے کرے کہ جنت میں شہوات سے نفس کو آسائش ملے وہ فریفتہ
ہو بلکہ اصل یہ ہے کہ عمل سے سوا رضاء الہی کے اور کوئی بات نہ چاہے اور یہ قول اشارہ ہے صدیقوں کی
اخلاص کیطرف اسکو اخلاص مطلق کہتے ہیں اور جو شخص توقع جنت یا دوزخ کے خوف سے عمل کرے وہ
باعتبار دنیوی لذات کے البتہ مخلص ہے ورنہ اصل میں وہ حظ شکم اور شرمگاہ کا طالب ہے اور اہل حق کے نزدیک
مطلوب انکا صرف رضاء الہی ہے نہ کوئی حظ اوسکے سوا ۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ انسان کبھی کسی حظ کے لیے
حرکت کیا کرتا ہے اور حظوں سے بری ہونا صفت الہی ہے جو اوس سے بری ہونے کا مدعی ہو وہ کافر ہے
چنانچہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ نے حکم کفر کا اوس شخص پر کیا جو مدعی حظوں سے بری ہونے کا ہوا اور فرمایا
کہ صفت خدا تعالی کی ہے انسان اسکا مدعی نہیں ہو سکتا تو یہ سب درست ہے مگر لوگوں کی مراد یہاں
حظوں سے بری ہونے سے یہ ہے کہ ان حظوں سے بری ہو جنکو لوگ حظ کہتے ہوں اور لوگ جنکو حظ کہتے ہیں
وہ شہوات مذکورہ جنت میں کی ہیں اور صرف معرفت اور مناجات اور دیدار الہی کی لذت جو اہل حق کا حظ ہے
اوسکو لوگ حظ نہیں جانتے بلکہ اوس سے تعجب کرتے ہیں حالانکہ یہ اتنا بڑا حظ ہے کہ اگر تمام جنت کو عوض
طاعت اور مناجات اور مشاہدہ حضرت الہی کے عوض میں اون لوگوں کو دیے جاویں تو اوسکو حقیر جانیں
اور ذرا متوجہ نہوں تو حرکت ان لوگوں کی اور اطاعت سب حظ کے لیے ہو مگر ان حظوں کے لیے نہیں
جنکو عوام حظ کہتے ہیں اونکا حظ صرف اونکا معبود ہے نہ اور کوئی چیز ۔ اور ابو عثمان رحمہ کہتے ہیں کہ اخلاص
یہ ہے کہ خالق کیطرف نظر دائمی رکھکر خلق کے دیکھنے کو فراموش ہو جاوے اس قول میں اشارہ صرف آفت
ریا سے حفاظت کرنیکا ہے ۔ اسیطرح بعض اکابر کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ اوسپر نہ شیطان کو خبر
ہو کہ اوسکو بگاڑے نہ فرشتے کو کہ اوسے لکھے اسمیں اشارہ صرف عمل کے اخفا کا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ
اخلاص وہ ہے جو خلائق سے پوشیدہ اور علائق سے مصفا ہو یہ قول جامع تر مقاصد کا ہے ۔ اور محاسبی رحمہ بھی
کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملے میں سے خلق کو نکالدے اسمیں صرف ریا کی نفی ہے اسیطرح
قول خواص رحمہ کا ہے کہ جو شخص جام ریاست نوش کرتا ہے وہ عبودیت کے اخلاص سے نکلجاتا ہے

اور حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اعمال میں سے خالص کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص خداوند تعالیٰ کے واسطے عمل کرتا ہے اور اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اوس پر اوسکی تعریف کرے اسمیں بھی ترک ریا کا اشارہ ہے اور اسکو خاص اسلیے فرمایا کہ جن اسباب سے اخلاص میں خلل آتا ہے ان میں سے قوی تر یہ ہے۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ اخلاص کدورتوں سے عمل کو صاف کرنیکا نام ہے۔ اور فضیل رح فرماتے ہیں کہ لوگوں کے باعث عمل نکرنا ریا ہے اور اونکی خاطر عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ تجھکو ان دونوں باتوں سے بچا دیوے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ ہمیشہ مراقبہ رکھے اور بالکل حظوظ کو فراموش کر جاوے یہ بیان کامل ہے اور اقوال اس باب میں بہت ہیں مگر جب حقیقت اخلاص کی معلوم ہو چکی تو اب سب اقوال کے نقل کرنے سے کیا فائدہ بلکہ بیان شافی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعنی جب آپ سے اخلاص کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ اَنْ تَقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ ثُمَّ تَسْتَقِیْمَ کَمَا اُمِرْتَ اس سے غرض یہ ہے کہ اپنے نفس اور ہوا کی عبادت نہ کرے اور بجز اپنے رب کے اور کسی کی عبادت نکرے پھر اوسکی عبادت میں جیسا حکم ہے ویسا ہی مستقیم رہے یعنی ماسوا اللہ سے قطع نظر کر لیوے اور واقع میں اخلاص یہی ہے

چوتھا بیان ان آمیزشوں اور آفات کے درجات میں جو اخلاص کو مکدر کرتی ہیں

واضح ہو کہ جو آفتیں اخلاص کو ابتر کرتی ہیں اونمیں سے بعضی ظاہر ہیں اور بعضی پوشیدہ اور بعضی باوجود ظاہر ہونے کے ضعیف ہیں اور بعضے باوجود مخفی ہونے کے قوی ہیں اور ظہور و خفا میں اونکے درجات کا اختلاف بدون مثال کے نہیں سمجھا جاتا اور اخلاص کی ابتر کرنے والی چیزوں میں سے ظاہر تر ریا ہے اوسکی مثال ہم لکھتے ہیں کہ مثلاً ایک نمازی اپنی نماز میں اخلاص کر رہا ہو اور شیطان اوس پر آفت ڈالتا ہے اسطرح کہ نماز پڑھتے میں اگر کچھ لوگ اوسکو دیکھ لیں یا کوئی اوسکے پاس آ جاوے تو شیطان اوس سے کہتا ہے کہ اپنی نماز اچھی طرح پڑھ تاکہ یہ دیکھنے والا تجھکو نظر تعظیم سے دیکھے اور نیک سمجھے تیری حقارت اور غیبت نکرے اور وہ اس بات کو مانکر اعضا میں خشوع ظاہر کرے اور رکوع و سجدہ اچھی طرح ادا کرے یہ قسم ریا کی درجہ اول ور ریا ظاہر ہے یہ مریدان میں سے مبتدیوں پر بھی مخفی نہیں رہتی ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ مرید اس آفت کو سمجھ گیا ہو اور اوس سے احتراز کرتا ہو یعنی اسمیں شیطان کی اطاعت نکرتا ہو نہ اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہو جسطرح پہلے پڑھتا تھا اوسیطرح پڑھتا ہے تو اب شیطان بھی بہانے سے اسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مقتدا اور پیشوا اور انگشت نما ہے جو کام تو کریگا اور لوگ اوسمیں تیری اقتدا کرینگے تو اونکے اعمال کا ثواب تجکو ملیگا بشرطیکہ تو اچھی طرح عمل کریگا

اور اونکا وبال تیری گردن پر رہیگا اگر تو بری طرح کریگا اس صورت مین اس شخص دیکھنے والے کے
سامنے عمل اچھی طرح کرنا یہ وہ خشوع اور اچھی طرح بجا آوری مین تیری اقتدا کرے اور یہ درجہ پہلے درجہ کی
نسبت کچھہ باریک ہی جو لوگ درجہ اول سے فریب مین نہین آتے وہ کبھی اس حال مین پھنس جاتے ہین
مگر یہ بھی ریا ہی ہے اخلاص کی بربادی اس سے بھی ہوجاتی ہے اسلیے کہ اگر واقع مین خشوع اور عبادت
کی خوبی اوسکے نزدیک بہتر ہے کہ دوسرے کی خاطر اوسکو نہین چھوڑتا تو تنہائی مین اپنے نفس کو اونکا
عادی کیون نہ کیا اور یہ ہو نہین سکتا کہ دوسرے کا نفس اوسکے نزدیک بہ نسبت اپنے نفس کے عزیز ہو اس سے
معلوم ہوا کہ یہ صرف دھوکا ہے بلکہ پیشوا وہ ہے جو اپنے دم سے مستقیم ہوا اور اوسکا دل روشن اسطرح
کہ اوسکی روشنی دوسرون پر پہونچتی ہو تو البتہ اوسکا ثواب اوسکو ملیگا اور وہ صورت تو محض نفاق اور
دھوکے کی ہی یہ سمجھنا کہ اگر اوسکی کوئی اقتدا کریگا تو مقتدی کو ثواب ملیگا مگر اوس مقتدا سے تو
باز پرس اس بات کی ہوگی کہ جو چیز تجھہ مین نہ تھی اوسکو کیون ظاہر کیا اور اسپر عذاب بھی دیا جاویگا
تیسرا درجہ جو دوسرے درجے کی نسبت کچھ بھی باریک ہی یہ ہے کہ بندہ اس بات مین اپنے نفس کا امتحان لے
اور مکر شیطان سے آگاہ ہوکر جان لے کہ خلوت مین اور حال ہونا اور غیر کے دیکھنے کی صورت مین اور حال
ہونا محض ریا ہے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ نماز تنہائی مین ایسی ہی ہو جیسے مجمع مین ہوتی ہے
اور اپنے نفس اور پروردگار سے اس بات کی حیا کرے کہ خلق کے دیکھنے کی صورت مین عادت کے موجب
خشوع زیادہ کرے اس نظر سے تنہائی مین اپنے نفس پر متوجہ ہوا اور وہان بھی نماز اوسی خوبصورتی سے
پڑھنی اختیار کرے جو ہئیت کہ مجمع مین اوسکو پسند ہی اور مجمع مین بھی اوسیطرح پڑھے تو یہ صورت بھی
ریا ہی دقیق اور خفی کی ہی اسلیے کہ خلوت مین اپنے نماز کو اس نیت سے اچھی طرح پڑھا کہ مجمع مین بھی
اوسی صورت سے ادا ہو تو تنہائی اور مجمع مین دونون مین اسکی نظر خلق کی طرف رہیگی اور حسن اخلاص
اسطرح ہوتا کہ بہائم کا دیکھنا اور خلق کا دیکھنا دونون اسکی نظر مین یکسان ہوجاوین تو گویا اسکا دل
گوارا نہین کرتا کہ لوگون کے سامنے نماز کو بری طرح ادا کرے پھر اپنے دل مین شرماتا ہے کہ کہین ریاکاری
کی صورت مین نہ ہو جاوے اور اوسکو یہ گمان ہے کہ اگر خلوت اور مجمع مین نماز کی صورت یکسان ہو جاویگی
تو ریا سے خارج ہوجاؤنگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ ریا سے خارج ہونے کی صورت یہ ہے کہ خلق کی
طرف التفات ایسا ہی ہو جیسا جمادات کیطرف ہوتا ہے خواہ خلوت مین ہو یا مجمع مین ورنہ یہ شخص دونون
صورتون مین خلق کیطرف ہمت سے مشغول رہیگا اور یہ بات شیطان کے خفیہ مکرون مین سے ہے
چوتھا درجہ جو نہایت خفی ہے یہ ہے کہ لوگ اوسکو نماز پڑھتے دیکھین اور شیطان اوسکو یہ کہے کہ

کہ تو اوس کی خاطر خشوع کر اسواسطے کہ اوسکو معلوم ہے کہ یہ فریب ہے یہ شخص سمجھ گیا ہے وا اوس میں نہ آویگا تو شیطان اوس سے یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال میں تامل کر جسکے سامنے تو کھڑا ہے اور اس بات سے حیا کر کہ کہیں خدا تعالیٰ تیرے دلکو ایسے حال میں نہ دیکھے کہ دل اوس سے غافل ہو اس خیال سے آسانی سے اوسکا دل حاضر ہوتا ہے اور اعضا خشوع کرنے لگتے ہیں اور اوسکو گمان ہوتا ہے کہ اخلاص یہی ہے حالانکہ یہ عین مکر و فریب ہے اسلیے کہ اگر خدا تعالیٰ کے جلال پر نظر کرنے سے یہ خشوع ہوتا تو تنہائی میں بھی یہ خطرہ ہوا کرتا اسیطرح نہ ہوتا کہ جب کوئی غیر شخص ہو تو اوسکے آنے سے یہ نیت حاصل ہوتی اور اس آفت سے بچنے کی علامت یہ ہے کہ یہ خیال تنہائی میں بھی دل پر جاوے جسطرح کہ مجمع میں رہتا ہو اور یہ بات نہو کہ دوسرے شخص کے آنے سے ہوا ہو تو چاہیے کہ جیسا اوسکے آنے پر کوئی خیال اس قسم کا منحصر نہیں ہوتا غرضکہ جبتک آدمی کو انسان کے دیکھنے اور جانور کے دیکھنے میں اپنے اعمال میں فرق معلوم ہوتا ہے تبتک وہ صفاء اخلاص سے خارج اور اوسکا باطن آلودہ شرک خفی یعنی ریاکاری بھی شرک اسطرح کا ہے کہ آدمی کے دل میں سیاہ چیونٹی کی چال سے جو اندھیری رات میں پتھر پر چلے خفی تر ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور شیطان سے کوئی شخص نہیں بچ سکتا مگر وہ شخص جسکی نظر دقیق ہو اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور توفیق و ہدایت سے بہرہ یاب ہو ورنہ شیطان اون لوگون کی تاک میں ہر وقت رہتا ہے جو عبادت الٰہی کے لیے مستعد ہون اونسے ایک لحظہ غافل نہیں رہتا یہانتک کہ اونکو ہر ایک حرکت اور کام میں ریا پر لا ڈالتا ہے حتی کہ آنکھ میں سرمہ لگانا اور لبون کا کترانا اور جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور اوقات مخصوصہ میں سنت ہیں اور چونکہ خلق کی نظر کو اونسے علاقہ ہے اور طبیعت کو رغبت اسلیے نفس کو اونمیں ایک حظ خفی ہے پس شیطان بھی ترکو ان چیزون کے فعل کیطرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فعل سنت ہے اسکو ترک کرنا نچاہیے اور نفس اوسکی تقریر سے اسلیے اوچھلتا ہے کہ اونمیں وہ شہوات خفیہ موجود ہیں یا دل کا اوبھار اون شہوات سے مخلوط ہوتا ہو اسقدر کہ اوسکے باعث سے حد اخلاص سے نکل جاتا ہو اور جو چیز کہ ان سب آفتون سے محفوظ نہو وہ خالص نہیں بلکہ جو شخص کسی آباد مسجد عمدہ بنی ہوئی صاف و پاکیزہ میں اعتکاف کرے اور اوسمیں دل لگتا ہو تو شیطان رغبت اعتکاف کی دلاتا ہے اور فضائل اعتکاف کثرت سے اوسکے سامنے بیان کرتا ہے اور محرک خفی اوس صورت میں بعض اوقات مسجد کی خوبصورتی اور طبیعت کا اوس سے راحت پانا ہوتا ہے اور یہ امر اوس وقت معلوم ہوتا ہے جب دوسری مسجد جو ویسی خوبصورت نہو اوسمیں اعتکاف کو دل نچاہے اور یہ سب باتیں طبیعت کی آمیزشون اور نفس کی کدورات میں مخلوط

حقیقت اخلاص اشتباہ جاتی رہتی ہی اسکو ایسا جاننا چاہیے جیسا خالص ہونے مین ملاوٹ ہوتا ہے کہ کبھی تو اتنا ہوتا ہے کہ ملاوٹ ہی غالب ہو اور کبھی کم ہوتا ہے مگر جلد معلوم ہو جاتا ہے اور کبھی اتنا تھوڑا ہوتا ہے کہ بدون خوب پرکھنے والے بینا کے اور کوئی نہین جان سکتا اور دل کا ملاوا اور شیطان کا دخل اور نفس کی خباثت اس سے کہین دقیق اور خفیہ تر ہے چنانچہ مشہور ہے ع خبث نفس نگردد بسالہا معلوم اسلیے کہا گیا ہے کہ دو رکعتین عالم کی جاہل کی ایک برس کی عبادت سے افضل ہین اس قول مین عالم سے وہی شخص مراد ہے جو آفات اعمال کے دقائق جانتا ہو تا کہ اپنے عمل کو اون سے پاک و صاف کرے اور جاہل تو ظاہر عبادت پر نظر کیا کرتا ہے اور اوسی سے مغالطے مین پڑ جاتا ہے جیسے کوئی گنوار ایک کھوٹی نکمی اشرفی کو بظاہر سرخ اور گول دیکھکر مغالطے مین آجاتا ہے حالانکہ [illegible] تھوڑا سا سونا بھی اوس اشرفی سے بہتر ہوتا ہے جو نکمی اور ناواقف اچھا سمجھ لیتے ہین [illegible] معاملہ مختلف ہی بلکہ یہ سخت تر اور بڑا ہے اور اعمال مین جسقدر آفات راہ پاتے ہین [illegible] ہم اسیقدر مثال پر کفایت کرتے ہین ورنہ اگر سب [illegible] اور [illegible] آدمی کو [illegible] کچھ اثر نہین ہوتا پس طول سخن لاحاصل ہے ع قطعہ

نگوید از سر بازیچہ حرفے	کزان پندے نگیرد صاحب ہوش
اگرچہ صد باب حکمت پیش نادان	بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

پانچوان بیان عمل مخلوط کے ثواب کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ عمل جب کہ خالص خدائے تعالی کیواسطے نہین ہوتا اور اوسمین ملونی ریا یا اور نفس کے حظون کی ہوتی ہو تو لوگون کو اختلاف ہے کہ ایسا عمل مستحق ثواب ہے یا نہین اور عذاب یا دونون مین سے کسیکا مقتضی نہین اور یہ تو ظاہر ہے کہ جس عمل مین صرف مقصود ریا ہوگی وہ موجب عذاب و غضب ہوا اور جو خالص لوجہ اللہ ہوگا وہ موجب ثواب ہی صرف اختلاف عمل مخلوط مین ہوا اور ظاہر اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوسپر آدمی کو ثواب نہ ہو تاہم اخبار جو اسباب مین وارد ہین اونمین اختلاف ہے اور ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ قوت باعثہ کی مقدار کو دیکھنا چاہیے پس اگر باعث دینی اور باعث نفسی دونون برابر ہون تو دونون کی کچھ تاثیر نہ رہیگی ایسے عمل کا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر باعث ریا غالب اور قوی ہوگا تو اوس عمل سے کچھ فائدہ نہوگا بلکہ ضرر پڑیگا اور موجب عذاب ہوگا ہان اوسکا عذاب اوس عمل کے عذاب سے ہلکا ہوگا جسکا باعث محض ریا ہو اور تقرب کا ملاو اوسمین کچھ بھی نہو۔ اور اگر قصد تقرب دوسرے باعث کی نسبت کہ قوی تر ہوگا تو جسقدر قوت باعث دینی یعنی تقرب کی زیادہ ہوگی اوسیقدر اوسکو ثواب ہوگا

ابوداود و نسائی روایت ابوہریرہ [illegible]

[illegible]

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۚ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۚ اور فرمایا إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا ان آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ قصد خیر باطل نہوگا بلکہ اگر قصد ریا سے بڑھکر ہوگا تو قصد ریا کے برابر تو باطل ہوجاویگا اور زیادتی باقی رہیگی اور اگر مغلوب ہوگا تو جتنا عذاب صرف قصد فاسد کی رو سے ملتا اوسمین سے کسیقدر تخفیف ہوجاویگی اور اس امر کی تحقیق یہ ہے کہ اعمال کی تاثیر دلون مین یہ ہوتی ہے کہ جس صفت سے وہ صادر ہوتے ہین اوسی صفت قلبی کو مستحکم کیا کرتے ہین مثلاً صفت ریا مہلکات مین سے ہے اور اس مہلک کی غذا اور قوت اسطرح ہوتی ہے کہ اسکے موافق عمل کیا جاوے اور داعیہ خیر نجات دینے والی صفات مین سے ہے اوسکی قوت اوسکے موافق عمل کرنے سے ہوتی ہے پس جب یہ دونون صفتین دل مین اکٹھی ہون تو دونون ایک دوسرے کی ضد ہین جب ایک کے موافق عمل کریگا تو اوسکو تقویت ہوگی خواہ وہ ریا ہو یا تقرب ہو اور ان دونون مین ایک مہلک ہے اور دوسری نجات دینے والی پس اگر دونون کی تقویت یکسان ہی ہے تو دونون برابر ہونگے مثلاً کسیکو حرارت کی چیزون سے ضرر ہوتا ہو اور اوسنے کچھ گرم چیزین کھائین پھر ان گرم چیزون کی قوت کے مقدار سرد چیزون کا استعمال کیا تو دونون کھانے کے بعد یہی کیفیت ہوگی کہ گویا کوئی چیز نہین کھائی اور اگر دونون مین سے کوئی غالب ہوگی تو مقدار غلبہ کے ضرور تاثیر کریگی تو اسطرح کہ کوئی ذرہ کھانے پینے دوا کا جسم مین خدا تعالیٰ کی عادت کے بموجب بدون تاثیر کے نہین رہتا اسیطرح کوئی ذرہ خیر و شر کا بھی تلف نہین ہوتا دل مین روشنی یا تاریکی کا اثر ضرور پہونچاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے قریب یا بعید ضرور کرتا ہی پس اگر ایسا عمل کیا جس سے ایک بالشت مثلاً قریب ہوا اور اوسمین ایسا خلط کیا جس سے ایک ہی بالشت دوری ہو تو جس حالت پر تھا اوسی پر رہیگا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر ایسا ہو کہ اوس سے قرب دو بالشت کا ہوا تو دوسرا ایسا جس سے ایک بالشت دوری تو ظاہر ہے کہ ایک بالشت کا فضل اسکو رہیگا۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا اس صورت مین جبکہ ریائے محض کو اخلاص محض اوسکے پیچھے مٹا دیتی ہے تو ضرور ہوا کہ اگر دونون اکٹھے ہونگے تو ایک دوسرے کے برعکس عمل کرینگے۔ اور اسکی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ اس بات پر اجماع امت ہو کہ جو شخص حج کیواسطے نکلے اور مال تجارت بھی اوسکے ساتھ ہو تو اوسکا حج درست ہے اور اوسپر ثواب دیا جاویگا گو اوسکے ساتھ ایک نفس کی حظوظ مین سے لگا ہوا ہے ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس شخص کو ثواب حج کے اعمال کا جب ہوتا ہے جبکہ مکہ معظمہ مین پہونچتا ہے اور تجارت حج پر موقوف نہین تو حج خالص رہا البتہ مسافت حج اور تجارت مین مشترک رہا اگر قصد تجارت ہوگا

تو اس لحاظ سے منافقت میں کچھہ ثواب نہ پاویگا لیکن بہتر یہی ہے کہ یون کہا جاوے کہ جس صورت میں غزہ کی اصلی وجہ ہوا و غرض تجارت مثل مہین یا ویسا ہی کے ہو تو نفس غزہ میں بھی ثواب پاویگا اور ہم نہیں کہ سکتے کہ غازیوں کو کفار کے ساتھ ایسی حالت میں لڑنا جہاں غنیمت بہت ملے اور ایسی جہت میں کہ غنیمت نہو کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا مگر اسکے ساتھہ ہی یہ بھی ہے کہ یہ کہنا بعید ہے کہ اس فرق کے معلوم ہونے سے اونکو جہاد کا ثواب بالکل نہ ملے بلکہ یون کہنا مناسب ہے کہ اگر باعث اصلی اور محرک قوی بلند کرنا کلمہ خدا ہی تعالی کا ہو اور رغبت غنیمت اوسکی تابع ہو تو اوسکے ثواب جہاد ضائع نہ جاویگا ہان اوس شخص کے ثواب کی برابر نہوگا جسکا دل غنیمت کی طرف بالکل ملتفت نہو اسلیے کہ اس التفات سے نقصان تو ضرور ہوگا اب اگر یہ کہو کہ آیات و اخبار سے ایسا پایا جاتا ہے کہ ریا کی آمیزش ثواب کو ضائع کرتی ہے اور جیسی ریا کی آمیزش ہے ویسی ہی تلاش غنیمت کا خیال ہو اور تجارت وغیرہ حظوظ نفس کی بھی ہوتی ہیں چنانچہ طاؤس اور دوسرے تابعین روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص احسان کرتا ہو یا صدقہ دیتا ہے مگر اوسکو یہ بات محبوب ہے کہ لوگ اوسکی تعریف بھی کریں اور ثواب بھی ملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو کچھہ جواب نہ دیا یہان تک کہ یہ آیت اتری فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدْنَى الرِّيَاءِ شِرْكٌ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے عمل میں شرک کیا ہوگا اوس سے کہا جاویگا کہ ثواب اپنا اوسی سے لے جسکے لیے تو نے عمل کیا ہے ۔ اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث قدسی کی ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میں سب شریکوں کی نسبت شرک سے غنی ہوں جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اوسمیں میرے ساتھ غیر کو شریک کرتا ہے تو میں اپنا حصہ بھی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں ۔ اور حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک مرد غیرت کے لیے لڑتا ہے اور دوسرا شجاعت کی خاطر اور تیسرا اسلیے کہ اوسکا مرتبہ خدا کی راہ میں معلوم ہو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلیے لڑے کہ خدا ہی تعالی کا بول بالا رہے وہ راہ خدا میں ہے ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ فلان شخص شہید ہے اور شاید کہ اوسنے اپنی سواری کی خورجی روپیون سے بھر لی ہو یعنی نیت کا حال معلوم نہیں کہ خالص تھی یا غنیمت کے لیے کیا تھا ۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِي شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا فَهُوَ لَهُ ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں اوس امر کے مخالف نہیں جو ہمنے ذکر کیا ہے

حاکم نے بروایت طاؤس مرسلا ۱۲

[illegible]

بلکہ مراد ان سے وہ شخص ہے جو عمل سے دنیا ہی کا طالب ہو جیسے کہ فرمایا مَنْ هَاجَرَ یَبْتَغِیْ شَیْئًا مِنَ الدُّنْیَا
اور دنیا ہی کی طلب اوسکی نیت پر غالب ہو اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ عمل کا دنیا کے لیے کرنا معصیت
اور زیادتی ہے نہ اس وجہ سے کہ طلب دنیا حرام ہے بلکہ اس نظر سے کہ دنیا کا طلب کرنا اعمال دین کے
عوض میں حرام ہے اسلیے کہ اوسمیں ریا اور عبادت کا اپنی جگہ سے بدلنا پایا جاتا ہے اور لفظ شرکت جہاں کہیں
وارد ہے اوس سے برابری مراد ہے اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ جب دونوں قصد برابر ہونگے تو ساقط
ہوجاوینگے اور اس عمل پر نہ ثواب ہوگا نہ عذاب تو ایسے عمل سے توقع ثواب کی نہ کرنی چاہیے پھر انسان
ہمیشہ شرکت کی حالت میں خطرے میں ہے کیونکہ اوسے کیا معلوم ہے کہ دونوں قصدوں میں سے
اوسپر کونسا غالب ہے کیا عجب ہے کہ بعض اوقات عمل اوسکے حق میں وبال ہوجاوے اسلیے اللہ تعالے
فرماتا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا
اس سے یہ مراد ہے کہ شرکت کے ہوتے ہوے توقع ثواب نہ رکھنی چاہیے بہترین احوال شرکت میں
یہ ہے کہ عمل ساقط ہوجاوے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ طلب شہادت لڑائی میں بدون اخلاص
نہیں پایا جاتا کیونکہ یہ کہنا بعید ہے کہ جس شخص کا ارادہ دینی خطرہ کا ہو کہ صرف جہاد کرلیا اوسکا ارادہ کرکے
گو غنیمت بھی ہو اور کفار کی جماعت سے وہ نگاہ اور غنیمت دونوں سے لے سکتا ہو لیکن وہ انگروں کی طرف اوسلیے
جھکا کہ مقصود اللہ تعالی کا بول بالا کرنے کا بھی خیال ہو اور غنیمت بھی ہے تو ایسے شخص کو ثواب
جہاد کا نہ ملیگا اور معاذ اللہ ایسا اعتقاد صحیح ہو تو دین کا کمال تنگی ہو اور مسلمان مایوس ہوجاویں اسلیے
کہ ایسی شرکتوں سے تو کبھی انسان خالی نہیں رہتا کہ مقصود اصلی کے ساتھ ہی کوئی تابع ہوا کرے
اگر یہ صورت ہوتی بھی ہے تو نہایت کم اسلیے ایسی آمیزش کی تاثیر ثواب کے کم کرنے میں البتہ ہوا
کرتی ہے یہ نہیں کہ ثواب بالکل جاتا رہے ہاں آدمی کو اس حالت میں بڑا خطرہ ہوا کرتا ہے اسلیے
کہ اوسکو بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہے کہ قوی تر باعث عمل کا قصد تقرب الی اللہ ہے حالانکہ اوسکے باطن پر غالب
حظ نفسی ہوتا ہے اور یہ بات نہایت درجہ کی مخفی ہے اجر کامل اخلاص سے حاصل ہوا کرتا ہے
اور آدمی جتنی چاہے احتیاط کرے اپنے نفس سے اوسکے اخلاص کا یقین بہت ہی کم ہوگا اسوجہ
عمل کرنے والے کو چاہیے کہ بعد خوب کوشش و احتیاط کے ہمیشہ رد و قبول میں متردد رہے کہ کہیں
میری عبادت میں کوئی آفت ایسی پیش نہ آئے جسکا وبال ثواب کی نسبت کہ زیادہ ہو اہل بصیرت
میں سے جو لوگ خوف کیا کرتے تھے اونکا یہی دستور تھا اور ہر اہل بصیرت کو اپنا دستور العمل یہی
رکھنا چاہیے اور اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری رحمہ فرماتے ہیں کہ میرا عمل جو ظاہر ہوگیا ہے اوسکو میں

شمار نہیں کرتا۔ اور عبد العزیز بن ابی رواد کہتے ہیں کہ میں اس گھر کا مجاور ساٹھ برس رہا اور ساٹھ حج کیے لیکن اعمال آخرت میں سے جو عمل میں نے کیا جب وہیں آپنے نفس کو ٹٹولا تو شیطان کا حصہ اوس عمل میں بہ نسبت خدا تعالیٰ کے حصے کے زیادہ پایا۔ میں ہی غنیمت جانوں اگر وہ اعمال نہ موجب ثواب ہوں نہ باعث عقاب۔ اور با وجود ان سب آفتوں کے یہ بھی نہیں چاہیے کہ آفت ریا کے خوف سے عمل کو چھوڑ دیا جاوے اسلیے کہ منتہائے آرزوے شیطان یہی ہے کہ آدمی عمل نہ کرے اور مقصود اس بیان بالا سے یہ ہے کہ اخلاص ہاتھ سے نہ جانے پاوے اور جب عمل ترک کر دیا جاویگا تو عمل اور اخلاص دونوں جاتے رہینگے منقول ہے کہ کوئی فقیر حضرت ابو سعید خراز کی خدمت کیا کرتا اور اونکے کاموں میں مدد دیا کرتا ایک روز اونھوں نے حرکات میں اخلاص ہونے کا ذکر فرمایا وہ فقیر ہر ایک حرکت کے وقت اپنے دل کا نگران ہوا اور اخلاص کا طالب ہوا اور اپنی حاجات کا پورا کرنا اوسکو دشوار ہو گیا اور حضرت ابو سعید کو اس سے تکلیف ہوئی کہ کام کرنے میں خود دقت اوٹھانی پڑی اوس فقیر سے پوچھا کہ تم اب کام کیوں نہیں کرتے اوسنے کہا کہ میں آپکے ارشاد کے بموجب اعمال میں حقیقت اخلاص کا مطالبہ اپنے نفس سے کرتا ہوں مگر اکثر کاموں میں میرا نفس اخلاص سے عاجز ہے اسلیے چھوڑ دیتا ہوں آپنے فرمایا کہ ایسا مت کر اخلاص عمل کو قطع نہیں کرتا عمل پر مواظبت کر اور اخلاص کے حاصل کرنیمیں کوشش کر میں نے تجھسے یہ نہیں کہا کہ عمل کو چھوڑ دو بلکہ یہ کہا ہے کہ عمل کو خالص کرو۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ خلق کے باعث عمل کا چھوڑنا ریا ہے اور خلق کے باعث اوسکا کرنا شرک ہے

تیسری فصل صدق کی فضیلت اور حقیقت کے ذکر میں مشتمل دو بیانوں پر

پہلا بیان صدق کی فضیلت میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اور صدق کی فضیلت میں اسقدر کافی ہے کہ صدیق اوس سے مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا کی مدح و ثنا میں اونکو صدیق فرمایا ہے چنانچہ فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا اور فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا اور فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَالْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَالْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں ہوں نفع اوسکو ہو اول صدق دوم حیا سوم حسن خلق چہارم شکر۔ اور بشر بن الحارث رح فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے معاملہ صدق کے ساتھ کرتا ہے وہ لوگوں سے نفرت

کر دکھایا جو وعدہ کیا تھا اللہ سے ۱۲

اور مذکور کر کتاب میں ابراہیم کا بیشک وہ تھا سچا نبی ۱۲

اور مذکور کر کتاب میں اسمعیل کا وہ تھا وعدہ کا سچا اور تھا رسول نبی ۱۲

اور مذکور کر کتاب میں ادریس کا وہ تھا سچا نبی ۱۲

کیا کرتا ہے۔ اور ابو عبد اللہ رملی کہتے ہیں کہ میں نے منصور دینوری کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ
خدای تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا انھوں نے کہا کہ مجھکو بخشدیا اور مجھپر رحم کیا اور جو مجھکو توقع نہ تھی
وہ عنایت فرمایا میں نے پوچھا کہ جس چیز سے بندہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے ان میں سے اچھی
کیا چیز ہے انھوں نے فرمایا کہ صدق ہے اور سب سے بری چیز خدای تعالی کی طرف متوجہ ہونیکی
جھوٹ ہے۔ اور ابو سلیمان رح فرماتے ہیں کہ صدق کو اپنی سواری کر لو اور حق کو تلوار اور اللہ تعالی
کو اپنا اعلی درجہ کا مطلوب۔ اور ایک شخص نے کسی حکیم سے ذکر کیا کہ میں نے کوئی سچا آدمی نہیں دیکھا
حکیم نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہوتا تو سچوں کو سمجھتا۔ اور محمد بن علی کتانی کہتے ہیں کہ ہمنے خدای تعالی
کے دین کو تین ارکان پر مبنی پایا اول صدق دوم حق سوم عدل پس عدل تو دلوں میں ہوتا ہے اور
حق جوارح پر اور صدق عقل میں ہے۔ اور حضرت ثوری رح اس آیت کی تفسیر میں ویوم القیمۃ تری الذین
کذبوا علی اللہ وجوہہم مسودۃ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے دعوی محبت الہی کا کیا اور
اوس دعوی میں سچے نہوے اور اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داود
جو شخص مجھکو اپنے باطن میں تصدیق کرتا ہو میں اوسکو خلائق میں ظاہر طور سچا کرتا ہوں۔ اور ایک
شخص نے حضرت شبلی رح کی مجلس میں چیخ ماری اور اپنے آپ کو دجلہ میں گرا دیا حضرت شبلی رح نے فرمایا
کہ اگر یہ شخص سچا ہوگا تو اوسکو خدای تعالی ایسا بچا دیگا جیسا حضرت موسی علیہ السلام کو بچا دیا تھا
اور اگر جھوٹا ہوگا تو وہ اوسکو اسطرح غرق کر دیگا جیسا فرعون کو غرق کر دیا تھا۔ اور بعض اکابر فرماتے ہیں
کہ فقہا اور علما کا سبکا اتفاق ہے کہ تین باتیں اگر درست ہو جاویں تو آدمی کی نجات ہو جاوے اور
یہ تینوں ایک دوسرے سے پوری ہوتی ہیں اول اسلام جو بدعت اور ہوا سے خالص ہو دوم عمل
میں خدای تعالی کے واسطے صدق کا ہونا سوم حلال کی غذا۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہیں کہ
توریت کے حاشیے پر میں نے بائیس جملے دیکھے جنکو بنی اسرائیل کے نیکبخت جمع ہوکر پڑھا پڑھا کرتے
تھے وہ جملے یہ ہیں۔ کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہیں۔ کوئی مال حلم سے بڑھکر زیادہ مفید نہیں۔ کوئی
حسب غصے سے زیادہ کمتر نہیں۔ کوئی ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہیں۔ کوئی رفیق جہل سے
بڑھکر عیب دار نہیں۔ کوئی شرف تقوی سے زیادہ عزیز نہیں۔ کوئی کرم ترک ہوا سے زیادہ کامل نہیں
کوئی عمل فکر سے افضل نہیں۔ کوئی حسنہ صبر سے اعلی نہیں۔ کوئی برائی کبر سے زیادہ رسوا کرنیوالی نہیں
کوئی دوا بہتر نرمی سے نہیں۔ کوئی مرض حمق سے زیادہ ایذا رسان نہیں۔ کوئی رسول حق سے عادل تر
نہیں۔ کوئی دلیل ناصح تر صدق سے نہیں۔ کوئی فقیری ذلیل تر طمع سے نہیں۔ کوئی تونگری زیادہ

بدبخت جو حرص سے نہیں۔ کوئی زندگی عمدہ تر تندرستی سے نہیں۔ کوئی معیشت عفت سے زیادہ گوارا تر نہیں۔ کوئی عبادت خشوع سے زیادہ اچھی نہیں۔ کوئی زہد قناعت سے بہتر نہیں۔ کوئی محافظ سکوت سے زیادہ نہیں۔ کوئی غائب موت سے زیادہ نزدیک تر نہیں۔ اور محمد بن سعید مروزی فرماتے ہیں کہ جب تو اللہ تعالی کو صدق کے ساتھ طلب کرے تو اللہ تعالی تیرے ہاتھ میں ایک آئینہ عنایت فرماوے جس میں تجھکو عجائب دنیا و آخرت کے نظر آویں اور ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ اپنے اور خدا کے درمیان میں صدق کی حفاظت کر اور نرمی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان میں ملحوظ رکھ اور حضرت ذوالنون رحمہ سے کسی نے پوچھا کہ بندے کو اپنے امور کی درستی کی بھی کوئی سبیل ہے آپ نے ایک قطعہ فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

صدق جا میں شے نہیں ملتا	اسمیں ہم ہیں نہ بند ہیں اور سیران
ہو گراں ہم پہ ترک خواہش نفس	دعوے عشق ہے مگر آسان

اور حضرت سہیل رحمہ سے کسی نے پوچھا کہ اس امر کی اصل کیا ہے جس پر ہم ہیں آپ نے فرمایا کہ صدق اور سخاوت سائل نے پوچھا کہ اور کچھ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تقوی اور حیا اور غذای حلال۔ اور حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کمال کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ حق کہنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا۔ اور حضرت جنید رحمہ اس جملے کی تفسیر میں لیسئل الصادقین عن صدقہم فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنے نزدیک میں صادق ہیں ان کے صدق کا حال خدا کے نزدیک پوچھا جاویگا اور یہ معاملہ خطرناک ہے

دوسرا بیان صدق کی حقیقت اور اسکے معنون اور مراتب کے ذکر میں۔ جاننا چاہیے کہ لفظ صدق چھ معنون میں مستعمل ہوتا ہے اول صدق قول کا دوم صدق نیت کا سوم صدق در عزم چہارم وفای عزم میں صدق کا ہونا پنجم صدق در عمل ششم دین کے سب مقامات کی تحقیق میں صدق کا ہونا۔ پس جو شخص ان چھوں باتوں میں صدق کے ساتھ متصف ہوگا تو وہ صدیق ہوگا اسلیے کہ صدق میں نہایت درجہ کو پہونچے گا تو صیغہ مبالغہ اوسپر صحیح ہوگا۔ پھر صادقین کے بہت سے درجات ہیں جس شخص کو کسی خاص چیز میں صدق حاصل ہوگا وہ اوسی شی کی نسبت صادق کہلاویگا جسمیں اوسکا صدق پایا جاویگا اب ہر ایک صدق کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ پہلا صدق زبان کا ہے اور وہ اخبار میں اور انہیں اقوال میں جو متضمن اخبار ہوں ہوا کرتا ہے۔ اور خبر یا زمانہ گذشتہ سے متعلق ہوتی ہے یا زمانہ آیندہ سے اور اسمیں داخل ہے وعدے کا پورا کرنا اور خلاف وعدہ کرنا پس ہر ایک بندے پر لازم ہے کہ اپنے اقوال کا نگران رہے اور بجز سچ کے اور کوئی گفتگو نہ کرے اور سب اقسام صدق سے مشہور اور ظاہر تر یہی قسم ہے پس جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کریگا اور

اور اشیا کا حال جیسے واقع میں ہیں اوسکے خلاف نہ کہیگا تو وہ صادق کہلاویگا لیکن اس صدق کے لیے دو کمال ہیں اول تو کنایات سے احتراز کرنا کہ کہتے ہیں کہ کنایات میں جھوٹ سے بچاؤ ہے اور دوسرے اپنے سمجھنے کی یہ ہے کہ یہی قائم مقام جھوٹ کے ہوتے ہیں کیونکہ جھوٹ میں جو بات تو ممنوع ہے کہ وہ غیر واقع میں اسیطرح ہو اوسکو برعکس نہ سمجھانا چاہیے مگر اتنا کہ اسکی طرف حاجت پڑتی ہے اور بعض اوقات مصلحت وقت اوسکی مقتضی ہوتی ہے مثلاً لڑکون اور عورتون وغیرہ کی تادیب میں اور لوگون سمجھنے میں اور دشمنون سے بچانے میں اور اسرار سلطنت پر اونکی اطلاع سے احتراز کرنے میں تو ایسی ضرورتون میں اگر کوئی شخص جھوٹ کے لیے مجبور ہو تو صدق باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا کیواسطے وہ بات کہے جسکا حکم اوسکو حق کرے اور جسقدر سچ کا مقتضی دین ہو جب اسطرح بولیگا تو صادق ہوگا گو اوسکے کلام سے مضمون غیر واقع سمجھا جاوے اسواسطے کہ صدق خود مقصود بالذات نہیں بلکہ امر حق پر دلالت کرنے کی جہت سے اور اس جہت سے کہ حق کیطرف بلاتا ہے مقصود ہوا ہے اسلیے اسکے ظاہر کو دیکھنا نچاہیے بلکہ معنون کو نظر کرنا چاہیے ہان ایسی جگہون میں جہانتک ہوسکے کنایات کو کام میں لانا چاہیے تاکہ صریح جھوٹ نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور شریف تھا کہ جب کہین سفر کیطرف متوجہ ہوتے تو اوسکو دوسرے سے چھپاتے تا کہ خبر دشمنون کو نہ پہنچے اور وہ چھپا دینی ایک بات قتال وغیرہ میں اور ایک حدیث شریف میں آپنے فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا او نمی خیرا اور آپنے تین جگہون میں حسب مصلحت وقت جھوٹ بولنے کی اجازت فرمائی ایک تو جو شخص دو آدمیون میں صلح کرادے دوم جسکے دو زوجہ ہون سوم جو شخص لڑائی کے مصالح میں ہو اور صدق ان جگہون میں صدق نیت مراد لیا جاتا ہے پس لحاظ نیت اور ارادہ خیر ہی کا کیا جاتا ہے لفظون کا لحاظ نہیں ہوتا پس جو شخص کہ اوسکا قصد درست اور نیت صادق ہو اور بجز خیر کا طالب ہو وہ صادق اور صدیق ہی ہوگا گو اوسکے الفاظ کیسے ہی ہون پھر بھی اشارۃً بیان کرنا بہتر ہو اور اوسکا طریق یہ ہے کہ کسی بزرگ سے منقول ہے کہ جب اونکو ظالم تلاش کرتا اور وہ گھر میں ہوتے تو اپنی بی بی سے فرماتے کہ اپنی انگلی سے ایک دائرہ کھینچ لے اور اوسمین انگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہیں ان معانی سے جھوٹ سے احتراز کرتے اور ظالم سے بھی بچ جاتے تھے تو اونکا قول سچ تھا اور ظالم کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھر میں نہیں غرضکہ کمال اول الفاظ میں تو یہ ہے کہ صریح جھوٹ سے اور کنایات سے بھی بلا ضرورت احتراز کرے اور بدون ضرورت ان دونون سے گریز نہ کرے اور دوسرا کمال یہ ہے کہ صدق کے اول الفاظ کی معنون کی بھی رعایت کرے جیسے کہ خدا تعالیٰ سے مناجات اور دعا کیا کرتا ہے مثلاً زبان سے کہتا ہے کہ

بخاری و مسلم ۱۲

بخاری نے ... دو شخص ... بخاری و مسلم نے روایت ام کلثوم بنت عقبہ سے کی ۱۲

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ اور دل خدای تعالی سے منحرف اور دنیاوی
آرزوؤن اور شہوات مین مشغول ہو تو یہ شخص جھوٹا ہی یا زبان سے کہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہین یا کوئی کہے مین
بندہ خدا ہون اور بندہ ہونے کی ماہیت اوسمین نہ پائی جاتی ہو خدای تعالی کے سوا مطلوب کوئی
اور چیز ہو تو اوسکی کلام سچ نہوگی اور اگر قیامت کو بازپرس اس جملہ کے صدق کی ہوگی کہ مین بندہ خدا
ہون تو اس سے صدق ثابت نہوگا اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کا بندہ یا دنیا اور شہوات کا بندہ
ہوگا تو اپنے قول مین سچا نہوگا اور جو شخص کسی چیز کا پابند ہو جایا کرتا ہے وہ اوسکا بندہ کہلاتا ہے
چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا تھا اے دنیا کے بندو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْحُلَّةِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ اس حدیث مین جس شخص کا
دل جس چیز مین مقید تھا اوسکو اوسیکا بندہ فرمایا حالانکہ سچا بندہ اللہ تعالی کا وہ ہی جو اول غیر اللہ
سے آزاد ہو کر آزاد مطلق ہو جاوے جب یہ آزادی آویگی تو دل فارغ ہوگا اور اوسمین خدای تعالی
کا بندہ ہونا سما ویگا اور یہ بندگی بندے کو خدای تعالی اور اوسکی محبت مین مشغول کردیگی اور اوسکا باطن
و ظاہر مقید اللہ تعالی کی طاعت کا ہو جاویگا اور کوئی مراد اوسکی سوای خدای تعالی کے نرہیگی
پھر یہ رتبہ بھی آدمی طے کرکے بعض اوقات ایک اور مقام پر جو اس سے بھی اعلی ہے پہونچ جاتا ہے
جسکو آزادی کہتے ہین یعنی اس بات سے آزاد ہو جاوے کہ اپنے آپ کوئی ارادہ خدای تعالی کیواسطے
بھی نکرے بلکہ جو کچھ اوسکو منظور ہو اوسی پر قانع رہے خواہ وہ دور کرے خواہ نزدیک اپنے ارادہ
اوسکے ارادے مین فنا کردے تو ایسا شخص دوبارہ آزاد ہوگا اول تو غیر اللہ سے آزاد ہو کر بندہ خاص ہوا
پھر اپنے نفس سے آزاد ہو کر اپنے آپ سے نیست ہوا اور اپنے آقا کے سبب موجود کہ اگر اوسنے بلایا تو بولا
اور بٹھایا تو ٹھہر گیا اور اگر مصیبت مین مبتلا کیا تو راضی ہوا اوسمین گنجایش کسی چیز کی درخواست کی
یا اعتراض کی باقی ہی نہین رہی بلکہ خدای تعالی کے سامنے وہ ایسا ہے جیسا مردہ بدست زندہ اور
بندگی خدای تعالی مین یہ نہایت درجے کا صدق ہے اس سے معلوم ہوا کہ سچا بندہ وہی ہے جسکا
وجود اپنے نفس کے لیے نہو بلکہ خدای تعالی کے لیے ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اور غیر اللہ سے
آزادی صادقین کے درجات مین سے ہے اوسکے بعد خدا کی عبودیت حاصل ہوا کرتی ہے اور اوس سے
پیشتر والے کو نہ استحقاق صادق کہے جانیکا ہے نہ صدیق کا۔ دوسرا صدق نیت و ارادے کا ہے
جسکا مآل اخلاص کیطرف راجع ہے یعنی سالک ایسے حال مین ہو کہ حرکات اور سکنات مین اوسکا
باعث سوای خدای تعالی کے اور نہو پس اگر کوئی حظوظ نفسانی مین سے اوسمین ملجاویگا تو صدق نیت

مین نے سیدھا کیا منھ اپنا اوسکی طرف جسنے بنائے آسمان و زمین ۱۲

ہلاک ہو بندہ دینار کا اور ہلاک ہو بندہ درہم کا اور بندہ لباس کا اور بندہ کملی کا ۱۲ بخاری نے روایت کیا ۱۲

جایا رہیگا اور اس شخص کو اس صورت میں جھوٹا کہہ سکتے ہین چنانچہ فضیلت اخلاص مین ہمنے ایک
حدیث تین شخصون کے سوال و جواب کی نقل کی ہے کہ جو وقت عالم سے سوال ہوگا کہ تونے علم
سیکھکر کیا عمل کیا وہ جواب دیگا کہ مین نے فلان فلان کام کیا اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ
تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص عالم ہے یہان دیکھنا چاہیے کہ اوسکو یون نہین فرمایا گیا کہ تونے
عمل نہین کیا بلکہ صرف ارادہ و نیت مین اوسکو جھٹلایا۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ صدق کے معنی یہ
بھی ہین کہ قصد مین توجہ صحیح ہو اسطرح اس آیت مین واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون
بعد اسکے کہ او منافقون نے کہا تھا انک لرسول اللہ حالانکہ یہ قول سچ ہے اللہ تعالی نے اونکے
زبانی قول کو نہین جھٹلایا بلکہ جو بات اونکے دل مین پوشیدہ تھی اوس اعتقاد کی تکذیب فرمائی اور اونکا
کہ تکذیب خبر سے پیدا کرتی ہے اور یہ قول اونکا حال کے قرینہ سے متضمن خبر کا ہے اسلیے کہ کہنے والے
اپنا اعتقاد زبان سے بتاتے ہین کہ جو لفظ ہم منہ سے کہتے ہین وہی ہمارا عقیدہ ہے تو اسکی تکذیب
فرمائی کہ حال کے قرینہ کی وجہ سے اپنے عقائد پر دال بتلاتے ہو جو جھوٹ ہو حاصل یہ کہ ایک معنی صدق کی نیت کا
خالص ہونا جسکو اخلاص کہتے ہین اس سے یہ نکلا کہ جو صادق ہوگا وہ ضرور ہے کہ مخلص بھی ہو۔ تیسرے
صدق عزم کا ہے یعنی انسان کبھی پیشتر عمل سے اپنے دل مین ارمان کیا کرتا ہے اور کہا کرتا ہے کہ اگر
اللہ تعالی مجھکو مال دیوے تو سب تقسیم کر ڈالون یا نصف دیدون اور اگر خدا کی راہ مین کسی دشمن سے
ملون تو کچھ پروا نکرون گو مارا ہی جاون اور اگر اللہ تعالی مجھکو حکومت دے تو عدل کرون اور خدا کی
کی نافرمانی ظلم کرنے یا خلق کیطرف میل کرنے سے نکرون پس یہ ارمان کبھی آدمی اپنے دل مین پاتا ہے
اور یہ عزیمت کبھی تو پکی اور صادق ہوتی ہے اور کبھی اوسکے عزم مین ایک قسم کا میل اور تردد اور ضعف
ہوتا ہے جو صدق کے خلاف ہے تو گویا صدق کے معنی یہان پورا اور قوی ہونے کے ہین مثلاً کہتے ہین
کہ فلان شخص کو اشتہای صادق ہے یعنی پوری اور قوی ہے اور اگر کہتے ہین کہ فلان مریض کو اشتہای
کاذب ہے یعنی اوسکی اشتہا کسی سبب ثابت اور قوی نہین پایا کہ اوسکی اشتہا ضعیف ہے پس
جس صورت مین کہ صدق سے یہ معنی مراد لیے جاوین تو صادق اور صدیق ایسے شخص کو کہینگے جو اپنے
عزم کو خیرات کے بارے مین پورا اور قوی پاوے نہ اوسمین میل بھی ہو نہ ضعف و تردد بلکہ اوسکا نفس ہمیشہ
خیرات کے اوپر عزم مصمم اور پختہ رکھتا ہو جیسے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھکو لوگ گردن مار کر
پیش کر دیوین تو مجھکو اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مین اوس قوم کا امیر ہون جسمین حضرت ابوبکر
صدیقؓ موجود ہون تو آپ نے اپنے دل مین عزم پختہ اور محبت صادق اس بات کی پائی کہ امارت و

حضرت ابوبکر رضی کے امیر ہونے میں پھر اس عزم کو اپنے قتل ہو جانے سے تاکید کر دی۔ اور صادقین
کے عزم میں مختلف ہوتے ہیں کبھی عزم کو اتنا پاتا ہے کہ اوسکی حد نہیں یہانتک کہ اوسکی باعث قتل ہو
راضی ہو جاتا ہے لیکن جب اپنی تجویز پر چھوڑا جاتا ہے تو جرأت قتل ہو جانے کی لیتا ہے اور
اگر اوس سے قتل کی گفتگو کیجاتی ہے تو عزم ٹوٹ جاتا ہے بلکہ صادقین اور مومنین میں ایسے بھی لوگ ہیں
کہ اگر بعض اوقات انکو اختیار دیا جاتا ہے کہ تم اپنا قتل ہونا اختیار کرو یا حضرت ابوبکر کا تو اونکو اپنی
زندگی بہ نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی کے محبوب ہو کیونکہ اونکا صادق عزم سے پورا کرنے میں ہے
اسلیے کہ نفس سرورست تو عزم کر لیا کرتا ہے کہ وعدہ اور عزم میں کیا حرج ہوتا ہے مگر جب موقع آتا ہے
اور قدرت حاصل ہوتی ہے اور شہوات کا زور ہوتا ہے تو عزم ڈھیلا ہو جاتا ہے اور شہوات
غالب ہو کر عزم کو پورا نہیں ہونے دیتیں اور یہ بات وفائی عزم کے صدق کے خلاف ہے اور
اسیواسطے اللہ تعالی اس قسم کے صدق کے باب میں فرماتا ہے رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ
اسکی شان نزول میں لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اپنے چچا انس بن نضر کا حال روایت کرتے ہیں کہ وہ
جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک نہ تھے اونکو یہ امر نہایت گراں گذرا اور فرمایا کہ
اول ہی شہادت کا موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف فرما ہوئے اور میں آپکی
خدمت سے غائب رہا بخدا اگر اللہ تعالی مجھکو کوئی دوسرا موقع شہادت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ میں دکھلا دیگا تو اللہ تعالی دیکھیگا کہ میں کیا کرونگا۔ راوی کہتے ہیں کہ سال آئندہ میں
جنگ احد میں حاضر ہوئے سامنے سے حضرت سعد بن معاذ رضی آئے آپ نے پوچھا کہ اے ابو عمرو کہاں کو
آپ نے فرمایا کہ جنت کی ہوا کیا خوب ہے اور لڑے اسی طرف سے معلوم ہوتی ہے پھر لڑتے رہے یہانتک کہ شہید ہوئے
آپ کے بدن میں کچھ اوپر اسی زخم تیر اور تلوار اور نیزے کے تھے آپ کی بہن نے فرمایا کہ میں
اپنے بھائی کو زخموں کے باعث نہ پہچانا اوسکی انگلیوں کے پوروں سے البتہ پہچانا تب یہ آیت اوتری
رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر رضی کے پاس
کھڑے ہوئے جو آپ کے لشکر کے نیزہ بردار تھے اور احد کے روز منہ کے بل گر کر شہید ہوئے تھے
اونکے پاس بھی یہ آیت پڑھی رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ
اور فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شہدا چار ہیں ایک شخص ایماندار جسکا
ایمان خوب کھرا ہے کہ دشمن کو دیکھا اور اللہ تعالی کی تصدیق کی یہانتک کہ شہید ہوا یہ ایسا شخص

(١) ترمذی اور نسائی نے اسکو روایت کیا اور بخاری ... منقول ہے

(٢) ابو نعیم اور ... روایت ابن ... علم ...

[illegible]

ہوگا کہ قیامت کے روز لوگ اوسکی طرف اپنی آنکھیں اسطرح اوٹھاوینگے اور آپ نے اپنا سر اوٹھایا یہانتک کہ کلاہ مبارک گرپڑی۔ راوی کہتا ہے کہ مین نہین جانتا کہ کلاہ حضرت کی گرگئی یا حضرت عمر رضہ کی اور ایک وہ مرد دیندار کھرے ایمان والا ہے کہ جب دشمن سے ملا تو گویا اوسکی آنکھوں مین سکے دیدیے اور پھر ایک تیر کاری آلگا اور شہید ہوگیا یہ دوسرے درجے مین ہے اور ایک مرد باایمان ایسا ہے جسنے کچھ عمل اچھا کیا اور کچھ برا اور دشمن سے بھڑا اور خداے تعالی کی تصدیق کی یہانتک کہ شہید ہوا یہ تیسرے درجے مین ہے اور ایک مرد باایمان ہے جسنے اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے بھڑ کر خداے تعالی کی تصدیق کی حتی کہ شہید ہوا تو یہ چوتھے درجے مین ہے۔ اور حضرت مجاہد رحمہ روایت کرتے ہین کہ دو شخص نکلے اور مجمع مین آکر کہا کہ اگر اللہ تعالی ہمکو مال دیگا تو ہم صدقہ دینگے خداے تعالی نے اونکو مال عنایت فرمایا مگر انھوں نے بخل کیا تو یہ آیت اوتری وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ اور بعضون نے لکھا ہے کہ یہ عہد ایک ایسی شئی تھی جسکو خداے تعالی نے اون لوگون کے دلون مین روشن کیا تھا زبان سے اونھون نے کچھ نہین کہا تھا اس عہد کے پورا کرنے پر ارشاد فرمایا وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ تو اس آیت مین عزم کو عہد فرمایا اور اوسکے خلاف کرنے کو کذب اور اوسکے پورا کرنے کو صدق اور یہ صدق تیسرے صدق کی نسبت کہ سخت تر ہے اسلیے کہ نفس کبھی عزم پر تیار ہوجاتا مگر پورا کرنے کے وقت چونکہ اوسمین کچھ سختی اور شہوات کا جوش ہوتا ہے اور اسباب موجود اور قدرت حاصل ہوتی ہے تو اوسوقت پہلو تہی کر جاتا ہے اسی وجہ سے حضرت عمر رضہ نے استثنا فرمایا تھا یعنی جب آپنے فرمایا کہ مجھکو اگر گردن مارنے کو لیجاوینگے تو مجھکو اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین ایسی قوم کا امیر ہون جسمین حضرت ابوبکر رضہ ہون اور اوسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ شاید قتل کے وقت میرا نفس مجھکو کوئی ایسی بات نہ سوجھاوے جو اب میرے دل مین نہین اسلیے کہ مین اپنے نفس سے امن نہین شاید اوسوقت قتل گران گذرے تو اس عزم سے پھر جاونگا اس قول مین اشارہ ہے کہ عزم کا پورا کرنا بہت سخت ہے۔ اور حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اوترے ہین اور انھون نے مجھسے پوچھا کہ صدق کیا چیز ہے مین نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا انھون نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے اور آسمان کو چلے گئے

پانچواں صدق اعمال میں ہے وہ یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اوسکے اعمال ظاہری سے یہ بات نہ پائی جاوے کہ دل میں اوسکے کوئی بات ہے جو واقع میں نہیں اور یہ کوشش کچھ اعمال کے ترک کرنے سے نہو بلکہ اسطرح ہو کہ باطن کو ظاہر کی تصدیق پر کھینچ لاوے اور یہ بات ترک ریا کے خلاف ہے جسکا ذکر ہم کر چکے ہیں اسلیے کہ ریاکار تو یہی چاہا کرتا ہے کہ اعمال ظاہری سے لوگ اوسکے باطن کو متصف صفات حمیدہ سے جانیں اور اس صدق سے ترک ریا غرض نہیں کیونکہ اکثر نمازی اپنی نماز میں خشوع کی سی صورت بنائے رہتے ہیں اونکا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ کوئی دوسرا اونکو دیکھے لیکن اونکا دل نماز سے غافل رہتا ہے اگر بالفرض اوسکو کوئی دیکھے تو جانے کہ خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہے حالانکہ باطن میں وہ بازار میں یا اپنی کسی شہوت کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس قسم کے اعمال زبان حال سے باطن کا احوال کہتے ہیں جنمیں وہ شخص جھوٹا ہے اور اسمیں باز پرس اعمال میں صدق کی ہے اسیطرح آدمی کبھی رفتار اور سکون کی ہیئت سے چلتا ہے اور اوسکا باطن ان دونوں صفتوں کا کبھی نہیں ہوتا تو ایسا شخص اپنے عمل میں صادق نہیں ہوتا اگرچہ خلق کیطرف ملتفت نہو نہ اونکے لیے ریا کرتا ہو اور اس سے نجات نہیں ہوتی مگر جبھی کہ آدمی کا ظاہر و باطن یکساں ہو جاوے یا باطن بہ نسبت ظاہر کے اچھا ہو اور اسی بات کے خوف سے بعضے لوگوں نے ظاہر کی ابتری کی اور برے لوگوں کا لباس اختیار کیا تھا تاکہ اونپر گمان خیر کا ظاہر کو دیکھکر کوئی نکرے ورنہ ظاہر کی حال سے اگر باطن پر دلالت ہوگی اور باطن ایسا نہوگا تو کاذب ٹھہرینگے غرضکہ مخالف ہونا ظاہر کا باطن سے اگر قصداً ہوگا تو اوسکا نام ریا ہوگا اور اوسکے باعث اخلاص جاتا رہتا ہے اور اگر بے قصد ہو تو اوس سے صدق جاتا رہتا ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللھم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ اور یزید بن الحارث فرماتے ہیں کہ جب آدمی کا ظاہر و باطن برابر ہو جاتا ہے تو یہ عدل کی صورت ہے اور اگر باطن افضل ہو بہ نسبت ظاہر کے تو اسکا نام فضل ہے اور اگر ظاہر بہ نسبت باطن کے افضل ہو تو اسکا نام جور ہے پھر کچھ اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

اگر مومن کا ظاہر مثل باطن ہو تو کیا کہنا
وگر ظاہر ہوا اچھا اور باطن میں خرابی ہو
سمجھنا لو اشرفی اچھی کو جیسے بر دکان ہو جاوے

اسی سے دو جہان میں ہو گئی ہے تعریف اور عزت
تو جتنے سب گوشہ نشین ہیں سب جو ہیں اور آنگان
ملمع کی اگر ہو شے تو سب اوس سے کریں نفرت

اور عطیہ بن عبد الغافر فرماتے ہیں کہ جب ایماندار کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہے تو اللہ تعالی

اور اسکے باعث فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے ۔ اور معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ کوئی مجھکو ایسا شخص بتلا دے جو راست گو رہا کرے اور دن کو فنا کرے ۔ اور عبد الواحد کہتے ہیں کہ حضرت حسن کا دستور تھا کہ جب انکو امر کیا جاتا تو سب لوگوں سے بڑھکر اوسکے عامل ہوتے تھے اور اگر کسی کام سے منع کیا جاتا تو سب سے زیادہ تارک ہوتے تھے اور میں نے کبھی کسیکو نہیں دیکھا جسکا باطن ظاہر سے اتنا مشابہ ہو جتنا اونکا تھا ۔ اور ابو عبد الرحمن زاہد کہتے تھے کہ الٰہی میں نے اپنے اور لوگوں کے درمیان کا معاملہ تو اونسے امانت کے ساتھ کیا اور مجھمیں اور تجھمیں جو معاملہ تھا اوسکو میں نے تیرے ساتھ خیانت سے کیا اور رویا کرتے اور ابو یعقوب نہرجوری کہتے ہیں کہ صدق یہ ہے کہ حق کی موافقت ظاہر و باطن میں ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کا برابر ہونا ایک صدق کی قسم ہے چھٹا صدق جو سب جات سے اعلی اور کمیاب ہے وہ صدق دین کے مقامات میں ہے جیسے کہ صدق خوف اور رجا اور تعظیم اور زہد اور رضا اور توکل اور محبت اور تمام امور طریقت میں اسلیے کہ ان امور کے لیے ایک تو مبادی ہوتے ہیں کہ جنسے اونکا ظہور ہوا اور پھر یہ الفاظ بولنے لگے پھر آغاز کے بعد اونکی غایت اور حقیقت ہوا کرتی ہے اور صادق محقق وہی ہوتا ہے جو اونکی حقیقت کو پہونچ جاتا ہے اور جب کوئی چیز غالب اور کامل ہوا کرتی ہے تو اوسکے موصوف کو صادق کہا کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ فلان شخص لڑائی کا سچا اور یہ خوف سچا ہے اور یہ شہوت سچی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ اور فرمایا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کسینے ایمان کا حال پوچھا تو آپ نے یہی آیت پڑھی لوگون نے عرض کیا کہ ہمنے آپسے ایمان کا حال پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا حال پوچھا تھا تو آپ نے بھی یہی آیت پڑھی تھی اب ہم خوف کی مثال لکھتے ہیں کہ مثلاً جو بندہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے خوف تو ضرور رکھتا ہے مگر یہ خوف اسطرح کا ہوتا ہے کہ صرف لفظ خوف اوسپر صادق آوے مگر حقیقت خوف کے درجے کو نہیں پہنچتا تاکہ اوسکو خوف صادق کہہ سکیں دیکھو جب آدمی کسی بادشاہ سے یا سفر میں رہزن وغیرہ سے ڈرتا ہے

تو اوسکا رنگ جبا زرد پڑ جاتا ہے اور ہاتھ پاؤن پر جبا لرزہ ہوتا ہے عیش تلخ ہو جاتا ہے اور
خواب و خورش دشوار ہو جاتی ہے کسی بات مین دل نہین لگتا ہوش و حواس پراگندہ ہو جاتے ہین بعض
اوقات ڈر کے مارے وطن کی جدائی اختیار کرتا ہے آرام و چین کو چھوڑ کر وحشت اور شدت پر صبر کرتا ہے
پھر کیا بات ہے کہ آتش دوزخ سے خوف کرتا ہے اور جب ارتکاب کسی معصیت کا ہوتا ہے تو انمین
کوئی بھی بات اوسمین ظاہر نہین ہوتی اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ
لَمْ اَرَ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا پس ان امور کی حقیقت کو پہونچنا
بہت ہی کم ہے اور ان مقامات کی کچھ حد نہین کہ اوسکی نہایت اور کمال تک پہونچ سکین مگر ہر شخص کو
اوسکے حال کے موافق انمین سے بہرہ ہوتا ہی خواہ کم ہو یا زیادہ اگر بہرہ قوی ہو تو البتہ اوس صورت مین
بندہ صادق کہلاویگا غرضکہ معرفت اور تعظیم الٰہی اور اوس سے خوف کرنے کی کوئی حد نہین اسیوجہ سے
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تمکو تمہاری
صورت اصلی پر دیکھون تو اونھون نے عرض کیا کہ آپ اوسکے دیکھنے کی تاب نلاوینگے آپ نے فرمایا کہ
نہین دکھلا ہی دو تب اونھون نے وعدہ کیا کہ اوجالی رات کو بقیع مین دکھلاونگا آپ حسب الوعدہ بقیع
مین وہان تشریف لیگئے تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل نے تمام آسمان کے کنارون کو ڈھانپ رکھا ہے آپ
دیکھتے ہی غش کھا گئے جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرئیل اپنی پہلی صورت پر ہو گئے تب آپ نے فرمایا
کہ میرے گمان مین خدای تعالیٰ کی مخلوق مین سے اسطرح کا کوئی نہین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا
کہ اگر آپ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھین تو کیا ہو عرش الٰہی اونکے کندھے پر ہے اور اونکے پاؤن ساتوین
نیچے کی زمین مین اترے ہوے ہین اور باوجود اسکے خدا کی عظمت کے سبب سے وہ سکڑتے ہین تو چھوٹی
چڑیا کی برابر ہو جاتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام پر کتنی عظمت اور ہیبت چھائی
ہو گی جو اس نتیجے کو پہونچ جاتے ہین اور تمام فرشتے ایسے نہین اسوجہ سے کہ معرفت مین متفاوت
ہین تو صدق در تعظیم اسکا نام ہے - اور حضرت جابر رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ شب معراج کو جب مین گیا تو دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام ملاء اعلیٰ مین خدای تعالیٰ کے خوف سے ایسے
تھے جیسے پرانی چادر جو اونٹ کی پشت پر ڈالدیتے ہین اسیطرح پر صحابہ رض بھی خائف تھے مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہین پہونچتے تھے اسیواسطے حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ جب تک
تو سب لوگون کو اللہ تعالیٰ کے دین مین احمق نہین جانیگا تب تک حقیقت ایمان کو نہین پہونچیگا
اور مطرف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین جو اپنے اور پروردگار کے معاملے مین احمق نہو مگر تھوڑا

کہ بعض حق بہ نسبت بعض کے آسان اور کمتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کوئی بندہ
ایمان کی حقیقت کو نہ پہونچیگا جب تک کہ لوگون کو خدا کے مقابل مین اونٹون کی مانند نہ دیکھے اور
پھر اپنے نفس کیطرف رجوع کرے اور اوسکو سب سے زیادہ حقیر جانے اس سے معلوم ہوا کہ ان مقامات مین
صادق آدمی کمیاب ہے پھر درجات صدق کی کچھ حد نہین بعض اوقات بندے کو بعض امور مین صدق
ہوتا ہے اور بعض مین نہین پس اگر سب امور مین صادق ہوگا تو وہ سچا صدیق ہے حضرت سعد بن معاذ
فرماتے ہین کہ تین باتون مین تو مین سچا ہون اور اونکے سوا اور امور مین کچا اول یہ کہ مین نے شروع
اسلام سے کبھی نماز ایسی نہین پڑھی کہ جسمین کہتا ہون کہ اس سے کب فارغ ہونگا - دوم یہ کہ جس جنازہ کے
ساتھ گیا جبتک وہین رہا کہ اوس سے یہ سوال ہوگا اور یہ یون جواب دیگا اسکے سوا اور کچھ خیال
مین نہ گذرا سوم یہ کہ جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا تو یقین کرلیا کہ بیشک حق ہے
پس حضرت ابن مسیب نے فرمایا کہ میری دانست مین یہ باتین بجز نبی کے اور کسی مین جمع نہین ہوئین
تو ان امور مین یہ صدق کی بات ہے حالانکہ بہت سے جلیل صحابہ رض نے نماز ادا کی اور جنازے کے
ساتھ گئے مگر اس درجہ کو نہ پہونچے یہ بیان تھا درجات صدق اور اوسکے معانی کا - اور کلمات جو
صدق کی حقیقت کے باب مین مشائخ کرام سے منقول ہین اونسے ان معانی مین سے ایک ایک
پائے جاتے ہین جیسے ابوبکر وراق رح نے فرمایا ہے کہ صدق تین قسم کا ہوتا ہے صدق توحید اور
صدق طاعت اور صدق معرفت صدق توحید عام مومنین کے لیے ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ اور صدق طاعت ارباب علم اور اہل ورع
کے لیے ہے اور صدق معرفت اہل ولایت کے لیے ہے جو زمین کے اوتاد ہین اور یہ سب اقسام
پھر پھر کر اونھین اقسام مین آجاتے ہین جو ہمنے چھٹی قسم مین لکھے ہین اور ایک بات یہ ہے کہ اونھونے
وہ چیزین لکھی ہین جنمین صدق ہوتا ہے اور وہ بھی پوری نہین - اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
فرمایا ہے کہ صدق مجاہدے کا نام ہے اور یہ کہ تو اللہ پر دوسرے کو اختیار نکرے جیسے اوسنے تجھپر
غیر کو اختیار نہین کیا چنانچہ فرمایا هُوَ اجْتَبَاكُمْ اور منقول ہے کہ خدا تعالی نے حضرت
موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کو محبوب کرلیتا ہون تو اوسپر ایسی بلائین
بھیجتا ہون جنکی تاب پہاڑون کو بھی نہو اور اس سے مجھکو اوسکا صدق دیکھنا منظور ہوتا ہے پھر اگر
مین اوسکو صابر پاتا ہون تو اپنا ولی اور حبیب بنا لیتا ہون اور اگر مضطرب اور واویلا کرنے والا پاتا ہون
اور میری شکایت میری ہی مخلوق سے کرے تو اوسکو رسوا کرتا ہون اور کچھ پروا نہین کرتا اس سے

ترجمہ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور اوسکے سب رسولون پر وہی ہین سچے ایمان دار

ترجمہ اوسنے تمکو پسند کیا

معلوم ہوا کہ صدق کی علامتون مین سے یہی ہے کہ مصیبتون اور طاعتون کو دونون کو چھپاوے اور خلق کا اونپر واقف ہونا برا جانے

آٹھوان باب مراقبہ اور محاسبہ کے بیان مین مشتمل چھ مقامات پر

رباعی

جو کام کرے نفس تو لے اوس سے حساب	میدان جزا مین ورنہ پائیگا عذاب
مرنا ہی قیامت ہے ہر اک کے حق مین	نگرانی نفس چاہیے سمجھ کے شتاب

واضح ہو کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ اور فرمایا وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا اور فرمایا يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اور فرمایا يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ اور فرمایا ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور فرمایا يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ اور فرمایا وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ان آیات کے مضامین سے اون لوگون نے جو بندگان الٰہی سے اہل بصیرت ہین جان لیا کہ اللہ تعالی بندون کی گھات مین لگا ہے اور اوسنے حساب لینا اور پوچھنا ہوگا اور ذرہ ذرہ خطرون اور لحظون کی پوچھ پاچھ ہوگی اور ٹھان لیا کہ ان خطرون سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ہمیشہ محاسبہ کیا کرین اور صدق سے نگران اپنے احوال کے رہین ہر ایک سانس اور حرکت کا مطالبہ اپنے نفس سے رکھین اور ہر خطرہ و لحظہ مین اوس سے حساب لین اسلیے کہ جو کوئی اپنے نفس سے حساب لیجانے سے پیشتر محاسبہ کرتا رہیگا اوسکا حساب قیامت مین ہلکا ہوگا اور جواب مین پورا اوتریگا اور اوسکا رجوع اور انجام وہان اچھا ہوگا اور جو شخص اپنے نفس کا حساب نہ لیگا ہمیشہ پچھتاویگا اور میدان قیامت مین مدت تک کھڑا رہیگا اور اوسکی برائیاں اوسکو رسوائی اور غضب مین مبتلا کرینگی۔ پس جب اونکو یہ امر منکشف ہوا تو اونھون نے جان لیا کہ ان خطرون سے نجات کی صورت بدون طاعت الٰہی کے اور کوئی نہین اور اللہ تعالی نے صبر اور مرابطت کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا

پس [illegible] نے اپنے نفسون سے یہ نگاہداشت کی کہ اول ان سے شرطین کین پھر نگران حال رہے
پھر حساب کیا پھر سزا دی پھر مجاہدہ کیا پھر عتاب کیا غرضکہ ایک نگاہداشت مین اونکو چھہ مقام حاصل
ہوے جنکی شرح اور بیان حقیقت اور فضیلت اور اونکے اعمال کی تفصیل ضروری ہے اور اصل اونسب کی
محاسبہ ہے لیکن ہر ایک حساب ابتدا مین کی شرط لگانے اور نگران رہنے کے ہوا کرتا ہے اور حساب کے
بعد اگر ٹوٹا معلوم ہو تو نوبت عتاب اور عقوبت تک کی پہونچتی ہے اسلیئے ہم ہر مقام کی ذکر کرتے ہین
پہلا مقام مشارطہ ہے یعنی شرط کرنے کا جاننا چاہیئے کہ جو لوگ تجارت کا معاملہ کرتے ہین اور [illegible]
تجارت مین شریک ہوتے ہین اون سب کی غرض حساب کے وقت یہ ہوتی ہے کہ کچھہ نفع حاصل ہو
اور جسطرح کہ تاجر اپنے شریک سے مدد لیتا ہے اور مال اوسکو سپرد کرتا ہے کہ تجارت کرے پھر اوس سے
حساب کیا کرتا ہے اسیطرح طریق آخرت مین تاجر عقل ہے اور اوسکا نفع اور مطلب نفس کا پاک صاف کرنا ہے
کیونکہ فلاح اسیکے تزکیہ پر موقوف ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے قد افلح من زکیہا وقد خاب
من دسیہا اور اوسکا تزکیہ اعمال صالحہ سے ہوتا ہے اور عقل ایسی تجارت مین نفس سے مدد لیتی ہے
یعنی اوسکو ایسے کامون مین لگاتی ہے جنسے اوسکا تزکیہ ہو جیسا تاجر اپنے شریک یا غلام سے [illegible]
تجارت پیشہ ہے مدد لیا کرتا ہے اور جسطرح کہ شریک ہے تاجر [illegible]
محتاج ہوا کرتا ہے کہ پہلے کچھہ شرطین اوس سے کرلے پھر اوسکا نگران حال رہے پھر حساب کرے پھر
عقاب یا عتاب کیا کرے اسیطرح عقل بھی نفس سے ان چار باتون کی محتاج ہے اول تو اوس سے
شرطین کرے کہ کچھہ وظائف اوسپر مقرر کرے کہ اونکا پابند رہا کرے اور طریق فلاح اوسکو بتلا کر
تاکید کرے کہ اسی راستے کو چلے دوسرا اوسکی نگرانی سے ایکدم غافل نہو اسلیئے کہ اگر اوسکو مہمل
چھوڑ دیگی تو اوس سے بجز خیانت اور راس المال کے تلف کرنے کے اور کچھہ نہ دیکھیگی جیسے غلام خائن
میدان خالی پاکر اگر مال پر اپنا قابو دیکھتا ہے تو ایسا ہی کرتا ہے پھر نگرانی کے بعد اوس سے حساب
لینا چاہیئے اور شرط کا پورا قرار اوس سے لینا چاہیئے اسلیئے کہ دنیا کی سوداگری ہے جسمین دنیوی
نفع کی [illegible]
انتہا سے منافع [illegible] حساب کی رو سے بال کی کھال نکالی اور نفع کی تنگی کر
کرنی بہت ضرور ہے پھر دنیا کے منافع خواہ لاکھون ہی کے ہون آخر جاتے رہتے ہین تو ایسی چیز مین
جو دوام کو نہو کیا خیر ہے اور وہ شر بھی اچھی ہے جو دوامی نہو اسلیئے کہ [illegible]
ہمیشہ کی خوشی تو ہوگی اور شر تو جاتی ہی رہیگی اور اگر خیر جاتی رہیگی تو خیر کی [illegible]

نہایت غم ہے ہمکو اوس خوشی سے | یقین جسکی جدائی کا ہمین ہے

اس صورت مین بیچ تجارت پر جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو واجب ہے کہ اپنے نفس کے
حساب لینے سے اور تنگ گیری سے حرکات اور سکنات اور خطرات اور ہر قدم مین غفلت نکرے اسلیے
کہ عمر انسان مین جو سانس ہے وہ ایک ایسا جوہر ہے کہ جسکا کچھ عوض نہیں اور اوس سے ایک خزانہ
ایسا مول لیا جا سکتا ہی کہ جسکی دولت ابد الآباد تک تمام نہو پس ایسی سانسون کا ضائع ہونا یا ایسی
باتون مین مصروف ہونا جو سبب ہلاک ہون بڑے نقصان عظیم کی بات ہو کہ کسی عاقل کا نفس
اسکو نہ مانیگا پس جب کوئی بندہ صبح کو اوٹھے اور صبح کی نماز پڑھ چکی تو ایک ساعت اپنے دل کو
نفس سے شرط کرنے کے لیے فارغ کرے جیسے کہ تاجر اسباب سپرد کرنے کے وقت اپنے شریک
کارندے سے شرائط کرنے کے لیے تنہا بیٹھ جاتا ہے دوسرے شخصون کو اوس مجلس مین نہین
آنے دیتا کہ شریک خوب ان شرائط کو سمجھ لے دوسری باتون سے طبیعت منتشر نہو پھر نفس سے
یون کہے کہ میرا راس المال یہی عمر ہے جب یہ فنا ہو جاوے گی تو اصل ہی جاتی رہیگی پھر تجارت اور
طلب منفعت سے یاس ہو جاویگی اور اس آج کے دن مین اللہ تعالی نے مجھکو مہلت دی ہے اور
میری موت مین تاخیر فرمائی ہے اور مجھپر انعام کیا ہے اگر بالفرض مجھکو موت دیتا تو مین آخر یہی تمنا کرتا
کہ ایک دن مجھکو دنیا مین بھیجے کہ مین عمل نیک کرون تو تو یہی سمجھ لے کہ مرنے کے بعد یہان ابہی
ہو کر اسی دن کے لیے آیا ہے تو خبردار اس دن کو غلطت مت کرنا کہ ہر ایک سانس ایک جوہر بے مول ہے اور
یہ بھی یاد رکھ کہ دن رات مین چوبیس گھڑیان ہین اور حدیث مین وارد ہے کہ بندے کے ہر روز
مین چوبیس خزانے ایک قطار مین پھیلائے جاتے ہین اونمین سے ایک خزانہ اوسکے لیے کھولدیا جاتا
تو اوسکو اپنے حسنات کے نور سے پر دیکھتا ہے اور یہ وہ حسنات ہوتی ہین جو اوس گھڑی مین کی تھین
اون نورون کے دیکھنے سے جو بادشاہ جبار کے نزدیک اوسکا وسیلہ ہین اوسکو وہ فرحت اور سرور
اور بشارت حاصل ہوتی ہے کہ اگر وہ سرور اہل دوزخ پر تقسیم کر دیا جاوے تو اتنی خوشی اونکے
حصے مین آوے کہ اوسکے مارے آگ کی تکلیف اونکو کچھ معلوم نہو اور جس گھڑی مین کہ اوسنے
خداے تعالی کی نافرمانی کی ہے اوسکا خزانہ کھولا جاتا ہی تو وہ سیاہ و تاریک ہوتا ہے اوسکی بدبو
پھیلتی ہے اور اندھیری اوسکو دبا لیتی ہین اوس خزانہ کے دیکھنے سے اوسکو اس طرح کا خوف و دہشت
چھاتی ہے کہ وہ دہشت اگر اہل جنت کو بانٹ دی جاوے تو اونکا آرام و چین منغص کرے اور ایک
اور خزانہ اوسکے لیے مفتوح ہوتا ہے کہ وہ خالی ہوتا ہے نہ اوسمین خوشی کی خبر ہوتی ہے نہ غم کی

اسکی سند صحیح نہین ملی ۱۲

یہ وہ ساعت ہوتی ہے جسمین بندہ سویا ہو یا غافل رہا ہو یا اور مباحات دنیوی مین لگا رہا ہے اس
خزانہ کے دیکھنے سے وہ حسرت کرتا ہے کہ کیون خالی رہا اور اسکو ہمین ایسا خسارہ ہوتا ہے جیسے
کسیکو بڑی سلطنت اور نفع کثیر کا خسارہ بعد قدرت کے اپنی غفلت سے ہو جاوے تو اس حسرت و
غبن کا کیا ٹھکانا ہے اتنی ہی کافی ہے اسیطرح اور سپرد کی اوقات خزانہ اوسکی عمر کی بھر کھو جایا کرے تو
تو اپنے نفس سے کہے کہ آج تو اپنی کوشش کر کہ اپنے خزانے کو بھرے ایسا نہو کہ وہ اوس مال سے خالی
رہجاوین جو موجب تیری سلطنت کا ہو اور سستی اور کاہلی اور آرام طلبی کو کام مین مت لا ورنہ درجات علیین
مین سے تجھسے وہ بات فوت ہو جاویگی جو دوسرے کو ملیگی اور تجھکو ہمیشہ حسرت اور رنج رہیگا ہمیشہ ہو نہو سکیگا
اور اگر جنت مین داخل بھی ہو گا مگر غبن اور حسرت کی تکلیف ہی کی برداشت نہوگی گو آگ کی تکلیف سے کم ہو
چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہم سمجھا کہ گنہگار کی خطا معاف ہو جاویگی مگر یہی تو ہے کہ اوسکو
محسنون کا سا ثواب نہ ملیگا اس قول مین اشارہ غبن اور حسرت کیطرف ہے جو اللہ تعالے فرماتا ہے
آیت یوم یجمعکم لیوم الجمع ذلک یوم التغابن۔ تو وصیت نفس کو اوقات کے بابمین ہوئی پھر
اوسکو یہ بھی وصیت سات اعضا کے بابمین یعنی آنکھ اور کان اور زبان اور شکم اور شرمگاہ
اور ہاتھ اور پانون مین کرے اور ان اعضا کو اوسکے سپرد کرے کیونکہ یہی اس تجارت مین نفس کے
خادم ہوتے ہین اور انہین سے اس تجارت کے اعمال پورے تمام ہوتے ہین اور دوزخ کے سات دروازے
ہین ہر دروازہ کے لیے ایک حصہ مقسوم ہو جاویگا اور یہ دروازے اوس شخص کے لیے متعین ہوتے ہین
جو ان اعضا سے خداے تعالیٰ کی نافرمانی کرے پس نفس کو وصیت کرے کہ ان کو خداے تعالیٰ کی نافرمانی
سے محفوظ رکھے آنکھ کو غیر محرم کیطرف یا کسی مسلمان کے ستر کیطرف دیکھنے یا اوسکو حقارت سے نظر کرنے
سے بچاوے بلکہ ہر ایک فضول شے سے جسکی حاجت نہو محفوظ رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ جیسے فضول کلام کی پرسش کریگا
ویسے کہ فضول نگاہ کی پرسش بھی ہوگی بلکہ آنکھ کو انہین چیزون کی طرف متوجہ کرنا چاہیے جنمین اوسکا تجارت سے
نفع ہو اور وہ اشیا وہ ہین جنکے واسطے آنکھ پیدا ہوئی ہے یعنی آنکھ سے عبرت سے
خداے تعالیٰ کی عجائب صنعتون کو دیکھنا اور اعمال خیر پر نظر کرنا اور کتاب اللہ
اور حدیث رسول کریم کو دیکھنا اور حکمت و نصیحت کی کتابون کا مطالعہ کرنا غرضیکہ
امور خیر مین مشغول کرے اسی طرح ہر عضو کے بابمین شرح وار بیان کرے خصوصاً زبان اور شکم کے بابمین
تاکید زیادہ کرے اسلیے کہ زبان طبعاً حرکت کی طرف چلی جاتی ہے اور اوسکو چلنے مین کچھ مشقت
نہین معلوم ہوتی مگر اسکی خطا بہت بڑی ہے غیبت اور چغلی اور جھوٹ اور اپنے نفس کو خوش رکھنا اور دوسرے کی

یہ اکہنا کہ ماؤن کی مذمت کرنی دشمنوں پر لعنت اور بددعا کرنی اوسکا اظہار جسے مدحت کرنی وغیرہ
بہت خراب ہیں چنانچہ باب آفات زبان میں اونکا ذکر ہو چکا پس زبان ان آفات کے درپے رہتی ہے
باوجودیکہ پیدا اسواسطے ہوئی ہے کہ ذکر کرے اور لوگوں کو نصیحت و ذکر کی کرے اور علم شریف کی تعلیم
اور خدا تعالی کے بندوں کو اوسکا رستہ بتانی اور آپس میں دو شخصوں کے جو بگاڑ ہوا اوسکی درستی
کرے مہین صورت ہے کہ نفس سے شرط کرے کہ دن بہر زبان کو بند رکہے الا بذکر ایمانداری کی
گفتگو کرنی ہوتا ہے اور اوسکی نظر عبرت کے لیے اور سکوت فکر کے لیے علاوہ ازین خدا تعالی
فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید تو ہوا دکہ کہ سکوت ہی مناسب ہے
اور شکم کو یوں سمجہانا چاہیے کہ حرص چہوڑے اور حلال پر بقدر ضرورت تھوڑا کہانے کا عادی ہو
شبہہ کی چیزوں سے احتراز کرے اور شہوات سے اوسکو روکے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کرے
اور اپنے نفس سے یہ شرط بہی کرے کہ اگر ان باتوں میں سے کسیکے خلاف کریگا تو تجہکو یہ سزا دونگا کہ
شکم کی شہوات سے باز رکہونگا تاکہ جتنا اپنی شہوات کے باعث اوسنے حاصل کیا ہو اوس سے
زیادہ جاتا رہے یہ طریق نفس پر سب اعضا کے باب میں شرط کرنیکا لکہنا طول چاہتا ہے اور اعضا کی
طاعات اور معاصی کچہہ خفی نہیں ہیں کہ لکہنے کی ضرورت ہو پہر اعضا کے باب میں وصیت کرکر
پہر نفس کو وصیت اون طاعات کی کرے جو روز و شب میں کئی کئی بار ہوتی ہیں پہر نوافل کے باب میں
وصیت کرے جنپر نفس قادر ہے اور بہت سے کرسکتا ہے اور اون نوافل کی تفصیل و کیفیت اور
اونکے اسباب آمادگی کی کیفیت سب ترتیب کو بتاوے اور یہ شرطیں ایسی ہیں کہ انکی حاجت ہر روز
ہوا کرتی ہے مگر انسان جب انکا عادی ہو جاتا ہے اور نفس ان سب شرطوں کے پورا کرنے میں
تن دیتا ہی تو پہر ان شرط کی حاجت نہیں رہتی اور اگر بعض شرطوں میں اطاعت کرتا ہے تو بہی شرط کرنی کی
حاجت باقی ہے اور ازانجا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جسمیں ایک نئی مہم اور نیا واقعہ ہوتا ہو
اور اوسکا حکم علاحدہ اور خدا تعالی کا حق اوسمیں جدا طور کا ہوتا ہو اور یہ بات دنیا کے
اعمال میں مشغول ہونے والونکو بہی اکثر ہو جایا کرتی ہے مثلاً حکومت اور تجارت اور تعلیم میں کم کوئی
دن ہوتا ہوگا جسمیں کوئی نیا معاملہ نہ ہوتا ہو اور اوسمیں اللہ تعالی کے حق ادا کرنے کی حاجت نہ
پڑتی ہو تو اسلیے اپنے نفس سے یہ شرط بہی کرے کہ ایسے معاملات میں سیدہا رستہ ہے اور امر حق کی اطاعت
کرے اور بیکار رہنے کے انجام سے نفس کو ڈراوے اور اوسکو نصیحت ایسی طرح کرے جیسے
بندہ بہاگا ہوا سرکش نصیحت کیا جاتا ہے کیونکہ نفس بہی طبع کی رو سے طاعات سے سرکش اور

نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اوس پاس ایک نگاہ رکھتا تیار ۱۲

عبودیت سے مشرف ہونے کو جتایا کرتا ہے مگر وعظ و ادب دینا اوس میں تاثیر کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ پس اس طرح کی شرائط نفس سے کرنی مقام اول ہے جو نگہبانی کا بعد شرط کا ہے اور اسکا نام محاسبہ قبل عمل ہے اور محاسبہ کبھی بعد عمل کے ہوتا ہے اور کبھی قبل عمل کے ڈرانے کے لیے کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ اور یہ آئندہ کے لیے ہے۔ اور جو نظر کمیت اور مقدار میں واسطے معرفت زیادتی اور نقصان کے ہوتی ہے اوسکو محاسبہ کہا کرتے ہیں پس بندہ اگر دن بھر اپنے سامنے کے اعمال میں نظر رکھیگا اس غرض سے کہ اوسکا حال کم و بیش ہونا معلوم ہو جاوے تو یہ بھی داخل محاسبہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا اور فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ اسکو ڈرانے کے لیے اور آئندہ کو احتراز کرنے پر متنبہ کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت عبادہ بن صامت رض فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے وصیت فرمائیے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کسی امر کا ارادہ کرے تو اوسکا انجام سوچ لے اگر انجام بہتر ہو تو اوس کام کو کر اور جو خراب ہو تو اوس سے باز رہ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جب تم چاہو کہ عقل ہوا نفسانی پر غالب رہے تو کسی شہوت کو پورا نہ کرو جب تک انجام کو نہ دیکھ لو اسلیے کہ خواہش کے پورا ہونے کی ندامت کے دل میں پشیمانی کا رہنا زیادہ برا ہے اور حضرت لقمان نے کہا ہے کہ ایماندار جب انجام کو دیکھ لیتا ہے تو ندامت سے بچ رہتا ہے اور شداد بن اوس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْأَحْمَقُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّىٰ عَلَى اللَّهِ وَدَانَ نَفْسَهُ کے معنی یہ ہیں کہ حساب لیا نفس سے اور یوم الدین حساب کے دن کو کہتے ہیں اور کلام مجید میں أَئِنَّا لَمَدِينُونَ کے معنی بھی یہی ہیں کہ حساب لیے جاوینگے۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ اپنے نفس سے محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ تم سے محاسبہ کیا جاوے اور اوسکو وزن کرو پیشتر اس کے کہ وزن کیے جاؤ اور عرض اکبر کے لیے مستعد ہو رہو۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رض کو لکھا کہ اپنے نفس سے سختی کے حساب سے پیشتر راحت کے وقت میں حساب لو اور حضرت کعب احبار رض سے پوچھا کہ محاسبہ کا حال کتاب اللہ میں کس طرح دیکھا ہے انھوں نے عرض کیا کہ اوس میں لکھا ہے کہ زمین کے حساب لینے والے کو آسمان کے حساب لینے والے کی ہلاکی ہے حضرت عمر رض

روشن قدرے لے کر اوسے اور فرمایا کہ بجز اوسکے جو اپنے نفس کا حساب لے حضرت کعب نے
عرض کیا کہ یا امیر المومنین سچ فرمایا اسکے برابر ہی توریت میں مذکور ہے کوئی اور کلمہ بیچ میں نہیں اور ان
سب میں اشارہ آیندہ کے محاسبہ کے لیے اسواسطے کہ فرمایا ہے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ
اسکے یہ معنی ہیں کہ امور کو اول وزن کرے اور خوب تامل اور تدبر اونمیں کرکے پھر اونکے
کرنے پر جرات کرے ۔ دوسرا مقام مراقبہ کے باب میں جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کرے
اور اوسپر شرائط مذکورہ بالا کرے تو پھر اوسکو چاہیے کہ جب وہ اعمال میں داخل ہو تو اوسکا ملاحظہ
بچشم حفاظت کرے کیونکہ اگر نفس کو چھوڑ دیا جاویگا تو فساد اور سرکشی ہوجاویگی پہلے اول ہم
فضیلت مراقبہ کی بیان کرتے ہیں پھر اوسکے درجات ذکر کرینگے

بیان اول فضیلت مراقبہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو احوال احسان کا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کہ خداتعالی کی عبادت اسی طرح کرو گویا تم اوسکو دیکھتے ہو اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداتعالی کی عبادت اسطرح کرو کہ گویا تم اوسکو دیکھتے ہو پس اگر یہ بات
نہو کہ تم اوسکو دیکھتے ہو تو یہ تو ہو کہ وہ تمکو دیکھتا ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ
عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اور فرمایا اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا اور فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ
هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ اور حضرت ابن مبارک رح نے ایک شخص کو فرمایا کہ راقب اللہ
اوسنے اسکے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ اسی طرح رہو کہ گویا خداتعالی کو دیکھتے ہو اور
عبدالواحد بن زید رح فرماتے ہیں کہ جب میرا آقا مجکو دیکھتا ہے تو میں دوسرے کی پروا نہیں کرتا
اور ابو عثمان مغربی رح فرماتے ہیں کہ جو چیزیں آدمی راہ سلوک میں اپنے نفس پر لازم کرتا ہے اون
سب میں بہتر محاسبہ اور مراقبہ اور اپنے علم سے اپنے عمل کی سیاست ہے اور ابن عطا رح
فرماتے ہیں کہ بہتر طاعت ہمیشہ مراقبہ حق کا ہے اور جریری رح کا قول ہے کہ ہمارا یہ
امر دو اصل پر مبنی ہے ایک یہ کہ اپنے نفس پر خداے عزوجل کا مراقبہ لازم کرے دوسرے یہ کہ
علم ظاہر اعمال پر قائم ہو اور ابو عثمان رح کہتے ہیں کہ جب تو لوگوں میں بیٹھے تو اپنے نفس اور
قلب کا واعظ ہو اور ایسا نہو کہ اونکے پاس ہونے سے تو دھوکا کھاوے کہ وہ لوگ تیرے ظاہر کو
دیکھتے ہیں اور خداتعالی باطن کو اور منقول ہے کہ کسی شیخ کا ایک مرید تھا جوان اور شیخ اوسکی
تعظیم و صحبت کرتے اور اوسکو اور مریدوں سے مقدم کرتے اونکے اور مریدوں نے عرض کیا کہ آپ

بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

ترمذی ۱۲

اسکی تعظیم کرتے ہیں حالانکہ وہ جوان ہے اور ہم بوڑھے ہیں اونہوں نے چند پرند منگائے اور ایک
ایک مرید کو ایک جانور اور ایک چھری دی اور کہا کہ اسکو ایسی جگہ ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے اور اوس
جوان کو بھی یہی کہا تو سب مرید اپنا اپنا پرند ذبح کر لائے اور وہ شخص زندہ ہی ہٹا لایا شیخ نے پوچھا کہ
تو نے اپنے ساتھیوں کے موافق ذبح کیوں نکیا اوسنے کہا کہ مجھکو ایسی جگہ کوئی نملی جہان کوئی نہ دیکھے
اسلیے کہ اللہ تعالی ہر جگہ مجھکو دیکھتا تھا سب مریدوں نے اوسکے اس مراقبے کو پسند کیا اور اوسکی فضیلت کے
مقر ہوے ۔ اور روایت ہے کہ جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تنہا ہوئی تو اوٹھکر ایک
بت کا منہ ڈھانکدیا حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بھلا تو تو ایک پتھر کے دیکھنے سے حیا
کرتی ہے مجھے کیا ہوا ہے کہ بادشاہ جبار کے دیکھنے سے شرم نکروں ۔ اور بعض جوانوں کے حال میں
لکھا ہے کہ اوسنے کسی لونڈی سے اپنی شہوت چاہی اوسنے کہا کہ تجھکو حیا نہیں آتی جوان نے کہا کہ میں
کس سے حیا کرون ہمکو ستارون کے سوا اور کون دیکھتا ہے اوسنے جواب دیا کہ پھر ستارون والا کہان گیا
وہ بھی تو دیکھتا ہے ۔ اور ایک شخص نے حضرت جنید رح سے پوچھا کہ آنکھ بند کرنے پر میں کس چیز سے مدد لوں
اون آپنے فرمایا کہ یہ جاننا کہ جس چیز کیطرف تو دیکھتا ہے تیری نگاہ اوس چیز تک پیچھے پہونچتی ہے اور ناظر کی
نگاہ تجھ پر اول پہونچتی ہے اور یہ بھی آپکا قول ہے کہ مراقبہ میں اوسکا وہی ہوتا ہے جسکو خوف ہو کہ میرا
حظ پروردگار سے جاتا رہیگا ۔ اور حضرت مالک بن دینار رح نے فرمایا کہ جنات عدن جنات فردوس میں سے ہیں اور
اوسکی حوریں جنت کے گلاب سے بنی ہیں کسی نے پوچھا کہ اون جنتوں میں کون رہیگا آپنے فرمایا
کہ خداوند تعالی فرماتا ہے کہ جنات عدن میں وہ لوگ رہیں گے کہ جب قصد معاصی کا کریں تو میری عظمت یاد
کریں اور میرا لحاظ کریں اور وہ لوگ کہ جنکی کمریں میرے خوف کے مارے جھک گئی ہیں قسم ہے اپنی عزت
اور جلال کی کہ میں اہل زمین کے عذاب کا قصد کرتا ہوں مگر جب اپنے خوف سے بھوک پیاس والوں
کیطرف دیکھتا ہوں تو اونسے عذاب ہٹا لیتا ہوں ۔ اور محاسبی رح سے جو مراقبے کا حال پوچھا تو فرمایا
کہ اوسکا شروع یہ ہے کہ دل کو علم قرب پروردگار کا ہو ۔ اور مرتعش کا قول ہے کہ مراقبہ یہی ہے کہ ہر لحظہ اور
ہر کلمے پر غیب کے ملاحظے کیواسطے باطن کی رعایت رکھے ۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے فرشتوں
سے ارشاد فرمایا کہ تم ظاہر پر مقرر ہو اور میں باطن کو دیکھتا ہوں ۔ اور محمد بن علی ترمذی رح فرماتے ہیں کہ
اپنا مراقبہ ایسے شخص کے لیے کر کہ جسکی نظر سے تو غائب نہو اور شکر ایسے کا کر کہ جسکی نعمتیں تجھ سے منقطع نہوں
اور طاعت ایسے کی کر جس سے تو مستغنی نہیں اور خضوع اوس شخص کے لیے کر کہ جسکی ملک اور سلطنت سے تو
نہ نکلے ۔ اور حضرت سہل رح فرماتے ہیں کہ بندے کے دلکو فضل اور شرف اتنا اور کسی چیز کو حاصل نہیں ہوتا

بتنا اس بات سے ہوتا ہے کہ یون جانے کہ جہان مین ہونگا خداے تعالی میرا شاہد رہیگا۔ اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ کے کیا معنی ہین اونہون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ رضا اوسکی ہوگی جسنے خداے تعالی کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حساب لیا اور معاد کے لیے توشہ حاصل کیا۔ اور حضرت ذوالنون رح سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنت کو پہونچتا ہے اونہون نے فرمایا کہ پانچ باتون سے ایک استقامت جسمین کجی نہو دوسرے اجتہاد جسمین سہو نہو تیسرے ظاہر باطن مین خداے تعالی کا مراقبہ چوتھے موت کی انتظاری اور اوسکی تیاری پانچوین نفس کا حساب لینا پہلے اس سے کہ اوس سے حساب لیا جاے اور مراقبے کے باب مین کسینے شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے اشعار

اگر کسی روز تو تنہا ہو نہ کہہ تنہا ہون | بلکہ خالق ہے ترے حال کا ہر دم نگران
جان مت اوسکو کہ اکدم کو ہو تجہسے غافل | اور جو بات چھپاتے ہے اوس سے پنہان
دیکھہ تو کیسی چلی آتی ہے کل آج کے بعد | آج کل ہی مین فنا ہوتی ہے عمر انسان

اور حمید طویل نے سلیمان بن علی رح سے کہا کہ مجکو کچہہ نصیحت کرو اونہون نے فرمایا کہ جب تم گناہ کرتے ہو تو دو حال سے خالی نہین یا یہ گمان کرتے ہو کہ خداے تعالی تمکو دیکھتا ہے تب تو تم بڑی بھی جرات کرتے ہو اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ نہین دیکھتا تو کافر ہو اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ مراقبہ ایسے شخص کا اپنے اوپر لازم کرو جس سے کوئی خفیہ امر پوشیدہ نہین اور توقع ایسی ذات سے رکھو جو وفا کی مالک ہے اور خوف ایسے شخص سے رکھو جو عقوبت کا مالک ہے۔ اور فرقد سنجی رح کہتے ہین منافق تاکتا رہتا ہے جب کسیکو نہین دیکھتا تو برائی کی راہ مین داخل ہوجاتا ہے مگر صرف لوگونکو تاکتا ہے خداے تعالی کا لحاظ نہین کرتا۔ اور عبد اللہ بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین حضرت عمر بن خطاب رض کے ساتھہ مکہ معظمہ جانے کے واسطے نکلا آخر شب مین کسی جگہ اوترے آپ کے پاس ایک چرواہا پہاڑ سے آیا آپنے اوس سے فرمایا کہ ان بکریون مین سے ایک میرے ہاتھہ بیچڈال اوسنے عرض کیا کہ مین غلام ہون مجکو اختیار فروخت نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ اوسکو بھیڑیا کھا گیا اوسنے عرض کیا کہ پھر خدا کو کیا کہون وہ تو دیکھتا ہے حضرت عمر رض روے پھر آپ اوسکے ساتھہ ہو اور اوسکے آقا سے اوسکو خریدکر آزاد کردیا اور فرمایا کہ اس بات نے تجکو آزاد کرادیا اور تجکو توقع ہے کہ آخرت مین بھی تجکو آزاد کردے

دوسرا بیان مراقبے کی حقیقت اور اوسکے درجات مین۔ واضح ہو کہ مراقبے کی حقیقت یہ ہے کہ رقیب کا لحاظ کرنا اور اپنی توجہ کا اوسکی طرف پھیرنا یعنی اگر کوئی شخص غیر کے باعث سے کسی بات سے

احتراز کرے تو کہا کرتے ہین کہ یہ فلانے کا لحاظ کرتا ہے اور اہل تصوف کی مراد مراقبے سے وہ
حالت قلبی ہے جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اوس حالت سے کچھ اعمال عضاء مین اور
کچھ دل مین پیدا ہوا کرتے ہین پس حالت تو یہ ہے کہ قلب کا رقیب کو تاکتے رہنا اور اوسیکی طرف
مشغول و ملتفت رہنا اور اوسکو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا۔ اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے
وہ یہ ہے کہ خدای تعالی کو عالم دل کی باتون اور باطن کے احوال کا جاننا اور بندے کے اعمال پر
اوسکو رقیب سمجھنا اور سب نفسون کے کسب پر واقف جاننا اور یہ کہ قلب کا بھید اوسکے سامنے
ایسا عیان ہے جیسے پوست ظاہری انسان کا خلق پر عیان ہے بلکہ اوس سے بھی زیادہ پس یہ معرفت
جب یقینی ہو جاتی ہے یعنی شک سے خالی ہوتی ہے اور پھر دل پر غالب ہو کر اوسکو دبا لیتی ہے تو
قلب کو پاسداری رقیب کی طرف لیجاتی ہے اور اوسکی ہمت کو رقیب کیطرف پھیر دیتی ہے اور اسمین
کچھہ تعجب کی بات نہین کہ آدمی کو کسی چیز کا یقین تو ہو مگر اوسپر وہ غالب نہو جیسے موت کا علم کہ اسمین
شک تو نہین مگر دل پر اسکا غلبہ نہین ہوتا بہر حال جو لوگ اس معرفت کا یقین کرنے والے ہین وہ مقرب
ہین اور اونکی دو قسمین ہین ایک تو صدیق اور دوسرے اصحاب یمین اسلیے اونکا مراقبہ بھی دو طرح کا ہے
اول درجہ مراقبہ صدیقین کا ہے جو تعظیم اور بڑائی کے لیے ہوتا ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ دل اوس
جلال کے ملاحظے مین ڈوب جاتا ہے اور اوسکی ہیبت سے شکستہ ہو جاتا ہے پھر اوسمین گنجایش
دوسرے کی طرف التفات کی نہین رہتی اور اس مراقبے کے اعمال کی تفصیل مین ہم زیادہ نظر نہین
کرتے اسلیے کہ اوسکے اعمال صرف دل ہی پر منحصر رہتے ہین اور اعضای ظاہری تو مباحات کی طرف
بھی التفات نہین کرتے ممنوعات کا تو کیا ذکر ہے اور جب طاعات کے لیے حرکت کرتے ہین تو
ایسے ہوتے ہین کہ گویا اونہین مین منجے ہوے ہین اسلیے اونکی حفاظت کے باب مین اور درست
رکھنے مین کچھ حاجت تدبیر اور توقف کی نہین بلکہ جو شخص کہ بالکل راعی کا مالک ہے وہ رعیت کو آپ
درست کر دیتا ہے اور یہان دل راعی ہے اور اعضا اوسکی رعیت تو جب دل مستغرق معبود ہوگا
تو اعضا بے تکلف راستی اور درستی ہی پر چلینگے اور ایسا وہ شخص ہوتا ہے جسکو ایک ہی فکر ہوا ور
اللہ تعالی نے اوسکو سب فکرون سے بچا دیا ہو اور جو شخص اس درجے پر پہونچ جاتا ہے وہ کبھی
خلق سے اتنا غافل ہوتا ہے کہ جو شخص اوسکے پاس آوے اوسکی بھی خبر اوسکو نہین ہوتی اور باوجود
آنکھین کھلی ہونے کے اوسکو نہین دیکھتا اور اگر کچھ اوس سے کہا جاوے تو باوجود بہرا نہ ہونے کے
نہین سنتا اور کبھی اوسکا بیٹا پاس کو چلا جاتا ہے اور اوس سے کلام نہین کرتا چنانچہ ایسا بعض

اسکا جرکیوا سطے ہوجاتا تھا اونمین سے کسینے اس باب مین عتاب کیا تو اوس سے کہا کہ جب تو میرے پاس سے
نکلے تو مجھے بلا دینا۔ اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو اسلیے کہ ایسی بات کی نظیر اون دلون مین پائی جاتی ہے
جو پادشاہان زمین کی تعظیم کرتے ہین یہان تک کہ پادشاہی خادم کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اونہین کچھ
ہوجاتا ہے خبر نہین ہوتی اسلیے کہ پادشاہی مجلس مین بادشاہون کی تعظیم مین ڈوبے رہتے ہین اور اونہین کیا
موقوف ہے کبھی آدمی کا دل کسی دنیاوی ادنی کام مین اگر مشغول ہوجاتا ہے تو اوسمین ایسا فکر مین
ڈوب جاتا ہے کہ اگر کہین کو جاتا ہے تو جس جگہ جانا منظور تھا وہان سے آگے نکل جاتا ہے اور جس کام
کے لیے اوٹھا تھا وہ بھول جاتا ہے۔ عبدالواحد بن زید رح سے کسینے پوچھا کہ آپ اس زمانے مین کسی
کوئی ایسا شخص جانتے ہین جو اپنے حال مین مشغول ہوکر خلق سے بیخبر ہو آپ نے فرمایا کہ مین ایسا صرف
ایک شخص کو جانتا ہون جو ابھی تمہارے پاس آویگا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ عتبہ غلام داخل ہوئے
آپ نے اونسے پوچھا کہ تم کہان سے آتے ہو اونھون نے کسی جگہ کا نام لیا کہ اوسکا راستہ بازار مین
تھا آپ نے پوچھا کہ راستے مین تمسے کون ملا تھا اونھون نے کہا کہ مین نے تو کسیکو نہین دیکھا اور
حضرت یحیی علیہ السلام کے حال مین لکھا ہے کہ آپ چلے جاتے تھے ایک عورت کے جو دھکا لگا تو وہ
منہ کے بل گر گئی لوگون نے کہا کہ آپ نے اسکو دھکا کیون دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو دیوار کی سوا
اور کچھ نہین معلوم ہوتا تھا۔ اور بعضون کا بیان ہے منقول ہے کہ مین ایک جماعت پر گذرا کہ وہ تیر اندازی
کرتے تھے اور ایک شخص اونسے فاصلے پر بیٹھا ہوا تنہا مین اوسکی طرف کو بڑھ گیا اور چاہا کہ کچھ گفتگو
کرون اوسنے کہا کہ خدای تعالی کا ذکر خوشگوار زیادہ ہے مین نے پوچھا کہ آپ تنہا ہین اوسنے کہا
نہین ساتھ میرا پروردگار اور دو فرشتے ہین مین نے پوچھا کہ ان لوگون مین سے بڑھا ہوا کون ہے
اوسنے کہا کہ جسکو خدای تعالی بخش دے مین نے پوچھا کہ راستہ کہان ہے اوسنے اشارہ آسمان کیطرف
کیا اور اوٹھکر یہ کہتا ہوا چلدیا کہ تیری اکثر مخلوق تجھسے غافل ہے تو یہ گفتگو ایسے ہی شخص کی ہے جو
خدای تعالی کے مشاہدے مین اتنا ڈوبا ہو کہ جو کچھ کہے وہ بھی اوسیکا ذکر ہو جو سنے تو اوسیکے باتین
سنے ایسے شخص کو احتیاج اپنی زبان اور اعضا کے مراقبے اور نگرانی کی نہین اسلیے کہ وہ بدون
اوس حالت کے جسمین وہ ہین اور کسی چیز مین حرکت ہی نہین کرتے۔ اور حضرت شبلی رح حضرت ابوالحسین
نوری رح کے پاس گئے دیکھا تو وہ ایک گوشے مین چپ چاپ جمعیت سے بیٹھے ہین کوئی چیز ظاہر مین حرکت
نہین کرتی حضرت شبلی رح نے فرمایا کہ تم نے یہ مراقبہ اور سکون کہان سے سیکھا اونھون نے فرمایا کہ
ہمارے یہان ایک بلی تھی جب شکار کرنا چاہتی تھی تو بلون کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا بال تک

نہین باقی تھی اون سے مین نے یہ طریق سیکھا ہے - اور ابو عبد اللہ بن خفیف کہتے ہین کہ مین نے
ابو علی رودباری کی ملاقات کے لیے مصر سے رملہ کو جانے کا قصد کیا مجھسے عیسی بن یونس مصری نے
جو زاہد کے معروف تھے کہا کہ موضع صور مین ایک جوان اور ایک بڈھے مراقبے کے حال پر ایک جگہ
بیٹھے ہین اگر تم اونکو ایک نظر دیکھ لو تو شاید تمکو نفع ہوگا یہ سنکر مین صور مین بھوکا پیاسا داخل ہوا میری
کمر مین ایک کپڑا بندھا تھا اور مونڈھے برہنہ تھے مین مسجد مین جو گیا تو دو شخصون کو دیکھا کہ قبلہ رخ
بیٹھے ہوے ہین مین نے سلام کیا اونھون نے جواب نہ دیا پھر دوبارہ سہ بارہ سلام کیا مگر جواب نہ سنا
مین نے اونکو خدا کی قسم دی کہ سلام کا جواب دین جوان نے اپنی گدڑی سے سر اوٹھایا اور میری طرف
دیکھکر کہا کہ اے خفیف کے لڑکے دنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی مین سے بھی تھوڑی ہی رہی ہے لہذا
تھوڑی سے بہت کچھ حاصل کرلے اور تجھے کتنا تھوڑا کام ہے کہ ہماری ملاقات کی فرصت پائی پھر
میری طرف دیکھا میری بھوک پیاس سب جاتی رہی اور ہمہ تن مجھکو اونھون نے لے لیا پھر جوان نے اپنا
سر جھکا لیا مین اون دونون کے پاس یہان تک رہا کہ ظہر اور عصر وہین پڑھی جب عصر پڑھ چکے تو مین نے
کہا کہ مجھکو نصیحت کرو اوس جوان نے میری طرف سر اوٹھایا اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ہم آپ مصیبت والے ہین
ہمکو زبان نصیحت نہین ہے مین اونکے پاس تین دن رہا کہ نہ کھایا نہ پیا نہ سویا اور اون دونون نے بھی خواب
خورش کچھ نہ کی اوسکے بعد مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکو قسم دون کہ مجھکو کچھ نصیحت کرین شاید مجھکو
انکی نصیحت مفید ہو پس جوان نے اپنا سر اوٹھایا اور کہا کہ اے خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی صحبت
لازم رکھنا جسکے دیکھنے سے تجھکو خداے تعالی یاد آجاوے اور اوسکی ہیبت تیرے دل پر پڑے وہ تجھکو زبان
فعل سے نصیحت کرے زبان قول سے کچھ نہ کہے والسلام اب آپ تشریف لیجاوین پس جن لوگون
کے دل پر تعظیم اور اجلال غالب ہوتی ہے اونکے مراقبے کا حال ایسا ہوا کرتا ہے کہ اونمین گنجایش
اور چیز کی باقی ہی نہین رہتی - دوسرا درجہ اصحاب یمین مین سے پرہیزگارون کا ہے وہ وہ لوگ ہین کہ
اونکے دلون پر یہ بات تو یقینا غالب ہے کہ خداے تعالی ہمارے ظاہر و باطن پر مطلع ہے مگر ملاحظہ جلال
نے اونکو مدہوش نہین کیا بلکہ اونکے دل حد اعتدال پر باقی رہے اور اونمین گنجایش اس بات کی بھی رہی
کہ احوال اور اعمال پر التفات کرین مگر باوجود مواظبت اعمال کے مراقبہ سے جدا نہین ہوتے ہان اونپر
خداے تعالی سے حیا کا غلبہ ہے اسلیے اگر کسی کام کی جرات کرتے ہین تو توقف اور تامل کے ساتھ اور
اگر رکتے ہین تو تامل کے ساتھ اور جس بات سے کہ قیامت مین رسوائی ہو اوسکے گرد نہین پھرتے اسلیے
کہ وہ دنیا ہی مین خداے تعالی کو اپنے اوپر مطلع جانتے ہین تو قیامت کے انتظار کی کیا حاجت ہے

اور ان دونون درجون کے اختلاف کا حال مشاہدات سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص خلوت مین کوئی کام کرتا ہو اور اوسکے پاس لڑکا یا کوئی عورت آجاوے اور اوسکو معلوم ہو جاوے کہ میرے کام کی اطلاع اسکو ہو گئی تو وہ اوس سے حیا کرنے لگیگا اور اچھی طرح بیٹھ جاویگا اور ظاہر ہی کر لیگا اور عورت کی تعظیم کے باعث درستی نشست و برخاست کی نہین کرتا بلکہ حیا کے باعث کرتا ہے اسلیے کہ اوسکا مشاہدہ اگرچہ بدہوش و مستغرق نہین کرتا مگر حیا البتہ جوش مین لاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بادشاہ یا دوسرا بزرگ اوسکے پاس آجاتا ہے تو اوسکی تعظیم اتنا مستغرق کر دیتی ہے کہ تمام کامون کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ چھوڑنا حیا کے باعث نہین ہوتا بلکہ تعظیم کی جہت سے ہوتا ہے اسیطرح بندونکے مرتبے خدای تعالی کے مراقبے مین مختلف ہوا کرتے ہین اور جو شخص اس درجے مین ہوتا ہے وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے سب حرکات اور سکنات اور خطرات و لحظات اور سب اختیارات کو نگران رہے اور ان اشیا مین اوسکی دو نظرین ہونی چاہیین ایک عمل سے پہلے اور ایک عین عمل کے اندر پہلے عمل کے آگے دیکھنا چاہیے کہ جو مجکو ظاہر ہوا ہے اور جسکے واسطے میری خاطر نے حرکت کی ہے وہ امر خاص خدای تعالی کیواسطے ہے یا وہ ہوای نفس یا اتباع شیطان مین ہے اور جب تک یہ امر منکشف نہو تب تک اوس فعل کی مبادرت نکرے بلکہ ٹھہرا رہے پس جب نور الہی سے معلوم ہو جاوے کہ یہ امر خاص خدای تعالی کیواسطے ہے تو اوسکو کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ امر غیر اللہ کیواسطے ہی تو اوس سے باز رہے اور خدای تعالی سے شرم کرے پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ اوسکی رغبت اور میل اور قصد کیون کیا اور اوسکو اوسکے فعل کی بدی سمجھاوے کہ تو اپنی رسوائی مین سعی کرتا ہے اور اپنا دشمن ہے اگر خدای تعالی اپنی عظمت سے تلافی نفرماوے تو تیرا کہین ٹھکانا نہ لگے اور ابتدای امور مین یہ توقف ظاہر ہونے تک واجب و لازم ہے کسیکو اس سے مفر نہین اور حدیث مین آیا ہے کہ بندے کے لیے ہر حرکت مین گو ذرا سی ہی کیون نہو تین دفتر کھولے جاوینگے پہلے مین یہ ہوگا کہ یہ کام کیون کیا دوسرے مین ہوگا کہ کسطرح کیا تیسرے مین ہوگا کہ کسکے لیے کیا یعنی اول سوال ہوگا کہ تو نے جو یہ کام کیا تو اس لحاظ سے کہ اپنے آقا کے لیے کرنا چاہیے یا صرف اپنی شہوت کے میل سے اوسکی رغبت کی پس اگر اس سوال سے بچ گیا یعنی خدای تعالی ہی کیواسطے اوس کام کا کرنا ضرور تھا تو دوسرا سوال ہوگا کہ یہ کام کسطرح کیا یعنی ہر عمل مین خدای تعالی کے لیے شرط اور حکم جسکی مقدار اور وقت اور صفت بدون علم کے معلوم نہین ہوتی تو اوس سے کہا جاویگا کہ تو نے یہ کام علم یقینی سے کیا یا جہل اور گمان سے پھر اگر اس سوال سے بھی بچ گیا تو تیسرا سوال ہوگا کہ کسکے لیے عمل کیا یعنی

بار پرسش اخلاص کی ہوگی کہ خاص رضاء الٰہی کے لیے کیا ہو اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہ کو بنایا ہو تب تو
تیرا اجر خداے تعالی پر ہے اور اگر اپنے جی سے مخلوق کے دکھلانے کو کیا ہو تو اوسی سے جا کر اپنا اجر لے
اور اگر اسواسطے کیا ہے کہ کچھ دنیا اسکے باعث ملجاوے تو وہ ہم تجکو دے ہی چکے ہین اور اگر سہو و غفلت
کے ساتھ کیا ہے تو ثواب بھی جاتا رہا اور عمل بیکار اور سعی برباد ہو گئی اور اگر میرے غیر کیواسطے کیا ہو
تو مستحق میرے عذاب اور غصے کا ہوا اسلیے کہ تو میرا بندہ تھا اور میرا ہی رزق کھاتا تھا میری نعمتون مین
چین اوڑاتا تھا پھر دوسرے کے لیے عمل کرکے کیا معنی کیا تو نے میرا قول نہین سنا اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ اور اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ تیرا برا ہو کیا تو نے نہین سنا کہ مین فرمایا ہون اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ
الْخَالِصُ پس جب بندہ جانتا ہے کہ میرے پیچھے اتنے مطالبات اور جھڑکیان لگینگی تو وہ اپنے نفس کا
مطالبہ اوس بڑے مطالبے سے پہلے ہی کرنے لگتا ہے اور سوال کے جواب کی تیاری کر رکھتا ہے مگر
جواب کا ٹھیک ہونا چاہیے پس اگر کوئی کام شروع سے ہی کرے خواہ دوبارہ کرے دونون حالتون مین
تامل کے بعد کرے اگر ایک بار اونگلی ہلاوے وہ بھی بعد تامل کے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت معاذ رض سے فرمایا تھا کہ آدمی اپنی آنکھون کے سرمے اور گارا اوڑنے اور اپنے بھائی کا کپڑا
چھونے پر بھی پوچھا جاویگا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ پہلے اکابر کا دستور تھا کہ اگر کچھ صدقہ
کیا چاہتے تو تامل اور توقف کرتے اور اگر معلوم ہو جاتا کہ خدا کیواسطے ہے تو دیتے اور یہ بھی انہین کا
قول ہے کہ خداے تعالی رحم کرے اوس بندے پر جو اپنے قصد کے وقت ٹھہر جاوے پھر اگر خداے تعالی
کیواسطے وہ قصد ہو تو اوسکو پورا کرے اور اگر اوسکے سوا کسی اور کے لیے ہو تو تاخیر کرے۔ اور حدیث
سعد رض مین مذکور ہے کہ جب اونکو سلمان فارسی رض نے وصیت کی تو فرمایا کہ اپنے قصد کے وقت
خداے تعالی سے خوف کیا کر جب کبھی قصد کرے۔ اور محمد بن علی فرماتے ہین کہ ایماندار توقف کرنیوالا
اور تامل کرنے والا ہوتا ہے کہ اپنے قصد کے وقت توقف کیا کرتا ہے ایسا نہین ہوتا جیسا رات کو
لکڑیان جمع کرنے والا یعنی وہ جلدی مین خاک بلا سب اوٹھا لیتا ہے ایماندار ایسا نہین ہوتا۔ اس
مراقبے مین یہ اول نظر کا حال ہے اور اس سے بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ آدمی کو علم متین حاصل ہو
اور اسرار اعمال اور نفس کی غرضین اور شیطان کی مکر پر معرفت حقیقی موجود ہو پس جبتک کہ اپنے
نفس اور رب اور اپنے دشمن ابلیس کو نہ پہچانیگا اور یہ نہ پہچانیگا کہ ہواے نفس کے موافق کیا چیز ہے اور اون
اور اوس چیز مین جسکو خداے تعالی محبوب اور پسند کرتا ہے یعنی اوسکی نیت اور قصد اور فکر اور

حرکت و سکون مین سے کون سی خدای تعالی کے پسند ہی اور کونسی موافق ہوای نفس کے ہے اہل
تمیز نکریگا تب تک سلامت اس مراقبے مین نرہیگا بلکہ اکثر لوگ ایسے امور مین جو خدای تعالی کو برے
معلوم ہون مرتکب جہالت کے ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم اچھے کام کرتے ہین - اور یہ گمان
نکرنا چاہیے کہ جس چیز کو جاہل سیکھ سکتا ہے اوسمین اوسکا عذر جہالت پذیرا ہو بلکہ علم کا طلب کرنا سب
مسلمانون پر فرض ہو اور اسی جہت سے عالم کی دو رکعتین جاہل کی ہزار رکعتون سے افضل ہوتی ہین
کیونکہ وہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکرون اور اوسکے مغالطہ دینے کے مواقع سے واقف ہوتا ہے
اور ان سب کو نیست کر دیتا ہے اور جاہل اوسکو جانتا ہی نہین تو اوس سے احتراز کیسے کریگا بلکہ
ہمیشہ مشقت بھرا کریگا اور شیطان اوس سے خوش اور شادان رہیگا جہل و غفلت سے خدا بچاوے
تمام بدبختی اور خسارے کی جڑ یہی ہے پس اللہ تعالی کا حکم ہر بندے پر یہی ہے کہ جب کام کیواسطے
قصد کرے اور اعضا سے اوسکے لیے سعی کرے اپنے نفس کا نگران رہے اور فعل کے کرنے مین جلدی
نکرے یہانتک کہ نور علم سے ثابت ہو جاوے کہ یہ فعل خدا ہی کیواسطے ہی پھر اوسکا مباشر ہو اور اگر
ہوای نفس کے لیے ہو تو اوس سے باز رہے اور دل کو اوسکا فکر کرنے سے اور قصد کرنے سے جھڑک دے
کیونکہ باطل امر مین اگر اول ہی خطرے کو دفع نکیا جاویگا تو موجب رغبت ہوگا اور رغبت سے قصد
پیدا ہوگا اور پھر وہ قصد پکا ہو جاویگا اور اوسکے بعد فعل کا موجب ہوگا اور فعل موجب تباہی اور
غضب الہی کا ہوگا اسلیے چاہیے کہ شر کے مادے کی بیخکنی اول ہی سے کیجاوے یعنی خطرہ اول ہی کو
دفع کرنا چاہیے اسلیے کہ اور چیزین تو اوسکی تابع ہین اور جب بندے پر یہ بات مشتبہ ہو جاوے اور
منکشف نہو تو اوس بات مین نور علم سے فکر کرے اور خدای تعالی سے پناہ مانگے کہ بواسطہ ہوای نفس کے
شیطان کے جال مین نہ آجاوے اور اگر اپنی کوشش اور فکر سے کچھ نہ بن پڑے تو علمای دین کے نور سے
اقتباس کرے مگر ایسے علما کے پاس نجاوے جو گمراہ کرنے والے اور دنیا پر متوجہ ہونے والے ہین بلکہ
اون سے ایسا بھاگے جیسا شیطان سے بھاگے چنانچہ خدای تعالی نے حضرت داود علیہ السلام کی طرف
وحی بھیجی کہ میرے باب مین اوس عالم سے سوال مت کر جسکو محبت دنیا نے بدمست کر رکھا ہو وہ تجھکو
میری محبت سے علیحدہ کر دیگا ایسے لوگ میرے بندون کے راہزن ہین پس جو دل کہ دنیا کی محبت
اور کثرت طمع کے باعث چوپٹ اندھیرے ہین وہ خدای تعالی کے نور سے محجوب ہین اسلیے کہ چشمہ
دلایل کے نور سے حضرت ربوبیت ہے پس جو شخص کہ اوس سے پشت پھیر لیگا اوسکو نور کسطرح ہوگا
اور جو شخص کہ خدای تعالی کے دشمن پر متوجہ ہوگا اور جس سے خدای تعالی کو بغض اور غضب ہے یعنی

شہوات دنیا سے عشق پیدا کر لیگا تو اوسکو وہ تجلی کب ملیگی - پس ہمت مرید اول اسی باب میں مصروف ہونی چاہیے کہ علم اچھی طرح سیکھے اور عالم ایسا تلاش کرے کہ جو دنیا سے رو گردان یا اوسکی کم رغبت رکھنے والا ہو بشرطیکہ بالکل رو گردان عالم نہ ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی شبہات کے آنیکے وقت چشم بینا کو پسند کرتا ہے اور ہجوم شہوات کے وقت عقل کامل کو محبوب جانتا ہے دونوں باتوں کو آپ نے جمع فرما دیا کہ واقعی میں یہی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں جس شخص کی عقل ایسی ہو کہ شہوات سے نہ روکے اوسکو آنکھ پرکھنے والی شبہات کی نہوگی اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ قَارَفَ ذَنْبًا فَارَقَهُ عَقْلٌ لَا يَعُودُ اِلَيْهِ اَبَدًا یعنی آدمی کی عقل ضعیف ہو جاتی ہے جسکو گناہ کرنے سے فقدان ہو جانیکا کہ - اور آفات اعمال کی معرفت اس زمانے میں بالکل جاتی رہی ہے اسلیے کہ سب آدمیوں نے یہ علوم مفیدہ تو چھوڑ دیے اور جو خصومات کہ لوگوں میں بباعث شہوات برپا ہوتے ہیں اونکے درمیان پڑنے میں مشغول ہو کر اوسکا نام فقہ رکھا اور یہ علم جو دین کا فقہ تھا اوسکو علوم سے خارج کر دیا اور صرف فقہ دنیا ہی کو جسکا ہونا کوئی بات نہیں بلکہ صرف دفع کرنا شغلوں کا دلوں سے منظور تھا کہ فقہ دینی کے لیے فارغ ہو جاوین اور اور وجہ فقہ دنیا کی علوم دین میں ہونے کی یہی تھی کہ یہ فقہ ذریعہ فقہ دین کا تھا مگر لوگوں نے معاملہ بر عکس کر دیا - اور حدیث شریف میں ہے کہ تم لوگ آج ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو عمل کی طرف سبقت کرے اور ایک وقت تمپر عنقریب آویگا کہ اوسمیں تم میں سے بہتر وہ ہوگا جو توقف کرے اور اسی جہت سے چند صحابہ رض نے اہل عراق اور اہل شام سے لڑنے میں توقف کیا کہ اونپر امر مشتبہ ہو گیا حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن عمر اور اسامہ اور محمد بن مسلمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اونھیں لوگوں میں سے تھے جنھوں نے توقف کیا تھا پس جو شخص اشتباہ کے وقت توقف نکرے وہ اپنی خواہش کا پیرو اور خود رای اور اون لوگوں میں سے ہوگا جنکی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ اور جو شخص کسی شبہے میں بدون تحقیق خوض کرتا ہے وہ اس آیت کے خلاف کرتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اور اس حدیث کے بھی اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ اور ظن سے مراد اس حدیث میں ظن بدون دلیل کے ہے جیسے بعض عوام اشتباہ کی صورت میں اپنے دل سے فتوی لیتے ہیں اور اپنے ظن کے متبع ہو جاتے ہیں اور چونکہ یہ امر نہایت سخت ہے اسوجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دعا مانگا کرتے تھے

اَللّٰهُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنِی اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنِی اجْتِنَابَهٗ وَلَا تَجْعَلْهُ مُتَشَابِهًا عَلَیَّ فَاَتَّبِعَ الْهَوٰی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ امور تین طرح کے ہیں ایک وہ جسکا اچھا ہونا ظاہر ہو اوسکو کرنا چاہیے دوسرے وہ کہ برائی اوسکی ظاہر ہو اوس سے اجتناب کرنا چاہیے تیسرے وہ کہ مشتبہ ہو تو اوسکو اوسکے واقف کار کے سپرد کرنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَقُوْلَ فِی الدِّیْنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ غرضکہ علم اور امر حق کا ظاہر ہونا خداے تعالی کے بڑے انعاموں میں سے ہے بندوں پر اور ایمان بھی ایک قسم کے کشف اور علم کا نام ہے اور اسیوجہ سے خداے تعالی اپنے بندے پر منت رکھنے کے طور پر ارشاد فرماتا ہے وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا فضل سے مراد علم ہے اور فرمایا فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور فرمایا اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی اور فرمایا ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ اور فرمایا وَعَلَی اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ اور حضرت علی رضی فرماتے ہیں کہ ہواے نفس نابینائی کی شریک ہے اور حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہے اور یقین بہت عمدہ غم مٹانے والا ہے اور جھوٹ کا مآل پشیمانی ہے اور سچائی میں سلامتی ہے اور بہت سے بیگانے یگانوں سے قریب تر ہوتے ہیں اور جسکا کوئی حبیب نہو وہ غریب ہے اور صدیق وہ ہے جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بدظنی کو یا کسی حبیب کا چھپنا سمجھنا ہے اور کرم عمدہ عادت ہے اور حیا ہر احسان کا سبب ہے اور سب سے مضبوط تمسک کی چیز تقوی ہے اور بہت مضبوط متمسک سبب جسکو تو اختیار کرے وہ سبب ہے جو تجھ میں اور خداے تعالی میں ہو اور دنیا میں سے تیرا اوتنا ہی حصہ ہے جسقدر سے تو نے اپنا آخرت کا ٹھکانا درست کر لیا اور رزق دو طرح کے ہیں ایک جسکو تو تلاش کرتا ہے اور ایک جو تجھکو تلاش کرتا ہے کہ اگر تو اوس تک نہ پہنچے تو وہ تیرے پاس آ دیگا اور اگر تیرے پاس کی چیز پر کچھ مصیبت آوے اور اوسپر تو واویلا کرے تو ایسی چیز پر تو واویلا کر جو تجھ تک پہونچی ہی نہیں اور جو چیز نہیں ہوئی اوسپر اوس چیز سے قیاس کر لے جو ہو گئی اسواسطے کہ امور ایک ہی سے ہوتے ہیں اور جو چیز آدمی سے ہرگز فوت ہوتی اوسکے ملنے سے خوش ہوا کرتا ہے اور جس چیز کو کبھی نہ پا سکتا اوسکے جاتے رہنے سے ناخوش ہوا کرتا ہے پس جو کچھ تجھکو دنیا سے ملے نہ اوسپر خوش ہوا کر نہ ایسی چیز پر جو جاتی رہے افسوس کر بلکہ سرور اوس بات پر کر جو توشہ آخرت کر لیا ہو اور افسوس ایسی چیز پر کر جو تو پیچھے چھوڑ دے اور آخرت میں مشغول رہا کر اور موت کے بعد کی فکر کیا کر۔ اور ہماری غرض ان جملوں کی نقل سے ایک جملہ ہے یعنی حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہے

الٰہی دکھلا مجھکو حق کو حق اور روزی کر مجھکو اوسکی پیروی اور دکھلا باطل کو باطل اور روزی کر اوس سے بچنا اور نہ کر اوسکو مشتبہ مجھ پر کہ ہوائے نفس کی پیروی کروں ۱۲

الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ دین میں بے جانے کچھ کہوں ۱۲

اس صورت مین مراقبہ کرنے والے کی نظر اول قصد اور حرکت پر ہونی چاہیے کہ وہ خدای تعالی کے لیے ہے یا اپنی ہوای نفس کے واسطے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ جسمین وہ ہووین اوسکا ایمان کامل ہوا اول یہ کہ خدای تعالی کے معاملات مین ملامتگرون کی ملامت سے خوف نکرے دوم یہ کہ اپنے کسی عمل سے ریا نکرے سوم جب اوسکو دو امر پیش آوین ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا تو آخرت کو دنیا پر اختیار کرے۔ اور جب اوسکو کوئی اپنا عمل ایسا معلوم ہو کہ مباح تو ہے مگر اوسمین کچھ فائدہ نہین تو اوسکو ترک کرے اسلیے کہ حدیث شریف مین ہو من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ دوسری نظر مراقبہ کی عمل کے شروع کے وقت ہوتی ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ کیفیت عمل کا طالب ہو تا کہ خدای تعالی کا حق اوسمین ادا کرے اور اوسکے پورا کرنے مین نیت کو درست کرے اور اوسکی صورت کامل کرے اور اکمل ترین وجہ پر حتی الامکان بجا لاوے اور یہ بات اپنے سب احوال مین لازم کرے اسلیے کہ سب احوال مین کوئی نہ کوئی حرکت اور سکون سے تو خالی نہین ہوتا پس اگر سب امور مین خدای تعالی کا مراقبہ کریگا تو اللہ تعالی کی عبادت نیت اور فعل اور رعایت آداب کے ساتھ قادر ہو جاویگا مثلا اگر بیٹھا ہو تو چاہیے کہ قبلہ رخ بیٹھے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خیر المجالس ما استقبل بہ القبلۃ اور چار زانو نہ بیٹھے اسواسطے کہ بادشاہون کے سامنے بیٹھنے کی یہ صورت نہین تو بادشاہ حقیقی جو اسکے حال کو دیکھتا ہے اسکے سامنے کیسے چار زانو بیٹھیگا حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ مین ایک دفعہ چار زانو بیٹھ گیا پھر ایک ہاتف کو سنا کہ کہتا ہے کہ بادشاہون کے سامنے تو اسطرح بیٹھا کرتا ہے اسکے بعد مین کبھی چار زانو نہین بیٹھا اور اگر سوے تو اپنے داہنے ہاتھ پر قبلہ رخ ہو کر سووے اور تمام آداب جو ہم اپنے اپنے موقعون پر لکھ آئے ہین سب امور مین ہر ایک کا لحاظ رکھے یہ باتین داخل مراقبہ ہین بلکہ اگر پاخانہ پھرنے بیٹھیگا اوسکے آداب کی رعایت کریگا تو یہ بھی مراقبے کا کمال ہے حاصل یہ کہ بندہ تین حال سے خالی نہین یا طاعت مین ہوگا یا معصیت مین یا مباح مین اور ان تینون حالتون کے لیے تین مراقبے ہین جو طاعت ہو تو مراقبہ یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ ادا کرے اور کامل کرنا اور آداب کا لحاظ کرنا اور آفات سے بچانا پیش نظر رکھے اور اگر معصیت ہو تو اوسکا مراقبہ توبہ اور ندامت اور باز رہنا اور حیا اور اوسکے کفارہ مین مشغول ہونے سے کرے اور اگر مباح مین ہو تو اوسکا مراقبہ ادب کی رعایت سے ہے کہ منعم کی نعمت کا شکر کرے اور بندہ اپنے تمام احوال مین بلا سے خالی نہین جسپر صبر کرنا ضروری ہے اور نعمت سے خالی نہین جسکا شکر کرنا چاہیے یہ بھی مراقبے ہی کی بات ہے بلکہ بندے کو ہر حال مین اللہ تعالی کا

ایک فرض ہی خواہ وہ فعل ہے جسکا کرنا اوسکو لازم ہے یا امر ممنوع ہے جسکا چھوڑنا ضروری ہے یا مستحب ہے کہ اوسپر اسلیے برانگیختہ کیا جاتا ہے تاکہ مغفرت الٰہی کیطرف سبقت کرے اور بندگان خدا پر فضیلت حاصل کرے یا امر مباح ہے کہ اوسمین اسکے جسم و دل کی درستی ہے اور بجا آوری طاعت مین اوس سے مدد ملتی ہے اور انمین سے ہر ایک کے لیے حدود ہین جنکی رعایت دوام مراقبہ کے لیے ضرور ہے ورنہ جو کوئی خداے تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کریگا وہ اپنے ہی واسطے برا کریگا۔ تو بندے کو چاہیے کہ تمام اوقات مین ان تینون قسمون مین اپنے نفس کو جو چاہیے جبکہ فرائض سے فارغ ہو جاے اور نوافل پر قادر ہو تو چاہیے کہ افضل اعمال کی تلاش کرے تاکہ اوسمین مشغول ہو اسلیے کہ جو شخص کہ زیادہ نفع حاصل کرنے پر قادر ہو کر چھوڑ دے تو وہ نقصان اوٹھاویگا اور جتنی فضیلت جس عمل مین ہوگی نفع اوسیقدر ملیگا اسلیے بندہ اپنی دنیا مین سے آخرت کے لیے لیوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اور یہ سب باتین ایک ساعت کے صبر مین ہو سکتی ہین اسلیے کہ ساعتین تین ہین ایک وہ جو گذر گئی اوسمین تو کچھ مشقت کرنی ہی نہین پڑتی کسیطرح وہ گذری ہو مصیبت مین خواہ آرام مین ایک ساعت وہ ہی جو آئندہ آویگی اوسکا حال بندے کو معلوم نہین کہ جیتا رہیگا یا نہین اور نہ یہ معلوم ہے کہ خداے تعالیٰ اوسمین کیا حکم کریگا اور ایک ساعت وہ ہی جسمین بندہ موجود ہے تو چاہیے کہ اوسمین ایک ساعت مین جسکو زمانہ حال کہتے ہین اپنے نفس پر مجاہدہ اور مراقبہ خداے تعالیٰ کا کرے اسلیے کہ اگر اوسکو دوسری ساعت نہ ملی تو اس ساعت کے جاتے رہنے کا افسوس تو نہوگا اور اگر دوسری ساعت ملی تو اوسمین بھی اپنا حق اوسیطرح لیوے جیسا اول ساعت سے لیا اور اپنی زیست کی توقع پچاس برس کی نہ ٹھیرائے کہ یہین گھبرانے لگے کہ اتنے دنون تک مراقبہ کرونگا یا اپنے آپ کو اوسی گھڑی کا مہمان جانے اور سمجھے کہ گویا یہ آخری سانس ہین اور عجب بھی نہین کہ آخری ہی سانس ہون اور اوسکو معلوم نہو اور جب ایسی ساعت کا آخری ہونا ممکن ہے تو چاہیے کہ اوسمین ایسے حال پر رہے کہ اگر بالفرض موت اوسی حال مین آجاوے تو اپنے مرنے کو اوس حال مین برا نجانے یا سب احوال اوسکے اوسیطرح پر رہین جو حضرت ابوذر رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن تین ہی باتونکا طامع ہوتا ہے یا توشۂ آخرت کا یا درستی معاش کا یا جائز چیز کے چکھنے کا اور ایک حدیث اور بھی ہے اور منقول ہی جسمین اسیطرح کا مضمون ہے یعنی عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہیین ایک تو وہ کہ جسمین اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ اوسمین اپنے نفس کا حساب لے اور ایک وہ کہ اوسمین خداے تعالیٰ کی صنعت مین فکر کرے اور ایک وہ کہ اوسمین کھانے پینے کے لیے فارغ ہو۔ اسلیے کہ

اس باعث سے اوسکو باقی ساعتون پر پردہ ہوگی - پھر یہ ساعت جسمین آدمی کے اعضا کھانے پینے مین مصروف ہون یہ بھی کسی ایسے عمل سے جو افضل اعمال ہو خالی رہنی نہین چاہیے اسمین بھی ذکر اور شکر کرنا چاہیے یعنی جس کھانے کو مثلاً کھاتا ہے اوسمین اتنے عجائبات ہین کہ اگر اونمین فکر کرے اونکو سمجھے تو بہت سے اعضا کے اعمال سے یہ فکر افضل ہو اور اس باب مین لوگون کی چار قسمین ہین اول وہ لوگ ہین جو کھانے کو بچشم عبرت دیکھتے ہین کہ کیسے عجیب صنعت سے مخلوق ہوا ہے جانورون کی زندگی اس کیسی متعلق ہوگی ہے اور اللہ تعالی نے اسکے لوازم کسطرح مقرر فرمائے ہین اور بھوک کو پیدا کیا اور بھوک کے لوازم جو اوسکے مسخر ہین اونکو بنایا چنانچہ اونمین بعض کی تفصیل ہم باب الشکر مین لکھہ آئے ہین پس یہ فکر ارباب دانش کو ہوتی ہے دوسرے وہ لوگ ہین جو کھانے کو غصہ اور مکروہ جاننے کی نظر سے دیکھتے ہین اور صرف ضرورت کی وجہ کا لحاظ کرتے ہین اور یہ پسند کرتے ہین کہ کسیطرح اس سے مستغنی ہو جائین مگر کیا کرین کہ شہوات کے باعث مقہور اور مجبور ہین یہ نظر زاہدون کی ہے تیسرے وہ لوگ ہین جو صنعت صانع کو دیکھکر اوس سے صفات صانع اور خالق پر ترقی کرتے ہین پس خدا کا دیکھنا ہی اونپر دروازہ فکر وا کرتا ہے اور یہ نظر سب مین اعلی ہے یہ مقامات عارفین اور محبون کی علامات مین سے ہین اسلیے کہ محب جب اپنے حبیب کی صنعت اور کتابت اور تصنیف دیکھتا ہے تو صنعت کو بھولکر اوسکا دل صانع مین مشغول ہو جاتا ہے اور بندہ جس چیز مین فکر کرے اوسمین خداے تعالی کی صنعت موجود ہے پس اوس سے صانع کیطرف نظر کرنے کی بہت گنجائش ہے بشرطیکہ ملکوت کے دروازے اوسپر مفتوح ہون اور یہ بات بہت کمیاب ہے چوتھی قسم وہ لوگ ہین کہ کھانے کو نظر رغبت اور حرص سے دیکھتے ہین کہ اگر اوسمین سے کچھ جاتا ہے تو اوسپر افسوس کرتے ہین اور اگر سامنے آوے تو خوش ہوتے ہین اور جو چیز اوسمین سے اونکی مرضی کے موافق نہو اوسکو برا کہین اور اوسکے بنانے والے یعنی پکانے والے کی برائی کرین اور یہ نہین جانتے کہ فاعل حقیقی اس چیز کا اور اس چیز کے پکانے والے کا اور اوس باورچی کی قدرت و عقل کا خداے تعالی ہی ہے اور جو شخص خدا کی مخلوق مین سے کسی چیز کو بدون اجازت الٰہی برا کہے وہ خداے تعالی کو برا کہتا ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دہر کو گالی مت دو اسلیے کہ خداے تعالی ہی دہر ہے پس یہ دوسری نگاہداشت ہے کہ اعمال پر مدام مراقبہ رکھے اور اسکی شرح بہت طویل ہے مگر جسقدر ہم نے لکھا ہے اوسقدر سے اصول پر آگاہی ہوتی ہے بشرطیکہ آدمی اصول کی مضبوطی

تیسرا مقام بعد عمل کے نفس سے حساب لینے کا اسمین بھی دو بیان ہین

بیان اول محاسبے کی فضیلت مین اللہ تعالی فرماتا ہے یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

(۱) مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

(۲) ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر جی کہ کیا بھیجا کل کے واسطے

اس آیت مین گذشتہ اعمال پر محاسبہ کرنیکا اشارہ ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ اپنے
نفسون سے حساب لو پہلے اس سے کہ تم سے حساب لیا جاوے اور اونکو جانچو پیشتر اس سے کہ تمہاری جانچ
کیجاوے اور حدیث مین ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ
مجھکو کچھ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ کیا تو وصیت چاہتا ہے اوسنے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ جب تو
کسی امر کا قصد کرے تو اوسکے انجام کو سوچ لے اگر وہ اچھا ہو تو کر اور اگر برا ہو تو اوس سے باز آ۔ اور ایک
حدیث مین ہے کہ عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہیین ایک ساعت نفس کے حساب کو
لیے ہونی چاہیے اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
اور توبہ اسی کا نام ہے کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد اوسپر نظر ندامت سے دیکھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ اور اللہ تعالی
فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ
اور حضرت عمر رض جب رات ہوتی تو اپنی ٹانگون پر درے لگاتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تو نے
آج کیا کیا اور میمون بن مہران فرماتے ہین کہ بندہ متقین سے نہین ہوتا جبتک کہ اپنے نفس سے
اسطرح حساب نکرے جسطرح شریک سے کیا کرتے ہین اور دو شریک آپسمین حساب بعد عمل کے کیا کرتے ہین
اور حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اونکی مرنیکے وقت ارشاد فرمایا کہ لوگون مین
سے مجکو عمر سے زیادہ کوئی محبوب تر نہین پھر اون سے پوچھا کہ مین نے کیا کہا حضرت عائشہ رض
نے آپکا قول کہدیا آپ نے فرمایا کہ یہ نہین بلکہ میرے نزدیک عمر سے زیادہ کوئی عزیز نہین
تو دیکھو کلام سے فارغ ہونے کے بعد کیسے آپ نے تامل کیا اور اوسکی جگہ دوسرا جملہ بدل دیا
اور حضرت ابوطلحہ کے حال مین مروی ہے کہ جب اونکو نماز مین پرند کا خیال ہوا تو سوچ کر اپنا
باغ صدقہ کر دیا یعنے ندامت اوس فعل کی اتنی ہوئی کہ باغ دے ڈالا اس توقع پر کہ خدا تعالی
اسکے عوض مین اور دیگا اور حضرت ابن سلام رض کے حال مین ہے کہ اونھون نے ایک لکڑیونکا
بوجھا اوٹھایا اونسے کسی نے عرض کیا کہ آپکے یہان غلام تو تھے جو اس کام کو کرتے آپ نے فرمایا
کہ مین اپنے نفس کا امتحان چاہتا ہون کہ اس امر کو برا تو نہین جانتا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین
کہ مومن اپنے نفس پر ناظم ہوتا ہے خدا تعالی کے واسطے اوس سے حساب لیا کرتا ہے اور اون لوگون پر حساب
ہلکا ہوگا جنھون نے دنیا مین اپنے نفسون سے حساب لیا اور قیامت کو سخت حساب اون لوگون پر ہوگا جنھون نے
اس کام کو بے محاسبہ لیا پھر آپنے محاسبہ کی تفسیر فرمائی کہ مومن پر اچانک کوئی بات آتی ہے کہ اوسکو اچھی معلوم ہوتی

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

تو کہتا ہے کہ تو تو مجھے اچھی لگتی ہے اور میرے کام کی ہے مگر کیا کیجیے کہ تجھ میں اور مجھ میں آڑ کر دی گئی ہے
اور یہ حساب عمل سے اول ہوتا ہے پھر آپ نے فرمایا اور بعض اوقات مومن آدمی سے کوئی تقصیر
ہو جاتی ہے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا ارادہ اس سے کیا ہے بخدا
اسکے لیے میرا عذر نہ مانا جاویگا اور اسکی طرف میں کبھی عود کر نہ دیکھونگا انشاء اللہ۔ اور انس بن مالک رض
سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر رض اور میں باہر نکلے آپ ایک باغ میں چلے گئے اور میرے اور آپکے
درمیان ایک دیوار حائل تھی میں نے سنا کہ آپ باغ میں یوں فرماتے تھے کہ کیا خوب عمر بن خطاب
امیر المومنین ہے بخدا اگر تو خدا سے خوف کرتا رہ ورنہ وہ تجھکو بیشک عذاب دیگا۔ اور حضرت حسن رح
نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں ارشاد فرمایا قولہ تعالیٰ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ کہ مومن ہمیشہ اپنے
نفس پر عتاب کرتا رہتا ہے کہ میرا ارادہ اس کلمہ سے کیا تھا اور مقصود اس کھانے سے کیا اور اس
پینے سے کیا مطلب تھا اور بدکار بے فکر گذرتا ہے کبھی اپنے نفس کو عتاب نہیں کرتا۔ اور مالک بن
دینار رح فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ رحم کرے اوس بندہ پر جو اپنے نفس سے یوں کہے کہ تو فلانی قصور والا
نہیں تو فلان خطا والا نہیں پھر اوسکو مہار دے اور کتاب اللہ کا تابع کر دے کہ وہی اوسکا امام ہو
اور یہ قول داخل معاتبہ نفس میں ہے چنانچہ اپنے محل پر اوسکا ذکر ہوگا۔ اور میمون بن مہران رح
کہتے ہیں کہ صاحب تقوی آدمی اپنے نفس کا حساب بادشاہ ظالم اور بخیل شریک سے زیادہ کیا کرتا ہے اور ابراہیم
تیمی رح فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو جنت میں ایک صورت بنا کر اوسکے پھل کھاتے اور شہد پیتے
اور نہروں سے پانی پیا اور وہان کی کنواریوں کو گلے لگایا پھر ایک صورت اوسکی بنائی اور دوزخ
میں گیا وہان کی غذا کھائی اور پانی پیپ وغیرہ کا پیا اور طوق اور زنجیرین پہنی پھر اپنے نفس
سے میں نے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے اوسنے کہا کہ اب میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں واپس کیا جاؤں
تاکہ نیک عمل کرون میں نے کہا کہ تیری آرزو موجود ہے یعنی ابھی دنیا ہی میں ہے تو نیک عمل کیا کر
اور مالک بن دینار رح فرماتے ہیں کہ میں نے خطبہ حجاج کا سنا کہ وہ کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ رحم کرے اوس
بندہ پر کہ اپنے نفس کا حساب لو قبل اسکے کہ حساب دوسرے کے قبضہ میں چلا جاوے اور اوس
بندہ پر رحم کرے جو اپنے عمل کی باگ تھامے اور تامل کرے کہ اس سے میری مراد کیا ہے اور اوسپر رحم کرے
جو اپنی پیمانہ پر نظر کرے اور اوسپر جو اپنی میزان پر نظر کرے پس حجاج نے اسیطرح اتنی لوگوں کا نام لیا کہ مجھکو رلا دیا
اور احنف بن قیس کا ایک رفیق بیان کرتا ہے کہ میں اونکے ساتھ رہا کرتا تھا آپکا دستور تھا کہ رات کو نماز کی جگہ
دعا مانگتے اور چراغ کے پاس جاکر اوسکے شعلہ میں اپنی اونگلی رکھتے جب آگ کی حرارت اوسکو معلوم ہوتی تو اپنے

نفس سے کہتے کہ اے خبیث فلان روز تجھے کیا ہوا تھا کہ وہ کام کیا اور فلان روز تو نے فلان کام کس باعث سے کیا

دوسرا بیان بعد عمل کے محاسبے کی حقیقت واضح ہو کہ جسطرح یہ ضرور ہے کہ بندے کیواسطے شروع دن مین ایک ایسا وقت ہو جسمین وہ اپنے نفس سے شرائط کر لیا کرے اور اوسکو حق کی وصیت کیا کرے اسیطرح یہ بھی چاہیے کہ آخر روز مین ایک ایسی ساعت ہو کہ اوسمین نفس سے بازپرس اور محاسبہ اوسکی حرکات و سکنات کا کیا کرے جیسے دنیا مین سوداگر اپنے شریکون سے سال کی تمامی یا مہینے یا دن کی تمامی پر کیا کرتے ہین اس حرص سے کہ متاع دنیا کہین تلف نہو جاوے حالانکہ اگر وہ حاصل بھی رہے تو انکے حق مین اوسکا جانا بہتر ہے اور اگر بالفرض ملی تو صرف چند روز رہنے کی پس جب ایسی فانی چیز کو اتنا کچھ کرتے ہین تو عاقل آدمی ایسی چیزون کا محاسبہ اپنے نفس سے کسطرح نکریگا جن پر بدبختی اور سعادت کا اندیشہ ابد الآباد کے لیے ہے آہین اگر کوئی سستی کرے تو محض غفلت اور قلت توفیق کے باعث ہے اور شریک سے حساب کتاب سے یہ غرض ہوتی ہے کہ راس المال کو دیکھا جاوے پھر نفع اور نقصان کو دیکھا جاوے تاکہ کمی بیشی کا حال معلوم ہووے پس اگر کچھ فائدہ ہو تو اوس سے لے لیا اور شکر اوسکی کارگذاری کے ہووے اور اگر ٹوٹا ہوا تو اوس سے بھر لیا اور آیندہ کو اوسکی تلافی کرائی اسیطرح بندے کا راس المال دین مین فرائض ہین اور اوسکا فائدہ نوافل اور مستحبات ہین اور ٹوٹا معاصی ہین اور وقت اس تجارت کا تمام دن ہے اور اس تجارت مین کارندہ نفس امارہ ہے تو اول اوس سے فرائض کا حساب لینا چاہیے کہ جیسا چاہیے تھا ویسا اونکو ادا کیا ہے یا نہین صورت اول مین خدا کا شکر کرنا چاہیے اور نفس کو رغبت دلانی چاہیے کہ ایسے ہی کیا کرے اور اگر اصل سے ہی نہ ادا کیا ہو تو اوس سے مطالبہ اونکی قضا کا کرے اور اگر ناقص طور پر ادا کیا ہو تو اوسکے نقصان کا جبر نوافل سے کرانا چاہیے اور اگر مرتکب معصیت ہوا ہو تو اوسکی سزا اور عذاب اور عتاب مین مشغول ہو تاکہ جو جو قصور اوسنے کیا ہو اوسکا تدارک اچھی طرح کرے جسطرح سوداگر اپنے شریک سے کیا کرتا ہے اور جیسے دنیا کے حساب مین کوڑی کوڑی اور دمڑی دمڑی کی تلاش کیجاتی ہے اور زیادتی اور نقصان کے بدات یاد کر لیے جاتے ہین تاکہ کسی چیز مین غبن کارندے کا نہ ہونے پاوے اسیطرح چاہیے کہ نفس کے غبن اور مکر سے بھی احتراز کیا جاوے کہ یہ بڑا مکار دھوکے باز ہے اول اوس سے تمام دن کی گفتگو کا جواب صحیح طلب کرے اور اپنے آپ وہ حساب اوس سے لے جو میدان قیامت مین اوس سے کوئی اور لیگا اسیطرح نظر کا حساب لے اور خطرون اور فکرون اور نشست و برخاست اور کھانے اور پینے اور سونے کا حساب لے یہان تک سکوت کا جواب طلب کرے کہ چپ کیون ہوا اور سکون کی بازپرس کرے کہ کیون ساکن ہوا پس جب کہ سب باتین جو نفس پر واجب ہین معلوم کر لین اور صحیح

جان لیا کہ ان واجبات میں سے نفس نے اسقدر ادا کیا تو جسقدر باقی ہے اوسکو اپنے صفحۂ دل پر لکھ لے
جیسے کارندے کے ذمہ جو باقی نکلتی ہے وہ اوسکے حساب میں لکھ لیجاتی ہے اور دل پر باقی مقرر
ہوتی ہے پھر نفس بھی قرضدار ٹھہرا اوس سے قرضوں کا وصول کرنا ممکن ہے بعض تاوان سے اور
کچھ وہی شئے پھر دینے سے اور کچھ اوسکو سزا دینے سے وصول ہو سکتے ہیں مگر وصول کے لیے حساب کا
صحیح ہونا اور جسقدر باقی ہے اوسکے ذمہ واجب الادا نکلا اوسکا جدا ہونا ضرور ہے پھر جب حساب ہو چکے اور باقی
ٹھیک ٹھیک نکل آوے تب اوس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہیے پھر مناسب ہے کہ اوس سے حساب
تمام عمر کے دن دن اور گھڑی گھڑی کا سب اعضاے ظاہری اور باطنی میں لیا جاوے چنانچہ توبہ بن صمہ کے
حال میں لکھا ہے کہ وہ موضع رقہ میں تھے اور اپنے نفس کا حساب کیا کرتے تھے ایک روز اونہوں نے
اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس کی نکلی اوسکے دن گنے تو اکیس ہزار پانسو دن ہوئے ایک بار کی
چیخ ماری کہ ہائے افسوس بادشاہ حقیقی سے اکیس ہزار پانسو گناہ سے ملونگا اور جب ہر روز دس ہزار گناہ
ہونگے تو کیا کرونگا پھر بیہوش ہو کر گر پڑے معلوم ہوا کہ وفات پائی لوگوں نے سنا کہ کوئی کہنے والا
کہتا ہے کہ اب فردوس بریں کو چلا جا پس اسی طرح آدمی سانسوں کا حساب لیا کرے اور جو نافرمانی
قلب اور اعضا سے سرزد ہوئی ہو اوسکا حساب کرے اور اگر بندہ ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک کنکر
ڈال دیا کرے تو اوسکا گھر تھوڑے سے ہی دنوں میں بھر جاوے اتنی خطائیں کرتا ہے مگر گناہوں کی یادداشت
میں تساہل کرتا ہے حالانکہ دونوں فرشتے اوسکے گناہ اوسپر لکھتے جاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے احصاہ اللہ ونسوہ

قولہ احصاہ اللہ ونسوہ — اللہ نے شمار کر رکھا اور وہ بھول گئے ہیں

چوتھا مقام نفس پر بعد قصور کے سزا کرنے کا ہے جب آدمی اپنے نفس کا حساب لے اور ارتکاب گناہ اور
قصور سے سالم نہ ہوا اور خدا تعالی کے حقوق میں اوسکی سستی ثابت ہو تو چاہیے کہ اوسکو مہلت نہ دے
اسلیے کہ اگر مہلت دیگا تو گناہ کرنا اوسپر آسان ہوگا اور معاصی سے اوسکو ایسا انس ہوگا کہ پھر
باز آنا دشوار ہوگا اور یہی امر موجب اوسکی تباہی کا ہو جاویگا بلکہ یوں چاہیے کہ ایسی صورت میں اوسکو
سزا دے مثلاً اگر اقتضاے شہوت سے کوئی لقمہ شبہہ کا کھالے تو شکم کو بھوک کی سزا دے اور اگر غیر محرم
دیکھا ہو تو آنکھ کی سزا یہ کرے کہ کچھ نہ دیکھنے دے اسیطرح ہر عضو کی سزا یہی دے کہ جس چیز کی طرف اوسکی
رغبت ہو اوس سے اوسکو روک دے سالکین طریق آخرت کا دستور ایسا ہی تھا چنانچہ منصور بن ابراہیم
ایک عابد کا حال لکھتے ہیں کہ اونے ایک عورت سے باتیں کیں رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اوسکی ران پر
رکھدیا پھر نادم ہو کر وہی ہاتھ آگ پر رکھدیا کہ جلکر کباب ہو گیا اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایک شخص تھا کہ اپنے عبادتخانے میں عبادت کیا کرتا اسیطرح مدت تک رہا ایک روز باہر نظر کی

اور ایک عورت کو دیکھکر اوسپر عاشق ہوا اور قصد فاسد دل میں لایا اور اپنا پاؤن باہر نکالا تاکہ اوتر کر
اوسکے پاس جائے رحمت ازلی جو اوسکی مصاحب ہوئی اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں کیا حرکت کرتا ہون
غرضکہ اوسکا نفس اکڑ ہو گیا اور خداے تعالی نے اوسکو بچا لیا پھر اپنے کیے پر نادم ہوا جب چاہا کہ پاؤن
جو باہر نکالا تھا اندر پھیر لے تو کہا کہ یہ کہان ہو سکتا ہے کہ جو پاؤن خداے تعالی کی نافرمانی کے لیے باہر
نکالا تھا وہ میرے ساتھ پھر اندر آوے یہ بجائے اسکے کبھی نہوگا پھر اوس پاؤن کو باہر ہی لٹکا چھوڑ دیا
مینہ اور برف اور پالا اوسپر پڑا اور دھوپ لگی لگتے لگتے وہ پاؤن کٹ کر گر پڑا اللہ تعالی اوسکی اس توبہ سے خوش ہوا
اور اوسکا ذکر اپنی بعض کتابون میں فرمایا اور حضرت جنید رح سے مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ
مین نے ابن کریبی سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک رات مجکو حاجت غسل ہوئی اور جاڑونکی رات تھی
مین نے دیکھا کہ میرا نفس نہانے سے ستاتا ہے اور سستی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اتنا ٹھہر جاؤن کہ صبح ہو جائے
اور پانی گرم کر لون یا حمام میں نہالون نفس پر شفقت نکرون مین نے کہا کیا خوب مین نے تمام عمر خداے تعالی
کا کام کیا اور اوسکا مجھ پر حق واجب ہے وہ جلدی کرنے مین تو مجکو [illegible] ملیگا اور توقف اور تاخیر مین ملیگا
مجھے بھی قسم ہے کہ ابھی گدڑی سمیت نہاؤنگا اور بدن سے نہین اوتارونگا اور اوسکو نچوڑونگا نہین اور دھوپ
مین سوکھاونگا اور روایت ہے کہ غزوان اور حضرت ابو موسی رض ایک ساتھ کسی جہاد مین تھے کوئی
عورت ظاہر ہوئی غزوان نے اوسکی طرف دیکھا پھر اپنا ہاتھ اوٹھا کر آنکھ پر ایسا طمانچہ مارا کہ ورم
کر گئی اور کہا کہ تو ایسی چیز کو دیکھتی ہے جو تیرے ضرر ہو اور کسی شخص نے ایک عورت کی طرف ایک نظر ڈالی
اوسکے کفارے مین اپنے نفس پر التزام کر لیا کہ ٹھنڈا پانی عمر بھر نہ پئیگا پھر ہمیشہ گرم پانی پیا کرتے تاکہ
نفس پر عیش تلخ رہے اور منقول ہے کہ حسان بن سنان ایک بالاخانہ پر گذرے اور کہا کہ یہ کب بنایا
پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوے اور کہا کہ بیفائدہ سوال کیون کرتا ہے تیری سزا یہ ہے کہ مین تجھے روزہ
رکھونگا چنانچہ سال بھر کے روزے رکھے اور مالک بن ضیغم کہتے ہین کہ رباح قیسی آئے میرے والد کو پوچھتے
ہوے بعد عصر کے آئے ہم نے کہا کہ وہ سوتے ہین اونھون نے فرمایا اسوقت سوتے ہین یہ وقت
سونے کا ہے پھر چلے گئے تو ہم نے اونکے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کہین تو اونکو جگا دین
وہ آدمی پھر آیا اور کہا کہ وہ اور ہی دھن میں تھے میری بات سمجھنے کی اونکو فرصت نہ تھی میں نے دیکھا
کہ وہ قبرستان میں گئے اور اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا کہ تو نے یہ کہا کہ یہ سونیکا وقت ہی کیا ہے
تو یہ کہتا وہ پوچھتا تھا جسوقت آدمی چاہے سوئے تو کون ہے اور تو کیا جانے کہ یہ سونیکا وقت نہین
تو نے ایسی بات کیون کہی جو تو نہین جانتا اب خبردار ہو کہ مین خداے تعالی سے پکا عہد کرتا ہون اسکا

کبھی نہیں توڑونگا کہ تجھکو سونے کیواسطے برس دن تک زمین پر کمر نہ لگانے دونگا بشرطیکہ کوئی مرض حائل نہو
اور بعض یمن میں فتویٰ دیتا اور ایسے پچھتاتے تھے شرم نہیں آتی کب تک اور ونکو چھوڑ گیا اور اپنی گمراہی سے باز نہ آویگا
یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور اونکو خبر نہ تھی کہ میں بھی وہاں ہوں جب میں نے اونکا
یہ حال دیکھا تو اونکو اسی کیفیت سے چھوڑ کر واپس آیا۔ اور تمیم داری سے منقول ہے کہ وہ ایک رات
سو گئے اور تہجد کو نہ اوٹھے اس خطا کی عوض نفس کی سزا یہ دی کہ برس روز تک شب بیداری کی اور
خواب کو ناجائز کر لیا۔ اور حضرت طلحہ رضی سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک دن چلا اور اپنے کپڑے
اوتار کر دھوپ کے دنوں میں کنکروں پر خوب لوٹا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اے رات کے مردار
اور دن کے بیکار لے مزا چکھ آتش جہنم میں اس سے بھی زیادہ حرارت ہوگی اسی اثنا میں اوسکی نظر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی جو ایک درخت کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے آپکی خدمت اقدس میں حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ میرا نفس مجھ پر غالب ہو گیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو علاج تو نے کیا اوسکے سوا کیا
اور کوئی چیز تجھکو کافی نہ ہوگی تیرے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اللہ تعالیٰ ملائکہ سے تیرے
باعث فخر کرتا ہے پھر آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اپنے اس بھائی سے توشہ لے لو پس لوگ
ہر طرف سے اوسکو کہنا شروع کیا کہ میاں ہمارے لیے بھی دعا کرو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ان سب کے لیے دعا کر اوس شخص نے کہا کہ الٰہی تقویٰ کو انکا توشہ بنا اور ہدایت پر انکا کام کو جمع کر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ الٰہی تو اسکو راہ راست پر کر تب اوس شخص نے کہا کہ الٰہی جنت
انکا ٹھکانا کر۔ اور حذیفہ بن قتادہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے کسی سے پوچھا کہ شہوات نفس میں تم اپنے
نفس سے کیا معاملہ کرتے ہو اوس نے کہا کہ روئے زمین پر ایسا کوئی نفس نہیں جسکے ساتھ مجھکو اتنا بغض ہو
جتنا اپنے نفس سے ہے پھر بھلا میں اوسکو اوسکی خواہش کیونکر دینے لگا تھا۔ اور ابن سماک رح حضرت
داؤد طائی رح کے یہاں اوس وقت گئے کہ آپکی روح پرواز کر گئی تھی اور آپ گھر کے اندر زمین پر پڑے
ہوئے تھے اونھوں نے اونکو دیکھکر فرمایا کہ اے داؤد تو نے اپنے نفس کو محبوس کیا پیشتر اس سے کہ
محبوس کیا جاوے اور اوسکو عذاب دیے جانے سے پیشتر ہی عذاب دیا بس آج جسکے واسطے تو
کیا کرتا تھا آج دیکھے گا کہ وہ کیا کچھ ثواب دیگا۔ اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
مدت تک عبادت کی تھی پھر اوسکو کچھ حاجت خدا تعالیٰ سے پیش آئی اوسکے لیے ستر ہفتے تک
ریاضت کی کہ ایک ہفتے میں گیارہ خرمے کھاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کی
درخواست کی اللہ تعالیٰ نے قبول نہ فرمائی تو اونھوں نے اپنے نفس کی طرف ... کہ ... تیرا ہی سبب ہے

دیکھا پایا اگر تجھ مین کچھ خیر ہوتی تو حاجت پوری کیجاتی اوسیوقت اوسکے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا
کہ اے ابن آدم تیری یہ ایک ساعت تیری تمام عبادت زمانہ گذشتہ سے بہتر ہے اور اللہ تعالی نے
تیری حاجت پوری کی۔ اور عبداللہ بن قیس کہتے ہین کہ ہم جہاد مین تھے جب دشمن کا سامنا ہوا تو لوگو
مین کچھ ہلچل سی ہوئی سب لڑائی کے لیے تیار ہو گئے اوس روز ہوا بہت تیز تھی مین نے دیکھا کہ ایک شخص
میرے آگے کھڑا ہوا اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہرہا تھا کہ اے نفس مین فلان جہاد مین شریک ہوا تو
تو نے کہا کہ اپنے زن و فرزند کیطرف چل مین نے تیرا کہنا مان لیا اور لوٹ گیا پھر فلان فلان جہاد مین
شریک ہوا اور تو نے وہی کہا جو اول کہا تھا اور مین نے تیرا قول مانا مگر آج تجھکو خدا کے سامنے
کیے دیتا ہون خواہ تجھے پکڑے یا چھوڑے راوی کہتے ہین کہ مین نے دل مین کہا کہ مجھے بھی آج اس
شخص کو دیکھنا ہے اور اوسکو دیکھتا رہا لوگون نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ شخص اول حملہ کرنے والون مین
تھا پھر جب دشمن نے چڑھائی کی تو اوسکے قدم اوکھڑ گئے مگر وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا یہان تک
کہ کئی بار ایسا ہی ہوا کہ لوگ ہٹ گئے اور وہ کھڑا ہوا لڑتا رہا اسیطرح یہان تک لڑا کہ آخر کو شہید ہوا مین نے
اوسپر اور اوسکے گھوڑے پر ساٹھ ستر نیزے کے زخم شمار کیے۔ اور حدیث ابو طلحہ کا حال پہلے ہم
لکھ آئے ہین کہ باغ مین کسی جانور کی آواز سے جو نماز مین خیال بٹا تو اوس باغ ہی کو اس کفارے مین
صدقہ کر دیا اور یہ بھی پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عمر رات کو اپنے پاؤن مین درہ مار کر کہتے تھے اور کہا
کرتے تھے کہ آج کیا کیا۔ اور مجمع سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بار اپنا سر چھت کیطرف اوٹھایا اور ایک
عورت پر نگاہ جا پڑی آپ نے اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ جب تک دنیا مین رہونگا اپنا سر آسمان کیطرف
نہ اوٹھاونگا۔ اور حنیف بن قیس رات بھر چراغ جلاتے اور آپکا دستور تھا کہ اپنی اونگلی چراغ پر رکھتے
اور کہتے کہ اے نفس تجھکو کیا ہوا تھا کہ فلان دن تو نے فلان قصور کیا تھا۔ اور وہیب بن الورد کو کوئی بات
اپنے نفس کی بری معلوم ہوئی تو آپ نے اپنی چھاتی کے چند بال اوکھاڑے یہان تک کہ اوسکی تکلیف زیادہ
ہوئی پھر اپنے نفس سے کہنے لگے کہ مین تو تیرا ہی بھلا چاہتا ہون۔ اور محمد بن بشر نے داؤد طائی رح کو دیکھا
کہ افطار روزہ کے بعد روٹی پھیکی کھاتے ہین اونسے عرض کیا کہ آپ نمک سے کھاتے تو اونھون نے فرمایا
کہ میرا نفس بیس برس سے نمک کا طالب ہے مگر داؤد جب تک دنیا مین ہے نمک نہین چکھے گا۔ غرضکہ احتیاط والے
اپنے نفسون کو یون سزا دیا کرتے تھے۔ اور عجیب بات ہے کہ آدمی اپنے غلام لونڈی اور زن و فرزند کو
ارتکاب عادت بد پر یا کسی کام مین قصور کرنے پر تو سزا دیتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اگر درگذر کر جاؤن تو
کہین یہ لوگ میرے ہاتھ سے نہ نکل جاوین اور سرچڑھ جاوین پھر اپنے نفس کو کیسے جانے دیتا ہے

وہ تو سب مین بڑا دشمن اور زیادہ سرکش ہے زن و فرزند کی سرکشی کو اسکی سرکشی سے کیا نسبت
اوسکا مآل تو یہی ہے کہ صرف دنیا کی معیشت پریشان کر دینگے لیکن اگر عقل ہو تو جانے کہ دنیا کی
عیش ہیچ ہے عیش آخرت ہی کی ہے کہ اوسمین وہ راحت دائمی ہے کہ جسکی کبھی انتہا ہی نہین اور
نفس اوس عیش جاودانی کو مکدر کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اسکی سزا بطریق اولی کرنی چاہیے
پانچواں مقام مجاہدہ کا ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ جب نفس سے حساب لیا اور اوسکو مرتکب
کسی گناہ کا دیکھا تو چاہیے کہ اوسکی سزا اون عقوبات سے کرے جو پہلے گذرین اور اگر اوسکو دیکھے کہ
کسل کے باعث کسی مستحب مین یا وظیفہ مین سستی کرتا ہے تو چاہیے کہ اوسکی تادیب اسطرح کرے کہ
وظیفون کا بوجھ اوسپر لادے اور تدارک مافات کے لیے چند قسم کے وظائف اوسپر لازم کر دے
یہی دستور سلف کے عمل کرنیوالون کا تھا جو خدای تعالی کیواسطے کام کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت
عمر رضی کو جب عصر کی نماز کی جماعت نملی تو نفس پر یہ سزا کی کہ ایک زمین کی قیمت دو لاکھ درم تھی
وہ صدقہ کر دی۔ اور حضرت ابن عمر کا دستور تھا کہ جب آپ سے جماعت فوت ہو جاتی تو اوس شب
تمام رات جاگتے اور ایکبار نماز مغرب مین اتنی دیر ہو گئی کہ دو ستارے نکل آئے آپنے دو غلام
آزاد کیے۔ اور ابن ابی ربیعہ سے فجر کی سنتین قضا ہو گئین تو آپنے ایک غلام آزاد کر دیا اور بعض
اکابر اپنے نفس پر سال بھر کے روزے یا پیادہ حج کرنا یا تمام مال کو صدقہ کر دینا مقرر کر لیتے تھے
اور یہ امور صرف نفس کی نگاہداشت کے لیے کرتی تھی اور وہ بات اختیار کرتی کہ جسمین اوسکی
نجات ہو جاے۔ پس اگر یہ کہو کہ اگر ہمارا نفس مجاہدہ و وظائف دائمی پر ہماری اطاعت نکرے
تو پھر اوسکا کیا علاج ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اوسکا علاج یون کرے کہ فضیلت مجتہدین کی
جو اخبار مین وارد ہے وہ اوسکو سناوے اور سب سے زیادہ نافع علاج یہ ہے کہ کسی ایسے بندے کی
صحبت کا جویا ہو جو عبادت مین خوب جد و جہد کرتا ہو تاکہ اوسکا حال دیکھنے سے اوسکی اقتدا کرے
بعض اکابر کہا کرتے تھے کہ جب عبادت مین مجکو کچھ سستی پیش آتی تو مین محمد بن واسع کا
احوال اور اوسکا مجاہدہ دیکھا کرتا ایک ہفتہ تک ایسا ہی کرتا مجھسے سستی جاتی رہتی مگر یہ علاج
مشکل ہے اسلیے کہ اس زمانے مین ایسا شخص جو عبادت مین جہد کرے مفقود ہے پہلونکا سا اجتہاد
اب کہان ہے تو اس سے یہی بہتر ہے کہ مشاہدے سے عدول کر کے سننے کیطرف رجوع کرے
کہ اونکے احوال سننے سے زیادہ کوئی مفید بات نہین اور اونکے اخبار کو مطالعہ کرے کہ جتنی
کوشش وہ کرتے تھے اونکی مشقت تو ہو چکی مگر ثواب اور رحمت ابد الآباد تک باقی رہیگی کہ کبھی منقطع

منہ کی اونکی سلطنت کتنی بری ہے اور بڑا افسوس اوسپر ہے جو اونکی اقتدا کرے اور چند روزہ
ان شہوات سے متمتع ہو جو عیش کو مکدر کرتی ہین پھر اوسپر موت آجائے اور اوسمین اور اوسکی
خواہشون مین مفارقت ہو جاوے معاذ اللہ منہا - اور ہم اوصاف مجتہدین کے وہ لکھتے ہین جنسے
ہمکو رغبت جنبش مین آوے کہ اونکی اقتدا کرکے اعمال مین خوب جد و جہد کیجیے - آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ رحم اللہ اقواما یحسبہم الناس مرضی وما ہم بمرضی حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ مریضون سے اس حدیث مین وہ لوگ مراد ہین جنکو عبادت نے متغیر کر رکھا ہے
اور اللہ تعالی فرماتا ہے والذین یؤتون ما آتوا وقلوبہم وجلۃ حضرت حسن رح فرماتے ہین
کہ اس سے وہ لوگ مراد ہین جو اعمال نیک جسقدر اون سے ہوسکے کرتے ہین اور پھر ڈرتے ہین کہ انکو
باعث عذاب الہی سے ہمکو نجات ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طوبی
لمن طال عمرہ وحسن عملہ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون سے فرماتا ہے کہ
میرے بندے جو اجتہاد و کوشش کرتے ہین اونکو کیا ہوا ہے وہ کہتے ہین کہ الہی تو نے
اونکو ایک چیز سے ڈرا دیا ہے وہ اوس سے ڈرتے ہین اور ایک چیز کا شوق دلا دیا ہے وہ اوسکی
طرف مشتاق ہین اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے مجھے دیکھہ پائین تو کیا ہو فرشتے
عرض کرتے ہین کہ پھر اور زیادہ کوشش کرنے لگین - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین مین نے بہت سے
لوگون کو دیکھا اور اونمین سے ایسی جماعتون کے ساتھہ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوش
نہوتے اور نہ کسی چیز کے جانے کا غم کرتے دنیا اونکے نزدیک اس مٹی سے بھی ذلیل تھی جسکو تم اپنے
پاؤن سے ملتے ہو بعضے اونمین سے ایسے تھے کہ عمر بھر کبھی اونکے لیے کپڑا نہ تہہ ہوا اور نہ کبھی اپنی
بی بی سے کسی کھانے کی فرمایش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور اونکو
مین نے کتاب اللہ اور حدیث پر عامل پایا جہان رات ہوئی ہاتھہ پاؤن پر کھڑے ہو گئے چہرون کو
زمین پر رکھتے اور رخسارون پر آنسو بہاتے کہ آخرت مین رہائی پاوین جب کوئی اچھی بات کرتے
تو اوس سے خوش ہوتے اور اوسکے شکر مین جد و جہد بجا لاتے اور اللہ تعالی سے اوسکے قبول
فرمانے کی دعا مانگتے اور جب کوئی برائی کرتے تو اوس سے غمگین ہوتے اور خدا تعالی سے
درخواست کرتے کہ ہماری اس خطا کو معاف فرما یقین جانو کہ وہ ہمیشہ اسیطرح اسی حال پر رہے اور
بخدا کہ گناہون سے نہ بچے اور نہ بدون مغفرت کے نجات پائی - اور حکایت ہے کہ کچھہ لوگ حضرت
عمر بن عبد العزیز رح کو بیماری کی حالت مین پوچھنے گئے آپ نے دیکھا کہ اونمین ایک جوان نہایت

دبلا ہے اوس سے آپ نے پوچھا کہ تیری یہ صورت کیون ہو رہی ہے اوسنے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین
بیمار ہون نہ یہ حال کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو خدا کیواسطے پوچھتا ہون کہ سچ بتا اوسنے
عرض کیا کہ سچ تو یہ ہے کہ مین نے دنیا کی حلاوت چکھی تو اوسکو تلخ پایا اور اوسکی آرایش اور حلاوت میری
نظرون مین حقیر ہو گئی مجھکو سونا اور پتھر یکسان نظر آتا ہے اور یہ حال رہتا ہے کہ گویا اللہ جل وعلا کے
عرش کے پاس ہون اور لوگ جنت اور دوزخ مین داخل کیے جاتے ہین اسی لیے تمام دن پیاسا رہتا ہون
اور رات بھر جاگتا ہون اور بمقابلہ اللہ تعالی کے ثواب و عقاب کے سامنے یہ حال جسمین مین ہون مجھکو اپنے
کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا نہایت کمتر اور حقیر ہے۔ اور ابو نعیم کہتے ہین کہ داؤد طائی روٹی کے
ریزون کو پانی مین گھول کر پی جاتے تھے اور روٹی نہ کھاتے تھے اسکا حال جو اونسے پوچھا گیا تو فرمایا
کہ روٹی چبانے مین دیر لگتی ہے پچاس آیتون کے پڑھنے کا وقت روٹی کھانے مین بیہودہ صرف ہوتا ہے
اور ایک شخص اونکی خدمت مین ایک دن آیا اور کہا کہ آپ کے گھر کی چھت مین ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہے
تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے ٹوٹی ہو گی مین نے بیس برس سے چھت کیطرف نہین دیکھا۔ اور اکابر سلف کا
دستور تھا کہ فضول نظر کو بھی برا جانتے تھے جیسے کہ فضول کلام کو سمجھتے تھے۔ اور محمد بن عبد العزیز
کہتے ہین کہ احمد بن رزین کے پاس ہم صبح سے عصر تک بیٹھے مگر اونھون نے نہ دہنے کو توجہ کی نہ بائین کو
اونسے جو پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالی نے دو آنکھین اسواسطے پیدا کی ہین کہ بندہ اونسے عظمت الٰہی کو
دیکھے پس جو شخص بدون عبرت کے نظر ڈالے اوسپر گناہ لکھا جاتا ہے اور مسروق کی بی بی کہتی تھین
کہ اونکو جب کسینے دیکھا تو یہی پایا کہ کثرت نماز کے باعث اونکی دونو پنڈلیان ورم کیے رہتی تھین اور
مین آپکے پیچھے بیٹھ کر آپکے حال پر رحم کرکے رویا کرتی تھی۔ اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ
اگر تین باتین نہوتین تو مین ایک دن کی زندگی بھی اچھی نسمجھتا ایک تو دوپہر مین خدا کے لیے پیاسا
رہنا دوم آدھی رات مین سجدہ کرنا سوم اون لوگون کے پاس بیٹھنا کہ اچھی باتون کو ایسا چھانٹتے ہین
جیسے گرمی مین اچھے خرما کو چھانٹا کرتے ہین۔ اور اسود بن یزید عبادت مین اجتہاد کرتے اور
گرمی مین روزہ رکھتے یہانتک کہ اونکا جسم سبز اور زرد ہو جاتا تو علقمہ بن قیس اونسے کہتے کہ تم اپنے
نفس کو کیون عذاب دیتے ہو فرماتے کہ مین تو اوسکی تکریم چاہتا ہون اور آپ کا دستور تھا کہ روزہ
اتنا رکھتے کہ بدن سبز پڑ جاتا اور نماز اتنی پڑھتے کہ گر پڑتے اونکے پاس انس بن مالک اور حسن تشریف
لیگئے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمکو ان امور کا حکم نہین کیا یعنی اتنا اجتہاد فرض نہین پھر کیون
کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین تو غلام مملوک ہون مسکنت اور عاجزی کی کسی چیز کو بدون کیے نہین چھوڑتا

اور کوئی متاخرین میں ہزار رکعت نماز روزمرہ پڑھتے یہانتک کہ دونوں پاؤں سے بیٹھ رہتے تو بیٹھے ہی بیٹھے ہزار رکعت پڑھتے اور جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو گوٹ مار کر بیٹھتے اور کہتے کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہ خلق نے تیری عوض میں دوسری چیز کا ارادہ کیسے کیا اور تیرے سوا اور غیر سے کس طرح مانوس ہو گئے بلکہ مجھے یہ تعجب ہے کہ جب خلق نے تیرے سوا اور چیز کا ذکر کیا تو اونکے دل کس طرح روشن ہوئے - اور ثابت بنانی رحمہ کے حال میں ہے کہ اونکو نماز بہت محبوب تھی اسلیے دعا مانگا کرتے کہ الٰہی اگر تو کسیکو قبر میں اپنی نماز کی اجازت دے تو مجھی کو اجازت دینا کہ اپنی قبر میں نماز پڑھوں اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری رحمہ سے زیادہ عابد کسیکو نہیں دیکھا کہ اٹھانوے برس کی عمر ہوئی تھی مگر بجز مرض موت کے کبھی کسیکے لیٹے ہوئے اونکو نہ دیکھا - اور حارث بن سعد کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک راہب کے پاس سے گئے اور جو مشقت کہ وہ اپنے نفس پر کرتا تھا دیکھی اور اوس سے اس باب میں کہا اوسنے جواب دیا کہ جو کچھ مصائب اور احوال خلق پر پوشیدہ ہیں اونکے سامنے اس مشقت کی کیا اصل ہے مگر لوگ غافل ہیں اپنے نفسوں کے لذات پر گرے ہوئے ہیں اور جو حصہ اکبر کہ اونکو خدا کے پاس سے ملیگا اوسکو بھولے ہیں یہ سنکر سب لوگ رو پڑے - اور ابو محمد مغازلی کہتے ہیں کہ ابو محمد جریری ایک سال تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے نہ سوئے نہ کلام کی نہ ستون یا دیوار سے تکیہ لگایا نہ ٹانگیں پھیلائیں ایک روز ابو پاس ابوبکر کتانی گئے اور سلام کے بعد کہا کہ آپ اس اعتکاف پر کس چیز سے قادر ہوئے آپنے فرمایا کہ میرا علم نے میرے باطن کو سچا کر رکھا ہے اوسی نے میرے ظاہر کی مدد کی ہے کتانی اپنا سر نیچے کر کے سوچتے ہوئے چلدیے - اور بعض اکابر روایت کرتے ہیں کہ میں فتح موصلی رحمہ کے پاس گیا دیکھا تو آپ اپنے ہاتھ پھیلائے روتے ہیں یہانتک کہ آنسو اونکی انگلیوں کے بیچ میں سے گرتے ہیں میں اونکے قریب گیا اور آنسوؤں کو دیکھا کہ زردی آمیز ہیں میں نے اونسے کہا کہ اے فتح تمکو خدا کی قسم کیا خون روتے ہو اونھوں نے فرمایا کہ اگر تمکو قسم نہ دیتا تو میں ہرگز نہ بتاتا ہاں میں خون روتا ہوں میں نے پوچھا کہ آپ آنسو کیوں بہاتے ہیں فرمایا کہ اس بات سے کہ جو حق خدا تعالیٰ کا مجھپر واجب تھا اوسمیں میں نے قصور کیا اور خون اسلیے رویا کہ آنسوؤں میں بھی صحیح نہ نکلے ہوں پھر میں نے اونکو بعد مرنے کے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ بخشدیا میں نے پوچھا کہ آپکے آنسوؤں کے باب میں کیا کیا فرمایا کہ مجھکو اللہ جل شانہ نے پاس بلا کر پوچھا کہ اے فتح آنسو کس بات پر بہاتا تھا میں نے عرض کیا کہ تیرے حق واجب میں قصور کرنے کی بابت سے پھر پوچھا کہ خون کسواسطے روتا تھا میں نے عرض کیا کہ اس خوف سے کہ کہیں آنسو بھی صحیح اور نامقبول نہ ہوئے ہوں پھر ارشاد فرمایا کہ اے فتح اس سے تیری مراد کیا تھی قسم ہے اپنی عزت و جلال کی

کہ تم سے دونون نگاہبان چالیس برس تیرے نامۂ اعمال کو لاتے رہے اوسمین کوئی خطا نہین اور منقول ہے
کہ کچھ لوگ چلے جاتے تھے راہ بھول گئے ایک راہب کے پاس پہونچے جو لوگون سے علیحدہ تھا اوسکو
پکارا تو اوسنے عبادتخانے مین سے سر نکالکر اونکی طرف دیکھا اون سے اونھون نے کہا کہ ہم راستہ
بھول گئے ہین ہمکو بتادو کدھر کو ہے اوسنے اپنے سر سے اشارہ آسمان کیطرف کیا وہ اوسکا مطلب سمجھ گئے کہ
معرفت کا رستہ بتاتا ہے پھر اون سے کہا کہ ہم تمسے کچھ پوچھین جواب دیگا اوسنے کہا کہ پوچھو اور زیادہ
مت پوچھیو کیونکہ دن پھر نہین آئیگا عمر پھر آویگی اور طالب یعنی موت جلدی کر رہی ہے لوگون نے
اوسکی گفتگو سے تعجب کیا اور کہا کہ فردای قیامت مین لوگون کا حشر خدای تعالی کے نزدیک کس چیز پر
ہوگا اوسنے کہا کہ اپنی اپنی نیتون پر پھر اون سے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کر اوسنے کہا کہ اپنے سفر کا توشہ
لیکر چلو جب تمہارا سفر لمبا ہے کیونکہ بہتر توشہ وہی ہے جو مقصود تک پہونچا دے پھر انکو رستہ بتا کر اندر کر لیا
اور عبدالواحد بن زید کہتے ہین کہ میرا گذر ایک چین کے راہب کے پاس ہوا مین نے اوسے باہر سے
کر کے پکارا اوسنے جواب نہ دیا دوبارہ پھر مین نے کہا کہ او راہب نہ بولا سہ بارہ پھر کہا اوسنے میری
طرف سر نکالا اور کہا کہ میان تعصب مین راہب نہین راہب وہ ہے جو خدای تعالی سے ڈرے اور اوسکی
تعظیم کرے اور اوسکی بلا پر صبر کرے اور اوسکی قضا پر راضی رہے اور اوسکی نعمتون کا شکر کرے
اور اوسکی عظمت کے سامنے تواضع کرے اور اوسکی عزت کے مقابل ذلیل رہے اور اوسکی قدرت کے آگے
اپنے نفس کو حوالہ کرے اور اوسکی ہیبت سے خضوع کرے اور اوسکے حساب و عذاب مین فکر
کرے دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑا رہے دوزخ کی یاد اور خدای تعالی سے مانگنا اوسکو جگائے
رہے راہب تو اوسکو کہتے ہین اور میرا حال جو پوچھو تو مین باولا کتا ہون اپنے آپ کو اس عبادتخانہ
مین بند کر لیا ہے تاکہ لوگون کو نہ کاٹون مین نے پوچھا کہ پھر کس چیز نے لوگون کو خدای تعالی سے علیحدہ
کر رکھا ہے پہچاننے کے بعد کیون پھر گئے ہین اوسنے کہا کہ برادر خلق کو جو خدای تعالی سے علیحدہ
کیا ہے تو صرف دنیا کی محبت اور اوسکی زینت نے کیا ہے دنیا ہی گناہون اور معاصی کی جگہ ہے
ہوشیار وہ ہے جو دنیا کو اپنے دل سے پھینکدے اور خدای تعالی کے سامنے اپنے گناہون سے
توبہ کرے اور ایسی باتون پر متوجہ ہو جو خدای تعالی سے نزدیک کرین - اور کسینے حضرت داؤد طائی
سے کہا کہ آپ اپنی ڈاڑھی مین کنگھی کر لیجیے اونھون نے فرمایا کہ تو بس مین بیکار ہون اور
حضرت اویس قرنی رح کا دستور تھا کہ فرماتے کہ یہ رات رکوع کی ہے اوس رات کو ایک ہی رکوع مین
صبح کر دیتے اور جب دوسری رات آتی تو فرماتے کہ یہ سجدے کی رات ہے اوسکو سجدہ ہی مین بسر کرتے

اور منقول ہے کہ جب عتبہ غلام رحمہ تائب ہوئے تو کھانے اور پینے کیطرف راغب نہوتے اونکی ماں مشفقہ اونسے کہتی کہ بیٹا اپنے نفس پر نرمی کر وہ جواب دیتے کہ مین آرام ہی کا طالب ہون تھوڑی سی مشقت جھیل کر لینے دو پھر مدتون تک آرام ہی کرونگا - اور منقول ہے کہ حضرت مسروق رحمہ نے حج کیا تو جب سے سجدے ہی کی حالت مین سوئے - اور حضرت سفیان ثوری رحمہ فرماتے ہین کہ رات کے چلنے کی تعریف لوگ صبح کو کیا کرتے ہین اور تقوی کو بعد موت کے اچھا جانینگے - اور عبد اللہ بن داؤد کہتے ہین کہ بزرگان سلف مین سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر تہ کر دیتا یعنی تمام رات مین سونا بالکل موقوف کر دیتا - اور کہمس بن الحسن ہر روز ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے کہتے کہ اے سب برائیون کی جڑ اوٹھ کھڑا ہو جب آپ ضعیف ہوگئے تو پانسو پر اکتفا کی اور رویا کرتے کہ افسوس میرا عمل آدھا رہگیا اور ربیع بن خیثم رحمہ کی لڑکی اونسے کہا کرتی کہ بابا جان یہ کیا بات ہے کہ سب لوگ سوتے ہین مگر آپ نہین سوتے آپ فرماتے کہ بیٹی مجھکو آگ کا ڈر ہے اور جب اونکی مان نے اونکا حال دیکھا اور جاگنے کا دکھ دیکھا تو کہا کہ بیٹا تونے شاید کسیکو مار ڈالا ہے جو ایسا رہتا ہے اونھون نے فرمایا کہ ہان اونکی مان نے کہا کہ وہ شخص کون تھا کہ ہم اوسکے رشتہ دارون کو ڈھونڈھین کہ وہ تجھکو خون معاف کردین اسلیے کہ تیرا حال اگر وہ دیکھینگے تو ضرور ترس کھا کر معاف کر دینگے آپ کہتے کہ وہ تو میرا نفس ہے - اور بشر بن الحارث کے بھانجے جنکا نام عمر ہے کہتے ہین کہ میرے ماموں بشر بن الحارث میری مان سے کہتے کہ بہن میری پسلیان اور شکمگاہ مجھ مین گڑتی ہین میری مان نے کہا کہ بھائی اگر تم کہو تو تمھارے واسطے ایک مٹھی سپید کا اپنے پاس سے حریرہ بنا دون اوسکو پیوگے تو کچھ توانائی تم مین آجاویگی ماموں صاحب نے جواب دیا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہین اللہ تعالی مجھسے یہ نہ پوچھے کہ تیرے پاس آٹا کہان سے آیا تو پھر مین کیا جواب دونگا میری مان رونے لگی اور وہ خود بھی روئے اور اونکے ساتھ مین بھی رویا راوی کہتے ہین کہ میری مان نے جب اونکا حال دیکھا کہ شدت بھوک سے سانس کمزور ہوگیا تو اونسے کہا کہ بھائی کیا اچھا ہوتا کہ تمھاری مان سے مین پیدا نہوتی اسلیے کہ تمھارا حال دیکھکر میرا جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے اونھون نے یہ جواب دیا کہ بہن مین بھی یہی کہتا ہون

شعر

مرا اے کاشکے مادر نزادے | وگر مے زاد کس شیرم ندادے

میری مان اونکے واسطے شب و روز رویا کرتی - اور ربیع رحمہ کہتے ہین کہ مین حضرت اویس رضی کی خدمت مین آیا تو اونکو نماز فجر پڑھکر بیٹھا پایا مین بھی بیٹھ گیا اور دل مین کہا کہ انکے وظیفے مین حرج نہونا چاہیے آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہانتک کہ ظہر پڑھی اور ظہر کے وقت سے عصر تک برابر نماز

پڑھنے سے بعد عصر پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مغرب تک بیٹھے رہے نماز مغرب کے بعد پھر اپنی بیٹھک پر
جمے یہاں تک کہ عشا پڑھی پھر اوسی جگہ جھکے یہاں تک کہ نماز صبح پڑھی پھر جب بیٹھے تو سو گئے پھر فرمایا
کہ الٰہی میں تجھسے پناہ مانگتا ہون ایسی آنکھون سے جو سو جاویں اور ایسے شکم سے جو سیر نہو میں نے
دل میں کہا کہ مجکو اتنے سبق ہی کافی ہے پھر میں واپس آیا اور ایک شخص نے حضرت اویس رض سے پوچھا
کہ یہ کیا سبب ہے کہ آپ بیمار جیسے معلوم ہوتے ہیں اونھون نے فرمایا کہ میں بیمار نہون تو کیا ہون کہ
بیمارون کو کھانا ملتا ہے اور اویس نہیں کھاتا بیمار سوتے ہیں اور اویس نہیں سوتا۔ اور احمد بن حرب
کہتے ہیں کہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ جنت اوسکے اوپر آراستہ ہے اور دوزخ اوسکے نیچے دہکائی جاتی ہے تو
تعجب ہے کہ وہ ان دونون کے بیچ میں کیسے سوتا ہے اور ایک عابد بزرگ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم
بن ادہم رح کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو نماز عشا سے آپ فارغ ہو چکے ہیں میں آپکو دیکھنے کے
لیے بیٹھ گیا آپ اپنے آپکو ایک کمل میں لپیٹ کر لیٹ رہے اور ساری رات کروٹ بھی نہ لی یہانتک کہ
صبح ہوئی اور موذن نے اذان دی آپ اوٹھکر نماز میں شریک ہوئے اور وضو نکیا یہ بات میرے
دل میں کھٹکی میں نے آپسے کہا کہ آپ تمام رات تو لیٹ کر سوتے رہے پھر بیا وضو نکیا آپنے فرمایا
کہ میں تو رات بھر کبھی جنت کے باغون میں دوڑتا رہا اور کبھی دوزخ کے جنگلون میں بھلا اس صورت میں
نیند آیا کرتی ہے۔ اور ثابت بنانی رح کہتے ہیں کہ میں ایسے لوگون سے ملا ہون کہ نماز پڑھتے پڑھتے
اتنا تھک جاتے تھے کہ اپنے بستر پر بدون گھٹنون چلنے کے نہیں آسکتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ابو بکر
بن عیاش نے چالیس برس میں پر اپنی کمر نہیں لگائی اور اونکی ایک آنکھ میں پانی اوتر آیا بیس برس
تک اونکے گھر والون کو خبر نہوئی کہ ایک آنکھ سے نہیں سوجھتا۔ اور منقول ہے کہ سمنون رح کا وظیفہ
ہر روز پانسو رکعتین تھیں۔ اور ابو بکر مطوعی کہتے ہیں کہ جوانی میں ایک رات دن میں اکتیس ہزار دفعہ
قل ہو اللہ پڑھا کرتا تھا یا چالیس ہزار مرتبہ راوی کو شک ہے کہ کتنا عدد فرمایا۔ اور منصور بن معتمر
ایسے حال سے رہتے کہ اگر کوئی دیکھے تو سمجھے کہ اس شخص پر کوئی مصیبت بھاری پڑی ہے یہ حال
رہتا کہ آنکھیں نیچے کو آواز پست ہر وقت چشم تر اگر ذرا ہلاؤ تو آنکھ آنسو گرین اونکی مان اونسے
کہتی کہ تو اپنے نفس پر یہ کیا کرتا ہے تمام رات رویا کرتا ہے چپ نہین ہوتا شاید بیٹا تو نے کوئی
خون کیا ہے یا کیا بات ہے وہ جواب دیتے کہ اے مان میں ہی جانتا ہون جو میں نے اپنے نفس سے
کیا ہے۔ اور کسی نے عامر بن عبد اللہ سے پوچھا کہ تم شب بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے
صبر کرتے ہو اونھون نے فرمایا کہ وہ صرف اسطرح ہے کہ دن کے کھانے کو رات پر ٹالدیا اور رات کی

سونے کو دن پر حوالہ کر دیا اور یہ کچھ بڑی بات نہیں اور یہ فرمایا کرتے کہ میں جنت کی مثال اور نہیں
دیکھی جسکا طالب سو گیا ہو اور نہ دوزخ کے مثل جس سے گریز کرنے والا سوتا ہو اور جب رات آتی تو
کہتے آگ کی حرارت نے خواب کو کھو دیا پھر صبح تک نہ سوتے جب دن ہوتا تو کہتے کہ حرارت آتش نے
نیند دور کر دی اور شام تک نہ سوتے اور جب پھر رات ہوتی تو کہتے کہ جو ڈرتا ہے سو شام ہی سے
چلتا ہے اور صبح کے وقت لوگوں کو رات کا چلنا اچھا معلوم ہوتا ہے - اور بعض اکابر نے فرمایا ہے
کہ میں عامر بن عبد قیس کے ساتھ چار مہینے رہا میں نے اونکو کبھی نہ دیکھا کہ رات کو یا دن کو سوئے ہوں —
اور ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں میں سے راوی ہے کہ میں نے آپ کے پیچھے نماز
صبح کی پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو اپنی داہنی طرف کو پھر بیٹھے اور آپ پر کچھ اثر غم تھا آفتاب کے
نکلنے تک آپ ایسے ہی رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹا اور فرمایا کہ بخدا میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا ہے اور آج اونکے مثل کوئی امر نہیں پایا جاتا وہ لوگ صبح کو میلے زرد رنگ اور بکھرے بال رکھتے
رات کو سجدہ و نماز میں کاٹ دیتے خدا کی کتاب پڑھتے اور پاؤں اور پیشانیوں کو باری باری زور
دیتے اور جب اللہ تعالی کا ذکر کرتے تو ایسے ہلتے جیسا درخت تند ہوا کے دن ہلتا ہے اور اونکی
آنکھوں سے آنسو اتنے بہتے کہ اونکے کپڑے تر ہو جاتے اب لوگوں کا یہ حال ہے کہ رات کو خوب
غافل ہو کر سوتے ہیں - اور ابو مسلم خولانی نے ایک کوڑا اپنے گھر کی نماز گاہ میں لٹکا رکھا تھا
اوس سے اپنے نفس کو ڈراتے اور کہا کرتے کہ اوٹھ کھڑا ہو نہیں تو یقین جان کہ تجھکو اتنا رگیدونگا
کہ تو ہی تھکیگا نہ میں اگرچہ تھکاونگا پھر جب اونپر سستی آتی تو کوڑا لیکر اپنی پنڈلیوں میں مارتے اور کہتے
کہ میری سواری کی نسبت تو تو ہی زیادہ تر مار اور ہانکنے کا ہے اور کہا کرتے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ
وسلم یہ گمان کرتے ہونگے کہ دین کو کچھ ہم ہی نے اختیار کیا ہے اور لوگوں کو ہمارے ساتھ شرکت
نصیب نہیں بخدا کہ اوسمیں ہم بھی اونکی شرکت اچھی طرح کرینگے تاکہ وہ بھی جانیں کہ ہمارے پیچھے
کچھ لوگ رہے ہیں - اور صفوان بن سلیم کی دونوں پنڈلیاں کثرت قیام سے سوکھی تھیں اور اجتہاد میں
اس درجے کو پہونچ گئے تھے کہ اگر بالفرض اونسے کہا جاتا کہ قیامت کل ہوگی تو اونکے اعمال معمولی پر
کچھ زیادتی نہونے پاتی اور اونکا دستور تھا کہ جاڑے کے دنوں میں چھت پر سوتے اور گرمیوں میں
کوٹھڑی کے اندر تاکہ سردی اور گرمی کی تکلیف سے نیند نہ آوے موت اونکی حالت سجدہ میں ہوئی
یہ دعا مانگا کرتے کہ الہی میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو میرے ملنے کو پسند فرما - اور حضرت قاسم
بن محمد رحمہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز صبح کو اوٹھا اور میرا معمول تھا کہ صبح اوٹھکر اول اپنی پھوپھی حضرت

عائشہ رضہ کی خدمت مین جاکر اونکو سلام کر آتا اوس روز جو گیا تو دیکھا کہ آپ نماز چاشت پڑھ رہی ہین اور اوسمین یہ آیت فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ پڑھکر روتی ہین مین کھڑے کھڑے تھک گیا اور اونکا وہی حال رہا جب مین نے دیکھا کہ اونکو ابھی دیر ہے بازار کو چلا گیا کہ اول اپنے کام سے فراغت پالون تو پھر آؤنگا مین کام سے فراغت کے بعد جو آیا تو پھر بھی اونکو اوسی حال مین پایا کہ روتی جاتی تھین اور دعا مانگتی تھین اور آیت کو مکرر پڑھتی تھین - اور محمد بن اسحق کہتے ہین کہ جب ہمارے پاس عبد الرحمن بن اسود نخعی حج کے ارادے سے آکر اوترے تھے تو اونکے ایک پاؤن مین کچھ مرض ہو گیا تو آپ ایک پاؤن پر کھڑے ہو کر عشا کی وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور بعضے اکابر کا قول ہے کہ مجکو موت سے کچھ خوف نہین مگر ہان اتنا ڈر ہے کہ میرا اخیر وقت جاتا رہیگا - اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہین کہ نیکبختون کی علامتین یہ ہین کہ شب بیداری سے اونکا رنگ زرد ہو اور رونے سے آنکھین بیٹھی ہوی اور روزے کے سبب لب خشک ہون اور اونپر خشوع والون کی طرح غبار ہو - اور حضرت حسن بصری رحمہ سے کسی نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تہجد گذار شخصون کے چہرے اچھے ہوتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خدای تعالی کے ساتھ تنہائی مین ہوتے ہین اللہ تعالی اونکو اپنے نور مین سے اوڑھنا دیتا ہے - اور حضرت عامر بن عبد القیس رحمہ فرمایا کرتے کہ الٰہی تو نے مجکو پیدا کیا تب مجھے مشورہ نہین لیا اور مار ڈالیگا تب بھی مجھے خبر نہین فرماویگا اور میرے ساتھ ایک دشمن ایسا پیدا کر دیا کہ میرے خون کی جگہ پھرتا ہے اور وہ مجکو دیکھتا ہے اور مین اوسکو نہین دیکھتا اور پھر مجکو ارشاد فرمایا کہ تو گناہ سے بچا رہ الٰہی بھلا مین کیسے بچون اگر تو مجکو نہ روکے الٰہی دنیا مین رنج و غم ہین اور آخرت مین حساب و عذاب تو پھر راحت کہان ہے اسی مضمون کو کسی نے نظم کیا ہے

شعر

یان فکر معیشت ہے وہان دغدغہ حشر	آسودگی خاطر نہ یہان ہے نہ وہان ہے

اور جعفر بن محمد کہتے ہین کہ عتبہ غلام ہر رات کو تین چیخون مین بسر کیا کرتے اسطرح کہ جب نماز عشا سے فارغ ہوتے اپنا سر دونون زانون کے درمیان رکھکر تفکر کرتے جب سوم حصہ شب گذرتا ایک چیخ مارتے پھر گھٹنون مین سر رکھکر فکر کرنے لگتے جب ایک تہائی اور گذر جاتی تو پھر ایسا ہی کرتے یہان تک کہ تیسری چیخ صبح کو مارا کرتے - راوی کہتے ہین کہ مین نے انکا حال کسی بصرے کے رہنے والے سے کہا اوسنے کہا کہ تم اونکی چیخون پر خیال مت کرو بلکہ یہ سوچو کہ دو چیخون کے درمیان اونپر کیا کیفیت گذرتی ہوگی کہ وہ چیخ اٹھتے تھے - اور قاسم بن راشد شیبانی کہتے ہین کہ محصب مین ہمارے پاس معہ اپنے کنبے اور دخترون سمیت ٹھہرے ہوے تھے اونکا دستور تھا کہ بہت رات سے

اوٹھکر نماز پڑھا کرتے جب سحر ہوتی تو زور سے پکارتے کہ ای آرام کرنیوالو کیا اس تمام رات
سوتے رہوگے اور اوٹھکر چلو گے نہیں یہ سنکر سب اوٹھ بیٹھتے تھے کوئی روتا تھا کوئی دعا مانگتا کوئی تلاوت
کرتا کوئی وضو کرتا جب صبح ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا جانا
کرتے ہیں — اور بعض علما کا قول ہے کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اوسکے انعام کو پاکر
اوسکو پہچان گئے ہیں اور اوسنے جو اونکا سینہ کھول دیا تو اوسکی اطاعت کی اور اوسپر توکل کیا اور خلق
اور امر کو اوسکے حوالہ کیا اسلیے اونکے دل صفائی یقین کی کانیں اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق
اور قدرت کے خزانے ہوگئے ہیں حال اونکا یہ ہے کہ آمد و رفت تو لوگوں میں رکھتے ہیں اور اونکے
دل ملکوت میں جولانیاں کرتے ہیں اور محجوب غیب میں پناہ لیتے ہیں پھر وہاں سے جو پھرتے ہیں
تو اونکے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہیں کہ جنکا وصف کوئی بیان نہیں کر سکتا وہ لوگ
باطن کی خوبی میں تو حریر سے ہیں اور ظاہر میں جیسا مستعمل رومال ہوتا ہے ہر ایک سے بتواضع پیش
آتے ہیں اور یہ طریق ایسا ہے کہ بزور نہیں مل سکتا بلکہ خدا تعالی کا فضل ہے جسکو چاہے دے
اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ میں بیت المقدس کے پہاڑوں میں پھرتا تھا اتفاقاً ایک جنگل میں
آیا اور ایک آواز زور کی سنی اور وہ پہاڑ اوسکا جواب دیتے تھے اور بڑی گونج تھی میں اوس آواز
کے درپے ہوا تو ایک باغ میں پہونچا جو درختوں سے چھپا ہوا تھا اوسمیں ایک شخص کو دیکھا کہ کھڑا ہوا
اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ
مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ میں اوسکے پیچھے بیٹھکر سننے لگا
وہ بھی پڑھتا رہا یکایک ایک چیخ مار کر بیہوش ہوگیا میں نے کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہوا
پھر میں اوسکے افاقے کا منتظر رہا ایک گھنٹے کے بعد اوسکو ہوش ہوا میں نے سنا کہ یہ کہتا ہے الٰہی
میں تجھسے دروغگویوں کے مقام سے پناہ مانگتا ہوں اور جھوٹے مدعیوں کے سے اعمال سے اور
غافلوں کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہوں تیرے ہی لیے خوف کرنیوالوں کے دل خشوع کرتے ہیں
تیری ہی طرف قصورواروں کی نظر جھکتی ہے تیری ہی عظمت کے لیے عارفوں کے دل ذلیل ہوتے ہیں
پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجکو دنیا سے کیا سروکار اور اوسکو مجھسے کیا علاقہ ای دنیا جو
تجھسے چھپا ہوا اوسکے پاس جا اور جو تجکو پسند کرے اونہیں کو جاکر اپنی آسایش اور ہزاروں طرح کی آرام
سے فریب دے پھر کہا کہ پہلے لوگ کہاں گئے زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر ہیں مٹی میں سڑتے ہیں
اور چند روز میں فنا ہوجاتے ہیں میں نے اوسکو پکارا کہ ای بندہ خدا میں آج دن بھر سے تیرے پیچھے

[illegible]

تیرے فراغت پانیکا منتظر ہون اوسنے کہا کہ بھلا اوس شخص کو فراغت کسطرح ہوگی جو زمانہ سے
پیشی چاہتا ہے اور زمانہ اوس سے پیشی چاہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہین موت اوسکے نفس پر سبقت
نکرجائے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جسکے دن تو گذر گئے ہون اور اوسکے گناہ بچ رہے ہون پھر اوسنے
میری طرف سے دھیان پھیر خداے تعالیٰ سے مخاطب ہو کہنے لگا کہ اون گناہون کیواسطے تو ہی ہے
اور ہر شدت کیواسطے جسکے آنے کی مجھکو توقع ہے اور یہ آیت پڑھی وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا
يَحْتَسِبُونَ پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا مین نے
کہا کہ اسکا دم نکل گیا مین اوسکے قریب گیا دیکھا تو تڑپ رہا ہے پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ مین کون ہون
اور میرا خطر کیا ہے تو اپنے فضل سے میری برائی معاف کر اور اپنے پردہ رحمت مین مجھکو چھپا اور اپنے
کرم ذاتی سے میرے گناہون سے درگذر فرما جسوقت کہ مین تیرے سامنے کھڑا ہون مین نے اوس سے
کہا کہ قسم ہے مجھکو اوس ذات کی جسکی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہے مجھسے کچھ کلام کر اوسنے کہا
کہ کلام اوس سے جا کر جسکے کلام سے تمکو کچھ فائدہ ہو اور اوس شخص کے کلام کو جانے دو جسکو گناہون نے
تباہ کر دیا ہو مین اس جگہ مین نہ معلوم کب سے ابلیس سے لڑتا ہون اور وہ مجھسے لڑتا ہے آج تک
میرا کوئی مددگار نہ ملا کہ اس مصیبت سے مجھکو نکالتا ایک تو آیا ہے تو مجھسے علیحدہ رہ اسلیے کہ تو نے
میری زبان کو بیکار کر دیا اور اپنی بات کیطرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا مین تیرے شر سے خدا تعالیٰ
کی پناہ مانگتا ہون پھر توقع رکھتا ہون کہ وہ اپنے غضب سے مجھکو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجھپر
فضل کرے راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کا ولی ہے ایسا نہو
کہ مین اسکو باتون مین مشغول کرون تو ایسی جگہ مجھپر عذاب آوے اس خیال سے مین اسکو چھوڑ کر
واپس آیا۔ اور ایک اور شخص روایت کرتے ہین کہ مین سفر مین چلتے چلتے ایک درخت کیطرف کو
گیا کہ اوسکے نیچے ذرا دم لون دیکھا تو ایک بڑھا مجھپر چڑھا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اوٹھ کھڑا ہو کیونکہ موت
مری نہین پھر سامنے ہی کو چلدیا مین اوسکے پیچھے ہوا اور سنا کہ یون کہتا تھا کُلُّ نَفْسٍ
ذَائِقَةُ الْمَوْتِ الٰہی میرے لیے موت مین برکت کر مین نے کہا کہ بعد موت کے بھی اوسنے کہا جو شخص
بعد موت کے حالات کا یقین کرے وہ چھپاتا اور خوف کے مارے بھاگنے کیلیے دامن اوٹھائے رہیگا دنیا مین
اوسکے رہنے کی جگہ نہوگی پھر کہا کہ اے وہ شخص جسکی ذات کے لیے تمام چہرے ذلیل ہین اپنا دیدار
دکھا کر میرے چہرے کو نورانی کر اور میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور فرداے قیامت مین
اپنے سامنے کی جھڑکی کی فضیحت سے محفوظ رکھ اب مجھے تجھ سے شرم آنے کا وقت آ پہونچا اور

فا ہر جی کو چکھنی ہے موت ۱۲

اور مجھسے روگردان ہونے سے اب مین باز آیا اگر تیرا علم نہوتا تو مجھکو میری موت بھی نہ کہپاتی اور اگر تیرا عفو نہوتا تو میری توقع تیرے پاس کی چیزون تک نہ پہونچتی پھر وہ شخص مجھکو چھوڑ کر چلا گیا اور

مجاہدون کے باب مین یہ اشعار ہین اشعار

جسم مین ہو لاغری اور دل مین ہو غم کا اثر	کہ پہاڑون مین ہو کہ ہو دشت مین اوسکا گذر
فاش کرے جیون چمن کے نالہ اشکال عندلیب	خواب راحت رنگ کیطرح کرتا ہے سفر
خوف اوسکو جوش مین آتے تو پھر ہو مضطرب	یون وہ مانگے نعمتین یا تمسا دی فی الخطر
جوہری نوبت ہے تو اوسکا خدا یا ہی علیم	تو بہت کرتا ہے شہ دون کی خطا سے درگذر

اور کسی اور نے مجاہد کے حال مین کچہ اشعار کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے

زنان مطربہ کر زیب تن کرین پوشاک	خوشی ہے او نہین مزہ وہ جو اوسکو ہے لذت
کہ ہے خدا کی طلب چھوڑ کر عیال اور مال	بغیر اسکے کسی سے ہوا سے الفت
رہے عبادت خالق مین اپنے خاطر خواہ	پسند گوشہ نشینی ہو یا خوش خلوت
پھرے جہان کہین بس ذوق ہو تلاوت کا	زبان و دل کو وہ خوش کرے سوا حرکت
سنائے مژدہ رسان آکے اوسکو وصل پر	کہ ہر طرح کے الم سے نکلے حسرت
تمنا اوسکی ہو جو کچہ پھر اوسکو حاصل ہو	ہزارون عیش کرے ہو کے داخل جنت

اور کرز بن وبرہ کا دستور تھا کہ ایک رات دن مین تین بار ختم قرآن مجید کیا کرتے اور بہادر اپنا مین اپنے نفس پر مجاہدہ بہت کرتے لوگون نے اونسے کہا کہ تم اپنے نفس پر بہت مجاہدہ کیا کرتے ہو اونھون نے کہا کہ دنیا کی عمر کتنی ہے کہا کہ سات ہزار برس اونھون نے پوچھا کہ قیامت کے دن کی کیا مقدار ہے کہا کہ پچاس ہزار برس آپ نے فرمایا کہ سات دن کام کرنے سے اگر تم اوس قیامت کے دن سے محفوظ ہو جاؤ تو اس بات سے تم عاجز نہین ہو اس قول سے اونکی غرض یہ ہے کہ اگر بالفرض آدمی دنیا کے برابر سات ہزار برس جیوے اور نفس پر ایسا مجاہدہ کرے کہ اوس ایک دن سے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے نجات پاوے تب بھی اوسکو بہت فائدہ ہے اور آدمی کو چاہیے کہ ایسی صورت مین بھی جہاد نفس کی رغبت اوسکو ہوتی اور جب عمر فانی ہے اور آخرت کی کچہ انتہا نہین تب تو ظاہر ہے کہ زندگی بھر کے مجاہدہ کی آخرت کے سامنے کیا اصل غرضکہ سیرت صلحا اہل سلوک کی نفس کے مراقبہ اور محاسبہ مین ایسی ہوتی ہے پس اگر تمہارا نفس سرکشی کرے اور عبادت پر مواظبت کرنے سے باز رہے تو ان لوگون کا حال مطالعہ کر دیکھو کہ

ایسے لوگون کا وجود اب نایاب ہے اور اگر ایسے لوگون کا دیکھنا نصیب ہو اور دیکھ کر اقتدا کرو
تو کیا کہنا ہے ع شنیدہ کی بود مانند دیدہ + دیکھنے کا اثر اقتدا مین بہت زیادہ ہوا کرتا ہے اور
اگر دیکھنے سے عاجز ہو تو انکے احوال سننے ہی سے غفلت نہ کرو بقول مشہور ع گندم اگر بہم نرسد
جو غنیمت ست + اور اپنے لیے دو باتون مین سے ایک پسند کرو یا تو یہ کہ جو لوگ عاقل اور عقلمند اور
دین مین اہل بصیرت ہین اونکی اقتدا کرکے اونکے زمرے مین داخل ہو یا یہ پسند کرو کہ غافلون
جاہلون کی اقتدا کرکے ان بیوقوفون کی جماعت مین رہنے اور انکو دونون سے مشابہ ہونے پر بھی کبھی
راضی ہونے سے خلفا کی مخالفت کسطرح اختیار کرتے ہو اور اگر تمہارا نفس یون کہے کہ وہ اکابر سلطنت
اور زبردست لوگ تھے مجھکو اونکی اقتدا کی مجال نہین تو تین عورتون نے عبادت مین مجاہدہ کیا ہے ان
اونکے حالات دیکھو اور نفس سے کہو کہ کم بخت تجھے غیرت نہین آتی کیا عورت سے بھی کم رہیگا یہ تو
بڑی ذلت کی بات ہے کہ مرد ہوکر دین یا دنیا کے معاملہ مین عورت سے کمتر رہے اب ہم تھوڑا
سا حال مجتہد عورتون کا لکھتے ہین — حبیبہ عدویہ کے حال مین لکھے ہین کہ انکا معمول تھا
کہ جب نماز عشا پڑھ لیتین تو اپنی چھت پر کھڑی ہوتین اور کرتہ اور دوپٹہ خوب کس کر کہتین کہ الٰہی
ستارے چھٹک پڑے اور آنکھین سوگئین بادشاہون نے اپنے دروازے بند کرلیے ہر ایک حبیب
اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا اب مین تیرے سامنے کھڑی ہون پھر نماز پڑھتی رہتین جب سحر
ہوجاتی تو کہتین کہ الٰہی رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہوگیا مجھے معلوم نہین کہ تونے مجھ سے یہ
رات قبول فرمائی تو مین مبارکبادی اپنے آپ کو دون یا تونے نامنظور کی تو تعزیت کرون قسم ہے
تیری عزت کی جب تک تو مجھکو باقی رکھیگا اپنا طریق یہی رکھونگی اور اگر تو اپنے دروازے سے
مجھکو جھڑک دیگا تو مین ہرگز نہ ٹلونگی اسلیے کہ میرے جی مین تیرے کرم اور جود سے بہت کچھ ہے اور
عجردہ سے روایت کرتے ہین کہ یہ نابینا تھین رات بھر جاگتین جب صبح ہوتی تو ایک آواز دردناک
سے کہتین کہ عابدون نے تیرے ہی لیے تاریکی شب کو بسر کیا تیری رحمت اور فضل مغفرت کیطرف
سبقت کرتے ہین الٰہی مین تیرے ہی ذریعے سے تجھ سے سوال کرتی ہون کسی اور کے ذریعے سے
نہین مانگتی کہ تو مجھکو سابقین کے اول زمرے مین کردے اور مجھکو علیین مین مقربین کے درجے تک پہونچادے
اور اپنے نیک بخت بندون مین شامل کردے تو سب سے کریم ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین اور سب
بڑون کا بڑا ہے پھر سجدہ کے لیے اسی طرح گرتین کہ اوسکے دعا کے کی آواز سنائی دیتی پھر
صبح تک دعا مانگتی اور روتی رہتین — اور یحییٰ بن بسطام کہتے ہین کہ مین شعوانہ کی مجلس مین حاضر ہوتا

اور جو کچھ اونکی زیادہ وزاری ہوتی اوسکو دیکھا کرتا اکیبار مین نے اونسے ایک بات کہا کہ اے حبیب
یہ تمہارا ہون تو اوسنے کہین کہ اپنے نفس پر کچھ نرمی کرین اوسنے کہا کہ اختیار ہے جو ہم اونکی
خدمت مین لگے اور کہا کہ اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کرین اور اتنا نہ رویا کرین تو جو تمہاری مراد ہے اوسپر
یہ بات زیادہ ہو گی وہ یہ بات سنکر روئین پھر کہا کہ مین تو یہ چاہتی ہون کہ اتنا روؤن کہ میری آنکھ مین
ایک آنسو نرہے پھر خون رویا کرون یہان تک کہ میرے بدن مین ایک قطرہ خون کا باقی نرہے
مگر مجھے رونا کہان آتا ہے یہ کہتی تھین کہ وقتی ہوان ہی تھے کہ بیہوش ہو کر کہا کہ مین کہان ڈوبتی ہوئی ہون
بیہوش ہو گئین اور شیخ یحیی بن معاذ کہتے ہین کہ مجھے ایک عابد حبشی نے بیان کیا کہ مین نے خواب مین
دیکھا کہ مین جنت مین داخل ہوا کہ کسی کی جوان ہوئی ہوں کہ اہل جنت اپنے دروازون پر کھڑے ہین مین نے پوچھا
کہ جنت والے کیون کھڑے ہین مجھسے کسی نے کہا کہ اس عورت کے انتظار مین کھڑے ہین جسکے آنے سے
آراستہ کی گئی ہین مین نے کہا کہ وہ عورت کون ہے مجھسے کسی نے کہا کہ ایک کالی لونڈی اہل ابلہ کے
لوگون کی ہے جسکا شعوانہ کہتے ہین مین نے کہا کہ وہ تو میری بہن ہے یعنی ایسی گفتگو مین تھی کہ اتنے مین
وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا مین اوڑتی آ رہی تھی جب مین نے اونکو دیکھا تو پکارا کہ اے بہن تم تو مجھے
کہا کرتی ہو اپنے حبیب سے دعا کرو کہ مجھکو بھی تمہارے ساتھ ملا دے اونھون نے تبسم کیا اور فرمایا کہ ابھی تیرے
آنے کا وقت نہین آیا مگر میری دو باتین یاد کرلے اول تو یہ کہ اپنے دل پر رنج و غم رکھنا دوم یہ کہ اللہ تعالی
کی محبت کو اپنی ہوا و نفس پر مقدم رکھنا پھر انشاء اللہ تیرا نقصان نہو گا کبھی تیری موت آوے
اور عبد اللہ بن الحسن کہتے ہین کہ میرے پاس ایک رومی لونڈی تھی جس سے مین بہت خوش تھا
ایک رات وہ میرے پاس سوتی تھی مین جو جاگا تو اوسکو بچھونے پر نپایا اوسکو ڈھونڈنے لگا دیکھا تو
وہ سجدے مین پڑی ہوئی کہہ رہی ہے الٰہی باعث اوس محبت کے جو تجکو میرے ساتھ ہے مجکو بخشدے مین نے
کہا کہ یون مت کہہ کہ جو محبت تجکو میرے ساتھ ہے بلکہ یون کہہ کہ جو محبت مجکو تیرے ساتھ ہے اوسکی بابت
گناہ معاف کر اوسنے کہا کہ آقا صاحب یہ نہین وہی محبت رکھتا ہے تو شرک سے نکالکر مشرف
باسلام فرمایا اور اوسکی محبت سے یہ ہے کہ مجھے رات کو جگایا حالانکہ بہت اوسکی مخلوق سوتی ہے
اور ابو ہاشم قرشی کہتے ہین کہ ایک عورت یمن کی باشندہ جسکو سریہ کہتے تھے ہمارے ایک مکان مین
آکر ٹھہری مین اوسکی فریاد و زاری رات کو سنا کرتا ایک روز مین نے اپنے خادم سے کہا کہ اس
عورت کو جھانک کر دیکھ کہ کیا کرتی ہے اوسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ اور کچھ نہین کرتی یہ کرتی ہے
کہ اپنی نگاہ آسمان کیطرف سے نہین ہٹاتی اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی کہہ رہی ہے کہ تو نے سریہ کو پیدا کیا

پھر اپنی نعمت سے اوسکو غذا دی اور ایک حال سے دوسرے مین کیا تیرے سب احوال اوسکے حق مین اوسکے
ہین تیرے مصائب اوسکے قبضہ مین مملوک ہین اور وہ باوجود اسکے اپنے آپکو تیرے غصے کے لیے
متعرض ہوتی ہے کہ تیرا مالک تیری نافرمانی کی جرأت کرتی رہتی ہے کیا تو یہ جانتا ہے کہ وہ یہ گمان
کرتی ہوگی کہ تو اوسکے افعال نہین دیکھتا ہوگا حالانکہ تو علیم اور خبیر اور ہر چیز پر قادر ہے - اور ذوالنون
مصری یہ فرماتے ہین کہ ایک رات مین وادی کنعان سے نکلا جبکہ وادی سے اوپر گیا تو دیکھا کہ سامنے سے
ایک کالی چیز میری طرف کو آتی ہے اور کہتی ہے کہ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اور
روتی ہے جب وہ نزدیک پہونچی تو معلوم ہوا کہ ایک عورت صوف کا جبہ پہنے اور ہاتھ مین ڈولچی
لیے ہے اوس نے کہا کہ تو کون ہے مین نے کہا کہ ایک مرد مسافر ہون اوس نے کہا کہ تعجب کی بات ہے خدا تعالیٰ کے ہوتے ہوے غربت کا شعور
کیا معنی ہین اوسکا اس کہنے سے رونا اوس نے کہا کہ تو کیون رویا مین نے کہا کہ وہ ایسی درد ہے کہ
ہوگیا تھا اور دوا سے جلد اچھا ہوسکتا اوس نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو کیون رو رہا ہے مین نے کہا کہ کیا
رونا مفید نہین اوس نے کہا نہین مین نے پوچھا کہ کیا وجہ اوس نے کہا کہ رونا دل کی راحت ہے
اسبات کو سنکر تعجب کرتا رہا اور کچھ کہا اور وہ ہم سے غائب ہوگئی کہ ہمین خبر نہ ہوئی کہ کہان جانے کی اجازت
چاہی اوسنے کہا کہ اجازت نہ دی ہم دروازہ پر پہونچے اور کہا کہ حبشی کو معلوم ہوا تو
دروازہ کھولنے کو کھڑی ہوئی اور یہ کہا کہ دروازہ کھولا کہ آئی مین نے پناہ مانگی ہون اور شیخ کی
سخت سے رو کے ہم اندر گئے اور اوسنے کہا کہ آپ چاہتے ہین کہ مین اوٹھون اوسنے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ تمہاری ضیافت میرے گھر مین پورا کرے کہ تمہاری ضرورت پوری کرے پھر مجھسے کہا کہ عورت کی فکر
چالیس برس آسمان کیطرف نگاہ نہ کی اور ایک نگاہ سے جو اوسنے ضیافت کی تو بیہوش ہو کر گر پڑے اور
پیٹ مین کوئی پردہ پھٹ گیا کاش عمر اپنا سر اوٹھاتے اور نافرمانی نکرے اور کیا اچھا ہو کہ اگر نافرمانی
کی ہو تو اوسکو دوبارہ نکرے - اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ مین ایک دن بازار گیا اور میرے ساتھ
ایک حبشی لونڈی تھی مین بازار سے علیحدہ ایک جگہ پر اوسکو بٹھلا گیا اور کسی ضرورت کو چلا گیا اور یہ کہہ گیا
کہ جب تک مین نہ آؤن یہان سے مت ہلنا جب مین اپنے کام سے پھر کر آیا تو اوسکو جہان بٹھلا گیا تھا
وہان نہ پایا اپنے گھر کو واپس آیا اور نہایت غصہ اوسپر تھا جب اوسنے مجھکو دیکھا تو چہرے سے غصہ
پہچان گئی اور مجھسے کہا کہ آپ جلدی نکریں میری بات سن لیجئے جس جگہ آپ مجھکو بٹھلا گئے تھے وہان
مین نے کوئی خدا کا ذکر کرنے والا نہ پایا مجھے خوف ہوا کہ کہین یہ جگہ دھنس نجائے اسلیے

وہان سے چلی آئی راوی کہتا ہے کہ مجکو اوسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور اوس سے کہا کہ تو آزاد ہے اوسنے کہا کہ یہ آپ نے برا کیا مین آپکی خدمت کیا کرتی تھی تو مجکو دو ثواب ہوتے تھے اب ایک جاتا رہا - اور ابن علاء سعدی کہتے ہین کہ میرے چچا کی لڑکی کا نام بریرہ تھا وہ عابدہ تھین اور قرآن شریف بہت پڑھا کرتی تھین جب ایسی آیت پڑھتین کہ اوسمین دوزخ کا ذکر ہوتا تو روتین اسیطرح کیا کرتین یہان تک کہ رونے کی کثرت سے اونکی آنکھین جاتی رہین اوسکے چچازاد بھائیون نے آپسمین کہا کہ چلو انکو کثرت گریہ کے باب مین ملامت کرین ہم سب اونکے پاس گئے اور پوچھا کہ اے بریرہ تم کیسی ہو جواب دیا کہ مہمان ہین اچھی زمین مین پڑے ہین اور اوسکے منتظر ہین کہ کب کوئی ہمکو بلاوے اور ہم جاوین ہمنے کہا کہ پھر یہ رونا کب تک رہیگا آنکھین تو جاتی رہین انہون نے کہا کہ اگر میری آنکھون کو خدا کے یہان کچھ بہتری ہے تو دنیا مین جو کچھ اونمین سے جاتا رہا اوس کا کیا نقصان ہے اور اگر اونکو خدا کے یہان برائی ہے تو اور اس سے زیادہ روینگی پھر منہ پھیر لیا لوگون نے کہا کہ یہان سے اوٹھ کھڑے ہو اونکا حال کچھ اور ہی ہے اپنا سا حال نہین اور معاذہ عدویہ جب دن نکلتا تو کہتین کہ یہ وہ دن ہے جسمین مین مرونگی اور شام تک کچھ نہ کھاتین جب رات ہو جاتی تو کہتین کہ اس رات مین مرونگی اور صبح تک نماز مین مصروف رہتین - اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ مین ایک رات حضرت رابعہ کے یہان رہا وہ اپنی محراب مین کھڑی ہوتین اور مین مکان کے ایک گوشے مین اور صبح تک ہم دونون کھڑے رہے جب صبح ہوئی تو مین نے کہا کہ جس شخص نے ہمکو قوت اس رات کے قائم ہونے کی عنایت فرمائی اوسکا شکریہ کیا ہے حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اوسکا شکر یہ ہے کہ دن کو اوسکے واسطے روزہ رکھین - اور شعوانہ اپنی دعا مین یون کہا کرتین کہ الٰہی مجھے تیرے ملنے کا نہایت شوق ہے اور تیرے بدلہ دینے کی بڑی توقع ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے یہان توقع کرنے والون کی امید نہین ٹوٹتی نہ مشتاقون کا شوق تیرے یہان نکما ہو الٰہی اگر اب میری موت ہوا اور کسی عمل نے مجکو تجھسے نزدیک نہ کیا ہو تو اپنی بیماریون کا ذریعہ گناہون کے اقرار کو کرتی ہون پس اگر تو معاف فرماویگا تو تجھسے بہتر اور کون ہے جو ایسا کرے اور اگر تو عذاب دیگا تو تجھسے عادل تر کون ہے الٰہی مین نے جو اپنے نفس کے لیے نظر کی تو اوسپر ستم کیا اب اوسکے واسطے تیرا حسن نظر باقی ہے اگر تو اوسکا مطلب پورا نہ فرماویگا تو اوسکی خرابی اور تباہی ہے الٰہی تو میری زندگی بھر مجھپر احسان کرتا رہا تو اس احسان کو موت کے بعد قطع مت فرما اور جو شخص مجکو ایام حیات مین میرا ذمہ دار احسان کا رہا ہے اوس سے مجکو توقع ہے کہ مرنے کے وقت بھی مجھے بخشش کرے الٰہی تو تو میری حیات مین ہمیشہ ذمہ دار میرے ساتھ

سلوک کی ہی کا رسالہ تو تجکو ایسی پرہیزگاری کے باعث تیری عین نظر سے گرا دیا ہے ابو سلیمان نے کہا الٰہی اگر مجہسے گناہ ہون تو نے
مجکو ڈرایا ہے تو جو محبت تجکو مجسے ہے اوسنے اطمینان دلایا ہے پس مجسے معاملہ کو اوسطرح کر جیسا
جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل کر اوس شخص پر کہ جو جہل میں مغرور ہے الٰہی اگر تجکو میری رسوائی
منظور ہوتی تو تو مجکو ہدایت نفرماتا اور اگر میری فضیحت مقصود ہوتی تو میری پردہ پوشی کیون کرتا پس جس سبب
کہ تو نے ہدایت کیا اوسی سے مجکو بہرہ ور فرما اور جس باعث سے پردہ پوشی کی اوسیکو ہمیشہ کر الٰہی مجھے
گمان نہین کہ جس مطلب مین میری عمر کٹی اوسکو تو نا منظور فرما کر مجکو چہوڑ دیگا الٰہی اگر مین گناہ نکیا
ہوتا تو تیرے عذاب سے کیون ڈرتی اور اگر تیرا کرم نہ چاہتی تو تیرے ثواب کی توقع کیون کرتی اور تو مجھ
کہتے ہین کہ ہم سلیمان عابد کے پاس گئے اونکا حال یہ تہا کہ وہ روتے روتے کالی ہوگئی تہین اور دیدے
اندہی ہوگئی تہین اور نماز پڑہتے پڑہتے بیکی ہوگئی تہین نماز بیٹھے بیٹھے پڑہا کرتی تہین ہمنے اونکو سلام
کیا اور کچھ بیان عفو الٰہی کا کیا تاکہ اونپر معاملہ آسان ہو جاوے اونہون نے سنکر ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ
میرا جو کچھ دل مین ہے مجہسے نفس کا حال تمہی کو معلوم ہے اوسی سے میرا دل زخمی اور جگر پارہ پارہ ہوگیا چاہتی ہون
کہ کاش خدای تعالیٰ مجکو نہ پیدا کرتا اور میرا کچھ ذکر دنیا مین نہوتا یہ کہکر پہر نماز پڑہنے لگین پس اگر تمکو اپنے
نفس کی نگاہ پشت اور حفاظت منظور ہو تو ان مردون اور عورتون کا حال دیکھو جنہون نے اجتہاد کیا تاکہ
تمکو بھی سرور آوے اور جس اجتہاد زیادہ ہو اور اپنے زمانے والون کیطرف ہرگز مت دیکھنا جنکے باب مین
خدای تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اور اجتہاد والونکی
حکایتین بیشمار ہین ہمنے جسقدر لکہی ہین عبرت والے کے لیے بس ہین اور اگر تمکو زیادہ دیکہنا منظور ہو
تو کتاب حلیۃ الاولیا کا مطالعہ ہمیشہ کیا کرو اوسمین بیان احوال صحابہ اور تابعین اور اونکے بعد کے
لوگون کا ہے اوسکے دیکھنے سے تمکو معلوم ہوگا کہ تم اور تمہارے اہل زمانہ سب اہل دین سے بہت
دور ہین پہر اگر تمہارا نفس اسی زمانے والون کو دیکھنے کو کہے اور یہ حجت کرے کہ خیر اسی زمانے مین سے کہ
بہت سے مددگار ہین علاوہ اسکے اگر انکی مخالفت کرتے ہو تو لوگ دیوانہ کہینگے اور ہنسی کرینگے اسلیے
ضرور ہوا کہ ساتھ انہین کے رہون جو انکا حال ہوگا وہی تمہارا ہوگا مصیبت سبکی ہوگی تو
ہوگی اور مثل مشہور ہے مرگ انبوہ جشنے دارد تو نفس کی اس دلیل سے ایسا نہو کہ تم دہوکا کہا جاؤ
اور اسکے مکر مین مبتلا ہو جاؤ بلکہ اوس سے یون کہو کہ بھلا اگر کوئی بڑی سیلاب آتی ہو جو شہر کے شہر کو غرق
کر دے اور لوگون کو اوسکی حقیقت معلوم نہوا سیلیے وہ راہ احتیاط نہ چلین اور اپنی جگہ سے نہ ہلین اور
تمکو اونسے علیحدہ ہونے کی طاقت ہو کہ کشتی مین سوار ہو کر اوس سیلاب سے بچ سکتے ہو تو اوسوقت کیا

اور اگر تو کہا مانے اکثر لوگون کا جو زمین مین ہین تجکو بہکاوین اللہ کی راہ سے ۱۲

تمہارے دل میں گذرتا ہے کہ مرگ اونکو چھٹے دار ہے اور اوس وقت تو تم اونکی موافقت نہیں کرتے اور
اونکی احتیاط نہ کرنے کو حماقت سمجھتے ہو اور اپنے بچاؤ کا فکر کرتے ہو پس جب ڈوبنے کے ڈر سے جسکا
عذاب ایک ساعت کا ہے تم لوگوں کی موافقت ترک کرتے ہو تو پھر کیا بات ہے کہ جو عذاب ہمیشہ کا ہے
اوس سے کچھ نہیں کرتے اور ہر وقت اوسکے مستحق ہوتے چلے جاتے ہو اور مصیبت جب تمام ہوتی ہے
تو اچھی معلوم ہوتی ہے یہ بھی بیان درست نہیں اسلیے کہ دوزخیوں کو اتنی مہلت کہاں جو عام و خاص
کیطرف التفات کریں سواسکے دیکھو کہ کفار کو صرف اونکے اہل زمانہ کی موافقت ہی نے تباہ کیا اونھوں
نے بھی یہی کہا تھا اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ غرضکہ جب تم
نفس کے عتاب کرنے میں مشغول ہو اور اوس سے اجتہاد لو اور وہ کہنا نہ مانے تو اوسکو ملامت کرنے
اور جھڑکنے سے باز نہ آؤ اور اوسکو بتاتے رہو کہ یہ نافرمانی تیرے حق میں بری ہے پس کیا عجب ہے کہ وہ
ان باتوں کے باعث اپنی سرکشی سے باز رہے چھٹا مقام نفس کی توبیخ اور عتاب میں
واضح ہو کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اوسکا نفس ہے جو بغل کا ہمسایہ ہے وہ بدی کا امر کرتا ہی اور
مائل بشر پیدا ہوا ہے خیر سے بھاگتا رہتا ہے اور آدمی کو اوسکے تزکیہ اور سیدھا رکھنے اور زبردستی
خدا تعالیٰ کی عبادت پر آمادہ کرنے اور شہوات سے روکنے اور لذات سے علیحدہ رکھنے کا حکم
ہوا ہے پس اگر آدمی اوسکی نگہداشت چھوڑ دے تو سرکشی کرکے بھاگ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہیں آتا اور اگر ہمیشہ
ڈانٹ اور عتاب اور ملامت کرتا رہے تو وہی نفس پھر نفس لوامہ ہو جاتا ہے جسکی قسم خدا تعالیٰ نے
کھائی ہے اور توقع ہے کہ رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ ہو جاوے جو زمرہ بندگان الٰہی میں راضی اور مرضی ہو کر بلایا
جاویگا اسلیے آدمی پر لازم ہے کہ کسی وقت اوسکی نصیحت اور عتاب سے غافل نہ رہے اور دوسرے کو نصیحت
جب کرے تو پہلے اول اپنے نفس کو کرے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابن مریم
تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت مان جاوے تو پھر لوگوں کو نصیحت کر ورنہ مجھ سے شرم کر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذَکِّرْ
فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور اوسکا طریق یہ ہے کہ نفس کیطرف متوجہ ہو کر اوسکی بیوقوفی اور جہالت اور
نادانی ثابت کردے کہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ سمجھتا ہے اور اگر اوسکو احمق کہدے
تو بہت ہی برا مانتا ہے پس اوس سے یوں کہنا چاہیے کہ اے نفس تو کتنا بڑا جاہل ہے تو تو کہتا ہے کہ
میں حکمت والا اور ذکا اور دانائی میں یکتا ہوں مگر تجھ سے برابر بیوقوف اور کم فہم کوئی نہیں کیا تو
نہیں جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہیں اور ایک میں تجھے ضرور جانا ہے پھر تجھے
کیا ہوا ہے کہ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور کھیل میں مشغول رہتا ہے حالانکہ تجھے بڑا کام درپیش ہے

قرآن بیشک ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم انہی کے قدم بقدم [illegible] ۱۲

قرآن اور نصیحت کر کہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی [illegible]

شاید کہ بالکل تجکو موت آ و بائے اور جسکو دور سمجھتا ہے خدا کے نزدیک وہ قریب ہو چکی ہو کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ جو آنے والی چیز ہوتی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے بعید وہی ہے جو آنے کی نہیں کیا یہ نہیں جانتا کہ موت جب آتی ہے تو یکایک آتی ہے نہ کوئی پہلے اوسکا قاصد آوے نہ کچھ وعدہ اور پیام ہو نہ یہ کہ گرمی میں آوے اور جاڑے میں نہ آوے یا جاڑے میں آوے گرمی میں نہ آوے یا دن کو آوے رات کو نہ آوے یا رات کو آوے دن کو نہ آوے یا لڑکپن میں آوے جوانی میں نہ آوے یا جوانی میں آوے لڑکپن میں نہ آوے بلکہ ہر ایک سانس میں ناگاہ موت کا آنا ممکن ہے اور اگر موت دفعۃً نہ ہو تو مرض تو دفعۃً ہوتا ہے جو موت تک پہونچا دیتا ہے پس نہ معلوم تجھے کیا ہوا ہے کہ باوجودیکہ موت اتنی نزدیک ہے اوسکی تیاری نہیں کرتا کیا تو اس آیت کو نہیں سمجھتا اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون ما يأتيهم من ذكر من ربهم محدث الا استمعوه وهم يلعبون لاهية قلوبهم اگر تو خدای تعالی کی نافرمانی پر اسلیے جرأت کرتا ہے کہ تیرے اعتقاد میں خدای تعالی تجکو نہیں دیکھتا تو تو بڑا کافر ہے اور اگر خدای تعالی کو اپنے اوپر مطلع سمجھتا ہے تو سخت بیحیا ہے اگر تیرے سامنے کوئی تیرا غلام بلکہ تیرا بھائی کوئی ایسی بات کرے جو تجکو بری معلوم ہو تو تو کتنا ناک منہ چڑھاوے اور غصہ کھاوے پھر کونسی جرأت سے تو خدای تعالی کے غضب کا مستوجب ہوتا ہے اور اوسکے عذاب و عتاب سے نہیں ڈرتا کیا تجکو یہ گمان ہے کہ اوسکے عذاب کی برداشت کر سکیگا ہرگز نہیں یہ بات دل سے دور رکھ اور اگر اوسکے عذاب کا امتحان کیا چاہے تو ایک ساعت پیش آفتاب میں یا حمام میں بیٹھ یا اپنی انگلی آگ سے قریب کرتا کہ قدر طاقت اور عجز اپنا معلوم ہو جاوے یا یہ مغالطہ ہے کہ خدای تعالی کریم اور صاحب فضل ہے اوسکو کسی کی طاعت کی حاجت نہیں پس اللہ تعالی کے کرم پر دنیا کے کاموں میں کیوں نہیں اعتماد کرتا جب کوئی دشمن تیرا قصد کرتا ہے تو کیوں حیلے اوسکے دفع کے کرتا ہے جب کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالی اپنے کرم سے اسکو دور کر دیگا یا جب کوئی کام دنیا کی تجکو ہوتا ہے جو بدون روپیہ پیسے کے نہیں سر انجام ہوتا تو اوسوقت تیرا کیوں دم سا نکلتا ہے اور اوسکی طلب میں بیسیوں حیلے بناتا ہے اوسوقت اعتماد کرم الہی پر کہاں جاتا ہے کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالی کوئی خزانہ بتلا دیگا یا کسی اپنے بندے کو بھیجیگا کہ تیرا کام بدون تیرے ہاتھ پاؤن ہلائے سر انجام کر دیگا کیا تو یہ جانتا ہے کہ خدای تعالی صرف آخرت ہی میں کریم ہے دنیا میں نہیں اور تجھے تو معلوم ہے کہ خدای تعالی کا طریق بدلا نہیں جاتا اور دنیا و آخرت کا پروردگار ایک ہی ہے اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جو وہ کماوے اور

نفس تیرا یہ جھوٹے دعوی اور نفاق ایسے ہی عجیب ہین اسلیے کہ تو زبان سے تو دعوی ایمان کرتا ہے مگر نفاق کا اثر تجھپر ظاہر ہے دیکھ تیرا آقا اور پروردگار فرماتا ہے وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اور آخرت کے باب مین فرماتا ہے وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ان دونون آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص دنیا کے امر کی کفالت تو خود اوس نے فرمائی ہے کہ تیری سعی کی اسمین کچھ حاجت نہین اور آخرت کو بندے کی کمائی پر منحصر رکھا اگر تو نے اپنے افعال سے خداے تعالی کو جھوٹا کیا کہ جس چیز کی کفالت وہ کرتا ہے اوسمین تو بہت کوشش اور باؤلون کیطرح کرتا ہے اور امر آخرت کو جو تیری سعی پر منحصر رکھا تھا اوس سے بالکل سر گردان اور حقارت کنان ہے پس یہ تو نشان ایمان نہین اگر زبان سے ہی ایمان معتبر ہوتا تو منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے درجہ مین کیون ہوتے ارے کمبخت گویا تو روز حساب پر ایمان نہین رکھتا اور گمان کرتا کہ مرنے کے بعد تجھکو رہائی ہوجاویگی اور بھاگ جاویگا ہرگز ایسا نہوگا اللہ تعالی فرماتا ہے أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ پس اگر تجھکو یہی گمان ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جاویگا تو تیری برابر اور جاہل نہین اور تو کیسا کافر ہے یہ تو سوچ کہ اللہ تعالی نے تجھکو کس چیز سے بنایا ہے چنانچہ خود فرماتا ہے قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ پھر کیا تو اسکو جھوٹ جانتا ہے کہ جب وہ چاہیگا تجھکو مرنے کے بعد اوٹھا کھڑا کریگا اگر تو جھوٹ نہین جانتا تو پھر احتیاط کیون نہین کرتا اور اگر بالفرض کوئی یہودی تجھسے کہدے کہ تیرے مرض مین فلان کھانا مضر ہے گو وہ تیرے نزدیک سب کھانون سے لذیذ ہو مگر تو اوس سے صبر کرلیگا اور اوسکو چھوڑ دیگا اور یہی کرا کرلیگا اب ہم پوچھتے ہین کہ جن انبیا کو معجزے عنایت ہوے اونکا قول اور خداے تعالی کا قول اوسکو آسمانی کتابون مین تیرے نزدیک اتنا بھی نہین کہ ایک یہودی کے قول کی برابر ہو جو اٹکل پچو بے دلیل باوجود نقصان علم و عقل کے کہدیتا ہے کہ اوسکا اثر تو ہوتا ہے اور خدا اور رسول کے کہنے کا اثر نہین اور اوس سے عجیب یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکا تجھسے کہدے کہ تیرے کپڑون مین ایک بچھو ہے تو بدون اسکے کہ تو کوئی حجت پوچھے فورا اپنے کپڑے پھینک دیتا ہے کیا انبیا اور علما اور حکما اور تمام اولیا کا قول تیرے نزدیک لڑکے کے قول سے بھی کمتر ہے جو محض نادان ہوتا ہے یا یہ کہ جہنم کی حرارت اور اوسکے طوق و عذاب اور ہتھوڑے اور گرز اور پیپ اور ہواے گرم اور سانپ بچھو کو دنیا کے بچھو سے کم جانتا ہے جسکی تکلیف ایک

ایک ذرہ یا اوس سے بھی کم ہوتی ہے یہ کام تو دانشمندوں کا نہیں بلکہ اگر یہ بات تم پر تیرا حال منکشف ہو تو تجھ پر اور تیری عقل پر ہنسیں پھر اے کم بخت اگر تو ان سب پر ایمان رکھتا ہے اور واقعی جانتا ہے تو کیا وجہ کہ عمل میں لیت و لعل کرتا ہے موت تو تیری گھات میں لگی ہے کیا عجب ہے کہ مہلت دیے بغیر ہی اور جلدی آجاوے تو کس باعث سے اوس سے نڈر بیٹھا ہے کہ جلد نہ آویگی اور ہم نے مانا کہ تجھکو سو برس کی مہلت ملجاوے تب بھی تو راہ بدون کاٹے نہیں کٹتا اور کام بدون کیے تمام نہیں ہوتا فرض کرو کہ ایک شخص فقہ سیکھنے کو گھر سے باہر نکلے اور باہر جاکر برسوں بیکار نکما بیٹھا رہے اور نفس کو وعدہ کرتا ہے کہ پچھلے برس سیکھونگا جب گھر کو جانے کے تھوڑے دن رہینگے تو تجھکو اوس شخص کی عقل پر ہنسی آویگی کہ یہ بھی عجب شخص ہے کہ ذرا سی مدت میں فقہ سیکھنا چاہتا ہے یا یوں فقہ سیکھے بنا سکے منصب کا طالب ہے اور خدا تعالیٰ کے کرم پر بھروسا رکھتا ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آخر عمر میں کوشش عمل میں کرنی نافع ہے اور اوس سے بلند درجے ملتے ہیں تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی زندگی بہت باقی ہے شاید یہی روز آخری ہو میرا تو نہیں مشغول بعبادت ہونے کے کیا معنی اگر مہلت کا پروانہ بھی ملگیا ہو تب بھی عمل کی مبادرت نہ کرنے اور لیت و لعل کرنے کی کیا وجہ ہے بجز اسکے کہ اپنی خواہشوں کے خلاف کرنے سے عاجز ہے اسلیے کہ اوسمیں محنت و مشقت ہوتی ہے پس اگر یہ انتظار ہے کہ عبادت ایسے دن کریں جس میں مخالفت شہوات کی دشوار نہ معلوم ہو تو ایسا دن خدا تعالیٰ نے کبھی پیدا نہ فرمایا نہ آگے کو پیدا فرماویگا جنت تو جب ملیگی تو شاق باتوں سے گھری ہوئی ملیگی اور وہ کبھی نفس پر ہلکی نہ معلوم ہونگی اسکا وجود تو محال ہے سچ تو یہی کہ کب سے تو وعدہ کرتا ہے کہ کل کرونگا اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہو جاتی ہے جب آج ہی ہو گیا تو کل کیا کر سکیگا تجھے معلوم نہیں کہ جو کل آج ہو گئی اوسکا حکم گذشتہ کا ہو گیا بلکہ اصل یہی ہے کہ تو آج اگر عاجز ہے تو کل کو عاجز تر ہوگا اسواسطے کہ شہوت مثل جمے ہوئے درخت کے ہے جسکا اکھاڑنا بندے کے لیے مثل عبادت ہے پس اگر سستی کے باعث اوسکو نہ اوکھاڑا اور دوسرے دن پر رکھا تو اوسکی مثال ایسی ہے کہ جب آدمی قوی اور جوان ہوا اوسوقت درخت کے اوکھاڑنے سے عاجز ہو کر ایک برس اور اوسے رہنے دے اور جانتا ہو کہ مدت کے زیادہ ہونے سے درخت میں مضبوطی زیادہ ہو جاتی ہے اور آدمی میں ضعف آتا جاتا ہے تو جس درخت کو کہ جوان ہو کر نہ اوکھاڑ سکا اوسکو بڑھاپے میں کبھی نہ اوکھاڑ سکیگا شیخ سعدی یہ فرماتے ہیں قطعہ

درختے کہ اکنون گرفتست پاے — بنیروے شخصے بر آید زجاے
وگر ہمچنان روزگارے ہلی — بگردونش از بیخ بر نگسلے

واقعی یہ ہے کہ بڑھاپے کی ریاضت ایک مشقت ہی مشقت ہے مثل مشہور ہے کہ بوڑھے توتے نہیں پڑھتے پھر بیڑے کی تادیب محض تعذیب ہے تر لکڑی کو جہاں سے چاہو موڑ لو اگر خشک ہو جاویگی تو پھر نہ مڑیگی ؎

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ	نشود خشک جز بآتش راست

پس اے نفس اگر تو ایسی صاف صاف باتوں کو بھی نہیں سمجھتا اور تاخیر پر مائل ہے تو پھر کیوں اپنے آپ کو عاقل کہتا ہے اس حماقت سے بڑھکر اور کونسی ہوگی اور شاید تو یہ تقریر کرے کہ میں عمل پر اسلیے مستقیم نہیں ہو سکتا کہ لذت شہوات کا حریص ہوں اور تکلیف مشقت پر کم صبر کر سکتا ہوں تو یہ بھی نہایت ہی درجے کی حماقت اور بیہودہ کا برا عذر ہے اسلیے کہ اگر یہ بات تیری سچی ہے تو ایسی شہوتوں کا طالب کیوں نہیں ہوتا جو ابدالآباد تک صاف اور خالی از جملہ کدورات ہوں اور اونکے ملنے کی توقع جنت کے سوا اور جگہ نہیں اگر واقع میں تو شہوت ہی کا حریص ہے تو یہ حرص اسیطرح مٹ سکتی ہے کہ تو شہوت دنیاوی سے خلاف کرے ورنہ ایسا اکثر ہوتا ہی کہ ایک لقمہ کے باعث بہت سے لقموں سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اور ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کسی مریض کو کوئی طبیب کہے کہ ٹھنڈا پانی تین دن مت پینا تاکہ تندرست ہو جاوے اور پھر مزے سے عمر بھر پیا کرے اور یہ بھی کہدے کہ اگر اس تین دن کے عرصے میں پانی پیوے گے تو کسی سخت مرض دیرپا میں مبتلا ہو جاؤگے اور تمام عمر کا پینا چھوٹ جاویگا تو اسصورت میں مقتضائے عقل اوس بیمار کے لیے کیا ہے تین دن صبر کرکے تمام عمر عیش سے رہے یا اوسیوقت اپنی خواہش پوری کرے کہ مجھسے تین دن صبر نہ ہو سکیگا اور مخالفت خواہش کی تکلیف برداشت نہ ہو سکیگی گو اوسکے بعد تین سو دن یا تین ہزار دن برداشت کرنی پڑے اب اگر تمام عمر کو مدت آسایش اہل جنت اور عذاب اہل دوزخ کے ساتھ نسبت کرو یعنی ایام زندگی کو ابد کیطرف نسبت کرو تو جو نسبت تین دن کو ہے تمام عمر کیطرف اوس سے بھی وہ تھوڑی ہی ہوگی گو آدمی کی عمر کتنی ہی بڑی ہو کیونکہ صورت اول نسبت محدود چیز کی ہے لاانتہا شے کیطرف جو واقع میں کچھ بھی نہیں اور صورت دوم میں محدود کی نسبت دوسری محدود چیز کیطرف ہے یہ خواہ مخواہ بڑی ہوگی اور یہ تو کوئی بتاوے کہ شہوات سے صبر کرنے کی تکلیف سخت اور اوسکی مدت بڑی ہے یا درکات دوزخ میں رہنے اور آگ کی تکلیف سہنے کی پس جو شخص کہ مجاہدے کی تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا اوس سے خدای تعالی کے عذاب کی تکلیف کیسے برداشت ہوگی پس تو جو اپنے نفس پر شفقت کرنے میں سستی کرتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو خفیہ کفر رکھتا ہے یا علانیہ بیوقوفی کفر خفی تو یہ ہے کہ روز حساب پر ایمان ضعیف ہوا اور مقدار ثواب و عذاب کو بڑا سمجھتا ہوا اور علانیہ بیوقوفی یہ ہے کہ خدای تعالے کے کرم اور عفو پر اعتماد ہوا ور

اوسکی ان باتون پر التفات نہو کہ وہ عذاب دینے کے لیے مہلت بھی دیتا ہے اور تیری عبادت کی
اوسکو کچھ پروا نہین پھر باوجود اسکے روٹی کے ٹکڑے مین یا مال کے باب مین یا خلق سے کسی کلمے کے
سننے مین خداے تعالی کے کرم پر اعتماد نہین کرتا بلکہ جتنے حیلے اسباب مین حصول غرض کے لیے ہون
سب کو استعمال مین لاتا ہے اسی جہالت کے باعث حماقت کا لقب تجکو جناب رسالت مآب صلے اللہ
علیہ وسلم سے عنایت ہوا چنانچہ فرمایا الکیّس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من
اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ الامانی ۔ ارے کمبخت دنیا کی زندگی پر مغرور نہو اور نہ اوس
کسی چیز سے خداے تعالی پر دغا لا کہا تو اپنا آپ فکر کر دوسرے پر تیرا مطلب نہین ہے اپنے اوقات
ضائع مت کر کہ چند نفس گنتی کے ہین جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو تجھ مین سے کچھ کم ہو جاتا ہے
بیمار ہونے سے پیشتر تندرستی کو غنیمت جان اور شغل سے پیشتر فارغ ہونے کو اور مفلسی سے پہلے
تونگری کو اور بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پیشتر زندگانی کو اور جتنا تو آخرت مین رہے
اوسیقدر اوسکی تیاری کر دنیا مین بھی تو تو اسیطرح کرتا ہے کہ جتنی مدت جاڑے کی ہوتی ہے اوتنے ہی
دنون کا سامان کیا کرتا ہے کہ غذا اور لباس اور لکڑیان وغیرہ لوازم اکٹھا کر لیتا ہے اور انہین سے
کسی چیز مین خداے تعالی کے کرم پر تکیہ نہین کرتا کہ وہ آپ اپنے فضل سے سردی کی تکلیف بدون
جبہ اور اون اور لکڑی وغیرہ کے دفع کر دیگا حالانکہ وہ ان سب امور پر قادر ہے تو پھر کیا تجھے یہ گمان ہے
کہ جاڑون کی سردی کی نسبت کہ جہنم کے زمہریر مین سردی کم ہوگی یا تھوڑے دنون رہنے کی یا یہ
گمان ہے کہ وہان کے زمہریر سے بدون کچھ کیے نجات ہو جائیگی یہ بات دل سے دور رکھ بلکہ جیسی
جاڑے کی سردی بدون لباس اور آگ اور دوسرے لوازم کے نہین جاتی اسیطرح حرارت و برودت
جہنم بھی بدون گڑھی توحید اور طاعت کے خندقون کے نہین جانیکی اور کرم الٰہی یہ کیا تھوڑا ہے کہ
تجکو طریق قلعہ بند ہونے کا بتلایا اور اوسکے سامان تیرے لیے مہیا کیے جیسے جاڑے کی سردی کے
دفع کے لیے آگ کو پیدا کیا اور اوسکے نکالنے کا طریق سنگ اور لوہے وغیرہ سے بتلا دیا تاکہ
تو خود سردی کو اپنے اوپر سے ٹال سکے کرم اوسکا اسمین نہین ہے کہ بدون قلعہ کے تجسے عذاب
دور کر دے یا بدون لوازم و اسباب ظاہری کے سردی گرمی کو ٹالے رکھے اور جسطرح کہ لکڑیون کا
خریدنا اور جبہ وغیرہ کا لینا کچھ خداے تعالی کے کام کا نہین وہ ان سب سے بے پروا ہے بلکہ ان چیزون کو
صرف تیرے آرام کے لیے بنایا ہے اسیطرح جتنے طاعات اور مجاہدات ہین اونسے بھی وہ مستغنی ہے تو
یہ چیزین صرف تیری نجات کے لیے ہین مولانا روم فرماتے ہین شعر

من نکردم امر تا سودے کنم — بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

پس جو کوئی اچھا کریگا وہ اپنے واسطے اور بُرا کریگا تو اپنے واسطے اللہ تعالیٰ سب سے بے پرواہ ہے اے نفس
اپنا جہل چھوڑ اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ
اور فرمایا كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ اور فرمایا كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ اور خدا وند کریم کے طریق
و عادت میں کچھ تغیر اور تبدیل کو راہ نہیں اوس کی سنت میں تو تجھے دنیا ہی سے مالوف اور مانوس دیکھتا ہوں
اسی محبت سے اوسکی جدائی تجھ پر شاق ہے تو اوس سے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور اپنے نفس میں اوسکی دوستی
مضبوط کرتا جاتا ہے تو جان لے کہ تو خدا ہی تعالیٰ کے ثواب اور عذاب اور احوال قیامت اور وہاں کے
حالات سے غافل ہے اور اسی محبت سے موت پر تجھکو ایمان اور یقین نہیں کہ اوس سے تجھ میں اور تیرے دلچاہی
چیزوں میں جدائی ہوگی بھلا بتا تو کہ اگر کوئی شخص بادشاہی گھر میں جاوے اسلیے کہ دوسرے دروازے سے نکل جاوے
اور اوسمیں کسی خوبصورت پر جا نظر ڈالے کہ ہمہ تن دل اسمیں مصروف ہو جاویگا اور انجام کو اوسکی جدائی ضرور
ہوگی تو ایسا شخص عاقل ہوگا یا عقل کا دشمن اسیطرح یہ دنیا ملک الملوک کا گھر ہے اور تجھکو اسمیں صرف اجازت
گذر جانے کی دی گئی ہے اور جتنی چیزیں اس دنیا میں ہیں وہ اس سفر کرنے والوں کے ساتھ نہیں جاتیں
موت کے بعد دنیا ہی میں رہتی ہیں اوسی واسطے سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ
نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ اَحْبِبْ مَا اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ
مَجْزِيٌّ بِهٖ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ تجھے کیا معلوم نہیں کہ جو شخص دنیا کی
طرف التفات کرے اور اپنے مانوس ہوتا ہے باوجودیکہ موت اوسکے تعاقب میں ہے اوسکے پیچھے ہی چھوڑتا ہے بہت سی
حسرت لیجاتا ہے اور توشہ اپنا نہ قابل کو کرتا ہے اور وہ خود نہیں جانتا گذرے ہوئے لوگوں کا حال نہیں دیکھتا
کیسا اونچے مکان بنائے پھر چھوڑ کر چلے گئے شعر

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت — رفت و منزل بدیگرے پرداخت

اونکی زمین و ملک پر اللہ تعالیٰ نے کیسے اونکے دشمنوں کو وارث کر دیا ہی دیکھ لے کہ جو چیز اونکے کھانے کی نہیں
اوسکو کیونکر جوڑتے ہیں اور جس مکان میں نہیں رہتے اوسکو کسطرح بناتے ہیں اور توقع ایسی ایسی کرتے ہیں جو
اونکو نہیں ملتی ہر ایک شخص اپنا مکان آسمان کی طرف کو بناتا ہے اور اوسکے رہنے کی جگہ قبر زمین کے اندر
ہوگی تو بتاؤ کہ دنیا میں حمق اور کم عقلی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کہ آدمی اپنی دنیا کو آباد کرتا ہے حالانکہ
اوس سے سفر ضرور کریگا کوئی اپنی آخرت خراب کرتا ہے حالانکہ اوسکی طرف ضرور جاویگا پس اے نفس تجھکو
ان احمقوں کی حماقت میں موافقت کرنے سے شرم نہیں آتی اب فرض کر کہ تو اہل بصیرت میں سے نہیں

اوسکو یہ باتین سوجھتین بلکہ شہوت ہی سے چاہتا ہے کہ کسیکی موافق ہوجاوے اور کسیکا اقتدا
کرے تو اس صورت مین انبیا اور علما اور حکما کی عقل کو اور ان لوگون کی عقل کو جو دنیا پر اوندھے
منہ گرے ہوے ہین مقابلہ کر اور اگر تو اپنے آپ کو عاقل جانتا ہے تو انمین سے جو تیرے نزدیک
زیادہ عاقل ہوں اوسکا اتباع اختیار کر اے نفس تیرا حال عجیب ہے اور جہل نہایت سخت ہے اور تیری
ظاہر تعجب ہے کہ تو ان سادہ اور کھلی باتون سے اندھا بن رہا ہے شاید جاہ کی محبت نے تیری
آنکھون مین چربی چھا دی ہے تو یہ نہین سوجھتا کہ جاہ صرف بعض لوگون کے دل کے میل کا نام ہے تو
فرض کرے کہ جتنے لوگ روی زمین پر ہین سب تجھے سجدہ کرتے ہین اور کہا مانتے ہین پھر کیا تو یہ نہین جانتا
کہ پچاس یا سو برس کے بعد نہ تو یہ زمین رہیگی اور نہ وہ جنہون نے تجھے سجدہ کیا تھا اور تیری اطاعت
کی تھی اور پھر ایک زمانہ آویگا کہ نہ تیرا ذکر رہیگا اور نہ ان سجدہ کرنیوالون کا ذکر رہیگا جیسا ذکر کہ
جیسے تجھ سے پیشتر کے بادشاہون کا حال ہوا کہ اب کہین نام و نشان پایا جاتا ہے پھر
ایسی چیز جو پائیدار ہے اوسکو ایسی چیز کے عوض مین جو پچاس برس رہنے والی ہے تو کیسے بیچتا ہے
اور جاہ بھی اوس صورت مین کہ تو زمین کے بادشاہون مین سے کوئی بادشاہ ہو اور مشرق و مغرب
تیری اطاعت کرین اور تیرے لوازم اور سب کے پاس موجود ہون اور جس صورت مین کہ تو اپنے
ادبار اور نحوست سے کسی محلہ کا اپنے گھر کا مالک نہو تو اوس صورت مین آخرت کو چھوڑنا نہایت
حماقت ہی پھر اگر آخرت کی رغبت کے باعث تجھسے دنیا نہین چھوٹتی اسوجہ سے کہ تو جاہل ہے
اور بصیرت نہین رکھتا تو یہی خیال کرکے چھوڑدے کہ دنیا کے شریک بہت ہین اور اسمین مشقت
بہت ہے اور جلد فنا ہو جاتی ہے جب یہ حالت دنیا کی ہے تجھے چھوڑنے سے پہلے ہی تو اوسمین سے تھوڑی کو
کیون نہین چھوڑتا ابھی سوال اگر تیرے پاس نہین آتا تو تھوڑے کو غنیمت لے اور اگر دنیا تیرے
موافق ہو تو تو خوش کیون ہوتا ہے تیرے شہر ہی مین بہت لوگ کافر ایسے ہونگے جو دنیا مین تجھسے
بڑھکر ہونگے اور اونکی لذت و زینت اونکے پاس تجھسے زیادہ ہوگی پس تف ہے دنیا پر جسمین تو
خسیس لوگ بھی تجھسے بڑھکر ہین اور چونکہ تو انبیا اور صدیقین مقربین کے زمرے مین رہنے اور
رب العالمین کے ہمسایہ مین رہنے سے منہ پھیر کر ان احمق جاہلون کی جماعت مین جو تیون کے پاس
رہنا اختیار کرتا ہے اور وہ بھی چند روز کے لیے تو معلوم ہوا کہ تو بڑا ہی جاہل اور بہت کم خسیس اور
عقل کا کچا ہے کہ نہ دنیا ہی ملی نہ دین ہی ملا۔ ارے کم بخت اب تو سبقت کر کرنے پر آ پہونچا موت
نزدیک آ گئی پیام اوسکا آموجود ہوا جو کرنا ہے اب کرلے تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھیگا

ذرا روزہ رکھیگا خدای تعالی کو تجھے راضی کر دیگا ای کم بخت اب تیری زندگی کے چند روز رہے ہیں
اور یہی تیرا سرمایہ ہے بشرطیکہ اسمیں تو تجارت کرے اکثر سرمایہ تو تو ضائع کر ہی چکا ہے کہ اگر تمام عمر
اوس بربادی رفتہ زمانے پر رویگا تب بھی تھوڑا ہے اور اگر عادت پر اصرار کرے باقی عمر کو بھی تلف
کر ڈالیگا تو کیا حال ہوگا کیا تو نہیں جانتا کہ موت تیری وعدے کی جگہ ہے اور قبر تیرا گھر اور مٹی تیرا
بستر اور کیڑے تیرے انیس اور بڑا خطر تیرا جلیس ہے اور خوف اکبر قیامت کا سامنے لگا ہوا ہے کیا
تجھے معلوم نہیں کہ مردوں کا لشکر شہر کے دروازے پر تیرا منتظر ہے اور اونہوں نے اپنے اوپر کڑی قسمیں
لی ہیں کہ ہم یہاں سے تجھے ساتھ لیے بغیر نہ جاوینگے کیا تو نہیں جانتا کہ وہ سب تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہمکو
ایک روز کیلئے دنیا میں پھیر دیا جاوے تو اپنے قصوروں کا تدارک کر لیں اور تجھکو یہ بات حاصل ہے اگر تو اپنی عمر کا
ایک روز تمام دنیا کی عوض اونکے ہاتھ بیچے تو وہ اسکو بڑی خوشی سے خرید لیں بشرطیکہ اونکو قدرت ہو اور
تو اپنے دنوں کو یوں غفلت اور بیکاری میں تلف کر رہا ہے ای کم بخت تجھکو ذرا شرم نہیں اپنے ظاہر
تو خلق کے لیے بناتا سنوارتا ہے اور باطن میں بڑے بڑے گناہ کر کے خدای تعالی سے لڑتا ہے
خلق کی تو شرم ہے اور خالق کی نہیں کیا وہ تجھکو خلق کی نسبت کچھ کم دیکھتا ہے لوگوں کو تو خیر کی
حکم کرتا ہے اور آپ ایسی بری باتوں میں آلودہ ہے اور ونکو خدای تعالی کی طرف بلاتا ہے اور
خود اوس سے بھاگتا ہے اور ونکو اوسکی یاد دلاتا ہے اور خود اوسکو بھولا ہوا ہے کیا تجھے یہ معلوم نہیں
کہ گنہگار پاخانہ سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے اور پاخانہ دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا تو تیرا ایسا کہ
پاک نہیں تو دوسرے کے پاک کرنے کی طمع تجھکو لا حاصل ہے ارے کم بخت اگر تو اپنے آپ کو جیسا
جانتا ہے ویسا سمجھے تو تو یقین کریگا کہ جتنی بلا لوگوں پر آتی ہے وہ سب تیری نحوست سے ہے
جیسا ابھی تو تو شیطان کا گرویدہ بنگیا ہے کہ جہاں چاہتا ہے وہاں تجھے لیے پھرتا ہے اور تیری ہنسی
کرتا ہے اور باوجود اسکے تو اپنے عمل پر شیخی کرتا ہے حالانکہ اسمیں آفتیں اتنی ہیں کہ اگر او سے بالکل
بچا ہے تو کچھ نفع ہو اور تجھکو باوجود بہت سی خطاؤں کے اپنے عمل پر اتنی شیخی کیوں ہے کیا نہیں
دیکھتا کہ شیطان نے خدای تعالی کی عبادت دو لاکھ برس کی تھی مگر ایک خطا میں ملعون اور راندہ
درگاہ ہو گیا اور حضرت آدم علیہ السلام باوجودیکہ نبی اور برگزیدہ خدای تعالی کے تھے مگر ایک خطا کے
باعث جنت میں سے نکالدیے گئے ای کم بخت تو کتنا گمراہ اور بھولا ہے اور کتنا جہالت کا ہمراہ
اور کتنا معاصی پر دلاور اور کتنا اپنے انجام سے بے خبر ہے ای کم بخت کب تک محل کو بنا کر بگاڑیگا
اور کب تک عہد کر کر توڑیگا کیا اتنی خطاؤں پر بھی دنیا کو آباد کرتا ہے کہ گویا اوس سے سفر نکرے گا

قبر والوں کا حال کیوں نہیں دیکھتا کہ اونھوں نے مال بہت جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے تھے اور بڑی بڑی توقع رکھتے تھے سب کے سب تباہ ہو گئے اور گھر اونکے ویران اور توقع دھوکے کی ٹٹی ہو گئی نہ وہ ناز و نعمت رہی نہ وہ جاہ و شوکت

شعر

خاک اونھوں کا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہیں	آہ وہ شکلیں پیاری پیاری کیسی چاؤ سے پلیاں تھیں

کیا تجھکو اونکے حال سے عبرت نہیں ہوتی کیا تو اونکا حال نہیں دیکھتا کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ آخرت میں وہی بلائے گئے ہیں تو ہمیشہ دنیا ہی میں رہیگا اگر یہ بات ہے تو بہت بیہودہ وہم ہے جب سے تو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے تب سے تو اپنی عمر کی دیوار ڈھاتا چلا جاتا ہے اور تو روے زمین پر اپنا مکان بناتا ہے تھوڑے دنوں میں تیرا گھر زمین میں قبر ہوگی کیا تجھے خوف نہیں کہ جب جان گلے میں اٹکیگی اور تیرے مالک کے رسول تیرے پاس سیاہ رنگ اور ترش رو ہوکر آوینگے اور جہنم عذاب سناوینگے تو اوس وقت اگر تو ندامت کریگا تو کچھ فائدہ نہوگا یا شرم اور بیکلی سے کیا اثر ہے وہ وقت کسیکو مہلت نہ دیگا اور تجھ پر تعجب ہے کہ باوجود اسکے تجھکو دعوی اپنی بصیرت اور دانائی کا ہے کیا دانائی کی یہی بات ہے کہ ہر روز اپنے مال کے زائد ہونے سے خوش ہو اور عمر کے کم ہونے کا غم نکرے اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے کیا فائدہ ہوا کہ آخرت تو آگے ہے اور دنیا پیچھے جا رہی ہے اور موت تیری طرف آتی ہے اور دنیا کی طرف تو متوجہ ہے اور وہ تجھ سے رو گرداں ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اپنے بھائیوں اور اقارب کو دیکھتا ہے کہ اونھوں نے جس چیز کی امید کی تھی اوسکی تحقیق کی پوری نہوئی بلکہ کام کل پر رکھا اوس تک نہ پہنچے اور حسرت سے مر گئے تو اپنی جہالت سے باز نہیں آتا اے نفس اوس دن سے خوف کر کہ اللہ تعالی نے قسم کھائی ہے کہ جس شخص کو میں نے امر و نہی کی ہے اوس سے اوسکے عملوں کو بار بار پوچھونگا اور ہر ایک چھوٹا بڑا ظاہر و باطن پوچھے بغیر نہ چھوڑونگا اب تو سوچ کر کیا منہ لیکر خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور کونسی زبان سے جواب دیگا اور سوال کیواسطے تیار ہوجا جواب با صواب مہیا کر اور بقیہ عمر کے چھوٹے چھوٹے دنوں میں لمبے بڑے دنوں کیواسطے عمل کر رکھ اس دار فنا اور بیت الحزن میں اوس دار باقی اور خانہ [illegible] کے لیے کچھ کر لے پہلے اس سے کہ تو بیمار ہو جائے اور دنیا میں سے باختیار خود نکلے آدمیوں کیطرح نکلنا اوس سے پیشتر کہ اوسمیں سے بزور نکالا جاوے اور دنیا کی تر و تازگی اگر تیری مساعدت کرے تو اوس سے خوش مت ہو اسلیے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اوٹھاتا ہے اور بہت نقصان والونکو اپنے نقصان کی خبر نہیں ہوتی میں خرابی ہے اوس شخص کی کہ اپنی خرابی سے بیخبر ہو پھر اوسپر ہنسے

اور تیری تقدیر میں یہ لکھا اور بیٹھے کیسے اور کھاوے اور پیوے حالانکہ کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ میں
وہ آگ کی بیڑیوں میں بندھ رہے اے نفس اسے سمجھنا چاہیے کہ دنیا کو جب دیکھے تو نظر عبرت سے دیکھے
اور اوسکے لیے سعی مجبوروں کیطرح کرے اور اوسکو باختیار خود ترک کرے اور آخرت کی طلب میں
سبقت کرے اور ایسے لوگوں میں مت ہو کہ جسقدر اونکو ملا ہے اوسکا شکر کرنے سے تو عاجز ہیں اور بقیہ
عمر میں اور زیادتی کے خواہان ہیں اور لوگوں کو منع کرتے ہیں آپ باز نہیں آتے اور اے نفس یاد رکھ کہ
دین اور ایمان کا کچھ عوض اور بدل نہیں اور نہ جسم کا کوئی خلیفہ پس جو شخص اپنے دنوں کی گھوڑی پر سوار ہے
وہ اوسکو لیے چلا جاتا ہے گو وہ خود نہ چلاوے تو اب تو میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے گھبراتا
ہوتا ہے وہ آگ پر راضی ہوتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تو آگ سے خوش ہو یا اس نصیحت پر کان دھرے
پس اگر سختی دل نصیحت کے قبول کرنے کی مانع ہو تو اوسکو ہمیشہ کی تہجد گذاری اور شب بیداری سے
دور کر اور اگر اس تدبیر سے دور نہ ہو تو ہمیشہ روزہ رکھ اور اگر اس سے بھی نہ جاوے تو ملاقات و گفتگو کم کر اور
یہ بھی مفید نہ ہو تو قرابتیوں سے سلوک کر اور یتیموں پر مہر کیا کر اور یہ بھی کارگر نہ ہو تو جان لے کہ خدا تعالیٰ نے
تیرے دل پر مہر لگا کر قفل لگا دیا اور تاریکی گناہوں کی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب ہی چھا گئی
پس اپنے آپ کو دوزخ میں گیا ہوا جان لے اسلیے کہ خدا تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ
اوسکے واسطے پیدا کیے اور دوزخ کو پیدا فرمایا اوسکے لیے بھی کچھ لوگ بنائے اور ہر ایک شخص سے
وہی کام بن آتا ہے جسکے واسطے وہ مخلوق ہوا ہے تو تجھ میں اگر گنجایش نصیحت سننے کی نہ رہی ہو
تو اپنے نفس سے ناامید ہو اور ناامید ہونا گناہ کبیرہ ہے خدا پناہ دے اسلیے ناامید تو ہو نہیں سکتا
اور رجا کی بھی کوئی صورت نہیں کہ تمام خیر کے راستے تجھ پر مسدود ہیں اگر ایسی صورت میں رجا کرے
تو وہ واقع میں رجا نہیں بلکہ مغالطہ کھاتا ہے حسب ناامیدی جن کی سے ہے نہ رجا تو اب یہ دیکھ کہ جس
مصیبت میں تو مبتلا ہوا ہے اوسپر تجھکو غم ہوتا ہے یا نہیں اور اپنے نفس پر ترس کھا کر کوئی آنسو
آنکھ سے گرتا ہے یا نہیں اگر گرتا ہے تو آنسوؤں کا منبع بحر رحمت میں سے ہے اس سے معلوم ہوا
کہ ابھی تجھ میں رجا کی جگہ باقی ہے اس صورت میں نوحہ اور گریہ اور زاری پر مواظبت کر اور ارحم الراحمین
سے فریاد چاہ اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکایت کر اور نہ فریاد و زاری سے ملول ہو نہ شکایت سے
تھک شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرماوے اور تیری فریادرسی کرے اسلیے کہ تیری مصیبت تو بڑہ گئی
اور بلا سخت ہو گئی اور اصرار نافرمانی حد سے تجاوز کر گئے اور حیلہ کوئی باقی نہ رہا نہ کوئی باعث اور
وسیلہ تیرے پاس ہے تو اب تیرا ٹھکانا اور رستہ اور مقصد اور گریز کی جگہ اور فریاد کا مقام اور ملجا اور ماوا

سجدہ اوس حالی سرکار کے کہیں نہیں اوسکے سامنے گریہ وزاری کر اور ڈہائین مار اور اپنے تضرع میں اتنا خشوع کر جتنا تجہہ مین جہالت اور گناہون کی کثرت ہی اسواسطے کہ وہ ذلیل تضرع کرنیوالے پر رحم فرمایا کرتا ہی اور طالب شیفتہ کی فریاد کو پہونچتا ہی اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے اور آج تو اوسکی طرف مضطر ہے اور اوسکی رحمت کا محتاج اسوجہ سے کہ سب راستے تجہپر تنگ ہوگئے اور حیلے جاتے رہے تدبیرین بند ہوگئین نہ نصیحت نے تجہہ مین تاثیر کی نہ توبیخ نے تجکو ملائم کیا اب جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے اوسکی رحمت فراخ اور کرم عام اور عفو شامل ہے اوسکی جناب مین یون کہہ

اشعار

یارب خلاف امر تو بسیار کردہ ام
امید ہست از کرمت عفو یا سخی
پشیمم گنا ہگار بجود و خطاہای خویش
باز از عنایت کرمت چشم بر عطا
یارب بلطف خویش گناہان ما ببخش
روزے کہ راز ہا فتد از پردہ بر ملا
ہموارہ از تو لطف خداوندی آمدست
ورنہ چنانکہ درخور ما فعل ما سزا
وہ لیست اگر عقوبت ما سے گنہ کنی
لطف است اگر کشی قلم عفو بر خطا
والہا سے خستہ را از کرم مرہمے فرست
اے آنکہ لطف تست در جنب ہر شفا
والہائی دوستان تو خون باشد ور نہ خوف
باز از کمال لطف تو دل ہست پر رجا
گر حسن خلق تا مید بعمل خویش کردہ ام
بارا لہی است رحمت و فضل تو متکا
یارب قبول کن بہ بزرگی و لطف خویش
سجادہ کہ روئے نیاز دو سیح ملتجا

اس امر مین اقتداء اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی کرنا چنانچہ وہب بن منبہ رح روایت کرتے ہین کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو خدا ہی تعالی نے جنت سے زمین پر اوتار دیا تو یہان اسطرح رہے کہ آنکہون سے آنسو نہ تہمتے تہے اللہ تعالی نے ساتوین روز اونپر نظر عنایت سے دیکہا کہ وہ رنجیدہ خاطر اندوہگین غصہ مین نیچے کو سر ڈالے ہوئے ہین اونپر وحی بہیجی کہ اے آدم اتنی کوشش جو تو کرتا ہے کیا وجہ ہے عرض کیا کہ الہی میری مصیبت بڑہ گئی اور گناہون نے مجکو گہیر لیا عالم ملکوت مین سے نکالا گیا اور اوس کرامت کے بعد اس ذلت کے مقام مین آیا اور سعادت سے بدبختی مین پڑا اور راحت کے بعد دار مصیبت مین پہنسا اور عافیت کے بعد اس بلا مین مبتلا ہوا اور اوس دوام اور بقا کو چہوڑکر اس موت اور نیستی کے گہر مین آیا تو اپنی خطا پر کیسے نہ روؤن خدا ہی تعالی نے وحی بہیجی کہ اے آدم کیا مین نے تجکو اپنے لیے برگزیدہ نہین کیا تہا اور تجکو اپنے

گھر میں نہیں اوتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص اور ممتاز نہیں کیا تھا اور اپنے غصہ سے تجھکو امن میں
دیا تھا کیا تجھکو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا تھا اور اپنی روح تجھ میں نہ ڈالی تھی اور تجھکو
اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کرایا تھا پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی اور میرے عہد کو بھولگیا
اور میرے غصے کا متعرض ہوا قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ اگر میں زمین کو ایسے لوگوں سے
بھردوں کہ سب تجھ جیسی عبادت کریں اور میری تسبیح کریں اور پھر میری نافرمانی کریں تو انکو
گنہگاروں کے مقام میں اوتار دونگا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام تین سو برس تک روتے رہے۔ اور
حبیب [illegible] بہت رویا کرتے اور گریہ کی حالت میں رات بھر کہا کرتے کہ الٰہی میں وہ ہوں کہ
جتنی میری عمر بڑھی اتنے ہی میرے گناہ زیادہ ہوئے میں وہ ہوں کہ جب ایک گناہ کو چھوڑنیکا
قصد کیا تبھی میرے پیش نظر دوسری خواہش نفس ہوگئی ہائے حبیب تیری خطا پرانی بھی نہ ہو پائی
کہ تو دوسری کا طالب ہوا آہ حبیب اگر دوزخ تیرا ٹھکانا اور مقام ہوا تو کیا کریگا وائے حبیب اگر کریم
تیرے سر کے لیئے تیرے چہرہ کی ہائے حبیب [illegible] کہ تو طالب ہوئے ہوئے مگر شاید تیری حاجت
پوری ہو اور منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات کوفہ میں ایک عابد کو سنا کہ اپنے رب سے
مناجات کر رہا تھا اور یہ کہتا تھا کہ الٰہی قسم ہے تیری عزت کی کہ تیری نافرمانی سے میری غرض
یہ نہ تھی کہ تیری مخالفت کروں اور نہ اس وجہ سے گناہ کیا کہ مجھکو تیرا مرتبہ نہیں معلوم تھا یا تیرے
نقص کی وجہ سے عذاب میں پڑ گیا یا پوچھا تھا یا اس سے کہ تجھ کو تیری [illegible] جانتا نہ تھا بلکہ اصل یہ ہوئی کہ
میرے نفس نے ایک چیز کو میری نظروں میں اچھا کردیا اور میری بدبختی نے اس بات میں میری مدد
کی اور تیری پردہ پوشی کا جو مجھ پر ہے اس نے مجھکو مغالطہ دیا تو اپنی جہالت کے باعث
تیری نافرمانی کی اور اپنے فعل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچاویگا
اور اگر تو میری رسی منقطع کردیگا تو میں کس کی جبل متین کو پکڑونگا بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب کل کو
تیرے سامنے کھڑے ہونگے اور ہلکے بوجھ والوں کو کہا جاویگا کہ تم گذر جاؤ اور بھاری بوجھ
والوں کو حکم ہوگا کہ اوتر جاؤ تو میں ہلکوں کے ساتھ ہوکر پار ہو جاؤنگا یا بھاری لوگوں کے ساتھ میں
بھی اوتار دیا جاؤنگا ہائے افسوس جتنی میری عمر بڑھی اور برس زیادہ ہوئے اتنے ہی گناہ اور معاصی
بڑھ گئے اب کہاں تک میں توبہ کرونگا اور کب تک انکو دوبارہ کرتا جاؤنگا کیا وہ وقت نہیں
آیا کہ میں اپنے پروردگار سے شرم کروں۔ غرضکہ لوگوں کی مناجات کا طریق ایسا تھا اور اسی طرح
بندہ اور ان اپنے نفسوں کو عتاب کیا کرتے تھے اور مطلب انکا مناجات سے رضائے الٰہی کی

طلب تھی اور عتاب نفس سے مقصود تنبیہ اور رعایت نفس تھا پس جس شخص نے عتاب و مناجات
نکی وہ اپنے نفس کی رعایت کرنے والا نہیں اور کیا بعید ہے کہ خدای تعالی بھی اس سے خوش ہو الحمد للہ اولاً و آخراً

نواں باب فکر اور عبرت کے بیان میں مشتمل تین بیانوں پر

رباعی

احسن تو جہاں میں مست و ہشیار کو دیکھ — ان ارض و سما و بحر و کہسار کو دیکھ
کر خلق خدا میں فکر عبرت کے لیے — ہاں فاعتبروا یا اولی الابصار کو دیکھ

ارشاد کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک ساعت کا فکر کرنا برس روز کی عبادت سے بہتر ہے اور کلام مجید میں تدبر اور اعتبار اور تامل و تفکر کی ترغیب بہت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ فکر کرنا افتتاح انوار اور مبادی بصیرت ہے اور علوم کے لیے جال اور معارف کے واسطے شکار کرنے کا آلہ ہے اکثر لوگوں کو اسکی فضیلت اور رتبہ تو معلوم ہے مگر اوسکی حقیقت اور ثمرہ اور طریق اور کیفیت نہیں جانتے یعنی نہیں سمجھتے کہ فکر کیسے کرتے ہیں اور کن چیزوں میں کرتے ہیں اور کس چیز کے لیے کرتے ہیں اور اس سے مطلوب کیا چیز ہے اور جس مطلب کے لیے فکر کرتے ہیں وہ مقصود بالذات ہے یا کوئی ثمرہ ہوا اور ثمرہ ہو تو کس قسم کا ہے علوم میں سے ہے یا احوال میں سے یا دونوں سے مرکب ہوتا ہے اور ان سب امور کا بیان ضروری ہے لہذا ہم اول فضیلت فکر کی پھر اوسکی حقیقت اور ثمرہ پھر جہاں جہاں فکر چل سکتا ہے وہ مقامات بیان کرتے ہیں

بیان اول فکر کی فضیلت میں۔ اللہ جل شانہ نے تفکر اور تدبر کو اپنی کتاب مجید میں بہت جگہ میں ذکر فرمایا ہے اور متفکرین کی تعریف میں ارشاد فرمایا اَلَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے خدای تعالی کے بارہ میں فکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدای تعالی کی مخلوقات میں فکر کرو اور خود اسکی ذات میں فکر مت کرو کہ اسکی قدر عالی کے دریافت پر تم ہرگز قادر نہوگے۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز چند لوگوں کے پاس گئے کہ وہ فکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ تم بولتے کیوں نہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہم خدای تعالی کی مخلوقات میں فکر کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ بس ایسا ہی کیا کرو اور اسکی ذات میں فکر مت کیا کرو اس مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے جسکی روشنی سفیدی ہے اور سفیدی ہی روشنی ہے آفتاب کو چالیس روز کی راہ ہے اوس میں خدا کی مخلوق ہیں جس میں ایسے لوگ ہیں کہ خدای تعالی کی نافرمانی ایک دم نہیں کرتے لوگوں نے عرض کیا

کہا یا رسول اللہ شیطان اون لوگون سے کیا چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ اونکو معلوم بھی نہین کہ شیطان پیدا
ہوا ہی یا نہین اونھون نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضرت آدم کی اولاد ہین آپ نے فرمایا کہ وہ نہین جانتے کہ
آدم علیہ السلام پیدا بھی ہوئے ہین کہ نہین۔ اور عطا رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ ایک روز مین اور عبید بن عمیر
حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گئے آپ نے پردہ کی آڑ سے ہمسے گفتگو کی پھر پوچھا کہ اے عبید کیا وجہ
کہ تم ہمارے پاس نہین آتے اونھون نے عرض کیا کہ وجہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زر غبا
تزدد حبا پھر ابن عمیر نے پوچھا کہ آپ ہمسے کوئی عجیب بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو (ملاقات کبھی کبھی کیا کرو تاکہ زیادہ ہو محبت دوستی ۱۲)
بیان فرمائیے حضرت عائشہ رض روئین اور فرمایا کہ اونکی تو سب باتین عجیب ہی تھین ایک رات میرے
پاس آئے اور مجھسے ملکر لیٹے پھر فرمایا کہ مجھکو چھوڑ دو کہ مین اپنے پروردگار کی عبادت کرون پھر اوٹھکر
ایک مشک مین سے پانی لیکر وضو کیا پھر نماز کو کھڑے ہوئے اور اتنا روئے کہ داڑھی شریف تر ہو گئی پھر
سجدے مین روئے یہان تک کہ زمین بھیگ گئی پھر کروٹ سے لیٹ گئے یہان تک کہ بلال نماز صبح کی
اطلاع کیواسطے آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکے تو گناہ اگلے اور پچھلے سب خدا تعالی نے
معاف فرما دیے پھر آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین کیون نہ رون اے بلال آج رات مجھپر یہ
آیت اوتری ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ پھر فرمایا کہ خرابی ہے اوسکی جو اوسکو پڑھے اور اوسمین فکر نکرے حضرت
اوزاعی سے کسی نے پوچھا کہ تفکر کی حد ان آیات مین کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ اونکو پڑھکر سمجھ جاوے
اور محمد بن واسع رح سے روایت ہے کہ ایک شخص اہل بصرہ مین سے حضرت ابوذر رض کی مان کے پاس
بعد اونکی وفات کے گیا اور اونکی مان سے اونکی عبادت کا حال پوچھا اونھون نے فرمایا کہ تمام دن گھر کے
کونے مین فکر کیا کرتے تھے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ایک گھڑی فکر کرنا تمام رات کی شب بیداری
بہتر ہے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ تفکر ایک آئینہ ہے جسمین آدمی کی نیکیان اور برائیان معلوم
ہوا کرتی ہین۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کہا گیا کہ تم فکر بہت کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ فکر عقل کا
مغز ہے۔ اور سفیان بن عیینہ رح اکثر مثال مین ایک شعر پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے

فکر ہو گر میسر انسان کو	او سکو ہر ایک شی مین عبرت ہو

اور طاؤس رح سے مروی ہے کہ حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ
یا روح اللہ زمین کے پردے پر آج کوئی تمہارا برابر ہے یا نہین آپ نے فرمایا کہ ہان جس شخص کی
گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت تو وہ میری ہی مثل ہے۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسکا کلام مین

حکمت نہو وہ لغو ہو اور جسکا سکوت فکر نہو وہ سہو ہو اور جسکی نظر عبرت کے لیے نہو وہ لہو ہو اور اس آیت کی تفسیر میں سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اونکا یہ قول ہے کہ اسکے معنی ہیں کہ اونکے دلوں کو اپنے معاملہ میں فکر کرنے سے روکدونگا۔ اور حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعْطُوْا اَعْیُنَکُمْ حَظَّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ لوگوں نے عرض کیا کہ عبادت سے اونکا حصہ کیا ہے آپنے فرمایا کہ قرآن مجید میں نظر کرنا اور اوسمیں فکر کرنا اور اوسکے عجائب سے عبرت حاصل کرنی۔ اور ایک عورت کا قول ہے جو جنگل میں مکہ معظمہ کے قریب رہا کرتی تھی کہ اگر متقیوں کے دل اپنی فکر سے وہ آخرت کی خیر جو کچھ پاویں جو اونکے لیے حجب غیب میں جمع ہے تو دنیا میں نہ اونکا عیش کبھی صاف ہوتا نہ آنکھ کو دنیا میں خنکی اور قرار ہو اور لقمان رح اکیلے بہت بیٹھا کرتے اونکا آقا اونکے پاس آتا اور کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا بیٹھتے ہو اگر لوگوں کے پاس بیٹھو تو دل لگی ہو وہ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا بیٹھنے سے فکر خوب ہوتا ہے اور بہت فکر جنت کا راہ ہے۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہیں کہ جس آدمی کا فکر زیادہ ہوتا ہے وہ جان جاتا ہے اور جو جانتا ہے وہ عمل کرتا ہے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کرنا بہترین عبادت ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مبارک رح نے سہل بن علی کو خاموش و متفکر دیکھکر پوچھا کہ کہاں پہونچ گئے اونھوں نے فرمایا کہ پل صراط پر۔ اور حضرت بشر رح فرماتے ہیں کہ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کی عظمت میں فکر کیا کریں تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نکریں۔ اور حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ دو رکعتیں متوسط تفکر کے ساتھ تمام رات کی نماز گزاری سے بہتر ہیں جسمیں دل حاضر نہو۔ اور ابو شریح چلے جاتے تھے راستہ میں بیٹھ گئے اور اپنی چادر منہ پر لپیٹ رونے لگے لوگوں نے اونکے سبب رونے کا پوچھا تو اونھوں نے فرمایا کہ اپنی عمر کے چلے جانے اور عمل کے کم ہونے اور موت کے قریب آجانے کا مجھے فکر ہوا تھا۔ اور ابو سلیمان رح فرماتے ہیں کہ اپنی آنکھوں کو رونیکا عادی کرو اور دلونکو فکر کا اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ دنیا کے باب میں فکر کرنا آخرت کے لیے حجاب ہے اور اہل ولایت کے حق میں عذاب اور آخرت میں فکر کرنا مورث حکمت ہے اور دلوں کو زندہ کرتا اور حاتم رح کہتے ہیں کہ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہے اور ذکر سے محبت اور تفکر سے خوف۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ خیر کا فکر کرنا اوسکے عمل میں لانیکا مقتضی ہوتا ہے۔ اور شر پر ندامت کرنی اوسکے ترک کی مقتضی ہے۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب آسمانی میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہر ایک حکیم کے کلام قبول نہیں کرتا ہوں بلکہ اوسکے قصد اور

خواہش کو دیکھتا ہون جب یہ دونون میرے واسطے ہوتے ہین تو مین اوسکے سکوت کو تفکر کر دیتا ہون
اور اوسکے کلام کو حمد اگرچہ وہ نہ بولے۔ اور حضرت حسن رحم فرماتے ہین کہ اہل عقل ہمیشہ ذکر سے
فکر کے عادی ہوا کرتے ہین اور فکر سے ذکر کے یہان تک کہ اونکے دل گویا ہو جاتے ہین اور حکمت
بولنے لگتے ہین۔ اور اسحاق بن خلف رحم فرماتے ہین کہ داؤد طائی رحم چاندنی رات مین ایک چھت پر
تھے کہ آسمان و زمین کے ملکوت مین فکر کرنے لگے اور آسمان کیطرف کو دیکھکر روتے جاتے تھے یہان تک
کہ ایک ہمسایہ کے گھر مین گر پڑے مالک مکان اپنے بستر سے کودا اور ننگے بدن تلوار ہاتھ مین لیکر
اونکو چور خیال کر کے دوڑا جب دیکھا کہ داؤد ہین تو تلوار رکھدی اور پوچھا کہ آپکو چھت پر سے کسنے
گرا دیا اونھون نے فرمایا کہ مجھے کچھ معلوم نہین۔ اور حضرت جنید رحم فرماتے ہین کہ سب سے اعلیٰ اور اشرف
مجلس یہ ہے کہ توحید کے میدان مین فکر کے ساتھ بیٹھکر معرفت کی ہوا کھاوے اور جام محبت اتحاد کے
دریا سے پیوے اور اللہ جل شانہ پر حسن ظن کے ساتھ نظر کرے پھر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا کہنا ہے
بہت ہی عمدہ ہین اور اس پینے کی چیز کا کیا کہنا ہے نہایت لذیذ ہے خوش حال وہ ہے جسکو خدا تعالیٰ
نے یہ بات میسر کی ہو۔ اور حضرت شافعی رحم فرماتے ہین کہ کلام پر مدد لو سکوت سے اور استنباط پر
فکر سے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کامون مین نظر کا درست ہونا مغالطہ سے نجات دیتا ہے اور رای مین
پختگی کا ہونا قصور اور ندامت سے بچاتا ہے اور تامل و فکر سے آدمی کی احتیاط اور دانائی ظاہر
ہوتی ہے اور حکما سے مشورہ کرنا نفس مین استقلال اور بصیرت مین قوت پیدا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا
کہ عزم سے پہلے فکر کر لینا چاہیے اور اچانک کام کرنے سے پیشتر سوچ لینا چاہیے اور شروع کار سے
پہلے مشورہ کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ فضیلتین چار ہین اول حکمت ہے اسکا مادہ
فکر ہے دوم عفت ہے اسکا اعتدال شہوت مین ہے تیسری قوت اسکا اعتدال غصے مین ہے چوتھی عدل
اوسکے راستے قوای نفس کے اعتدال مین ہے۔ یہ ہین علما کے اقوال فکر کے باب مین مگر کسی نے
اونمین سے اوسکی حقیقت کا بیان نہین کیا نہ یہ لکھا کہ کہان کہان ہو سکتا ہے

دوسرا بیان فکر کی حقیقت اور اوسکے ثمرہ کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ فکر کے معنی یہ ہین کہ
دل مین دو معرفتون کو موجود کرنا تاکہ اونسے تیسری معرفت پیدا ہو اور مثال اوسکی یہ ہے کہ جو
شخص دنیا کیطرف مائل ہو کر دنیا کی زندگی کو ترجیح دے اور یہ چاہے کہ کسیطرح یہ معلوم ہو جاوے کہ
دنیا کی نسبت کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے تو اوسکے دو طریق ہین ایک تو یہ کہ دوسرے
سے سنے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور سنتے ہی مان لے اور اوسکو سچا جانے بدون اسکے کہ

حقیقت امر مین کچھ بصیرت کارگر ہوئی ہو اور صرف اوسکے کہنے کے اعتماد پر اپنے عمل سے مائل آخرت کی ترجیح کا ہو جاوے تو اس طریق کو تقلید کہتے ہین معرفت نہین کہتے اور دوسرا طریق یہ ہے کہ اول یہ جانے کہ جو شی پایدار ہو اوسکو اختیار کرنا بہتر ہے پھر یہ جانے کہ آخرت پایدار ہے اور ان دونون معرفتون سے اوسکو تیسری معرفت حاصل ہو یعنی آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور ظاہر ہے کہ اس تیسری بات کو جاننا بدون دونون پہلی معرفتون کے ممکن نہین پس حاصل یہ ہے دونون پہلی معرفتون کا موجود کرنا تیسری معرفت تک پہونچنے کے لیے تفکر اور اعتبار اور تذکر اور نظر اور تامل اور تدبر کہلاتا ہے انمین سے تدبر اور تامل اور تفکر الفاظ تو جدا جدا ہین مگر انکے معنی جدا نہین سب ایک ہی مضمون پر بولے جاتے ہین اور لفظ تذکر اور اعتبار اور نظر کے معانی جدا جدا ہین گو اصل مین ایک ہی ہے جیسے کہ صارم اور مہند اور سیف ایک ہی چیز پر بولے جاتے ہین مگر اعتبارات مختلف ہوتے ہین یعنی صارم تلوار کو اس اعتبار سے کہتے ہین کہ وہ کاٹنے والی ہے اور مہند یا ہندی اس جہت سے کہتے ہین کہ ہند کی طرف منسوب ہے اور سیف مطلق تلوار کو کہتے ہین اور کوئی امر زائد اس سے نہین سمجھا جاتا اسیطرح دو معرفتون کے موجود کرنے کو اعتبار اس نظر سے کہتے ہین کہ ان دونون سے تیسری معرفت کیطرف عبور کر سکتے ہین اور اگر عبور نہوا ہو اور صرف دونون معرفتون ہی پر آگاہی ہوئی ہو تو اوسکو تذکر کہتے ہین اعتبار نہین بولتے اور نظر اور تفکر اسکو اس لحاظ سے کہتے ہین کہ اسمین تلاش تیسری معرفت کی ہے پس جو شخص کہ تیسری معرفت کا طالب نہو اوسکو ناظر نہین کہینگے اس سے معلوم ہوا کہ جو متفکر ہوگا وہ متذکر بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو متذکر ہو وہ متفکر بھی ہو اور تذکر کا فائدہ یہ ہے کہ دل پر معارف مکرر آکر جم جاوین اور اوسمین سے محو نہون اور تفکر کا فائدہ یہ ہے کہ علم زیادہ ہو اور جو معرفت نتھی وہ حاصل ہو جاوے یہی فرق ہے تذکر اور تفکر مین اور معارف جب دل مین جمع ہوتے ہین اور ایک خاص ترکیب سے ملتے ہین تو اور نئے اور معرفت نکلتی ہے یعنی ایک معرفت ثمرہ پہلی معرفت کا ہوتی ہے اور جب نئی معرفت حاصل ہوتی ہے اور دوسری معرفت سے ملتی ہے اس سے ایک اور نتیجہ ہوتا ہے اسیطرح یہ ثمرات بڑھتے جاتے ہین اور علوم بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین اور فکر بے انتہا آگے کو چلتا جاتا ہے اور یہ زیادتی معارف کی یا تو موت سے بند ہوتی ہے یا موانع سے اور یہ طریق اوسکو حاصل ہوتا ہے جو علم سے ثمرہ لے سکتا ہو اور طریق تفکر کو پہچانتا ہو مگر اکثر لوگ علوم کی زیادتی سے محروم ہین اسلیے کہ اونکے پاس راس المال نہین ہے یعنی وہ علوم اور معارف جنسے اور معارف پیدا ہوتے ہین اونکو حاصل نہین جیسے کسی شخص کے پاس سرمایہ نہو تو وہ نفع پیدا کر نہین سکتا اور بعض اوقات سرمایہ تو رکھتا ہے مگر پیشہ تجارت خوب نہین جانتا

اسلیے کچھ فائدہ نہین پایا اسیطرح بعض اوقات آدمی کے پاس معارف سچے ہوتے ہین راس المال تو ہوتے ہین
مگر اوسکو اونکا اچھی طرح کام مین لانا اور ایسی طرح ملانا نہین آتا جس سے اونتیجہ حاصل ہو اور طریق
استعمال کبھی تو دلمین نور الٰہی کے باعث سرشتی ہی معلوم ہوا کرتا ہے جیسے انبیا علیہم السلام کو تھا
اور یہ بات بہت کمیاب ہے اور کبھی سیکھنے اور مہارت پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے اور یہی اکثر ہی
پھر متفکر کو کبھی یہ معارف آتے ہین اور ثمرہ حاصل ہوتا ہے مگر اوسکو اونکے حاصل ہونے کی کیفیت
معلوم نہین ہوتی اور نہ اوسکو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہے اسوجہ سے کہ مہارت بیان کرنے کے فن کی اوسکو نہین ہوتی
مثلاً بہت سے انسان جانتے ہین کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور یہ علم یقینی ہوتا ہے لیکن اگر
سبب اس معرفت کا اون سے پوچھا جائے تو ہرگز بیان نکر سکیگا کہ یہ معرفت کہان سے اوسکو ہوئی
حالانکہ بدون دو پہلی معرفتون کے یہ معرفت اوسکو حاصل نہین ہوئی جیسا کہ اوپر گذرا۔ حاصل یہ کہ
تفکر کے معنی یہ ہین کہ دو معرفتون کا حاضر کرنا اس غرض سے کہ اونسے تیسری معرفت کا ہو اور فکر کا ثمرہ
علوم اور احوال اور اعمال سب کچھ ہو سکتے ہین مگر اوسکا ثمرہ خاص صرف علم ہے اور کوئی چیز نہین
ہان جسوقت دلمین علم حاصل ہوتا ہے تو دل کا حال بدلجاتا ہے اور جب اوسکا حال بدلتا ہے تو جوارح کے اعمال
بھی بدلجاتے ہین اسلیے کہ عمل تابع حال کا ہے اور حال تابع علم کا اور علم تابع فکر کا اس سے معلوم ہوا
کہ فکر سب خیرات کی اصل اور مبدا ہے اور اس بیان سے فضیلت فکر کی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ فکر
بہ نسبت ذکر کے بہتر ہے اسلیے کہ فکر مین ذکر بھی ہے اور کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہے اور قلب کا ذکر
اعضاء ظاہری کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی نظر سے ہے کہ اوسمین کچھ ذکر ہوا کرتا ہے اس سے
ثابت ہوا کہ فکر سب اعمال سے افضل ہے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر برس دن کی
عبادت سے بہتر ہے پھر بعضون نے کہا ہے کہ حال وہ ہے جو بری چیزون سے محبوب اشیا کیطرف
منتقل ہوتا ہے اور رغبت اور حرص سے زہد اور قناعت کیطرف انتقال کرتا ہے اور بعضون نے کہا ہے
کہ حال وہ ہے کہ مشاہدہ اور تقوی پیدا کرتا ہے اور اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہے لعلهم يتقون
او يحدث لهم ذكرا اور اگر تمکو منظور ہو کہ فکر کے باعث حال کے متغیر ہونے کی صورت معلوم کرو تو
اوسکی مثال وہی ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہین اوسمین فکر سے ہمکو بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا
اختیار کرنا بہتر ہے جب یہ معرفت ہمارے دلون مین یقینا جمجاتی ہے تو دل آخرت کیطرف رغبت
کرنے لگتے ہین اور دنیا مین زہد کیطرف مائل ہوجاتے ہین اور حال سے ہماری مراد یہی ہے اسلیے کہ دل کا حال
پہلے اس معرفت کے یہ تھا کہ سر دست کی چیز کو محبوب جانتا تھا اور اوسیکی طرف مائل تھا اور

آخرت سے متنفر اور کم رغبت مگر اس معرفت سے دل کا حال اور ہو گیا اور اوسکا ارادہ اور رغبت بدل گئی اور تغیر ارادے کے باعث اعضا کے اعمال بھی اور سے اور ہو گئے کہ دنیا کو چھوڑ کر متوجہ اعمال آخرت ہوئے غرضکہ یہاں پانچ درجے ہیں اول تذکر یعنی دل میں دونوں معرفتوں کا حاضر کرنا دوم تفکر یعنی دونوں معرفتوں سے معرفت مقصودہ کا طلب کرنا تیسرے حاصل ہونا معرفت مطلوبہ کا اور دل کا اوس سے روشن ہونا چوتھے حصول نور معرفت کے باعث دل کے حال کا بدل جانا پانچویں جس طرح دل کا حال بدلتا جاتا ہے اوسی طرح اعضاء ظاہری بھی دل کی خدمت کریں پس جس طرح کہ پتھر کو لوہے پر مارنے سے آگ نکلتی ہے اور اوس سے جگہ روشن ہو جاتی ہے اور آنکھ کو سوجھنے لگتا ہے اور پہلے سے نہیں سوجھتا تھا اور اعضا عمل کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں اسی طرح نور معرفت فکر سے پیدا ہوتا ہے یعنی فکر دونوں معرفتوں کو جمع کرکے اونمیں ایک تالیف خاص دیتا ہے جس سے نور معرفت چمکتا ہے جیسے لوہا اور پتھر اکٹھا کرنے اور اونمیں ایک خاص ضرب لگانے سے آگ نکل آتی ہے پھر اس نور معرفت سے دل کا حال بدلجاتا ہے اور جس چیز کیطرف پہلے مائل نہ تھا اوسکی طرف مائل ہوتا ہے جیسے آگ کی روشنی سے آنکھ کا حال بدلجاتا ہے اور جو چیز پہلے نہیں دکھلائی دیتی تھی وہ اب دکھائی دینے لگتی ہے پھر دل کے حال کے مقتضا کے موافق اعمال کے اعضا متحرک ہوتے ہیں جیسے اندھیرے کے سبب جو شخص کام نکر سکتا تھا روشنی ہونے سے کام کرنے پر مستعد ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ثمرہ فکر کا علوم اور احوال ہیں اور انتہا کہ علوم بھی بیشمار ہیں اور جو احوال کہ دل پر اونکی تبدیلی سے ممکن ہیں اونکی بھی کچھ حد نہیں اسلیے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ تمام فکر کی شاخوں کو منحصر کرے اور اوسکے چلنے کی جگہ اور ثمرات کو شمار کرے تو کبھی نہ ہو سکیگا اسواسطے کہ فکر کے چلنے کی جگہیں اور ثمرات بے انتہا ہیں مگر ہم اس باب میں کوشش کرتے ہیں کہ فکر کی راہیں جو مہمات علوم دینی کے اعتبار سے ہیں اور جو احوال کے اعتبار سے جو سالکین کے مقامات گنے جاتے ہیں منضبط کریں تو اس طرح منضبط کرنا ایک مجمل طور پر ہوگا اسلیے کہ اسکی تفصیل تو چاہتی ہے کہ تمام علوم کی شرح کیجائے اور یہ سب باب اس کتاب کے گویا بعض علوم کی شرح ہیں کیونکہ اونمیں وہ علوم ہیں جو افکار مخصوص سے حاصل ہوتے ہیں تو اس حساب سے بہت طول ہو جاویگا اس نظر سے ہم بطور اشارہ اجمالی بیان کرتے ہیں تاکہ فکر کی راہیں مجمل معلوم ہو جاویں۔

تیسرا بیان فکر کی راہوں کے ذکر میں واضح ہو کہ فکر کبھی تو ایسے امر میں ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہو اور کبھی غیر دین میں اور ہمکو یہاں غرض اوس فکر کے بیان سے ہے جو دین سے متعلق ہو اسلیے

قسم دوم کو چھوڑ دیتے ہیں اور دین سے ہماری مراد یہ ہے کہ معاملہ جو خدای تعالی اور بندہ کے
درمیان ہوا ہے لیکن وہ حال سے خالی نہیں یا تو بندہ اور اوسکے صفات اور احوال سے متعلق ہوگا
سمجھو اور اوسکے صفات اور افعال سے ۔ اور جو فکر بندہ سے متعلق ہے اوسکی دو قسمیں ہیں یا تو
یا تو بندہ کے اون احوال میں ہوگی جو خدای تعالی کے نزدیک محبوب ہیں یا اون میں جو مکروہ
ہوں اور ان دونوں قسموں کے سوا اور کسی چیز میں فکر کی حاجت نہیں ہے ۔ اور جو فکر متعلق خدای تعالی
سے ہے وہ یا اوسکی ذات اور صفات اور اسمای حسنی میں ہوگا یا اوسکے افعال اور ملک اور ملکوت اور
تمام آسمانوں اور زمینوں اور اونکے درمیان کی چیزوں میں اور فکر کا منحصر ہونا ان اقسام میں ایک
مثال سے واضح ہوگا وہ یہ ہے کہ جو لوگ سالک الی اللہ ہیں اور اوسکے دیدار کے مشتاق اونکا حال
عاشقوں کے حال سے مشابہ ہے اسلیے ہم عاشق ہی کو مثال کیلیے مقرر کرتے ہیں کہ جو عاشق
ہو رہا اپنے عشق میں ڈوبا ہوا ہو اوسکا فکر دو باتوں سے تجاوز نکریگا یا تو معشوق سے متعلق ہوگا یا اپنے
نفس سے اور اگر معشوق کا فکر کریگا تو یا تو اوسکے جمال اور کمال ذاتی میں فکر کریگا تاکہ اوسمیں فکر
کرنے اور مشاہدہ سے لذت حاصل کرے اور یا اوسکے افعال لطیفہ عمدہ میں فکر کریگا جنسے
اوسکے اخلاق و صفات کی خوبی سمجھی جاتی ہے تاکہ اس سے لذت دوچند اور محبت دوبالا ہو اور
اگر اپنے نفس میں فکر کریگا تو یا اپنی ایسی صفات میں کریگا جنسے محبوب کی نظر میں گر جاوے اس
غرض سے کہ اونسے اجتناب کرے یا ایسی صفات میں کریگا جو اوسکو محبوب کے نزدیک کرین اور محبوب
اوسکی محبت کا اپنے ساتھ ہوں تاکہ اون صفات سے متصف ہو ۔ اور اگر ان امور کے سوا کسی اور
چیز میں فکر کریگا تو وہ خارج از حد عشق ہے اور باعث نقصان ہے اسواسطے کہ عشق کامل اور پورا
وہ ہے جسمیں کہ عاشق ڈوبا ہے اور اوسکے دل پر ایسی طرح چھا جاوے کہ دوسرے کی گنجایش اوسمیں
نہ چھوڑے ۔ اور عاشق خدای تعالی کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اوسکی نظر اور فکر محبوب سے تجاوز نکرے
اور جب ایسا ہو اوسکا فکر ان چاروں قسموں میں منحصر رہیگا تب تک وہ مقتضای محبت سے ہرگز
خارج نہوگا اسلیے ہم قسم اول کا بیان شروع کرتے ہیں یعنی فکر کرنا اپنے نفس کے صفات اور افعال
میں تاکہ اونمیں سے پسندیدہ اور غیر پسندیدہ کی تمیز کرے اسلیے کہ یہ فکر وہی ہے جو متعلق علم
معاملات سے ہے جو اس کتاب میں مقصود ہے اور دوسری قسم متعلق علم مکاشفہ سے ہے ۔ پھر افعال
و صفات کہ خدای تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں اونکی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری جیسے کہ طاعات
اور معاصی ظاہرہ اور ایک باطنی جیسے صفات منجیات اور مہلکات جنکا محل دل ہے اور اونکی تفصیل

جلد سوم اور چہارم میں گزرا ہے اور طاعات اور معاصی تقسیم ہیں دو قسموں پر یعنی یا وہ معاصی ہیں کہ سات اعضا سے متعلق ہوتے ہیں اور بعضے بدن کی طرف منسوب ہوتے ہیں جیسے جہاد سے بھاگنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنی اور حرام جگہ میں رہنا اور سب کی [illegible] کہ مکارہ میں یعنی باتوں میں فکر [illegible] اول تو یہ کہ یہ امر خدا تعالی کے نزدیک بھی مکروہ ہے یا نہیں [illegible] اکثر چیزوں کا مکروہ ہونا بدون توفیق [illegible] اس باب میں فکر کرنا کہ اگر کوئی وہ ہو تو اوس سے بچنے کی تدبیر کیا ہے [illegible] یہ کہ اوس [illegible] بالفعل ہے تاکہ اوسکو چھوڑ دے یا اوسکو کرنے کی [illegible] تو اوس سے باز رہے یا پہلے کیا ہو تو اوسکا تدارک کرے اسی طرح محبوب چیزوں کی تقسیم کو خیال کرے اور جب ان قسموں کو [illegible] کرے تو [illegible] کی راہیں ان اقسام میں [illegible] ضرورت فکر کی پڑتی ہے یا اکثر ہوں ان اقسام میں سے ایک ایک کی شرح [illegible] ہے مگر [illegible] چار نوع پر اول طاعات دوم معاصی سوم صفات مہلکہ چہارم صفات منجیہ [illegible] ہم [illegible] ایک ایک مثال لکھتے ہیں تاکہ طالب آدمی پر اونکا [illegible] قیاس کرے اور فکر کا طریق [illegible] واضح ہو جاے

قسم اول معاصی [illegible] آدمی کو چاہیے کہ ہر روز کی صبح کو اپنے سات اعضا [illegible] اور [illegible] جداگانہ فکر کرے کہ [illegible] کسی معصیت کا مرتکب فلان عضو سے ہوں [illegible] تو اوسکا ترک کرے اور گزشتہ زمانہ میں [illegible] مرتکب ہوا ہو تو [illegible] اوسکا تدارک کرے یا آیندہ کرنے کو [illegible] تو اجتناب اور علیحدہ رہنے کے لیے آمادہ ہو مثلا زبان میں فکر کرے اور کہے کہ یہ غیبت اور جھوٹ اور چغل خوری [illegible] اور ٹھٹھا اور بات کاٹنی اور دوسرے کو [illegible] اور غیر مفید باتوں میں دخل دینا [illegible] باتیں کرتی ہے تو اول اپنے دل میں جانے کہ یہ سب امور خدا کے نزدیک برے ہیں اور آیات قرآنی اور احادیث جو ان باتوں کی سزا میں شدت عذاب پر دال ہیں اونکو دیکھے پھر اپنے حالات کو سوچے کہ [illegible] جانے اور پھر سوچے کیسے ان چیزوں میں مبتلا ہے پھر یہ سوچے کہ ان سے بچنا کیونکر ہو سکتا ہے اور جانے کہ آفات زبانی سے محفوظ رہنا بدون گوشہ نشینی اور تنہائی کے نہ ہوگا یا یہ صورت بچاو کی ہے کہ کسی نیک متقی پرہیزگار کی صحبت میں رہے کہ جب کوئی کلمہ بیجا منہ سے نکلے تو وہ شخص اوسکو روک دیا کرے یا یہ کہ منہ میں کنکر رکھکر دوسرے کے پاس بیٹھا کرے تاکہ اوسے یاد رہے کہ آفات زبانی سے حفاظت کے لیے یہ رکھا ہے [illegible] غرضکہ احتراز کی تدبیر میں اسی طرح کی فکر کیا کرے اسیطرح کان میں فکر کرے کہ اوس سے غیبت اور جھوٹ اور فضول کلام اور لہو اور بدعت کی باتیں جو آتی ہیں اور یہ سب بری ہیں اور سننے میں کوئی شخص خاص نہیں ہر شخص کی زبان سے سننے میں آتی ہیں

توجہ فکر انکے سننے سے بچنے کی کرے کہ بچاؤ کی صورت کونسی بہتر ہے یا جب کوئی دوسرا شخص سامنے کہے تو اوسکو منع کرنیسے بہتر ہے اور پیٹ کے باب میں فکر کرے کہ یہ اللہ تعالی کی نافرمانی کھانے پینے میں کرتا ہے اسطرح کہ یا حلال رزق سے بہت سا کھاتا ہے جس سے شہوت بڑھتی ہے اور شہوت شیطان دشمن خدا کا ہتھیار ہے یا مال حرام اور مشتبہ سے تو یہ فکر کرے کہ میری غذا اور لباس اور مسکن اور وجہ معیشت کہاں سے ہے اور حلال رزق کی آمد کی صورتیں سوچے اور یہ فکر کرے کہ اوسمیں مجھے کسطرح سے کرنا چاہیئے حلال رزق کا ہے اور کس تدبیر سے حرام کا تارک ہو جاؤنگا اور یہ بات اپنے ذہن میں بٹھالے کہ حرام غذا کے ساتھ ساری عبادتیں بیکار ہیں اور رزق حلال عبادات کی اصل ہے اور اللہ تعالی اوس بندہ کی نماز نہیں قبول کرتا جسکے کپڑے میں ایک درم حرام کا لگا ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے علی ہذا القیاس اپنے سب اعضا میں فکر کرے ہمکو سب کی تفصیل کی ضرورت نہیں اس لیئے کہ کافی معلوم ہوتا ہے جب فکر کے باعث ان احوال کو واقفی اور یہ حال بن جاویگا تو تمام دن نگران ہوگا اور اعضا کو سب ان گناہوں سے بچاویگا ۔ دوسری قسم طاعات میں تو اول فرائض ہیں اوسکو سوچے فرضوں میں اونکو دیکھے کہ اونکو نقصان اور تقصیر سے بچاتا ہے کہ نہیں اور پھر اونکے نقصان کو نوافل سے پورا کرتا ہے کہ نہیں ۔ پھر ہر ہر عضو کے باب میں فکر کرے کہ جو کام اللہ تعالی کو محبوب ہیں وہ اوس ہو سکتے بھی ہیں مثلاً کہے کہ آنکھ دیکھنے کے لیئے پیدا ہوئی ہے کہ اسرار آسمان و زمین پر بنظر عبرت دیکھے تاکہ طاعت الہی میں لگی رہے اور کتاب اللہ اور حدیث شریف دیکھنے کے لیئے ہو اور میں قادر ہوں کہ ان دونوں چیزوں کو دیکھ کر آنکھ کو مشغول طاعت الہی کروں تو کیوں نہیں کرتا اور یہ بھی مجھ سے ہو سکتا ہے کہ فلاں شخص مطیع کو تعظیم کی آنکھ سے دیکھکر اوسکے دل کو مسرور کروں اور فلاں بدکار کو بنظر حقارت دیکھکر اوسکا نافرمانی سے روک دوں تو کیا وجہ کہ میں یہ امور نہیں کرتا اسیطرح کان کے باب میں کہے کہ میں مظلوم کی فریاد بھی سن سکتا ہوں یا حکمت اور علم اور قرأت اور ذکر کے سننے پر قادر ہوں پھر کان کو بیکار کیوں رکھتا ہوں خدا تعالی نے تو مجکو اسلیئے حوالہ کیئے ہیں کہ میں اونسے اوسکی نعمتوں کا شکر کروں پھر اوسکی نعمت کی ناشکری کرنی اور اوسکو ضائع اور بیکار رکھنے کی کیا وجہ ہے اسیطرح زبان میں فکر کرے کہ میں زبان سے تعلیم اور وعظ کے باعث اللہ تعالی کا تقرب کر سکتا ہوں اور نیکبختوں کے دل میں محبوب ہو سکتا ہوں اور اگر کسی نیکبخت خواہ عالم کے سامنے کوئی عمدہ بات کہوں تو اوسکے دل پر سرور لا سکتا ہوں اور فقرا کے حالات پوچھ سکتا ہوں اور اچھے عمدہ کلمات کہہ سکتا ہوں جن میں سے ہر ایک کلمہ صدقہ ہے تو پھر اس نعمت سے اپنی زبان کو کیوں

۱۵ حدیث [illegible]

محروم رکھتا ہون اسیطرح مال مین فکر کرے کہ مین فلان مال کو صدقہ کر سکتا ہون اسوجہ سے
کہ مجھے اوسکی حاجت نہین اور اگر آیندہ حاجت بھی ہوگی تو خداے تعالی اور عنایت کریگا اور
بالفعل اگر حاجت بھی ہے تو دوسرے کے کام نکالنے کی زیادہ تر مجھکو ضرورت ہے کہ وہ شخص
اس چیز کا مجھسے حاجتمند زیادہ ہے پس تمام اپنے اعضا اور بدن اور مال اور مواشی اور غلامون
اور اولاد کو فکر کرے کہ یہ ساری چیزین آدمی کی آلات و اسباب ہین جنسے کہ خداے تعالی کی اطاعت پر
قادر ہو سکتا ہے پس فکر و تدقیق کرکے جو جو طاعتین ان سے ممکن ہون اول تو وہ نکالے پھر وہ باتین
سوچے جنسے ان طاعات کیطرف اپنے آپ کو رغبت ہو پھر اونمین اخلاص نیت کی تدبیر سوچے جس
سے عمل خالص و پاکیزہ ہو تیسری قسم وہ صفات مہلکہ ہین جنکا محل دل ہے اونکو جلد سوم مین ہمنے
بیان کیا ہے اونکی بابت غیرہ وہان سے دیکھ لے اور وہ یہ صفات ہین غالب ہونا شہوت کا
اور غضب اور بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور حسد اور بدگمانی اور غفلت اور غرور وغیرہ اور پاکیزہ دل
ان صفات کا جو یا ہے پس اگر گمان کرے کہ میرا دل انسے پاک ہے تو اوسکے امتحان کی تدبیر
اور علامات سے نفس کی درستی حجت کو فکر کرے اسلیے کہ نفس ہمیشہ وعدہ خیر کا کرتا رہتا ہے اور وعدہ
خلاف کرتا ہے مثلاً اگر نفس تواضع کا دعوی کرے اور کبر سے بری ہونے کا مدعی ہو تو چاہیے کہ ایک
بوجھ لکڑیون کا اپنے سر پر رکھکر بازار مین لیجاوے تاکہ اوسکی دعوی کا حال معلوم ہو اسکا جب سامنا ہو اسیطرح اپنے
نفسون کا امتحان کیا کرتے تھے اور اگر حلم کا دعوی کرے تو کوئی ایسی بات کرے جسمین دوسرے کو
غصہ آئے پھر دیکھے کہ مین غصہ پی سکتا ہون یا نہین اسیطرح تمام صفات مین فکر کرنا چاہیے اور یہ فکر
اس باب مین ہے کہ میرا ان صفات سے موصوف ہون یا نہین اور انکے لیے علامات ہین جو ہم جلد
ثالث مین لکھ چکے ہین پس اگر کسی علامت سے معلوم ہو کہ فلان صفت مجھ مین موجود ہے تو اون
اسباب کا فکر کرے جنسے وہ صفت نظرون مین بری معلوم ہو اور ظاہر ہو جاوے کہ اوسکا منشا جہالت
اور غفلت اور خبث باطن سے ہے مثلاً اگر اپنے نفس مین عمل کی شیخی پاوے تو فکر کرے اور سمجھے کہ
میرا عمل تو میرے بدن اور اعضا اور قدرت اور ارادے سے ہوا ہے اور یہ سب چیزین نہ میری ہین
نہ میرے اختیار مین بلکہ وہ تو خداے تعالی کی پیدا کی ہوئی ہین اوسی نے مجھپر ان چیزون کا انعام
فرمایا ہے کہ مجھکو پیدا کیا اور میرے ہاتھ پانون اور قدرت اور ارادہ کو بنایا اور اپنی قدرت سے میرے
اعضا کو جنبش دی تو پھر مین اپنے عمل خواہ نفس کی کیا شیخی کرون میرے نفس کو خود تو قیام بذات خود
میسر ہی نہین اور جب اپنے نفس مین کبر پاوے تو اپنے نفس کو یون سمجھاوے کہ تو اپنے آپ کو کیون

برا سمجھتا ہے بڑا تو وہ ہے جو خدای تعالی کے نزدیک برا ہو اور یہ بات بعد موت کے معلوم ہوگی کہ جن
اوسکے نزدیک برا ہے ظاہر کا تو حال یہ ہے کہ بہت سے کافر زندگی بھر کفر کرتے اور مرنے کے وقت
خدای تعالی کے مقرب اور کفر سے خارج ہو کر مرتے ہیں اور بہت سے مسلمان بدبخت مرنے کے وقت
خاتمہ کے بگڑنے سے تباہ ہو جاتے ہیں پس جب کبر مہلک ہے اور اوسکا منشا حماقت تو فکر کرے کہ
اسکے دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ تواضع کرنے والوں کے سے افعال اختیار کرے اور جب اپنے نفس میں
کھانے کی شہوت اور حرص پاوے تو سوچے کہ یہ صفت بہائم کی ہے اگر کھانے کی اشتہا اور شہوت
جماع میں کمال ہوتا تو یہ خدای تعالی کے صفات اور فرشتوں کے صفات میں داخل ہوتے جیسے علم
و قدرت داخل ہیں اور چونکہ بہائم بھی ان صفات سے موصوف ہوتے ہیں تو اگر حرص اس پر غالب
ہوگی تو بہائم سے مشابہ تر اور فرشتوں سے دور تر ہوگا اسی طرح غضب کے باب میں اپنے نفس سے
تقریر کرے اور اوسکے علاج کی راہ سوچے اور یہ سب باتیں ہم ہر ایک صفت کے بیان میں لکھ چکے ہیں
جسکو طریق فکر کی وسعت منظور ہو وہ ضرور اون سب بابوں کو دیکھے چنانچہ ہم نے اون صفات کا حال
لکھا ہی چوتھی قسم نجات دینے والی چیزیں ہیں یعنی توبہ اور گناہوں پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور نعمت پر
شکر کرنا اور خوف و رجا اور دنیا میں زہد کرنا اور اخلاص اور صدق اور اللہ تعالی کی محبت اور اوسکی تعظیم
اور اوسکے افعال پر راضی ہونا اور اوسکا شوق کرنا اور اوسکے لیے تواضع اور خشوع کرنا چنانچہ ہم نے
اس جلد چہارم میں لکھا ہے اور ہر ایک کے اسباب علامات ذکر کیے ہیں پس بندہ کو ہر روز فکر
کرنا چاہیے کہ ان اوصاف میں سے جو اللہ تعالی کی طرف نزدیک کرتے ہیں مجھکو کون سے کی حاجت ہے
جب کسیکی طرف حاجت معلوم ہو تو جانے کہ یہ صفات احوال ہیں یہ بدون علوم کے حاصل نہیں ہوتے
اور علوم فکروں کے ثمرات ہوتے ہیں پس جبکہ یہ منظور ہو کہ آدمی اپنے نفس کی توبہ اور ندامت کا حال
حاصل کرے تو اول اپنے گناہوں کو تلاش کرے اور اونکو سوچے اور نفس پر سب اکٹھے کر دے
اور دل میں اونکو بہت بڑی جانے پھر اوس سخت وعید پر نظر کرے جو شریعت میں اون گناہوں کے
باب میں وارد ہیں اور پھر اپنے جی میں ٹھان لے کہ میں خدای تعالی کے غضب کا کام کر رہا ہوں اس
تدبیر سے اوسکو ندامت کا حال پیدا ہوگا اور جب یہ چاہے کہ شکر کا حال دل سے اوبھرے تو اللہ تعالی
کے احسانات اور انعامات کو دیکھے اور اس بات کو غور کرے کہ اوسنے اپنے کرم و فضل سے کیسا پردہ
ڈال رکھا ہے اور گناہوں پر فضیحت نہیں فرماتا اس امر کا بیان مختصر اسباب الشکر میں ہم لکھ چکے ہیں
وہاں مطالعہ کر لینا چاہیے اور جب حال محبت اور شوق کا پیدا کیا چاہے تو خدای تعالی کے جلال

اور جمال اور عظمت اور کبریا مین فکر کرے یعنی اوسکی عجائب حکمت اور بدائع صنعت کو دیکھکر
اوسکا جلال و جمال غور کرے اور اوسکا تھوڑا سا بیان دوسری قسم مین فکر کی ذکر کیا جاویگا اور
جب حالت خوف پیدا کیا چاہے تو اول اپنے گناہ ظاہری اور باطنی پر نظر کرے پھر موت اور
اوسکے سکرات اور مرنے کے بعد منکر نکیر کا سوال اور قبر کا عذاب اور اوسکے سانپ بچھو کیڑے مکوڑے
کے کھانے پینے کا خوف پھر حشر کا ہول جس وقت کہ سب خلق ایک جگہ جمع ہوگی پھر حساب کتاب کا جھگڑا
اور تنگی معیشت کی بازپرس پھر پل صراط کی تیزی اور باریکی اور اوسپر گذرنے مین یہ اندیشہ کہ اگر پاؤن
پھسل گیا تو دوزخ والون مین سے ہوگا اور صحیح و سالم پار ہو گیا تو جنت والون مین سے ہوگا اور
اسکا ذکر اپنے دل مین اوتار لیگا پھر احوال قیامت کے بعد اپنے دل مین دوزخ اور اوسکے طبقات اور گرز
اور اہوال اور زنجیرین اور طوق اور سانپ اور بچھو اور طرح طرح کے عذاب اور اوسکے فرشتون کی بری
صورتین حاضر کرے اور یہ کہ وہ فرشتے جب گنہگارونکی جلدین پک جاوینگی دوسری کھالین بدل دینگے
اور وہ اگر دوزخ مین سے نکلنا چاہینگے تو پھر اوسی مین کر دیے جاوینگے اور جب اونکو دور سے دیکھینگے
تو اوسکی کھدکھداہٹ اور چیخ سنینگے اسی طرح جتنی باتین کہ کلام مجید مین دوزخ کے بیان مین وارد ہین سب کو
پیش نظر کرے اور جب حالت رجا پیدا کیا چاہے تو جنت اور اوسکی لذت اور درخت اور نہرین اور
حورین اور غلمان اور آسایش دائمی اور ملک بے زوال پر غور کرے۔ غرضکہ وہ فکر جس سے ایسے علوم
معلوم ہوتے ہین کہ جس سے حالات محمودہ حاصل ہون یا صفات مذمومہ سے پاک ہوسکین اوسکا طریق یہی
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ہمنے اون احوال مین سے ہر ایک حال مین ایک باب علیحدہ لکھا ہے جس سے
تفصیل فکر پر مدد ہوسکتی ہے مگر سب کا ذکر ایک جگہ نہین ہے ہر ایک جگہ سے سب کے پائے جانے کو
کلام مجید کی تلاوت کی برابر کوئی چیز نافع نہین اسلیے کہ کلام مجید سب مقامات اور حالات کا جامع ہے
اور اوسمین لوگون کے لیے شفا ہے اسوجہ سے کہ اوسمین وہ باتین بھی ہین جن سے خوف اور رجا
اور صبر و شکر اور محبت اور شوق اور دوسرے احوال پیدا ہون اور وہ امور بھی ہین جو تمام صفات
مذمومہ سے باز رکھین تو چاہیے کہ آدمی اوسکی تلاوت کیا کرے اور جس چیز مین تفکر منظور ہو اوسکی
مضمون کی آیت کو دوہرانا اختیار کرے گو سو دفعہ وہ پڑھی جاوے اسلیے کہ ایک آیت کو تفکر اور
فہم کے ساتھ پڑھنا سارے کلام مجید کے ختم سے بہتر ہے جو بے سمجھے پڑھا جاوے تو آیتون کے
سوچنے مین توقف کرے گو ایک رات گذر جاوے اسلیے کہ ایک ایک لفظ کے نیچے وہ اسرار ہین
کہ جنکے شمار نہین اور جب تک صاف دل سے فکر دقیق نکیا جاوے اور معاملہ درست نہو تب تک

وہ معلوم بھی نہین ہوتے اسیطرح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا ہے کہ آپکو کلمات جامع عنایت ہوئے ہین لہذا آپکے ارشاد کا حکمت کا سمندر ہے اگر عالم اونکو جیسا چاہئیے ویسی طرح سوچے تو کبھی عمر بھر اوسکا غور پورا نہو ایک ایک آیت اور حدیث کی شرح نہایت طول کھینچتی ہے مثلاً اس حدیث کو غور کرنا چاہیے کہ آپ فرماتے ہین اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اَحْبِبْ مَا اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَیِّتٌ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَجْزِیٌّ بِهٖ یہ کلمات تمام اولین و آخرین کی حکمتون پر جامع ہین تامل کرنے والون کو عمر بھر سوچنے کو کافی ہین اسلیے کہ اگر اسکے معنون پر واقف ہون اور اونکے واقعی طور پر غالب ہو جاوین یا تو پیر چھا جاوینگے اور پھر اونکو آنا نہ دینگے کہ دنیا کیطرف ذرا بھی التفات کرے یہ حال ہے علوم معاملہ مین فکر کرنے کا اور بندے کے صفات مین اس نظر سے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہین یا مذموم بندی کو چاہیے کہ ان فکرون مین ہر وقت ڈوبا رہے تاکہ اپنے دلکو اخلاق حمیدہ اور مقامات شریفہ سے آباد کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو مکروہات سے پاک کرے اور یہ یاد رہے کہ ان امور مین غور کرنا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے مگر مطلب اصلی یہ نہین بلکہ جو ان فکرون مین مشغول ہے وہ صدیقون کے سلسلے سے محجوب ہے اونکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے جلال و جمال مین فکر کرنیکی لذت پاوین اور دل ایسی طرح اسمین ڈوبے کہ اپنے نفس اور حالات اور مقامات اور صفات سب کو بھول کر صرف محبوب حقیقی ہی مین اونکی نیت مستغرق ہو جیسے عاشق شیدا اپنے معشوق کے دیدار کے وقت ہوتا ہے کہ اوسکو اپنے نفس کے حالات اور صفات پر نظر کرنے کی فرصت ہی نہین ہوتی حیران جیسا رہجاتا ہے اور یہ کمال درجے کی لذت عاشقون کی ہے اور جو کچھ ہمنے لکھا ہے وہ فکر باطن کی آبادی کا ہے تاکہ قرب اور وصال کی صلاحیت ہو جاوے پس اگر تمام عمر اپنے نفس کی صلاح ہی مین تلف کی تو پھر قرب سے لذت کب پاویگا اسیطرح حضرت خواص رح جنگلون مین پھرا کرتے اونسے حسین بن منصور رح ملے اور پوچھا کہ تم کس حال مین ہو اونھون نے کہا کہ مین جنگلون مین پھرتا ہون تاکہ اپنا حال توکل مین اچھا کرون حضرت حسین بن منصور نے فرمایا کہ عمر تو آپنے اپنے باطن کی درستی مین صرف کردی فنا در توحید کو کس وقت ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ واحد برحق مین فنا ہونا طالبون کا عمدہ مطلب و صدیقین کے انتہا درجے کی لذت ہے اور صفات مہلکات سے بچنا ایسا ہے جیسے نکاح مین عدت سے نکلنا اور منجیات صفتون اور جمیع طاعات کا اختیار کرنا ایسا ہے جیسا عورت خاوند کے لیے تیاری کرے اور منہ ہاتھ دھووے اور بالون مین کنگھی کرے تاکہ خاوند کے ملنے کی لیاقت پیدا ہو جاوے پس اگر عورت

ح ۱ حدیث اس باب مین بیہقی نے ذکر کی ۱۲

ح ۲ یعنی [illegible] ۱۲

تمام عمر جسم کی صفائی اور کنگھی چوٹی ہی میں ضائع کرے تو خداوند کی ملاقات سے محجوب ہو گی اسی طرح
دین کے طریق کو بھی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ ہمنشینی کے اہل ہو اور اگر مثل غلام کی طرح ہو کہ بدون مار کے
خوف کے اور اجرت کی طمع کے نہیں ہلا کرتا تو اپنے بدن کی مشقت اعمال ظاہری سے رہنے دو تا کہ
کہ تمہارے درمیان میں اور تمہارے دل میں پڑا گا رہا پردہ ہی اعمال سے البتہ یہ ہو گا کہ اگر اچھی طرح
ادا کرو گے تو اہل جنت میں ہو گے مگر ہمنشینی کے لیے اور ہی لوگ ہیں شعر

موسیا آداب دانان دیگرند | سوختہ جان و روانان دیگرند

اور جب علوم معاملہ میں جو بندہ اور رب کے درمیان ہوتا ہے فکر کی جولانی معلوم کر چکے تو اب اوسکو
صبح اور شام اپنا دستور اور عادت کر لو اور اپنے نفس سے اور ان صفات سے جو خدای تعالی سے
دور کرتے ہیں اور ان احوال سے جو اوسکی طرف نزدیک کرتے ہیں غافل نہ رہنا چاہیے بلکہ ہر مرید کو
چاہیے کہ اپنے پاس ایک بیاض رکھے کہ اوس میں صفات مہلکات اور منجیات اور تمام معاصی اور طاعات
لکھے ہوں اور ہر روز اوسے اپنے نفس کی پڑتال کیا کرے مہلکات میں سے اوسکو دس چیزوں میں فکر
کرنا کافی ہے کہ اگر اون سے بچ جاویگا تو سب سے بچا رہیگا وہ دس یہ ہیں بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور
حسد اور شدت غضب اور حرص کھانا اور کثرت شہوت اور محبت مال اور محبت جاہ اور منجیات سے بھی
دس کافی ہیں گناہوں پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور نعمتوں پر شکر کرنا اور خوف
و رجا کا معتدل رہنا اور دنیا میں زہد کرنا اور اعمال میں اخلاص کرنا اور خلق سے خوش خلقی سے پیش آنا
اور محبت اللہ تعالی کی اور اوسکے سامنے خشوع کرنا تو یہ سب بیس باتیں ہوئیں جنمیں سے دس بری
ہیں اور دس اچھی پس ایک بات میں فکر کرنا شروع کرے جب پتہ لگا ایک بری بات جاتی رہی تو اوس بیاض
میں اوس صفت پر خط کھینچ دے اور اوسکے بارے میں فکر نکرے اور خدای تعالی کا شکر کرے کہ ایک بات سے
تو نجات دی اور دل کو اوس سے معاف فرمایا اور یہ جانے کہ یہ بات خدای تعالی کی توفیق اور مدد سے ہوئی
ورنہ وہ اگر ہمکو ہمارے نفس ہی پر چھوڑ دیتا تو ادنی سی بری صفت بھی ہم سے دور نہو سکتی غرض کہ
ایک ایک کو اسی طرح لیتا جاوے اور جب وہ دسوں جاتی رہیں تو بیاض میں دوسرا قلم بنا جاوے یہاں تک
کہ دسوں بری عادتیں تمام ہو جاویں اسی طرح نفس سے پھر اس بات کا خواہان ہو کہ صفات منجیات کیساتھ
موصوف ہو پس جب منجیات میں سے ایک کے ساتھ متصف ہو مثلاً توبہ اور ندامت کی صفت اوس میں
آجاوے تو اوس پر خط کرے اور باقی صفات میں مشغول ہوتا کہ رفتہ رفتہ سب کا متصف ہو جاوے مگر یہ
طریق ایسے شخص کے لیے ہے جو نہایت مستعد ہو اور جو لوگ کہ صلحا میں شمار ہوتے ہیں اونمیں سے اکثروں کو

چاہیے کہ وہ اپنے دفتروں میں ظاہری گناہ بھی لکھے لین جیسے شبہہ کا کھانا اور غیبت اور چغلی پر زبان کھولنی اور خود ستائی کرنی اور نفس کی ثنا کرنی اور دشمنوں کی عداوت میں مبالغہ کرنا اور دوستوں کی دوستی میں افراط کرنا اور خلق کی منہ دیکھی بات کرنی اور امر بالمعروف اور نہی منکر کو چھوڑنا وغیرہ کہ اکثر لوگ جو بڑے نیک بخت شمار کیے جاتے ہیں ان میں یہ گناہ کچھ نہ کچھ پائے جاتے ہیں اور جب تک اعضا ظاہری گناہوں سے پاک نہیں ہوتے دل کی آبادی میں مشغول ہونا اور اوسکو صاف کرنا ممکن نہیں بلکہ آدمیوں کے ہر ایک فریق پر ایک قسم کی معصیت غالب ہوتی ہے پس چاہیے کہ وہ لوگ اوسکے درپے ہوں اور اوسکی تدبیر کریں اپنے گناہوں میں فکر کیا کریں جیسے کہ وہ گناہ یہ ہوں مثلاً عالم پرہیزگار اکثر اپنے علم کا اظہار کیا کرتا ہے اور شہرت اور آوازہ کا خواہاں ہوتا ہے خواہ تدریس سے ہو یا وعظ سے اور جو شخص ایسا امر کے درپے ہوتا ہے وہ ایسے فتنے میں پڑتا ہے کہ اوس سے بجز صدیقوں کے اور کوئی نہیں نجات پاتا یعنی اگر اوسکا کلام مقبول ہوتا ہے اور دلوں میں خوب تاثیر کرتا ہے تو عالم کو عجب اور اترانے اور زینت اور تکلف سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب باتیں مہلک ہیں اور اگر کوئی اوسکے کلام کو نہ مانے تو غصہ اور خباثت اور کینہ سے خالی نہیں ہوتا حالانکہ اگر نہ ماننے والا کسی دوسرے عالم کے کلام کو نہ مانے تو اوسکو اوسپر چندان غصہ نہیں آتا اپنے کلام کے نہ ماننے پر زیادہ آتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیطان اوسکو بہکاتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا غصہ اسلیے ہے کہ اوسنے حق بات کو نہ مانا اور اوسپر انکار کیا سو اگر یہ اپنے کلام کے نہ ماننے اور دوسرے عالم کے کلام نہ ماننے پر یکساں خفا ہوتا ہے تو خیر ورنہ ظاہر ہے کہ نفسانی لپیٹے میں پڑا ہوا اور شیطان کا بنایا ہوا ہوگا۔ پھر جب کہ لوگوں کے ماننے سے اسکو خوشی ہوتی ہے اور اونکی تعریف کرنے سے پھولتا ہے اور اونکے نہ ماننے اور روگردانی کو برا جانتا ہے تو کچھ نہ کچھ تکلف اور بناوٹ لفظوں کی خوبصورتی سے ادا کرنے میں بھی کرنے لگتا ہے اس توقع سے کہ اسکے سبب لوگ تعریف کرینگے حالانکہ تکلف خدا تعالی کو پسند نہیں اور شیطان یہاں بھی اسکو دھوکا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو جو الفاظ کو اچھی طرح ادا کرتا ہے تو تیری غرض یہ ہے کہ حق بات پھیلے اور دل میں خوب جگہ کرے اور اس سے صرف شرع کا پابند کرنا دین الٰہی کا ہے تو اس صورت میں اگر یہ اپنے الفاظ کی خوبصورتی پر دوسرے عالموں کے الفاظ کی نسبت کر زیادہ خوش ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فریبی ہے اور طالب جاہ کا حریص ہے گو خود گمان کرے کہ میری غرض دین ہے اور جب اوسکے دل میں صفات مہلکہ پیدا ہوتی ہیں تو اوسکا اثر ظاہر میں بھی ہو جایا کرتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی اوسکی تعظیم کرے یا اوسکے فضل کا معتقد ہوا اور دوسرا شخص کسی دوسرے عالم کا معتقد ہو تو یہ اپنے معتقد کی زیادہ آؤبھگت کیا کرتا ہے بنسبت دوسرے کے معتقد کے

کہ دوسرا عالم اسکی نسبت کہ اعتقاد کا لائق تر ہو اور اکثر اہل علم میں غیرت کی نوبت یہان تک
ہو جاتی ہے کہ عورتون کیطرح غیرت کرنے لگتے ہین اور ایک کا شاگرد اگر دوسرے کے پاس جاوے
تو اوسپر نہایت شاق ہوتا ہے ہرچند یہ جانتا ہے کہ شاگرد دوسرے کے پاس بھی مستفید ہوتا ہے
اور دین کی باتین سیکھتا ہے اور ان سب امور کا منشاء وہی صفات مہلکہ ہین جو دل کے اندر مخفی ہین اور
عالم براہ مغالطہ جانتا ہے کہ مین انسے بچا ہوا ہون اور وہ ان علامات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتی ہین
غرضکہ عالم کا فتنہ بہت بڑا ہے وہ یا بادشاہی پا بالکل تباہ عوام کیطرح بچ جاویگی طمع اوسکو نہین تو چاہیے
عالم اپنے نفس پر ان صفات کو معلوم کرے اوسپر گوشہ نشینی اور تنہائی اور گمنامی کی طلب واجب ہے
اور سوالات مین فتوی دینے سے گریز کرنا لازم دیکھو زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین مسجد شریف میں بہت سے صحابی
رہتے تھے کہ سب مفتی ہوتے تھے مگر فتوی دینے سے پہلو تہی کرتے تھے اور اگر کوئی دیتا بھی تھا
تو یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اگر مجکو بچا دیتا تو خوب تھا اور عزلت کیوقت کہ دینون کے شیطانون سے
ڈرنا چاہیے کہ وہ یون کہتے ہین کہ تم گوشہ نشینی اختیار مت کرو اسلیے کہ اگر سب ایسا ہی کرینگے تو علوم
خلق مین سے جاتے رہینگے اوسکا جواب یون دینا چاہیے کہ دین اسلام مین ہری کچھ حاجت نہین وہ
پیشتر بھی بکمہ ہونا تھا اور ایسا ہی بعد کو بھی رہیگا میرے مرنے سے دین کے ارکان گر نہین جاینگے
اسلیے کہ دین کو کچھ میری پروا نہین لیکن میرا یہ حال ہے کہ اپنے دل کی اصلاح سے میں بے پروا نہین ہون
اور یہ کہنا کہ میرے بیٹھے رہنے سے علم جاتا رہیگا خیال خام ہے کہ نہایت جہالت پر دلالت کرتا ہے اسلیے
کہ اگر لوگون کو بالفرض قیدخانے میں بند کرکے بیڑیان ڈالدی جاوین اور کہدیا جاوے کہ اگر علم طلب
کروگے تو آگ مین جلا دیے جاوگے تو ریاست اور بڑائی کی محبت اونکو اس بات پر آمادہ کرے گی کہ بیڑیا
توڑکر اور دیوارین گرا کر نکل بھاگین اور علم تحصیل کرین پس جب تک کہ شیطان خلق کو ریاست کی محبت
دلاتا رہیگا علم کسیطرح نہین جاسکتا اور ظاہر ہے کہ شیطان قیامت تک اپنے کام سے سستی اختیار نکریگا
تو جبھی تک علوم بھی باقی رہینگے بلکہ علوم دینی ایسے لوگون کے باعث بچے رہینگے کہ انکو آخرت مین کچھہ
نہ ملیگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ہٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَہُمْ
وَاِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ہٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ پس عالم کو نہین چاہیے کہ ایسے فریبون سے دھوکا
کھا کر خلق سے ملنے میں مشغول ہو اور اپنے دل میں جاہ دنیا کی محبت کو پرورش کرے جو نفاق کا تخم ہے
حدیث شریف مین ہے کہ جاہ و مال کی محبت نفاق کو ایسا اگاتی ہے جیسے پانی ساگ کو اور فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا ذِئْبَانِ ضَارِیَانِ اُرْسِلَا فِیْ زَرِیْبَۃِ غَنَمٍ بِاَکْثَرَ فَسَادًا فِیْہَا مِنْ

یعنی اللہ تعالی اس دین کی تائید بدکار آدمی سے بھی کرے گا ۱۲
باب العلم جلد اول میں گذر چکی ۱۲

دو بھیڑیے بھوکے ... بکریون کے گلہ مین چھوڑ دین تو وہ اتنا نقصان نہین کرتے جتنا جاہ و مال کی محبت آدمی کے دین مین کرتی ہے ۱۲
یہ حدیث پہلے گذر چکی ۱۲

لیتجایا والمال فی دین المرء المسلم اور محبت جاہ کے دل سے بدون گوشہ نشینی اور لوگوں سے گریز کرنے
اور جن باتوں سے اونکے دلوں میں جاہ بڑھتا ہے اونکو چھوڑنے کے نہیں اوکھڑتی تو عالم کو اپنے
دل سے ان خفیہ صفات کی تلاش کی فکر چاہیے اور یہ کہ تدبیر انسے نجات کی کیا ہے اور یہ فکر عالم
متقی کے لیے ہے اور ہم جیسوں کو تو فکر اون باتوں کا چاہیے جن سے ہمارا ایمان روز حساب پر قوی
ہو جاوے اسلیے کہ اگر ہم لوگوں کو بزرگان سلف دیکھیں تو قطعاً کہیں کہ یہ لوگ روز حساب کے معتقد نہیں
اسلیے کہ ہمارے اعمال ایسے نہیں جیسے جنت دوزخ پر اعتقاد رکھنے والوں کے ہوا کرتے ہیں کیونکہ جو
کوئی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اوس سے بھاگتا ہے اور جس چیز کی توقع کیا کرتا ہے اوسکو طلب کیا کرتا ہے
اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ دوزخ سے گریز شبہات اور حرام اور معاصی کے چھوڑنے سے ہوتی ہے حالانکہ
ہم اونمیں ڈوبے رہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت کی طلب نوافل کی کثرت سے ہوتی ہے اور اون
میں بھی ہم قاصر ہیں بلکہ فرائض بھی اچھی طرح نہیں ادا ہوتے تو ہمکو علم کا ثمرہ یہی ملا کہ لوگ دنیا کے حرص میں
ہماری اقتدا کریں اور یہ کہیں کہ اگر حرص دنیا بری ہوتی تو علما ہماری نسبت اوس سے پرہیز زیادہ کرتے
پس کیا اچھا ہوتا کہ ہم عوام کیطرح ہوتے اور جب ہم مرجاتے تو ہمارے ساتھ ہی ہمارے گناہ مرجاتے اب تو
اگر سوچتے ہیں تو جس فتنے کے ہم سامنے ہوئے ہیں وہ بہت ہی بڑا ہے پس اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں
کہ ہمکو درست کرے اور ہمارے باعث سے دوسروں کو درست کرے اور ہمکو مرنے سے پیشتر توبہ کی
توفیق دے وہی کریم اور رحیم اور ہم پر انعام کرنے والا ہے علما اور صلحا کے فکروں کے طریق علوم معاملہ
میں یہ تھے جب وہ اونسے فارغ ہوتے ہیں تو اونکا التفات اونکے نفسوں سے اوٹھ جاتا ہے
اور ان فکروں سے ترقی کرکے خدا کی عظمت اور جلال اور دیدۂ دل سے اوسکے مشاہدہ کی لذت
میں فکر کرنے لگتے ہیں اور یہ فکر پورا جب ہوتا ہے جب سب مہلکات سے علیحدہ ہو اور سب منجیات کا
متصف ہو اور اگر اس سے پیشتر کچھ اوسمیں ظاہر ہوگا تو روگ والا اور ناقص اور پر کدورت اور جلد جانے والا
ہوگا بجلی کیطرح چمک جاویگا اوسکو قرار اور دوام نہوگا اور ایسی صورت میں سالک کا حال مثل اوس
عاشق کے ہوگا جو اپنے معشوق سے خلوت کرے اور اوسکے کپڑوں کے اندر سانپ اور بچھو ہوں کہ
ہر ایک کاٹ رہے ہوں اور لذت مشاہدہ کو اوسپر مکدر کردیں اور بدون اونکے نکالے آسایش پوری نہو
اور یہ صفات مذمومہ سانپ اور بچھو ہیں انسے بھی ایذا اور پریشانی ہوتی ہے قبر میں انکے ڈنکوں کی
تکلیف سانپ بچھو کے کاٹنے کی نسبت کہ زیادہ ہوگی قسم اول فکر کا بیان اسیقدر کافی ہے اس سے اگلی ہی
طریق فکر کی متعلق ہو کہ جو صفات بندہ کی خدا تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں اونمیں کسطرح فکر کیا کریں

دوسری قسم فکر کرنا خدای تعالی کے جلال اور عظمت اور کبریائی مین اور اوسمین چند مقامات ہین سب سے
اعلی مقام یہہ ہی کہ خدای تعالی کی ذات اور صفات اور اوسکے نامون کے معنی مین فکر کرے مگر ایسا فکر کرنا
ممنوع ہی اسلیے کہ شرع مین ارشاد ہوا ہے کہ خدای تعالی کی مخلوق مین فکر کرو اوسکی ذات مین فکر مت کرو
اور اسکی وجہ یہہ ہی کہ عقلین اوسکی ذات مین حیران ہین بجز صدیقون کے اور کوئی اوس طرف آنکھ نہین
کھول سکتا اور وہ بھی اوسکے ہمیشہ دیکھنے کی تاب نہین رکھتے بلکہ تمام خلق کی آنکھون کا حال خدای تعالی
کے جلال کی نسبت کو ایسا ہے جیسا شپر کی آنکھ کا حال ہے نور آفتاب کی نسبت کہ یعنی شپر کو مجال
آفتاب کے نور دیکھنے کی نہین بلکہ دن کو چھپی رہتی ہے اور رات کو جسقدر روشنی مین جو آفتاب سے زمین پر
رہتی ہی دیکھتی ہے اور صدیقون کا حال مثل انسان کے حال کے ہے کہ آفتاب کو دیکھ تو سکتا ہے مگر ہمیشہ
نہین دیکھ سکتا و نیز خوف بینائی کے جاتے رہنے کا ہے بلکہ اگر مدام اوسکی طرف تاکے اور خوب نظر گاڑ کر دیکھے تو
بھی آنکھین چندھی اور بینائی متفرق ہو جاتی ہے اسیطرح خدای تعالی کی ذات کیطرف دیکھنا موروث حیرت
اور بیہوشی اور عقل کے اضطراب کا ہوتا ہے اسصورت مین مناسب یہی ہے کہ خدای پاک کی ذات و صفات
مین فکر کے رستون کا بیان نکیا جاوے اسلیے کہ اکثر عقلون کو اوسکی تاب نہین بلکہ تھوڑی ہی مقدار جسکی
تصریح بعض علما نے کی ہے کہ خدای تعالی مکان اور اطراف اور جہات سے پاک ہی وہ نہ عالم کے اندر ہے
نہ باہر نہ اوس سے ملا ہوا ہے نہ جدا اوسی سے بعض لوگون کی عقل ایسی حیران ہوئی کہ وہ اوسکے منکر ہو …
کیونکہ نہ سننے کی طاقت اونکو ہوئی نہ پہچاننے کی بلکہ بعضے لوگ تو اس سے کمتر کی برداشت بھی نکر سکے
یعنی جب اونسے کہا گیا کہ خدای تعالی اس بات سے بری ہے کہ اوسکے کوئی سر اور ہاتھ اور پانوں اور آنکھ
اور عضو اور کوئی جسم معین مقدار اور حجم والا ہو تو اونھون نے اسکو نہ مانا اور گمان کیا کہ یہہ تعریف تو خدای تعالی
کی عظمت و جلال مین نقصان پیدا کرتی ہے بلکہ بعض عوام احمقون نے کہا کہ یہہ تعریف تو ہندسے کے تربوز کی
ہے خدای تعالی کی نہین اسلیے کہ اوس بیچارے کو یہی گمان تھا کہ بزرگی اور عظمت انہین اعضا مین ہے
کیونکہ انسان صرف اپنے آپ ہی کو جانتا ہے اور اپنی ہی بڑائی کرتا ہے تو جو چیز کہ صفات مین اوسکی
برابری نہین کرتی اوسمین کچھ عظمت نہین سمجھتا ہان غایت اوسکی یہ ہے کہ اپنے نفس کو خوبصورت تخت پر
بیٹھا ہوا سامنے نوکر چاکر کام کرتے ہوے فرض کرے تو ضرور یہی کہ خدای تعالی کے باب مین بھی
مان لیگا تاکہ اوسکی عظمت سمجھے بلکہ اگر مکھی کو عقل ہوتی اور اوس سے کہا جاتا کہ تیرا خالق نہ تو بازو رکھتا
ہی نہ پانوں نہ اڑان تو وہ اسکو نہ مانتی اور کہتی کہ بھلا میرا پیدا کرنے والا مجھسے کمتر کسطرح ہوگا کیا یہ
ہو سکتا ہے کہ اوسکے پر کٹے ہوے ہون یا اپاہج ہو کہ اڑ نسکے مجھ مین تو سامان اور قدرت ہو …

اور جو بہت پاس ہے پاک ہونے والا ہے اوسمین یہ لوازم اور قدرت ہون اور اکثر لوگون کی عقلین اسی کی اصل کے قریب ہین پہنچ سکتے کہ انسان بڑا جاہل اور ظالم اور ناشکر ہے اور اسیواسطے اللہ تعالی نے اپنی بعض انبیاء پر وحی بھیجی کہ میرے بندون سے میری صفتین مت کہو ورنہ مجھکو نہ مانینگے بلکہ اونسے میرا حال ایسے الفاظ مین کہو کہ وہ سمجھ لین اور اسیجا کہ خدای تعالی کی ذات وصفات مین غور کرنی اس وجہ سے ممنوع ٹھہری اسلیے شرع کا ادب اور خلق کی بہتری اسی بات کی مقتضی ہین کہ ہم کبھی اوسکے درپے نہون بلکہ اس مقام کو چھوڑکر دوسرے مقام کیطرف متوجہ ہوتے ہین یعنی غور کرنا اوسکے افعال اور عجائب صنعت اور غریب معاملات مین جو اوسکی مخلوق مین ہین اسلیے کہ ان سب سے اوسکے جلال اور عظمت اور کبریا اور پاک ہونا اور کمال علم و حکمت اور جاری ہونا اوسکی مشیت کا پایا جاتا ہے پہر اوسکی صفات پر غور اوسکی صفات کے آثار ہی سے کرنا چاہیے اسلیے کہ ہمکو یہ تو تاب نہین کہ اوسکی صفات کیطرف نظر کرین تو اونکے آثار ہی پر نظر چاہیے جیسے جب آفتاب چمکتا ہے تو ہم اوسکی طرف نہین دیکھ سکتے بلکہ زمین کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہین اور اوسی سے آفتاب کے نور کی عظمت چاند اور ستارون کے نور کی نسبت کر سمجھتے ہین اسلیے کہ زمین کا روشن ہونا آفتاب کے نور کے آثار مین سے ہے اور اثر کو دیکھنے کی موثر کچھ نہ کچھ سمجھ مین آیا کرتا ہے گو خود موثر کے دیکھنے کے قائم مقام نہو اور تمام موجودات دنیا کی آثار قدرت الٰہی مین سے ایک اثر ہے اور اوسکے انوار ذات مین سے ایک نور ہے بلکہ کوئی تاریکی عدم سے بڑھکر نہین نہ کوئی نور وجود سے زیادہ اور وجود سب چیزون کا خدا تعالی کے انوار ذات مین سے ایک نور ہے اسلیے کہ تمام چیزونکا وجود اوسکی ذات سے قائم ہے جو خود بخود قائم ہے جسطرح کہ جسمون کا نور آفتاب کے نور سے ہے اور وہ خود روشن ہے اور جب تھوڑا سا آفتاب گہن لگتا ہے تو عادت یون ہے کہ ایک پانی کا طشت رکھکر دیکھا کرتے ہین تاکہ اوسکو دیکھ سکین اور آنکھہ خیرگی نکرے اسصورت مین پانی ایک ذریعہ ہوتا ہے کہ آفتاب کے نور سے کسیقدر کم کردیتا ہے تاکہ اوسکی طرف نظر کرنے کی تاب ہو تو اسیطرح افعال الٰہی بھی ایسا ذریعہ ہوتے ہین جنمین ہم فاعل کی صفتین مشاہدہ کرتے ہین اور نور ذات سے متحیر نہین ہوتے اسلیے کہ ہم مین اور ذات مین افعال کا واسطہ اور دوری ہوگئی اور یہی بھید ہے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَتَفَكَّرُوا فِي ذَاتِ اللّٰهِ پس اب کیفیت تفکر کی خدای تعالی کی مخلوق مین معلوم کرنی چاہیے واضح ہو کہ جو چیز سوای خدای تعالی کے موجود ہے وہ اوسکا فعل اور اوسکی پیدایش ہے اور ہر ایک ذرہ مین جوہر اور عرض اور صفت و موصوف کے بہت سے عجائب اور غرائب ہین جنسے خدای تعالی کی حکمت اور قدرت اور جلال و عظمت ظاہر

ہوتی ہے اور اونکا شمار کرنا غیر ممکن ہے بلکہ اگر سمندر روشنائی ہو جاوے اور اوس سے وہ عجائب لکھے جاویں تو اوسکا خاتمہ ہو جاوے اور اونکا اور چھور نہ ملے تاہم بطور نمونہ اونمیں سے ہم کچھ ایک لکھے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موجودات جو خداے تعالی کی مخلوق ہیں اونکی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اونکی اصل نہ معلوم ہو تو ایسے اشیا میں ہم سے تفکر نہیں ہو سکتا اور ایسے موجودات بہت ہیں جنکو ہم نہیں جانتے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور فرمایا سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ اور فرمایا وَنُنْشِئَکُمْ فِیْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور ایک وہ ہیں کہ اونکی اصل معلوم ہے اور مجملاً بھی پہچانی جاتی ہیں مگر تفصیل نہیں معلوم تو ایسی اشیا میں ہمکو ممکن ہے کہ ہم اونکی تفصیل میں فکر کریں اور ان اشیا کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو آنکھ سے سوجھتی ہیں اور ایک وہ کہ آنکھ سے نہیں سوجھتی جیسے آنکھ سے نظر نہیں آتیں وہ فرشتے اور جن اور شیاطین اور عرش اور کرسی وغیرہ ہیں ایسی اشیا میں بھی فکر کی مجال تنگ ہے اسی جہت سے ہم اوسی قسم کی فکر کو لکھتے ہیں جو سمجھنے کے زیادہ تر قریب ہے یعنی وہ اشیا جو آنکھ سے سوجھتی ہیں اور وہ ساتوں آسمان اور زمین ہیں اور جو چیزیں اونکے درمیان ہیں آسمان میں یہ چیزیں نظر آتی ہیں ستارے اور چاند اور سورج اور اونکی حرکت اور گردش اور نکلنا اور ڈوب جانا اور زمین میں یہ معلوم ہوتے ہیں پہاڑ اور کانیں اور نہریں اور دریا اور حیوانات اور نباتات اور آسمان اور زمین کے درمیان یعنی جو ہیں یہ اشیا محسوس ہوتی ہیں بادل اور مینہ اور برف اور اولے اور رعد اور بجلی اور صاعقہ اور ٹوٹتے ستارے اور تند ہوائیں غرضکہ آسمان و زمین اور اونکے درمیان میں اس جنس کی اشیا معلوم ہوتی ہیں اور انمیں سے ہر ایک جنس چند نوع پر منقسم ہے پھر ہر نوع کی بہت سی قسمیں ہیں پھر اقسام کے فروع ہیں اسیطرح شاخ در شاخ ہوتی چلی گئی ہیں جسقدر اختلاف صفات اور ہیئت اور معانی ظاہری اور باطنی کا ہوتا جاتا ہو اوسیقدر اقسام بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ان سب اشیا میں فکر کی مجال ہے کوئی ذرہ جمادات اور نباتات اور حیوانات اور آسمان اور ستارہ کا ایسا نہیں جو حرکت کرتا جسکا حرکت دینے والا خداے تعالی نہو اور اوسکی حرکت میں ایک حکمت یا دو یا دس یا ہزار حکمتیں خداے تعالی کی وحدانیت اور اوسکے جلال و عظمت پر دال نہوں اور یہ سب اشیا نشانیاں اور آیات دال ہیں قرآن مجید میں انمیں فکر کرنے کی ترغیب ہے جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ اور فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِهٖ تو کلام مجید میں شروع سے آخر تک بہت جا وارد ہیں جن میں آیتوں کی فکر کرنے کی کیفیت ذکر کرتے ہیں مثلاً ایک خداے تعالی کی آیات میں سے یہ ہے کہ انسان نطفہ سے

(ف) پاک ہے وہ جس نے بنائے جوڑے سب چیزوں کے [illegible] اور ان چیزوں سے جنکی ان کو خبر نہیں [illegible]

(ف) اور آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا بدلتے آنا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو

پیدا ہوا ہے اور سب سے نزدیکتر آدمی سے اوسکا نفس ہے اور اوسمین خدای تعالی کی عظمت پر ایسے عجائب دال ہین کہ عمرین لٹ جاوین اور سوان حصہ بھی نہ معلوم ہوں اور آدمی اونسے غافل ہے پھر بھلا جب تو اپنے ہی نفس سے غافل ہے تو دوسرے کی معرفت کی طمع کیسے کرتا ہے اور تجکو خدا نے اپنی کتاب مجید مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے نفس مین تامل کر چنانچہ فرمایا وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ تو ناپاک نطفہ سے بنا ہے جیسے ارشاد ہے قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ اور فرمایا وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ اور فرمایا أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى اور فرمایا أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ اور فرمایا أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ اور فرمایا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ پھر یہ بیان فرمایا کہ نطفے کو پھٹکی کر دیا اور پھٹکی کو لوتھڑا اور لوتھڑے کو ہڈیان چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا پس نطفے کے بار بار کلام مجید مین ذکر کرنے سے یہ غرض نہین کہ یہ لفظ ہی سنا جاوے اور اوسکے معنون مین تفکر نہ کیا جاوے بلکہ مراد یہی ہے کہ نطفہ پر غور کرو مثلاً اسطرح کہ وہ ایک پانی ناپاک کی بوند ہے اگر گھڑی بھر پڑا رہنے دیا جاوے کہ ہوا اوسکو لگ جاوے تو خراب ہو کر بدبو دینے لگتا ہے ایسی ناپاک چیز کو دیکھو کہ رب الارباب نے مرد کی پیٹھ اور عورت کی چھاتیون سے کیسے نکالا مرد اور عورت کو کیسے اکٹھا کیا اور اونکے دلون مین الفت اور محبت ڈالی اور اسی رشتہ محبت اور شہوت سے دونون آپس مین ملے پھر صحبت کی حرکت سے مرد مین سے اس نطفے کو نکالا اور عورت کے رحم مین ڈالا پھر حیض کا خون کہان کہان کی رگون کے اندر سے کھینچکر رحم مین اکٹھا کیا اور نطفے سے بچہ بنا کر اوسکو خون حیض کھلایا پلایا یہان تک کہ بڑھا اور پرورش پائی پھر دیکھو کہ نطفہ سفید چمکتا ہوا تھا اوسکو سرخ پھٹکی کیسے بنا دیا پھر پھٹکی کو لوتھڑا کیسے کر دیا پھر نطفہ کے حصے کیسے کر دیے اوسکے ٹکڑے تو یکسان تھے مگر کسیکو ہڈی کر دیا کسیکو پٹھا کسیکو رگ کسیکو گوشت پھر گوشت اور پٹھون اور رگون سے اعضای ظاہری کسطرح بنائے سر کو تو گول بنایا اور کان اور آنکھ اور ناک اور منہ اور دوسرے منفذ ونکو کشادہ کیا اور ہاتھ اور پانون کو لنبا بنایا اور اونکے سرون مین انگلیان اور انگلیون مین پورین پھانٹ دین پھر اعضای باطنی یعنی دل اور معدہ اور جگر اور تلی اور پھیپھڑا

اور سر چم اور مثانہ اور آنتین کسطرح بنائین کہ ہر ایک کی شکل اور مقدار اور عمل معین ہے پھر ان مین
ہر ایک عضو اور قسمون سے مرکب فرمایا مثلاً آنکھ کو سات طبقون سے مرکب کیا جنمین سے ایک
طبقے کا ایک جدا ہی وصف ہے اور جدا ہی صورت اگر ایک طبقہ جاتا رہے یا کوئی اوسکی صفت زائل
ہوجاوے تو آنکھ دیکھنے سے بیکار ہوجاوے غرضکہ جو عجائب ان عضاؤن سے ایک ایک مین جدا جدا
پائے جاتے ہین ایک ہی عضو کے اگر آدھے عجائب بھی ہم لکھین تو عمر کا خاتمہ ہو اب ہڈیون کو غور کرو کہ
کیسی سخت اور مضبوط ہوتی ہین اونکو نرم اور پتلے نطفے سے کیسے بنایا اور اونکو بدن کی راستی کا ستون
ٹھہرایا پھر اونکی مقدارین اور صورتین جدی جدی بنائین کوئی چھوٹی ہے کوئی بڑی کوئی لمبی ہے کوئی
چوڑی کوئی گول کوئی بیچ مین سے خالی کوئی ٹھوس کوئی پتلی اور باریک اور ازبسکہ انسان کو ضرورت
حرکت کی سارے بدن سے بھی اور بعض اعضا سے بھی حرکت کی احتیاج تھی کہ جس عضو کے ہلانے کی ضرورت
جس کام کے لیے ہو صرف اوسکو ہلا لیا کرے تو اسلیے اوسکی ہڈی ایک نہین بنائی گئی بلکہ بہت سی ہڈیان
اور انکے بیچ مین جوڑ بنائے گئے تاکہ اونسے حرکت آسان ہو اور ہر جوڑ کی ہڈی کی شکل کو موافق حرکت
مطلوب کے رکھا پھر جوڑ جو ہڈیون کے ملائے ہین تو اونکی یہ صورت ہے کہ ایک ہڈی کے کنارہ کو دوسری کنارہ کے
ریشون سے ملا دیا ہے یعنی ایک کے سرے سے وہ ریشے نکلے ہین اور دوسرے مین جا چپکے ہین کہ باہم ہی
بندھ گئے پھر ایک ہڈی کے سرے مین کونے زائد اوس سے باہر کو نکلے ہوے بنائے ہین اور دوسری کے سرے مین
اوسکے موافق گڑھے بنا دیا ہے تاکہ وہ زوائد اونمین خوب برابر آجاوین تو اب آدمی کا حال ایسا ہوگیا
کہ اگر اپنے بدن کی کسی چیز کو ہلایا چاہے ہلا سکتا ہے اور اگر جوڑ نہوتے تو یہ امر ہرگز نہوسکتا پھر دیکھو سر کی
ہڈیون کو کیسے پیدا کیا اور کیسے اکٹھا کرکے ملایا وہ گنتی مین پچپن جدی جدی شکلون اور صورتون کی ہین
اون سب کو ایک دوسرے سے ملا کر تمام سر جیسا نظر آتا ہے بنایا ان ہڈیون سے چھ ہڈیان خاص
کھوپری کی ہین اور چودہ اوپر کے جبڑے کی اور بارہ نیچے کے جبڑے کی اور باقی دانت ہین جنمین سے
بعضے چوڑے ہین کہ لیاقت پیسنے کی رکھتے ہین اور بعضے تیز قابل کاٹنے کے اور بعضے نکیلے ہین تو کچھ
داڑھین ہوے بعضے کچلیان اور بعض سادہ دانت ہین پھر گردن کو سر کی سواری بنایا اور اوسکو سات منکون سے
مرکب کیا جو بیچ مین سے خالی اور گول ہین اور انمین گھٹاؤ بڑھاؤ ہے جس سے ایک دوسرے پر منطبق ہوجاوین
اور حکمت کی وجہ اسباب مین لکھنی طول چاہتی ہے پھر گردن کو پشت پر رکھا اور پشت کو گردن کے نیچے سے
لیکر سرین کی ہڈی تک چوبیس مہرون سے بنایا اور سرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزا سے مرکب
کیا پھر نیچے کیطرف کو اوس سے ریڑھ کی ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین چیزون سے مرکب ہے پھر پشت کی ہڈیونکے

سینے کی ہڈیاں اور مونڈھے اور ہاتھوں اور زیر ناف اور سرین کی ہڈیوں میں ملایا پھر رانوں اور پنڈلیوں اور پاؤں کی انگلیوں کی ہڈیاں ہیں انکے شمار ہم نہیں لکھتے مگر سارے بدن میں دو سو اڑتالیس ہڈیاں ہیں اونمیں وہ چھوٹی ہڈیاں داخل نہیں جنسے جوڑوں کے گڑھے بھرے ہوئے ہیں اب دیکھو کہ ان سب کو ایک نطفہ نرم اور پتلے سے کیسے بنایا اور ہڈیوں کے شمار ذکر کرنے سے یہ مقصود نہیں کہ انکی گنتی معلوم ہوجائے اسواسطے کہ یہ تو ادنی علم ہے تشریح والے طبیب اسکو جانا کرتے ہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان ہڈیوں کو دیکھے جنے انکا انتظام دیا ہے اور انکو پیدا کیا ہے اوسکی طرف غور کریں کہ کیسے اونکو مقدر کیا اور انمیں انتظام کیا اور انکی شکلیں اور مقداریں علیحدہ علیحدہ بنائیں اور انکے شمار میں یہ لکھے اگر ایک بڑھ جاتی ہے تو آدمی پر وبال ہوجاتی ہے اور اوسکے دور کرنے کا محتاج ہوتا ہے اور اگر ایک کم ہوجاتی ہے تو اس کمی کے تدارک کا جبر کرنا پڑتا ہے پس طبیب جو ہڈیوں پر غور کرتا ہے اسلیے کرتا ہے کہ انکے علاج کا ماہر ہوجائے اور اہل بصیرت جو انپر غور کرتے ہیں اونسے بڑائی اوسکو پیدا کرنیوالے کی سمجھتے ہیں کہ کیا خوب بنائی ہے تو دونوں نظروں میں نہایت فرق ہے پھر دیکھو کہ خدا تعالی نے ہڈیوں کے ہلانے کے اسباب کیسے بنائے یعنی مچھلیاں بدن میں پانسو انتیس پیدا کیں اور مچھلی گوشت اور پٹھے سے اور بند اور جھلیوں سے بنی ہے اور وہ سب مقدار اور شکلوں میں جیسی جگہ اور جیسی حاجت ہے اوسکے موافق جدا جدا ہیں اونمیں سے چوبیس مچھلیاں تو آنکھ کے ڈھیلے اور پپوٹوں کے ہلانے کو ہیں کہ اگر اونمیں سے ایک کم ہوجائے تو آنکھ کا معاملہ ناقص ہوجاوے اسیطرح ہر عضو کے لیے ایک شمار معین اور مقدار معین پر مچھلیاں ہی ہیں اور پٹھوں اور رگوں اور شریانوں کا حال اور انکے شمار اور نکلنے کی جگہ اور شاخوں کے پھوٹنے کا ماجرا اور بہت عجیب تر ہے اور اوسکی تفصیل طول چاہتی ہے غرضکہ فکر کو ان اجزا میں سے ہر ایک میں دوڑنے کی گنجائش ہے پھر ہر ہر عضو میں پھر سارے بدن میں فکر کی مجال ہے اور یہ سب اجسام بدن کے عجائبات اور معانی اور صفات کے نادرات پر غور کرنا ہے جو حواس سے معلوم نہیں ہوتے اب ظاہر انسان اور اوسکے باطن اور بدن اور اوسکے صفات کو غور کرو تو اونمیں بھی وہ عجائب اور صنعت معلوم ہوگی جس سے تعجب آوے اور یہ سب خدا تعالی کی صنعت ایک قطرہ آب ناپاک میں ہے

دہد نطفہ را صورتے چون پری | کہ کردست بر آب صورتگری

اب جو پانی کے قطرے میں صنعت کرتا ہے تو اوسکی صنعت ملکوت آسمانوں اور اونکے ستاروں میں کیا کچھ ہوگی اور اونکی وضع اور شکلوں اور مقداروں اور شمار اور بعضوں کے یکجا ہونے اور بعضوں کے علیحدہ ہونے اور نکلنے اور ڈوبنے کی جگہ جدا ہونے میں کیسی کچھ حکمت ہوگی۔ یہ گمان کرنا چاہیے

کہ کوئی ذرہ آسمانون کے ملکوت کا کسی حکمت اور حکم سے خالی ہے بلکہ یون جاننا چاہیئے کہ پیدائش کی رو سے وہ مضبوط اور بہ اعتبار صنعت نہایت درست اور بدن انسان کی نسبت کہ زیادہ تر جامع عجائبات کا ہے بلکہ تمام روے زمین کی چیزون کو آسمانون کے عجائب سے کچھ نسبت ہی نہین اور اسلیے خدا تعالے فرماتا ہے ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا پھر اب نطفے کیطرف رجوع کر کے دیکھو کہ اول کیا تھا اور پھر کیا ہو گیا اور سوچو کہ اگر تمام جن اور انسان اس بات پر متفق ہون کہ نطفے کیواسطے کان اور آنکھ خواہ عقل یا قدرت یا علم یا روح پیدا کرین یا اوسمین ہڈیان یا رگین یا پٹھے یا چمڑا یا بال بنا دین تو کبھی بنا سکینگے بلکہ اگر چاہین کہ خدا تعالی کے بنانے کے بعد اوسکی کنہ حقیقت اور کیفیت خلقت کو معلوم کرین تو اوس سے عاجز ہونگے تو اب تم سے تعجب آتا ہے کہ اگر تم کسی آدمی کی صورت دیوار پر کی دیکھو جسکو نقاش نے بہت عمدہ بنایا ہو اور وہی ہو بہو بیان تک کہ تصویر کو ایسا بنایا ہو کہ دیکھنے والا کہتا ہے کہ انسان ہی ہے پس لینے کی کسر ہے تو تم مصور کی نقاشی سے نہایت تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ واہ رے استاد کیسا چالاک چست اور ہوشیار اور اپنے فن مین یگانہ ہے اور دل مین بھی اوسکی بڑائی بسنے لگی باوجودیکہ جانتے ہو کہ وہ تصویر صرف رنگ اور قلم اور ہاتھ اور دیوار اور قدرت اور علم اور ارادہ سے بنی ہے اور انمین سے کوئی چیز مصور کا فعل اور اوسکی پیدائش نہین بلکہ ان چیزون کو دوسرے نے پیدا کیا ہے جو کچھ مصور نے کیا وہ یہی ہو سکتا ہے کہ رنگ کو دیوار پر ایک ترتیب خاص سے اکٹھا کر دیا مگر تمکو اوس سے نہایت تعجب ہوتا ہے اور خود آدمی کو دیکھکر تعجب نہین کرتے کہ ایک قطرہ ناپاک نیست تھا پھر اوسکو اوسکے پیدا کرنے والے نے پشتون اور چھاتیون مین پیدا کیا پھر وہان سے نکالکر اوسکی شکل اور مقدار اور صورت عمدہ طور پر بنائی اور اوسکے اجزا جو ایک صورت کے تھے اونکو جدا جدا عضو بنائے پھر ہڈیون کو مضبوط کیا اور اعضا کی شکلین اچھی کین اور ظاہر اور باطن کو آراستہ کیا اور رگون اور پٹھون کو ایک دوسرے پر رکھا اور اونمین غذا کے جاری کی جگہ مقرر کی تاکہ سبب اوسکے زیادہ رہنے کا ہو اور اوسکو سنتا دیکھتا جانتا بولتا کر دیا اور اوسکی پشت کو بدن کی بنیاد مقرر کی اور پیٹ کو تمام آلات غذا کا حاوی اور سر کو سب حواس کا جامع بنایا پھر آنکھون کو کھولا اور اوسکے طبقون کو ایک دوسرے پر رکھا اور اونکی شکلین اور رنگ ڈھنگ اچھا کیا پھر اونکو پپوٹون سے ڈھانپا تاکہ اونکی حفاظت اور جلا کرتے رہین اور خس و خاشاک روکے رہین پھر اونکی پتلون میں جو وضع مین تل سے زیادہ نہین آسمانون کی صورتین ظاہر کین باوجودیکہ اتنے پھیلے ہوے اور لنبے چوڑے ہین مگر آنکھ مین نظر آتے ہین پھر کانون کو جو بنایا تو اونمین کڑوا پانی رکھدیا کہ سماعت بچی رہے

اور کیڑے کے اندر پہنچا وین اور اوسکے گرد سیپ کی صورت کے چھوٹے رکھدیے تا کہ آواز اوسمین اٹھی
ہوکر کان کے سوراخ مین جاوے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی کیڑا چلے تو اوسکی چال ان چیزون پر
معلوم ہو جاوے اور کان کے سوراخون مین بہت سے گوشے اور ٹیڑھے راستے رکھے تا کہ کیڑا اگر کان مین
جاوے تو بہت سا چلے اور آدمی اگر سوتا ہو تو اوسکی بہت سی حرکت سے جاگ پڑے پھر ناک کو چہرہ
کے بیچ مین اونچا کیا اور اوسکی شکل عمدہ بنائی اور اوسکے دو نتھنے رکھے اور اوسمین سونگھنے کی قوت
عنایت فرمائی تا کہ وہ سونگھنے سے اپنی غذا اور کھانے کی چیزین معلوم کر سکے اور ہوا کی روح دل کی
غذا کے لیے نتھنون کی راہ پہونچ سکے اور اندر کی حرارت کو تسکین ہوتی ہے اور منہ کو کھلا رکھا اور
اوسمین زبان رکھی جو دل کے اندر کی باتین بیان کر سکے اور منہ کو دانتون سے زینت دی تا کہ سامان
پیسنے اور توڑنے اور کاٹنے کا حاصل ہو دانتون کی جڑون کو مضبوط اور اوسکے سرون کو تیز اور
رنگ کو سفید بنایا اور ایسا برابر رکھا کہ گویا موتی پڑے ہین اور ہونٹون کو بنا کر اوسکا رنگ اور شکل
عمدہ بنایا تا کہ منہ پر آپسمین مل سکین اور اوسکی راہ بند ہو جاوے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اوس سے گفتگو کے
حروف پورے نکلین پھر نرخرے کو پیدا کیا کہ اوس سے آواز نکلے اور زبان مین قوت حرکت اور علیحدہ
کرنے کی رکھی تا کہ جدا جدا مخارج مین آواز کو علیحدہ کرے اور اس ذریعہ سے بہت سے حروف
بولنے کی گنجایش ہو جاوے پھر تنگی اور فراخی اور نرمی اور سختی اور صاف اور کھردرا ہونے اور لمبے
اور چھوٹے ہونے مین نرخرون کو مختلف طرح کا بنایا تا کہ اسکے سبب سے آوازین جدی ہو جاوین اور دو
آوازون مین خلط نہو جاوے بلکہ دونون آوازین جدا جدا معلوم ہون یہان تک کہ آدمی ایک دوسرے کو
اندھیرے مین آواز ہی سے پہچان لین پھر سر کو بالون اور زلفون سے زینت دی اور چہرے کو داڑھی
اور ابرو سے اور ابرو کو پتلے بالون اور کمان کی صورت ہونے سے آراستہ فرمایا اور آنکھون کو پلکون سے
زینت بخشی پھر اعضاء باطن کو پیدا فرما کر ہر ایک کو ایک معین کام کیواسطے مخصوص فرمایا مثلاً معدہ کو
غذا کے پکانے کے لیے مسخر کیا اور جگر کو اسلیے بنایا کہ غذا کو خون کرے اور تلی اور پتے اور گردے
جگر کا خادم بنایا تلی کی یہ خدمت ہے کہ سودا کو جگر سے جذب کرتی ہے اور پتا صفرا کو اور گردہ
رطوبت مائی کو اور پھکنا گردے کا خادم ہے کہ پانی گردے مین سے لیکر پیشاب گاہ کے راستے سے
نکالدیتا ہے اور رگین جگر کی یہ خدمت کرتی ہین کہ خون کو بدن کے تمام اطراف مین پہونچاتی ہین
پھر دونون ہاتھون کو پیدا کیا اور انکو لمبا بنایا تا کہ چیزون کیطرف بڑھ سکین اور ہتھیلی کو چوڑا کرکے
اوسکی تقسیم پانچ انگلیون مین کی اور ہر انگلی مین تین تین پورین رکھین اور چار انگلیون کو ایک طرف

رکھا اور انگوٹھے کو ایک طرف تاکہ انگوٹھا سب پر گھوم سکے اور چاروں انگلیوں کو طول میں
مختلف رکھکر ایک صف میں ایک دوسرے کے بعد رکھا اگر سب اول و آخر کے لوگ متفق ہو کر کوئی
اور صورت بڑی باریک فکر سے نکالا چاہیں کہ اس وضع خاص سے جو انگلیوں کو اب حاصل ہے وہ سمجھ
میں آوے اور سب کام دیویں جواب دیتی ہیں تو پھر کہو سکے گا اسلیے کہ اس ترتیب خداداد کو
بہت سے فوائد ہیں لینا اور دینا اور پکڑنا سب ہاتھ ہی سے ہوتا ہے اگر انگلیوں کو پھیلا ہوا رکھو تو
تشتری ہے جو چاہو اوس پر رکھ لو اور اگر انکو بند کر لو تو مارنے کا آلہ گرز ہوجاویگا اور اگر ادھ کھلی
تو چمچہ کی صورت ہوجاویگی اور اگر ملا کر کھولدو تو پھر یا بیلچے کی شکل ہوجاویگی پھر انگلیوں کے
ناخن پیدا کیے کہ انکی پشت کی زینت ہو اور پشت کی انگلیوں کے سروں کی حفاظت ہو اور نہایت باریک
چیزیں جو پوروں سے نہ اوٹھ سکیں انکو بھی اوٹھا سکے اور اپنا بدن حاجت کے وقت اونسے کھجا سکے
ناخن سب اعضا میں ادنی ہیں لیکن اگر ناخن نہو اور آدمی کو خارش ہوجاوے تو نہایت عاجز اور ضعیف
خلق ہوجاوے اور کوئی بدن کھجانے میں اوسکے ناخن کا قائم مقام ہو سکے شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں

بجز ناخن اسکی خبر سر انگشت من	نخارد کسے در جہان پشت من

پھر ناخنہ کو خارش کی جگہ بتلا دی کہ اوسی جگہ پہونچتا ہے گو آدمی نیند اور غفلت ہی میں ہو اور اگر بدن
کھجانے میں دوسرے سے مدد لیتا تو خارش کی جگہ پر بڑی مشقت سے بعد اطلاع کر پاتا پھر یہ سب
باتیں نطفے میں پیٹ کے اندر تین اندھیروں کے درمیان بنادیں کہ اگر بالفرض رحم پر سے پردے
اوٹھا لیے جاویں اور آدمی کو بچہ نظر آنے لگے تو دیکھے کہ یہ سب امور ایک دوسرے کے بعد بنتے چلے
جاتے ہیں نہ مصور معلوم ہوتا ہے نہ کوئی آلہ اوسکے بنانے کا دکھائی دیتا ہے تو بھلا ایسا کوئی مصور یا
کاریگر تم نے دیکھا ہے کہ اپنے اوزار کو ہاتھ نہ لگاوے نہ جس چیز کو بناتا ہے اوسکو چھوئے نہ اوسکے پاس
جاوے اور تہ بتہ کے اندھیروں کے اندر اوس میں تصرف کرے یہ شان اوسی پاک ذات کی ہے اور کسی کی
مجال نہیں پھر اوسکے کمال قدرت اور رحمت کامل کو دیکھو کہ جب بچہ بڑھا اور رحم میں گنجایش نرہی
تو اوسکو کیسے بتادیا کہ اوندھا ہو کر اور وہاں سے ہلکر اوس تنگی سے نکلنے کی راہ ڈھونڈھتا ہے گویا
جس چیز کیطرف محتاج اوسکو سمجھتا بوجھتا ہے پھر جب نکل آیا اور غذا کا محتاج ہوا تو کیسے اوسکو چھاتی
منہ میں دبانے کی ہدایت کی پھر چونکہ اوسکا بدن نرم تھا اور موٹی غذا کی برداشت نکرسکتا تھا اسلیے
اوسکے لیے لطیف دودھ کا انتظام کیا اور خون اور غلاظت کے بیچ میں سے [illegible] نکال کر اوسکے پینے کو پیدا کیا
اور چھاتیوں کو کیسے بنایا اور اونمیں دودھ اکٹھا کیا اور اونکے سر ایسے کردیے کہ لڑکے کے منہ میں

آ جاوین پھر اونہین سوجھایا بہت بار ایسا ہوتے تا کہ دودھ بدون دبائے نکلے اور دبانے سے
آہستہ آہستہ نکلے اسلیے کہ لڑکا تھوڑا ہی تھوڑا ہضم کر سکتا ہے پھر اوسکو چوسنا کیسے بتا دیا کہ شدت
بھوک کے وقت اوس تنگ جگہ سے دودھ بہت سا نکلے پھر اس مہر و محبت الٰہی کو دیکھو کہ دانتوں کا
پیدا کرنا دو برس تک پورا ہونے پر رکھا اسلیے کہ دو برس تک اوسکی غذا دودھ ہی سے ہوتی ہے دانتوں کی
حاجت نہین ہوتی اور جب بڑا ہوتا ہے تو نرم دودھ اوسکے موافق نہین ہوتا اوسوقت غذا گاڑھی چاہیے
اور غذا کو چبانے اور پیسنے کی ضرورت ہے اسلیے جب حاجت ہوئی تب یہ دانت جمے نہ پہلے نہ پیچھے پس
تعجب ہے کہ اول اللہ پاک نے یہ سخت ہڈیان اون ہونٹوں میں کیسے نکالین پھر والدین کے دل مین
شفقت الٰہی کیسی ڈالی کہ جسوقت وہ اپنا آپ نہ سنبھال سکتا اوسوقت یہ دونون اوسکی خدمت
کرتے ہین اگر خداوند کریم اونکے دل مین رحمت نہ ڈالتا تو بچے سے زیادہ کوئی عاجز اپنی تدبیر سے
نہوتا پھر دیکھو کہ جون جون بڑھتا گیا اوسکو قدرت اور تمیز اور عقل اور ہدایت کیسے تھوڑا تھوڑا دیتا گیا
یہانتک کہ بیٹا کتنا ہو کر قریب بلوغ ہوا پھر جوان پھر ادھیڑ پھر بوڑھا ہوا یا تو ناشکر یا شکر گزار
مطیع یا نافرمان ایماندار یا کافر بنا جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ
حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ
فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا پس اول لطف و کرم
دیکھو پھر قدرت و حکمت پر غور کرو تو عجائبات حضرت ربوبیت سے بہوت ہکا بکا ہو جاؤ گے اور نہایت
تعجب اوس شخص سے ہے کہ جو عمدہ خط یا کوئی اچھا نقش دیوار پر دیکھتا ہے اور اوسکو پسند کرتا ہے
تو اپنی ساری ہمت کاتب اور نقاش کے تصور مین لگاتا ہے کہ کیسے لکھا اور کیسے نقش کیا اور اوسکو
اپنے دل مین بڑا جانکر کہتا رہتا ہے کہ یہ شخص کتنا بڑا ماہر اور فن مین کامل اور زبردست اور قدرت والا ہے
مگر یہ عجائب اپنے آپ مین اور دوسرون مین دیکھتا ہے اور اوسکے کاریگر اور مصور برحق سے
غافل رہتا ہے اوسکی عظمت اوسکو پریشان کیون نہین کرتی اور اوسکے جلال اور حکمت سے متحیر
کیون نہین ہوتا۔ پس یہ چند عجائبات آدمی کے بدن کے ہین سب کا لکھنا ممکن نہین اگر آدمی فکر کرنا
چاہے تو اوسکے فکر کے واسطے یہ بہت قریب ہین اور خالق کی عظمت پر نہایت واضح دلیل ہین
مگر آدمی اپنے سے غافل اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگا ہوا اسکے سوا اور کچھ نہین آتا کہ
بھوک لگی تو کھا لیا اور پیٹ بھرا تو سو رہا شہوت ہوئی تو صحبت کی غصہ آیا تو لڑ لیا حالانکہ ان باتونمین
چوپائے اور درندے سب آدمی کے شریک ہین خاصیت انسانی جس سے بہائم محروم ہین وہ یہ ہے

کہ آسمانوں اور زمین کے اسرار اور جانوروں اور جہان کے عجائب کو غور کرے کہ خدا تعالیٰ کو پہچانے اور اسلیے
کہ اس سے بندہ مقرب فرشتوں کی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے اور انبیا اور صدیقین کی جماعت میں اوٹھ کر
خدا تعالیٰ کی جناب سے نزدیک ہوتا ہے یہ مرتبہ بہائم کو نہیں ہے نہ اوس آدمی کو جو دنیا کی شہوات
بہائم پر راضی ہو اسلیے کہ ایسا انسان بہائم سے بہت بڑا ہے اسلیے کہ بہائم میں تو قدرت معرفت کی سرے
سے نہیں اور انسان میں تو خدا تعالیٰ نے قدرت پیدا کی تھی مگر اوس نے اوسکو بیکار رکھا اور نعمت الٰہی کا
شکر نہ کیا تو ایسے لوگ بہائم کی طرح بلکہ اون سے بھی بدتر ہیں اور جب تمکو اپنے آپ میں فکر کرنے کا طریق معلوم
ہو گیا تو اب سنو کہ دیکھو یہ تمہاری قرارگاہ ہے پھر اوسکی نہروں اور دریاؤں اور پہاڑوں اور کانوں میں
فکر کرو پھر اوسکے بعد آسمانوں کے اسرار پر ترقی کرو پس زمین میں بہت نشانیاں ہیں ایک یہ ہے
کہ زمین کو بچھونا اور بستر بنایا اور اوسمیں راستے اور کشادگی پیدا کیں اور اوسکو نرم کیا تاکہ اوسکی اطراف میں
پھرو اور اوسکو ساکن بنایا کہ ہلتی نہیں اور اوسمیں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تاکہ حرکت سے اوسکو مانع ہوں
پھر اوسکے اطراف کو چوڑا کیا یہاں تک کہ آدمی اوسکے سب اطراف میں پہونچنے سے عاجز ہو گیا اونکی
عمریں بڑی ہوں اور گردش زیادہ کی چنانچہ ان باتوں کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا
بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ اور فرمایا هُوَ الَّذِي جَعَلَ
لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا اور فرمایا الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا
اسیطرح کلام مجید میں خدا تعالیٰ نے ذکر زمین کا بہت جگہ فرمایا ہے تاکہ اوسکے عجائب میں فکر کیا جاوے
کہ اوسکی پشت زندوں کے رہنے کی جگہ ہے اور پیٹ مردوں کی سکونت کا مقام ہے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے
فرمایا أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا پس زمین کو دیکھو کہ بیجان ہوتی ہے اور جب اوسپر
پانی پڑتا ہے تو تازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور سرسبز ہو کر عجب عجب چیزیں نکالتی ہے اور اوسمیں سے طرح طرح کے
حیوانات نکل پڑتے ہیں پھر دیکھو کہ زمین کے کناروں کو اونچے اونچے اٹل پہاڑوں سے کیونکر
کیسے مضبوط کیا اور کسطرح پانی اوسکے نیچے رکھا کہ چشمے نکالے اور نہریں بہائیں جو روے زمین پر چلتی ہیں
اور پتھر خشک اور میلی مٹی سے پانی شیریں اور نہایت صاف نکالا اور اوس سے ہر چیز کو زندہ کیا اقسام کے
درخت اور ہر قسم کی اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور انار اور میوے بیشمار جدی جدی
شکلوں اور رنگوں اور مزوں اور صفت اور بو کے پانی ہی کے سبب نکالے کھانے میں ایک دوسرے سے
بڑھ چڑھ کر ہیں حالانکہ ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں اور ایک ہی زمین سے نکلتے ہیں اسبات کو کوئی
کہے کہ ان میں جو اختلاف ہے وہ بیجوں کے مختلف ہونے سے ہے تو ہم کہیں گے کہ گٹھلی میں خوشہ

کھمان سے لگے ہوے تھے اور ایک دانے میں سات بالیں اور ہر بال میں سو دانے کو ان تھے پھر شگوفون کی
زمین کو دیکھو اور اوسکے ظاہر و باطن کی جستجو کرو تو ایک ہی مٹی معلوم ہوگی اور جب اوسپر پانی پڑتا ہے
تو تر و تازہ ہوکر اوبھرتی ہے پھر ہر رنگ کی چیزیں اور ایک ہی صورت کے [illegible] اور مختلف
صورت کی اوگاتی ہے کہ ہر ایک کا ذائقہ اور بو اور رنگ اور شکل دوسرے سے علیحدہ ہے پھر اونکی کثرت
اور اختلاف اقسام اور کثرت اشکال پر لحاظ کرو کہ ہر ایک بوٹے اور پتے جدا جدا ہوتے ہیں اور ہر ایک میں نفع ہے
کہ جو اللہ جل شانہ نے اون نباتات میں کیسے عجیب فوائد رکھے ہیں مثلاً کوئی غذا کے کام کی ہے کوئی قوت
دیتی ہے کوئی سبب [illegible] ہے کوئی قاتل ہے کوئی سرد ہے کوئی گرم کوئی معدہ میں جاکر صفرا کو
رگوں کے اندر سے [illegible] کوئی خود صفرا ہو جاتی ہے کوئی دافع بلغم و سودا ہے اور کوئی بلغم و سودا ہو جاتی
کوئی مصفی خون ہے کوئی خون ہو جاتی ہے کوئی مفرح ہے کسی سے نیند آتی ہے کسی سے زور بڑھتا ہے
کسی سے ضعف ہوتا ہے غرضکہ زمین سے جو نباتات نکلتا ہے اوسمیں ایسے فوائد ہیں کہ آدمی اونکی
ماہیت پر مطلع نہیں ہو سکتا پھر ان نباتات میں ہر ایک کی پرورش میں کسانون اور مالیون کو جدا
کام کرنا پڑتا ہے مثلاً خرما میں نر کا پانی مادہ میں دیا جاتا ہے انگور کو چھانٹا جاتا ہے کھیتی میں گھاس وغیرہ
علیحدہ کرنا پڑتا ہے کسیکا بیج زمین میں بکھیرتے ہیں کسیکی پود لگاتے ہیں کسیکی قلم لگاتے ہیں اگر ہم
چاہیں کہ نباتات کی جنسوں اور قسموں کا اختلاف اور اونکے منافع اور حالات اور عجائبات بیان کریں
تو اسکے لیے ایک مدت چاہیے اسلیے ہر جنس میں سے کسیقدر کافی ہے جس سے فکر کا طور معلوم ہو جاوے
نباتات کے عجائب تو ہو چکے - دوسری نشانی زمین میں یہ ہے کہ پہاڑوں اور کانوں میں جو اسکے جواہر
رکھے ہیں یعنی زمین میں کہ اوسمیں بہت سے ٹکڑے پاس پاس ایک دوسرے سے صفات میں علیحدہ ہیں
مثلاً پہاڑون کو دیکھو کہ اونمیں سے جواہر نفیس چاندی سونا فیروزہ لعل وغیرہ کیسے نکلتے ہیں کہ بعضے
تو ہتھوڑون سے پٹتے ہیں جیسے چاندی سونا تانبا رانگ لوہا اور بعضے نہیں پٹتے جیسے فیروزہ اور لعل
وغیرہ اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے لوگون کو انکا نکالنا اور صاف کرنا اور اونسے برتن اور اوزار اور
نقدی اور زیور بنانا بتلا دیا پھر زمین کی کانون کو دیکھو کہ رال اور گندھک اور قیر وغیرہ اونمیں سے نکلتے ہیں
اور سبمیں ادنیٰ نمک ہے جسکی حاجت کھانے کی درستی میں ہوتی ہے اگر کسی شہر میں نہ ہو تو جلد لوگ
مر جاویں تمہیں خدا تعالیٰ کی رحمت کو دیکھنا چاہیے کہ بعضی زمینوں کو [illegible] شور بنایا کہ اونمیں
صاف پانی مینہ کا اکٹھا ہوکر نمک [illegible] کر دینے والا بنایا کہ ممکن نہیں کہ کوئی اوسکو تنہا بے سالن
کھا سکے بلکہ اسلیے بنایا کہ اوس سے کھانا درست ہو جاوے اور جب تم اوسکو کھاو تو عیش اچھی طرح

اور کوئی پتھر اور حیوان اور نبات ایسے نہین جسمین ایک حکمت یا زیادہ اس قسم کی نہو کوئی اونمین سے
بیکار اور کھیل کے لیے نہین بنی بلکہ سب کو جیسا چاہیے تھا اور جسطرح چاہیے تھا اور جیسے اوسکے
جلال اور کرم اور لطف کے شایان تھا حق طور پر بنایا اور اسیوجہ سے خود فرمایا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ تیسری نشانی اقسام حیوانات ہین کہ
اونمین سے بعضے اوڑتے ہین اور بعضے چلتے ہین اور چلنے والون مین بعضے دو پانون سے چلتے ہین
بعضے چار سے بعضے دس اور سو سے چنانچہ بعض حشرات الارض مین یہ امر دیکھا جاتا ہے پھر فوائد اور
صورت شکل اور عادات و طبائع مین سب مختلف ہین پھر جو پرندون اور خشکی کے وحشیون اور خانگی
بہائم کو دیکھو انمین وہ عجائب پاؤ گے جنسے انکے خالق اور مقدر اور مصور کی عظمت اور قدرت اور حکمت
مین کچھ شبہہ نکرو گے اور ان سب کا لکھنا ممکن نہین بلکہ اگر ہم چاہین کہ عجائب چھوٹے جانورون مثل مچھر
اور چیونٹی اور شہد کی مکھی اور مکڑی کے بیان کرین کہ گھر ایسے بناتے ہین اور غذا ایسے جمع کرتے ہین اور اپنے
جوڑے سے الفت اسطرح ہوتی ہے اور گھر کی شکل موزون بنانے مین ایسی مہارت ہوتی ہے اور
اپنی حاجتون کیطرف اسطرح رستہ ملتا ہے تو ہرگز ہم سے سب بیان نہو سکیگا مثلاً مکڑی کو دیکھو کہ اپنا
گھر نہر کے کنارے بناتی ہے تو اول وہ جگہ ایسی تلاش کرتی ہے کہ ان دونون مین تھوڑا سا فاصلہ یعنی ایک
ہاتھ یا اس سے کم و بیش ہو تاکہ دونون جگہ مین اپنا تار پہونچا سکے پھر وہ اسطرح شروع کرتی ہے کہ اپنا
لعاب یعنی تار ایک کنارے پر ڈالتی ہے تاکہ وہمین چمٹ جائے پھر دوسری طرف جاکر وہان دوسرا
سرا تار کا چپکا دیتی ہے اسیطرح دوبارہ سہ بارہ آمد و رفت کرتی ہے اور فاصلہ تارون کا متناسب اور موزون
رکھتی ہے یہان تک کہ جب تارون کے سرے دونون جگہ مین مضبوط ہو جاتے ہین اور اونکو تانے کی
شکل کر لیتی ہے تب بانے مین مصروف ہوتی ہے اور بانے کو تانے پر رکھنا شروع کرتی ہے اور جہان
بانے کا تار تانے سے ملتا ہے وہان مضبوط گرہ دیدیتی ہے اور اسمین بھی موزونیت اور شکل مہندسی کو
لحاظ رکھتی ہے اور اس تانے بانے سے ایسا جال بناتی ہے جسمین مچھر اور مکھی پھنس جاوے اور اپنے آپ
ایک کونے مین تاک لگائے بیٹھی رہتی ہے کہ کوئی شکار جال مین پھنسے جب کوئی پھنس جاتا ہے
تو لپک کر اوسکو پکڑ کے کھا جاتی ہے جب اسطرح شکار کرنے سے تھک جاتی ہے تو کسی دیوار کا کونا
ڈھونڈھکر کونے کے دونون جانب مین تار لگاکر ایک اور تار مین آپ لٹک جاتی ہے اور اوسی ہوا مین
لٹکی رہتی ہے اور اوڑتی مکھی وغیرہ کی منتظر رہتی ہے جب کسی مکھی کا گذر وہان کو ہوتا ہے تو اوسکو
پکڑکر اپنا تار اوسکی ٹانگون مین لپیٹ کر خوب مضبوط کر دیتی ہے پھر اوسکو کھا لیتی ہے پس کوئی حیوان

چھوٹا یا بڑا ایسا نہین کہ اوسمین ان عجائب مین سے بیشمار نہون پھر کہو تو کہ مکڑی نے یہ صنعت اپنے
آپ سیکھی ہے یا خود بخود موجود ہو گئی ہے یا کسی آدمی نے اوسکو بنایا خواہ سکھلایا ہے یا اوسکا کوئی
ہادی اور بتانے والا نہین ہے کوئی اہل دانش اسمین شک نکریگا کہ وہ بیچاری عاجز اور ضعیف ہے
بلکہ ہاتھی جسکا تن بہت بڑا اور قوت ظاہر ہے وہ بھی اپنے نفس کے امر سے عاجز ہے یہ تو ضعیف ہی
جانور ہے پھر بھلا وہ اپنی شکل اور صورت اور حرکت اور ہدایت اور عجیب صنعت سے اپنے پیدا کرنے والے
حکمت والے اور قادر دانا پر شہادت نہین دیتی۔ ہوشیار آدمی تو ایسے چھوٹے جانور مین عظمت خالق
مدبر کی اور اوسکا جلال اور کمال قدرت و حکمت وہ دیکھتا ہے جس سے عقلین حیران رہجاوین بڑے
حیوانون کا تو کیا ذکر ہے اور یہ قسم بھی بیشمار ہے اسلیے کہ حیوانات اور اونکی شکلین اور عادات اور
طبیعتین بیشمار ہین اور دلون کو تعجب اونسے اسواسطے نہین ہوتا کہ کثرت سے دیکھنے کے باعث انسے
مانوس ہوگئے ہین ہان اگر کبھی حیوان عجیب یا کیڑے کو دیکھتے ہین تو تعجب کرکے کہتے ہین سبحان اللہ
عجیب جانور ہے اور انسان سب حیوانات سے عجیب تر ہے اپنے آپ کو دیکھکر تعجب نہین کرتا بلکہ جن چوپایون سے
مانوس ہورہا ہے اگر اونکی شکلون اور منافع اور فوائد پر لحاظ کرے اور اونکے چمڑون اور اون اور بالون کو
دیکھے کہ خدای تعالی نے اونکو اپنے خلق کا لباس اور گھر سفر اور حضر مین اور پینے کی چیزون کے برتن اور
غذا رکھنے کے ظروف اور پانو کی حفاظت بنایا ہے اور اونکے دودھ اور گوشت کو مخلوق کی غذا مقرر
کی ہے پھر بعض چوپایون کو سواری کی زینت اور بعض کو بوجھ لادنے کے لیے اور دور کے جنگل اور
بیشے طے کرنے کو بنایا ہے تو دیکھنے والے کو اونکے پیدا کرنے والے کی حکمت سے کمال ہی تعجب ہو اسلیے
کہ اوسنے اونکو جبھی پیدا کیا جب اونکے سب فوائد پیدا کرنے سے پیشتر اپنے علم مین گھیر لیے تو دیکھو کہ کیا
ذات پاک ہے جسکے علم مین بے فکر و تامل سب امور کھلے ہین اور کسی وزیر اور مشورت دینے والے کی مدد
نہین لیتا بس وہی ہے دانا خبردار حکمت و قدرت والا جسنے اپنے مخلوق کی ادنی چیز سے عارفون کے
دل سے شہادت اپنی توحید کی نکالی تو خلق کو اسکے سوا اور کچھ نہین کہ اوسکے قہر اور قدرت کا یقین
کرین اور اوسکے پروردگار ہونے کے مقر ہون اور اوسکی عظمت اور جلال کی معرفت سے عاجزی کا
اقرار کرین پس اب کون ایسا ہے جو اوسکی ثنا کرسکے وہ ایسا ہے جیسا وہ خود اپنی ثنا کرے انتہا کے
معرفت ہم لوگون کی یہ ہے کہ اوسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین ہم خدای تعالی سے درخواست
کرتے ہین کہ اپنی ہدایت سے ہمکو مشرف فرماوے بمنہ و کمالہ رافتہ۔ چوتھی نشانی گہرے سمندر
۱۱ جو زمین کے حصون مین ہین سب اوسی بحر اعظم کے ٹکڑے ہین جو ساری زمین کو گھیرے ہے اور

بہ سبب اسکے ہین کہ جتنے زمین اور پہاڑ پانی سے کھلے ہوے ہین وہ سب پانی کی نسبت کر ایسے ہین جیسے بڑے سمندر مین ایک چھوٹا جزیرہ ہو اور باقی زمین پانی سے چھپی ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح اَلْاَرْضُ فِی الْبَحْرِ کَالْاِصْطَبْلِ فِی الْاَرْضِ تو اب اصطبل کو زمین کے ساتھ نسبت کرکے جان لو کہ زمین کو سمندر کے ساتھ وہی نسبت ہے اور جب تم زمین کے عجائب دیکھ چکو تو اب سمندر کے عجائب مین تامل کرو اسلیے کہ سمندر مین حیوانات اور جواہر کے عجائب اون عجائب سے دونے چوگنے ہین جو زمین پر دیکھتے ہو جیسے کہ پھیلاو سمندر کا زمین کی وسعت سے زیادہ ہے اسیطرح اوسکے عجائب بھی زیادہ ہین اور سمندر کی بڑائی کی جہت سے ہے کہ اوسمین حیوانات اتنے بڑے ہوتے ہین کہ اگر تم اونکو سطح پانی کے اوپر دیکھو تو یہ گمان کرو کہ کوئی ٹاپو ہے اور بعض اوقات ایسا ہوا بھی ہے کہ تری کے مسافر حیوان آبی کی کمر کو جزیرہ سمجھکر اوس پر اترے ہین اور اوسپر آگ جلائی اور آگ کی حرارت سے جب اوسنے حرکت کی تو معلوم ہوا کہ جانور ہے اور جتنے اقسام حیوانات کے خشکی مین ہین مثلا گھوڑا پرندگان انسان وغیرہ بھی اقسام دونے چوگنے بلکہ کہین زیادہ تری مین پائے جاتے ہین اور سمندر مین بعض چیزین ایسی بھی ہین جنکی نظیر خشکی مین نہین پائی جاتی اونکے صفات اور کتابین تمامی لکھی ہین جنہون نے مشقت دریائی سفر کی اوٹھا کر اوسکے عجائب کو جمع کیا ہے پھر دیکھو کہ خدا تعالی نے موتی کیسے بنایا اور اوسکو سیپ کے اندر پانی کے نیچے کیسے گول کیا پھر دیکھو کہ مونگے کو پانی کے نیچے ٹھوس پتھرون مین سے کیسے نکالا وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پتھرون سے سبزہ نکلا ہے پھر اوسکے سوا عنبر اور دوسری نفیس چیزون کو دیکھو جنکو سمندر پھینکتا ہے اور اوس سے نکالتی ہین پھر کشتیون کے عجائب کو دیکھو کہ اونکو اللہ تعالی نے پانی کے سطح پر کیسے روکا اور تاجرون اور مال کے طالبون وغیرہم کو اونمین پھرایا اور کشتیون کو اونکا تابع کیا کہ اپنے بوجھ اوسمین لادین پھر ہواؤن کو بھیجا کہ کشتیون کو چلاوین پھر ملاحون کو ہواؤن کے رخ اور اونکے چلنے کی جگہ اور وقت بتلا دیے غرضکہ سمندر مین جتنے عجائب خدا تعالی کی صنعت کے ہین وہ بہت سی جلدون مین بھی پورے نہین بیان ہو سکتے اور ان سب مین سے عجیب اور ظاہر تر پانی کے قطرے کی کیفیت ہی کہ وہ ایک جسم سیال بہتا ہوا شفاف ہے اور اجزا کا متصل گویا ایک ہی چیز ہے اوسکی ترکیب نازک اور جدا ہونے کو جلد قبول کرتی ہے گویا علیحدہ ہی ہے تصرف جو چاہو سو کرو خواہ ملاؤ یا جدا کرو خشکی کے سب جانورون کی حیات اور نباتات کی زندگی اوسی سے ہے پس اگر کوئی بندہ ایک گھونٹ پانی کا محتاج ہو اور اوسکو نہ پینے دیا جاوے تو اگر اوسکے مالک مین تمام روے زمین کے خزانے ہون تو اوس ایک گھونٹ

ح زمین سمندر مین ایسی ہے جیسے اصطبل زمین مین

کیواسطے سب دنیا خرچ کر ڈالے پھر پینے کے بعد اگر پیشاب کی راہ اوسکو نکالنے کے لیے منع کر دیا جاوے تب بھی سارے خزانے روے زمین کے دے ڈالنے کو تیار ہو تو آدمی سے نہایت تعجب ہے کہ دینار اور درہم اور جواہر کو تو بڑا سمجھے اور پانی کے گھونٹ جو خداے تعالی کی ایسی نعمت ہے کہ اوسکے پینے خواہ نکالنے کیواسطے تمام دنیا دیڈالے غافل ہے پس پانی کے عجائب اور نہرون اور کوون اور سمندرون کے عجائب کو سوچ کہ فکر کی انمین گنجائش اور جولانی کی جگہ ہے اور یہ سب چیزین ملیلین ایک دوسری کی معاون اور علامات متفقہ ہین کہ اپنی زبان حال سے صراحۃً اپنے پیدا کرنے والے کا جلال بیان کر رہی ہین اور اوسکے کمال حکمت کو ظاہر کر رہی ہین اور اہل دل کو اپنی نغمات دلاویز سے پکار کر یون کہتی ہین کہ کیا تو مجھے نہین دیکھتا کیا میری صورت اور ترکیب اور صفات اور فوائد اور اختلافات حالات پر نظر نہین کرتا کیا تجھے یہ گمان ہے کہ مین خود بخود ہو گئی ہون یا کسینے میری جنس مین سے مجھے پیدا کیا ہے کیا تجھے شرم نہین آتی کہ جب کوئی لفظ تین چار حرفون کا لکھا دیکھتا ہے تو یقین کر لیتا ہے کہ اسکو کسی آدمی ذی قدرت وارادہ والے اور کلام کرنے والے نے لکھا ہے اور تو عجائب نوشتہ خداے تعالی کے جو میرے چہرے کے ورق پر اوس قلم الہی سے لکھے ہوے ہین جسکی ذات اور حرکت اور لکھنے کی جگہ سے ملنا آنکھ سے نہین سوجھتا دیکھتا ہے اور پھر تیرے دلمین اوسکے کاریگر کا جلال نہین آتا۔ اور نطفہ کا زبان حال سے یہ کہنا ہے اون لوگون سے جو کانون سے معزول ہین کہ مجکو یون وہم کر کہ اندر کے پردون کی اندھیری مین خون حیض مین ڈوبا ہوا ہون اوسوقت کہ میرے چہرے پر نقش و تصویر ظاہر ہوتی ہے یعنی نقاش ازل میری آنکھ اور پلکین اور پیشانی اور رخسارہ اور لب بناتا ہے پھر دیکھو کہ رفتہ رفتہ سارے نقش ایک دوسرے کے بعد ہوتے چلے جاتے ہین اور نقاش نہ اندر نطفہ کے نظر آویگا نہ باہر نہ کچھ وہان ہین ہوگا نہ اوس سے خارج اور اون نقشون کی خبر ماں کو ہے نہ باپ کو نہ نطفہ کو نہ رحم کو۔ تو بھلا کیا نہ نقاش اوس نقاش سے عجیب نہین وہ جو قلم سے عجیب صورت بنایا کرتا ہے جسکو ایک یا دو بار تم بناتے دیکھو تو سیکھ جاؤ تو کیا تم سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسیطرح نقش و تصویر نطفہ کے ظاہر و باطن اور اوسکے تمام اجزا سے سیکھ لو اور نطفہ کو بدون ہاتھ لگائے اور اندر باہر سے پاس ہونے کے نقش بناؤ پس اسپر بھی اگر تم نہ سمجھو کہ نطفے کا نقاش و مصور اپنا نظیر اور برابر نہین رکھتا اور کوئی نقاش و مصور اوسکی برابری نہین کر سکتا جیسے اوسکا کام بے نظیر ہے اور اوسکی برابر کوئی نقش و صورت نہین ویسی ہی اوسکی ذات ہے اسلیے کہ کامون مین جتنا فرق ہوتا ہے اوتنا ہی کاریگرون مین ہوا کرتا ہے تو اگر تمکو ان امور سے تعجب نہ آوے تو اپنے نہ تعجب کرنے پر تعجب کیا کرو اسلیے کہ جس چیز نے کہ باوجود اس ظہور کے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا وہ بلاشک قابل زیادہ تر تعجب کے ہے پس پاک ہے وہ ذات جسنے

ہدایت کی اور گمراہ کیا اور بدبخت اور نیک بخت بنایا اور اپنے دوستون کے دل کی آنکھین کھولدین تو
اونھون نے اوسکو تمام ذرات عالم اور اوسکے اجزا مین مشاہدہ کیا اور اپنے دشمنون کے دل اندھے
کردیے اور اپنی عزت و عظمت اونسے مخفی رکھی تو اوسکے ہین خلق اور امر اور مشیت اور فضل اور لطف اور
قہر نہ کوئی اوسکے حکم کو ٹالے نہ کوئی اوسکی قضا کو سمجھ سکے پانچوین نشانی ہواء لطیف ہے جو
آسمان اور زمین کے بیچ مین کی ہوئی ہے چلنے کے وقت تو اوسکا جسم بدن پر لگنے سے معلوم ہوتا ہے
مگر آنکھ سے اوسکا وجود نہین سوجھتا اور وہ سبکی سب مثل ایک دریا کے ہے پرند آسمان کی جو مین اوسی
مین پھرتے ہین اور جیسے آبی جانور پانی مین اپنے بازو اور ہاتھ پانون مار کر تیرتے ہین اسی طرح پرند بھی ہوا مین
اپنے بازوؤن سے ہوا کو چیرتے ہین اور جیسے تیز ہوا کے چلنے سے موجین دریا کی اوٹھتی ہین اسیطرح
آندھی سے اس ہوا کے دریا مین لہرین اوٹھتی ہین پس جب اللہ تعالی ہوا کو حرکت دیتا ہے تو وہ چلتی ہوا
ہوجاتی ہے پھر اگر چاہتا ہے تو اوسکو اپنے باران رحمت کے لیے خوشخبری کردیتا ہے جیسا کہ ارشاد
فرماتا ہے فَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ اس صورت مین ہوا کی حرکت سے ہوا کی جان حیوانات
اور نباتات مین پہونچتی ہے اور وہ بڑھنے کے لیے تیار ہوجاتے ہین اور اگر چاہتا ہے تو اوسکو اپنی
خلق مین نافرمانون کے لیے عذاب کر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا
فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ پھر ہوا کی نزاکت اور سختی کو دیکھو کہ باوجود
لطافت کے کتنا زور اوسمین ہے مثلا ایک مشک مین ہوا بھر کر اگر کوئی شخص چاہے کہ اوسکو پانی مین
ڈبو دے تو ہرگز نہ ڈبو سکیگا اور سخت لوہا اگر پانی پر رکھا جاوے تو اندر چلا جاویگا تو خیال کرو کہ ہوا پانی
سے باوجود لطافت کے کیسی رکتی ہے کہ ہرگز اوسکے اندر نہین ہوتا اور اسی حکمت سے خدا تعالی نے
کشتیون کو پانی کی سطح پر روکا ہے اور جو چیز مجوف بیچ مین سے خالی جسمین ہوا ہے اوسکا بھی حال ہے
کہ پانی مین نہین ڈوبتی اسواسطے کہ اوسمین کی ہوا پانی مین ڈوبنے سے رکتی ہے اور کشتی کے اندر
کے سطح کو نہین چھوڑتی اسیوجہ سے بھاری کشتی باوجود قوت اور سختی کے اسی ہواء لطیف کے سہارے
پانی پر ٹھہری رہتی ہے جیسے کوئی کوئین مین گر پڑے اور ایک زبردست آدمی کا دامن پکڑ لے تو
اگر سکے اسیطرح کشتی بھی اپنی خالی جگہ سے ہواء قوی کے دامن تھام لیتی ہے اور پانی مین ڈوبنے سے
بچی رہتی ہے پس پاک ہے وہ ذات جسنے بھاری جہاز کو ہواء لطیف کے سہارے سے رکھا بدون
کسی علاقہ یا گرہ اور بندش وغیرہ کے جو نظر آوے پھر جو کے عجائب کو دیکھو کہ اوسمین بادل اور رعد
اور بجلی اور مینہ اور برف اور شہاب وغیرہ کے عجیب نشان آسمان و زمین کے درمیان کی ہین اور

اللہ تعالی نے انکی طرف مجملًا اشارہ قرآن مجید میں فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ درمیان کی چیزین بھی ہین جو نہ کوہ ہو چکا ہے بسکی ... ہین اونکو مجمل فرمایا اور اونکی تفصیل کیطرف چند جا اشارہ فرمایا مثلًا وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اور دوسری آیتون مین جہان ... ادہیہ بادل کا ذکر ہے پس اگر تمکو ان سے بہرہ بجز اسکے نہو کہ بینہ کو آنکھ سے دیکھ لیا اور رعد کو کان سے سن لیا تو اسمین تو تمہارے شریک بہائم بھی ہین اسلیے تمکو اپنے درجہ بہائم سے عالم بالا کے لوگون مین شامل ہونیکے لیے ترقی کرنی چاہیے یعنی جب تمہاری آنکھین کھلی ہین اور تم نے ان چیزون سے ظاہر کو دیکھ لیا تو اب اپنے ظاہر کی آنکھ بند کر لو اور اپنی چشم باطنی سے انکے باطنی عجائب کیطرف نظر کرو تا کہ عمدہ اور عجیب اسرار نظر پڑین اور یہ قسم بھی ایسی ہی ہے کہ طول اسمین بہت بڑھ جاتا ہے اسلیے کہ اوسکے پورا ہونیکی توقع نہین مثلًا گاڑھے بادل اندھیرے کو دیکھو کہ کسطرح صاف جو مین اکٹھا ہوتا ہے کہین کہین کدورت نہین ہوتی اور اوسکو خدای تعالی جب چاہے اور جہان چاہے کیسے پیدا کر دیتا ہے اور وہ باوجود اپنی نرمی کے بھاری پانی کو اوٹھاتا ہے اور اوپر ہوا مین لیے پھرتا ہے یہان تک کہ خدای تعالی اوسکو اجازت پانی کے چھوڑنے کی دے تو بعد اجازت مینہ کے قطرات ایسے جدا کرتا ہے جیسے خدای تعالی نے مقدر کیے ہوں اور جتنا اور جس شکل کے ارادہ کیے ہوں تو دیکھتے ہو کہ بادل زمین پر پانی گرانے لگتا ہے ایک ایک قطرہ اسطرح گرتا ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو مقدور نہین کہ دو ملکے دوسرے ملجاوین یا ایک ہی جگہ گرین بلکہ ہر ایک وسیلہ پر گریگا جو اوسکے لیے مقرر ہوا ہے اوس سے ذرا انحراف نکریگا نہ پچھلا آگے بڑھیگا نہ اگلا پیچھے ہٹیگا یہانتک کہ زمین پر قطرہ ہی قطرہ گریگا پس اگر اگلے پچھلے سب لوگ جمع ہوکر چاہین کہ بادلون مین سے ایک قطرہ پیدا کر لین تو نہ کر سکین یا جسقدر قطرے ایک شہر مین یا ایک گاؤن مین گرتے ہین اونکے شمار معلوم کر لین تو جن اور انسان دونون کے حساب سے باہر ہونگے اونکے شمار کو بجز اونکے موجد کے اور کوئی نہین جانتا۔ پھر اونمین سے ہر قطرہ زمین کے ایک حصہ کیواسطے معین ہے اور جس حیوان یعنی پرند یا وحشی یا کیڑے وغیرہ کے لیے وہ قطرہ ہو تو اوس قطرے پر خط الہی سے لکھا ہوا ہے جو ظاہر کی آنکھ سے نہین سوجھتا کہ یہ قطرہ رزق فلانے کیڑے کا ہے جو فلان پہاڑ کیطرف مین ہے جب اوسکو پیاس لگیگی تو یہ قطرہ اوسکے پاس پہونچیگا علاوہ ازین جو عجائب کہ اولون کے بستہ ہونے مین اس لطیف پانی سے یا دھنی روئی کیطرح اسی پانی کے جم کر گرنے مین ہین تو اونکی کچھ شمار نہین یہ سب باتین خدای جبار قادر کے فضل اور خالق

اور ہمنے نہین بنایا آسمان زمین اور جو انکے بیچ مین ہے بازی کرتے
اور ابر جو حکم کا تابع ہے درمیان آسمان و زمین کے ۱۲

زبردست کے قہر سے ہین جنمین کسی مخلوق کو شرکت نہین نہ اونمین کسی غیر کا دخل بلکہ ایماندارون کو
بجز مسکنت اور خضوع کے اوسکی جلال و عظمت کے سامنے اور کچھ بہرہ نہین نہ انہین منکرون کو
بجز اسکے اور کچھ حاصل ہے کہ اوسکی کیفیت کو بے سمجھے بوجھے انکل سے لگاوین اور اوسکا کوئی
سبب اور علت پیدا کرین مثلاً جاہل مغالطہ مین پڑا ہوا کہتا ہے کہ پانی کے سرشت کا یہ سبب ہے کہ پانی اپنی
سرشت سے بھاری ہے یہی وجہ ہے کہ نیچے کو پڑتا ہے اور اس بات کو جانتا ہے کہ اسکو وجہ معلوم ہوگئی
اور اس سے خوش ہوتا ہے اور اگر اوس سے پوچھا جاوے کہ سرشت کے معنی کیا ہین اور سرشت کو کسنے پیدا کیا اور پانی کی سرشت کو
بوجھل کسنے بنایا اور یہ کیا بات ہے کہ درخت کی جڑ مین پانی ڈالنے سے اوسکی شاخون مین اوپر پہنچ جاتا ہے اگر
وہ تو اپنی سرشت سے بھاری ہے تو نیچے کو پھر اوپر کیونکر چڑھ گیا اور درخت کے اندر کی نلیون مین
تھوڑا تھوڑا سب طرف کے پتون مین اسطرح پھیل گیا کہ آنکھون سے نہین معلوم ہوتا اور ہر پتے
کے ہر جزو کو غذا پہونچاتا ہے اور اون کون مین ہوکر جاتا ہے جو مثل بال کے باریک ہین اور یہ ہوتی ہے
اسطرح کہ اول بڑی رگ مین جاتا ہے جو پتے کی جڑ پر ہے پھر اوس رگ سے اون رگون مین جاتا ہے جو پتے کے اندر
چھوٹی چھوٹی اور باریک پھیلی ہوئی ہین اور علی ہذا القیاس اون چھوٹی مین اور بڑی رگ کو مثل نہر کے
جاننا چاہیے پھر اوس سے جو شاخین نکلی ہین وہ چھوٹی نہریان ہین اور ان نہرون سے نالیان نکلی ہین
اور نالیون مین سے مکڑی کے تار جیسے باریک دھاگے ہین کہ آنکھ سے نہین سوجھتے اور تمام پتے کی
عرض مین پھیلے ہوئے ہین انھین مین کو پانی ہوکر پتے کے سب اجزا مین پہونچ جاتا ہے اور اوسکو غذا
دیکر بڑھاتا اور ابھارتا ہے اور اوسکی تر و تازگی قائم رکھتا ہے اسیطرح تمام اجزای میوون کو سمجھنا چاہیے
پس اگر پانی اپنی طبیعت کی رو سے نیچے کو حرکت کرتا ہے تو یہان اوپر کو کیون کر جاتا ہے اگر کہو کہ
رگون کی کشش سے یہ اثر ہوتا ہے تو بتاؤ کہ وہ کشش کہان سے آئی آخر کہو گے کہ خدای تعالی کے پیدا کرنے سے
اونمین خاصیت کشش کی ہے تو اول ہی سے کیون نہین کہتے کہ خدای تعالی کی حکمت اور قدرت سے معاملے ہوتے ہین جہالت سے کیا فائدہ

آنچہ دانا کند کند نادان	لیک بعد از خرابی بسیار

چھوٹی نشانی اوسکی آسمانون کے اسرار اور اونمین کے ستارون کی کیفیتین ہین اور اصل یہی ہے کہ اگر
کسی کو سب باتین معلوم ہون اور آسمانون کے عجائب معلوم نہون تو واقع مین اوسکو کچھ بھی نہین معلوم ہوا
اسلیے کہ زمین اور دریا اور ہوا اور جتنی چیزین سوای آسمان کے ہین آسمانون کی نسبت کر ایسی ہین جیسے
ایک قطرہ سمندر کی نسبت کر بلکہ اوس سے بھی چھوٹی پس غور کرو کہ اللہ تعالی نے آسمانون کے اور ستارون کے
امر کو اپنی کتاب مین کیسا بڑا کیا ہے کہ کوئی صورت ایسی نہین جو انکی بڑائی پر مشتمل نہو اور جا بجا اونکی

قسم بھی موجود ہے جیسے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ اور وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ اور وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا اور وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا اور فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ اور وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ اور فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ پس عجائب نطفہ ناپاک کے تو تمکو معلوم ہوے کہ اونکی معرفت سے اگلے پچھلے لوگ عاجز ہین مگر اوسکی قسم خداے تعالی نے نہین کھائی تو اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ جس چیز کی خداے تعالی نے قسم کھائی ہے اوسکے عجائب کیا کچھ ہونگے علاوہ قسم کے رزق کا حوالہ بھی آسمان پر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ اور آسمانون کے باب مین فکر کرنے والون کی ثنا فرمائی اس قول مین وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا سَبَلَتَهُ یعنی بے فکر آگے گذر جائے اور اعراض کرنے والون کی مذمت فرمائی چنانچہ فرمایا وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ اب غور کرو کہ تمام دریاؤن اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک علاوہ ازین زمین وغیرہ عنقریب بدلنے والی ہین اور آسمان سخت محکم ہین اور تغیر سے محفوظ یہانتک کہ اونکا وقت مقرری تغیر کا پہونچے اور یہان لحاظ خداے تعالی نے اونکو محفوظ فرمایا جیسا اونکی آیت مین گذرا اور فرمایا وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور فرمایا أَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا اب انکے عجائب پر غور کرو تاکہ ملک وملکوت کے عجائب نظر آوین اور یہ گمان مت کرو کہ ملکوت کے دیکھنے سے یہ غرض ہے کہ آنکھ اوٹھا کر آسمان کی نیلاہٹ اور ستارون کی روشنی اور چمکنا دیکھ لیا اسلیے کہ اس نظر مین تو چوپائے بھی تمہارے شریک ہین اگر یہی نظر مقصود ہوتی تو خداے تعالی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح کیون فرماتا جیسا اس آیت مین ہے وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بلکہ اصل یہ ہے کہ جتنی چیزین آنکھ سے سوجھتی ہین تو قرآن مجید اونکو ملک اور شہادت کے نام سے بیان فرماتا ہے اور جو آنکھ سے غائب ہین اونکو غیب اور ملکوت کے نام سے اور اللہ تعالی غیب اور شہادت دونون کو جانتا ہے اور ملک اور ملکوت دونون کا عالم کوئی شخص اوسکے علم پر کچھ بھی حاوی نہین مگر اوسیقدر کہ وہ چاہے جیسا خود ارشاد فرماتا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ پس اے عاقل اپنا فکر ملکوت مین بہت کر تاکہ تیرے لیے شاید آسمانون کے دروازے کھلے ہین اور تو اپنے دل سے اونکے اطراف مین جولانیان کرے یہان تک کہ تیرا دل عرش خداے تعالی کے سامنے جا کھڑا ہو اور اس حال مین غالبا توقع ہو

کا تو رتبہ بہ حضرت عمر رضی کو پہونچ جاتے ہیں جو ارشاد فرماتے ہین کہ میرے دل نے خداے تعالیٰ کو دیکھا اور ان
چھے قون نشانیون کو بترتیب دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ دور کی چیز پر نزدیک کی چیز سے گذر کر پہونچا کرتی ہے
اور سب سے نزدیک تر آدمی کا نفس ہے پھر زمین ہے جسپر رہتا ہے پھر ہوا ہے جو اوسکے بدن سے لگی ہوئی ہے
پھر نباتات و حیوانات اور زمین کی چیزین ہین پھر اوپر کی اشیا ہین پھر ساتون آسمان اور اونکے ستارے ہین
پھر کرسی پھر عرش پھر وہ فرشتے کہ عرش کے اوٹھانے والے اور آسمانون کے خزانچی ہین پھر ان سب کے بعد
عرش و کرسی و آسمان و زمین اور اونکی درمیانی چیزون کے مالک کی طرف نظر کرنی ہے پس معلوم ہوا کہ
آدمی مین اور خداے تعالیٰ مین ایسے جنگل وسیع اور فاصلہ بعید اور گھاٹیان بلند ہین اور وہ ابھی سب سے
قریب سب سے نیچے کی گھاٹی سے بھی فارغ نہین ہوا یعنی ابھی ظاہر نفس کی معرفت سے فرصت نہین پائی اور
بیحیائی سے زبان معرفت کے دعوے کے لیے کھولتا ہے اور کہتا ہے کہ مین نے اوسکو پہچان لیا اور اوسکی
خلق کو جان لیا اب کس چیز مین فکر کرون اور کیا دیکھون اوسے کہنا چاہیے کہ آسمان کیطرف اپنا سر اوٹھا کر اور
اوسمین اور اوسکے ستارون اور اونکی گردشون اور اونکے طلوع اور غروب اور سورج اور چاند اور مشرق
و مغرب کے اختلاف اور ہمیشہ حرکت کی مشقت مین نظر کر کہ کبھی اپنی چال مین سستی اور تغیر نہین کرتے
بلکہ سب کے سب ترتیب وار منزلون مین ایک حساب معین بلا کم و بیش سے پھرتے ہین یہان تک کہ خداے تعالیٰ
اونکو ملفوف کیطرح تہ کر دے اور ستارون کے شمار اور اونکی کثرت اور رنگ کے اختلاف پر غور کر کہ کوئی سرخی مائل
ہے کوئی سفیدی مائل اور کسیکا رنگ رانگ کا سا ہے پھر اونکی شکلون پر نظر کر کہ بعضے بچھو کی صورت پر ہین اور
بعضے بکری کے بچہ کی صورت اور بعضے بیل اور شیر اور انسان کی صورت اور زمین مین کوئی ایسی صورت
نہین جسکے مانند آسمان مین نہو پھر آفتاب کی چال کو برس روز کی مدت مین اوسکے آسمان مین غور کر کہ ہر روز
اوسکا طلوع و غروب ایک نئی چال سے ہوتا ہے جو خالق نے اوسکے لیے معین کر دی ہے اگر آفتاب کا طلوع
اور غروب نہوتا تو دن رات کیونکر ہوتی وقت نہ پہچانا جاتا یا ہمیشہ اندھیرا رہتا یا اوجالا معاش کے حاصل
کرنے کا وقت اور آرام کا زمانہ جدا نہوتا تو دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے رات کو اوڑھنا اور سونے کو آرام
اور دن کو روزگار کے لیے بنایا اور دیکھ کہ رات مین سے دن مین اور دن مین سے رات مین کیسے کم و بیش
ایک ترتیب معین سے کیا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتین اور کسطرح آفتاب کی چال کو آسمان کے بیچ مین
بیچ مین سے جھکا دیا جسکے باعث گرمی اور جاڑا اور بہار اور خریف نوبت بنوبت ہونے لگی جب آفتاب
خط استوا سے نیچے کو خط جدی کیطرف ہو جاتا ہے تو ہوا سرد ہو جاتی ہے اور جاڑا آجاتا ہے اور جب اوسکی
چال عین خط سرطان کے بیچ مین ہوتی ہے تو شدت کی گرمی ہوتی ہے اور جب نقطۂ اعتدال پر ہوتا ہے

تو موسم بھی معتدل رہتا ہے۔ اور آسمانوں کے عجائب اتنے ہیں کہ اونمیں سے لاکھوں حصہ کے شمار کرنے کی طمع نہیں ہو سکتی اسقدر جو ہم نے لکھا تو صرف طریق فکر کے بتانے کو لکھا ماحصل یہ ہے کہ یون اعتقاد کر لو کہ کوئی ستارہ ایسا نہیں جسکی پیدائش میں خدا تعالی نے بہت سی حکمتیں نہ رکھی ہوں پھر اوسکی مقدار اور شکل اور رنگ میں پھر آسمان میں سے ایک جاے معین میں لگنے میں پھر خط استوا اور پاس کے ستاروں سے نزدیک دور ہونے میں سب میں حکمتیں بہت ہیں اور اس امر کو اوسی پر قیاس کر لو جو ہم اعضاے بدن انسانی کے باب میں لکھ آئے ہیں کہ کوئی جزو اعضا کا ایسا نہیں جسمیں ایک حکمت نہ بلکہ بہت سی حکمتیں نہوں اور آسمان کا معاملہ تو اعضا سے بہت بڑا ہے بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کچھ نسبت ہی نہیں یا جسم کی بڑائی میں اور نہ کثرت معانی میں اور معانی کی کثرت کے فرق کو اتنا جانو جتنا اون دونوں کی بڑائی میں فرق ہے اور یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ زمین اتنی بڑی اور وسیع ہے کہ آدمی سے اوسکے گرد نہیں پھرا جا سکتا اور اسپر ناظرین کا اتفاق ہے کہ آفتاب کا پھیلاؤ نسبت زمین کے چند اوپر ایکسو سا ٹھ گنا زیادہ ہے اور احبار سے بھی آفتاب ہی کی بڑائی معلوم ہوتی ہے پھر ستارے جو تمکو چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اونمیں سے چھوٹے سے چھوٹا زمین سے آٹھ گنا ہے اور بڑے کا تو کیا ٹھکانا ہے اس سے تمکو اونکا فاصلہ اور بلندی سمجھ میں آویگی کہ کتنی دور ہیں کہ باوجود کلانی کے اتنے چھوٹے نظر آتے ہیں اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے اونکی دوری کی طرف اشارہ فرمایا کہ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا اور اخبار میں ہے کہ ہر آسمان سے دوسرے تک فاصلہ پانسو برس کی راہ کا ہے پس جب ایک ستارے کی مقدار زمین سے بہت گنی ہے تو اونکی کثرت کو لحاظ کرو پھر اوس آسمان کو دیکھو جسمیں ستارے جڑے ہیں کہ کتنا بڑا ہوگا پھر سرعت سیر کو دیکھو کہ تمکو اونکی چال کا حال نہیں معلوم ہوتی سرعت کے معلوم ہونے کا تو کیا ذکر ہے مگر اسمیں شک نکرو کہ آسمان ایک لحظہ میں مقدار عرض ستارے کے چلتا ہے اسلیے کہ جب ایک کنارہ ستارے کا نکلتا ہے اوس سے دوسرے کنارہ تک نکلنے کا وقت ایک لحظہ ہے پس اگر ستارے کا عرض زمین سے سو گنا ہوا تو آسمان ایک لحظہ میں زمین کے سو گنا چلا اور یہی حال ہمیشہ چلتا رہتا ہے مگر تم اوس سے غافل ہو اور دیکھو کہ حضرت جبریل نے آفتاب کی سرعت سیر کو کن لفظوں سے تعبیر کیا یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے پوچھا کہ دن ڈھلگیا تو اونھوں نے کہا کہ نہیں ہاں آپ نے پوچھا کہ نہیں ہاں کے کہنے کی کیا وجہ ہے اونھوں نے عرض کیا کہ جب میں نے نہیں کہکر ہاں کہا آفتاب پانسو برس کی راہ طے کر گیا تو اوسکے جسم کی عظمت اور سرعت سیر کو دیکھو پھر خدا تعالی حکیم کی قدرت کو دیکھو کہ باوجود وسعت اوسکے اطراف کے کس طرح آنکھ کے چھوٹے سے تل میں اوسکی صورت قائم کی کہ اگر زمین پر بیٹھکر اوسکی طرف آنکھ کھولو تو ستارے نظر آتے ہیں

پایا احمد نے بروایت عبداللہ بن عمرو اور طبرانی نے بسند ... اور بروایت ابو امامہ ... کی ...

پس آسمانون اور ستارون کی کثرت اور عظمت کیطرف مت دیکھو بلکہ اونکے خالق کیطرف نظر کرو کہ کسطرح اونکو پیدا کیا اور بے ستون اور بے کسی لگاؤ کے اونکو تھام رکھا ہے اور سارا عالم مثل ایک گھر کے ہی اور آسمان اوسکی چھت ہے تو تعجب کی بات ہے کہ جب تم کسی امیر کے گھر مین جاتے ہو اور اوسکو منقش رنگ برنگا اور سنہرے کام سے آراستہ دیکھتے ہو تو تمھارا تعجب تمام نہین ہوتا اور ہمیشہ اوسیکو یاد کرتے رہتے ہو اور اوسکی خوبی کی عمر بھر تعریف کرتے ہو اور اس بڑے گھر کو ہمیشہ دیکھتے ہو اور اوسکی زمین اور ہوا اور چھت اور عمدہ متاعون اور نادر حیوانات اور عجائب نقوش پر روزمرہ نگاہ ڈالتے ہو اور دل سے کبھی اسکی طرف متوجہ نہین ہوتے ہو مگر کچھ اس گھر سے کم نہین جسکی تم تعریف کیا کرتے ہو بلکہ اگر تامل کرو تو وہ ایک چیز زمین کا ہے جو اس عالیشان گھر کے اجزا مین سے ایک حقیر جز ہے مگر باوجود اسکے تم اوسکی طرف نہین دیکھتے اسکی وجہ یہی ہے کہ یہ جہان تمھارے رب کا گھر ہے اور اوسنے اسکو تنہا بنایا ہے اور تم اپنے نفس اور اپنے رب اور اوسکے گھر کو سب کو بھول کر اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگے ہو تمکو سوا اپنی شہوت اور حشمت کے اور کچھ فکر نہین اور انجام تمھاری شہوت کا یہ ہے کہ اپنا پیٹ بھر لو یہ نہین ہو سکتا کہ چوپایہ کے دسوین کی برابر بھی کھا سکو تو اس بات مین چوپایہ تم سے دس حصہ زیادہ ہی اور نہایت حشمت یہ ہے کہ تمھارے پاس دس یا سو آشنا جمع ہو کر زبان سے تمھاری خوشامد کرین اور دل مین تم سے بدعقیدہ رہین اور اگر بالفرض دوستی مین سچے ہی ہون تب بھی نہ تمھارے لیے نہ اپنے لیے کسی فائدے یا نقصان کے مالک نہین نہ زندگی اور موت اور اوسکے ابدا اوٹھنے کے مالک حالانکہ تمھارے شہر مین بہت سے کافر ہونگے جنکی دولت وجاہ تمھاری دولت سے زیادہ ہو اور تم اسمین مشغول ہو کہ جمال ملکوت مین و آسمان سے غافل ہو پھر تمکو اوس مزہ سے بھی خبر نہین جو مالک ملک و ملکوت کے جمال دیکھنے سے ہوتا ہے اور تمھاری مثال اس بات مین ایسی ہے جیسے کوئی چیونٹی کسی ایسے محل عالیشان شاہی مین گھر بنالے جسکے پائے مضبوط اور عمارتین عالی اور مکانات مین لونڈی غلام سب طرح کے موجود اور اقسام ذخایر کی نفیس چیزین اور ذخیرے مرتب رکھے ہون تو وہ چیونٹی جب اپنے سوراخ سے نکلیگی اور دوسری چیونٹی سے ملیگی تو اگر بولنے پر قادر ہوگی تو اوس سے اور کچھ گفتگو نکریگی مگر اپنے مکان کا حال اور غذا کا حال اور جوڑ رکھنے کی کیفیت بیان کریگی بادشاہی محل کا حال اور محل مین جو بادشاہ رہتا ہے اوسکی اوسکو کچھ خبر نہوگی نہ اوسمین فکر کریگی بلکہ یہ مثال بھی ٹھیک نہین اسلیے کہ چیونٹی کو تو قدرت ہی نہین کہ اپنی نظر کو اپنے نفس اور غذا اور گھر سے دوسری طرف بڑھا سکے تو وہ بیچاری جو محل شاہی اور اوسکی زمین اور چھت اور دیوارون اور تمام عمارت اور باشندون سے غافل ہے تو مجبوری غافل ہے کہ

قدرت نہین رکھتی اور تم جو خدای تعالی کے گھر اور اوسکے باشندون سے غافل ہو کہ آسمان کو اتنا جانتے ہو جتنا چیونٹی تمھارے گھر کی چھت کو جانتی ہے اور آسمان کے فرشتون کو ایسا سمجھتے ہو جیسا وہ تمکو سمجھتے ہین حالانکہ تمکو قدرت ہی کہ ملکوت مین جولانیان کرو اور اونکے عجائب مین سے وہ باتین معلوم کرو جنسے خلق غافل ہی تو باوجود اسکے متوجہ نہونا اس بات پر دال ہے کہ تم چیونٹی سے بھی بدتر ہو اب ہم قلم کی باگ اس فکر کے ذکر سے روکتے ہین اسلیے کہ یہ ایسا میدان ہی جسکی کچھ انتہا نہین اگر ہم بہت سی عمرین بڑی بڑی اسمین صرف کرین تب بھی جتنی معرفت کہ اللہ تعالی نے ہمکو اپنے فضل سے عنایت فرمائی ہی اوسکی شرح نکر سکین اور جسقدر ہمنے معلوم کیا ہے وہ اور عالمون کے اور اونکے علم کی نسبت کر نہایت کم اور حقیر ہی اور علما اور اولیا کی معرفت بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کی معرفت کے یہی حال رکھتی ہے اور انبیا کو جسقدر معرفت ہے وہ اوس معرفت کے سامنے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی نہایت تھوڑی اور حقیر ہی اور جو سارے انبیا کو معرفت تھی وہ بہ نسبت مقرب فرشتون مثل اسرافیل اور جبرئیل کی معرفت کے تھوڑی ہی ہے پھر تمام علوم فرشتون اور جن اور آدمیون کے اگر خدای تعالی کے علم کیطرف نسبت کیے جاوین تو اس لائق ہی نہین کہ اونکو علم کہا جائے بلکہ بہتر ہے کہ اوسکا نام مدہوشی اور حیرت اور قصور اور عاجزی رکھا جائے پس پاک ہی وہ ذات کہ اپنے بندون کو جتایا جو جتایا پھر سب کو یہ فرمایا وَمَا اُوتِیْتُم مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یہی بیان اون مجمل طریقون کا جنمین فکر اون لوگون کی دوڑتی ہے جو خدای تعالی کی مخلوق مین فکر کرتے ہین اور انمین بیان خدای تعالی کی ذات مین فکر کرنیکا نہین بلکہ خلق مین فکر کرنے سے ضرور ہے کہ خالق کی معرفت اور اوسکی عظمت و ہیبت اور قدرت کی سمجھ حاصل ہو اور جسقدر عجائب صنعت الہی کی معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر اوسکے جلال و عظمت کی معرفت کامل ہوگی اور اوسکو ایسا جانو جیسے تم کسی عالم کے علم سے مطلع ہو کر اوسکی بڑائی کرو تو ہمیشہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی اوسکی عمدہ تصنیف یا شعر دیکھوگے تو اوس سے اور زیادہ معرفت بڑھیگی اور اوتنی ہی اوسکی توقیر اور عزت زیادہ کروگے یہانتک کہ ہر ایک کلمہ اوسکے کلام کا اور ہر بیت اوسکے اشعار کی تمھارے دل مین اوسکی جگہ زیادہ کریگی اور اس بات کی خواہان ہوگی کہ تم اوسکی تعظیم کرو اسیطرح خدای تعالی کی مخلوق مین اور اوسکی تصنیف و تالیف مین تامل کرنیکا حال ہے اور جو چیز مخلوق کی موجود ہے وہ اوسکی تصنیف و تالیف ہے اور اوسمین فکر کرنا کبھی تمام نہین ہوتا بلکہ ہر ایک بندہ اوسیقدر کرتا ہی جتنا اوسکو قسمت ہوا ہے اب چاہیے کہ اسی کو ہم بس کرین اور اسکو تتمہ باب الشکر کا کرین اسلیے کہ باب الشکر مین ہماری نظر خدای تعالی کے افعال پر اس اعتبار سے کہ اوسکا احسان اور انعام ہمارے

اور یہ ہے کہ اوسنے ایسی ایسی چیزین بنائین اور اس باب مین صرف اسی اعتبار سے ہو کہ افعال الٰہی ہیں پھر
ہین اور جن چیزون مین ہمنے نظر کی ہے اونھین مین فلسفی بھی نظر کرتا ہے اور اوسکی نظر اوسکی گمراہی
اور بدبختی کا باعث ہوتی ہے اور توفیق والا ان اشیا مین دیکھتا ہے تو اوسکی نظر سبب اوسکی ہدایت
اور سعادت کا ہوتی ہے اور کوئی ذرہ آسمان و زمین مین ایسا نہین کہ اللہ تعالی اوسکے باعث جسکو
چاہے گمراہ نکرے اور جسکو چاہے ہدایت نکرے پس جو شخص ان امور مین اس نظر سے دیکھیگا کہ خدا تعالی
کے افعال و صنائع ہین تو وہ انسے معرفت خدا تعالی کی عظمت و جلال کی حاصل کریگا اور ہدایت
پاویگا اور جو اونمین نظر قصور سے دیکھیگا یعنی اس نظر سے کہ یہ سب چیزین ایک دوسرے پر موثر ہین اور
مسبب الاسباب سے علاقہ نہین رکھتین تو وہ بدبخت اور تباہ ہوگا خدا ہی تعالے ہمکو گمراہی سے بچاوے
اور اوسی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو جاہلون کے قدم کی لغزش کی جگہ سے اپنی رحمت اور کرم اور فضل سے
محفوظ رکھے — نوان باب جلد چہارم منجیات کا تمام ہوا اسکے بعد دسوان باب ہے جسمین موت اور اوسکے بعد کے
حال کا ذکر ہے اور اسی پر کتاب کا خاتمہ ہے و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم تسلیما کثیرا کثیرا

دسوان باب موت اور اوسکے بعد کے ذکر مین

رباعی

اے حسن جو تجھے عقل ہے تو موت نہ بھول	کر موت کے سامان مین رہ مشغول
ہے زندگی چند نفس مثل حباب	اس فانی حیات پر تو اتنا مت پھول

جاننا چاہیے کہ جس شخص کے پچھڑنے کا وقت موت ہوا اور بستر خاک اوسکی خوابگاہ ہو کیڑے اوسکے
انیس ہون اور منکر نکیر اوسکے جلیس گیرا اوسکا مقام ہو اور شکم زمین جاے آرام قیامت اوسکے وعدہ کی
جگہ ہو اور بہشت یا دوزخ اوسکے اوترنے کی جگہ تو اوسکو شایان ہے کہ بجز موت کے کسی امر مین فکر کرے
نہ اور کسی چیز کا ذکر کرے نہ اور کسی چیز کے لیے سامان بہم پہونچاوے نہ اوسکے سوا کوئی تدبیر خیال مین لاوے
نہ اور چیز کی تاک ہو نہ اوسکے سوا کا تپاک انتظار اوسیکا ہو اور انتظار بھی اوسیکا اور یہ بات ہے کہ اپنے
نفس کو مردون اور قبر والون مین شمار کرے اسلیے کہ جو چیز آنے والی ہے وہ بہت پاس ہے دور وہی ہے
جو نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دانا وہ ہے جو اپنے نفس کو دبالے اور موت کے بعد
کے لیے عمل کرے اور ظاہر ہے کہ جبتک کسی چیز کا ذکر دل پر بار بار نہو تب تک اوسکی تیاری نہین ہو سکتی
اور بار بار ذکر جب ہوتا ہے جب یاد دلانے والی چیزین سنتا ہے اور جن چیزون سے اوسپر تنبیہ ہوا اونکو
دھیان کرتا ہے اسلیے ہم موت کا حال اور اوسکے آگے اور پیچھے کی باتین اور آخرت اور قیامت اور

بہشت یا دوزخ کے حالات کہ جن سے کوئی اوسکا باز گر کرنا اور اون پر مدام فکر کرنا ضرور ہے بیان کرتے ہین
تاکہ اوسکو تیاری کی توفیق ہو اسلیے کہ سفر قریب آپہونچا اور زندگی بہت تھوڑی رہی ہے اور لوگ خواب غفلت مین ہین
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون [illegible]
حصہ اول [illegible]
اور [illegible]
[illegible]
[illegible]

فصل اول موت کو یاد کرنے کی فضیلت [illegible]
دنیا پر مغرور ہے اور اوسکا دل [illegible] اوسکی شہوات کا عاشق اوسکا دل [illegible]
سے غافل ہے [illegible] اوسکو یاد نہین کرتا اور اگر اوسکو کوئی یاد دلاتا ہے تو برا جانتا ہے [illegible] ذکر کو
نفرت کرتا ہے ایسے ہی لوگون کے حق مین خدای تعالی فرماتا ہے قل ان الموت الذي تفرون منه
فانه ملاقيكم ثم تردون الى عالم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون
پھر آدمی [illegible] کے ہین یا ڈوبا ہوا یا ابتدائی توبہ کرنے والا یا عارف منتہی اول قسم کا آدمی موت کو یاد
نہین کرتا اور اگر کرتا ہے تو اپنی دنیا پر افسوس کرنے کو کرتا ہے اور اوسکی برائی کرنے لگتا ہے ایسے
شخص کو موت کی یاد خدای تعالی سے اور زیادہ دور کرتی ہے اور تائب موت کو اسلیے زیادہ یاد کرتا ہے
کہ اوسکے دل مین سے خوف [illegible] اور توبہ کو انجام تک پورا کرے اور بعض اوقات ہو اوسکو موت سے [illegible]
تو اس نظر سے کہ ابھی پہلے توبہ کا کمال ہوئے اور توشہ کی درستی کے موت نہ آجاوے یہ شخص موت
برا جانتا ہے [illegible] معذور ہو اور اس بات کے مضمون مین داخل نہین من كره لقاء الله كره الله لقاءه
اسلیے کہ یہ شخص موت کو اور خدای تعالی سے ملنے کو برا نہین جانتا بلکہ اپنے قصور اور تقصیر کے باعث اس
بات سے ڈرتا ہے کہ خدای تعالی کی ملاقات مین چوک نہ ہو اوسکا حال ایسا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے
معشوق کی ملاقات مین اس وجہ سے دیر کرے کہ اس عرصے مین معشوق کی مرضی کے موافق تیاری کرنے
لگا ہے تو ایسے شخص کو یہ نہ کہینگے کہ معشوق سے ملنے کو برا جانتا ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ ہمیشہ موت کے
سامان مین لگا ہے کوئی کام اوسکے سوا نہو ورنہ اول قسم مین شامل ہوجاویگا اور تیسرا شخص یعنی عارف
وہ ہمیشہ موت کو یاد کیا کرتا ہے اسلیے کہ موت سے وعدہ ملاقات حبیب ہو اور عاشق اپنے معشوق کے
وعدہ وصال کو کبھی بھولا نہین کرتا ایسا شخص اکثر موت کی جلدی کیا کرتا ہے اور اوسکے آنے سے

خوش ہوتا ہے اور اوسکو محبوب جانتا ہے تاکہ گناہگاروں کے مقام سے رہا ہو کر ابرار کے مقام میں
فردوس میں جا پڑے جیسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے کہ جب اونکی وفات قریب ہوئی
تو فرمایا کہ حبیب موت کے وقت پر آیا جو پشیمان ہوا اوسکو فلاح نصیب نہوا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ
[illegible] زیادہ پسند ہے اور مرض [illegible] صحت سے [illegible] اور موت [illegible]
[illegible] موت کو آسان فرما کہ میں [illegible] ملاقات کروں [illegible] تو موت کو برا جانتے [illegible]
موت کے اچھا جانتے ہیں اور اوسکی تمنا کرتے ہیں اور ان دونوں سے بڑھکر وہ ہے جو اپنا معاملہ
خدای تعالیٰ کو سپرد کرے کہ اپنے لیے نہ موت پسند کرے نہ زندگی [illegible]
[illegible]

[illegible]

بیان یاد موت کی فضیلت میں خواہ کسی طرح ہو

آنحضرت [illegible] ذکر ہاذم اللذات یعنی بہت کرو موت کی یاد سے [illegible]
اوسکی جانب جاتا ہے اور پھر خدای تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور فرمایا کہ اگر [illegible] وہ بات معلوم
ہوجاتی جو تم جانتے ہو تو تم اوس میں سے فربہ کبھی نہ کھاتے یعنی سب لاغر ہوجاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
آپ سے پوچھا کہ کیا شہیدوں کے ساتھ بھی کوئی اور محشور ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہاں جو [illegible] دن رات میں بیس مرتبہ موت
یاد کریگا اور سبب اس سب فضیلت کا یہ ہے کہ موت کا یاد کرنا موجب [illegible] علیحدگی کی اور آخرت کی
تیاری کا ہے اور اوس سے غفلت کرنی مقتضے دنیا کی شہوات میں مصروف ہونے کی ہے اور ایک حدیث
شریف میں ہے تُحفۃ المؤمن الموت اسلیے فرمایا کہ دنیا ایماندار کا زندان ہے ہمیشہ اوس [illegible]
ولعب میں مبتلا اور نفس و شیطان سے مصیبتیں اٹھاتا رہتا ہے تو موت کے باعث [illegible]
چھٹی ہوجاتی ہے اور چھٹنا اوسکے حق میں تحفہ ہے اور ایک حدیث میں ارشاد ہے الموت
کفارۃ لکل مسلم اسمیں مسلم سے مراد سچا مسلمان اور سچا ایماندار ہے کہ اوسکے ہاتھ و زبان سے
مسلمان بچے ہوں اور اوسمیں اخلاق ایمانداروں کے موجود ہوں اور بجز لغزشوں اور گناہ صغیرہ کے
کبائر میں آلودہ نہوا ہو ایسے گناہوں سے موت اوسکے حق میں کفارہ ہوجاتی ہے بشرطیکہ فرائض [illegible]

قائم رہا ہو اور عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مجلس پر ہوا جس میں
آواز ہنسی کی بلند تھی آپ نے فرمایا کہ اس اپنی مجلس میں ذکر لذات کے مکدر کرنیوالے کا شامل کرو لوگوں نے
عرض کیا کہ لذات کی مکدر کرنے والی کیا ہے آپ نے فرمایا موت ہے۔ اور حضرت انس رض سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ يُمَحِّصُ الذُّنُوْبَ وَيُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا
اور فرمایا کَفٰى بِالْمَوْتِ مُفَرِّقًا اور ایک حدیث میں مفرقا کی جگہ واعظا ہے اور ایکبار آپ مسجد میں
تشریف لائے دیکھا تو کچھ لوگ باتیں کر کے ہنستے ہیں آپ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو سنو قسم ہے اوس
ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمکو معلوم ہو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا رو و
اور ایک شخص کا ذکر آپ کے سامنے ہوا لوگوں نے اوسکی خوب تعریف کی آپ نے پوچھا کہ تمہارا یار موت کی
یاد میں کیسا تھا لوگوں نے عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہم نے نہیں سنا آپ نے فرمایا تو وہ اس مرتبہ کا
نہیں جسپر تم اوسکو سمجھے ہوئے ہو۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس عشرہ کے دسویں رہ کر گیا ایک شخص نے انصار میں سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں
زیادہ دانا اور بزرگ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اوسکی تیاری سب سے زیادہ کرے
وہی لوگ دانا ہیں دنیا کا شرف اور آخرت کی بزرگی لیگئے۔ اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت حسن رح
فرماتے ہیں کہ موت نے دنیا کو رسوا کر دیا عاقل کے لیے خوشی کا نام نہ چھوڑا۔ اور ربیع بن خثیم رح فرماتے ہیں
کہ ایماندار اگر کسی غائب کا انتظار رکھے تو موت سے بہتر اوسکے لیے اور کوئی نہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ
جب میں مروں تو میری خبر کسیکو نہ کرنا آہستہ مجھکو میرے رب کیطرف کھسکا دینا۔ اور بعض حکما نے اپنے
ایک بھائی کو لکھا کہ برادر اس دار ناپایدار میں موت سے ڈر پیشتر اس سے کہ تو ایسے مقام میں جاوے کہ
موت کی تمنا کرے اور نہ پاوے اور حضرت ابن سیرین رح کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو اوسکا ہر ایک
عضو مرجاتا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح ہر شب فقیہوں کو جمع کرتے کہ وہ موت اور قیامت اور آخرت
کا چرچا کیا کرتے اور اسقدر رویا کرتے کہ گویا سامنے جنازہ دھرا ہوا ہے اور ابراہیم تیمی رح فرماتے ہیں
کہ دو چیزوں نے لذت دنیا کی مجھسے علحدہ کر دی ایک موت کے ذکر نے دوسرے خدا تعالی کے سامنے
کھڑے ہونے نے اور حضرت کعب رض فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اوسپر دنیا کی مصیبتیں
اور رنج آسان ہو جاتے ہیں۔ اور مطرف رح کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بصرہ کی مسجد میں کوئی
یوں کہہ رہا ہے کہ موت کی یاد نے خوف کرنے والوں کے دل ٹکڑے کر ڈالے اب تو وہ مدہوش ہی
نظر آتے ہیں۔ اور اشعث رح فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس جایا کرتے تھے تو صرف

ع ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲
زیادہ کرو ذکر موت کا کہ وہ گناہوں کو دور کرتی ہے ۱۲
ع ابن ابی الدنیا بسند نہایت ضعیف ۱۲
ع موت بس ہے جدا کرنے کو یا نصیحت کو ۱۲
حارث بن ابی اسامہ بروایت انس بسند ضعیف اور ابن مبارک نے زہد میں روایت کی ابو عبد الرحمن حبلی

دوزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر کرتے پاتے تھے اور حضرت صفیہ رضی فرماتی ہیں کہ ایک
عورت نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی سے شکایت اپنے دل کی سختی کی کی آپ نے اوسکو
فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جاویگا اوسنے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہوگئی پھر حضرت عائشہ رضی
کی شکر گذاری کے لیے آئی ۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپکی
جلد میں سے خون ٹپکنے لگتا اور حضرت داود علیہ السلام کے سامنے جو کوئی موت اور قیامت کا ذکر ہوتا تو اتنا
روتے کہ آپکے بند بند اوکھڑ جاتے جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی حالت اصلی پر آتی ۔ اور
حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے کسی عاقل کو نہیں دیکھا ہے جو موت سے غافل ہو اور اوس سے اندیشہ نہ کرتا ہو
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے کسی عالم سے کہا کہ مجھکو نصیحت فرمائیے اونہوں نے فرمایا کہ خلیفوں میں
تمہیں اول نہیں کہ مر گئے ہی اور عالم بھی تمسے پہلے مر گئے ہیں آپنے فرمایا کہ کچھ زیادہ فرمائیے فرمایا انھوں نے
کہا کہ تمھارے باپ دادوں میں سے حضرت آدم تک کوئی ایسا نہیں جسنے موت نہ چکھی ہو اور اب تمھاری
نوبت ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اس بات کو سنکر رو پڑے ۔ اور ربیع بن خثیم رحمہ نے اپنے گھر میں ایک
قبر کھود رکھی تھی ہر روز کئی بار اوسمیں لیٹا کرتے اسطرح ذکر موت کی مداومت کیا کرتے اور کہا کرتے کہ اگر ایک گھڑی
موت کا ذکر میرے دل سے جدا ہوگا تو دل خراب ہو جاویگا اور مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کہتے ہیں کہ
اس موت نے تو نعمت والوں کے عیش میں رخنہ کر دیا پس ایسی نعمت تلاش کرو جسکو فنا نہو اور حضرت
عمر بن عبد العزیز رحمہ نے عنبسہ سے فرمایا کہ موت کی یاد بہت کر پس اگر تجھکو عیش کی وسعت حاصل ہو تو
اوسکو تنگ کر اور اگر تنگی عیش ہو تو اوسکو وسیع کرے ۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے
ام ہارون سے پوچھا کہ تم موت کو محبوب جانتی ہو اونہوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے پوچھا کس واسطے اونہوں نے
فرمایا کہ اگر میں کسی شخص کا قصور کروں تو اوسکی ملاقات نچاہوں گی پس میں اوسکی نافرمانی کرکے اوسکی وصال کیسے اچھی جانوں
دوسرا بیان دلمیں ذکر موت کے جمانے کا طریق ۔ جاننا چاہیے کہ موت ہولناک ہے اور اوسکا اندیشہ
بہت بڑا ہے اور آدمی جو اوس سے غافل ہیں تو اسوجہ سے کہ اوسکا فکر کم کرتے ہیں اور اوسکا ذکر نہیں کرتا
اور اگر کوئی ذکر کرتا ہے تو دل فارغ سے نہیں کرتا بلکہ دل شہوات دنیا سے بھرا رہتا ہے اسلیے ذکر موت
کی تاثیر دل میں نہیں ہوتی تو اوسکا طریق یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو موت کے ذکر کے سوا جو ہر وقت سامنے
ہے اور چیزوں سے خالی کرے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل خطرناک میں جانا چاہتا ہو یا سمندر میں سوار ہوکر
سفر کرنا چاہے تو اوسکو سوا اس سفر کے اور کوئی فکر نہیں رہتا تو جب موت کی یاد دلمیں چھا جاویگی تو کیا
عجب ہے کہ اوسمیں اثر کرے اور اس صورت میں سرور و خوشی دنیا کی کم ہو جاوے اور دل میں شکستگی ہو

نہیں آ جاتے اور زیادہ تر موثر طریق اس باب میں یہ ہے کہ اپنے ہمسروں اور ہم عمروں کو جو پہلے مر چکے ہوں
یاد کرے یعنی اونکی موت اور پچھڑ جانے کو خیال کرے اور اونکی صورتیں اور عہدے اور حالات یاد کرے
اور سوچے کہ اب مٹی نے اونکی وہ خوبصورتی خاک میں ملا دی اور اونکے اعضا قبروں میں متفرق ہو گئے کس طرح
اپنی بیبیوں کو بیوہ اور لڑکوں کو یتیم چھوڑ گئے مال اونکے جاتے رہے مسجدیں اونکی ویران ہو گئیں مجلسیں اونکی
سونی پڑ گئیں کچھ نشان اونکا نہ رہا وہ کرو فر تھا اب وہ قبر کا اندھیرا اور مٹی ہے پس ایک ایک شخص کو
جدا جدا یاد کرے اور اپنے دل میں اوسکے حال و کیفیت موت کی تفصیل کرے اور اوسکی صورت کا تصور
کرے اوسکی خوشی اور تردد اور زندگی اور بقا کے لیے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب کے
موافق ہونے سے دھوکا کھانا اور اپنی قوت و جوانی پر اعتماد کرنا اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل رہنا اور اس سے
موت جلد اور ہلاک شتابی سے غافل رہنا یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ وہ کیسے چلتا پھرتا تھا اب اوسکے
دونوں پاؤں اور سب جوڑ ٹوٹ گئے اور کیسے بولا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا اب کیڑوں نے زبان
اور خاک نے دانت چاٹ لیے اپنے لیے کیسی تدبیریں نکالتا تھا کہ کئی برس تک اونکی حاجت نہ ہوتی
حالانکہ مرنے میں ایک ہی مہینا باقی تھا اور اوسکو خبر نہ تھی کہ مجھکو کیا پیش آنا ہے موت ایسے وقت میں
آ گئی کہ اوسکو گمان نہ تھا یکایک موت کا فرشتہ اوسکی نظروں میں ظاہر ہو گیا اور اوسکے کان میں آواز
بہشت خواہ دوزخ کی ڈالدی جب یہ تامل کر چکے تو پھر اپنے نفس پر غور کرے کہ میں بھی ویسا ہی ہوں
اور مجھکو غفلت بھی ویسی ہی ہے جیسے اون لوگوں کو تھی اور انجام میرا بھی وہی ہوتا ہے جو اونکا ہوا
حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ جب تو مردوں کو یاد کرے تو اپنے آپکو بھی اونہیں میں کا شمار کر لے
اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت پاوے یعنی دوسروں کے
حال سے عبرت حاصل کرے اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ تم کیا دیکھتے نہیں کہ ہر روز
ایک ایک صبح کے مسافر خواہ شام کے مسافر کو خدا تعالیٰ کے پاس جانے کے لیے سامان کرتے ہو
اور اوسکو زمین کے ایک غار میں رکھدیتے ہو کہ مٹی پر تکیہ کر لیتا ہے اسباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے
اسباب سب علیحدہ ہو جاتے ہیں تو ان فکروں یا ان جیسے اور فکروں کو ہمیشہ کرنا اور قبرستان میں جانا
اور بیماروں کا دیکھنا ایسی تدبیر ہے جس سے کہ موت کی یاد دل میں تازہ ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک
کہ ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے تو ایسی صورت میں یہ بعید نہیں کہ آدمی
موت کی تیاری کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنا فائدہ
کم دیتا ہے اس سے آگاہی اور نصیحت کچھ نہیں ہوتا۔ اور جب کبھی آدمی کا دل دنیا کی کسی چیز سے

خوش ہو تو چاہیے کہ اوس وقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضرور ہے — ابن مطیع رح نے ایک روز اپنے گھر کو دیکھا اور اوسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی پھر آپ روئے اور کہا کہ بخدا اگر موت نہوتی تو میں تجھسے خوش ہوتا اور اگر یہ مآل کار ہمارا قبروں کی تنگی نہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں پھر سخت روئے یہانتک کہ آواز بلند ہوئی

دوسری فصل فضیلت امل کی کوتاہی میں اور طول امل کے سبب اور اوسکے علاج کے بیان میں اس میں چار بیان ہیں

بیان اول فضیلت امل کے مختصر کرنے کی — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر کو فرمایا کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نکر اور اگر شام کرے تو صبح کا اور اپنی زندگی سے موت کے واسطے کچھ لے اور تندرستی سے بیماری کے لیے اسلیے کہ اے عبد اللہ تجھکو معلوم نہیں کہ کل کو کیا نام ہوگا یعنی مردہ کہلاویگا یا زندہ — اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ جسکا خوف ہے تمپر دو خصلتوں کا ہے ایک پیروی خواہش نفس کی دوسرے طول امل اسلیے کہ پیروی خواہش نفس کی حق سے پھیر دیتی ہے اور طول امل دنیا کی محبت ہے پھر فرمایا کہ آگاہ رہو اللہ تعالی دنیا اوسکو بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھتا ہو اور اوسکو بھی جس سے بغض رکھتا ہے اور جب اللہ تعالی کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اوسکو ایمان دیتا ہے سن لو کہ کچھ لوگ دین کے اہل ہیں اور کچھ دنیا کے تو تم اہل دین کے ہوجاؤ نہ اہل دنیا سے یاد رکھو کہ دنیا پیٹھ پھیر کر چلی ہے اور آخرت سامنے آتی ہے آگاہ رہو کہ تم عمل کے دن میں ہو جسمیں کچھ حساب نہیں اور عنقریب حساب کے دن میں ہوگے جسمیں عمل نہوگا انتہی

اور ام منذر فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شام کو لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم خدا تعالی سے شرم نہیں کرتے اونھوں نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں اور ایسی امید کرتے ہو جو پاتے نہیں اور مکانات ایسے بناتے ہو جنمیں بستے نہیں — اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید نے ایک لونڈی مہینہ بھر کے وعدے پر حضرت زید بن ثابت رض سے سو دینار کو خریدی پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ کیا تمکو تعجب نہیں آتا کہ اسامہ مہینہ کے وعدے پر خریدار ہوا ہے اسامہ بے شک طول امل کرتا ہے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھیں کبھی اسطرح نہیں کھولیں کہ یہ گمان کیا ہو کہ پلکیں بند کرنے سے پہلے اللہ تعالی میری روح قبض کر لیگا اور نہ کبھی میں نے آنکھ اوپر کو ایسی طرح کی کہ جان نکلنے کے پیشتر اوسکے نیچے کرنیکا گمان کیا ہو اور نہ کبھی لقمہ ایسا کھایا کہ یہ گمان کیا ہو کہ موت سے پہلے اسکو نگل جاؤنگا پھر فرمایا کہ اے آدم کی اولاد اگر تم عاقل ہو تو اپنی جانوں کو مردوں میں شمار کرو قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ میں

ابن ابی الدنیا ... طبرانی و ابو نعیم ... و بیہقی

پھری کیا جان ہے مجھے تو یہ بھی خبر نہیں کہ جو سانس لیتا ہوں وہ دوسرا بھی آوے گا یا نہیں اور لقمہ کا نگلنا کی امید نہیں اور حضرت
ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کیواسطے نکلتے اور پیشاب کر کے
مٹی سے تیمم فرما لیتے میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا کہ حضرت پانی قریب ہے قریب ہی ہے آپ
فرماتے کہ مجھے کیا معلوم شاید میں پانی تک نہ پہنچوں اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تین لکڑیاں لیں ایک کو اپنے سامنے گاڑا اور دوسری کو اوسکے پاس اور تیسری کو دور گاڑا پھر پوچھا
کہ جانتے ہو کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ خدا اور اوسکا رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ
پاس کی دونوں لکڑیاں ایک انسان ہے اور ایک اوسکی موت اور دور کی لکڑی اوسکی امل ہے کہ
آدمی اوس سے معاملہ کرتا ہے اور موت اوس تک پہونچنے نہیں دیتی بیچ ہی میں اوچک لیتی ہے اور
ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کی مثال یہ ہے کہ اوسکے گرد ننانوے موتیں ہیں اگر
اون سے بچے تو بڑھاپے میں پڑے۔ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ آدمی ہے اور یہ اوسکے
گرد اوسکی موتیں اوسکی طرف کو لپکی اوٹھائے ہوئے ہیں اور بڑھاپا اونکے پیچھے ہے اور امل بڑھاپے کے
بعد ہے کہ آدمی امید کی حرص کرتا ہے اور یہ موتیں اوسکی طرف کو لپکیں اوٹھائے ہوئے ہیں جسکو حکم
ہوتا ہے وہی اوسکو دھر دباتی ہے پھر اگر ان موتوں سے بچ گیا تو بڑھاپا اوسکا خاتمہ کر دیتا ہے اور امل کا
اوسکو انتظار ہی رہتا ہے اور عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ ہمارے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک لکیر چوکونی کھینچی اور اوسکے بیچ میں ایک لکیر کھینچی اور اوسکے گرد اور لکیریں کھینچیں اور ایک
لکیر مربع سے باہر کھینچی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ خدای تعالی اور اوسکا رسول
زیادہ جانتے ہیں آپ نے بیچ والے خط کو تو انسان فرمایا اور مربع خط کو موت فرمایا جو انسان کو گھیرے ہے اور
یہ خطوط جو ساتھ ہیں مصائب ہیں کہ اوسکو نوچتے ہیں اگر ایک نوچنا چھوڑ جاوے تو دوسری نوچ لیتی ہے
اور جو خط باہر ہے اوسکو امل فرمایا اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَبْقَى مَعَهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ وَالْأَمَلُ اور ایک روایت میں ہے وَتَشِبُّ مَعَهُ
اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمْرِ ترجمہ مرد چون پیر شود حرص جوان مے گردد
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس امت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کے باعث نجات
پا دینگے اور آخر کے لوگ بخل اور زندگی کی حرص کے باعث ہلاک ہونگے اور منقول ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام
بیٹھے ہوئے تھے اور ایک بوڑھا اپنی کدالی سے زمین کھود رہا تھا آپ نے جناب باری میں عرض کیا
کہ الٰہی اس شخص سے امل کو دور کر دے وہ بوڑھا کدالی پھینک کر لیٹ رہا اور گھنٹہ بھر پڑا رہا تب

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی اسکے امل اسکو دیدے وہ شخص اوٹھکر کام کرنے لگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اوس سے یہ ماجرا پوچھا کہ پہلے کیوں لیٹ رہا تھا اور اب کیوں کام کرنے لگا بوڑھے نے کہا کہ کام کرتے میں میرے نفس نے مجھے کہا کہ تو تو بوڑھا ہوا اب کب تک کام کریگا اسلیے میں نے کدال پھینکدی اور لیٹ رہا پھر میرے نفس نے مجھے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں بسر اوقات کی فکر ضرور ہے اسلیے اوٹھکر اپنا کام کرنے لگا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب اچھا جانتے ہو کہ جنت میں جاؤ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تو زندگی کی حرص کم کرو اور اپنی موتوں کو آنکھوں کے سامنے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے جیسے چاہیے ویسی شرم کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یوں فرمایا کرتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الدُّنْیَا تَمْنَعُ خَیْرَ الْاٰخِرَۃِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ حَیَاۃٍ تَمْنَعُ خَیْرَ الْمَمَاتِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَمَلٍ یَّمْنَعُ خَیْرَ الْعَمَلِ ۔ آثار ۔ مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اگر میں جانتا کہ میری موت کب ہوگی تو اپنی عقل کے جانے کا خوف کرتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے کہ موت سے غفلت دیدی ہے اگر غفلت نہوتی تو نہ زندگی اچھی طرح ہوتی اور نہ بازار لگتے۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ بھولنا اور امل دو بڑی نعمتیں ہیں بنی آدم پر اگر یہ دونوں نہوتیں تو مسلمان راستوں میں نہ چلتے۔ اور ثوری رح فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ انسان احمق پیدا ہوا ہے اگر یہ بات نہوتی تو زندگی کی خوبی نہوسکتی۔ اور سعید بن عبدالرحمن رح فرماتے ہیں کہ دنیا اسلیے آباد ہی کہ اوسکے لوگوں کو عقلیں کم ہیں اور حضرت سلمان فارسی رح فرماتے ہیں کہ تین چیزوں نے مجھے تعجب میں ڈالا کہ ہنسا دیا ایک تو زندگی دنیا کا حریص حالانکہ موت اوسکی طالب ہے دوم غافل کہ اوس سے غفلت نہیں کیجاویگی سوم منہ بھرکر ہنسنے والا کہ نہیں جانتا کہ پروردگار عالم اوس سے ناراض ہے یا راضی اور تین چیزیں ہیں کہ اونھوں نے مجھکو اتنا غمگین کیا کہ رولا دیا اول فراق دوستوں کا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی جماعت کا دوسرے خوف قیامت میں کھڑے ہونے کا تیسرے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا کہ معلوم نہوگا کہ جنت کو حکم کیا جاویگا یا دوزخ کو۔ اور بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں نے زرارۃ بن ابی اوفیٰ کو بعد اونکے مرنے کے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمھارے نزدیک اعمال میں سے کونسا زیادہ ہے اونھوں نے کہا کہ توکل اور امل کی کوتاہی اور حضرت ثوری رح فرماتے ہیں کہ دنیا میں زہد کرنا امل کا مختصر کرنا ہے نہ موٹا کھانا اور کمل پہننا۔ اور مفضل بن فضالہ رح نے اپنے رب سے التجا کی کہ امل دور کردے اوسنے اشتہا کھانے پینے کی جاتی رہی پھر دعا مانگی تو خدا تعالیٰ نے امل دیدیے

اور کھانے پینے لگے۔ اور حضرت حسن رحمہ سے کسی نے کہا کہ اے ابو سعید آپ اپنا کرتا نہیں دھوتے آپ نے
فرمایا کہ معاملہ اس سے جلد معلوم ہوتا ہے اور یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ موت تمھاری پیشانیون کی بالون مین
بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمھارے پیچھے کو تہ ہوتی جاتی ہے۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ایسا ہون
جیسے کوئی شخص اپنی گردن پھیلائے ہوا اور اوسکے سر پر تلوار ہو اور منتظر کرتا ہو کہ کب گردن اڑائی جاویگی
اور داؤد طائی رحمہ کہتے ہین کہ اگر مین اتنے امل کرون کہ مہینا بھر جیون تو جانون کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوا
اور یہ امل مین کیسے کر سکتا ہون حالانکہ دیکھتا ہون کہ تمام خلق پر مصیبتین رات دن کی ساعتون مین
چھائی رہتی ہین۔ اور کہتے ہین کہ شقیق بلخی رحمہ اپنے استاد ابو ہاشم رمانی رحمہ کے پاس آئے اور اونکے
گوشۂ چادر مین کچھ بندھا تھا اونکے اوستاد نے پوچھا کہ تمھارے پاس کیا ہے شقیق رحمہ نے کہا کہ کچھ
بادام ہین مجھے ایک بھائی نے دیے ہین اور کہا ہے کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم ان سے
افطار کرنا اونکے استاد نے فرمایا کہ شقیق تم اپنے جی مین یہ کہتے ہو کہ مین شام تک زندہ رہونگا مین تجھ سے
اب کبھی نہ بولونگا شقیق رحمہ فرماتے ہین کہ استاد نے یہ کہکر دروازہ بند کر لیا اور اندر چلے گئے۔ اور
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ سن لو کہ ہر سفر کے لیے توشہ ضرور ہے اپنی دنیا سے
آخرت تک کے سفر کا توشہ اپنی تقوی کو کر لو اور ایسے ہو جاؤ جیسے کسی نے خدای تعالی کے ثواب اور عذاب کو معاینہ
دیکھ لیا ہو تو ثواب کو دیکھکر رغبت کرو اور عذاب کو دیکھکر خوف کرو اور حرص زندگی کو زیادہ مت بڑھاؤ
ورنہ تمھارے دل سخت ہو جاوینگے اور تم اپنے دشمن کے تابع ہو جاؤ گے سمجھ لو کہ وہ شخص اپنے امل کو
نہین پھیلاتا جو نہین جانتا کہ شام کے بعد تمکو صبح ملیگی کہ نہین یا صبح ملی تو پھر شام ملیگی کہ نہین اور
ان دونون کے درمیان مین موتون کے پھندے اکثر ہوا کرتے ہین مین نے اور تم نے اکثر اون
لوگون کو دیکھا ہے جو دنیا پر مغرور تھے آنکھ ٹھنڈی اوسکی ہے جو عذاب الہی سے نجات پانیکا
اعتماد رکھتا ہو اور خوش وہی ہوتا ہے جو اہوال قیامت سے نڈر ہو اور جن لوگونکا یہ حال ہو کہ ایک
زخم ابھی بھرا ہی نہین اور دوسرا دوسری طرف سے اور آ لگا تو وہ کیسے خوش ہون مین خدای تعالی سے
پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ تمکو اوس بات کا حکم کرون جس سے اپنے نفس کو منع کرون پھر گھاٹا
میری تجارت مین نقصان اور میرا خسارہ اور بیچارگی اوس روز ظاہر ہو جسدن توانگری اور محتاجی
کھلیگی اور ترازو مین کھڑی ہونگی تم ایسے معاملے کی تکلیف دیے گئے ہو کہ اگر ستارے اوسکی تکلیف
دیے جاتے تو بے نور ہو جاتے اور پہاڑ گل جاتے اور زمین پھٹ جاتی تم کیا جانتے نہین کہ بہشت
اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہین اور تمکو بیشک ان دونون مین سے ایک مین جانا ہے۔ اور ایک شخص نے

اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری اور ان دونوں میں واسطہ موت ہے اور ہم پراگندہ خوابوں میں ہیں والسلام اور ایک اور شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ دنیا پر غم کرنا بہت لمبا ہے اور موت آدمی سے قریب ہے اور ہر روز کچھ کچھ گھٹتا جاتا اور بدن میں بلا آہستہ آہستہ چل رہی ہے تو پہلے اس سے کہ کوچ کا نقارہ بجایا جاوے سفر کی تیاری کرلینی چاہیے والسلام ۔ اور حضرت حسن یہ فرماتے ہیں کہ جب تک حضرت آدم علیہ السلام سے خطا نہیں کی تھی اونکا امل پیٹھ پیچھے تھے اور موت آنکھوں کے سامنے اور جب آپ نے خطا کی تو معاملہ برعکس ہو گیا کہ امل تو آنکھوں کے سامنے کر دیئے گئے اور موت پیٹھ کے پیچھے ۔ اور عبد اللہ بن سمیط یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ کہتے تھے اے وہ شخص کہ اپنی زیادہ تندرستی ہونے سے مغالطہ میں ہے کیا تو نے کسی کو بدون بیماری مرتے نہیں دیکھا اے وہ شخص کہ مہلت ہی مہلت پانے سے مغالطہ میں ہے کیا تو نے کبھی کسی گرفتار کو نہیں دیکھا کہ بدون سامان پکڑا گیا ہو اگر تو اپنی عمر کی درازی میں فکر کرے تو اپنی پہلی لذتیں سب بھول جاوے بھلا تم لوگ تندرستی سے مغالطہ میں پڑے ہوئے ہو یا بہت دنوں تک آرام سے گذرنے پر اکڑتے ہو یا موت سے نڈر ہو یا ملک الموت پر دلیر ہو ملک الموت جب آویگا تو اوس سے تمکو نہ تمھاری ثروت بچاویگی نہ کثرت جمعیت تمکو کیا معلوم نہیں کہ موت کا وقت سختیوں اور غموں اور قصوروں پر پشیمانی کی گھڑی ہے پھر یوں کہا کرتے تھے کہ خدا تعالی رحم کرے اوس بندہ پر جو موت کے بعد کے لیے عمل کرے خدا تعالی رحم کرے اوس بندہ پر کہ اپنے نفس پر موت سے پہلے ترس کی نظر کرے ۔ اور ابوبکر ہاشمی کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک پتھر جس پر کچھ کندہ تھا کوئی اونکے سامنے لایا اوسکے پڑھنے کو وہب بن منبہ بلائے گئے دیکھا تو اوس میں لکھا تھا کہ اے آدمی اگر تو اپنی موت کے وقت کی نزدیکی دیکھ پاوے تو اپنے طول امل کو چھوڑ دے اور عمل زیادہ کرنے کا حریص ہو اور طمع اور حیلے کم کر دے اور توکل کو پشیمانی اوٹھاویگا اگر تیرا قدم لغزش کریگا اور تیرے گھر والے اور نوکر چاکر تجھکو حوالہ کر دینگے اور باپ اور رشتہ دار تجھسے جدا ہونگے اور بیٹا اور داماد چھوڑ دینگے تو پھر دنیا میں پھریگا نہ اپنے عمل میں زیادتی پاویگا پس قیامت کے لیے حسرت اور ندامت سے پیشتر کچھ کر لے اسکو سنکر خلیفہ سلیمان بہت روئے اور بعضوں نے کہا ہے کہ میں نے خط محمد بن یوسف کا بنام عبد الرحمن بن یوسف کے دیکھا اوس میں لکھا تھا کہ بعد سلام کے میں شکر کرتا ہوں اوس معبود کا کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں اور تجھکو ڈراتا ہوں اوس حال سے کہ تو اپنے مہلت کے گھر سے قیام کی جگہ اور جزاء اعمال کے گھر میں جاویگا اب تو زمین کے اوپر بیٹھا ہے چند روز میں اسکے اندر ہو جاویگا پھر

تیرے پاس منکر اور نکیر آکر تجکو بٹھلاوینگے اور تجکو ڈانٹ بتاوینگے پس اگر اوسوقت اللہ تیرے ساتھ ہوگا
تو تجکو کچھ خوف اور وحشت اور حاجت نہین اور اگر معاملہ دگرگون ہوا تو خدای تعالی مجکو اور تجکو پناہ دے کہ
پھر بھی نوبت ہوگی تمام لپٹنے کا تنگ ہوجاویگا تجکو خبر نہین کہ پھر اوٹھنے کے لیے چیخ ہوگی اور صور پھونکا
جاویگا اور خدای جبار مقدمات خلق کے فیصلے کے لیے آمادہ ہوگا زمین اپنے لوگون سے اور آسمان اپنے
باشندون سے خالی ہوجاوینگے اسرار کھل جاوینگے اور جہنم بھڑکائی جاویگی میزانین کھڑی ہونگی اور انبیا
اور شہدا کو بلوا کر لوگون کے بابمین ٹھیک ٹھیک حکم دیا جاویگا اور کہا جاویگا کہ سب تعریفین اللہ کو
شایان ہین جو سب عالمون کا پروردگار ہے تو بہت سے تو رسوا ہونگے اور بہتون کی پردہ پوشی کیجاویگی
اور بہت سے تباہ ہونگے اور بہت سے نجات پاوینگے بہتون پر عذاب ہوگا اور بہتون پر رحم مجکو معلوم
نہین کہ اوس روز میرا اور تیرا کیا حال ہوتا ہے اسی سے لذتین جاتی رہین شہوات چھوٹ گئین امل
کوتاہ ہوگئے سوتے بیدار ہوے غافل چوکنے ہوے خدای تعالی اس بڑے خوف پر ہماری اور
تمھاری مدد کرے اور دنیا اور آخرت کی جگہ ہمارے اور تمھارے دل مین ایسی کرے جیسی متقیون کے دل مین
کرتا ہے اسلیے کہ ہم اوسی کے ہین اور اوسیکے باعث موجود والسلام۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے
خطبہ پڑھا اور خدای تعالی کی حمد وثنا کرکے فرمایا لوگو تم نکمے نہین پیدا ہوے نہ مہمل چھوڑے جاؤگے
تمکو ایک اوٹھنے کی جگہ مین خدای تعالی کے حکم اور فیصلے کیواسطے اکٹھا کرینگے پس ناامید اور بدبخت کل وہ
وہ بندہ ہوگا جسکو اللہ تعالی اپنی رحمت سے کہ ہر چیز پر پھیلی ہے اور اپنی جنت سے جسکا عرض آسمانون
اور زمین کے برابر ہے نکالے اور کل کو امن اوس شخص کو ہوگا جو خوف اور تقوی کرے اور تھوڑی اور
ناپایدار چیز اور بدبختی کو بہت لیکر پایدار اور سعادت کے عوض مین بدل لے دیکھو مرے ہوؤنکا سوگ تم کرتے ہو
اسیطرح تمھارے پس ماندہ تمھارا کرینگے ہر روز دیکھتے ہو کہ صبح کو اور شام کو خدای تعالی کے پاس لوگ چلے جاتے ہین
اونکا وقت پورا ہوگیا اور امل جاتے رہے تم اونکو زمین کے گڑھے کے اندر بے فرش بے تکیہ کیے دیتے ہو
کہ نہ کوئی سامان اوسکے ساتھ ہے نہ کوئی رفیق دوستو اور صرف حساب کا سامنا ہے بخدا کہ مین یہ بات تو تمسے
کہتا ہون مگر جتنے گناہ اپنے نفس مین جانتا ہون اوتنے زیادہ مین تم مین سے کسی مین نہین جانتا لیکن
اللہ تعالی کے طریق ٹھیک ٹھیک ہین اونمین اوسکی طاعت کے لیے امر کرتا ہون اور معصیت سے منع
کرتا ہون اور خدای تعالی سے مغفرت چاہتا ہون اسکے بعد اپنی آستین مونہہ پر رکھکر اتنا روے کہ آنسوؤن سے
داڑھی بھیگ گئی اور پھر اوس مقام پر آنے کی نوبت نہوئی یہانتک کہ وفات پائی۔ اور قعقاع بن حکیم
کہتے ہین کہ مین نے تیس برس سے موت کا سامان کرلیا ہے تو جب موت آویگی تو مین اتنی دیر بھی

اچھی سمجھا تو فوگا کہ ایک چیز کو دوسری سے پیچھے کر دون اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ کوفے کی
مسجد مین مین نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ کہتا تھا کہ مین تیس برس سے اس مسجد مین موت کا منتظر ہون
کہ آجے اب اگر آوے گی تو مین اوسکو نہ کسی چیز کا حکم کرون نہ کسی چیز سے منع کرون اور نہ میرے کسیکے پاس
کوئی چیز ہے نہ کسیکی میرے پاس - اور عبد اللہ بن ثعلبہ کہتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید تمھارا کفن
دھوبی کے یہان سے آچکا ہو - اور محمد بن علی زاہد کہتے ہین کہ ہم کوفہ مین ایک جنازے کے ساتھ
نکلے اور داود طائی رح بھی اوسمین شریک تھے جنازہ جب دفن ہونے لگا تو داود طائی ایک طرف کو بیٹھے
مین اونکے پاس جا بیٹھا تو مین نے سنا کہ یون کہتے تھے جو وعدہ عذاب سے ڈرتا ہے وہ دور کی چیز کو نزدیک
جانتا ہے اور جسکا امل زیادہ ہوتی ہے اوسکا عمل ضعیف ہوتا ہے اور ہر آنے والی چیز ہے وہ قریب ہے بھائی جان
یاد رکھو کہ جو شے خدای تعالی سے بچاوے اور کام مین لگاوے وہ بہتر ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ دنیا کے
باشندے جو قبرون مین ہین اونکا یہ حال ہے کہ جو چھوڑ گئے اوس سے پشیمان ہین اور جو آگے بھیجا اوس
سے شادان مگر قبر والے جس چیز پر پشیمان ہین دنیا دار اوسی پر لڑتے مرتے ہین اور اوسی پر غیبت اور
حاکمون کے سامنے خصومت کرتے ہین - اور روایت ہے کہ حضرت معروف کرخی رح نے نماز کی تکبیر کہی اور
محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھاو تو اونہون نے کہا کہ مین یہ نماز اگر پڑھا دونگا تو دوسری نماز
کوئی نہین پڑھانیکا حضرت معروف رح نے فرمایا کہ تم اپنے دل مین کہتے ہو کہ مین دوسری نماز بھی پڑھونگا
ہم اللہ تعالی سے طول امل سے پناہ مانگتے ہین کہ وہ عمل نیک کا مانع ہے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح
نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ دنیا رہنے کی جا نہین بہت سے گھر ایسے ہین کہ خدای تعالی نے
اونپر فنا لکھدی ہے اور اونکے رہنے والون پر اوسمین سے چلا جانا تو بہت سے بخوبی آباد جو روز مین اجڑ
جاتے ہین اور بہت سے رہنے والے کہ لوگ اونکے رہنے پر حرص کرین سفر کر جاتے ہین پس اے لوگو خدای تعالی
تم پر رحم کرے اوسمین سے اچھی طرح نکلو اور جو کچھ تمھارے سامنے لے چلنے کی چیزین ہون اونمین سے
عمدہ اپنے ساتھ لو اور توشہ لے لو کہ بہتر توشہ تقوی ہے دنیا کا حال ایسا ہے جیسے سایہ کہ چلا جاتا ہے
ابھی تو آدمی دنیا کا راغب اور اوس سے خنک چشم بیٹھا ہے کہ اتنے مین خدای تعالی اوسکو اپنے حکم سے
طلب فرما لیا اور اوسکے سر پر موت کا رونا لا ڈالا تو سب اوسکے نشان چھین لیے اور اوسکی عمارت اور دولت
دوسرون کے لیے کر دی دنیا جتنی تازگی دیتی ہے اوتنا خوش نہین کرتی خوش کم کرتی ہے اور رنج بہت دیتی ہے کہ

جہان مین عرصہ عشرت ہی سو اوہ چند ہی کم کا | اگر ہے عیش دو دن کا اک دن تو ہو عشرہ ...

اور حضرت ابو بکر صدیق رض اپنے خطبے مین فرمایا کرتے کہ کہان گئے وہ لوگ جنکے منہ خوبصورت چمکتے تھے

اقسم تھے اور اپنی جوانی پر شیخی کیا کرتے تھے کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے شہر بنائے اور شہر پناہ بنوائی انکو مضبوط کیا کہاں ہیں وہ بہادر کہ لڑائی میں بڑھ چڑھ کر رہا کرتے تھے زمانے نے انکو نیست کر دیا پھر انکو اندھیرے قبروں میں جا پڑے تو جلدی اور شتابی کرو اور اپنی جانوں کے لیے نجات کی صورت ڈھونڈھو

دوسرا بیان طول امل کے اسباب اور اوسکے علاج میں - جاننا چاہیے کہ طول امل کے دو سبب ہیں ایک جہالت اور دوسرے دنیا کی محبت کا یہ حال ہے کہ آدمی جب اوس سے اور اوسکی شہوات و لذات و علائق سے مانوس ہوتا ہے تو اوسکے دل پر اوسکی جدائی شاق ہوتی ہے اور موت جو سبب دنیا کی مفارقت کا ہے اوس سے اوسکا دل متنفر ہوتا ہے اور اوسمیں فکر نہیں کرتا اور جس چیز سے آدمی نفرت کیا کرتا ہے اوسکو اپنے نفس سے ٹالا کرتا ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹی آرزوؤں میں مشغول رہتا ہے اپنے نفس کے لیے ایسی ہی آرزو کرتا ہے جو اوسکی مراد کے موافق ہو اور اوسکی مرضی کے موافق دنیا میں رہنا ہو تو اوسکا خیال رکھتا ہے اور اوسکو اپنے لیے فرض کر لیتا ہے اور جو لوازم یہاں رہنے کے ہیں اور جنکی اوسکو ضرورت ہوتی ہے یعنی مال اور اولاد اور گھر اور دوست اور سواریاں وغیرہ سامان کو فرض کر لیتا تو اوسکا دل اسی فکر پر رک جاتا ہے موت کی یاد نہیں رہتی اوسکا قریب ہونا خیال میں نہیں گذرتا اور اگر کبھی کسیوجہ سے موت کا معاملہ اور اوسکی تیاری کا حال جو دل میں گذرتا ہے تو اوسکا نفس وعدہ کر لیتا ہے اور لیت و لعل میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی بہت دن باقی ہیں بڑا ہو کر توبہ کرلیجیو اور بڑا ہونے پر کہتا ہے کہ بوڑھا ہو کر توبہ کرلیجیو اور بوڑھا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مکان بنا کر اور زمین آباد کر کے اور اس سفر سے لوٹ کر اور اس لڑکے کی شادی اور دختر کے جہیز سے فارغ ہو کر اور اس دشمن کے قہر سے جو بدگوئی کرتا رہتا ہے چھٹکارا پاکر توبہ کر لینا غرض کہ ہمیشہ اسیطرح ٹالتا اور تاخیر اوسکا شیوہ رہتا ہے اور جس کام میں لگتا ہے کہ اوسکے پورا کرنے میں دس کام اور لگ جاتے ہیں اور روز کے بعد دوسرا دن ہفتہ رفتہ گذرا چلا جاتا ہے اور ایک کام دوسرا کام آتا جاتا ہے یہاں تک کہ موت ایسے وقت میں اوچک لیتی ہے کہ اوسکو گمان بھی نہیں ہوتا اوسوقت بجز حسرت و افسوس اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اکثر دوزخ والے لیت و لعل ہی سے فریاد کرینگے کہ ہائے ہمنے کیوں تاخیر کی تھی اور آدمی بیچارہ یہ نہیں جانتا کہ جس امر کے باعث آج تاخیر کرتا ہے وہ کل کو بھی تو اوسکے ساتھ ہوگا بلکہ مدت گذرنے پر تو اوسکو استحکام اور مضبوطی زیادہ ہو جاویگی اور اوسکو یہ گمان ہے کہ دنیا میں خوض کرنے والے کو اور اوسکی حفاظت کرنے والے کو کبھی فراغ ہو سکتا ہے اور یہ اوسکی خام خیالی ہے اوس سے فارغ وہی ہوتا ہے جو اوسکو مختصر کرے جیسے کسی نے کہا ہے ؎

کار دنیا کسے تمام نکرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

ودوسرا اصل ان سب آرزوؤں کی دنیا کی محبت ہے اور اس حدیث کے مضمون سے غفلت أَحْبِبْ مَنْ أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ اور جہالت کا حال یہ ہے کہ انسان کبھی اپنی جوانی پر اعتماد کرتا ہے تو جوان ہونے سے موت کا آنا بعید جانتا ہے اور بیچارہ یہ نہیں سوچتا کہ اگر اپنی بستی کے بوڑھوں کو گنے تو دس پانچ ہونگے اور اونکے کم ہونے کی یہی وجہ ہے کہ جوانی میں موت بہت ہوتی ہے جب تک ایک بوڑھا مرتا ہے ہزار جوان اور لڑکے مرجاتے ہیں - اور کبھی موت کو اپنی تندرستی کے باعث بعید جانتا ہے اور اچانک موت کے آنے کو دشوار سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اچانک مرجانا کچھ دشوار نہیں اور اگر بالفرض دشوار ہو تو یکایک بیمار ہو جانا تو دشوار نہیں اور بیماری تو اچانک ہی ہوا کرتی ہے اور جب بیمار ہوا تو موت کیا دور ہے اور اگر یہ غافل سوچے اور معلوم کرے کہ موت کے لیے کوئی وقت مخصوص جوانی اور بڑھاپے اور ادھیڑپن کا یا کوئی موسم گرمی جاڑے خزان بہار یا رات دن کا معین نہیں تب البتہ موت کا چوکنا ہو اور اوسکے سامان میں لگے مگر جہالت اور محبت دنیا کے باعث طول امل میں گرفتار ہے اور موت کے جلد آنے سے غافل وہ ہمیشہ یہی گمان کرتا ہے کہ موت میرے سامنے ہی ہوگی اپنے اوپر اوسکا آنا فرض نہیں کرتا یہی خیال کرتا ہے کہ میں جنازے کے ساتھ چلونگا یہ نہیں فرض کرتا کہ میرے جنازے کے ساتھ بھی لوگ چلینگے اسلیے کہ ہمیشہ جنازوں کے ساتھ رہتے رہتے اوسی سے مانوس ہو رہا ہے دوسروں کو مرتے دیکھا اور دیکھنے ہی مرنے کا عادی ہے اپنے مرنے سے انس نہیں اور ممکن ہی نہ کہ اپنی موت سے الفت کرے اسلیے وہ واقع نہیں ہوتی اور اگر ہوگی تو ایک ہی دفع ہوگی وہی اول ہے وہی دوم پس اگر موت سے الفت کیسے ہو تو اس صورت میں اوسکا علاج یہی ہے کہ اپنے نفس کو غیر پر قیاس کرے اور جانے کہ یقینا میرا جنازہ بھی اوٹھیگا اور قبر میں دفن کیا جاویگا اور کیا عجب ہے کہ جو اینٹ تختہ میری گور میں لگیگا وہ بن چکا ہو اور مجھکو علم نہو اس صورت میں تاخیر کرنی محض نادانی ہے اور جب یہ معلوم ہو چکا کہ سبب تاخیر کا جہل اور محبت دنیا ہے تو ظاہر ہے کہ علاج سبب کو دور کرنے سے ہوگا پس جہل کو تو اس طرح دور کرنا چاہیے کہ دل حاضر سے فکر صاف کرے اور پوری حکمت کی باتیں صاف دل والوں سے سنے اور محبت دنیا کا دل سے نکالنا البتہ سخت ہے اور یہ وہ مرض لاعلاج ہے جسکے علاج میں اگلے پچھلے سب تھک گئے ہیں اوسکا علاج یہی ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر ہو اور جو کچھ بڑا عذاب اور عمدہ ثواب اوس روز ہونا ہے اوسپر یقین کامل ہو اسلیے کہ اوس یقین سے دنیا کی محبت دلسے جاتی رہیگی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے چھوٹی چیز کی محبت کو دور کردیتی ہے تو جس صورت میں دنیا کی حقارت اور آخرت کی نفاست کو معاینہ کریگا تو برا جانیگا کہ دنیا پر نظر اٹھاوے گو سلطنت تمام

روحی زمین ہی کی کیون نہو اسلیے کہ ہر ایک بندے کو جو تھوڑی سی دنیا ملتی ہے تو وہ بھی کدورت اور تیرگی سے خالی نہین ہوتی تو ایسی چیز سے کسطرح خوش ہوگا یا اوسکی محبت دل مین کیسے جمے گی بشرطیکہ آخرت پر یقین ہو ہم خدا تعالی سے سوال کرتے ہین کہ دنیا کو ہماری نظرون مین ایسا کرے جیسا اوسنے اپنے نیک بندون کی نظرون مین کر رکھا ہے اور موت کے دل پر لگنے کا علاج اس سے اچھا کوئی نہین کہ جو لوگ اپنے ہمسر اور ساتھ والے مر گئے ہین انکے حال پر غور کرے کہ اونپر موت ایسے وقت مین آگئی کہ اونکو خیال و گمان بھی نہ تھا جو شخص اوسکے لیے تیار تھا اوسکو تو فلاح عظیم ہوئی اور جو طول امل سے مغالطے مین تھا اوسکو کھلا کھلی خسارہ ہوا پس انسان کو ہر ساعت چاہیے کہ اپنے ہاتھ پانون اور تمام اعضا کی طرف دیکھے اور تامل کرے کہ یہ کس طرح انکو کیڑے کیسے کھا جاینگے اور ہڈیان انکی کسطرح علیحدہ اور متفرق ہو جاینگی اور تامل کرے کہ کیڑے اول میری آنکھ کا ڈھیلا یا زبان کا کھانا شروع کرینگے اور جو اعضا میرے بدن پر ہین کوئی ایسا نہین جو کیڑون کی خوراک نہو اور میرے ساتھ بجز علم کے اور عمل کے جو خالص خدا ہی تعالی کے لیے ہو اور کچھ نہ ہوگا اسیطرح وہ حالات بھی سوچے جنکو ہم عنقریب بیان کرینگے یعنی عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال اور حشر و نشر اور قیامت کے احوال و بڑے دن کی پکار کا خوف وغیرہ تو یہ فکر اس قسم کی ہین کہ آدمی کے دل پر موت کو تازہ کرتی ہین اور اوسکی تیاری مین لگاتی ہین –

تیسرا بیان لوگون کے مراتب کا طول امل کے باب مین – واضح ہو کہ اس باب مین لوگ متفاوت مراتب پر ہین بعض تو ایسے ہین کہ وہ ہمیشہ جینا چاہتے ہین جیسے خدا تعالی فرماتا ہے يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ اور بعضے بوڑھا ہونے تک زندگی کے حریص ہوتے ہین یعنی عمر اور زندگی بڑی سے بڑی اونکی دیکھی اوتنی ہی کے خواہان ہوتے ایسا شخص دنیا سے بہت محبت کیا کرتا ہے حدیث شریف مین ہے کہ بوڑھا آدمی دنیا کی طلب کی نسبت جوان ہوتا ہے گو بوڑھا ہوگیا ہے اور اوسکے پاس گڑگئی ہون مگر تقوی کی اور وہ کمتر ہین افسوس – اور بعض ایک برس دن کے جینے کی توقع رکھتے ہین اور اس سے زیادہ کے سامان کی تدبیر نہین کرتے اور آئندہ سال مین اپنا وجود نہین فرض کرتے مگر گرمی مین جاڑے کے لیے اور جاڑے مین گرمی کے لیے سامان کیا کرتے ہین پس اگر سال بھر کے لیے سامان کافی ہو تو عبادت مین مشغول ہوتے ہین اور بعضے صرف ایک موسم مثلا گرمی خواہ جاڑے ہی تک کی امل کرتے ہین تو ایسی نظر سے گرمیون مین جاڑے کا سامان اور جاڑون مین گرمی کا جمع نہین کرتے – اور بعض کے امل کا مآل صرف ایک دن اور رات کا ہوتا ہے تو صرف دن بھر کی تیاری کرتا ہے کل کی فکر نہین کرتا حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ کل کی روزی کا اہتمام مت کرو اسواسطے کہ اگر کل کو تمکو مہلت ملیگی تو تمہارا رزق اور

[illegible]

اور مہلت دو دن تک پہونچیگی اور اگر کل کو تمہاری مہلت نہیں تو تمکو اہتمام بھی نچاہیے دوسرے
اپنے کام کیا یعنی ویسی ہے کہ فکر کر دے اور بعضون کی امل ایک ساعت کی ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد اللہ جب تو صبح کرے تو اپنے دل میں شام کا خیال مکر اور شام کرے تو
صبح کا دھیان نکر اور بعض ایک ساعت کا باقی رہنا بھی نہیں جانتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
استنجا کے بعد باوجود ساعت کے اندر ہی پانی پر قدرت کے تیمم کر لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ
شاید میں پانی تک نہ پہونچون اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ موت گویا اونکی آنکھون کے سامنے ہے
اور ایسا ہی ہے وہ اونکی نظر سے نہیں ہٹتی ہیں ایسا ہی شخص رخصت کرنے والے کی سی نماز پڑھا کرتا ہے
اور یہی حال معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے اونکے ایمان کی
حقیقت دریافت کیا کہا کہ میں کوئی قدم ایسا نہیں اٹھاتا کہ گمان ہو کہ اب دوسرا اسکے بعد رکھونگا اور
جیسا کہ اسود حبشی کا حال ہے کہ وہ رات کو نماز پڑھتے اور دہنے بائیں تاکتے اونسے کہا کہ یہ
کیا بات ہے اونہون نے کہا کہ میں ملک الموت کو دیکھتا ہوں کہ کونسی طرف سے میرے پاس آتا ہے
غرضیکہ لوگون کے مراتب ہیں اور ہر ایک کے لیے خدا تعالی کے پاس درجات ہیں اور جس شخص کی امل ایک [illegible]
مہینے کی ہو وہ ایسا شخص کی امل ایک مہینا اور ایک دن ہے یعنی دونون کا درجہ یکسان نہیں اسلیے کہ اللہ تعالی
ذرہ بھر کا نقصان نہیں فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ اور امل کا اثر اوسکے جلدی ہونے کا
عمل پر سبقت کرنے سے ظاہر ہوتا ہے تو جو کوئی دعوی کرے کہ میری امل تھوڑی ہے وہ جھوٹا ہے
بلکہ یہ بات اوسکے اعمال سے ظاہر ہوگی یعنی وہ ایسے اسباب کے درپے رہتا ہے کہ شاید برسون درکار ہو
اونکی ضرورت ہو تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امل بڑی رکھتا ہے اور توفیق کی پہچان یہ ہے کہ
موت آنکھون کے سامنے ہو اور سے ایک گھڑی غافل ہو اور اوسکی تیاری میں مصروف ہے کہ ابھی
آجاویگی اور اگر شام تک بچ جاوے تو خدا تعالی کا شکر کرے کہ مجھے اپنی طاعت کرائی اور اس امر سے
خوش ہو کہ دن ضائع نہوا بلکہ اوس میں جتنا اپنا بہرہ تھا لگایا اور ذخیرہ آخرت ہوا پھر صبح کو از سر نو ایسا ہی تصور
کرے اور صبح و شام یہی کام کرے اور یہ بات اوسی شخص کو میسر ہوتی ہے جسکو کل کا فکر نہو کہ کل کو کیا ہوگا
ایسا شخص اگر مریگا تو سعادت اور غنیمت پاویگا اور اگر زندہ رہیگا تو عمدہ تیاری اور لذت مناجات سے
خوش رہیگا موت سے اسکی سعادت ہے اور حیات سے زیادتی منزلت پس ای مسکین موت کو اپنے
دل پر رکھ اسلیے کہ جان تجھے اوٹھانی پڑیگی اور تو اپنے نفس سے غافل ہے عجب نہیں کہ تو منزل کے
قریب پہونچ گیا ہو اور رستہ طے کر چکا ہو اور یہ بات تجھکو جبھی حاصل ہوگی جب تو مہلت پاویگا اور عمل مبادرت کریگا

چوتھا بیان عمل پر مبادرت اور تاخیر کی آفت سے بچنے میں ۔ واضح ہو کہ جس شخص کے دو بھائی غائب ہوں
اور ایک کا انتظار ہو کہ وہ کل پرسوں میں آئیگا اور دوسرے کا سال بھر کے بعد یا کچھ مدت کے بعد تو وہ شخص اس
دوسرے کی آمد کی تیاری نہ کریگا بلکہ جو شخص دوسرے روز آویگا اوسکے آنے کا سامان کریگا اس سے یہ معلوم ہوا کہ تیاری
قرب انتظار سے ہوا کرتی ہے اسی صورت میں جو شخص موت کے آنے کا انتظار برس روز کے بعد کریگا تو اوسکا دل
اوسی مدت سے متعلق رہیگا بیچ کے دنوں پر دھیان نہ دیگا اور اونکو بھول جاویگا ہر روز صبح کو اسی بات کا
منتظر رہیگا کہ ابھی برس روز کامل پڑا ہے اور شروع اوسکا اوسی دن کو جانتا ہے جس میں موجود ہے جو دن
گذر جاتے ہیں اونکو کم نہیں کرتا اور یہ امر اوسکو ہمیشہ عمل پر مبادرت نہیں کرنے دیتا اسلیے کہ اپنے
نفس کے لیے ہمیشہ گنجایش اوسی برس میں تصور کرتا ہے اور اسی وجہ سے عمل میں تاخیر کرتا ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں انتظار کرتا تم میں سے کوئی دنیا میں سے مگر تونگری جو
مانع طاعت سے ہو یا مفلسی جو طاعت سے بھلا دے یا مرض مفسد یا بڑھاپا کہ عقل کو خبط کر دے یا موت
جلدی کی جسکے باعث کوئی کار ثواب نہ بن پڑے یا دجال پس دجال برا غائب ہے کہ انتظار کیا جاوے
یا قیامت کا انتظار کرتا ہو اور قیامت نہایت سخت و تلخ ہے انتہی اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہیں فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے
غنیمت جان جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور تندرستی کو بیماری سے اور تونگری کو مفلسی سے اور فراغ
ہونے کو شغل سے اور زندگی کو موت سے انتہی ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ
فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ یعنی آدمی ان دونوں نعمتوں کو غنیمت نہیں جانتا اور جب جاتی
رہتی ہیں تب اونکی قدر سمجھتا ہے جیسا کہ مشہور ہے ؎ قدر نعمت بعد زوال ۔ اور ایک حدیث
میں ارشاد فرمایا جو خوف کرتا ہے وہ اول شب میں چلدیتا ہے اور جو اول شب میں جاتا ہے وہ منزل
پہونچ جاتا ہے سن لو کہ خدای تعالی کی متاع بھاری مول ہے اور آگاہ ہو کہ خدای تعالی کی متاع جنت ہے
اور فرمایا جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَتِ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب
اپنے اصحاب رض سے غفلت یا مغالطہ الاخوۃ فرماتے تو اونمیں بلند آواز سے پکارتے اَتَتْكُمُ الْمَنِيَّةُ
رَاتِبَةً لَازِمَةً إِمَّا بِشَقَاوَةٍ وَإِمَّا بِسَعَادَةٍ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور موت غارت کرنے والی ہے اور قیامت وعدہ کی جگہ ہے
اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسوقت باہر نکلے کہ آفتاب درختوں کی
شہنیوں پر پہونچ گیا تھا فرمایا کہ دنیا میں سے اسقدر رہا ہے جتنا کہ اس دن کا باقی ہے بہ نسبت

اوس مقدار کے کہ گذر گیا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کپڑا کہ
شروع سے اخیر تک پھٹکر ایک دھاگے میں اخیر کو لٹکا رہگیا ہو تو بعید نہیں کہ وہ دھاگا بھی ٹوٹ جائے
اور حضرت جابر رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھنے میں قیامت کا ذکر فرماتے
تو اپنی آواز بلند کرتے اور رخسار مبارک سرخ پڑجاتے گویا کسی لشکر سے ڈراتے ہیں فرماتے کہ صبح ہوتے
آئے اور شام ہوتے آئے فرمایا میں اور قیامت ان دونوں کیطرح بھیجی گئی ہیں اور اپنی دونوں انگلیوں کو ملا لیتے
اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ
اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ پھر فرمایا کہ نور جب سینے میں داخل ہوتا ہے تو کھل جاتا ہے لوگوں نے
عرض کیا کہ حضرت اسکی کچھہ پہچان بھی ہے جس سے معلوم ہوجاتے آپ نے فرمایا کہ ہان اس دھوکے کے
گھر سے علیحدہ رہنا اور دار باقی کیطرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اوسکی تیاری کرنی۔ اور
سدی رح اس آیت کی تفسیر میں اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا فرماتے ہیں
کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کونسا موت کی یاد زیادہ کرتا ہے اور اوسکی تیاری اچھی طرح کرتا ہے اور اوس سے
خوف اور دہشت بہت رکھتا ہے۔ اور حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہیں کہ کوئی صبح اور شام ایسی نہیں
کہ ایک پکارنے والا یہ پکارتا ہو کہ لوگو کوچ کوچ اور مضمون مسطورہ بالا کی تصدیق یہ آیت ہے اِنَّہَا
لَاِحْدَی الْکُبَرِ نَذِیْرًا لِّلْبَشَرِ لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاَخَّرَ یعنی موت ہے اور حکیم مولی بنی تمیم
کہتے ہیں کہ میں عامر بن عبد اللہ کے پاس جاکر بیٹھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے اونہوں نے جلدی
سلام پھیر کر میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ اپنی حاجت کہو کہ میں ایک تاک میں ہون میں نے پوچھا کہ
کس چیز کی تاک میں ہو فرمایا کہ خدا تجھپر رحم کرے میں ملک الموت کی تاک میں ہون یہ سنکر میں کھڑا ہوگیا
اور وہ نماز میں مصروف ہوئے۔ اور حضرت داود طائی رح چلے جاتے تھے ایک شخص نے اونسے کسی
بات کا سوال کیا اونہوں نے فرمایا کہ مجھے جانے دو میں اپنی جان نکلنے تک کا موقع غنیمت جانتا ہون
اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ تاخیر ہر چیز میں بہتر ہے بجز اعمال آخرت کے۔ اور منذر رح کہتے ہیں
کہ میں نے مالک بن دینار کو سنا ہے کہ اپنے نفس سے فرماتے تھے ارے کم بخت عمل پر مبادرت کر پہلے
اس سے کہ وہ امر آجائے اور اسی جملے کو بار بار کہتے تھے یہانتک کہ میں نے ساٹھہ بار اونسے سنا
اور وہ مجکو نہیں دیکھتے تھے۔ اور حضرت حسن رح نے اپنی وعظ میں فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے جلدی
کرو کیونکہ یہ چند سانس ہیں اگر رک گئے تو تم سے وہ عمل نہ ہوسکینگے جنسے اللہ تعالی کیطرف تقرب کرو
خدا تعالی رحم کرے اوس آدمی پر جو اپنے نفس کی فکر کرے اور اپنے گناہوں پر روے پھر یہ

یہ آیت پڑھی ہے اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا مراد انفاس سے ہے آخر تک یہ ہے آدمی کی جان نکلتی ہے
پھر اوسکے بعد اپنے عمل کی جدائی پھر اوسکے بعد قبر میں داخل ہونا — اور حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اخیر
اپنی موت سے پہلے بہت ریاضت سخت شروع کی اور لوگوں نے کہا کہ آپ محنت کم کریں اپنے نفس پر
کچھ نرمی کیجیے تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ میں جب گھوڑے چھوٹتے ہیں اور حد کے قریب پہنچتے ہیں تو جتنی
دوڑ اونمیں ہوتی ہے وہ اوس وقت نکالتے ہیں اور جو مدت کہ میری موت کی باقی ہے وہ اوس سے
بھی کم ہے غرضکہ مرتے دم تک اوسیطرح عمل کیا ہے اور اپنی بی بی سے فرمایا کہ اپنی سواری کس لے
اسلیے کہ جہنم پر ٹھہرنے کی کوئی چیز نہیں یعنی اوسپر ٹھہرنے کی چیز اعمال ہی ہونگے تو انہیں کی کوشش کر
اور ایک خلیفہ نے اپنے منبر پر یہ کہا کہ اے بندگان خدا اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنا تم سے ہو سکے اور ایسے
لوگ ہو جاؤ جنکو چیخ سنائی گئی ہو اور ہوشیار ہو گئے ہوں اور جان لیا ہو کہ دنیا ہمارا گھر نہیں ہے
تو اوسکو آخرت سے بدل دیا ہو اور تیار ہو جاؤ کہ وہ سر پر آ پہنچا ہو اور کوچ کی
تیاری کر لو کہ وہی بڑا شگون ہے اور جو عرصہ ایسا ہو کہ ہر لحظہ سے کم ہوتا ہو اور ساعت میں ڈھیا ہو وہ
کم مدت ہونے کے لیے بہت ہے اور جو غائب کو رات دن لیے چلے آتے ہیں وہ جلد آنے کا
شایان ہے اور جو ایسا ہو کہ سمجھتا ہو کہ فلاح پا اوٹھا ہو گا یا بدبختی ہے وہ عمدہ سامان کرنیکا مستحق ہے
پس آدمی اپنے رب کے نزدیک پرہیزگار وہ ہے جو اپنے نفس کی خیرخواہی کرے اور پہلے توبہ کر چکے اور اپنی
شہوت پر غالب ہو اسلیے کہ اوسکی موت کا حال اوس سے پوشیدہ ہے اور زندگی کی امید اوسکو فریب
دیتی ہے اور شیطان اوسپر مقرر ہے کہ توبہ کی آرزو دلاتا ہے تاکہ ٹالتا رہے اور گناہوں کو اوسکی
نظروں میں چکنا اسلیے تاکہ اوسکو اوسپر ہو جائے کہ اوسکی موت اوسپر دوڑ آوے اور بہت زیادہ
اوس سے غافل ہو اور یاد رکھو کہ قیامت اور بہشت اور دوزخ میں صرف موت ہی کا آنا ہے تو بڑا افسوس ہے
اوس غفلت والے کے حال پر کہ اوسکی زندگی اوسپر حجت ہو اور اوسکے دن ہی اوسکو بدبختی میں لے جاویں
خدا تعالیٰ ہمکو اور تمکو ایسے لوگوں میں سے کرے جو نعمت سے نہ اتراویں اور نہ کسی گناہ کے باعث
طاعت الٰہی میں قصور کریں اور نہ مرنے کے بعد حسرت اوٹھاویں وہی دعا کا سننے والا ہے اور اوسی کے
ہاتھ میں بہتری ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر
فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ فرمایا ہے کہ فتنتم انفسکم سے
مراد شہوتوں اور لذتوں کے باعث ہے اور تربصتم سے غرض یہ ہے کہ توبہ کے لیے انتظار اور تاخیر کی
اور ارتبتم سے مقصود شک کیا اور غرکم باللہ الغرور سے موت مراد ہے — اور حضرت حسن یہ فرماتے ہیں کہ صبر کرو

ابن ابی الدنیا ... ابن حبان

اور راہ راست پر رہو کہ یہ تھوڑے سے دن زندگی کے ہین تم مسافر ٹھہرے ہوے ہو ایک کی طلبی
ہو جاتی ہے اور وہ چلا جاتا ہے اور مڑ کر نہین دیکھتا تو یہان سے جو تمھارے سامنے ہے عمدہ چیز لیکر
نقل مکان کرو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ تم سب مہمان ہو اور تمھارا مال عاریت ہے پس مہمان
جانیکو ہے اور عاریت جسکی ہے اوسکے پاس جانے والی ہے۔ اور ابو عبیدہ باجی کہتے ہین کہ ہم حضرت
حسن بصری رح کے مرض موت مین اونکے پاس گئے تو اونھون نے فرمایا کہ بہت خوب ہوا کہ آپ صاحب
تشریف لائے خدا تعالی تمکو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور ہمکو اور تمکو جنت مین داخل کرے یہ ایک
کھلی نیکی ہے اگر تم صبر کرو اور سچائی اور تقوی اختیار کرو ایسا نہو کہ اس خبر کو اس کان ڈالو اور دوسرے
سے نکالدو جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ اونکے پاس جو چیز صبح کو آئی
اور شام کو چلی گئی کبھی آپنے اینٹ پر اینٹ نہ رکھی نہ نرسل پر نرسل یعنی مکان کسی قسم کا نہین بنوایا بلکہ آپکے لیے
علم اونچا کیا گیا اوسکی طرف آپ متوجہ ہوے جلدی کرو جلدی کرو تم کس چیز پر مہل کرتے ہو سبحان اللہ
کہ تم اور موت گویا اکٹھے ہی ہو خدا تعالی رحم کرے اوس بندے پر جو عیش کو ایک ہی عیش سمجھے
آخرت کی کرے پس ایک ٹکڑا کھاے اور پھٹا پرانا پہنے اور زمین پر لیٹ رہے اور عبادت مین کوشش
کرے اور خطا پر روئے اور عذاب سے گریز کرے رحمت کا خواہان رہے یہان تک کہ اوسکی موت اسی
حال پر آوے۔ اور عاصم احول رح کہتے ہین کہ مجھے فضیل رقاشی نے میرے سوال کے جواب مین فرمایا
کہ میان صاحب لوگون کی کثرت کے باعث اپنے نفس سے غافل نہونا چاہیے اسلیے کہ معاملہ خاص تمسے
ہوگا نہ اونسے اور یہ نہ کہو کہ وہان جاؤن وہان پھر آؤن کہ اس صورت مین دن مفت جاتا رہیگا
اور موت تمھارے اوپر معین ہے وہ معلوم نہین کسوقت آوے اور جیسے نئی نیکی پرانے گناہ کو ڈھونڈھ
ڈھونڈھ کر جلد پکڑ لیتی ہے ایسی تمنے کوئی چیز کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

تیسری فصل موت کی شدت اور سختیون مین اور موت کے وقت جو احوال مستحب ہین اونکے ذکر مین

واضح ہو کہ اگر بندہ بیچارہ پر کوئی ہول اور عذاب بجز جان کندنی کی سختی کے نہوتا تب بھی سزاوار تھا
کہ اوسکا عیش تلخ اور سرور مکدر ہوتا اور سہو و غفلت سے علیحدہ رہتا اور بڑی بڑی فکر موت کے
باب مین کرتے اور اوسکی تیاریان بڑی دھوم سے کیا کرتا خصوصا ایسی صورت مین کہ وہ ہر دم اسکے در پے ہو
چنانچہ بعض حکما فرماتے ہین کہ سختیان تیرے سوا دوسرے کے ہاتھ مین ہین تجھکو معلوم نہین کہ تجھپر
کب آ پہنچیگی۔ اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا موت کا حال تجھکو معلوم نہین کہ کب آوے گی
تو پہلے اس سے کہ وہ اچانک تجھکو آ دبائے تو اوسکی تیاری کر لے۔ اور تعجب یہ ہے کہ آدمی اگر بڑی سی

لذت مین اور عمدہ مجلس تماشے مین ہو اور یہ تصور کرے کہ ابھی ایک سپاہی آکر پانچ لاٹھیان ماریگا
تو وہ لذت خاک باقی رہ جاویگی اور عیش مین کدورت آجاویگی اور یہ معلوم ہے کہ ملک الموت جانکنی
کی سختیان عین غفلت کیوقت مین لاوالیگا مگر اوس سے کچھ عیش کا رنہین ہوتا اسکا سبب بجز جہالت
اور مغالطے کے اور کیا کہنا چاہیے ۔ اور جسقدر تکلیف کہ جانکندنی مین ہوتی ہے اوسکی ماہیت
بجز اوس شخص کے کہ اوسکو پہنچے اور کسیکو معلوم نہین ہوتی اور جو شخص اوسکو نہین چکھتا وہ دو طرح پر معلوم
کرسکتا ہے یا تو اور دردون پر قیاس کرنے سے جو اوسکو پہونچے ہون اور یا لوگون کا حال نزع مین
نہایت کرب پر دیکھنے سے ۔ پس قیاس کی صورت تو یہ ہے کہ جس عضو مین جان نہین ہوتی اوسکو
درد معلوم نہین ہوتا اور جب اوسمین جان ہوتی ہے تو درد معلوم ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ درد کی
معلوم کرنے والی روح ہے جب کسی عضو مین زخم لگتا ہے یا سوزش ہوتی ہے تو اوسکا اثر روح پر
پہونچتا ہے اور جسقدر اثر روح پر پہونچتا ہے اوسیقدر اوسکو درد ہوتا ہے اور چونکہ درد گوشت اور خون وغیرہ مین بٹ جاتا ہے
تو روح کو صرف تھوڑا ہی سا صدمہ ہوتا ہے تو اگر ایسی صورت ہو کہ درد خاص روح ہی پر ہو اور دوسری
چیز پر نہو تو ظاہر ہے کہ یہ درد نہایت بڑا ہوگا اور جانکنی کے یہی معنی ہین کہ نفس روح پر صدمہ ہوتا ہے
اور اوسکے تمام اجزا مین وہ پھیل جاتا ہے یہانتک کہ اجزاء روح مین سے جو تمام بدن کے اندر پھیلی
ہوئی ہے کوئی جز باقی نہین رہتا جسمین درد نہوتا ہو مثلاً اگر آدمی کے کانٹا لگتا ہے تو درد جو اوسکو معلوم
ہوتا ہے وہ صرف روح کے اوس حصے مین ہے جو اوس جگہ پھیلی ہوئی ہے جہان کانٹا لگا ہے اور
جلنے کی تکلیف اسلیے زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ آگ کے اجزا تمام بدن مین گھس جاتے ہین کوئی عضو ظاہر
و باطن ایسا نہین رہتا جسمین آگ نہ لگی ہو تو جو روح کہ اون اجزا مین پھیلی ہوئی ہے اوسکے اجزاے
روحانی ہر ایک جگہ پر صدمہ درد کا سہتے ہین اور زخم تو فقط اوسی جگہ ہوتا ہے جہان لوہا وغیرہ لگتا ہے
اسیوجہ سے زخم کی تکلیف جلنے کی نسبت کر کم ہوتی ہے ۔ اور جانکنی نفس روح پر گرتی ہے اور اوسکے
تمام اجزا کو حاوی ہوتی ہے اسلیے کہ ہر ایک رگ و پے مین سے کچھ کھینچکر ہی نکلتی ہے کوئی جز اور جوڑ اور
بال اور کھال سر سے پانون تک باقی نہین رہتی جسمین سے نہ نکالی جاتی ہو تو اوسکی تکلیف اور سختی کو
مت پوچھو اسیلیے کہتے ہین کہ موت تلوارون کی ضرب اور آرون سے چیرنے اور مقراضون سے کترنے کی نسبت کر
بہت سخت ہے کیونکہ تلوار وغیرہ سے بدن کا کٹنا اسلیے تکلیف دیتا ہے کہ اوسمین روح ہوتی ہے تو جب خاص
روح ہی پر صدمہ ہو تو کیسے سخت تر نہوگا ۔ باقی رہا یہ کہ مار وغیرہ کی تکلیف مین آدمی چیختا ہے اور جانکنی مین
فریاد و چیخ کچھ نہین ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اول صورت مین دل مین اور زبان مین قوت رہتی ہے

اور دوسری صورت مین موت کی سختی دل و زبان اور ہر عضو پر چڑھجاتی ہے اور تمام قوت کو ضائع کردیتی ہے ہر ایک عضو سست پڑجاتا ہی قوت فریاد کی باقی نہین چھوڑتی عقل کو جدا پریشان کردیتی ہے اور زبان کو جدا گونگا بنادیتی ہے اور ہاتھ پانون کو جدا ڈھیلا کردیتی ہے آدمی اوسوقت چاہتا ہی کہ اگر بن پڑے تو آہ اور واویلا اور فریاد کرنے سے کچھ دم لون مگر نہین ہوسکتا اگر کچھ اوسمین قوت رہتی ہو تو جان نکلتے وقت اور اوسکے کھنچنے کے وقت حلق اور سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہے رنگ بدلکر مٹیالا ہوجاتا ہی گویا جس مٹی سے بنا تھا وہی اوس سے ظاہر ہوئی تمام رگین کھنچتی ہین اسلیے کہ درد اندر اور باہر پھیلا ہوا ہے یہانتک کہ آنکھ کے ڈھیلے اوپر کو چڑھجاتے ہین اور ہونٹ سکڑجاتے ہین زبان جڑ کیجانب کو کھنچ جاتی ہے خصیے اوپر کیطرف کو ہوجاتے ہین اونگلیان سبز پڑجاتی ہین تو ایسے بدن کا حال کیا پوچھتے ہو جسکی ہر ایک رگ کھنچتی ہو

کیا پوچھتے ہو ہمدم اس جسم ناتوان کی		رگ رگ مین نیش غم ہو کہیے کہان کہان کی

اگر ایک رگ کھنچتی ہوتی تو اوسکا درد بہت ہوتا جب ساری جان ہی نکلتی ہے اور وہ بھی ایک رگ سے نہین بلکہ تمام رگون سے تو اوسکی تکلیف کیونکر زیادہ ہوگی

	ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسے		کہ از دہانش برون میکشند دندانے
	قیاس کن کہ چہ حالت بود دران ساعت		کہ از وجود عزیزش بدر رود جانے

پھر ہر ایک عضو بتدریج مرنے لگتا ہے اول دونون پانون ٹھنڈے ہوتے ہین پھر پنڈلیان پھر رانین اور ہر ایک عضو مین نئی سختی اور نئی شدت ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ نوبت گلے کی پہونچتی ہے اوسوقت اوسکی نظر دنیا سے اور اوسکے باشندون سے علیحدہ ہوتی ہے اور دروازہ توبہ کا اوسپر بند ہوجاتا ہے اور حسرت وندامت اوسپر چھاجاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تقبل توبۃ العبد مالم یغرغر اور حضرت مجاہد رح اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین ولیست التوبۃ للذین یعملون السیأت حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن کہ مراد وہ وقت ہی کہ ملک الموت نظر آوے اور فرشتے سوجھائی دین غرضکہ تلخی موت کا مزہ اور اوسکی سختی شدت جان کنی کے وقت قابل بیان نہین اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللھم ھون علی محمد سکرات الموت اور آدمی جو اس مصیبت سے پناہ نہین مانگتے اور اوسکو برا نہین جانتے اوسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس تکلیف کو جانتے ہی نہین اسلیے کہ چیزون کا حال ہونے سے پہلے نور نبوت اور ولایت سے معلوم ہوا کرتا ہے اور یہین وجہ انبیا اور اولیا موت سے بہت خوف

[illegible]

سکرات کا بیان ... الٰہی ... آسان کر ... موت کی سختیان ... گزری

رکھتے تھے یہانتک کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا اے حواریو تم خدای تعالی سے دعا مانگو کہ مجھپر
موت کی سختی کو آسان فرماوے کیونکہ مین موت سے اتنا ڈرتا ہون کہ اوسکے خوف کے مارے مرا جاتا ہون
اور روایت ہے کہ چند لوگ بنی اسرائیل مین سے ایک قبرستان میں گذرے اور آپسمین کہا کہ آؤ دعا مانگین کہ
ان قبرون مین سے ایک شخص نکلے اور اوس سے کچھہ پوچھین لوگون نے دعا کی دیکھا تو ایک شخص اوٹھا
جسکی آنکھون کے درمیان مین سجدے کا نشان تھا اور ایک قبر مین سے نکلکر آیا تھا اوسنے پوچھا کہ لوگو
تمھاری کیا غرض مجھسے ہے مجھکو پچاس برس ہوئے کہ موت کو چکھا ہے ابتک اوسکی تلخی میرے منہہ سے
نہین گئی۔ اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی سختی دیکھکر کسیکی موت کی
آسانی پر مجھے غبطہ نہین ہوتا۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ الٰہی تو جان کو نکالتا
اور پٹھون اور انگلیون مین سے لیتا ہے تو میری اوپر موت کو آسان فرما۔ اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا درد اور گلا گھٹنا بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اوسکی تکلیف مین سو
چوٹ تلوار کی برابر ہے اور آپسے جو شدت موت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ آسان ہی آسان موت ایسی ہے
جیسے اون مین کو گوکھرو ہو کہ جب وہ اوسمین سے نکلتا ہے تو بدون اونکے نہین نکلتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک بیمار کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ جو اسپر گذرتا ہے مجھے معلوم ہے کوئی رگ اسکی ایسی نہین جسکو موت کی
تکلیف علیحدہ نہو۔ اور حضرت علی رض لوگون کو لڑائی پر ترغیب دیتے اور فرماتے کہ اگر تم قتل نہوگے تب بھی
مروگے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے ہزار تلوارون کی ضرب مجھپر بستر پر مرنے کی
نسبت کہ آسان ہین۔ اور اوزاعی رح فرماتے ہین کہ ہمکو تحقیق معلوم ہوا ہے کہ مردے کو مرنے کا درد قبر سے
دوبارہ اوٹھنے تک رہا کرتا ہے۔ اور شداد بن اوس رح فرماتے ہین کہ کوئی خوف ایماندار پر دنیا اور آخرت
مین موت سے بڑھکر نہین اور وہ آرون سے چیرنے اور قینچیون سے کترنے اور ہانڈیون مین ابالنے کی
نسبت کہ زیادہ ہے اور اگر بالفرض مردہ زندہ ہوکر دنیا والون کو موت کی تکلیف سناوے تو وہ اپنی زندگی
سے نفع نہ اوٹھاوین نہ خواب سے راحت پاوین۔ اور زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ جب
مومن کو کچھہ درجات باقی رہتے ہین کہ عمل کے باعث اونپر نہین پہونچ سکا تو اوسپر موت سخت کردیجاتی ہے
تاکہ اوسکی سختی سے اپنا درجہ جنت مین حاصل کرے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہے کہ جسکا بدلہ نہین
دیا جاویگا تو اوسپر موت مین آسانی کردیجاتی ہے تاکہ عوض اپنی نیکی کا پاکر پھر دوزخ مین چلاجاوے
اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ اکثر مریضون کے پاس جاکر پوچھا کرتے کہ تم موت کو کیسے پاتے ہو جب
وہ خود مرض موت مین مبتلا ہوئے تو لوگون نے اونسے پوچھا کہ تمھین موت کیسی معلوم ہوتی ہے کہا کہ

ترمذی ۱۲

ابن ابی الدنیا … ۱۲

ابن ابی الدنیا … باسناد … ۱۲

کہ یون معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین سے آملا ہے اور میری روح ایک سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَوْتُ الْفُجَاءَۃُ رَاحَۃٌ لِلْمُؤْمِنِ وَاَسَفٌ عَلَی الْفَاجِرِ اور حضرت مکحول رض
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک بال مردے کے بالون مین سے
آسمان اور زمین کے باشندون پر رکھدیا جاوے تو خدا ہی تعالی کے حکم سے سب مرجاوین اسلیے کہ
ہر بال مین موت ہے اور جس چیز پر موت آتی ہے وہ مرجاتی ہے۔ اور روایت ہے کہ اگر ایک قطرہ
موت کی تکلیفون کا تمام دنیا کے پہاڑون پر رکھدیا جاوے تو گلجاوین۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے جب وفات پائی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے خلیل تونے موت کو کیسا پایا
حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ جیسے گرم سیخ تر روئی مین رکھیجاوے اور پھر اوسکو کھینچا جاوے حکم ہوا
کہ ہمنے تیرے اوپر موت مین آسانی فرمائی ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی روح
جب اللہ تعالی کے پاس گئی تو خدا ہی تعالی نے پوچھا کہ تونے موت کو کیسا پایا عرض کیا کہ مین نے اپنے
نفس کو ایسا پایا جیسا زندہ چڑیا کو دیگچی مین چھوڑدین کہ نہ تو مرتی ہے کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہے کہ
اوڑجاوے اور ایک روایت مین یون ہے کہ اپنے نفس کو ایسا پایا جیسے زندہ بکری کی
کھال قصاب کے ہاتھ سے اوترے اور روایت صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ مین
پانی وفات شریف کیوقت رکھا ہوا تھا آپ اوسمین ہاتھ ڈالکر اپنے مونہہ پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے
اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ اور حضرت فاطمہ رض فرماتی تھین کہ بابا جان آہ کیسی کتنی سختی ہے
اور آپ جواب مین فرماتے تھے کہ آج کے بعد تیرے باپ پر سختی نہین ہے۔ اور حضرت عمر رض نے
حضرت کعب احبار سے فرمایا کہ کچھہ موت کا حال بیان کرو اونہون نے فرمایا کہ موت کا حال ایسا ہے
جیسے کانٹےدار شاخ کسی آدمی کے اندر گھسیڑ دی جاوے اور ہر ایک کانٹا اوسکی ساری رگون مین
چبھہ جاوے اور پھر اوس شاخ کو کوئی بڑا زبردست پکڑ کر کھینچے کہ جو ہاتھہ مین آیا سو آیا اور جو رہا سو رہا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ موت کی سختی کھینچتا ہے اور اوسکے جوڑ ایک دوسرے پر
سلام کرتے کہتے ہین کہ لواب ہم تم قیامت تک جدا ہوتے ہین تو یہ حال موت کی سختیون کا اللہ تعالی
کے اولیا اور دوستون پر ہے اور ہم لوگ جو گناہون مین ڈوبے ہین ہمارا کیا حال ہوناہے ہمارے اوپر
تو موت کے سکرات کے سوا اور مصیبتین بھی آوینگی اسلیے کہ موت کی مصیبتین تین ہین اول تو جانکنی کی
سختی جسکا ذکر اوپر ہوا دوم مصیبت ملک الموت کی صورت دیکھنے کی ہے اور اوس سے خوف اور
دہشت کا دل پر آنا اوسکی صورت ایسی ہے کہ اگر سب سے زیادہ توانا اور زور آور آدمی ملک الموت کی وہ

صورت دیکھے جس سے کہ وہ گناہگاروں کی جان نکالتا ہے تو اوسکو تاب دیکھنے کی نہو حضرت ابراہیم
علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ملک الموت کو ارشاد فرمایا کہ تم سے ہو سکتا ہے کہ مجھکو وہ صورت
دکھاؤ جسمیں تم بدکار کی روح قبض کرتے ہو اونھوں نے عرض کیا کہ میں دکھا سکتا ہوں مگر تمکو تاب نہوگی
آپ نے فرمایا کہ تاب کیوں نہوگی ملک الموت نے کہا کہ تو مونہہ پھیرو جب آپ نے منہ پھیرا اور پھر کر دوبارہ اونکی
طرف دیکھا تو دیکھا ایک سیاہ آدمی بال کھڑے ہوے بدبودار کالے کپڑوں والا کھڑا ہے اور اوسکے
مونہہ اور نتھنوں میں سے آگ کی لپٹیں اور دھوان نکلتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غش آگیا
پھر جب ہوش میں آئے تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر بدکار کو مرنے کے وقت
صرف تمہارے دیدار کے اور کوئی تکلیف نہو تو اوسکو یہی کافی ہے اور حضرت ابوہریرہ رض آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام مرد غیرت والے تھے جب باہر جاتے
تو دروازے بند کر جاتے ایک روز دروازہ بند کر کے باہر گئے اونکی بی بی نے جو گھر میں جھانکا تو دیکھا
کہ ایک آدمی گھر کے اندر ہے اونھوں نے کہا کہ اس آدمی کو یہاں کون لایا ہے اگر داؤد علیہ السلام
آوینگے تو اسکے سر پر بلا آویگی جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور اوس شخص کو دیکھا
تو پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ میں وہ ہوں کہ نہ بادشاہوں سے ڈرتا ہوں نہ دربانوں سے رکتا ہوں
آپ نے فرمایا کہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تم ملک الموت ہو یہ کہکر حضرت داؤد علیہ السلام کمل میں چھپ گئے
اور روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک کھوپڑی پر گذرے اور اوسمیں ٹھوکر ماری اور فرمایا
کہ خدا کے حکم سے بول اوسنے عرض کیا کہ اے روح اللہ میں فلانے وقت کا بادشاہ ہوں جس وقت کہ میں
تاج سر پر رکھے بیٹھا تھا اور میرے تخت کے گرد میرے نوکر چاکر سب موجود تھے یکایک مجھکو ملک الموت
نظر پڑا اوسکے دیکھتے ہی میرے جوڑ سب ڈھیلے ہوگئے پھر میری جان اوسکی طرف نکل پڑی پس
کیا خوب ہوتا کہ وہ جماعت منتشر ہوتی اور وہ انس والفت وحشت و نفرت سے بدل جاتی غرضکہ
یہ مصیبت گناہگاروں کو بھگتنی پڑتی ہے اور اطاعت کرنے والے اوس سے محفوظ رہتے ہیں اور
انبیاء علیہم السلام نے صرف شدت جان کنی کی بیان کی ہے وہ خوف جو ملک الموت کے دیکھنے سے
ہوتا ہے اوسکو بیان نہیں فرمایا اگر آدمی اوسکو خواب میں بھی دیکھ لے تو باقی عمر عیش تلخ ہو جاوے
تو جو اوس حال میں اوسکو دیکھتے ہونگے اونکا کیا حال ہوتا ہوگا اور مطیع آدمی اوسکو نہایت حسین اور
شکیل صورت میں دیکھتا ہے چنانچہ حضرت عکرمہ رض حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتے ہیں
کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرد غیرت والے تھے اونکا ایک حجرہ تھا جسمیں عبادت کیا کرتے جب

احمد و ابن ابی الدنیا ٥

باہر جاتے تو اوسکو بند کر جاتے ایک روز جو لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک آدمی ہے آپ نے
پوچھا کہ تجھکو میرے گھر میں کسنے داخل کیا اوسنے کہا کہ گھر کے مالک نے فرمایا کہ گھر تو میرا ہے اوسنے کہا
کہ مجھے اوسنے بھیجا ہے جو تجھسے اور مجھسے دونوں سے زیادہ مالک ہے آپ نے پوچھا کہ تو فرشتوں میں سے
کون ہے اوسنے عرض کیا کہ میں ملک الموت ہوں آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم مومن کی روح
نکالتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو اوسنے عرض کیا کہ ہان ذرا سا مونہہ پھیر لو آپنے مونہہ پھیر لیا پھر جو مڑکر
دیکھا تو ایک جوان خوبصورت کو پایا راوی نے اوسکے حسن اور لباس کی خوبی اور خوشبو بیان کی ہے
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت اگر مومن کو صرف تیرا ہی دیدار ہو جاوے اور کچھہ
ثواب وغیرہ نہ ملے تب بھی اوسکو کافی ہے اور انہی میں شامل ہے دو فرشتوں نگہبانوں کا دیکھنا حضرت
وہیب فرماتے ہیں کہ ہمکو یہ خبر پہونچی ہے کہ جو مردہ مرتا ہے تو اوسکے سامنے دو فرشتے اوسکے
عمل کے لکھنے والے ظاہر ہوتے ہیں پس اگر وہ شخص مطیع ہوتا ہے تو اوس سے کہتے ہیں کہ خدا تعالے
ہماری طرف سے تجھکو جزاے خیر دے بہت سی اچھی مجلسون میں تو نے ہمکو بٹھایا اور بہت سے نیک کامون میں
ہمکو حاضر کیا اور اگر بدکار ہوتا ہے تو یون کہتے ہیں کہ خدا تعالی تجھکو ہماری طرف سے خیر کا بدلا نہ دے
کہ بہت سی بری مجلسون میں تو نے ہمکو بٹھایا اور برے کامون میں ہمکو حاضر کیا اور بری باتین سنوائین
خدا تجھکو جزاے خیر نہ دے اور یہ ماجرا اوسوقت ہوتا ہے جب مردہ کی آنکھہ اوپر پڑتی ہے اور پھر کبھی نیچا کی طرف
نہیں پھرتا تیسری مصیبت یہہ ہے کہ گنہگارونکو اونکا ٹھکانا دوزخ سے نظر پڑتا ہے اور دیکھنے سے پہلے ہی
ڈرتے ہیں اسلیے کہ حالت جانکنی میں اونکے قوی سست ہو جاتے ہیں اور جانین نکلنے کے لیے
مستعد ہوتی ہیں مگر اونکی روحین جب تک ملک الموت کا ایک نغمہ نہیں سن لیتیں تب تک نہیں نکلتیں
اوسکے نغمے دو ہیں ایک تو یہ کہ اے دشمن خدا تو دوزخ کی خوشخبری سن اور ایک یہ کہ اے ولی اللہ تو بہشت
کی خبر خوش سن اہل عقل کا خوف اسی سے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی
دنیا میں سے ہرگز نہ نکلے گا جب تک کہ اپنا ٹھکانا نہ جان لے اور اپنی جگہہ جنت یا دوزخ میں سے
نہ دیکھ لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ
لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ لوگون نے عرض کیا کہ ہم سب موت کو برا جانتے ہیں
آپنے فرمایا کہ اوس سے یہ مراد نہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ مومن پر جو چیز آنے والی ہے اگر آسان کر دی جاتی ہے
تو اللہ تعالی کے ملنے کو محبوب جانتا ہے اور اللہ تعالی اوسکے ملنے کو محبوب جانتا ہے - اور روایت ہے
کہ حذیفہ بن الیمان آدھی شب اپنی جانکنی کی حالت میں حضرت ابن مسعود سے فرمایا کہ اوٹھکر دیکھو کیا وقت ہے

[illegible]

۱ جو شخص اللہ تعالی کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالی اوسکی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ تعالی کی ملاقات کو برا جانتا ہے اللہ تعالی اوسکی ملاقات کو برا جانتا ہے ۱۲ بخاری و مسلم نے روایت کیا عبادہ بن صامت سے

وہ اوٹھکر دیکھنے لگے اور فرمایا کہ لال تارا نکل چکا ہے حضرت حذیفہ رضہ نے فرمایا کہ مین پناہ مانگتا ہون خدای تعالی سے کہ صبح کو دوزخ مین جاؤن۔ اور مروان حضرت ابو ہریرہ رضہ کے پاس نزع کے وقت مین گیا اور کہا کہ الہی اوسپر آسانی کر آپنے فرمایا کہ الہی سختی کر پھر آپ رو دئے اور فرمایا کہ مین اسوجہ سے نہین روتا کہ دنیا کا غم ہے یا تمھاری جدائی کا رنج ہے بلکہ مین اپنے رب کے پاس جانے سے ڈرتا ہون مین ایک بڑے خطر پر ہون خواہ جنت کا ہو یا دوزخ کا اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے ملک الموت میرے فلان بندے کے پاس جا اور اوسکی روح میرے پاس لا تاکہ مین اوسکو جنت دون اوسکے عمل سے مجھے خوشی ہو گئی ہے اور اوسکا امتحان کیا تو جیسا مین چاہتا تھا اوسکو ویسا پایا پس ملک الموت مع پانسو فرشتون کے اوس بندے کے پاس آتا ہے اور فرشتون کے پاس پھولون کی چھڑیان اور زعفران کی شاخین ہوتی ہین ہر ایک اوسکو نئی بشارت سناتا ہے اور اوسکی روح کے نکالنے کیلئے فرشتے دو صفون مین کھڑے ہو جاتے ہین جب ابلیس اونکو دیکھتا ہے تو اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخین مارتا ہے اور اوسکا لشکر اوس سے پوچھتا ہے کہ تجھے کیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ تمکو کیا نہین سوجھتا جو مرتبہ اس بندے کو عنایت ہوا ہے تم کہان تھے کہ اسکی خبر نہ لی لشکری کہتے ہین کہ ہمنے تو بہت ہاتھ پاؤن مارے مگر وہ بچگیا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ایماندار کو راحت بجز دیدار الہی کے نہین اور جسکی راحت خدای تعالی کے ملنے مین ہوتی ہے تو موت کا دن اوسکے لیے سرور اور فرحت اور امن اور عزت اور شرف کا دن ہے شعر

مرگ اگر نیک بروزی بود خاصہ	عمر بی بود نوبت ماست

اور کسیلئے جابر بن زید رح سے موت کے وقت کہا کہ تم کیا چاہتے ہو اونھون نے فرمایا کہ حسن بصری کو دیکھنا چاہتا ہون جب وہ اونکے پاس تشریف لیگئے تو لوگون نے کہا کہ حضرت حسن بصری رح موجود ہین اونھون نے اپنی آنکھ اونکی طرف اوٹھائی اور کہا کہ اے بھائی اب ہم تم سے جدا ہوکر جنت یا دوزخ کیطرف جاتے ہین۔ اور محمد بن واسع رح نے موت کیوقت فرمایا کہ بھائیو السلام علیکم دوزخ کی تیاری ہے مگر اوس صورت مین کہ خدای تعالی مجھے درگذر فرماوے اور بعض کا بہ نے تمنا کی کہ ہمیشہ جانکنی مین رہین نہ ثواب کیلیے اوٹھین نہ عذاب کیلیے غرضکہ خاتمہ کے برا ہونے کے خوف نے عارفون کے دل ٹکڑے کر دیے ہین اور واقع مین موت کے وقت یہ سخت مصیبت ہے اور خاتمہ کے برا ہونے کا حال اور اوس سے عارفونکا شدت سے خائف رہنا ہم پانچوین جلد مین لکھ آئے ہین اور وہ اس جگہ کے لائق ہے مگر دوبارہ لکھنے کی ہم ضرورت نہین دیکھتے اب اون حالات کو سننا چاہیے جو موت کے وقت مرنے کے حق مین سخت ہین۔ واضح ہو کہ بہتر صورت

ابن ابی الدنیا اور ابو نعیم نے بروایت تمیم داری بسند ضعیف اور دارقطنی نے غرائب مالک مین بروایت ابی ہریرہ اور بعض نے مضمون نقل کیا ہے ۱۲

مرنے کے وقت آدمی سے ایسی ہو کہ ساکن ہو اور اوسکی زبان کلمہ شہادت سے گویا ہو اور دل خدای تعالی سے حسن ظن رکھتا ہو صورت کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میت کیواسطے تین باتوں میں توقع بہتری کی جانو ایک یہ کہ اوسکی پیشانی پر عرق ہو دوم آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوں سوم لب خشک ہوں یہ علامتیں خدای تعالی کی رحمت کی ہیں جو اوسپر اوتری ہیں اور اگر گلا گھونٹے ہوئی کیطرح خرانٹے لے اور رنگ سرخ ہوا اور لب نیلے ہوں تو یہ علامتیں خدای تعالی کی عذاب کی ہیں جو اوسپر نازل ہوا۔ اور زبان سے کلمہ شہادت کا نکلنا خیر کی علامت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور حضرت حذیفہ رضی کی روایت میں اسکے بعد یہ ہے فَإِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا اور حضرت عثمان رضی فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اور عبید اللہ کی روایت میں یعلم کی جگہ یشہد ہے اور حضرت عثمان رضی فرماتے ہیں کہ جب میت مرنے کے قریب ہو تو اوسکو کلمہ طیبہ تعلیم کرو اسلیے کہ جس بندہ کا خاتمہ اس کلمے پر ہوگا وہ اوسکا توشہ جنت کے لیے ہوگا۔ اور حضرت عمر رضی فرماتے ہیں کہ اپنے مردوں کے پاس جاؤ اور اونکو نصیحت کرو اور کلمہ طیبہ کی تعلیم کرو اسلیے کہ وہ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے اور حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ملک الموت ایک شخص کے پاس گیا اور اوسکو دلکو دیکھا تو اوسمیں کچھ نپایا پھر اوسکے جبڑے چیر کے دیکھا تو اوسکی زبان کی نوک تالو میں لگی ہوئی ہے اور وہ کلمہ طیبہ کہ رہا ہے پس اسکی بدولت اوسکی مغفرت ہوئی اور تعلیم کرنے والے کو چاہیے کہ تعلیم میں اصرار نکرے بلکہ نرمی سے کہے اسلیے کہ بعضی وقت مریض کی زبان بولنے پر یاری نہیں دیتی اوسوقت اوسپر یہ امر گران گذرتا ہے اور آخر کو تعلیم کو کراہت جاننے لگتا ہے اور کلمے کو برا سمجھتا ہے اس سے خوف ہے کہ کہیں خاتمہ برا ہو جاوے اور معنی اس کلمے کے یہ ہیں کہ آدمی مرے اور اوسکے دل میں کوئی چیز خدای تعالی کے سوا نہو پس جس صورت میں کہ اوسکا مطلوب سوای واحد برحق کے اور کچھ نرہیگا تو موت کے سبب اپنے محبوب کے پاس آنا اوسکے حق میں نہایت راحت کی بات ہوگی اور اگر دل دنیا میں مشغول اور اوسکی طرف التفات رکھنے والا اوسکی لذتوں پر متاسف ہوگا اور کلمہ اوسکی زبان ہی پر ہوگا دل میں اوسکا ثبوت نہوگا تو معاملہ خطر میں پڑ جاویگا کہ خدا چاہے تو راحت دے چاہے نہ دے اسلیے کہ صرف حرکت زبان کی کم فائدہ کرتی ہے مگر یہ کہ خدای تعالی اپنے فضل سے قبول فرماوے۔ اور حسن ظن کا حال یہ ہے کہ وہ بھی اوسوقت میں مستحب ہے اور اوسکا حال ہم باب الرجا میں لکھ آئے احادیث میں حسن کی فضیلت آئی ہے واثلہ بن الاسقع رضی ایک بیمار کے پاس گئے

اور پوچھا کہ تیرا گمان خدای تعالی سے کیا ہے اوسنے کہا کہ میرے گناہون نے مجھکو ڈبو دیا ہے
اور ہلاکی کے کنارے لگا دیا ہے مگر مین اپنے رب کی رحمت کی توقع رکھتا ہون یہ سنکر وہ اوسکے رفیق
اللہ اکبر کہا اور سب گھر والون نے اوسکے ساتھ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین اپنے بندے کے گمان کے پاس ہون تو وہ جو چاہے مجھپر
گمان کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان پر نزع کی حالت مین داخل ہوے اور فرمایا
کہ تو اپنے آپکو کیسا پاتا ہے اوسنے عرض کیا کہ مین خدای تعالی سے توقع رکھتا ہون اور اپنے گناہون سے
ڈرتا ہون آپنے فرمایا کہ یہ دونون باتین اس وقت مین جس بندے کے دل مین اکٹھی ہوتی ہین اللہ تعالی
اوسکو وہی دیتا ہے جو وہ توقع رکھتا ہے اور خوف سے اوسکو امن بخشتا ہے۔ اور ثابت بنانی رح
فرماتے ہین کہ ایک جوان تیز مزاج تھا اور اوسکی ماں اوسکو نصیحت کیا کرتی اور کہا کرتی کہ بیٹا تجھے ایک روز آنا ہے
وہ دن یاد کر جب اوسپر موت آئی تو اوسکی ماں اوسپر گر پڑی اور کہنے لگی کہ بیٹا مین تجھکو اسی سے پہلے کہا کرتی
ڈرایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ تجھپر ایسا دن آنے والا ہے اوسنے کہا کہ ای ماں میرا رب بہت احسان
کرنے والا ہے مجھے توقع ہے کہ آج بھی کسیقدر احسان سے مجھکو محروم نہ فرمایگا۔ ثابت کہتے ہین کہ خدای تعالی
نے اوس شخص پر حسن ظن کے باعث رحم فرمایا۔ اور جابر بن وداعہ کہتے ہین کہ ایک جوان کو [illegible]
جب وہ مرنے لگا تو اوسکی ماں نے کہا کہ بیٹا کچھ وصیت کرتا ہے اوسنے کہا کہ ہان میری انگوٹھی مت
نکالیو کہ اوسمین خدای تعالی کا نام ہے شاید اللہ تعالی مجھپر رحم کرے جب وہ دفن ہوا تو خواب مین کسی نے
اوسکو دیکھا اوسنے کہا کہ میری ماں سے کہدیجیو کہ مجھکو کلمہ نے فائدہ کیا اور خدای تعالی نے مغفرت فرمائی
اور ایک اعرابی بیمار ہوا لوگون نے اوس سے کہا کہ تو مر جاویگا اوسنے پوچھا کہ مرنے کے بعد مجھے کہان لیجاوینگے
لوگون نے کہا کہ اللہ تعالی کے پاس اوسنے کہا کہ اوسکے پاس جانے کو مین برا نہین جانتا وہ تو ہمیشہ میرے ساتھ
سلوک ہی کرتا رہا ہے۔ اور معتمر بن سلیمان کہتے ہین کہ میرے باپ جب مرنے لگا تو مجھسے فرمایا کہ میرے سامنے
معاملے کی آسانی کا ذکر کر تاکہ مین خدای تعالی سے حسن ظن کے ساتھ ملون۔ اور اکابر سلف مستحب جانتے تھے
کہ موت کیوقت بندے کے سامنے ذکر اوسکے عمل کی خوبیون کا کیا جاوے تاکہ وہ رب سے حسن ظن کرے
فائدہ اون حکایتون کے باب مین جو زبان حال سے وہ حسرت ظاہر کرتی ہین جو بندہ کو ملک الموت
کی ملاقات کیوقت ہوتی ہے۔ اشعث بن اسلم رح فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے
پوچھا جسکا نام عزرائیل ہے اور اوسکی دو آنکھین ہین ایک چہرے مین اور ایک گدی مین کہ ای ملک الموت
جب کوئی جان مشرق مین ہو اور کوئی مغرب مین ہو یا کسی جگہ وبا پھیلی ہو یا دو لشکر آپسمین لڑتے ہون

نقشہ اُسی صورتوں میں کیا کرتے ہو ملک الموت نے کہا کہ میں روحوں کو خداے تعالی کے حکم سے پکارتا ہوں
وہ میری ان دونوں انگلیوں میں ہوجاتی ہیں اور راوی کہتے ہیں کہ زمین ملک الموت کے سامنے
مثل طشت کے کھلی ہوئی ہے جسکو چاہتا ہے اوسمیں سے لیتا ہے اور کہتے ہیں کہ ملک الموت
حضرت ابراہیم کو بشارت دیتے تھے کہ آپ اللہ تعالی کے خلیل ہیں اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام
نے ملک الموت علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ تم لوگوں میں عدل نہیں کرتے ایک کو لیتے ہو
اور ایک کو چھوڑ دیتے ہو اوسنے عرض کیا کہ اس بات کو میں آپسے زیادہ نہیں جانتا مجکو نوشتے
دیجاتے ہیں کہ اونمیں نام مردوں کے ہوتے ہیں۔ اور وہب بن منبہ رحمہ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا
اوسنے کہیں جانے کا ارادہ کیا سواری کی تیاری کی اول کپڑے منگائے وہ اچھے نہ معلوم ہوئے دوسرا
جوڑا منگایا یہانتک کہ سب میں عمدہ جوڑا پہنا اسیطرح پھر سواریاں منگائیں اور جو سب سے عمدہ
سواری تھی اوسپر سوار ہوا پھر شیطان نے اوسکے نتھنوں میں پھونکا اور غرور سے بھر دیا پھر
وہ مع اپنے لشکر کے چلا اور غرور کے مارے لوگوں کیطرف منہ بھی نہ کرتا تھا اتنے میں اوسکے پاس ایک
آدمی بری صورت کا آیا اور اوسکو سلام کیا اوسنے سلام کا جواب نہ دیا اوس شخص نے گھوڑے کی باگ
پکڑ لی بادشاہ نے کہا کہ باگ چھوڑ دے تو نے بڑی گستاخی کی اوسنے کہا کہ مجکو تجھسے ایک کام ہے اوسنے
کہا کہ جب تک میں اتروں اسقدر ٹھہر جا اوسنے کہا کہ نہیں ابھی ضرورت ہے اور باگ کو خوب دبایا بادشاہ نے
کہا کہ اچھا کہہ کیا کہتا ہے اوسنے کہا کہ وہ راز کی بات ہے بادشاہ نے اپنا سر جھکا دیا اوسنے کان میں
آہستہ سے کہدیا کہ میں ملک الموت ہوں بادشاہ کا رنگ فق ہوگیا زبان لڑکھڑانے لگی اور کہا کہ مجھے
اتنی مہلت دے کہ میں اپنے گھر جاکر اپنی حاجت پوری کرلوں اور گھر والوں سے رخصت ہولوں اوسنے
کہا کہ اب مہلت نہیں اپنے گھر اور اسباب کو اب کبھی دیکھنا نصیب نہوگا یہ کہکر اوسکی روح قبض کرلی
بادشاہ لکڑی کے کندے کیطرح گرپڑا پھر ملک الموت آگے بڑھا اور ایک ایماندار بندے سے ملا اور
اوسکو سلام کیا اوسنے سلام کا جواب دیا ملک الموت نے کہا کہ مجکو تجھسے کچھ کان میں کہنا ہے اوسنے
کہا بہت بہتر اوسنے آہستہ سے کان میں کہدیا کہ میں ملک الموت ہوں اوسنے کہا کہ بہت خوب کیا
آپ تشریف لائے مجھے مدت سے انتظار تھا روے زمین پر کوئی چیز غائب ایسی نہیں کہ مجھے
تم سے زیادہ اوسکی ملاقات کا شوق ہو ملک الموت نے کہا کہ اپنی حاجت پوری کرلے جسکے لیے گھر سے
نکلا ہے اوسنے کہا کہ مجکو خداے تعالی کے ملنے سے زیادہ اور محبوب تر دوسرا کوئی کام نہیں ملک الموت
نے کہا کہ اپنی جان نکلنے کے لیے کوئی حالت پسند کرلے کیسے حال میں تیری جان قبض کروں

اوسنے پوچھا کہ یہ بات تم کیسے جانتے ہو کہا کہ ہان مجھکو یہی حکم ہے اوسنے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ مین
وضو کرکے نماز پڑھون جب تک سجدہ مین ہون اوسوقت میری جان نکال لینا ملک الموت نے
ایسا ہی کیا۔ اور بکر بن عبداللہ مزنی کہتے ہین کہ ایک شخص نے بنی اسرائیل مین سے بہت سامان جمع کیا
جب مرنے لگا اپنے لڑکون سے کہا کہ مجھکو میرے مال کے اقسام دکھاؤ اوسکے سامنے گھوڑے اور
اور اونٹ اور غلام اور دوسری اشیا کردی گئین جب اوسنے ان مالون کو دیکھا تو افسوس حسرت کرکے
رویا ملک الموت نے جو اوسکو روتے دیکھا تو کہا کہ روتا کیون ہے قسم ہے اوس ذات کی جسنے تجھکو یہ
سب دیا ہے مین تیرے گھر سے بدون تیرے بدن سے تیری جان کو جدا کئے نہ نکلونگا اوسنے کہا
کہ تو اتنی مہلت دے کہ مین انکو بانٹ ڈالون اوسنے کہا کہ یہ نہین ہوگا اب مہلت دور ہوگئی موت سے پہلے
کیون نہ دیدیا یہ کہکر اوسکی روح قبض کرلی۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص نے مال جمع کیا تھا اور کوئی
قسم مال کی جمع کرنے سے نہ چھوڑی تھی اور ایک مکان عمدہ بنا کر اوسمین دو دروازے مضبوط لگائے تھے
اور اوسپر اپنے غلامون کا پہرہ بٹھایا تھا پھر اوسنے اپنے کنبہ کو اکٹھا کیا اور اونکے لیے کھانا پکوایا
اور اپنے تخت پر پاؤن پر پاؤن رکھکر بیٹھ گیا اور وہ کھاتے رہے جب کھا چکے تو اپنے نفس سے کہا
کہ ای نفس اب تو کئی برسون مزے اڑا کہ مین نے تیرے لیے اتنا جمع کیا ہے کہ بس کریگا ابھی یہ کلام
ختم نہ کرچکا تھا کہ اوسکے پاس ملک الموت فقیرون کے بھیس مین پرانے کپڑے پہنے اور گلے مین جھولی
ڈالے آیا اور کواڑون کو ایسے زور سے کھٹکھٹایا کہ وہ اپنے بستر پر ڈر گیا نوکر چاکر اوس فقیر پر دوڑ پڑے کہ
کہ تجھے کیا ہوا ہے اوسنے کہا کہ اپنے آقا کو ذرا میرے پاس بلا لاؤ اونھون نے کہا کہ ہمارا آقا تجھ جیسون کی
خاطر نکلیگا اوسنے کہا کہ ہان اونھون نے جا کر یہ ماجرا آقا سے کہا اوسنے کہا کہ تمنے اوسکی خدمت کی تقصیر نے
دوبارہ دروازے کو پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ زور سے کھٹکھٹایا پہرہ دار اوسکی طرف دوڑے اوسنے کہا
کہ اپنے آقا سے کہدو کہ مین ملک الموت ہون جب یہ سنا تو نوکرون پر رعب چھا گیا اور آقا پر ذلت اور
خشوع آپڑی کہنے لگا کہ اوسسے نرمی سے بات کرو اور کہو کہ اوسکے عوض مین کسی اور کو لینا منظور ہے ملک الموت
اوسکے سامنے گھس گیا اور کہا کہ اپنے مال مین جو کرنا ہے سو کرلے کہ مین تیرے گھر سے جبھی نکلونگا جب تیری
جان نکال لونگا اوسنے اپنا مال سامنے رکھوایا اور دیکھکر کہا کہ ای مال خدا تجھکو لعنت کرے تو نے ہی مجھکو
میرے رب کی عبادت سے روکا اور اوسکے تخلیہ کرنے دیا اللہ تعالی نے مال کو گویا کردیا اوسنے جواب دیا
کہ تو مجھے کیون برا کہتا ہے تو خود مجھکو بادشاہون کے پاس لیجاتا تھا اور مفلسون کو اپنے دروازے سے
ہٹا دیا کرتا تھا۔ اور طرح طرح کے مزے مجھسے اڑاتا تھا اور بادشاہون کی مجلسون مین بیٹھتا تھا اور

اور بھی راہ مین اوٹھایا کرتا تھا تو مین تجھے نہین بچا سکتا اگر تو تجھے خیر مین خرچ کیا کرتا تو البتہ تیرے
کام آتا اے آدمی تو مٹی سے پیدا ہوا ہے چاہے نیکی کر چاہے گناہ پھر ملک الموت نے اوسکی روح قبض
کر لی وہ گر پڑا — اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ ملک الموت نے کسی بڑے بادشاہ جابر کی روح
قبض کی کہ زمین پر اوس جیسا کوئی نہ تھا جب وہ اوسکی روح کو لیکر آسمان کو گئے تو اونسے فرشتون نے
پوچھا کہ جن لوگون کی تمنے جان نکالی ہے اونمین سب سے زیادہ کس پر تمکو ترس آیا ہے ملک الموت
نے کہا کہ مجھکو حکم ایک عورت کی جان نکالنے کا ایک جنگل مین ہوا تھا مین جب اوسکے پاس آیا تو دیکھا
کہ اوسکے اوسی وقت ایک لڑکا پیدا ہوا تھا تو مجھے اوسپر ترس آیا کہ تنہا ہے اور سفر مین مرتی ہے اور اوسکے لڑکے پر
ترس آیا کہ چھوٹا بچہ جنگل مین رہ گیا اور اسکا کوئی خبرگیران نہین ہے فرشتون نے کہا کہ وہ بادشاہ جسکی روح
تم اب قبض کرلائے ہو وہی لڑکا ہے جسپر تمکو رحم آیا تھا ملک الموت نے کہا سبحان اللہ جسپر چاہے لطف
فرماوے — عطا بن یسار کہتے ہین کہ جب شعبان کی بیچ کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک نوشتہ
ملتا ہے اور کہدیا جاتا ہے کہ جو لوگ اسمین مندرج ہین انکی روح اس سال مین قبض کرو پھر آدمی درخت
لگاتا ہے اور شادی کرتا ہے اور عمارت بناتا ہے حالانکہ نام اوسکا اوس نوشتہ مین ہوتا ہے اور اوسکو
خبر نہین ہوتی — اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ملک الموت ہر روز ہر ایک گھر مین پانچ بار تجسس کرتا ہے
جس شخص کو دیکھتا ہے کہ اوسکا رزق پورا ہو چکا اور دن گذر چکے اوسکی روح قبض کر لیتا ہے جب روح قبض کرتا ہے تو اوسکے
گھر والے رونے چلانے لگتے ہین ملک الموت دروازے کے بازو پکڑ کر کہتا ہے کہ بخدا مین نے اسکی
روزی کھائی نہ اسکی عمر تباہ کی نہ کچھ دن اسکے گھٹائے اور مین تو تم مین اسیطرح آتا رہونگا یہانتک کہ تم مین
کسیکو نہ چھوڑونگا راوی فرماتے ہین کہ بخدا اگر وہ لوگ اوسکو کھڑے ہوئے دیکھین اور اوسکی گفتگو سنین
تو اپنے مردے کو بھول جاوین اور اپنے نفسون پر روین — اور یزید رقاشی رح کہتے ہین کہ ایک
بادشاہ ظالم بنی اسرائیل مین کا اپنے گھر مین بیٹھا تھا اور اپنے کسی گھر والے سے تخلیہ کر رہا تھا اتنے مین
دیکھا کہ ایک شخص دروازے مین سے چلا آتا ہے اوسکو دیکھکر غضبناک اور ہیبت زدہ ہوکر اوسکی طرف
لپکا اور کہا کہ تو کون ہے اور میرے گھر مین تجھے کسنے پہونچایا اوسنے جواب دیا کہ گھر کے مالک نے
مجھے یہان داخل کیا ہے اور میرا حال جو پوچھتے ہو تو مین وہ ہون کہ دربان مجھے نہین روک سکتے
بادشاہون سے اجازت نہین مانگتا نہ کسی دبدبے والے کی صولت سے ڈرون کوئی ظالم سرکش
مجھے نہین منع کرسکتا نہ کوئی شیطان بدذات تب تو بادشاہ کے چھکے چھوٹ گئے اور بدن مین اتنا
لرزہ پڑا کہ اوندھے منہ زمین پر گر گیا پھر اپنا سر ذلت اور شکست کی راہ سے اوسکی طرف اوٹھا کر

کہنے لگا کہ معلوم ہوا کہ تو ملک الموت ہے اوسنے کہا کہ ہان مین ہی ہون بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے اسی قدر مہلت دیگا کہ مین اپنا عہد از سر نو کر لون اور توبہ کرون اوسنے کہا کہ بس اب ہٹنے سے تیری مدت پوری ہوگئی اور سانس ختم ہو چکی گھڑیان تمام ہو چکین مہلت کی کوئی سبیل نہین بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے کہان لیجاویگا اوسنے کہا کہ تیرے عمل کیطرف جو پہلے کیا ہوگا اور گھر کی جانب جو پیشتر بنایا ہوگا بادشاہ نے کہا کہ مین نے تو کوئی عمل پیشتر کیا نہ کوئی اچھا گھر بنایا ملک الموت نے کہا کہ تو پھر آگ مین لیجاونگا جو گوشت پوست کچھ نہ چھوڑیگی پھر اوسکی جان نکال لی اور وہ مر کر گر پڑا اوسکے گھر والون مین سے کوئی رونے لگا کوئی چیخنے یزید راوی کہتے ہین کہ اگر اون لوگون کو اسکے ٹھکانے کی اطلاع ہوتی تو مرنے کی نسبت کہ اوسپر بھی زیادہ واویلا کرتے۔ اور اعمش خیثمہ سے روایت کرتے ہین کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئے اور اونکے ہم نشینون مین سے ایک کو تاکتے رہے جب چلے گئے تو اون صاحب نے حضرت سلیمان سے پوچھا کہ یہ کون تھا آپ نے فرمایا کہ ملک الموت تھا اوسنے کہا کہ یہ مجھے بہت تاکتے تھے گویا میری جان کے خواہان تھے آپ نے فرمایا کہ پھر تیری کیا مرضی ہے اوسنے عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو بچاوین اور ہوا کو حکم کر دین کہ مجھکو زمین کے سب سے اودھر پہونچا دے آپنے ہوا کو حکم دیا وہ حکم بجا لائی جب دوبارہ ملک الموت آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اونسے پوچھا کہ مین نے دیکھا تھا کہ تم میرے فلان مصاحب کو بہت تاکتے تھے اونھون نے فرمایا کہ ہان مین متعجب تھا کہ مجھکو حکم ہوا تھا کہ اوسکی روح کو فلانی گھڑی مین ہند کے اقصے حصہ مین قبض کرون اور وہ آپکے پاس بیٹھا تھا لیکن جب مین وقت مقررہ پر پہنچا تو مین نے اوسکو وہین پایا

چوتھی فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی کی وفات شریف کے ذکر مین

حال وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل اور موت اور حیات اور سب حالات مین عمدہ اقتدا ہے اسلیے کہ آپکے حالات ناظرین کے لیے عبرت ہین اور سمجھنے والون کو موجب بصیرت کیونکہ کوئی شخص اللہ تعالی کے نزدیک آپ سے بڑھکر بزرگتر نہ تھا آپ ہی اوسکے خلیل اور حبیب اور مناجات کرنیوالے اور برگزیدہ اور رسول اور پیغامبر ہین اور باوجود اسکے دیکھو کہ جب آپ کی مدت شریف پوری ہوگئی تو ایک گھڑی کی بھی مہلت نہ دی اور وفات شریف کے وقت ایک لحظے کی تاخیر نہوئی بلکہ نزع کیوقت اللہ تعالی نے آپکے پاس اپنے بزرگ فرشتون کو جو خلق کی جان نکالنے پر متعین ہین بھیجا جنھون نے نہایت جد و جہد اور سرعت کے ساتھ آپ کی روح پر فتوح کو جسم اقدس و اطہر سے منتقل کر کے خدا تعالی کی رحمت اور رضا اور عمدہ خوبصورتون بلکہ مکان خاطر خواہ مین خدا تعالی کے

ہمسایہ میں پہونچا دیا اور اسپر بھی حالت نزع میں کرب آپ کے اوپر زیادہ ہوا اور آہ نکلی اور بہت قلق ہوا
اور کلمات شوق زبان پر آگئے رنگ متغیر اور پیشانی عرق آلود ہوئی اور دونون ہاتھ اضطراب میں کبھی کے
کبھی پھیرے یہانتک کہ اس کیفیت کو دیکھکر حاضرین بیتاب اور دیکھنے والے جگر کباب تھے تو بتاؤ کہ عہدۂ
نبوت کے باعث تقدیر اوسے ٹل گئی یا حکم الٰہی نے آپکے خاندان کا کچھ لحاظ کیا یا آپ سے پوچھ پاچھ گذر گئی
کہ آپ حق کے مددگار اور خلق کے لیے بشارت اور خوف پہونچانے والے تھے یہ بات کوئی نہیں ہوئی
بلکہ جس چیز کا آپ کو حکم تھا اوسکی فرمانبرداری کی اور جو لوح محفوظ میں معاینہ فرما چکے تھے اوسکے موجب
کاربند ہوئے یہ آپ کا حال ہوا حالانکہ آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک صاحب مقام محمود اور حوض کوثر میں اور
آپ ہی قبر سے پیشتر اوٹھینگے اور آپ ہی قیامت میں سفارش مجرمون کے لیے کھڑے ہونگے شعر

فدا لوائے حمد بدست محمد ۔ شفیع اوست و جملہ جہانش ہستند

پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہمکو آپ کے حالات سے عبرت نہیں ہوتی اور جو کیفیت ہم پر گذرنے کی
اوسپر یقین نہیں کرتے بلکہ شہوتون میں گرفتار اور گناہون اور برائیون کے بارے رہتے ہین ہمین کیا ہوا
کہ ایسے سید المرسلین و امام المتقین و حبیب رب العالمین کی کیفیت سے نصیحت نہیں پاتے شاید ہم
یہ سمجھے ہوے ہین کہ ہم ہمیشہ رہینگے یا یہ وہم دامنگیر ہے کہ باوجود برے افعال کے خدا تعالیٰ کے نزدیک ہم عزیز
ہین سو یہ بات نہیں بلکہ ہم تو یقینا جانتے ہین کہ سب کے سب نار پر وارد ہونگے اور اوس سے بجز پرہیزگارون
کے اور کوئی نہ بچیگا تو ورود میں تو ہمکو کلام ہی نہیں مگر وہان سے پھر آنے کا وہم کرتے ہین اور اگر ہم
اپنے دلمین غالب کرین تو اپنی جانون کے دشمن اور ظالم ہین اسلیے کہ ہم پرہیزگار تو نہیں پھر وہان
سے چھوٹنے کا گمان غالب کیسے کرتے ہین اللہ تعالیٰ تو یون فرماتا ہے وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ
حَتْمًا مَقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا پس ہر ایک بندہ کو اپنے نفس میں
غور کرنا چاہیے کہ وہ ظالمون سے قریب تر ہے یا پرہیزگارون سے تو بعد اسکے کہ تم اکابر سلف کی
سیرت کو دیکھو اپنے نفس پر غور کرو کہ اون لوگون کا دستور تھا کہ باوجود عنایت ہونے توفیق کے خائف
رہتے تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر غور کرو کہ اپنے واقعہ شریفہ کا یقین رکھتے تھے اسلیے
کہ آپ سید المرسلین اور متقیون کے پیشوا تھے اور عبرت کرو کہ دنیا سے علیحدہ ہونے کے وقت کیسا کرب
آپکو ہوا اور جنت ماوی میں تشریف لیجانے کے وقت کیسا سخت معاملہ گذرا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی
فرماتے ہین کہ ہم اپنے سب ایمانداروں کی مان یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی کے گھر میں وفات شریف کے
وقت گئے آپ نے ہماری طرف دیکھا اور دونون آنکھین ڈبڈبا گئین پھر فرمایا کہ خوب ہوا تم آگئے

اور کوئی [illegible] ۱۲۱۲۰

خدا تمکو زندہ رکھے اور پناہ دے اور مدد فرماوے مین تمکو خدا تعالی سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہون اور تمھارے باب مین خدا تعالی سے وصیت کرتا ہون مین اوسکی طرف سے ظاہر ڈرانیوالا ہون وصیت یہ ہی کہ اللہ تعالی پر اوسکے شہرون اور بندون مین چڑھائی نہ کرو اور موت کا وقت آلگا ہے اور رجوع اللہ کیطرف اور سدرۃ المنتہی اور جنت الماوی اور بھرپور جام وصال کیطرف ہی تو تم میری طرف سے خود اپنے آپکو اور جو شخص میرے بعد تمہارے دین مین داخل ہو اوسکو سلام اور رحمت خدا کہیو - اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کا کون ہے اللہ تعالی نے حضرت جبریل کو وحی بھیجی کہ میرے حبیب کو خوشخبری سنادے کہ مین اوسکو اوسکی امت کے باب مین رسوا نکرونگا اور یہ بھی بشارت دی کہ جب لوگ زمین سے اوٹھینگے تو سب انبیاء سے اول ہوگا اور جب سب اکٹھے ہونگے تو وہی اونکا سردار ہوگا اور جنت اور امتون پر حرام ہے یہانتک کہ اوسمین اونکی امت جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری آنکھین ٹھنڈی ہوئین اور جی ٹھہرا

	جانم فدای تو کہ ترا ہست بیگمان		از عہد تا بہ لحد ہمین فکر امتان

اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ حالت مرض مین ہمکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات کنوؤن سے سات مشک مین پانی کی منگوا کر نہلا دو ہم نے ایسا ہی کیا آپکو کچھ آرام معلوم ہوا پھر لوگون کو نماز پڑھائی اور احد کی لڑائی مین جو لوگ شریک تھے اونکے لیے دعا مغفرت فرمائی اور انصار کے باب مین وصیت کی یعنی اسطرح ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو اور انصار ایسے ہوگئے ہین کہ جس ہیئت پر آج ہین اوس سے زیادہ نہونگے وہ لوگ میرے خاص ہین کہ جنمین مین نے آکر جگہ لی پس اونکے محسن کی تعظیم کیجیو اور برائی کرنے والی کی خطا سے درگذر پھر فرمایا کہ ایک بندے کو دنیا مین اور خدا تعالی کے پاس کی چیز مین اختیار دیا گیا اوسنے خدا تعالی کی چیز پسند کی یہ سنکر حضرت ابوبکر رضی رو دیے اور سمجھا کہ آپ اپنا ہی حال ارشاد فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر استقلال کرو گھبراؤ نہین یہ دروازے جو مسجد مین کھلے ہین بند کردو مگر ابوبکر کا دروازہ مت بند کرنا اسلیے کہ اپنے نزدیک مین کسی شخص کو یاری مین ابوبکر سے بڑھکر نہین جانتا ہون حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح نے میرے ہی گھر مین اور میری ہی باری کے دن مین اور میری ہی گود مین اعلی علیین کو پرواز فرمایا اور مرنے کیوقت اللہ تعالی نے آپکا لعاب اور میرا جمع کردیا اسطرح کہ اوسوقت میرے پاس میرا بھائی

عبدالرحمن ایک مسواک ہاتھ میں لیے آگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوس مسواک کیطرف دیکھنے لگے میں نے سمجھا کہ یہ آپکو اچھی معلوم ہوتی ہے اور آپ سے پوچھا کہ اسے آپکے لیے لے لوں آپنے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں میں نے مسواک لیکر آپکو دیدی آپنے اوسکو منہ میں ڈالا تو کڑی معلوم ہوئی میں نے پوچھا کہ میں نرم کردوں آپنے سر سے اشارہ فرمایا کہ اچھا میں نے دانتوں سے ملائم کردی اور آپکے سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا تھا اپنا ہاتھ اوسمیں ڈالتے اور فرماتے تھے لا الٰہ الا اللہ موت کی بڑی سختیاں ہیں پھر آپنے اپنا دست مبارک اوپر کو اوٹھا کر فرمایا رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ میں نے تب اپنے دل میں کہا کہ خدا اب ہمکو آپ پسند نکرینگے - اور سعید بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب انصار رض نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ بیماری ہوتی جاتی ہے تو مسجد شریف کا گرد ہوا پس حضرت عباس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لیگئے اور آپ سے جاکر عرض کیا کہ لوگ جمع ہیں اور ڈرتے ہیں پھر آپکے پاس حضرت فضل رض گئے اور یہی کہا پھر حضرت علی رض گئے اور ایسا ہی کچھ عرض کیا آپنے اپنا ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ لیکو اوٹھاؤ اونہوں نے ہاتھ تھام لیا آپنے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اونہوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمکو خوف آپکے مرنے کا ہے اور آپکے پاس مردوں کے اکٹھا ہونے سے اونکی عورتیں چیخنے لگیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھے اور حضرت علی اور فضل رض پر سہارا دیے باہر نکلے اور حضرت عباس رض آگے آگے تھے اور آپکا سر مبارک پٹی سے بندھا تھا اور قدم شریف گھسیٹکر رکھتے تھے یہانتک کہ منبر کے سب نیچے کے تختے پر بیٹھ گئے اور لوگ آپکی طرف متوجہ ہوئے آپنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو میں نے سنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو گویا موت سے نفرت کرتے ہو اور تم میری موت کا انکار جو کرتے ہو تو کیا میں نے تمکو اپنی موت کی خبر نہیں دی یا تمہاری عزیزی کی خبر مرگ نہیں پہونچی جو انبیا کہ مجھسے پہلے تم میں بھیجے گئے اون میں سے کوئی سچا اور تم میں ہمیشہ کو رہا سن لو کہ میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور تم بھی اوس سے ملوگے اور میں تمکو یہ وصیت کرتا ہوں کہ جو لوگ پہلے ہجرت کرکے آئے اونکے ساتھ بہتری کیجیو اور ہجرت کرنے والوں کو انہیں لوگوں کے ساتھ نیکی کی وصیت کرتا ہوں اسلیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور سب معاملات خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوا کرتے ہیں تو ایسا نہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اوسمیں جلدی ہونے کی درخواست کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسیکی جلدی کے باعث جلدی نہیں کیا کرتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر غالب ہونا چاہیگا اللہ تعالیٰ اوسکو مغلوب کریگا اور جو خدا تعالیٰ سے دغا کریگا اللہ تعالیٰ اوسکو دھوکا دیگا وہ خود

فرماتا ہے فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ اور میں تمکو انصار کے باب میں خیر کی وصیت کرتا ہوں اسلیے کہ انھوں نے تم سے پہلے مدینہ میں اقامت اور ایمان کا خانہ حاصل کیا تم اونکے ساتھ احسان کرنا دیکھو انھوں نے اپنے پھل آدھے تمکو دیے تمکو گھروں میں وسعت کر دی باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانوں پر تمکو ترجیح دی یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کوئی دو آدمیوں پر بھی حکومت پاوے تو چاہیے کہ اونکے محسن کیطرف سے جو کچھ وہ دیں قبول کرے اور اگر کوئی اونمیں سے کچھ برائی کرے تو اوس سے درگذر کرے اور آگاہ رہو کہ اونپر اپنے آپ کو ترجیح دینا اور معلوم کرلو کہ میں تمہارا آگے جانے والا ہوں اور تم مجھسے ملنے والے ہو اور خبردار رہو کہ تمھارے وعدہ کی جگہ حوض ہے میرا حوض اوس فاصلے سے بھی زیادہ چوڑا ہے جو درمیان شام کے بصرہ اور یمن کے صنعا میں ہے اوسمیں ایک پرنالہ کوثر کا گرتا ہے جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو کوئی اوسمیں سے پانی پیئیگا کبھی پیاسا نہوگا اوسکی کنکریں موتی ہیں اور خاک مشک اگر تم میں سے کوئی اوس سے محروم رہا تو تمام خیر سے محروم رہا سن لو جسکو یہ بات پسند ہو کہ کل کو میرے پاس اوس حوض پر آوے تو چاہیے کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے مگر اونسے وہی کام لے جسکے جو لائق ہوں پھر حضرت عباس رض نے عرض کیا کہ اے رسول خدا کچھ قریش کے باب میں بھی لوگوں سے فرما دیجیے آپ نے فرمایا کہ اس امر یعنی خلافت کی وصیت میں قریش کو کرتا ہوں اور لوگ قریش کے تابع ہیں نیک اونکے نیک کا تابع ہے اور بد بد کا پس اے قریش والو لوگوں کو خیر کی وصیت کرتے رہنا اے لوگو گناہ نعمتوں کو بدل ڈالتے ہیں اور اخلاق کو متغیر کرتے ہیں پس جب لوگ نیکی کرینگے تو اونکے امام بھی اونکے ساتھ نیکی کرینگے اور جب بدکار ہونگے تو حاکم بھی اونپر رحم نکرینگے اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ اور حضرت ابن مسعود رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض سے فرمایا کہ اے ابوبکر کچھ پوچھ لے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا موت قریب آ گئی آپ نے فرمایا کہ نزدیک ہوئی اور لٹک آئی انھوں نے کہا کہ اے نبی اللہ خدا تعالی کے پاس کی چیزیں آپکو مبارک ہوں کاش ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کہاں تشریف لیجاوینگے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی کیطرف اور سدرۃ المنتہی کیطرف پھر جنۃ الماوی اور فردوس اعلی اور جام اوفی اور رفیق اعلی اور بہرہ پائدار اور عیش خوشگوار کیطرف حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا کہ آپکو غسل کون دیگا آپ نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کے مرد جو سب سے قریب تر ہوں پھر وہ جو اونسے نزدیک ہوں انھوں نے عرض کیا کہ آپکو کفن کیا دیویں آپ نے فرمایا کہ میرے یہی کپڑے اور حلہ یمانی اور مصر کا سفید انھوں نے عرض کیا کہ آپ پر ہم نماز

[illegible]

[illegible]

ابن سعد و دیلمی بروایت محمد بن عمر واقدی بسند ضعیف مرسلا

کہتے ہیں یہ کہکر حضرت ابوبکر رضہ اور ہم سب روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے ۔ ع

زدرد ہجر تو زہرہ شدہ ہست آب مگر	کہ سیل اشک ز دیدہ ہمی شود موقوف

پھر آپ نے فرمایا کہ بس کرو خدا تعالی تمکو مغفرت کرے اور تمہارے نبی کی عوض میں تمکو جزاء خیر دے جب تم مجکو نہلا کر کفنا دو تو چارپائی پر میرے اسی حجرے میں قبر کے کنارے پر رکھکر ذرا ایک ساعت کو باہر چلے جانا کہ اول جو مجپر نماز پڑھیگا وہ میرا پروردگار جل شانہ ہے کہ تمپر وہ اور اوسکے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں پھر خدا ہی تعالی فرشتوں کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی اجازت دیگا تو مخلوق خدا میں اول جو آیگا جبریل علم آکر میری نماز پڑھینگے پھر میکائیل علم پھر اسرافیل علم پھر ملک الموت بہت سے لشکروں سے پھر تمام باقی فرشتے علیہم السلام میری نماز پڑھینگے پھر تم میرے پاس آکر نماز پڑھیو اور ایک ایک جتھا جدا جدا صلوۃ وسلام کہتے جائیو اور میری تعریف کرکے مجکو ایذا مت دیجیو چیخ چار یو نہ پکار کریو اور مناسب ہے کہ اول امام نماز شروع کرے اور میرے اہلبیت جو قریب تر ہوں اونکے بعد وہ جو اونسے دور ہوں پھر اسیطرح پھر عورتوں کی جماعتیں پھر لڑکوں کے گروہ حضرت ابوبکر رضہ نے پوچھا کہ قبر کے اندر کون اوترے آپنے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے کچھ لوگ جو قریب تر ہوں بہت سے فرشتوں کے ساتھ کہ تم اونکو نہ دیکھو گے اور وہ تمہیں دیکھینگے۔ اب میرے پاس سے اوٹھ جاؤ اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگوں کو دین کا حال بتاؤ

اور عبداللہ بن ربیعہ رضہ فرماتے ہیں کہ شروع ربیع الاول میں حضرت بلال نے نماز کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپنے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائے میں باہر نکلا اور دروازے کے سامنے صرف حضرت عمر رضہ کو مع چند لوگوں کے جنمیں حضرت ابوبکر رضہ نہ تھے دیکھا میں نے حضرت عمر رضہ سے کہا کہ آپ کھڑے ہو کر نماز کو پڑھا دیں حضرت عمر رضہ نے اوٹھکر نماز کے لیے اللہ اکبر کہا چونکہ آپکی آواز بلند تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنی اور فرمایا کہ ابوبکر کہاں ہیں عمر کے آگے ہونے کو نہ خدا مانیگا نہ مسلمان اس جملے کو تین بار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے حضرت عائشہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوبکر ایک نرم دل آدمی ہیں جب آپکی جگہ کھڑے ہونگے تو گریہ اونپر غالب ہوگا آپنے فرمایا کہ تم حضرت یوسف کے ساتھ والی ہو ابوبکر ہی سے کہو کہ نماز پڑھائے عبداللہ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے پڑھانے کے بعد پھر حضرت ابوبکر رضہ نے نماز پڑھائی پس حضرت عمر رضہ مجھسے کہا کرتے تھے کہ اے زمعہ کے بیٹے تو نے یہ کیا کیا اگر مجھکو یہ گمان نہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو ارشاد فرمایا ہوگا تو میں ہرگز تیرے کہنے سے کبھی نماز نہ پڑھاتا میں کہا کرتا کہ مجھے اوسوقت تمسے بہتر اور کوئی امامت کے لیے نظر نہ آیا حضرت عائشہ رضہ

ربیع الاول کی قید میں اور حضرت عائشہ کا یہ قول اور حدیث صحیح میں بروایت عائشہ رضہ وارد ہے ۱۲

فرماتی ہیں کہ میں نے جو حضرت ابوبکرؓ پر خلافت سے عذر کیا تھا تو اوسکی یہ وجہ تھی کہ وہ دنیا کے رخ سے
علاوہ اسکے خلافت میں اندیشہ اور خطرہ بہت ہے مگر جسکو خدا بچا وے اور یہ بھی خوف تھا کہ لوگ ہرگز
کبھی نہ پسند کرینگے کہ حضرت کی زندگی ہی میں کوئی آپ کی جگہ نماز پڑھا دے مگر یہ کہ خدا ہی تعالی چاہے
اور حضرت ابوبکرؓ کے نماز پڑھانے سے لوگ اونپر حسد کرینگے اور اونسے سرکش ہو جاوینگے اور فال
لینگے مگر چونکہ ہونا وہی ہے جو خدا چاہے تو اللہ تعالی نے اونکو ہر ایک خوف دنیا اور دین سے
محفوظ کیا اور جس چیز سے میں ڈرا کرتی تھی اوس سے معاف بچایا۔ اور فرماتی ہیں کہ جس دن ہوا
جسمیں آپکی وفات ہوئی ہے تو لوگوں نے کچھ مزاج مبارک میں صبح کیوقت افاقہ پایا اور مرض میں تخفیف
پائی اسلیے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو گئے اور خوشی خوشی کاموں میں مصروف ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس صرف عورتیں تہیں ہمارا حال اوس وقت ایسا تھا کہ توقع اور خوشی جیسی کہ اوس وقت تھی ایسی کبھی پہلے
نہ ہوئی تھی اسی اثنا میں آپنے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر جاؤ یہ فرشتہ میرے پاس آنے کی اجازت
چاہتا ہے اور عورتیں تو باہر چلی گئیں میں آپکا سر مبارک گود میں لیے تھی جب آپ بیٹھ گئے تو میں بھی
حجرے کے گوشے میں ہو گئی اور آپ نے فرشتے سے بڑی دیر تک سرگوشی کی پھر مجھکو بلاکر سر مبارک
میری گود میں رکھ لیا اور عورتوں سے بھی ارشاد فرمایا کہ اندر چلی آؤ میں نے عرض کیا کہ یہ آہٹ تو
جبریل علیہ السلام کی نہ تھی آپنے فرمایا کہ درست ہے اے عائشہ یہ ملک الموت ہے کہ میرے پاس آکر یہ کہا کہ
اللہ تعالی نے مجھکو بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ بدوں اذن آپکے پاس نہ آؤں تو اگر آپ اجازت نہ دینگے تو
میں چلا جاؤنگا اور اگر اجازت دینگے تو اندر آؤنگا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آپکی روح بدوں آپکے ارشاد کے
نہ قبض کروں اب آپکا کیا ارشاد ہے میں نے اوس سے کہدیا ہے کہ جبتک جبریل علیہ السلام آویں
جبتک مجھے علیحدہ رہو اب جبریل کے آنیکی ساعت ہے حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ یہ آپنے
ایسی صورت پیش کی کہ جسکا ہمارے پاس کوئی جواب یا تدبیر نہ تھی تو ہم نے سکوت کیا اور یہ معلوم ہوا گویا
ہمپر صاعقہ وارد ہوئی کہ مارے دہشت کے دنگ رہ گئے نہیں کہ کچھ آپسے کہیں اور اس امر کی بڑائی اور ہیبت کے سبب سے کسیکو
تاب گویائی کی نہ تھی اور دل سہمے جاتے تھے پھر حضرت جبریل علیہ السلام ایک ساعت میں تشریف لائے
اور سلام کیا میں نے انکی آہٹ پہچانی اور گھر والے نکل گئے اور وہ اندر آئے اور آپکی خدمت میں عرض کیا
کہ خدا ہی تعالی آپکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم اپنے آپکو کیسے پاتے ہو اور وہ آپکا حال آپسے
زیادہ جانتا ہے مگر چاہتا ہے کہ آپکی کرامت اور شرف بڑھا کر مخلوق پر آپکی بزرگی اور شرافت کامل کر دے
اور یہ امر آپکی امت میں سنت ہوجاے آپنے فرمایا کہ میں اپنے آپکو دردمند پاتا ہوں حضرت جبریل نے کہا کہ

کہ آپکو مژدہ ہو کہ خداے تعالی چاہتا ہے کہ جو مرتبے آپکے لیے تیار کیے ہین اونپر آپ کو پہونچا دے
آپنے فرمایا کہ اے جبرئیل ملک الموت نے مجھسے اجازت چاہی وہ یہ حال کہا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ
اے محمد آپ کا رب آپکا مشتاق ہے اور جو کچھ آپ سے کیا چاہتا ہے وہ مین بتا ہی چکا ہون بخدا کہ
ملک الموت نے آج تک کسی سے اجازت مانگی نہ آیندہ کو کبھی کسی سے مانگیگا مگر خداے تعالی کو آپکا شرف
پورا کرنا منظور ہے اور وہ آپکا مشتاق ہے آپنے فرمایا کہ تو اب تم اوسکے آنے تک یہان سے مت جاؤ
پہر فرمایا کہ عورتون کو اندر بلالیا اور حضرت فاطمہ رضہ سے فرمایا کہ میرے پاس آؤ وہ آپکے اوپر جہک گئین
آپنے کچھ اونکے کان مین کہا اونہون نے جو سر اوٹہایا تو آنکھون مین آنکھ آنکھ آنسو نکلتے تھے اور تاب گفتگو
نتھی پہر فرمایا کہ اپنا سر میرے پاس کو کرو اونہون نے منہ سے کان ملا دیا پہر کچھ کان مین ارشاد فرمایا پہر
جو اونہون نے سر اوٹہایا تو ہنستی تہین اور بول نہ سکتی تھین ہمکو اس حال سے تعجب ہوا بعد کو ہم نے اونسے ماجرا
پوچھا تو اونہون نے فرمایا کہ اول بار مجھسے ارشاد فرمایا کہ مین آج وفات پاؤنگا اس سبب سے مین روئی اور دوبارہ
ارشاد فرمایا کہ مین نے خداے تعالی سے دعا مانگی ہے کہ سب سے اول میرے گہر والون مین تجکو مجھسے ملا دے اور
میرے ساتھ رکہے اسلیے مین ہنسی پہر حضرت فاطمہ رضہ نے اپنے دونون صاحبزادون کو آپکے پاس کیا آپنے
دونون کو پیار کیا پہر ملک الموت نے آکر سلام کیا اور اجازت مانگی آپنے اجازت دی اونہون نے حاضر ہوکر
عرض کیا کہ آپ مجکو کیا ارشاد فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ مجکو میرے رب سے ابھی ملا دو اونہون نے عرض کیا کہ
آج ہی ملا دونگا اور تمھارے رب کا یہ حال ہے کہ تمھاری طرف مشتاق ہے اور جتنا تردد آپکی طرف سے
پروردگار کو ہے اتنا اور کسیکی طرف سے نہین کیا اور مجکو بدون اجازت کے اندر جانے سے کسی کے پاس
منع نہین فرمایا بجز آپکے لیکن آپکی ساعت آپکے آگے ہی ہے یہ کہکر چلے گئے اور حضرت جبرئیل آئے اور
عرض کیا کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یہ میرا زمین پر آخر کا اوترنا ہے پہر کبھی نہین اترونگا وحی بھی
تہہ ہوچکی اور دنیا بھی زمین مین مجکو آپکے سوا کوئی کام نہ تھا نہ بجز آپکی حضوری کے اور کوئی غرض

رفت در بوی سر زلف تو شاخ چمن	ورنہ کی بوے نسیم سحری بود غرض

اب مین ہون اور میری جگہ ہے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ بخدا اگہر مین کسیکو تاب یک لفظ کے
بولنے کی نہ تہی اور نہ کوئی مردون کو بلاتا تھا اسلیے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا یہ کلام نہایت درجہ کو بڑا معلوم
ہوتا تھا اور ہم سب خائف و ترسان تہے پہر مین نے اوٹہکر آپکے سر مبارک کو اپنی گود مین رکہ لیا اور
آپکے سینہ مبارک کو تہام لیا اور آپکو بیہوشی ہونی شروع ہوئی یہان تک کہ دبا لیتی تہی اور آپکی پیشانی
مین سے اتنا پسینا ٹپکتا تھا کہ مین نے کسی آدمی کے اتنا نہین دیکہا اور پسینا اونگلی سے اوسکو پونچھتی جاتی تھی

اور کوئی خوشبو میں نے اوس سے زیادہ نہیں دیکھی اور جب آپ کو افاقہ ہوتا تو میں کہتی کہ میں اور میرے
ماں باپ اور گھر بار سب آپ پر فدا ہوں آپکی پیشانی اتنا پسینا کیوں دیتی ہے آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ
مومن کی جان پسینے کے ساتھہ نکلتی ہے اور کافر کی جان باچھوں کی راہ گدہے کی جان کیطرح نکلتی ہے
اسوقت ہم ڈر گئے اور اپنے اپنے گھر آدمی بھیجا تو اول شخص جو ہمارے پاس آیا میرا بھائی تھا مگر آپ سے
نہ مل سکا اوسکو میرے باپ نے میرے پاس بھیجا تھا اوسکے آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف فرمای عالم بریں ہو چکے تھے غرض کوئی نہ آنے پایا تھا کہ آپکی روح عرش بریں کو پرواز کر گئی اور
خدای تعالی ہی نے لوگون کو آپکے پاس نہ آنے دیا اسلیئے کہ جبرائیل و میکائیل کو آپ کا معاملہ سپرد فرمایا تھا
اور جب آپ کو بیہوشی ہوتی تھی تو یہی فرماتے تھے بلکہ رفیق اعلی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو کئی بار
اختیار دیا جاتا تھا اور جب طاقت گفتار ہوتی تھی تو فرماتے تھے کہ نماز نماز تم لوگ ہمیشہ ضرور رہو گے
جب تک نماز اکٹھے پڑھو گے نماز کی وصیت مرتے دم تک فرماتے رہے اور نماز نماز کہتے رہے حضرت عائشہ رض
فرماتی ہیں کہ آپکی وفات دوشنبہ کے روز وقت چاشت اور دوپہر کے درمیان میں ہوئی حضرت فاطمہ رض
نے فرمایا کہ دوشنبہ مجھپر مبارک نہیں ہوا اللہ کی قسم اس دن بڑی مصیبت ہوا کرے گی اور جس روز
کو مجھ میں حضرت علی رض پر مصیبت پڑی تو حضرت ام کلثوم رض نے بھی ایسا ہی فرمایا کہ دوشنبہ میں مجھپر کیسے
مصیبتیں پڑیں اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور اسی میں میرے شوہر یعنی حضرت عمر رض شہید ہوئے
اور اوسی میں میرے باپ یعنی حضرت علی رض شہید ہوئے تو اس دن میں میرے واسطے کچھ خیر نہیں ہے اور حضرت
عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جب آپ عالم بریں کو تشریف فرما ہوئے تو لوگ نہایت سختی میں پڑے یہانتک
کہ آواز گریہ بلند ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں نے آپکے کپڑون میں ڈھانپ دیا اب لوگ
مختلف حال پر ہو گئے بعضے موت سے منکر ہوئے اور بعضے گونگے ہو گئے کہ مدت تک نہ بول سکے اور
بعضے عقل سے خارج ہوئے کہ بات بلا سوچے کہنے لگے اور کچھہ لوگون کی عقل ٹھکانے رہی اور کچھہ لوگ
بیٹھے رہگئے حضرت عمر بن خطاب رض اونہی لوگون میں تھے جو موت کو جھٹلاتے تھے اور حضرت علی رض
بیٹھے کے بیٹھے رہگئے اور حضرت عثمان رض گونگے ہو گئے حضرت عمر رض نے باہر نکلکر فرمایا کہ لوگو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی اللہ تعالی اونکو پھیر دیگا اور منافق لوگون کے ہاتھہ اور پاؤن
کاٹ دیگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی تمنا کرتے ہیں جیسے خدای تعالی نے حضرت موسی
علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا ایسے ہی آپکے حضرت سے بھی وعدہ کیا ہے وہ اب تمہارے پاس چلے
آتے ہیں اور ایک روایت میں یون ہے کہ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے

اپنی زبان روکو وہ مرے نہیں سمجھا کہ اگر اب کسیکو کہتے سنونگا تو اسی تلوار سے اوسکے دو کردونگا اور حضرت علی رضہ گھر میں بیٹھے کے بیٹھے رہگئے اور حضرت عثمان رضہ کچھہ بولتے تھے لوگ اونکا ہاتھہ پکڑکر لیجاتے تھے اور لے آتے تھے گویا فرقت یاران ابھی نہ معلوم ہوتی تھی

رہ ندیدم چو برفت از نظرم صورت دوست	ہمچو چشمے کہ چراغش ز مقابل برود

مسلمانون میں سے جیسا حال حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عباس رضہ کا تھا ایسا اور کسیکا نہ تھا کہ اللہ تعالی نے ان دونون کو توفیق اور رستی عنایت فرمائی تھی اگرچہ لوگ صرف حضرت ابوبکر رضہ کے قول سے اپنی حرکات سے باز رہتے تھے حضرت عباس رضہ نے تشریف لاکر فرمایا قسم ہے اوس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو دیکھا اور وہ تو اپنی زندگی ہی میں ہمارے درمیان فرما گئے ہیں إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ اور حضرت ابوبکر رضہ بنی حارث بن خزرج میں تھے جب انکو خبر وفات شریف پہونچی تو تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپکے دیدار سے مشرف ہوئے پھر آپکے اوپر جھک کر بوسہ دیا پھر فرمایا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون اللہ تعالی آپکو دو بار موت نہ دیگا آپ نے تو ایک ہی بار مرنا تھا سو آپ وفات پاگئے پھر حضرت ابوبکر لوگون کے پاس گئے اور فرمایا کہ لوگو جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا تو محمد تو وفات پاگئے اور جو کوئی محمد کے رب کو پوجتا تھا وہ زندہ ہے کبھی نہیں مریگا اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا پس لوگونکا ایسا حال ہوا گویا اس آیت کو اوسی دن سنا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر کو جب خبر ہوئی تو آپ حجرہ شریف میں درود پڑھتے داخل ہوئے آنکھون سے آنسو جاری تھے اور ہچکی کی آواز آنسوؤن کی رکاوٹ سے سنائی دیتی تھی مگر باوجود اسکے قول و فعل اچھا کرنے میں ہوشیار تھے آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک پڑے اور آپکے روی مبارک کو کھولکر پیشانی اور رخسارون پر بوسہ دیا اور چہرہ مبارک پر ہاتھہ پھیرا اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اور میرا مال اور ماں باپ اور گھر بار آپ پر فدا ہون آپ زندہ بھی اچھے تھے اور مرکر بھی اچھے آپکے موت سے وہ بات ختم ہوئی جو کسی نبی کی موت سے نہ ہوئی تھی یعنی نبوت یا وحی تو آپ کا مرتبہ وصف سے زائد اور رونے سے برتر ہے آپ مخصوص ہوئے تو ایسے کہ سب رنجون کے ضامن ہوگئے اور عام ہوئے تو ایسے کہ ہم سب آپکے باب میں برابر ہیں یعنی آپکی رسالت تمام آدمیون کے لیے ہے اور اگر آپکی موت آپکے اختیار کی

سونپی تو آپ نے غم میں ہم اپنی جانین فدا کرتے اور اگر آپ رونے سے منع نہ فرماتے تو آنکھون کا پانی ختم
کردیتے لیکن جو بات آپ نے ہم سے دور نہین کرسکتے وہ رنج اور یادگاری ہے کہ کبھی نہ ملیگی الٰہی تو یہ باتین اپنے
حبیب کو ہماری طرف سے پہونچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیک آپ ہمکو اپنے رب کے پاس یاد رکھیو اور
گوشۂ خاطر مین جگہ دین آپ اپنے پیچھے اگر وقار چھوڑ جاتے تو کسیکی کیا مجال تھی جو آپ کے بعد کی مشقت
کا متحمل ہوتا الٰہی اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ حال پہونچادے اور ہمارے درمیان مین اونکی سنت کا نگہبانی
فرما اور حضرت عمر رضی سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی حجرۂ شریفہ مین داخل ہوئے اور سلام و
ثنا کہی تو گھر والون نے ایک شور برپا کیا جسکی آواز باہر تک والون نے سنی جب آپ چپ ہوکر کہتے تھے جبھی آواز
اور زیادہ ہوتی تھی اور اونکی آواز کسیطرح پست نہ ہوتی تھی اوسی حال مین ایک شخص بلند آواز زور آور نے
دروازے پر یہ کہا کہ اے گھر والو السلام علیکم كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ خدای تعالی
موجود رہنے مین ہر ایک شخص کا نائب ہے یعنی جو جاتا رہتا ہے اوسکا عوض وہ خود ہو جاتا ہے اور ہر شئے
کے لیے ملتا اور ہر خوف سے نجات حاصل ہو تو اوسی سے توقع رکھو اور اوسی پر اعتماد کرو جب گھر والون
نے یہ آواز سنی تو یہ نہ معلوم ہوا کہ کسکی آواز ہے رونا موقوف کردیا رونے کے بند ہونے پر وہ آواز بھی
موقوف ہوگئی کسی نے باہر نکلکر دیکھا تو کسیکو نہ پایا پھر گھر مین چلا آیا اور رونا شروع ہوا ایک دوسرے پکارنیوالے نے
آواز دی کہ اوسکو بھی لوگ نہ پہچانتے تھے اوسنے یہ کہا کہ اے اہلبیت خدای تعالی کو یاد کرو اور اوسکا شکر
کرو ہر حال مین تاکہ تم مخلصون مین سے ہوجاؤ اوسکے باقی رہنے مین ہر مصیبت سے تسکین اور ہر مرغوب
چیز سے عوض حاصل ہے تو اللہ تعالی ہی کی اطاعت کرو اور اوسکے حکم کے بموجب عمل کرو حضرت
ابوبکر رضی نے فرمایا کہ یہ دونون خضر اور الیاس علیہما السلام تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے پر
حاضر ہوئے تھے ۔ اور قعقاع بن عمرو نے حکایت خطبہ حضرت ابوبکر رضی کی پوری لکھی ہے وہ کہتے ہین
کہ حضرت ابوبکر رضی لوگون مین خطبہ پڑھنے کو اوٹھے اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ رویا ہی کیے سارا خطبہ
متضمن درود شریف پر تھا اول خدای تعالی کی حمد و ثنا ہر حال مین بیان کی اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون
کہ اوسکے سوا کوئی معبود نہین وہ واحد برحق ہے اوسنے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور
تنہا کفار کی جماعتون کو شکست دی تو خدای تعالی یکتا کا شکر ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہون کہ محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اوسکے بندے اور رسول اور نبیون کے تمام کرنے والے ہین اور گواہی دیتا ہون کہ کتاب
ایسی ہی ہے جیسی اوتری اور دین ایسا ہی ہے جیسا شروع ہوا اور حدیث ایسی ہی ہے جیسی بیان
فرمائی اور قول وہی ہے جو اونھون نے فرمایا اور اللہ تعالی حق ہے کھلا ہوا الٰہی بس رحمت کر محمد اپنے

بندے اور رسول اور نبی اور حبیب اور امین اور برگزیدہ ہوئے اور بہترین پر ایسی رحمت کر کہ تو نے
کسی پر اپنی مخلوق میں سے کی ہو اور سب سے بڑھکر ہو الٰہی اپنی رحمتیں اور عفو اور مہر اور سب برکتیں سب سے
خصوص کر کے سید المرسلین اور خاتم النبیین اور امام المتقین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بشیر کی خیر کے
اور خیر کے پیشوا اور رسول رحمت ہیں الٰہی تو انکا قرب زیادہ فرما اور انکی دلیل بڑا کر اور انکا مقام
اچھا کر اور انکو ایسے مقام محمود میں اوٹھا کہ انکے اگلے پچھلے لوگ غبطہ کریں اور اونکے مقام محمود سے
ہمکو نفع دے ہمکو قیامت کے دن انکی شفاعت پہونچا اور دنیا اور آخرت میں انکی عوض تو ہمارے درمیان
رہ اور انکو جنت میں درجہ اور وسیلہ پر پہونچا الٰہی تو محمد اور آل محمد پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرما
جیسے کہ تو نے ابراہیم اور انکی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرمائی تو ہی ہے اچھے کام والا اور
بزرگی والا بعد اسکے فرمایا کہ اے لوگو جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو انہوں نے تو
وفات پائی اور جو کوئی خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے نہیں مریگا اور اللہ تعالیٰ
نے اونکے باب میں پہلے ہی تمکو کہدیا ہے پس تمکو بے صبری سے مت پکارو اسلیے کہ اللہ عزوجل نے
اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے اپنے پاس کی چیز بہ نسبت تمہارے پاس کی چیز کے پسند فرمائی اور اپنا
ثواب عنایت فرمانے کو اونکو اوٹھا لیا اور تم میں اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پیچھے چھوڑی پس جو شخص
کہ ان دونوں پر تمسک کریگا وہ عارف ہوگا اور جو کوئی ان دونوں میں فرق کریگا وہ اس آیت کا
منکر ہے یا ایہا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط اور تمکو شیطان تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت سے
تمکو غافل نہ کردے اور دین میں تمہارے اوپر کوئی بلا نہ لگادے اور خیر سے جلدی کرو شیطان پر کہ اوسکو
تم ہرا دوگے اور اوسکو مہلت مت دو ورنہ وہ تم سے ملجاویگا اور تمکو فتنے میں ڈالدیگا اور حضرت
ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضہ اپنے خطبہ سے فارغ ہوے تو حضرت عمر رضہ سے
کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مرے ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کا حال فلان دن اور فلان دن فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب
مجید میں فرماتا ہے انک میت وانہم میتون تب حضرت عمر رضہ نے کہا کہ مصیبت کے باعث مجھے یہ
معلوم ہوا کہ گویا یہ مضمون کتاب اللہ میں آج سے پہلے کبھی سنا ہی نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن جیسا
اترا ہے وہی حق ہے اور حدیث ویسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی ہے اور اللہ زندہ ہے کہ
نہیں مریگا انا للہ وانا الیہ راجعون اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اوسکے رسول پر نازل
ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم خدا کے پاس سے چاہتے ہیں پھر حضرت ابوبکر رضہ

قولہ بیشک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں

کے پاس بیٹھ گئے۔ اور حضرت عایشہ رضہ فرماتی ہیں کہ جب لوگ آپ کے نہلانے کو جمع ہوئے تو آپس میں کہا کہ ہمکو یہ معلوم نہیں کہ رسول خدا کو کیسے نہلاویں یعنی آپکو ننگا کرکے نہلاویں جیسا اور مردوں کو نہلایا کرتے ہیں یا کپڑوں سمیت نہلاویں اسی تردد میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اونپر نیند کیسی ہی بھیجی یہاں تک کہ کوئی آدمی ایسا نہ رہا جسکی چھاتی پر اوسکی داڑھی نہ لگ کے سوتا ہو پھر کسی کہنے والے نے جسکا حال معلوم نہیں کہ کون تھا کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑوں کے نہلاؤ اسمیں سب چونک پڑے اور اوسی آواز غیب کے موجب عمل کیا اور آپکو قمیص میں نہلایا اور غسل سے فارغ ہوکر کفن پہنایا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہمنے آپکی قمیص کو اوتارنا چاہا تو ہمکو آواز ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا مت اوتارو ہمنے چھوڑ دیا اور کپڑے سمیت ہی نہلایا جسطرح اپنے مردوں کو الٹا کر نہلاتے تھے ہم اگر آپکے کسی عضو کو بدلنا چاہتے تھے تو ہمکو ذرا بھی دقت نہوتی تھی وہ خود بدل جاتا تھا یہاں تک کہ اوسکے غسل سے فارغ ہوجاتے تھے اور ہمکو گھر میں ہوا کا سا سنسناٹ سنائی دیتا تھا اور آواز آتی تھی کہ رسول خدا کے ساتھ نرمی کرو کہ تمکو کچھ کرنا نہیں پڑیگا۔ تو وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسطرح تھی آپ نے نہ کوئی بالوں کا کپڑا چھوڑا نہ اون کا جو تھا وہ سب آپکے ساتھ دفن ہوگیا ابو جعفر کہتے ہیں کہ لحد میں آپکا بستر اور چادر بچھائی گئی اور اوسکے اوپر آپکے وہ کپڑے رکھے گئے جو آپ زیب تن مبارک فرماتے تھے پھر اونکے اوپر آپ مع اپنے کفن کے رکھے گئے غرض کہ اپنی وفات کے بعد آپنے کچھ مال نہ چھوڑا اور نہ زندگی میں مال کو ہاتھ سے اینٹ پر اینٹ کبھی نہ دہری تو آپکی وفات میں عبرت کامل ہے مسلمانوں کو آپکی اقتدا

وفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

جب آپکی وفات قریب ہوئی تو حضرت عایشہ رضہ آپکے پاس آئیں اور مثال کے طور پر ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ

کثرت دولت قسم ہے مرد کے آوے نہ کام	جب رکا سینے میں دم ہو اور لبوں پر جان ہو

آپنے اپنا چہرہ کھول لیا اور فرمایا کہ یوں مت کہو یہ کہو وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید میرے ان دونوں کپڑوں کو دیکھ رکھو اونکو دھوکر مجھکو انہیں میں کفنانا اسلیے کہ نئے کپڑے کی حاجت مردے کی نسبت زندہ کو زیادہ ہے اور حضرت عایشہ رضہ نے آپکی موت کے وقت ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے ؎

ہوتی تھی بارش اوس رخ پر نور کے طفیل	بیواؤں کی عصمت اوس سے یتیموں کی تھی بہار

آپنے فرمایا کہ اس شعر کی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور لوگوں نے آپکے پاس آکر کہا کہ ہم کسی طبیب کو بلالاویں جو آپکا حال دیکھے آپنے فرمایا کہ میرے طبیب نے مجھکو دیکھ لیا ہے

کہ انی فقال لہا یرید یعنی میں جو چاہونگا سو کرونگا۔ اور حضرت سلمان فارسی رضہ آپکی عیادت کو تشریف لائے اور کہا کہ اے ابوبکر کچھ ہمکو وصیت کیجیے آپنے فرمایا کہ خدا تعالی تمہارے لیے دنیا فتح کریگا تو تم اوس میں سے اسیقدر لینا کہ تمہارا اوقات کے موافق ہو اور یاد رکھو کہ جو کوئی نماز صبح ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالی کے شہر میں ہو جاتا ہے تو ایسا نکرو کہ خدا تعالی سے عہد شکنی کرو اور یہ عہد شکنی تمکو منہ کے بل دوزخ میں ڈالدے اور جب حضرت ابوبکر رضہ سخت بیمار ہوے کہ باہر نہ نکل سکے اور لوگوں نے چاہا کہ اپنا نائب کسیکو کر دیں تو آپنے حضرت عمر رضہ کو اپنا نائب کیا لوگوں نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ آپنے اپنا نائب ایک شخص تند مزاج سخت دل کو کیا ہے خدا تعالی کو کیا جواب دوگے آپنے فرمایا کہ یہ کہونگا کہ تیری مخلوق میں سے جو سب سے بہتر تھا اوسکو نائب کیا ہے پھر حضرت عمر رضہ کو بلوایا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ میں تمکو ایک وصیت کرتا ہوں یاد رکھو کہ اللہ تعالی کے حق کچھ دن میں ہیں کہ اونکو رات میں قبول نہیں کرتا اور رات کے حقوق کچھہ ایسے ہیں کہ اونکو دن میں قبول نہیں کرتا اور وہ نفل کو قبول نہیں فرماتا جب تک کہ فرض ادا نکرو اور قیامت کے روز جنکے بھاری پلے والوں کے پلے بھاری ہونگے تو وجہ یہی ہوگی کہ اونہوں نے دنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا اور پلے اونکے ہلکے اور اوسکو بھاری ہی سمجھا ہوگا اور واسطے ترازو کے لیے جسمیں حق رکھا جاوے شایان یہی ہے کہ وزن دار ہو اور جنکے پلے والوں کے قیامت میں ہلکے ہونگے تو اوسکی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں اونہوں نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اوسکو ہلکا سمجھا ہوگا اور ترازو میں کہ باطل کے سوا اور کچھہ نہ رکھا جاوے اوسکو ہلکا ہی ہونا چاہیے اور خدا تعالی نے اہل جنت کا ذکر اونکے اعمال میں سے بہتر کے ساتھ کیا ہے اور اونکی برائی سے درگذر فرمایا تو کہنے والا یوں کہتا ہے کہ میں اون لوگوں سے کم ہوں اور اونکے درجہ کو نہیں پہونچا اور دوزخ والوں کا ذکر اونکے بد اعمال سے کیا ہے اور جو عمل نیک اونہوں نے کیا ہے اوسکو پھیر واپس کر دیا تو کہنے والا یوں کہتا ہے کہ میں اون لوگوں سے افضل ہوں اور آیت رحمت اور آیت عذاب کو ذکر فرمایا ہے تاکہ مومن کو رغبت اور خوف دونوں ہوں اور اپنا ہاتھ ہلاکی میں نہ ڈالے اور اللہ تعالی سے بجز حق کے اور کسیکی تمنا نہ کرے پس اے عمر اگر تم میری یہ وصیت یاد رکھوگے تو تمہارے نزدیک کوئی غائب چیز موت سے زیادہ محبوب نہوگی اور اوسکا آنا ضروری ہے اور اگر میری وصیت تلف کر دوگے تو موت سے زیادہ کوئی غائب چیز تمکو بری معلوم نہوگی اور اوس سے تم بھاگ نسکوگے نہ اوسکو تھکا سکوگے۔ اور حضرت سعید بن المسیب رضہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضہ مرنے کو ہوے تو آپکے پاس کچھہ لوگ صحابہ میں سے آئے اور کہا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمکو کچھ توشہ عنایت کر دیجیے کہ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپکا حال ہمکو معلوم ہو گیا ہے آپنے فرمایا

کہ جو کوئی ان کلمات کو کہکر مرجاوے تو اللہ تعالی اوسکی روح کو افق مبین میں کر دیگا لوگون نے عرض کیا
کہ افق مبین کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ ایک میدان عرش کے سامنے ہے اوسمیں باغ اور نہرین اور
درخت اور سبزہ ہیں ہر روز اوسکو سو رحمتین خداے تعالی کی ڈھانپ لیتی ہین تو جو شخص ان کلمات کو کہیگا
اللہ تعالی اوسکی روح کو اوسی مکان میں رکھیگا وہ کلمات یہ ہیں الہی تو نے خلق کو بغیر ضرورت کے
پیدا کیا اور تجھکو کچھ حاجت انکی نہ تھی پھر تو نے اونکے دو فریق کر دیے ایک بہشت کے لیے اور ایک دوزخ
کے لیے تو مجھکو بہشت کے لیے کر نہ دوزخ کے لیے الہی تو نے خلق کو کئی قسم پیدا کیا اور پیدایش سے پہلے
اونکی علامت یہ کر دیا کہ بعضون کو بدبخت اور بعضون کو نیکبخت اور بدشکل اور خوشنما بنایا ہے سبکو اپنی
طاعت سے سعید کر دے اور اپنی معصیت سے بدبخت نہ کر الہی جو ہر ایک نفس کماتا ہے وہ تجھکو اوسکی
پیدایش سے پہلے معلوم ہے تو جس چیز کو وہ کرتا ہے اوس سے گریز نہیں پس مجھکو ان لوگون میں سے کردے
جنسے تو اپنی طاعت کا کام لیتا ہے الہی بدون تیرے چاہے کوئی کچھ نہیں چاہتا تو تو اپنی خواہش اس امر
کی کر کہ میں ایسی بات چاہون جو مجھکو تجھسے قریب کر دے الہی تو نے بندون کی حرکات کا اندازہ کیا ہے
کہ کوئی چیز بدون تیرے اذن کے نہیں حرکت کرتی تو میرے حرکات کو اپنے تقوی میں کر دے الہی تو نے
خیر اور شر دونون کو پیدا کیا اور دونون کے کرنے والون کو بنایا ہے مجھکو دونون قسمون میں سے بہتر قسم
میں کر دے الہی تو نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا اور انمین سے ہر ایک کے لیے رہنے والے بنائے تو مجھکو
تو اپنی جنت کے باشندون میں سے کر دے الہی تو نے ایک قوم کو راہ دکھانی چاہی اور اونکے سینون کو
کھولدیا اور ایک قوم کی تو نے گمراہی چاہی اور اونکے سینون کو تنگ بنایا تو میرا سینہ ایمان کے
لیے کھولدے اور ایمان کو میرے دل میں اچھا کر دکھا اور مجھکو کفر اور بدکاری اور نافرمانی سے نفرت دلا
اور مجھکو نیک چال والون میں سے کر الہی تو نے امور کی تدبیر کی اور اونکا ٹھکانا اپنی طرف کیا پس بعد
موت کے مجھکو اچھی زندگی سے زندہ کر اور مرتے میں مجھکو اپنے نزدیک فرما کر الہی جو شخص صبح اور شام
کرتا ہے اسطرح کہ اوسکا اعتماد اور توقع تیرے غیر پر ہو تو ہوا کرے مگر میرا اعتماد اور توقع تجھی پر ہے
ولا حول ولا قوة الا باللہ بعد اسکے آپنے فرمایا کہ یہ سب مضامین کتاب اللہ عز وجل میں ہیں

وفات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زخم لگا میں کھڑا تھا میرے اور اونکے
درمیان میں صرف حضرت عبد اللہ بن عباس تھے آپ جب دو صفون کے بیچ میں گذرتے تو فرماتے کہ
ہو جاتے اور اگر کچھ خلل دیکھتے تو فرماتے کہ برابر ہو جاؤ یہانتک کہ جب کچھ اور نقصان نہ دیکھتے

آگے بڑھتے اور اکثر پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا نحل یا اور کوئی ایسی ہی سورت پڑھتے تاکہ لوگ
اکٹھے ہوجاویں پس آپ نے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ میں نے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھکو کتے نے مار ڈالا یا کھا لیا
جب کہ ابولؤلؤ نے زخم لگایا اور وہ خبیث کافر دودھاری چھری لیکر بھاگا جسکے پاس کو نکلا وہ داہنے
بائیں زخمی کرتا گیا یہانتک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا جنمیں سے نو نے وفات پائی اور ایک روایت میں
سات ہیں جب ایک مسلمان نے یہ صورت دیکھی تو اوسپر اپنا کپڑا ڈالدیا جب اوس کافر نے دیکھا کہ
میں پکڑا گیا اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا اور واصل جہنم ہوا اودھر حضرت عمرؓ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ
کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا کہ نماز پڑھاویں اوس وقت جو حضرت عمرؓ کے پاس کے لوگ تھے اونھوں نے تو یہ ماجرا
دیکھا اور جو لوگ مسجد کے اطراف میں تھے اونکو اس حال کی کچھ خبر نہوئی بجز اسکے کہ حضرت عمرؓ کی آواز
آنی موقوف ہوگئی اور کہنے لگے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ غرضکہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے نماز
مختصر پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا کہ دیکھو مجھکو کس نے زخمی کیا
حضرت ابن عباسؓ ذرا ایک ساعت کو غائب ہوئے پھر آکر فرمایا کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے یہ حرکت کی تو
آپ نے فرمایا کہ خدا اوسکو قتل کرے میں نے تو اوسپر احسان کرنے کے لیے امر کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ
اوس نے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ کی اور تم اور تمہارے باپ ہی بہت چاہتے تھے کہ مدینہ منورہ
میں کفار عجم کی کثرت ہو اسلیے فرمایا کہ حضرت عباسؓ کے پاس غلام بہت تھے حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا
کہ اگر آپکی مرضی ہو تو سب کو مار ڈالیں آپ نے فرمایا کہ اب قتل کرتے ہو جب تمہاری بولی بولنے لگے تمہارے
قبلہ کیطرف کو نماز پڑھنے لگے تمہارا سا حج کرنے لگے غرضکہ آپکو مسجد شریف سے آپکے گھر اوٹھا لائے
اور ہم بھی ساتھ گئے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ گویا اوس دن سے پیشتر کبھی اونپر مصیبت آئی ہی نہ تھی اور اپنی اپنی
کہہ رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ مجھے آپکے اوپر موت کا خوف ہے کوئی کہتا تھا کہ کچھ خوف نہیں اتنے میں آپکو نبیذ
عرق انگور لائے آپ نے جو پیا تو پیٹ میں سے نکل گیا پھر دودھ لائے وہ بھی پیا تو نکل گیا تب لوگوں نے
جان لیا کہ اب نہیں بچینگے اور لوگ آکر آپکی ثنا کرتے جاتے تھے ایک شخص جوان آیا اوسنے یوں کہا کہ اے
امیر المومنین آپکو خدا ہی تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہو کہ آپکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور
اسلام میں وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپ کو معلوم ہی ہے پھر آپ حاکم ہوئے اور عدل فرمایا پھر شہادت ملی
آپ نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سب باتیں میرے گذر ہی کے لائق ہو جاویں نہ میرے نقصان کی
نہ فائدہ کی جب وہ شخص جانے لگا تو اوسکا پاجامہ زمین کو لگتا تھا آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس پھیرا
لاؤ جب وہ پھر کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کپڑا اونچا کر اس سے کہ وہ زیادہ ستھرا رہیگا اور خدا کو

سے تقوی سے کبھی قریب نہیں پہنچے پھر اپنے صاحبزادہ کو فرمایا کہ اے عبد اللہ دیکھ کہ میرے اوپر کتنا قرض
ہے حساب جو کیا تو چھیاسی ہزار یا کچھ کم و بیش پایا آپنے فرمایا کہ ہمارے خاندان کا مال اسکو وفا کرے
تب تو انہیں سے ادا کر دینا ورنہ عدی بن کعب کی اولاد سے مانگنا اور اگر اونکا مال بھی وفا نہ کرے تو
قریش سے لیکر ادا کرنا اور قریش کے سوا اور ون کی طرف مت بڑھنا اور میری طرف سے یہ قرضہ دیدینا
اور اب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضہ کے پاس جا اور کہہ کہ عمر تمکو سلام کہتے ہیں یہ مت کہنا کہ امیر المؤمنین
اسلیے کہ میں آج مومنوں کا سردار نہیں ہوں اور کہنا کہ وہ اجازت چاہتے ہیں کہ اپنے دونوں ساتھیوں کے
پاس دفن ہوں حضرت عبد اللہ بن عمر رض حضرت عائشہ رض کے پاس گئے اور سلام کے بعد اجازت مانگی اور
اونکے پاس جاکر دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں انہیں عرض کیا کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپکی اجازت
چاہتے ہیں کہ میں اپنے دونوں یاروں کے پاس دفن ہوں حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ میں نے یہ جگہ اپنے لیے
رکھی تھی مگر آج میں اپنے نفس پر عمر رض کو ترجیح دیتی ہوں جب عبد اللہ پھر کر حضرت عمر رض کی خدمت میں
آئے تو لوگوں نے کہا کہ عبد اللہ حاضر ہیں حضرت عائشہ کے پاس سے ہو آئے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ مجھکو اوٹھاؤ
ایک شخص نے اونکو اپنے سہارے سے بٹھا دیا آپنے صاحبزادہ سے پوچھا کہ کیفیت بیان کرو کیا جواب لائے
اونھوں نے عرض کیا کہ جو بات آپ کو محبوب تھی وہی حضرت عائشہ رض نے منظور کر لی اور اجازت دیدی
آپنے فرمایا کہ الحمد للہ کوئی چیز میرے نزدیک اس سے بڑھکر ضروری نہ تھی جب میں مر جاؤں تو میرے جنازہ کو
لیجانا اور دروازے پر پہنچکر سلام کرنا اور کہنا کہ عمر اجازت چاہتے ہیں اگر وہ اجازت دیں تو مجھکو اندر لیجانا
اور اگر منع کر دیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں لیجا کر دفن کر دینا اور جب ام المؤمنین حفصہ رض تشریف
لائیں اور عورتیں اونکو ڈھانکے ہوئے تھیں جب ہم نے اونکو دیکھا تو ہم علیحدہ ہو گئے وہ حضرت عمر رض کے
پاس آئیں اور ایک ساعت اونکے پاس روئیں پھر مردوں نے اجازت چاہی تو وہ اندر مکان کے ہو گئیں اونکی
رونے کی آواز اندر سے ہم سنتے تھے پھر لوگوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ہمکو وصیت کیجیے اور اپنا خلیفہ کسیکو
مقرر کیجیے آپنے فرمایا کہ میں خلافت کے لیے ان لوگوں سے بڑھکر اور کسیکو مستحق نہیں جانتا ہوں ان لوگوں کا
حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسے راضی ہی اس جہان سے تشریف لیگئے ہیں پھر آپنے حضرت علی
اور حضرت عثمان اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور حضرت سعد اور حضرت عبد الرحمن رض کا نام لیا اور فرمایا کہ
عبد اللہ بن عمر بھی تمہارے پاس آیا کریگا مگر خلافت سے اوسکو کچھ سروکار نہیں یہ بھی صورت سے فرمایا
کہ عبد اللہ بن عمر رض کی تسکین ہو جاوے پھر فرمایا کہ اگر خلافت سعد کو پہنچے تو فبہا ورنہ جو کوئی
امیر ہو اوس سے استعانت کیا کرے اسلیے کہ میں نے اوسکو کچھ عاجزی اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا

اور میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ اول ہجرت کر کے آئے ہیں اونکی فضیلت پہچانے
اور اونکی حرمت کی حفاظت کرے اور تعظیم کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ انصار کے ساتھ
خیر کیا کرے یہ وہ لوگ ہیں کہ اس جگہ میں اور ایمان میں سب سے پہلے اونھوں نے جگہ پکڑی ہے اونکے محسن
کی طرف سے قبول کیا کرے اور برائی کرنے والے سے درگذر کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ
اطراف کے شہر والون سے سلوک کرے اسلیے کہ وہ لوگ اسلام کے حامی اور مالون کے جمع کرنے والے اور
موجب غصہ دشمنون کے ہیں اور یہ کہ اونسے کچھ نہ لے سوا اسکے جو اونکے مال سے زائد ہوا اور کچھ بھی نہ لیا جاے
اور عرب کے دیہات والون کے ساتھ خیر کرنے کی وصیت کرتا ہون بایں وجہ کہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہیں اونکے
زائد مال میں سے لیا کرے اونھیں کے فقیرون کو دیا کرے اور اوسکو وصیت کرتا ہون کہ خدا تعالیٰ کے
عہد اور اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو لحاظ کرے اور ان لوگون سے عہد پورا کیا کرے
اور اونکی حمایت کے لیے اون سے لڑا کرے اور اونکی طاقت سے زیادہ اونسے کام لیا کرے راوی
کہتے ہیں کہ جب آپکی روح قبض ہوئی تو ہم آپکے جنازے کو لیکر چلے حضرت عبداللہ بن عمرؓ
نے حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کی خدمت میں جا کر سلام کیا اور عرض کیا کہ عمرؓ اجازت چاہتے ہیں
حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اندر لے آؤ غرضکہ اندر لیجا کر اونکے دونون یارون کے پاس دفن کر دیا آخر
حدیث تک۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھسے جبریل علیہ السلام نے
کہا ہے کہ عمرؓ کی موت پر اسلام روئیگا۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو چارپائی
پر رکھا تو لوگون نے آکر جنازے کو گھیر لیا دعا کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے پہلے اسکے کہ جنازہ اوٹھے اور
میں بھی اون لوگون میں تھا اتنے میں ایک شخص نے میرے دونون مونڈھے پکڑ کر مجھکو ڈرا دیا میں نے جو
پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اونھوں نے کلمات رحم حضرت عمرؓ کے اوپر سے اور
فرمایا کہ تم نے اپنے بعد کسیکو ایسا نہ چھوڑا کہ مجھکو اوس جیسا عمل کر کے مرنا محبوب تر ہو تمھارا ہی سا
عمل کر کے خدا تعالیٰ سے ملنا مجھکو پسند آتا ہے اور قسم ہے خدا کی کہ مجھکو گمان غالب تھا کہ
اللہ تعالیٰ تمکو تمھارے دونون یارون کے ساتھ کریگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ میں اکثر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اور ابوبکر اور عمر گئے اور میں اور ابوبکر
اور عمر نکلے اور میں اور ابوبکر اور عمر اندر آئے غرضکہ ہر ایک بات میں اسیطرح فرماتے تھے تو مجھکو قسم اور
گمان غالب تھا کہ اللہ تعالیٰ تمکو تمھارے دونون یارون کے ساتھ کریگا۔

وفات حضرت عثمانؓ کی حدیث آپکی شہادت کی مشہور ہے اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ

بخاری و مسلم ۱۲
تمام حدیث بخاری میں ہے

فرماتے ہین کہ جب حضرت عثمان رض گھر سے باہر نہ نکلتے تو مین آپکے سلام کو آیا اور اونکے پاس اندر گیا
آپنے فرمایا کہ بھائی خوب ہوا تم آئے آج رات مین نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین
دیکھا کہ اس بادان مین سے ارشاد فرماتے ہین کہ اے عثمان تجھے لوگون نے گھیر لیا مین نے عرض کیا کہ ہان
پھر فرمایا کہ تجھے پیاسا رکھا مین نے عرض کیا کہ ہان پھر آپنے ایک ڈول پانی کا لٹکا دیا مین نے اوسمین سے
پانی پیٹ بھر کر پیا یہان تک کہ اوسکی ٹھنڈک اپنی چھاتیون اور مونڈھون مین پاتا ہون اور فرمایا کہ
اگر تو چاہے تو تجھکو مدد ملے اور انپر غالب ہوجا اور چاہے تو ہمارے پاس افطار کر مین نے آپ ہی کے
پاس افطار کرنا پسند کر لیا پس آپکی شہادت اوسی روز ہوئی - اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اون
لوگون سے پوچھا جنھون نے حضرت عثمان کو زخمی ہونے پر تڑپتے دیکھا تھا کہ حضرت عثمان رض سے
اپنے دل مین اپنے مرنے کے وقت کیا فرمایا تھا لوگون نے کہا کہ ہمنے سنا تھا کہ یون فرماتے تھے اللھم اجمع
صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر یعنی اتفاق دیکھین تین بار فرمایا ہم نے یہی بار سنا او فرمایا حضرت عبد اللہ بن سلام
نے فرمایا کہ قسم ہے خداے تعالی کی اگر وہ دعا مانگتے کہ کبھی انمین اتفاق نہو تو قیامت تک اتفاق نہوتا
اور ثمامہ بن حزن قشیری سے کہتے ہین کہ جسوقت حضرت عثمان رض نے مکان کے اوپر سے لوگون کیطرف جھککر
دیکھا تھا مین بھی موجود تھا آپنے فرمایا کہ تم میرے پاس ان دونون شخصون کو لاؤ جنھون نے تمکو لاکر یہان
لاکر جمع کیا ہے وہ دونون بلائے گئے تو ایسے آئے جیسے دو اونٹ یا دو گدھے آتے ہین پھر حضرت عثمان
نے لوگون کیطرف دیکھکر فرمایا کہ مین تمکو خداے تعالی اور اسلام کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہے
کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تھے تو مدینے مین میٹھا پانی بجز چاہ
رومہ کے اور جگہ نتھا تو آپنے فرمایا کوئی ہے کہ اس کنوئین کو خریدکر اپنا ڈول مسلمانون کے ڈول کے ساتھ
اسمین ڈالے اور جنت مین اس سے بہتر پاوے پس مین نے خاص اپنے مال سے اوسکو مول لیا اور تم آج اوسکا
پانی مجھے نہین پینے دیتے نہ دریا کا پانی پینے دیتے ہو لوگون نے کہا کہ یہ درست ہے آپنے فرمایا کہ مین تم سے
بقسم پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہے کہ مین نے مفلس لشکر کو سامان لڑائی کا دیا تھا لوگون نے کہا کہ ہان
دیا تھا آپنے فرمایا کہ مین بقسم پوچھتا ہون کہ تم جانتے ہو کہ مسجد نمازیون سے تنگی کرتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو فلان لوگون کی زمین خریدکر مسجد بڑھاوے اور اوس سے بہتر جنت مین
پاوے تو مین نے خاص اپنی گرہ سے اوسکو خریدا اور تم آج مجھکو اوسمین دو رکعت نماز پڑھنے سے مانع ہو لوگون
نے کہا کہ درست ہے آپنے فرمایا کہ مین تمسے بقسم پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ایک مرتبہ مکہ مین جبل ثبیر پر تھے اور آپکے ساتھ حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض اور مین تھا اسنے مین

پہاڑ نے حرکت کی یہاں تک کہ اوسکے پتھر نیچے کو گر پڑے آپ نے اوسکو ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر
اے ثبیر کہ تیرے اوپر صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں لوگوں نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ اللہ اکبر قسم ہے رب کعبہ کی ان لوگوں نے میری گواہی دی ہیں بیشک شہید ہوں۔ اور ایک شیخ
ضبہ میں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ جس وقت زخمی کیا اور خون آپکی ریش مبارک پر بہتا تھا
آپ اوسوقت فرماتے تھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ الٰہی ان لوگوں کے
مقابلے میں تجھی سے انتقام چاہتا ہوں اور اپنے سب کاموں میں تجھی سے مدد چاہتا ہوں اور جس امر میں
تو نے مجھکو مبتلا کیا ہے اوسپر تجھی سے درخواست صبر کی کرتا ہوں

وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

اصبغ حنظلی کہتے ہیں کہ جس رات میں وہ صبح ہوئی جسکی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے ہیں تو ابن النباح
موذن صبح ہونے کے وقت آپکے پاس آئے اور نماز فجر کے لیے عرض کیا آپ نے تاخیر کی اوسنے دوبارہ
وہ پھر آئے پھر آپ لیٹے رہے جب تیسری بار آئے تو آپ اوٹھکر چلے اور ایک شعر پڑھتے تھے جس کا مضمون یہ ہے

موت کی تیاری کر اسلیے کہ وہ بے گمان | موت سے گھبرا مت جب یہاں تیرے پہونچے

جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہونچے تو ابن ملجم ملعون نے آپ پر حملہ کرکے مار ڈالا حضرت ام کلثوم
آپکی بیٹی باہر نکلیں اور کہنے لگیں کہ صبح کی نماز کو کیا ہوا ہے کہ میرے شوہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی نماز میں
شہید ہوئے اور میرے باپ بھی اسی نماز میں اور قریش کا ایک بوڑھا راوی ہے کہ جب حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ مطلب حاصل ہوا
اور حضرت محمد بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب آپ زخمی ہوئے تو اپنے لڑکوں کو وصیت کی اور پھر
مرتے دم تک سوائے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اور کچھ نہ بولے۔ اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام موت
کے قریب ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام اونکے پاس آئے اور کہا کہ بھائی تم کیوں گھبراتے ہو
تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علی بن ابی طالبؓ سے ملوگے وہ دونوں تمہارے باپ ہیں اور
خدیجہ بنت خویلدؓ اور فاطمہ زہراؓ سے ملوگے وہ دونوں تمہاری ماں ہیں اور حمزہ اور جعفر رضی سے ملوگے وہ
دونوں تمہارے چچا ہیں حضرت حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی میں ایسے معاملے سے ملونگا کہ اوس
جیسے سے کبھی نہیں ملا اور حضرت محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام
کو گھیرا اور آپکو یقین ہوا کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے تو اپنے یاروں میں کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثنا کرکے فرمایا کہ جو کچھ حال ہورہا ہے تم دیکھتے ہی ہو دنیا بدل گئی اور انجان ہوگئی سلوک نے

مونہہ موڑ لیا دنیا اتنی سی رہی ہے جیسے برتن میں پانی کی تری تو اب ایسی زندگی ناگوار ہے مجکو موت ہی
پسند ہے کیا دیکھتے نہیں کہ حق بات پر عمل اور باطل سے باز رہنا اسلیے ہے کہ ایماندار خدای تعالی کے
ملنے کی رغبت کرے اور مجکو موت ہی سعادت معلوم ہوتی ہے اور ان ظالموں کے ساتھ زندگی محرومی [illegible]

پانچویں فصل ان اقوال کے ذکر میں جو موت کے وقت خلفا اور امرا اور صالحین نے فرمائے ہیں

جب امیر معاویہ رضی کی وفات قریب ہوئی تو کہا کہ مجکو بٹھلا دو لوگوں نے بٹھلا دیا آپ نے خدای تعالی کی
تسبیح اور ذکر شروع کیا پھر روئے اور کہا اے معاویہ بوڑھاپے اور شکستگی کے وقت خدای تعالی کا ذکر
سوجھا اسکا وقت تو جب تھا جب شباب جوانی تر و تازہ تھی یہ کہکر اور زیادہ روئے یہانتک کہ آواز رونے کی
بلند ہوئی اور کہا کہ الہی اس بوڑھے کم بخت سنگدل پر رحم فرما الہی لغزش سے درگذر اور خطا کو معاف
کر اور اپنے حلم سے اوس شخص کو اپنی طرف کھینچ لے جو تیرے سوا کسی کی توقع نہیں کرتا نہ غیر پر اعتماد
کرے اور ایک بوڑھا شخص قریش میں سے بیان کرتا ہے کہ اونکی مرض موت میں لوگوں کے ساتھ
میں بھی اونکے پاس گیا تھا لوگوں نے اونکے بدن میں جھریاں دیکھیں اونھوں نے بعد حمد و ثنا کے فرمایا کہ
دنیا سبکی سب یہی ہے جو ہم آزما اور دیکھ چکے آگاہ ہو کہ ہماری توانگری اور عیش سے لذت پانے کے
باعث دنیا کی رونق ہمارے سامنے ہوئی اور ابھی ختنے نپائی تھی کہ دنیا نے اوسکو پھر ایک حال میں ڈالا
اور رسی کے ایک سرے کو کاٹ دی اب دنیا ایسی ہو گئی کہ ہمکو کہنہ کر ڈالا پیچھے چھوڑ گئی اور ملامت کرنے لگی
تو تف ہے اپنے گھر پر اور تف ہو کیسی ایسی دنیا پر۔ اور روایت ہے کہ آخر خطبہ جو امیر معاویہ رضی نے پڑھا
یہ تھا کہ لوگو جو کھیتی کرتا ہے سو کاٹتا ہے اور میں تمہارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تم پر ہوگا وہ مجھسے
برا ہی ہوگا جیسے مجھسے پیشتر کے حاکم مجھسے بہتر تھے اور اے یزید جب میری موت ہو جاوے تو مجکو
کسی ہوشیار عاقل سے نہلوانا کہ عاقل خدای تعالی کے نزدیک مرتبہ رکھتا ہے اوس سے کہیو کہ غسل
اچھی طرح دے اور اللہ اکبر پکار کر کہے پھر دیکھنا کہ خزانے میں ایک رومال ہے اوسمیں ایک کپڑا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں سے اور کچھ ریزے آپکے بالوں و ناخنوں کے رکھے ہیں تو
ریزوں کو میری ناک اور منہ اور کان اور آنکھ میں رکھنا اور کپڑے کو کفنوں کے اندر میرے بدن پر
رکھدینا اور اے یزید خدای تعالی کا حکم ماں باپ کے باب میں یاد رکھنا اور جب تم لوگ مجکو میرے کپڑوں
یعنی کفن میں لپیٹ چکو اور میری قبر میں رکھ چکو تو معاویہ کو اور ارحم الراحمین کو تنہا چھوڑ دینا۔ اور محمد
بن عقبہ کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ رضی پر موت آئی تو کہنے لگے کہ کیا خوب ہوتا کہ میں ایک شخص قریش کا
[illegible] ہوتا اور امر خلافت میں سے کسی چیز کا مالک نہوتا اور جب عبد الملک بن مروان کی وفات قریب ہوئی

تو ایک دھوبی کو دیکھا کہ دمشق کے اطراف میں کپڑے کو اپنے ہاتھ میں لپیٹکر پتھر سے پر مار رہا ہے عبدالملک
نے کہا کہ کیا خوب ہوتا جو میں دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہر روز کھایا کرتا اور معاملات دنیا میں
کسی چیز کا والی نہوتا یہ بات ابوحازم رحمہ نے سنی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اوسنے ان حکام کو ایسا بنایا کہ
اپنے مرنے کے وقت اوس حال کی تمنا کرتے ہیں جسمیں ہم ہیں اور ہمکو جب موت آتی ہے تو ہم اونکے
احوال کی تمنا نہیں کرتے اور کسینے عبدالملک سے اوسکے مرض موت میں پوچھا کہ تم اپنے آپکو کیسا پاتے ہو
اوسنے کہا کہ میں ایسا پاتا ہوں جیسا خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ
أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ فاطمہ بنت عبدالملک جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ کی بی بی
تھیں کہتی ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے مرض موت میں دعا مانگا کرتے کہ الٰہی میری موت کو لوگوں
پر پوشیدہ رکھ اگرچہ دن میں سے ایک ہی گھڑی کیلئے ظاہر نہو پس جس روز کہ آپکی وفات ہوئی میں اونکے پاس
اوٹھکر ایک اور گھر میں چلی گئی کہ مجھ میں اور آپ میں ایک دروازہ حائل تھا اور آپ اپنے ایک حجرے میں رہے
میں نے سنا کہ آپنے یہ آیت پڑھی تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ
وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ پھر ساکت ہوگئے جب مجھکو آپکی کچھ آواز معلوم ہوئی نہ آہٹ تو میں نے
آپکے ایک غلام کو بھیجا کہ دیکھنا آپ کیا سوتے ہیں جب وہ آپکے پاس گیا تو چیخ ماری میں جھپٹی دیکھا تو
آپ مر چکے ہیں غرضکہ خدا تعالیٰ نے آپکی دعا قبول کی کہ کچھ دیر تک آپکی موت ظاہر نہوئی۔ اور
اوسنے مرنے سے پیشتر کسینے سوال کیا کہ ای امیر المؤمنین کچھ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ میں تمکو اپنے
اس حال سے ڈراتا ہوں کہ تمکو بھی ایک روز ایسا ہی ہونا ہے اور منقول ہے کہ جب آپ سخت بیمار ہوئے تو
آپکے واسطے ایک طبیب بلایا گیا اوسنے آپ کا حال دیکھکر کہا کہ آپکو زہر دیا گیا ہے اور انکی موت سے
میں مامون نہیں آپنے اپنی آنکھ اوپر کو اوٹھا کر طبیب سے فرمایا کہ جسکو زہر نہیں دیا جاتا اوسکی موت پر بھی تو
تم مامون نہیں اوسنے پوچھا کہ آپکو زہر کا اثر معلوم بھی ہوا آپنے فرمایا کہ جبوقت زہر میرے پیٹ میں
پڑا تھا جبھی مجھکو معلوم ہوگیا تھا اوسنے کہا کہ پھر آپ علاج کیجیے ورنہ مجھکو خوف ہے کہ آپکی جان
جاتی رہیگی آپنے فرمایا کہ جان میری پروردگار کے پاس جائیگی جو سب سے بہتر جانیکی جگہ ہے بخدا اگر
مجھکو معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لو کے پاس ہے تو اپنا ہاتھ کان تک اوٹھا کر اوسکو نہ لیتا
الٰہی عمر کیلئے اپنی ملاقات میں خیر کر اسکے بعد آپ تھوڑے ہی دنوں میں راہی ملک بقا ہوئے
اور روایت ہے کہ جب آپکی موت قریب پہونچی تو رونے لگے کسینے کہا کہ ای امیر المؤمنین رونیکا کیا
مقام آپکو خوشی ہو کہ خدا تعالیٰ نے آپکے باعث بہت سے سنتوں کو زندہ کیا اور عدل ظاہر فرمایا

آپنے رو کر فرمایا کہ کیا میں میدان محشر میں کھڑا نہیں کیا جاونگا اور مخلوق کے بیچ میں پوچھا جاونگا
سمجھ لے کہ اگر میں بالکل عدل ہی کرتا جب بھی اپنے نفس سے خوف تھا کہ خدا تعالی کے سامنے اپنی حجت
پیش نکر سکیگا مگر یہ کہ خدا ہی تعالی ہی اوسکو تعلیم فرماوے اور جس صورت میں کہ اکثر عدل سے نادم ہو گیا ہو
تو اب نہایت خوف کا مقام ہے یہ کہکر بہت روئے اور اسکے بعد بہت کم جیے اور منقول ہے کہ مرنے کے
وقت آپنے فرمایا کہ مجھکو بٹھلادو لوگون نے بٹھلا دیا آپنے فرمایا کہ الہی میں وہ ہون کہ تو نے حکم کیا میں نے
اوسکی بجا آوری میں کوتاہی کی اور تو نے منع کیا تو میں نے نمانا یہ جملے تین بار فرمایا کہ پھر کہا لیکن
لا اله الا الله یعنی توحید میں میں نے کوتاہی نہیں کی پھر آپنے سر اوٹھا کر تیز نگاہ سے دیکھا لوگون نے
جو سبب پوچھا آپنے فرمایا کہ میں کچھ لوگ موجود دیکھتا ہون کہ نہ وہ آدمی ہین نہ جن پھر آپکی وفات ہوگئی
رحمه الله تعالی۔ اور خلیفہ ہارون رشید کے حال میں لکھتے ہین کہ اونھون نے مرنے کے وقت اپنا کفن اپنے
ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا اور اوسکو دیکھکر کہتے تھے ما اغنی عنی مالیه هلک عنی سلطانیه اور زمین پر
بچھا کر اوسپر لیٹ رہے اور کہتے تھے کہ ای وہ شخص جسکی سلطنت کبھی نہ جاویگی تو اوس شخص پر رحم کر جسکا
ملک جاتا رہا اور معتصم بالله اپنے موت کیوقت کہتے تھے کہ اگر میں یہ جانتا کہ میری عمر اتنی ہی ہے تو جو کچھ
میں نے کیا ہرگز نکرتا اور منتصر اپنی موت کیوقت بہت مضطرب تھے لوگون نے کہا کہ آپ کو کچھ خطرہ نہین
گھبرائیے نہیں کہا کہ اتنا ہی ہے کہ دنیا گئی اور آخرت آپہونچی اور عمرو بن عاص نے اپنی بیٹون سے موت کے
وقت صندوقون کو دیکھکر کہا کہ انکو مع انکے اندر کی چیز کے کون لیگا کاش انمین مینگنیان ہوتین اور حجاج
بن یوسف نے مرتے دم کہا کہ الہی تو میری مغفرت فرما کہ لوگ یون کہتے ہین کہ تو میری مغفرت نہین کریگا
حضرت عمر بن عبد العزیز کو حجاج کی یہ تقریر اچھی معلوم ہوا کرتی اور اوسپر غبطہ کیا کرتے اور جب یہ حال حضرت
حسن بصری سے کہا گیا تو آپنے کہا کہ کیا حجاج نے یون ہی کہا تھا لوگون نے کہا ہان آپنے فرمایا
کہ تو کیا عجب کہ خدا تعالی اوسکے حال پر رحم کرے

میرے کام نہ آیا مجھکو مال میرا گئی مجھسے حکومت میری ۱۲

اب اقوال خاص لوگون کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اہل تصوف رضی الله عنهم اجمعین کے لکھے جاتے ہین
جب حضرت معاذ رضی کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ الہی میں تجھسے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھسے توقع رکھتا ہون
الہی تو جانتا ہے کہ میں دنیا کو اور اوسمین بہت جینے کو اسلیے پسند نہین کرتا تھا کہ نہرین جاری کرون یا درخت
لگاؤن بلکہ گرمیون کی دوپہر میں پیاسا رہنے اور زمانے کی آفات سہنے اور ذکر کے حلقون میں دو زانو
علما کے پاس بیٹھنے کیلیے پسند کرتا تھا۔ اور جب آپپر جانکنی کی شدت ہوئی اور ایسی سختی ہوئی
کہ اور کسی پر نہوئی تھی تو جب آپ بیہوشی سے افاقہ پاتے تھے اپنی آنکھ کھولدیتے تھے اور فرماتے تھے

کہ الٰہی تو جتنا چاہے میرا گلا گھونٹ لے قسم ہے تیری عزت کی کہ میرا دل تجھے محبت رکھتا ہے۔ اور جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے سفر آخرت کی تیاری فرمائی تو روئے لوگوں نے سبب گریہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں کچھ دنیا پر اضطراب کی راہ سے نہیں روتا بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اقرار لیا تھا کہ مقدار زاد دنیا میں سے ہم لوگوں کے لیے اتنی ہو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے جب آپ کی وفات ہوئی تو جتنا کچھ چھوڑا تھا اوسکو جو دیکھا گیا تو کل کی قیمت چند اوپر دس درہم یعنی چار روپے کے قریب تھی اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کان میں موت کی اذان کی آواز پہونچی تو اونکی بی بی نے کہا کہ ہائے کیسا غم ہے اونھوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ واہ کیسی خوشی ہے کہ کل کو ہم اپنے دوستوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کی جماعت سے ملینگے اور منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے مرنے کے وقت آنکھیں کھول کر ہنس پڑے اور فرمایا لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو جب موت قریب ہوئی تو روئے لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا میں خدا تعالیٰ کے ایلچی کا منتظر ہوں کہ مجھ کو بشارت جنت کی دیتا ہے یا دوزخ کی اور جب ابن منکدر رحمہ اللہ کی وفات قریب پہنچی تو روئے اور اونسے کچھ پوچھا گیا فرمایا کہ میں کسی اپنے گناہ کے لیے نہیں روتا کہ مجھ کو اوسکے ارتکاب کا یقین ہو بلکہ یہ خوف ہے کہ کہیں میں نے کوئی کام کیا ہو اور اپنی دانست میں اوسکو ہلکا سمجھا ہو اور وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو اور عامر بن عبد القیس کی جب وفات پہونچی تو لوگوں نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو فرمایا کہ نہیں روتا ہوں موت سے گھبرا کر اور نہ روتا ہوں دنیا پر حریص ہو کر بلکہ یہ ہے کہ اب مجھ سے چھوٹ جائیگی دوپہر کی پیاس اور جاڑے کی رات کو جاگنا اوسکے لیے روتا ہوں۔ اور جب حضرت فضیل رحمہ اللہ کی وفات پہونچی تو بیہوش ہوگئے پھر آنکھیں کھولکر فرمایا کہ افسوس اتنا لمبا سفر اور اتنا تھوڑا توشہ۔ اور جب حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی موت قریب ہوئی اپنے غلام نصر سے فرمایا کہ میرا سر مٹی پر رکھدے نصر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے کہا کہ مجھکو آپکی آسائش اور عیش یاد آتا ہے اور اب آپ فقیر اور محتاج ہو کر مرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ چپ رہ میں نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ زندگانی میری تونگروں کی سی کرے اور موت فقیروں کی سی عنایت فرمائے پھر فرمایا کہ میرے سامنے تلقین کے لیے کلمہ پڑھنا کہ جب تک میری زبان سے دوسری بات نہ نکلے تب تک دوسری بار مت کہنا۔ اور عطاء بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے سامنے شیطان مرنے کے وقت ظاہر ہوا اور اوس سے کہا کہ تو بچ گیا اوسنے جواب دیا کہ میں ابھی تک تجھ سے مامون نہیں ہوں۔ اور بعضے لوگ موت کے وقت روئے لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا کہ ایک آیت کلام مجید کی رولاتی ہے إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ اور حضرت حسن رحمہ اللہ ایک شخص کے

پاس تشریف لیگئے کہ نزع کے حال میں تھا فرمایا کہ جس کام کی ابتدا یہ ہو اوسکی انتہا سے ڈرنا چاہئے اور جسکی انتہا یہ ہو اوسکی ابتدا کی تمنا کرنا ہے۔ اور جریری کہتے ہیں کہ حضرت جنید رح کی نزع کے وقت میں انکے پاس تھا وہ دن جمعہ کا اور نوروز تھا سال بھر کا آپ کلام اللہ پڑھتے تھے اور اوسی حالت میں ختم کرلیا میں نے عرض کیا کہ اس حالت میں آپنے ختم کیا آپنے فرمایا کہ میرے نزع کے ہوتے کون ایسا کام ہے کہ جسکا شوق مجھے زیادہ ہو اور کیوں نہ تھا کہ وہ وقت ہے کہ نامہ اعمال لپیٹا جاتا ہے اور ہر ایک شخص کو وہی ملتا ہے جو وہ پیش بھیج چکا ہے ازانجملہ وفات کے وقت جو حال تھا وہ یہ اشعار پڑھتے تھے

ذکر کا ہے عارفوں کے دل کو ہر دم اشتیاق	اور منایا قریں ہیں یا دلکی پیار کی ہے وصل کا حال
پیتے ہی جام فنا وہ بھولا بیٹھا کون ہے	[illegible]
فکر اونکی ایسے سب ان میں کہ ہیں جو لا انسان	[illegible] کا ساحال
تن تو ہیں یاں انکے ہیں پرگشتہ اوسکے عشق سے	[illegible] کی چال
دم نہیں لیتے بلکہ جس جا سے چھپتا ہے وہ دوست	[illegible] لالال

اور حضرت شبلی رحمہ سے پوچھا گیا کہ ابو بکر محمد کے انتقال کے وقت حال بتاؤ کیسا اونکا حال تھا فرمایا کہ اگر اونکی روح اشتیاق ہی کے مارے اوڑ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح سے کہا گیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں فرمایا کہ یہ تمنا ہے کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے اوسکو پہچان لوں اور کسی بزرگ سے نزع کی حالت میں کہا گیا کہ اللہ کہو فرمایا کہ کب تک کہا جاوے گا میں تو اوسی کی ذات سے جلا جاتا ہوں اور بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں ممشاد دینوری کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک فقیر آیا اور اسلام علیکم کر کے پوچھا کہ یہاں کوئی صاف ستھری جگہ ہے کہ جس میں آدمی مرسکے لوگوں نے اوسکو ایک جگہ بتادی کہ پانی کے کنارہ پر تھی اوس فقیر نے تازہ وضو کیا اور کچھ رکعتیں پڑھیں جو اوسکے ارادہ میں تھیں اور پاؤں پھیلا کر مر گیا۔ اور ابو العباس دینوری اپنی مجلس میں کچھ فرماتے تھے کہ ایک عورت کو حال آیا اور چیخ ماری آپنے اوسکو فرمایا کہ مر جا وہ عورت اوٹھی اور دروازہ تک پہونچکر آپکی طرف پھر کر دیکھا اور کہا کہ لیجئے میں مر گئی اور مردہ ہو کر گر پڑی اور فاطمہ ہمشیرہ ابو علی رودباری کی فرماتی ہیں کہ جب میرے بھائی کی موت قریب ہوئی تو اونکا سر میری گود میں تھا اونہوں نے آنکھیں کھولکر فرمایا کہ یہ آسمان کے دروازے کھلگئے اور جنتیں آراستہ ہوئیں اور یہ ایک کہنے والا کہتا ہے کہ ای ابو علی ہمنے تجھکو مرتبہ پر پہونچا دیا اگرچہ تیرا ارادہ نہ تھا پھر آپنے ایک قطعہ پڑھا جسکا مضمون یہ ہے

قطعہ

چشم الفت میں نہ ڈالوں گا کبھی ایک ذرا	جب تلک مجھکو نہ دکھلا دیگا تو اپنا جمال

چشم بیمار سے دیتا ہے تو تسکین جو مجھے	رنج جو گنہگاروں کو ہے چاہتے ہیں وہ بھی پیاری ہوں
اور حضرت جنید سے کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ	کہو آپ نے فرمایا کہ میں اوسکو بھولا تھوڑا ہی ہوں

ہوا کہ یاد کروں اور جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ نے بکران دینوری سے حضرت شبلی رحمۃ اللہ کے خادم سے پوچھا کہ اونکے مرنے کے وقت تم نے کیا حال دیکھا اوس نے کہا کہ حضرت شبلی نے یہ فرمایا کہ مجھ پر ایک شخص کا ایک درہم ہے جو ظلماً اوس سے میرے پاس آ گیا تھا حالانکہ میں نے اوس شخص کی طرف سے ہزاروں درہم صدقہ دیئے ہیں لیکن میرے دل پر اوس سے بڑھکر کوئی شغل نہیں ہے پھر فرمایا کہ نماز کے لیے مجھکو وضو کرا دے میں نے وضو کرایا اور داڑھی کا خلال بھول گیا آپکی زبان بند تھی میرا ہاتھ پکڑ کر داڑھی میں دیدیا پھر وفات پائی جعفر یہ سنکر رونے لگے اور کہا کہ ایسے شخص کی بابت تم کیا کہتے ہو کہ آخر عمر میں بھی اونسے ایک ادب شریعت کا چھوٹنے نہ پایا۔ اور بشر بن حارث سے موت کے وقت کہا گیا اور وہ وقت کہ آپکو زندگی بہت پسند تھی کہ زندگی کی خوشی ہے جو موت سے [illegible] ہیں ہوا فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے پاس جانا بہت مشکل کام ہے۔ اور [illegible] سے کہا گیا کہ [illegible] اور [illegible] کیجئے [illegible] کہا کہ خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اونکے پاس جاؤں اور [illegible] گیا ہوں۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی کی والدہ نے کہا کہ الٰہی [illegible] اور [illegible] اور کہا کہ [illegible] آپ کے پاس جاتی ہوں آپنے فرمایا کہ میں کیوں نہیں [illegible] ایسے کے ایسے پروردگار کے سامنے جانے والا ہوں جو چھوٹے گناہوں کا حساب لیگا اور بڑے گناہوں پر عذاب کرے گا۔ اور جب ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ کی جان نکلنے لگی لوگوں نے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کیجئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا مقصود جو تم سے ہے اوسکا لحاظ رکھو۔ اور کسی بزرگ کو نزع شروع ہوا تو اونکی بی بی رونے لگی پوچھا کہ کیوں روتی ہے اوس نے کہا کہ تمہارے واسطے روتی ہوں انہوں نے کہا کہ اگر رونا ہے تو اپنے نفس پر رو میں تو اس دن کے لیے چالیس برس سے رو رہا ہوں۔ اور حضرت جنید نے فرمایا کہ میں نے سری سقطی رحمۃ اللہ کی عیادت کی اور انکو مرض الموت میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہے آپنے اس مضمون کا شعر

کیا بیان شکوہ حال کر سکوں میں جو طبیب	کہ اسکے بغیر [illegible] سبب ہے

میں نے پنکھا لیکر چاہا کہ آپ پر ہوا کروں آپنے فرمایا کہ پنکھے کی ہوا اوس شخص کو کیسے معلوم ہو گی
دل جلا ہے پھر کچھ شعر پڑھے جنکا مطلب یہ تھا

آنکھ سے آنسو جاری ہیں اور دل میں آگ ہے	کب تو ہے پاس میرے [illegible]
کیسے راحت ہو اوسکے جسکو کہ ہوئی ہو دل [illegible]	شوق سے ہوتا ہے دم اور قلق ہو جو [illegible]

یا الٰہی گر گشایش ہے کسی سے میں مری	جب تلک تجھ بن رہی مشکل ہے کیا اوسکے پھیر پھیر

اور روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت شبلی رحمہ کے یارون مین سے موت کے وقت اونکے پاس گئے
اور کہا کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اونھون نے یہ قطعہ پڑھا ؎

جس گھر مین کہ تو مقیم ہووے	وان شمع کی کچھ نہین ہے حاجت
بس ہے ہمین تیری ذات کا میل	جسدن کرین پیش لوگ حجت
اس حال سے چاہون گر گشایش	وہ دن نکرے خدا عنایت

اور روایت ہے کہ ابو العباس بن عطا حضرت جنید کے پاس اونکی نزع کے وقت گئے اور سلام کیا اونھون نے اوسوقت جواب ندیا پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا کہ مجکو معذور رکھو کہ مین اپنے وظیفے مین مشغول تھا پھر قبلے کیطرف مونھہ پھیر کر اللہ اکبر کہا اور رخصت ہوے۔ اور کتانی رحمہ سے کسی نے مرتے وقت کہا کہ آپ کیا کرتے تھے آپنے فرمایا کہ اگر میری موت نزدیک نہوتی تو مین ہرگز نہ بتلاتا مین اپنے دل کے دروازے پر چالیس برس کھڑا رہا جب اوسمین غیر اللہ آتا تو مین اوسکو اوسکے پاس سے ہٹا دیتا۔ اور معتمر کہتے ہین کہ جب حکم بن عبد الملک کو موت آئی تو مین بھی وہان موجود تھا مین نے کہا کہ الٰہی تو اس شخص پر موت کی سختیون کو آسان فرما کہ یہ شخص ایسا ویسا تھا اوسکی بہت سی خوبیان بیان کین اونکو جو ہوش آیا تو پوچھا کہ کون بولتا تھا مین نے کہا کہ مین فرمایا کہ ملک الموت مجھسے کہتے ہین کہ مین ہر سخی پر نرمی کرتا ہون یہ کہکر چل بسے اور جب یوسف بن اسباط کی وفات قریب ہوئی تو حضرت حذیفہ اونکے پاس گئے دیکھا تو قلق اور اضطراب بہت ہے پوچھا کہ اے ابو محمد یہ وقت گھبرانے کا ہے اونھون نے فرمایا کہ مین کیسے نہ گھبراؤن کہ مین یقیناً جانتا ہون کہ اپنے کسی عمل مین مین نے خدا ہی تعالیٰ کی تصدیق نہین کی حذیفہ نے فرمایا کہ اس شخص سے بڑا تعجب ہے کہ مرنے کے وقت حلف کرتا ہے کہ اپنے کسی عمل مین خدا ہی تعالیٰ کی تصدیق نہین کی اور مغازلی رحمہ کہتے ہین کہ مین اس ایک بزرگ کے پاس گیا جو حالت موت مین تھا اوسکو سنا کہ کہتا تھا کہ الٰہی تجھے سب کچھ کرنا ممکن ہے تو مجھ پر رحم فرما۔ اور بعض لوگ ممشاد دینوری کے پاس نزع کی حالت مین گئے اور اونکو دعا کی کہ خدا ہی تعالیٰ آپکے ساتھہ ایسا ویسا اوکیفرمائے وہ ہنس پڑے پھر فرمایا کہ تیس برس سے جنت مع اوسکے اندر کی چیزون کے میرے سامنے کیجاتی ہے مین نے نظر بھرکے بھی اوسکو نہین دیکھا اور رویم رحمہ سے مرتے وقت کہا گیا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اونھون نے کہا کہ مین اس سے بہتر اور کوئی چیز نہین کہہ سکتا۔ اور جب سفیان ثوری رحمہ کی وفات آئی تو لوگون نے کہا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو

اونھون نے فرمایا کہ گیا وہان اونکو کوئی بات نہین اور مزنی رح حضرت امام شافعی رح کے مرض موت مین اونکے پاس گئے اور پوچھا کہ کیسے صبح کی فرمایا کہ اسطرح صبح کی کہ دنیا سے رحلت کرتا ہون اور بھائیون سے مفارقت اور اپنے اعمال بد سے ملاقات کرتا ہون اور جام موت کو پیتا ہون اور خدای تعالی کے پاس جاتا ہون معلوم نہین کہ میری روح جنت مین جاویگی کہ اوسکو تہنیت دون یا دوزخ مین جاویگی کہ ماتم پرسی کرون پھر یہ شعر پڑھے

سخت جب سے ہوا دل اور ہوئین سب راہین بند	کر دیا اپنی رجا کو زینہ تیرے عفو کا
اپنے جرمون کو بڑا سمجھا تھا مین پر جب کہا	عفو کے تیرے مقابل عفو ہی اعظم رہا
تو ہمیشہ مغفرت کرتا ہے بندون کے گناہ	اپنے جود و عفو و احسان و کرم سے اے خدا
گر نہ ہوتا تو تو [illegible] بد [illegible] ابلیس سا	اب تو [illegible] آدم کو اوسنے چھل دیا

اور جب احمد بن حضرویہ پر نزع کا عالم ہوا اور کسی نے ان سے کوئی مسئلہ پوچھا تو انکی آنکھون سے آنسو نکل پڑے اور فرمایا کہ بیٹا ایک دروازہ کو مین ستانوے برس سے کھٹکھٹاتا تھا وہ اب کھلنے کو ہے مجھے معلوم نہین کہ سعادت کے ساتھ کھلیگا یا بدبختی پر تو مجھے جواب کی فرصت کہان ہے غرضکہ بزرگون کے انتقال کے وقت ان کے حال مختلف تھے ویسے ہی اقوال بھی مختلف ہین بعضون پر خوف غالب تھا اور بعضون پر رجا اور بعضون پر شوق اور محبت پس ہر ایک نے اپنے مقتضای حال کے موافق گفتگو کی ہے اور سب کے اقوال اونکے حالات کی نسبت کرو درست و صحیح ہین

چھٹی فصل اون اقوال کے بیان مین جو عارفون نے جنازون اور قبرستان پر کہے ہین اور زیارت قبرون کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

بیان اول جنازون سے عبرت پکڑنے مین۔ واضح ہو کہ عاقل کے لیے جنازہ بھی عبرت اور تنبیہ کی چیز ہے اور غفلت والون کو اوسکے دیکھنے سے بجز دل کی سختی کے اور کچھ نہین بڑھتا اسلیے کہ اونکو گمان ہے کہ ہم ہمیشہ اورون ہی کے جنازے دیکھینگے یہ نہین جانتے کہ ہم بھی بے شک چارپائی پر اوٹھائے جاوینگے پر اوسکا صدمہ انھین پر ہوگا ہم ہی پر چند روز بعد کچھ نہین پڑیگا اور یہ نہین سوچتے کہ جتنے چارپائی پر اوٹھائے جاتے ہین سب یہی حساب کرتے تھے مگر اونکا خیال باطل نکلا اور جلد تو ہی اونکی مدت پوری ہوگئی پس ہر ایک شخص کو چاہیے کہ جب جنازہ دیکھے تو اپنے آپ کو فرض کرے کہ اوسمین مین ہی ہون لیکن آخر عنقریب یون ہی ہوتا ہے شاید دوسرے یا تیسرے دن ہو۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رض جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ چلو ہم بھی پیچھے آتے ہین۔ اور مکحول دمشقی رح جب جنازہ دیکھتے تو کہتے کہ تم صبح کو جاتے ہو تو ہم شام کو

جنازے نصیحت کا حال ہے اور غفلت جلد آتی ہے بہلا جاتا ہے اور پچھلے کو عقل نہین اور اسید
بن حضیر کہتے ہین کہ مین کسی جنازے پر ایسی طرح نہین گیا کہ میرے جی مین اسکے سوا کچھہ اور گذرا ہو کہ اس
مرنے کے ساتھہ کیا معاملہ ہوگا اور اسکا انجام کیا ہونا ہے اور جب کہ مالک بن دینار رحمہ کے بھائی کا
انتقال ہوا تو وہ اوسکے جنازے کے ساتھہ نکلے اور رو کر کہتے تھے کہ بخدا میری آنکھہ ٹھنڈی نہوگی
جب تک یہ نجانونگا کہ تیرا مآل کہان ہوا اور یہ بات زندگی بھر نجانونگا ۔ اور اعمش رحمہ کہتے ہین کہ ہم
جنازون پر حاضر ہوتے تھے اور یہ نجانتے تھے کہ تعزیت کس شخص سے کرین اسلیے کہ سبکا غم یکسان ہوتا تھا
اور ثابت بنانی کہتے ہین کہ ہم جنازون مین شریک ہوتے تھے تو سبکو منہ ڈہانپے روتے والونکو
اور کسیکو نہین دیکھتے تھے غرضکہ اکابر کا دستور موت سے ڈرنے کا اسطرح تھا اب معاملہ برعکس ہے جو لوگ
جنازے کے ساتھہ ہوتے ہین وہ اکثر ہنستے ہین اور کھیلتے ہین اور گفتگو کرتے ہین تو اوسکی میراث ہی کی
کرتے ہین کہ وارثون کے لیے کیا چھوڑا اور جو مرنے کے ہمسر اور قریب ہوتے ہین وہ بھی یہی سوچتے ہین
کہ کسطرح سے کچھہ ترکہ ہمکو بھی ہاتھہ لگے ہم مین سے کسیکو یہ فکر نہین ہوتی کہ جب ہمارا جنازہ اوٹھیگا تو خداے تعالیٰ کو
کیا منظور ہوگا ہماری نوبت کیسے گذریگی اور اس غفلت کا سبب بجز دل کی سختی کے اور کچھہ معلوم نہین ہوتا
گناہ کثرت سے کرتے کرتے دل ہمارے کڑے ہوگئے یہان تک کہ خداے تعالیٰ کو اور قیامت کے
دن کو اور آخرت کے خوفون کو جو ہمارے سامنے ہین بھول گئے بس کھیل اور غفلت مین پڑگئے اور ایسی
چیزون مین لگے جو ہمارے کام نہ آوین خداے تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمکو اس غفلت سے جگادے
بہتر جنازے کے شریکون کا حال یہ ہوتا ہے کہ میت پر روین لیکن اگر عاقل ہون تو میت کی جگہ
اپنے حال پر رونا چاہیے کہ میت پر رونے کی نسبت اپنے حال پر رونا مناسب تر ہے ابراہیم زیّات نے
کچھہ لوگون کو دیکھا کہ میت کا مرثیہ کہتے ہین فرمایا کہ تم اگر اپنے احوال پر روؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے
اسلیے کہ وہ شخص تین خوفون سے بچ چکا ہے ایک ملک الموت کی صورت کہ اوسنے دیکھہ لی دوسرے
موت کی تلخی اوسنے چکھہ لی تیسرے خاتمے کا خوف اوس سے بھی وہ بیخوف ہوچکا اور تمکو یہ سب باقی
ہین ۔ اور ابو عمرو بن العلا کہتے ہین کہ مین جریر کے پاس بیٹھا تھا اور وہ اپنے کاتب سے اپنا شعر بتا کر
لکھواتے تھے اتنے مین ایک جنازہ آیا فرمایا کہ مجھکو تو ان جنازون نے بوڑہا کردیا پھر یہ قطعہ پڑھا قطعہ

سامنے آتے جنازے ہین تو ہم ڈرتے ہین
لہو مین پڑتے ہین پر آنکھہ سے جب ہون اوجہل

دیکھہ جون بھیڑیے کو بکریان ڈر جاتی ہین
اوسکے جاتے ہی مگر کرتی ہین پھر کود اچھل

اور جنازے مین شریک ہونیکے آداب یہ ہین کہ فکر کرنا اور غفلت سے ہوشیار ہونا اور موت کی تیاری

کرنی اور تواضع کی ہیئت پر اوسکے آگے چلنا چنانچہ تمام آداب اور سنن ہم فقہ کے بیان میں لکھ آئے ہیں
اور ایک اوسکے آداب میں سے یہ ہے کہ میت پر حسن ظن کرنا اگرچہ فاسق ہو اور اپنے نفس سے بدگمان رہنا
گو ظاہر میں نیک ہو اسلیے کہ خاتمے کا حال پرخطر ہے اوسکی حقیقت معلوم نہیں۔ اور اسی واسطے عمر بن ذر سے
منقول ہے کہ کوئی شخص اونکے ہمسایہ میں سے مر گیا تھا اور وہ گناہ بہت کرتا تھا تو بہت سے آدمیوں نے
اوسکے جنازے سے پہلو تہی کی عمر بن ذر گئے اور اوسکی نماز پڑھی جب وہ قبر میں رکھا گیا تو اوسکی قبر پر
کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے فلان تجھ پر خدا تعالی رحم کرے تو اپنی عمر بھر توحید کے ساتھ رہا اور اپنے ماتھے کو
سجدوں سے گرد آلود کیا اور لوگ جو کہتے ہیں کہ تو گنہگار اور خطاوار ہے تو ہم میں سے کون ایسا ہے جسنے
گناہ نکیا ہو اور خطاوار نہوا اور نقل ہے کہ ایک شخص جو نہایت درجہ کا فسادی تھا اطراف بصرہ میں مر گیا
اوسکی عورت کو کوئی نملا جو جنازے پر مدد کرتا اسلیے کہ کثرت فسق کے باعث کوئی گرد نہ پھٹکا اوسنے
پلہ داروں کو اجرت دیکر جنازہ اوٹھوایا اور نماز کی جگہ لیگئی تو کسینے اوسکی نماز نپڑھی وہ جنازے کو جنگل میں
دفن کرنے کیلیے لیگئی وہاں سے قریب ایک پہاڑ پر ایک بڑا زاہد رہتا تھا عورت نے اوسکو دیکھا کہ گویا جنازہ کا
منتظر ہے جنازہ جب پہونچا تو زاہد نے اوسکی نماز پڑھنی چاہی شہر میں شہرہ ہوا کہ فلان زاہد پہاڑ پر سے
فلان شخص کی نماز کو اوترا ہے پس شہر والے نکلے اور زاہد کے ساتھ نماز میں شریک ہوے مگر تعجب کرتے تھے کہ زاہد نے
نماز کیسے پڑھی اوس سے جب پوچھا تو کہا کہ مجھکو خواب میں کسینے کہا کہ فلان جگہ اوترکر جا وہاں تجھکو ایک
جنازہ ملیگا کہ اوسکے ساتھ بجز اوسکی بی بی کے اور کوئی نہیں اوسکے اوپر نماز پڑھ کہ وہ شخص بخشا گیا ہے
اس سے لوگون کا تعجب اور بھی زیادہ ہوا زاہد نے اوس میت کی بی بی کو بلا کر اوس شخص کا حال اور اوسکی
عادت پوچھی اوسنے کہا کہ سیرت اوسکی مشہور ہے دن بھر شراب خانے میں شراب پیا کرتا تھا زاہد نے کہا
کہ تامل کر کے کہہ کچھ اوسکے اعمال خیر میں سے بھی تجھے معلوم ہے اوسنے کہا کہ ہان تین باتیں تھیں
اول یہ کہ ہر روز صبح کے وقت نشہ سے افاقہ ہوتا تو کپڑے بدلکر وضو کرتا اور نماز صبح جماعت میں پڑھتا
پھر میخانہ میں جا کر فسق میں مشغول ہوتا دوسرے یہ کہ کبھی اوسکا گھر یتیم سے خالی نہیں رہتا تھا ایک دو یتیم
رہتے تھے اپنی اولاد کی نسبت کر اونکے ساتھ زیادہ سلوک کرتا تھا اور اونکے حال کا نہایت جویا رہتا تھا
تیسرے یہ کہ جب رات کو اوسکا نشہ ہلکا ہوتا تو اندھیری میں روتا اور کہتا کہ الہی تو دوزخ کا کونسا گوشہ
مجھ ناپاک سے بھرنا چاہتا ہے زاہد کا شک یہ سنکر دور ہوا اور اپنے مقام کو لوٹ گیا۔ اور صلت بن اشیم سے
مروی ہے کہ اوسکا کوئی بھائی مدفون ہوا تو اوسنے اوسکی قبر پر یہ شعر پڑھا شعر

گر قبر سے بچا تو بڑی بات سے بچا ورنہ مجھے یقین نہیں تیری نجات کا

دوسرا بیان قبر کے حال اور قبروں پر لوگوں کے اقوال میں۔ ضحاک سے مروی ہے کہ ایک
شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے زاہد تر کون ہے آپ نے فرمایا کہ
جو قبر کو اور اپنے گلنے کو نہ بھولے اور زینت دنیا کی زیادتی کو ترک کرے اور باقی چیز کو فانی پر ترجیح دے
اور فردائے آئندہ کو اپنی زندگی میں نہ شمار کرے اور اپنے نفس کو مردوں میں گنے اور حضرت علی سے کسی نے
پوچھا کہ آپکا کیا حال ہے کہ قبرستان میں بیٹھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کو عمدہ ہمسایہ پایا
ہیں انکو سچے ہمسایہ جانتا ہوں کہ زبان کو روکتے ہیں اور آخرت کو یاد دلاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَا رَأَیْتُ مَنْظَرًا اِلَّا الْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْہُ اور حضرت عمر بن خطاب رض
فرماتے ہیں کہ ہم ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گورستان میں گئے آپ ایک قبر پر بیٹھے
اور یہ قریب تھے ہیں اور لوگوں کی نسبت کہ آپ سے قریب تر تھا میں بھی آپکو دیکھکر رو دیا اور لوگ بھی رو دیئے آپ نے
ہم سے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو ہم نے عرض کیا کہ آپ کے رونے کے باعث ہم روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ قبر میری
ماں آمنہ بنت وہب کی ہے میں نے خدائے تعالی سے اذن مانگا تھا کہ زیارت انکی کروں مجھکو اجازت دیدی
پھر میں نے انکی مغفرت کے لیے دعا کی تو خدائے تعالی نے نامنظور فرمائی تو مجھکو وہی رقت پیدا ہوئی جو اولاد کو
ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت عثمان جب کبھی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی بھیگ جاتی کسی نے
پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کے بیان کے وقت نہیں روتے اور جب قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو روتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں اول منزل ہے
اگر اوس سے مردہ بچ گیا تو اور منزلیں اوس سے آسان ہیں اور اگر اوس سے نجات نپائی تو بعد کی منزلیں اور بھی کڑی
کڑی ہیں۔ اور روایت ہے کہ عمرو بن العاص رض نے ایک قبرستان کو دیکھا اور اوترکر دو رکعت نماز پڑھی لوگوں
نے پوچھا کہ آپ نے ایسی بات کی ہے کہ کبھی پہلے نہیں کی تھی فرمایا کہ میں نے قبر والوں کو اور اوس چیز کو جو اونمیں اور
خدائے تعالی میں حائل ہوگی یاد کیا تو میں نے اچھا جانا کہ دو رکعتوں سے خدائے تعالی کی نزدیکی حاصل کروں اور مجاہد
رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اول جو چیز آدمی سے گفتگو کرتی ہے وہ قبر کا گڑھا ہے کہ اوس سے کہتا ہے کہ میں کیڑوں کا
گھر ہوں اور تنہائی کا مکان ہوں اور غربت و تاریکی کی جگہ ہوں یہ چیزیں تو میں نے تیرے لیے تیار کی ہیں
تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہے اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ میں تمکو اپنی مفلسی کا دن بتاؤں جو دن ہو
وہ وہ دن ہوگا کہ جس دن میں قبر میں رکھا جاؤنگا۔ اور حضرت ابودرداء قبروں میں بیٹھا کرتے تھے لوگوں نے
جب سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں ایسے لوگوں میں بیٹھتا ہوں کہ مجھکو میری آخرت یاد دلاتے ہیں اور جب
چلا آتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رات کو قبرستان میں

آتے اور قبر والون سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے قبر والو تمکو کیا ہوا ہے کہ جب مین پکارتا ہون جواب نہین دیتے پھر فرماتے کہ ہان انکو میرے جواب دینے مین کوئی شے مانع ہو گئی ہے اور گویا کہ مین بھی انہین جیسا ہون پھر نماز پر متوجہ ہوتے اور صبح ہونے تک پڑھتے رہتے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے بعض ہمنشینون کو فرمایا کہ اے فلان مین رات کو جاگا کیا اور قبر کا اور اوسکے رہنے والے کا حال سوچتا رہا اگر تو مردہ کا حال تین دن بعد قبر مین دیکھے تو اوسکے پاس ہونے سے وحشت کرے گو پہلے کتنا ہی انس اوسکے ساتھ رکھتا ہو اور قبر کو دیکھے کہ اوسمین کیڑے دوڑتے ہین پیپ بہہ رہی ہے رنگ مردے کا بگڑ گیا ہے اور کفن کیڑے بدن کھا رہے ہین کفن پرانا ہو گیا ہے اور پہلے صورت بھی اچھی تھی اور بو بھی عمدہ کپڑے صاف تھے یہ کہکر آپنے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے - اور یزید رقاشی رح کہا کرتے کہ اے وہ شخص کہ گڑھے مین مدفون ہے اور قبر مین اکیلا پڑا ہے اور زمین کے اندر اپنے اعمال کا انس رکھتا ہے تجھے معلوم نہین کہ تجھکو کون سے عملون سے بشارت ملی اور کونسے بھائیون پر تو نے غبطہ کی پھر روتے یہانتک کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تو فرماتے کہ بخدا اپنے اعمال صالحہ سے خوشخبری لے اور اپنے اون بھائیون پر غبطہ کی جو خدا تعالی کی طاعت پر مدد کیا کرتے تھے اور اونکا یہ بھی دستور تھا کہ جب قبرون کو دیکھا کرتے تو بیل کی طرح ڈکرایا کرتے اور حاتم اصم کہتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنا حال نسوچے نہ مردون کے لیے دعا کرے تو وہ اپنا اور اونکا حق مین خیانت کرتا ہے اور بکر عابد رح اپنی مان سے کہا کرتے کہ کیا خوب ہوتا کہ تم بانجھ ہوتین کیونکہ تمہارے بیٹے کو قبر مین بہت دنون بند رہنا پڑیگا اور پھر وہان سے کوچ کرنا پڑیگا اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تجھکو پروردگار دار السلام کی طرف بلاتا ہے تو دیکھ کہ تو اوسکو کہان سے جواب دیتا ہے اگر تم اوسکو دنیا مین سے جواب دیگا اور اوسکی طرف سفر کرنے کے لیے مستعد ہوگا تب تو دار السلام مین داخل ہوگا اور اگر قبر مین سے جواب دیگا تو اوس گھر مین جانے نہ پاویگا - اور حسن بن صالح رح جب قبرون پر گذرتے تو کہتے کہ تم ظاہر مین تو خوب ہو مگر مصیبت تو تمہارے پیٹ مین ہے - اور عطا سلمی رح جب رات ہو جاتی تو قبرستان مین جاکر کہتے کہ اے قبر والو تم مر گئے ہاے ری موت اور تم نے اپنے عمل دیکھے واے ری اعمال پھر کہتے کہ کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا اور صبح تک یہی کہتے رہتے - اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ جو شخص قبر کو بہت یاد کریگا وہ جنت کے باغون مین سے اوسکو ایک باغ پاویگا جو اوس سے غافل رہیگا اوسکو دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا پاویگا - اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو اوسکے اندر جاکر لیٹ رہتے اور جب تک پڑے رہتے پھر فرماتے رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ اسکو کئی بار دوہراتے پھر اپنے

لف
اے رب پھیجو مجکو شاید مین کچھ بھلا کام کرون اوسمین جو پیچھے چھوڑ آیا

نظر کی طرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ بیچ اب تو تو واپس بھیجا گیا اب عمل کر- اور احمد بن حرب کہتے ہین کہ شخص اپنی خوابگاہ کو درست کرتا ہے اور سونے کے واسطے بچھونے کو برابر کرتا ہے اور اوس سے زمین تعجب کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اے ابن آدم تو اپنے بہت دنون سڑنے کو کیون نہین یاد کرتا میرے اور تیرے بیچ مین کوئی چیز حائل نہین- اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبد العزیز کے ساتھ قبرستان مین گیا جب اونھون نے قبرون کو دیکھا تو روئے پھر میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے میمون یہ میرے باپ دادون کی یعنی بنی امیہ کی قبرین ہین گویا دنیا والون سے کبھی اونکی لذت و عیش مین شریک ہی نہوے تھے دیکھو کیسے پچھڑے پڑے ہین او نپر مصیبتین ٹوٹ پڑین اور کہنگی بکی ہوئی کہتی بدنون مین کیڑون نے گھر بنایا ہے پھر روئے اور فرمایا کہ سمجھ لیجیو کہ ان قبر والون مین سے ایسا شخص نہین جانتا کہ وہ بہیر انعام ہوا ہو اور عذاب خدا سے محفوظ رہا ہو- اور ثابت بنانی رحمہ کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا جب وہان سے نکلنا چاہا تو سنا کہ ایک کہنے والا کہتا ہے کہ اے ثابت قبر والون کے سکوت سے دہوکا مت کھانا انمین بہت سے نفس مغموم ہین- اور منقول ہے کہ فاطمہ بنت امام حسین علیہ السلام نے قبرستان مین جاکر جنازہ اپنے شوہر حضرت حسن بن حسین علیہ السلام کا دیکھا اور اپنا منہ ڈہانپ کر یہ شعر پڑہا شعر

تھی جو اک آس ہو گئی اندوہ	اس مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے

اور مروی ہے کہ اونھون نے اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ لگا رکھا اور برس دن برابر ایسی مین معتکف رہین جب برس دن پورا ہو چکا تو خیمہ اوکہاڑ کر اور مدینہ منورہ مین اپنے گھر کو چلی گئین پس قبرستان کی ایک جانب سے آواز آئی کہ جو جاتا رہا تھا کیا اوسکو پایا دوسری نے جواب دیا کہ ناامید ہو کر پھر آئی- اور ابو موسی تمیمی کہتے ہین کہ فرزدق کی بی بی نے وفات پائی اوسکے جنازہ کے ہمراہ بصرہ کے رؤسا نکلے اونمین حضرت حسن بصری بھی تھے آپ نے فرزدق سے فرمایا کہ تو نے اس دن کے واسطے کیا سامان رکھا ہے اوس نے کہا کہ لا الہ الا اللہ کی گواہی ساٹھ برس کے عرصہ سے اس دن کے لیے ہے جب وہ عورت مدفون ہوئی تو فرزدق نے اوسکی قبر پر کہا ہے

عفو تیرا جو نہو مجھپہ تو پھر قبر کے بعد	ہے بہت ڈر کہ مری سختی و شدت ہو اوس سے بدتر
جسگھڑی آوے قیامت مین گرا سا پیادہ	لیچلے ہانکر فرزدق کو سوے سقر
طوق گردن مین ہو اور آنکھین نیلی ہونگی	یا وہ دوزخ کو تو کب پاوے وہ طالب بہتر

اور اہل قبور کے باب مین لوگون نے یہ بھی کہا ہے

ہو کھڑا قبرون پہ مردون کو تو اسطرح پکار	کون تم مین سے ہے گرفتار عذاب الآلام
کون مامون ہوا قبر کے ڈر سے تم مین	کسکو تم مین سے ہوا قبر مین جاکر آرام

وہ خاموشی ہے سب مردون کی صورت پر کیا ناز ... کس طرح فضل کا اونکے کوئی جانے انجام
ایک رشتہ ہین جواب اپنی زبان سے تجکو ... جس سے معلوم حقائق کے ہون حالات تمام
یعنی ہم مین سے کسی نے جو اطاعت کی ہے ... باغ جنت مین جہان چاہے پھرے باآرام
وہین اور وہ اگر جرم سے رکھتا ہے تو وہ ... لوٹتے ہے قعر جہنم مین بہت ہو ناکام
سانپ اور بچھو سے وہ دوزخ کے وہ اوسپر دوڑے ہے ... روح پر نیش کے صدمے یہ گذرتے ہین مدام

اور حضرت داود طائی رحمہ ایک عورت پر گذرے کہ وہ ایک قبر پر رو کر کہتی تھی

جان تیری گئی اور جسم نہ لی ہائے دریغ ... لوگ کون سے تیری جھلک مین کی ہائے دریغ
نیند تیری آنکھون مین کیونکر آئی ہے خواب کا حکم ... جب کہ لکھا تھا یہ مٹی بنی ہائے دریغ

پھر اوسنے کہا کہ مجھکو معلوم نہین کہ کیڑون نے تیرے دونون رخسارون مین سے اول کونسا کھانا شروع کیا حضرت داود طائی یہ سنکر بیہوش گر پڑے اور حضرت مالک بن دینار رحمہ فرماتے ہین کہ مین گورستان مین گیا اور یہ قطعہ بنا کر پڑھا قطعہ

قبرستان مین آیا تو مین نے کہا ... کہان ہین تونگر اور کدھر ہین فقیر
کہان ہین جنہین سلطنت پر تھا ناز ... کدھر ہین جو تھے کبر والے امیر

مین نے اونکے درمیان سے آواز سنی کہ کہنے والا تو یہ کہتا تھا اور آواز آتی تھی

فنا اور گئے مر دونون رستے ... ہوئے یکسان موت مین سب اسیر
سب کے کیڑون کی آمد سحر اور شام ... وہ کرتے ہین ان صورتون کو حقیر
جو تو پوچھتا ہے گذشتون کا حال ... سمجھے اونسے عبرت نہین اے خبیر

آپ کہتے ہین کہ مین سنکر روتا ہوا چلا آیا

تنبیہ یہان چند نوشتون کے بیان مین جو قبرون پر لکھے جاتے ہین ایک قبر پر اس مضمون کا قطعہ لکھا تھا

قبرین چپکی ہین پر سناتی ہین راز ... اونکے باشندے ہین مٹی کے تلے کو خاموش
آخرت کے لیے گو جمع نہین کرتا تو ... تجکو تو مرنا ہے پھر کسلیے ہے یہ خروش

اور ایک قبر پر یہ قطعہ کندہ تھا قطعہ

خانۂ تو اگرچہ ہست فراخ ... قبرت آباد و جایش محکم
از چنین قبر گو چہ سود ترا ... منہدم گشت بود و ہم مردم

اور ابن سماک رحمہ کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا تو دیکھا کہ ایک قبر پر لکھا تھا

بگورین گذشتے بیکسند اقارب من	کہ جینا کہ تعارف بمن نمی دارند
بخود اندر چو درہا ستانے من تقسیم	بی ادا ے دیون ثقیل بیندارند
گرفت ہر کے سہم خود و خوش نشست ولیک	نیا ورند بیادم تو گوئی اغیار اند

اور ایک قبر پر یہ لکھا پایا ہے

دوست کو یارون سے کہ اندیشہ اپنا کچھ نہ تھا	موت کا مانع نہیں دربان نہ کوئی پاسبان
کس طرح ہوتا ہے خوش دنیا کی تو لذات سے	لکھتے ہین تجھپر کراماً کاتبین سب داستان
وہ مہینے تیرے دنون مین ہوتی جاتی ہے کمی	عمر گھٹتا ہے تو غافل لذتون مین ہے ایکان
سو جاہل پر جہالت سے نہیں کرتی ہے رحم	علم ہو عالم کے بھی اوسکو نہیں تیرا امتحان
موت نے قبرون مین کو مکا کہ دیا کیا دین جواب	جنہین کوسکے ہین کا کچھ کا سے نہ تھا ہر گز نشان
کتنا ہی تیرے مکان مین تھے لگے آباد تھا	آج قبرون مین پرانی قبر ہے تیری نشان

اور ایک اور قبر پر یہ لکھا دیکھا ہے

یارو نیہ گذر ہین سے گیا جب مین اونکی	گھوڑ دوڑ کے گھوڑون کی طرح قبرین برابر
آنکھون سے مری آنسو گرے خوب سا رویا	پھر دیکھا تو اونمین ہی لگا اپنا بھی بستر

اور ایک طبیب کی قبر پر لکھا دیکھا گیا مثنوی

جب کسی نے پاس میرے آ دیا مجکو بتا	قبر مین مہمان گیا تب مین نے اوس سے یہ کہا
وہ تو تھا مشہور طب مین اب کہان ہے طب گئی	اوسکی نباضی و قارورہ شناسی کیا ہوئی
وہ نہ کیسے وہ امراض سے دنیا چھوڑا	مین نہ آیا ہو علاج اوس سے جو اپنی موت کا

اور دوسری قبر پر یہ لکھا ملا ہے

لوگو میرے دل مین تھی ایک آرزو	جس سے مانع ہو گئی میری اجل
اے خدا تیرا خوف ہے اوسکو ضرور	کر سکے دنیا مین جو کوئی عمل
مین نہین آیا ہون تنہا گور مین	ایسے ہی سب آوینگے یان آج کل

تو یہ بیتین قبرون پر اسلیے لکھی گئی ہین کہ اونکے باشندے موت سے پہلے عبرت کم پکڑتے تھے اور ہوشیار شخص جو دوسرون کی قبر دیکھکر اپنے آپ کو اونمین ہی تصور کرے اونمین ملنے کی تیاری کرے اور جانے کہ یہ لوگ جب تک قیامت نہ ہوگی اپنی جگہ سے نہ ٹلینگے اور یقین لے کہ جن چیزون کو مین ضائع کر رہا ہون اونمین سے اگر ایک دن بھی ان قبر والون کو ملجاوے تو اونکے نزدیک تمام

دنیا سے محبوب تر ہو کیونکہ اونکو اعمال کی قدر اب معلوم ہوئی اور حقیقت امور کی اب جانی اور اونکو
زندگی کے ایک روز پر افسوس ہے تو اسلیے ہے کہ تقصیر والا اپنی کمی کا تدارک کرے اور معذب سے خفت
پاوے اور توفیق والا اپنا رتبہ بڑا کرے اور ثواب زیادہ پاوے اور اونہوں نے عمر کی قدر بعد منقطع ہونے کے
جانی اب ایک ساعت کے لیے بھی حسرت ہے کہ جو پاوے اور تم کو وہ ساعت میسر ہے بلکہ کیا عجب ہے کہ بہت
ساعتیں پاؤ اور پھر اونکو ضائع کرتے ہو تو یہ بات خوب خیال میں رکھو کہ جس کام ہاتھ سے نکل جاتا
تب ان ساعتوں کے ضائع کرنے پر افسوس کرو گے کہ جو ہمیشہ اپنی گذری ہے دل اپنا رکھو خوشی دنیا
ایک بزرگ گذشتہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک بھائی کو خواب میں دیکھا اور کہا تو مجھ کو کیا سمجھ رہا ہے
اونسنے کہا کہ اگر میں اس کلمہ کو کہہ سکوں یعنی الحمد للّٰہ رب العالمین پر قادر ہوں تو دنیا و مافیہا سے مجھ کو
معلوم ہوا ہے پھر کہا کہ تو نے نہیں دیکھا کہ لوگ مجھے دفن کر رہے تھے اور ایک شخص کہ اوسکو دو رکعتیں
پڑھیں اگر میں اونکو پڑھ سکوں پر قادر ہو جاؤں تو دنیا و مافیہا سے مجھکو محبوب تر ہیں
چوتھا بیان اون اقوال کا جو لوگوں نے اپنے لڑکے کے مرنے پر کہے ہیں جس شخص کا لڑکا اونکو
اور قریب مر گیا ہو تو اوسکے پیش نظر یہ بات رکھو کہ جیسے سفر کرتے ہیں اور وہ دونوں سفر میں سے آنحضرت
وہ شہر تھا جو رہنے کی جگہ اور وطن اوسکی ہے اب لڑکا اوس شہر میں پہلے چلا گیا اور یہ بھی اوس جگہ
جا ملیگا تو اس سوچنے سے تاسف زیادہ نہوگا اسلیے کہ وہاں آگا کہ یہ بھی قریب اوس جگہ جاویگا
صورت میں چند روز کی تقدیم و تاخیر ہے اور موت کا حال بھی یہی ہے کہ اوسکے معنی وطن میں جا پہونچنا
ہیں جب تک کہ پہلا شخص آگے جاتا ہے اس بات کو خیال کرے اور اوسکا انتظار کرے اور ثواب
اوس صورت میں کہ لڑکے کے مرجانے پر وہ ثواب ملیگا وعدہ ہے اسکا سامنے رکھے جیسا کہ حدیث میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں پیٹ سے گرا ہوا بچہ آگے بھیجوں تو مجھکو اس بات سے بہتر ہے
کہ اپنے پیچھے سو سوار چھوڑوں اور ہر ایک اونمیں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے اور آپنے
گرے ہوئے حمل کا ایسا ذکر فرمایا کہ ادنیٰ سے اعلیٰ پر تنبیہ ہو جائے ورنہ ثواب بقدر ہوتا ہے جس قدر کہ
لڑکے کی جگہ دل میں ہو اور زید بن اسلم روایت فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک لڑکا مر گیا تھا آپ نے
اوس پر بہت رنج کیا آپ سے پوچھا گیا کہ اوسکی قدر آپکے نزدیک کتنی تھی آپ نے فرمایا کہ زمین کی برابر اونے
کے مانند تو اونسے کہا گیا کہ آپکو آخرت میں ثواب بھی اتنا ہی ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ کسی مسلمان کے اگر تین بچے مرجاویں اور وہ اونپر صبر کرے اور ثواب کا طالب ہو تو وہ اوس شخص کے لیے دوزخ کی
سپر ہونگے ایک عورت نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی عرض کیا کہ خواہ دو بچے مرجاویں آپ نے

حاشیہ: ابن ماجہ روایت ابو ہریرہ اور واو سبیل دوسری اسناد مفقود ہیں ۱۲ بخاری بالاتفاق میں گذری ہے

فرمایا کہ خواہ مہوں — اور والد کو چاہیے کہ اپنے لڑکے کے حق میں موت کے وقت دعا کرے اسلیے کہ اوسکی دعا
زیادہ توقع والی اور قریب تر قبول کے ہوتی ہے۔ محمد بن سلیمان اپنے لڑکے کی قبر پر کھڑے ہوے اور فرمایا
کہ الٰہی آج میں تجھسے اوسکے لیے توقع رکھتا ہوں اور اوسکے بابمیں تجھسے ڈرتا ہوں تو میری امید کو ثابت کر اور
میرے خوف کو دور فرما اور ابو سنان اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوے اور کہا کہ الٰہی جو میرا حق اوسکے ذمہ
واجب تھا وہ میں نے اوسکو بخشدیا تو جو تیرا حق اوسکے ذمہ پر واجب ہو وہ تو بخشدے کہ تو زیادہ جواد اور
زیادہ کریم ہے۔ اور ایک اعرابی اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ الٰہی جو کچھ اسنے میرے ساتھ سلوک
کرنے میں قصور کیا وہ میں نے اوسکو معاف کیا اور جو کچھ تیری طاعت میں اوسنے قصور کیا ہو وہ تو معاف فرما
اور جب ذر بن عمر کی وفات ہوئی تو اوسکے باپ عمر اوسکی لحد میں رکھے جانیکے بعد کھڑے ہوے اور کہا کہ
اے ذر مجکو تیرے بابمیں اتنا خوف ہے کہ اوس سے ہم تجھپر غم کرنا بھول گئے ہمکو معلوم نہیں کہ تجھسے کیا سوال
ہوا اور تو نے کیا جواب دیا پھر کہا کہ الٰہی یہ ذر ہے کہ جبتک تو نے چاہا اوس سے مجکو نفع دیا اور اب اوسکی مدت
اور روزی تو نے پوری کی اور اوسپر ظلم نہیں کیا الٰہی تو نے اوسپر اپنی طاعت اور میری فرمانبرداری لازم کی تھی الٰہی
جو کچھ تو نے اس مصیبت پر صبر کرنیکا ثواب مجکو دینا کیا ہے وہ میں نے اوسکو بخشدیا پس تو اوسکا عذاب مجکو
دیدے اور اوسکو عذاب مت کر اس تقریر سے سب آدمی رو پڑے پھر پھرنے کے وقت یوں کہا کہ اے ذر تیرے
بعد ہمکو کسی کی احتیاج نہیں سوا اللہ تعالیٰ کے ہم تیرے ہوتے ہوے کسی انسان کی ضرورت اب ہم جاتے ہیں اور تجھکو تنہا
چھوڑ دیتے ہیں اور اگر ٹھہرے بھی رہیں تو تجکو کچھ فائدہ نہ دینگے اور ایک شخص نے بصرہ میں ایک عورت کو
دیکھا کہا کہ اس جیسی تازگی میں نے کبھی نہیں دیکھی آپکی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اسکو رنج کم ہے اوس عورت
نے کہا کہ اے بندہ خدا میں تو ایسے غم میں ہوں کہ اوسمیں میرا شریک کوئی نہیں اوسنے پوچھا کہ کس طرح
عورت نے کہا کہ حال یہ ہے کہ میرے شوہر نے عید اضحی کے روز ایک بکری ذبح کی تھی اور میرے دو لڑکے
خوبصورت کھیل رہے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ تو دیکھنا چاہتا ہے کہ ہمارے باپ نے بکری کیسے ذبح
کی اوسنے کہا کہ اچھا پس اوسنے چھوٹے کو پکڑ کے ذبح کر ڈالا اور ہمکو جب خبر ہوئی کہ جب وہ پڑا خون میں لوٹ
رہا تھا جب یہ غل اور رونا بہت ہوا تو بڑا لڑکا بھاگ کر ایک پہاڑ کیطرف چھپنے چلا گیا وہاں کہیں بھیڑیا موجود
تھا اوسنے اوس لڑکے کو کھا لیا اوسکا باپ جو اوسکو ڈھونڈھنے نکلا تو گرمی کی شدت کے باعث پیاس
کے مارے مر گیا تو اب گردش دوران نے مجکو ہی تنہا چھوڑ دیا غرضکہ اسطرح کی مصائب کو لڑکوں کے مرنے کے وقت
یاد کرنا چاہیے تاکہ شدت واویلا سے تسلی ہو اسلیے کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں کہ اوس سے بڑی خیال میں نہ آسکتی ہو
اور خدا تعالیٰ اوسکو ہر حال میں دور فرماتا ہو تو معلوم ہوا کہ بہت سے مصائب وہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ دفع

توقع کرتا ہے پس آدمی کو جزع کرنے کا مقام کبھی حد و نہایت نہیں

پانچواں بیان قبروں کی زیارت اور میت کے واسطے دعا کرنے اور اوسکے متعلقات کا ذکر

قبروں کی زیارت خواہ کسی کی ہوں موت کی یاد اور عبرت حاصل کرنے کو مستحب ہے اور اولیا کی قبروں کی زیارت تبرک کے علاوہ تبرک کے لیے بھی مستحب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول زیارت قبور سے منع فرمایا پھر اوسکی اجازت دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمکو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا مگر آگاہ ہو کہ قبروں کی زیارت کیا کرو کہ وہ تمکو آخرت یاد دلاویگی لیکن کوئی کلمہ بیہودہ مت کہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت ہزار آدمیوں کے ساتھ کی اور جتنے آدمی کہ اوس روز روتے معلوم ہوے اوس سے زیادہ کبھی نہیں معلوم ہوے اور اسی روز میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو اجازت زیارت کی ملی نہ بخشش کی درخواست کی جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ قبرستان تشریف لائی تھیں میں نے عرض کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائیں اونھوں نے فرمایا کہ اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر سے میں نے عرض کیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہیں فرمایا تھا اونھوں نے فرمایا کہ ہاں اول فرمایا تھا پھر اجازت دیدی تھی۔ اور اس زمانہ کی عورتوں کو قبرستان میں جانے کی اجازت نہیں چاہیے اسلیے کہ وہ قبروں پر جاکر کلمات ناشایستہ بہت کہتی ہیں تو زیارت قبر سے جو اونکو بہتری ہوتی ہے وہ بدی کا کمتر ہے علاوہ ازیں اثنای راہ میں پردہ کا کھولنا اور زینت کا غیروں پر ظاہر ہونا بھی اونسے سرزد ہوتا ہے اور یہ دونوں بڑے گناہ ہیں اور زیارت صرف مسنون ہے تو ادای سنت کے لیے ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا ہاں اگر عورت پھٹے پرانے کپڑے پہن کر نکلے کہ کوئی مرد اوسکی طرف توجہ نکرے اور قبر پر جاکر صرف دعا کرے اور کوئی بات نکرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور حضرت ابو ذر رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرو اور اوس سے آخرت کو یاد کرو اور مردوں کو نہلاؤ اسواسطے کہ بدن خالی از روح کی تدبیر کرنی ایک بڑی پکی نصیحت ہے اور جنازوں کی نماز پڑھو شاید اس سے تمکو غم ہو اسلیے کہ غمگین خدا ہی کے سایہ میں ہوگا۔ اور ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زیارت کرو اپنے مردوں کی اور اونپر سلام کرو اور اونکے لیے دعا کرو اسلیے کہ تمکو اوسمیں عبرت ہوگی۔ اور حضرت نافع رضہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضہ جب قبر پر گذرتے اوسپر کھڑے ہو کر سلام کرتے۔ اور حضرت امام جعفر علیہ السلام اپنے باپ امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضہ اپنے دادا حضرت حمزہ رضہ کی قبر کی زیارت کو چند روز بعد جایا کرتیں اور اوسکے پاس نماز پڑھتیں اور رویا کرتیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں یا باپ خواہ

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے روایت کیا ۱۲
ابن ابی الدنیا و بیہقی نے مرسلاً نقل کیا ۱۲
طبرانی در معجم ... روایت ابو ہریرہ ۱۲

اون کی قبر کی زیارت کرے تو اوسکے گناہ بخشدیے جاتے ہین اور نیک لکھا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے ماں باپ مرجاتے ہین اور وہ اونکا نافرمان تھا تو
اور اونکے لیے اونکی حق مین دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی اوسکو فرمانبردارون مین لکھدیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین مَن زَارَ قَبرِی فَقَد وَجَبَت لَہُ شَفَاعَتِی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا مَن زَارَنِی
بِالمَدِینَۃِ مُحتَسِبًا کُنتُ لَہُ شَفِیعًا وَشَہِیدًا یَومَ القِیَامَۃِ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو فجر
طلوع ہوتی ہے اوسمین ستر ہزار فرشتے آسمان سے اوترکر قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیتے ہین
اور اپنے بازو پھیلاکر آپ پر درود شریف بھیجتے ہین یہان تک کہ شام ہوجاتی ہے تو وہ فرشتے آسمان کو چڑھ جاتے ہین
اور ویسے ہی اور اوترتے ہین اور جیسا پہلون نے کیا تھا ویسا ہی یہ بھی کرتے ہین یہان تک کہ جب زمین شق ہوگی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اوسمین سے نکلینگے اور آپکے ساتھ ستر ہزار فرشتے آپکی تعظیم کرتے ہونگے۔ اور قبرون کی زیارت مین مستحب یہ ہے
کہ قبلہ کیطرف پشت کرکے میت کیطرف منھ کرکے کھڑا ہو اور میت پر سلام کرے اور قبر کو نہ پونچھے نہ ہاتھ لگاوے
نہ بوسہ دے اسلیے کہ یہ افعال نصاری کی عادت ہین اور حضرت نافع رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
کو سو دفعہ بلکہ زیادہ دیکھا ہے کہ آپ روضۂ مطہرہ کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کہ سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پر سلام ابی بکر پر سلام میرے باپ پر اور لوٹ آتے تھے۔ اور ابوامامہ رحمہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت انس بن مالک رضی
کو دیکھا کہ قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کھڑے ہوکر دونون ہاتھ اوٹھائے یہان تک کہ
مین گمان کیا کہ آپنے نماز کے لیے اللہ اکبر کہا پھر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہکر واپس آئے۔ اور
حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے
اور اوسکے پاس بیٹھتا ہے تو وہ اوس سے انس حاصل کرتا ہے اور اوسکے سلام کا جواب دیتا ہے جبتک کہ وہ وہان سے
اوٹھے۔ اور سلیمان بن سحیم کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
یہ لوگ جو آپکے پاس حاضر ہوتے ہین اور آپ پر سلام کرتے ہین تو آپ اونکے سلام کو سمجھتے ہین آپنے فرمایا کہ
ہان سمجھتا ہون اور اونکا جواب دیتا ہون ۔

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب	کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو

اور حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ جب آدمی کسی جان پہچان کی قبر پر گذرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ
جواب دیتا ہے اور پہچان لیتا ہے اور جب نا آشنا کی قبر پر گذر کر سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب ہی دیتا ہے
اور ایک شخص عاصم جحدری کی اولاد مین سے کہتا ہے کہ مین نے عاصم کو مرنے کے دو برس بعد خواب مین دیکھا اور
پوچھا کہ تم مر نہین گئے تھے اونھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تم کہان رہتے ہو اونھون نے فرمایا کہ ہم جنت کے

ابن ابی الدنیا و سلام ۱۲ جس شخص نے زیارت کی میری قبر کی اوسکے لیے میری شفاعت واجب ہوگی ۱۲ جلد اول باب ... مین گذری

جس شخص نے مدینہ مین میری زیارت کی ثواب سمجھکر مین اوسکا شفاعت کرنے والا اور گواہ ہونگا قیامت کے دن ۱۲ یہ بھی باب ... مین گذری

باغ جنت

باپ تھون مین سے ایک باپ مین سنتے ہین ہم اور جو ہمارے یار ہر جمعہ کی رات اور اوسکی صبح کو ابوبکر بن عبد اللہ مزنی رحمہ کے پاس اکٹھے ہوتے ہین اور تم لوگون کی خبرین سنتے ہین مین نے پوچھا کہ تمھارے جسم ملتے ہین یا روحین اونھون نے فرمایا کہ جسم تو پڑے سوتے ہین اونکا ملنا کہان مگر روحون مین ملاقات ہوتی ہی مین نے پوچھا کہ تم ہماری زیارت سے بھی مطلع ہوتے ہو اونھون نے فرمایا کہ ہان جمعہ کی رات کو اور تمام روز جمعہ کو اور ہفتے کے دن آفتاب نکلنے تک تمھاری زیارت کی خبر ہوتی ہے مین نے کہا کہ اور دنون مین کیون نہین خبر ہوتی اونھون نے فرمایا کہ جمعہ کی بزرگی اور فضل کے باعث اسمین اطلاع ہوتی ہے اور محمد بن واسع رحمہ جمعہ کے روز قبرون کی زیارت کیا کرتے اونسے کہا گیا کہ آپ دوشنبہ کے روز تک کیا تاخیر فرمایا آپ نے فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ مردے اپنی زیارت کرنے والون کو جمعہ کے روز اور ایک دن اوس سے پہلے اور ایک دن اوسکے بعد پہچانا کرتے ہین — اور ضحاک رحمہ کہتے ہین کہ جو شخص ہفتے کے روز آفتاب نکلنے سے پیشتر کسی قبر کی زیارت کرتا ہی تو میت کو اوسکی زیارت کا حال معلوم ہوجاتا ہے لوگون نے کہا کہ اسکی کیا وجہ اونھون نے فرمایا کہ جمعہ کی عظمت کے باعث اوس وقت تک یہ اثر رہتا ہے — اور بشر بن منصور کہتے ہین کہ طاعون یعنی وبا کے دنون مین ایک شخص قبرستان مین آمد و رفت کیا کرتا اور جنازون کی نماز پڑھا کرتا جب شام ہوتی قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہوکر یون کہا کرتا کہ خدای تعالی تمھاری وحشت کو انس سے بدلے اور تمھاری بیکسی پر رحم فرماوے اور خطاؤن سے درگذرے اور حسنات تمھاری قبول کرے — ان کلمات سے زائد کچھ نہ کہتا تھا وہ شخص کہتا ہے کہ ایک شام کو اتفاقاً مین قبرستان کیطرف نگیا اور حسب دستور دعا نہ کی اپنے گھر چلا آیا جب رات ہوئی تو خواب مین دیکھا کہ بہت سے لوگ میرے پاس آئے مین نے اونسے پوچھا کہ تم کون ہو اور میرے پاس کیون آئے اونھون نے کہا کہ ہم قبرستان کے لوگ ہین مین نے پوچھا کہ پھر کیا مطلب ہے اونھون نے کہا کہ جب تم گھر کو پھر کر آتے تھے تو تم نے عادت کرلی تھی کہ کچھ تحفہ ہمکو دیا کرتے تھے مین نے پوچھا کہ کیا تحفہ تھا اونھون نے کہا کہ جو دعا مانگا کرتے تھے آج تم نے اوس سے ہمکو محروم رکھا اسلیے یہان مراد ہم سے آئے ہین —

شعر بیا روے خود در طلوع باز مشتاقان کرد	چو باز رستہ بدر شتی فراز مشتاقان کرد

مین نے کہا کہ اچھا اب مین پھر یہ تمھارا ہدیہ جاری رکھونگا چنانچہ پھر مین نے کبھی ناغہ نکیا — اور بشار بن غالب نجرانی کہتے ہین کہ مین رابعہ عدویہ رحمہ کے حق مین بہت دعا کیا کرتا تھا ایک رات مین نے اونکو خواب مین دیکھا کہ فرماتی ہین کہ ای بشار تیرے تحفے ہمارے پاس پے درپے نور کے طباقون مین حریر کے رومالون مین لپٹے ہوے آتے ہین مین نے کہا کہ انکی یہ کیفیت کیون ہوتی ہے اونھون نے فرمایا کہ جو مسلمان زندہ اپنے مردہ دوستون کے حق مین دعا کیا کرتا ہے اور وہ قبول ہوجاتی ہے تو وہ دعا اسیطرح نور کے طباقون مین رکھکر حریر کے رومالون

یعنی جاتی ہو پھر مردے کو دی جاتی ہے اور اوس سے کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص کا ہدیہ تیرے لیے ہے
اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مردہ قبر میں مثل ڈوبتے ہوئے فریاد خواہ کے ہے دعا کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا
دوست کیطرف سے پہونچے اور جب دعا اوسکو کسیکی جانب سے پہونچتی ہے تو اوسکے نزدیک دنیا و ما فیہا سے
محبوب تر ہوتی ہے اور زندوں کے تحفے مردوں کے لیے دعا اور مغفرت کی درخواست ہیں۔ اور بعض اکابر فرماتے ہیں
کہ میرا ایک بھائی مر گیا تھا میں نے اوسکو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جب تجھے قبر میں رکھا تیرا کیا حال ہوا اوس نے
کہا کہ ایک شخص میرے پاس آگ کی شہاب لایا اگر ایک دعا کرنے والا میرے حق میں دعا نکرتا تو مجھے یقین تھا کہ
وہ آگ کی شہاب مجھکو مارتا۔ اور یہاں سے مستحب ہے دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اور اوسکے لیے دعا مانگنی
سعید بن عبد اللہ ازدی کہتے ہیں کہ میں ابو امامہ باہلی رح کی نزع کیوقت اونکی خدمت میں گیا اونھوں نے فرمایا
کہ اے ابو سعید جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ وہ معاملہ کیجیو جسکا امر ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعنی
آپنے یون ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مر جاوے اور اوسکو تم مٹی دے چکو تو چاہیے کہ ایک شخص تم میں سے
اوسکی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور یوں کہے کہ اے فلان شخص فلانی عورت کے بیٹے وہ سنیگا تو مگر جواب نہیں دیگا پھر
دوبارہ اسیطرح پکارے وہ سیدھا بیٹھ جاویگا پھر تیسری دفعہ اسیطرح کہے وہ کہیگا کہ ارشاد کر خدا ہی تعالیٰ تجھپر
رحم کرے مگر تم لوگ اس جواب کو نہ سنو گے پھر اوس سے کہے کہ یاد کر اوس چیز کو جسپر تو دنیا سے اوٹھا ہے یعنی
گواہی لا الٰہ الا اللّٰہ اور محمد رسول اللّٰہ کی اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہے اور دین
اسلام اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور قرآن امام ہے ایسا کرنے سے منکر نکیر [illegible] اوسکے
پاس سے ہٹ جاوینگے اور یوں کہینگے کہ یہاں سے چلو اس شخص کے پاس ہم کیوں بیٹھیں اسکو تو حجت سکھلا دی
اور اللہ تعالیٰ اوس شخص کیطرف سے منکر نکیر کو جواب دیگا ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم اگر اوسکی ماں کا نام
معلوم نہو آپنے فرمایا کہ اوسکو حوا کا لڑکا کہکر پکارے انتہی۔ اور قبروں پر کلام مجید کے پڑھنے کا کچھ مضائقہ
نہیں علی بن موسیٰ حداد کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل رح کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھا اور محمد بن
قدامہ بھی ہمارے ساتھ تھے جب جنازہ دفن ہو چکا تو ایک اندھا آدمی قبر کے پاس قرآن پڑھنے لگا امام احمد رح
نے فرمایا کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا بدعت ہے جب ہم قبرستان سے نکلے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ
آپکے نزدیک مبشر بن اسمعیل حلبی کیسا شخص ہے آپنے فرمایا کہ معتبر ہے اور اونسے پوچھا کہ تمنے اوس سے کچھ یاد کیا ہے
اونھوں نے کہا کہ ہاں مجھکو خبر دی مبشر بن اسمٰعیل نے عبد الرحمن بن علا بن لجلاج سے کہ عبد الرحمن کے باپ علا بن
لجلاج نے وصیت کی کہ جب میں دفن ہو چکوں تو میری قبر پر سرہانے شروع سورہ بقر کا اور اوسکا آخیر
پڑھا جاوے اور علا رح نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اونھوں نے بھی اسکی وصیت کی تھی

تب امام احمد نے محمد بن قدامہ سے کہا کہ تو جاؤ اور اوس شخص سے کہدو کہ قرآن پڑھے اور محمد بن
احمد مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب تم قبرستانوں میں جاؤ
تو سورۂ الحمد اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق اور قل ہو اللہ پڑھکر اسکا ثواب قبرستان والوں کو
بخش دیا کرو کہ اونکو پہونچیگا - اور ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ میں آیا اور خندق پر اوتر کر وضو
کرکے رات کو دو رکعتیں پڑھیں اور ایک قبر پر سر رکھکر سو گیا خواب میں دیکھا کہ قبر والا مجھسے شکایت کرتا ہے
کہ تمنے رات بھر مجھکو ایذا دی پھر کہا کہ تم نہیں جانتے مگر ہم جانتے ہیں اور ہم عمل پر قادر نہیں اور تحقیق وہ
جو تمنے پڑھیں ہمارے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں پھر کہا کہ دنیا والوں کو خدا تعالی ہماری طرف سے
جزاء خیر دیوے اونکو ہماری طرف سے سلام کہنا اسلیے کہ کبھی اونکی دعا سے ہمارے پاس ایک نور پہاڑ کی
مثل آیا کرتا ہے غرض کہ قبر کی زیارت سے زندہ کو تو یہ فائدہ ہے کہ عبرت ہو اور مردے کو یہ فائدہ ہو
کہ دعا پہونچے اسلیے زیارت کرنے والے کو اپنے حق میں اور میت کے حق میں دعا کرنے سے غافل نہونا چاہئے
نہ عبرت حاصل کرنے سے غفلت کرنی چاہئے اور عبرت حاصل کرنا اسطرح ہوتا ہے کہ اپنے دلمیں مردوں کی
صورت جانے کہ اونکے اعضا کیسے علیحدہ ہوگئے اور وہ قبر سے کیسے اوٹھیگا اور یہ بھی تصور کرے کہ میں بھی
ایسا ہی ہو جاؤنگا جیسے کہ مطرف بن ابی بکر ہذلی کہتے ہیں کہ عبد قیس کی اولاد میں سے ایک عورت عابد تھی
جب رات ہوتی تو وہ کمر باندھتی اور نماز پڑھنے کے لیے اوٹھ کھڑی ہوتی اور جب دن ہوتا تو قبروں میں
چلی جاتی میں نے سنا ہے کہ لوگوں نے اوسکو کہا کہ تم کثرت سے قبرستان میں کیوں جاتی ہو اوسنے جواب دیا
کہ دل سخت جب جفا کرتا ہے تو اوسکو پرانے کھنڈر ملائم کرتے ہیں اور میں جو قبروں میں آتی ہوں تو دیکھتی ہوں
کہ گویا لوگ قبروں کی تہوں میں سے نکلے ہیں منہ اونکے خاک آلودہ اور رنگ متغیر اور کفن میلے ہیں تو ایسی نظر کا
کیا کہنا ہے اگر اسی طرح کی نظر بندوں کے دلوں میں جم جاوے تو افسوس ہے اسکی تلخی کیا کچھ ہو اور بدن اسکو کیا
کیا کچھ تلف ہوں بلکہ چاہیے کہ صورت مرے کی وہ دل میں یاد کرے جیسا حضرت عمر بن عبد العزیز نے رح
بیان کیا تھا یعنی ایک فقیہ نے آکر آپکی صورت کے بدل جانے سے نہایت تعجب کیا کہ کثرت عبادت اور
سے آپ کا چہرہ اور ہی طور ہو گیا تھا آپنے فرمایا کہ میاں صاحب قبر میں دفن ہونے کے بعد اگر مجھکو تین دن
پیچھے دیکھوگے تو اوربھی تعجب کروگے کہ آنکھیں نکلکر رخساروں پر گری ہونگی اور ہونٹ دانتوں سے جدا
ہونگے منہ کھلا ہوا ہوگا اور میں سے پیپ نکلتی ہوگی پیٹ پھولکر سینے سے اونچا ہوگا پیٹھ پاخانے کی راہ سے
نکلی ہوگی اور نجاست اور پیپ نتھنوں سے نکلتی ہونگی جب یہ صورت دیکھوگے تو زیادہ تر تعجب کروگے اور
غیر مستحب ہے کہ میت کی تعریف کرے اور جب اوسکا ذکر آوے تو اچھا ہی کہے حضرت عائشہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی مرجائے تو اوسکو چھوڑ دو اوسکی برائی مت کرو اور ایک حدیث شریف مین فرمایا کہ مردون کو گالی مت دو کہ وہ اپنے کیے کو پہونچ گئے ہین اور ایک حدیث شریف مین ارشاد ہوا کہ اپنے مردونکا ذکر بہتری ہی سے کیا کرو اسلیے کہ اگر وہ جنتی ہین تو برا کہنے کا گناہ تمپر ہوگا اور اگر وہ دوزخی ہین تو اونکو وہین کی مصیبت کافی ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رضہ فرماتے ہین کہ ایک جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس گیا لوگون نے اوسکی برائی بہت سی بیان کی آپنے فرمایا کہ واجب ہوگئی پھر اور جنازہ آیا تو اوسکی بھلائی ذکر کی آپنے فرمایا کہ واجب ہوگئی حضرت عمر رضہ نے پوچھا کہ کیا واجب ہوگئی آپنے فرمایا کہ اس جنازے کی تم نے بھلائی بیان کی اوسکے لیے جنت واجب ہوگئی اور پہلے جنازے کی برائی کی تو اوسپر دوزخ واجب ہوگئی اور تم خداے تعالی کے گواہ ہو زمین مین یعنی جس چیز کی گواہی دیدوگے ویسا ہی حکم ہوگا اور حضرت ابوہریرہ رضہ اس حدیث کو روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ بندہ جب مرجاتا ہے اور لوگ اوسکا وہ حال بیان کرتے ہین جو علم الٰہی مین ویسا نہین ہوتا تو اللہ تعالی فرشتون سے فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو مین نے اپنے بندونکی گواہی اس بندے کے باب مین قبول کی اور اسکے جو گناہ جانتا ہون اونکو معاف کیا

بخاری در باب جنازہ ؛ نسائی در باب جنازہ

ساتوین فصل موت کی حقیقت مین اور جو حال کہ میت پر قبر مین صور کے پھونکنے تک گذرتا ہے اوسکے ذکر مین

اس فصل مین چار بیان ہین

بیان اول موت کی حقیقت مین واضح ہو کہ لوگ موت کی حقیقت کے بیان مین جھوٹے گمان اور خیالات کرتے ہین اور غلطی پر ہین مثلاً بعض گمان کرتے ہین کہ موت نیست ہوجانا ہے نہ حشر ہوگا نہ نشر نہ خیر اور شر کا کچھ انجام ہے انسان کی موت ایسی ہے جیسے اور حیوانات کی یا سوکھی گھاس کی یہ راے ملحدین اور اون لوگون کی ہے جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان نہین لاتے اور بعض یہ گمان کرتے ہین کہ موت سے آدمی نیست ہوجاتا ہے مگر قبر سے لیکر حشر تک نہ کسی عذاب سے درد پاتا ہے نہ ثواب سے راحت اور بعض یہ کہتے ہین کہ روح باقی رہتی ہے موت سے نیست نہین ہوتی اور ثواب اور عذاب روحون ہی کو ہے جسمون کو نہین اور جسم ہرگز نہ اوٹھائے جاوینگے نہ پھر سے زندہ ہونگے اور یہ سب اقوال گمان خراب اور حق سے پھرے ہوے ہین اور جو بات کہ اعتبار کے لائق اور آیات اور حدیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ موت صرف حال کے بدلنے کا نام ہے اور روح جسم سے جدا ہونے کے بعد یا عذاب مین مبتلا یا آسایش مین چین کرتی باقی رہتی ہے اور روح کی جسم سے جدا ہونے کے یہ معنی ہین کہ اوسکا تصرف جسم پر سے جاتا رہتا ہے جسم اوسکی اطاعت سے باہر جاتا ہے یعنی اعضا سب روح کے آلات ہین کہ اونسے وہ کام لیا کرتی ہے مثلاً ہاتھ سے پکڑا کرتی ہے کان سے سنا کرتی ہے آنکھ سے دیکھا کرتی ہے اور دل سے اشیا کی حقیقت جانا کرتی ہے اور

دل سے غرض یہان روح ہے تو یہ غرض ہوئی کہ روح اشیا کی حقیقت خود معلوم کیا کرتی ہے کبھی الم کی خبر دیتی ہے
اسیطرح کبھی اپنے آپ اقسام غم سے دکھ پایا کرتی ہے اور انواع خوشی سے سکھ اور یہ امور متعلق اعضا جسم کے نہین
تو جتنی باتین ایسی ہین کہ اونکے خود روح موصوف ہوتی ہے وہ تو بعد جسم سے جدا ہونے کے بھی روح کے ساتھ
رہتی ہین اور جو باتین روح کو بواسطہ اعضا کے ہوا کرتی ہین وہ جسم کے مرنے سے جاتی رہتی ہین یہانتک کہ دوبارہ
پھر جسم مین روح آوے اور روح کا جسم مین دوبارہ آنا قبر مین کچھ دشوار ہے نہ قیامت کے روز تک کی دیری کچھ
بعید ہے اللہ تعالی نے جیسا جس بندے کیواسطے حکم کر دیا ہے وہی اوسکو نصیب ہوتا ہے اور موت کیوجہ سے
جسم کا بیکار ہونا ایسا ہے جیسے اپاہج آدمی کے اعضا مزاج کے بگڑنے سے یا پٹھون مین سدہ واقع ہونے کی
باعث نکمے ہو جاتے ہین اور اونمین روح نہین اثر کرسکتی تو اس صورت مین روح کا عالم ہونا اور عاقل اور
ہونا باقی رہتا ہے اور بعض اعضا سے کام لیتی ہے اور بعض اوس سے نافرمان ہو جاتے ہین اور موت کے معنی
سب اعضا کی روح سے نافرمان ہونے کے ہین اور اعضا تو روح کے آلات تھے جنسے وہ کام لیتی تھی اور روح
غرض وہ چیز ہے جو انسان کے اندر علوم اور غمون کی تکلیف اور خوشیون کی لذت معلوم کرتی ہے تو جسوقت
روح کا تصرف اعضا مین باطل ہو گیا تو اوسکے علوم اور ادراکات اور خوشیان اور غم اور انکا درد و الم
تو نہین جاتا رہا اور انسان واقع مین وہی چیز ہے جو علوم کو ادراک کرتی ہے اور رنج و راحت کو پاتی ہے اور
یہ صفت نہین مرتی بلکہ موت کے باعث سے بدن پر سے اوسکا تصرف اوٹھ جاتا ہے اور پہلی سی کا آلہ نہین رہتا
جیسے لنجے پن کے یہ معنی ہین کہ روح کے آلہ ہونے سے ہاتھ نکل گیا اور اوسکے کام کا نہ رہا اسیطرح گویا سارے
اعضا کا اپاہج ہو جانا ہے کہ کوئی اوسکا آلہ نہ رہا اور انسان کی حقیقت جو اوسکا نفس اور روح ہے وہ بدستور موجود
ہان اوسکے حال کا بدلنا دو طرح سے ہے اول تو یہ کہ اوس سے اوسکی آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ اور پاؤن
اور جملہ اعضا چھین گئے اور اہل و اقارب اور زن و فرزند اور تمام اشیا اور گھوڑے اور سواریان اور غلام اور گھر
تمام جایداد چھین گئی اور اسمین کچھ فرق نہین کہ آدمی سے یہ چیزین چھین جاوین یا خود اوسکو ان چیزون سے چھین لیا جاوے
سوا اسکے اپنا چھینے والی چیز تو جدائی ہے اور جدائی دونون صورتون مین حاصل ہے ایسا ہوتا ہے کہ کبھی تو آدمی کا
مال لوٹ لیا جاتا ہے اور کبھی مال وغیرہ بدستور رہتا ہے اور مالک ہی کو قید کر لیا جاتا ہے دونون صورتون مین
یکسان ہوتا ہے اور موت بھی یہی ہے کہ انسان کو اوسکے جمیع اموال و علایق سے لیکر ایک اور عالم مین جا کر
جو اس عالم کے مشابہ نہو پس اگر دنیا مین اوسکی کوئی ایسی چیز ہو گی جس سے اوسکو انس اور راحت تھی تو بعد موت
کے اوس چیز کی حسرت اوسپر بڑی ہوگی اور اوسکی جدائی مین اوس شخص کو نہایت تکلیف ہو گی بلکہ اوسکا دل ایک ایک
چیز کیطرف التفات کریگا مال کیطرف جدا اور جاہ کیطرف جدا اور جایداد غیر منقول کیطرف جدا یہانتک کہ اگر

کوئی کرتہ پہننا چاہتا ہو اگر با ہوگا تو اوسکے چھوٹنے کا بھی رنج ہوگا اور اگر سوا خداے تعالیٰ کے ذکر کے اور چیز سے
خوش نہ تھا اور نہ اوسکو سوا اوسکے کسی سے الفت رکھتا تھا تو مرنے سے بڑی آسایش ملیگی اسلیے کہ موانع برطرف
ہونگے اور محبوب میں اور اسکے آپ میں تخلیہ ہو جائیگا تمام اسباب دنیاوی خداے تعالیٰ کے ذکر سے شاغل ہیں
وہ سب برطرف ہونگے یہ ایک وجہ زندگی اور موت کے حال میں اختلاف کی تو یہ تھی جو بیان ہوئی دوسری
وجہ حال کے پلٹنے کی یہ ہے کہ موت کے باعث انسان کو وہ باتیں کھلجاتی ہیں جو زندگی میں نہیں کھلتی تھیں
جیسے جاگتے آدمی کو ایسے حالات منکشف ہوتے ہیں جو خواب میں نہیں ہوتے اور آدمی سب مردہ ہیں جب مرینگے
تو جاگینگے سب سے پہلے جو آدمی پر حال کھلیگا وہ اوسکی نیکیوں کا نفع یا برائیوں کا ضرر ہوگا حالانکہ یہ حال اسکے
دل کے اندر کی بیاض میں لکھا تھا مگر دنیا کے کاموں کی جہت سے اوسکو خبر نہ تھی جب دنیا کے کام برطرف
ہوگئے تو سارے اعمال اسپر کھلگئے اب جو برائی دیکھتا ہے اوسپر ایسی حسرت کرتا ہے کہ اوس حسرت سے
کے لیے آگ میں گھس جانے کو غنیمت شمار کرتا ہے اور ایسے حال میں اوس سے کہا جاتا ہے کفیٰ بنفسک الیوم
علیک حسیبا اور یہ بات اوسوقت کھلتی ہے کہ جب سانس ٹوٹ جاتی ہے اور دفن نہیں ہوتا اور
جدائی کی آگ بھڑکی ہوتی ہے یعنی اس دنیائے ناپایدار سے جس چیز پر اطمینان تھا اور بمقدار زاد اور پہونچانے کی
قدر اوس سے مراد تھی اوسکی جدائی کی آگ لگی ہوتی ہے اور جو شخص کہ دنیا میں سے زاد ہی کے موافق کا
طالب ہوتا ہے تو اوسکو مرنے کے بعد کچھ رنج جدائی کا نہیں ہوتا بلکہ وہ منزل پر پہونچکر خوش ہوتا ہے کہ
زاد کا تردد جاتا رہا اور وجہ اوسکی خوشی کی یہ ہے کہ اوسکی غرض منزل مقصود تھی نہ خود زاد سے اور یہ حال ایسے
شخص کا ہوتا ہے جو دنیا میں سے بقدر ضرورت ہی لیتے ہیں اور چاہتے رہتے ہیں کہ کسیطرح اتنی ضرورت بھی نہ ہو
پس انکی آرزو مرنے سے پوری ہو جاتی ہے کہ اوس قدر سے بھی مستغنی ہوجاتے ہیں اور یہ عذاب کے اقسام اور
رنج بہت بڑے ہیں کہ پہلے دفن کے آدمی پر ٹوٹ پڑتے ہیں پھر دفن کے وقت کبھی اور جسم کے تئیں اسکی
روح جسم میں دوبارہ لائی جاتی ہے اور کبھی معاف کر دیا جاتا ہے اور جو شخص دنیا سے لذت پاتا اور
اوسپر مطمئن ہوتا ہو اوسکا حال ایسا سمجھو جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی غیبت میں اوسکے محل اور سلطنت
اور پایہ تخت میں چین سے اوڑائے اور اعتماد کرتا ہو کہ بادشاہ میرے معاملے میں کچھ سہولت برتنے کا یا
کیا کچھ میں نے کام کیا ہے اونکا علم بادشاہ کو نہوگا اور بادشاہ اوسکو اچانک پکڑ لے اور اوسپر ایک فرد
پیش کرے جسمیں اوسکی خطائیں اور بد افعالیاں ذرہ ذرہ سی لکھی ہوئی ہیں اور بادشاہ بھی بڑا زبردست
اور غیرت ناک ہو اور جو لوگ اوسکے محل میں یا سلطنت میں مرتکب افعال ناشایستہ ہوں اونسے عوض لینے والا ہو
اور کسیکی سفارش نافرمانوں کے باب میں نہ سنتا ہو تو ایسی صورت میں اوس گرفتار کا حال سوچنا چاہیے کہ

پہلے سزا وغیرہ ہونے سے اوسکو کس قدر خوف اور شرم اور حسرت وندامت ہوگی یہی حال ہے کا میت کا نزد
ہونا چنیں ویراوسکا دل ہوتا ہے کہ پہلے قبر کے عذاب نازل ہونے سے بلکہ نہیں مرنے کی وقت خوف شرم
وحسرت وندامت ٹوٹ پڑتی ہے اور جسم کا اپنے اوپر کاٹنے کی نسبت کہ رسوائی اور فضیحت اور پردہ کے فاش
ہونے کا عذاب اوسکو زیادہ ہوتا ہے معاذ اللہ منہا غرضکہ موت کے وقت مردہ کا حال ایسا ہوتا ہے اہل بصیرت نے
اوسکو باطن کے مشاہدہ سے دیکھا ہے جو ظاہر کے دیکھنے سے بھی قوی تر ہے اور اسپر قرآن وحدیث کی دلایل
بھی موجود ہیں ہاں حقیقت موت کا حال معلوم ہونا ممکن نہیں اسلیے کہ موت کی معرفت بدون زندگی کی
معرفت کے ممکن نہیں اور زندگی کی معرفت روح کی حقیقت کے جاننے اور اوسکی ذات کی پہچاننے
پر موقوف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے باب میں گفتگو کرنے کی اجازت نہیں دی ہے اور فرمایا قل الروح من
امر ربی اوسکے سوا اور کچھ زیادہ کہنے سے منع فرمایا ہے تو کسی عالم کے دین میں نہیں ہے کہ روح کی حقیقت
کا راز کھولے اور اوسپر مطلع ہو ہمارا مقصد یہ ہے کہ اجازت ہو کہ حال روح کا بعد موت کے ذکر
کریں اور اس باب میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ موت سے روح معدوم نہیں ہوتی
اوسکا ادراک فنا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی شہدا کے باب میں ارشاد فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا
فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین اور جب کہ بدر میں سرداران قریش
مارے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو ایک ایک کو پکارا ای فلان اور ای فلان جو وعدہ تم سے
وعدہ کیا تھا اوسکو میں نے سچا پایا تم سے جو تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی سچا پایا کہ نہیں لوگوں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ان لوگوں کو پکارتے ہیں وہ تو مرے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی کہ
قبضہ میں میری جان ہے وہ اس کلام کو تم سے زیادہ سنتے ہیں مگر وہ جواب پر قادر نہیں تو حدیث نص ہے
شقی کی روح کے باقی رہنے اور اوسکے ادراک و معرفت بحال رہنے کے باب میں اور آیت نص ہے شہیدوں کی ارواح
میں اور میت کی دو ہی قسمیں ہیں یا سعید ہوتا ہے یا شقی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا ایک
گڑھا ہے آگ کے گڑھوں میں سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یہ حدیث صریح نص ہے اس بات میں
کہ موت کے معنی صرف حال کے بدلنے کے ہیں اور اوس میت کیواسطے جو کچھ سعادت اور شقاوت ہونی ہو
ہوتی ہے وہ مرتے ہی بلا تاخیر ہو جایا کرتی ہے مگر بعض اقسام کے عذاب اور ثواب البتہ پیچھے رہتے ہیں
مگر اونکی اصل اوسی وقت ہو جاتی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
آپ نے فرمایا الموت القیامة فمن مات فقد قامت قیامته اور ایک حدیث شریف میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے مرجاتا ہے تو اوسکا ٹھکانا صبح وشام اوسپر پیش کیا جاتا ہے

[illegible]

۲۵ موت قیامت ہے پس جو مرا اوسکی قیامت ہی قائم ہو گئی ۱۲ ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲

۲۶ بخاری ومسلم ابن عمر کی روایت ۱۲

اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت میں اور اگر دوزخی ہوتا ہے تو دوزخ میں سے ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے
کہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تعالی تجھکو اسمیں قیامت کے دن پہونچاوے اور جو کچھ ان ٹھکانوں کے
دیکھنے سے لذت یا عذاب اوسوقت ہوتا ہوگا وہ مخفی نہیں۔ اور ابو قیس کہتے ہیں کہ ہم حضرت علقمہ کے
ساتھ ایک جنازے میں شریک تھے آپنے فرمایا کہ اسکی قیامت تو قائم ہوگئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں
کہ کسی کو دنیا سے نکلنا حرام ہے جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ جنت والوں میں سے ہوں یا دوزخ والوں میں سے
اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ مَاتَ غَرِیبًا مَاتَ شَهِیدًا
وَوُقِیَ فَتَّانَی الْقَبْرِ وَغُدِیَ وَرِیحَ عَلَیْهِ بِرِزْقِهِ مِنَ الْجَنَّةِ اور حضرت مسروق رح فرماتے ہین کہ
مجھکو کسی پر ایسا رشک نہیں آتا جیسا کہ اوس ایماندار پر آتا ہے کہ لحد میں جا کر دنیا کے تعب سے آرام پاتا ہو
اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہا ہو۔ اور یعلی بن ولید کہتے ہین کہ میں ایک روز حضرت ابو درداء رض کے
ساتھ چلا جاتا تھا میں نے آپسے پوچھا کہ جس شخص سے آپ محبت رکھتے ہین اوسکے لیے آپ کونسا حال پسند
کرتے ہین آپنے فرمایا کہ موت اوسکے لیے پسند کرتا ہوں میں نے پوچھا کہ اگر وہ نہ مرے آپنے فرمایا کہ تو یہ
پسند کرتا ہوں کہ اوسکا مال اور اولاد کم ہو اور موت کو اسلیے پسند کرتا ہوں کہ موت کی محبت مومن ہی کو
ہوا کرتی ہے اور موت مومن کے حق میں قید سے چھوٹنا ہے اور مال اور اولاد کی قلت اسواسطے پسند کرتا ہوں
کہ یہ چیزیں آزمایش کی ہین اور دنیا کے ساتھ انس کے باعث ہین اور ایسی چیز سے انس کرنا جسکا چھوڑنا
ضروری ہو نہایت بدبختی ہے اور جو چیز خدا تعالیٰ کے اور اوسکے ذکر اور انس کے سوا ہے اون سب کو مرتے
چھوڑ دینا ضروری ہے اور اسی سے حضرت عبداللہ بن عمر رض نے فرمایا کہ مومن کی مثال اوسکے دم یا روح
نکلنے کے وقت ایسی ہے جیسے کوئی شخص قیدخانے میں ہو اور اوسمیں سے چھوڑ دیا جاوے اور زمین میں سیر کرتا
کودتا پھرے اور یہ جو آپنے فرمایا ہے یہ اوسی شخص کا حال ہے جو دنیا سے علیحدہ اور کنارہ کش ہو
اور بجز ذکر اللہ تعالیٰ کے اور کسی چیز سے انس نہ رکھتا ہو اور دنیا کے علائق اوسکو محبوب حقیقی سے روکتے ہوں
اور شہوتوں کی سختی بھگتنی اوسکو ایذا دیتی ہو تو ایسے شخص کو موت میں سب ایذاؤں سے چھٹی ہو جاتی ہے اور جس
محبوب سے اوسکو اون علائق نے روک رکھا تھا اوس سے تخلیہ نصیب ہوتا ہے اور بہت خوب ہے کہ یہ امر منتہائے آسایش اور
کمال لذت اون شہیدوں کے لیے ہے جو خدا کی راہ میں مقتول ہوتے ہیں اسلیے کہ وہ جو مرنے پر جرأت کرتے ہین
تو جبھی کرتے ہین جب اپنی توجہ دنیا کے علاقوں سے قطع کر لیتے ہیں اور مشتاق دیدار الٰہی کے ہوکر اوسکی رضا جوئی
میں قتل پر راضی ہوتے ہیں پس اگر دنیا کیطرف نظر کریگا تو اپنی خوشی سے اوسکو آخرت کے بدلے میں بیچ ڈالیگا
اور بیچنے والا اپنی مبیع کیطرف التفات نہیں کیا کرتا اور اگر آخرت کیطرف نظر کریگا تو اوسکو خرید لیا ہے

اور راہ کا شائق تھا تو جس چیز کو مول لیا ہے اوسکو جب دیکھیگا تو کیسی کچھ خوشی ہوگی اور جس چیز کو بیچ ڈالا ہے اوس سے جدا ہونے پر کتنا کم التفات ہوگا - اور دل کا خالص ہونا محبت الٰہی مین کبھی اتفاقاً ہو جایا کرتا ہے ضرور نہین کہ موت بھی اوسی پر ہو لیسلیے بدلجاتا ہے اور خدا کی راہ مین قتل ہونیکا سبب تو اوسی حالت پر موت کے آنے کا سبب ہوگا اور یہی وجہ اوسکی لذت زیادہ ہونیکی ہے کیونکہ معنی لذت کے یہی ہین کہ آدمی اپنی مراد کو پہونچ جائے اور جی چاہتی بات میسر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَهُمْ فِيهَا مَا يَشْتَهُونَ اس آیت مین سب لذتین جنت کی آگئین اور سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ آدمی اپنی مراد سے روک دیا جاوے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ یہ آیت اہل دوزخ کے تمام عذابونکی جامع ہے اور آسایش مذکورہ بالا شہید کو فوراً دم نکلتے ہی ملتی ہے اور یہ امر ارباب قلوب کو نور یقین سے منکشف ہوا ہے اور اگر تمکو اسپر شہادت نقلی منظور ہو تو شہدا کے باب مین جتنی احادیث ہین وہ سب اسپر دال ہین ہر ایک حدیث مین شہدا کی انتہائی لذت کو اوسی لفظ سے تعبیر فرمایا ہے حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی کو فرمایا اور اونکا باپ جنگ احد مین شہید ہو گیا تھا کہ مین تجھکو خوشخبری سناؤن اونھون نے عرض کیا کہ بہت بہتر اللہ تعالیٰ بشارت دیوے آپنے فرمایا کہ خداے عزوجل نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور اپنے سامنے بٹھلا کر ارشاد فرمایا کہ میرے بندے جو چاہے مجھسے تمنا کر مین تجھکو دونگا تیرے باپ نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری عبادت جیسی چاہیے ویسی نہین کی مین تجھسے یہ تمنا کرتا ہون کہ تو مجھکو پھر دنیا مین بھیجے تاکہ مین تیرے رسول کے ساتھ ہو کر لڑون اور دوسری دفعہ تیری راہ مین مارا جاؤن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرے طرف سے پہلے ہو چکا ہے کہ تو دنیا مین لوٹ کر نجاویگا - اور حضرت کعب رضی فرماتے ہین کہ جنت مین ایک شخص روتا ہوا پایا جاویگا اوس سے کہا جاویگا کہ تو جنت مین ہو کر کیون روتا ہے وہ کہیگا کہ مین اسلیے روتا ہون کہ خدا کی راہ مین صرف ایک ہی بار مارا گیا مین یہ چاہتا تھا کہ پھر جا کر لڑون اور کئی بار مارا جاؤن اور جاننا چاہیے کہ ایماندار کو مرنے کے بعد خداے تعالیٰ کا جلال اتنا وسیع معلوم ہوتا ہے جسکے سامنے دنیا تنگ اور مثل قیدخانہ کے معلوم ہوتی ہے اور اوسکا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی اندھیرے قیدخانے مین محبوس ہو اور اوسپر ایکسا دروازہ ایسے باغ وسیع کیطرف کو کھولدیا جائے کہ اوسکی وسعت پر آنکھ کام نہ کرتی ہو اور اوسمین طرح طرح کی درخت اور پھول اور پھل اور جانور ہون تو ظاہر ہے کہ وہ شخص اوس باغ مین پہونچکر اوس اندھیرے قیدخانے مین پھر آنا نچاہیگا اور ایک مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی بیان فرمائی ہے یعنی ایک شخص مر گیا تھا اوسکو آپنے فرمایا کہ یہ دنیا سے کوچ کر گیا اور دنیا کو دنیاداروں کے لیے چھوڑ گیا اگر یہ راضی ہے تو اسے دنیا مین کبھی آنا اچھا نہ معلوم ہوگا جیسے ہم مین سے کوئی اچھا نہین جانتا کہ دوبارہ اپنی مان کے پیٹ مین جاوے اسی طرح یہ

ابن ابی الدنیا بروایت عمرو بن دینار مرسلا

بتلا دیا کہ آخرت کی وسعت کو دنیا سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو رحم کی تاریکی کی طرف نسبت ہے۔ اور ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ مومن کی مثال دنیا میں ایسی ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں کہ جب پیٹ سے نکلتا ہے تو اپنے نکلنے پر روتا ہے مگر جب روشنی دیکھتا ہے تو پھر اپنی جگہ پر جانا پسند نہیں کرتا یہی حال مومن کا ہے کہ موت سے گھبراتا ہے مگر جب اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہے تو پھر دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں جانا نہیں چاہتا اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص مر گیا آپ نے فرمایا کہ مستریح اور مستراح منہ یعنی یا اوسکو راحت ملی یا اوس سے دوسروں کو راحت ہو گئی اس میں مستریح سے اشارہ مومن کی طرف ہے کہ مر کر بار دنیوی رحمت الٰہی اور مستراح منہ سے فاجر کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا والے اوس سے راحت میں ہو جاتے ہیں۔ ابو عمر پانی پلانے والے کہتے ہیں کہ ہم لڑکے سے تھے ہمارے پاس کو حضرت ابن عمر رضی گذرے اور ایک قبر کی طرف نگاہ کی دیکھا تو ایک کھوپری کھلی ہوئی ہے ایک شخص کو آپ نے ارشاد فرمایا اوسنے اوسپر مٹی ڈالدی پھر فرمایا کہ یہ خاک ان بدنوں کو کچھ ضرر نہیں کرتی ضرر تو ثواب اور عذاب قیامت تک تو روحوں کو ہے وہ ارواح ہیں۔ عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ جو میت مرتی ہے وہ جو کچھ اوسکے گھر اوسکے بعد ہوتا ہے جانتی ہے یہانتک کہ لوگ مردے کو غسل اور کفن دیتے ہیں اور وہ اونکو دیکھتا ہے۔ اور مالک بن انس فرماتے ہیں کہ مجھے سنا ہے کہ مومنوں کی روحیں چھوٹی رہتی ہیں جہاں چاہتی ہیں وہاں جاتی ہیں۔ اور نعمان بن بشیر رضی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ آگاہ رہو دنیا میں صرف اسقدر رہا ہے جیسے مکھی اوسکی جو میں ملتی ہے پس اللہ سے خوف کرو اپنے مردہ بھائیوں کے باب میں اسلیے کہ تمہارے اعمال ونپر پیش ہوتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو اپنے برے اعمال سے فضیحت مت کرو کیونکہ تمہارے اعمال بد تمہارے مردہ دوستوں پر پیش ہوا کرتے ہیں اور اسیلیے حضرت ابو درداء رضی نے دعا میں فرمایا کہ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسا کام کروں جس سے عبد اللہ بن رواحہ رضی کے سامنے فضیحت ہوں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی حضرت ابو درداء رضی کے ماموں تھے اور پہلے مر گئے تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی سے کسی نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مومنوں کی روحیں کہاں رہتی ہیں آپ نے فرمایا کہ سفید جانوروں کی صورت میں عرش کے سایہ میں رہتی ہیں اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین میں رہتی ہیں اور حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مردہ اپنے غسل دینے والے اور اوٹھانے والے اور قبر میں اوتارنے والے کو پہچانا کرتا ہے۔ اور صالح مری فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ روحیں موت کے وقت ملا کرتی ہیں پہلے مردوں کی روحیں اس حال کے مرنے کی روح سے کہتی ہیں کہ تیرا ٹھکانا کہاں ہوا اور تو پاک جسم میں تھا یا ناپاک میں۔ اور عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ اہل قبور اخبار کے منتظر رہتے ہیں جب کوئی مردہ اونکے پاس جاتا ہے

کہ فلان شخص کا کیا حال ہے وہ کہتا ہے کہ دنیا سے تو وہ آلیا گیا تمہارے پاس نہین آیا وہ کہتے ہین نہین پھر کہتے ہین کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اوسکو کسی اور راستے لیگئے ہمارے پاس نہین لائے۔ اور جعفر بن سعید سے مروی ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اوسکا لڑکا اوسکے استقبال کو آتا ہے جیسے کسی مسافر کا استقبال کیا کرتے ہین۔ اور مجاہد فرماتے ہین کہ جس شخص کا لڑکا نیکبخت ہوتا ہے تو اوسکی نیکبختی کی بشارت اوسکو قبر مین پہنچائی جاتی ہے۔ اور ابو ایوب انصاری رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اوس سے خدا تعالی کے پاس کی رحمت والے مردے ایسے ملتے ہین جیسے دنیا مین خوشخبری سنانیوالے کیپاس آتا ہے اور کہتے ہین اپس اپنے بھائی کو دیکھو تاکہ اسکو تسکین ہو جاوے کہ یہ شخص سخت تکلیف مین تھا پھر اوس سے پوچھتے ہین کہ فلان شخص کا کیا حال اور فلانی عورت کیسی اور تو فلانی عورت سے نکاح کیا کہ نہین پھر جب اوس سے کسی ایسے شخص کا حال پوچھتے ہین کہ وہ اوس سے پہلے مرگیا ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ وہ تو مجھسے پہلے مرچکا ہے کہتے ہین کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اوسکو اوسکی مان دوزخ مین لیگئی۔

دوسرا بیان قبر کا اور مردون کا کلام بہت سے اور مردے یا زبان سے کہتے ہین یا حال تقریر کرتے ہین اور زبان حال مردون کے سمجھانے کے لیے فصیح تر ہے بہ نسبت زبان مقال کے زندونکی سمجھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہے تو قبر اوس سے کہتی ہے کہ ابے خانہ خراب آدمی تجھکو کس چیز نے مجھسے غافل رکھا تو نے سمجھا کہ مین آزمائش کا گھر ہون اور تاریکی کا مکان ہون اور تنہائی کی جگہ اور کیڑون کا خانہ ہون میرے باب مین تجھے کس چیز نے دھوکا دیا کہ تو میرے اوپر اکڑ کر چلتا تھا پس اگر نیکبخت ہوتا ہے تو اوسکی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہے کہ تو دیکھتی نہین یہ شخص اچھی بات کا امر کیا کرتا تھا اور بری بات سے منع کیا کرتا تھا قبر کہتی ہے کہ تو اب مین اسپر سبز ہوئی جاتی ہون اور اوسکا جسم نور ہوجاویگا اور روح خدا تعالی کے پاس چلی جائیگی انتہی۔ اور عبید بن عمیر لیثی کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہے اوسکا گڑھا جسمین وہ دفن ہوگا اوس سے کہتا ہے کہ مین تنہائی اور تاریکی اور اکیلے پنے کا مکان ہون اگر تو اپنی زندگی مین خدا تعالی کا مطیع رہا ہوگا تو مین آج تجھپر رحمت ہونگا اور اگر تو نافرمان رہا ہو تو عذاب ہونگا مین وہ ہون کہ جو مجھمین مطیع ہوکر گھسیگا وہ خوش ہوکر نکلے گا اور جو عاصی ہوکر آویگا وہ تباہ ہوکر نکلے گا۔ اور محمد بن صبیح کہتے ہین کہ جب آدمی قبر مین رکھا جاتا ہے اور اوسکو عذاب یا کوئی بری بات پہنچتی ہے تو اوسکے پڑوس کے مردے اوس سے کہتے ہین کہ اے اپنے قرابتیون اور پڑوسیون کے دنیا مین پیچھے رہنے والے کیا تجھکو ہم سے عبرت نہوئی کیا اپنے سے آگے آنے والون کا حال تونے نہ سوچا تونے نہ دیکھا کہ

کہ ہماری اعمال مرنے سے تمام ہوگئے تجھکو تو مہلت تھی تو نے تدارک اوس چیز کا کیون نہ کر لیا جو تیرے
اقارب تجھکو ہی چھوڑ دینگے اور زمین کے حصے اوس سے کہتے ہین کہ ای ظاہر دنیا پر دھوکا کھانے والے جو لوگ تیرے
گھر والون مین سے زمین کے شکم مین چلے گئے تھے اون سے تو نے عبرت کیون نہ پکڑی اونکو دنیا نے تجھسے پہلے
دھکا دیا پھر اونکی موت اونکو قبرون مین لیگئی تو اونکو دیکھتا تھا کہ دوسرون کے کاندھے پر اوس منزل مین
چلے جاتے ہین جو اونکے لیے ضرور تھی - اور یزید رقاشی کہتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہے
تو اوسکے اعمال اوسکو آگھیرتے ہین پھر اونکو خدای تعالی گویا کرتا ہے وہ کہتے ہین کہ ای اکیلے بندہ گھر مین
پڑے ہوے تیرے دوست اور گھر والے تیرے پاس سے چلے گئے تو ہمارے پاس کوئی تیرا کوئی انیس نہین ہے
اور حضرت کعب فرماتے ہین کہ جب نیک بندہ قبر مین رکھا جاتا ہے تو اوسکے اعمال نیک نماز روزہ حج زکوۃ
جہاد اوسکو گھیر لیتے ہین پھر عذاب کے فرشتے اوسکے پاون کی طرف سے آتے ہین تو نماز کہتی ہے کہ اونسے
الگ ہو یہ شخص اللہ کیواسطے اپنے بہت کھڑا رہا کرتا تھا پھر فرشتے سر کی طرف سے آتے ہین تو روزہ کہتا ہے کہ
ادھر کو تمکو راہ نہین دنیا مین یہ شخص بہت پیاسا رہا کرتا تھا فرشتے بدن کی طرف سے آتے ہین تو حج اور جہاد
کہتے ہین کہ یہان سے الگ ہو کہ اسنے اس بدن کو حج کے لیے بہت محنت مشقت اوٹھائی اور اللہ کی راہ مین
جہاد کیا تمکو راہ نہین ملیگی فرشتے ہاتھون کیطرف آتے ہین تو صدقہ کہتا ہے کہ اس شخص کو چھوڑو بہت سا صدقہ اوسکی
ان ہاتھون سے دیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کو مقبول ہوا اور اوسکی رضا جوئی کو دیا تھا تو تمکو یہان راہ نہین ملیگی تب اوس سے
کہا جاتا ہے کہ مبارک ہو تو پاک ہی زندہ رہا اور پاک ہی مرا پھر اوسکے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہین اور اوسکے لیے
جنت کا بستر بچھاتے ہین اور حلہ بہشتی لاتے ہین اور اوسکی قبر کو جہان تک نظر کام کرے وہان تک کشادہ
کرتے ہین اور جنت مین سے ایک قندیل آجاتا ہی کہ اوسکی روشنی مین قبر مین سے اوٹھنے تک رہتا ہے اور عبید اللہ
بن عبید بن عمیر نے ایک جنازہ کے ساتھ مین فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ مردہ قبر مین بٹھلایا جاتا ہی اور وہ آواز اپنے ساتھیون کے پاون کی سنتا ہے اور اوس سے بجز اوسکی قبر کے
اور کوئی چیز کلام نہین کرتی قبر کہتی ہے کہ ای خانہ خراب تجھکو میرے سینہ سے نہین ڈرایا تھا تجھے یہ خوف نہین دلایا گیا تھا
کہ مین تنگی اور بدبو دار اور ہولناک اور کیڑون سے بھری ہون پس تو نے میرے لیے کیا سامان کیا
بیان قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال مین حضرت براء بن عازب رضی فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص انصار کے جنازہ پر نکلے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک
نیچے کو ڈالکر اوسکی قبر پر بیٹھے پھر تین بار ارشاد فرمایا کہ الہی مین تجھسے عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہون پھر فرمایا
کہ جب ایماندار آخرت کی ہستی مین ہوتا ہے تو اللہ تعالی ایسے فرشتون کو بھیجتا ہے کہ گویا اونکے منہ آفتاب

ہوتے ہیں اونکے ساتھ میں اوسکی خوشبو اور کفن ہوتا ہے وہ اوسکی آنکھوں کے سامنے بیٹھتے ہیں
اور اوسکی روح نکلتی ہے تو ہر فرشتہ آسمان و زمین کے درمیان کا اور ہر ایک فرشتہ آسمان کا اوسپر رحمت
بھیجتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوتا کہ اوسکی روح اپنے اندر ہوکر
جانا نہ چاہتا ہو جب اوسکی روح اوپر چڑھتی ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ الٰہی تیرا فلان بندہ حکم ہوتا ہے
کہ اسکو پھیر لیجاؤ اور جو کچھ نعمتیں اسکے لیے سامان کرامت مہیا کیا ہے وہ دکھلاؤ اسلیے کہ ہم وعدہ کرچکے ہیں
مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ اور وہ شخص پھرتے لوگون کی جوتیوں کی آواز
سنتا ہے یہان تک کہ اوس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور دین کیا اور نبی کون ہے وہ جواب دیتا ہے
کہ میرا رب اللہ ہے اور دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ سوال اوس سے
نہایت سختی کے ساتھ پوچھتے ہیں ... آخری فتنہ ہے جو مرنے کے بعد ہوتی ہے ... جواب کہہ دیتا ہے
تو پکارنے والا پکارتا ہے کہ تو نے سچ کہا ... ہے اسکے لیے یُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ پھر اوسکے پاس ایک خوب صورت خوش لباس
خوشبودار آکر کہتا ہے کہ تجھکو رحمت پروردگار کی بشارت ہو اور جنتون کا ... جن میں نعمت دائمی ہے
کہتا ہے کہ تجھکو بھی بشارت خیر کی خدا تعالیٰ دے تو کون ہے وہ کہتا ہے کہ میں تیرا عمل نیک ہون
بخدا میرا حال یہی ہے کہ تو خدا تعالیٰ کی طاعت میں جلد باز اور معصیت میں دیر کرنے والا تھا خدا
تجھکو جزائے خیر دے پھر ایک منادی پکارتا ہے کہ اسکے لیے جنت کے بستروں میں سے بستر کردو اور ایک دروازہ
جنت کی طرف کو کھولدو پس جنت میں سے بچھا دیا جاتا ہے اور دروازہ جنت کی طرف کو کھولدیا جاتا ہے
وہ اوسوقت کہتا ہے کہ الٰہی قیامت کو جلد برپا کر تاکہ میں اپنے اہل و مال کی طرف رجوع کروں۔ اور کافر کا حال
یہ ہوتا ہے کہ جب آخرت کے سامنے ہوتا ہے اور دنیا سے علیحدہ ہوا چاہتا ہے تو اوسپر فرشتے تندخو کڑے
اوترتے ہیں اور انکے ساتھ آگ کے کپڑے اور گندھک کا کرتہ ہوتا ہے وہ اوسکے گرد ہو جاتے ہیں اور جب اوسکی
جان نکلتی ہے تو اوسپر تمام فرشتے ادھر کے اور تمام فرشتے آسمان کے لعنت کرتے ہیں اور دروازے آسمان کے
بند کردیے جاتے ہیں کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے اندر کو اوسکی روح کا آنا برا نہ سمجھتا ہو جب اوسکی روح
چڑھتی ہے تو پھینکدی جاتی ہے اور عرض کیا جاتا ہے کہ الٰہی تیرے فلان بندہ کو نہ آسمان نے قبول کیا
نہ زمین نے اللہ عز و جل فرماتا ہے اسکو پھیر لیجاؤ اور جو سامان برائی کا اسکے لیے ہم نے مہیا کیا ہے اسکو دکھا دو
کہ ہم نے اس سے وعدہ کرلیا ہے مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ آخر آیت تک اور وہ جوتیوں کی آواز لوگوں کی پھرنے
کے وقت سنتا ہے یہان تک کہ اوس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور نبی کون اور دین کیا وہ جواب دیتا ہے

کہ ہرگز نہین جاتا اوس سے کہا جاتا ہے کہ تو نجات پا پھر اوسکے پاس ایک گندہ والا بدصورت بدبودار بدلباس
آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھکو مژدہ ہو غضب الٰہی اور عذاب دردناک کا وہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تجھکو بدی کی خبر
سناوے تو کون ہے وہ کہیگا کہ مین تیرا عمل بد ہون سمجھا تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی مین جلد باز اور طاعت الٰہی مین
تاخیر کرنیوالا تھا خدا تعالیٰ تجھکو جزاء بد دیوے وہ کہتا ہے کہ تجھے بھی خدا تعالیٰ جزاء بد دیوے پھر اوسپر
ایک بہرا اندھا گونگا معین کیا جاتا ہے جسکے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے کہ اگر جن و انسان اوسکے اوٹھانے پر
متفق ہون تو نہو سکے اگر اوسکو پہاڑ پر مارے تو مٹی ہو جاوے وہ اوس سے اوسکو مارتا ہے تو وہ مٹی ہو جاتا ہے پھر
اوسمین جان آجاتی ہے پھر اوسکی آنکھون کے بیچ مین ایک ایسا گرز مارتا ہے کہ اوسکی آواز سوائے جن و انسان کے
سب زمین پر رہنے والے سنتے ہین پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھا دو
اور ایک دروازہ دوزخ کی طرف کھول دو اوسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھا دیجاتی ہین اور ایک دروازہ دوزخ
کی طرف کو کھول دیا جاتا ہے - اور محمد بن علی رحمہ کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہے موت کے وقت اوسکے اعمال نیک و بد
اوسکے سامنے صورت بنکر آتے ہین تو اپنی نیکیون کو دیکھتا ہے اور بدیون سے آنکھین بند کر لیتا ہے
اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرنے لگتا ہے تو اوسکے
پاس فرشتے ایک حریر کے کپڑے مین مشک اور ریحان کی ٹہنی لیکر آتے ہین پس اوسکی روح ایسے نکال لیتے ہین
جیسے آٹے مین سے بال نکال لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اے نفس مطمئنہ خدا تعالیٰ کی کرامت اور راحت کی
طرف نکل تو اوس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش اور جب اوسکی جان نکلتی ہے تو اوسے مشک و ریحان پر رکھکر
اوپر سے حریر لپیٹ دیا جاتا ہے اور اوسکو علیین کی طرف بھیجا جاتا ہے اور کافر کو جب موت آتی ہے
تو اوسکے پاس فرشتے ٹاٹ مین انگارا رکھکر لاتے ہین اور بڑی سختی سے جان نکالتے ہین اور کہا جاتا ہے
کہ اے نفس خبیثہ خدا تعالیٰ کے عذاب اور خواری کی طرف نکل کہ تو اوس سے خفا اور وہ تجھ سے خفا پھر جب اوسکی جان
نکلتی ہے تو اوسے چنگاریون مین رکھدیا جاتا ہے اور روح اوسمین چنچناتی رہتی ہے اور اوپر سے ٹاٹ لپیٹکر
سجین (۲) زندان مین بھیجدی جاتی ہے - اور محمد بن کعب قرظی رحمہ نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا حَتّٰی اِذَا جَاءَ
اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ کی مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پوچھتا ہے کہ
تو کیا چاہتا ہے کس چیز کی رغبت کرتا ہے کیا یہ چاہتا ہے کہ پھر کر مال جمع کرے اور باغ لگاوے اور عمارت
بناوے اور نہرین کھودے وہ کہتا ہے کہ نہین بلکہ جو کچھ چھوڑ آیا ہون اوسمین اچھا کام کرون خدا تعالیٰ
فرماتا ہے كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا یعنی موت کے وقت یہ کلام کرتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن اپنی قبر مین ایک سبز باغ مین رہتا ہے اور اوسکی قبر ستر گز

(۱) اس سے مطلب نفس کا ہے اور منافی اوسکا ایمان سے یا نفاق مختلف

(۲) [illegible]

صبح ہو جاتی ہے اور نورانی ہوتی ہے جیسے چودھوین رات کا چاند اور تمکو معلوم ہے کہ یہ آیت کس بات مین
اوتری ہے فَاِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا لوگون نے عرض کیا کہ خدا تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتا ہے
آپنے فرمایا کہ یہ عذاب کافر کا قبر مین ہوگا کہ اوسپر ننانوے تنین مسلط کئے جاینگے اور جانتے ہو کہ تنین کیا
چیز ہے ننانوے اژدہا کہ ہر ایک کے سات سات پھن ہونگے اور وہ اوسکے جسم مین قیامت تک پھونکتے
کھسوٹے اور ڈسینگے اور کاٹتے رہینگے انتہی۔ اور اس خاص شمار سے جو حدیث مین ہے کہ [illegible] تعجب نہین
کرنا چاہیے اسلیے کہ شمار ان سانپون اور بچھوؤن کی موافق شمار برے اخلاق یعنی کبر اور ریا اور حسد اور کینہ
اور بغض وغیرہ کے ہوگی اسلیے کہ ان صفات کے اصول چند تو ہین پھر ان مین سے [illegible] نکلتی ہین
پھر ان فروع کی چند قسمین ہین اور یہ صفات سب اپنی ذات سے ہلاک [illegible]
بعینہ وہی [illegible] صفات انہین سے زبردست ہونگی وہ اژدہا کیطرح ڈسینگی اور [illegible]
سانپ کیطرح ایذا دینگی اور اہل کمال و اہل بصیرت ان مہلکات کو اور اونکی شاخون کو [illegible]
بصیرت سے دیکھتے ہین مگر یہ کہ اونکی شمار پر بجز نور نبوت اور کسی چیز سے اطلاع نہین ہوتی [illegible]
اخبار کے ظاہر ثابت ہین اور انمین پوشیدہ اسرار ہین جو ارباب بصیرت کے نزدیک ظاہر ہین [illegible]
حقیقت منکشف نہو اوسکو انکے ظاہری معنون کا انکار نہ چاہیے بلکہ ادنے درجہ ایمان کا تصدیق کرنا اور تسلیم [illegible]
اب اگر یہ کہو کہ ہم کافر کو قبر مین مدت تک دیکھتے ہین اور تاکتے رہتے ہین کہ ان باتون مین سے کچھ بھی نہین
دیکھتے تو مشاہدے کے خلاف پر یقین لانیکی صورت کیا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ان جیسے امور کی تصدیق کی
تین صورتین ہو سکتی ہین اول جو ظاہر اور صحیح تر اور اعتراض سے سالم تر ہے یہی کہ یون تصدیق کرو
کہ یہ چیزین یعنی سانپ بچھو وغیرہ موجود ہین مردے کو کاٹتے ہین مگر ہمکو اس جہت سے نہین معلوم ہوتے کہ
اس آنکھ مین لیاقت ان امور کے دیکھنے کی نہین اسلیے کہ یہ باتین اور دوسری جو آخرت سے متعلق ہین وہ
سب عالم ملکوت کی چیزین ہین جو چشم ظاہری سے نظر نہین آتین دیکھو صحابہ رض حضرت جبریل علیہ السلام کے
اوترنے پر کیسے ایمان لاتے تھے حالانکہ اونکو دیکھتے نہ تھے اور اسپر بھی اونکا ایمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اونکو دیکھتے ہین اگر تمکو اسپر ایمان نہو تو اول اصل ایمان فرشتون اور وحی پر درست کرنا لازم ہے
اور اگر اوسپر ایمان رکھتے ہو اور جائز جانتے ہو کہ نبی ایک چیز کو دیکھ سکتا ہے جسکو اوسکی امت نہین دیکھ سکتی
تو یہ باتین مردے کے حق مین کیون نہین جائز ہین جسطرح فرشتے آدمیون اور حیوانون کے مشابہ نہین اسیطرح
سانپ بچھو مردے کی قبر کے دنیا کے سانپ بچھو جیسے نہین انکی جنس اور ہی ہے اور وہ اور ہی حس سے
معلوم ہوا کرتے ہین دوسری صورت یہ ہے کہ تم سونے والے کا حال دیکھو کہ کبھی خواب مین دیکھتا ہے کہ

بچھو یا سانپ نکلتا ہی اور اوسکو اسکا درد بھی اتنا ہوتا ہے کہ بعض اوقات نیند ہی مین چیخ پڑتا ہے اور پیشانی پر
پسینا آجاتا ہی اور کبھی اپنی جگہ سے اوچھل پڑتا ہے تو سونے والیکو یہ سب کچھ معلوم ہوتا ہے اور ویسا ہی
پاتا ہی جیسا کہ جاگتا آدمی حالانکہ تمکو وہ ایسا جانتا نہیں معلوم ہوتا اور گرد کوئی سانپ بچھو سوتا ہے اور
اوسکو حق ہی ہی سانپ بھی موجود ہی اور تکلیف بھی ہے مگر تمہارے مشاہدے سے خارج ہی اور جیسے عذاب کی تکلیفین
کاٹنے کی حالت ہو تو سانپون کا خیال ہونا یا آنکھ سے دیکھنا یکسان ہی تیسری صورت یہ ہو کہ تمکو معلوم ہو
کہ سانپ خود تکلیف نہیں پہنچاتا بلکہ ایذا اوسکے زہر سے ہوتی ہے پھر زہر بھی درد نہیں بلکہ زہر کا اثر جو تم مین
ہوجاتا ہی تکلیف اوس سے ہوتی ہے پس اگر بدون زہر کے ویسا ہی اثر بدن مین پایا جاوے تو ظاہر ہے کہ تکلیف
تو بہت ہوگی مگر اس تکلیف کو اوس طرح پر نہیں بتا سکتے بجز اسکے کہ جس سبب سے ایسی تکلیف عادتًا ہوا کرتی
اوسی سبب کیطرف منسوب کردیا جاوے مثلاً اگر انسان مین لذت صحبت کی پیدا ہوجاوے بدون اسکے کہ ظاہر مین
ہم بستری عورت سے ہو تو اوس لذت کو کیسے بتاؤ گے بجز اسکے کہ صحبت کی لذت ہو اس اضافت تو سبب کی
شناخت ہوجاویگی اور اوسکا ثمرہ معلوم ہوجاویگا اور صورت سبب کی موجود ہو سبب کو ثمرے ہی کے لیے
چاہتے ہین اوسکی ذات سے غرض نہین ہوتی اور یہ صفات مہلکہ تو اندر موت کیوقت ایذا دینے والے
بنجاتے ہین تو اونکی ایذا سانپ اور بچھو کی سی ایذا کیطرح ہوجاتی ہے بدون اسکے کہ سانپ بچھو کا وجود ہو اور صفت کا
موذی ہوجانا ایسا ہے جیسے عشق معشوق کے مرنے پر موذی ہوجاتا ہے یعنی پہلے سے تو مزہ اور تھا اب اوسپر
ایسی حالت آگئی کہ وہی لذت موذی بنگیا یہانتک کہ دل پر وہ عذاب ہوتا ہے کہ عاشق تمنا کرتا ہے کہ کاش
عشق اور وصال کا مزہ نچکھا ہوتا بلکہ یہی حال بعینہ میت کے عذاب کا ہے کیونکہ جس نے دنیا مین عشق وصال کیا
زن و مال و متاع اور جاہ و اولاد اور اقارب و آشناؤن سے عشق کریگا اور اگر ان چیزون کو اوسکے پاس سے
زندگی مین کوئی ایسا شخص لیلیتا جس سے واپس لینے کی امید نہ ہوتی تو تم دیکھتے کہ اوسکا کیا برا حال ہوتا اور کیسا
عذاب چکھتا اور تمنا کرتا کہ کاش میرے پاس کبھی کچھ نہ ہوا ہوتا کہ آج اس فراق کا منہ نہ دیکھتا اور انکی جدائی
کا درد نہ ہوتا اور موت کے معنی یہی ہین کہ دنیاوی محبوبات یکبارگی جدا ہوجاوین تو جو شخص صرف
دنیا ہی سے خوش ہوتا ہو اور وہ اوس سے چھینکر اوسکے دشمنون کو دیدیجاوے اوسکا کیا حال ہوگا سو

جسکا اکلوتا ہی غائب ہوجاوے | اوسکا کیا پوچھنا کیسا ہو حال

پھر اس عذاب پر یہ اضافہ ہوگا کہ دولت آخرت کے نملنے کی حسرت ہوگی اور خدائے عز و جل سے محجوب ہونا پڑیگا
اسلیے کہ غیر اللہ کی محبت خدائے تعالی سے بھی روکدیتی ہے اور دولت اخروی سے بہرہ مند ہونے سے
باز رکھتی ہے حاصل یہ کہ رنج فراق تمام محبوب چیزون کا اور دولت اخروی کے نملنے کی حسرت اور درگاہ

الٰہی سے مردود اور محجوب رہنے کی ذلت اوسکو ابد الآباد تک ایک دوسری کے بعد ہوگی اور ایسی تکلیف سے
عذاب دیا جاویگا اسلیے کہ نار فراق کے بعد کوئی آگ بجز جہنم کے نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ مگر جو شخص دنیا کا انس نہ رکھتا ہو اور خدا تعالیٰ
سوا اور کسی سے محبت نہ کی ہو اور دیدار الٰہی کا شائق ہو تو وہ دنیا کی قید سے چھٹ جاویگا اور دنیا میں
شہوات کے شدائد کشمکش سے رہائی پاویگا اور اپنے محبوب کے پاس سب علاقوں اور موانع سے پاک ہو کر
آویگا اور ابد الآباد تک زوال کے کھٹکے سے محفوظ ہو کر خوب چین اڑاویگا تو جسکو عمل کرنا ہو وہ ایسی
[illegible] کے لیے کرے اب اصل مقصود کیطرف رجوع کرتے ہیں کہ آدمی کبھی اپنے گھوڑے کو اتنا چاہتا ہے
کہ اگر اوسکو اختیار دیا جاوے کہ دو باتوں میں سے ایک پسند کر یا گھوڑا دیدے یا ڈال یا بچھو کا [illegible]
بچھو کے نیش پر صبر کرنا اختیار کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جدائی کی تکلیف اوسکے نزدیک
بچھو کے کاٹنے سے زیادہ ہے اور جب گھوڑا جدا ہو جاتا ہے تو اوس کی محبت اوسکو کاٹا کرتی ہے تو [illegible]
کہ انھیں شہوتوں کے لیے تیار ہوئی ہے اسواسطے کہ موت تو اوسکا گھوڑا اور سواری اور گھر اور زمین [illegible]
اور دوست آشنا اور جاہ و حشمت سب چھین لیگی بلکہ کان اور آنکھ اور ہاتھ پاؤں سے الگ کر دیگی اور [illegible]
دینے سے نا امیدی ہو اس صورت میں اگر ان چیزوں کے سوا اور کسی سے محبت نہ رکھی ہو اور [illegible]
لے لیے جاوینگے تو انکی تکلیف چھوڑنا اور [illegible] سے بڑھکر ہوگی جیسے کہ زندگی میں اگر کوئی [illegible]
چھین لیتا تو سخت عذاب ہوتا اسیطرح موت کے بعد ہوگا اسلیے کہ یہ تو ہم لکھ ہی چکے ہیں کہ انسان [illegible]
چیز [illegible] کی ہے وہ نہیں مرتی بلکہ عذاب ان اشیا کا مرنے کے بعد [illegible] اسلیے کہ زندگی [illegible]
چند اسباب ہوسکتے ہیں جنسے دل بہل جاوے مثلاً لوگوں کے پاس بیٹھنے اور [illegible]
اور پھر آنے کی توقع کرنی اور بدلہ لینے کی امید رکھنی وغیرہ سے تسلی ہوسکتی ہے [illegible] تسلی کے
راستے بند ہوگئے اور نا امیدی آموجود ہوئی اب تسلی کہاں اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی [illegible]
محبت رکھتا ہوگا کہ اگر چھین لیا جاتا تو اوسکو ناگوار ہوتا تو وہ اوس پر افسوس کریگا اور تکلیف اوٹھاویگا اگر
دنیا میں ہلکا رہیگا تو اس عذاب سے بچا رہیگا اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے نجا المخففون
اور اگر دنیا میں گرانبار ہوگا تو بڑا عذاب ہوگا اور جسطرح کہ دنیا میں اگر کسیکا ایک درہم چوری جاوے اور دوسرے کے
دس چوری جاویں تو اول کا حال بنسبت دوسرے کے ہلکا ہوگا اسیطرح حال ایک درہم والے کا ہلکا ہوگا
دو درہم والے کے اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے کہ ایک درہم والا حساب میں ہلکا ہوگا
بنسبت دو درہم والے کے اور جو چیز دنیا میں سے مرنے کے وقت تیرے بعد رہتی ہے وہ مرنے کے بعد تجھ [illegible]

حسرت ہوگی اسیطرح تو اپنا مال زیادہ کر چاہیے کم کر اگر زیادہ کریگا تو اپنی حسرت ہی بڑھاویگا اور اگر کم کریگا تو اپنی پیٹھ پر بوجھ ہلکا کریگا۔ اور سانپ اور بچھو تونگرون کی قبرون مین زیادہ ہوتے ہین جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے محبوب سمجھتے ہین اور اوسپر راضی اور مطمئن ہین غرضکہ ایمان کی صورتین قبر کے سانپ اور بچھوون اور تمام اقسام کے عذاب مین یہ تین ہین جو اوپر مذکور ہوئین۔ حضرت ابو سعید خدری نے اپنے ایک بیٹے کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ بیٹا مجکو نصیحت کر اوسنے کہا کہ جو اللہ تعالی کو منظور ہو اوسمین اوسکا خلاف مت کرو آپنے پوچھا کہ اور کچھ کہو اوسنے کہا کہ تمکو تاب اوسپر عمل کرنیکی نہوگی آپنے فرمایا کہ تم کہدو تو پھر کہا کہ اپنے اور خداے تعالی کے درمیان مین کرتہ مت کرو یعنی کرتہ مت پہنو ورنہ موجب حجاب ہوگا ابین بیٹے تیس برس تک کرتہ نپہنا اب اگر کہو کہ ان تینون صورتون مین سے درست کونسی ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ تو اول ہی صورت کے قائل ہین اور صورتون کے منکر ہین اور بعضے اول کو منکر اور دوسری کو مقر ہین اور بعضے صرف تیسری کے مقر ہین اور واقع مین حق یہ ہے کہ تینون صورتین ممکن ہین یہ ہمکو چشم بصیرت سے ایسا ہی کچھ معلوم ہوا ہے اور جو شخص بعض صورتون کا منکر ہے تو وہ اپنی تنگی حوصلہ کے باعث سے ہوا اور قدرت الہی کی وسعت اور اوسکی عجائب تدبیر کے نجاننے سے اسلیے افعال الہی مین سے جس بات کا مانوس امر عادی نہین اوسکو انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ نادانی اور کوتاہی فہم ہے بلکہ اصل یہی ہے کہ تینون صورتین عذاب دینے کی ممکن ہین اور اونکو سچ جاننا واجب کسی بندے کو کسیطرح عذاب دیا جاتا ہے اور اور کسیکو کسیطرح اور بعض ایسے بھی ہوتے ہین کہ اونپر تینون صورتون سے عذاب دیا جاتا ہے خداے تعالی ہمکو اپنے تھوڑے اور بہت عذاب سے پناہ مین رکھے تو یہی ٹھیک بات ہو اسکو بے دلیل ہی تقلید کے طور پر سچ جان لو ورنہ روے زمین پر کوئی ایسا نہین جو اس بات کو تحقیق طور پر جانتا ہو اور مین تمکو یہ وصیت کرتا ہون کہ اپنی نظر اس امر کی تفصیل مین بہت نکیا کرو اور نہ اوسکی معرفت مین مشغول ہو بلکہ شغل صرف عذاب کے دور کرنے کی تدبیر مین کرو خواہ کسیطور کا ہو پس اگر تم عمل اور عبادت کو چھوڑکر عذاب کی کیفیت کے جاننے مین مشغول ہوگے تو تمھاری مثال ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کو بادشاہ پکڑکر ہاتھ اور ناک کاٹنے کے لیے قید کرے اور وہ رات بھر سوچتا رہے کہ بادشاہ چھری سے کاٹیگا یا تلوار سے یا استرے سے اور یہ نسوچے کہ اس عذاب کے بچنے کا حیلہ کیا ہو تو یہ نہایت جہالت ہے پس جب یقینا معلوم ہو چکا ہو کہ بندے پر مرنے کے بعد سخت عذاب یا آسائش جاودانی ہوگی تو چاہیے کہ اوسکی تدبیر کرے اور کیفیت عذاب و ثواب مین گفتگو کرنی اور اونکی تفصیل معلوم کرنی محض فضول اور تضییع اوقات ہے

فصل تیسرا بیان منکر نکیر کے سوال اور اونکی صورت اور قبر کے دبانے اور تتمہ عذاب قبر کے ذکر مین

حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ مرتا ہے تو اوسکے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ نیلی آنکھون والے آتے ہین ایک کو منکر کہتے ہین دوسرے کو نکیر وہ اوس سے پوچھتے ہین کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب مین کیا کہا کرتا تھا پس اگر بندہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندہ اور اوسکا رسول کہا کرتا تھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وہ دونون فرشتے کہتے ہین کہ ہم پیشتر سے جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا پھر اوسکی قبر ستر گز در ستر گز پھیلا دیجاتی ہے اور اوسکی قبر مین روشنی کر دیجاتی ہے پھر کہا جاتا ہے کہ سو رہ وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو کہ مین اپنے گھر والون مین جا کر اونسے حال کہہ آؤن اوس سے کہا جاتا ہے کہ سوجا وہ دولھن کیطرح سو جاتا ہے کہ اوسکو وہی جگاتا ہے جو گھر والون مین اوسکا زیادہ محبوب ہو یہان تک کہ اس خوابگاہ سے اوسکو خدا ہی تعالی اوٹھاویگا اور اگر بندہ منافق ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مین نہین جانتا جو لوگون کو کہتے سنا کرتا تھا وہ مین بھی کہا کرتا تھا وہ دونون فرشتے کہینگے کہ ہمکو پہلے معلوم تھا کہ تو یون کہیگا پھر زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اوسپر ملجا زمین اسطرح اوسکو بھینچتی ہے کہ اوسکی پسلیان ادھر کی ادھر ہو جاتی ہین پس ہمیشہ اسیطرح عذاب دیا جاتا ہے یہان تک کہ اللہ تعالی اوسکو اوس جگہ سے اوٹھاتا ہے اور عطاء بن یسار رح سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رض سے فرمایا کہ اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو مر جاویگا اور تیری قوم تجھکو لیجاویگی اور تیرے لیئے تین ہاتھ طول اور ڈیڑھ ہاتھ عرض کا گڑھا تجویز کرینگے اور تیرے پاس آکر غسل اور کفن دیکر اور خوشبو لگا کر تجھے اوٹھا لیجاوینگے پھر تجھکو اوس گڑھے مین رکھکر تیرے اوپر مٹی ڈالینگے اور دفن کرینگے اور جب تیرے پاس سے پھر جاوینگے تو تیرے پاس قبر کے دو جانچنے والے منکر اور نکیر آوینگے جنکی آواز سخت رعد کی سی اور آنکھیں اوچکنے والی بجلی کی سی ہونگی بال اونکے گھسٹتے ہونگے اور قبر کو اپنی کچلیون سے ادھیڑ کر تجھے جھنجھوڑا اور ہلا ڈالینگے اوسوقت اے عمر تیرا کیا حال ہوگا حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ میری عقل بھی اوسوقت میرے ساتھ ہوگی جیسی اب ہے آپنے فرمایا کہ ہان حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ تو کچھ فکر نہ فرمایئے مین اونکو کافی ہونگا انتہی۔ یہ حدیث نص صریح ہے اسبات کی کہ موت کے باعث عقل نہین بدلتی صرف اعضا بدلجاتے ہین اور مردہ عاقل اور مدرک درد و راحت کا رہتا ہے جیسا اپنی زندگی مین تھا اوسکی عقل مین کچھ خلل نہین آتا اور عقل مدرک ان اعضا کا نام نہین وہ ایک باطنی چیز ہے جسکے طول و عرض کچھ نہین بلکہ جو خود منقسم نہین ہوتی وہی اشیا کا ادراک کرتی ہے اور اگر بالفرض انسان کے تمام اعضا بکھر جاوین اور صرف وہ جزء مدرک جسکے حصے نہین ہو سکتے وہی رہجاوے تو انسان عاقل پورے کا پورا باقی رہیگا اور یہی حال اوسکا بعد موت کے ہوتا ہے اسلیے کہ اوس جزء پر موت اور نیستی نہین آتی اور محمد بن منکدر رح فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ کافر پر اوسکی قبر مین ایک چوپایہ بہرا اندھا مقرر ہوتا ہے جسکے

ابن ابی الدنیا نے اسیطرح مرسلاً نقل کی ہے اور احمد اور ابن حبان نے سند بروایت عبداللہ بن عمرو رض روایت کی ہے ۱۲

جسکے ہاتھ میں لوہے کا تازیانہ ہوتا ہے اوسکا سر مثل کوہان شتر کے ہوتا ہے وہ اوس تازیانہ سے کافر کو قیامت تک مارتا رہتا ہے نہ اوسکو دیکھتا ہے کہ بچا کر مارے نہ آواز سنتا ہے کہ رحم کرے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی نے فرمایا ہے کہ جب مردہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اوسکے اعمال نیک اوسکو آگھیر لیتے ہیں پس اگر عذاب سر کیطرف سے آتا ہے تو قرآن مجید کی قرات روکتی ہے اور اگر دونوں پاؤں کیطرف سے آتا ہے تو کھڑا ہونا روکتا ہے اور اگر ہاتھوں کیطرف سے آتا ہے تو ہاتھ کہتے ہیں کہ بخدا یہ شخص ہمکو صدقہ اور دعا کیواسطے پھیلایا کرتا تھا تمکو اوسپر راہ نملیگی اور اگر منہ کیطرف سے آتا ہے تو ذکر اور روزہ آموجود ہوتا ہے اسیطرح ایک طرف کو نماز اور صبر کھڑے ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کچھ کسر رہیگی تو ہم اسکے ساتھ ہونگے حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ آدمی کے اعمال نیک اوسکی طرف سے ایسے جھگڑتے ہیں اور عذاب کو روکتے ہیں جیسے کوئی اپنے بھائی یا زن و فرزند کیطرف سے لڑا کرتا ہے پھر اوسکو کہا جاتا ہے کہ خدا تعالی تیری خوابگاہ میں برکت کرے تیرے دوست اور رفیق بہت خوب ہیں۔ اور حضرت حذیفہ رضی سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایک جنازہ میں شریک تھے آپ قبر کے سرہانے بیٹھکر اوسکے اندر دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ مومن اسمیں ایسا دبایا جاتا ہے کہ اوسکا سینہ اور پسلیاں و ہڈیاں چور ہوجاتی ہیں اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر دبایا کرتی ہے اگر اوسکے دباب سے کوئی بچتا تو سعد بن معاذ رضی بچتے۔ اور حضرت انس رضی فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب دختر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور وہ اکثر بیمار رہا کرتی تھیں آپ اونکے جنازہ کیساتھ ہوئے اور کچھ تغیر آپکے چہرۂ مبارک پر ہمکو معلوم ہوا جب ہم قبر پر پہونچے تو آپ قبر کے اندر اوترے اور آپکا چہرہ [illegible] ہوا جب باہر نکلے تو خوب صاف و روشن ہوگیا ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم نے جو حال آپکا دیکھا یہ کیسا تھا آپنے فرمایا کہ مجھکو اپنی بیٹی کا بھینچنا یاد آیا تھا اور سختی عذاب قبر دل میں گذری تھی جب میں قبر میں اوترا تو مجھکو خبر دی گئی کہ اللہ تعالی نے اوسپر عذاب قبر کو ہلکا کردیا اور وہ اتنا دبائی گئی کہ اوسکی آواز پورب پچھم کے درمیان کے لوگوں نے سنی سواے انسان اور جنات کے۔

آٹھویں فصل مردوں کے اون حالات میں جو خواب میں مکاشفہ سے معلوم ہوئے ہیں

جاننا چاہیے کہ نور عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے اور عبرت کی راہ [illegible] سے ہے اوس سے ہمکو مردوں کا احوال مجملاً معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ سعید ہیں یا شقی مگر کسی شخص خاص کا حال [illegible] معلوم نہیں ہوتا اسلیے کہ اگر ہم زید و عمرو کے ایمان پر مثلاً اعتماد کریں تو یہ نہیں معلوم کہ اونکی موت کس حال پر ہوئی اور خاتمہ کیسا ہوا اور اگرچہ ظاہر کی نیکبختی پر اونکے اعتقاد کرسکتے ہیں [illegible] تقوی کا مقام دل ہے اور وہ ایسی باریک چیز ہے کہ خود تقوی والے کو نہیں معلوم ہوتی

احمد بسند ضعیف ۱۲

احمد بروایت عائشہ [illegible] ۱۲

تو دوسرے کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ متقی ہے کیونکہ حکم ظاہری نیکبختی پر بدون باطن کے تقوی کے نہین کیا جاسکتا
اور اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اس سے معلوم ہوا کہ زید و عمرو کی حکم کی معرفت
بدون اونکے حال دیکھنے کے نہین ہوسکتی اور جب آدمی مرجاتا ہے تو عالم ظاہری سے عالم غیب اور ملکوت مین
چلا جاتا ہے پس چشم ظاہری سے نہین معلوم ہوتا بلکہ دوسری آنکھ سے سوجھتا ہے جو ہر ایک انسان کے دل مین
پیدا ہوتی ہے مگر انسان نے اوس آنکھ پر اپنی شہوات اور کامون کا گاڑھا پردہ ڈال رکھا ہے اسلیے اوس
آنکھ سے کچھ نہین دیکھتا اور نہ توقع ہے کہ عالم ملکوت کی کوئی چیز اوسکو نظر آوے جب تک وہ پردہ دلکی
آنکھ پر سے دور نہو جاوے اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی آنکھ پر سے وہ پردہ ہٹا ہوا تھا اسلیے اونھون نے
ملکوت کیطرف نظر کی اور اوسکے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور چونکہ مردے بھی عالم ملکوت مین ہین اسلیے
انبیاء علیہم السلام نے اونکو بھی دیکھکر اونکا حال بتایا اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو دبانا
حضرت سعد بن معاذ رض کے حق مین اور اپنی بیٹی حضرت زینب رض کے حق مین ملاحظہ فرمایا اسیطرح حضرت
جابر رض کو اونکے باپ کا حال سنایا جو شہید ہوگئے تھے کہ خداء تعالی نے اونکو اپنے سامنے بیحجاب
بٹھلایا اور اسطرح کا مشاہدہ تو انبیاء کے سوا اور اون اولیاء کے سوا جو انبیاء کے درجے کے قریب ہین اور لوگونکو
نہین ہوسکتا بلکہ ہم جیسون کو ایک اور مشاہدہ ضعیف ہوا کرتا ہے مگر وہ بھی مشاہدہ نبوی ہی ہوا اور وہ مشاہدہ
خواب کا ہے جو نبوت کے انوار مین سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ
جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ اور خواب بھی ایک انکشاف ہی ہے اور جبھی ہوا کرتا ہے
جب دل پر سے پردہ ہٹ جاوے اسی جہت سے بجز آدمی نیکبخت راست باز کے اور کی خواب کا اعتبار
نہین ہوتا اور جو شخص جھوٹ بہت بکتا ہو اوسکا خواب سچ نہوگا اور جو شخص فساد اور گناہ بہت کرتا ہو
اوسکا دل تاریک ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ دیکھیگا وہ خواب پریشان ہوگا اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کے لیے حکم فرمایا کہ آدمی پاک ہوکر سوئے اور یہین اشارہ طہارت باطن
کیطرف بھی ہے جو اصل ہے اور طہارت ظاہر بمنزلہ اوسکے تتمہ کے ہے اور جب باطن صاف ہو تو دلکی
آنکھ مین وہ چیز منکشف ہوتی ہے جو آگے کو ہوگی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مین تشریف لیجانا
خواب مین معلوم ہوگیا تھا یہانتک کہ پھر اوسکی تصدیق کے لیے یہ آیت اوتری لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ
رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ اور آدمی ایسے خوابون سے کم خالی ہوتا ہے جنمین کچھ سچی باتین نظر آجاوین اور خواب کا
سچ ہونا اور اوسمین غیب کا حال معلوم ہو جانا خداء تعالی کی عجیب صنعتون اور سرشت آدم کی نادر باتون
مین سے ہے اور بڑی واضح تر دلیلون مین سے عالم ملکوت پر اور لوگ اوس سے غافل ہین جیسے دل کی

بخاری و مسلم بروایت براء بن عازب ۱۲

تمامی عجائبات عالم سے غرض ہے غافل ہین اور خواب کی حقیقت کو بیان کرنا علوم مکاشفہ کی باریک
باتون مین سے ہے یہ تو ہو نہین سکتا کہ علم معاملہ کے ساتھ اسکا ذکر ضمیمہ کرکے بیان کیا جاوے لیکن جس قدر کہ
سمجھ مین آسکتا ہے وہ ایک مثال ہے جس سے تمکو مقصود سمجھ مین آجاویگا وہ یہ ہے کہ یون جانو کہ دل کی مثال
مانند آئینہ کے ہے جسمین صورتین اور امور کی حقیقتین منعکس ہوتی ہین اور جو کچھ کہ اللہ تعالی نے شروع پیدائش
عالم سے آخر تک تجویز فرمایا ہے وہ ایک جگہ لکھا ہوا ہے جسکا نام کبھی لوح محفوظ اور کبھی کتاب مبین اور کبھی امام مبین
بولتے ہین چنانچہ یہ تینون نام قرآن مجید مین بھی خدا تعالی نے فرمائے ہین غرضکہ جو کچھ عالم مین ہو چکا ہے
اور ہوویگا وہ سب اوسمین منقوش اور لکھا ہوا ہے مگر وہ نقش ایسا نہین جو ان آنکھون سے سوجھے اور یہ
گمان مت کرو کہ یہ لوح الٰہی یا لوہے یا ہڈی کی ہے اور کتاب کاغذ یا پتے کی ہے بلکہ یون سمجھ لینا چاہیے
کہ خدا تعالی کی تختی خلق کی تختی کے مشابہ نہین اور نہ اوسکی کتاب مخلوق کی کتاب جیسی جسطرح کہ اوسکی ذات
اور صفات خلق کی ذات و صفات سے نہین ملتی بلکہ اگر تم اوسکی مثال چاہو جس سے کہ یہ مطلب تمہاری سمجھ مین
آوے تو یون سمجھو کہ لوح محفوظ مین تمام چیزون کا ثابت ہونا ایسا ہے جیسے قرآن کے الفاظ اور حروف
حافظ قرآن کے دل و دماغ مین ہوتے ہین وہ بھی اسی طرح لکھے رہتے ہین کہ جب حافظ پڑھتا ہے تو گویا دیکھتا
جاتا ہے حالانکہ اگر اوسکے دماغ کو ذرا ذرا سا ڈھونڈھکر دیکھو تو اوس خط مین سے کوئی حرف نہ ملے نہ دل مین
نشان پایا جاویگا تو اسیطرح سمجھ لینا چاہیے کہ تمام تجویزات الٰہی اور احکامات خداوندی لوح محفوظ مین
منقوش ہین اور لوح محفوظ مثل آئینہ کے ہے کہ اوسمین تمام اشیا کی صورت منعکس ہو رہی ہے پس اگر ایک
آئینے کے مقابل دوسرا آئینہ رکھا جاوے تو ظاہر ہے کہ ایک کی صورت دوسری مین ظاہر ہو جاوے گی
بشرطیکہ دونون کے بیچ مین کچھ پردہ نہو اور چونکہ دل ایک آئینہ ہے جسمین آثار علوم کے پیدا ہوتے ہین اور لوح محفوظ
وہ آئینہ ہے جسمین تمام علوم کے آثار موجود رہتے ہین اور مشغول ہونا دل کا اپنی شہوات اور حواس کی
خواہشون مین ان دونون آئینون مین حجاب ہے اسیوجہ سے لوح محفوظ کا مطالعہ نہین کرسکتا جو عالم
ملکوت سے ہے پس اگر کوئی ہوا ایسی چلے جس سے یہ بیچ کا پردہ ہٹے اور سامنے سے علیحدہ ہو جاوے تو آئینہ دل مین
کچھ چیز عالم ملکوت مین سے بجلی کی طرح چمک جاویگی اور کبھی وہ چمک ثابت اور پایدار ہو جاتی ہے کبھی جلد چلی جاتی ہے
اور اکثر یون ہی ہوتا ہے کہ جلد جاتی رہے اور دل جبتک آدمی جاگتا رہتا ہے جب تک جو کچھ حواس کے ذریعہ سے
عالم ظاہری مین سے اوسپر پہونچتا ہے اوسمین لگا رہتا ہے اور اسیوجہ سے عالم ملکوت سے آڑ مین رہتا ہے
اور سونے کے معنی یہ ہین کہ حواس سب ساکن ہو جاوین اور کوئی چیز دل پر نہ پہونچاوین پس جب دل حواس کی
(۲۷) طرف سے اور خیال سے فارغ ہوتا ہے اور اوسکا جوہر بھی صاف ہوتا ہے تو اوسکے اور لوح محفوظ کے

بیچ مین سے پردہ اوٹھ جاتا ہے اور کوئی چیز لوح محفوظ کی دل مین پڑجاتی ہے جیسے ایک آئینہ مین کیصورت
دوسرے مین پڑجاتی ہے بشرطیکہ دونون مین حجاب نہو مگر چونکہ سونا سارے حواس کو تو کام سے روکدیتا ہے
لیکن خیال کو اوسکے کام سے نہین روکتا اور اوسکی حرکت کو موقوف نہین کرتا اسیوجہ سے جو بات دل مین
پڑتی ہے خیال اوسکی طرف دوڑجاتا ہے اور اوس بات کی مشابہت کسی ایسی چیز سے لیلیتا ہے جو اوسکے
قریب ہو اور انچا کہ خیالات دوسری چیزون کی نسبت کر حافظہ مین زیادہ جمکر رہتے ہین اسلیئے خیالی چیز حافظہ مین
باقی رہجاتا ہے پس جب آدمی جاگتا ہے تو خیال کے سوا کچھہ یاد نہین رکھتا اب تعبیر دینے والیکو یہ دیکھنا پڑتا ہے
کہ یہ خیال کونسی بات کے مشابہ ہے اور مناسبت ہی سے اوس بات کا پتا پالیتا ہے اور جو شخص علم تعبیر مین
نظر رکھتا ہے اوسکے نزدیک اسکی مثالین ظاہر ہین یہان ایک مثال لکھدینی کافی ہوگی وہ یہ کہ ایک شخص نے
خواب مین دیکھا کہ اوسکے ہاتھہ مین انگوٹھی ہے اوس سے مردون کے منہ پر اور عورتون کی شرمگاہ پر مہر کرتا ہے
اوسنے یہ خواب حضرت ابن سیرین سے بیان کیا آپنے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو موذن ہے رمضان مین صبح
ہونے سے پہلے اذان کہا کرتا ہے اوس شخص نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ مہر
کرنے سے غرض روکنا ہے اور اوسکے لیے مہر کیا کرتے ہین اور دل پر لوح محفوظ سے حال وہی اوسکا ظاہر
کیا کرتا ہے مثلا اس مثال مین آدمیون کا کھانے پینے اور ہم بستری سے روکنا ظاہر ہوا ہے مگر خیال اوسکا
عادی ہے کہ انگوٹھی سے مہر لگانے ہی منع کیا کرتے ہین اسلیے اوس روکنے کی ایک صورت خیالی باقی رہین
اصل معنی باقی رہین اور وہی یاد بھی رہی کہ حافظہ مین صورت خیالی ہی رہا کرتی ہے پس علم خواب کا ایک
تھوڑا سا بیان ہے اور اس علم کے عجائب منحصر نہین اور کیون نہو خواب تو موت کے مانند ہے اور موت خود
ایک عجیب امر ہے اور خواب اور موت کی مشابہت اسوجہ سے ہے کہ خواب مین بھی کچھہ تھوڑا سا حال عالم غیب کا
معلوم ہوجاتا ہے یہان تک کہ سوتا جان لیتا ہے کہ آیندہ کو کیا ہوگا یہی ایک ذراسی وجہ مشابہت کی ہے
اور موت سے تو بالکل پردہ دور ہوجاتا ہے اور حال معلوم ہوجاتا ہے حتی کہ انسان دم ٹوٹتے ہی بدون تاخیر کے
اپنے نفس کو یا تو گھرا ہوا مصیبت اور رسوائی اور فضیحت مین پاویگا نعوذ باللہ منہ یا دولت پایدار اور بڑی
سلطنت بے انتہا پر حاوی پاویگا اور بدبختون کو جب حال نظر آویگا تو اونسے یون کہا جاویگا لقد کنت فی غفلة
من ہذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید یعنی اور کہا جاویگا افسحر ہذا ام انتم لا تبصرون اصلوہا فاصبروا
او لا تصبروا سواء علیکم انما تجزون ما کنتم تعملون اور اونھین کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین
وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون کیونکہ جو سب سے بڑھکر عالم اور سب سے زیادہ حکیم ہوگا اوسکو مرنے کے بعد
عجائب اور آیات مین سے وہ معلوم ہونگے کہ کبھی اوسکے دل مین اونکا وہم اور خطرہ نگذرا ہوگا پس اگر عاقل کو

اور نظر آیا اونکو اللہ کیطرف سے جو خیال نہ رکھتے تھے ۱۲

کوئی رنج اور غم ہو تو سمجھ لیسکے کہ اسوقت کا حال سوچا کرے کہ جواب کس چیز سے دیگا اور کیا معلوم ہوگا
بدبختی لازمی یا سعادت دائمی میں سے کونسی نظر آویگی تو یہی فکر تمام عمر کے لیے کافی ہے اور بڑا تعجب ہے کہ
یہ سب باتیں ہمارے سامنے ہیں اور ہم غفلت میں ہیں اور سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ ہم اپنے مالوں اور گھر والوں
اور عیال اطفال اور اسباب بلکہ اپنے اعضا کان ناک وغیرہ سے خوش ہوتے ہیں حالانکہ ہم یقینا جانتے ہیں
کہ ان سب کو چھوڑ جاوینگے لیکن وہ شخص کہاں ہے جسکے دل میں روح القدس ڈالدے اور وہ وہ بات
کہے جو سید المرسلین نے ارشاد فرمائی أَحْبِبْ مَا أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ
وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ اور ازانجا کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں بدیہی تھا اس سے
سمجھتے تھے تو دنیا میں اسطرح مسافروں کیطرح رہے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ بانس پر بانس رکھا اور نہ پیچھے دینار چھوڑا
نہ درہم نہ کسیکو حبیب بنایا نہ خلیل چنانچہ یوں ارشاد فرمایا لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا
وَلٰكِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ اس ارشاد میں بیان فرمایا کہ خدا تعالی کی خلت دل کے اندر وطن کر گئی ہے
اور اوسکی محبت سویدای دل پر چھا گئی ہے اسواسطے کسی اور خلیل اور حبیب کے لیے گنجایش نہیں
چھوڑی اور اپنی امت کے لیے ارشاد فرمایا اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور امت آپکی
وہی ہے جو آپکی پیرو ہو اور آپ کی پیروی وہی کرتا ہے جو دنیا سے روگردان ہو کر آخرت پر متوجہ ہو
اسواسطے کہ آپ نے سوائے خدا تعالی اور روز آخرت کے اور چیز کی طرف نہیں بلایا اور نہ اور چیز سوائے دنیا
اور اسکی لذتوں کے باز رکھا پس جسقدر تم دنیا سے روگردان ہوگے اور آخرت پر توجہ کروگے
اوسیقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چلوگے اور جسقدر آپ کا طریق اختیار کروگے اوسیقدر پیرو ہوگے
اور جتنی آپکی پیروی کروگے اوتنے ہی آپکی امت میں سے ہوگے اور جسقدر دنیا کیطرف میل کروگے اوسیقدر
آپکے راستے سے انحراف کروگے اور آپکی متابعت سے روگردانی کروگے اور اون لوگوں میں ہوجاؤگے
جنکی شان میں اللہ تعالی فرماتا ہے فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى پس اگر
تم فریب کی کہاوت سے قدم باہر نکالو اور اپنے دل میں انصاف کرو اور تم کیا ہم سب ایسے ہی ہیں اگر
کیا ہمیں مینہ ڈالکر دیکھیں تو جانیں کہ صبح سے شام تک صرف حال کی لذتوں کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں
اور تمام حرکت سکون صرف اس دنیای ناپایدار کے لیے ہے پھر یہ طمع رکھتے ہیں کہ کل کو آپ کی امت اور
تابعین میں سے ہونگے واہ کیا دور کا وہم ہے اور کتنی سرد طمع ہے نہیں دیکھتے کہ خدا تعالی فرماتا ہے
اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ اب بات کہیں کی کہیں جا پڑی اسلیے اسکو چھوڑ کر وہ خوابیں ذکر
کرتے ہیں جنکو معلوم کرنے سے بہت فائدہ ہو اسلیے کہ نبوت تو جاتی رہی صرف بشارت دینے والی چیزیں خوابیں ہی رکھی ہیں

بیان اون خوابون کا جو مُردون کے حالات اور اون اعمال کو متضمن ہین کہ آخرت مین کام آوینگے
اونمین سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو اگر کسیکو نصیب ہوجاوے آپ فرماتے ہین
مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ حَقًّا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ اور حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہین
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور دیکھا کہ آپ میری طرف التفات نہین فرماتے مین
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کیا قصور کیا ہے آپ میری طرف التفات فرمایا اور ارشاد کیا
کہ تم روزہ کی حالت مین کیا بوسہ نہین لیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ مجھکو قسم ہے اوس ذات کی جسکے
قبضہ مین میری جان ہے مین روزہ کی حالت مین کبھی عورت کا بوسہ نلونگا۔ اور حضرت عباس فرماتے ہین
کہ مجھکو حضرت عمر رض سے دوستی تھی مجھے یہ تمنا ہوئی کہ آپ کو خواب مین دیکھون ایک برس وفات کے بعد آپ کو
خواب مین دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینا پونچھتے ہین اور فرماتے ہین کہ اب مجھکو فراغت ہوئی ہے
تخت اوسکا ٹوٹنے ہی والا تھا اگر مین رؤف اور رحیم سے نملا ہوتا۔ اور حضرت امام حسن رض فرماتے ہین کہ مجھسے
والد حضرت علی رض نے فرمایا کہ آج رات مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا
کہ آپکی امت سے مجھے کچھ بھلائی نہ پہونچی آپنے فرمایا کہ اونکے حق مین بددعا کرو مین نے کہا الہی مجھکو
اونکے عوض مین وہ لوگ عطا ہوں جو اونسے بہتر ہوں اور اونسے بد ہین اونکو وہ شخص دے جو
برا ہو یہ خواب کہکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے پس ابن ملجم خبیث نے آپکو زخمی کیا اور بعض شیخوں سے
مروی ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا مغفرت
فرماوین آپنے میری طرف سے منہ پھیر لیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سفیان بن عیینہ نے ہمسے
حدیث بیان کی اور اونھون نے محمد بن منکدر سے اور اونھون نے جابر بن عبداللہ رض سے کہ آپ سے کوئی
چیز کبھی ایسی نہین مانگی گئی جسپر آپنے نہین فرمایا ہو یہ سنکر آپ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ خدای تعالی
تیری مغفرت فرماوے اور حضرت عباس بن عبدالمطلب خود فرماتے ہین کہ مجھسے اور ابولہب کہ میرا بھائی تھا
اور وہ میرا یار تھا جب وہ مرگیا اور اللہ تعالی نے اوسکے حال کی خبر فرمائی جیسا کچھ کہ قرآن مین ہے مین نے
اوسپر بہت غم کیا اور اوسکے معاملے کا مجھے بہت تردد ہوا مین نے خدای تعالی سے برس روز تک
دعا مانگی کہ اوسکو خواب مین مجھے دکھلادے پس ایک روز مین نے دیکھا کہ آگ مین دہک رہا ہے مین نے اوسکا
حال پوچھا اوسنے کہا کہ مین دوزخ کے عذاب مین گرفتار ہوا کبھی وہ عذاب مجھسے ہلکا نہین ہوتا نہ راحت
ملتی ہے مگر دوشنبہ کی رات کو تمام دنون اور راتون مین تخفیف ہوجاتی ہے مین نے پوچھا کہ یہ کسطرح
کہا کہ اوس رات محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے تھے ایک لونڈی نے آکر مجھکو خوشخبری سنائی کہ آمنہ کے

لیکن کیا ہوا میں نے خوش ہو کر اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا اللہ تعالی نے اوسکے بدلے میں مجھکو یہ ثواب دیا
کہ مجھسے ہر دوشنبہ کی رات کو عذاب اوٹھا لیا - اور عبد الواحد بن زید کہتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے
نکلا ایک شخص میرے ساتھ ہوا کہ نشست و برخاست اور حرکت و سکون میں درود شریف پڑھتا تھا میں نے
اوس سے اسکی وجہ پوچھی اوسنے کہا کہ میں اول دفعہ مکہ معظمہ کعبہ شریف کو چلا اور میرے ساتھ میرا باپ بھی تھا
جب ہم مکہ معظمہ سے پھرے تو ایک منزل میں سوئے میں سوتا ہی تھا کہ خواب میں ایک شخص نے مجھسے کہا
کہ اوٹھ تیرے باپ کو خدا نے موت دی اور اوسکا منہ کالا کر دیا میں ڈرتا ہوا اوٹھا اور والد کے چہرے سے
کپڑا اوٹھا کر دیکھا تو مردہ اور منہ سیاہ پایا مجھکو اس حال سے نہایت خوف ہوا اسی غم میں ڈوبا ہوا تھا کہ پھر مجھکو
نیند آگئی خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی لوہے کے سوٹے لیے کھڑے ہیں اتنے میں ایک شخص
بزرگ نہایت حسین سبز جوڑا پہنے ہوئے آئے اور اونہوں نے کہا کہ الگ ہو اور اپنا دست مبارک میرے باپ کے منہ پر
پھیر کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اوٹھ تیرے باپ کا منہ اللہ تعالی نے سفید کر دیا میں نے اونکی
خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے اوپر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کون ہیں اونہوں نے فرمایا کہ میں محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میں نے اونکے جو باپ کا منہ کھولا تو واقع میں نورانی براق پایا اوس
روز سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا موقوف نہیں کیا - اور حضرت عمر بن عبد العزیز
سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض
کو آپکی خدمت میں بیٹھا پایا میں سلام کرکے اون دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اور حضرت معاویہ حاضر خدمت ہوئے اون دونوں کو ایک کوٹھری میں میرے سامنے کرکے دروازہ بند
کر دیا گیا تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضرت علی رض یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ میرے لیے
حکم ہوا اونکے بعد ہی بہت جلد امیر معاویہ رض یہ کہتے ہوئے نکلے کہ قسم ہے خدای کعبہ کی کہ میری خطا بخشدی گئی
اور ایکبار حضرت ابن عباس رض سوتے تھے نیند سے بیدار ہوئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا
کہ بخدا امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور یہ معاملہ آپنے قبل خبر شہادت پہونچنے کے دیکھا تھا آپ کے
یاروں نے اسکو نہ مانا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک شیشے میں خون
لیے ہوئے اور فرماتے ہیں کہ تجھے معلوم نہیں کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا میرے لڑکے حسین رض کو شہید کیا
اور یہ اوسکا اور اوسکے ساتھیوں کا خون ہے اسکو اللہ تعالی کے سامنے لیجاونگا چوبیس روز بعد آپ کی
شہادت کی خبر آئی کہ جس روز حضرت ابن عباس رض نے دیکھا تھا اوسی روز شہید ہوئے - اور حضرت ابو بکر صدیق
کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ اپنی زبان مبارک کے باب میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اسنے مجھکو

تباہی کی جگہون مین پہونچا ہے پس اللہ تعالی نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا آپنے فرمایا کہ مین اپنی
زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا اسلیے مجھکو جنت مین وارد کیا۔ اب مشائخ کرام رحم کی خوابونکا ذکر کیا جاتا ہے
کسی شیخ سے نقل ہے کہ اونھون نے مسمع ذورقی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے آپسے کیا کیا
اونھون نے فرمایا کہ مجھکو جنتون مین پھروایا اور پھر پوچھا کہ کوئی چیز جنتون مین تجھکو اچھی معلوم ہوئی مین نے عرض کیا
کہ نہین ارشاد ہوا کہ اگر تو کسی چیز کو اچھی جانتا تو مین تجھکو اوسکے حوالے کرتا اور اپنے حضور مین نہ پہونچاتا اور
کسی نے یوسف بن حسین کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ تمسے خدا نے فرمایا اونھون نے کہا کہ مجھکو بخشدیا
اوس شخص نے پوچھا کہ آمرزش کی وجہ کیا ہوئی کہا کہ مین نے ٹھٹھے کی بات کو ہزل مین نہین ملایا تھا۔ اور منصور بن
اسمعیل سے روایت ہے کہ مین نے عبداللہ بزاز کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ گذرا اونھون نے کہا
کہ خدا تعالی نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور جتنے گناہون کا مین نے اقرار کیا اونسب کو بخشدیا مگر ایک
گناہ کو اوسکے کہتے ہوئے مجھے شرم آئی اسلیے مجھکو پسینے مین کھڑا کیا یہانتک کہ میرے چہرے کا گوشت گر گیا
مین نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا اونھون نے کہا کہ مین نے ایک لڑکی کو دیکھا اور اوسکو پسند کیا اسلیے مجھکو
حیا آئی کہ اسکا کیا ذکر کرون۔ اور ابو جعفر صیدلانی رح کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین
دیکھا کہ ایک جماعت درویشون کی آپکے گرد بیٹھی ہے اسی اثنا مین آسمان پھٹا اور اوسمین سے دو فرشتے اوترے ایک کے
ہاتھ مین طشت دوسرے کے ہاتھ مین آفتابہ تھا اور طشت لاکے نیا طشت لاکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے رکھدیا آپنے ہاتھ مبارک دھوئے پھر ارشاد فرمایا تو اور لوگون نے بھی ہاتھ دھوئے پھر طشت میرے
سامنے رکھا تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ اسکے ہاتھ پر پانی مت ڈال یہ اونمین سے نہین
آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپسے کیا یہ روایت نہین ہے کہ آپنے فرمایا ہے المرء مع من احب
آپنے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہے مین نے عرض کیا کہ تو مین آپسے اور ان درویشون سے محبت رکھتا ہون تب
اوس فرشتے کو ارشاد فرمایا کہ اسکے ہاتھ پر بھی پانی ڈال کہ یہ بھی اونہین مین سے ہے اور حضرت جنید رحم
فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ لوگون کو وعظ سناتا ہون اتنے مین ایک فرشتہ میرے پاس آکر
پوچھا کہ جن چیزون سے خدا تعالی کے تقرب کے طالب تقرب کیا کرتے ہین اونمین سے اللہ تعالی کو زیادہ
کیا چیز ہے مین نے جواب دیا کہ پوشیدہ عمل ترازو مین پورا ہے وہ فرشتہ یہ کہتا چلا گیا کہ بخدا کلام توفیق یافتہ
شخص کا ہے۔ اور جمع کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمنے معاملہ کیسا پایا آپنے فرمایا کہ جو لوگ دنیا
زاہد تھے اونکو دیکھا کہ دنیا و آخرت کی خیر لیگئے۔ اور ایک شام کے آدمی نے کہا کہ مین زیادہ کو کہا کہ حسن
خواب مین تمکو جنت مین دیکھا ہے وہ اپنی نیکیکے اوپر ہے اور اوس شخص کے پاس آکر کہا اسکی تعبیر

[illegible]

معلوم نہیں ہوتی بھر کہ شیطان جو کوئی بات چاہتی تھی اوس سے میں سمجھ گیا ہوں اور اسنے اب کسی شخص کو میرے
قتل کیواسطے میرے پاس بھیجا ہے اور محمد بن واسع رحم فرماتے ہیں کہ خواب مومن کو خوش کیا کرتی ہے بشرطیکہ مغرور
نہیں ہوا کرتی۔ اور صالح بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سلمی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے
تم پر رحم کیا دنیا میں تم بہت غمگین رہا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ اس کا بدلا اب تو اوسکے بعد مجھکو بڑی خوشی
اور فرحت دائمی ہوئی ہے میں نے پوچھا کہ آپ کس درجے میں ہیں فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ
جن پر خدا تعالی نے انعام کیا یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہدا اور صالحوں کے ساتھ۔ اور حضرت
زرارہ بن ابی اوفی سے خواب میں پوچھا کہ اعمال میں سے تمہارے نزدیک کونسا افضل ہے انہوں نے
فرمایا کہ راضی رہنا خدا تعالی کی مرضی پر اور کوتاہ کرنا امل کا۔ اور یزید بن مذعور کہتے ہیں کہ میں نے اوزاعی رحم
کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل بتلاؤ جس سے میں خدا تعالی کا تقرب حاصل کروں آپ نے
فرمایا کہ میں نے یہاں عالموں کے درجے سے بڑھکر اور کسی کا درجہ نہیں پایا اور انکے بعد درجہ غمگین لوگوں کا ہے
راوی کہتا ہے کہ یزید بن مذعور بہت بوڑھے تھے اس خواب کے بعد ہمیشہ رویا کیے یہاں تک کہ آنکھیں
جاتی رہیں۔ اور ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ بھائی تم سے
خدا تعالی نے کیا معاملہ فرمایا انہوں نے کہا کہ جس گناہ پر میں نے استغفار پڑھا تھا اور آمرزش کی
درخواست کی تھی وہ تو خدا تعالی نے بخشدیا اور جس گناہ سے استغفار نہیں کیا تھا وہ نہ بخشا۔ اور علی بن موفق
کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہ تھی میں نے پوچھا کہ
تو کون ہے اوسنے کہا کہ میں حور ہوں میں نے کہا کہ تو مجھسے بیاہ کر لے اوسنے کہا کہ میرے مالک سے میری
نسبت کی خواہش کر اور میرا مہر دے میں نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہے اوسنے کہا کہ اپنے نفس کو اوسکی
تمام آفتوں سے بچائے رکھ۔ اور ابراہیم بن اسحاق حربی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زبیدہ رحم کو خواب میں
دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے کیسے کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھکو بخشدیا میں نے کہا کہ انہیں خیراتوں
کے عوض میں جو تم نے مکہ کی راہ میں دی تھیں انہوں نے کہا کہ میں نے جو خیراتیں دی تھیں اونکا ثواب
تو مالکوں کے پاس چلا گیا مجھے تو صرف نیت کے باعث بخشدیا۔ اور حضرت سفیان ثوری رحم نے جب وفات
پائی تو خواب میں کسی نے اونکو دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے آپ سے کیا کیا انہوں نے فرمایا کہ ایک قدم تو
میں نے پل صراط پر رکھا دوسرا جنت میں رکھا۔ اور احمد بن ابی الحواری رحم کہتے ہیں کہ میں نے خواب کی
حالت میں ایک لونڈی کو دیکھا جس سے زیادہ خوبصورت میں نے نہیں دیکھی تھی اور اوسکا منہ نور سے
چمکتا تھا میں نے پوچھا کہ تیرے منہ کی چمک کس باعث سے ہے اوسنے کہا کہ تمہیں یاد ہے کہ ایک رات میں

تم روتے تھے میں نے کہا کہ ہاں مجھے یاد ہے اوسنے کہا کہ میں نے تمہارے آنسو لیکر اپنی منہ کو لگا لیے اوسی سے میرا منہ ایسا چمکنے لگا۔ اور کتانی رح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنید رح کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدای تعالی نے آپ سے کیا معاملہ کیا اونھوں نے فرمایا کہ وہ اشارات تباہ ہوگئے اور نہ وہ عبارتیں کام آئیں صرف دو رکعتیں جو ہم رات کو پڑھا کرتے تھے وہی ہمکو ملیں۔ اور زبیدہ رح کو کسینے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تمہیں کیا حال گذرا اونھوں نے کہا کہ ان چار جملوں کی بدولت خدای تعالی نے مغفرت فرمائی یعنی لا اله الا الله افنی بها عمری لا اله الا الله ادخل بها قبری لا اله الا الله اخلو بها وحدی لا اله الا الله القی بها ربی اور بشر رح کو کسینے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ خدای تعالی نے تم سے کیا سلوک کیا فرمایا کہ مجھ پر رحم فرمایا اور اتنا کہا کہ بشر تجھے شرم نہ آئی کہ ہم سے اتنا ڈرتا تھا۔ اور ابو سلیمان دارانی رح کو کسینے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدای تعالی نے تم سے کیا معاملہ کیا اونھوں نے فرمایا کہ مجھ پر رحم کیا اور یہ بات مضر ہوئی کہ لوگوں کی اشارہ یعنی شہرت اور انگشت نما ہونے سے ہوا اتنا اور کسی چیز سے نہیں ہوا۔ اور ابو بکر کتانی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک جوان کو دیکھا کہ اوس سے بہتر کبھی نہیں دیکھا تھا میں نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ تقوی ہوں میں نے پوچھا کہ تو کہاں رہتا ہے اوسنے کہا کہ دل غمگین میں رہتا ہوں پھر میں نے دیکھا تو ایک عورت کالی بھتنی سی نظر آئی میں نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ میں دلگی بیماری ہوں میں نے پوچھا تو کہاں رہتی ہے اوسنے کہا کہ ہر دل خوش اور کشادہ میں رہتی ہوں پھر میں جاگ پڑا اور عہد کیا کہ بدون مجبوری کبھی نہ ہنسوں گا۔ اور ابو سعید خراز رح کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا شیطان مجھ اوپر چڑھ آیا ہے میں نے لاٹھی کو پکڑ کے چاہا کہ اوسکو ماروں وہ لاٹھی سے نہ ڈرا اور اوسوقت مجھے آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرا کرتا بلکہ ایک نور سے ڈرتا ہے جو دل کے اندر ہوتا ہے۔ اور مسوحی کہتے ہیں کہ میں نے شیطان کو خواب میں برہنہ دیکھا کہ چلا جاتا ہے میں نے کہا کہ تو آدمیوں سے شرم نہیں کرتا اوسنے کہا سبحان اللہ یہ لوگ آدمی ہیں اگر یہ آدمی ہوتے تو میں انکے صبح شام کیوں کھلونا بناتا جیسے لڑکے گیند سے کھیلا کرتے ہیں بلکہ آدمی اور ہی لوگ ہیں جنھوں نے میرے جسم کو بیمار کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ ہمارے صوفی یاروں کیطرف کیا۔ اور حضرت ابو سعید خراز رح کہتے ہیں کہ میں دمشق میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر تکیہ کیے ہوے میرے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے اور میں اوسوقت میں کچھ الفاظ کہکر اپنے سینے میں ضرب لگاتا تھا آپنے فرمایا کہ اسکی برائی بہتری کی نسبت کہ زیادہ ہے۔ اور ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رح کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک درخت سے دوسرے پر اوڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ میں نے اونسے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے

فرمایا کہ لوگون کی شناسائی کم کرو۔ اور ابو حاتم رازی قبیصہ بن عقبہ سے راوی ہین کہ اونھون نے سفیان ثوری رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا معاملہ کیا اونھون نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

جو دیکھا سامنے مین نے رب کو تو یہ فرمایا		مبارک تجھے ابن سعید اسد مرضا میری
تہجد جو پڑھا کرتا تھا راتون کو اندھیری مین		بہایا شوق سے آنسو دکھاتا دل کی مشتاقی
بہشتی کے لیے جنت کا مکان تو چن لینا چاہیے		ملاکر مجھ سے کیونکہ اب جاتی رہی دوری

اور شبلی رحمۃ اللہ کو مرنے کے تین دن بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تم سے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھ سے ایسا مطالبہ کیا کہ مین ناامید ہو گیا جب میری ناامیدی ملاحظہ فرمائی تو مجھکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیا اور مجنون بنی عامر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تم سے کیا کیا کہا کہ مجھکو بخشدیا اور محبین کے لیے مجھکو حجت ٹھہرا دیا۔ اور حضرت ثوری رح کو کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمسے خداے تعالی نے کیا کیا فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اوس شخص نے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا کیا حال ہے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس ہر روز دو دفعہ جایا کرتے ہین اور بعض اکابر کو کسی نے خواب مین دیکھکر جو حال پوچھا تو کہا کہ ہمسے جو حساب کیا تو نہایت دقت کی پھر احسان کرکے آزاد کر دیا۔ اور حضرت مالک بن انس رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ آپ سے ہوا فرمایا کہ میری مغفرت کی ایک کلمے سے جو حضرت عثمان بن عفان رض جنازہ کو دیکھنے پر فرمایا کرتے تھے وہ یہ ہے کہ سُبۡحَانَ الۡحَیِّ الَّذِیۡ لَا یَمُوۡتُ اور جس رات حضرت حسن بصری کا وصال ہوا تو کسی نے خواب مین دیکھا کہ گویا دروازے آسمان کے کھلے ہین اور ایک منادی پکارتا ہے کہ حسن بصری اللہ کے پاس آئے اور اس حال مین کہ خدا اونسے راضی ہے۔ اور جاحظ کو کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمپر کیا کیفیت گذری تو اونسے اس مضمون کا شعر پڑھا شعر

لکھو اپنی قلم سے کچھہ تو ایسی چیز کو لکھو		کہ کر دیکھو قیامت مین تو ہووے خوش تمہارا دل

فائدہ مترجم کہتا ہی کہ شاید اس شخص کی نجات کا باعث یہ ہوا ہوگا کہ اپنی تصانیف مین کچھہ عمدہ الفاظ آخرت کے کارآمد بھی لکھے ہونگے اسلیے اس شعر مین اوسیطرف اشارہ کیا کہ لکھنے کے لیے حسنات اختیار کرنی چاہیے اور حضرت جنید بغدادی رح نے ابلیس لعین کو خواب مین برہنہ دیکھکر فرمایا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اوسنے کہا کہ یہ لوگ آدمی نہین بلکہ وہ لوگ آدمی ہین جو مسجد شونیزی واقع بغداد مین ہین اونھون نے میرے جسم کو لاغر اور جگر کو کباب کیا ہی حضرت جنید فرماتے ہین کہ جب مین جاگا تو مسجد مذکور مین گیا دیکھا تو کچھہ لوگ اپنے زانو پر سر رکھے ہوئے فکر مین لگے ہین جب اونھون نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اوس خبیث کے کہنے سے تم فریب مین نہ آنا اور نیز مرآبادی کو بعد وفات کے مکہ معظمہ مین کسی نے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ

پاک ہو کر دوزخ مین نہین رہنا ہوگا

گیا حال گذرا فرمایا کہ اول تو مجھپر اشراف کا سا عتاب ہوا پھر مجھکو فرمایا گیا کہ اے ابو القاسم ملنے کے بعد کیا جدائی ہوا کرتی ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں اے عظمت والے میں مجکو لحد ہی میں چھوڑ جاتے تھے کہ میں اپنے رب کے پاس جاتا۔ اور عتبہ غلام نے ایک حور کو خواب میں دیکھا کہ بہت حسین ہے اور کہتی ہے کہ اے عتبہ میں تجپر عاشق ہوں تو خبردار ایسی بات نکرنا جو مجھمیں اور تجھمیں حجاب ہو جاوے عتبہ نے جواب دیا کہ میں نے دنیا کو تین طلاق دیدی جبتک تجھسے نہ ملونگا اوسکی طرف رجوع نکرونگا۔ اور منقول ہے کہ ایوب سختیانی کسی گنہگار کا جنازہ دیکھکر اپنے دروازے میں گھسگئے تاکہ اوسکی نماز نہ پڑھنی پڑے بعض شخصوں نے اوس مرنے کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ کہو کیا معاملہ ہوا اوسنے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجکو بخشدیا اور ایوب سے کہدینا کہ اگر رحمت الٰہی کے خزانے تمہارے قابو میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے ہاتھ اونکو روکے رکھتے۔ اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ جسرات حضرت داؤد طائی رح کا انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان سے اوترتے اور چڑھتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کونسی رات ہے اونھوں نے کہا کہ یہ وہ رات ہے کہ داؤد طائی نے وفات پائی ہے اور اونکی روح کے لیے جنتیں آراستہ کی گئی ہیں۔ اور ابو سعید شحام کہتے ہیں کہ میں نے سہیل صعلوکی رح کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ اے شیخ اونھوں نے فرمایا کہ اے شیخ کہنا چھوڑ دو میں نے پوچھا کہ حالات جو میں نے تمہارے دیکھے تھے اس سبب سے کہتا ہوں اونھوں نے فرمایا کہ وہ کچھ کام نہ آئے میں نے پوچھا کہ پھر آخر خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا کہا کہ مجکو اون مسائل کے ثواب میں بخشدیا جو فلاں بڑھیا پوچھا کرتی تھی۔ ابو بکر رشیدی رح کہتے ہیں کہ میں نے محمد طوسی معلم کو خواب میں دیکھا تو اونھوں نے مجھسے کہا کہ ابو سعید زرگر ادیب سے یہ کہدینا کہ

ما زیاران چشم یاری داشتیم	خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جب میں جاگا تو ابو سعید سے جا کر مضمون بیان کیا اونھوں نے کہا کہ میں ہر جمعہ کو اونکی قبر پر جایا کرتا تھا اس جمعہ کو نہیں گیا ہوں اوسکی شکایت ہے۔ ابن راشد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مبارک رح کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تم کیا مر نہیں گئے تھے اونھوں نے کہا کہ ہاں میں نے پوچھا کہ تو خدا تعالیٰ نے تمسے کیا کیا اونھوں نے کہا کہ مجکو بخشدیا ایسی مغفرت سے کہ ہر گناہ کو گھیر لیا میں نے پوچھا کہ پھر سفیان ثوری رح کا کیا حال ہے اونھوں نے کہا کہ اونکا کیا کہنا ہے وہ تو اس آیت کے مصداق ہیں مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ اور ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رح کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا آپنے فرمایا کہ مجکو ایک سونے کی کرسی پر بٹھایا اور میرے اوپر تر موتی بکھیرے۔ اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح کے مریدوں میں سے

جب سعادتکی وفات ہوئی تھی خواب مین دیکھا کہ کوئی منادی یہ پکارتا ہے کہ اللہ تعالی نے آدم اور نوح
اور آل ابراہیم اور آل عمران کو خلق سے برگزیدہ فرمایا اور حسن بصری کو اونکے وقت کے لوگون سے اچھا اور
برگزیدہ کیا اور ابو یعقوب قاری کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک شخص گندم گون کشیدہ قامت کو دیکھا کہ
لوگ اوسکے پیچھے جاتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کون ہین لوگون نے کہا کہ حضرت اویس قرنی رح ہین مین بھی
آپکے پیچھے چلا اور عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے مجھے ناک چڑھائی مین نے عرض کیا کہ مین راہ
نہین جانتا آپ سے بھلائی چاہتا ہون اگر آپ مجھے راہ دکھاوینگے خدای تعالی آپکو جزا دیگا آپ میری طرف
متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اللہ تعالی کی رحمت کو اوسکی محبت کے وقت طلب کرو اور اوسکے بدلا لینے سے
نافرمانی کے وقت خوف کرو اور اس اثنا مین اوس سے امید مت منقطع کرو پھر آپ منہ پھیر کر چلے گئے اور مجکو
چھوڑ گئے۔ اور ابوبکر بن ابی مریم کہتے ہین کہ مین نے ورقا بن بشر حضرمی کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمہارا کیا
حال ہے اونھون نے کہا کہ بڑی جانکاہی کے بعد چھٹی ملی مین نے پوچھا کہ تمنے کون سے عمل کا فضل پایا اونھون نے
فرمایا کہ خدا تعالی کے خوف سے رونے کو۔ اور یزید بن نعامہ کہتے ہین کہ جارف یعنی وبای عام مین ایک عورت
مر گئی تھی اوسکے باپ نے اوسکو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ بیٹی مجھے آخرت کا حال کہہ اوسنے کہا کہ بابا ہم ایک
بھاری کام پر پہونچے ہین ہم جانتے ہین اور عمل نہین کرتے ہین اور تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہین بخدا کہ
ایکبار یا دوبار سبحان اللہ کہنا یا ایک خواہ دو رکعت نماز کا میرے نامہ اعمال مین ہونا مجکو دنیا اور ما فیہا سے
محبوب تر ہے۔ اور بعض مرید عتبہ غلام رح کے کہتے ہین کہ مین نے عتبہ رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے
تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اونھون نے فرمایا کہ مین برکت سے اس دعا کی جنت مین داخل ہوا جو تیرے گھر مین لکھی
ہوئی تھی جب مین اوٹھا تو اپنے گھر کے اندر گیا دیکھا تو عتبہ غلام کے خط سے گھر کی دیوار پر لکھا پایا یا ہادی المضلین
ویا راحم المذنبین ویا مقیل عثرات العاثرین ارحم عبدک ذا الخطر العظیم
والمسلمین کلہم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین
انعمت علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین آمین رب العالمین
اور موسی بن حماد کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری کو جنت مین دیکھا کہ ایک پیڑ سے دوسرے پر اوڑتے پھرتے ہین
مین نے پوچھا کہ ابو عبد اللہ تمکو یہ مرتبہ کس بات سے ملا فرمایا کہ ورع سے مین نے پوچھا کہ علی بن عاصم رح کا
حال تو بتاؤ فرمایا کہ وہ ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے ستارہ۔ اور کسی تابعی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجکو نصیحت فرمائیے فرمایا کہ بہتر وہ شخص نقصان کا جو یا نہین رہتا وہ
نقصان مین رہتا ہو اور جو نقصان مین ہے اوسکے لیے موت بہتر ہے۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہین

کہ مجھکو ان دونوں میں ایک امر مشکل ایسا پیش آیا تھا جسنے مجھکو درد و رنج دیا اور خدا تعالیٰ کے سوا
اور کسیکو اوسپر واقفیت نہ تھی کل رات میرے پاس ایک آنے والا آیا اور خواب میں مجھسے کہا کہ اے محمد
بن ادریس یوں دعا مانگ اللّٰهُمَّ اِنِّی لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِی نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً
وَّلَا نُشُوْرًا وَّلَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَيْتَنِيْ وَلَا اَتَّقِيْ اِلَّا مَا وَقَيْتَنِيْ اللّٰهُمَّ فَوَفِّقْنِيْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى
مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ فِيْ عَافِيَةٍ جب میں صبح کو اوٹھا تو اس دعا کو مکرر پڑھا جب ان پڑھا اللہ تعالیٰ نے میرا مطلب مجھکو
عنایت فرمایا اور جسمیں مصیبت میں میں تھا اوس سے نجات آسان فرمائی۔ تو تمکو چاہیے کہ ان دعاؤں
کو ہمیشہ پڑھتے رہو اور انسے غافل نہو۔ یہ کچھ مکاشفات نیک مردوں کا احوال معلوم ہوتا ہے
اور ان اعمال پر دلالت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے ہیں انکے بعد ہم وہ حالات لکھتے ہیں
جو صور کے پھونکنے سے لیکر آخر تک یعنی جنت خواہ دوزخ میں ٹھہر جانے تک مردوں کو پیش ہوتے ہیں

دوسرا حصہ باب ذکر موت کا اون حالات میں جو صور کے پھونکنے سے لیکر جنت یا
دوزخ میں قرار پکڑنے تک ہوتے ہیں اور جو کچھ ہول اس درمیان میں پیش ہوتے ہیں انکی تفصیل میں
اس قسم میں چند بیان ہیں اور آخر کو ایک خاتمہ ہے جسمیں خدا تعالیٰ کی رحمت کے وسیع ہونے کا
ذکر ہے اور اسی پر کتاب کی تمامی ہے انشاء اللہ تعالیٰ

پہلا بیان نفخ صور کے ذکر میں پہلے بیان ہو چکا کہ تمکو اتنے حالات معلوم ہو چکے ہیں موت کے
حال کی شدت موت کے سکرات میں اور خطرہ خاتمہ کے فوت کا پھر قبر کی تاریکی کو بھگتنا اور اوسکے
کیڑوں کی ایذا سہنی پھر منکر نکیر اور اونکا سوال پھر عذاب قبر کو بھگتنا بشرطیکہ اون لوگوں میں سے ہو
جنپر غضب ہوا ہے اور جتنے احوال گذرے ہیں ان سب سے بڑھکر وہ خطرات ہیں کہ مرنے کے سامنے
ہیں یعنی صور کا پھونکنا اور قیامت کے دن اوٹھنا اور خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا اور تھوڑی
بہت کی پوچھ ہونی اور اعمال کے مقدار کی شناخت کے لیے ترازو کا کھڑا ہونا پھر باوجود باریکی اور
تیزی کے پل صراط پر سے اوترنا پھر مقدمہ کے فیصل ہونے کی یعنی سعادت یا شقاوت کا حکم لگنے کی پکار کا منتظر رہنا تو یہ احوال
اور خطرات ایسے ہیں کہ تمکو اونکا سمجھنا ضروری ہے پھر اونپر خوب یقین اور تصدیق کے طور پر ایمان
لانا پھر انمیں بہت سا فکر و تامل کرنا تاکہ تمہارے دل میں سے انکی تیاری کے لوازم پیدا ہوں اور
اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن پر ایمان اونکے خالص دلوں میں نہیں بیٹھا اور
سویدائے ضمیر میں جگہ نہیں پکڑی اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ موسم گرما کی گرمی اور جاڑے کی
سردی کے لیے کتنے سامان کرتے ہیں اور دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی سردی کے لیے باوجودیکہ اونمیں

نہایت سختی اور خطرات ہونگے تصدیق کرتے ہیں ہاں اتنا ہے کہ جب آخرت کا حال ویسے پوچھیے
تو زبان سے اوسکا اقرار کرتے ہیں مگر دل اوسکا اوس سے غافل رہتے ہیں اور جو شخص دوسرے سے
کہے کہ تیرے سامنے کھانے میں زہر ہے اور وہ دوسرا اوسکی تصدیق کرے کہ ہاں سچ کہتا ہے پھر
کھانا کھانے تو زبان سے تو اوسکو سچا کہا اور عمل سے اوسکو جھٹلایا اور عمل کی رو سے جھٹلانا
زبان سے جھٹلانے کی نسبت کر زیادہ ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے
فرماتا ہے کہ مجکو آدمی نے گالی دی اور اوسکو زیبا نہ تھا کہ مجھے گالی دے اور اوسنے مجکو جھٹلایا اور
اوسکو شایان نہ تھا کہ جھٹلاتے اوسکا گالی دینا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ خدا کا کوئی لڑکا ہے اور جھٹلانا
اسطرح ہے کہ کہتا ہے کہ جیسا اول پیدا کیا ہے اسطرح کبھی نہ اوٹھاویگا - اور دلوں میں جو
کچھ ہے اوٹھنے کی تصدیق اور یقین مستحکم نہیں تو اوسکی وجہ یہی ہے کہ لوگ اس جہان میں اسطرح کی
باتیں کم سمجھتے ہیں - اور اگر بالفرض آدمی حیوانات کا پیدا ہونا نہ دیکھتا اور اوس سے کہا جاتا کہ تیرا ایک
بنانے والا ہے کہ وہ نطفہ ناپاک سے ایسا آدمی بناتا ہے جو عاقل اور متکلم اور تصرف کرنے والا ہو تو
اوسکے باطن کو اسکی تصدیق نہایت سختی سے ہوتی اور اسی بات سے خدا تعالی فرماتا ہے اَوَ لَمْ
یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ اور فرمایا اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ
سُدًی اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی
غرضکہ آدمی کی پیدایش میں باوجود کثرت عجائب اور اختلاف اعضا کی ترکیب کے عجیب عجیب
باتیں ہیں اوسکے اوٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے میں ہیں تو جو شخص اوسکی صنعت اور قدرت میں
عجائب کو دیکھ کر پھر وہ خدا تعالی کی قدرت و حکمت سے اوسکا انکار کیسے کرتا ہے پس اگر تمہارے
ایمان میں ضعف ہو تو پہلی پیدایش کو غور کرکے ایمان کو سچا کر لو اسلئے کہ دوسری بار کی پیدایش
اول ہی کی طرح بلکہ اوس سے سہل تر ہے اور اگر تمہارا ایمان دوبارہ اوٹھنے پر قوی ہے تو دل میں ان
دونوں کو قوی تر کرو اور اسباب میں اتنا فکر اور غیرت کیا کرو کہ دل سے راحت اور آرام جاتا رہے اور
خدا تعالی کے سامنے پیش ہونے کی تیاری میں لگ جاؤ اور دل اوس دن کا فکر کرو کہ قبر کے باشندوں کے
کان میں پڑیگی یعنی صور کا زور سے پھونکنا کہ ایک ہی چیخ ایسی ہوگی کہ جس سے قبروں میں سے
مردے نکل پڑینگے پس اپنے آپ کو فرض کرو کہ تم بھی قبر سے چہرہ متغیر اور بدن سر سے پاؤں تک
غبار آلود قبر کی مٹی میں سنا ہوا نکلے ہو اور چیخ کی شدت سے حیران اور آواز کیطرف کو نگراں ہو اور
تمام خلائق ایسی قبروں سے یکبارگی نکل پڑی ہے کہ مدتوں تک اونمیں پڑے سڑتے رہے تھے اور

ح ۔ یعنی بہ حیثیت مرتبہ ۱۲

ف ـ کیا دیکھتا نہیں آدمی کہ ہم نے اوسکو بنایا ایک بوند سے پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑنے والا بولنے والا ۱۲

[illegible]

ایک ہیبت تو اونکو سیخ و عظم اور انتظار کی سختی کی کہ انجام کب کو معلوم ہوگا پہلے سے تھی اب یک شدید

دہشت و خوف اور رعب اور ہوا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ اور فرمایا

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ اور فرمایا وَيَقُولُونَ

مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ

مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا

مِنْ مَرْقَدِنَا هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ

پس اگر مردوں کے سامنے اس آواز کی دہشت کے سوا اور کچھ ہول نہوتا تب بھی اوس سے ڈرنا

اور بچنا لائق تھا اسلیے کہ وہ ایسی پہونک اور چیخ ہوگی کہ اوس سے جو لوگ آسمان و زمین کے ہیں سب

مر جاوینگے مگر جنکو اللہ تعالی چاہیگا یعنی چند فرشتے باقی رہجاوینگے اور اسواسطے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیف انعم وصاحب القرن قد التقم القرن وحنی جبہتہ واصغی بالاذن ینتظر

متی یؤمر فینفخ فرماتے ہیں کہ صور سے مثل ایک سینگ کے ہیں اور اوسکی کیفیت یہ ہو

کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نفیری کی شکل کے سینگھے پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں اور اس سینگھے کے

منہ کا دائرہ اتنا چوڑا ہے جتنا پہیلاؤ آسمانوں اور زمین کا ہے اور حضرت اسرافیل اپنی آنکھ عرش کی

طرف کیا اوٹھائے منتظر ہیں کہ کب حکم اول پہونک کا ہو جب وہ اول پہونک ماریگا تو آسمان و زمین کے

لوگ جتنے جاندار ہونگے سب خوف کی شدت سے مرجاوینگے صرف چار فرشتے حضرت جبرئیل و میکائیل

و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام رہجاوینگے پھر حکم الٰہی ملک الموت کو ہوگا کہ اول حضرت جبرئیل

علیہ السلام کی روح نکالیں پھر حضرت میکائیل کی پھر حضرت اسرافیل کی پھر ملک الموت کو حکم ہوگا کہ

خود مرجاوینگے اور چالیس برس تک فقط اول ہی پہونک کے بعد عالم پر نفخ ... پھر اللہ تعالی

حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرکے حکم فرماویگا کہ دوسری دفعہ پہونک سینگھے میں ماریں اور

اسکو اللہ تعالی کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ

یعنی پانؤں پر کھڑے ہوکر چاروں طرف دیکھنے لگینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

مجکو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا تو صاحب صور اسرافیل نے کہلا بھیجا اونھوں نے صور کو اپنے منہ سے

لگالیا اور ایک پانؤں کو آگے اور دوسرے کو پیچھے کیے منتظر ہیں کہ کب حکم پہونکنے کا ہو تو میں لہ

کہ پھونک سے ڈر و انتہی ہیں ایسے حال میں خلق کی کیفیت اور اونکی ذلت اور شکستہ حالی اور بیچارگی اور اوس پیچ کا خوف اور حکم سعادت اور شقاوت کا انتظار سوچو اور اپنے آپ کو بھی اونکے درمیان فرض کرو کہ جیسے وہ ٹوٹے حال سے ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے جیسے وہ حیرت زدہ ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے بلکہ دنیا میں جو لوگ امیر اور توانگر اور ناز پروردہ اور بادشاہ ہونگے وہ اوس روز سب زمین کے باشندوں سے ذلیل اور چھوٹے اور حقیر اور پامال ذرہ کے مثال ہونگے اور سونت وحشی جنگلوں سے اور پہاڑوں سے آکر اپنے سر جھکا کر باوجود وحشت کے لوگون میں مل جاوینگے اور گو اونھون نے کچھ خطا نہ کی ہوگی مگر اوس ورنگا اونٹھنے اور شدت پیچ اور ہول سے پچھنا کسے کے ڈر کر سب وحشت بھول جاوینگے اور چوکڑی بھولکر لوگون میں آ ملینگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ پھر شیطان سرکش کہ پہلے متمرد اور منحرف تھے آوینگے اور خدا کو سامنے پیش ہونے کی ہیبت سے کے مارے گردن جھکا دینگے اور مضمون اس آیت کا صادق ہوگا فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا پس اپنے حال میں اور انکی کیفیت میں اوس مقام پر فکر کرو کہ کیسی گذریگی

دوسرا بیان محشر کی زمین اور اوسکے لوگون کے ذکر میں پھر غور کرو کہ جی اوٹھنے کے بعد ننگے بدن ننگے پاؤں کیسے زمین محشر میں ہنکائے جاوینگے وہ ایک میدان نرم ہموار سفید رنگ ہوگا کہ جسمین کچھ اونچ نیچ نہیں نہ کوئی ٹیلہ ہے کہ آدمی اوسکے پیچھے چھپ جاوے نہ گڑھا ہے کہ اوسکے اندر آنکھ سے اوجھل ہو بلکہ ساری زمین ایک سی پھیلی ہوئی ہے کچھ اوسمین فرق نہیں اوسکی طرف لوگ گروہ کے گروہ پہونچائے جاوینگے پس پاک ہے وہ ذات جو لوگون کو باوجود اقسام مختلف ہونیکے اطراف زمین سے پہلے اور دوسری پھونک سے ایک جگہ لاکر جمع فرماویگا اور اون دلون کو زیبا ہے کہ اوس روز پھٹتے ہوں اور آنکھوں کو شایان ہے کہ نیچے کو ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز لوگون کا حشر ایک زمین سفید خاکی پر ہوگا جو مانند گردہ صاف کی ہوگی اور اوسمین کوئی عمارت کسیکی نہ ہوگی کہ جسکے باعث آدمی چھپ سکے یا نظر کام نکرسکے اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ وہ زمین دنیا کی سی زمین ہوگی بلکہ دنیا کی زمین سے صرف نام میں شریک ہے اللہ تعالے فرماتا ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ زمین میں کچھ کمی بیشی کیجاویگی اور اوسکے درخت اور پہاڑ اور جنگل اور دوسری چیزیں جاتی رہینگی اور عکاظ کے چمڑے کیطرح پھیلائی جاویگی زمین سفید مثل چاندی کے ہوگی جسپر کوئی خون یا گناہ نہوا ہوگا اور آسمانون کے چاند سورج ستارے جاتے رہینگے پس اے مسکین اوس روز کے ہول اور شدت کو

اور جب جنگلی جانور جمع کئے جاوینگے

جس دن لوگ پتنگوں کی طرح پھیلے ہوئے ہونگے اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح ہونگے

ظہور کرے کہ جب خلائق اوس زمین پر اکٹھی ہو جاوینگی تو اونکے اوپر سے ستارے بکھر پڑینگے آفتاب بے نور اور چاند بیرونق ہو جاوینگے زمین پر کا چراغ گل ہونے سے بالکل اندھیرا ہو جاویگا لوگ اسی حال میں ہونگے کہ دفعۃً سرون کے اوپر سے آسمان چاک کیا باوجود سختی اور پانسو برس کی مٹاپے کے پھوٹ جاوینگے اور فرشتے اوسکے کنارون اور اطراف پر کھڑے ہونگے تو معلوم اوسکے پھٹنے کی آواز سے تیرے کان میں کیسی ہول پیدا ہوگی اور اوس دن کی ہیبت کیسی ہوگی جسمین آسمان اتنے موٹے اور سخت ہوکر پھٹ جاوینگے اور گلی ہوئی چاندی زردی آمیز کیطرح بہنے لگینگے پھر گلابی رنگ سرخ چمڑے کیطرح اور رنگے ہوئے تانبے کیطرح ہو جاوینگے اور پہاڑ دھنی اون کیطرح اور آدمی مثل بکھری ہوئی ٹڈیون کے ہونگے اور سب برہنہ پا ننگے بدن چلتے ہونگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوے اوٹھینگے پسینا اونکے منہ تک مثل لگام کے کانون کی لو تک پہنچ گیا ہوگا حضرت ام المومنین سودہ رضی راوی اس حدیث کی فرماتی ہین کہ مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ بڑی خرابی ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کیطرف ننگے دیکھینگے آپ نے فرمایا کہ اوس دن آدمیون کو اور ہی فکر ہوگا دیکھنے کی فرصت نہوگی لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ پس وہ دن کیسا سخت ہوگا کہ برہنگیان اوسمین عیان ہونگی اور باوجود اسکے دیکھنا اور التفات کرنے سے مامون ہونگے اور کیونکر نہو کہ بعضے تو پیٹ کے بل اور بعضے سر کے بل چلینگے تو اونکو دوسری طرف التفات کی قدرت کہان ہوگی - حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ تین قسم ہوکر اوٹھینگے سوار اور پیادہ پا اور سر کے بل ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سر کے بل لوگ کیسے چلینگے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اونکو پاؤن کے بل چلایا ہے وہ قادر ہے کہ سر کے بل بھی چلا سکے - اور یہ آدمی کی عادی بات ہے کہ جس چیز سے مانوس نہین ہوتا اوسکا انکار کیا کرتا ہے مثلاً اگر آدمی سانپ کو پیٹ کے بل نہایت تیزی سے چلتا نہ دیکھے تو یہی کہے کہ بدون پاؤن کے رفتار نہین ہوسکتی اور جسنے پاؤن چلتے کسیکو نہ دیکھا ہو وہ پاؤن سے چلنے کو بھی دشوار جانیگا اس فطرت سے آدمی کو چاہیے کہ قیامت کے عجائبات سے جو بات دنیا کی قیاس کے مخالف ہو اوسکا انکار نکرے اسلیے اگر بالفرض دنیا کے عجائب اور اسکے مشاہدے ہمین نگاہ سے نہان ہون اور پھر دفعۃً اوسکے دیکھنے مین آتے ہین تو اونکا بھی انکار کرنے لگتا ہے حالانکہ واقعی بات ہوتی ہے اسیطرح قیامت کے عجائب کو جاننا چاہیے اور دل مین خوب دھیان باندھ لینا چاہیے کہ ہم بھی ننگے ذلیل اندھے حیرت زدہ سب کے سب اس بات کے منتظر کھڑے ہونگے

[illegible]

ترمذی اور مسلم مین روایت انس الی آخرہ منقول ہے

کہ ہمکو سعادت اور شقاوت مین سے کس چیز کا حکم ہوگا اور اس حالت کو بہت بڑی جانی جائیگی کہ نہایت سختی کی

تیسرا بیان پسینے کے ذکر مین پھر خلق کے ازدحام کو سوچو کہ اوس کھڑے ہونے کی جگہ مین ساتون آسمان اور ساتون زمین کے لوگ یعنی فرشتے اور جن اور انسان اور شیطان اور وحشی اور درندے اور پرند جمع ہونگے پھر اون پر آفتاب نہایت تیزی سے چمکے گا اور جیسا اب کچھ اوسکا ہلکا معاملہ ہے اوس سے بدل دیا جائیگا پھر خلق کے سرون سے مقدار دو کمانون کے بیچ کے ہوگا اور زمین پر کوئی سایہ سوا عرش کے سایہ کے نہ ہوگا اور بجز مقربون کے اوسکے سایہ مین اور کوئی نہ رہنے پاویگا اوس وقت کچھ لوگ تو عرش کے سایہ مین ہونگے اور کچھ آفتاب کی تپش مین سکتے ہونگے کہ بارے گرمی اور دھوپ کے کلیجا منہ کو آتا ہوگا اور اوسپر یہ کہ خلق کی دھکا پیل شدت انبوہ کے باعث اتنی ہوگی کہ کندھے سے کندھا چھلتا ہوگا اور علاوہ اسکے فضیحت اور رسوائی جو خدا تعالی کے سامنے جانے سے ہوگی اوسکے خوف سے جدا شرم و حیا آویگی تو اتنی حرارتین جمع ہونگی ایک آفتاب کی گرمی دوسری سانسون کی حرارت تیسری دلون کی سوزش حیا و خوف کی آگ سے آخر جہت سے ہر بال کی جڑ مین سے پسینا نکلنا شروع ہوگا یہان تک کہ قیامت کی زمین پر بہنے لگیگا اور پھر بدنون کیطرف کو اوپر چڑھنا شروع ہوگا جسکا جتنا مرتبہ خدا تعالی کے نزدیک ہوگا اوسیکی مقدار اوسکا پسینا اوپر چڑھیگا پس بعضونکا پسینا زانو تک اور بعضون کا تہیگاہ تک اور بعضون کا کانون کی لو تک اور بعضون کا قریب سر کے گذر جانے تک۔ حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس روز آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے تو بعضون کا پسینا آدھے کانون تک اوسمین ڈوب جاویگا اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگون کو پسینا آویگا یہان تک کہ اونکا پسینا زمین مین ستر گز چلا جاویگا اور اوپر اونکے منہ تک پہنچکر لگام ہو جاویگا اور اونکے کانون تک پہونچیگا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے صحیحین مین روایت کیا ہے اور ایک دوسری حدیث شریف مین ہے کہ لوگ کھڑے ہی چالیس برس تک آسمان کیطرف کو تکتے ہونگے اور شدت کرب کے باعث پسینا اونکے منہ کا لگام ہو جاویگا۔ اور عقبہ بن عامر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آفتاب زمین سے قریب ہو جاویگا اور آدمیون کو پسینا آویگا پس بعضون کے ٹخنون تک اور بعضون کے آدھی ساق تک اور بعضون کے زانو تک اور بعضون کی رانون تک اور بعضون کے تہیگاہ تک اور بعضون کے منہ تک اوپہنچیگا اور اپنے ہاتھ مبارک کو منہ پر مثل لگام رکھکر اشارہ کیا کہ منہ تک پہنچیگا

بخاری و مسلم ۱۲ ع دونون ہاتھون کو دائین بائین پھیلا کر تا بقدر قامت حالت کے برابر ۱۲

[illegible]

فرمایا اور بعض ایسے ہونگے کہ اونکو پسینا ڈھانپ لیگا اور اپنے سر مبارک پہ ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایسے اونکے سر پہ ہوگا پس جاننا چاہیے کہ تیرا بھی اہل حشر کے پسینے اور اونکی سختی کو سوچ اور یہ دھیان کر کہ اس تکلیف میں بعض لوگ یوں عرض کرینگے کہ الٰہی ہمکو اس کرب اور انتظار سے نجات دے گو دوزخ ہی میں ڈالے جاوین اور یہ تکلیف وہ ہین کہ ابھی نوبت حساب اور عذاب کی نہین آئی اور تو بھی اونہین میں سے ایک ہوگا تجھے معلوم نہین کہ تیرا پسینا کہان تک پہونچیگا اور جان لے کہ اگر دنیا میں کسیکا پسینا خدا کی راہ میں اپنی حج اور جہاد اور روزہ اور نماز اور کسی مسلمان کی کارروائی کے واسطے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مشقت اوٹھانے میں نہیں نکلا ہوگا تو اوسکا پسینا اور شرم اور خوف اوسکو باعث قیامت کے میدان میں نکلیگا اور اوسکی تکلیف بہت دنون تک رہیگی اور اگر آدمی جاہل اور دھوکا کھانے والا ہو تو لیقینًا جان لے کہ اطاعات الٰہی میں گرمی اور دن کا اوٹھانا اور پسینے کا آنا آسان بات اور تھوڑی دیر کو ہے اور کرب وانتظار قیامت میں پسینا آنا بہت زیادہ اور دیر پا ہے اسلیے کہ

وہ دن ہی ایسا ہے کہ جسکی بابت اور شدت دونون زیادہ ہین

چوتھا بیان قیامت کے دن کی لمبائی کے ذکر میں جب ذرین کہ خلق اوپر کو ناک لگا کر کھڑے ہونگے اور اونکے دل دہڑکتے ہونگے نہ اونسے کوئی کلام کرتا ہوگا نہ اونکے معاملہ میں نظر کیجاتی ہوگی تو تین سو برس تک کھڑے رہینگے نہ کھانے کا کوئی لقمہ کھاوینگے نہ پانی کا کوئی گھونٹ پیوینگے نہ ہوا کا جھونکا اونپر چلیگا حضرت کعب رضہ اور حضرت قتادہ رضہ اس آیت کی تفسیر میں یوم یقوم الناس لرب العالمین فرماتے ہین کہ تین سو برس تک کھڑے رہینگے بلکہ حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا پھر فرمایا کہ تم لوگون کا کیا حال ہوگا جب خدا تعالیٰ تمکو اسطرح جمع کریگا جیسے ترکش میں تیر سجا کر بہر دیے جاتے ہین پچاس ہزار برس تک تمہاری طرف نظر نہین کریگا۔ اور حضرت حسن البصری رحمہ فرماتے ہین کہ تمہارا اوس دن کو کیا خیال ہے جسمین وہ کہ اپنے پانوون پر برابر پچاس ہزار برس کے کھڑے ہونگے کہ نہ کوئی لقمہ کھاوینگے اور نہ کوئی گھونٹ پانی پیوینگے یہانتک کہ جب پیاس کے مارے گردنین جدا ہو جاوینگی اور بھوک سے پیٹ جلجاوینگے تو اونکو دوزخ میں لیجا کر گرم چشمہ سے پانی پلایا جاویگا جسکی حرارت اور لپٹ انتہا کو ہوگی جب اونپر مشقت اتنی ہوگی جسکی تاب اونکو نہوگی تو ایک دوسرے سے کہینگے کہ چلو جس شخص کی خدا کے نزدیک عزت اور پاس ہو اوسکو ڈھونڈھین تاکہ ہمارے حق میں شفاعت کرے پس جس پیغمبر کے پاس کہ جاوینگے وہی اونکو ہٹا دیگا اور نفسی نفسی کہکر کہیگا کہ مجھے اپنے معاملے سے دوسرے کی

معاملہ کی فرصت نہین اور عذر کریگا کہ آج اللہ تعالی کی عزت کا اتنا زور ہے کہ کبھی ایسا نہین ہوا تھا نہ آگے کو ہوگا یہان تک کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے لیے حکم پاوینگے شفاعت فرماوینگے اللہ تعالی فرماتا ہے یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولا

اب اس دن کے طول کو سوچ اور اوسکے انتظار کی سختی کو غور کر تا کہ تجکو اپنی چھوٹی سی عمر مین گناہون سے صبر کرنے کا انتظار آسان ہو جاوے اور جان لے کہ جو کوئی دنیا مین بہت سا انتظار موت کا کریگا اور شہوات پر صبر کرتا رہیگا اوسکو اوس دن مین خاص کر انتظار کم کرنا پڑیگا چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جب آپ سے اوس دن کا طول پوچھا گیا تو فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے وہ وقت مومن پر اتنا ہلکا اور تھوڑا معلوم ہوگا کہ جتنے وقت مین نماز فرض دنیا مین پڑھا کرتا تھا اوس سے بھی آسان تر معلوم ہوگا پس تو کوشش کر کہ اونمین یا نمازیون مین سے ہو اسلیے کہ جب تک تجہ مین دم ہے اور زندگی مین سے سانس باقی ہے تب تک معاملہ تیرے اختیار مین ہے اور عمدہ استعداد تیرے ہاتھ مین ان چھوٹے دنون مین اون بڑے دنون کے لیے کچھہ کر لے کہ تجکو اتنا فائدہ ملیگا جسکی خوشی کی کچھہ نہین اور اپنی عمر بلکہ تمام دنیا کی عمر کو جو سات ہزار برس کی ہے حقیر جان اسلیے کہ اگر بالفرض تو سات ہزار برس صبر کرے اسوجہ سے کہ اوس دن رہائی پاوے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے تب بھی ظاہر ہے کہ تجکو بہت سا فائدہ ملا اور مشقت کم اوٹھانی پڑی چہ جائیکہ پچاس ساٹھہ برس ہی محنت کر کے پچاس ہزار برس کی تکلیف سے بچاو ہوتا ہو

پانچوان بیان روز قیامت اور اوسکے مصائب اور نامون کے ذکر مین

اے مسکین اوس دن کی تیاری کر جسکی شان بڑی اور اوسکا زمانہ دراز اور حاکم زبردست اور وعدہ قریب ہے اوس دن کے واقعات ایک یہ بڑھا ہوا ہے کہ آسمانون کو دیکھیگا کہ چر جاوینگے اور ستارے اوسکی دہشت سے جھڑ پڑینگے اور اونکے نور میلے ہو جاوینگے اور آفتاب کی دھوپ تہ ہو جاویگی اور پہاڑ چلائے جاوینگے اور بیاہی اونٹنیان چھٹی پھرینگی اور جنگل کے وحشیون مین رل پڑیگی اور دریا اوبلنے لگینگے اور نفس بدنون سے آملینگے اور دوزخ دہکائی جاویگی اور جنت قریب لائی جاویگی اور پہاڑ اوڑائے جاوینگے اور زمین پھیلائی جاویگی زمین کو تو دیکھیگا کہ اوسکی بھونچال سے ہلائی جاویگی اور اپنے بوجھہ سونا چاندی وغیرہ کے نکال پھینکیگی اوس دن آدمی بھانت بھانت کے ہو جاوینگے کہ اپنے کیے کو دیکھین اوس دن پہاڑ اور زمین اوٹھائے جاوینگے پھر ایک ہی ٹکی سے ڈھے جاوین اور ہونے والی ہو پڑیگی اور آسمان پھٹیگا اوس روز سست بنیاد ہو جاویگا اور فرشتے اوسکے کنارون پر ہون

اور تیرے رب کے تخت کو بجائے چار فرشتوں کے آٹھ اوٹھاوینگے اوس روز تمہارا سامنا ہوگا تمہارا
کوئی بھید چھپا نرہیگا - اوس دن پہاڑ چلائے جاوینگے اور زمین کو تو کھلی دیکھے - اوس روز زمین
لرزنے کی کپکپا کر اور پہاڑ ٹکڑے ہوں ٹوٹ کر اور اوڑتے گرد ہوجاوینگے - اوس روز آدمی بکھرے ہوے
پتنگوں کیطرح ہوونگے اور پہاڑ رنگین اون دھنی ہوئی کیطرح - اوس روز بھول جاویگی ہر دودھ پلانے والی
اپنے بچے کو اور ڈال دیگی پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھیگا حالانکہ اونپر نشا نہوگا
بلکہ خدا تعالی کا عذاب سخت ہوگا - اوس روز بدل جاویگی اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور لوگ
نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ یکتا زبردست کے - اوس روز پہاڑ اوڑا کر بکھیر دیے جاوینگے
اور زمین چٹیل میدان کر دی جاویگی کہ اوس میں موڑ اور ٹیلا کچھ نظر نہ آئیگا - اوس روز تو پہاڑوں کو
دیکھکر جانتا ہے کہ جمے ہوے ہیں وہ بادل کیطرح چلتے ہونگے اور آسمان پھٹکر گلابی لال چمڑے کی طرح
ہوجاوینگے اور اوس روز پوچھا نہوا اوسکے گناہ کی کسی آدمی سے نہ کسی جن سے - اوس روز گنہگار کو چہرہ سے پہچان
لینگے اور نہ گناہوں کی پرسش ہوگی بلکہ ماتھے کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جاویگا - اوس روز ہر
اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی سامنے پاویگا آرزو کریگا کہ مجھمیں اور اوسمیں فرق بہت سا پڑ جاوے
اوس روز معلوم کرے نفس جو لیکر آیا اور حاضر ہوا آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا - اوس روز پاؤں جلدی
چھوجاوینگے اور ہاتھ پاؤں پھولنے لگینگے - وہ دن ایسا ہے کہ اوسکی یاد نے سید المرسلین کو بوڑھا کردیا
یعنی جب حضرت ابو بکر صدیق رضنے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو
آپنے فرمایا کہ مجھکو سورہ ہود اور اوسکی ہمشکلوں (یعنی سورہ واقعہ اور مرسلات اور عم اور کورت) نے
بوڑھا کردیا - پس ای قاری عاجز تجھکو کلام مجید کی قرات سے اتنا ہی بہرہ ہے کہ اوسکے الفاظ زبان پر
چلالے اور جبڑے کو اوسکے حرکت دے ورنہ اگر تو جو کچھ پڑھتا ہے اوسکو سوچتا تو شایان تھا کہ تیرا پتا
پھٹ جاتا اون احوال سے کہ سید المرسلین کے بال سفید ہوے تھے اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر
اکتفا کی تو تو قرآن کے ثمرے سے محروم رہا دیکھ جن امور کا ذکر قرآن مجید میں ہے اونمیں سے ایک
قیامت ہے اللہ تعالی نے اوسکے بعض مصائب کا ذکر فرمایا ہے اور اوسکے نام بہت سے ارشاد کیے ہیں
تاکہ تو کثرت الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے ناموں کی کثرت سے یہ مقصود نہیں کہ ایک چیز کے بہت سے
نام اور القاب معلوم ہوں بلکہ اوسنے عقل والوں کی تنبیہ منظور رکھی ہے اسلیے کہ قیامت کے ہر نام کے تلے
ایک بھید ہے اور اوسکی ہر ایک صفت میں ایک معنی ہیں تو تجھکو چاہیے کہ اون معانی کی پہچان کا حریص ہو
نام اوسکے سب ہم تجھے بتائے دیتے ہیں وہ یہ ہیں روز قیامت روز حسرت روز ندامت روز حساب

رواہ الترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ ۱۲

روز محاسبہ روز سوال روز مسابقت جو ہی جھگڑے کا دن شرمندگی کا دن زلزلے کا دن اولٹ پلٹ کا
کرنے کا دن روز واقعہ روز قارعہ روز راجفہ روز رادفہ روز غاشیہ روز مصیبت روز حاقہ
روز طامہ روز صاخہ روز تلاق روز فراق روز مساق روز قصاص روز تناد روز حساب روز عذاب
روز گریز روز قرار روز لقا روز بقا روز قضا روز جزا روز بلا روز گریہ روز حشر روز وعید روز پیشی
روز وزن روز حق روز حکم روز فصل روز جمع روز بعث روز فتح روز رسوائی روز عظیم روز عقیم
روز عسیر روز دین روز یقین روز نشور روز مصیر روز نفخہ روز صیحہ روز رجفہ روز جنبش روز توبیخ
روز دہشت روز خوف روز اضطراب روز منتہی روز ماوی روز میقات روز میعاد روز مرصاد روز قلق
روز عرق روز افتقار روز انکدار روز انتشار روز انشقاق روز وقوف روز خروج روز خلود
روز تغابن روز عبوس روز معلوم روز موعود روز مشہود وہ روز جسمین شک نہین وہ روز جسمین
امتحان دل کے بھیدونکا ہو وہ روز جسمین کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام نہ آئے وہ روز جسمین آنکھین
اوپر کو لگینگی وہ روز کہ اوسمین کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ کام نہ آئے وہ روز جسمین بھلا نہ کرسکے کوئی
کسیکا کچھ وہ روز جسمین دوزخ کیطرف کو دھکیلے جاوین جس روز کہ آگ مین منہ کے بل گھسیٹے جاوینگے
جس روز کہ آگ مین اونکے منہ اولٹے ڈالے جاوین جس روز کہ باپ بیٹے کے کچھ کام نہ آویگا جس روز
کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ سے بھاگیگا جس روز کہ نہ بولینگے اور اونکو اجازت نہوگی کہ عذر کرین
جس روز کہ لوگ ننگے کھڑے ہونگے جس روز کہ لوگ آگ مین عذاب دیے جاوینگے جس روز کہ مال اور اولاد
فائدہ نہ دیگی جس روز کہ ظالمون کا عذر اونکے کام نہ آئے اور اونپر لعنت اور خرابی اونکا ٹھکانا ہے جس روز
کہ حاضر باش ظاہر ہون اور بھیدون کی جانچ ہو اور دل کی پوشیدہ باتین ظاہر ہو جاوین اور پردے
کھل جاوین جس روز کہ آنکھین جھکی ہون اور آوازین ساکن اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنا کم ہو اور
چھپی باتین علانیہ اور خطائین واضح ہون جس روز کہ بندے ہنکائے جاوین اور اونکے ساتھ گواہ
ہون اور لڑکے بوڑھے ہو جاوین اور بڑے نشے مین تو ایسے دن مین ترازوئین قائم ہونگی اور دفتر
اعمال کھولے جاوینگے اور دوزخ ظاہر کیجاویگی اور پانی گرم جوش دیا جاویگا اور آگ دھڑ دھڑ جلیگی
اور کافر ناامید ہونگے اور آتشین بھڑکائی جاوینگی اور رنگ متغیر اور زبانین گونگی اور ہاتھ پانون بولتے
ہونگے پس اے انسان تجھکو کس چیز نے خدای تعالی کریم پر مغالطہ دیا کہ تو نے دروازے بند کرا اور پردے
چھوڑا اور خلق سے چھپکر گناہ کیے اب تیرا کیا کریگا کیونکہ تیرے ہی اعضا تجھپر گواہی دینگے پس نہایت
خرابی ہے ہم سب غافلون کی کہ خدای تعالی نے ہمارے پاس سید المرسلین کو بھیجا اور اونپر کتاب مبین

اوتارے اور ہمکو قیامت کے دن کے یہ سب صفات بتاوے پھر ہماری غفلت کو بھی بتاوے
اور یون فرماے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ
مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ پھر قرب قیامت کو یون ارشاد
فرماے اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ اور فرماے إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا اور
وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ہمکو چاہیے تھا کہ اپنا عمدہ احوال قرآن مجید کی تلاوت
سے اوسپر عمل کرتے نہ یہ کہ اوسکے معانی مین تامل نہ کرین اور نہ قیامت کے دن کے بہت سے نامون
اور اوصاف کو لحاظ کرین اور نہ اوسکی مصیبتون سے چھوٹنے کی فکر کرین بس ایسی غفلت سے خداے تعالی
ہمکو بچاوے اور اپنی رحمت سے ہمکو اوسکا تدارک کرے

چھٹا بیان سوال کے ذکر مین پھر اوسکے بعد ان اہوال کے جو سوال تجھے در پیش ہوگا
ہوگا اوسکو سوچ کر تھوڑا سہے اور بہت ہولناک تجھے سوال کا سوال تجھے ہوگا اس درمیان مین کہ تو قیامت
کی سختی اور پسینے کی بلا اور بڑی آفت مین ہوگا کہ آسمان کے کنارے سے فرشتے اوتر
اور ہوتے اور تو نے کبھی نہ دیکھے ہونگے اور نہ اونکی ہیبت کا خیال کیا ہوگا وہ اپنے سر کے بال
بکھیرے ہوے سامنے ... کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خداے عزوجل
کے ایک فرشتہ ہے کہ اوسکی دونون آنکھون کی پلکون کا فاصلہ ایک سو برس کی راہ
راہ ہے اب کہو کہ جب ایسے فرشتے تیرے پاس پہنچ جاوینگے اور تجھے پیشانی کے بالون سے
کھینچ کر تو اپنے نفس پر کیا گمان کرتا ہے اور فرشتون کو تو دیکھیگا کہ باوجود اپنی بڑائی
ہونے کے اوس دن کی شدت سے شکستہ حال اور عاجز ہونگے اور عیان ہوگا یہ دن کے لیے
اپنا شعار بنائے ہونگے اور اوس وقت نبی اور صدیق اور نیک بندے ہونگے سجدہ
مین گر پڑینگے اس خوف سے کہ کہین ہم بھی نہ پکڑے جاوین جب یہ حال مقربون کا ہو تو گنہگار
نافرمان پر کیا گذریگی اوسوقت مین بعضے لوگ شدت خوف سے فرشتون سے پوچھینگے کہ ہمارا پروردگار
تمہین مین ہے کیونکہ اوسکا رعب اور ہیبت نہایت ہوگی فرشتے اونکے سوال سے ڈر جاینگے
کہ خداے تعالی کی شان کو دیکھو اور ہم مین ہونا دیکھو اور پکار کر کہینگے کہ ہمارا رب پاک ہے وہ ہم مین نہین
لیکن آگے آتا ہے تا کہ زمین والون کا ہجوم دور ہو جاوے اب فرشتے خلق کو چہار طرف سے گھیر کر
پرا باندھکر کھڑے ہونگے اور ہر ایک پر لباس ذلت اور عاجزی کا اور صورت خوف و ہیبت کی
اوس دن کی شدت سے ہوگی اور اوسوقت اللہ تعالی اپنے اس قول کو سچا فرماوے گا

فلنسئلن الذین ارسل الیهم ولنسئلن المرسلین فلنقصن علیهم بعلم وما کنا غائبین
اور اس قول کو فوربک لنسئلنهم اجمعین عما کانوا یعملون اور شروع پوچھ انبیا سے ہوگی
جیسا کہ ارشاد ہے یوم یجمع الله الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب
تو اوس روز کی شدت کیسی کچھ ہوگی کہ جسمین انبیا کی عقلین جاتی رہینگی اور علم شدت ہیبت کی وجہ سے
محو ہو جاینگا اسلیے کہ اونسے جب یہ سوال ہوگا کہ تمکو مخلوق کی طرف بھیجا تھا تو اونہون نے کیا جواب دیا
انبیا کو اس سوال کا جواب یاد ہوگا لیکن عقل زائل ہو جاویگی اور شدت ہیبت سے سمجھینگے کہ کیا کہین
پس یون کہینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب اور واقع مین اوس وقت اونکا یہ جواب درست ہوگا
[illegible] اور حال ہیبت کے [illegible] الاعلی کے اور کچھ نہین [illegible] تھا
اونکا [illegible] حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جاویگا اور پوچھا جاویگا کہ تمنے رسالت کو
پہونچایا وہ عرض کرینگے کہ ہان پھر اونکی امت سے پوچھا جاویگا کہ تمکو پیغام پہونچایا وہ عرض کرینگے
کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہین آیا اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بلا کر خطاب ہوگا کہ
کیا تمنے لوگون سے کہا تھا کہ مجھکو اور میری مان کو دو خدا سوا اللہ کے بنا لو وہ اس سوال کے
جواب مین برسون مضطرب رہینگے پس ایسے روز کی برائی قابل غور ہے جسمین انبیا علیہم السلام سے
سوال کی سیاست قائم کیجاویگی پھر فرشتے آوینگے اور ایک ایک کو پکارینگے کہ ای فلان شخص فلان کے
لڑکے پیشی کے مقام پر حاضر ہو اوسوقت شانے کانپ اوٹھینگے اور ہاتھ پاؤن مین کپکپی پڑیگی
اور عقلین حیران ہونگی اور بعض لوگ تمنا کرینگے کہ ہمکو دوزخ مین ڈالا جاوے ہمارے اعمال برے
کے لیے پیش نہون اور نہ اوسکا پردہ خلق کے سامنے فاش ہو اور سوال سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہوگا
اور میدان محشر اوس نور سے چمکنے لگیگا ہر شخص کو اوسوقت یہی گمان ہوگا کہ خدای تعالی بندونکی
بازپرس کے لیے متوجہ ہے اور ہر ایک یہی سمجھیگا کہ میرے سوا اور کوئی اوسکو نہین دیکھتا اور پکڑ اور بازپرس
میری ہی ہوگی اور کسی دوسرے سے نہوگی اور اب حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم جبار جل شانہ کا
پہونچیگا کہ میرے پاس دوزخ کو لے آ حضرت جبریل دوزخ کے پاس آوینگے اور اوس سے فرماوینگے کہ اپنے مالک
اور اوسکے حکم کی تعمیل کر اور حاضر حضور ہو وہ اوسوقت غضبناک اور غضب مین ہوگی آواز سنتے ہی ہیجان
مین آویگی اور جوش کھاویگی اور خلائق کی طرف کو چنگھاڑ کر چلاویگی اور خلقت اوسکا شور و زور اور جوش
سنیگی اور اوسکے غیظ و غضب کی حالت [illegible] اون لوگون پر جنہون نے
خدای تعالی کی نافرمانی کی اور اوسکا حکم نہ مانا [illegible] دل مین دھیان کر اور [illegible] کیسے ہونگے

دلون کا اوسوقت کیا حال ہوگا خوف اور رعب سے پھٹے جاتے ہونگے اور لوگ زانو کے بل گر پڑینگے
اور پشت پھیر کر بھاگینگے ہر ایک قوم گھٹنے کے بل گری نظر آویگی اور بعضے منہ کے بل اوندھے گرینگے
اور نافرمان اور ظالم تباہی اور خرابی پکارینگے کہ ہای تباہ ہوے ہای مرے اور صدیق نفسی نفسی کہتے ہونگے
وہ اس حال مین ہونگے کہ دوزخ دوسری چیخ اور مار یگی اوسوقت لوگون کا خوف دونا ہو جاویگا اور قوی
سست ہو جاوینگے اور جانینگے کہ ہم گرفتار ہونگے پھر تیسری چنگھاڑ ماریگی تو لوگ منہ کے بل گر پڑینگے
اور آنکھین اوپر کو کھولے ہونگے اور بچی نگاہ سے دیکھتے ہونگے اوسوقت ظالمون کے تو دل ٹوٹ کر
غم کے مارے گلے مین آجاوینگے اور عقلین سہمی ہوئی اور بدبختون کی سب کی جاتی رہینگی بعد اسکے
اللہ تعالی رسولون کیطرف متوجہ ہو کر سوال فرماویگا کہ ماذا اجبتم جب لوگ یہ سیاست اور خوف
انبیاء علیہم پر دیکھینگے تو گناہگارون پر خوف سے کیا انتہا ہوگا اور باپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے
اور شوہر بیبی سے بھاگینگے اور ہر کسیکو اپنی ہی فکر ہوگی کہ دیکھیے کیا ہو پھر ایکایک پکڑ کر اللہ تعالی
کے روبرو کھڑے ہونگے اور بہت ادرطاہر او پوشیدہ ہر ایک حال سے پوچھیگا اور اوسکے ہاتھ پاؤن اور سارے
اعضا سے بازپرس فرماویگا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین عرض کیا کہ آیا قیامت کے روز ہم اپنے پروردگار کو دیکھینگے آپ نے فرمایا کہ کیا دوپہر کے وقت
آفتاب کے درمیان کوئی بادل نہو تم اوسکے دیکھنے مین کچھ خلاف کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ نہین پھر
آپنے فرمایا کہ اگر چودھوین رات کے چاند مین کوئی بادل حائل نہو تو تم اوسکے دیکھنے مین کچھ شک کرتے ہو
لوگون نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے خدا
کے دیکھنے مین بھی کچھہ شک تامل نکروگے پھر بندے سے ملکر اوس سے ارشاد فرماویگا کہ مین نے تیرے اوپر
اکرام نہین کیا تھا تجھے سردار نہین بنایا تھا تیرا جوڑا نہین دیا تھا گھوڑے اور اونٹ تیرے تابع نہین کیے
تجھکو رئیس نہین بنایا تھا کہ چوتھ لیا کرے بندہ کہیگا کہ بیشک یہ سب نعمتین دی تھین پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے
گمان تھا کہ مجھسے ملنا ہے وہ عرض کریگا کہ نہین فرماویگا کہ اچھا ہم بھی تجھے بھولجاتے ہین جیسا تو
ہمکو بھول گیا پس اسمین خیال کر کہ جب فرشتے تیرے دونون بازو پکڑینگے اور تو خداوند تعالی کے
سامنے کھڑا ہوگا اور وہ تجھسے بالمشافہ سوال فرماویگا کہ مین نے تجھکو جوانی کی نعمت نہین دی تھی
بتا کس چیز مین اوسکو کھویا اور تجھکو زندگی سے مہلت نہین دی اوسکو کس چیز مین گنوایا مال جو
مین نے تجھکو دیا اوسکو تو نے کہان سے حاصل کیا اور کس چیز مین خرچ کیا علم کی دولت جو تجھکو دی
تو اپنے علم سے تو نے کیا عمل کیا تو تامل کر کہ جب اللہ تعالی اسطرح اپنے انعام اور احسان اپنی جو تیری

نا فرمانیاں اور برائیاں ایک ایک شمار فرماویگا تو تجھکو کیسی شرم وحیا آویگی اور اگر تو انکار بھی کرے
تو مین نہ چھوڑونگا کہ تیرے اعضا خود اعمال بد پر گواہی دینگے - حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ہنسے پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو مین کس چیز سے ہنستا ہون ہم نے
عرض کیا کہ خدا ہی تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے بندے کا خطاب اپنے
پروردگار کے ساتھ یاد آیا کہ یون عرض کریگا کہ الٰہی تو نے ظلم سے تو مجھے پناہ دی ہے حکم ہوگا کہ
ہان ظلم نہوگا وہ عرض کریگا کہ تو مین جب قائل ہونگا جب کوئی گواہ مجھی مین سے ہو اللہ تعالی ارشاد
فرماویگا کہ کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا اور کراماً کاتبین کو گواہی کو بس ہین پھر بندے کے منہ پر
مہر کر دی جاویگی اور اوسکے اعضا کو بولنے کا حکم ہوگا اعضا اوسکے اعمال سب کہہ سنا دینگے
پھر جب اوسکے منہ پر سے رہا کر دیا جاویگا تو اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمپر تباہی اور بربادی ہو مین تو
تمہاری ہی طرف سے لڑتا تھا پس ہم خدای تعالی سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ ہماری سب خلق
کے سامنے ہمارے اعضا کی گواہی سے فضیحت کرے مگر یہہ کہ اللہ تعالی نے مومن سے وعدہ فرمایا ہے
کہ اوسکی پردہ پوشی فرماویگا اور اپنے سوا کسی کو اوسکے حال پر مطلع نہین کریگا - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کی گفتگو کرتے کیسے سنا ہے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ فرمایا ہے کہ قیامت کا ایک شخص اپنے پروردگار سے اتنا قریب
ہوگا کہ وہ اپنا شانہ اوسپر رکھیگا اور پوچھیگا کہ تو نے فلان فلان قصور کیا وہ عرض کریگا کہ ہان ہو گیا پھر پوچھیگا
کہ تو نے فلان فلان خطا کی وہ عرض کریگا کہ ہان اللہ جل شانہ فرماویگا کہ مین نے اون خطاؤن کو دنیا مین پوشیدہ رکھا
اور کسی پر ظاہر ہونے دی آج اونکو تیری خاطر بخشے دیتا ہون - اور یہہ حدیث شریف مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو شخص کسی مومن کا عیب چھپاویگا اللہ تعالی قیامت کے روز اوسکے عیب چھپاویگا اس حدیث کا
مصداق ایسا شخص ہوگا جو لوگون کے عیب چھپاوے اور اگر وہ اوسکے حق مین کچھ کمی کرین تو اس تقصیر
کی برداشت کرے اور اپنی زبان کو اونکی برائیون کے ذکر مین نہ ہلاوے نہ اونکے پیٹھ پیچھے ایسی بات
کہے کہ وہ سنین تو برا مانین تو اسطرح کا شخص اس بات کے شایان ہے کہ قیامت کے روز اسیطرح کا بدلہ
پاوے - اور اگر فرض کیا جاوے کہ اوسنے کسی دوسرے کی پردہ پوشی بھی کی ہو تو تیرے کان مین تو
پکار پہنچنے کے لیے حاضری کی پکار پہنچ چکی ہے تجکو تو یہی خوف گناہون کی سزا مین کافی ہے اسلیے کہ تیرے
ماتھے کے بال پکڑ کر لے گئے کہ پہنچینگے اوسوقت تیرا دل دھڑکتا ہوگا عقل اوڑی ہوئی ہوگی شانے
تھرتھراتے ہونگے ہاتھ پاؤن مین چل چل ہوگی رنگ بدلا ہوا ہوگا اور شدت خوف سے عالم سیاہ معلوم ہوگا

اسکو بھی مسلم نے روایت کی ہے ... تو ہی اس ... اپنا حساب ...

اور تو لوگون کی گردنین پھاندتا اور صفین چیرتا چلا جاتا ہوگا اور کوتل گھوڑے کیطرح تجھے لیجاتے ہونگے ساری خلقت تیری طرف دیکھتی ہوگی پس اپنے نفس کو اس صورت و ہیئت مین فرض کرے اور خیال کر کہ فرشتون کے قبضے مین اسی حال سے گرفتار چلا جاتا ہوگا یہانتک کہ خدا تعالی کے عرش کے سامنے لیجاکر تجھکو اپنے ہاتھون سے ڈالدینگے اور اللہ جل شانہ تجھکو اپنے کلام عظمت والے سے پکاریگا کہ اے آدم کے بیٹے مجھسے قریب ہو تو دل مضطر اور غمگین اور خائف اور شکستہ سے اور نگاہ نیچی اور ذلیل اوسکے قریب جاویگا اور تیرے ہاتھ مین تیرا نامہ اعمال جسمین ادنی سے اعلی تک سب خط مین لکھی ہونگی دیا جاویگا تو بہت سی برائیان کہ تو انکو بھول گیا ہوگا اوسکو دیکھیگا یاد کریگا اور بہت سی طاعتون کی آفتون سے تو غافل ہوگا اونکی برائیان تجھپر کھلجاوینگی اوسوقت کتنی خجالت اور بزدلی تجھکو عارض ہوگی اور کتنی حاجتین اور زبان کی جنبش پیش ہوگی پھر نہ معلوم کہ تو کونسے پاؤن سے خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور کونسی زبان سے جواب دیگا اور کونسے دل سے جو کہیگا اوسکو سمجھیگا پھر سوچ کہ جب خدا تعالی روبرو سب گناہون کو یاد دلاویگا تو کتنی بڑی حیا تجھکو ہوگی یعنی جب فرماویگا کہ اے میرے بندے تو نے مجھسے حیا نہ کی اور برائی سے میرا سامنا کیا اور میری مخلوق سے حیا کی اور انکے واسطے اچھا کام کھلا کھلی کیا کیا مین تیرے نزدیک اپنے بندون کی نسبت کوئی ذلیل تر تھا کہ تو نے میرے دیکھنے کو اپنی طرف ہلکا جانا اور کچھ پروا نہ کی اور میرے سوا دوسرے کی نظر کو بڑا سمجھا کیا مین نے تجھپر انعام نہین کیا تھا پس کس چیز نے تجھکو میرے بارے مین مغالطہ پڑا کیا تو نے یہ جانا کہ مین تجھے نہین دیکھتا تھا یا تو مجھسے نہ ملیگا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین ہر کسی سے خدا تعالی اسطرح سوال کریگا کہ اوسکو اور تمہارے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا نہ کوئی بیچ مین بیان کرنے والا - اور ایک حدیث مین آپ نے فرمایا کہ تم مین سے ہر کوئی خدا تعالی کے سامنے ایسی طرح کھڑا ہوگا کہ اوسکے اور خدا تعالی کے درمیان کوئی پردہ نہوگا اللہ تعالی اوس سے ارشاد فرماویگا کہ کیا مین نے تیرے اوپر انعام نہین کیا تھا کیا تجھکو مین نے مال نہین دیا تھا وہ عرض کریگا کہ کیون نہین پھر پوچھیگا کہ کیا مین نے تیرے پاس رسول نہین بھیجا تھا وہ عرض کریگا کہ بھیجا تھا پھر وہ شخص اپنے داہنی طرف دیکھیگا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہ آویگا اور بائین طرف دیکھیگا تو آگ ہی نظر پڑیگی پس چاہیے کہ ہر کوئی تم مین سے اوس آگ سے بچے گو نصف خرما کا صدقہ دیکر ہو اور اگر یہ بھی نپاوے تو کلمہ طیبہ سے بچے - اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ تم مین ہر ایک خدا تعالی کے سامنے ایسی طرح اکیلا ہوگا جیسے چودھوین رات کے چاند کے سامنے منہ کیے وہ دیکھتا ہے پھر اللہ تعالی فرماویگا کہ اے ابن آدم تجھکو کس چیز نے فریب دیا اے ابن آدم تو نے جو کچھ

جاتا اوس پر کیا عمل کیا ہوا ابن آدم تو ذرہ برابر کو کیا جواب دیتا ہوا ابن آدم کیا مین نے آنکھ کو نہ دیکھا تھا جب تجھپر وہی چیز دیکھتا تھا کہ تجھکو جائز نہتی کیا مین نے تیرے کانون کو نہ دیکھا تھا جب تو اون سے ناجائز باتین سنتا تھا اسیطرح فرماتا جاویگا یہانتک کہ تمام اعضا کو شمار کر لیگا۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ بندے کے پاؤن خدای تعالی کے سامنے سے نہ ہلینگے جب تک اوس سے چار باتون کی پوچھ نہو لیگی ایک تو عمر کا حال کہ کس چیز مین گذرانی دوسرے علم کا حال کہ اوس سے کیا عمل کیا تیسرے جسم کا حال کہ کس چیز مین اوسکو مبتلا رکھا چوتھے مال کا حال کہ کہان سے اوسکو پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا پس اے مسکین تجھکو اوس وقت کیسی بڑی حیا ہوگی اور کتنا بڑا اندیشہ ہوگا اسلیے کہ وہ حال سے خالی نہین یا تو تجھسے یہ کہا جاویگا کہ ہم نے تیری خطا پر دنیا مین پردہ پوشی کی تو آج بھی بخشے دیتے ہین اس صورت مین تو نہایت خوش و خرم ہوگا اور اگلے پچھلے سب تیرا رشک کرینگے یا یہ فرشتونکو حکم کیا جاویگا کہ اس بندے کو پکڑو اور گلے مین طوق ڈالو پھر دوزخ مین داخل کر دو اس صورت مین اگر سب آسمان و زمین تیرے حال پر روین تو زیبا ہے کہ تیری مصیبت بڑی ہے اور حسرت نہایت سخت ہوگی اس امر پر کہ خدای تعالی کی طاعت مین تو نے قصور کیا اور دنیای دنی کی بدولت جو ساتھ تیرے نہ رہی آخرت مین بیچ کھلا

ساتوان بیان میزان کے ذکر مین پھر میزان کے باب مین فکر کرنے سے غفلت نکرنی چاہیے اور نامہ اعمال کے دہنے بائین اڑنے مین تامل سے بے خبر رہنا چاہیے اسلیے کہ سوال کے بعد آدمی تین گروہ ہو جاوینگے ایک لوگ تو وہ ہونگے کہ اونکے پاس کوئی نیکی نہوگی اونکے لیے ایک سیاہ گردن دوزخ سے نکلے گی اور جیسے پرند دانہ چن لیتا ہے اسطرح وہ اونکو اوٹھا کر دوزخ مین ڈالدیگی اور دوزخ اونکو نگل جاویگی اور اونپر بدبختی کی ندا ہو جاویگی جسکے بعد کبھی سعادت نہو دوسرے وہ لوگ ہونگے کہ اونکے پاس کوئی بدی نہوگی پس ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جو لوگ ہر حال مین خدای تعالی کی حمد کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہون پاس آواز کو سنکر حمد والے کھڑے ہونگے اور جنت کو چلے جاوینگے پھر یہی معاملہ تہجد گذارون کے ساتھ کیا جاویگا پھر اون لوگون کے جنکو خدای تعالی کی یاد سے نہ دنیا کی تجارت نے روکا ہوگا نہ بیع نے اور اونپر حکم سعادت کا پکار دیا جاویگا جسکے بعد بدبختی نہو باقی رہے گی تیسری قسم اسطرح کے لوگ اکثر ہونگے کہ جنہون نے نیک عمل اور بد کو ملایا اور اونپر تو خفیہ ہوگا مگر خدای تعالی سے پوشیدہ نہوگا کہ اونکی نیکیاں زیادہ ہین یا برائیاں لیکن اللہ تعالی کو منظور ہوگا کہ اون لوگون کو بھی حقیقت حال بتلادے تاکہ معاف کرنے کے وقت اوسکا فضل اور عذاب کرنیکے وقت اوسکا عدل ظاہر ہو اسلیے وہ نامہ اعمال جنمین نیکیاں اور برائیاں ہونگی اڑائے جاوینگے اور ترازو کھڑی کیجاویگی

اور انکھیں لوگوں کی نامۂ اعمال کو تکتی ہونگی کہ دیکھیے دہنے ہاتھ میں پڑتا ہے یا بائیں میں پھر ترازو کے
کانٹے کی جانب کو دیکھینگے کہ نیکیوں کیطرف کو جھکتا ہے یا بدیوں کیطرف کو اور یہ وقت نہایت خوف کا ہے
جس سے خلق کی عقل اوڑ جائیگی - اور حضرت حسن رح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت
عائشہ رضہ کی گود میں تھا کہ آپ سو گئے اس اثنا میں حضرت عائشہ رضہ نے آخرت کو یاد کیا اور روئیں
یہاں تک کہ اونکے آنسو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے آپ جاگ پڑے اور پوچھا
کہ اے عائشہ کیوں روتی ہو اونھوں نے عرض کیا کہ آخرت کی یاد کر روتی ہوں بھلا قیامت کو مرد اپنے گھر والوں کو بھی یاد کرینگے
آپنے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے مگر تین جگہ میں کہ وہاں آدمی صرف اپنے نفس ہی
کو یاد کریگا ایک تو جب ترازو میں رہا ہوں اور تولنے لگیں یہاں تک کہ آدمی دیکھ لے کہ میری ترازو
ہلکی ہوئی یا بھاری اور ایک نامۂ اعمال کے اوڑنے کے وقت حتی کہ دیکھے کہ میرا نامہ دہنے ہاتھ میں آتا ہے
یا بائیں میں اور ایک پل صراط پر - اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آدمی کو قیامت کے روز لا کر ترازو
کے دونوں پلوں کے بیچ میں کھڑا کرینگے اور اوسپر ایک فرشتہ مقرر رہیگا اگر اوسکا پلہ بھاری ہوا تو
فرشتہ مذکور ایسی آواز سے پکاریگا کہ تمام خلق سنیگی کہ فلاں شخص سعید ہوا اور ایسی سعادت پائی جسکے
کبھی شقاوت نہیں اور اگر پلہ ہلکا ہوا تو لوگوں کو سنا کر پکاریگا کہ فلاں شخص ایسا بدبخت ہوا کہ کبھی سعید نہوگا
اور نیکی کے پلے کے ہلکا ہونے کی صورت میں دوزخ کے فرشتے لوہے کے گرز ہاتھ میں لیے اور آگ
کے کپڑے پہنے ہوئے دوزخ کے حصے کے لوگوں کو پکڑ کر دوزخ میں لیجاوینگے - آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز خداے تعالی حضرت آدم علیہ السلام کو پکاریگا اور فرماویگا کہ اے آدم
کھڑا ہو اور جتنے لوگ دوزخ میں جانے کے ہیں اونکو دوزخ میں بھیج وہ پوچھینگے کہ الٰہی کتنے لوگ
ہیں اللہ تعالی فرماویگا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے ہیں جب صحابہ رض نے یہ سنا تو نہایت غمگین ہوے
یہاں تک کہ کبھی ہنسی ظاہر کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ حال دیکھا آپنے فرمایا کہ عمل
کرو اور خوش ہو اسلیے کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ تمھارے ساتھ میں دو
مخلوق ایسے ہیں کہ جب کبھی کسیکے مقابل ہوے ہیں تو اوسسے بڑھکر ہی رہے ہیں اور جو لوگ آدم کی اولاد
اور شیطان کی اولاد سے مر گئے ہیں وہ بھی اسی میں آ گئے (یعنی اونسے بھی بڑھکر ہیں) صحابہ نے عرض کیا
کہ وہ کونسی قومیں ہیں آپنے فرمایا کہ وہ یاجوج اور ماجوج ہیں راوی کہتے ہیں کہ اسکو سنکر صحابہ رض خوش
ہوے پھر آپنے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے
تم لوگ قیامت میں ایسے ہو گے جیسے اونٹ کی پہلو میں سیاہ داغ ہوتا ہے یا گدھے وغیرہ کی ٹانگوں میں گٹھا ہوتا ہے

بخاری و مسلم بروایت ابو سعید خدری ۱۲

آٹھوان بیان خصومت اور حقوق کے دلانے کے ذکر مین ترازو کے ہول تو تو معلوم کر چکا اور ہر ایک کو یہ اندیشہ اوٹھانا کہ اوسکا میل کسطرف ہوتا ہے اگر وزن بھاری ہو گیا تو چین چان مین رہا اور اگر ہلکا ہوا تو جلتی آگ مین گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حساب کے اور ترازو کے اندیشے سے اوسی شخص کو نجات ہوگی جو دنیا مین اپنے نفس کا حساب کرے اور میزان شریعت مین اوسکے اعمال اور اقوال اور تمام خطرے اور التفات کو تولے چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ اپنے نفس کا حساب لو پہلے اس سے کہ تم سے حساب لیا جاوے اور اوسکو تولو پہلے اس کہ تم تولے جاؤ اور آدمی کا نفس سے حساب لینا یہ ہے کہ موت سے پیشتر توبہ خالص ہر ایک گناہ سے کرے اور جو کچھہ قصور اور کمی اللہ تعالی کے فرائض مین ہوئی ہو اوسکا تدارک کرے اور حقوق لوگون کے دام دام کوڑی کوڑی دیدے اور جسکی ہتک اپنی زبان اور ہاتھہ سے کی ہو یا دل سے بدگمان ہوا ہو اوس سے معاف کرائے اور لوگون کے دل خوش رکھے یہان تک کہ مرے تو ایسی طرح کہ کوئی حق اور کوئی فرض اوسکے ذمے نہ ہے تو ایسا شخص بے حساب جنت مین داخل ہوگا اور اگر حقوق کے ادا کرنے سے پہلے مریگا تو حقدار قیامت مین اوسکو آگھیرینگے کوئی ہاتھہ پکڑیگا کوئی ماتھے کے بال کوئی گریبان کوئی کہیگا تونے مجھپر ظلم کیا کوئی کہیگا تونے مجھکو گالی دی کوئی کہیگا تونے میرے ساتھہ تمسخر کیا کوئی کہیگا تونے میری غیبت کی کوئی کہیگا کہ تو میرا ہمسایہ تھا مجھے ایذا دی کوئی کہیگا تونے مجھے معاملے مین دغا کی کوئی کہیگا تونے خرید و فروخت مین مجھے لوٹ لیا اور اپنی چیز کا عیب چھپا رکھا کوئی کہیگا تونے اپنے اسباب کا مول بتلانے مین جھوٹ بولا کوئی کہیگا کہ تونے مجھکو حاجتمند دیکھا اور باوجودیکہ تو غنی تھا مگر مجھکو کھانا نہ کھلایا کوئی کہیگا کہ تونے مجھکو مظلوم پایا اور گو تو ظلم کے دور کرنے پر قادر تھا لیکن تونے ظالم سے درگذر کی اور میری پچ نکی پس جس گھڑی تیرا یہ حال ہوگا کہ حقدار تیرے بدن مین ناخن گڑائے ہونگے اور تیرا گریبان ہاتھہ سے مضبوط پکڑے ہونگے اور تو اونکی کثرت سے حیران پریشان ہوگا یہان تک کہ اپنی عمر بھر مین جس سے تونے ایک درم کا معاملہ کیا ہوگا یا ایک مجلس مین کسیکے پاس بیٹھا ہوگا اور اوسکا حق تیرے اوپر رہا ہوگا خواہ غیبت کے باعث یا خیانت کے سبب یا اوسکو کمتر نگاہ سے دیکھنے کے لیے وہ سب تیرے گرد ہونگے اور تو اونکے مقابلے سے ضعیف ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مالک کیطرف اس توقع سے اوٹھاے ہوگا کہ وہی اونکے ہاتھہ سے چھڑاوے تو اوسی حال مین تیرے کان مین آواز جبار جل جلالہ کی آویگی کہ فرماتا ہے اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اوسوقت تیرا دل مارے ہیبت کے نکل پڑیگا اور تجھکو اپنی تباہی کا یقین ہو جاویگا اور وہ قول یاد کریگا جس سے کہ خدا تعالی نے

اپنے رسول کی زبانی تجھکو ڈرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ
إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ
پس دنیا مین لوگون کی ہتک اور اونکے مال لینے سے کتنا خوش ہوتا ہے اوس وقت تجھکو اسکی کیسی حسرت زیادہ ہوگی کہ جب تجھکو فرش عدل پر کھڑا کر کے خطاب سیاست رو برو ہوگا اور تو اوس وقت مفلس اور عاجز اور محتاج اور ذلیل ہوگا کہ نہ کوئی حق ادا کر سکتا ہوگا نہ کوئی عذر رکھتا ہوگا پھر تیری نیکیان جنکے لیے تو نے مشقتین عمر بھر اوٹھائی ہونگی لیکر حقدارون کے حقوق کے عوض اونکو دیجاوینگی
حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے لوگون نے عرض کیا کہ مفلس ہم مین وہ ہے جسکے پاس روپیہ پیسا اسباب نہو آپ نے فرمایا کہ مفلس میری امت مین سے وہ ہے جو قیامت مین نماز روزہ زکوٰۃ لیکر آویگا اور کسیکو گالی دی ہوگی اور کسیکو تہمت زنا لگائی ہوگی اور کسیکا مال لیا ہوگا اور کسیکا خون کیا ہوگا اور کسیکو مارا ہوگا تو اوسکے سب حسنات ان سب حقدارون کو جدا جدا دیے جاوینگے اور اگر اوسکے پاس نیکیان نرہینگی اور اوسپر حکم اخیر نہوا ہوگا تو حقدارون کی خطائین لیکر اوسپر رکھدی جاوینگی پھر دوزخ مین ڈالدیا جاویگا تو اب ایسے دن ذرا اپنی مصیبت مین خیال کر کہ اول تو دنیا مین کوئی نیکی ریا اور شیطان کے مکرون کی آفت سے ثابت نہین بچی اور اگر بہت مدتون کے بعد ایک دو بچی بھی تو اوسپر حقدار دوڑ پڑینگے اور لے لینگے اور اگر تو دن کے روزہ رکھے اور رات کو جاگا کرے اور پھر اپنے نفس کا حساب کرے تو غالبا یہی پاویگا کہ کوئی دن ایسا نہین گذرتا ہوگا جسمین مسلمانون کی غیبت تیری زبان پر اتنی جاری ہوتی ہو کہ تمام تیری نیکیون کو حاوی ہو جاوے باقی برائیان علاحدہ ہین کہ کہین حرام کھاتا ہے اور کہین شبہہ کا مال چکھتا ہے اور طاعتون مین کوتاہی کرتا ہی تو ایسی صورت مین بھلا حقوق سے خلاص کی کیا توقع ہو اوس روز مین کہ جسمین بے سینگ کے یعنی منڈے چوپائے کا حق سینگدار سے لیا جاویگا چنانچہ حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھا اور مجھسے پوچھا کہ تمھین معلوم ہے کہ یہ کیون ٹکرین مارتی ہین مینے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ تمھارے پروردگار کو معلوم ہے اور وہی عنقریب انکے درمیان مین قیامت کے روز حکم کریگا اور حضرت ابو ہریرہ رض نے اس آیت کی تفسیر مین وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق اور بھی چوپائے اور چرند پرند اور سب چیزین جمع ہونگی پھر اللہ تعالیٰ کا عدل اس نوبت کو پہونچیگا کہ منڈے جانور کا حق سینگ والے سے لیگا پھر فرماویگا کہ مٹی ہو جا تو اوس وقت کافر کہیگا کہ کاش مین مٹی ہوتا پس اے مسکین تیرے اوپر کیا گذریگا

جس وقت کہ تو اپنا نامہ اعمال نیکیوں سے خالی پاویگا بیشک اسپر بہت سی مشقتیں اوٹھانی ہونگی اور کہیگا
کہ میری نیکیاں کہاں گئیں تجھے کہا جائیگا کہ تیرے حقداروں کے دفتر میں چلی گئیں اور دیکھیگا کہ نامہ اعمال
بالکل بدیوں سے پر ہے حالانکہ دنیا میں اونسے بچنے میں بہت تکلیفیں سہی تھیں پھر پوچھیگا کہ الٰہی ان گناہوں کا
تو میں کبھی مرتکب نہیں ہوا حکم ہوگا کہ یہ انہی لوگوں کی ہیں جنکی تو نے غیبت کی اور اونکو گالیاں
دیں اور برائی پہونچائی اور خرید و فروخت اور پاس رہنے اور کلام کرنے اور بحث اور نصیحت اور درس
اور تمام قسم کے معاملوں میں زیادتی کی حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ شیطان زمین عرب میں بتوں کی پرستش سے تو نا امید ہوا لیکن وہ تم سے ایسی چیز پر راضی ہوگا
کہ وہ بت پرستی کی نسبت کم ہوگی اور باتیں حقیر ہیں مگر سب مہلک ہیں پس ظلم سے جہانتک تم سے
ہوسکے بچو اسلیے کہ بندہ قیامت کے روز پہاڑ کی برابر طاعتیں لاویگا اور جانیگا کہ یہ مجھے بچاوینگی مگر ایک
دوسرا بندہ آکر کہیگا کہ الٰہی فلاں شخص نے مجھپر ظلم کیا اور میرا حق زبردستی سے لیا اللہ تعالیٰ حکم فرمائیگا
کہ اوسکی نیکیوں میں کمی کرو اسیطرح حقدار آتے جاوینگے اور نیکیاں لیتے جاوینگے یہانتک کہ اوسکے پاس
نیکیوں میں سے کچھ نہ رہیگا اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے مسافر جنگل میں اوتریں اور اونکے پاس ایندھن
نہو اسلیے سب ادھر اودھر ہوجاویں اور لکڑیاں جمع کر لاویں اور فوراً آگ جلا کر جو منظور تھا وہ کریں
اسیطرح گناہ بھی ہیں (یعنی ساری کمائی کو ایک دم میں خاک سیاہ کر دیتے ہیں) اور جب یہ آیت اوتری
إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ حضرت زبیر رض نے پوچھا کہ یا رسول اللہ
گناہوں کے ساتھ کیا وہ معاملے بھی ہمپر اضافہ کیے جاوینگے جو دنیا میں ہمارے آپس میں ہوے ہیں
آپنے فرمایا کہ ہاں بیشک یہ معاملات بھی ضرور بھگتنے پڑینگے یہانتک کہ سب حقداروں کو اونکا حق دیدو
حضرت زبیر رض نے عرض کیا کہ بخدا اب تو بڑا سخت معاملہ ہے پس ایسے دن کی سختی کتنی بڑی ہے
جسمیں ایک قدم سے بھی درگذر نہوگی نہ طمانچہ اور لقمہ اور کلمہ سے چشم پوشی کیجاویگی یہانتک کہ ظالم سے
مظلوم کا بدلہ لیا جاویگا حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ فرماتے تھے يُحْشَرُ اللهُ الْعِبَادَ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا میں نے عرض کیا کہ بہما سے کیا غرض ہے آپنے فرمایا
کہ اونکے پاس کچھ نہوگا پھر ونکو اونکا پروردگار ایسی آواز سے پکاریگا کہ دور اور نزدیک والے سب
یکساں سنینگے اور یہ فرماویگا کہ میں بادشاہ بدلا لینے والا ہوں نہیں ہوسکتا کہ کوئی اہل جنت میں سے
جنت میں جاوے اور اوسپر کوئی حق اہل دوزخ کا ہو جبتک میں اوس جنتی سے عوض اوسکا
نہ لے چکوں اور نہ کوئی اہل دوزخ آگ میں داخل ہوسکتا ہے اوس حال میں کہ کسی اہل جنت کا اوسپر

ف ۱ اول میں تو [illegible] روایت جابر [illegible] اور آخر میں [illegible] [illegible] روایت کیا ہے ۱۲

ف ۲ احمد و ترمذی با روایت [illegible] ۱۲

ف ۳ یعنی کہ تم کو کام [illegible] اور وہ بھی [illegible] ۱۲

[illegible]

حق ہو یہانتک کہ اوس دوزخی سے اوس جنتی کا عوض ملے یونہی حتی کہ طمانچہ کا بھی ہمنے عرض کیا
کہ یہ عوض کسطرح ہوگا ہم تو اللہ تعالی کے پاس ننگے بے ختنے کیے مفلس جاوینگے آپنے فرمایا کہ عوض
نیکیون اور بدیون سے دلایا جاویگا انتہی۔ پس بندگان خدا اللہ تعالی سے خوف کرو اور بندون کے حقوق
یعنی اونکے مال لینے اور بے تک عزت کرنے اور اونکے دل تنگ کرنے اور معاملے مین بد خلقی کرنے سے
احتراز کیا چاہیے کہ جو قصور بندہ کے اور خاص خدای تعالی کے درمیان ہونگے تو اونکی طرف مغفرت جلد اونگی
اور بندون کی حقوق جلد معاف نہونگے اور جس شخص کے ذمہ حقوق بہت سے ہون اور زبردستی ہو گئی ہو تو
چھوٹ گئے ہون اور پھر اوسنے توبہ کی ہو اور چاہتا ہو کہ ان سے اونکا معاف کرانا مشکل ہو تو چاہیے کہ نیکیاں
بہت سی کرے کہ قصاص کے روز کام آوین اور بعض نیکیان خاص اپنے اور خدای تعالی کے درمیان مین
چھپا کر اعمال اخلاص کے ساتھ کرے اسطرح کہ بجز اوسکے خدای تعالی کے اور کسیکو اوسپر واقفیت نہو اسلیے کہ
شاید یہی صورت اوسکی نزدیکی کی خدای تعالی سے ہو جاوے اور اوسکے باعث سے مستحق اوس لطف کا
ہو جاوے جسکو خدای تعالی نے اپنے دوستون مومنین کیلیے دربارہ دور کرنے حقوق عباد کے اونکی طرف سے
ذخیرہ کر رکھا ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ
مسکرائے یہانتک کہ آپکے دانت ظاہر ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ پر میرے
ماں باپ فدا ہون یا رسول اللہ آپ کس بات سے ہنسے آپنے فرمایا کہ دو شخص میری امت سے
خدای تعالی کے سامنے دو زانو ہوئے اور ایک نے جناب الہی مین عرض کی کہ الہی میرا حق اس میرے بھائی
سے دلا دے خدای تعالی نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اسکا حق دیدے اوسنے عرض کیا کہ بار الہا
میرے پاس تو کوئی نیکی نہین رہی اللہ تعالی نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اب تو کیسے کریگا اوسکے پاس تو
کوئی نیکی نہین رہی اوسنے عرض کیا کہ الہی تو یہ شخص میرے گناہون مین سے اپنے اوپر لے لے راوی
کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھین ڈبڈبا آئین اور رونے لگے پھر فرمایا کہ یہ دن بہت
بڑا ہے اس دن مین آدمی اس بات کے محتاج ہونگے کہ کوئی اونکی طرف سے اونکے گناہ لیلے اور پھر
فرمایا کہ اللہ تعالی نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر اوٹھا کر جنت مین دیکھ اوسنے سر اوٹھایا اور
عرض کیا کہ الہی مجھے چاندی کے شہر بلند اور سونے کے محل موتیون سے جڑے معلوم ہوتے ہین یہ
کونسے نبی کے ہین یا کونسے صدیق کے یا کس شہید کے اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ اوسکے ہین جو انکا
مول ادا کرے اوسنے عرض کیا کہ انکے مول کا مالک کون ہے کس سے دیا جا سکتا ہے فرمایا کہ انکا مول
تیرے پاس ہے عرض کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو حق معاف کرنا اوسنے عرض کیا کہ الہی مینے

اسکو معاف کیا حکم ہوا کہ اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت میں داخل کر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو کہ اللہ تعالی ایمانداروں میں خود میل کراتا ہے انتہی
اس حدیث میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ یہ مرتبہ خدا تعالی کے اخلاق کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے
یعنی آپس میں میل کرانے اور دیگر اخلاق اختیار کرنے سے پس اب تو اپنے نفس کے باب میں نظر کر کہ اگر
تیرا نامہ اعمال حقوق سے خالی ہوگا یا خدا تعالی تیرے لیے لطف فرما کر معاف فرماویگا اور تجھکو یقین
سعادت ابدی کا ہوگا تو اپنے فیصلہ کی جگہ سے پھرنے کے وقت کیسا خوش ہوگا اور تجھکو خلعت رضا ملیگا
اور ایسی سعادت پر پہنچ کر رہیگا جسکے بعد شقاوت نہو اور وہ دولت پاویگا جسکے گرد فنا نہ پھٹکے اور
اسوقت خوشی اور سرور کے مارے تیرا دل اڑ رہیگا اور چہرہ سفید اور نورانی اور ایسا چمکنے لگیگا جیسے
چاند چودھویں رات کو چمکتا ہے تو اب خیال کر کہ خلق کے درمیان تو کیسے سر اوٹھائے ناز سے چلتا ہوگا
کہ پیٹھ گناہوں سے خالی ہوگی اور تازگی نسیم راحت اور رضا کی ٹھنڈک کی تیرے دونوں پہلوؤں سے
دمکتی ہوگی اور تمام خلائق اگلی پچھلی تجھکو دیکھتی ہوگی اور تیرے حسن و جمال پر غبطہ کرتی ہوگی اور
فرشتے تیرے آگے اور پیچھے چلتے ہونگے اور پکار کر مجمع میں کہتے ہونگے کہ یہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے کہ
اللہ تعالی اس سے راضی ہوا اور اسکو راضی کر دیا اور ایسی سعادت کو پہونچا کہ جسکے بعد کبھی بدبختی نہوگی
بھلا تیرے نزدیک کیا یہ مرتبہ اوس مرتبہ سے بڑا نہیں جسکو تو دنیا میں لوگوں کے دلوں میں حاصل کرتا ہوا اور جسکے لیے
ریا اور تکلف اور دنیا میں سستی اور بناوٹ کرتا ہے پس اگر تو جانتا ہے کہ یہ مرتبہ دنیا کے مرتبہ سے بہتر ہے
بلکہ دنیا کے مرتبے کو اس مرتبہ سے کچھ نسبت ہی نہیں تو پھر اس مرتبہ کے حاصل کرنے کے واسطے خلوص صفا
اور خدا کے ساتھ معاملہ کرنے میں نیت درست کو وسیلہ بنا کہ یہ مرتبہ بدون خلوص اور سچی نیت کے
ہاتھ نہ آویگا اور اگر معاملہ دگرگون ہوا یعنی معاذ اللہ تیرے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نکلا جسکو تو ہلکا
جانتا تھا اور خدا تعالی کے نزدیک وہ بڑا ٹھہرا اور اوسکے باعث تجھپر غضب ہو کر کہا گیا کہ او برے بندے
تجھپر میری لعنت ہے میں تجھ سے تیری عبادت قبول نہیں کرتا تو اسکی آواز سنتے ہی تیرا منہ سیاہ
ہو جاویگا اور اللہ تعالی کے غضب کے باعث فرشتے بھی تجھپر غضبناک ہو کر کہینگے کہ تجھپر ہماری لعنت اور
تمام خلائق کی لعنت ہو اور اسوقت دوزخ کے فرشتے اپنے خالق کے غضب کے باعث غصہ ہو کر تجھپر
چمٹینگے اور بڑے زوردار حبشی اور بدخلق اور بری صورتوں کے تیرے پاس آکر تیرے ماتھے کے بال پکڑینگے
اور تجھکو منہ کے بل مجمع میں گھسیٹینگے اور تمام لوگ تیرے منہ کی سیاہی اور تیرے عیب کو ظاہر ہوتے کو تاکتے
ہونگے اور تو ہلاکت اور خرابی پکارتا ہوگا اور وہ کہتے ہونگے کہ آج مت پکار ایک ہلاکی کو بلکہ پکار

بہت سی ہلاکیوں کو اور فرشتے پکار کرتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہے اللہ تعالیٰ نے
اسکی فضیحتین اور رسوائیون کو کھولدیا اور اسکے برے عیبون کے باعث اوسکو لعنت کیا اگر ایسا
پیش ہوا کبھی یہ کیفیت ہوگی اور کیا عجب ہے کہ یہ تمام خرابی کسی ایسے گناہ کے باعث سے ہو جسکو تو لوگوں
بندون کے خوف سے کیا ہوا اور اونکے دلون میں جگہ ڈھونڈھنے کے لیے کیا اور اونکے سامنے رسوائی کے
خوف سے تو دیکھ کہ تو کتنا بڑا جاہل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چند بندون کے سامنے رسوا ہونے یعنی ناچیز فانی
میں احتراز کرتا ہے مگر اوس بڑی رسوائی سے ایسے بڑے مجمع میں نہیں ڈرتا جہاں خدا تعالیٰ کے غضب کا
سامنا ہوگا اور اوسکا عذاب اور اسکا غضب دیکھیگا اور دوزخ کے فرشتوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوکر
آگ کی طرف جاتا ہوگا پس یہ حال اور اہوال تیرے ہیں اور تعجب کہ ابھی بڑے اندیشے کی خبر ہیں

وہ اندیشہ پل صراط کا جو اسکے بعد ہوتا ہے

تو اوس حالت پل صراط کے ذکر میں حیران ہولین کے بعد اس آیت میں تامل کر یوم نحشر المتقین
الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا اور اس آیت میں فاهدوهم الی صراط الجحیم وقفوهم
انهم مسئولون یعنی لوگ بعد اہوال مذکورہ بالا کے صراط کی طرف ہنکائے جاوینگے وہ ایک پل ہے
کہ دوزخ کے اوپر بنا ہوا ہے تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ پتلا پس جو شخص دنیا میں راہ راست پر
سیدھا رہیگا وہ آخرت کے پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پاویگا اور جو دنیا میں سیدھی راہ سے عدول کریگا
اور گناہون سے اوسکی پشت بھاری ہوگی وہ پل صراط کے اول ہی قدم میں لغزش کریگا اور ہلاک ہوجائیگا
اپنے جی میں سوچ کہ جب تو اوس صراط کو دیکھیگا اور اوسکی تیزی اور باریکی پر نگاہ کریگا پھر اوسکے نیچے دوزخ کی
سیاہی پر نظر پڑیگی اور آگ کی چیخ اور جھنجلاہٹ سنیگا تو تیرے دل میں کیسا خوف بھریگا اور تجھے بزور کہا جاویگا
کہ اوسپر کو چل باوجودیکہ تیرا حال ضعیف ہوگا اور دل مضطرب اور پاؤن ڈگمگاتے اور گناہون کے باعث
پیٹھ ایسی وزنی ہوگی کہ تجھے زمین پر چلنا بھی دشوار ہو پل صراط تو درکنار پھر جب تیرا کیا حال ہوگا جب تو اپنا
ایک پاؤن اوسپر رکھیگا اور اوسکی تیزی پاؤن کو معلوم ہوگی اور دوسرا پاؤن اوٹھانے کے لیے مجبور ہوگا
اور سامنے سے لوگ پھسل پھسل کر گرتے ہونگے اور دوزخ کے فرشتے اونکو کانٹون اور آنکڑون سے اونکا ڈھونڈ کر
اور تو دیکھتا ہوگا کہ وہ سر نیچے اور پاؤن اوپر آگ میں چلے جاتے ہونگے تو کیا ہی خوف اس حال سے
تجھکو ہوگا اور کیسے سخت مقام پر چڑھائی ہوگی اور کیسے تنگ راستے میں کو جانا ہوگا پس اپنے حال کو دیکھ
کہ جب اوسپر چلیگا اور پیٹھ گا اور تیری پیٹھ گناہون سے وزنی ہوگی اور دہنے بائین خلق کو گرتے ہوئے
دیکھیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے کہتے ہونگے کہ الٰہی بچائیے الٰہی بچائیے اور فریاد

تباہی اور خرابی کی دوزخ کے گڑھے میں سے تجھ تک پہونچتی ہوگی اسلیے کہ اکثر لوگ جو پل سے پھسلکر
گر پڑینگے واویلا مچا دینگے تو تیرا کیا حال ہوگا اگر تیرا پانوں لغزش کر گیا اور پشیمانی کام نہ آئی اور تو بھی
فریاد اور واویلا کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں اسی روز سیاہ سے ڈرا کرتا تھا کاش زندگی میں اپنے
کیواسطے کچھ کیا ہوتا کاش رسول کے ساتھ میں سیدھا اختیار کیا ہوتا کاش فلان کو یار نہ بنایا ہوتا کاش
میں مٹی ہوتا کاش میں معدوم ہوتا کاش میری ماں مجکو نہ جنتی اور اوسوقت شعلے آگ کے تجھکو مصافحہ
کرینگے اور پکارنے والا پکاریگا اخسئوا فیہا ولا تکلمون پس کوئی سبیل بجز چیخنے اور آہ کرنے
اور سانس کھینچنے اور فریاد چاہنے کے نہوگی اپنی عقل کو تو کیسے دیکھتا ہے حالانکہ یہ آفتیں
تیرے سامنے ہیں اگر تجھکو ان باتوں پر ایمان نہیں تو معلوم ہوا کہ تو کافر ہے اور بہت دنوں ہمیشہ
رہنا چاہتا ہے اور اگر ایمان ہے اور اوس سے غافل ہوکر تیاری میں سستی کرتا ہے تو بڑا ہی گھاٹا اور سرکشی
ہے اور ایسے ایمان سے تجھے کیا فائدہ جو خدا تعالی کی رضا مندی کی طرف تجھکو نہ بلاوے اور
نافرمانی چھوڑنے پر آمادہ نہ کرے سوائے پل کے اور تو دوزخ کی آگ میں گرے
دل کی وحشت کے اور کوئی اندیشہ ہوتا کہ تو سلامت رہیگا یا نہیں تو یہی ہول اور وحشت
تیری تباہی کو کافی تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پل صراط دوزخ کے بیچ میں رکھا جاویگا
اور پہلے شخص کہ رسولوں میں سے اپنی امت کو لیکر اوس پر سے گذریگا وہ میں ہونگا اور اوس روز سوا رسولوں
کے کوئی نہ بولیگا اور رسولوں کے لب پر یہ کلمہ ہوگا اللھم سلم سلم اور دوزخ میں
سعدان کے کانٹے کی شکل کے آنکڑے ہونگے تم نے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں
آپ نے فرمایا کہ وہ اوسی شکل کے ہونگے مگر اونکی بڑائی کی مقدار کو سوا خدا تعالی کے اور کوئی نہیں جانتا
اور وہ آدمیوں کو موافق اونکے اعمال کے اوچکینگے بعضے تو اپنے عمل کے باعث ہلاک
ہو جاوینگے اور بعضے کٹ کر رائی جیسے ہو جاوینگے پھر نجات پاوینگے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی دوزخ کے پل پر گذرینگے اور اوسپر
اور کانٹے اور آنکڑے ہونگے کہ لوگوں کو پکڑ لینگے اور پل کے دونوں طرف
فرشتے کھڑے ہونگے کہ الٰہی بچا الٰہی بچا بعضے لوگ تو بجلی کی طرح گذر جاوینگے اور بعضے ہوا کی طرح اور
بعضے دوڑتے گھوڑے کی طرح اور بعضے پیادہ اور بعضے گھٹنوں چلینگے اور بعضے
چوتڑوں گھسٹینگے اور دوزخ کے لوگ جو اوسمیں رہینگے وہ تو نہ مرینگے نہ جئینگے مگر جو لوگ گناہوں
اور خطاؤں میں پکڑے جاوینگے وہ جلکر کوئلے سیاہ ہو جاوینگے پھر شفاعت کی اجازت ہوگی اور گروہ

اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی اگلون پچھلون
سب کو قیامت کے روز جمع کریگا چالیس برس آسمان کیطرف کو نگاہیں کیے کھڑے رہینگے اور منتظر
حکم فیصل کے رہینگے اس حدیث کو حضرت ابن مسعودؓ نے ایمانداروں کے سجدے کیوقت تک بیان کیا
اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالی مومنین کو حکم کریگا کہ اپنے سر اوٹھاؤ وہ سر اوٹھاوینگے پس اونکو اونکے اعمال
کے موافق نور عنایت ہوگا تو بعضوں کو تو بڑے پہاڑ کی برابر نور ملیگا کہ اوسکے سامنے چلیگا اور
بعضوں کو اس سے کچھ کم ملیگا اور بعضوں کو درخت خرما کی برابر ملیگا اور بعضوں کو اوس سے کچھ کم یہانتک
کہ آخر کو ایک شخص کو نور اوسکے پاؤن کے انگوٹھے پر عنایت ہوگا وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی گل ہوجایا
کریگا جب چمکیگا تو وہ پاؤن بڑھاویگا اور جب گل ہوگا تب کھڑا رہجاویگا پھر پل صراط سے گذرنے کا
ذکر فرمایا کہ اپنے نور کے موافق لوگ اوسپر سے گذرینگے بعضے تو پلک مارنے کی طرح اور بعضے بجلی کی طرح
اور بعضے بادل کیطرح اور بعضے ستاروں کے ٹوٹنے کیطرح اور بعضے ہوا کے مانند اور بعضے گھوڑے کی
دوڑ کے مانند اور بعضے آدمی کے بھاگنے کے مانند یہانتک کہ جس شخص کے پاؤن کے انگوٹھے پر نور
ملا ہوگا وہ اپنے منہ اور دونوں ہاتھ پاؤن پر گھسٹتا چلیگا ایک ہاتھ بڑھاویگا تو دوسرا لٹکا رہجاویگا
اور ایک پاؤن آگے کو کریگا تو دوسرا اوٹھا رہیگا اور اوسکے پہلوؤن کو آگ لگتی ہوگی اسیطرح سے
جاتے جاتے پار ہوجاویگا جب خلاص ہوگا تو وہاں کھڑا ہوکر کہیگا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھکو ایسی طرح
نجات دی کہ کسیکو نہیں دی اسلیے کہ مجھکو جب بچایا ہے یہان اوسکا غرور دیکھ چکا پھر اوس شخص کو جنت کے
دروازے کے پاس ایک چشمہ پر لیجاوینگے وہان وہ نہاویگا۔ اور حضرت انس بن مالکؓ نے روایت کی ہے
کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پل صراط تلوار کی تیزی کیطرح یا دھار کی تیزی کی
مثال ہے اور فرشتے مومن مردوں اور عورتوں کو بچاتے ہونگے اور حضرت جبریل علیہ السلام میری
کمر پکڑے ہونگے اور میں کہتا ہونگا کہ الٰہی بچاے بچاے مگر لغزش کرنیوالے مرد اور عورتین اوس
روز بہت ہونگی۔ تو پل صراط کے اہوال اور مصائب یہ ہیں اونمیں بہت فکر کر اسلیے کہ قیامت کے
اہوال سے زیادہ تر وہی شخص بچیگا جو دنیا میں اوسکا فکر زیادہ کریگا کیونکہ خدا تعالی ایک بندہ پر
دو خوف جمع نہیں فرماویگا تو جو کوئی ان اہوال سے دنیا میں ڈریگا وہ آخرت میں اون سے مامون ہوگا
اور ہماری غرض خوف سے یہ نہیں کہ عورتوں کیطرح سننے کے وقت دل پر رقت ہوئی اور آنکھوں سے
رو لیے اور پھر جلدی سے بھول بھال لہو ولعب میں مصروف ہوگئے یہ بات خوف میں ہرگز داخل
نہیں بلکہ جو شخص کسی چیز سے ڈرا کرتا ہے اوس سے بھاگا کرتا ہے اور جس چیز کی امید کیا کرتا ہے اوسکو

طلب کیا کرتا ہے اس صورت مین وہی خوف اوس فرشتے کا ہے جسکے باعث آدمی خدای تعالے کی
نافرمانی سے باز رہے اور اوسکی طاعت پر آمادہ ہوا اور عورتون کے رونے کی نسبت کر بھی زیادہ تر
بیاخوف ہو تو فون احمقون کا ہے کہ جب اس سوال کو سنتے ہین تو فورا زبان سے استعاذہ نکلتا ہے کوئی
کہتا ہے استعیذ باللہ کوئی کہتا ہے نعوذ باللہ خدا کی پناہ الٹی سچا ہوا اور با وجود اسکے اون گناہون
اور ان کیفیتون مین جو سبب اونکے ہلاک ہونے کا ہے تو ایسے شخصون کے پناہ مانگنے سے شیطان ہنستا ہے
جیسے اوس شخص پر ہنستا کہ زمین جنگل مین کوئی درندہ حملہ کرے اور اوسکے پیچھے ایک قلعہ یا گڑھی
دور ہو تو تب وہ اوس درندے کے دانت اور حملے کو دیکھے تو زبان سے کہنے لگے کہ پناہ
اس گڑھی کی اور وہان ہے اسکے مضبوط عمارت اور مضبوط دیوارون کی اور یہ قول زبان ہی سے کہے اور
اپنی جگہ سے ہلے تو ان باتون سے درندہ تھوڑا ہی ہٹایا جاتا ہے اسیطرح آخرت کے اہوال کی گڑھی سوائے
لا الہ الا اللہ کے اور کوئی نہین مگر اسکا صرف زبانی کہنا کار آمد نہین بلکہ اوسکا سچ جاننا بھی ضرور ہے اور
سچ جاننا اسطرح ہے کہ آدمی کا کوئی مقصود سوای خدای تعالی کے نہو اور نہ کوئی معبود اوسکے سوا اور جو
شخص کہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو تو وہ سچی توحید سے ابھی دور ہے اور اوسکا معاملہ
خوفناک ہے پس اگر آدمی سے یہ بھی نہو سکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت کرے اور اونکی
سنت کی بزرگی بجا لاوے اور آپ کی امت کے نیکبختون کی دلداری کرے اور اونکی دعاؤن سے برکت حاصل کرے
شاید ایسی صورت مین آپکی شفاعت یا اون صلحا کی شفاعت نصیب ہوا اور اگر اوسکے پاس کچھ مایہ نہو تو شفاعت ہی سے نجات ملیگی

وسوان باب شفاعت کے ذکر مین واضح ہو کہ جب کچھ جماعتون پر ایماندارونکی عذاب کا ثبوت ہوگا تو اللہ تعالی اپنے
فضل سے اونکے باب مین شفاعت انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی اور ایسے لوگون کی جنکا
خدای تعالی کے نزدیک مرتبہ اور حسن معاملہ ہے قبول فرماویگا پس یہ لوگ اپنے رشتہ اور قرابت والون اور
دوستون اور آشناؤن کے باب مین شفاعت کرینگے تو آدمی کو چاہیے کہ اس بات کا حریص ہو کہ اون
لوگون کے نزدیک شفاعت حاصل کرے اوسکی صورت یہ ہو کہ کسی آدمی کو ہرگز حقیر نجانے کہ اللہ تعالے
نے اپنی ولایت کو اپنے بندون مین پوشیدہ کیا ہی تو شاید جس شخص کو تیری آنکھ حقیر جانتی ہو وہ اللہ کا ولی ہو

خاکساران جہان را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

اور کسی معصیت کو ہرگز چھوٹا نجانے کہ اللہ تعالی نے اپنا غضب اپنی نافرمانیون مین چھپا رکھا ہے
تو شاید جس معصیت کو تو حقیر جانتا ہو اوسی مین خدای تعالے کا غضب ہو اور کسی طاعت کو حقیر مت جان کہ
اللہ نے اپنی رضا اپنی طاعت مین پوشیدہ کی ہے تو شاید اوسی طاعت مین اوسکی رضا ہو کہ وہ

طاعت کلمہ طیبہ ہی ہو یا ایک لقمہ ہو یا نیت درست پائی اور اسکے قائم مقام ہوا ور شفاعت کی
دلیلیں قرآن شریف اور حدیث میں بہت ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى
حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا پڑھا رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ
اور قول حضرت عیسی علیہ السلام کا إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ پھر ہاتھ اوٹھا کر فرمایا امتی امتی
پھر آپ روئے اللہ عزوجل نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب کے پاس جاؤ
اور پوچھو کہ کیوں روتے ہو چنانچہ حضرت جبریل نے خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ خدا تعالی سبب کو
پوچھتا ہے آپ نے فرمایا کہ امت کے باعث روتا ہوں حالانکہ سبب خدا ہی تعالی کو معلوم تھا
جب حضرت جبریل نے جناب الہی میں عرض کیا تو حکم ہوا کہ جاؤ میرے حبیب کو کہو کہ ہم تجھکو تیری
امت میں راضی کر دینگے ناخوش نہیں کرینگے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں کہ مجھکو عنایت ہوئی ہیں مجھسے پہلے کسیکو عنایت نہیں ہوئی تھیں اول یہ کہ
ایک مہینے کے فاصلے سے دوم مجھکو غنیمتیں حلال کی گئیں مجھسے پہلے کسیکو حلال نہیں ہوئیں تیسرے
میرے لیے زمین مسجد کر دی گئی اور اوسکی خاک پاک کرنے کی چیز تو جس شخص پر میری امت میں سے
نماز آجاوے تو چاہیے کہ پڑھ لے یعنی پانی کے نہ ملنے سے حرج نہیں اسلیے کہ مجھسے پہلے لوگوں کو
نہ خاص جگہ نماز کی شرط ہے کہ زمین ساری سجدہ گاہ ہے چوتھے مجھکو شفاعت ملی پانچویں یہ کہ ہر ایک نبی
خاص اپنی قوم کے لیے بھیجا گیا ہے اور میں سب کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ
جب قیامت کا دن ہوگا تو میں نبیوں کا امام ہونگا اور اونکی طرف سے بولنے والا اور اونکی سفارش
کرنے والا ہونگا اور اسمیں کچھ فخر نہیں کرتا ہوں۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں اولاد آدم کا
سردار ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں اول ہوں اون لوگوں کا جو زمین پھٹکر نکلینگے اور میں اول سفارش
کرونگا اور سب سے پہلے میری سفارش مقبول ہوگی میرے ہاتھ میں حمد کا علم ہوگا آدم اور اونکے سوا
اور سب نبی ہونگے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر ایک نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے تو میں چاہتا ہوں
کہ اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کیواسطے رکھ چھوڑوں اور حضرت ابن عباس
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر بچھائے جاوینگے
اور وہ اونپر بیٹھ جاوینگے مگر میرا منبر خالی رہیگا میں اوسپر نہیں بیٹھونگا اور اپنے پروردگار کے سامنے
کھڑا رہونگا اس خوف سے کہ مبادا میں جنت میں بھیجا جاؤں اور میری امت میرے پیچھے باقی رہجاوے

پس مین عرض کرونگا کہ یا رب امتی امتی اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ اے محمد تو کیا چاہتا ہے جو تیری امت کو
ساتھہ کرون مین عرض کرونگا کہ الٰہی انکا حساب جلد ہو جاوے پس مین سفارش کیے جاونگا یہانتک
کہ جن لوگون کو دوزخ مین بھیجا گیا ہوگا اونکے لیے براءت نامہ مجھکو ملیگا اور مالک دوزخ کا داروغہ مجھسے
کہیگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اپنی امت مین خدا تعالی کے غضب کے واسطے آگ کا کچھ حق نہ چھوڑا
اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مین قیامت کے دن روے زمین کے پتھرون اور ڈھیلون سے
بھی زیادہ کے لیے سفارش کرونگا اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس گوشت آیا اور ہاتھہ آپکے سامنے کیا گیا آپ کو ہاتھہ اچھا معلوم ہوا کہ ہاتھا آپ نے اوسمین دانتون سے
کاٹا پھر فرمایا کہ قیامت کے دن مین آدمیون کا سردار ہونگا اور تمکو معلوم ہے کہ اوسکی کیا وجہ ہے اللہ تعالی
نے اگلون اور پچھلون کو ایک میدان مین جمع کریگا اور پکارنے والے کی آواز اونکو سناویگا اور نظر
سامنے رکھیگا اور آفتاب قریب ہوگا اور آدمیون پر غم اور کرب اتنا ہوگا کہ اوسکی برداشت نکر سکینگے
تب وہی ایک دوسرے سے کہینگے کہ دیکھتے نہین کہ ہماری کیا نوبت پہونچی ہے کسی ایسے کو کیون نہین تجویز کرتے
جو پروردگار سے سفارش کرے تب آپس مین کہینگے کہ باوا حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو چنانچہ حضرت آدم
علیہ السلام کے پاس جاکر کہینگے کہ تم ابو البشر ہو خدا تعالی نے تمکو اپنے ہاتھہ سے پیدا کیا اور تم مین اپنی
روح پھونکی اور فرشتون کو سجدہ کا حکم کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کرو دیکھو
ہمارا کیا حال ہوا اور ہماری کیا نوبت پہونچی ہے حضرت آدم علیہ السلام اونکو جواب دینگے کہ آج میرا پروردگار
ایسا غضبناک ہے کہ نہ کبھی پہلے ہوا اور نہ آگے کبھی ہوگا اور اوسنے مجھکو درخت جنت سے منع کیا تھا مین نے
اوسکا کہنا نہ مانا مجھے اپنی ہی جان کی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاو حضرت نوح علیہ السلام کے
پاس جاو لوگ حضرت نوح کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم زمین کے باشندون کے پاس اول
رسول ہوکر گئے اور اللہ تعالی نے تمکو بندہ شکرگذار فرمایا ہے اب تم اپنے پروردگار سے سفارش
کرو دیکھو ہمارا کیا حال ہے وہ جواب دینگے کہ آج خدا تعالی ایسا غصہ ہو رہا ہے کہ پہلے کبھی نہ ایسا ہوا
نہ آگے کبھی ایسا ہوگا اور مین اپنی قوم پر ایک بددعا کر چکا ہون مین اپنی ہی جان کے بچاو مین ہون
تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاو وہ لوگ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم اللہ تعالی کے پیغمبر اور زمین کے لوگون مین سے
اوسکے خلیل ہو اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کرو دیکھتے ہو کہ ہم کس حال مین ہین حضرت ابراہیم
جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غصہ ہوا ہے کہ پہلے کبھی نہین ہوا تھا نہ آیندہ کبھو ہوگا اور مین تین بار

طبرانی کی روایت ہے ١٢

یہ حدیث بخاری و مسلم سے نقل کی گئی ١٢

جھوٹ بولا تھا اور اونکا آپ ذکر کرینگے کہ مجھے اپنی ہی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ تم موسی علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت موسی علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ رسول خدا ہین آپکو خدا تعالی نے اپنی رسالت اور کلام سے لوگون پر زیادتی دی اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے دیکھیے ہمارا کیا حال ہے حضرت موسی علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسا ہوا اور مین نے ایکشخص کو مار ڈالا تھا جسکے مار ڈالنے کا مجھکو حکم نہ تھا مجھے اپنی ہی فکر ہے تم دوسرے کے پاس جاؤ تم حضرت عیسی کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ اللہ کے رسول اور اوسکے کلام ہین کہ مریم کیطرف ڈالدیا اور اللہ تعالی کی روح ہین اور آپنے لوگون سے گود مین کلام کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے اور دیکھیے کہ ہماری کیا نوبت ہے حضرت عیسی علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسے غصہ مین ہے کہ نہ پہلے ایسا ہوا نہ آگے کو ایسا ہو اور کوئی خطا اپنی ذکر نہین فرمائی مین اپنے ہی نفس کی فکر مین ہون تم کسی اور کے پاس جاؤ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس لوگ میرے پاس آوینگے اور کہینگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول خدا اور خاتم انبیا ہین اور اللہ تعالی نے آپکے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرمادیے اپنے رب سے آپ ہماری شفاعت فرمائیے اور ہمارے حال زار کو ملاحظہ فرمائیے

لب بجنبان پئے شفاعت ما		مست گر بر گناہ و طاعت ما	

مین روانہ ہوکر عرش کے نیچے آؤنگا اور اپنے رب کے لیے سجدے مین جا پڑونگا پھر اللہ تعالی میرے اوپر اپنے محامد اور ثنا کی خوبی سے وہ چیز کھولدیگا کہ پہلے کسیکے اوپر نہین کھولی پھر کہا جاویگا کہ اے محمد اپنا سر اوٹھا مانگ تجھکو ملیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت مقبول ہوگی پس مین اپنا سر اوٹھاؤنگا اور کہونگا امتی امتی یارب یعنی الہی میری امت کو بخشدے مجھکو حکم ہوگا کہ اے محمد اپنی امت مین سے جن لوگون پر حساب نہین اونکو جنت کے دروازون مین سے دہنے دروازے سے اندر پہونچا دے اور باقی دروازون مین تیری امت کے لوگ اور لوگون کے شریک ہین پھر فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ فاصلہ دو کواڑون کا جنت کے اتنا ہے جتنا درمیان مکہ اور حمیر یا جتنا درمیان مکہ اور بصرہ کے ہے اور ایک دوسری حدیث مین بھی مضمون جون کا تون ہے اور اوسمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطائین بھی مذکور ہین یعنی اول کواکب کے باب مین فرمانا کہ ہذا ربی یہ میرا پروردگار ہے دوسرے کفار کے معبودون کو فرمانا بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا یہ کام انہین میں سے اس بڑے بت نے کیا ہے تیسرے آپ کا فرمانا کہ اِنِّي سَقِيمٌ مین بیمار ہون

۸۵
اسکو مسلم نے نقل کیا ہے

غرضکہ یہ حال ہے شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپکی امت کے لوگ عالم اور نیکبخت بھی سفارش کرینگے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے جنت میں ربیعہ اور مضر کی قوم سے زیادہ لوگ داخل ہونگے اور ایک حدیث میں آپنے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو حکم ہوگا کہ اے شخص اوٹھ اور سفارش کر وہ اوٹھکر اپنے خاندان اور گھروالون اور ایک اور دو شخصون کے لیے موافق اپنے عمل کے سفارش کریگا - اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جنتیون کا قیامت کے روز دوزخ والون مین جہانکیگا اوسکو ایک دوزخی پکاریگا کہ اے فلان تو مجھے پہچانتا ہے وہ کہیگا کہ مین تو نہین پہچانتا تو بتا کون ہے وہ کہیگا کہ دنیا مین فلان روز تو میرے پاس کو گذرا اور ایک گھونٹ پانی مجھکو مجھسے مانگا مین نے تجھے پانی پلایا جنتی کہیگا کہ ہان مین نے پہچانا وہ کہیگا کہ تو اوسی گھونٹ کی عوض اپنے رب سے میرے باب مین سفارش کر وہ اللہ تعالی سے اوسکے حال کہنے کی اجازت لیکر کہیگا کہ الٰہی مین دوزخ والون پر جہانکا تو ایک شخص نے دوزخیون مین مجھے پکارا اور کہا کہ تجھے تو پہچانتا ہے مین نے کہا کہ نہین تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین وہ ہون کہ تو نے مجھسے دنیا مین پانی پینے کو مانگا تھا مین نے تجھے پانی پلا دیا تھا اوسکے عوض مین تو میری سفارش اپنے پروردگار سے کر بس الٰہی تو اوسکے باب مین میری سفارش قبول فرما اللہ تعالی اوسکی سفارش قبول فرماویگا اور حکم صادر ہوگا تو دوزخ سے باہر نکل آویگا - اور حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی قبرون سے اوٹھینگے تو سب سے اول مین نکلونگا اور جب وہ میرے پاس آوینگے تو مین اونکا خطیب یعنی اونکی طرف سے بولنے والا اور معذرت کرنے والا جناب الٰہی مین ہونگا اور جب وہ ناامید ہونگے تو مین اونکو بشارت دونگا حمد کا علم اوس روز میرے ہاتھ مین ہوگا اور مین سب اولاد آدم سے اپنے رب کے نزدیک گرامی تر ہون اور کچھ فخر نہین اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونگا اور ایک لباس بہشت کے حلون مین سے پہنونگا پھر عرش کے دہنی طرف کھڑا ہونگا جس مقام پر کہ خلق مین سے میرے سوا کوئی کھڑا نہوگا - اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپکا انتظار کرتے تھے آپ باہر نکلے یہانتک کہ جب اونکے قریب پہونچے تو سنا کہ وہ باتین کرتے ہین آپنے اونکی باتین سنین کسی نے کہا کہ تعجب ہے کہ اللہ تعالی نے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا کہ یہ امر کچھ حضرت موسی علیہ السلام کے کلام سے عجیب تر نہین اللہ تعالی نے اونسے کلام فرمایا ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو دیکھو وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہین اور شخص بولا کہ آدم علیہ السلام کو

ابوعمرو بن سماک کی کتاب مین بروایت ابوامامہ حدیث ... عثمان بن عفان ... جسکی شفاعت ... حدیث مین ... ترمذی کی روایت ... بزار کی روایت انس ... ابویعلی و بیہقی کی روایت ...

خدای تعالی نے برگزیدہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکے سامنے ہوے اور سلام کیا اور فرمایا
کہ مین نے تمہاری گفتگو سنی اور تمہارا تعجب کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہین اور وہ ایسے ہی ہین
اور موسی علیہ السلام اللہ کے ہمکلام ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور عیسی علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ
ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور آدم علیہ السلام کو خدای تعالی نے برگزیدہ کیا اور وہ ایسے ہی ہین اب
سن لو کہ مین اللہ کا حبیب ہون اور کچھ فخر نہین اور مین اوٹھانے والا لواء حمد کا قیامت کے دن ہونگا
اور کچھ فخر نہین اور مین سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہون اور سفارش میری سب سے اول قبول ہونے والی ہے
اور کچھ فخر نہین اور مین لوگون مین سب سے پہلے جنت کے دروازون کو ہلاونگا اور میرے لیے دروازہ
خدای تعالی کھولیگا اور مین اندر جاؤنگا اور فقراء مؤمنین میرے ساتھ ہونگے اور کچھ فخر نہین اور مین
اگلون اور پچھلون سے بزرگتر ہون اور کچھ فخر نہین

گیارھوان بیان حوض کے ذکر مین واضح ہو کہ حوض ایک بڑی عطا ہے جسکو اللہ تعالی نے ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ السلام کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور اخبار اوسکے وصف مین مشتمل ہین ہم اللہ تعالی سے
توقع رکھتے ہین کہ دنیا مین وہ ہمکو اوسکا علم اور آخرت مین اوسکا ذائقہ نصیب کرے اسلیے کہ اوسکی بابت
ہے کہ جو کوئی اوسمین سے پیوے تو کبھی پیاسا نہو حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک ہلکی نیند سوے پھر سر اوٹھایا تو تبسم کر رہے تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون ہنسے
آپ نے فرمایا کہ ایک آیت مجھپر اسوقت اوتری ہے اور پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطیناک الکوثر
یہانتک کہ تمام کیا سورت کو پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ اور اوسکا
رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جسکا وعدہ مجھسے میرے پروردگار نے جنت مین
کیا ہے اوسپر برکت بہت ہی اوسپر ایک حوض ہے کہ جسپر میری امت قیامت کے دن آویگی اوسکے
برتن اتنے ہین جتنے آسمان کے ستارے ہین۔ اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اوس حال مین کہ مین جنت مین سیر کرتا تھا یکایک مین ایک نہر پر پہونچا کہ جسکے دو طرف موتیون کے
قبے ہین جو اندر سے خالی تھے مین نے پوچھا کہ اے جبریل یہ کیا ہے اونھون نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپکے رب نے
آپکو مرحمت کی ہے پھر فرشتے نے اوسپر اپنا ہاتھ مارا تو دیکھا کہ اوسکی مٹی مشک اذفر ہے اور یہی راوی
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے حوض کے دونون طرفون کی
مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا مدینہ منورہ اور صنعاء یمن مین ہے یا جتنا مکہ مکرمہ اور عمان شام کے شہر مین
اور حضرت ابن عمر روایت کرتے ہین کہ جب سورہ انا اعطیناک اوتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں جسکے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور اوسکا پانی دودھ سے زیادہ
سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے بڑھکر خوشبو ہے موتی اور مونگے کی کنکریوں پر بہتا ہے
اور ثوبان مولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
حوض عدن سے لیکر عمان بلقاء شام کے برابر تک ہے اوسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ
میٹھا ہے اور اوسکے کوزے آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں جو شخص اوس میں سے ایک گھونٹ
پئیگا کبھی پیاسا نہوگا لوگوں میں سے اوس پر سب سے پہلے فقراء مہاجرین آوینگے حضرت عمر رضی نے عرض کیا
کہ وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا کہ جنکے سر کے بال الجھے ہوئے اور کپڑے میلے ہیں اور جو عیش کی پلی ہوئی
سے نکاح نہیں کرتے اور اونکے لیے ڈیوڑھیوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اس حدیث کو سنکر
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے فرمایا کہ میں نے تو فاطمہ بنت عبد الملک سے جو والی ناز پروردہ ہے نکاح کیا ہے
اور میرے لیے دروازے ڈیوڑھیوں کے بھی مفتوح ہیں مگر یہ کہ خدا ہی تعالی مجھپر رحم کرے ضرور ہوا کہ میں
سر میں تیل نہ ڈالونگا تاکہ بال الجھ جاویں اور یہ کپڑے نہ دھلاونگا تاکہ میلے رہیں۔ اور حضرت ابو ذر رضی سے
روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حوض کے برتن کیسے ہیں
آپنے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اوسکے برتن آسمان کے ستاروں کے
شمار سے زیادہ ہیں جبکہ رات اندھیری ہو اور آسمان گرد و غبار سے صاف ہو جو کوئی اوس میں سے پئیگا
آخر تک پیاسا نہوگا اوس میں دو پرنالے جنت میں سے گرتے ہیں اور اوسکا عرض طول کے برابر ہے اور
وہ اتنا ہے جتنا فاصلہ عمان اور ایلہ کے درمیان ہے اور اوسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے
زیادہ شیریں ہے۔ اور حضرت سمرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک
نبی کیواسطے ایک حوض ہے اور انبیاء آپس میں فخر کرینگے کہ کسکے حوض پر زیادہ آدمی آتے ہیں اور میں توقع
کرتا ہوں کہ اون سب سے زیادہ میری حوض پر لوگ وارد ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توقع
ہے اسلیے ہر ایک بندے کو چاہیے کہ توقع کرے کہ حوض پر آنے والوں میں سے ہو اور اس بات سے احتراز کرے
کہ براہ مغالطہ تمنا کرے اور جانے کہ میں توقع کرتا ہوں اسلیے کہ توقع خرمن کی اوس شخص کو ہوتی ہے جو
زمین میں بیج ڈالے اور اوسکو صاف کرے اور پانی دے پھر بیٹھکر اللہ تعالی کے فضل سے توقع کرے
کہ وہ اوگاویگا اور کاٹنے کیوقت تک آفات سے محفوظ رکھیگا مگر جو شخص نہ زمین جوتے نہ بوئے نہ اوسکو
صاف کرے نہ پانی سینچے اور امید رکھے کہ خدا ہی تعالی اپنے فضل سے دانہ جماویگا اور میوہ لگاویگا تو یہ
شخص توقع والا نہیں بلکہ مغالطہ والا اور جاہ کرنے والا ہے اور اکثر لوگوں کی توقع کا یہی حال ہے

وہ احمقوں کے سے مغالطہ میں پڑے ہیں ہم پناہ مانگتے ہیں خدا تعالیٰ سے اس غفلت اور مغالطے سے اسلیے کہ خدا تعالیٰ پر مغالطہ ہونا دنیا کے باب میں دغا کھانے کی نسبت کہیں زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

بارھواں بیان دوزخ کے حال اور اسکے ہولوں اور عذابوں کے ذکر میں۔ اے لوگو تم دنیا فانی اور قریب الزوال کے دھندوں پر مغرور ہو کر اپنے نفس سے غافل ہو ایسی چیزوں کو کہ جن سے کوچ کرجاؤگے اور اوس چیز میں فکر کرو کہ جس میں جا رہوگے یعنی تمکو اطلاع مل چکی کہ آتش جہنم سب کے اوترنے کی جگہ ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا اس آیت سے اوترنا تو یقینا ثابت ہوا اور نجات میں شک ہے پس اب اپنے دل میں اوترنے کی جگہ کا ہول سوچو کہ شاید اوس سے بچنے کے لیے مستعد ہو جاؤ اور لوگوں کے حال میں تامل کرو کہ قیامت کے مصائب جو اونپر گذرا ہوگا وہ تو گذر ہی چکا ہوگا ابھی اوسکی سختی اور اہوال میں گرفتار ہوئے منتظر ہونگے کہ اوسکی حقیقت حال اور سفارش کرنے والے کی سفارش کی منتظر ہیں کہ ناگہان گنہگاروں کو اندھیرا گھیرے اور شاخ در شاخ آگ گھیرے گی اور اوپر آتش شعلہ انگیز چھا جاویگی آواز اور چلاہٹ اوسکے کان میں پڑیگی اور شدت غضب پر دال ہوگی اسوقت مجرموں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو جاویگا اور سب لوگ گھٹنوں کے بل گر جاوینگے اور جو لوگ بری بھی ہونگے اونکو اپنے برے انجام سے خوف ہونے لگیگا۔ اور دوزخ کے فرشتوں میں سے ایک پکارنے والا یوں کہتا ہوا نکلیگا کہ کہاں ہے فلاں بیٹا فلاں کا جسکا نفس دنیا میں طول امل کے باعث لیت و لعل کیا کرتا تھا اور برے کام میں اپنی عمر تلف کیا کرتا تھا پس اوسپر لوہے کے گرز لیکر بڑھینگے اور بڑی بڑی دھمکیاں دینگے اور سخت عذاب میں کو کھینچینگے اور اوندھے منہ دوزخ کے قعر میں ڈالدینگے اور کہینگے کہ لے مزا چکھ تو تو عزت والا اور بزرگی والا ہے ایسی کوٹھری میں رہ جسکا کنارہ تنگ اور راہ تاریک اور مہلک ہیں اسیر اوسمیں ہمیشہ رہیگا اور ہمیشہ آتش اوسپر بھڑکائی جاتی ہے اسکے قید یوں کے پینے کی چیز کھولتا پانی ہے اور اونکا ٹھکانا دوزخ آگ کے فرشتے اونکو جھڑکتے ہیں اور آگ اونکو جلا دیتی ہے اونکی تمنا اوسمیں مرجانے کی ہوگی اور اوس سے رستگاری کہاں اونکے پاؤں ماتھے کے بالوں سے بندھے ہونگے اور گناہوں کی تاریکی سے منہ سیاہ ہونگے ہر طرف اور ہر گوشے میں پکارینگے اور چلاوینگے اے مالک ہمسے جو وعدہ خدا تعالیٰ سے ہوا ہو چکا ہمپر بیڑیاں بھاری پڑگئیں ہمارے چمڑے جلگئے ہمکو یہاں سے نکال دے کہ ایسا نکرینگے

دوزخ کا داروغہ جواب دیگا کہ برا ہے یہ دن دوسرے کہینگے تمکو ان آیات کے گہرے ہونے کا انتظار ہے بہت ہوگا
اسمیں ہمیشہ رہنا ہے پڑے رہو ہمیشہ کہینگے کہ ہمکو نکالو اگر تم یہاں سے نکال بھی دیے جاؤ گے تو تم اپنے کردار سے باز
نہ آؤ گے جس چیز سے تمکو روکا گیا ہے وہی عمل میں لاؤ گے اسکے سننے سے ناامید ہونگے اور خدا تعالی
کے مقابل میں جو باتیں کی ہونگی اونپر افسوس کرینگے مگر اب کیا ہوتا ہے اب تو نہ عذر سے کام چلے نہ پشیمانی
سے بچا سکے نہ حسرت سود مند ہو بلکہ منہ کے بل گلاون میں طوق پڑے ہوے دوزخ میں قید ہونگے کہ آگ ہی
اوپر آگ ہی نیچے آگ ہی داہنے آگ ہی بائیں ہوگی غرضکہ آگ میں ڈوبے رہینگے کہ کھانا ہوگا تو آگ کا اور
پینا ہوگا تو آگ کا اور کپڑا ہوگا تو آگ کا اور بچھونا ہوگا تو آگ کا یعنی وہ لوگ آگ کے کپڑے اور گندھک کے
کرتے پہنے گرز کھاتے ہونگے اور بھاری بیڑیاں پڑی ہونگی اور دوزخ کی تنگ راہوں میں آوازکرتے
اور اوسکے طبقات میں شکستہ ہوتے ہونگے اور اطراف و جوانب میں اضطراب کرتے ہونگے آگ اونکو
ہانڈی کی طرح جوش دیگی اور ہلاکت اور خرابی اور تباہی اور فریاد اور واویلا کا غل کرتے ہونگے جبھی
ہائے ہائے کا غل ہونے لگیگا تو اونکے سروں کے اوپر سے کھولتا پانی ڈالا جاویگا جس سے اونکی آنتیں اور چمڑا
پگھل جاوینگے اور لوہے کے گرزون کی مار ہوگی جس سے اونکی پیشانیاں پھٹینگی اور منہ سے پیپ نکلیگی اور پیاس سے کلیجے
جل جاوینگے اور آنکھوں کے ڈھیلے رخساروں پر بہہ نکلینگے اور رخساروں کے اوپر سے گوشت اور ہاتھ
پاؤں پر سے گوشت اور پوست اور بال سب جھڑ پڑینگے اور جب چمڑے پک جاوینگے تو اور چمڑے
بدل دیے جاوینگے اور گوشت سے ہڈیاں خالی ہونگی اور جان صرف رگوں اور پٹھوں میں لگی رہ جاویگی
اور ان پر آگ کی لپٹیں میں شور کر رہی ہونگی اور وہ لوگ اس حال میں موت کی تمنا کرینگے مگر نہ مرینگے
پس جب تم اون لوگوں کا حال دیکھو کہ منہ تو کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو رہے ہیں اور آنکھوں سے
اندھے اور زبانوں سے گونگے ہیں اور پیٹھیں ٹوٹی ہوئیں ناک کان کٹے ہوے چمڑے کھنچے ہوے
ہاتھ گردن سے بندھے طوق گردنوں میں پڑے ہوے اور پیشانی کے بالوں سے پاؤں بندھے ہوے ہیں
اور آگ پر اپنے چہروں سے چلتے ہیں اور لوہے کے کانٹوں پر اپنی آنکھ کے ڈھیلوں سے چلتے ہیں تو تمہارا
کیا حال ہو تمکو نظر آوے کہ آگ کا شعلہ اونکے اندر کے اجزا میں دوڑ رہا ہے اور ظاہر کے اعضا پر دوزخ کے
سانپ بچھو لپٹے ہیں یہ تو حالات مجمل ہونگے اب اونکی تفصیل کو دیکھیے یعنی اول دوزخ کے جنگلوں اور
اوسکی گھاٹیوں میں فکر کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنم میں ستر ہزار جنگل ہیں اور ہر
ہر جنگل میں ستر ہزار شعبے اور ہر شعبے میں ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو ہیں کافر اور منافق جبتک ان
سب میں ملتا نہ جاتا ہے اپنے انجام کو نہیں پہونچتا اور حضرت علی رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

[illegible]

علیہ وسلم نے فرمایا کہ وادی حزن یا چاہ حزن سے پناہ مانگو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جہنم کا ایک جنگل ہے جس سے جہنم ہر روز ستر بار پناہ مانگتی ہے اوسکو اللہ تعالی نے ریاکار قاریون کے لیے بنایا ہے۔ یہ حال تو جہنم کی وسعت اور اوسکے جنگلون کے شاخ در شاخ ہونیکا ہے اور اوسکے جنگلون کی شمار اتنی ہی ہے جتنی دنیا کے جنگل اور اوسکی خواہشین ہین اور جہنم کے دروازون کی شمار موافق تعداد سات اعضا کے ہے جنسے آدمی گناہ کرتا ہے اور ایک دوسرے کے اوپر ہین سب سے اوپر والا جہنم ہے پھر سقر پھر لظی پھر حطمہ پھر سعیر پھر جحیم اور سب سے نیچے ہاویہ ہے پھر اب ہاویہ کے عمق کو تامل کرو کہ اوسکے عمق کی کچھ حد نہین جیسے کہ دنیا کے شہوات کی کچھ حد نہین یعنی جیسے دنیا کی ایک حاجت پوری نہین ہوتی کہ دوسری اوس سے بڑھکر پیش آجاتی ہے اسیطرح دوزخ کا ایک گڑھا تمام نہین ہوتا کہ دوسرا اوس سے گہرا آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ دفعتہ ایک دھماکا سنا آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے ہم نے کہا کہ اللہ تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے کہ جہنم مین ستر برس ہوئے جب چھوڑا گیا تھا اسوقت اوسکی تہ پر پہونچا پھر دوزخ کے طبقون کے فرق کو تامل کرو کہ آخرت کے درجات بہت بڑے بڑے درجے اور بڑائیان ہین اسیطرح لوگون کا دنیا پر گرنا مختلف ہے یعنی بعض تو غریب ہو کر اوسمین ڈوبے ہوے کیطرح مصروف رہتے ہین اور بعض ایک حد مین تک اوسمین گھستے ہین اسیطرح آگ کا لگنا بھی اونپر متفاوت ہوگا کیونکہ اللہ تعالی ذرہ بھر بھی ظلم نہ کریگا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص دوزخ مین جاویگا یہ ضرور نہین کہ اوسپر ہر قسم کا عذاب ہر درجے ہاویہ دوزخ مین کسیطرح سے جاوے بلکہ ہر شخص پر عذاب ایک حد خاص پر ہوگا جو اوسکی نافرمانی کے موافق ہوا اور پھر بھی جسکو سب سے کم عذاب ہوگا اوسکا یہ حال ہوگا کہ اگر بالفرض اوسکے پاس تمام دنیا ہو تو وہ اپنی تکلیف کی شدت کے عوض مین اوسکو دیڈالے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز آدمی پر کمتر عذاب دوزخ کا یہ ہوگا کہ اوسکو دو جوتیان آگ کی پہنائی جاوینگی جس سے اوسکا منہ اوبلنے لگیگا تو دیکھو جسپر ہلکا عذاب یہ ہوگا اوسکی تو یہ کیفیت ہو جسپر سخت ہوگا اوسکی کیا صورت ہوگی اور اگر تمکو عذاب آتش مین کچھ شک ہو تو اپنی اونگلی ذرا آگ کے پاس لیجاؤ اور اوس سے قیاس کر لو پھر یاد رہے کہ یہ تمہارا قیاس غلط ہوگا اسواسطے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مشابہ نہین مگر چونکہ دنیا مین کوئی عذاب سخت آگ کی نسبت نہین تو عذاب جہنم کو بتلانے کے لیے دنیا کی آگ سے تشبیہ دی ورنہ اگر دوزخیون کو بجای آتش دوزخ کے دنیا کی آگ دیجاوے تو بیشک دوڑ کر اپنی خوشی سے اوسمین کودپڑین اسلیے کہ دوزخ کی

مسلم نے نقل کی ابوہریرہ سے

بخاری و مسلم بروایت نعمان بن بشیر

تکلیف بہت زیادہ ہے اور دنیا کی آگ اوسکی نسبت گویا رحمت ہے اور اسلیے بعض احادیث میں
آیا ہے کہ دنیا کی آگ آب رحمت سے ستر پانی میں دھوئی گئی ہے یہان تک کہ دنیا کے لوگون کے کام کی
ہوئی ہے بلکہ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کی تصریح بھی کر دی کہ اللہ تعالی کے
حکم سے وہ آگ ہزار برس جھونکی گئی یہان تک کہ لال ہو گئی پھر جھونکی گئی یہان تک کہ سفید ہو گئی
پھر جھونکی گئی یہان تک کہ سیاہ ہو گئی اب وہ سیاہ اندھیری ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ
دوزخ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی اور عرض کیا کہ الہی میرے حصے بعض کو کھا لیا اوسکو اجازت
دی کہ دو سانس لے لیا کرے ایک جاڑے میں ایک گرمی میں پس جو سخت گرمی معلوم ہوتی ہے
وہ اوسکے سانس کی حرارت ہے اور جاڑے میں جو شدت کا جاڑا معلوم ہوتا ہے تو وہ اوسکے سانس کی
تاثیر ہے اور حضرت انس رضی فرماتے ہین کہ قیامت کے دن کافرون میں سے زیادہ نازپروردہ
دولتمند شخص کو لاوینگے اور اوسکو حکم ہوگا کہ اسکو آگ میں غوطہ دیدو غوطہ کے بعد اوس سے پوچھا جاویگا
کہ کبھی تو نے آرام دنیا میں پایا تھا وہ کہیگا کہ نہین اور مسلمانون میں سے جسکو دنیا میں سب سے
زیادہ تکلیف ہوئی ہوگی اوسکو لاوینگے اور حکم ہوگا کہ اسکو جنت میں غوطہ دیدو پھر اوس سے پوچھا جاویگا
کہ تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھائی ہے وہ کہیگا کہ نہین — اور حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہین کہ اگر
مسجد میں لاکھ آدمی یا زیادہ ہوں پھر ایک دوزخی دوزخیون میں سے سانس لے تو یہ سب مر جاوینگے
اور بعض علما نے اس آیت کی تفسیر میں تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ کہا ہے کہ آگ اونکو ایک لپیٹ
دیگی جس سے کسی ہڈی پر گوشت نہ چھوڑیگی بلکہ ایڑی پر گرا دیگی — پھر اوس پیپ کی بدبو میں تامل کرو
جو دوزخیون کے بدن میں سے بہیگی یہان تک کہ اوسمین ڈوب جاوینگے اور اوسکا نام غساق ہے —
حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک ڈول جہنم کے
غساق کا دنیا میں ڈالا جاوے تو تمام باشندے بدبو ہو جاوین — اور پینا اونکو جو ملیگا جیسا
بیان ہے فرمایا کہ جیسا قرآن مجید میں ہے يُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ
وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ اور دوسری جگہ ہے وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ
كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا پھر اونکے کھانے کو دیکھو کہ کیسا سخت ہوگا جیسا حق تعالی
فرماتا ہے ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّالُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ
فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ اور فرمایا اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ
فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ اور فرمایا تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ اور فرمایا اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک قطرہ زقوم کا دنیا کے سمندرون مین گر پڑے تو دنیا کے لوگون پر اونکی زندگی خراب ہوجاوے پس کیا حال ہوگا اون لوگون کا جنکی یہ غذا ہوگی۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی رغبت خدای تعالی نے دلائی ہے اوسمین تو رغبت کرو اور جس چیز کو خوف دلایا اور ڈرایا ہے اوس سے ڈرو یعنی اوسکے عذاب اور سزا سے خوف کرو اور جہنم سے ڈرو کہ اگر ایک قطرہ جنت کا تمھاری دنیا مین جسمین کہ تم موجود ہو تمھارے پاس ہو تو دنیا کو تمھارے لیے اچھا کردے اور اگر دوزخ کا قطرہ تمھارے ساتھ اس دنیا مین کہ تم موجود ہو موجود ہو تو تمھارے اوپر اوسکو میلا اور برا کردے۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ والون پر بھوک ڈالدی جاویگی تاکہ اونپر عذاب کی تکلیف ٹھیک ٹھیک ہو پس کھانے کے لیے فریاد کرینگے تو غذا کانٹون کی دیجاویگی جو نہ موٹا کرے نہ بھوک دور کرے اور غصہ کھانے کے لیے جو فریاد کرینگے تو کھانا گلے مین اٹکتا ملیگا پھر یاد کرینگے کہ ہم دنیا مین گلے مین اٹکی چیزون کو پانی سے اوتار لیا کرتے تھے پھر پانی کے لیے فریاد کرینگے تو کھولتا پانی لوہے کے آنکڑون سے اونکو دیا جاویگا جبکی اونکے منہ کے پاس جاویگا تو منہ بھن جاوینگے اور جب وہ پانی پیٹ مین جاویگا تو پیٹ کے اندر کے اعضا کے ٹکڑے کردیگا پھر کہینگے کہ جہنم کے دارونغون کو بلاؤ اونکو بلا کر کہینگے کہ اپنے رب سے دعا مانگو کہ ہمکو کسی روز عذاب مین تخفیف کردے وہ کہینگے کہ کیا تمھارے پاس تمھارے پیغمبر معجزے نہین لائے تھے وہ کہینگے کہ لائے تو تھے دارونغہ کہینگے کہ تو پکارا کرو کافرون کا پکارنا محض گمراہی کا ہے پھر وہ لوگ مالک کو پکار کر کہینگے کہ تیرا رب ہمپر جو حکم کرنا ہو کر چکے مالک جواب دیگا کہ تم دوزخ ہی مین ہوگے اعمش کہتے ہین کہ مالک سے کہنے اور اوسکے جواب دینے مین مینے یہ سنا ہے کہ ہزار برس کا فاصلہ ہوگا پھر کہینگے کہ اپنے رب کو پکارو اوس سے بہتر اور کوئی نہین چنانچہ خدای تعالی سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمپر بدبختی غالب ہوئی اور ہم گمراہ تھے الٰہی ہمکو اس بلا سے نکال اگر پھر ہم ایسا کرین تو ہم ظالم ہونگے جناب الٰہی سے اونکو جواب ملیگا کہ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ یعنی دوزخ ہی مین پھٹکارے پڑے رہو اور مجھسے نہ بولو یہ جواب سنکر ہر ایک خیر سے ناامید ہونگے اور چیخنا چلانا اور حسرت اور ہلاکی کے الفاظ بولنے شروع کرینگے۔ اور حضرت ابو امامہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ترمذی
ترمذی ابو الدرداء ... عن ابی الدرداء
ترمذی

اس آیت کی تفسیر میں کہ وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُهٗ فرمایا کہ پانی اوسکے پاس لیجایا جاویگا تو اوس سے ناک چڑھاویگا مگر جب اوسکے منہ سے لگایا جاویگا تو منہ کو جھلس دیگا اور سر کے کھال گر پڑیگی اور جب پیویگا تو آنتیں کٹکر پاخانے کے مقام سے نکل پڑینگی اللہ تعالی فرماتا ہے وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ اور فرمایا وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ پس بھوک اور پیاس کے وقت یہ غذا اور پانی ہوگا اب دیکھو کہ جہنم کے سانپ اور بچھو بڑی قد کے نہایت زہریلے بڑی صورت کے دوزخیوں پر مسلط ہونگے اور اونپر ایسے برانگیختہ کیے جاوینگے تو ایک دم بھر کے لیے بھی نہ چھٹے اور کاٹنے سے مہلت نہ دینگے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو خدا تعالی نے مال دیا اور اوسنے اوسکی زکوۃ نہ دی تو اوسکا مال قیامت کے روز گنجے سانپ کی صورت کا بنایا جاویگا جسکی آنکھوں پر دو نقطے سیاہ ہونگے وہ اوس شخص کے گلے میں پڑکر اوسکی دونوں باچھیں پکڑ کر کہیگا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر یہ آیت پڑھی وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں سانپ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے ہونگے وہ اگر ایک دفعہ کاٹینگے تو اوسکی لہر چالیس برس تک معلوم ہوگی اور اوسمیں بچھو اتنے بڑے ہونگے جیسے پالان کسے خچر اونکے نیش کی لہر چالیس برس تک رہیگی - اور یہ سانپ اور بچھو اوس شخص پر مسلط کیے جاوینگے جسپر دنیا میں بخل اور بدخلقی اور لوگوں کی ایذا مسلط ہے اور جو ان باتوں سے دنیا میں محفوظ ہو وہ اون سانپوں سے محفوظ رہیگا اور اسکے لیے سانپ مجسم نہ کیے جاوینگے - پھر اسکے بعد دوزخیوں کے جسم کی بڑائی میں فکر کرو کہ اللہ تعالی اونکا جسم طول اور عرض دونوں میں بڑھا دیگا تا کہ اسکے باعث اونکو زیادہ عذاب ہو اور آگ کی لپٹ اور سانپ بچھوؤں کا کاٹنا بہت جگہ پر ہوسکے اور سب کی تکلیف ایکبارگی برابر ہوتی رہے حضرت ابو ہریرہ رضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کافر کی داڑھ دوزخ میں مثل احد پہاڑ کے ہوگی اور اوسکے چمڑے کی موٹائی تین دن کے سفر کی برابر ہوگی اور ایک حدیث میں ہے کہ کافر کا نیچے کا ہونٹ سینے پر آپڑیگا اور اوپر کا اتنا اونچا ہوگا کہ اوسکے چہرہ کو ڈھانپ لیگا - اور ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز کافر اپنی زبان دوزخ کے بند کھانے میں گھسیٹینگے اور لوگ اوسکو اپنے پاؤں تلے پامال کرینگے اور باوجود جسم کے بڑا ہونے کی آگ اونکو بار بار پھونکتی رہیگی یعنی گوشت پوست اونپر سے اُتر جاینگے - حضرت حسن رح اس آیت کی تفسیر میں کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا فرماتے ہیں کہ آگ دوزخیوں کو ایک دن میں ستر ہزار بار کھالیا کریگی جب کھا لیگی تبھی

کہدیا جاویگا کہ پھر ہمیشہ ہی ہوجاؤ وہ تو باجون کے تون ہوجاوینگے - پھر اب دوزخیوں کے رونے میں
فکر کیا اور انکی چیخ پکار اور تباہی اور خرابی پکارنے کو خیال کر کہ یہ باتیں اونپر آگ میں الٹے وقت مسلط کیجاوینگی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنم کو اوس روز اسطرح لاوینگے کہ اوسکی ستر ہزار باگیں ہونگی اور
ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے لگے ہونگے - اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ دوزخیوں پر رونا بھیجا جاویگا تو اتنا روینگے کہ آنسو بہ چکینگے پھر خون روینگے یہانتک کہ چہرون میں
دراڑین سی ہوجاوینگی لکیرین سی ایسی کہ اگر اونمین کشتیاں چھوڑی جاوین تو بہنے لگین اور جبتک کہ اونکو
رونے اور چیخنے اور رونے اور واویلا اور تباہی پکارنے کی اجازت رہیگی تب تک اونکو کچھ راحت ملتی رہیگی مگر پھر
ان باتوں سے بھی روک دیے جاوینگے - اور محمد بن کعب رح فرماتے ہیں کہ دوزخ والے پانچ بار فریاد
مانگینگے پکارینگے تو خدا تعالی اونکو جواب دیگا جب پانچوین ہوگی تو پھر کبھی بولنا نصیب نہ ہوگا اول بار یہ کہینگے
ربنا امتنا اثنتين واحييتنا اثنتين فاعترفنا بذنوبنا فهل الى خروج من سبيل
اللہ تعالی اونکو یون ارشاد فرماویگا ذلكم بانه اذا دعي الله وحده كفرتم وان يشرك به تؤمنوا
فالحكم لله العلي الكبير دوسری بار یہ عرض کرینگے ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا
اللہ تعالی جواب دیگا اولم تكونوا اقسمتم من قبل ما لكم من زوال تیسری بار کہینگے
ربنا اخرجنا نعمل صالحا غير الذي كنا نعمل اللہ تعالی جواب دیگا اولم نعمركم ما يتذكر فيه
من تذكر وجاءكم النذير فذوقوا فما للظالمين من نصير چوتھی بار التجا کرینگے ربنا غلبت
علينا شقوتنا وكنا قوما ضالين ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظالمون
اللہ تعالی اونکے جواب میں ارشاد فرماویگا اخسئوا فيها ولا تكلمون اسکے بعد پھر نہ بولینگے
اور یہ نہایت درجہ کا سخت عذاب ہے مثل مشہور ہے کہ زبردست مارے اور رونے نہ دے - حضرت مالک بن انس رض
فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن اسلم رض نے اس آیت کی تفسیر میں سواء علينا اجزعنا ام صبرنا ما لنا من محيص
ارشاد فرمایا کہ سو برس صبر کیا اور سو برس بیقراری کی پھر کہا سواء علينا الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز موت کو حاضر کرینگے ایسی صورت میں کہ گویا سفید مینڈھا ہے پھر وہ
جنت اور دوزخ کے درمیان میں ذبح کیجاویگی اور اہل جنت سے کہدیا جاویگا کہ اب ہمیشہ رہنا ہے
بلا موت کے اور دوزخ والوں کو سنا دیا جاویگا کہ سدا رہنا ہے بے مرنے کے - اور حضرت حسن بصری
سے مروی ہے کہ ایک شخص ہزار برس کے بعد دوزخ سے نکلیگا اور وہ شخص میں ہی ہوتا تو کیا اچھا ہوتا
اور ایک بار کسی نے آپکو ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے روتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ کیون روتے ہیں

آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہین مجھے دوزخ مین ڈالدے اور کچھ پروا نکرے۔ غرضکہ مجملاً عذاب
اہل جہنم کی قسمین یہہ ہین اور اوسکے غمون اور محنتون اور حسرتون کی تفصیل کی کچھ انتہا نہین۔ شدت عذاب
کے ساتھ جو بڑی مصیبت دوزخیون پر ہوگی یہی ہے کہ راحت جنت کے نہ ملنے کی حسرت اور خداے تعالی کے
نملنے کی حسرت اور اوسکی خوشنودی کے کھو بیٹھنے کی حسرت ہوگی اور جانتے ہونگے کہ یہ سب نعمتین ہم نے
چند کھوٹے داموں کی عوض مین دے ڈالین یعنی ان نعمتون کو جو کھویا تو صرف دنیا کے چند چھوٹے دنون
کی شہوات کے بدلے مین ضائع کیا اور وہ بھی صاف از کدورت نتھین بلکہ کدورت آمیز تھین اسیلیے
کہینگے کہ ہاے افسوس ہمنے اپنے نفسونکو اپنے پروردگار کی نافرمانی کرکے کیسے ہلاک کیا اور چند چھوٹے دنون
کی صبر کی تکلیف نہ اوٹھائی اگر ہم صبر کرتے تو وہ دن گذر ہی جاتے اور اب ہم راضی اور خوش اور
چین چان سے خداے تعالی کے سایہ مین ہوتے پس جب لذات آخرت تو جاتے رہے اور ان مکروہات
مین مبتلا ہوے اور اونکے پاس دنیا کی آسائش اور لذات سے کچھ نرہا تو اس حسرت کا کیا ٹھکانا ہے پھر اگر وہ
جنت کی آسایش کو مشاہدہ نکرتے تب بھی اونکو زیادہ حسرت نہوتی مگر جنت کی بہار بھی اونکے سامنے
کیجاویگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز کچھ لوگون کو حکم ہوگا کہ جنت
کی طرف لیجاؤ جب وہ اوسکے پاس جاوینگے اور اوسکی خوشبو سونگھینگے اور اوسکے محلون کو دیکھینگے اور جو چیزین کہ اللہ تعالی نے
جنت والون کیواسطے تیار کین اونپر اونکی نگاہ پڑیگی تو آواز ہوگی کہ انکو وہان سے ہٹا لو جنت مین
انکو کچھ بہرہ نہین پس وہان سے ایسی حسرت لیکر پھرینگے کہ ایسی اگلون پچھلون مین کسیکو نہوئی ہوگی
اور عرض کرینگے کہ الٰہی اگر تو ہمکو پہلے ہی دوزخ مین ڈالتا اور یہ بہارین اور اپنے دوستون کے لیے
جو کچھ تونے تیار کی ہین ہمکو نہ دکھاتا تو دوزخ مین جانا آسان معلوم ہوتا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا
کہ مین نے قصداً ایسا کیا ہے اسلیے کہ تم دنیا مین جب علیحدہ ہوتے تھے تو بڑی بڑی نافرمانیون سے
میرے سامنے ہوا کرتے تھے اور جب لوگون سے ملتے تھے تو اونسے فروتنی سے ملتے اونکو دکھلانیکو
وہ باتین کرتے جو دل سے میرے واسطے نکرتے لوگون سے ڈرتے اور مجھسے نہ ڈرتے اونکی تعظیم
کرتے اور میری نکرتے اونکی خاطر سے کوئی چیز چھوڑ دیتے اور میری خاطر سے نہ چھوڑتے تو آج مین
تمکو عذاب دردناک چکھاؤنگا اور ثواب پایدار سے جدا محروم کر دیا ہے۔ احمد بن حرب کہتے ہین
کہ عجیب بات ہے کہ ہم لوگ دھوپ کے اوپر تو سایہ کو ترجیح دیتے ہین مگر دوزخ پر جنت کو ترجیح نہین دیتے
اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ بہت سے جسم صحیح اور صورتین ملیح اور زبانین فصیح قیامت
کے روز دوزخ کی تہون مین فریاد کرینگی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مجھکو تیرے آفتاب کی

گرمی پر تو صبر ہی نہین پھر دوزخ کی گرمی پر تجھکو کیسے صبر ہوگا اور نہ تیری مہربانی کی آواز پر تو تجھکو صبر
نہین پھر تیرے عذاب کی آواز پر تجھے کیسے صبر ہوگا - پس اے مسکین ان ہولون کو دیکھ اور جان کہ
خدای تعالی نے دوزخ کو مع اوسکے ہولون کے پیدا کیا ہے اور اوسکے واسطے اہل بنائے ہین کہ وہ
زیادہ ہون نہ کم ہون اور یہ بات پہلے سے ہو چکی ہے اور اس سے فراغت ہو گئی اور اللہ تعالی
جو فرماتا ہے وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ اسمین اشارہ فیصلہ
کیطرف ہی مگر حکم قیامت کے دن نہین ہوگا بلکہ وہ تو ازل الازال مین ہو چکا اوسکا ظہور قیامت کے روز
ہوگا تو تجھے نہایت تعجب ہے کہ تو ہنسی اور کھیل اور دنیا کی حقیر چیزون مین مصروف ہوتا ہے اور نہین
جانتا کہ حکم قضا تیرے حق مین ازل مین کیا ہو چکا ہے - اب اگر یہ تو پوچھے کہ مجھکو کیا معلوم ہے کہ میرا اوتار ا
کہان ہوگا اور ٹھکانا اور مآل کس چیز کیطرف ہے اور حکم قضا ہمارے بارہ مین کیا ہو چکا ہے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ اس امر کی ایک پہچان ہے جس سے کہ تمکو اپنے رجا کا حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہو سکتا ہے
اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے احوال و اعمال پر نظر کرو اسلیے کہ ہر ایک شخص کو وہی کام میسر ہوتا ہے جسکے لئے
وہ پیدا ہوا ہے پس اگر تیرا یہ حال ہو کہ بھلائی تیرے لیے میسر کی گئی ہے تو تجھکو خوش ہونا چاہئیے کہ تو دوزخ سے
دور رہیگا اور اگر یہ حال ہو کہ جہان خیر کا قصد کیا بہت سے موانع پیش آگئے اور اوسکو دور کرتا رہا اور جہان
شر کا قصد کیا تو فوراً اوسکے لوازم تجھکو میسر ہو گئے تو جان لے کہ تیرے اوپر حکم دگرگون ہو چکا اسلیے
کہ ان باتون کی دلالت انجام الہی پر ایسی ہے جیسے مینہ کی دلالت روئیدگی پر اور دھوئین کی دلالت آگ پر
اور چونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ تو اپنے نفس کو
دونون آیتون پر پیش کر دونون گھرون مین سے تجھے اپنا ٹھکانا تو معلوم ہو جاوے گا -

تیرھوان بیان جنت کی کیفیت اور اوسکی راحت کے اقسام مین - واضح ہو کہ جس گھر کے غمون
اور مصائب کا حال اوپر گذرا اوسکے مقابل ایک اور گھر ہے اب اوسکی راحت اور خوشی مین تامل کرنا چاہیے
اسلیے کہ جو شخص ان دونون مین سے ایک سے دور ہوگا وہ بالضرور دوسرے مین جا ٹھہریگا پس تجھکو چاہیے
کہ دوزخ کے احوال کو فکر کرکے تو اپنے دل مین خوف پیدا کرے اور جنت والون کے لیے جو جنت دائمی
کا وعدہ ہے اوسمین بہت فکر کرکے رجا پیدا کرے اور اپنے نفس کو خوف کے تازیانے لگا اور رجا کی
باگ سے راہ راست کیطرف کھینچ اسکے باعث تجھکو بڑی سلطنت ملیگی اور عذاب دردناک سے محفوظ رہیگا
پس جنت والون کے حال مین فکر کر کہ اونکے چہرون پر آرام کی تازگی ہوگی اور شراب سر بمہر پلائی جاتی
ہونگی اور یاقوت سرخ کے منبرون پر در شاداب اور سفید کے خیمون مین بیٹھے ہونگے [illegible]

[illegible]

بیشک نیک لوگ آرام مین ہین اور بیشک بدکار دوزخ مین ہین ۱۲

سبز چھپر کھٹ بچھے ہوئے اور تختوں پر تکیے لگے ہوئے ہونگے اور وہ نہریں شراب اور شہد کی نہروں کے
کناروں پر کھڑے ہوئے اور غلاموں اور بچوں سے آباد ہوئے اور گوری گوری عورتوں بڑی بڑی
آنکھ والیوں سے آراستہ خوش خلق اور خوبصورتوں سے قرین ہونگے وہ حوریں ایسی ہونگی گویا یاقوت اور
مونگا ہیں اور اونکو اون سے پہلے کسی نے نہیں چھوا ہوگا جنت کے درجوں میں خرامان ناز کرینگی اور جب
اون میں کوئی حور جھکیگی تو اوسکے دامنوں کو ستر ہزار لڑکے اوٹھاوینگے اور اونپر سفید حریر کی چادریں
ایسی ہونگی کہ جنکو دیکھکر آنکھیں دنگ ہوں موتی اور مونگے سے جڑی ہوئی تاج اونکے سر پر ہوں
آنکھوں میں سرمہ لگے ہوئے ناز کی چال [illegible] اور نزاکت سے یاقوت کے محلوں میں پردہ نشین
نیچی نگاہ والیاں ہونگی اونکے مکان جنت کے باغوں کے بیچ میں ہونگے پھر اون مردوں اور
عورتوں پر [illegible] اور [illegible] کا دور ہوگا اور شراب خالص [illegible] پینے والوں کو جس سے لذت ہو
اوسکے پیالے اونمیں پلاینگے اور ان پیالوں کو اونکے لڑکے خالص موتی جیسے [illegible] اونکی
بھلائی کا بدلہ ہوگا کہ چین سے مقام امن میں باغوں اور چشموں کے درمیان بستانوں اور نہروں کے بیچ میں
سچی بیٹھک میں اپنے بادشاہ قدرت والے کے پاس بیٹھے اوسکی صورت کریم کو تاکتے ہونگے اور اس لذت کی
شادابی اونکے چہرے پر چمکتی ہوگی نہ اونپر گرد ہوگی نہ ذلت بلکہ بندہ ہائے معزز ہونگے اور طرح طرح کے
تحفوں سے پروردگار کیطرف سے اونکی خبرگیری ہوتی ہوگی غرضکہ اپنی خاطر خواہ آرزوؤں میں ہمیشہ
رہینگے کہ کسیکا خوف ہوگا نہ غم کرینگے اور موت کے شبہ سے بے خوف رہکر جنت میں چین کرینگے اور اوسکی
غذاؤں میں سے کھاینگے اور نہروں میں سے دودھ اور شراب اور شہد پینگے اون نہروں کی زمین
چاندی کی ہوگی اور کنکر مونگے کی اور مٹی مشک اذفر کی اور سبزہ زعفران کا اور بادل ہوا میں برسیگا
[illegible] پانی نسرین [illegible] کافور کی ٹیلوں پر [illegible] اور [illegible] ہونگے [illegible] اور [illegible] لگے ہونگے
[illegible] اور [illegible] شراب [illegible] سلسبیل شیریں کی ملی ہوگی [illegible] ایسے ہونگے
آبدار [illegible] کی صفائی کے باعث شراب کی سرخی اور لطافت اون میں سے صاف نمایاں ہوگی اونکو
کسی آدمی نے نہیں بنایا جسکی بناوٹ میں کسیطرح کا قصور اور نقصان رہا ہو اور اپنے خادم کے ہاتھ میں
ہونگے جنکے چہرے کی چمک سورج کی جوت کے مشابہ ہوگی سورج میں وہ صورت کی ملاحت اور
بالوں کی خوبی اور آنکھوں کی ملاحت کہاں پس تعجب ہے اوس شخص سے کہ ایسے گھر پر ایمان
رکھتا ہے اور یقین رکھتا ہو کہ اوسکے باشندے نہیں مرینگے اور جو اوسمیں جا پڑیگا اوسپر درد اور
مصیبت نہ آویگی اور نہ کوئی حادثہ نگاہ تغیر و تبدل اوسکے باشندوں کیطرف دیکھیگا تو وہ شخص

ایسے دار فانی میں کیسے دل لگاتا ہے جسکے خراب کرنے کا حکم خدای تعالی نے دیا ہے اور اوسکو
زندگی یہاں کی کیسی خوشگوار معلوم ہوتی ہے بخدا کہ اگر بالفرض جنت میں بجز تندرستی اجسام کے
اور موت اور بھوک اور پیاس وغیرہ حوادث سے محفوظ رہنے کے اور کچھہ نہوتا تب بھی لائق تھا کہ دنیا کو
اوسکے سبب چھوڑ دیا جائے اور ایسی چیز کو جسکا منقطع ہوجانا اور بگڑ رہنا ضروری ہے جنت پر
ترجیح نہ دیجائے اور جس صورت میں کہ جنت والے بادشاہ سب باتوں سے مامون اور ہر ایک طرح کی
خوشی سے بہرہ ور ہوں اور سب دل چاہتی باتیں اونکو میسر ہوں اور ہر روز عرش الہی پر حاضر ہو کر
دیدار الہی کی وہ لذت پاتے ہوں جو تمام لذات جنت سے اعلی اور اشرف ہے بلکہ اوسکے سامنے وہ لذتیں
کچھہ اصل ہی نہیں اور ہمیشہ انہی آسایش اور اقسام آرام میں گذارتے ہوں اور زوال سے بے خوف ہوں
تب تو دنیا میں دل لگانا کمال ہی حماقت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے جنت والو تمکو وہ تندرستی ہے کہ کبھی بیمار نہوگے اور
تمکو وہ زندگی ہے کہ کبھی نہ مروگے اور تمکو وہ جوانی ہے کہ کبھی بوڑھے نہوگے اور تمکو وہ تونگری ہے
کہ کبھی محتاج نہوگے تو یہی ہے اللہ تعالی کا فرمانا وَنُودُوا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
اور جب تمکو جنت کی کیفیت دریافت کرنی منظور ہو تو قرآن مجید کو پڑھو کہ اوس سے زیادہ اور کوئی بیان
نہیں اور اس آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ سے لیکر آخر سورہ رحمن تک تلاوت کرو اور
سورہ واقعہ وغیرہ کو پڑھو اور اگر منظور ہو کہ احادیث سے جنت کی صفات کی تفصیل معلوم کرو تو حدیث
کی رو سے کئی امور جنت کے قابل لحاظ ہیں اول جنتوں کے شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیت
مذکورہ بالا کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ دونوں جنتیں چاندی کی ہونگی اور انکے برتن اور
انمیں کی چیزیں سب چاندی کی ہونگی اور دو جنتیں مع برتنوں اور اپنے اندر کی چیزوں کے سونے کی
ہونگی اور لوگوں میں اور اپنے پروردگار کے دیکھنے میں بجز چادر کبریا کے اور کوئی چیز حائل نہیں
چادر اوسکی وجہ کریم پر بہشت عدن میں ہے دوم جنت کے دروازوں کو تامل کرو کہ وہ موافق اصول
طاعات کے بہت ہیں جسطرح کہ دوزخ کے دروازے موافق اصول معاصی کے کئی تھے حضرت ابو ہریرہ رضہ
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال میں خدای تعالی کی راہ میں جوڑا جوڑا
خرچ کریگا وہ جنت کے دروازوں میں سے بلایا جاویگا اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں پس جو کوئی
نمازی ہوگا وہ باب الصلوۃ سے پکارا جاویگا اور جو شخص روزہ دار ہوگا وہ باب الریان سے
پکارا جاویگا اور جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا وہ باب الصدقہ سے بلایا جاویگا اور جو اہل جہاد ہوگا

بخاری و مسلم روایت ابو ہریرہ

بخاری و مسلم

وہ باب الجہاد سے بلایا جاویگا پس حضرت ابو بکر رضہ نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور نہین کہ کوئی کسی دروازہ سے بلایا جاوے الا کوئی ایسا بھی ہے کہ اون سب دروازون سے بلایا جاوے آپنے فرمایا کہ ہان ایسے لوگ بھی ہونگے کہ جنت کے سب دروازون سے بلائے جاوینگے اور مجھکو توقع ہے کہ تو اونمین سے ہو

اور عاصم بن ضمرہ حضرت علی رض سے روایت کرتے ہین کہ حضرت علی رضہ نے دوزخ کا ذکر فرمایا اور اوسکے باب مین ایسی طویل تقریر کی کہ مجھکو یاد نہین بعد اوسکے یہ آیت پڑھی وَسِیقَ الَّذِینَ اتَّقَوا رَبَّھُم اِلَی الجَنَّۃِ زُمَرًا اور فرمایا کہ جب یہ لوگ اوسکے کسی دروازے پر پہونچینگے تو اوسکے پاس ایک درخت دیکھینگے جسکی جڑ کے پاس دو چشمے بہتے ہونگے وہ بموجب حکم کے اون دونون مین سے ایک کا قصد کرینگے اور اوسکا پانی پیونگے اور پیتے ہی پیٹ مین جو ایذا یا حاجت ہوگی وہ جاتی رہیگی پھر دوسرے چشمے کیطرف قصد کرینگے اور اوس سے نہاوینگے اور بہشت کی شادابی عیان ہوگی پھر کبھی انکے بالون مین فرق نہ آویگا اور انکے بدن پراگندہ نہ ہونگے ہر وقت ایسے معلوم ہونگے کہ تیل ڈالا ہوا پھر جنت تک پہونچینگے تو جنت کے داروغہ اونسے کہینگے سَلَامٌ عَلَیکُم طِبتُم فَادخُلُوھَا خٰلِدِینَ پھر اونسے لڑکے ملینگے اور اونکا گرد ایسا لینگے جیسے کوئی رشتہ دار دنیا مین دور سے آیا کرتا ہے اور اوسکے گرد ہوا کرتے ہین وہ لڑکے اونسے کہینگے کہ تمکو بشارت ہو اوس کرامت کی کہ خدا تعالی نے تمہارے لیے تیار کی ہے پھر ایک لڑکا ان لڑکون مین سے جاکر اوس جنتی کی کسی حور سے کہیگا کہ فلان شخص آیا ہے اور وہی نام لیگا جو دنیا مین اوسکا تھا وہ کہیگی کہ تونے اوسکو دیکھا ہے لڑکا کہیگا کہ ہان دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے آتا ہے وہ حور خوشی کے مارے اوٹھے گی اور اپنے دروازے کی دہلی پر پیشوائی کو آکھڑی ہوگی جب جنتی اپنے گھر مین داخل ہوگا تو دیکھیگا کہ پتھرون کی جگہ موتی ہین اور اوپر ایک عمارت عالیشان سرخ زرد سبز ہر ایک رنگ کی بنی ہے پھر اپنا سر اوٹھاویگا تو چھت بجلی سی چمکتی نظر آویگی اور اگر خدا تعالی نظر کو قدرت نہ دیتا تو کیا عجب تھا کہ اوسکی چمک سے نظر جاتی رہتی پھر اپنی نظر کو نیچی کریگا تو دیکھیگا کہ اوسکی بیبیان ہین اور پیالے رکھے ہوے اور فرش بچھے ہوے اور تکیے لگے ہوے ہین پھر تکیہ لگا کر کہیگا کہ خدا تعالی کا شکر ہے جسنے ہمکو اسپر ہدایت کی اگر خدا تعالی ہدایت نہ فرماتا تو ہم اس قابل نہ تھے کہ راہ پاتے پھر ایک منادی پکاریگا کہ تم زندہ رہوگے کبھی نہ مروگے اور ٹھیرو گے کبھی سفر نہ کروگے اور تندرست رہوگے اسطرح کہ کبھی بیمار نہوگے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز مین جنت کے دروازے پر آکر اوسکو کھلواؤنگا داروغہ کہیگا کہ تم کون ہو مین کہونگا کہ محمد ہون وہ کہیگا کہ مجھکو بھی حکم ہے کہ آپسے پیشتر کسیکے لیے دروازہ نہ کھولون

تیسری جنت کی گنتی کو اون مین تامل کرو اور اونکے درجون کی بلندی کے متفاوت ہونے کو دیکھو کہ آخرت مین

ف ۱ [illegible]

ف ۲ [illegible]

ف ۳ [illegible]

بڑے سے بڑے درجے اور فضیلتیں ہیں اور جس طرح کہ آدمیوں میں ظاہر کی طاعتوں اور باطن کی عمدہ عادتوں میں
فرق ہوتا ہے اسی طرح جو اونکو ثواب ملیگا اوسمیں تفاوت ہوگا پس اگر کسیکو یہ منظور ہو کہ سب سے
اعلیٰ درجہ پائے تو چاہیے کہ اسبات میں کوشش کرے کہ کوئی شخص اوس سے خدا تعالیٰ کی طاعت میں
بڑھنے نپائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی اس بات میں حرص کرنیکا
حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور فرمایا وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ
الْمُتَنَافِسُوْنَ اور تعجب ہے کہ اگر آدمی پر اوسکے ہمسر یا ہمسایے روپیہ میں خواہ اونچا مکان بنانے میں
بڑھجاوین تو یہ امر اوسپر شاق ہو اور اوس سے نہایت دلتنگ ہو اور جسکے بارے زندگی تلخ ہوجاوے
اور جنت میں عمدہ حال یہ ہوگا کہ بہت سے اسطرح کے ہونگے کہ اوس سے ایسی ایسی باتوں میں بڑھے
ہونگے کہ جنکے سامنے تمام دنیا کی کچھ اصل نہیں چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے کھڑکیوں والوں کو اپنے اوپر ایسا دیکھینگے جیسے تم ستارے کو
مشرق اور مغرب کے کنارے میں جاتا دیکھتے ہو اور وہ واسطے اپنے فضل کے ہونگے کہ جنت والوں میں
اور اونمیں رتبے کی رو سے بہت فرق ہوگا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ درجے انبیاء کے
ہونگے اونکے سوا اوروں کو نہ ملینگے آپنے فرمایا کہ کیوں نہیں ملینگے قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں
میری جان ہے اس رتبے والے وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی
اور ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا کہ بلند درجے والوں کو اونکے نیچے کے لوگ ایسے دیکھینگے جیسے
تم آسمان کے کسی کنارے سے ستارے کو نکلتے دیکھتے ہو اور ابوبکر اور عمر رضی اونہیں بلند درجے والوں
میں اور فضل میں بڑھکر ہیں ۔ اور حضرت جابر رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے
فرمایا کہ تم سے میں جنت کی کھڑکیوں کا بیان کروں میں نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ پر ہمارے ماں باپ
فدا ہوں آپنے فرمایا کہ جنت میں کھڑکیاں ہیں جوہر کی قسم سے جنمیں سے اندر کی چیز باہر اور باہر کی اندر
معلوم ہوتی ہے اور اونمیں راحت اور لذت اتنی ہے کہ نہ آنکھوں دیکھی نہ کانوں سنی نہ کسی آدمی کے
دلمیں گذری میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کھڑکیاں کن لوگوں کو ملینگی آپنے فرمایا اون لوگوں کو جو
سلام کو پھیلا دیں اور کھانا کھلاویں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور رات کو لوگوں کے سوتے ہوئے نماز پڑھیں راوی
کہتے ہیں کہ ہمنے عرض کیا کہ ان باتوں کی طاقت کسکو ہے آپنے فرمایا کہ میری امت اسکی طاقت رکھتی ہے
اور اب میں تمکو اسکا حال بتاتا ہوں جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے ملے اور اوسکو سلام کرے خواہ سلام کا
جواب دے تو اوسنے سلام کو پھیلایا اور جسنے اپنے گھر والوں اور کنبے کو اتنا کھانا کھلایا کہ اونکا پیٹ

پھر دیا تو اوسنے کہانا کہلایا اور جسنے رمضان کے روزے رکھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھے
اوسنے ہمیشہ روزے رکھے اور جسنے نماز عشا اور نماز فجر جماعت سے پڑھی اوسنے رات کو نماز پڑھی کہ
لوگ سوتے ہوتے ہین یعنی یہود اور نصاری اور مجوس - اور کسینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس
آیت کے معنی پوچھے وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ آپنے فرمایا کہ مساکن سے غرض موتی کے
محل ہین ہر محل مین ستر گھر لعل سرخ کے ہین اور ہر گھر مین ستر کوٹھریان ہین سبز زمرد کی ہر کوٹھری مین
ستر تخت ہین ہر تخت پر ستر فرش ہر رنگ کے ہین ہر فرش پر ایک بی بی حورون مین سے ہے ہر کوٹھری مین
ستر دسترخوان ہین ہر دسترخوان پر ستر رنگ کا کہانا ہے ہر کوٹھری مین ستر لونڈیان ہین اور ایماندار کو
ہر روز اتنی طاقت عنایت ہوگی کہ ان سب سے ہم بستر ہو جاوے جو شخص جنت کی دیوار اور زمین اور
درخت اور نہرون مین تامل کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جو اوسمین ہونگے وہ کیسے اوسکی صورت
دیکہکر خوش ہونگے اور جو لوگ اوس سے محروم رہینگے اونکو کیسی کچھ حسرت ہوگی کہ اوسکے بدلے اونہون
دنیا پر قناعت کی حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی دیوار کی
ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک سونے کی اور اوسکی مٹی زعفران ہے اور گارا مشک ہے - اور کسینے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کا حال پوچھا تو آپنے فرمایا کہ سفید میدہ اور مشک خالص ہے
اور حضرت ابو ہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ جسکو منظور ہو
کہ آخرت مین اوسکو خدای تعالی شراب پلاوے تو چاہیے کہ دنیا مین شراب نہ پیوے اور جسکو منظور ہو کہ
خدای تعالی اوسکو آخرت مین حریر پہناوے تو چاہیے کہ دنیا مین حریر کا پہننا ترک کرے - جنت کی نہرین
مشک کے ٹیلون یا مشک کے پہاڑون کے نیچے سے نکلتی ہین اور اگر جنت کے لوگون مین سے
کسیکے پاس سب سے کمتر زیور ہو اور وہ تمام دنیا کے زیور سے مقابلہ کیا جاوے تو ہو نہ ہو کہ اللہ تعالے
آخرت مین دیگا وہ تمام دنیا کے زیور سے اچھا ہوگا - اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین ایک درخت ایسا ہے کہ اگر سوار اوسکے سایے مین سو برس چلے
تب بھی اوسکو تمام نکر پاوے اگر چاہو تو قرآن مجید مین سے وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ پڑھ لو - اور حضرت ابو امامہ رض
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی ہمکو اعراب اور اونکے
مسائل سے نفع دیتا ہے ایکبار ایک عرب آیا اور اوسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین
درخت ایذا دہندہ کو ذکر فرمایا ہے اور مجھے معلوم نہ تہا کہ جنت مین کوئی درخت ایسا بھی ہے جو جنتی کو
ایذا دے آپنے فرمایا کہ وہ کونسا درخت ہے اوسنے عرض کیا کہ بیری جسمین کانٹے ہوتے ہین آپنے

فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے فی سبیل یعنی جو شخص اللہ تعالی اوسکے کانٹے کا شرح اور ہر ایک کی
کی جگہ ایک پھل لگا دیگا کہ ہر پھل میں بہتر طرح کا مزا ہوگا اور ایک دوسرے سے ملتا نہوگا۔ اور
جریر بن عبد اللہ رح کہتے ہیں کہ ہم صفاح میں گئے دیکھا تو ایک شخص درخت کے نیچے سوتا ہے
اور دھوپ اوسپر آ گئی تو میں نے غلام سے کہا کہ یہ چمڑے کا بچھونا لیجا اور اوسپر سایہ کرلے اوسنے جاکر
سایہ کر لیا جب وہ جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رض ہیں میں نے اونکی خدمت میں جاکر
سلام کیا آپ نے فرمایا کہ اے جریر اللہ کے واسطے تواضع کر جو شخص دنیا میں خدا تعالی کے واسطے
تواضع کرتا ہے اللہ تعالی اوسکو قیامت میں بزرگی دیتا ہے تجکو معلوم ہے کہ قیامت میں تاریکیاں
کیا ہونگی میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ لوگون کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا پھر ایک
چھوٹی سی لکڑی اوٹھائی کہ چھوٹی ہونے کی جہت سے انگلیوں میں معلوم نہوتی تھی پھر فرمایا کہ اے جریر
اگر تو اسکے موافق جنت میں ڈھونڈھیگا تو نپائیگا میں نے عرض کیا کہ پھر خرما کے درخت اور دوسرے درخت
کہان جاوینگے فرمایا کہ وہ لکڑی کے نہونگے اونکی جڑیں موتی اور سونے کی ہونگی اور اونکے اوپر پھل
یا گچھے ہونگے اہل جنت کے لباس اور فرش اور [illegible] اور خیمون کو [illegible] اللہ تعالی نے ارشاد
[illegible]
تفصیل [illegible] چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رض [illegible] کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ نعمت دیا جاویگا کہ محتاج نہوگا اور نہ اوسکے کپڑے پرانے ہونگے
نہ جوانی گھٹیگی اور جنت میں وہ نعمتیں ہونگی نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی نہ کسی آدمی کے دل میں
گذریں۔ اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہشت [illegible] کے کپڑون کا حال بیان فرمایئے
کہ وہ مخلوق ہونگے کہ پیدا کیے جاوینگے یا بناوٹ ہوگی کہ بنائے جاوینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سکوت فرمایا اور بعض لوگ ہنسنے لگے آپ نے فرمایا کہ تم کیون ہنستے ہو کیا اس سے کہ جو شخص
نہیں جانتا وہ جاننے والے سے پوچھتا ہے پھر فرمایا کہ جنت کے میوون میں سے نکلا کرینگے دو بار اسکو
ارشاد فرمایا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اول گروہ
جو جنت میں داخل ہوگا اونکی صورتیں چودھوین رات کے چاند کی سی ہونگی وہ نہ جنت میں تھوکینگے
نہ سنکینگے نہ پاخانہ پھرینگے اونکے برتن اور کنگھیاں سونے چاندی کی ہونگی اور اونکا پسینا مشک کا ہوگا
ہر ایک کے لیے اونمیں سے دو بیبیاں ہونگی جنکی پنڈلیون کا مغز گوشت میں سے حسن اور لطافت کی وجہ سے
معلوم ہوتا ہوگا نہ اونمیں اختلاف رہیگا نہ دلون میں بغض بلکہ ایک دل ہو کر صبح شام خدا تعالی کی تسبیح

[illegible] نسائی [illegible] بخاری و مسلم ۱۲

کریں گے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر ایک بی بی پر ستر لباس ہونگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس آیت کی تفسیر میں یُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ فرمایا ہے کہ اون لوگوں کے تاج ایسے ہونگے
کہ ادنیٰ موتی اونکا مشرق و مغرب کو روشن کردے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا
کہ خیمہ جنتیوں کا موتی بیچ میں سے خالی ہوگا جسکی اونچائی ساٹھ میل کی ہوگی اوسکے ہر ایک گوشے میں
مومن کی گھر والی ہوگی جسکو دوسری نہ دیکھیگی یہ روایت بخاری نے اپنی کتاب میں لکھی ہے حضرت ابن عباس
فرماتے ہیں کہ خیمہ موتی کا مجوف ہے اوسکا طول عرض ایک فرسخ کا اور چار ہزار دروازے سونے کے ہونگے
اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی میں وَ
فُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ فاصلہ درمیان دو فرشوں کے اتنا ہوگا جتنا آسمان اور زمین میں ہے
چوتھی جنت والوں کے کھانے پینے کا حال کھانے کا حال قرآن مجید میں مذکور ہے کہ میوے اور دودھ
اور من و سلوی اور شہد اور دودھ اور بہت سے اقسام بیشمار ہونگے اللہ تعالی فرماتا ہے كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا
مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا
اور اہل جنت کے پینے کی چیز کا حال بھی خدا تعالی نے بہت سی جگہوں میں ذکر فرمایا ہے اور ثوبان مولی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا کہ ایک
عالم علماء یہود میں سے آیا اوسنے چند سوال پوچھے یہانتک کہ پوچھا کہ پل صراط پر لوگوں میں سے اول کون
اوتریگا آپنے فرمایا کہ فقراء مہاجرین یہودی نے پوچھا کہ جب وہ جنت میں جاوینگے تو اونکو تحفہ کیا ملیگا
آپنے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کے کباب اوسنے عرض کیا کہ اسکے بعد اونکی غذا کیا ہوگی آپنے فرمایا کہ جنت کا
بیل جو اوسکے کناروں میں کھاتا پھرتا ہے وہ اونکے لیے ذبح ہوگا اوسنے پوچھا کہ اوسکے بعد پانی کیا ہوگا
آپنے فرمایا کہ جس چشمے کا نام سلسبیل ہے اوس میں سے پانی پئینگے اوسنے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں
اور زید بن ارقم رض فرماتے ہیں کہ ایک شخص یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا
اور عرض کیا کہ اے ابو القاسم آپ فرماتے ہیں کہ جنت کے لوگ اوس میں کھاوینگے پئینگے
اور اپنے یاروں سے کہا کہ اگر آپ اس امر کا مجھسے اقرار کرلینگے تو میں اعتراض کرونگا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جنتیوں میں سے
ایک ایک کو طاقت سو مردوں کے کھانے اور پینے اور صحبت کی عنایت ہوگی یہودی نے کہا کہ
جو شخص کھاتا پیتا ہوگا اوسکو پاخانے کی احتیاج ہوگی آپنے فرمایا کہ پاخانہ کی عوض یہ ہوگا کہ اوسکے
پوست سے پسینا مشک کے مانند بہیگا اور پیٹ صاف ہوجاویگا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جنت میں پرند کو دیکھیگا اوسکی خواہش کریگا تو وہ تیرے سامنے
ذبح ہوکر بھن جاویگا۔ اور حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں
کچھ پرند مثل بختی اونٹ کے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ وہ خوب ہیں یارسول اللہ آپ نے فرمایا
کہ اونسے خوب زیادہ وہ ہیں جو انکو کھاویگا اور تو اے ابوبکر اون لوگون میں سے ہے جو انکو کھاوینگے
اور حضرت عبد اللہ بن عمرو اس آیت کی تفسیر میں يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ ارشاد فرماتے ہیں
کہ جنت والون پر ستر پیالون کا سونے کے دور ہوگا کہ ہر ایک میں دوسرے سے نئی قسم کا کھانا ہوگا جو
دوسرے میں نہوگا اور حضرت ابن مسعود وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ملونی اصحاب یمین
کے لیے بالائی جاویگی اور مقرب لوگ اوسکو خالص بے ملونی کے پیئینگے۔ اور حضرت ابو درداء خِتَامُهُ
مِسْكٌ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک سفید شراب چاندی کے مانند ہوگی جس سے جنت والون کی
آخر شراب پر مہر کرینگے اگر کوئی شخص دنیا والون میں سے اوسمیں اپنا ہاتھ ڈالے پھر نکال لے تو کوئی جاندار باقی نرہے
کہ اوسکی خوشبو اوسکو نہ پہونچے [illegible] اور حور اور لڑکون کی کیفیت کو سورۂ قرآن مجید میں اونکا وصف
بیان ہے اور احادیث میں کچھ زیادہ شرح ہے وہ اور ہے چنانچہ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ میں ایکبار صبح کو جانا یا شام کو جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے
اور تمہیں سے کسی کی مقدار قوس یا پاؤن رکھنے کی جگہ جنت میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر کوئی
عورت جنت والون کی عورتون میں سے زمین کی طرف آجاوے تو آسمان و زمین کے درمیان اوجالا ہوجاوے
اور خوشبو سے بھر جاوے اور اوسکے سر کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدری
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ کی
تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ اونکی صورتیں پردوں میں سے آئینہ سے بھی صاف نظر آوینگی اور اونکے زیور
میں سے ادنی موتی مشرق سے لیکر مغرب تک روشن کردیگا اور اونپر ستر کپڑے ایسے ہونگے جنمیں سے
آدمی کی نظر پار ہوجاوے یہانتک کہ اونکی پنڈلیون کا مغز اونکے اندر سے معلوم ہوگا۔ اور حضرت انسؓ
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جنت کے اندر میں ایک جگہ میں گیا
جسکو بیذخ کہتے ہیں اوسپر موتی اور سبز زبرجد اور لعل سرخ کے خیمے تھے اونکی عورتون نے مجھسے کہا کہ
السلام علیک یا رسول اللہ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آواز کن عورتون کی ہے اونھون نے
کہا کہ یہ عورتیں خیمون میں پردہ نشین ہیں اونھون نے اپنے پروردگار سے آپکو سلام کرنے کی اجازت
مانگی تھی چنانچہ اونکو اجازت مرحمت فرمائی پس وہ کہنے لگیں کہ ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہونگی

اور ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی سفر نہ کرینگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ اور حضرت مجاہد وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پاک ہے حیض سے اور بول و براز اور تھوک اور رینٹ اور منی اور بچہ جننے سے کہ ان سب سے پاک ہونگی۔ اور اوزاعی رح فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ اوسکا نام باکرہ عورتوں کی بکارت دور کرنے کا ہوگا۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنت والے جماع بھی کرینگے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کو اوس قدر جیسے انسان میں اتنی قوت ملیگی کہ تم میں سے ستر مردوں کی زیادہ ہو اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کہ اہل جنت میں سے ادنی مرتبہ وہ شخص ہوگا کہ اوسکے ساتھ ہزار خادم ہونگے اور ہر خادم کو وہ کام ہوگا جو دوسرے کو نہو گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت میں سے ایک شخص کا پانسو حوروں اور چار ہزار باکرہ عورتوں اور آٹھ ہزار بیوہ عورتوں سے نکاح کریگا اور ان میں سے ہر ایک سے اتنا معانقہ کریگا جتنا دنیا میں جیا ہوگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے کہ اوس میں خرید و فروخت کچھ نہیں بجز مردوں اور عورتوں کی صورتوں کے پس جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کریگا تو اوس بازار میں جا دیکھیگا اور اوس میں حور بڑی آنکھ والیوں کا مجمع ہوتا ہے کہ ایسی بلند آواز سے گاتی ہیں کہ لوگوں نے ایسی نہیں سنی ہم ہمیشہ رہینگی کہ فنا نہونگی اور ہم نعمت والی ہیں کہ محتاج نہونگی اور ہم خوش ہیں کبھی خفا نہونگی پس اچھا ہے وہ شخص جو ہمارا ہوا اور ہم اوسکی ہوں۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حوریں جنت میں گاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم خوبصورت لونڈیاں ہیں اور کریم مردوں کے لیے چھپا کر رکھی ہیں اور یحییٰ بن کثیر فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ میں فرماتے ہیں کہ جنت میں راگ ہوگا۔ اور ابو امامہ باہلی رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ جنت میں داخل ہوتا ہے اوسکے سر اور پاؤں کے پاس دو حوریں بیٹھتی ہیں نہایت خوش آوازی سے گیت سناتی ہیں جسکو انسان اور جن سنتے ہیں اور وہ گیت مزامیر شیطان یعنی شعر نہیں ہوتا بلکہ خدای تعالی کی حمد اور تقدیس کا حال ہوتا ہے۔

چودھواں بیان جنت کے متفرق اوصاف اہل جنت کے جو احادیث میں وارد ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض سے فرمایا کہ سنو کوئی ہے کہ جنت کی تیاری کرے جنت کے برابر کوئی خطرہ نہیں وہ بخدای کعبہ ایک نور ہے چمکتا ہوا اور ایک گلدستہ ریحان اور محل مضبوط اور نہر جاری اور میوے پکے ہوئے کثرت سے اور زوجہ خوبصورت صاحب جمال

خوشی اور نعمت میں مقام ابد میں یا مقام نضرت میں مکان عالیشان محفوظ میں لوگوں نے عرض کیا
کہ ہم ہیں اوسکی تیاری کرنے والے یا رسول اللہ آپنے فرمایا کہو انشاء اللہ تعالی پھر آپنے جہاد کا
ذکر فرمایا اور اوسکی رغبت دلائی۔ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا
کہ جنت میں گھوڑا بھی ہوگا وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے آپنے فرمایا کہ اگر تجھکو گھوڑا پسند ہے تو یاقوت
سرخ کا گھوڑا تجھے ملیگا کہ جنت میں جہاں تو چاہے تجھکو لیے ہوے اوڑتا پھریگا۔ اور ایک اور شخص نے
آپ سے پوچھا کہ کیا جنت میں اونٹ بھی ہونگے آپنے فرمایا کہ اے بندہ خدا جب تو جنت میں داخل ہوگا
تو جو تیرا نفس چاہیگا اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت ہو وہ سب کچھہ پائیگا۔ اور حضرت ابو سعید خدری
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی کا دل چاہیگا تو اوسکے اولاد ہوگی اور
اوسکا حمل اور وضع حمل اور جوانی ایک ساعت میں ہوجاویگی اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اہل
جنت میں جب چاہینگے تو بھائی بھائی مشتاق ہونگے پس ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جاویگا
اور ملاقات کرینگے اور وہ باتیں کرینگے جو دنیا میں دونوں میں ہوئی تھیں ایک کہیگا کہ بھائی تجھے یاد ہے
کہ فلاں روز فلاں مجلس میں ہمنے خدا تعالی سے دعا مانگی تھی تو اللہ تعالی نے ہمکو بخشدیا۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ بِيضٌ جِعَادٌ مُكَحَّلُونَ اَبْنَاءُ ثَلَاثٍ
وَثَلَاثِينَ عَلَى خَلْقِ آدَمَ طُولُهُمْ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي عَرْضِ سَبْعَةِ اَذْرُعٍ اور ایک حدیث میں
ارشاد فرمایا کہ اہل جنت میں سے ادنی وہ ہوگا جسکے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیاں ہونگی اور
اوسکے لیے ایک خیمہ موتی اور زبرجد اور یاقوت کا اتنا کھڑا کیا جاویگا جتنا فاصلہ جابیہ اور صنعا کے
درمیان ہے اور اونکے سروں پر تاج ہونگے اور اونمیں کا ادنی موتی پورب پچھم تک کو روشن
کردیگا۔ اور فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو اوسکے اناروں میں کا انار مثل پشت اونٹ پالان بندھے
ہوے کے تھا اور اوسمیں کا پرند مثل بختی اونٹ کے اور اوسمیں ایک لونڈی کو دیکھا اور اوس
میں نے پوچھا کہ تو کسکی ہے اوسنے کہا کہ زید بن حارثہ کی ہوں اور جنت میں جو چیزیں نظر پڑی وہ
ایسی ہی تھی کہ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل میں گذری۔ اور حضرت کعب رضی
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھہ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے
ہاتھہ سے لکھا اور جنت کے درخت اپنے ہاتھہ سے لگائے پھر اوسکو کہا کہ بول جنت نے کہا کہ
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ یعنی ایمانداروں کی بن پڑی۔ پس جنت کی صفتیں میں نے جو ہمنے
اول مجملا بیان کیا پھر مفصل نقل کیا۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اون سب کو ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا

کہ اوسکے انار ڈول جیسے ہین اور اوسکی نہرین ایسے پانی کی ہین جو نہین سڑتا اور وہ نہرین دودھ کی ہین جسکا مزہ نہین بدلتا اور نہرین شہد صاف کی جسکو آدمیون نے صاف نہین کیا اور نہرین ایسی شراب کی ہین جو پینے والون کو مزہ دیتی ہے نہ نشہ سے اوسکا سر پھوٹے نہ اوس سے سر درد ہو اور جنت مین وہ بہا ہے کہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی بشر کے دل مین گذری اوسکے لوگ بادشاہ حشمت والے تین تیس برس کی ایک ہی سن مین ہونگے اونکا قد ساٹھ ہاتھ کا سرمہ لگائے ہین بالون سے صاف چہرہ بشرے سے خالی ہوگا عذاب سے مامون ہمیشہ کو اوسمین اطمینان اور اوسکی نہرین یاقوت اور زبرجد کے کنکرون پر بہتی ہین اور اوسکے درخت اور کھجور اور انگور موتی ہین اور پھلونکا اندازہ سوا خدا تعالی کے اور کوئی نہین جانتا اور اوسکی خوشبو پانسو برس کی راہ سے پائی جاتی ہے اور جنت والون کو جنت مین گھوڑے اور اونٹ سفید صدا سبک رفتار پاینگے جنکی کاٹھیان اور لگامین اور زین یاقوت کے ہونگے جنت مین سیر کرینگے اور اونکی بیبیان حورین ہونگی جیسے موتی [illegible] نور اور حسن و جمال سے آراستہ ہونگی اور وہ عورت اپنی دونون آنکھون مین ستر لباس پہنکر پنڈلی کی اور اوسکی پنڈلی کا مغز اون سب لباسون کے اندر سے معلوم ہوگا اللہ تعالی نے اخلاق کو برائی سے پاک فرمایا اور جسمون کو موت سے جنت مین ناک صاف کرنیکے نہ تھوک اور براز کے بچایا اونکی خوشبو پسینا اونکا ادرار اور پسینا مثل مشک کے ہوگا اونکا رزق صبح و شام دیا جائیگا اگرچہ رات نہوگی مگر صبح شام کا وقت شام صبح پر پہچانا جایگا آتی ہے اور پیچھے آخر مین جو شخص جنت مین داخل ہوگا اور مرتبہ مین سب سے کم ہوگا اوسکا یہ حال ہوگا کہ اوسکا ملک ہزار برس کی راہ تک پھیلا ہوگا اور اوسکی سلطنت چاندی سونے کے محلون اور موتی کے خیمون مین ایسی فراخ ہوگی اور اوسکی آنکھ کو قدرت دیجائیگی کہ دور اور نزدیک کی چیزین یکسان دیکھے صبح کو جنت والون کے پاس ستر ہزار پیالے لائے جاوینگے اور شام کو بھی اتنے ہی موجود ہونگے اور ہر پیالے مین جداہی کھانا ہوگا اور وہ اول سے لیکر آخر تک سبکا مزہ چکھیگا اور جنت مین ایک یاقوت ہے جسمین ستر ہزار گھر ہین اور ہر گھر مین ستر ہزار کوٹھریان ہین جنمین کہین شگاف نہ سوراخ ہے - اور حضرت مجاہد نے فرمایا ہے کہ جنت مین ادنی مرتبہ کا شخص وہ ہوگا کہ اپنی سلطنت مین ہزار برس سفر کرے اور وہ دور نزدیک کی اشیا کو برابر دیکھیگا اور سب مین اعلی درجہ وہ ہوگا جو صبح شام اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہوگا - اور حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ اہل جنت مین ایسا کوئی نہوگا جسکے ہاتھ مین تین کنگن نہون ایک سونیکا ہوگا ایک موتی کا ایک چاندی کا - اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ جنت مین ایک حور ہے جسکا نام عینا ہے

جب وہ چلتی ہے تو اوسکے دہنی اور بائین طرف سے ستر ہزار لونڈیان ساتھ چلتی ہین اور وہ کہتی ہو
کہ کہان ہین وہ لوگ جو اچھی بات کا حکم کرنے والے ہین اور بری بات سے منع کرنے والے۔ اور یحیی
بن معاذ رحمہ فرماتے ہین کہ دنیا کا ترک کرنا سخت کام ہے مگر جنت کا ہاتھ سے نکلنا سب سے زیادہ سخت ہے
اور دنیا کا چھوڑ دینا آخرت کا مہر ہے اور یہ بھی اونہین کا قول ہے کہ دنیا کی طلب مین نفس کی ذلت ہے
اور آخرت کی طلب مین اوسکی عزت تو تعجب ہے اوس شخص سے کہ فانی چیز کی طلب مین ذلت کو پسند کرے
اور باقی چیز کی طلب مین عزت کو ترک کرے

پندرھوان بیان خدای تعالی کے وجہ کریم کی رویت اور دیدار کے ذکر مین۔ اللہ تعالی فرماتا ہے
لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ اس زیادتی سے مراد دیدار الہی اور شرف رویت ہے جو سب سے
بڑی لذت ہے کہ اوسمین جنت کی آسایش بھول جاتی ہے اور ہمنے رویت کی حقیقت باب المحبت مین
بیان کی ہے اور اوسکا ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے نکالا ہے اور اس عقیدہ سے کہ جو اہل بدعت
رکھتے ہین۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رض روایت کرتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
بیٹھے تھے کہ آپنے چودھوین رات کے چاند کو دیکھکر فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کا دیدار ایسا دیکھو گے جیسا
اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اوسکے دیکھنے مین تم ایک دوسرے پر ہجوم نہین کرتے سب بے تکلف اور
بے مشقت دیکھتے ہو پس اگر تم سے ہوسکے کہ طلوع اور غروب آفتاب سے پیشتر کی نمازین تم سے نہ چھوٹین تو اوسکو
ادا کیا کرو پھر یہ آیت پڑھی وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ یہ روایت بخاری
اور مسلم نے نقل کی ہے اور مسلم نے اپنی کتاب مین حضرت صہیب رض سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ اور فرمایا کہ جب
جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ مین چلے جاوینگے تو ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل جنت تمسے
خدای تعالی کا ایک وعدہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اوسکو تمسے پورا کرے وہ عرض کرینگے وہ کونسا
وعدہ ہے کیا ہمارے وزن بھاری نہین کرچکا اور منہ سفید نہین کیے اور جنت مین نہین داخل کیا
اور دوزخ سے نہین بچایا پھر فرمایا کہ اسکے بعد پردہ اوٹھا لیا جاویگا اور لوگ خدای تعالی کی صورت
کیطرف دیکھینگے پس یہ حال ہوگا کہ کوئی چیز اونکو خدای تعالی کے دیدار سے زیادہ محبوب نہ ملی ہوگی
اور حدیث رویت کو چند صحابہ رض نے بھی روایت کیا ہے غرضکہ شرف دیدار نہایت خوبی اور نہایت
درجہ کی نعمت ہے اور جنتی لذتون کی شرح ہمنے اوپر کی ہے وہ اس نعمت کے آگے بھول جاتی ہین
اور اہل جنت کو جو اس نعمت دیدار کے وقت سرور ہوگا اوسکی کچھ انتہا نہین بلکہ لذات جنت کو

لذت دیدار کیطرف کچھ نسبت ہی نہین اور چونکہ ہم اسکی تفصیل باب محبت اور شوق اور رضا مین خوب لکھ چکے ہین اسیلیے اس باب مین مختصر طور پر کچھ کہدیا لیکن آدمی کو چاہیے کہ جنت مین بھی اوسکی ہمت سواے دیدار الٰہی کے اور کسی طرف نہو اور دوسری لذتون مین جنت کے تو بہائم بھی شریک ہین جو چراگاہون مین چھوٹے پھرتے ہین۔

خاتمہ خداے تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کے ذکر مین اوس سے فال نیک لینے کے طور پر

ازانجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فال کو محبوب جانتے تھے اور ہمارے اعمال ایسے نہین جنسے ہم توقع مغفرت کی کرین اسیلیے ہم فال نیک لینے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہین اور توقع رکھتے ہین کہ وہ ہمارا انجام دنیا و آخرت مین خیر کے ساتھ کرے جیسے ہمنے اس کتاب کو اوسکی رحمت کے ذکر پر تمام کیا اور وہ خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور فرمایا قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ اور فرمایا وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

اور ہم خداے تعالیٰ سے بخشش چاہتے ہین جہان کہین اس کتاب مین یا اور تمام ہماری کتابون مین ہمارا قدم پھسلا ہو یا قلم بہکا ہو اور اون اپنے قولون سے بھی آمرزش چاہتے ہین جنکے موافق ہمارے اعمال نہون اور اوس علم اور بصیرت سے جسکا دعوی ہمنے خداے تعالیٰ کے دین مین کیا ہو اور اوسمین قصور کیا ہو اور اوس علم و عمل سے جس سے ہمنے خالص اوسکی ذات پاک کا قصد کیا ہو پھر اوسمین کوئی دوسرا ملگیا ہو اور اوس وعدہ سے جسکو ہمنے اپنے جی سے اوس سے کیا ہو اور پھر اوسکے پورا کرنے مین ہمنے کوتاہی کی ہو اور اوس نعمت سے جسکو اوسنے ہمکو دیا اور ہمنے اوسکو اوسکی نافرمانی مین برتا اور اوس عیب سے جسکے ساتھ ہم متصف تھے اور ہمنے اورون پر اوسکو صریح لفظا یا اشارہ سے لگایا اور اونکو ناقص اور قصوروار ٹھہرایا اور اوس خطرے سے جو ہمکو موجب تکلف اور بناوٹ اور لوگون کے دکھلانے کا کسی کتاب کے لکھنے یا کلام کرنے یا علم کے پڑھنے پڑھانے مین ہوا ہو ان سب باتون سے بخشش چاہنے کے بعد ہم اپنے لیے اور اون لوگون کے لیے جو ہماری اس کتاب کو پڑھین یا لکھین یا سنین یہ توقع کرتے ہین کہ وہ ہم سب کو مغفرت اور رحمت سے عزت بخشے اور ہمارے سب ظاہری اور باطنی خطاؤن سے درگذر فرماوے اسلیے کہ اوسکا کرم عام اور رحمت وسیع اور بخشش تمام اقسام خلق پر جاری ہے اور ہم بھی ایک مخلوق اللہ تعالیٰ کے ہین ہمارا وسیلہ اوسکی طرف بجز اوسکے فضل

کرم کے اور کوئی نہیں جانتا چنانچہ اوسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی
سو رحمتیں ہیں اونمیں سے ایک رحمت کو جن اور انسان اور پرندوں اور بہائم اور حشرات زمین کے درمیان
اوتارا ہے اوسی سے یہ چیزیں آپس میں رحم اور مہر کرتی ہیں اور ننانوے رحمت کو پیچھے رکھا ہے
اون سے اپنے بندوں پر قیامت کے روز رحم فرماویگا اور روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا
تو اللہ تعالیٰ ایک نوشتہ عرش کے نیچے سے نکالیگا جسمیں یہ لکھا ہوگا کہ میری رحمت بڑھ گئی میرے
غضب سے اور میں سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہوں پس دوزخ میں سے جنت والوں کے دو
آدمی باہر ہو جاوینگے - اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ
قیامت کے روز ہمارے لیے ہنستا ہوا تجلی فرماویگا اور ارشاد کریگا کہ خوش ہو جاؤ گروہ مسلمانوں
کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جسکی عوض میں نے یہودی یا نصرانی کو دوزخ میں نہ ڈالا ہو - اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی شفاعت اونکی تمام
اولاد میں سے ایک لاکھ اور ایک کروڑ کے باب میں منظور فرماویگا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایمانداروں سے پوچھیگا کہ تمکو میرا ملنا محبوب تھا وہ عرض کرینگے کہ خدایا
ہاں اللہ تعالیٰ فرماویگا کیوں وہ عرض کرینگے کہ ہمکو تیری مغفرت اور عفو کی توقع کرلی تھی پس فرماویگا کہ
کہ میں نے تمہارے لیے اپنی مغفرت واجب کردی - اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز حکم فرماویگا کہ دوزخ میں سے اون لوگوں کو نکال لو
جنھوں نے مجھے ایک روز یاد کیا ہو یا ایک مقام پر مجھسے ڈرے ہوں - اور ایک حدیث میں فرمایا کہ
جب دوزخ والے دوزخ میں اکٹھے ہونگے اور اونکے ساتھ جسقدر خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا اوسقدر اہل قبلہ
ہونگے تو کافر مسلمانوں سے سوال کرینگے کہ کیا تم مسلمان نہ تھے وہ کہینگے کہ تھے کیوں نہیں کافر کہینگے
کہ تمہارا اسلام تمہارے کام نہ آیا اسلیے کہ تم بھی دوزخ میں ہمارے ساتھ ہو وہ جواب دینگے کہ ہمارے پاس
گناہ بہت تھے اونکے باعث ہم ماخوذ ہوئے اللہ تعالیٰ اونکی تقریر سنیگا اور حکم فرماویگا کہ جو شخص اہل قبلہ
سے دوزخ میں ہے سب نکال لیے جاویں وہ بموجب حکم کے نکالے جاوینگے جب کافر یہ معاملہ دیکھینگے تو
کہینگے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ایسے ہی نکالے جاتے جیسے یہ لوگ دوزخ سے نکالے گئے پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ
اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن پر زیادہ تر رحم کرتا ہے نسبت ماں مشفقہ کے
اپنی اولاد پر - اور جابر بن عبد اللہ رض فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جسکی نیکیاں برائیوں سے بڑھکر ہونگی

ف کیوقت آرزو کرینگے وہ لوگ جو منکر ہیں کہ کاش ہوتے مسلمان ۱۲

تو وہ بے حساب جنت میں داخل ہوگا اور جسکی نیکیاں اور بدیاں قیامت کو برابر ہونگی اوس سے کچھ
تھوڑا سا حساب لیا جاویگا پھر جنت میں داخل ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اوس شخص کے
لیے ہے جسنے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہو اور اوسکی پیٹھ گناہوں کے بوجھ سے بھاری ہو۔ اور روایت ہے
کہ خداے تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے موسی قارون نے تجھسے فریاد
کی تو نے اوسکی نسنے۔ یاد رہے کہ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی اگر وہ مجھسے فریاد کرتا تو میں
اوسکی فریاد کو پہنچتا اور اوسکا قصور معاف کر دیتا۔ اور سعید بن بلال کہتے ہیں کہ قیامت کو
دو آدمیوں کو دوزخ میں سے نکالنے کا حکم ہوگا اللہ تعالی اونکو فرمایگا کہ یہ تمہارا بدلہ اعمال کا ہے
اور میں بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں پھر فرمایگا کہ حکم دیگا کہ انکو دوزخ میں پھر لیجاؤ پس ایک تو اپنی بیڑیوں
دوڑیگا یہانتک کہ دوزخ میں گھس جاویگا اور دوسرا توقف سے اور پاؤں ہٹاتا جائیگا پھر اونکے
واپس لانے کا حکم ہوگا اور اونسے اونکی حرکت کا سوال ہوگا کہ ایک کیوں دوڑ گیا اور دوسرا
کیوں دیر لگاتا ہے تو جو دوڑ کر گیا تھا وہ عرض کریگا کہ میں نافرمانی کے وبال سے ڈر اٹھا تھا تو
ڈرا کہ کہیں دوبارہ تیرے غضب میں نہ پڑجاؤں اور جسنے دیر لگائی وہ عرض کریگا کہ الہی
میرا تیرے ساتھ حسن ظن تھا جس سے میں یہ سمجھا کہ جب تو دوزخ میں سے نکال چکا ہے دوبارہ اوس میں
نہ بھیجیگا اللہ تعالی اون دونوں کو جنت میں جانیکا حکم فرمادیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز عرش کے نیچے سے ایک پکارنیوالا پکاریگا کہ اے امت محمد جو حقوق میرے تمہارے
ذمہ تھے وہ میں نے تمکو معاف کیے اب تمہارے آپس کے حقوق رہے اونکو آپس میں ایک دوسرے کو
بخشدو اور میری رحمت سے جنت میں داخل ہو۔ اور روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت ابن عباس رض
کو یہ آیت پڑھتے سنا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا اعرابی نے کہا کہ خدا اوس سے
بچایا تو نہیں وہ تو یہ چاہتا ہے کہ اوسمیں ڈالے حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آپ اونکو بھی سمجھ
والوں سے نہ سمجھا کرو۔ اور صنابحی رح کہتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن الصامت رض کو مرض الموت
اونکی خدمت میں گیا اور رویا اونھوں نے فرمایا کہ ٹھہرو تم کیوں روتے ہو سنو جو حدیث کہ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور اوسمیں تمہاری بہتری ہوئی وہ میں نے تمسے بیان کر دی ہے
مگر ایک حدیث ہے وہ بھی آج کہے دیتا ہوں کہ میری جان اب نکل گئی ہے میں نے سنا ہے رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص گواہی دے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی
اللہ تعالی اوسپر دوزخ حرام فرما دیتا ہے۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک شخص کو میری امت کے سب مجمع کے
سامنے چھوڑے گا اور ننانوے طومار پھیلائے جاوینگے اور ہر طومار آنکھ کے پہونچنے تک کا لنبا
ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اوس سے پوچھیگا کہ ان دفتروں میں جو کچھ ہے کسیکا انکار تو نہیں کرتا ہے اور میرے
کاتبوں محافظوں نے زبردستی تو نہیں لکھ لیے وہ عرض کریگا کہ خدایا نہیں پھر ارشاد فرماویگا
کہ تجھے کچھ عذر کرنا ہے عرض کریگا کہ نہیں پھر خدای تعالیٰ فرماویگا کہ ہاں ہمارے یہاں تیری ایک نیکی ہے
اور تجھپر آج ظلم نہوگا پس ایک چھوٹا سا پرچہ نکالیگا جسمیں ہوگا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ
وہ عرض کریگا کہ الٰہی یہ پرچہ بھلا ان طوماروں کے سامنے کیا کریگا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تجھپر ظلم نہیں ہوگا
پس وہ طومار ایک پلہ میں رکھے جاوینگے اور وہ پرچہ دوسرے پلہ میں پس طومار ہلکے ہوجاوینگے
اور وہ پرچہ بھاری اوتریگا کیونکہ خدای تعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز ہم پلہ نہیں ہوسکتی۔ اور ایک
حدیث طویل میں جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصف قیامت اور پل صراط کا فرمایا ہے آخر کو
ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرماویگا کہ جسکے دل میں دینار کی برابر خیر پاؤ اوسکو دوزخ سے
نکال لو تو فرشتے حکم کے بموجب بہت سے لوگوں کو نکالینگے اور جناب باری میں عرض کرینگے کہ
جن لوگوں کو تونے حکم کیا تھا اونمیں سے ہمنے کسیکو نہیں چھوڑا حکم ہوگا کہ پھر جاؤ اور جسکے دل میں
آدھے دینار کی برابر خیر پاؤ اوسکو نکال لو پھر بہت سی خلقت کو نکالینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا
جن لوگوں کے لیے تونے حکم دیا تھا اونمیں سے ہمنے کسیکو نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ پھر جاؤ
اور جسکے دل میں ذرہ کی برابر خیر پاؤ اوسکو نکال لو پس بہت سے لوگوں کو نکالینگے پھر عرض کرینگے
کہ خدایا جنمیں سے تونے ہمکو امر فرمایا تھا اونمیں سے ہمنے کوئی نہیں چھوڑا۔ پس حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ
فرمایا کرتے کہ اگر تم اس حدیث میں مجھکو سچا نہ جانو تو چاہو تو قرآن میں پڑھ لو اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ
وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضَاعِفْہَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد اسکے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتوں نے سفارش کی اور نبیوں نے سفارش کی اور مومنوں نے سفارش کی
اور کوئی باقی نہیں بجز ارحم الراحمین کے پس ایک مٹھی بھریگا اور دوزخ میں سے ایسے لوگوں کو نکالیگا
جنھوں نے کبھی خیر نہ کی ہوگی اور کوئلے ہوگئے ہونگے پس انکو اوس نہر میں ڈالیگا جو جنت کے دروازہ
پر ہے اور نہر الحیات کہلاتی ہے پھر اوسمیں سے ایسے نکلینگے جیسے رو کے پانی سے سبزہ نکل آتا ہے
تم دیکھتے نہیں کہ سبزہ چونکہ پتھر اور درخت سب کے متصل ہوتا ہے تو جو مقابل آفتاب کے ہوتا ہے
وہ زرد اور سفید ہوتا ہے اور جو اوسمیں سے سایہ میں ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے لوگوں نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ گویا آپ نے جنگل مین چرایا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ پھر ایسے نکلینگے جیسے موتی اونکی
گردنون مین مہرین ہونگی جس سے اہل جنت اونکو پہچانینگے اور کہینگے کہ یہ لوگ خداے تعالی کے آزاد کیے ہوے
ہین اللہ تعالی نے اونکو جنت مین داخل کیا بدون اسکے کہ اونھون نے کوئی عمل کیا یا کوئی خیر آگے بھیجی ہو
پھر اللہ تعالی اونکو ارشاد فرماویگا کہ تم جنت مین داخل ہو اور جو دیکھو وہ تمہارا ہے تب وہ عرض کرینگے
کہ الہی تونے ہمکو وہ چیز دی ہے جو کسیکو لوگون مین سے نہین دی اللہ تعالی فرماویگا کہ تمہارے لیے میرے پاس
وہ چیز ہے جو اس سے بھی افضل ہے وہ عرض کرینگے کہ الہی اس سے افضل کونسی چیز ہے وہ ارشاد فرماویگا
کہ وہ میری رضامندی ہے کہ مین تم سے کبھی ناراض نہونگا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے صحیحین مین
روایت کیا ہے اور نیز بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ ایک روز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر مین سے تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے سامنے امتین پیش
کی گئین ایک نبی جاتا تھا کہ اوسکے ساتھ ایک شخص ہے ایک نبی کے ساتھ دو اور کسی نبی کے ساتھ کوئی
بھی نہ تھا اور کسی نبی کے ساتھ دس پانچ تھے پھر مین نے بہت سا انبوہ دیکھا اور توقع کی کہ یہ میری امت
ہوگی پس مجھے کہا گیا کہ یہ موسی اور اونکی قوم ہے پھر مجھے کہا گیا کہ دیکھو مین نے ایک ایسا انبوہ کثیر
دیکھا کہ اوسنے کنارون کو آسمان کے روک لیا پھر مجھے کہا گیا کہ ایسے ہی ادہر دیکھیں مین نے بڑی بھاری
جماعت کو دیکھا پھر مجھے کہا گیا کہ یہ لوگ تیری امت ہین اور ان لوگون کے ساتھ ستر ہزار بہشت مین بے حساب
داخل ہونگے اسکے بعد لوگ جدا ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی تصریح نہ فرمائی کہ یہ ستر ہزار
کون لوگ بہشت مین داخل ہونگے اسکا چرچا صحابہ نے آپس مین کیا اور کہا کہ ہم تو شرک مین پیدا ہوے
لیکن اللہ تعالی اور اوسکے رسول پر ایمان لائے تو وہ لوگ ہمارے بیٹے ہونگے جو پیدا اسلام مین
پیدا ہونگے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا کہ وہ وہ لوگ ہین جو نہ داغ کھاتے ہین نہ منتر پڑھتے ہین
نہ بدفالی کرین اور اپنے رب پر بھروسا کرین پس عکاشہ کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا
کیجیے کہ خداے تعالی مجھکو ان لوگون مین سے کرے آپ نے فرمایا کہ تو اونہین مین سے ہے پھر ایک اور شخص
کھڑا ہوا اور جیسا عکاشہ نے عرض کیا تھا ویسا ہی عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اب تو عکاشہ کی حق مین
تجھ سے پہلے وہ دعا ہو چکی — اور محمد بن حزم انصاری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تین دن وفات سے پہلے کہ صرف فرض نماز کے لیے نکلتے تھے پھر چلے جاتے تھے جب چوتھا روز ہوا
تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ٹھہر رکتے رہے یہانتک کہ ہم نے
گمان کیا کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ خیر کے سوا کوئی بات نہین ہوئی میرے پروردگار نے

مجھسے وعدہ کیا ہے کہ میری امت مین سے جنت مین ستر ہزار بیحساب داخل کریگا مین نے ان تینون مین
اپنے رب سے درخواست کی کہ اور زیادہ لوگ بیحساب داخل ہون پس مین نے اپنے رب کو بڑائی والا ہر چیز موجود
رکھتا اور کریم پایا کہ اوسنے ستر ہزار مین سے ہر شخص کے ساتھہ مین ستر ہزار مجھکو عطا فرمائے مین نے عرض کیا
کہ الٰہی میری امت اس تعداد کو پہونچیگی ارشاد ہوا کہ ہم تیرے لیے شمار اعراب مین سے پوری کر دینگے
اور حضرت ابو ذر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام پتھریلی زمین کی طرف
یعنی مدینہ منورہ کے متصل ظاہر ہوئے اور مجھے کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری دیجئے کہ جو کوئی مریگا اس طرح کہ
شریک نہ کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھہ کسی چیز کو تو وہ جنت مین داخل ہوگا مین نے کہا کہ اے جبرئیل اگر
کوئی زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے کہا ہان گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا اگر زنا کرے اور
چوری کرے جبرئیل نے جواب دیا اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا اگر زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے
کہا کہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے اور شراب پیوے اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ پس مین نے عرض کیا کہ اگرچہ
زنا اور چوری کرے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ پھر مین نے عرض کیا کہ
گو زنا اور چوری کرے پھر آپ نے فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ پس مین نے عرض کیا کہ گو زنا
اور چوری کرے یا رسول اللہ آپ نے جواب دیا کہ گو ابو درداء کو برا معلوم ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مومن کو ایک دوسری ملت کا آدمی حوالہ کیا جاویگا اور اوس سے
کہدیا جاویگا کہ یہ تیرا بدلا ہے دوزخ سے اور مسلم نے اپنی کتاب مین ابو بردہ سے روایت کی ہے کہ
اونہون نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے سامنے حدیث بیان کی مجھسے میرے باپ حضرت ابو موسی اشعری
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فرمایا کہ [illegible] مسلمان [illegible]
مین کوئی یہودی یا نصرانی داخل کر دیا ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح
دلائی کہ تمکو قسم ہے اوس معبود کی جسکے سوا کوئی معبود نہین تمہارے باپ نے
یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اونھون نے قسم کھائی کہ ہان مجھسے بیان کی ہے
ایک لڑکا کسی جہاد مین پکڑا گیا تھا اور اوس روز بہت گرمی تھی کہ جو زیادہ
دن گرمی حرارت کا تھا اوسکو ایک عورت نے لوگون کے خیمہ کے اندر سے دیکھا اور دوڑی
آئی اور ساتھی اوسکے پیچھے آئے یہانتک کہ اوس لڑکے کو اوٹھا کر چھاتی سے
لگا لیا پھر اوس پتھریلی گرم زمین پر لیٹ گئی [illegible]

اور کہنے لگی ارے میرے بچے میرے لخت جگر پس آدمی روئے اور جس حال میں تھے اوسکو چھوڑ دیا اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوئے لوگوں نے ماجرا آپکی خدمت میں عرض کیا آپ اونکے ترس کھانے سے خوش ہوئے پھر اونکو خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ کیا اس عورت کے اپنے بچے کے اوپر رحم کرنے سے تمکو تعجب ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ تم سب پر اس عورت کے رحم کی نسبت کہ اپنے بچے پر زیادہ تر رحیم ہے پس مسلمان وہاں سے نہایت مسرور اور عمدہ بشارت کے ساتھ علیحدہ ہوئے ۔ تو یہ حدیثیں اور جو کچھ ہم باب الرجاء میں لکھ آئے ہیں ہمکو بشارت خدا تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کی دیتی ہیں اسلیے ہم اس سے توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ نکرے جسکے ہم سزاوار ہیں ہمپر اپنے فضل و کرم سے وہ انعام و احسان کرے جسکے لائق اوسکی جود و رحمت ہی تقاضا

بخاری و مسلم نے بروایت عمر بن خطاب اس قصہ کو مطول نقل کیا ہے ۱۲

والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً

قطعہ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم عفی اللہ لہ ولوالدیہ

مرا احباب جب اس سے اوٹھینگے تو بولینگے	نہ تھا آسان کچھ کوئی میں با ہمت لکھنا ہم کا
لکھا جب ترجمہ عمدہ تو اے محسن یہ لکھو تاریخ	عجائب ہے یہ اردو ترجمہ جلد چہارم کا
	۱۲۹۲ھ



غ ۳۶۷ م

۶۵۹۳

This book was taken from the Library on the date last stamped. A fine of 1 anna will be charged for each day the book is kept over time.